لواقح الأنوار القدسية في بيان العهود المحمدية

تأليف

الإمام أبي المواهب عبد الوهّاب بن أحمد بن عليّ بن أحمد
الشّافعي المصري المعروف بالشّعراني

مترجم

شاہ محمد چشتی

کاتب

محمد محسن



ادارہ پیغام القرآن

لَوَاقِحُ الْأَنْوَارِ الْقُدْسِيَّةِ
فِي بَيَانِ الْعُهُودِ الْمُحَمَّدِيَّةِ

تألیف
الإمام أبي المواهب عبد الوهّاب بن أحمد بن عليّ بن أحمد
الشّافعي المصري المعروف بالشّعراني

مترجم
شاہ محمد چشتی

کاوش
محمد محسن

ادارہ پیغام القرآن

نام کتاب	....	لوائح الانوار القدسیہ
مصنف	....	حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم	....	شاہ محمد چشتی
اہتمام اشاعت	....	محسن فقری
سال اشاعت	....	2010
پروف ریڈنگ	....	شاہ محمد چشتی
کمپوزنگ	....	ہجویری کمپوزرز اینڈ ڈیزائنرز (0321-4553105)
پرنٹرز	....	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز

ملنے کے پتے

حسیب پبلشنگ ھاؤس ایوانِ علوم پلازہ ۱۸۔ اُردو بازار، لاھور

شبیر برادرز 40۔ اُردو بازار لاہور

احمد بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی
(051-555820)

اسلامک بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی
(051-5536111)

[redacted]

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ جیسی کامل ترین شخصیت کی کتاب کشف الغمہ عن جمیع الامہ کی کامیاب اشاعت کے بعد آپ کی اگلی کتاب لواقح الانوار القدسیہ کا مرحلہ آ پہنچا ہے۔ آپ کی یہ کتاب نہایت ناصحانہ ہے۔ اس میں آپ کو ہر ایسے ضروری مسئلہ کی وضاحت ملے گی جس پر عمل کرنا امت کے ہر مرد و زن، حاکم و محکوم، مالدار و مسکین اور ہر مسلمان پر لازم ہے اور جسے عام طور پر اہمیت نہیں دی جا رہی جبکہ امت میں ساری خرابیاں ایسے مسائل پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہو چکی ہیں، اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ان احکام پر عمل کی توفیق عطا فرمائے تاکہ اصولی طور پر ہم اللہ و رسول ﷺ کے پیروکار بن سکیں اور اُخروی نجات کے حقدار بن جائیں۔

یہ کتاب اس لائق ہے کہ مشائخ، علماء اور حکمران و محکوم سے لے کر ہر مسلمان مرد و زن کے مطالعہ میں ہو کیونکہ اس کے مطالعہ میں دین سے محبت پیدا ہو گی، دینی مسائل پر عمل کا شوق پیدا ہو گا، ایک اچھا انسان بننے کی راہ ہموار ہو گی اور انشاء اللہ تعالیٰ آپ اپنی زندگی میں خوشگوار تبدیلی محسوس کریں گے۔

اللہ ہمیں اور آپ کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

محمد محسن فقری برادرز

ادارہ پیغام القرآن، اردو بازار۔ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سید الکونین، نور مجسم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے تشریعی علوم بھی ناپیدا کنار سمندر ہیں جنہیں آپ کے صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین رضی اللہ عنہم نے مفسرین، محدثین اور فقہاء کرام رحمہم اللہ تک پہنچانے میں تدریجی طور پر کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی اور ان سے آگے یہ سلسلہ آج تک جاری ہے اور انشاء اللہ قیامت تک تسلسل سے جاری رہے گا، اس سلسلہ میں ان لاکھوں حضرات کی پرخلوص مساعی ان کی اپنی ذات کے لئے باعث اجر اور افراد امت کے لئے راہنما ہیں۔

علمِ مصطفٰے ﷺ کے دو پہلو ہیں، ایک صرف تحصیلی اور دوسرا تعلیمی، علم حاصل کر لینا بلاشبہ ایک کمال ہے لیکن اس پر عمل کرنا اصل مقصد اور کمال انسانی کا سبب ہے اور اللہ و رسول ﷺ کی رضا صرف اور صرف اس پر عمل کرنے ہی میں ہے ورنہ انسان کمثل الحمار یحمل اسفارا (کتابیں اٹھا لینے والا گدھا) بن کر رہ جاتا ہے بلکہ دعوتِ عمل کے فریضہ میں خیانت کا مرتکب ہوتا ہے جو اس کے لئے نرا وبال ہو جاتا ہے۔

عامل علماء حضرات نے قرآن و حدیث سے مسائل ضروریہ کا استنباط کر کے امت کو ایک ایسا ذخیرہ تیار کر دیا ہے جو قیامت تک کی انسانی ضرورتوں کے لئے کافی و وافی ہے، ہر عالم نے علم کو اپنے اپنے انداز سے منضبط کیا ہے کہ قرآن و حدیث پر عمل کرنے میں کسی قسم کی دشواری محسوس نہ ہو۔

حضرت امام ابو المواہب عبدالوہاب بن احمد شافعی مصری شعرانی رحمہ اللہ بھی عامل علماء کی اسی صف میں نمایاں مقام رکھتے ہیں، آپ کئی تصنیفات کے مصنف ہیں جو کئی اہم علوم پر مشتمل ہیں اور جن میں سے ہر کتاب بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔

الحمدللہ اس سے قبل میں آپ کی ایک اہم کتاب کشف الغمہ کا ترجمہ کر چکا ہوں جو چھپ چکی ہے، اب لواقح الانوار القدسیہ فی بیان العھود المحمدیہ آپ کے سامنے ہے جس میں درس عمل کا نہایت عمدہ اور انفرادی انداز اپنایا گیا ہے اور حتی الوسع ایسی کوئی چیز نہیں چھوڑی گئی جس کی امت کے ہر فرد کو ضرورت رہتی ہے اور جسے طبقاتی یا عمومی طور پر لوگ بھول چکے ہیں حالانکہ کمال انسانی کا دارومدار انہی چیزوں پر عمل پیرائی میں موجود ہے۔

امام شعرانی رحمہ اللہ نے کتاب کے ہر مضمون کو فلسفیانہ رنگ سے پیش کیا ہے اور دلائل سے ان کا قابل عمل ہونا واضح کیا ہے۔ پھر عدم عمل کی صورت میں نقصانات کی نشاندہی بھی کی ہے جس کے لئے جابجا قرآنی آیات کا سہارا لیا گیا ہے اور پھر اثباتِ مسائل کے لئے اکثر و بیشتر مرفوع احادیث کا قابل قدر ذخیرہ جمع کیا ہے۔

اپنے اس تبلیغی مشن میں آپ نے بے عمل مشائخ، صوفیہ، علماء اور عوام کو خوب جھنجوڑا ہے، حکمرانوں اور ان کے اہل کاروں کی خبر لی ہے بلکہ انہیں حکمرانی کے گُر بتائے ہیں، امت میں خرابیوں کے اسباب بتائے ہیں، ان کے علاج بتائے ہیں اور اسی ذیل میں آپ متعلقہ مستند واقعات کا ذکر کرتے چلے گئے ہیں اور پھر اس کے ساتھ ساتھ ہر قابل عمل فرمان رسول ﷺ پر عمل پیرائی کے لئے کسی مخلص، ہادی اور نیک شیخ کی راہنمائی لینے پر انتہائی زور دیا ہے، پھر مشائخ کو بھی راہنما اصول بتائے ہیں اور انہیں قائدانہ ذمہ داریاں نبھانے کے لئے قرآن وحدیث کے ساتھ ساتھ سیاسی بصیرت سے کام لینے پر تنبیہ کی ہے اور ایسا نہ کرنے کی صورت میں خطرات و نقصانات پر خبردار کیا ہے بلکہ کئی وقوع پذیر واقعات کا بھی ذکر کیا ہے جو بجائے خود ایک تنبیہ ہیں۔

کتاب کے مضامین میں فرائض سے لے کر اخلاقیات تک سبھی قسم کے مسائل جمع کر دیئے گئے ہیں، انداز ہمدردانہ و ناصحانہ ہے، آپ ہر مسلمان کو بھائی کہہ کر خطاب کرتے ہیں اور یوں نصیحت کرتے جاتے ہیں جیسے ایک شخص باپ واستاد، اپنے پیارے بیٹے اور شاگرد کو کیا کرتا ہے۔

ترجمے میں بشری کمزوریوں کے اعتراف کے ساتھ ساتھ کتاب کے قاری کی ہر مشکل کو پیش نظر رکھتے ہوئے نہایت ہی سہل طریقہ اپنایا گیا ہے۔ امید ہے کہ کم تعلیم یافتہ طبقہ بھی اسے سمجھنے میں دقت محسوس نہیں کرے گا۔

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ حضرت مصنف کے ساتھ ساتھ حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی نور اللہ مرقدہ کے ادنیٰ غلام اور اضعف مترجم کے لئے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے، راہ راست پر چلنے کی توفیق دے اور نجاتِ اخروی سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

شاہ محمد چشتی سیالوی انصاری خوشنویس عفی عنہ
محلّہ محمود پورہ، قصور
0321-6577473
0492772040

امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ

تحریر(صاحبزادہ) مفتی محمد محب اللہ نوری
مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

مجمع البحرین حضرت امام شعرانی قدس سرہ العزیز شریعت وطریقت کے امام، راسخ فی العلم اور ارباب مشاہدہ میں سے تھے--- آپ کی کنیت ابو المواہب ہے، جب کہ صاحبزادے کی نسبت سے ابوعبدالرحمٰن کہلاتے تھے--- آپ کے والد گرامی کا نام احمد بن علی ہے---

سلسلۂ نسب

آپ کا سلسلہ نسب حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے صاحبزادے حضرت محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے---[۱]

آپ نے اپنا سلسلہ نسب اس طرح بیان کیا ہے

عبد الوھاب بن احمدبن علی بن احمد بن علی بن محمد بن زوفا بن ابوالعمران شیخ موسیٰ بن سلطان احمد بن سلطان قاشین بن سلطان محیا بن سلطان زوفا بن ریان بن سلطان محمد بن موسیٰ بن محمد بن الحنفیہ بن امام علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم---[۲]

والد گرامی

امام شعرانی کے والد گرامی شیخ شہاب احمد بن نور الدین علی شعراوی اپنے عہد کے جید عالم دین اور شیخ طریقت تھے--- نحو، فقہ، فرائض اور فلکیات میں مہارت کے ساتھ ساتھ بہترین شاعر اور بہت بڑے خطیب وانشا پرداز تھے--- منبر پر کھڑے ہو کر فی البدیہہ خطبہ ارشاد فرماتے--- بہت خوش الحان تھے، قرآن کریم کی تلاوت نہایت خشوع وخضوع سے کرتے تھے--- ایک بار قاضی کمال الدین الطّویل آپ کی قراءت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ جسمانی توازن برقرار نہ رہ سکا---

گونا گوں علمی مصروفیات کے باوجود رزق حلال کے حصول کے لیے کھیتی باڑی کا کام بھی کرتے--- ذاتی کاموں کے علاوہ ضرورت مند افراد کی مدد کرتے اور خدمت خلق کو ثواب کا ذریعہ گردانتے تھے---

آپ شب بیدار تھے، ہر رات نماز میں ایک تہائی قرآن کریم کی تلاوت کرتے--- آپ کے صاحب زادے شیخ عبد الوہاب شعرانی کا بیان ہے کہ بعض اوقات قرآن کریم کی تلاوت سنتے تو بے خود ہو کر گر جاتے اور مرغ بسمل کی طرح لوٹنے لگتے--- آپ نے حدیث، نحو، اصول اور معانی و بیان میں متعدد کتب تصنیف کیں، جو چوری ہو گئیں--- آپ نے اس پر اظہار افسوس کی بجائے یہ فرمایا

''ہم نے یہ کتابیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تحریر کی تھیں، لہٰذا اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ لوگ ان کتب کو ہماری جانب منسوب کریں یا نہ کریں''---

۹۰۷ھ میں آپ کا وصال ہوا اور اپنے والد ماجد علی بن احمد کے پہلو میں آبائی قصبہ ابوشعرہ کی خانقاہ میں آسودۂ خاک ہوئے---[۳]

ولادت

امام عبدالوہاب شعرانی کی ولادت ۸۹۸ھ/۱۴۹۳ء کو ابوشعرہ نامی بستی میں ہوئی[۴] اسی نسبت سے آپ کو شعرانی یا شعراوی کہا جاتا ہے[۵] بعض نے کہا ہے کہ آپ کی ولادت مصر کی بستی قلقشندہ میں ہوئی---[۶]

بچپن ہی میں والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا، چناں چہ ایک یتیم بچے کی حیثیت سے پرورش پائی--- بے کسی اور یتیمی کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی نصرت و حمایت ان کے شامل حال رہی اور آپ آفات و بلیات سے محفوظ رہے---[۷]

تعلیم

آٹھ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کر لیا تھا، صغر سنی ہی سے پابند صوم و صلوٰۃ تھے، تحدیث نعمت کے طور پر خود بیان فرماتے ہیں

''کئی دفعہ ایک ہی رکعت میں پورا قرآن کریم ختم کر لیتا تھا، حالاں کہ ابھی بالغ نہیں ہوا تھا''---[۸]

حفظ قرآن کے ساتھ ساتھ آپ نے ابوشجاع اور اجرومیہ نامی کتابوں کو بھی حفظ کر لیا--- اس وقت آپ کی عمر سات یا آٹھ سال سے زیادہ نہ تھی---[۹]

۹۱۱ھ کے اوائل میں آپ ریف کے صحرائی علاقے سے نقل مکانی کر کے مصر آ گئے، تب آپ کی عمر تقریباً بارہ سال تھی--- مصر کی سرزمین علم میں پہنچ کر آپ سیدی ابوالعباس الغمری کے جامع میں قیام پذیر ہوئے--- فرماتے ہیں کہ شیخ الجامع اور آپ کی اولاد مجھ پر حد درجہ مہربان تھے، جو خود کھاتے، وہی مجھے کھلاتے اور جو پہنتے، وہی مجھے پہناتے--- ان کے ہاں کتب شرعیہ کے متون اور ان کی اصطلاحات یاد کیں---[۱۰]

دورانِ طالب علمی لوگ انھیں سونا، چاندی اور کپڑے دیتے، مگر تقویٰ و طہارت کی بنا پر آپ قبول نہ کرتے---

اسی اثنا میں کبھی فاقہ کی نوبت بھی آ جاتی مگر لوگوں کے آگے دست سوال کبھی دراز نہ کیا[۱۱] جامع عمری میں آپ نے مختلف علوم وفنون کی بنیادی کتابیں مثلاً المنهاج للنووی، الفیه ابن مالك، توضیح ابن هشام، جمع الجوامع، الفیه العراقی، تلخیص المفتاح، شاطبیه، قواعد ابن هشام وغیرہ زبانی یاد کرلیں[۱۲] علامہ عبد الرؤف مناوی (م۱۰۲۱ھ) اسے آپ کی کرامت گردانتے ہوئے لکھتے ہیں

''میں نے تاریخ اور طبقات کی کتب میں آج تک کسی کے حالات میں یہ نہیں دیکھا کہ اسے اتنی کتابیں حفظ ہوں''---[۱۳]

اساتذہ

امام شعرانی نے علوم وفنون کی بیسیوں بڑی بلند پایہ اور عظیم وضخیم کتب کے نام تحریر فرمائے ہیں، جنھیں آپ نے وقت کے جید اساتذہ اور ائمہ فن سے پڑھا--- آپ نے کم وبیش پچاس اساتذہ کرام کے آگے زانوئے تلمذ تہ کیے، جن میں شیخ امام امین الدین، شیخ امام شمس الدین الدواخلی، شیخ علامہ شہاب الدین میسری، شیخ امام محقق نور الدین محلی، شیخ امام نور الدین سنہوری، شیخ علامہ ملاعلی العجمی، شارح بخاری شیخ امام شہاب الدین قسطلانی، شیخ برہان الدین قلقشندی، شیخ الاسلام زکریا انصاری اور شیخ امام شہاب الدین رملی ایسے ائمہ ومحدثین شامل ہیں---[۱۴]

یوسف الیان سرکیس نے آپ کے اساتذہ میں امام جلال الدین سیوطی کا نام بھی ذکر کیا ہے[۱۵] شعرانی ان کا تذکرہ بایں القاب کرتے ہیں

سیدنا و شیخنا خاتمة الحفاظ الشیخ جلال الدین السیوطی رحمه الله و نفعنا بعلمه و المسلمین---[۱۶]

بچپن میں کرامات کا ظہور

مصر میں اقامت کے بعد تعلیمی دور کے آغاز ہی میں جب کہ ابھی سن بلوغ کو نہیں پہنچے تھے، کرامات و عنایات ربانی کا ظہور ہوا---تحدیث نعمت کے طور پر خود بیان فرماتے ہیں

ایک بار دریائے نیل کناروں تک بہ رہا تھا، میں اس میں تیرتے ہوئے بہت تھک گیا، قریب تھا کہ ڈوب جاتا مگر اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور میرے لیے ایک مگرمچھ بھیج دیا، جو میرے پاؤں کے نیچے آ کر ٹھہر گیا، حتی کہ مجھے راحت ملی، میں نے سمجھا کوئی چٹان ہے--- اسی اثنا میں وہ تیرنے لگا اور مجھے بخیریت ساحل تک پہنچا کر دریا میں غوطہ زن ہو گیا---

یہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر احسان تھا کہ ایک وحشی جانور کو میرا مطیع کر دیا اور مجھے نجات عطا فرمائی، حالاں کہ اس وقت میں چھوٹا تھا اور مجھے اللہ کے حضور حسن معاملہ کی معرفت حاصل نہیں تھی---

اسی طرح ایک بار ایک فاسق و فاجر شخص نے میرے ساتھ فحش کلامی کی--- ابھی ایک ہفتہ ہی گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کوڑھ کے موذی مرض میں مبتلا کر دیا، یہاں تک کہ لوگ اس سے نفرت کرنے لگے اور وہ اسی ذلت میں مر گیا---[۱۷]

ذوقِ مطالعہ

آپ کو مطالعۂ کتب کا اعلیٰ ذوق تھا--- اللہ تعالیٰ نے بلا کا حافظہ عطا فرمایا تھا، جو چیز ایک بار سن لیتے، حفظ ہو جاتی--- سرعت مطالعہ کا یہ عالم کہ ایک ہی رات میں ضخیم کتاب کا مطالعہ مکمل کر لیتے---[۱۸]

اگرچہ آپ کا زیادہ تر میلان تصوف کی طرف تھا، مگر قرآن وسنت، عقائد اور فقہ وغیرہ علوم شرعیہ سے بھی بہت لگاؤ تھا--- آپ نے تفسیر، حدیث، شروح حدیث، سیرت، اصول، کلام، قواعد، فتاویٰ اور تصوف کی کئی کئی جلدوں پر محیط ضخیم کتب کا متعدد بار مطالعہ کیا--- ذیل میں ہم بعض کتب کا تذکرہ کرتے ہیں، جس سے قارئین کو ان کی وسعت علمی اور کثرت مطالعہ کا اندازہ ہو جائے گا--- امام شعرانی فرماتے ہیں

میں نے اپنے استاذ شیخ زکریا انصاری کی تصنیف ''الروض'' کا مطالعہ تیس (۳۰) دفعہ کیا--- امام شافعی کی کتاب ''الام'' کا مطالعہ تین بار کیا، اس کتاب کی اکثر نصوص حفظ تھیں---

شیخ محی الدین ابن العربی کی تیس ضخیم جلدوں پر مشتمل کتاب ''مختصر'' ایک بار، ماوردی کی کتاب ''الحاوی'' اور ''الاحکام السلطانیہ'' ایک ایک بار--- ''الحاوی'' تیس ضخیم مجلدات پر محیط ہے---

کتاب الشامل لابن الصباغ	ایک بار
شیخ ابو محمد الجوینی کی کتاب ''المحیط''	ایک بار
امام غزالی کی ''الوسیط، الوجیز''	ایک بار
شرح المهذب	تقریباً پچاس بار
شرح مسلم للنووی	پندرہ بار
شرح المنهاج	تیس بار
قواعد زرکشی	۳/ بار اور

متعدد دیگر مطولات کا مطالعہ کیا---

شروح حدیث

جن شروح حدیث کا مطالعہ کیا، ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں

فتح الباری شرح صحیح بخاری	ایک بار
شرح الکرمانی علی البخاری	دو بار
شرح البرماوی	پانچ بار
علامہ عینی کی شرح بخاری، ۲۵/ جلدیں	دو بار
شرح القسطلانی	ایک بار
شرح مسلم للقاضی عیاض	ایک بار
شرح ترمذی لابن ملقن	ایک بار

کتب تفسیر

تفسیر بغوی، ایک بار	تفسیر خازن، ۳/ بار
تفسیر ابن عادل، ۷/ بار	تفسیر کواشی، ۱۰/ بار
تفسیر قرطبی، دو بار	تفسیر ابن کثیر، ایک بار
تفسیر بیضاوی، پانچ بار	تفسیر ابن نقیب المقدسی، ایک بار

یہ تفسیر سو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، اس سے زیادہ مبسوط تفسیر کا میں نے مطالعہ نہیں کیا---

تفسیر جلالین، ۳۰/ بار	تفسیر درمنثور، ۳/ بار

تفسیر امام سعید بن عبد اللہ ازدی--- یہ نہایت نفیس تفسیر ہے، امام جلال الدین سیوطی کو اس کے مطالعہ کا اشتیاق تھا، بیس سال تک تلاش کرتے رہے، مگر دستیاب نہ ہوسکی، میں نے اس کتاب کا نہ صرف مطالعہ کیا بلکہ اس کی تخریج بھی کی--- اس کے علاوہ متعدد تفاسیر

کتب حدیث

صحاح ستہ، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، مسند امام احمد، موطا امام مالک، طبرانی کی المعجم الکبیر، المعجم الاوسط، المعجم الصغیر، جامع الاصول لابن اثیر، امام جلال الدین سیوطی کی الجامع الکبیر، الجامع الصغیر اور زیادات (یہ دس ہزار احادیث کا مجموعہ ہے) سنن بیہقی کے بعد یہ حدیث کی جامع کتاب ہے، شریعت کا شاید ہی کوئی مسئلہ ہو، جو اس میں نہ آ گیا ہو---

سنن کبریٰ للبیہقی، دلائل النبوۃ للبیہقی، کتاب المعجزات و الخصائص للسیوطی وغیرہ متعدد اجزاء و مسانید کا مطالعہ کیا---

کتب لغت

جوہری کی صحاح، قاموس، النہایہ لابن اثیر، کتاب تهذيب الاسماء و اللغات و غیرہ--- موخر الذکر کا پندرہ بار مطالعہ کیا---

اصول و کلام

شرح العضد، شرح منهاج البيضاوى، كتاب المستصفى للغزالى، كتاب الامالى لامام الحرمين، شرح المقاصد، شرح الطوالع و المطالع، سراج العقول للقزوينى، شرح العقائد للتفتازانى اور حاشیہ ابن ابی شریف وغیرہ---

کتب فتاویٰ

فتاویٰ ابن زید مروزی، فتاویٰ قفال، فتاویٰ قاضی حسین، فتاویٰ ماوردی، فتاویٰ غزالی، فتاویٰ ابن صباغ، فتاویٰ ابن صلاح، فتاویٰ ابن عبد السلام، فتاویٰ نووی، فتاویٰ سبکی، فتاویٰ بلقینی، فتاویٰ شیخ الاسلام زکریا، فتاویٰ شیخ شہاب الدین رملی وغیرہ---

کتب قواعد

قواعد شیخ عز الدین الکبریٰ و الصغریٰ، قواعد العلائی، قواعد ابن سبکی، قواعد الزرکشی وغیرہ

کتب سیرت

سیرۃ ابن ہشام، سیرۃ ابن اسحاق، سیرۃ الکلبی، سیرۃ ابوالحسن البکری، سیرۃ طبری، سیرۃ کلاعی، سیرۃ ابن سید الناس اور سیرۃ شیخ محمد شامی، یہ بہت جامع کتاب ہے، دس جلدوں پر مشتمل ہے، اسے ایک ہزار کتب کی مدد سے تحریر کیا گیا ہے---

کتب تصوف

قوت القلوب از ابوطالب مکی، محاسبی کی کتاب الرعایۃ، ابونعیم کی حلیۃ الاولیاء، رسالہ قشیریہ، عوارف المعارف، غزالی کی احیاء العلوم، امام یافعی کی جملہ کتب، شیخ محی الدین ابن العربی کی فتوحات مکیہ، رسالۃ النور للشیخ احمد

الزاهد، کتاب منح المنة (چھ جلدیں)، کتاب منازل السائرین للھروی، شرح الفصوص للقاشانی، شعب الایمان للقصری وغیرہ---

مختلف علوم وفنون کی ان کتب کی فہرست پر نظر ڈالیں تو حیرت ہوتی ہے کہ امام شعرانی رحمہ اللہ نے اپنی ذاتی، نجی، علمی مصروفیات کے باوجود اس قدر کتب کا مطالعہ فرما لیا--- امام شعرانی نے صراحت کی ہے کہ انھوں نے اپنی زیر مطالعہ کتب میں سے صرف بعض کا ذکر کیا ہے[۱۹] اوران بعض کتب میں سے بھی دسیوں کتب کے نام اختصار کے پیش نظر احقر نے حذف کر دیے ہیں---

سرعت مطالعہ

آپ سریع الفہم تھے، پڑھنے لکھنے کی رفتار غیر معمولی حد تک تیز تھی، ورنہ کئی جلدوں پر مشتمل کتابوں کا کئی کئی بار مطالعہ ممکن دکھائی نہیں دیتا--- بلکہ اس میں خرق عادت اور کرامت کا پہلو نمایاں ہے، جیسا کہ آپ نے اپنی دو جلدوں پر مشتمل ضخیم کتاب الیواقیت و الجواھر کے آخر میں خود تصریح کی ہے کہ یہ کتاب انھوں نے ایک ماہ سے بھی کم عرصہ میں تصنیف کی، یہ شیخ محی الدین ابن العربی کی تعلیمات پر مبنی ہے--- یہ ۱۷/مباحث پر محیط ہے اور ہر بحث لکھتے ہوئے آپ نے شیخ محی الدین ابن العربی کی دس ضخیم جلدوں پر مشتمل کتاب الفتوحات المکیۃ کا مکمل مطالعہ کیا--- اس طرح آپ فرماتے ہیں کہ میں نے جب حساب لگایا تو ایام تصنیف میں روزانہ دس جلدوں کی یہ کتاب اڑھائی مرتبہ پڑھی، یعنی روزانہ پچیس ضخیم جلدوں کا مطالعہ کیا--- اسے لوگ میری کرامت سمجھتے ہیں---[۲۰]

معمولات

حصول علم کے بعد آپ نے مطالعہ کتب اور درس و تدریس کو اپنا معمول بنا لیا، چناں چہ اپنے استاذ شیخ الاسلام زکریا انصاری کے ایماء پر آپ نے فقہ، تفسیر، حدیث اور تصوف کی تدریس کا شغل جاری رکھا[۲۱] آپ نے اپنے اوقات تقسیم کر رکھے تھے، ایک حصہ عبادت کے لیے، ایک حصہ مریدین کی روحانی تربیت کے لیے اور ایک حصہ تصنیف و تالیف کے لیے مختص تھا---[۲۲]

خدمت خلق

آپ کی خانقاہ کے دروازے امیر فقیر سب کے لیے کھلے تھے، یہ خانقاہ طالبانِ رشد و ہدایت سے آباد رہتی--- مہمان کثرت سے آتے اور آپ کھلے دل سے ان کی مہمان نوازی کرتے--- آپ نے اندھوں اور محتاجوں کو خانقاہ میں پناہ دے رکھی تھی اور ان کے لیے روٹی، کپڑے اور دیگر ضروریات کی مکمل کفالت کرتے[۲۳]، زیر کفالت اندھوں کی تعداد

کبھی ایک سو تک پہنچ جاتی---[۲۴]

اتباع شریعت

آپ نے عمر بھر اتباع شریعت کا درس دیا اور اپنی تصانیف میں اس پر بڑا زور دیا ہے--- آپ کا فرمان ہے

دوروا مع الشرع کیف کان لامع الکشف فانه قد یخطی---[۲۵]

''ہر حال میں شریعت کی پاسداری رکھو، کشف پر بھروسا نہ کرو، اس لیے کہ کشف میں کبھی غلطی ہو جاتی ہے''---

فقہ سے رغبت

ہر چند کہ آپ کا رجحان تصوف کی طرف تھا مگر روحانی امور میں مصروفیت کے باوجود فقہ سے آپ کی دل چسپی قائم رہی، بلکہ دوسروں کو بھی کتب فقہ کے مطالعہ کی ترغیب دیتے--- آپ فرماتے ہیں

''کتب فقہ کا بکثرت مطالعہ کرنا چاہیے، نام نہاد صوفیہ راہ تصوف میں قدم رکھتے ہی یہ کہہ کر فقہ کے مطالعہ سے منع کرنے لگ جاتے ہیں کہ یہ علم تو حجاب ہے، حالاں کہ ان کی یہ بات سراسر مبنی بر جہالت ہے''---[۲۶]

حزم واحتیاط

امام شعرانی رحمہ اللہ پیکر تقویٰ وطہارت تھے، ہر چند کہ آپ مذہباً شافعی تھے مگر ان کی کوشش یہ ہوتی کہ مذاہب اربعہ یا کم از کم تین ائمہ کے مذہب پر عمل ہو جائے تا کہ ممنوعات ومشتبہات سے بچا جا سکے[۲۷] اس مقصد کے لیے آپ نے چاروں مذاہب کی کتب کا مطالعہ کیا، چناں چہ احناف کی کتب میں سے شرح کنز الدقائق، شرح مجمع البحرین، فتاویٰ قاضی خاں، شرح قدوری، بزازیہ، خلاصۃ الفتاویٰ، شرح الہدایہ، زیلعی وغیرہ کا مطالعہ کیا اور حل طلب مقامات کے لیے جید علماء سے رہنمائی لی---[۲۸]

جرأت و بہادری

خداداد ہمت و جرأت کا یہ عالم تھا کہ آپ خطرناک ترین درندوں، جنوں اور دیگر مخلوقات میں سے کسی سے ذرّہ برابر خوف نہ کھاتے---

ایک بار آپ دریا میں سفر کر رہے تھے کہ سات مگرمچھوں نے کشتی کو گھیر لیا، ہر مگرمچھ بیل کی طرح تھا، مسافر سخت گھبرا

گئے، ہر کوئی ان سے ڈر رہا تھا، آپ نے دریا میں چھلانگ لگا دی، انھیں دیکھتے ہی تمام مگرمچھ بھاگ گئے---

ایک بار ان کے گھر میں ایک جن داخل ہو گیا، وہ رات کو دیا بجھا دیتا اور شرانگیزی کرتا، جس سے بچے ڈر جاتے، چنانچہ آپ نے جن کو ٹانگ سے پکڑ لیا، بالآخر وہ چیختا چلاتا بھاگ گیا اور دوبارہ ادھر کا رخ نہ کیا---[۲۹]

ازدواجی زندگی

آپ کی ازدواجی زندگی نہایت خوش گوار تھی، چار بیویاں تھیں
زینب، حلیمہ، ام عبد الرحمٰن فاطمہ اور ام الحسن---

چاروں نہایت عابدہ زاہدہ اور تہجد گزار تھیں، خصوصاً فاطمہ اور ام الحسن تو بہت زیادہ عبادت گزار تھیں--- قیام اللیل کے لیے اپنے شوہر امام شعرانی کی اقتدا میں کھڑی ہو جاتیں، جس میں بسا اوقات آپ ایک رکعت میں سات آٹھ پاروں کی تلاوت کرتے--- آپ کی ازواج پردہ نشین، عفت مآب اور حیادار تھیں[۳۰] اہلیہ ام عبد الرحمٰن فاطمہ تو اس قدر باحیا تھیں کہ ایک بار آنکھوں کی تکلیف میں مبتلا ہو گئیں اور باوجود اصرار کے اپنی آنکھیں ماہر طبیب چشم کو دکھانے پر آمادہ نہ ہوئیں---[۳۱]

تصوف و طریقت

ظاہری علوم سے فراغت کے بعد تصوف کی راہ پر گامزن ہوئے، چناں چہ شیخ محمد شناوی اور شیخ علی الخواص سے علوم طریقت حاصل کیے---[۳۲]

موخر الذکر سے بہت زیادہ استفادہ کیا، خصوصاً مسائل تصوف کی وضاحت میں اکثر انھی کے ملفوظات کا حوالہ دیتے ہیں--- علاوہ ازیں شیخ علی الخواص کے شیخ و مرشد شیخ ابراہیم المتبولی اور اپنے پیر بھائی الشیخ الصالح افضل الدین سے مستفیض ہوئے---[۳۳]

دنیوی مشاغل سے الگ تھلگ رہ کر عبادت و ریاضت اور مجاہدات میں زندگی بسر کی--- سال ہا سال تک یہ معمول رہا کہ ہمیشہ زمین پر لیٹتے، رات کو اپنی خلوت گاہ میں عبادت کے لیے کھڑے ہوتے تو چھت سے لٹکی ہوئی رسی گردن میں باندھ لیتے تاکہ غلبہ نیند سے گر نہ جائیں--- اکثر روزہ رکھتے، پھٹے پرانے کپڑے زیب تن فرماتے---غرض آپ سادگی و بے نفسی کا مرقع تھے---[۳۴]

آپ کی خانقاہ پر ہمہ وقت ذکر و فکر کا سلسلہ جاری رہتا، ایک قاری تلاوت قرآن سے فارغ ہوتا تو دوسرا شروع ہو جاتا--- ایک جانب کتب حدیث کی قراءت جاری ہے اور نوبت بہ نوبت مسلسل احادیث پڑھی جا رہی ہیں، تیسری جانب کتب تصوف پڑھی جاتیں، ایک حلقہ فقہی کتب پڑھنے میں مصروف رہتا اور یوں شب و روز تسلسل کے ساتھ آپ کی خانقاہ ذکر و فکر کی برکتوں سے معمور رہتی---[۳۵]

ذکر الٰہی سے کیف و سرور کی کیفیت میں کبھی یوں بے خود ہو جاتے کہ صحن مسجد سے اڑ کر چھت پر جا پہنچتے---[۳۶]

قربِ مصطفیٰ ﷺ

آپ کو رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ کا خصوصی قرب حاصل تھا، چناں چہ خود فرماتے ہیں

''مجھے آقا حضور ﷺ کو صحیح بخاری شریف سنانے کا شرف حاصل ہے، اس خصوصی درسِ حدیث میں میرے سمیت آٹھ ساتھی شامل تھے، جن میں ایک حنفی بھی تھا---[۳۷]

آپ درود پاک بکثرت پڑھتے اور اس کو کامیابی کا زینہ گردانتے---فرماتے ہیں

مَنْ جَعَلَ الصَّلٰوۃَ عَلٰی رسولِ اللّٰہ ﷺ شغلَہ فازَ فی الدارین بفضلِ اللّٰہ و رَحْمَتِہٖ---

''جو شخص رسول اللہ ﷺ پر درود پاک پڑھنا مستقل معمول بنا لے، وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل سے دنیا و آخرت میں فوز و فلاح سے ہم کنار ہوگا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے مقبول واسطہ حضور ﷺ کی ذات بابرکات ہے، آپ کے وسیلہ جلیلہ سے کی گئی دعا کو اللہ تعالیٰ رد نہیں فرماتا''---[۳۸]

یوں ہی حضور ﷺ کی بارگاہ تک رسائی کا اعلیٰ ذریعہ سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما ہیں---سو، ادب کا تقاضا ہے کہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے واسطہ اور وسیلہ سے دعا کی جائے---[۳۹]

امام شعرانی کے ہاں جمعہ کی شب نماز عشاء سے فجر تک حضور ﷺ پر درود وسلام کی محفل ہوتی، آپ علالت کے باوجود ساری رات اس محفل میں درویشوں کے ساتھ موجود رہتے---[۴۰]

بارگاہ نبوی میں قرب کے حوالے سے خود بیان کرتے ہیں

اکثر اوقات میرے اور حضور ﷺ کے مزارِ پُر انوار کے درمیان فاصلے سمٹ جاتے ہیں، یہاں تک کہ میں مصر میں بیٹھ کر اپنا ہاتھ حجرہ شریفہ پر رکھ دیتا ہوں اور آپ ﷺ کی خدمت میں یوں معروضات پیش کرتا ہوں جیسے کوئی اپنے پاس بیٹھے شخص کے ساتھ گفتگو کرتا ہے--- اس امر کا ادراک اربابِ ذوق ہی کر سکتے ہیں---[۴۱]

ذوق ایں مے نشناسی بخدا تا نہ چشی

رسول اللہ ﷺ واسطۂ کبریٰ ہیں

امام شعرانی کا عقیدہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ بندے اور رب تعالیٰ کے مابین واسطۂ کبریٰ اور وسیلۂ عظمیٰ ہیں---

چناں چہ فرماتے ہیں

''مجھ پر اللہ تعالیٰ کا انعام و احسان ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے طلب حاجات میں حضور ﷺ کو واسطہ بناتا ہوں کیوں کہ آپ دربار الٰہیہ کے منتظم اعلیٰ ہیں--- سو اللہ تعالیٰ سے بلاواسطۂ مصطفیٰ کچھ مانگنا بے ادبی ہے--- ہمیں بارگاہ خداوندی کے آداب سے واقفیت حاصل نہیں، جب کہ حضور ﷺ کو ان آداب کی کامل معرفت حاصل ہے--- سیدنا غوث اعظم سیدی عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس بات سے پرہیز کر کہ تو رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ حذف کر کے اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ کلام کرے، اگر ایسا کرے گا تو بدعتی ہوگا، حضور ﷺ کا متبع نہیں ہوگا--- جب کہ بندۂ کامل کا ہر ہر قدم اتباع نبوی کے مطابق ہوتا ہے---[۴۲]

ادب

امام شعرانی تلاوت قرآن، قراءت حدیث یا درس و تدریس میں مشغول ہوتے اور کسی شخص سے ضروری بات کرنا ہوتی تو ادب کے پیش نظر اللہ و رسول (جل جلالہ و ﷺ) سے بایں کلمات اجازت طلب کرتے

دستور یا رب، دستور یا رسول اللّٰہ---

''یا اللہ! اجازت ہو تو فلاں بندے سے بات کرلوں، یارسول اللہ! اجازت ہو تو فلاں شخص سے کلام کر لوں''---[۴۳]

اسی طرح جب بیٹھے بیٹھے تھک جاتے اور مجبوراً پاؤں پھیلانے کی حاجت ہوتی تو دستور یا اللّٰہ کہہ کر اجازت طلب کرتے ہوئے پاؤں پھیلاتے--- مدینہ منورہ یا کسی اور ولی کے شہر کی طرف پاؤں پھیلانے کی ضرورت پیش آتی تو یوں اجازت طلب کرتے

دستور یا سید المرسلین --- یا--- دستور یا سیدی عبد القادر جیلانی، یا سیدی احمد الرفاعی، یا سیدی احمد بدوی، یاسیدی ابراھیم دسوقی وغیرھم ---(رحمۃ اللہ علیہم)

شعرانی کہتے ہیں کہ یہ اجازت اس مشاہدے کی بنا پر کرتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور ائمہ دین کے حضور حاضر ہوں---[۴۴]

گویا ان کا عقیدہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ اور اولیاء کرام رضی اللہ عنہم کو ''یا'' سے پکارنا اور ندا کرنا مستحسن ہے--- بلاشبہہ عاشقان مصطفیٰ کا یہی پیغام ہے

بیٹھتے اٹھتے مدد کے واسطے
یا رسول اللہ کی کثرت کیجیے

مقام و مرتبہ

امام شعرانی رحمہ اللہ ولایت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، باطنی کیفیات اور مخفی حقائق پہچاننے کا خاص ملکہ تھا، کسی مزار پر حاضر ہوتے تو صاحبِ مزار بزرگ کے بارے میں معلوم کر لیتے کہ قبر میں موجود ہیں یا کہیں تشریف لے گئے ہوئے ہیں، کیوں کہ اہل اللہ کو اپنی قبور میں آنے جانے کی مکمل آزادی ہوتی ہے---[۴۵]

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی قوت عطا فرمائی تھی کہ مغرب تا فجر جمادات وحیوانات کی تسبیح سماعت فرماتے--- یہ درجہ اس طرح نصیب ہوا کہ ایک مرتبہ جب شیخ امین الدین کی اقتداء میں مغرب کی نماز ادا کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حجابات دور فرما دیے--- مسجد کے ستونوں، دیواروں اور دور دراز کے علاقوں تک کی چیزوں سے تسبیح کی آوازیں سنائی دینے لگیں---[۴۶]

ایک کرامت یہ بھی تھی کہ آپ کی توجہ سے رزق میں برکت ہو جاتی، ایک بار آپ کے ہاں ۱۴ر مہمان آ گئے، گھر میں صرف ایک روٹی دستیاب ہوئی، اسی سے تمام مہمان سیر ہو گئے---[۴۷]

انسانوں کے علاوہ جنات بھی رہنمائی لینے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے، ایک مرتبہ انھوں نے آپ کی خدمت میں مسئلہ توحید پر ۷۵ر استفتاءات بھجوائے، جس کے جواب میں آپ نے یہ کتاب تحریر فرمائی

''کشف الحجاب و الران عن وجه اسئلة الجان''---[۴۸]

تصانیف

امام شعرانی صاحبِ تصانیف بزرگ تھے، آپ اپنی خودنوشت میں فرماتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ احسان و انعام فرمایا ہے کہ میں نے شریعت (وطریقت) میں کثیر کتابیں تصنیف کی ہیں، جن میں اکثر اپنے موضوع کے اعتبار سے ممتاز و منفرد ہیں اور مجھ سے پہلے ایسی کاوش نہیں ملتی---چند کتابوں کے نام یہ ہیں

۱...... البحر المورود فی المواثیق و العهود---

۲...... کشف الغمه عن جمیع الامة---(اس کتاب کا ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں ہے)

۳...... المنهج المبین فی بیان ادلة المجتهدین---(یہ کشف الغمہ کی احادیث کی تخریج ہے)

۴...... البدر المنیر فی غریب احادیث البشیر النذیر---

۵...... مشارق الانوار القدسیة فی بیان العهود المحمدیة---

۶...... لواقح الانوار القدسیة فی مختصر الفتوحات المکیة---

۷...... قواعد الصوفیة---

۸...... مختصر قواعد الزرکشی---

۹...... منهاج الوصول الى علوم الاصول---

۱۰...... اليواقيت والجواهر فی بيان عقائد الاكابر---

۱۱...... الجوهر المصون فی علوم كتاب الله المكنون---

۱۲...... طبقات الصوفية---

۱۳...... مفحم الاكباد فی بيان مواد الاجتهاد---

۱۴...... لوائح الخذلان على كل من لم يعمل بالقرآن---

۱۵...... حد الحسام على من اوجب العمل بالالهام---

۱۶...... التتبع و الفحص على حكم الالهام اذا خالف النص---

۱۷...... البروق الخواطف لبصر من عمل بالهواتف---

۱۸...... رسالة الانوار القدسيه فی آداب العبودية---

۱۹...... كشف الحجاب و الران عن وجه اسئلة الجان---

۲۰...... الجواهر و الدرر---

۲۱...... الكبريت الاحمر فی بيان علوم الكشف الاكبر---

۲۲...... الاقتباس فی علم القياس---

۲۳...... تنبيه المغترين فی القرن العاشر على ما خالفوا فيه سلفهم الطاهر وغیرہ---[۴۹]

اسماعیل پاشا بغدادی نے ان مزید کتب کا ذکر کیا ہے

۲۴...... الاجوبة المرضية عن ائمة الفقهاء الصوفيه---

۲۵...... الاخلاق الزكية و العلوم اللدنية---

۲۶...... الاخلاق المتبولية المفاضة من الحضرة المحمدية---

۲۷...... ارشاد المغفلين من الفقهاء و الفقراء الى شروط صحبة الامراء---

۲۸...... تنبيه الاغبياء على قطرة من بحر علوم الاولياء---

۲۹...... حقوق اخوة الاسلام---

۳۰...... درر الغواص فی فتاویٰ سيد على الخواص---

۳۱...... الدرر المنثورة فی بيان زبد العلوم المشهورة---

۳۲...... ردع الفقراء عن دعویٰ الولاية الكبریٰ---

۳۳...... الدرر و اللمع فی الصدق و الورع---

۳۴...... سر المسير و التزود ليوم المصير---

۳۵...... السر المرقوم فیما اختص به اهل الله من العلوم ---

۳۶...... شرح جمع الجوامع للسبکی فی الفروع ---

۳۷...... الطراز الابهج علی خطبة المنهج ---

۳۸...... طهارة الجسم و الفواد من سوء الظن بالله تعالٰی و العباد ---

۳۹...... الفتح المبین فی ذکر جملة من اسرار الدین ---

۴۰...... فتح الوهاب فی فضائل الآل و الاصحاب ---

۴۱...... فرائد القلائد فی علم العقائد ---

۴۲...... القواعد الکشفیة الموضحات لمعانی صفات الالٰهیة ---

۴۳...... القول المبین فی بیان آداب الطالبین ---

۴۴...... القول المبین فی الرد علی الشیخ محیی الدین ---

۴۵...... لطائف المنن و الاخلاق فی بیان وجوب التحدث بنعمة الله علی الاطلاق --- (یہ المنن الکبریٰ کے نام سے معروف ہے)

۴۶...... لواقح الانوار فی طبقات السادة الاخیار ---

۴۷...... المآثر و المفاخر فی علماء القرن العاشر ---

۴۸...... مختصر الالفیه لابن مالك فی النحو ---

۴۹...... مختصر المدونة فی فروع المالکیة ---

۵۰...... المقدمة النحویة فی علوم العربیة ---

۵۱...... منع الموانع ---

۵۲...... المیزان الکبریٰ الشعرانیة المدخلة لجمیع اقوال الائمة المجتهدین و مقلدیهم فی الشریعة المحمدیة (یہ میزان شعرانی کے نام سے معروف ہے)

۵۳...... النور الفارق بین المرید الصادق و غیر الصادق ---

۵۴...... هادی الحائرین الٰی رسوم اخلاق العارفین ---[۵۰]

وصال

امام شعرانی رحمہ اللہ نے اپنی تمام زندگی تصوف و شریعت کی خدمت میں بسر کرنے کے بعد ۹۷۳ھ کو قاھرہ میں وصال فرمایا --- نماز جنازہ کے عظیم اجتماع میں علماء و فقہاء اور امراء و فقراء کا جم غفیر تھا --- آپ اپنی خانقاہ میں شہر کی دو فصیلوں (بین السورین) کے درمیان مدفون ہوئے[۵۱] آپ کے صاحب زادے شیخ عبد الرحمٰن شعرانی آپ کے مسند

نشین ہوئے--- ان کا وصال ۱۰۱۱ھ میں ہوا---[۵۲]

الغرض **لواقح الانوار** اپنے موضوع پر نہایت جامع اور مفید کتاب ہے۔اس اہم کتاب کا ترجمہ فاضل جلیل عالم نبیل علامہ شاہ محمد چشتی قصوری نے بڑی عرق ریزی سے کیا ہے--- موصوف رسالہ قشیریہ، الادب المفرد، کشف الغمہ، کتاب اللمع، وفاء الوفاء وغیرہ کتب کا ترجمہ کر چکے ہیں، امید کہ پیش نظر ترجمہ بھی اہل ذوق کی نگاہ میں مقبول ہوگا--- اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر دے اور مزید علمی کاموں کی توفیق مرحمت فرمائے---

ان کے دیگر تراجم کی طرح یہ کتاب بھی محمد محسن اینڈ برادرز (ادارہ پیغام القرآن، لاہور) شائع کر کے اپنے علمی ذوق کا لوہا منوا رہے ہیں---

فجزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

حوالہ جات وحواشی

۱...... امام عبدالوہاب شعرانی،۹۷۳ھ، المنن الکبریٰ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، صفحہ ۱۰

۲...... المنن الکبریٰ، صفحہ ۵۵

۳...... شذرات الذہب، جلد ۸، صفحہ ۳۴-۳۵

۴...... مقدمہ لواقح الانوار القدسیہ للشعرانی، دار صادر بیروت، صفحہ ۵

۵...... طبقات کبریٰ للمناوی، حاشیہ از محمد ادیب الجادر، دار صادر بیروت، جلد ۳، صفحہ ۳۹۲

۶...... مقدمہ لواقح الانوار القدسیہ للشعرانی، دار صادر بیروت، صفحہ ۵

۷...... المنن الکبریٰ، صفحہ ۵۶/ طبقات کبریٰ للمناوی، جلد ۳، صفحہ ۳۹۲

۸...... المنن الکبریٰ، صفحہ ۵۵-۶

۹...... طبقات کبریٰ للمناوی، جلد ۳، صفحہ ۳۹۶

۱۰...... المنن الکبریٰ، صفحہ ۵۶

۱۱...... مرجع سابق

۱۲...... مرجع سابق، صفحہ ۵۶-۵۷

۱۳...... طبقات کبریٰ للمناوی، جلد ۳، صفحہ ۳۹۲

۱۴...... المنن الکبریٰ، صفحہ ۵۷ تا ۶۰

۱۵...... معجم المطبوعات العربیۃ، صفحہ ۱۱۳۰

۱۶...... کشف الغمۃ، جلد ۲، صفحہ ۵۲

۱۷...... المنن الکبریٰ، صفحہ ۵۶

۱۸...... مرجع سابق، صفحہ ۱-۶۰

۱۹...... مرجع سابق، صفحہ ۶۷ تا ۷۱

۲۰...... الیواقیت و الجواہر، مطبوعہ مصر، جلد ۲، صفحہ ۲۰۱

۲۱...... مرجع سابق، صفحہ ۱۰

۲۲...... طبقات کبریٰ للمناوی، جلد ۳، صفحہ ۳۹۶

۲۳...... المنن الکبریٰ، صفحہ ۶۲۱

۲۴...... طبقات للمناوی، جلد ۳، صفحہ ۳۹۴

۲۵...... المنن الکبریٰ، صفحہ ۳۱

۲۶...... طبقات کبریٰ للمناوی، جلد ۳، صفحہ ۳۹۶

۲۷...... شذرات الذہب، جلد ۸، صفحہ ۳۷۴

۲۸...... مرجع سابق

۲۹...... المنن الکبریٰ، صفحہ ۱۷

۳۰...... مرجع سابق

۳۱...... مرجع سابق، صفحہ ۱۶۳

۳۲...... مرجع سابق، صفحہ ۲۳-۶۲۲

۳۳...... مرجع سابق، صفحہ ۶۲۲

۳۴...... معجم المطبوعات العربیہ و المعربہ، صفحہ ۱۱۳۰

۳۵...... المنن الکبریٰ، صفحہ ۸

۳۶...... طبقات کبریٰ للمناوی، جلد ۳، صفحہ ۳۹۳، ۳۹۴

۳۷...... فیض الباری شرح صحیح بخاری، انور شاہ کشمیری، جلد ۱، صفحہ ۲۰۴

۳۸...... المنن الکبریٰ، صفحہ ۵۶۶

۳۹...... مصدر سابق، صفحہ ۵۶۷

۴۰...... طبقات کبریٰ، جلد ۳، صفحہ ۳۹۶

۴۱...... المنن الکبریٰ، صفحہ ۲۳۲

۴۲...... مرجع سابق، صفحہ ۱۷۲

۴۳...... مرجع سابق، صفحہ ۱۷۱

۴۴...... مرجع سابق، صفحہ ۱۷۲

۴۵...... مرجع سابق، صفحہ ۲۴۳

۴۶...... مصدر سابق، صفحہ ۲۷۷

۴۷...... مصدر سابق، صفحہ ۲۸۱

۴۸...... مصدر سابق، صفحہ ۷۸-۲۷۷

۴۹...... المنن الکبریٰ، صفحہ ۷۲-۷۳

۵۰...... ہدیة العارفین، جلد ۱، صفحہ ۲...... ۶۴۱

۵۱...... طبقات کبریٰ للمناوی، جلد ۳، صفحہ ۳۹۶

۵۲...... مرجع سابق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ کتاب

ہر تعریف و ثناء اس پروردگار کے لئے ہوا کرتی ہے جو سارے جہانوں کی ہر ہر ضرورت کو پورا فرما رہا ہے۔ میں دل سے یہ بات مانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور شے عبادت کرانے کی حقدار نہیں، وہ بادشاہ ہے، سچائی والا ہے اور اپنے ہر فرمان کو واضح فرما رہا ہے۔ پھر میں یہ بھی مانتا ہوں کہ ہمارے سردار اور آقا حضرت محمد ﷺ اللہ کے خاص بندے اور اسی کے بھیجے ہوئے ہیں، وہ پہلے اور بعد والے سب لوگوں کے سردار ہیں تو اے اللہ! تُو ان پر، باقی نبیوں اور رسولوں پر، ان سب کی آل و اولاد اور سب ساتھیوں پر یکے بعد دیگر ہمیشہ کے لئے درود و سلام نازل فرماتا چلا جا۔ الٰہی! میری یہ دعا قبول فرمالے۔

درود و سلام کے بعد میں بتاتا ہوں کہ میری اس کتاب جیسی کوئی کتاب اس سے پہلے نہیں لکھی گئی اور شاید کوئی اور شخص ایسی کتاب لکھ بھی نہیں سکے گا کیونکہ اس میں، مَیں نے وہ تمام ذمہ داریاں جمع کر دی ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہم پر لازم کی گئی ہیں اور وہ ہم تک پہنچ بھی چکی ہیں، ان میں ایسی ذمہ داریاں ہیں جن کے کرنے کا حکم فرمایا ہے اور کچھ ایسی بھی ہیں جن کے کرنے سے ہمیں آپ نے منع فرمایا ہے۔ اس کتاب کا نام میں نے **"لواقع الانوار القدسیة فی العهود المحمدية"** رکھا ہے۔

سبب تالیف

جب میں نے دیکھا کہ میرے دینی بھائی دنیا کے مال و متاع کی کمی بیشی پر تو فکرمند ہو جاتے ہیں لیکن چند لوگوں کے علاوہ ان میں سے کوئی ایسا دکھائی نہیں دیتا جو دین میں کمی پر فکرمند ہوتا ہو تو مجھے ازروئے ایمان ان پر اور ان کے دین پر غیرت آئی چنانچہ میں نے یہ کتاب لکھ دی جو ہر انسان کو اس کے دین میں رہ جانے والی خامیوں کی طرف توجہ دلاتی ہے لہٰذا میرے جس بھائی کا خیال ہو کہ اسے اس کی دینی کوتاہیوں کا پتہ چل سکے تو اسے اس کتاب میں ذکر کی گئی اپنی ہر ذمہ داری کو دیکھنا ہوگا اور اپنے دل میں غور کرنا ہوگا۔ یوں یقیناً اسے پتہ چل جائے گا کہ کون کون سے دینی احکام میں اس سے کمی واقع ہوئی ہے چنانچہ اسے دور کرنے کی کوشش کرے گا یا پھر شرمندہ ہوگا اور اللہ سے اپنی بخشش مانگے گا۔

شرعی احکام کی تین قسمیں

اے برادر! یہ بات ڈھکی چھپی نہیں کہ شریعت کے سارے احکام تین طرح کے بنتے ہیں، کچھ ایسے ہیں جن کے کرنے کا ہمیں حکم ہے، کچھ ایسے ہیں جن کے کرنے سے ہمیں روکا گیا ہے اور کچھ وہ ہیں جو پسندیدہ قرار دیئے گئے ہیں لیکن صاحب شریعت ﷺ نے ہمیں نہ تو انہیں کرنے کا حکم فرمایا ہے اور نہ ہی ان سے روکا ہے البتہ ان کے کرنے پر ثواب کا لالچ دیا ہے یا پھر ثواب سے رہ جانے پر ڈانٹا ہے جیسے وضو کر لینے کے بعد وضو کرنا کیونکہ جب کسی کام کے کرنے کا شوق دلایا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ آپ ایسا کام کرنے والے پر خوش ہیں جیسے کسی کام کے کرنے سے ڈانٹنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ آپ ایسا کام کرنے والے سے خوش نہیں ہیں خواہ ایسے کام نہ تو کھلم کھلا بنتے ہوتے ہیں اور نہ ہی ان سے روکا گیا ہوتا ہے۔

اسی سلسلے میں حضرت شیخ عزالدین بن عبدالسلام رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''القواعد الکبریٰ'' میں لکھا ہے
''یہ بات ذہن نشین رکھئے کہ ہر ایسا کام جو ذاتی طور پر اچھا ہو یا اس کی وجہ سے اسے کرنے والے کو سراہا جائے یا پھر اس پر جلد یا بہ دیر کسی بہتری کا وعدہ دیا جا رہا ہو تو گویا اس کے کرنے کا حکم ہوا کرتا ہے البتہ ایسے کام کو نہ تو واجب کہا جاتا ہے اور نہ ہی بہتر کہا جا سکتا ہے۔''

تقسیم کتاب

میں نے اپنی اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے
﴿۱﴾ ایک حصے میں ایسی چیزیں بتائی جائیں گی جن کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن لوگ ان سے غافل ہیں۔
﴿۲﴾ دوسرے میں ان چیزوں کو بیان کیا جائے گا جن سے لوگوں کو روکا گیا ہے تاہم وہ ان سے غافل ہوا کرتے ہیں۔

اگرچہ لوگ ان کاموں میں زیادہ گرفتار ہوتے ہیں جن سے روکا گیا ہے لیکن اس کے باوجود میں نے کتاب کی ابتداء میں ان کاموں کا ذکر شروع کیا ہے جن کے کرنے کا حکم ہے اور جس کی وجہ یہ ہے کہ اصل کام تو عبادت کرنا ہوتا ہے، رہے گناہ تو یہ بعد میں آتے ہیں۔ اسی وجہ سے ہر مومن یہ چاہتا ہے کہ اللہ کی فرمانبرداری کرے اور کبھی بھی اس کا بے فرمان نہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے بندے کے مقدر میں غلطی کرنا بھی لکھا ہوا ہے جس میں اس کی حکمتیں اور راز پوشیدہ ہیں، انہیں وہی جانتے ہیں جن کے دل میں نور کی روشنی موجود ہے۔

اے بھائی! یہ بات ذہن نشین رہے کہ اس دور میں کتاب وسنت پر عمل کرنا نہایت مشکل ہو گیا ہے اور ان پر چلنے والے لوگ بہت کم رہ گئے ہیں جس کے کئی اسباب ہیں اور جن کی تفصیل طویل تر ہے چنانچہ انسان اخلاقِ محمدی پر نظر ڈالتا ہے تو ان میں سے چند پر بھی عمل نہیں کر پاتا، اسی لئے میں نے کتاب میں موجود ذمہ داریوں کے بارے میں اکثر یہ کہا ہے

کہ ”ان پر عمل کرنے والے کو کسی شیخ کی ضرورت پڑتی ہے جو اسے اس راستے پر چلا سکے اور ایسی رکاوٹوں کو دور کر سکے جو ایسی ذمہ داریاں نبھانے کے درمیان آتی رہتی ہیں۔“ یا ایسی ہی دوسری عبارتیں لکھی ہیں جن میں یہ اشارہ دیا ہے کہ صرف احکام الٰہیہ جاننے والے کی پہچان ہو جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ انسان ان احکام پر عمل بھی کر سکے بلکہ احکام سمجھنے والے کی پہچان کے ساتھ ساتھ ایسے شیخ کی بھی ضرورت ہوتی ہے جو اس راستے کی علامتیں بھی دکھا سکے جیسے یہ معاملہ حضرت امام غزالی اور حضرت شیخ عزالدین بن عبدالسلام رحمہما اللہ وغیرہ سے پیش آ چکا ہے اور پھر میں نے ہر بیان کی گئی ذمہ داری کو قرآن وحدیث کے حوالے سے مضبوط طور پر بیان کیا ہے تاکہ آپ کو پتہ چل سکے کہ اس کتاب میں موجود ہر ذمہ داری واضح طور پر یا اشارۃً قرآن وسنت ہی سے لی گئی ہے چنانچہ کسی کو اس پر اعتراض نہ رہے اور اس کتاب پر حسد کرنے والوں کی سازش کا دروازہ بند ہو سکے جیسے میری کتاب ”البحر المورود فی المواثیق والعھود“ کے بارے میں میرے ساتھ یہ معاملہ پیش آ چکا ہے جس میں، مَیں نے ان مشائخ کی ہدایات و ذمہ داریوں کو جمع کیا ہے جنہوں نے انہیں مجھ سے اخذ کیا ہے۔

یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب ایک حاسد نے دیکھا کہ لوگ ان ہدایات کی طرف توجہ کر رہے ہیں اور خود وہ شیخ ہونے کا دعویدار ہوتے ہوئے بھی انہیں پورا نہ کر سکا تو سازش کرتے ہوئے میرے ایک غافل شاگرد سے اس کا ایک نسخہ لے لیا اور اسے جتایا کہ وہ مجھ سے بہت زیادہ عقیدت رکھتا ہے، پھر اس سے کئی ایک عہدنامے تیار کرتے ہوئے اس میں کئی ایسی باتیں شامل کر دیں جو بظاہر کتاب وسنت کے خلاف تھیں اور پھر میرے نام پر مصر سے اسے شائع کر دیا جس سے جامع ازہر وغیرہ میں ایک بڑا فتنہ اٹھ کھڑا ہوا چنانچہ اس سلسلے میں شیخ ناصر الدین لقانی، شیخ شہاب الدین رملی اور کچھ دوسرے ساتھیوں نے مجھ سے تعاون کیا اور اسے میری ہی تحریر جان کر میری طرف سے جواب بھی دیا لیکن وہ فتنہ دب نہ سکا۔ آخر کار میں نے علماء کی طرف وہی نسخہ بھیجا جس پر ان کے دستخط تھے چنانچہ انہوں نے چھان بین کی تو انہیں ایسی کوئی چیز دکھائی نہ دی جسے حسد کرنے والوں نے شامل کر کے اسے میرے نام پر شائع کر دیا تھا۔

اس واقعہ کے بعد میں نے جو بھی کتاب لکھی، اس میں حسد کرنے والوں کی اس سازش کی خبر لیتا رہا اور اپنے آپ کو ہر ایسی شے سے الگ تھلگ رکھنے کا اعلان کرتا رہا جو قرآن وسنت کے خلاف ہو جس کا مقصد لوگوں کے دلوں سے کدورت اور میل نکالنا تھا تاکہ اس کی وجہ سے وہ گناہگار نہ ہوں۔ بس یہی سبب ہے کہ میں نے اس کتاب میں ذکر کی گئی ہدایات کی مضبوطی کے لئے احادیث اور آثار ذکر کر دیئے ہیں تاکہ کوئی حاسد میری ذکر کی گئی احادیث کے خلاف کچھ شامل کرنا چاہے تو لوگوں کے دلوں پر اس کا اثر نہ ہو سکے، بھلا یہ کیونکر ممکن ہے کہ میری کتاب کا مؤلف ان احادیث کو دلیل بنائے جن کا مفہوم اس کے خلاف ہو؟ یہ بات تو بڑی بعید ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ایسی باتوں سے محفوظ فرمائے، بلاشبہ وہ سننے اور قبول کرنے والا ہے۔

اے برادر! یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیئے کہ جب رسول اللہ ﷺ پوری اس امت کے لئے حقیقی شیخ و بزرگ ہیں جس نے آپ کا پیغام مان لیا ہے تو اپنی اس کتاب میں مذکور تمام ہدایتوں اور ذمہ داریوں کے بارے میں ہم یوں کہہ

سکتے ہیں کہ ”رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہم سب امت محمدیہ پر ذمہ داریاں ڈالی گئی ہیں۔“ اس لئے کہ جب آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کوئی حکم فرمایا، کسی کام سے روکا، کسی کام کا شوق دلایا یا کسی کام سے ڈر سنایا تو اس چیز کا وہ حکم قیامت تک کے لئے آپ کی پوری امت پر لاگو ہو گیا لہٰذا آپ کسی شیخ طریقت کے ذریعے یا بلاواسطہ ان اولیاء کی طرح ہوئے جو علماء کی مشہور شرطوں کے مطابق بیداری میں حضور ﷺ کے ہاں حاضر رہتے ہیں چنانچہ میں نے اللہ کے فضل سے سیدی علی الخواص، شیخ محمد عدل، شیخ محمد بن عنان اور شیخ جلال الدین سیوطی رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے اسی مرتبہ کے لوگوں سے ملاقات کی ہے، پھر اے بھائی! تم پر یہ بات بھی پوشیدہ نہیں رہنی چاہئے کہ اللہ والے لوگ اپنے مرید کی ترقی کے لئے اللہ کے امر و نہی کے علاوہ ان سے یہ عہد لیا کرتے ہیں کہ وہ صرف جائز ہونے والے کاموں سے رکے رہیں کیونکہ صرف جائز ہونے والے کام میں ذاتی طور پر اس کی ترقی نہیں ہوتی بلکہ یہ تو امر و نہی کے درمیان ایک کام ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے تسلی کا سبب بنایا ہوتا ہے جن پر اس کے احکام لاگو ہوتے ہیں چنانچہ ایسے مباح کاموں کی وجہ سے انہیں تسلی ملتی رہتی ہے کیونکہ ہمیشہ اللہ کے احکام پر عمل کرنے اور روکی ہوئی باتوں سے رکتے ہوئے اللہ کی طرف توجہ کرنا کسی بندے کی ہمت میں نہیں ہوتا چنانچہ اللہ والے اپنے مرید کے بارے میں یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ نرے جائز کہلانے والے کاموں کی کوشش کم سے کم کریں البتہ ان کی جگہ وہ کام کریں جن کے بارے میں اللہ کا حکم ہے یا ان سے بچیں جن سے اللہ نے روکا ہوا ہے یا جن کے کرنے اور چھوڑنے کا شوق دلایا گیا ہے تاکہ ایسے کام کر سکیں جن کا پختہ حکم ہے اور وہ کام نہ کریں جن میں ڈھیل دی گئی ہے چنانچہ تم دیکھتے ہو کہ ایسا آدمی کسی بھی فضیلت والے ضروری کام کو یوں کرتا ہے جیسے وہ واجب ہے، ناپسندیدہ کام سے یوں بچتا ہے جیسے وہ حرام ہے، ایک جائز کام کو یوں چھوڑتا ہے جیسے وہ مکروہ ہے، قدرے بہتر کام کو یوں کرتا ہے جیسے وہ مستحب ہے، مکروہ کام کرنے پر اللہ سے یوں بخشش مانگتا ہے جیسے وہ حرام ہے، بہتر کام کے خلاف کرنے پر یوں توبہ کرتا ہے جیسے وہ واجب ہے، پھر ان اللہ والوں میں سے کوئی ایسا شخص بھی ہوتا ہے جو نیک نیتی سے مباح چیز کو بہتری سے بدل کر فضیلت والے کام کا ثواب حاصل کرتا ہے اور کھانا کھانے سے اس کا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی عبادت جاری رکھ سکے یا دن میں سونے سے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ رات کو عبادت کر سکے لیکن یہ اس کے نزدیک جس کے ہاں یہ حدیث صحیح قرار نہیں پاتی کہ ”قیلولہ کے وقت سو جایا کرو تاکہ رات کو عبادت کر سکو“ لیکن جس کے ہاں یہ حدیث صحیح ہے اس کے ہاں یہ سونا بنیادی طور پر مستحب ہے، جس میں بناوٹ کی بات نہیں چنانچہ حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی رحمہ اللہ اس نیند کو ”ورد“ کا نام دیتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ مجھے سونے کے ورد کے دوران کوئی بھی جگایا نہ کرے، میں خود جاگ اٹھا کروں گا چنانچہ اللہ والوں کی شان کا پتہ چلا کہ وہ واجب یا اس جیسے کسی فضیلت والے اور بہتر کام میں لگے ہوتے ہیں یا روکے گئے اور اس جیسے ناپسندیدہ و غیر مناسب کاموں سے گریز کیا کرتے ہیں لہٰذا اے برادر! جب تم کسی اللہ والے کو کسی مرید سے مباح کام کے چھوڑنے کا عہد لیتے دیکھو تو اسے برا نہ جانو اور یہ نہ کہو کہ وہ صاحب شریعت ﷺ کے مباح کے لئے کام کو چھوڑنے کا عہد کیوں لے رہا ہے کیونکہ تم کسی اور راہ پر ہو جبکہ اللہ والا کسی اور راہ پر ہوتا ہے، دیکھئے صحیح حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک گھر والے کو بھی کسی مباح کام سے روک دیا تھا چنانچہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ریشم اور سونا پہننے سے روکا تھا

حالانکہ آپ نے اپنی امت کی خواتین کے لئے اسے جائز قرار دیا تھا، آپ نے فرمایا تھا

''اے فاطمہ! جو بھی اس دنیا میں ریشمی لباس پہنے گا، قیامت میں اسے نہیں پہن سکے گا۔''

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دن بھر میں دو مرتبہ کھانا کھانے سے روکتے ہوئے فرمایا تھا کہ ''دن میں دو مرتبہ کھانا فضول خرچی بنتا ہے اور اللہ تعالیٰ فضول خرچی والوں کو اچھا نہیں جانتا۔'' حالانکہ آپ نے اپنی امت کے لئے صبح و شام کھانا جائز قرار دیا ہوا تھا اور آپ اکثر یوں کیا کرتے تھے جس کا مطلب امت کے کمزور اور ضعیف لوگوں پر رحمت فرمانا تھا چنانچہ اللہ والوں نے اپنے صدق دل والے مریدوں کے ساتھ یہی برتاؤ کیا ہے، وہ مریدوں کی اس بات پر پکڑ کرتے ہیں کہ وہ پسندیدہ چیزیں استعمال کیا کریں، بلاضرورت زمین کے ساتھ اپنا پہلو لگا لیا کریں، بغیر بھوک کے کھا لیا کریں، وہ ان کی بھول اور احتلام پر بھی گرفت کرتے ہیں اور یونہی رات یا دن میں پاؤں پھیلانے پر پکڑ کرتے ہیں ہاں ضرورت ہو تو الگ بات ہے کیونکہ ان کے پاس اس سلسلے میں دلیلیں موجود ہیں جن کا سہارا لیتے ہیں۔

دل پسند چیزیں کھانے پر مرید کی گرفت

رہی یہ بات کہ وہ دل پسند چیزیں کھانے پر اپنے مریدوں کی گرفت کرتے ہیں تو اس پر ان کے پاس دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دوزخیوں کو من پسند چیزیں کھانے پر اس آیت کے مطابق عذاب فرمایا ہے

أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُم بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ

(سورۂ احقاف، ۲۰)

''تم اپنے حصہ کی پاک چیزیں اپنی دنیا ہی کی زندگی میں فنا کر چکے اور انہیں برت چکے تو آج تمہیں ذلت کا عذاب، بدلہ دیا جائے گا۔''

اللہ والے فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے دوزخیوں کو عذاب دیا اور انہیں ایسا بدلہ دیا تو مومن پر دل پسند چیزیں کھانے کو چھوڑنا زیادہ لازم ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اللہ کے فرمان فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا (تو عنقریب وہ دوزخ میں "غی" کا جنگل پائیں گے) کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ "غیّ" جہنم میں ایک وادی ہے جس میں ایسے لوگوں کو ڈالا جائے گا جو دل پسند چیزوں کے پیچھے لگے ہوتے ہیں۔

(دوسری دلیل) اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ ''اے داؤد! اپنی قوم کو دل پسند چیزیں کھانے پر میرا ڈر سناؤ اور ڈانٹو کیونکہ ایسے لوگوں کے دل مجھ سے پردے میں رہتے ہیں۔'' اور نیند میں رہنا بھی یونہی ہوتا ہے کیونکہ اس میں غفلت بھی ہوتی ہے اور انسان اللہ سے پردے میں بھی رہتا ہے۔ ہاں ضرورت کے لئے سونا منع نہیں۔

بھول جانے پر مرید کی گرفت

رہی مرید کے بھول جانے پر اللہ والوں کی گرفت تو اس سلسلے میں وہ کہتے ہیں کہ مرید کے بھولنے کی وجہ ابتدائی طور پر اس کام سے ان کی غفلت اور سستی بنتی ہے چنانچہ بطور دلیل وہ ہمارے علماء کا اس شخص کے بارے میں یہ قول پیش کرتے ہیں جو کجاوے میں اپنا پانی بھول گیا، اس میں گم کر بیٹھا اور تلاش کے بعد اسے پالیا، اس دوران اس نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی تو علماء کے مطابق وہ تیمم سے پڑھی نماز قضاء کرے چنانچہ اس سلسلے میں فرماتے ہیں کہ ایسے شخص نے پانی بھولنے اور گم کرنے کے سلسلے میں کوتاہی کی ہے۔

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے جسم یا کپڑے میں لگی پلیدی کو نہ جانتے ہوئے نماز پڑھ لی تو اس پر لازم ہے کہ وہ نماز قضاء کر کے پڑھے، پھر اگر اسے پلیدی کا علم ہو جائے لیکن وہ بھول جائے تو ہمارے مذہب میں اسے وہ نماز قضاء کر کے پڑھنا لازم ہے اور ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔

اسی سلسلے میں حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "اللہ والے اپنے مریدوں کو بھول جانے پر اس لئے ڈانٹتے ہیں کہ ان کے طریقے کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمیشہ کی حاضری ہوتی ہے اور بھول جانا ان کے ہاں بہت کم واقع ہوتا ہے جس پر کوئی حکم لاگو نہیں ہوتا، باوجودیکہ شریعت کا قاعدہ یہ ہے کہ بھول میں چند جگہوں کے علاوہ کوئی بھی حکم عام طور پر اٹھا لیا جاتا ہے جیسے بھول چکی نماز کو دوبارہ پورا کرنا اور کسی کی اجازت کے بغیر اس کا کھانا کھا لینے پر اسے کھانا واپس کرنا وغیرہ پھر اس بھولنے والے کو اپنے دل میں سوچنا چاہئے کہ وہ دنیا کے کسی کام کو حاصل کرنے کی پوری کوشش کرے اور دوبارہ نہ بھولے جیسے کسی شخص نے اگر اس کے ساتھ یہ وعدہ کیا کہ وہ اسے فلاں وقت میں ایک ہزار دینار دے گا تو وہ وقت آنے تک اسے پل پل میں کیسے یاد رکھتا ہے؟ یہ سارا کام وہ دنیا کے مال کے لئے کر رہا ہوتا ہے چنانچہ اللہ والے اپنے مرید کے ذہن میں سے ایسے لالچ کو نکال کر اس کی جگہ آخرت کا معاملہ ڈالتے ہیں تاکہ دونوں جہان میں وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ گہرا تعلق رکھ سکے۔"

احتلام ہونے پر مرید کی گرفت

رہی یہ بات کہ اللہ والے مرید کی گرفت احتلام ہونے پر کیوں کرتے ہیں تو وہ اس لئے کہ یہ بھی اس سستی کی وجہ سے ہوتا ہے جو عام طور پر حلال نہ ہونے والی چیزوں میں غور و فکر کرنے اور انہیں دیکھنے کی بنا پر ہوتا ہے اور جب انسان انہیں دیکھنے اور ان کی طرف توجہ ہونے پر انہیں حاصل کرنے سے عاجز آ جاتا ہے تو شیطان اس کے ساتھ ٹھٹھا کرنے کے لئے خواب میں اس کے پاس آ جایا کرتا ہے کیونکہ جو شخص کسی حرام چیز کی طرف نہیں دیکھتا اور نہ اس میں کھو جاتا ہے تو اسے کبھی بھی احتلام نہیں ہوا کرتا اور یہی وجہ ہے کہ یہ احتلام صرف مریدوں اور عام لوگوں ہی کو ہوا کرتا ہے؛

بڑے لوگوں کو نہیں ہوتا کیونکہ یہ بڑے لوگ یا تو گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں جیسے انبیاء کرام علیہم السلام یا پھر محفوظ ہوتے ہیں جیسے اولیاء کرام اور اگر بالفرض بڑے اولیاء میں کہیں احتلام دیکھنے میں آ بھی جائے تو وہ ان کی بیوی یا لونڈی ہی کے خیال سے ہوتا ہے نہ کہ کسی حرام شے کی وجہ سے اور اس کا سبب بھی یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے خیال میں گم ہونے یا مسلمانوں کے کاموں میں مصروف ہونے کی بنا پر اپنے جسم کا دھیان نہیں رکھ پاتا جیسے ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ان کی ایک لونڈی کی وجہ سے احتلام ہو گیا تو انہوں نے فرمایا کہ جب میں مسلمانوں کے معاملات سدھارنے کے لئے مصروف ہوا ہوں تو مجھ سے یہ معاملہ ہو گیا ہے۔

بغیر ضرورت کے پاؤں پھیلانے پر مرید کی گرفت

رہی دن یا رات کے وقت مرید کے بلاضرورت پاؤں پھیلانے پر ان کی طرف سے گرفت تو اس بارے میں ان کے پاس دلیل، ان کی یہ جان پہچان ہے کہ مرید ہمیشہ اللہ کی نظر میں ہوتا ہے خواہ اسے پتہ چل سکے یا نہ چلے لہٰذا مرید کے بارے میں وہ چاہتے ہیں کہ وہ کبھی بھی پاؤں نہ پھیلایا کرے اور اسے اس بات پر یقین ہونا چاہئے کہ وہ اللہ کے سامنے ہے۔ یوں آخر کار اس کے سامنے سے پردے ہٹ جائیں گے اور وہ یقیناً تمام معاملات کو دیکھا کرے گا، اس مقام پر اس کی حالت یہ ہوگی کہ بلاضرورت پاؤں پھیلانے سے وہ تلوار کے زخم کو آسان سمجھے گا بلکہ اگر اسے کہا جائے کہ تم پاؤں پھیلانا چاہتے ہو یا جہنم میں جانا پسند کرتے ہو تو وہ جہنم میں جانا ہی پسند کرے گا۔

اس سلسلے میں ہمیں حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ سے روایت ملتی ہے، بتاتے ہیں کہ میں رات کے وقت بیٹھے ہوئے اپنا وظیفہ پڑھ رہا تھا کہ اسی دوران غیب سے آواز آئی ''اے ابراہیم! یوں بادشاہوں کی طرح بیٹھنا اچھا نہیں لگتا۔'' کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم اس کے بعد بیس سال تک زندہ رہے لیکن ایک مرتبہ بھی یوں پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھے۔

یہاں تک جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے، اس سے بخوبی پتہ چل رہا ہے کہ اللہ والے اپنے مرید کو مکروہ کام کرنے پر بھی معاف نہیں کیا کرتے چہ جائیکہ وہ ظاہری یا باطنی طور پر حرام کاموں میں پڑیں اور ان کا طور طریقہ کتاب وسنت کی طرح سنہری حروف میں لکھا ملتا ہے، وہ نہیں جیسے ان کے طریقے سے ناواقف لوگ بتاتے ہیں۔

تمام اللہ والے اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ نماز وغیرہ میں اللہ کے سامنے حاضری اسی شخص کی ہو سکتی ہے جو ظاہری اور باطنی تمام بری عادتوں سے بچا ہوا ہو۔ اس سلسلے میں وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ جس شخص کے کپڑے یا جسم پر اَن مٹ پلیدی لگی ہو یا جسم کا کوئی حصہ پاکیزگی سے رہ گیا ہو اور وہ اسی حالت میں نماز پڑھ لے تو اس کی نماز نہیں ہوتی اور جو یوں اچھی طرح سے پاکیزہ نہیں ہوتا، اس کی نماز حقیقی شمار نہ ہوگی بلکہ وہ ایسی صورت ہوگی جس میں روح نہیں ہوتی جیسے کوئی شخص اپنی نماز میں دل کے اندر اپنے پروردگار کے مشاہدے سے لمحہ بھر کے لئے بھی پردے میں ہو جائے تو اللہ والوں کے ہاں اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے اور خود صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اندرونی پاکیزگی کے ساتھ ساتھ ظاہری پاکیزگی کو بھی لازم قرار دے رکھا ہے لہٰذا اللہ والے بھی یہ چاہتے ہیں کہ ان کا مرید ظاہری اور باطنی طور پر پاکیزہ اور ستھرا ہو تا کہ اس میں

منافقت نہ رہے کیونکہ منافقوں کے بارے میں آیا ہے کہ وہ جہنم کے نیچے والے حصے میں ڈالے جائیں گے۔

اس کے علاوہ مسلم شریف کی مرفوع حدیث میں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں اور صورتوں کو نہیں دیکھتا نہ ہی تمہارے جسم دیکھتا ہے بلکہ وہ تو تمہارے دلوں پر نظر رکھتا ہے۔''

یونہی اللہ والوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ انسان لازمی طور پر کسی شیخ اور قابل پیر کا مرید ہو جو اسے ان عادتوں سے بچنے کی راہ دکھائے جو اندرونی طور پر اسے بارگاہ الٰہی میں پہنچنے سے روکتی ہیں تاکہ اس کی نماز صحیح ہو سکے کیونکہ جس کام کے بغیر کوئی واجب کام پورا نہیں ہوتا، وہ بھی واجب ہی کہلاتا ہے چنانچہ اس میں شک نہیں کہ دنیا سے محبت، برائی، تکبر، دکھلاوا، حسد، کینہ، ملاوٹ اور منافقت جیسی تمام بیماریوں کا علاج کرنا واجب ہوتا ہے جیسے ان سب کے حرام ہونے کے بارے میں حدیثیں ملتی ہیں اور ان پر عذاب کا ذکر بھی آیا ہے تو اس سے پتہ چلا کہ جو شخص ان برائیوں سے بچنے کے لئے کسی قابل پیر کا مرید نہیں ہوتا تو وہ اللہ اور اس کے رسول کا بے فرمان ہوگا کیونکہ وہ کسی پیر کے بغیر ان بیماریوں کا علاج نہیں ڈھونڈے گا خواہ وہ علم کی ہزاروں کتابیں ہی حفظ کیوں نہ کر لے، اسے یوں سمجھو کہ جیسے کسی کو طب کی کتاب تو یاد ہے مگر بیماری کی دوا نہیں دے سکتا چنانچہ کتاب پڑھاتے ہوئے اسے سن کر تو ہر شخص کہے گا کہ یہ بہت بڑا طبیب ہے اور جب کوئی اس سے بیماری کا نام اور اسے دور کرنے کا طریقہ پوچھے گا تو کہے گا کہ یہ تو جاہل ہے لہٰذا اے بھائی! میری نصیحت پر عمل کرتے ہوئے کسی شیخ کے مرید بن جاؤ اور یہ کہنے سے باز رہو کہ صوفیہ کا طریقہ قرآن و حدیث میں موجود نہیں کیونکہ یہ کفر ہے، صوفیہ کے تمام طریقے محمدی ہیں اور آپ ہی کے اخلاق مبارکہ سے لئے گئے ہیں۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ جنہیں اللہ تعالیٰ ان باطنی بیماریوں سے بچائے رکھے (جیسے پہلے والے نیک لوگ اور مجتہد امام) انہیں شیخ کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ فرمانِ الٰہی ہے

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ (سورۃ قیامہ ۱۴)

''بلکہ انسان خود ہی اپنے حال پر پوری نگاہ رکھتا ہے۔''

لہٰذا میرے بھائی! اس خطبہ اور کتاب کا مطالعہ گہری نظر سے کرتے ہوئے اس پر عمل کرو کیونکہ یوں تم بہک نہ سکو گے اور نہ ہی بد بخت بنو گے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

اب اللہ کی مدد سے کتاب کا اصل مقصد بیان کرتے ہیں۔ توفیق وہی دے گا۔

کتاب کا پہلا حصہ (مامورت کے بارے میں)

اس میں وہ کام بتائے گئے ہیں جن کے کرنے کا ہمیں حکم ہے۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 1

علم و عمل میں نیت کا خلوص

ہم سب کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی خواہش یہ ہے کہ ہم اللہ کے فضل سے اس کی وفاداری کی امید رکھیں، اپنے علم، عمل اور سب حالات میں اسی کے لئے خالص نیت رکھیں، اپنے ہر کام کو ہر برائی سے بچائیں حتیٰ کہ اپنا خلوص ظاہر کرنے سے بھی بچیں اور یہ بھی نہ بتائیں کہ ہمیں اس پر کوئی ثواب ملے گا اور اگر کبھی ثواب کی خواہش ہو جائے تو اسے اللہ کا احسان اور فضل سمجھیں، پھر جو شخص رسول اللہ ﷺ کی اس ہدایت پر عمل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، اسے اللہ والوں کی راہ پر چلنے کے لئے ایسے شیخ کی ضرورت پڑتی ہے جو سچائی والا اور شریعت کے علوم کا ایسا ماہر ہو جو ائمہ کرام کے چاروں مذہبوں وغیرہ کو پیش نظر رکھ سکے، سب کے دلائل اور آپس میں ان کے اختلاف سے واقف ہو اور اس قرآن کریم سے پوری طرح واقف ہو جس میں سے ائمہ کے ہر قول کا ثبوت ملتا ہے تاکہ اپنے ہر کام میں خلوص برتنے والا اللہ کے ذکر میں مصروف ہو سکے اور بشریت کے پردے دور کرتے ہوئے اس احسان میں داخل ہو سکے جس میں اللہ کی ایسی عبادت کر سکے کہ گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے، یہاں وہ دیکھے گا کہ ہر کام اللہ کا پیدا کیا ہوا ہے جس میں بندے کا اس کے علاوہ اور کوئی دخل نہیں کہ وہ کام اس کی طرف سے ہو رہا ہے کیونکہ سارے عمل تو عارضی ہوتے ہیں جو کسی جسم کے بغیر نہیں ہو سکتے، اس مقام پر پہنچنے کے بعد بندے سے دکھلاوا، تکبر، بڑائی اور سب برائیاں دور ہو جاتی ہیں کیونکہ یہ برائیاں تو اس وقت پیدا ہوتی ہیں جب وہ دیکھتا ہے کہ یہ کام خود کیا کرتا ہے اور یوں وہ اپنے خالق سے غافل ہو جاتا ہے اور یہ تو ہر کسی کو معلوم ہے کہ کسی شخص میں دکھلاوا، تکبر اور بڑائی کسی اور شخص کے کام کرنے پر کبھی بھی صحیح قرار نہیں پائی، نہ ہی ہم نے کبھی یوں دیکھا ہے کہ کوئی صبح تک خود سوتا رہے اور صبح ہونے پر اپنے اس پڑوسی کے کام کی وجہ سے دکھلاوا یا اکڑ یا تکبر کرتا دکھائی دے جو رات بھر کھڑا رہا جس سے معلوم ہو گیا کہ جو شخص عبادت میں احسان کے درجہ تک نہیں پہنچتا صرف اپنے خیال اور اندازے کی بجائے دل کی آنکھوں اور یقین سے اپنے کاموں کو اللہ کے پیدا کئے ہوئے نہیں سمجھتا تو ہزاروں کتابیں یاد کرتے ہوئے بھی تکبر میں پڑ جائے گا لہٰذا اے بھائی! اگر تم خلوص نیت کا درجہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو اپنے لئے کسی سچے شیخ کی تلاش میں رہو اور عرصہ تک اس تلاش سے

اُکتا نہ جاؤ کیونکہ یہ بات قیمتی سرخ سونے سے بھی زیادہ اہم ہے اور اس کی کم از کم شرط یہ ہوتی ہے کہ انسان حکمرانوں کے مال سے بچا کرے، نہ بیت المال سے کوئی حصہ لے، نہ اپنا اونی لباس حاصل کرے اور نہ ہی کسی دیہاتی اور شہری شیخ سے کوئی تحفہ لے کیونکہ اللہ تعالیٰ اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ ہوگا، اسے گوبر اور خون جیسی حرام اور شبہ والی چیزوں کی بجائے خالص حلال نصیب ہوگا جبکہ تمام مشائخ طریقت یہ کہتے ہیں کہ جو شخص حرام اور شبہ والی چیزیں کھاتا ہے، اس کا کوئی کام خلوص والا نہیں ہوتا کیونکہ کوئی کام احسان والی عبادت کے بغیر خلوص والا نہیں ہوسکتا جبکہ احسان والے درجہ میں وہی پہنچ سکتا ہے جو ظاہری اور باطنی پلیدیوں سے بچا ہوا ہو اور ایسی سب برائیوں سے بچنا انبیاء، فرشتوں اور اولیاء کا کام ہے کیونکہ ان سب حضرات کے لئے شرط یہ ہے کہ حرام اور شبہ والی چیزیں کھانے سے بچیں اور اپنے آپ کی حفاظت کریں اور جو شیخ ان سب برائیوں سے خود نہیں بچ سکتا، وہ دوسروں کو یہاں تک کیسے پہنچا سکے گا البتہ یہ ضرور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی مرید کے سلوک کی بجائے اس کے جذبے کی وجہ سے اسے احسان کے مقام پر پہنچا دے اور اس میں کوئی رکاوٹ بھی نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جو طالب علم خلوص پیدا کرنا چاہتا ہے، اس کے لئے لازم ہے کہ اپنا کوئی شیخ بنائے جو اسے درجۂ خلوص تک پہنچنے کی راہ بتائے، یہ اسی طرح لازم ہے جیسے علماء کہتے ہیں جس شے کے بغیر کوئی واجب پورا نہیں ہوتا، وہ شے حاصل کرنا واجب ہوتی ہے چنانچہ اللہ فرماتا ہے

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ (سورہ البغیہ ۵)

''اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں، اسی پر عقیدہ لاتے ایک طرف کے ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہ سیدھا دین ہے۔''

یعنی اپنی نماز کو اللہ غفلت جیسی کوتاہی سے بچائیں، زکوٰۃ دیتے وقت ثواب نہ دیکھیں اور نہ ہی عذاب کے ڈر کا خیال کریں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر یوں عمل کریں جیسے کسی مالک کے مال پر ایک نگران کیا کرتا ہے۔

اس سلسلے میں، مَیں نے سیدی علی الخواص رحمہ اللہ کو فرماتے سنا تھا کہ ''خلوص کا کم سے کم درجہ بوجھ لادے ہوئے چوپائے جیسا ہو جانا ہے کیونکہ وہ اٹھائے ہوئے بوجھ کی وجہ سے تھکا ہوتا ہے، سر جھکائے ہوتا ہے، اسے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اٹھائی ہوئی اچھی ہے بری، نہ ہی یہ علم ہوتا ہے کہ وہ چیز کس کی ہے اور اسے کہاں لے جانا ہے، اسے دوسرے چوپائیوں کے مقابلے میں عزت کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ ہی اس بوجھ کی مزدوری مانگتا ہے۔''

میں کہتا ہوں یونہی کسی غار اور کنارے پر رہنے والے فقیر کو چاہئے کہ خلوص اور اللہ والا ہونے کا دعویدار ہو کر اپنے آپ پر نظر ڈالے چنانچہ اگر وہ دیکھے کہ اس کا دل لوگوں کی اس سے محبت چھوڑنے یا ان کی غفلت پر گھبراتا ہے تو وہ اپنے اس دعویٰ میں جھوٹا ہوگا کہ وہ اللہ والا ہے کیونکہ ایسے دعویٰ میں سچا وہی ہوگا جو لوگوں کی اپنے آپ سے غفلت پر خوش ہوگا اور اس بات پر اسے خوشی ہوگی کہ لوگ اسے بھلا کر کسی تحفے یا سلام کے ذریعے اس سے ملاقات نہ کرسکیں اور جب اس کے سارے مرید اس سے کنارہ کرتے ہوئے کسی اور راہنما پیر کے پاس چلے جائیں تو پھر بھی اسے خوشی ہوگی جیسے اس بارے

میں انشاء اللہ ہم اپنی کتاب "عهود المشائخ" میں تفصیلاً لکھیں گے۔

❁ خلوص کے بارے میں امام قسم کے علماء نے یہ مرفوع حدیث ذکر کی ہے

''اس دنیا سے جاتے وقت جو شخص اللہ وحدہٗ لاشریک کے ساتھ خلوصِ نیت رکھتا ہو گا، نماز پڑھتا ہوگا اور زکوٰۃ دیتا رہا ہو گا تو اللہ تعالیٰ اس پر راضی ہو چکا ہو گا۔''

اس حدیث کو ابن ماجہ اور حاکم نے روایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ حدیث امام بخاری و مسلم کی شرطوں کے مطابق صحیح قرار پاتی ہے۔

اسی سلسلے میں امام بیہقی نے ایک مرسل حدیث ذکر کی ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ! ایمان کسے کہتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا دل کا خلوص ایمان ہے، اس نے پھر پوچھا کہ یقین کسے کہتے ہیں؟ اس پر فرمایا کہ یقین سچائی کو کہتے ہیں۔

حضرت حاکم رحمہ اللہ نے بتایا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''یارسول اللہ! مجھے کوئی وصیت کیجئے تو آپ نے فرمایا کہ نیت خالص کرلو تو تھوڑا عمل کرنا بھی تمہیں نجات کے لئے کافی ہو گا۔''

امام بیہقی رحمہ اللہ نے یہ روایت کی ہے کہ خلوص دل رکھنے والوں کو ''طوبیٰ'' کا مقام ملے گا، یہ لوگ ہدایت دینے کے لئے چراغ کا کام دیتے ہیں اور بڑی سے بڑی آزمائش بھی ان سے ٹل جاتی ہے۔

حضرت امام بیہقی اور بزار رحمہا اللہ نے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' میں ہی بہترین شریک ہوں چنانچہ جو شخص کوئی عمل کرتے وقت میرے علاوہ کسی اور کی طرف دھیان رکھے گا تو اس کا وہ عمل میرے شریک کے لئے شمار ہو گا، وہ میرے لئے نہیں ہو گا لہٰذا لوگو! اپنا ہر عمل صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر کیا کرو کیونکہ وہی تمہارا وہ عمل قبول فرمائے گا جو اسی کے لئے کیا ہو گا، تم یہ نہ کہا کرو کہ یہ عمل اللہ کے لئے ہے اور اس میں تمہاری اپنی ذات کو فائدہ پہنچے گا کیونکہ یوں وہ عمل صرف تمہارا شمار ہو گا مگر اللہ کے لئے نہیں گنا جائے گا۔

حضرت ابو داؤد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ''اللہ تعالیٰ تمہارا صرف وہی عمل قبول فرماتا ہے جو صرف اسی کے لئے کیا جائے اور صرف اسی کو خوش کرنے کی نیت ہو۔''

امام طبرانی رحمہ اللہ یہ حدیث لکھتے ہیں'' یہ دنیا لعنت کی حقدار ہے اور اس میں موجود ہر شے لعنت کی حقدار ہے۔ البتہ وہ چیز لعنتی نہیں جس میں اللہ کو راضی کرنے کا ارادہ ہو۔''

امام بیہقی رحمہ اللہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت لکھتے ہیں کہ ''قیامت کے دن یہ دنیا اللہ کے سامنے پیش کی جائے گی اور کہا جائے گا کہ اس میں سے اللہ کی رضا کے لئے کئے گئے کام علیحدہ کر دو چنانچہ وہ الگ کر دیئے جائیں گے اور باقی جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔''

اس حدیث کے بارے میں حافظ منذری لکھتے ہیں کہ ایسی روایت اپنی رائے اور سوچ بچار سے نہیں لی جا سکتی لہٰذا یہ مرفوع کا درجہ رکھتی ہے۔

حضرت حافظ رزین عبدی رحمہ اللہ ایک مرسل روایت لکھتے ہیں ''جو شخص چالیس دن تک خلوص دل سے صرف اللہ کے لئے عمل کرتا رہا تو دانائی کی باتیں اس کے دل سے نکل کر زبان سے نکلنا شروع ہو جائیں گی۔''

امام احمد اور بیہقی رحمہما اللہ یہ مرفوع روایت لکھتے ہیں۔

''نجات وہی شخص حاصل کر سکے گا جس کے دل میں کھرا ایمان ہو گا، دل صحیح سلامت سوچے گا، زبان سے سچ بولے گا، دل میں اپنے اعمال پر مطمئن ہو گا، اس کی ہر عادت درست ہو گی، کان حق بات کی طرف لگے ہوں گے اور آنکھیں کھلی ہوں گی۔''

حضرت امام بخاری و مسلم وغیرہ نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے کہ ''ہر عمل کے قبول ہونے کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے، ہر شخص کو اس کی نیت کا بدلہ ملے گا چنانچہ جو اللہ اور اس کے رسول سے ملنے کا ارادہ رکھتا ہے تو اسے اس کا یہ مقصد مل جائے گا لیکن جو دنیا حاصل کرنے اور کسی عورت سے نکاح کا ارادہ کرتا ہے تو اسے بھی اس کی نیت کا بدلہ مل جائے گا۔''

حضرت ابن ماجہ رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ قبروں سے لوگوں کو اٹھایا جائے گا تو ان کی نیتوں کا لحاظ رکھا جائے گا ایک اور روایت میں ہے کہ ''قیامت کے دن لوگوں کو جمع کرنے پر ان کی نیتوں کے مطابق اجر ملے گا۔''

حضرت امام مسلم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے ''اللہ تعالیٰ نہ تو تمہارے جسم دیکھا کرتا ہے اور نہ ہی صورتیں بلکہ صرف تمہارے دلوں کے حال پر نظر رکھتا ہے۔''

امام طبرانی اور بیہقی رحمہما اللہ کی روایت یوں ملتی ہے ''آخری دور آئے گا تو میری امت تین گروہوں میں بٹ جائے گی، ایک وہ ہوں گے جو پورے خلوص دل سے اللہ کی عبادت کریں گے، دوسرے وہ جو دکھلاوے کی عبادت کریں گے اور ایک گروہ وہ لوگ ہوں گے جو لوگوں کا مال ہڑپ کرنے کے لئے عبادت کریں گے چنانچہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ خلوص والے لوگوں کے بارے میں فرمائے گا کہ انہیں جنت میں لے جاؤ اور دوسروں کے بارے میں فرمائے گا کہ انہیں دوزخ میں لے جاؤ۔'' (الحدیث)

حضرت حافظ ابو نعیم رحمہ اللہ نے بتایا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''جو شخص اپنے آپ کو خلوص والوں میں سے سمجھنے لگے تو وہ گویا دکھلاوا کرتا ہو گا اور جو اپنے آپ کو دکھلاوا کرنے والوں میں سے جانے تو وہ اپنے اس کہنے میں خالص ہو گا۔''

اس بارے میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں اور جہاں ان کاموں کا ذکر ہو گا جن سے حضور اکرم ﷺ نے روکا ہے تو ان سے ذرا پہلے وہ روایات ذکر ہوں گی وہاں اپنے عمل و علم میں دکھلاوا کرنے اور خلوص نہ ہونے کا بیان ہو گا لہٰذا وہاں سے دیکھ لینا۔ واللہ اعلم۔

میں کہتا ہوں اس سے تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ جو لوگ اپنے عمل و علم میں خالص نہیں ہوتے، وہ گھاٹے والے ہوتے ہیں کیونکہ اس بارے میں ان حالات سے پتہ چلتا ہے جو ایسی حدیثوں میں ملتے ہیں اور علم و عمل کی فضیلت و مرتبے میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ اس علم و عمل کی بات ہے جس میں خلوص پایا جاتا ہو لہٰذا اے برادر! غلطی کرنے سے باز رہو کیونکہ

تنقید کرنے والا ہوشیار ہوتا ہے اور اس دور میں ایسے لوگ بہت ہیں جو اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کرتے اور جب لوگ ان کے صاحب علم ہونے کے دعویٰ پر ان سے بحث کرتے ہیں تو وہ صرف علم حاصل کرنے کی فضیلت بیان کر دیتے ہیں جس میں خلوص کا ذکر نہیں کرتے چنانچہ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ آیات اور احادیث کدھر گئیں جو ان لوگوں کے بارے میں ملتی ہیں جو اپنے علم کے مطابق خلوص سے عمل نہیں کرتے لہٰذا اے برادر! اپنے علم وعمل میں بلا سوچے سمجھے خلوص کا دعویٰ نہ کیا کرو کیونکہ یہ نرا دھوکا ہوگا۔

حدیث پاک میں آیا ہے ''اللہ تعالیٰ فاجر و فاسق شخص کے ذریعے بھی دین اسلام کو طاقت دے گا۔'' اس حدیث کا مفہوم بتاتے ہوئے حضرت سیدی علی الخواص رحمہ اللہ سے میں نے سنا تھا کہ ایسا شخص محض دکھلاوے کے لئے علم پڑھے گا پھر وہ لوگوں کو ان کے دینی معاملات سکھائے گا، دین کے مسائل بتائے گا، ان کی نگہداشت رکھے گا اور دین کا کوئی پہلو کمزور ہونے کی صورت میں اسے سنبھالے گا لیکن اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل کر دے گا کیونکہ اس کی نیت صحیح نہیں ہوگی۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 2

سنتِ محمدیہ ﷺ پر عمل کے لئے تیار کرنا

رسول اکرم ﷺ یہ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی باتوں، عملوں اور عقیدوں میں آپ کی سنت پر عمل کریں اور اگر اس سلسلے میں ہمیں کتاب وسنت، اجماع امت یا قیاس سے کوئی دلیل نہ ملے تو اس پر عمل کرنے سے رکے رہیں اور پھر دیکھیں کہ اگر وہ کام ایسا ہے جسے کچھ علماء اچھا جانتے ہیں تو ہم رسول اللہ ﷺ سے اجازت لیں اور پھر اس عالم کا ادب کرتے ہوئے اسے کر گزریں۔

یہ سب کچھ پاکیزہ شریعت میں بدعت شامل ہو جانے کی وجہ سے کہا ہے کہ کہیں ہم گمراہ کرنے والے پیشواؤں میں شمار ہوں۔

چنانچہ خود میں نے کسی عالم کے ایک قول کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا جس میں انہوں نے کہا تھا کہ نمازی کو سجدۂ سہو میں سُبْحٰنَ مَنْ لَّا یَنَامُ وَلَا یَسْھُوْ کہنا چاہئے جس پر آپ نے فرمایا کہ یہ اچھی بات ہے۔

پھر یہ بات ڈھکی چھپی نہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے اجازت حاصل کرنا، بندے کے اس مقام و مرتبہ کے مطابق ہوتا ہے جس میں وہ عمل کے ارادے کے موقع پر ہوا کرتا ہے چنانچہ اگر وہ کشف کا مقام رکھنے والوں کی طرح بیداری اور کھلم کھلا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے والوں میں سے ہے تو انہی کی طرح آپ سے اجازت لے لیتا ہے ورنہ دل ہی میں اجازت لیتا ہے اور پھر اس بات کا انتظار رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل میں کیا کچھ ڈالتا ہے، آیا وہ کام کرنا

اس کے لئے اچھا ہے یا اسے چھوڑنا اس کے لیے بہتر ہے؟

اسی سلسلے میں، مَیں نے سیدی علی الخواص رحمہ اللہ کو یوں فرماتے سنا تھا کہ ''اکابر کی طرف سے لوگوں کو کتاب و سنت کے مطابق عمل کرنے پر ابھارنے کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ اس کام میں اللہ کے رسول ﷺ کی پیروی کریں کیونکہ وہ جانتے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اسی صورت میں اپنا بناتا ہے جب وہ اس کے اور اس کے رسول کے بتائے پر عمل کریں لیکن اگر وہ کام اپنی طرف سے گھڑ لیں تو وہ انہیں اپنا نہیں بناتا کیونکہ ایسی صورت میں وہ کسی عالم یا جاہل کی طرف سے گھڑے ہوئے کام کی وجہ سے اس عالم یا جاہل کے ساتھی بنتے ہیں لہٰذا معلوم ہو گیا کہ عبادت کرنے سے اللہ والوں کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ آخرت میں وہ ثواب وغیرہ حاصل کریں کیونکہ وہ دونوں جہانوں میں غلام بنے ہوئے ہوتے ہیں جبکہ ایک غلام شخص دنیا و آخرت میں اپنے آقا کی کسی شے کا مالک نہیں ہوا کرتا، وہ اپنے آقا کے مال سے کھاتا پیتا اور پہنتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ اسے کچھ دے دے تو اسے لازم ہے کہ اسے صرف اسی کی طرف سے شمار کرے، لمحہ بھر کے لئے بھی اس کی بادشاہی میں دخل نہ دے، یہی وجہ ہے کہ اللہ والے اپنی ساری عبادتوں میں اپنی خواہشوں کو پیش نظر نہیں رکھتے، بس ہر حال میں اللہ سے خوش رہتے ہیں اور وہ بھی ہر حال میں ان سے خوش رہتا ہے اور یہ اللہ کا فضل ہوتا ہے، وہ جس پر چاہے اپنا فضل فرما دے کیونکہ وہ بہت فضل و کرم والا ہے۔

مصری علماء کا شکوہ

اے برادر! آپ یقین کریں کہ جو شخص حقیقی طور پر یوں عمل کرنا شروع کر دے گا تو وہ اپنے دور میں اہل سنت و جماعت سے شمار ہو گا اور جو ایسا نہیں کرے گا، وہ ظالم قرار پائے گا، کم از کم مصر میں، مَیں نے اب تک ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جو حقیقی طور پر یوں عمل کرتا ہو اور اپنے اقوال و افعال و عقائد میں کتاب و سنت کی پابندی کرتا ہو، ہاں کچھ علماء ایسے ضرور موجود ہیں جیسے شیخ عبدالرحمٰن تاجوری مغربی رحمہ اللہ وغیرہ۔

میں کہتا ہوں میں اللہ کے فضل و کرم سے اپنے کچھ اقوال و اعمال میں یونہی کیا کرتا ہوں لہٰذا جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں تمام اہل سنت و جماعت کے خلاف بدعت کا کام کرتا ہوں، وہ جھوٹا ہے کیونکہ بدعتی ہی یوں کہہ سکتا ہے ہاں اگر وہ میرے بارے میں یہ کہے کہ شریعت کے کچھ اچھے اور مباح کاموں میں، مَیں کچھ نئے کام پیدا کرتا ہوں تو یہ عام سی بات ہے، اس بارے میں ایسے شخص کو کچھ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اس سے عام لوگ تو کجا کوئی عالم بھی نہیں بچ سکتے اور اس سے ہر ایک واقف ہے لہٰذا اسے ذہن میں رکھئے، علماء کے بارے میں اپنے کانوں اور آنکھوں کو قابو میں رکھئے، ان سے کسی حسد کرنے والے کی بات نہ سنئے، ہاں ایسے لوگوں کے ہمراہ بیٹھنے اور ایسی بدعت کے بارے میں تبادلۂ خیال کرنے میں حرج نہیں البتہ اگر دیکھو کہ وہ شخص بدعت کے کاموں میں گرفتار ہے اور وہ کام واقعی بدعت ہیں تو پھر اس شخص اور مسلمانوں پر شفقت کرتے ہوئے ایسے شخص سے لوگوں کو ڈرایئے تاکہ کوئی بدعتی اور اس کا پیروکار گناہوں میں گرفتار نہ ہو جائے۔

یاد رکھو کہ کسی ایسے حاسد کے کہنے پر لوگوں کو کسی عالم کی پیروی کرنے سے نہ روکو جو اس عالم سے واقف ہی نہیں

کیونکہ اکثر وہ عالم ایسی غلطیوں سے بچا ہوتا ہے جو اس کے بارے میں مشہور کی جاتی ہیں، ایسی صورت میں شریعت پر عمل کرنے والے مریدوں کو ہٹانے کا گناہ تمہارے ذمہ لگے گا کیونکہ یوں تم شریعت محمدی سے ڈرانے والے شمار ہو گے اور اس دور میں اکثر ایسا ہو رہا ہے چنانچہ تم دیکھو گے کہ ہر ایک شخص، لوگوں کو دوسرے سے ہٹاتا دکھائی دیتا ہے اور جبکہ دونوں ہی اپنے آپ کو اہلِ طریقت اور اہل سنت و جماعت سے شمار کرتے ہیں کیونکہ اسی طرح لوگ کسی ایک کی پیروی کرنے کے بارے میں شش و پنج کا شکار ہو جائیں گے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمیں اور ہمارے تعلق داروں کو ایسی حرکتوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین

سیدی ابو الحسن شاذلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی فقیر کی کوئی عبادت اس وقت تک مکمل نہیں کہلاتی جب تک وہ اپنے عبادت والے ہر کام پر عمل میں شریعت کو پیش نظر نہ رکھے یعنی اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کو سامنے سمجھتے ہوئے عبادت کیا کرے، صرف ایمان اور اللہ سے پردے میں رہ کر عبادت نہ کرے۔

پھر فرمایا اگر اس سلسلے میں تم سے کوئی پوچھ لے کہ تمہارے پاس اس پر کونسی دلیل ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ خود میں نے ایک موقع پر رسول اکرم ﷺ کو دیکھا تو پوچھا تھا یا رسول اللہ! آپ کی شریعت کے مطابق آپ کے کسی عمل کی تابعداری کیسے کرنی چاہئے؟ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا ''کوئی بھی کام کرو تو کرنے سے پہلے اور بعد میں شریعت کا لحاظ رکھا کرو۔''

چنانچہ اس طریقے پر عمل کرنے کے لئے تمام موجودہ اور ختم ہو چکے مذاہب کی دلیلوں کے ساتھ ساتھ ان مذاہب کے اقوال کو بھی سامنے رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ کسی حکم، نہی اور مباح کے بارے میں اس کے سامنے ان کی کوئی دلیل اور قول ڈھکا چھپا نہ رہ سکے اور پھر اس کے بعد اسے کسی سچے شیخ کی بھی ضرورت ہوتی ہے کہ اپنا آپ جس کے سپرد کر دے اور جو اسے ریاضتیں اور مجاہدے کرائے تاکہ اس کی تمام بری حرکتیں دور ہوں اور ان کی جگہ ایسی اچھی عادات پیدا ہو سکیں کہ جن کی بناء پر وہ اللہ و رسول کے سامنے حاضری کے لائق ہو سکے کیونکہ بہت سے ایسے لوگ دیکھنے میں آتے ہیں جو اللہ و رسول کی حاضری کا دم بھرتے ہیں لیکن ایسی برائیوں میں گھرے ہوتے ہیں جو خدا اور رسول کی بارگاہ میں حاضری کے لئے رکاوٹ بنتی ہیں اور یوں وہ اللہ کی ناراضگی میں آ کر پرے ہٹا دیئے جاتے ہیں لہٰذا اے میرے بھائی! تم اپنے دل سے میل کچیل دور کر کے عمل کی کوشش کرتے رہا کرو اور اپنے آپ کو ہر قسم کی برائی سے یوں دور رکھو کہ تم میں ایسی کوئی ایک بھی بری عادت باقی نہ رہے جو اللہ و رسول کی بارگاہ میں حاضری سے رکاوٹ بنے۔ اگر تم کثرت سے درود و سلام پڑھتے رہو تو تم ظاہری آنکھوں سے رسول اکرم ﷺ کی زیارت کے قابل بن جاؤ گے کیونکہ حضرت شیخ نور الدین شونی، شیخ احمد زواوی، شیخ محمد بن داؤد منزلاوی اور یمن کے بہت سارے مشائخ کا یہی طریقہ تھا، ان میں سے ہر ایک، رسول اکرم ﷺ پر درود پڑھتا تھا اور ہر گناہ سے پاک ہو کر جب چاہتا' جاگتے میں آمنے سامنے ہوتے ہوئے زیارت کر لیتا تھا اور جو یہ مقام حاصل نہ کر سکا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ابھی تک اس نے اتنی کثرت سے درود پاک نہیں پڑھا جتنا پڑھنا چاہئے تھا اور جس کے ذریعے یہ مقام مل جاتا۔

مجھے شیخ احمد زواوی رحمہ اللہ نے بتایا کہ انہیں بیداری میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت نہ ہو سکی تو انہوں نے مسلسل

سال بھر تک آپ پر درود و سلام کا سلسلہ جاری رکھا، دن رات میں پچاس پچاس ہزار بار پڑھا کرتے، یونہی حضرت شیخ نور الدین شونی رحمہ اللہ نے بھی بتایا کہ وہ کئی سال تک روزانہ تیس ہزار مرتبہ درود پاک پڑھتے رہے۔

میں نے سیدی علی الخواص رحمہ اللہ کو فرماتے سنا کہ جب تک کوئی شخص اپنی مرضی سے کسی بھی وقت میں رسول اکرم ﷺ کی زیارت نہیں کر سکتا تو اسے اللہ کی حقیقی پہچان ہو ہی نہیں سکتی۔ انہوں نے مجھے یہ بھی بتایا کہ پہلے لوگوں سے حالتِ بیداری میں رسول اللہ ﷺ کی حاضری کا شرف صوفیہ کے شیخ المشائخ حضرت ابو مدین شیخ عبدالرحیم قناوی، شیخ موسےٰ زولی، شیخ ابوالحسن شاذلی، شیخ ابوالعباس مرسی، شیخ ابوالسعود بن ابوالعشائر، سیدی ابراہیم متبولی اور شیخ جلال الدین سیوطی رحمہم اللہ کو حاصل رہا۔

شیخ جلال الدین سیوطی کو بیداری میں ستر مرتبہ زیارتِ نبوی

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے بیداری میں ستر سے زیادہ مرتبہ رسول اکرم ﷺ کی زیارت کی ہے اور حاضری میں بیٹھا ہوں۔ رہے حضرت ابراہیم متبولی رحمہ اللہ تو وہ بھی ان گنت مرتبہ حاضری میں بیٹھے کیونکہ وہ کہا کرتے تھے کہ رسول اکرم ﷺ کے علاوہ ان کا کوئی شیخ و پیر ہے ہی نہیں۔

حضرت شیخ ابوالعباس مرسی رحمہ اللہ تو یہاں تک فرماتے تھے کہ اگر رسول اکرم ﷺ لمحہ بھر کے لئے بھی میری آنکھوں سے اوجھل ہو جائیں تو میں اپنے آپ کو مومن شمار ہی نہیں کرتا۔

یاد رکھئے کہ رسول اکرم ﷺ کی مجلس میں حاضری کا مقام بڑی اہمیت رکھتا ہے چنانچہ ایک شخص میری موجودگی میں حضرت سیدی علی مرصفی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بتایا کہ مجھے بارگاہ رسول اللہ ﷺ میں وہ مقام حاصل ہے کہ جہاں اور جب چاہوں بیداری میں زیارت کر سکتا ہوں، انہوں نے اسے فرمایا بیٹے! بندے اور اس مقام کے درمیان دو لاکھ سینتالیس ہزار مقام ہوتے ہیں، ہمارا مقصد یہ ہے کہ اے بیٹے! تم ان میں سے ہمیں دس مقام ہی بتا دو، اس پر اس شخص کے ہوش اڑ گئے، اسے یاد ہی نہ رہا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے چنانچہ ذلیل وخوار ہو گیا۔ لہٰذا ذہن نشین کر لو کہ اللہ تعالیٰ صرف اسی کو سیدھی راہ دکھاتا ہے جسے چاہتا ہے۔

سنت کی پیروی پر احادیث

اب ہم اللہ کی توفیق سے کچھ ایسی احادیث کا ذکر کرتے ہیں جن میں کتاب وسنت پر عمل کرنے کا شوق دلایا گیا ہے چنانچہ ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے اپنی ''صحیح'' میں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

1 ''رسول اکرم ﷺ نے ہمیں ایسی ایسی نصیحتیں فرمائیں کہ جن سے دل کانپ اٹھے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو

گئے جس پر ہم نے عرض کی یا رسول اللہ ! یوں لگتا ہے کہ یہ نصیحتیں دنیا چھوڑ جانے والے شخص جیسی ہیں لہٰذا ہمیں وصیتیں فرما دیں۔ آپ نے فرمایا میں وصیت کرتا ہوں کہ تم اللہ سے ڈرا کرو، عمل کرو، ایسے شخص کی بات خوب غور سے سنا کرو اور اس کے فرمانبردار بنو جو تمہارا حکمران بنے، خواہ وہ حبشی غلام اور ہر لحاظ سے برا ہی کیوں نہ ہو کیونکہ تم میں سے کوئی زندہ رہنے والا جلد ہی بڑا اختلاف پیدا ہوتے دیکھے گا لہٰذا تم پر لازم ہو گا کہ میرے بعد میرے اور خلفاء راشدین کے طریقے پر بھرپور طریقے سے عمل کرنا اور ذرہ بھر بھی کوتاہی نہ کرنا، نئے نئے کاموں سے بچے رہنا کیونکہ جاری ہونے والا نیا کام بدعت ہو سکتا ہے جو نری گمراہی ہوتا ہے۔''

۲ حضرت ابن ابی الدنیا اور حاکم نے یہ مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا

''جو شخص پاکیزہ چیزیں کھایا کرے، میری سنت پر عمل کرے اور لوگ اس کے شر سے بچ رہیں تو وہ جنت میں جائے گا۔'' اس پر صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا ایسے دن آپ کی امت میں بہت ہوں گے؟ اس پر فرمایا کہ میرے بعد بھی کچھ لوگ ایسے ہوں گے یعنی تھوڑے ہوں گے۔''

۳ حضرت امام بیہقی رحمہ اللہ نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

''جب میری امت میں بگاڑ پیدا ہو گا تو مضبوطی سے میرے طریقے اپنانے والا سو شہید کا مرتبہ حاصل کرے گا۔''

۴ حضرت حاکم نے ایک مرفوع حدیث لکھی ہے کہ

''درمیانے طریقے میں سنت کو اپنانا، بدعت کے کاموں میں پڑنے سے بہتر ہے۔''

۵ حضرت امام بخاری و مسلم رحمہا اللہ وغیرہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ انہوں نے حجر اسود کو چومتے ہوئے فرمایا تھا ''اے حجر اسود! میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، نہ تو تُو نقصان کر سکتا ہے اور نہ ہی فائدہ پہنچا سکتا ہے لیکن اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تمہیں چومتے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی بھی نہ چومتا۔''

۶ حضرت ابن ماجہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں حضرت قرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ انہوں نے بتایا

''رسول اللہ ﷺ سے میری ملاقات ایک قبیلے میں ہوئی تو ہم نے آپ سے بیعت کی جبکہ آپ نے چادر لٹکا رکھی تھی۔'' اس بارے میں حضرت عروہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ میں نے سردی اور گرمی کے موسم میں جب بھی حضرت معاویہ بن قرہ کو دیکھا تو چادر لٹکائے ہوئے تھے۔

۷ حضرت ابن خزیمہ نے اپنی صحیح اور بیہقی نے حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ ڈھیلے تہبند سے نماز پڑھے جا رہے تھے، اسی دوران میں نے اس بارے میں پوچھا تو کہنے لگے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یوں کرتے دیکھا تھا۔

۸ حضرت امام احمد اور بزار رحمہا اللہ نے حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے، فرمایا ہم ایک سفر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ہمراہ تھے کہ ایک مقام سے گزرتے وقت وہ ایک طرف کو ہو گئے، جب اس بارے میں پوچھا گیا

کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو فرمایا چونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یوں کرتے دیکھا تھا لہٰذا میں نے بھی ویسے ہی کیا ہے۔

﴿۹﴾ حضرت بزار رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک درخت کے نیچے قیلولہ (دوپہر کا سونا) کیا کرتے تھے اور بتاتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ بھی یونہی کیا کرتے تھے۔

﴿۱۰﴾ حضرت امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ بتاتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک جگہ پر اپنی اونٹنی بٹھا کر پیشاب پاخانہ کر کے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی یہاں یونہی کیا تھا۔ پھر فرمایا میں چاہتا تھا کہ جہاں رسول اللہ ﷺ نے اپنی یہ ضرورت پوری فرمائی، میں بھی ویسے ہی کروں۔

یہاں میں بتاتا چلوں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف سے نبی کریم ﷺ کی پیروی کا مقصد یہ بتانا تھا کہ چونکہ کامل قسم کے لوگ کسی زمین پر بول و براز کے وقت یہ خوف رکھا کرتے ہیں کہ کہیں وہ زمین عزت والی نہ ہو اور اس پلیدی کے لائق نہ ہو لیکن جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یوں کرتے دیکھا تو سمجھ گئے کہ اگر یہ زمین عزت والی ہوتی تو آپ ایسا کبھی نہ کرتے۔

حضرت حافظ منذری فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کی طرف سے رسول اکرم ﷺ کی پیروی اور ان کی سنت پر عمل کی روایات کثرت سے ملتی ہیں۔ واللہ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 3

بھلائی کو ظاہر کرنا

ہمارے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی خواہش یہ تھی کہ سب سے پہلے نیک کام ہم خود کیا کریں تاکہ نیکی جلد کرنے کا شوق پیدا ہو سکے اور لوگ ہمیں دیکھ کر بھلائی کے کام کرنے لگیں جیسے مثلاً ہم اگر کسی شخص کو لوگوں سے سوال کرتے دیکھیں لیکن کوئی بھی اسے کچھ دے نہ رہا ہو تو ہم سب سے پہلے اسے کچھ دیں جس سے لوگوں میں اسے کچھ دینے کا شوق پیدا ہو اور پھر یہ خیرات چھپا کر نہ دیں اور یونہی ہمارے دل میں یہ خواہش ہونی چاہئے کہ رات کو سب سے پہلے اس وقت اٹھیں جب اللہ تعالیٰ کی تجلی ہوتی ہے اور ''اللہ تعالیٰ آواز دے رہا ہوتا ہے کہ کوئی مانگنے والا ہو تو میں اسے منہ مانگا دوں، کوئی بخشش مانگنے والا ہے تو میں اسے بخش دوں اور کوئی کسی مصیبت میں پھنسا ہوا ہے تو میں اس کی وہ تکلیف دور کروں۔'' اور یہ سلسلہ رات کے تیسرے حصے کی ابتداء تک یوں جاری رہتا ہے جس میں رسول اکرم ﷺ تہجد کی نماز پڑھا کرتے تھے جیسے یہ بات اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے واضح ہوتی ہے کہ

اِنَّ رَبَّکَ یَعْلَمُ اَنَّکَ تَقُوْمُ اَدْنٰی مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَنِصْفَہٗ وَثُلُثَہٗ (سورۃ مزمل،۲۰)

''بیشک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم قیام کرتے ہو کبھی دو تہائی رات کے قریب، کبھی آدھی رات، کبھی تہائی۔''

اس کا مقصد ہمارے بھائیوں اور پڑوسیوں کی تسلی ہوتا ہے تا کہ وہ بھی ہمیں دیکھ کر تہجد پڑھیں اور اگر کوئی شخص کرے گا تو اس کی بنا پر ہمارے اور ان کے لئے ثواب لکھ دیا جائے گا۔ اس دور کے اندر مصیبتوں اور مشقتوں پر صبر ظاہر کرنا بھی ایسی ہی چیزوں میں شمار ہوتا ہے تا کہ لوگ ہم سے صبر کرنا سیکھیں اور مصیبتوں پر ناراض نہ ہوں اور اگر ہم دیکھیں کہ ہمارا صبر حد سے گذر گیا ہے تو تکلیفوں کے دور ہونے تک ہم اپنی کمزوری دکھائیں جیسے حضرت ایوب علیہ السلام کے ساتھ یہ واقعہ ہو گذرا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر عمل کرنے والے کو ممکن حد تک اپنا عمل چھپانا چاہیئے ہاں ایسے موقع پر اسے ظاہر کرنا عیب نہیں جس کے کرنے اور اس کی کیفیت اپنانے پر لوگ بھی اسے اپنا سکیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نیک کام دکھا کر کرنے کب جائز ہیں؟

اسی سلسلے میں، مَیں نے سیدی علی الخواص رحمہ اللہ کو فرماتے سنا تھا کہ اپنے اعمال دکھا کر کرنا ان اکابر علماء اور نیک لوگوں کا کام ہے جو دلوں کے مکر کو خوب جانتے ہیں لیکن اگر ہم جیسے لوگ کوئی عمل ظاہر کر کے کرتے ہیں تو وہ دکھلاوے اور لوگوں کو سنانے کے لیے ہوا کرتا ہے، اس کا نفس اسے دھوکا دے رہا ہوتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ تُو تو بحمد اللہ خلوص والا ہے اور تیری یہ عبادت صرف اس لئے ہے کہ لوگ بھی تیری پیروی کریں چنانچہ ایسے شخص کو سوچنا ہوگا کہ اگر کوئی دوسرا شخص نیک کام کرے اور لوگ اتنی اس سے زیادہ اس کی تعظیم کریں تو دیکھے کہ اگر وہ باغ باغ ہو گیا ہے تو وہ شخص خلوص والا ہو گا لیکن اگر دل میں تنگی ہو تو وہ دکھلاوا کر رہا ہو گا کیونکہ اگر وہ خلوص والا ہوتا تو اسے ایسی بڑی خوشی ہوتی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے مقدر میں لکھی جا چکی تھی، پھر اگر اس کا دل یہ کہے کہ تمہیں عظیم نیکی نہ ملنے کی وجہ سے پریشانی ہے تو اسے کہو کہ مجھے تو صرف اللہ کے فضل پر بھروسہ ہے، اپنے عملوں پر نہیں۔ اگر میں جنت میں جا سکا تو یہ اللہ کی رحمت ہو گی، اپنے عمل کی وجہ سے نہیں جاؤں گا لہٰذا بندے کو چاہیئے کہ اپنے دل کے خلوص کے دعوے پر کان نہ دھرے۔

ایک پیر اور معلم کو بھی چاہیئے کہ اپنے دل پر ہر وقت نظر رکھے اور جب اس کے تمام مرید یا شاگرد اسے چھوڑ کر کسی ہم زمانہ شخص کے پاس چلے جائیں اور وہ یوں اکیلا رہ جائے کہ کوئی اسے پیر اور استاد نہ جانے تو ایسے وقت میں اگر وہ خوش دل ہو تو مخلص ہو گا لیکن اگر اس کے دل میں کچھ میل آ گئی ہے تو اس کے لئے لازم ہے کہ کسی ایسے پیر کا مرید ہو جائے جو اسے دکھلاوے کے اندھیروں سے نکالے ورنہ وہ گنہگار ہو کر مرے گا اور آخرت کو جاتے وقت بھلائی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کا کوئی بھی عمل قبول نہیں فرمائے گا۔

انہی کو میں نے یہ فرماتے بھی سنا تھا کہ کوئی بھی عالم جب جامع ازھر (مصر) جیسے ادارے میں پڑھانا چاہتا ہو تو پہلے اپنی نیت درست کرے خواہ اس کے ل ئے اسے کئی سال ہی انتظار کیوں نہ کرنا پڑے کیونکہ جامع ازھر میں ایسے بڑے

بڑے حکمران اور مالدار آیا کرتے ہیں جنہیں دیکھ کر دل للچایا کرتا ہے چنانچہ علامہ نووی رحمہ اللہ جب دمشق کے مدرسہ اشرفیہ میں پڑھاتے تھے تو طلبہ سے فرما رکھا تھا کہ سارے یکلخت نہ آیا کریں کیونکہ طلبہ کا حلقہ وسیع ہو جانے کا اندیشہ ہوتا تھا اور جب پڑھاتے تو مسجد کی ایک طرف بیٹھتے اور فرمایا کرتے دل کو خواہش ہوتی ہے کہ لوگ اسے مسجد کے صحن یا صدر دروازے پر پڑھاتے دیکھیں۔

ایک دن جب آپ جامع بنو امیہ میں پڑھا رہے تھے تو پتہ چلا کہ خلیفہ ظاہر نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں آ رہے ہیں چنانچہ اس دن آپ پڑھانا چھوڑ کر مسجد ہی سے نکل گئے لہٰذا اے بھائی! تم ایسی محفل علم، محفلِ ذکر الٰہی اور رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام کی محفل سے گریز کرو جس میں لوگ تمہیں دیکھا کریں ہاں دکھلاوے جیسی بیماریوں سے بچے ہونے کی صورت میں کوئی حرج نہیں۔

ایک دن جب میں مالکی حضرات کے عالم حضرت شیخ شمس الدین لقانی کے ہاں جامع ازہر میں گیا تو وہ ہمارے شیخ نور الدین شونی سے کہہ رہے تھے جو رسول اللہ ﷺ پر درود کے لئے محفل کی صدارت کر رہے تھے کہ اے بھائی! مجھے جامع ازہر میں تمہاری جمعرات اور جمعہ کی محفل کی صدارت کرنے پر ڈر لگتا ہے کیونکہ حکمران اور بڑے بڑے لوگ تمہیں دیکھ رہے ہوتے ہیں اور عقیدت مندی سے کہتے ہیں کہ اللہ کی خاطر ہماری کچھ مدد کیجئے چنانچہ اس کی وجہ سے تمہارے دل کو خوشی حاصل ہوگی جس سے تمہاری دنیا اور آخرت بگڑ سکتی ہے۔

ایک اور مرتبہ آپ فرما رہے تھے کہ لوگ جب جمعہ کی نماز سے فارغ ہو جائیں تو تم سورۂ کہف پڑھنے کے لئے رک جایا کرو اور جب وہ چلے جائیں تو تلاوت شروع کر لیا کرو کیونکہ عظیم محفل میں دل چاہتا ہے کہ لوگ دیکھا کریں، تو اے بھائی! میری اس بات کو یاد رکھو، اس پر عمل کرو اور سچے لوگوں کی راہ پر چلو، اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت نصیب فرمائے۔

حضرت امام مسلم، امام نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ہاں قبیلۂ مضر کے کچھ لوگ اونی لباس پہنے آئے جس پر دھاریاں تھیں، انہیں بھوکے دیکھ کر چہرے پر پریشانی دکھائی دی، آپ باہر نکلے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کہنے کا حکم فرمایا، انہوں نے اذان کہہ کر تکبیر کہی تو آپ نے نماز پڑھا کر خطاب فرمایا چنانچہ یہ آیت پڑھی

يَآَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ تا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا

(سورۂ نساء ۱)

”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں میں سے بہت سے مرد و عورت پھیلا دیئے اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو، بیشک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے۔“

پھر سورۂ حشر کی یہ آیت پڑھی

اِتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (سورۂ حشر، ۱۸)

”اللہ سے ڈرو اور ہر جان دیکھے کہ کل کے لئے کیا آگے بھیجا۔“

پھر فرمایا کہ آدمی کو دینار، درہم، کپڑا، صاع بھر کھجور اور گندم کا صدقہ کرتے رہنا چاہئے خواہ کھجور کا کچھ حصہ ہی کیوں نہ دیا کرے۔

راوی کہتے ہیں کہ اسی دوران انصار میں سے ایک شخص تھیلا لے کر آیا جسے اٹھاتے ہوئے اس کا ہاتھ تھکا جا رہا تھا بلکہ تھک ہی گیا جسے دیکھ کر لوگ لپک پڑے، اسے پلٹا تو کھانے اور کپڑے کے دو ڈھیر لگ گئے اس پر رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ انور کھلکھلا اٹھا چنانچہ فرمایا

''جو شخص اسلام میں کوئی نئی رسم ڈالے تو اسے اس کا ثواب ملے گا اور اس کے ساتھ ساتھ اس پر عمل کرنے والوں کے برابر بھی ثواب ملے گا جبکہ عمل کرنے والوں کا ثواب گھٹایا نہیں جائے گا۔'' (الحدیث)

حضرت امام احمد، حاکم اور ابن ماجہ وغیرہ نے ایک مرفوع حدیث لکھی ہے کہ

''جو کسی بھلے کام کا رواج ڈالے اور لوگ اسی طرح کرنا شروع کر دیں تو اسے اس کے ثواب کے ساتھ ساتھ اس پر عمل کرنے والوں جتنا ثواب بھی ملے گا جبکہ عمل کرنے والوں کا ثواب ذرہ بھر بھی گھٹایا نہیں جائے گا۔''

حضرت طبرانی بتاتے ہیں کہ

''جو شخص کوئی اچھا رواج ڈالے تو اس پر اسے کسی کے عمل کرنے تک زندگی بلکہ موت کے بعد بھی اجر ملتا رہے گا اور یہ سلسلہ اسے چھوڑنے تک جاری رہے گا۔''

حضرت ابن ماجہ اور ترمذی نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے

''جو شخص میرے وصال کے بعد میری بھولی بسری سنت پر پھر سے عمل شروع کر دے تو اسے اس پر عمل کرنے والوں جتنا ثواب ملے گا، ان کے ثواب میں سے ذرہ بھر بھی گھٹایا نہ جائے گا اور جو شخص کوئی برا کام شروع کر دے جس سے اللہ و رسول خوش نہ ہوں تو اسے اتنے ہی گناہ ملیں گے جتنے عمل کرنے والوں کو ملیں گے، کسی کا گناہ کم نہ ہو گا۔''

ابن ماجہ اور ترمذی وغیرہ نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے

''ان بھلائی کے کاموں کے خزانے بھرے پڑے ہیں جن کے لئے چابیوں کی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا جسے اللہ تعالیٰ بھلائیوں کے لئے چابی اور برائیوں کے لئے تالا بنا دے تو اسے خوش ہونا چاہئے۔''

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 4

عملی کتابیں پڑھنے پڑھانے کا شوق پیدا کرنا

رسول اکرم ﷺ کی خواہش ہے کہ ہم مقرر وقتوں پر پڑھی جانے والی نمازوں اور ضروری کاموں کے علاوہ ہر وقت علمی کتابوں کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ لوگوں کو دن رات پڑھانے میں مصروف رہیں، ہمارے امام حضرت امام شافعی تو فرماتے ہیں کہ خلوص نیت سے علم کی تلاش نفلی نماز سے زیادہ درجہ رکھتی ہے۔

یہ بات ذہن نشین رکھئے کہ رسول اکرم ﷺ نے بڑے ثواب والی کئی قسم کی عبادتیں بتائی ہیں کیونکہ آپ جانتے تھے کہ کام خواہ واجب ہی کیوں نہ ہو، اس پر عمل کرنے والے کو دقت پیش آتی ہے چنانچہ جب اسے کوئی بوجھ محسوس ہوا کرے تو کسی دوسرے لازمی یا کم درجہ کام کو شروع کر لے اور جب اس میں بھی اکتاہٹ پیدا ہو تو جب تک تھک نہ جائے کوئی کم درجہ یا زیادہ مرتبہ والی یا پھر افضل عبادت ہی شروع کر لے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کئی قسم کے حکموں کی اصل وجہ انہیں دیر تک کرتے رہنے کی وجہ سے ان میں تھکاوٹ کا پیدا ہونا ہے اور اگر آپ کے خیال میں یہ ہوتا کہ انسان کسی واجب یا اس سے افضل کام کی وجہ سے نہیں تھکتا تو انہیں کرتے رہنے کا حکم فرما دیتے اور کم درجہ کو مکمل طور پر چھوڑ دیتے کیونکہ اللہ کے قریبی لوگ فرض جیسی چیزیں ادا کر کے ہی اس کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ لیکن جب انہیں واجب کاموں میں دشواری محسوس ہو اور عمل کرنے والے کے دل میں کوئی وجہ اور عاجزی نہ رہے اور نہ ہی ان عبادتوں میں لذت محسوس ہو تو کم درجہ والا وہ عمل جس میں کوئی وجہ، لذت اور عاجزی پائی جائے، اسے اپنانا مکمل اور پورا پورا ہوتا ہے۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ رات کو تین حصوں میں بانٹ لیا کرتے تھے، ایک حصے میں سو جاتے، ایک میں حدیث کا مطالعہ کرتے اور اس میں سے مسائل نکالتے اور آخری حصے میں تہجد پڑھتے اور فرمایا کرتے کہ اگر مسلمانوں کے ساتھ علمی بحثیں نہ کروں اور رات میں تہجد نہ پڑھ سکوں تو اس دنیا میں رہنا مجھے قطعاً پسند نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ علم کی تلاش والے کے لئے یہ مناسب نہیں کہ رات دن علم ہی کا مطالعہ کرتا رہے، ہاں نیت درست ہو، اس کے شہر اور پورے علاقے میں اس جیسا اور کوئی نہ ہو تو حرج نہیں لیکن اگر اس کے دل میں حکمرانی، دنیا کی خواہش ہو یا کوئی اور عالم اس کی جگہ علم پھیلانے لگے تو جس عبادت میں نیت درست رہ سکے، وہ کرنی بہتر ہے کیونکہ آگے ذکر ہونے والے عہدوں میں جلد آ رہا ہے کہ علم پر عمل کرنے والے کاموں میں اس وقت بندے کی توبہ اور استغفار بھی شمار ہوتا ہے جب وہ گناہوں میں گھر جائے کیونکہ اگر اسے علم ہی نہ ہو تو وہ گناہ کی پہچان ہی نہیں رکھ سکتا اور نہ ہی اس سے توبہ کر سکتا ہے۔ اس بات میں خوب غور کرو۔

حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علم کی تلاش کرنے والا جنگجو کی طرح ہوتا ہے اور جب وہ زندگی بھر لڑائی کے گر ہی سیکھتا رہے تو لڑ کیسے سکتا ہے؟ چنانچہ عقلمندی یہ ہے کہ اگر انسان علم میں آ جانے والی ہر چیز پر عمل کرتا ہے اور علم کا محتاج ہوتا ہے تو اس بات کو ان تمام عبادتوں سے اعلیٰ درجہ دے جنہیں پہلے کر لینے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے حکم نہیں فرمایا اور جب اسے علم کی پرواہ نہیں اور اس کا علم اس کی ضرورت سے زیادہ ہے تو دوسرے عالم کو اپنے آپ سے زیادہ اہمیت دے جیسے پہلے علماء کیا کرتے تھے چنانچہ ہر شخص کے لئے علم اور اس پر عمل لازم ہے لیکن ان دونوں میں سے ایک میں مصروف ہو جانا ایک خامی ہے۔

یہ بات یاد رکھئے کہ علم کی فضیلت اور اس کی تعلیم کے بارے میں جو کچھ بھی بتایا گیا ہے، وہ سب کچھ ان لوگوں کے بارے میں ہے جو اسے حاصل کرتے ہیں لہٰذا اس بارے میں غلطی نہ کھاؤ کیونکہ تنقید کرنے والا دیکھ رہا ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں جھگڑالو لوگوں سے ہماری بڑی بحث ہو چکی ہے کیونکہ وہ علمی دعویٰ کرتے ہوئے اور علم کے مطابق عمل نہ کرتے ہوئے، اپنے علم اور جھگڑے کی بنا پر اپنے آپ کو عظیم جانتے ہوئے رات دن کتوں کی طرح دنیا پر گرتے ہیں، وہ علم کی فضیلت پر تو دلیلیں دیتے ہیں لیکن ان حدیثوں کو یکسر بھول جاتے ہیں جو ایسے شخص کی برائی بتاتی ہیں جو اپنے عمل کے مطابق عمل نہ کرے حالانکہ یہ سراسر اپنے آپ کو دھوکا دینا بنتا ہے، قرآن کریم میں آتا ہے

هَآ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا فَمَنْ یُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَمْ مَّنْ یَّكُوْنُ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا (سورۂ نساء ۱۰۹)

"سنتے ہو یہ جو تم ہو دنیا کی زندگی میں تو ان کی طرف سے جھگڑے تو ان کی طرف سے کون جھگڑے گا اللہ سے، قیامت کے دن یا کون ان کا وکیل ہو گا؟"

لہٰذا اے بھائی! کسی ایسے شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دو جو تمہیں ان تکبر کے کاموں، اندھیروں اور دعووں سے نکالے اور تم اپنی عملی کوتاہیوں پر رونے لگو اور آخر کار رونے کی وجہ سے تمہارے چہرے پر دو سیاہ لکیریں دکھائی دینے لگیں لیکن اگر تم ہمارے بتائے طریقے کے مطابق نہیں چلو گے تو آخرت میں دیر تک تمہیں مشکل پیش آئے گی، دنیا حاصل کرنے میں زوروں سے لگے رہنا ایک گھاٹا ہے جس پر افسوس ہو گا۔

میں نے سیدی علی خواص رحمہ اللہ کو اس حدیث کا مفہوم بتاتے سنا تھا "اللہ تعالیٰ اس دین کو گنہگار کے ذریعہ بھی طاقت دے گا۔" وہ فرماتے ہیں اس کا معنیٰ یہ ہے کہ لوگ گنہگار شخص کے علم، تعلیم فتویٰ دینے اور پڑھانے سے فائدہ حاصل کریں گے، وہ شخص دیکھنے میں تو عمل کرنے والے علماء کی طرح دکھائی دینے لگے گا لیکن اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل کرے گا کیونکہ اس میں خلوص نہیں ہو گا جیسے پہلے بتایا جا چکا ہے۔ اللہ ہم پر مہربانی فرمائے، میری یہ بات یاد رکھو، اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت نصیب فرمائے۔

حضرت امام بخاری و مسلم وغیرہ نے ایک مرفوع حدیث لکھی ہے کہ "جسے اللہ تعالیٰ ایک اچھا انسان بنانا چاہتا ہے، اسے دین کی سمجھ دے دیتا ہے اور اسے سیدھی راہ سجھا دیتا ہے۔"

❁ ایک اور روایت میں اس فرمان کے بعد آیت کے یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ ''اللہ سے صرف علماء ہی ڈرا کرتے ہیں۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''ساری عبادتوں میں سب سے زیادہ درجہ شریعت کا ہے اور دین میں سب سے بہترین چیز تقویٰ ہے۔''

❁ حضرت بزار اور طبرانی نے یوں لکھا ہے ''علم کا درجہ عبادت سے بڑھ کر ہوتا ہے اور دین میں بہتر چیز پرہیزگاری ہوتی ہے۔''

❁ حضرت طبرانی لکھتے ہیں ''کم علم ہونا زیادہ عبادت سے بہتر ہوتا ہے اور جب انسان اللہ کی عبادت کرے تو اسے شریعت کا پتہ ہو اور جب وہ اپنی رائے میں اکڑ دکھائے تو جہالت کے لئے یہی بات کافی ہے۔''

❁ حضرت امام مسلم، ابو داؤد، ترمذی اور نسائی وغیرہ نے لکھا ہے ''جو ایسے کام کرے کہ ان کے ذریعے علم سیکھ رہا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے لئے جنت کو جانا آسان فرما دیتا ہے۔''

طالب علم کے لئے فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں

امام ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ لکھتے ہیں کہ ''ایک طالب علم سے خوش ہو کر فرشتے اس کے لئے اپنے پر بچھا دیا کرتے ہیں۔ ایک عالم کے لئے آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز بخشش کی دعا کرتی ہے۔ پانی میں رہنے والی مچھلیاں تک اس کی بخشش کی دعائیں کرتی ہیں۔ عبادت گذار کے مقابلے میں عالم کا مرتبہ یوں بڑھ کر ہوتا ہے جیسے چاند، دوسرے ستاروں سے بڑھ کر مرتبہ رکھتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے وارث صرف علماء ہی ہوتے ہیں، انبیاء کا مال وراثت دینار و درہم نہیں ہوتے بلکہ علم ہوتا ہے اور جو اسے حاصل کر لیتا ہے تو گویا اس نے بہت کچھ لے لیا۔''

ابن ماجہ وغیرہ لکھتے ہیں ''علم حاصل کرنا، ہر مسلمان کے لئے لازم قرار دیا گیا ہے اور جو شخص نالائق لوگوں کو علم پڑھاتا ہے، وہ یوں ہوتا ہے جیسے کوئی خنزیر کو جواہرات، موتی اور سونا پہنا رہا ہوتا ہے۔''

امام طبرانی لکھتے ہیں ''جسے علم پڑھتے پڑھاتے موت آ جائے تو اللہ کے ہاں جاتے وقت انبیاء اور اس کے درمیان صرف نبوت کے درجہ کا فرق رہ جاتا ہے۔''

حضرت ابن ماجہ کے مطابق حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ''صبح ہوتے ہی اگر تم قرآن کی ایک آیت سیکھ لو تو یہ تمہارے لئے سو نفل پڑھنے سے زیادہ بہتر ہوگی اور اگر علم کا ایک حصہ سیکھ لو، پھر خواہ اس پر عمل کر سکو یا نہ کر سکو تو یہ تمہارے لئے ہزار نفل پڑھنے سے زیادہ بہتر ہے۔''

حضرت خطیب بغدادی نے لکھا ہے کہ ''علم دو طرح کا ہوتا ہے، ایک تو دل میں ہوتا ہے او یہ بہت مفید ہوتا ہے اور ایک زبان پر ہوتا ہے اور لوگوں پر اللہ کی طرف سے دلیل بنتا ہے۔''

حضرت دیلمی نے اپنی مسند میں ابو عبدالرحمٰن سلمی سے تصوف کی اربعین میں اور امام ترمذی نے نوادر الاصول میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ایک ایسا علم بھی ہوتا ہے جو خزانے کی طرح پوشیدہ ہوتا ہے، اسے صرف وہی لوگ جانتے ہیں جو اللہ کو جانتے ہیں اور جب وہ اسے زبان پر لاتے ہیں تو اس کا انکار وہی لوگ کرتے ہیں جو اللہ کے بارے میں پورا علم نہیں رکھتے اور دھوکے میں ہوتے ہیں۔''

اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں۔ واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 5

علم کے لئے سفر کرنا

رسول اکرم ﷺ کی طرف سے ہمیں ہدایت دی گئی ہے کہ اگر ہمیں اپنے شہر میں شریعت کا علم سکھانے والا کوئی نہ مل سکے تو ہم ایسے شہر کی طرف سفر کریں جہاں علم موجود ہو اور ایسے وقت میں یہ ہجرت ہمارے لئے لازم ہوتی ہے کیونکہ جس چیز کے بغیر کوئی واجب کام پورا نہیں ہوتا، وہ واجب اور لازم ہو جاتی ہے۔

آپ کی اس ہدایت سے بہت لوگ ناواقف ہیں اور جاہل ہی مر چکے ہیں حالانکہ لوگ ان کے شہر میں ہوتے ہیں اور اکثر ہمسائے ہوتے ہیں۔

علماء کرام فرماتے ہیں کہ جسے وضو اور نماز وغیرہ کا طریقہ نہیں آتا تو خواہ وہ صحیح بھی کر لے لیکن اس کی عبادت صحیح نہیں ہوتی چنانچہ اس حدیث سے بھی بات ثابت ہوتی ہے کہ ''جس عمل کے بارے میں ہمارا حکم نہیں، اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔'' چنانچہ جو شخص صرف لوگوں کو دیکھ کر نماز پڑھے، نکاح کرے، خرید و فروخت کرے، روزہ رکھے اور حج کرے تو اس کی یہ عبادت بیکار شمار ہوگی اور جب منکر نکیر فرشتے قبر میں اس سے اس کے دین اور نبی ﷺ کے بارے میں پوچھیں گے تو شک والا یہ شخص سوچتا ہی رہ جائے گا اور کہے گا کہ مجھے تو پتہ ہی نہیں، میں تو لوگوں سے سن سنا کر کہہ دیا کرتا تھا چنانچہ دونوں فرشتے اسے ایسے ہتھوڑے سے ماریں گے کہ اگر اسے پہاڑ پر مار دیا جائے تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائے جیسے روایت میں آتا ہے ''اے بندے! تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ صاحبِ شریعت ﷺ نے تمہارے لئے عبادتوں کے مرتبوں کی پہچان لازم کر رکھی ہے اور تمہارے لئے صرف اتنا کافی نہیں کہ پہچان کے بغیر تم لوگوں کو دیکھ کر وہ کام شروع کر دو کیونکہ سیدھی راہ کی ہدایت اللہ کی مرضی ہی سے مل سکتی ہے۔'' چنانچہ اس سے پہلے مسلم شریف کی یہ حدیث گزر چکی ہے کہ ''جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے کسی راہ پر چلے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کو جانا آسان کر دیتا ہے۔''

حضرت ابن ماجہ لکھتے ہیں ''جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے گھر سے نکل کھڑا ہو تو فرشتے اس کے اس کام پر خوش

ہو کر اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔"

حضرت طبرانی لکھتے ہیں "جو شخص صرف اس لئے مسجد کو جائے کہ کوئی بھلائی سیکھے یا سکھائے تو اسے ایسا اجر وثواب ملے گا جیسے مکمل حج کرنے والے کو ملتا ہے۔"

اس بارے میں اور بھی بہت سی حدیثیں ملتی ہیں۔ واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 6

حدیث سننے پر شوق دلانا

رسول اکرم ﷺ کی خواہش ہے کہ ہم لوگوں سے مختصر سی حدیثیں بھی سن لیں تو انہیں ان شہروں تک پہنچائیں جہاں کوئی حدیث پہنچ نہیں سکی اور یہ کام حدیث کی کتابیں لکھ کر اور پھر انہیں اسلامی شہروں تک پہنچانے ہی سے کیا جا سکتا ہے چنانچہ میں نے بھی ایک تفصیلی کتاب لکھی تھی جس میں سب مذہبوں کے دلائل تھے اور اسے اس وقت تکرور کے شہروں کی طرف کسی طالب علم کے ہاتھ بھیجا جب طلبہ نے بتایا کہ وہاں کے لوگوں کے پاس کوئی کتاب پہنچ نہیں سکی، ان کے پاس صرف مالکی حضرات کی کتابیں ہیں، علاوہ ازیں ایک اور نسخہ مغرب کی طرف بھیجا اور یہ سب کچھ حضور ﷺ سے محبت اور آپ کی خوشی کے لئے کیا تھا۔

حضرت سفیان ثوری، ابن عیینہ اور عبداللہ بن سنان فرماتے ہیں کہ اگر ہم میں سے کوئی قاضی ہوتا تو ہم ایسے فقیہ کو کھجور کی چھڑی سے مارتے جو حدیث نہیں سیکھتا اور ایسے حدیث پڑھنے پڑھانے والے کو بھی مارتے جو فقہ کا علم حاصل نہیں کرتا۔

حدیث لکھنے اور سنانے کے فائدے

حدیث کی کتاب لکھنے اور اسے لوگوں کو سنانے میں بڑے فائدے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ یوں شریعت کے دلائل ختم نہیں ہوتے کیونکہ خدا نہ کرے اگر لوگ ساری دلیلیں بھلا چکے ہوں تو اپنے مخالفوں کے ہاں اپنی شریعت کی مدد کرنے سے عاجز آ جائیں گے اور ان کے لئے صرف اتنا کہہ دینا کافی نہیں ہوگا کہ ہمارے باپ دادا یونہی کرتے تھے، وہ کونسی چیز ہے جو ایک فقیہ شخص کو ایسا محدث بننے سے روکتی ہو جو فقہ کے ہر قسم کے مسائل کی دلیلیں پہچانتا ہو، انہی فائدوں میں سے ایک یہ ہے کہ ہر حدیث پڑھتے وقت رسول اللہ ﷺ پر نئے سرے سے درود وسلام پڑھے گا اور یونہی صحابہ وتابعین

راویوں پر اب تک ہر موقع پر رضی اللہ عنہ اور رحمہ اللہ تعالیٰ کہا جا رہا ہے اور ایک بڑا فائدہ انہی میں سے ایسے شخص کے لئے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اس دعاء کا حاصل کرنا ہے جو آپ کا کلام آپ کی امت کی طرف پہنچا رہا ہے (دعا یہ ہے) ''اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ہمیشہ خوش رکھے جو میری بات سن کر اسے محفوظ کر لے اور پھر جیسے سنی تھی، ویسے ہی آگے پہنچا دے۔'' جبکہ رسول اللہ ﷺ کی یہ دعا چند کے علاوہ بلاشک وشبہ قبول ہو چکی ہے جیسے آپ نے جب یہ دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ میری امت کا آپسی جھگڑا ختم فرما دے تو یہ دعا قبول نہیں ہوئی۔

اس حدیث میں جو یوں فرمایا گیا ہے کہ حدیث کو جیسے سنا تھا، ویسے ہی آگے بیان کرے تو اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ دعاء ایسے شخص کے لئے ہے جو آپ کی حدیث کو سنے ہوئے حرف بحرف بیان کرے، اس کا معنیٰ بیان نہ کرے کیونکہ ایسی صورت میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسے کوئی بھی فائدہ نہ ہو اور یہی وجہ ہے کہ کچھ علماء نے حدیث کا معنیٰ بیان کرنے کو پسند نہیں کیا اور کچھ حضرات نے تو اسے حرام کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ بخشش و رحم فرمائے۔

ابو داؤد، ترمذی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں یہ الفاظ لکھے ہیں۔ ''اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو خوش وخرم رکھے۔'' ابن حبان نے اس کی جگہ یوں لکھا ہے ''اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر رحم فرمائے جو ہم سے کچھ سن کر اسے ویسے کا ویسا آگے بتائے کیونکہ بسا اوقات آگے بتانے والا خود سننے والے سے (الفاظ حدیث کو) زیادہ محفوظ کر لیتا ہے۔''

خوش وخرم رہنے کی دعا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے حسین بنائے، اس میں اچھی عادتیں پیدا فرمائے اور اسے پسندیدہ کام کرنے کی توفیق دے، اس کے علاوہ اور معنیٰ بھی بتایا گیا ہے۔

طبرانی کی روایت میں آگے یہ الفاظ ملتے ہیں ''فقہ کے مسائل جاننے والے کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو فقیہ نہیں ہوا کرتے اور بہت سے علم فقہ والے اپنے سے مسائل اپنے سے بڑھ کر فقیہ کے پاس لے جاتے ہیں۔''

طبرانی ہی کی مرفوع روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''الٰہی! میرے خلفاء کو بلند مرتبے عطا فرما!'' اس پر آپ کے صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! آپ کے خلفاء کون ہوں گے؟ اس پر فرمایا یہ وہ لوگ ہوں گے جو میرے بعد آئیں گے جو میری حدیثوں کو روایت کرتے ہوئے انہیں لوگوں کو سکھا دیں گے۔''

حضرت حافظ عبد العظیم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ فائدہ مند علم لکھنے والے کو اس کا اجر ملتا ہے اور اس کا بھی اجر ملتا ہے جو اسے پڑھتا یا لکھتا ہے یا اس کے بعد اس پر عمل کرتا ہے اور یہ اس وقت ملتا ہے جب تک اس کا لکھا باقی رہے اور اس پر عمل ہوتا رہے کیونکہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ جب کوئی آدمی فوت ہو جاتا ہے تو تین باتوں کے علاوہ اس کا عمل رک جاتا ہے، جاری رہنے والا صدقہ اور وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے (الحدیث) رہا غیر فائدہ مند علم جو بندے کو گناہ میں مبتلا کرتا ہے تو اس پر ایسے علم کا بوجھ ہوتا ہے اور اس کا بھی جو اسے پڑھتے ہیں یا لکھتے ہیں یا اس کے بعد اس پر عمل کرتے ہیں جب تک اس کا اثر باقی ہے اور اس پر عمل ہو رہا ہے جیسے اس بارے میں یہ حدیث ملتی ہے کہ ''جو شخص کوئی بری رسم ڈالے تو اس کا بھی اس پر بوجھ ہو گا اور ان کی طرف سے بھی بوجھ ہو گا جو اس بری رسم پر عمل کریں گے۔'' جیسے جادو، ہندوؤں اور جابر مبدل وغیرہ کا علم ہوتا ہے جس سے ایسے شخص کو دنیا و آخرت میں نقصان ہو گا۔

حضرت طبرانی وغیرہ نے یہ حدیث لکھی ہے کہ ''جو شخص کسی کتاب میں میرا نام لکھا دیکھ کر مجھ پر درود پڑھے تو جب تک میرا نام اس کتاب میں لکھا رہے گا، فرشتے اس کی بخشش کے لئے دعائیں کرتے رہیں گے۔''

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 7

علماء کی خدمت میں رہنا

رسول اکرم ﷺ کی خواہش ہے کہ خود عالم ہو کر بھی علماء کی محفلوں میں بیٹھنے سے نہ کترائیں کیونکہ یوں بھی ہوتا ہے کہ انہیں اللہ نے وہ علم دیا ہوتا ہے جو ہمیں نہیں دیا۔

آپ کی یہ خواہش ایسی ہے کہ اکثر فقیہ اور صوفیہ اس پر عمل نہیں کیا کرتے اور وہ یوں دعویٰ کرتے دیکھے جاتے ہیں کہ ان جیسا علم تو ہر شخص کے پاس ہے بلکہ جب میں نے ان میں سے ایک کو علماء کے ہاں حاضر نہ ہونے پر برا بھلا کہا تو اس نے کہا بخدا اگر مجھے پتہ چل جائے کہ مصر میں کسی کے پاس مجھ سے زیادہ علم ہے تو میں اس کی جوتیاں اٹھانے کو تیار ہوں لیکن اللہ کے فضل سے ہمیں اللہ نے اتنا دے رکھا ہے جس کے ہوتے ہوئے ہمیں کسی اور کی ضرورت نہیں۔'' لیکن حدیث کے واضح حکم کے مطابق یہ اس کی جہالت ہے جیسے رسول اکرم ﷺ نے آگے فرمایا ہے ''جو شخص یہ کہے کہ میں عالم ہوں، دراصل وہ جاہل ہوتا ہے۔'' اس سلسلے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ واقعہ میں دیکھنے والوں کے لئے کافی ثبوت موجود ہے لہٰذا اے میرے بھائی! تھوڑا سا وقت علماء کے پاس گزارا کرو اور غنیمت سمجھ کر ان سے عمدہ باتیں حاصل کیا کرو، اس سلسلے میں غفلت نہ کرو ورنہ یوں تم اپنے دور والے تمام علماء کی برکتوں سے محروم ہو جاؤ گے کیونکہ تمہارے ذہن میں یہ رہے گا کہ تم ان سے اعلیٰ یا ان کے برابر کے مرتبے والے ہو۔

یاد رہے کہ علم وغیرہ جیسی اللہ کی مددیں پانی جیسی ہوتی ہیں اور پانی نچلی جگہوں پر چلا کرتا ہے۔ چنانچہ جو شخص اپنے دور والوں سے اپنے آپ کو بلند مرتبہ سمجھتا ہے تو اسے ان کی طرف سے مدد نہیں پہنچ سکتی اور جو اپنے آپ کو ان کے برابر سمجھتا ہے تو ان کی مدد دو حوضوں کی طرح اس سے دور کھڑی رہتی ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ تمام قسم کی بھلائی اس وقت مل سکتی ہے جب انسان یہ دیکھے کہ وہ ہر مسلمان سے نچلے درجے پر ہے تا کہ ان کی طرف سے اس کے پاس مدد اتر سکے جیسے مشائخ کی وصیتوں کو بیان کرتے ہوئے ابتداء ہی میں ہم بیان کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بڑا علیم وحکیم ہے۔

حضرت طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ حدیث لکھی ہے کہ ''جب تم جنت کی کیاریوں کے قریب سے گزرنے لگو تو ان میں سے کچھ نہ کچھ کھایا کرو۔ صحابہ کرام نے پوچھا کہ یارسول اللہ! یہ جنت کی کیاریاں کیا ہوتی ہیں؟ آپ نے فرمایا ''علم والی محفلیں۔''

طبرانی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا تھا کہ اے بیٹے! علماء کی محفل میں ضرور بیٹھا کرو اور دانا لوگوں کی باتیں سنا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ مردہ دل کو دانائی کے نور سے یوں زندہ کر دیتا ہے جیسے موسلا دھار بارش بے آباد زمین کو آباد کر دیتی ہے۔

حضرت ابو یعلیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ روایت لکھی ہے ''یا رسول اللہ! ہمارا کون سا ہم مجلس بہتر ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا جسے دیکھ کر تمہیں خدا یاد آ جائے، وہ بولے تو تمہارے علم میں اضافہ ہو اور اس کے علم کی وجہ سے تمہیں اپنی آخرت یاد آ جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 8

علماء کی عزت کرنا

ہمارے بارے میں رسول اکرم ﷺ کی خواہش یہ ہے کہ ہم علماء کی عزت اور قدر دانی کریں، ان کا احترام کیا کریں اور اپنا سب کچھ انہیں دے کر یا پھر ساری عمر ان کی خدمت کر کے بھی ان سے برابری کا دعویٰ نہ کریں۔

رسول اکرم ﷺ کی یہ خواہش ایسی ہے کہ اکثر علم حاصل کرنے والوں میں موجود نہیں اور نہ ہی اب صوفیہ کے طریقے میں مریدوں کے اندر پائی جاتی ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ان میں سے کوئی ایک بھی اپنے استاد کا حق ادا نہیں کر رہا اور یہ بات دین میں ایک بڑی بیماری ہے جس سے پتہ چل رہا ہے کہ ہم علم کی توہین کر رہے ہیں اور علم والوں کی عزت نہیں کرتے چنانچہ کوئی تو اپنے شیخ پر فخر کرتا نظر آتا ہے کہ اس کا شیخ اس کا لحاظ کرتا، اس کے بارے میں نرمی سے کام لیتا ہے اور اس کے بارے میں خاموشی اختیار کرتا ہے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

ہمیں پتہ چلا ہے کہ ایک دن حضرت امام نووی کو ان کے شیخ کمال اربلی رحمہ اللہ نے اپنے ہمراہ کھانا کھانے کے لئے بلایا تو انہوں نے کہا کہ اے شیخ! مجھے اس بارے میں معذور جانئے کیونکہ میرے پاس ایک شرعی بہانہ موجود ہے۔ چنانچہ وہ حاضر نہ ہوئے۔ اس پر کسی مسلمان بھائی نے پوچھا کہ وہ بہانہ کیا ہے؟ تو امام نووی نے کہا مجھے اس بات کا اندیشہ تھا کہ میرے شیخ مجھ سے پہلے ایک لقمہ کھانا چاہیں تو کہیں بے علمی میں ان سے پہلے اسے میں نہ کھا لوں۔

پھر امام نووی جب سبق پڑھنے کے لئے اپنے شیخ کے ہاں حاضری کا ارادہ کرتے تو راستے میں جاتے ہوئے کچھ نہ کچھ صدقہ کرتے اور دعا کرتے کہ اے اللہ! میرے شیخ کی کوتاہیاں مجھے نہ دکھا اور مجھے ان کی خامیاں نہ دکھایا کر اور نہ ہی کوئی مجھے ان کا عیب بتایا کرے۔

اے بھائی! یہ بھی یاد رکھو کہ تمہارا اپنے شیخ کے فائدوں سے محروم رہ جانا بھی ایک پریشانی ہے اور وہ یوں کہ یا تو وہ

فائدے تمہارے بغض کی وجہ سے تمہیں دکھائی نہ دیں گے اور یا یوں کہ شیخ کی زبان سے تمہارے لئے معنے بیان نہ ہوسکیں گے جس کی بناء پر تم اس کے کلام سے وہ کچھ حاصل نہیں کرسکو گے جس پر بھروسہ کرسکو اور یہ بات تمہارے لئے سزا ہوگی اور جب اس کے پاس کوئی ادب کرنے والا شخص آجائے تو وہ سچائی اور ادب کا موقع ہوگا لہٰذا اس کی زبان چل پڑے گی جس سے پتہ چلا کہ مرید اپنے شیخ کو عزت واحترام اور عاجزی سے بلایا کرے اور اپنی آنکھیں یوں جھکائے رکھے جیسے بادشاہوں سے گفتگو کی جاتی ہے اور نہ ہی کسی دوسرے موقع پر شیخ سے حاصل کئے ہوئے علم کے بارے میں اس سے بحث کرے، ہاں سمجھنے کے لئے ایسا کرسکتا ہے چنانچہ ایسے موقع پر یوں کہا کرے کہ اے میرے آقا! فلاں مسئلے کے بارے آپ نے جو کچھ بیان کیا تھا، وہ آج والے بیان کے خلاف معلوم ہوتا ہے چنانچہ ان دونوں میں سے آپ جسے بھروسہ والا سمجھتے ہیں ہم اسے یاد رکھیں؟ یعنی اسی قسم کے ادب والے الفاظ بولا کرے۔

ایک ادب یہ بھی ہے کہ اپنے شیخ کی بیوی سے نکاح نہ کرے خواہ وہ ان کی زندگی میں طلاق پا چکی ہو یا ان کی وفات ہوچکی ہو، نہ ہی اس کے لئے یہ مناسب ہے کہ اپنے شیخ کے وظیفے اور تنہائی والے مقام کو اپنائے، ان کی زندگی تو کجا ان کی وفات کے بعد بھی ان کے گھر میں رہنے کی کوشش نہ کرے، ہاں شرعی طور پر ضروری ہو تو حرج نہیں لیکن اس میں اپنے شیخ کا ادب پیش نظر رکھے یوں یہ بھی مناسب نہیں کہ شیخ کی اولاد تو کجا، پیر بھائیوں اور ان کے ہمسائیوں سے بھی بے تعلقی نہ کرلے کیونکہ علم کی تلاش کرنے والے ہر شخص پر لازم ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو ہر ایسی چیز سے بچائے جو شیخ کی موجودگی یا عدم موجودگی میں اسے بری لگے۔

یہی بات ہم نے بیع کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کی ہدایت کے موقع پر بیان کی ہے لہٰذا وہاں سے دیکھئے اور یوں مشائخ کو ہدایت کے موقع پر بھی ہم نے تفصیل سے اسے بیان کیا ہے۔ واللہ عزیز حکیم چنانچہ حضرت امام بخاری روایت لکھتے ہیں کہ ”جب رسول اللہ ﷺ احد کے دو دو شہیدوں کو قبروں میں اکٹھا دفن کررہے تھے تو پوچھتے تھے کہ ان دونوں حضرات میں سے قرآن پر کون زیادہ عمل کرتا تھا؟ اور جب کسی ایک کے بارے میں بتایا جاتا تو پہلے اسے لحد میں اتارتے۔“

قرآن پر عمل کا مطلب

میں وضاحت کرتا ہوں کہ قرآن پر زیادہ عمل کرنے سے مراد راتوں کے نوافل اور روکے ہوئے کاموں سے پرہیز وغیرہ ہے۔

طبرانی اور حاکم نے یہ حدیث لکھی ہے کہ ”برکت تمہارے بڑوں کے ساتھ ہوتی ہے۔“

امام احمد، ترمذی اور ابن حبان نے یہ روایت لکھی ہے ”ایسا شخص ہم میں سے نہیں گنا جائے گا جو بڑوں کی عزت نہیں کرتا اور چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا۔“

نیز امام احمد، طبرانی اور حاکم نے یہ روایت لکھی ہے ”وہ شخص میرا امتی کہلانے کا حقدار نہیں جو ہم میں سے بڑوں کا احترام نہیں کرتا، چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور ہمارے عالم کا حق نہیں پہچانتا۔“

طبرانی نے یہ روایت لکھی ہے ”جن سے کچھ سیکھتے ہو، ان کے سامنے عاجزی دکھایا کرو۔“

طبرانی ہی نے لکھا ہے ”تین ایسے شخص ہیں کہ جنہیں صرف منافق ہی حقیر سمجھے گا، ایک وہ جسے اسلامی دور میں بڑھاپا آیا، علم والا اور انصاف کرنے والا بادشاہ۔“

امام احمد اور طبرانی نے بتایا کہ حضرت عبداللہ بن بشیر رضی اللہ عنہ نے کہا ”میں نے ایک عرصے سے یہ حدیث سنی ہوئی ہے کہ جب تم بیس، اس سے کم یا اس سے زیادہ لوگوں میں موجود ہو، ان کے چہروں سے پرکھو تو ان میں سے ایسا کوئی دکھائی نہ دے جسے دیکھ کر اللہ سے خوف پیدا ہو تو جان لو کہ دین اسلام میں کمزوری آ گئی ہے۔“

امام طبرانی نے یہ حدیث لکھی ہے ”مجھے اپنی امت کے بارے میں تین چیزوں کا خوف رہتا ہے اور پھر ان میں سے ایک یہ بتائی کہ وہ علم والے کو دیکھ کر اس سے کچھ حاصل نہیں کریں گے اور نہ ہی اس سے کچھ پوچھا کریں گے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 9

علم کے مطابق عمل کرنا

رسول اکرم ﷺ ہمارے بارے میں یہ چاہتے ہیں کہ جب ہم اپنے علم کے مطابق عمل نہ کر رہے ہوں تو لوگوں کو ایسے مسلمان شخص کی طرف رہنمائی کریں جو اس پر عمل کرتا ہو اگرچہ وہ ہماری ضرورتیں پوری نہ کرتا ہو کیونکہ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ علم تو ان کے پاس ہوتا ہے لیکن وہ اس پر عمل نہیں کرتے، کچھ ایسے ہوتے ہیں جن کے پاس علم وعمل دونوں ہوتے ہیں اور کچھ ایسے ہوتے ہیں کہ جن کے پاس نہ علم ہوتا ہے اور نہ عمل جیسے کوئی عام آدمی۔

میں نے سیدی علی خواص رحمہ اللہ کو فرماتے سنا تھا جو شخص اپنے علم پر عمل نہیں کرتا تو لوگوں پر لازم ہے کہ اسے اور ایسے شخص کو سکھائیں جس کے عمل کرنے کی امید ہو۔

ایک اور مرتبہ میں نے آپ سے سنا تھا، فرمایا یہاں ایسا کوئی عالم نہیں جو عقلمند ہوتے ہوئے اپنے علم کے مطابق کسی بھی طریقے پر عمل نہ کرتا ہو اور وہ یوں کہ اگر وہ شریعت کے حکموں پر عمل کرے لیکن روکی ہوئی چیزوں سے گریز کرے تو گویا یقیناً وہ اپنے علم پر عمل کر رہا ہوتا ہے جبکہ دل میں خلوص ہو اور اگر وہ اپنے علم کے مطابق ویسے عمل نہ کرے جیسے ہم نے بتایا تو علم کے ذریعے پتہ چل جائے گا کہ اس نے حکم خدا کی مخالفت کی ہے چنانچہ وہ توبہ کرے اور شرمندہ ہو تو پھر بھی وہ اپنے علم پر عمل کرنے والا شمار ہوگا کیونکہ اگر اسے علم نہ ہوتا تو ہدایت حاصل نہ کرتا کہ علم پر عمل چھوڑ دینا گناہ ہے لہٰذا علم ہر حال میں فائدہ مند ہوتا ہے اور جو یہ کہا گیا ہے کہ اپنے علم کے مطابق عمل نہ کرنے والے کو سزا ملے گی تو اس سے مراد وہ شخص ہوگا جو

اپنے گناہوں سے توبہ نہ کر سکا۔ یہ بڑی نفیس بات ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کے اپنے علم پر عمل کرنے میں یہ شرط نہیں ہوتی کہ وہ گناہ میں نہ پڑ سکے جیسے عام طور پر ذہن میں آتا ہے، شرط صرف یہ ہوتی ہے کہ وہ گناہ پر ڈٹا نہ رہے یا ڈٹے رہنے پر اڑ نہ جائے۔

ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے یہ حدیث لکھی ہے ''انسان کے مرنے کے بعد مومن کو اس کے علم، عمل اور نیکیوں میں سے صرف وہ علم پہنچتا ہے جسے اس نے پڑھایا اور لوگوں میں پھیلا دیا۔''

امام مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے یہ حدیث لکھی ہے ''جو شخص کسی بھلے کام کی راہنمائی کرے تو اسے اس پر عمل کرنے والے جتنا ثواب ہوگا (یا فرمایا عمل کرنے والے جتنا ملتا ہے)۔''

بزار اور طبرانی نے یہ روایت لکھی ہے کہ ''بھلائی کا کام بتانے والا یوں ہوتا ہے جیسے خود اس نے وہ بھلائی کر لی۔''

امام مسلم وغیرہ نے یہ روایت لکھی ہے ''جو شخص صحیح اور ہدایت کا راستہ بتائے تو اسے ان لوگوں جتنا ثواب ملے گا جو اس پر عمل کریں گے، ان لوگوں کا ثواب گھٹایا نہ جائے گا۔''

امام حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ نے قُوْآ اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا (اپنے آپ اور گھر والوں کو جہنم سے بچاؤ) کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان لوگوں کو بھلائی کے کام سکھاؤ۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمبر 10

مسجدوں کا احترام کرنا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش ہے کہ ہم مسجدوں کا احترام کریں اور ان کی عزت اور اللہ کی عظمت و بزرگی کی بناء پر استنجاء خانوں کو چھوڑ کر ان کے دروازوں کے قریب پیشاب پاخانہ نہ کیا کریں۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ جس کے بارے میں اکثر وہ لوگ غفلت کرتے دیکھے جاتے ہیں جن کی دکانیں مسجدوں کے دروازوں کے قریب ہوتی ہیں، انہیں مسجد میں داخل ہونا اس وقت مشکل دکھائی دیتا ہے جب لوٹے وغیرہ مسجد کے اندر رکھے ہوتے ہیں کیونکہ مسجد میں داخل ہوتے وقت جوتے اتارنے پڑتے ہیں یا ان کا چکر وغیرہ لگانا پڑتا ہے۔ یہ کام نہایت برا ہوتا ہے، ایسے لوگوں کو سوچنا چاہئے کہ جب ان میں سے کوئی بادشاہ کے محل میں داخل ہونا چاہے تو بادشاہ اور اس کے خادموں کے خوف کی وجہ سے ان میں ہمت نہیں ہوتی کہ وہ اس کے دروازے کے قریب پیشاب کر سکیں حالانکہ اللہ سے خوف رکھنا تو اور زیادہ ضروری ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ تفصیل تیرھویں خواہشِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آ رہی ہے لہٰذا وہاں دیکھیں۔

حضرت سیدی علی الخواص رحمہ اللہ جب مسجد میں داخل ہونے کا ارادہ فرماتے تو مسجد کے باہر یا گھر ہی میں پاکیزگی کرلیا کرتے، وہ مسجد میں رکھے لوٹے سے وضو کرنے کے لئے مسجد میں بے وضو نہ جاتے کہ بے وضو وہاں جانے سے خوف کھاتے تھے اور جب مسجد میں داخل ہو جاتے تو نماز مکمل کرنے تک رعب کی وجہ سے کانپتے رہتے، پھر جلدی سے یہ کہتے ہوئے باہر آ جاتے کہ اس اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے مسجد سے بچا کر نکالا ہے۔ اس پر میں نے ان سے کہا کہ آپ لوگ تو اللہ کے فضل و کرم کی بنا پر مسجد کے اندر اور باہر اللہ کی حاضری ہی میں ہوتے ہیں۔ تو انہوں نے کہا اے بیٹے! مسجدوں میں ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ ہم سے کچھ ایسے آداب چاہتا ہے جو مسجد سے باہر نہیں چاہتا۔ تم حضور ﷺ کی طرف سب مسجد میں انگلیوں میں انگلیاں ٹھونسنے اور کنکروں کو اوپر نیچے کرنے والوں کو منع کرنے پر غور کرو تو جو میں نے کہا ہے، تمہاری سمجھ میں آ جائے گا کیونکہ صاحب شریعت ﷺ نے ہمیں مسجد کے باہر ایسا کرنے سے نہیں روکا۔

ایک دن حضرت شیخ علی خواص رحمہ اللہ نے ایک فقیر شخص کو دیکھا جو کھانے کی چیز لئے مسجد کے صحن میں پھر رہا تھا چنانچہ اسے جھڑکا اور اس بات سے منع فرما دیا اور فرمایا کہ لقمہ میں بچاؤ رکھنا تمہارے لئے احتیاط کا باعث ہے۔ یونہی ایک دن مسجد میں کوئی شخص آپ کی تعظیم کے لئے کھڑا ہوا تو اسے بھی سخت جھڑکا اور فرمایا کہ بندہ جب بارگاہ الٰہی میں بڑا بنتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کی تعظیم اور بڑائی میں سانجھا ہو کر شرمساری کی وجہ سے یوں پگھل جاتا ہے جیسے سیسہ پگھلا کرتا ہے۔

آپ جب مسجد میں داخل ہونے کے لئے آتے تو اکیلے داخل ہونے کی جرأت نہ کرتے بلکہ کسی کے آنے تک دروازے پر کھڑے رہتے اور اس کے اندر جانے پر اس کے پیچھے پیچھے اندر جاتے اور فرمایا کرتے کہ ''مسجدیں اللہ کی بارگاہ ہیں اور اللہ کی بارگاہ میں لوگوں سے پہلے بیٹھنا ان لوگوں کا کام ہے جو اللہ کے قریبی ہیں اور جن کی کوئی خطا نہیں ہوتی، ان کے اعضاء گناہوں سے لتھڑا نہیں کرتے اور گناہوں میں گرفتار ہوتے ہیں تو خالص دل سے یوں توبہ کرتے ہیں جیسے اولیاء کرام جن پر اس وقت سے اللہ کی مہربانی ہو چکی تھی جب کوئی شے موجود نہ تھی، وہ بڑی ولایت کے مالک تھے، انہوں نے باطنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی ہے اور گناہوں کے بدلے میں نیکیاں لکھ دی ہیں چنانچہ ان کے اعمالنامے میں کوئی بھی گناہ باقی نہیں رہ گیا ہوتا اور جب کچھ باقی رہا دیکھتے ہیں تو جان لیتے ہیں کہ ان کی توبہ میں نقص رہ گیا ہے جس کی وجہ سے ان کے گناہ نیکیوں سے نہیں بدلے کیونکہ اگر بدل جاتے تو ان کے وجود، ذہن اور خارج میں گناہ دکھائی نہ دیتے۔ پھر فرمایا کہ میں ایسے دونوں قسم کے لوگوں میں نہیں ہوں لہٰذا میرے لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ لوگوں سے پہلے مسجد میں چلا جاؤں۔'' واللہ غفور رحیم۔

ابو داؤد میں حضرت مکحول رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت ملتی ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا ''رسول اللہ ﷺ نے مسجدوں کے دروازوں کے قریب پیشاب کرنے سے روکا ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 11

مسلسل باوضو رہنا

رسول اکرم ﷺ یہ چاہتے ہیں کہ ہم گرمیوں اور سردیوں میں صرف اللہ کے حکم کو سامنے رکھتے ہوئے وضو میں ضرورت کا پانی بہایا کریں اور اس ثواب کو غنیمت جانیں جو سردیوں میں وضو کرنے کے بارے میں بتایا گیا ہے اور اس لئے بھی کہ عام طور پر گرمیوں میں سرد پانی سے وضو کرنے پر اعضاء کو چونکہ سکون ملتا ہے تو وضو کرنے والا دلی لذت کے لئے پانی بہاتا جاتا ہے حالانکہ مناسب یہ ہے ایسے کام کے لئے وضو کرنے والا ہوش سنبھالے اور صرف اللہ کے حکم پر وضو کرے، پانی سے اعضاء کو لذت دینا پیش نظر نہ رکھے چنانچہ یہی وہ راز ہے جس کی وجہ سے صاحب شریعت ﷺ نے ہمیں وضو کرنے کا حکم فرمایا ہے تاکہ انسان جب گرمیوں میں پانی سے لطف حاصل کرے اور یہ دعویٰ کرے کہ وہ اس میں خلوص والا ہے تو اپنے نفس سے کہہ سکے کہ یہ تو تمہاری لذت کے لئے ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ تم سردیوں میں وضو کرنے پر نفرت کیا کرتے ہو چنانچہ اگر تم گرمیوں کے موسم میں اللہ کے حکم پر وضو کرتے تو سردیوں میں وضو کرنا اس سے بھی بہتر جانتے کیونکہ اس نے اس پر تم سے زیادہ ثواب کا وعدہ کر رکھا ہے۔

شریعت کے بہت سے حکموں میں بندے کے ساتھ یہ معاملہ ہوتا رہتا ہے چنانچہ وہ عام عادت کے مطابق یہ احکام بجا لاتا ہے لیکن اللہ کا حکم سامنے نہیں رکھتا اور نہ اس کے ذہن میں ہوتا ہے کہ صاحب شریعت ﷺ اسے دیکھ رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ وہ اس بنیادی مقصد سے محروم ہو جاتا ہے جس کی بناء پر وہ عبادت شروع کی گئی تھی حالانکہ اصل غرض یہ ہے کہ انسان، صاحب شریعت ﷺ کے حکم مان کر اور ان کے روکے ہوئے کاموں سے ہٹ کر آپ کا ہم مجلس ہونے میں کامیاب ہو جائے اور جو شخص حضور اکرم ﷺ کی اس خواہش پر عمل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اس کے لئے نصیحت کرنے والے شیخ کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے بتائے کہ خالص اللہ کے لئے عمل کیسا ہوتا ہے اور نفسانی لذت والا کون سا؟ واللہ علیم حکیم۔

صحیح بخاری و مسلم کی سند کے علاوہ حضرت جبریل کی حدیث کی ایک اور سند ملتی ہے جس میں انہوں نے ایمان اور اسلام کے بارے میں پوچھا تھا جس میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ "تم جنابت (بیوی سے قرب کی پلیدی) پر غسل کیا کرو اور پورا وضو کیا کرو۔"

امام بخاری و مسلم نے یہ حدیث لکھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "قیامت کے دن لوگ میری امت کو وضو کے اثرات دیکھ کر چمکدار پیشانیوں اور سفید پاؤں والے کہیں گے لہٰذا تم میں سے کوئی شخص یہ سفیدی زیادہ کرنا چاہتا ہے تو اسے ایسا کرنا چاہئے۔"

حضرت حافظ عبدالعظیم منذری بتاتے ہیں کہا گیا ہے کہ حدیث میں فَمَنِ اسْتَطَاعَ کے الفاظ نبی کریم ﷺ کے نہیں بلکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے کلام سے شامل کئے گئے ہیں۔

حضرت ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں یہ حدیث لکھی ہے کہ ''مومن کے جسم پر کنگن وہاں پہنائے جائیں گے جہاں تک پاکیزگی کیا کرتا تھا۔'' دوسری روایت میں ہے کہ ''مسلمان کے جسم پر کنگن وہاں پہنایا جائے گا جہاں تک وہ وضو کرتا رہا۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وضو کرتے تو ان کا ہاتھ بغل تک پہنچ جایا کرتا۔

ابن ماجہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں لکھا ہے کہ صحابہ کرام نے رسول اکرم ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ! آپ نے ہر امتی کو دیکھا تو ہوگا نہیں تو اسے کیسے پہچان لیں گے؟ اس پر فرمایا ''وہ قیامت کے دن آئیں گے تو وضو کے اثرات کی وجہ سے ان کے چہرے اور پاؤں چمکتے ہوں گے جن میں سفیدی و سیاہی ہوگی۔''

حضرت امام احمد نے ''مبالیات'' میں حضرت حسن کی سند سے لکھا ہے کہ ''ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ! دوسری امتوں میں سے آپ اپنی امت کو کیسے پہچان لیں گے، وہاں تو حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر آپ کی امت تک لوگ ہوں گے؟ اس پر فرمایا کہ میری امت سفید پیشانی اور سفید پاؤں والے ہوں گے اور یہ نشانی کسی اور میں نہیں ہوگی۔ پھر فرمایا ''میں یوں بھی پہچان لوں گا کہ انہیں ان کے اعمالنامے دائیں ہاتھوں میں دیئے جائیں گے اور آگے آگے ان کے انوار دکھائی دیں گے۔''

حضرت امام مسلم اور مالک نے یہ روایت دی ہے کہ ''جب مسلمان بندہ (یا فرمایا مسلمان) وضو شروع کرتا ہے اور چہرہ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ اس کے چہرے سے ہر وہ گناہ دور ہو جاتا ہے جس کی طرف اس نے اپنی آنکھ سے دیکھا تھا اور جب ہاتھ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ یا (فرمایا) پانی کے آخری قطرے کے ساتھ اس کے ہاتھوں سے ہر وہ گناہ دور ہو جاتا ہے جسے اس کے ہاتھوں نے چھوا ہوگا اور جب اپنے پاؤں دھوتا ہے تو پانی کے قطروں یا (فرمایا) پانی کے آخری قطرے کے ساتھ اس کے سب گناہ نکل جاتے ہیں اور ہر وہ گناہ بھی نکل جاتا ہے جس کی طرف اس کے پاؤں چلے تھے اور یوں وہ سب گناہوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے۔''

امام مسلم وغیرہ نے یہ روایت لکھی ہے کہ ''جو شخص وضو کرتے وقت بہتر طریقے پر کرے تو اس کے جسم بلکہ ناخنوں کے نیچے تک سے گناہ نکل جاتے ہیں۔''

حضرت حاکم کی ایک روایت میں ہے ''جو شخص بھی وضو کرنا شروع کرے اور اچھی طرح سے کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے اس وقت سے لے کر اگلی نماز پڑھنے کے درمیانی وقت کے سب گناہ بخش دیتا ہے۔''

حضرت بزار کی روایت میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شدید سردی میں وضو کرتے تو فرماتے ''میں نے سنا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب بھی انسان وضو کرتا ہے تو اس کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔''

ابو یعلیٰ، بزار اور حاکم نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ''تنگی کے موقع پر وضو کرنا، مسجد کی طرف چل کر جانا اور نماز کے بعد دوسری نماز کا وقت ہونے کا انتظار کرنا، انسان کے سارے گناہوں کو دھو ڈالتا ہے۔''

طبرانی نے یہ روایت بتائی ہے ''جو شخص شدید سردی میں وضو کرے تو اسے دوہرا ثواب ملتا ہے۔''

امام احمد وغیرہ نے لکھا ہے ''جو شخص تین مرتبہ وضو کرتا ہے تو یہ میرا اور مجھ سے پہلے والے نبیوں کا وضو ہوگا۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 12

ہمیشہ باوضو رہنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے تھے کہ ہم ہمیشہ باوضو رہیں اور نیا نیا وضو کرتے رہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اترنے والی رحمتیں حاصل کر سکیں کیونکہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کا کرم رات دن ختم نہیں ہوا کرتا اور جس شخص کے دل کو اللہ تعالیٰ کھول دیتا ہے تو وہ ہمیشہ اپنے آپ کو اللہ کی بارگاہ میں دیکھتا ہے اور یہ وہ کام ہے جو بڑے بڑے علماء اور نیک لوگوں کو کرنا لازم ہے کیونکہ ظاہری اور باطنی علوم میں اللہ تعالیٰ کی طرف انعامات انہی پر اترتے رہتے ہیں جبکہ دوسرے لوگ اکثر اس بات سے غافل ہوتے ہیں۔

اپنے دور کے جن اولیاء حضرات کو میں نے اس مرتبہ پر دیکھا ہے، ان میں شیخ محمد بن عنان، شیخ داؤد اور شیخ محمد عدل شامل ہیں۔ پھر حکومت مصر کے اکابر میں امیر محی الدین بن ابو الاصبغ اور ان کے والد امیر یوسف شامل ہیں، ذمہ داروں میں عبدالقادر زرکی، تاجروں میں جلال الدین بن فاقوسہ، علماء میں میرے بھائی نیک انسان شمس الدین شربینی اور ان کے مرید شیخ صالح سملی اور حکمران کے گروہ میں سے حاجی احمد قواس جیسے لوگ موجود ہیں، انہوں نے ایک سوئے ہوئے شخص کو مسجد میں گوز مارتے سنا تو مسجد میں سونا بند کر دیا کہ کہیں سوتے میں ان کی ہوا خارج نہ ہو جائے اور جب یہ چیز حکمرانوں اور خلیفہ کے غلاموں میں پائی جاتی ہے تو پھر علماء اور نیک لوگوں کو پاکیزگی کا خیال اور زیادہ رکھنا چاہئے۔

میں نے سیدی محمد بن عنان رحمہ اللہ کو دیکھا کہ بیت الخلاء میں ہوتے اور پانی ملنے میں دیر ہو جاتی تو اپنا ہاتھ دیوار پر مار کر تیمّم کر لیتے اور پاکیزگی کے بغیر نہ رہتے خواہ اس تیمّم سے ان کے لئے نماز جائز نہ ہوتی۔

میں نے شیخ تاج الدین ذاکر کو دیکھا (جو مصر کے محلّہ حمام الدود کے ایک کنارہ پر دفن ہیں) کہ جب بھی وہ اپنے وضو سے کوئی نماز پڑھتے تو نئے سرے سے وضو نہ کرتے، وہ دو جمعوں کے درمیان بیت الخلاء میں جاتے اور ہفتے کے باقی دنوں میں رات دن وضو سے رہتے حالانکہ عام لوگوں کی طرح کھاتے پیتے بھی تھے، جب میں نے ان کے مریدوں سے اس

بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ جو شے بھی ان کے پیٹ میں جاتی ہے، ان کے حال کی وجہ سے پیٹ ہی میں جل جاتی ہے۔

سیدی محمد بن عنان رحمہ اللہ نہایت ہی کم کھاتے اور کبھی کبھار بیت الخلاء میں جایا کرتے اور کہا کرتے کہ ہم ہر وقت اللہ کے سامنے حاضر رہتے ہیں خواہ معلوم ہو یا نہ ہو اور مثلاً جب بادشاہ اپنے غلام سے کہے کہ میری محفل میں بیٹھنے کی تیاری کرو کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ تم میرے ہاں تین دن گذارو تو اس کے لئے ادب یہ ہے کہ تھوڑا سا کھا پی کر جائے ورنہ لازمی طور پر وہ اس بارگاہ سے پیشاب پاخانے کے لئے ننگے تن کھڑا ہو جائے گا، شیطان اس کے اردگرد ہوں گے، فرشتہ قریب نہ آئے گا حالانکہ وہ پلید جگہ میں بری صورت میں بیٹھا ہو گا اور اس سے گندی بو آئے گی۔

یونہی امام بخاری رحمہ اللہ کے بارے میں ہمیں پتہ چلا ہے کہ وہ بہت کم کھایا کرتے تھے اور آخرکار روزانہ صرف ایک کھجور ایک بادام ہی کھایا کرتے جس سے انہیں کوئی تکلیف نہ ہوتی۔

یونہی معلوم ہوا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ ہر تین دن بعد صرف ایک لقمہ کھایا کرتے اور فرماتے کہ اللہ کے سامنے مجھے بار بار بیت الخلاء میں جاتے شرم آتی ہے۔

میرے بھائی شیخ افضل الدین نے صرف حج کا احرام باندھا، آپ پندرہ دن تک ٹھہرے جن میں پیشاب پاخانہ نہیں کیا، فرمایا مجھے اللہ سے اس بارے میں شرم آتی ہے کہ اس پاک سرزمین کو اپنی پلیدیوں سے پلید کروں۔

یونہی میں نے اپنے بھائی ابوالعباس حریثی کو دیکھا کہ وہ بہت کم بیت الخلاء میں جاتے لہٰذا اے برادر! ان بزرگوں کا طریقہ اپناؤ۔ اسی سلسلے میں سیدی ابوالمواہب نے موشح سے لکھا ہے:

''تم اللہ کی بارگاہ میں حاضر رہتے ہو، اے کاش تمہیں معلوم ہوتا۔''

تمہارے لئے ضروری ہے کہ تمہارا کوئی شیخ ہو جو تمہیں صحیح راستے پر چلائے تاکہ تم اللہ کی عظمت سے واقف ہو سکو، تمہیں پتہ ہو کہ کتنی دیر سے تم اس کی بارگاہ میں ہو نیز ایسے حضرات کا بھی تمہیں پتہ چل سکے، اس کی بارگاہ سے جدائی تمہارے لئے مشکل ہو اور تمہاری حالت یہ ہو جائے کہ اس سے جدائی کے مقابلے میں تلوار کی ضرب تمہیں آسان معلوم ہو ورنہ تم لازمی طور پر اس حاضری سے سست شمار ہو گے کیونکہ تمہیں بارگاہِ الٰہی میں حاضری کا ذوق وشوق نہیں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت نصیب فرمائے۔

حضرت ابن ماجہ، حاکم اور ابن حبان نے لکھا ہے کہ ''تم درست راہ پر چلو، تم اپنے اعمال گن نہیں سکو گے اور یقین جانو کہ نماز تمہارے سب اعمال سے بہتر ہوتی ہے جس کی حفاظت صرف مومن ہی کر سکتا ہے۔''

میں کہتا ہوں کہ اس مومن سے مراد ہمیشہ کے لیے بارگاہِ الٰہی میں رہنے والا ہے کیونکہ ایمان ہر جگہ اس مقام کے مناسب ہوتا ہے چنانچہ جب مرنے کے بعد اٹھائے جانے کے بارے میں یوں آئے کہ لوگ ایمان نہیں رکھتے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اٹھائے جانے پر ایمان نہیں رکھتے اور جب حساب و کتاب کے بعد ایمان کا ذکر آئے تو اس کا مطلب ہوتا ہے لوگ حساب وکتاب کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور اس حدیث کا معنیٰ بھی یہی ہے کہ ''زانی جب زنا کرتا

ہے تو اس وقت مومن نہیں ہوتا۔'' یعنی اس بات پر اس کا ایمان نہیں ہوتا کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے، اگر دل کی آنکھوں اور ظاہری طور پر اس کا یہ ایمان ہوتا کہ وہ اسے اس حالت میں دیکھ رہا ہے تو زنا نہ کرسکتا۔ یہ بات ذہن نشین رکھو کیونکہ اللہ کی طرف سے اس کے حکموں پر ایمان نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ انسان کا اللہ، فرشتوں، کتابوں اور اس کے رسولوں وغیرہ پر بھی ایمان نہ رہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایمان نہ رہنے سے مراد ایمان کی ہر شکل وصورت سے ختم ہو جانا ہو کیونکہ ہر قسم کا ایمان ایک ہی گنا جاتا ہے اور جو کسی ایک چیز سے اٹھ گیا تو گویا سبھی پر ایمان نہ رہا جیسے رسولوں پر ایمان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انسان جب کسی ایک رسول و نبی پر ایمان نہیں لاتا تو اس کا ایمان صحیح نہیں ہوا کرتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁ ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ سے لکھا ہے ''جو شخص وضو ہوتے ہوئے وضو کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے۔''

حافظ عبدالعظیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں رہی یہ حدیث کہ ''وضو ہوتے ہوئے وضو کرنا، نور پر نور ہے۔'' تو اس بارے میں مجھ تک نبی کریم ﷺ کی طرف سے کوئی ثبوت نہیں مل سکا، شاید یہ کلام کسی پہلے بزرگ کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 13

ہر وضو اور نماز کے موقع پر مسواک کرنا

رسول اکرم ﷺ کی خواہش یہ ہے کہ ہم ہر وضو اور ہر نماز کے موقع پر مسواک کرلیا کریں اور اگر اکثر وہ گر جاتی ہو وہ تو ہم کسی دھاگے سے اسے اپنی گردن یا پگڑی میں باندھ لیا کریں بشرطیکہ وہ پگڑی ٹوپی کے بغیر کپڑے پر باندھی ہو اور اگر وہ کپڑا ٹوپی پر ہو اور اس پر ہم پگڑی باندھیں تو بائیں کان کی طرف ہم اسے پگڑی میں لٹکا لیا کریں۔

رسول اللہ ﷺ کی اس ہدایت کو عام تاجر، حکمران اور ان کے قریبی لوگ بھلائے ہوئے ہیں چنانچہ ان کے منہ کی بو گندی ہوا کرتی ہے جس میں اللہ، فرشتوں اور نیک لوگوں کی تعظیم نہیں رہتی تو اور کس کی رہے گی۔

میں نے آج تک کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو حضرت محمد بن عنان، شہاب الدین بن داؤد اور شیخ یوسف حریثی کی طرح ہمیشہ اور ذوق وشوق سے مسواک کرتا ہو۔ یہ سب کچھ ایمان کی طاقت اور اللہ و رسول ﷺ کے حکموں کی تعظیم کی وجہ سے ممکن ہے کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے اس کے بارے میں صرف ایک مرتبہ حکم نہیں فرمایا بلکہ پورا زور دیا ہے لہٰذا اے بھائی! لازمی طور پر سنت محمدی پر عمل کیا کرو تاکہ آخرت میں اس کا ثواب حاصل کرسکو کیونکہ ہر وہ کام جسے رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لئے سنت قرار دیا ہے، اس کے لئے جنت میں ایک مرتبہ ہے جو اس کام کے کرنے ہی سے مل سکتا ہے اور لاپرواہی سے جس نے یوں کہا ہے کہ یہ تو ایک سنت ہے جسے ہم چھوڑ بھی سکتے ہیں تو قیامت کے دن اسے کہا جائے گا کہ یہ تو ایک

مرتبہ ہے جس سے تمہیں محروم کیا جا سکتا ہے۔ یہ بات امام ابو القاسم بن قسی نے اپنی کتاب ''خلع النعلین'' میں لکھی ہے۔

ہمیں حضرت شبلی کے بارے میں پتہ چلا ہے کہ وضو کے موقع پر انہیں مسواک کی ضرورت ہوئی لیکن نہ مل سکی چنانچہ ایک دینار کی خرید کر لی لیکن وضو میں چھوڑی نہیں، پھر ایک شخص نے مسواک کے لئے مال خرچ کرنے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ دنیا کا سارا مال اللہ کے ہاں مچھر کے پَر جتنی حیثیت بھی نہیں رکھتا، اس وقت میں کیا جواب دوں گا جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم نے میرے نبی کی سنت کیوں چھوڑی تھی اور اللہ نے تمہیں مچھر کے پَر جتنا مال بھی دیا تھا تو تم نے اسے کیوں خرچ نہیں کیا؟ آپ نے اسے لاجواب کر دیا تو وہ چلتا بنا۔

اے بھائی! میرے خیال میں اگر مسواک والا تم سے مسواک کے بدلے نصف دینار مانگے تو تم مسواک چھوڑ کر نصف دینار بچا لو اور پھر بھی تمہارا خیال ہو کہ تم اللہ کے دوستوں اور رسول اللہ ﷺ کے قریبی لوگوں میں شامل ہو تو بخدا یہ صرف دعویٰ ہی ہوگا جس پر دلیل نہیں ہوگی۔

آگے جا کر احادیث میں یہ ثبوت آ رہا ہے کہ ادب کرتے ہوئے تھوڑا عمل کرنا بے ادب بن کر زیادہ عمل سے بہتر ہوتا ہے چنانچہ حضرت ابراہیم دسوقی رحمہ اللہ قرآن کے قاریوں سے فرماتے تھے کہ چغلی اور بدکلامی سے پرہیز کرو کیونکہ تم تو قرآن پڑھتے ہو، یہ تو ایسے شخص جیسا ہے جیسے کوئی قرآن کے لفظوں کو پلیدی لگا دیتا ہے اور اس کے کفر میں شک نہیں۔

یہ بیماری قرآن کے عام قاریوں میں پائی جاتی ہے جس سے تھوڑے ہی بچے ہوں گے چنانچہ حضرت فضیل بن عیاض اور سفیان ثوری فرماتے ہیں آج کل عام قاریوں کی عادت بن چکی ہے کہ غیبت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کا نقص نکالتے نظر آتے ہیں کیونکہ انہیں یہی اندیشہ رہتا ہے کہ ان کے زمانے والے عرب میں ان سے بڑھ نہ جائیں، وہ ان کے سامنے علم، زہد اور پرہیز گاری میں مشہور ہونا چاہتے ہیں بلکہ کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو چغلی کرنا یوں ضروری جانتے ہیں جیسے کھانے میں سالن تاہم ان کا گناہ ہلکا ہوتا ہے۔

میں نے ایک ایسے مجاور شخص کو دیکھا جو روزانہ قرآن ختم کرتا تھا لیکن اس کے باوجود وہ کسی مسلمان کی اچھائی بیان نہ کرتا، یہ بھی چغلی اور کسی کی شان گھٹانا ہے۔ میں نے اسے اس بات سے منع کیا تو اس نے لوگوں کی چغلی چھوڑ کر میری چغلی شروع کر دی۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

اے بھائی! اپنے نبی کی سنت کو عظیم سمجھو اور سنت چھوڑنے کی توہین سے باز آؤ کیونکہ اگر تم نے کھلم کھلا توہین کر دی تو کافر ہو جاؤ گے کیونکہ اللہ کے ہاں دل میں موجود بات بھی وہی حکم رکھتی ہے جو ظاہری چیز کا حکم ہوتا ہے۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

❁ امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''اگر میری امت پر بوجھ محسوس نہ ہو تو میں انہیں ہر نماز کے موقع پر مسواک کرنے کا حکم دے دوں۔''

❁ نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے یہ الفاظ دیئے ہیں ''میں ہر نماز کے موقع پر انہیں وضو کے ساتھ مسواک کا حکم دے دوں۔''

❁ امام احمد، بزار اور طبرانی نے یہ الفاظ لکھے ہیں ''وہ جب بھی وضو کریں، میں ہر نماز کے ساتھ انہیں

مسواک کرنے کا حکم دوں۔"

❁ ابو یعلیٰ کی روایت میں یہاں یہ الفاظ ہیں "میں ہر نماز کے وقت تم پر مسواک کرنا یوں فرض کر دوں جیسے وضو فرض کر رکھا ہے۔"

❁ ابو یعلیٰ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت لکھی ہے کہ "نبی کریم ﷺ اس حد تک مسواک کا ذکر فرماتے چلے گئے کہ مجھے اس بارے میں قرآنی آیت نازل ہونے کا اندیشہ ہوا۔"

❁ نسائی، ابن خزیمہ اور ابن حبان وغیرہ نے یہ حدیث لکھی ہے "مسواک منہ کو ستھرا کرتی ہے اور اس سے اللہ راضی ہوتا ہے۔"

❁ امام ترمذی یہ روایت دیتے ہیں کہ "چار چیزیں رسولوں کا طریقہ رہی ہیں (بالوں میں) مہندی لگانا، خوشبو لگانا، مسواک کرنا اور نکاح کرنا۔"

❁ امام مسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت لکھتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ جب بھی گھر میں داخل ہوتے تو سب سے پہلے مسواک کیا کرتے۔"

❁ امام طبرانی بتاتے ہیں کہ "نبی کریم ﷺ جب بھی نماز کے لئے تشریف لے جاتے تو مسواک کئے بغیر نہ جاتے۔"

❁ ابن ماجہ اور امام نسائی کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بتاتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ رات کو دو نفل پڑھتے اور پھر واپس آ کر مسواک کرتے۔"

❁ حضرت ابو یعلیٰ نے یہ مرفوع روایت لکھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "مجھے اس زور سے مسواک کرنے کا حکم ملا جس سے خیال پیدا ہو گیا کہ اس بارے میں قرآن یا وحی اترنے والی ہے۔"

❁ ایک اور روایت میں اس کی جگہ امام احمد وغیرہ نے یہ الفاظ دیئے ہیں "مجھے مسواک کے فرض ہو جانے کا اندیشہ ہو چلا۔"

❁ طبرانی کی ایک روایت یوں ملتی ہے "حضرت جبریل علیہ السلام بار بار مجھے مسواک کے بارے میں کہتے رہے جس پر مجھے اپنے دانتوں کی فکر لگ گئی۔" ایک اور روایت میں فرمایا "مجھے ایسا لگا جیسے وہ میرے دانت گرا دے گی۔"

❁ حضرت بزار سے یہ روایت دی ہے "بندہ جب مسواک کر کے نماز کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے تو فرشتہ اس کے پیچھے کھڑا ہو کر اس کی تلاوت سنتا ہے، پھر قریب ہوتا ہے اور اپنا منہ اس کے منہ پر رکھ دیتا ہے تو نمازی کے منہ سے نکلنے والی تلاوت فرشتے کے پیٹ میں چلی جاتی ہے لہٰذا تم قرآن کے لئے اپنے منہ پاک صاف کیا کرو۔"

❁ حضرت ابو نعیم نے یہ مرفوع روایت دی ہے کہ فرمایا "مسواک کے ساتھ دو رکعت پڑھنا میرے لئے ان ستر رکعتوں سے بہتر ہے جن کے لئے مسواک نہیں کی گئی۔"

اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں۔ واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 14

وضو کرتے وقت انگلیوں کو انگلیوں میں پھیرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہر وضو کے موقع پر ہم دونوں ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کے درمیان انگلیاں پھیر لیا کریں کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے اس بارے میں حکم دے رکھا ہے اور ہمیں چاہیئے کہ وضو اور غسل کے کسی بھی موقع پر یہ کام نہ چھوڑیں۔

یہ کام عام عبادت گذاروں اور لوگوں سے بھولا ہوا ہے چنانچہ ضرورت ہے کہ لوٹوں وغیرہ سے وضو کرنے کے موقع پر ہم لوگوں کو بتایا کریں تاکہ یہ کام کرنے والا رسول اللہ ﷺ کا نائب بن جائے کیونکہ آپ اس شخص سے محبت فرماتے ہیں جو آپ کی بھولی بسری سنت کو بے علم لوگوں تک پہنچا دیتا ہے اور جس سے آپ محبت فرماتے ہیں، اس کا حشر آپ ہی کے ساتھ ہوگا کیونکہ آپ نے فرما رکھا ہے کہ ''آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھتا ہے۔'' اور جس کا حشر نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہوگا، قیامت کے دن کسی مقام پر اسے پریشانی نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ سلطان حسن کے دل کو نور و نور کرے کیونکہ مصر کے محلّہ رمیلہ میں اپنے وقف کئے گئے مدرسہ میں اس شخص کے لئے تنخواہ مقرر کی ہے جو پانچوں نمازوں کے وقتوں میں وضو خانے کا انتظام کرتا ہے جس کا کام یہ بتانا ہے کہ لوگ وضو کے معاملے میں صاحبِ شریعت ﷺ کے کون کون سے عمل چھوڑ چکے ہیں لہٰذا اے بھائی اپنی انگلیوں میں خود بھی انگلیاں پھیرا کرو اور اس سے بے علم رہ جانے والوں کو بھی بتایا کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت فرمائے۔

❁ حضرت طبرانی نے روایت کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ''میری امت کے ''متخللون'' کے لئے خوشخبری ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا جو وضو کرتے وقت خلال کرتے ہیں اور کھانا کھا کر بھی خلال کرتے ہیں۔'' وضو کا خلال یہ ہے کہ انسان کلی کرتے، ناک میں پانی ڈالتے وقت انگلی پھیرے اور انگلیوں کے درمیان بھی انگلی پھیرے۔

❁ طبرانی کی مرفوع اور موقوف روایت میں ہے کہ ''خلال کیا کرو کیونکہ اس سے ستھرائی ہوتی ہے جو ایمان کو پختہ کرتی ہے اور وہ ایمان والے کو جنت میں لے جاتی ہے۔''

❁ طبرانی کی مرفوع حدیث یہ ملتی ہے ''جو اپنی انگلیوں میں پانی سے خلال نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی انگلیاں جہنم میں جلائے گا۔''

❁ انہی کی ایک اور روایت ہے ''اپنی انگلیوں کو زوردار طریقے سے پاکیزہ کرلیا کرو ورنہ انہیں آگ جلائے گی۔''

❁ انہی کی ایک اور روایت یہ ہے کہ ''پانچوں انگلیوں میں خلال کرتے رہا کرو گے تو اللہ تعالیٰ ان میں

آ گ نہیں بھرے گا۔''

امام بخاری و مسلم وغیرہ نے یہ روایت لکھی ہے ''ایڑیوں کو جہنم میں جلایا جائے گا۔'' (خشک رکھنے پر) ترمذی کی روایت یوں ہے ''(بے احتیاطی کی صورت میں) ایڑیوں اور پاؤں کے پیٹ کو آگ میں جلایا جائے گا۔''

امام احمد رحمہ اللہ روایت بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو نماز پڑھائی جس میں سورۂ روم پڑھی لیکن اس میں گڑ بڑ ہوگئی جس پر آپ نے فرمایا ''جو لوگ بے وضو نماز کے لئے آتے ہیں، ان کی وجہ سے شیطان نے ہماری تلاوت میں شبہ پیدا کر دیا ہے لہٰذا نماز کے لئے آتے وقت اچھی طرح سے وضو کر لیا کرو۔''

ایک روایت میں ہے کہ آپ کو ایک آیت میں شبہ پڑا اور جب نماز مکمل فرمائی تو فرمایا ''تم میں سے ہمارے ساتھ نماز پڑھنے والے ایسے آ جاتے ہیں جنہوں نے اچھی طرح وضو نہیں کیا ہوتا لہٰذا یاد رکھو کہ جو ہمارے ساتھ نماز پڑھنے کو آئے تو اچھی طرح سے وضو کیا کرے۔'' واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 15

وضو میں مسنون دعائیں

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم وضو میں وہ دعائیں کیا کریں جو حدیث میں ملتی ہیں۔ پوری توجہ سے انہیں پڑھا کریں، ہمیں ہر عضو کو دھوتے وقت اس کے ذریعے کی گئی غلطیوں کو ذہن میں رکھنا چاہئے اور اس وقت ان سے توبہ کرنی چاہئے تا کہ توبہ سے ہمارا باطن صاف ہو اور پانی سے ظاہر، چنانچہ باطنی پاکیزگی کے ذریعے ظاہری پاکیزگی نہیں ہوتی یونہی ظاہری پاکیزگی سے باطنی پاکیزگی نہیں ہوسکتی جیسے رسول اللہ ﷺ نے وضو کرنے والوں کو دو شہادتوں کا حکم دیا ہے کیونکہ پانی تو ظاہری جسم کو پاک کرتا ہے جبکہ دو شہادتیں باطن کو پاک کرتی ہیں، گویا وضو کرنے والا نیا اسلام لا رہا ہوتا ہے اور اپنے گناہوں سے یوں توبہ کر رہا ہوتا ہے جیسے اسلام لانے والا کفر کے گناہ سے توبہ کیا کرتا ہے۔ اسے ذہن میں رکھو۔

امام مسلم، ابو داؤد اور ابن ماجہ نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ''تم میں سے کوئی بھی شخص جب وضو کرتے وقت اچھی طرح سے وضو کرے اور پھر پڑھا کرے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دے گا تا کہ جس دروازے سے چاہے، داخل ہو جائے۔''

ابو داؤد کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں ''پھر آسمان کی طرف دیکھ کر یوں پڑھے'' پھر پڑھے جانے والے الفاظ لکھے پھر ایک روایت میں یہ دعا لکھی اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ''اے اللہ! مجھے توبہ کرنے والوں اور خوب پاکیزہ ہونے والوں میں شمار کر لے۔''

وضو کے ہر عضو کے لئے اس سے پہلے اور بعد میں پڑھی جانے والی دعائیں فقہ کی کتابوں میں لکھی ملتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 16

ہر وضو کے بعد دو نفل پڑھنا (تحیّۃ الوضوء)

رسول اللہ ﷺ یہ چاہتے ہیں کہ ہم ہر وضو کے بعد دو نفل پڑھا کریں لیکن شرط یہ ہے کہ دونوں رکعتوں میں دنیا کا ایسا کوئی کام نہ کریں جو شریعت میں ہمارے لئے جائز قرار نہیں دیا گیا ہے، ہاں اس ہدایت پر عمل کرنے والے کو کسی شیخ و مرشد کی ضرورت ہوگی جو اسے اس راہ پر چلائے تا کہ اس کے دل میں آنے والے وہ خیالات دور ہو جائیں جو اللہ کی توجہ ہونے میں رکاوٹ بن سکتے ہیں۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ دل میں برا خیال آ جانا اس لئے نہیں ہوتا کہ وہ کسی شے کو دیکھتا ہے جیسے کسی کا وہم ہے کیونکہ یہ بات بندے کی طاقت سے باہر ہے کہ اپنے کو اس خیال سے روک لے کہ وہ کسی باغ، جامع مسجد یا ایسی چیز کی قریبی یا دور والی جگہ میں ہے کیونکہ بخاری و مسلم کی حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میں نے یہاں کھڑے کھڑے جنت اور دوزخ کو دیکھ لیا ہے۔" یوں آپ نے نماز کسوف میں فرمایا تھا تو اگر یہ بات نماز کامل ہونے کے لئے نقصان دہ ہوتی تو آپ یوں نہ فرماتے۔

اس معاملے میں کسی کا یہ کہنا کہ آپ نے امت کی خاطر سنت قرار دینے کے لئے ایسے کہا تھا تو یہ بات درست نہیں، رہی یہ بات کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی تو نماز میں لشکروں کی تیاری کا سوچا تھا تو یہ آپ کا کمال تھا کیونکہ کامل لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز غافل نہیں کر سکتی اور پھر آپ نے یہ کام اللہ کی رضا کے لئے کیا تھا لہٰذا اے بھائی! تم کسی ایسے شیخ کے ہاتھوں میں ہاتھ دو جو تمہارا ذہن اللہ کی طرف لگائے رکھے تا کہ نماز میں آنے والے خیالات کو دور کر دے جیسے تم نماز میں کہو کہ میں اس کام کے لئے شام کو جاؤں گا، یوں کروں گا یا یوں کہوں گا یا کچھ ایسے خیالات آیا کریں، اگر ایسا نہیں کرو گے تو بغیر تمہارے دل میں نماز کے دوران ایسے خیالات لازمی آیا کریں گے، تمہاری فرضی و نفلی ایک بھی نماز اس سے بچ نہیں سکے گی۔ یہ بات خوب ذہن نشین کر لو اور بے علم جھگڑالو لوگوں کی طرح کسی شیخ کے بغیر یہ مقام حاصل کر لینے کے بارے میں سوچا بھی نہ کرو کیونکہ ایسا تمہارے حق میں کبھی صحیح نہ ہوگا۔

حضرت جنید و شبلی کی گفتگو

ایک دن حضرت جنید رحمہ اللہ نے اپنے مرید حضرت شبلی سے کہا کہ ''اے ابوبکر! اگر ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک بھی تمہارے دل میں اللہ کے علاوہ کسی اور کا خیال آ جائے تو ہمارے پاس نہ آنا کیونکہ تم سے کچھ بھی نہ ہو سکے گا۔''

میں کہتا ہوں کہ ''اللہ کے علاوہ'' سے حضرت جنید کی مراد گناہ ہیں ورنہ دل میں کئی قسم کی عبادتوں کا خیال آ جانا تو کسی کے نزدیک بھی سالک (راہ خدا میں چلنے والا) کے لئے نقصان دہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

امام بخاری و مسلم نے روایت لکھی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''اے بلال! مجھے بہت پرامید وہ کام تو بتاؤ جسے اسلام لا کر تم نے کیا ہو کیونکہ میں جنت میں میں نے اپنے آگے آگے تمہارے جوتوں کی آہٹ سنی ہے؟ اس پر انہوں نے عرض کی کہ میں نے اس کے علاوہ پرامید ایسا کوئی اور کام نہیں کیا کہ رات اور دن کے موقع پر جب بھی وضو کیا ہے تو اس وضو سے وہ نماز پڑھی ہے جو اللہ نے میرے حق پر فرض کر رکھی ہے۔''

امام مسلم، ابو داؤد، ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ ''جو شخص بھی بہت اچھے طریقے سے وضو کرتا ہے، پھر پوری دلی توجہ سے دو رکعت پڑھتا ہے تو اسے لازمی طور پر جنت ملے گی۔''

ابو داؤد کی ایک روایت ہے ''جو شخص اچھے طریقے پر وضو کر کے یوں دو رکعت پڑھے کہ ان میں غفلت نہ کرے تو اس کے پہلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔''

اسی موقع پر امام احمد کی روایت میں ہے کہ ''پھر دو یا چار رکعت پڑھے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 17

ہر نماز کے موقع پر اذان کہنا

رسول اللہ ﷺ کی خواہش یہ تھی کہ ہم کسی اذان کہنے والے کی اذان سن کر بھی ہر نماز کے لئے اذان کہا کریں، اور اگر لوگوں کو بلند آواز سے اذان کہنے کی ضرورت ہو تو ہمیں بلند آواز ہی سے کہنی چاہئے، اس بارے میں شرمندگی کا بہانہ نہیں بنانا چاہئے کیونکہ ایسے موقع پر صرف طبیعت میں حیاء آ سکتی ہے جبکہ شریعت کے حکم پورا کرنے کے لئے حیاء کی ضرورت نہیں اور جو حیاء اللہ چاہتا ہے، وہ یہ ہے کہ انسان وہ کام چھوڑ دے جس سے اللہ نے روکا ہوا ہے۔ اسے ذہن نشین کر لو۔

حضور اکرم ﷺ کی یہ خواہش ایسی ہے کہ جس سے خشک طبیعت والے کئی لوگ غافل ہیں چنانچہ جب وہ ایسے شخص سے کہتے ہیں کہ اے آقا! اے شیخ! ہمارے لئے اذان کہئے تو وہ کہتا ہے کہ مجھے شرم آتی ہے حالانکہ یہ کوئی بہانہ نہیں تو اے بھائی! اگر تمہیں شرمسار ہونا ہی ہے تو اللہ سے ان کاموں کے بارے میں حیاء کرو جن سے اس نے روکا ہے، یا جن کاموں کا اس نے حکم دیا ہے، وہ نہ کرو کیونکہ ایسی شرمندگی شریعت میں موجود ہے جس پر بندے کو ثواب دیا جائے گا۔

رسول اکرم ﷺ کی اس سنت پر ہمیشہ عمل کرتے ہوئے جن حضرات کو میں نے زندگی کے آخری دنوں میں دیکھا ہے، ان میں مولانا شیخ الاسلام شیخ نور الدین طرابلسی حنفی اور ان کے ساتھی سید شریف حطابی، شیخ محمد بن عنان، شیخ ابو بکر حدیدی، شیخ محمد بن داؤد اور ان کے فرزند شیخ شہاب الدین اور شیخ یوسف حریتی رضی اللہ عنہم دکھائی دیتے ہیں۔ اسے ذہن نشین رکھو، اللہ تمہیں ہدایت فرمائے۔

❁ امام بخاری و مسلم نے یہ مرفوع روایت لکھی ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا ''اگر لوگوں کو پتہ چل جائے کہ اذان کہنے اور پہلی صف میں شامل ہونے کا کیا ثواب ہے اور پھر اس سلسلے میں قرعہ اندازی کرنی پڑے تو وہ ضرور ایسا کریں گے۔''

❁ اسی سلسلے میں امام احمد نے یہ روایت دی ہے کہ ''اگر لوگ اذان کہنے کے ثواب سے واقف ہو جائیں تو تلواریں چلانے سے بھی نہ رکیں۔''

❁ امام مالک، امام بخاری، نسائی اور ابن ماجہ نے بتایا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی صصعہ رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ ''میں جانتا ہوں کہ تمہیں بکریاں اور جنگل بہت پسند ہے لہٰذا جب تم اپنی بکریوں یا جنگل میں ہو تو نماز کے لئے اذان کہتے وقت آواز بلند کیا کرو کیونکہ جو بھی جن، انسان یا کوئی اور شے یہ اذان سنے گی تو قیامت کے دن اس کی گواہی دے گی۔''

❁ حضرت ابوسعید نے کہا کہ میں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے براہ راست سن کر تمہیں بتائی ہے۔ ابن خزیمہ نے یہ الفاظ لکھے ہیں ''میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، فرمایا ''اذان کہنے والے کی آواز جس درخت، مٹی کے ڈھیلے، پتھر، جن اور انسان تک پہنچے گی، وہ اس کی گواہی دے گا۔''

❁ امام احمد کی روایت میں ہے ''اذان پڑھنے والے کی آواز جہاں تک پہنچے گی، وہاں تک کی ہر شے اس کے لئے بخشش کی دعا کرے گی بلکہ اسے سننے والی ہر خشک و تر شے بخشش مانگے گی۔''

❁ بزار کی روایت یوں ہے کہ ''خشک و تر سننے والی ہر چیز اس اذان کا جواب دیتی ہے۔''

❁ امام نسائی کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں ''ایسے مؤذن کے ساتھ نماز پڑھنے والے ہر شخص جتنا ثواب اسے بھی ملے گا۔''

❁ علامہ خطابی لکھتے ہیں کہ کسی شے کا آخر اس کی انتہاء کہلاتا ہے لہٰذا اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ اذان

کہنے والا اللہ تعالیٰ کی مکمل بخشش اس وقت حاصل کر سکے گا جب وہ پورے زور سے آواز بلند کرے چنانچہ اسے انتہائی بخشش اسی وقت ملے گی جب وہ پورے زور سے اذان کہے گا۔

❁ امام منذری لکھتے ہیں کہ اس روایت کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس میں مد صوتہ کے الفاظ ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ وہ آواز جتنی بلند کرے گا، اتنی اس کی بخشش ہوگی۔

❁ علامہ خطابی اسی سلسلے میں کہتے ہیں کہ آواز بلند کرنے اور اسے کھینچنے کے الفاظ مثال بیان کرنے اور تشبیہ دینے کے لئے آئے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں تک اذان کہنے والے کی آواز پہنچے گی، تو مؤذن کی جگہ سے لے کر آواز پہنچنے کی جگہ تک بھی اگر گناہ بھرے ہوں گے تو اللہ اس کے یہ سارے گناہ بخش دے گا۔

❁ امام احمد اور ترمذی نے یہ روایت لکھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”قیامت کے دن تین قسم کے لوگ کستوری کے ٹیلوں پر بیٹھے ہوں گے۔ پھر ان کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ ایک آدمی وہ ہوگا جو رات دن کی پانچ نمازوں میں اذان پڑھتا رہا ہوگا۔“

❁ طبرانی کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے کہ ”وہ چاہے گا کہ اللہ اس سے خوش ہو جائے اور اسے اللہ کی نعمتیں ملیں۔“

❁ طبرانی نے یہ مرفوع حدیث بھی لکھی ہے کہ ”ثواب کا ارادہ لے کر اذان کہنے والا خون میں لتھڑے شہید کی طرح ہوگا کہ وہ جب قبر میں جائے گا تو اسے کیڑے نہیں کھائیں گے۔“

❁ حضرت طبرانی نے لکھا ہے کہ ”جب کسی بستی میں اذان کہی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ انہیں اس دن میں اترنے والے عذاب سے بچالیتا ہے۔“

❁ ایک اور روایت میں ہے ”جن لوگوں میں صبح کے وقت اذان کہی جاتی ہے تو وہ لوگ شام تک کے لئے اللہ کی حفاظت میں ہوتے ہیں اور جن میں شام کو اذان کہہ دی جاتی ہے تو وہ صبح تک اللہ کی پناہ میں ہوا کرتے ہیں۔“

بارہ سال اذان کہنے والے کا اجر

❁ ابن ماجہ، دار قطنی اور حاکم نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے کہ ”جو شخص بارہ سال تک اذان کہتا رہا تو لازمی طور پر اسے جنت میں جانا ہوگا پھر اس اذان کے بدلے میں روزانہ ساٹھ نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور یونہی اس کی ہر تکبیر پر بھی تیس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔“

❁ ابن ماجہ اور ترمذی نے یہ مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ ”جو شخص ثواب کی نیت سے سات سال تک اذان کہتا رہا تو اس کے لئے لکھ دیا جاتا ہے کہ جہنم سے آزاد ہے۔“ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 18

اذان کا جواب دیتے جانا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ اذان کہنے والے کا جواب ہم انہی الفاظ میں دیں جو سنت کے مطابق ہیں، ان کی جگہ اور الفاظ بول کر ان کا تماشا نہ بنائیں کیونکہ صاحب شریعت ﷺ کا ادب اسی بات میں ہوگا چنانچہ ہر سنت کام کے لئے ایک مقرر وقت ہے، مؤذن کو جواب دینے کا بھی ایک وقت ہے، علم کا ایک وقت ہے، تسبیح کا ایک وقت ہے اور تلاوت قرآن کا ایک مقرر وقت ہے جیسے بندے کے لئے یہ مناسب نہیں ہوتا کہ وہ سورۂ فاتحہ کی جگہ استغفار پڑھے، رکوع اور سجدے کی تسبیح کی بجائے قراءت کرے اور نہ ہی تشہد کی جگہ کچھ اور پڑھے۔ اسے ذہن نشین کرلو۔

آپ کی اس خواہش سے بہت سارے علم والے لوگ بھی غافل ہیں، دوسروں کا تو شمار ہی کیا، یہ لوگ مؤذن کی اذان کا جواب نہیں دیا کرتے بلکہ اکثر وہ ہیں جو لوگوں کے نکل جانے تک نماز باجماعت نہیں پڑھتے بلکہ علم نحو، علم اصول اور علم فقہ کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ علم ہر حال میں پہلے ہوتا ہے حالانکہ اس مسئلے میں تفصیل ہے چنانچہ ہر علم اس موقع پر جماعت سے مقدم نہیں ہوا کرتا جس سے ہر وہ شخص واقف ہے جو شرعی احکام کو ذرہ بھر بھی جانتا ہے۔

سیّدی علی خواص رحمہ اللہ جب مؤذن کو حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ کہتے سنتے تو کانپنے لگتے اور خوف الٰہی کی وجہ سے گھل جانے والے ہو جاتے، آپ دلی توجہ اور پوری عاجزی سے مؤذن کو جواب دیتے لہٰذا تم بھی اس بات کو ذہن میں رکھو اور اس پر عمل کیا کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔

امام بخاری و مسلم وغیرہ نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ”جب تم اذان کہنے والے کو سنو تو فوراً ویسے ہی کہتے جاؤ جیسے وہ کہتا ہے اور پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا، اللہ تعالیٰ دس مرتبہ اس پر رحمت فرماتا ہے اور پھر میرے لئے وسیلہ کی دعا کرو۔“

فوراً ویسے ہی کہنے کا مطلب یہ ہے جو کچھ مؤذن کہے، اس کے فوراً بعد تم بھی ویسے ہی کہا کرو۔ یہ بات بہت سے علماء نے بتائی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

امام احمد و طبرانی نے یہ حدیث درج کی ہے کہ ”جو شخص مؤذن کو سن کر یوں کہے اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ النَّافِعَۃِ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ ارْضَ عَنَّا رِضًی لَّا سُخْطَ بَعْدَہٗ تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمالیتا ہے۔“

❁ ابو داؤد، نسائی اور ابن حبان نے یہ حدیث لکھی ہے کہ ”جو شخص مؤذن کو سنے اور وہی کچھ کہے جو اس نے کہا تو اسے مؤذن جتنا ہی ثواب ملے گا۔“

❁ ایک اور روایت یوں ہے ”جو شخص مؤذن سے سن کر ویسے ہی کہے تو قیامت کے دن لازمی طور پر میں

اس کی شفاعت کروں گا۔‘‘

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 19

اذان اور تکبیر کے درمیان دعا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اذان اور تکبیر کے درمیانی وقت میں اللہ سے اپنے اور مسلمانوں کے لئے دنیا و آخرت کی ہر شے مانگ لیا کریں اور شرعی مجبوری کے علاوہ اس میں کوئی کوتاہی نہ کیا کریں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت دعا کرنے والے اور اس کے رب کے درمیان سے سب پردے یوں اٹھا دئے جاتے ہیں جیسے بادشاہ کا دروازہ کھل جائے، اور اس کے ساتھیوں اور خادموں کو اندر جانے کی اجازت مل جائے چنانچہ جو شخص پہلے ہی گروہ میں سے ہوتا ہے تو اس کا مقصد جلدی سے اس بنا پر پورا کر دیا جاتا ہے کہ وہ جلدی سے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہے اور جو آخر میں آئے تو اس کی ضرورت دیر سے پوری کی جاتی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کسی بھی وجہ سے مصروف نہیں ہوتا، ہاں اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے ساتھ یونہی برتاؤ کیا کرتا ہے۔

یہ بات ڈھکی چھپی نہیں کہ اللہ تعالیٰ دعا کرتے وقت بندے کی طرف سے ہونے والی گریہ زاری پسند فرماتا ہے کیونکہ وہ شدید فاقہ اور اپنی ضرورت بتا رہا ہوتا ہے اور جو گریہ زاری نہیں کرتا تو گویا وہ زبان حال سے کہہ رہا ہوتا ہے کہ مجھے اللہ کے فضل کی ضرورت نہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا حال کھول دیتا ہے اور وہ دعا کرتا ہے لیکن وہ قبول نہیں ہوتی، وہ دن رات گریہ زاری سے دعا کرتا ہے لیکن قبول ہونے کا نام نہیں لیتی اور اس کا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہونے والا ہو جاتا ہے جیسے تاجروں اور ان لوگوں کا حال ہوتا ہے جن پر آفتیں ٹوٹ پڑیں، ایسے میں تم دیکھو گے کہ وہ کئی قسم کے ورد وظیفے پڑھتے ہیں، طرح طرح کے حیلے کرتے اور دن رات دعائیں کرتے ہیں کہ ان کی حالت تبدیل ہو جائے لیکن ان کی یہ کوشش کامیاب نہیں ہوتی لہٰذا اے بھائی تم جب بھی اللہ کی بارگاہ میں حاضری دو تو دعا کرنے میں سستی نہ کرو کہ اس سے تمہیں پریشانی ہوگی جو اس میں تمہارے لئے بہتری نہیں ہوگی۔ واللہ علیم حکیم۔

❁ ابو داؤد وغیرہ نے یہ حدیث لکھی ہے کہ ’’اذان اور تکبیر کے درمیان کی جانے والی دعا رد نہیں کی جاتی۔‘‘ نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان میں اتنا اور لکھا ہے کہ ’’لہٰذا دعا کیا کرو۔‘‘ ترمذی نے یہ الفاظ بڑھائے ہیں کہ ’’صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ہم کیا کہا کریں؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ سے دنیا و آخرت کی معافی مانگو۔‘‘

❁ حضرت حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے ’’جب اذان کہنے والا اذان کہے گا تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور دعا قبول ہوگی چنانچہ جسے کوئی بے چینی اور مصیبت ہو تو وہ اذان کہنے والے کا جواب دیا کرے۔‘‘ یعنی

اپنی دعا کا انتظار کرے، جب وہ اذان کہے اس کا جواب دے، پھر اللہ سے اپنی ضرورت کا سوال کرے جیسے ابو داؤد اور نسائی وغیرہ کی یہ حدیث بتاتی ہے کہ ''ویسے کہو جیسے مؤذن کہتا ہے اور جب آخر تک پہنچ جاؤ تو اللہ سے کچھ مانگو، تمہیں دے دیا جائے گا۔''

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ نے یہ حدیث لکھی ہے کہ ''جب نماز کے لئے اذان کہی جاتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا پچھلے پاؤں بھاگتا ہے، اذان نہیں سن سکتا اور جب اذان کہہ دی جاتی ہے تو واپس آتا ہے اور جب تکبیر کہی جاتی ہے تو پھر بھاگ جاتا ہے۔

❁ امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کی ہے کہ ''جب نماز کی تکبیر کہی جاتی ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دعا قبول کر لی جاتی ہے۔''

❁ ابن حبان نے یہ روایت لکھی ہے ''دو ایسے وقت ہیں کہ جب دعا کرنے والے کی دعا ٹالی نہیں جاتی، جب جماعت کھڑی ہوتی ہے اور جب راہِ خدا میں جہاد کے لئے صفیں باندھی جاتی ہیں۔'' واللہ تبارک وتعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 20

مسجد کی تعمیر میں حصہ لینا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ خود ہم اپنا مال خرچ کر کے لوگوں کو ایسی جگہوں پر مسجدیں تعمیر کرنے کے لئے تیار کریں جہاں جمعہ اور نماز باجماعت کی ضرورت ہو، اس کے لئے نیت خالص ہو، مال حلال ہو، انہیں رنگ برنگے پتھروں سے نہ سجائیں، نہ ہی ان کی چھتوں پر سونے کی پالش کریں اور نہ جانے پہچانے رنگ استعمال کریں اور شرعی مجبوری کے علاوہ اس کوشش میں کوتاہی نہ کریں کیونکہ یہ مسجدیں اللہ تعالیٰ کے پہچان کے نشانات ہیں۔ مسجدیں اس لئے بنانا بھی ضروری ہیں کہ نمازیوں کے نماز پڑھنے اور وہاں بیٹھ کر اگلی نماز کے لئے انتظار کرنے کی خاطر انہیں سردی اور گرمی سے بچاسکیں، پھر منبر بنانا، قرآن پاک کے لئے ریحل بنانا، طہارت خانے اور منارہ بنانا بھی تعمیر مسجد میں شامل ہیں، ان کی تعمیر میں ایسی ہی کوشش کرنی چاہئے اور یونہی مسجد کے خادموں کے لئے کمرے بنانا اور ان کے لئے جگہ بنانا جو وہاں عبادتیں کریں، تلاوت کریں اور ان میں اللہ کا ذکر کریں، یہ بھی مسجد کی تعمیر میں داخل ہے کیونکہ مسجدیں ان کے علاوہ مکمل نہیں گنی جاتیں۔

ہم نے خلوص نیت، حلال مال اور سجاوٹ نہ کرنے کی شرط اس لئے لگائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر کام ایک خاص شرعی طریقے سے ہونا چاہئے تاکہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی محنت کو قبول فرمالے لہٰذا اے بھائی! تم سارے اچھے کاموں کے لئے ایسے لوگوں سے ملو جو اپنے کام میں خلوص نیت رکھتے ہوں اور اپنی پاکیزہ کمائی میں سے خرچ کریں۔ رہے وہ لوگ جو حرام،

شبہ والے مال خرچ کر کے اور بدنیتی سے مسجدیں بنائیں تو اکثر وہ گنہگار ہوتے ہیں اور ان کا یہ کام قبول نہیں ہوتا اور جب قیامت کا دن ہوگا تو انہیں جہنم میں ڈال کر اسی کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا۔

رہا یہ کہ ان میں سجاوٹ نہ کی جائے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ نمازی کہیں ان رنگوں اور سجاوٹوں کو دیکھ کر انہی میں گم نہ ہو جائے اور اس بوجھ کی بنا پر ثواب سے نہ رہ جائے کیونکہ وہاں نماز پڑھنے والے کو نماز کی اصل روح حاصل نہ ہو سکے گی جس میں جسم اور دل کا اللہ کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے، یہ تو ایسے ہوگا کہ گویا وہاں اس نے نماز پڑھی ہی نہیں لہٰذا اے بھائی! تم اس وقت تک مسجد کی تعمیر میں حصہ نہ لو جب تک نیت خالص نہ ہو لیکن اگر تمہارے دل میں یہ ہو کہ تم دکھلاوے کے لئے تعمیر کرنا چاہتے ہو تو اپنا مال ایسے لوگوں کو دو جو تمہارا نام چھپائے رکھیں اور نام لئے بغیر تعمیر میں خرچ کر دیں۔ واللہ اعلم۔

❁ امام بخاری و مسلم نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے کہ ”جو شخص اللہ کی رضا کے لئے مسجد تعمیر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے گھر بنائے گا۔“

❁ طبرانی، بزار اور ابن حبان لکھتے ہیں (الفاظ بزار کے ہیں) ”جو شخص اللہ کے لئے کبوتر جیسے جانور کے گڑھے جتنی مسجد بناتا ہے تو وہ جنت میں اس کے لئے گھر بنائے گا۔“

❁ ابن ماجہ اور ابن حبان لکھتے ہیں ”جو شخص اللہ کی یاد کے لئے مسجد بناتا ہے تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے گھر بنائے گا۔“

ابن خزیمہ نے یہ حدیث لکھی ہے ”جو شخص کبوتر جیسے جانور کے گھونسلے یا اس سے بھی کم جگہ میں مسجد بناتا ہے تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے گھر بنائے گا۔“ ایک روایت میں ”کبوتر جیسے جانور کے انڈا دینے کی جگہ“ کے الفاظ ملتے ہیں۔

کبوتر جیسے جانور کے انڈے دینے کی جگہ نمازی کی پیشانی جتنی ہوتی ہے۔ اس جانور کی مثال اس لئے دی گئی ہے کہ وہ اس میں صرف بیٹھ ہی کر سکتا ہے۔

❁ امام احمد اور طبرانی نے یہ حدیث درج کی ہے کہ ”جو شخص نماز کے لئے مسجد بناتا ہے تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے اس سے بہتر گھر بنا دیتا ہے۔“ ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ”اس سے کھلا گھر بناتا ہے۔“ طبرانی نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ”جو شخص حلال مال خرچ کر کے ایسا گھر بناتا ہے جس میں اللہ کی عبادت ہو تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے موتیوں اور یاقوت سے سجا ہوا گھر بنا دیتا ہے۔“

❁ طبرانی نے یہ حدیث لکھی ہے ”جو شخص دکھلاوے اور کسی کو سنائے بغیر مسجد بناتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔“

❁ پھر ”باب فضل العلم“ میں یہ حدیث گذر چکی ہے ”مومن کو اس کی موت کے بعد اس کی تعمیر کی ہوئی مسجد کا ثواب ملے گا۔“

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 21

مسجدوں کی صفائی کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم مسجدوں کو ستھرا اور پاکیزہ رکھیں۔ خصوصاً اس موقع پر جب ہماری اولاد، خادموں یا ہمارے لئے ٹھہرے ہوئے فقیروں کی وجہ سے ان میں کوڑا کرکٹ یا پلیدی پڑی ہو کیونکہ ایسے موقع پر جھاڑو دینا، انہیں پاکیزہ کرنا، پلیدیوں اور کوڑا کرکٹ کو ان سے نکالنا اور زیادہ ضروری ہو جاتا ہے، پھر یا تو کوڑا کرکٹ ٹیلے پر پھینک دے یا پھر وہاں پھینکے جہاں مسجد کی مٹی ڈالی جایا کرتی ہے تا کہ صفائی والا آئے اور اسے ٹیلے پر ڈال دے اور یہ اس صورت میں جب وہ ٹیلا مسجد سے دور ہو۔

یہ بھی ایسی ہدایت ہے کہ جس سے ہمارے دور کے اکثر علماء اور وہ نیک لوگ غافل ہیں جو مسجد کے قریب رہتے ہیں اور جن کے گھروں کے دروازے مسجدوں کے اندر کھلتے ہیں چنانچہ تم ان کنکروں کو دیکھو گے جو ان کے گھروں کے قریب پڑے ہوتے ہیں کہ پانی، لکڑیاں اور گوشت لانے والے لوگوں کی وجہ سے پلید ہو چکے ہوتے ہیں اور ان خادموں کی وجہ سے بھی جو ننگے پاؤں ہی بازار کو جاتے ہیں اور مسجد کا خادم یا تو انہیں مسجد کے عالم کے خوف سے روک نہیں سکتا یا ان طالب علموں کی وجہ سے نہیں روک پاتا کہ وہ اسے پریشان کریں گے یا مسجد کے نگران کو اس کے پیچھے لگا دیں گے جو اسے یا تو مارے پیٹے گا یا پھر اس کی تنخواہ میں سے کچھ رقم کاٹ لے گا یا ایسی ہی کوئی اور سزا دے گا لہٰذا عالم یا اس نیک شخص کو ایسے کام کا دھیان رکھنا چاہئے۔ اسے چاہئے کہ اللہ کی مسجدوں کا احترام کرے اور اسے سوچنا چاہئے کہ اس کے دل میں اللہ کا خوف گھٹ چکا ہے چنانچہ تم دیکھو گے کہ وہ اللہ کی بجائے دوسرے لوگوں سے زیادہ ڈرتا ہو گا یا تو اس لئے کہ وہ اللہ سے غافل ہو چکا ہو گا یا دوسرے لوگوں کی بجائے وہ اپنی عزت کا خیال نہیں رکھتا ہو گا۔

اگر ایسا شخص بادشاہ کے محل میں داخل ہونا چاہے اور اس کی وجہ سے محل میں پلیدی چلی جائے تو وہ بادشاہ کے محل کی پلیدی لمحہ بھر کے لئے برداشت نہ کرے گا خواہ وہ بادشاہ اسے اپنے پاس بھی ٹھہرا لے بلکہ تم دیکھو گے کہ جب وہ اپنے چھوٹے بیٹے کو دیکھے گا کہ اس نے بادشاہ کے محل کے دروازے کے سامنے پیشاب یا پاخانہ کر دیا ہے تو فوراً اسے پاک صاف کر دے گا بلکہ عموماً وہ اسے اپنی چادر یا قمیص کے ساتھ پونچھے گا کیونکہ اسے ڈر ہو گا کہ کہیں بادشاہ کو پتہ نہ چل جائے لیکن اگر وہ ایسی گندگی مسجد میں دیکھے گا تو اسے چادر اور قمیص سے بھی نہیں پونچھے گا بلکہ یہ کہے گا کہ مسجد کی صفائی کرنے والے کا انتظار کرو جو اسے صاف کرے گا اور اگر پچھلے پہر تک وہ اسے نہ مل سکا تو پلیدی کو مسجد ہی میں چھوڑ جائے گا۔ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے اس کے لئے ذلت ہو گا۔

ایسی سستی مسجد میں رہنے والے بھی کرتے ہیں، وہ بکری، بطخ اور مرغی کو چھت کے اوپر ٹھہراتے ہیں اور ان کی گندگی

کو کنکروں سے چھپا دیتے ہیں کہ کہیں ایسی چیزوں کو ناپسند کرنے والے اسے دیکھ نہ لیں، نہ ان کی غفلت ہوتی ہے۔

سیدی علی خواص اور مسجدوں کی خدمت

سیدی علی خواص رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ کسی فقیر کے گھر کی چھت پر بکری کا بچہ بندھا ہوا دیکھا تو مسجد کے عالم کو آواز دی جس سے وہ لوگوں کے سامنے ذلیل وخوار ہوا اور یہ بہانہ بنایا کہ اسے پتہ نہیں چل سکا، اس پر آپ نے کہا کہ تمہارے اس خادم نے اس بنا پر اسے یہاں رکھا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ تم ایسے کاموں کی طرف توجہ نہیں کرتے، اگر تم نے اسے سمجھایا ہوتا اور اللہ کا ادب کرنا سکھایا ہوتا تو وہ یہ حرکت کبھی نہ کرتا، اس کے بعد یہ شعر پڑھا

''جو شخص اپنے دروازے پر کاٹ کھانے والا کتا باندھ لے تو لوگوں کو پہنچنے والی ہر تکلیف، کتا باندھنے والے کی طرف سے ہوگی۔''

مصر میں ان بے آباد مسجدوں کی صفائی اور جھاڑو کشی سیدی علی الخواص رحمہ اللہ نے اپنے ذمے لے رکھی تھی، وہ ان مسجدوں، ان کی چھتوں، وضو والی جگہ کی نالیوں اور بیت الخلاء میں بیٹھنے کی جگہوں کی صفائی کرتے۔ آپ جمعرات اور جمعہ کو ان کی دیکھ بھال کیا کرتے چنانچہ صبح کی نماز کے وقت نکل جاتے اور مغرب کے بعد واپس آتے، وہ یہ کام اللہ کی رضا کے لئے کیا کرتے۔

یونہی آپ مصر میں حوض کے پیمانے کی بھی صفائی کیا کرتے۔ اس کی صفائی کے لئے درمیان میں پانی اتر جانے کے بعد دوسرا دن مقرر تھا، آپ اس کی سیڑھی میں لگی مٹی کو صاف کرتے اور لوہے سے اسے کھرچتے، پھر اس میں سے مٹی کی بڑی گٹھڑی اٹھا کر اسے تبرک کی نیت سے پانی کی گذرگاہ میں پھینکتے۔ پھر ہر سال دریائے نیل کو اطلاع دینے کے لئے اللہ سے دعا کرنا بھی آپ پر لازم تھا چنانچہ حوض میں پانی اترنے کی رات آپ کی حالت یہ ہوتی کہ گویا پیٹھ پر انہوں نے بھاری بوجھ اٹھا رکھا ہے چنانچہ پل گذر کر دریا پر پہنچتے اور شہروں کو سیراب کرنے والوں کی طرف جاتے اور جب وہ سیراب ہو جاتے تو زمینداروں کی طرف جاتے اور اس سلسلے میں تکلیف کی پرواہ نہ کرتے چنانچہ فصل کاٹنے تک یونہی کرتے رہتے اور یہ دعا کیا کرتے ''الٰہی! ہم پر اور ہمارے چوپائیوں پر احسان فرما کہ فصل گھر پہنچ جائے اور ہمیں اس کی مہنگائی کے عذاب میں نہ ڈال اور جب گندم وغیرہ بحفاظت گھروں میں پہنچ جاتی تو چونکہ اسے گھن لگنے کا اندیشہ نہ ہوتا تھا لہٰذا وہاں سے واپس آ جاتے اور پانی کے درمیان میں پہنچنے تک یوں ہی کرتے رہتے۔ یہ ہمیشہ کا کام تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ بادشاہ اور کم مرتبہ لوگ ایک ایک لقمے کے محتاج ہیں اور اپنے چوپائیوں کے لئے ایک ایک تنکے کے ضرورت مند ہیں۔ اس کے علاوہ دوسرے کام آپ کے لئے آسان تھے لہٰذا اے بھائی! میں تاکید کرتا ہوں کہ مسجدوں کو پلید کرنے سے گریز کرو۔ اللہ تمہیں ہدایت عطا فرمائے۔

❁ امام بخاری و مسلم نے لکھا ہے کہ ''ایک کالے رنگ کی عورت مسجد سے کوڑا کرکٹ اٹھایا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ نے اسے وہاں نہ دیکھا چنانچہ کچھ دن بعد پوچھا تو آپ کو بتایا گیا کہ وہ فوت ہو چکی ہے۔ جس پر فرمایا

کہ تم لوگوں نے مجھے بتایا کیوں نہیں، پھر اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور اس کے لئے دعا فرمائی۔ (یا نماز جنازہ پڑھی)۔

❁ ابن ماجہ کی روایت یوں ہے کہ ''وہ عورت مسجد سے کپڑوں کے ٹکڑے اور لکڑیاں چن لیا کرتی تھی۔''

❁ طبرانی کی روایت میں ہے کہ ''وہ مسجد سے گندگی اٹھاتی تھی جس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چونکہ وہ مسجد سے گندگی وغیرہ اٹھاتی تھی لہٰذا میں نے اسے جنت میں دیکھا ہے۔''

❁ ابو الشیخ اصفہانی لکھتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ نے جب اس کی قبر پر دعا فرمائی اور اس سے پوچھا کہ کونسا عمل تمہارے لئے اچھا رہا ہے؟ تو اس نے قبر کے اندر سے جواب دیا کہ سب سے افضل کام مسجد کی صفائی ہے۔''

❁ میں کہتا ہوں کہ سب سے افضل کام سے مراد وہ ہے جو خود اس کے حق میں تھا لہٰذا یہ بات اس شخص کے خلاف نہیں جاتی جو کسی اور عمل کو افضل دیکھے کیونکہ وہ اس کے حق میں افضل ہوگا۔ یوں ہی دوسروں کے حق میں دوسرے کام افضل ہو سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁ امام طبرانی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''مسجدیں تعمیر کرو اور ان میں سے کوڑا کرکٹ صاف کرو، جو اللہ کی خاطر مسجد بناتا ہے تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے گھر بنا دیتا ہے۔ اس پر ایک صحابی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! جو مسجدیں راستوں میں بنائی جاتی ہیں، ان کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ جس پر فرمایا کہ ان میں سے کوڑا کرکٹ نکالنا جنتی حوروں کا مہر بنے گا۔''

❁ ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے یہ فرمان لکھا ہے کہ ''میرے سامنے میری امت کو ملنے والے اجر لائے گئے جن میں کوڑا کرکٹ بھی لایا گیا جسے مسلمان انسان نے مسجد سے نکالا ہوتا ہے۔''

❁ ترمذی وغیرہ روایت کرتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اپنی مسجدیں اپنے گھروں میں بنائیں اور انہیں صاف ستھرا رکھیں۔''

❁ ابن ماجہ اور طبرانی نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ''اپنی مسجدوں کو اپنے بچوں، دیوانوں، خرید و فروخت، جھگڑوں، آواز بلند کرنے، سزائیں لگانے اور تلواریں سونتنے سے بچائے رکھو، ان کے دروازوں پر طہارت خانے بناؤ اور جمعے کے دنوں میں انہیں صاف ستھرا کر دو۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 22

نمازوں کے لئے مسجدوں میں جانا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم پانچ فرض نمازوں وغیرہ کے لئے مسجدوں میں جایا کریں اور خاص طور پر ان

راتوں کو عشاء اور صبح کی نمازیں پڑھنے جایا کریں جن راتوں میں ادھر جاتے وقت چاند دکھائی نہ دیتا ہو نیز کسی ضروری جائز کام کے علاوہ مسجدوں کی طرف ہمیں روشنی لے کر نہیں جانا چاہئے مسجد میں جانا اس لئے ضروری ہے کہ جماعت کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز دوسری نمازوں سے بڑھ کر مرتبہ والی ہوتی ہے اور اس لئے بھی کہ قیامت کے دن لوگ پل صراط وغیرہ کی طرف اپنے عملوں کے نور کے ساتھ چل کر جائیں گے۔

میں نے سیدی علی خواص رحمہ اللہ سے سنا تھا کہ جو شخص مسجد کی طرف روشنی میں جائے گا تو پل صراط پر اس کا وجود اندھیرے میں ڈوبا ہوگا اور جو اندھیرے میں جائے گا تو چونکہ اس نے اندھیرے کی تکلیف اٹھائی ہوگی اس لئے اس کے بدلے میں وہاں اسے نور کی روشنی ملے گی۔

اے برادر! یہ بات ذہن میں رکھو کہ صاحب شریعت ﷺ نے خوشی خوشی مسجد کی طرف جانے کو صحیح اور مکمل ایمان کی نشانی قرار دیا ہے جبکہ مجبوراً جانے والے کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس کے ایمان میں کمزوری اور خامی ہوگی اور وہ منافق ہوگا جیسے آگے حدیثوں میں آ رہا ہے لہٰذا اے بھائی! تم اپنے بارے میں خود سوچو کہ اگر مسجد کی طرف جاتے وقت تم پر کوئی بوجھ ہے تو سمجھ لو کہ تمہارا ایمان کمزور ہے اور اس میں نفاق بھرا ہے چنانچہ اے برادر! ایسے موقع پر تمہیں نصیحت کرنے والے شیخ کی ضرورت ہوگی جو تمہیں سمجھائے اور منافقت وسستی سے نکال لے کیونکہ اکثر ایسے ہوتا ہے کہ مسجد کی طرف ہلکا پھلکا ہو کر جانے کی وجہ کوئی اور ہوتی ہے جیسے مثلاً وہاں جا کر تم ایسی ٹولی میں بیٹھنا چاہتے ہو گے جو دنیا اور اس کے حکمرانوں کی باتیں کر رہے ہوں کہ کسے معطل کر دیا گیا ہے اور کسے اس کی جگہ پر مقرر کیا ہے یا کون اچھے کام کرنے والا اور کون برے کام کرنے والا ہے لہٰذا مسجد کی طرف جانے والے کو غور کرنا ہوگا کہ اگر وہ شخص چلا جائے یا فوت ہو جائے جس کے ساتھ باتیں کرنا چاہتا ہے تو اگر اس موقع پر اسے مسجد کی طرف جانے میں خوشی ہو تو وہ صرف اللہ کا حکم ماننے کی وجہ سے ہوگی اور اس کے ایمان کی نشانی ہوگی ورنہ معاملہ الٹ ہوگا۔ واللہ غفور رحیم۔

❁ امام بخاری و مسلم نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے کہ ''آدمی جماعت کے ساتھ نماز پڑھے تو اس نماز سے پچیس درجے مرتبہ والی ہوگی جسے وہ گھر یا بازار میں پڑھتا ہے۔

❁ حضرت امام احمد اور ابو یعلیٰ وغیرہ نے یہ روایت دی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ ہر قدم پر اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے۔''

❁ امام احمد کی روایت میں ہے ''جو شخص جامع مسجد میں جائے تو جاتے آتے ہر قدم پر اس کی ایک غلطی مٹا دی جاتی ہے اور ایک کے بدلے میں اس کے لئے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے۔''

❁ طبرانی نے یہ حدیث لکھی ہے ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایسے لوگوں کی ہر طرف نور ہی نور کر دے گا جو اندھیرے میں مسجدوں کی طرف جایا کرتے (اور تکلیف اٹھاتے) ہیں۔''

❁ انہی کی ایک اور روایت میں یوں ہے کہ ''جو اندھیری رات کو مسجد کی طرف جاتا ہے تو قیامت کے دن اللہ سے ملاقات کے موقع پر وہ روشنی میں ہوگا۔''

طبرانی نے یہ حدیث لکھی ہے، فرمایا ''جو شخص گھر میں اچھی طرح سے وضو کرے اور پھر مسجد کو جائے تو وہ اللہ کی زیارت کرنے جا رہا ہوگا اور زیارت کے لئے جانے والے کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ زیارت والے کی عزت کرے۔''

ابن ماجہ کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو اپنے گھر سے مسجد کی طرف نکلتے وقت یہ دعاء پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس پر توجہ فرماتا ہے اور ستر ہزار فرشتے اس کے لئے بخشش کی دعا کرتے ہیں۔(اَللّٰھُمَّ الخ تا اِلَّا اَنْتَ)
ترجمہ ''اے اللہ! میں تیری طرف جانے والوں اور اپنے اس راستے کے طفیل تجھ سے دعا مانگتا ہوں کہ تو مجھے عذاب سے بچا اور میرے گناہ بخش دے کیونکہ گناہوں کو تیرے سوا کوئی اور نہیں بخش سکتا، کیونکہ میں تکبر اور اکڑ سے نہیں نکلا، نہ ہی دکھلاوے اور سنانے کی خاطر چلا ہوں، مجھے تو صرف تیری ناراضگی سے ڈر لگتا ہے اور میں تیری خوشی چاہتا ہوں۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 23

مسجدوں میں زیادہ دیر تک ٹھہرنا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم کافی دیر تک مسجدوں میں ٹھہرا کریں اور بازاروں میں کم سے کم بیٹھیں، ان دونوں کاموں کے لئے کچھ شرطیں ہیں چنانچہ مسجد میں بیٹھنے والے کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کی ہر حرکت وسکون اور دلی خیالات پاکیزہ ہوں لیکن اگر وہ ایسا نہیں کر سکتا تو ادب یہ ہے کہ وہ تھوڑی دیر کے لئے بیٹھا کرے کیونکہ جب تک وہ مسجد میں ہوتا ہے تو خواہ اسے معلوم ہو یا نہ ہو لیکن وہ اللہ کے سامنے ہوتا ہے اور جو بادشاہوں کے پاس ادب سے بیٹھا نہیں کرتا، وہ جلد تباہ ہو جاتا ہے۔

حضرت مدین کے شاگرد سیدی محمد شویمی بتاتے ہیں کہ کسی شخص کو میرے آقا مدین کی محفل میں بیٹھنے کی جرأت نہ تھی کیونکہ ان کی محفل میں بیٹھنے والے جس شخص کے دل میں بھی کوئی برا خیال آ جاتا ہے تو وہ اٹھ کر ڈنڈے سے اسے خوب مارتے اور جب ایک مخلوق کی یہ حالت ہے جس کی یہ سزا ہے تو اللہ تعالیٰ کا معاملہ کیسا ہوگا؟''

میں کہتا ہوں کہ مسجد میں ٹھہرنے، بیٹھنے والے اور شک وشبہ میں پڑے اکثر لوگوں کا حال یہی ہوتا ہے، وہ بیٹھ کر علماء، نیک لوگوں، حکمرانوں، قاضیوں، گواہوں، ظالموں اور تاجروں کی باتیں کرتے ہوئے اللہ کی بارگاہ میں ان کی خامیاں نکالتے ہیں چنانچہ ایسے لوگ مویشیوں جیسے ہوتے ہیں بلکہ ان سے مویشی بہت اچھے ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سیدی علی خواص اس وقت مسجد میں جاتے تھے جب مؤذن حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ کہتا۔ اس بارے میں پوچھا گیا کہ کیا آپ ایک مرتبہ

وقت سے پہلے مسجد میں آ سکتے ہیں؟ تو فرمایا کہ ہم جیسے لوگ بارگاہ الٰہی میں دیر تک بیٹھنے کی ہمت نہیں رکھتے، ہمیں یہ ڈر رہتا ہے کہ فائدے کی بجائے نقصان نہ ہو جائے لہٰذا ہر مومن کے لئے ضروری ہے کہ مسجد کا ادب کرے کیونکہ وہ خالص اللہ کا گھر ہوتا ہے لہٰذا وقت سے پہلے مسجد چھوڑنے کی کوشش نہ کرے، ہاں اگر اسے کسی مسلمان کے ساتھ بدگمانی کرنے اور روزی جیسے معاملے کے ساتھ اپنے اعضاء کو ظاہری و باطنی برائیوں سے روکنے پر قابو حاصل ہے تو ایسا کر سکتا ہے، یہ بہت بری عادت ہوتی ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ پر یہ اعتراض آتا ہے کہ وہ اسے برباد کرتا ہے حالانکہ وہ تو اسے ماں کے پیٹ سے لے کر بڑھاپے تک روزی دیتا ہے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسجد میں بیٹھنے والے پر کچھ باتیں لازم ہو جاتی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ جب بھی کوئی شخص اس سے کوئی چیز مانگے تو وہ انکار نہ کرے خواہ وہ اس سے اس کے پگڑی، چوغہ یا گھر اور تنہائی میں موجود ہر شے ہی کیوں نہ مانگ لے، ہاں اگر وہ پریشان کرنے یا آزمانے کی خاطر مانگے تو انکار کر سکتا ہے۔

دوسرے یہ کہ ''تاسومہ'' اور ''حلفا'' یہ (پہننے کی چیزیں) جیسی چیزیں پہن کر نہ چلے، ہاں اگر زخم، بیماری، سخت سردی یا گرمی کا خوف ہو تو پہن سکتا ہے۔

ایک یہ کہ ہمیشہ باوضو رہتے ہوئے عبادت میں لگا رہے چنانچہ لمحہ بھر کے لئے بھی بے وضو نہ ہو۔

ایک اور احتیاط یہ کرلے کہ لمحہ بھر کے لئے بھی دل میں یہ خیال نہ لائے کہ وہ کسی بھی مسلمان سے بہتر ہے کیونکہ یہ شیطان کا وہ گناہ ہے جس نے اسے اللہ کی بارگاہ سے نکالا، اس پر لعنت پڑی اور وہ مردود کر دیا گیا۔

یہ بنیادی آداب ہیں جن کے ساتھ اور آداب بھی ہیں۔

بازار میں بیٹھنے کی شرطیں

رہی بازار میں بیٹھنے والے کے لئے شرطیں تو ان میں سے ایک یہ ہے کہ خرید و فروخت اسے اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرے۔

ایک یہ کہ اپنے ہمسائے کی کوتاہیوں سے اپنی نظر ہٹائے رکھے، اس کے بارے میں بدگمانی نہ کرے اور نہ ہی حسد کرے۔

ایک یہ کہ اپنی روزی کے معاملے میں اپنی خرید و فروخت پر بھروسہ نہ کرے بلکہ اللہ کے حکم پر خرید و فروخت کیا کرے اور بھروسہ اللہ ہی پر رکھے کیونکہ روزی میں صرف اللہ ہی برکت فرماتا ہے اور کاروبار کے موقع پر لوگوں سے بے نیازی اللہ ہی کی وجہ سے ہوتی ہے نہ کہ کاروبار سے جیسے کھانے پینے کی چیزوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ کھانے پینے کے وقت اللہ تعالیٰ ہی سیر کرتا ہے نہ کہ کھانا پینا۔

میں نے سیدی علی خواص رحمہ اللہ سے سنا، فرماتے ہیں جب کوئی شخص اپنے گھر اور بازار کے اندر بیٹھنے میں اللہ کے علاوہ کسی اور پر بھروسہ کرتے ہوئے فرق کرتا ہے تو یہ گناہ ہے۔

حضرت سیدی علی خواص رحمہ اللہ جب اپنی دکان کھولا کرتے تو یوں دعا کرتے بِسْمِ اللّٰہِ الْفَتَّاحِ الْعَلِیْمِ نَوَیْتُ نَفْعَ عِبَادِكَ یَااَللّٰہُ (فتاح اور علیم نام والے اللہ کے نام کی برکت سے کھول رہا ہوں اور اے اللہ! میری نیت یہ ہے کہ تیرے بندوں کو فائدہ پہنچاؤں) اس کے بعد واپس آنے تک اللہ کی بارگاہ میں حاضری کی نیت کر کے بیٹھے رہتے۔

انہی آداب میں سے ایک یہ ہے کہ عورتوں کو دیکھنے سے گریز کرے اور کسی عورت کے ساتھ کلام کرنے سے لطف اندوز نہ ہو کیونکہ جب وہ اسے اچھا جانے گا اور اس کا دل عورت کی طرف مائل ہوگا تو بازار میں اس کا بیٹھنا گناہ شمار ہوگا۔

ایک یہ ہے کہ جس دن کوئی شے نہ بیچے، اس دن اسے اس دن سے زیادہ خوشی ہو جس دن وہ کافی مال بیچے کیونکہ اس میں اس کے لئے اپنی نفسانی خواہش کے مقابلے میں اللہ کے ارادے کو اولیت دینے کا موقع ملے گا۔

اس قسم کے بہت سے آداب لکھے ملتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس سے پتہ چلا کہ کسی فقیر کو یوں کہنے کا حق نہیں کہ فلاں تجارت کرنے والے اور کاریگر کو مبارک ہو کیونکہ وہ اپنی محنت سے کماتا ہے کیونکہ یوں اسے مصیبتوں سے بچنے کی پہچان ہوگی اور یونہی کسی تاجر اور کاریگر کو یہ کہنے کا حق نہیں کہ فلاں فقیر کو اس لئے مبارک ہو جو فلاں مسجد، حرم مکہ یا مدینہ یا بیت المقدس میں ٹھہرا ہوا ہے کہ وہ فقیر اور تاجر کو بگاڑنے والی مصیبتوں سے بچا ہوا ہے جس کا ہم ذکر کر چکے اور وہ جن کا ذکر نہیں کیا۔

یہ عادت ایسے اکثر لوگوں میں پائی جاتی ہے جو کاموں کی ظاہری صورت دیکھتے ہیں، اندرونی نہیں اور نہ ہی اس کا انجام دیکھ سکتے ہیں اور اسی وجہ سے فقیر کے لئے یہ شرط ہے کہ کسی سچے فقیر اور تاجر کی تعریف اس وقت تک نہ کیا کرے جب تک اسے پل صراط سے گذر کر جنت میں داخل ہوتے نہ دیکھ لے، خود میں نے علماء اور تاجروں سے سنا کہ وہ کسی ایسے شخص کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ فلاں کو مبارک ہو جو مکہ میں ٹھہرا ہوا ہے، وہ خیریت سے مکہ میں ٹھہرا ہے اور دنیا سے امن میں ہو گیا ہے لیکن جب میں نے سفر کر کے اس کو نیک نیتی سے دیکھا تو وہ برے حال میں تھا ایک بات تو یہ تھی کہ اس کا کوئی کاروبار نہ تھا اور وہ لوگوں کے ہاتھوں کو للچائی نظروں سے دیکھتا تھا، جب وہ کچھ لینے کے لئے کسی کی طرف بڑھتا اور اسے کچھ بھی نہ ملتا تو محفلوں میں جا کر اس کی برائیاں کیا کرتا جس پر لوگ اس کی اس بدزبانی کے اندیشے سے یا تو اسے کچھ دے دیتے یا پھر وہ ان سے دشمنی رکھتا اور ان سے تعلق توڑ لیتا۔ بخدا وہ لوگوں کو اس قدر تکلیف دیتا تھا کہ اگر ان میں کسی کے سامنے صرف ایک چغلی کے بدلے قیامت کے دن اس کے عرصہ تک مکہ میں رہنے کے عمل پیش کئے جائیں اور تو وہ ان پر خوش نہ ہوگا بشرطیکہ ان اعمال میں خلوص پایا گیا ہو اور جب مکہ میں جا کر وہ اعمال دکھلاوے اور کسی کو سنانے کے لئے کرے تو وہ جڑ سے اکھڑے ہوں گے جنہیں اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرے گا تو اس کے عمل ایسے نہ ہوں گے جن میں سے وہ کسی کو کچھ دے سکے۔

ایک عجیب حکایت

ایک مرتبہ میں نے حضرت علی خواص رحمہ اللہ سے سنا، وہ حج کا ارادہ کرنے والے ایک شخص سے فرما رہے

تھے کہ اے بھائی! تم مکہ یا مدینہ کے پڑوس میں رہنے سے گریز نہ کرو کیونکہ تم ان کا حق ادا نہیں کر سکو گے لہٰذا تم پر یہ عام مثال لاگو ہوگی کہ تو نے حج کیا تو تمہارے پاس ضرورت کا سامان بھی بہت تھا، لیکن واپس ہوئے تو پیٹھ پر ہزار گناہوں کے بوجھ والی تھیلیاں تھیں کیونکہ قیامت کے دن جن لوگوں کی تم چغلیاں کرتے رہے ہو گے، ان کا وہ بوجھ الگ رکھا ہوگا اور وہ ایک تھیلی ہوگی۔ اس شخص نے آپ سے کہا اے آقا! مجھے وہاں پڑوس میں ٹھہرنے کی اجازت دیجئے۔ آپ نے فرمایا میں تب اجازت دوں گا جب تم شرطیں پوری کرو گے۔ اس نے پوچھا کہ وہ شرطیں کیا ہیں؟ شیخ نے فرمایا ان میں سے ایک یہ ہے کہ تم اس وقت تک وہاں روزی کا سامان اور درہم نہیں رکھو گے جب تک وہاں ٹھہرے رہو گے، دوسری یہ کہ جب تک تمہیں دن یا رات میں یہ پتہ ہو کہ وہاں کوئی بھوکا شخص موجود ہے، اکیلے کھانا نہیں کھاؤ گے، ایک یہ کہ وہاں تمہیں پرانے اور بوسیدہ کپڑے پہننا ہوں گے اور کبھی بھی فخر والا لباس نہیں پہننا ہوگا بلکہ اسے بیچ کر بھوکے فقیروں پر خرچ کر دینا ہوگا، ایک یہ کہ واپس گھر آنے تک وہاں ٹھہرنے کے دوران شکوہ و شکایت سے رکنا ہوگا پھر نہ گھر بار کی خواہش ہو نہ اولاد، نہ وظیفے کی اور نہ ایسے بھائیوں سے ملنے کا شوق رکھنا ہوگا جو مکہ سے باہر رہتے ہیں کیونکہ اس وقت تم اللہ تعالیٰ کی خاص بارگاہ میں حاضر ہو گے جو تمہارے دل کو قابو میں رکھ رہا ہو گا اور جب تمہارا دل اللہ سے ہٹ جائے گا تو ایسے ہو گا کہ گویا تمہارا دل جسم کے بغیر موجود ہوگا تو دیکھ لو کہ کیا ایسا کر سکو گے؟ اور ایک کہ جب تک تم وہاں ٹھہرے رہو، اللہ سے روزی کے بارے میں کوئی شکوہ و شکایت نہ کرنا ہوگی کیونکہ وہ کبھی اسے روکے گا نہیں کیونکہ اللہ کی بارگاہ میں رہنے والوں کے لئے ایسا کرنا مناسب نہیں، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اللہ سے شکوہ کرنے والا اس کی ناراضگی میں آ جاتا ہے پھر بے ادبی اور کمزور یقین کی بنا پر اس کی بارگاہ سے مردود ہو جاتا ہے حالانکہ اسے علم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اسے ماں کے پیٹ سے لے کر بڑھاپے تک سے روزی دے رہا ہوتا ہے۔ یہ بہت بری عادت ہوتی ہے اور پھر وہ سرزمین تو روزی کے معاملے میں خاص طور پر وہاں ٹھہرنے والے کو بددل کرتی اور اللہ پر اعتراض کرنا سکھاتی ہے جس سے بڑے بڑے اولیاء ہی بچ سکتے ہیں۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسی وجہ سے بڑے بڑے اولیاء مکہ میں ٹھہرنے کو ناپسند کرتے ہیں۔

ایک اور شرط یہ ہے کہ جب تک مکہ میں ٹھہرا رہے، دل میں گناہ کا خیال تک نہ لائے اور جب ایسا ہو ہی نہ سکے گا تو گناہ میں پڑے گا کیسے؟ یہی وجہ ہے کہ بڑے اولیاء یہاں سے اپنی عورتوں کو لے گئے اور تکلیفیں برداشت کیں۔

حضرت شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مکہ میں ٹھہرنے کی بجائے مجھے کسی حمام میں ٹھہرنا زیادہ پسند ہے اور یہ بھی فرماتے تھے کہ مکہ میں ٹھہرنے کی بجائے خراسان جیسے شہر میں مؤذن بن کر رہنا، میرے لئے زیادہ پسند ہے اور یہ اس لئے کہ کہیں میرے دل میں گناہ کا ارادہ نہ آ جائے، خواہ اسے کر نہ پاؤں جس کی وجہ سے اللہ مجھے عذاب میں مبتلا کر دے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۢ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ (سورہ الحج، ۲۵)

"اور جو اس میں کسی زیادتی کا ناحق ارادہ کرے، ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔"

اور عذاب کا یہ معاملہ مکہ کے حرم ہی سے تعلق رکھتا ہے لہٰذا اس حدیث کی رعایت میں شامل نہیں کہ ''اللہ تعالیٰ دل میں آنے والے برے خیال کو اس وقت تک معاف کرتا ہے جب تک ایسا کر نہ لے۔''

جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما طائف میں تھے تو لوگوں نے پوچھا کہ آپ مکہ میں کیوں نہیں ٹھہر جاتے؟ آپ نے فرمایا مجھ میں یہ ہمت نہیں کہ لوگوں یا اپنے بارے دل میں آنے والے زیادتی کے ارادے پر قابو پا سکوں اور اگر ایسا ہو گیا تو کیا کروں گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مکہ کے علاوہ گناہ کے بدلے صرف دل میں برا ارادہ آنے پر کسی کو دھمکایا نہیں۔''

اس پر اس شخص نے کہا کہ میرے آقا میں مکہ میں ٹھہرنے اور حج سے توبہ کرتا ہوں اور پھر وہ وہاں نہیں ٹھہرا۔

سیدی محمد بن عنان رحمہ اللہ نے مجھے بتایا کہ اس وقت پندرہ اولیاء نے سیدی ابو العباس غمری رحمہ اللہ کے ساتھ حج کرنے کا ارادہ کیا جو مصر اور وہاں کی بستیوں میں سے آئے تھے چنانچہ انہوں نے ان سے کہا اے ہمارے آقا! آپ کے طریقے کے مطابق ہمیں مکہ یا مدینہ میں ٹھہرنا چاہئے یا نہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ جو مکہ یا مدینہ کا ادب کر سکتا ہے، وہی ٹھہرے۔ انہوں نے پوچھا کہ مکہ کا ادب کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ انبیاء، اولیاء اور فرشتوں جیسے اللہ والوں کے طریقے اپناؤ اور جب تک وہاں ٹھہرے رہو، دل میں ایسی برائی کرنا تو کجا اس کا خیال تک بھی نہ آنے پائے جسے اللہ پسند نہیں فرماتا۔ انہوں نے پوچھا کہ مدینہ کا ادب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس کا ادب بھی مکہ جیسا ہی ہے البتہ یہ بات اور زیادہ ہے کہ کسی بھی حال میں رسول اللہ ﷺ کی سنت کی مخالفت نہ کرے نیز اپنا شملہ چھوٹا رکھے اور جو کچھ مل جائے، اسے صدقہ کر دے پھر رائے اور قیاس سے ہٹ کر شریعت کی اجازت کے بغیر مدینہ میں درس نہ دے ہاں کوئی رائے یا قیاس ہو تو اجازت ہے، یہ رسول اللہ ﷺ کا ادب ہو گا کہ آپ کی بارگاہ میں آپ سے مشورہ کے بغیر کسی اور سے کلام نہ کرے چنانچہ اگر وہ صاف دل والوں میں ہے تو ہر ایسی بات میں آپ سے مشورہ کرے جس میں کوئی رائے یا قیاس ہو سکتا ہے چنانچہ آپ کے اشارے پر ایسا کرتے وقت شرط یہ ہے کہ آپ کے الفاظ مبارکہ بیداری میں واضح طور پر سنے جیسے شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کیا کرتے تھے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ سے کئی احادیث صحیح کرائی ہیں جن کے بارے میں کچھ محدثین کا کہنا ہے کہ وہ ضعیف ہیں چنانچہ میں نے انہی پر عمل کیا ہے اور مجھے آپ کے فرمان میں ذرہ بھر بھی شک نہیں رہا، میرے نزدیک وہ شریعت کے عین مطابق ہیں جن پر میں عمل کرتا ہوں جبکہ دوسرے علماء نے اپنے قاعدوں کے مطابق ان میں میری پیروی نہیں کی، ان سب مشائخ کا کہنا ہے کہ آپ کے کہنے پر عمل کرنے کی ہم میں ہمت نہیں اور پھر اسی سال سیدی ابو العباس کے ہمراہ سب کے سب اپنے قول سے باز آ گئے، ان سب میں سیدی محمد بن داؤد، سیدی محمد بن عدل، سیدی محمد ابوبکر صدیدی، شیخ علی بن جمال اور شیخ عبدالقادر دشطوطی رحمہم اللہ جیسے لوگ شامل تھے۔''

پھر مجھے ان کے ہمراہ حج کرنے والے میرے آقا شیخ امین الدین (جامع مسجد غمری کے امام) نے بتایا کہ سید عبدالقادر دشطوطی حرم مدینہ میں داخل نہیں ہوئے بلکہ باب السلام کی چوکھٹ ہی پر اپنا رخسار لگا لیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب حج کے موقع پر وہ زیارت کے لئے یہاں آئے، آخر کار بیہوشی ہی کی حالت میں لوگوں نے جاتے وقت آپ کو اٹھا لیا تھا چنانچہ ''ابیار علی'' پر پہنچ کر انہیں ہوش آیا لہٰذا اے بھائی! تم اللہ اور انبیاء کا ادب کرنے والوں کے حالات میں غور کرو کہ وہ

مسجدوں میں بیٹھتے تھے یا بازاروں میں اور ان کی پیروی کرو۔
رسول اللہ ﷺ کی اس خواہش کے ذکر سے پہلے ایسی ہی بارہ خواہشیں پہلے گذر چکی ہیں، ان پر بھی غور کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام مسلم نے یہ روایت لکھی ہے ''مسجدیں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہیں اور بازار اسے سب سے برے لگتے ہیں۔''

زمین پر بہتر اور بُری جگہیں

❁ امام احمد اور بزار کی روایت ہے کہ ''ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ! کونسی جگہ اللہ کو پسند ہوتی ہے اور کس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے؟ فرمایا میں حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھے بغیر نہیں بتاؤں گا، اسی دوران حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور بتایا کہ زمین میں سب سے بہتر جگہ مسجدوں والی ہوتی ہے (جو اللہ کا گھر ہیں) اور بری جگہ بازار ہوتے ہیں۔''

❁ ایک روایت میں یوں ہے کہ ''حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی ''میں حضرت میکائل علیہ السلام کے بتائے بغیر نہیں بتا سکتا۔''

❁ طبرانی کی روایت یوں ہے کہ ''رسول اکرم ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ کونسی جگہ بہتر ہوتی ہے؟'' انہوں نے عرض کی کہ میں تو نہیں جانتا۔ فرمایا تو اپنے رب سے پوچھ کر بتاؤ جس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام رو پڑے اور عرض کی یا محمد! ہم تو اس سے پوچھ لیتے ہیں لیکن وہ تو اپنی مرضی سے بتاتا ہے چنانچہ وہ آسمان کو چڑھے اور پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ زمین میں سب سے بہتر جگہ مسجدیں ہیں۔ آپ نے پوچھا تو بری جگہ کونسی ہے؟ وہ دوبارہ آسمان کو گئے اور واپس آ کر بتایا کہ وہ بازار ہیں۔''

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے یہ روایت دی ہے ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''سات شخصوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سائے میں لے گا۔'' پھر ان میں سے ایک کے بارے میں فرمایا ''ایک وہ شخص جس کا دل مسجد سے لگا رہے۔''

❁ ترمذی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم نے یہ روایت لکھی ہے کہ ''جب کسی کو دیکھو کہ وہ مسجد میں آیا جایا کرتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ ایمان والا ہے۔''

❁ ابن ابی شیبہ، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور ابن حبان وغیرہ نے یوں لکھا ہے کہ ''جب کوئی شخص نماز اور ذکر الٰہی کے لئے مسجد کو اپنا ٹھکانہ بنا لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر یوں خوش ہوتا ہے جیسے کسی غائب رہنے والے کے گھر آنے پر اس کے گھر والے خوش ہو جاتے ہیں۔''

میں کہتا ہوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان ''نماز اور ذکرِ الٰہی'' پر غور کرو یعنی مسجد میں بیٹھنے والے کا اصل مقصد یہی ہونا چاہئے چنانچہ جو بے مقصد باتیں وغیرہ کرنے کے لئے بیٹھے تو اللہ خوش نہیں ہوتا اور یونہی پہلی حدیث میں ''مسجد کی

طرف آیا جایا کرتا ہے'' والے فرمان کا بھی یہی مطلب ہے اور آگے آنے والی حدیثوں کا مطلب بھی یہی ہوگا کیونکہ کسی شے کا شوق دلانے کا مقصد اسی وقت پورا ہوگا جب وہ شخص برائیوں سے بچے۔

اس موقع پر اللہ کے خوش ہونے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جب کوئی کسی کے گھر میں جائے تو بندے کو چاہئے کہ اپنے مہمان کو دیکھ کر تبسم کرے تاکہ اس کا دل لگے اور اسے خوش کیا جا سکے۔ واللہ اعلم۔

- ابن خزیمہ نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے کہ ''جو بھی شخص مسجد کو اپنا ٹھکانہ بنا لے پھر کسی بھی کام یا ضرورت کے لئے جا کر واپس آ جائے تو اللہ اسے دیکھ کر تبسم فرماتا ہے۔''
- طبرانی نے یہ مرفوع روایت لکھی ہے کہ ''مسجدوں کو تعمیر کرنے والے درحقیقت اللہ والے ہوتے ہیں۔''
- ایک اور روایت یوں ہے ''جو مسجد سے محبت رکھے، اللہ اس سے محبت رکھتا ہے۔''
- امام احمد اور حاکم نے یہ روایت دی ہے کہ ''مسجد میں بیٹھنے والے میں تین عادتیں ہوتی ہیں وہ ایک بھائی کی طرح ہوتا ہے جس کا کوئی فائدہ ہوتا ہے، وہ نیکی بات کی طرح ہوتا ہے اور ایسی رحمت ہوتا ہے جس کی امید ہوتی رہی۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 24

عورتوں کو گھروں میں نمازیں پڑھنے کا حکم

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی عورتوں کو گھر میں نماز پڑھنے اور گھر ہی میں رہنے کی تاکید کریں اور انہیں ایسے کاموں کے فضائل بتائیں تاکہ انہیں کسی غیر مرد کا وعظ سننے کی ضرورت نہ پڑے کیونکہ ہم سے خاص طور پر اپنے اہل و عیال کے بارے میں پوچھا جائے گا، ہاں وعظ سننے والی اگر بڑھیا یا بدصورت ہو جس کے دل میں کبھی کبھار ہی خواہش پیدا ہوا کرتی ہو تو اس بارے میں گنجائش ملتی ہے اور جب فضیلتیں ناپسندیدہ چیزوں میں گھری ہوں تو وہ فضیلت حاصل کرنے کی بجائے مکروہ کام چھوڑنا زیادہ بہتر ہے اور جو شخص عورتوں کے بارے میں کچھ جانتا ہے کہ وعظ کے لئے نکلتے وقت وہ کیا کرتی ہیں تو اپنی عورتوں کو ادھر جانے کی اجازت کبھی نہ دے گا علاوہ ازیں اس دور کی عورتیں عام طور پر جاہل ہیں چنانچہ کوئی کہتی ہے کہ بچوں پر نماز لازم نہیں، یہ تو بوڑھوں پر لازم ہے، کوئی کہتی ہے کہ نماز صرف حج کرنے والی پر لازم ہوتی ہے اور کوئی کہتی ہے کہ کسانوں کی عورتوں پر نماز لازم نہیں۔ ایسی باتیں میں خود ان کے منہ سے کئی مرتبہ سن چکا ہوں چنانچہ اسی بناء پر شیخ سلسلہ سیدی احمد زاہد عورتوں کو اکثر نصیحت کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ گھروں میں بند ہوتی ہیں، شریعت کے حکم نہیں سنا کرتیں کیونکہ وہ مردوں میں کم ہی مل بیٹھتی ہیں چنانچہ آپ خاص طور پر عورتوں کے لئے محفل کا انتظام کرتے اور

انہیں وضو، نماز، روزے حج کے طریقے بتاتے ہوئے ان کی نیت کرنا سکھلاتے، انہیں شوہر کا حق بتاتے، ہم بستری کا طریقہ بتاتے، نفلی روزوں کی فضیلت بتاتے اور یہ بتاتے کہ عبادت کا نقصان کیسے ہوتا ہے۔

ان سے پہلے سیدی شیخ ابراہیم جعبری (جن کا مزار مصر میں باب النصر کے باہر ہے) بھی یونہی کیا کرتے تھے چنانچہ خاص طور پر عورتوں کو وعظ فرماتے اور دین کے مسئلے بتاتے۔

یہ ایسا معاملہ ہے کہ جس سے عام لوگ تو کجا، اہل علم بھی غافل ہیں چنانچہ تم دیکھو گے کہ آدمی نے رات یا دن کے وقت ہم بستری کی ہوتی ہے اور غسل نہیں کیا ہوتا، نہ ہی نماز پڑھتا ہے اور اس کے باوجود وہ عورت کے ساتھ لیٹتا اور اسے یوں چومتا ہے گویا وہ اس کی آقا ہوتی ہے، یا وہ دین میں سستی کر رہا ہوتا ہے یا اسے یہ خوف ہوتا ہے کہ اس کی بیوی اسے کہے گی کہ حمام میں نہانے کے لئے پیسے دو ورنہ ہم بستری وغیرہ چھوڑ دو، رہے حیض کے بعد اور نفاس و احتلام کے پیسے عورت کے ذمے ہوتے ہیں باوجودیکہ ہم بستری کے مقابلے میں ایسا کم ہی ہوتا ہے جبکہ مردوں کی عادت ہے کہ ایسے معاملات میں رنج نہیں دکھاتے اور اسے اس کی ضرورت کی چیز دے دیتے ہیں اگرچہ یہ ان کے ذمے نہیں ہوتا جب کہ عورت کا کام یہ ہے کہ وہ اسے ہمبستری کا موقع دیتی ہے، یونہی آدمی کے لئے مناسب یہ ہے کہ دین کے معاملے میں اس کی راہنمائی کرے اور اسے ہر ایسا کام کرنے کی راہ بتائے جس میں بھلائی ہو۔

سید علی خواص رحمہ اللہ کو میں نے فرماتے سنا تھا کہ صاحب شریعت ﷺ نے عورتوں کو حکم فرمایا ہے کہ گھروں میں نماز پڑھیں کیونکہ اس میں اکثر ان لوگوں کی بھلائی کا خیال ہے جو بیگانی عورتوں پر نظر ڈالنے سے پرہیز نہیں کرتے اگرچہ وہ دیکھتے ہیں کہ ہر وقت اللہ کے سامنے حاضر ہیں اور وہ انہیں دیکھ رہا ہے کیونکہ انہیں حکم ہے کہ مردوں کے ساتھ نماز پڑھ لیں اور غور کرو کہ لوگ جب حج کے موقع پر احرام میں اپنے دلوں پر نظر رکھتے ہیں اور ان پر اللہ کا خوف طاری ہوتا ہے، وہ اللہ کی طرف دھیان کرتے ہیں تو عورتوں کو اپنے چہروں اور ہتھیلیوں کو ننگا رکھنے کا حکم ہوتا ہے کیونکہ ایسے موقع پر یہ ممکن نہیں ہوتا کہ بارگاہِ الٰہی میں کوئی کسی غیر عورت کی طرف دھیان کرے لہٰذا خوب سوچو اور آگے بتاؤ، اے بھائی! تمہارے اہل وعیال اور خادم اپنے دین کے بارے میں ضرورت مند ہیں کیونکہ ان کے بارے میں تم سے سوال ہو گا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام احمد، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے ایک مرفوع دی ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر حضرت ابو حمید ساعدی رحمہ اللہ کی بیوی سے اس وقت فرمایا جب اس نے آپ سے عرض کی کہ میں آپ کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتی ہوں۔ فرمایا میں جانتا ہوں کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنا چاہتی ہو، یاد رکھو کہ اپنے حجرے میں نماز پڑھنے سے بہتر یہ ہے کہ اپنے گھر میں پڑھو، حویلی میں پڑھنے سے بہتر ہے کہ تم اپنے حجرے میں پڑھو، محلے کی مسجد میں پڑھنے سے بہتر ہے کہ اپنی حویلی میں پڑھو اور میری مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے کہ تم اپنے محلے کی مسجد میں پڑھو۔''

راوی بتاتے ہیں کہ اس خاتون کے کہنے پر گھر کے ایک کونے میں تاریک ترین جگہ پر اس کے لئے مسجد بنائی گئی جہاں اپنی موت تک، وہ نمازیں پڑھتی رہی۔

حافظ منذری کے اس قول پر ابن خزیمہ نے یوں باب باندھا ہے باب اختیار صلوٰۃ المرأۃ فی حجرتھا علیٰ صلوتھا فی دارھا و صلوتھا فی مسجد قومھا علیٰ صلوتھا فی مسجد النبی ﷺ جس میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس فرمان ''میری اس مسجد میں نماز پڑھنا، کسی اور مسجد میں نماز پڑھنے سے ہزار گنا زیادہ مرتبہ رکھتا ہے۔'' سے مراد مردوں کی نماز لیا ہے، عورتوں کی نہیں۔

❁ امام احمد، ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے کہ ''عورتوں کے لئے سب سے بہتر مسجد (سجدہ گاہ) ان کے گھروں کی سب سے تاریک جگہ ہونی چاہئے۔''

❁ ابوداؤد نے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ ''اپنی عورتوں کو مسجدوں میں نماز پڑھنے سے نہ روکو، تاہم ان کے گھر ان کے لئے بہتر ہیں۔''

❁ علامہ طبرانی نے یہ حدیث دی ہے کہ ''عورت چھپے رہنے کے قابل ہوتی ہے کیونکہ جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کا سامنا کرتا ہے، وہ اپنے گھر کی تاریک جگہ میں (نماز پڑھ کر) اللہ کا قرب حاصل کرسکتی ہے۔''

❁ ابن حبان اور ابن خزیمہ نے یہ مرفوع روایت لی ہے کہ ''ایک خاتون اسی وقت اپنے پروردگار کا قرب حاصل کرسکتی ہے جب وہ گھر کی تاریکی میں (نماز پڑھا کرتی) ہو۔''

❁ طبرانی نے مرفوع حدیث یوں لکھی ہے کہ ''عورتیں قابل پردہ ہیں کیونکہ وہ اپنے گھر سے بے دھڑک نکلتی ہیں تو شیطان اس کا سامنا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تم جس مرد کے بھی سامنے آؤ گی، اسے اچھی لگو گی، پھر عورت اپنے کپڑے پہنتی ہے اور اس سے پوچھا جاتا ہے کہ کہاں جا رہی ہو؟ تو وہ کہہ دیا کرتی ہے کہ میں ایک بیمار کی بیمار پرسی کرنے چلی ہوں یا جنازے کا بہانہ بناتی ہے یا پھر کہتی ہے کہ میں مسجد میں نماز پڑھنے چلی ہوں حالانکہ اگر وہ اپنے گھر میں نماز پڑھے تو اس کے لئے اس سے بڑھ کر عبادت اور کوئی نہ ہو گی۔''

اس حدیث میں ''شیطان کا سامنا کرنے'' کا مقصد یہ ہے کہ وہ اس کے راستے میں کھڑا ہو جاتا ہے، اسے غور سے دیکھتا ہے اور اس کے بارے میں برا ارادہ رکھتا ہے کیونکہ اس نے شیطان کو اپنا گرویدہ بنانے کے لئے انتظام کیا ہوتا ہے اور یہ اس کا اپنے گھر سے نکلنا ہے۔''

❁ حضرت طبرانی رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ حضرت ابوعمرو شیبانی نے حضرت عبداللہ کو دیکھا کہ جمعہ کے دن وہ عورتوں کو نکالتے ہوئے فرماتے تھے کہ اپنے گھروں کو چلی جاؤ کیونکہ تمہارے لئے یہی بہتر ہے۔ واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 25

نماز چھوڑنے والوں کی راہنمائی کرنا

رسول اکرم ﷺ کی ہم سب کے بارے میں یہ خواہش ہے کہ ہم کاشتکاروں، عام لوگوں اور سارے ناواقف لوگوں کو وہ حدیثیں وغیرہ بتائیں جن میں پانچوں نمازوں اور انہیں ہمیشہ پڑھنے والوں کی فضیلت آتی ہے اور اس بارے میں یوں تاکید کریں جیسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے فرمائی ہے۔

اس کوتاہی میں اس وقت زیادہ فقیر لوگ اور طالب علم گرفتار ہیں چنانچہ تم دیکھو گے کہ ایک شخص اپنی اولاد، خادموں اور ساتھیوں وغیرہ میں گھل مل کر رہتا ہے، انہی سے ہنسی مذاق کرتا اور کھاتا پیتا ہے، تعمیر اور تجارت وغیرہ میں انہیں اپنے ہاں لگاتا ہے لیکن کبھی اسے یہ بتانے کی کوشش نہیں کرتا کہ نماز چھوڑنے پر اسے کیا گناہ ہوگا اور یہ کام کرنے پر کیا اجر ملے گا حالانکہ ان کی یہ عادت دین کی بنیادیں گرانے والی ہوتی ہے لہٰذا اے میرے بھائی! تم ایسے ناواقف لوگوں کو ان سے رہ جانے والے دین کے ضروری کام بتایا کرو ورنہ جہنم میں جلنے والے پہلے شخص تم ہی بنو گے جیسے حدیث پاک میں آتا ہے کیونکہ ایسی صورت میں تمہارا شمار ان لوگوں میں ہوگا جو علم حاصل کر کے اس پر عمل نہیں کرتے اگرچہ تم عام لوگوں میں دین کی سمجھ رکھنے والے شمار نہیں ہوتے کیونکہ لوگ کہا کرتے ہیں کہ دین کی سمجھ رکھنے والے ہی اسے جانتے اور اس میں تبدیلیاں کرتے ہیں، اس لئے کہ لوگوں کو بتانا عوام کا کام نہیں بلکہ انہی کا ہوتا ہے ورنہ جو بھی شخص دین کے بارے میں کچھ جانتا ہے اور اس پر عمل نہیں کیا کرتا، وہ یونہی جانتا اور تبدیلی کرنے والا گنا جاتا ہے۔

اے بھائی! تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ جہاں لوگ نمازیں پڑھنے والے ہوتے ہیں، وہاں کی مصیبتیں اٹھ جایا کرتی ہیں جیسے ہر اس مقام پر مصیبتیں نازل ہوتی ہیں جہاں کے لوگ نماز نہیں پڑھا کرتے لہٰذا اے بھائی! جہاں لوگ نماز نہیں پڑھیں گے، وہاں زلزلے، بجلی کی کڑک اور گہن وغیرہ کا ہونا کوئی دور کی بات نہیں ہوگی۔ ہاں تم یہ نہ کہو کہ میں تو نماز پڑھتا ہوں چنانچہ مجھے کیا خطرہ ہے کیونکہ مصیبت آتی ہے تو ہر برے کے ساتھ نیک پر آیا کرتی ہے، اس لئے کہ نہ تو اس نے انہیں نماز کی ہدایت کی ہوتی ہے، اور نہ ہی انہیں روکا ہوتا ہے اور نہ ہی اللہ کی خاطر انہیں چھوڑا ہوا ہوتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کا ہر کام دیکھ رہا ہے۔

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ کی حدیث ہے، فرمایا اسلام کی بنیادی چیزیں پانچ ہیں جن میں سے ایک یہ کہ وہ کھلم کھلا اللہ کے علاوہ کسی کو عبادت کا حقدار نہ مانے اور اسے یقین ہو کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے خاص رسول ہیں، دوسرے یہ کہ نماز کی پابندی کرے۔" (الحدیث)

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے یہ حدیث لکھی ہے کہ "تم میں سے اگر کسی کے گھر کے سامنے نہر چلتی ہو اور

وہ روزانہ اس میں نہائے تو کیا اس پر کوئی میل رہ جائے گی؟ صحابہ نے عرض کی کہ نہیں جس پر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ پانچ نماز پڑھنا بھی یونہی ہیں، ان کے ذریعے بھی اللہ تعالیٰ گناہ مٹا دیا کرتا ہے۔"

❁ امام مسلم اور ترمذی وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جب تک کوئی کھلے طور پر بڑے گناہ کے کام نہیں کرتا، پانچ نمازیں اور ایک جمعہ کے بعد اگلا جمعہ پڑھا کرتا ہے تو اس بناء پر اللہ تعالیٰ اس کے درمیانی عرصے کے گناہ مٹا دیتا ہے۔"

❁ طبرانی کے مطابق رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ کا ایک فرشتہ ہے جو ہر نماز کے موقع پر آواز دیتا ہے کہ اے اولاد آدم! اٹھو اور اس آگ کو بجھا دو جو تم نے جلا رکھی ہے۔"

❁ طبرانی ہی کے مطابق رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "ہر نماز کے موقع پر اللہ تعالیٰ اعلان کرنے والا ایک فرشتہ بھیجتا ہے، جو کہتا ہے کہ اے لوگو! اٹھو اور وہ آگ بجھا دو جو تم نے اپنے آپ کو لگا رکھی ہے، لوگ اٹھ کر وضو کر کے ظہر کی نماز پڑھتے ہیں تو ان دونوں نمازوں کے درمیان ہونے والی غلطیاں بخش دی جاتی ہیں، عصر کے موقع پر بھی یونہی ہوتا ہے، مغرب کے وقت بھی یونہی اور عشاء کے موقع پر بھی یونہی ہوتا ہے، اس کے بعد وہ سو جاتے ہیں چنانچہ کچھ تو بھلائی میں ہوتے اور کچھ برائی میں گھرے ہوتے ہیں۔"

❁ طبرانی کے مطابق رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "مسلمان جب نماز پڑھتا ہے تو اس کے سر پر گناہ منڈلا رہے ہوتے ہیں اور جب وہ سجدہ کرتا ہے، گر جاتے ہیں چنانچہ نماز سے فارغ ہونے تک سب گناہ گر چکے ہوتے ہیں۔"

میں بتاتا چلوں کہ ان غلطیوں سے مراد وضو کی وہ کوتاہیاں ہیں جو صرف وضو ہی سے مٹا دی جاتی ہیں جیسے شریعت کے ہر حکم میں ہوتا ہے کیونکہ ایسے ہر حکم کی کوتاہی وہی کام کرنے سے مٹا دی جاتی ہے۔ اس وضاحت سے حدیثوں میں موجود مخالفت ختم ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

❁ علامہ طبرانی کے مطابق رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ "قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کے بارے میں سوال ہوگا اور اس کی نمازیں دیکھی جائیں گی، وہ صحیح ہوئیں تو اس کے دوسرے عمل بھی صحیح ہوں گے اور ان کے صحیح نہ ہونے کی صورت میں باقی عمل بھی ضائع اور خراب ہوں گے۔"

❁ ایک اور روایت میں ہے کہ "اگر نمازیں صحیح ہوئیں تو اسے نجات مل جائے گی اور خراب ہونے کی صورت میں وہ ذلیل و خوار ہوگا۔"

❁ میں کہتا ہوں کہ نماز کے صحیح ہونے پر سارے اعمال اس لئے صحیح ہوں گے کہ اس کے صحیح ہونے کی وجہ سے اس پر اللہ خوش ہوگا اور یہ خوشی اس کے سارے اعمال پر ہوگی اور جب نماز صحیح نہ ہوگی تو اللہ کی طرف سے اس پر ناراضگی ہوگی جس کی وجہ سے اللہ کو اس کے سارے اعمال پر ناراضگی ہوگی۔ واللہ اعلم۔

❁ علامہ طبرانی کے مطابق رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ "جو امانت دار نہیں، وہ ایماندار بھی نہیں، جو

پاکیزہ نہیں تو اس کی نماز بھی معتبر نہیں اور جو نماز نہیں پڑھا کرتا، وہ دین پر عمل نہیں کرتا ہوگا کیونکہ دین میں نماز کا مرتبہ یوں ہے جیسے جسم میں سر کا مرتبہ ہوتا ہے۔"

اس سلسلے میں اور احادیث بھی بہت ملتی ہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 26

کم مرتبہ چیز کے مقابلے میں اعلیٰ چیز کو اپنانا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم کم مرتبہ چیز کے مقابلے میں اس چیز پر پہلے عمل کریں جسے آپ نے زیادہ مرتبہ والی قرار دیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل فضیلت وثواب تو آپ کی فرمانبرداری میں ہے لہٰذا تم نفل نماز سے پہلے کوئی اور کام نہ کرو، ہاں اگر صاحب شریعت ﷺ نے اسے پہلے کرنے کا حکم دیا ہے تو حرج نہیں۔

یہ ایسی ہدایت نبوی ہے جس سے لوگ عموماً غافل ہیں بلکہ میں نے جامع مسجد میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہاں عظیم مرتبہ والی نماز عصر کی جماعت ہو رہی تھی تو وہ علم منطق کی کتابیں پڑھ رہا ہوتا، یہ دل کے اندھا ہو جانے کی نشانی ہے کیونکہ صاحب شریعت ﷺ نے ہر عبادت کے لئے وقت مقرر فرمایا ہے جسے تم دوسری چیز سے پہلے کرو گے اگرچہ وہاں کوئی چیز اس سے افضل ہو لہٰذا ہمارے لئے یہ مناسب نہیں کہ ہم مثلاً عصر کی سنتوں کی بجائے دوبارہ نماز عصر پڑھیں بلکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک دن میں دو مرتبہ نماز عصر پڑھنے سے روکا ہوا ہے یعنی جب پہلی نماز صحیح ہو البتہ جماعت کے ہمراہ دوبارہ پڑھنے میں حرج نہیں اور بندہ تو صاحب شریعت کے تابع ہوتا ہے، خود شریعت پر چلانے والا نہیں ہوتا چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے وہاں زیادہ بہتر کام کے ہوتے ہوئے، اس سے غافل ہو کر وہ کام سنت قرار نہیں دیا اور ایسا کام جسے آپ جانتے تھے کہ کم مرتبہ کام اپنے اسی وقت میں کرنے کو کہا گیا ہے جیسے زیادہ مرتبہ والا کام کرنے کا حکم بھی اسی وقت سے تعلق رکھتا ہے جس میں اسے کرنے کا حکم ہے لہٰذا ایک طالب علم کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ نفل تو چھوڑے جس کے کرنے پر زور دیا گیا ہے اور ان کی جگہ علم پڑھنے پڑھانے میں لگ جائے، ہاں اگر شرعی طور پر انہیں خلوص کے ساتھ اس وقت میں کرنا مقرر کر رکھا ہو تو اور بات ہے تاکہ اس کی وجہ سے تمام سنتیں نہ چھوڑ بیٹھے اور وہ اس سے یوں رہ جائیں کہ اسے ان کے پڑھنے کا حکم کبھی دیا ہی نہ گیا تھا حالانکہ اکثر وہ کھیل کود، غیبت اور چغلی، حسد، فخر اور تکبر و بڑائی میں پڑا ہوتا ہے اور اپنے آپ میں نہیں کہا کرتا کہ علم میں لگے رہنا بہتر ہے لہٰذا اے بھائی! تم اپنے آپ میں یوں الجھ نہ جاؤ کہ جو تمہیں ایسی سنت میں مشغول ہونے کے بارے میں کہے جس میں علم کی مصروفیت ہو اسے کہہ دو کہ یہ افضل ہے حالانکہ تمہیں علم ہے کہ تم میں خلوص نہیں کیونکہ ایسی بات اکثر دین کی کمی میں دلیل بن جاتی

ہے اور غور کرو کہ طالب علم جب سنت اور فضیلت والے کام چھوڑ کر جھگڑتا پھرے اور سنت کام چھوڑ دے تو اس کے دل سے انس ومحبت کیسے نکلتی ہے، اس کے بارے میں کسی کو اعتقاد نہیں رہ جاتا اور نہ ہی کبھی اس سے کوئی کہتا ہے کہ میرے لئے دعا کرو لیکن جو طالب علم عام طور پر سنت کام اور ذکر وفکر کرتا ہے تو لوگ اس کے عقیدت مند بن جاتے ہیں اور اسے دعا کرنے کو کہتے ہیں چنانچہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں ''تم لوگ زمین پر اللہ کے گواہ ہو گے چنانچہ جس کے بارے میں اچھائی بتاؤ گے، وہ بہتر ہو گا لیکن جسے برا جانو گے، وہ برا ہی ہو گا۔''

میں نے حضرت شیخ الاسلام زکریا رحمہ اللہ کو فرماتے سنا کہ جب دین کی سمجھ رکھنے والا سنتوں، ورد وظائف اور لوگوں سے صحیح میل ملاپ نہ جانے تو وہ خشک روٹی جیسا ہو گا لہٰذا اے بھائی! وقت مقرر والی تاکیدی سنت نمازیں زیادہ سے زیادہ پڑھا کرو، انہیں کسی بھی دن میں نہ چھوڑو اور علم کے لئے کوئی اور وقت مقرر کرو اور جو کچھ مجھ سے سنو تو بے مقصد محفل کی بجائے علمی محفل سجاؤ، فضول کام چھوڑ دو کیونکہ مومن بھلے کام کرنے سے سیر نہیں ہوا کرتا اور جو شرعی ورد وظیفے کرے تو اس کے لئے ایسے بھلے کام میں مصروف ہونا کافی ہے جن کے بارے میں صاحب شریعت ﷺ نے حکم فرمایا ہے، یوں کبھی بھی اس کے پاس غلط کاموں کے لئے وقت نہیں بچے گا، ہاں صرف تھکاوٹ والا وقت بچ سکتا ہے لیکن انشاء اللہ وہ معاف ہو جائے گا لہٰذا اسے ذہن میں رکھو اور اس پر عمل کرو۔

اس بارے میں گفتگو اس ہدایت میں گذر چکی ہے جس میں کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بارے میں بتایا گیا ہے لہٰذا اسے دیکھ لو، اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام مسلم نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ''نماز نور ہوتی ہے۔''

❁ امام احمد کے مطابق مرفوع حدیث میں فرمایا ''مسلمان آدمی اللہ کی رضا کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ یوں گر رہے ہوتے ہیں جیسے کسی درخت سے پتے گر رہے ہیں، آپ نے اس درخت کی ایک ٹہنی پکڑی تو واقعی اس سے پتے جھڑنے لگے۔''

❁ حضرت امام مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت معدان رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بتایا، انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کے غلام ثوبان رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور اسی دوران ان سے کہا کہ مجھے کوئی ایسا کام بتاؤ جسے کروں تو اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کر دے (یا آپ نے کہا کہ میں نے ان سے کہا کہ مجھے ایسا سب سے ستھرا کام تو بتاؤ جو اللہ کو پسند ہو) وہ چپ ہو گئے، میں نے پھر پوچھا تو وہ پھر چپ ہو گئے پھر تیسری مرتبہ پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ اس بارے میں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تھا تو انہوں نے فرمایا تھا کہ ''سجدے کرتے رہا کرو کیونکہ جب بھی اللہ کے لئے سجدہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارا ایک درجہ بلند کر دے گا جبکہ ایک گناہ جھاڑ دے گا۔''

❁ ابن ماجہ نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے کہ ''کثرت سے سجدے کیا کرو۔'' (نماز پڑھو)

❁ حضرت امام مسلم کے مطابق حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ''میں کسی ضرورت سے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ سے کچھ مانگ لو، میں نے عرض کی کہ جنت میں آپ کے ساتھ رہنا

چاہتا ہوں فرمایا اس کے علاوہ بھی کوئی ضرورت ہے؟ میں نے عرض کی کہ بس یہی ہے، اس پر فرمایا کہ دل میں زیادہ سے زیادہ سجدوں کا ارادہ کرلو تو یہ کام ہوسکتا ہے۔''

❁ طبرانی نے یہ مرفوع حدیث ذکر کی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ آدمی سجدے کیا کرے اور مٹی سے چہرہ گرد آلود کرے، اس کے علاوہ ایسی کوئی حالت نہیں جس کی بناء پر بندہ اللہ کو پسند آ جائے۔'' یعنی اپنا چہرہ براہِ راست زمین پر رکھ دے۔

❁ انہی کی ایک اور مرفوع روایت یوں ہے کہ ''نماز سجدہ والا بہتر کام ہے تو جو زیادہ سجدے کرسکتا ہے، اسے کرنا چاہئیں۔''

❁ ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک قبر کے قریب پہنچے تو پوچھا کہ اس قبر میں کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ فلاں ہے۔ اس پر فرمایا کہ ''اس کے لئے ساری دنیا کے مقابلے میں دو رکعت بہتر ہیں۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 27

وضو کر کے نماز کے لئے تیار ہونا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اول وقت میں نماز پڑھنے کے لئے وقت آنے سے پہلے وضو کرلیا کریں اور جو ایسا نہیں کرسکتا تو کئی مرتبہ وہ جماعت میں شامل ہونے کی فضیلت سے رہ جاتا ہے۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ جس سے تاجر اور کاریگر تو کیا، مسجدوں میں رہنے والے بھی غافل ہوتے ہیں، وہ اول وقت میں وضو کی کوتاہی کرتے ہیں چنانچہ نماز باجماعت ان سے رہ جاتی ہے، ان سے کہا جاتا ہے کہ اٹھ کر وضو کرو تو وہ کہتے ہیں کہ ابھی وقت کافی ہے چنانچہ یہ واقعہ بہت سی جماعت والی ایک مسجد میں ایک عالم کے بارے میں مجھ سے بھی پیش آچکا ہے، میں نے دیکھا کہ عصر کی جماعت کھڑی ہوئی لیکن وہ بیٹھا ہوا بے مقصد باتیں کئے جا رہا تھا۔ میں نے کہا کہ نماز کے لئے اٹھ جاؤ تو اس نے کہا ابھی کافی وقت موجود ہے، میں نے کہا خواہ کافی وقت موجود ہے (تمہیں اٹھنا چاہئے) اس پر کہنے لگا میں ایک شخص کے ساتھ بھی پڑھ لوں گا تو مجھے ستائیس درجے ملیں گے۔ میں نے کہا کہ تم ایسی شے میں مجھ سے جھگڑتے ہو جو تمہارا ثواب گھٹا دے گی چنانچہ میں وہاں سے واپس مڑا اور اسے وہیں چھوڑ دیا۔

ایسے لوگ سنت سے ناواقف بڑے امام شمار ہوتے ہیں اور اکثر اسی بنا پر ان سے واجب کام رہ جاتا ہے جس کی وجہ سے قیامت میں انہیں عذاب ہوگا کیونکہ اصل گمراہی یہ ہے کہ ان اماموں کو چھوڑ دیا جائے جو شرعی کام بتاتے ہیں۔ لوگ ان کے پیچھے چلتے ہیں اور وہ گمراہی میں پیشوا بن جاتے ہیں لہٰذا ایسے لوگوں سے بھلائی کی امید نہیں رکھی جاسکتی اگرچہ ان

کے پاس پہاڑ جتنا علم موجود ہو۔

حضرت سیدی ابراہیم متبولی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب تم علم پڑھنا چاہو تو عمل کرنے والے علماء کے پاس پڑھو، یاد رکھو کہ ایسے جھگڑالو لوگوں کے پاس نہ پڑھو جو اپنے علم کے مطابق عمل کرنا نہیں جانتے کیونکہ یوں تم اپنے علم کی برکت سے محروم رہو گے کیونکہ شیطان ایسے لوگوں کی تاک میں ہوتا ہے اس لئے کہ وہ شریعت کا علم رکھتے ہیں اور وہ شریعت ان ہی کی وجہ سے موجود ہے۔ ان کا حال بگڑنے کی وجہ سے شریعت کا حال بگڑ سکتا ہے کیونکہ وہ عمل دکھائی نہیں دیتے جو وہ کیا کرتے ہیں چنانچہ لوگ ان میں ان کی پیروی کرتے ہیں تو گویا ان سے بہتری کی امید ہی نہیں، وہ تو عمل کرنے پر دکھائی دیتی ہے۔

آپ ہی فرماتے تھے کہ اپنے علم پر عمل نہ کرنے والا اس چالاک جیسا ہوتا ہے جو لڑائی کے سارے ہتھیار جانتا ہے، پھر راہ خدا میں جہاد کے لئے نکلتا ہے جہاں راستے میں اسے ابلیس ملتا ہے تو اسے کہتا ہے کہ راستہ چھوڑ دو کیونکہ تم دفاع اور دھوکا کرنا جانتے ہو جبکہ کوئی اور اسے جانتا ہی نہیں، ایسے میں ایک انسان گذرتا ہے جس کے پاس سامان ہوتا ہے، وہ اسے پیٹ کر گرا دیتا ہے، اس کا سامان لے لیتا ہے اور وہ جہاد کئے بغیر گھر آ جاتا ہے، یونہی اوپر ذکر کیا جانے والا فقیہ اپنے علم کو ہتھیار بنا کر اس کے ذریعے لوگوں سے لڑتا ہے اور اگر وہ اپنے علم کو بھی دیکھتا ہے تو کسی اور کے مذہب کی پیروی کرتا ہے جس پر خود نہیں چلتا اور کہتا ہے کہ میرے لئے ضرورت کی خاطر تقلید جائز ہے اور اگر کوئی اس کے ساتھ اس بارے میں بحث کرتا ہے کہ کسی اور کی تقلید ضروری ہے تو اس ضرورت پر وہ دلیلیں دیتا نظر آتا ہے چنانچہ ایسے شخص کا علم جہنم کا ایندھن بنتا ہے لہٰذا اے بھائی! شریعت کا ادب لازمی سمجھو اور اس سے نہ جھگڑو جو تجھے نصیحت کرتا ہے کیونکہ ایسے میں تمہارے دین کے اندر خامی پیدا ہو جائے گی۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ تجھے ہدایت دے۔

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے یہ روایت لکھی ہے کہ ”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے عرض کی یا رسول اللہ! اللہ کو کونسا عمل سب سے بڑھ کر پسند ہے؟ تو فرمایا کہ ”وقت میں نماز پڑھنا۔“

❁ امام طبرانی کی مرفوع حدیث یوں ملتی ہے کہ ”لازمی طور پر اپنے رب کا ذکر کیا کرو اور نمازیں اول وقت میں پڑھا کرو کیونکہ یوں اللہ تعالیٰ تمہیں دوگنا ثواب دے گا۔“

❁ ترمذی اور دار قطنی نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ”نماز اول وقت میں پڑھنے سے اللہ خوش ہوتا ہے اور آخر میں پڑھنے سے اللہ کی معافی ملتی ہے۔“

❁ دار قطنی میں لکھا ہے کہ ”درمیانی وقت میں نماز پڑھنے والے پر اللہ کی رحمت ہوتی ہے۔“

❁ دیلمی کی مرفوع حدیث یوں ہے ”آخری وقت کے مقابلے میں اول وقت کا درجہ یوں ہے جیسے دنیا کے مقابلے میں آخرت کی فضیلت ہوتی ہے۔“

❁ امام احمد اور طبرانی نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ”تمہارا رب فرماتا ہے کہ جو شخص وقت پر نماز پڑھے اس پر پابندی کرے اور ہلکا جان کر اس کا حق ضائع نہ کرے تو اس کا لازمی حق ہے کہ میں اسے جنت میں داخل کروں۔“

طبرانی نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ''جو شخص پانچوں نمازیں پورے وقت پر پڑھا کرے، اچھی طرح سے وضو کرے، نماز میں قیام، عاجزی، رکوع اور مکمل طور پر سجدے کرے تو ایسی نماز (قیامت میں) چمکتی دکھائی دے گی اور کہے گی اللہ تمہاری حفاظت یوں فرمائے گا جیسے تو نے میری دیکھ بھال کی اور جو بے وقت پڑھے، اچھی طرح سے وضو نہ کرے، پوری عاجزی نہ ہو، نہ پورے طور پر رکوع اور سجدے کرے تو ایسی نماز سیاہ اور تاریکی میں ڈوبی دکھائی دے گی چنانچہ ایسے نمازی اسے کہے گی کہ اللہ تجھے ویسے ہی برباد کردے گا جیسے تو نے مجھے برباد کیا اور جب وہ اس مقام پر ہوگی جہاں اللہ چاہے گا تو پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ دی جائے گی اور اس کے منہ پر ماری جائے گی۔''

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 28

باجماعت نماز کی تاکید

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم پانچوں نمازیں باجماعت پڑھیں اور وہ نفل بھی پڑھیں جن میں لوگ جمع ہوتے ہیں، اس بارے میں ایسی سستی نہ کریں جس کی وجہ سے پوری جماعت یا اس نماز کا کچھ حصہ رہ جائے اگرچہ شارع علیہ السلام نے ایسے شخص کے لئے وہی ثواب بتایا ہے جو جماعت کے لئے چلے لیکن وہاں پہنچنے پر نماز پوری ہو چکی ہو کیونکہ صاحب شریعت علیہ السلام نے اسے جماعت کے ساتھ پڑھنے والے کے لئے دلی سکون کی خاطر رواج دیا ہے اور جب وہ جماعت تک پہنچا تو وہ پوری ہو چکی تھی لہٰذا افسوس کیا اور غمگین ہوا اور اس کے لئے یہ ایسے ہوا کہ کسی مصیبت والے سے افسوس کر رہا ہے ورنہ آپ اللہ کے حکم میں کوتاہی کرنے والے کو ایسا درجہ کیونکر دیتے جو ایسا کام تیزی سے کرنے والے اور صرف اللہ کی خاطر ہر مصروفیت چھوڑنے والے کو دیتے ہیں۔ یہ بات ذہن نشین رکھیں۔

یہ وہ خواہش ہے جس کے بارے میں مسجدوں میں ٹھہرنے والے اور خاص طور پر جھگڑالو قسم کے شک و شبہ والے سستی دکھاتے اور غفلت کرتے ہیں چنانچہ تم دیکھو گے کہ ایسا شخص رکا رہے گا اور اسی دوران امام کے ساتھ تکبیر میں شامل نہیں ہوگا، امام سورۂ فاتحہ یا سورت پڑھ چکا ہوگا، اس کے بعد وہ شخص نیت کرے گا، پھر رکوع میں شامل ہوگا اور یوں کہے گا کہ میں نے ایسا اس لئے کیا ہے کیونکہ مجھے سورۂ فاتحہ میں شک سا پڑ جاتا ہے حالانکہ یہ بہانہ شریعت میں معتبر نہیں جس کی بنیادی وجہ حرام اور شبہ والا کھانا ہے چنانچہ ایسے لوگ اس طرح کا کھانا کھاتے رہتے ہیں اور کہے جاتے ہیں کہ اصل میں تو یہ حلال ہے اور یوں ان کا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور دماغ خراب ہونے کی وجہ سے اس میں کوئی کام اور باتیں محفوظ نہیں رہ سکتیں، کاش ایسا شخص کسی صوفی شیخ کی پیروی کرے جو اسے پرہیزگاری اور حلال کمانا سکھائے جس سے اس کے دل میں روشنی ہو اور دل چمکدار موتی جیسا ہو جائے جس کی وجہ سے اسے ہر کیا ہوا کام معلوم ہو اور وہ کسی شے کو کبھی کبھار کے علاوہ

بھول نہ پائے چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "میں سنی ہوئی چیز کبھی بھی بھولا نہیں کرتا۔" کیونکہ ان کے دل میں نورانیت موجود تھی لہٰذا اے بھائی! تم بھی کسی شیخ کے ہاتھوں میں ہاتھ دو جو تمہیں بتائے کہ عبادتوں کے مرتبے بتائے اور اللہ کے حکموں پر راہنمائی فرمائے ورنہ لازمی طور پر تمہیں اپنے کئے کاموں میں شک رہا کریگا، بسا اوقات تم سے سستی بھی ہوگی یا تم خلوص کے بغیر اسے کرو گے کہ لوگ تمہارا چرچا کریں چنانچہ حضرت فرقد سنجی رحمہ اللہ کے ساتھ ایسا ہو چکا ہے، انہوں نے چالس سال تک جماعت کی پہلی صف میں نماز پڑھی، ایک دن نماز رہ گئی تو لوگوں کے سامنے آپ کو شرمساری ہوئی، آپ نے چالیس سال کی نمازیں دوبارہ پڑھیں اور دل میں کہا اے میرے نفس! چالیس سال تک تو تُو لوگوں کے سراہنے کے لئے نمازیں پڑھتا رہا ہے۔

اس کے بعد انہوں نے شیخ کے ہاتھوں میں ہاتھ دیئے اور ان کی ہدایت پر عمل کرنا شروع کیا لہٰذا اس بات کو ذہن میں رکھو اور اس پر عمل کرتے رہو، اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام بخاری و مسلم، ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے کہ "جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ثواب گھر یا بازار میں پڑھی جانے والی پچیس نمازوں کے برابر ہوتا ہے۔"

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے "اکیلا نماز پڑھنے کے مقابلہ میں جماعت کے ساتھ پڑھنے کی بناء پر ستائیس درجے ثواب زیادہ ملتا ہے۔"

❁ امام مسلم، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ انہوں نے بتایا "نماز باجماعت پڑھنے میں ہم سے کھلے منافق کے بغیر کوئی کوتاہی نہیں کرتا تھا بلکہ آدمی دو شخصوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر صف میں کھڑا ہو جاتا تھا۔"

❁ امام احمد اور طبرانی یہ مرفوع حدیث لکھتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے پر خوش ہوتا ہے۔"

طبرانی کی مرفوع حدیث یوں ہے "نماز باجماعت سے رہ جانے والا شخص اگر یہ جان لے کہ اس کے لئے جانے والے کو کیا ثواب ملتا ہے تو خواہ اسے ہاتھوں اور پاؤں ہی پر چل کر کیوں نہ آنا پڑے، وہ ضرور پہنچے گا۔"

❁ امام ترمذی نے یہ مرفوع حدیث دی ہے "جو شخص چالیس دن تک تکبیر کے ساتھ شامل ہو کر باجماعت نماز پڑھے تو اس کے لئے دو چیزوں کی آزادی لکھ دی جاتی ہے، ایک تو وہ جہنم میں نہیں جائے گا اور دوسرے منافق نہیں رہے گا۔"

❁ ابن ماجہ وغیرہ میں یہ مرفوع حدیث ملتی ہے "جو شخص جماعت والی مسجد میں چالیس راتوں تک عشاء کی نماز یوں پڑھے کہ اس سے پہلی رکعت نہ چھوٹنے پائے تو لکھ دیا جاتا ہے کہ وہ جہنم سے آزاد ہے۔"

❁ ابو داؤد، نسائی اور حاکم یہ مرفوع حدیث لائے ہیں "جو شخص خوب اچھی طرح سے وضو کرے اور آرام کر لے پھر دیکھے کہ لوگوں نے تو نماز پڑھ لی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں آنے والے جتنا ثواب ہی دے گا، ان کے اجر و ثواب میں سے ذرہ بھر نہ گھٹے گا۔"

ابو داؤد نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ”جو شخص چل کر مسجد میں آئے اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھے تو اسے بخش دیا جاتا ہے لیکن اگر اس کے مسجد میں آنے تک لوگ کچھ نماز پڑھ چکے ہوں اور کچھ کی رہتی ہو چنانچہ جتنی ملے، اسے پڑھ لے اور باقی پوری کرے تو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا اور اگر اس کے پہنچنے تک لوگ تو پڑھ چکے ہوں، اور وہ اپنی نماز پوری پڑھ لے تو بھی یہی ثواب ملے گا۔“ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 29

زیادہ بڑی جماعت کے ساتھ ملنا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم چھوٹی نہیں بلکہ بڑی جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں اور کسی مجبوری کے علاوہ بڑی جماعت چھوڑ کر چھوٹی کو کافی نہ جان لیں اور جب ہم ایسا نہ کرسکیں تو اللہ کی پسندیدہ جماعت چھوڑنے پر اس سے اپنی بخشش مانگیں۔

اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی اصل وجہ اللہ کی محبت ہے، صرف ثواب حاصل کرنا نہیں کیونکہ اس کی وجہ سے ہمارے خلوص میں فرق آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی شخص کو آخرت کے ثواب کی بھلائی دیتا ہے تو یہ سمجھتا ہے کہ وہ خلوص والوں کو نہیں ملتی اور دوسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ کسی سبب کی بنا پر اللہ کی عبادت کر رہا ہے کیونکہ اگر وہ خلوص والا ہوتا تو اسے ثواب کا ذکر کرنے کی ضرورت نہ ہوتی بلکہ جلدی سے اسے اللہ کا حکم مان کر کرتا اور ثواب کی طرف توجہ نہ کرتا۔ یہ طریقہ صوفیہ کرام کا ہے اور جب اللہ کی طرف اس کا چلنا پوری طرح ہو جاتا ہے اور واپس ہوتا ہے تو اس میں ہر ہر چیز کا پتہ چل جاتا ہے، اس پر لازم ہوتا ہے کہ ہر چیز کو اس کا پورا حق دے، یہاں وہ تصوف کے اعلیٰ مرتبہ پر پہنچ کر بھی کچھ کو یوں دیکھے گا کہ وہ ثواب کی نیت رکھتا ہے اور جب یہ حصہ دکھائی دے گا تو اتنا کمزور ہوگا کہ دکھائی بھی نہیں دے گا، ایسے میں کچھ کا خیال ہوگا کہ وہ خلوص سے اللہ کی عبادت کر رہا ہے کیونکہ اس کے سامنے وہ حصہ دکھائی نہیں دیتا ہوگا حالانکہ وہ حصہ موجود ہوگا لیکن عبادت کا لشکر اس پر طاقتور ہوگا۔ اسے ذہن نشین کرلو کیونکہ یہ معرفت کی جان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف یوں وحی فرمائی ”جو شخص جنت یا دوزخ کی وجہ سے میری عبادت کرتا ہے تو اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا، اگر میں جنت اور دوزخ کو پیدا نہ کرتا تو کیا میں فرمانبرداری کے لائق نہ ہوتا؟“ بہرحال بندے طرح طرح کے کام کرنے کے لئے مل جاتے ہیں۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ فقیر لوگوں کے پاس کچھ باطنی مجبوریاں ہوتی ہیں جن کی وجہ سے وہ نماز باجماعت سے رہ جایا کرتے ہیں لہٰذا کسی کو ان پر بلاوجہ اعتراض نہیں کرنا چاہئے کیونکہ ان پر حال ایسا غالب ہوتا ہے جو انہیں جماعت سے ملنے نہیں دیتا، تاہم روکا تو اس بات سے گیا ہے کہ جماعت سے مل سکنے کے باوجود آدمی دنیاوی یا کم درجہ کام کی بنا پر

جماعت سے نہ رہ جائے لیکن ان لوگوں کی تو حالت یہ ہوتی ہے کہ خواہ ان پر تلوار بھی کیوں نہ چلا دی جائے، وہ جماعت کے ساتھ نہیں مل سکتے بلکہ جب ان پر حال غالب ہوتا ہے تو گھر یا تنہائی سے نکلنے کے مقابلے میں انہیں تلوار کی چوٹ بھی آسان لگتی ہے، یہ بات وہی جانتا ہے جسے اس کے مزے کا پتہ ہو چنانچہ سیدی شیخ مدین رحمہ اللہ اپنے گھر سے صرف نماز عصر کے وقت نکلا کرتے حالانکہ مسجد ان کے گھر کے سامنے تھی، یونہی حضرت سیدی محمد غمری اور سیدی علی مرصفی کا حال تھا چنانچہ اس سلسلے میں سیدی مدین سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ کبھی فقیر اپنے گھر میں ہوتے ہوئے پورے طور پر دل کو اللہ سے لگائے ہوتا ہے اور جب وہ نکلتا ہے تو اس کا یہ حال طاقتور ہوتا ہے۔

اے بھائی! اسی سلسلے میں صحابہ کرام کو ہدایت کی گئی چنانچہ قرآن کریم میں آتا ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ (سورۂ حجرات، ۵)

''اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا۔''

حالانکہ صحابہ کرام تو حضور ﷺ کو صرف اس لئے آواز دیتے تھے کہ آپ انہیں دین کے کام سکھائیں لیکن اگر آپ مضبوطی سے اللہ کے ساتھ دل نہ لگائے ہوتے تو پہلے لوگوں کو ان کے دینی مسائل بتانے کے لئے ضرور تشریف لاتے چنانچہ یہی حال ان لوگوں کا ہے جو آپ کے بعد آپ کے وارث ہوئے، ان پر جماعت کے ساتھ نہ ملنے کا اعتراض اس وقت تک ممکن نہیں جب تک ان کے گھر سے نہ نکلنے کی اصل وجہ معلوم نہ ہو جائے کیونکہ ایسی صورت میں ایک قول کی بناء پر انہیں گھروں سے نکلنا چاہئے لہٰذا اے بھائی! اس بات پر خوب غور کرو کیونکہ ہر مومن کے لئے رسول اللہ ﷺ کے مقام سے حصہ مقرر ہے۔ واللہ علیم حکیم۔

امام احمد، ابو داؤد، نسائی، ابن خزیمہ اور ابن حبان میں یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ''آدمی کا دوسرے آدمی کے ساتھ مل کر نماز پڑھنا اکیلے پڑھنے سے بہتر ہوتا ہے اور دو کے ساتھ مل کر پڑھنا، اکیلے پڑھنے سے زیادہ بہتر ہوتا ہے۔'' اور جیسے جیسے آدمی بڑھتے جائیں گے، وہ نماز اللہ کو بہت پسند ہوتی چلی جائے گی۔

میں کہتا ہوں کہ اسی بناء پر اللہ والے ہمیشہ بڑی جماعت کے ساتھ نماز پڑھا کرتے ہیں کیونکہ وہ ہماری ایسی ہی نماز پسند فرماتا ہے، کوئی اور وجہ نہیں ہوتی جسے وہ چاہتے ہوں کہ اللہ انہیں معاف فرمائے کیونکہ وہ معافی پسند فرماتا ہے۔

لیکن اس لئے نہیں کہ معافی ہو جانے پر انہیں سکون ملے۔ اسے ذہن نشین کر لو۔ واللہ اعلم۔

حضرت بزاز اور طبرانی نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ''دو آدمیوں کا یوں نماز پڑھنا کہ ان میں سے ایک دوسرے کا امام بن جائے، اللہ کے ہاں چار علیحدہ علیحدہ نمازیں پڑھنے سے زیادہ بہتر ہے، چار آدمیوں کا مل کر پڑھنا اکیلے اکیلے آٹھ کے پڑھنے سے بہتر ہے اور آٹھ ایسے آدمیوں کا جماعت سے نماز پڑھنا جن میں سے ایک ان کا امام بن جائے، اللہ کے ہاں اکیلے اکیلے پڑھنے والے سو آدمیوں سے بہتر ہے۔''

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 30

جنگل میں نماز پڑھنا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ جب ہم کہیں سفر یا سیر وغیرہ کے لئے نکلیں اور جنگل میں ٹھہریں تو وہاں خواہ دو ہی نفل بن پڑیں، ضرور پڑھا کریں، اسی دوران فرض نماز کا وقت ہو جائے تو اذان کہیں، تکبیر پڑھیں اور جماعت کرائیں اور ایسا ممکن نہ ہو تو اکیلے اکیلے ہی پڑھ لیں کیونکہ کچھ علماء کے ہاں جنگل میں اکیلے اکیلے پڑھنا، گھر میں جماعت کے ساتھ پڑھنے سے زیادہ مرتبہ والا ہے۔"

میں کہتا ہوں کہ اس سلسلے میں جو کچھ لکھا ملتا ہے، اس شخص کو حوصلہ دلانا ہے جو چاہتا ہے کہ کوئی اسے جماعت کے لئے مل جائے حالانکہ اس کا ارادہ کمزور ہو اور جنگل میں یوں نماز پڑھنے سے اس کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ صاحب شریعت ﷺ نے اس پر دوگنا ثواب کا وعدہ فرمایا ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ کبھی بھی جنگل میں نماز کا ارادہ نہ کرتا کیونکہ وہاں اسے ایسا کوئی نہیں ملتا جو اس بارے میں اس کی مدد کرے، یہ تو حضور اکرم ﷺ کی شان ہے کہ ہر شخص کو اس کی حالت کے مطابق اللہ کی عبادت کرنے پر لگاتے ہیں ورنہ جماعت کے ساتھ نماز کا مقابلہ کوئی اور نماز نہیں کرتی تاہم نمازی کا وہاں اکیلے پڑھنا اس لئے بڑھ کر ہے کہ اس میں خلوص ہوتا ہے، تمام علماء یہی بتاتے ہیں لہٰذا اسے ذہن نشین کر لو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁ امام ابو داؤد نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے "جماعت کے ہمراہ نماز پڑھنا پچیس نمازوں کے برابر ہے اور جب وہ مکمل طور پر رکوع و سجود کر کے جنگل میں اسے پڑھے تو پچاس نمازوں کا ثواب ملے گا۔"

❁ انہی کی ایک یہ روایت بھی ملتی ہے "آدمی جنگل میں نماز پڑھے تو باجماعت نماز کے مقابلے میں اسے دوگنا ثواب ملے گا۔"

❁ انہی کی یہ روایت بھی ہے "کوئی شخص اگر جنگل میں نماز پڑھے جس میں ستھرے طریقے سے رکوع و سجود کرے تو اس کی اس نماز پر اسے پچاس درجے ملیں گے۔"

❁ حضرت ابو یعلیٰ نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے "جو شخص نماز کی نیت سے جنگل میں ٹھہرے تو زمین اس کے لئے سجی سجائی ہوتی ہے۔"

❁ ابو داؤد اور نسائی کی یہ مرفوع حدیث ملتی ہے "تمہارا رب پہاڑ کی چوٹی کے اوپر بکریاں چرانے والے پر بہت خوش ہوتا ہے جو اذان پڑھ کر نماز پڑھے چنانچہ وہ فرماتا ہے کہ میرے اس بندے کو دیکھو جو صرف مجھ سے ڈر کر اذان کہتے ہوئے نماز پڑھنے کا ارادہ رکھتا ہے لہٰذا میں اپنے اس بندے کو بخش رہا ہوں اور اسے جنت میں داخل کروں گا۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 31

عشاء اور صبح کی نماز باجماعت پڑھنے پر زور

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم صبح اور عشاء کی نماز باجماعت پڑھنے کی اتنی کوشش کریں جتنی کسی دوسری نماز میں نہ ہو اور چونکہ آپ نے اس سلسلے میں بہت تاکید فرمائی ہے لہٰذا اس کے علاوہ کوئی اور وجہ نہیں ہونی چاہیئے، اگر آپ ان دونوں نمازوں میں ہماری طرف سے کوتاہی نہ دیکھتے تو اتنی تاکید نہ فرماتے، اس لئے کہ کوئی آقا اپنے غلام کو خدمت میں اس کی سستی دیکھے بغیر تاکید نہیں کیا کرتا، ایسے میں وہ آقا حکم دیتے وقت نہ تو تاکید کرتا ہے اور نہ ہی اس کا ثواب بتاتا ہے۔

یہ وہ ہدایت رسول ہے کہ جس کے بارے میں اکثر لوگ غفلت کرتے ہیں اور گرمیوں میں کاریگر لوگ اس سے بہت غفلت کرتے ہیں کیونکہ وہ دن کے آخری حصے میں کام کرتے تھک جاتے ہیں لہٰذا سورج طلوع ہوتے وقت انہیں مشکل پیش آتی ہے اور یہ بات اگرچہ شریعت میں مجبوری نہیں گنی جاتی تاہم اس میں ان کے لئے ذرا سی مجبوری ضروری پائی جاتی ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھوں کی کمائی کھانے کا حکم دے رکھا ہے لیکن اس شخص کو کوئی مجبوری نہیں جو کوئی کام نہیں کیا کرتا کیونکہ اسے کوئی مجبوری نہیں ہوتی کہ ان دو نمازوں میں شامل ہونے سے رہ جائے چنانچہ معلوم ہوا کہ جو شخص محنت سے کما کر کھائے اور روزی کے لئے مسلسل محنت کرے اور پھر جماعت کے ہمراہ نماز بھی پڑھے تو وہ مکمل ایمان والا شمار ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

میں نے سنا کہ سیدی علی خواص رحمۃ اللہ نے فرمایا "اے فقیرو اور دین کی سمجھ رکھنے والو! جو وقف مال سے کھاتے ہو اور کوئی کاروبار نہیں کرتے ہو، ایسے لوگوں پر اعتراض کرنے سے گریز کرو جو جماعت کے ساتھ نماز یا نماز جمعہ پڑھنے کے موقع سر پر سامان اٹھائے ہوں یا دکان میں خرید وفروخت کرتے ہوں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ انہیں کوئی شرعی مجبوری ہو لہٰذا انہیں خوب پرکھو اور ان کا حال معلوم ہونے کے بعد ان سے کہو کہ شریعت میں اس کی اجازت نہیں۔

میرے بھائی افضل الدین رحمۃ اللہ نے کسی شخص کو یہ کہتے سنا کہ اگر مجھے کمزوری نہ ہوتی تو میں عشاء اور صبح کی جماعت میں ضرور شامل ہوتا۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ اے بھائی! تمہارے لئے کمزوری کا بہانہ بنانا مناسب نہیں۔ اگر تمہیں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے پر ایک ہزار دینار دینے کا وعدہ کیا جاتا تو تم کوئی بھی بہانہ نہ کرتے لہٰذا اگر ہزار دینار کی وجہ سے تم میں جماعت کے ساتھ ملنے کی طاقت آجاتی ہے اور پھر بھی تم جماعت میں شامل نہیں ہوتے تو صاحب شریعت ﷺ کے واضح حکم کے مطابق تمہارے اندر منافقت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁ امام مالک اور مسلم نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے "جو شخص عشاء کی نماز جماعت کے ہمراہ پڑھے تو یوں ہوگا جیسے وہ آدھی رات تک نفل پڑھتا رہا اور جو فجر کی نماز باجماعت پڑھے تو پوری رات نفل پڑھنے کا ثواب ملے گا۔"

❁ ابو داؤد کی مرفوع روایت یوں ہے ''جو شخص جماعت کے ہمراہ عشاء کی نماز پڑھے تو آدھی رات تک نفل پڑھنے جیسی ہوگی لیکن جو عشاء و فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے تو اس کا ثواب پوری رات نفل پڑھنے جتنا ہوگا۔''

❁ حضرت امام بخاری و مسلم نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ''منافقوں کے لئے سب سے مشکل نمازیں عشاء اور فجر کی ہوتی ہیں، اگر انہیں ان کے ثواب کا پتہ چل جائے تو پنڈلیاں بندھی ہونے کے باوجود وہ ان میں شامل ہوں۔''

❁ امام مسلم کی مرفوع حدیث یوں ہے ''اگر ان میں سے کسی کو پتہ چل جائے کہ اسے بہت زیادہ ثواب ملے گا تو اس میں ضرور شامل ہو۔'' اس سے مراد عشاء کی نماز ہے۔

❁ حضرت بزار، طبرانی اور ابن خزیمہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بتاتے ہیں کہ جب ہم دیکھا کرتے کہ کوئی شخص فجر و عشاء کی جماعت میں شامل نہیں ہوا تو ہمیں اس کی فکر ہوتی۔''

❁ طبرانی نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ''جو شخص وضو کر کے مسجد میں آئے اور نماز فجر سے پہلے دو نفل پڑھے، پھر بیٹھ جائے اور نماز پڑھے تو اس کی یہ نماز نیک لوگوں میں لکھی جائے گی جبکہ اسے اللہ کا مہمان لکھ لیا جائے گا۔''

❁ امام احمد، ابن خزیمہ اور ابن حبان روایت کرتے ہیں کہ ''نبی کریم ﷺ نے ایک دن صبح کی نماز پڑھی تو ایک ایک کا نام لے کر پوچھا کیا فلاں موجود ہے؟ کیا فلاں آیا ہے؟''

اس سے پتہ چل رہا ہے کہ صبح اور عشاء کی یہ دو نمازیں منافق لوگوں کے لئے بہت مشکل ہوتی ہیں۔

ابن ماجہ یہ مرفوع حدیث لکھتے ہیں ''جو شخص صبح کی نماز کے لئے آ جائے تو یہ اس کے ایمان کی نشانی ہے لیکن جو صبح کو بازار میں چلا جائے تو وہ گویا شیطان ہے۔''

امام مالک کے مطابق حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سوجانے پر صبح کی نماز سے رہ جانے والے سے فرمایا پوری رات نفل پڑھنے کی بجائے مجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ صبح کی جماعت میں شامل ہوا کروں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 32

نفل پڑھنا

رسول اکرم ﷺ یہ چاہتے ہیں کہ گنجائش ہو ہم نماز عید اور کسوف وغیرہ جیسی با جماعت پڑھی جانے والی نمازوں کے علاوہ گھر میں نفل بھی پڑھتے رہا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرض نمازیں مسجد میں پڑھنے کا حکم اس لئے فرمایا ہے کہ دین کی ایک نشانی دکھائی دے اور اگر یہ مسجد میں شروع نہ ہوتیں تو دین کا نشان دکھائی نہ دیتا اور پھر یہ بھی ہے کہ اگر آپ فرضوں کی جماعت کرانے کا حکم نہ فرماتے تو کئی لوگ گھر میں رہتے ہوئے بھی جماعت میں سستی کرتے کیونکہ ہر شخص کے ذہن میں یہ

نہیں ہوتا کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔ اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ عبادت کی رسی بہت لمبی ہے کیونکہ عام لوگ دوسری مخلوق کو دیکھا کرتے ہیں اور جب وہ دیکھتے ہیں کہ کوئی انہیں دیکھ نہیں رہا تو اس عبادت میں سستی کر کے پڑھتے ہی نہیں جبکہ جماعت سے پڑھنے پر ایسا نہیں ہوسکتا، وہ لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھتے تو ان کے دل میں بھی اس کا شوق پیدا ہوتا ہے۔

ایک شخص نے ایک مرتبہ مجھ سے کہا کہ اگر میں مسجد میں امام نہ بنا ہوتا تو ہمیشہ باجماعت نماز پڑھنا ممکن نہ ہوتی۔ چنانچہ یہی وہ بات ہے جس کی وجہ سے فرض نمازیں مسجد میں پڑھنے اور نفل گھر میں پڑھنے کا حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁ امام بخاری و مسلم نے یہ مرفوع حدیث لی ہے ''گھروں میں نمازیں پڑھ لیا کرو، انہیں قبروں کی طرح (بے آباد) نہ بناؤ۔''

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے دو معنیٰ بنتے ہیں، ایک یہ کہ گھروں میں نفل پڑھنا بالکل چھوڑ دے اور وہ قبروں جیسے ہو جائیں یعنی ان میں نماز پڑھی ہی نہ جائے، دوسرے یہ کہ انسان کو مرنے کے بعد گھروں میں قبر بنانے سے روکا گیا ہے کیونکہ گھر میں قبر کی پرواہ نہیں کی جاتی جیسے ہم شب و روز دیکھتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

❁ امام مسلم اور ابن خزیمہ وغیرہ کی مرفوع حدیث یوں ہے ''جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں نماز پڑھا کرے تو اس کا کچھ حصہ گھر میں بھی پڑھے کیونکہ اللہ تعالیٰ گھر میں نماز پڑھنے پر اس سے اچھا برتاؤ فرمائے گا۔''

❁ امام احمد، ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے مرفوع حدیث یوں لکھی ہے ''فرض نماز چھوڑ کر مجھے مسجد میں پڑھنے کی بجائے گھر میں پڑھنا زیادہ اچھا لگتا ہے۔''

❁ ابن خزیمہ نے مرفوع حدیث یوں دی ہے ''گھر میں نماز پڑھنا انسان کے لئے نور ہے لہٰذا اپنے گھروں کو نور و نور کیا کرو۔''

❁ نسائی اور ابن خزیمہ نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ''اے لوگو! گھروں میں نماز پڑھا کرو کیونکہ فرضوں کے علاوہ گھر میں نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہوتا ہے۔''

❁ امام بیہقی نے یہ حدیث دی ہے ''وہاں نماز پڑھنا جہاں لوگ دیکھیں کہ کوئی نماز پڑھ رہا ہے تو اس کا ثواب اس قدر زیادہ ہے جتنا نفلی عبادت کے مقابلے میں فرض کا ہوتا ہے۔''

❁ ابن خزیمہ نے یہ حدیث لکھی ہے ''گھروں کی آبادی کے لئے کچھ نماز وہاں پڑھا کرو۔''

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 33

اپنے ظاہری و باطنی اعضاء کو گناہ سے بچانا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں جب ہمارے علم میں یہ بات آ جائے کہ ہم اپنے ظاہری اور باطنی اعضاء کو گناہوں کے کھٹکے سے بچا سکتے ہیں تو ہم پر لازم ہے کہ فرض نماز پڑھ کر بعد والی نماز کا انتظار کریں اور وہ نماز پڑھے بغیر مسجد سے نہ نکلیں اور اگر ایسا دھیان نہیں کر سکتے تو ادب یہ ہے کہ فرض پڑھ کر فوراً وہاں سے نکل آئیں کیونکہ مسجد میں بیٹھنے والا شخص بہر صورت اللہ کے سامنے یا تو یوں ہوتا ہے کہ کامل عارف کی طرح باطنی طور پر یقین کے ساتھ اسے دیکھ رہا ہوتا ہے یا ایمان کی بنا پر اس بات کا اسے غالب گمان ہوتا ہے جیسے عام مومن ہوتے ہیں مثلاً ایک اندھا گفتگو سے یہ پہچان لیتا ہے کہ مثلاً زید اس کے پاس بیٹھا ہے حالانکہ اسے دیکھ نہیں رہا ہوتا چنانچہ صاحب شریعت ﷺ کی طرف سے مسجد کے اندر نماز پڑھ کر دوسری نماز انتظار کرنے کی جو فضیلت ذکر ہوئی ہے، وہ اس شخص کے بارے میں ہے جس کا دل برے خیالوں سے پاک ہو، خصوصاً جو حرم مکہ و مدینہ میں انتظار کرے جیسے پہلی ہدایات میں گذر چکا ہے کیونکہ جو شخص دل اور اعضاء کو بادشاہ کی بے ادبی سے نہیں بچا سکتا تو اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ ان کے ہاں سے دور رہے۔

یہ بات ذہن نشین کر لو اور اس شخص پر رشک نہ کرو جو نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرتا ہے، ہاں اگر وہ ان برائیوں سے بچا ہوا ہے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے تو حرج نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہِ (سورۂ بقرہ، ۲۸۴)

"اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے جی میں ہے یا چھپاؤ، اللہ تم سے اس کا حساب لے گا۔"

❁ اور حدیث پاک میں ہے کہ "میرا امتی جب تک زبان پر نہ لائے اور بول نہ پائے، اس کے دل میں آنے والی برائی کو اللہ معاف فرماتا ہے۔"

یہ آیت پاک کچھ علماء کے نزدیک اکابر کے حق میں محکم (ٹھوس مضمون والی) کہی گئی ہے اور اس بارے میں علماء کی حکایتوں میں یہ بات ملتی ہے کہ وہ دل میں بدخیالی پر ان کی پکڑ کرتے ہیں بلکہ پہلے ہم سیدی محمد شویمی کے (سیدی مدین کے مرید) کے بارے میں بتا چکے ہیں کہ سیدی مدین کے سامنے بیٹھنے کی کسی کو ہمت نہ ہوتی تھی۔ وہ ان کے دلوں میں آنے والے خیالات پر نظر رکھتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ کسی شخص کے دل میں زنا کا خیال آ گیا جس پر اٹھے اور ڈنڈے سے اسے خوب مارا اور جب مخلوق کے ادب کا یہ حال ہے تو اس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ادب تو ہر حال میں ہونا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے "آدمی اس وقت تک نماز میں گنا جاتا ہے جب

تک وہ اپنے آپ کو یوں روکے رکھے کہ نماز کے علاوہ وہ گھر کو بھی نہ جائے۔''

امام بخاری کی روایت میں یہ اور زیادہ ہے''فرشتے اس وقت تک اس کے لئے یہ دعائیں کرتے ہیں جب تک وہ اپنی جائے نماز سے نہ اٹھے یا بے وضو نہ ہو کہ اے اللہ! اسے بخش دے اور اس پر رحم فرما۔''

امام مالک کی روایت میں ہے کہ''جب تک وہاں سے اٹھ نہ جائے یا بے وضو نہ ہو۔''

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ بے وضو ہونے سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ بند آواز یا بلند آواز سے ہوا خارج کرنا۔

حضرت ابو داؤد نے بتایا رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں''ایک نماز کے بعد دوسری نماز پڑھنے کے درمیان کوئی بے فائدہ بات نہ کرے تو ایسی نماز علیین میں لکھ لی جاتی ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس بارے میں اور بھی حدیثیں بہت سی ہیں۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 34

نماز چاشت کے لئے نماز کی جگہ پر بیٹھے رہنا

رسول اکرم ﷺ یہ چاہتے ہیں کہ صبح کی نماز کے بعد سورج چڑھنے تک نماز پڑھنے کی جگہ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے بیٹھے رہا کریں اور سورج کے اوپر آجانے پر دو یا چار رکعت نفل پڑھا کریں یونہی عصر کی نماز کے بعد سورج ڈوب جانے تک بیٹھے ذکر کرتے رہیں۔

علم شریعت پڑھنے پڑھانے، لوگوں کو ہدایت دینے اور لوگوں کی صلح وغیرہ کرانے جیسا نیک کام بھی ذکر الٰہی کے لئے بیٹھنے ہی میں شمار ہوتا ہے۔ تابعین حضرات میں سے فقیہ لوگ یہ کام کرتے رہے ہیں اور حضرت عطاء اور مجاہد رحمہا اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے ذکر کا مطلب حلال وحرام کا علم ہے اور صوفی مشائخ فرماتے ہیں اللہ کے ذکر سے مراد یہ ہے کہ اس کا نام لے کر اسے یاد کرے چنانچہ ان عام صوفیہ کرام نے بھی یہی طریقہ اپنایا ہوا ہے جن سے ہماری ملاقات ہوئی ہے جیسے سیدی علی المرصفی اور شیخ تاج الدین ذاکر وغیرہ۔

حضرت سیدی علی المرصفی کا طریقہ یہ تھا کہ عصر کی نماز پڑھ کر رسالہ قشیریہ اور عوارف المعارف جیسی صوفیہ کی کتابیں پڑھ پڑھ کر لوگوں کو صوفیہ کے طریقے بتایا کرتے جبکہ سیدی شیخ تاج الدین عصر کے بعد شام کی نماز تک بخاری شریف کا درس دیتے اور اس کے مشکل الفاظ کی وضاحت کیا کرتے۔

سیدی محمد شناوی عصر کی نماز سے لے کر سورج ڈوبنے تک اللہ کا ذکر کرتے رہتے اور یونہی صبح کی نماز کے بعد

سورج چڑھنے تک لا الہ الا اللہ کا ذکر کرتے اور اگر سفر میں ہوتے تو آپ اور آپ کے مرید گدھی پر سوار اپنی مجلس والا ذکر کیا کرتے۔

سیدی محمد بن عنان کا طریقہ یہ تھا کہ عصر کی نماز سے لے کر سورج ڈوبنے تک اپنے پوشیدہ (پست آواز) ورد وظیفے کیا کرتے، نماز وتر کے بعد سو جاتے پھر اٹھ کر تہجد پڑھتے اور پھر صبح کی نماز پڑھتے، پھر سورج چڑھنے تک ''حزب سیدی احمد زاہد'' پڑھتے رہتے پھر چاشت کے وقت تک دوسرے وظیفے پڑھتے رہتے، ان دو وقتوں کے دوران کسی بھی شخص کی طرف توجہ نہ فرماتے کیونکہ اللہ کی طرف توجہ ہوتی تھی۔

شیخ نور الدین علی شونی عصر کی نماز کے بعد سورج ڈوبنے تک نبی کریم ﷺ پر درود و سلام پڑھتے رہتے اور یونہی صبح کے بعد کرتے پھر محفل درود کے بعد محفل ذکر کیا کرتے۔

چنانچہ ہر شیخ کا حال ایسے ہوتا تھا جیسے اللہ نے اسے اس پر لگایا ہوتا، ان میں سے کچھ صوفیہ کا حال یہ تھا کہ ان دو وقتوں میں کوئی بھی لفظ زبان پر نہ لاتے اور صرف اللہ کی طرف توجہ کر کے سر جھکائے بیٹھے رہتے۔

ان دو وقتوں میں بندے کے ذکر الٰہی میں مصروف ہونے میں راز یہ ہے کہ یہ وقت اللہ کی تجلی کے بعد ہوتا ہے جبکہ اکثر لوگ رات کے تیسرے حصے میں ہونے والی تجلی کی سے مطمئن ہو جایا کرتے ہیں۔

عصر کی نماز کے بعد دلوں کے اللہ کے ساتھ اکٹھے ہونے کی تجلی ''ضَمّ (ملنا)' کے لفظ سے لی گئی ہے جیسے کپڑے کو پانی سے الگ کر لیا جاتا ہے اور جب یہ تجلی اللہ والوں سے ہٹ جاتی ہے تو تجلی سے فارغ ہونے کے بعد درمیان میں پردے آنے کی وجہ سے ان میں اور زیادہ شوق پیدا ہو جاتا ہے جیسے یہ شوق تجلی سے پہلے تھا اور جب لوگوں میں سے کوئی اس تجلی کے بعد اللہ کو بھول جاتا ہے تو اللہ والوں کو لوگوں کے اپنے رب سے غافل ہونے پر غیرت آتی ہے چنانچہ اسی وجہ سے اللہ والوں نے حضور اکرم ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے ان دو وقتوں کو ذکر اور بھلائی کے کاموں کے لئے چن رکھا ہے کہ یہ لوگوں کو اللہ کی یاد سکھاتے ہیں۔

❁ میں نے سنا کہ سیدی علی خواص نے فرمایا اللہ تعالیٰ دکھائی دینے والی اس روزی کو جو جسم کا حصہ بنتی ہے، فجر ہونے سے لے کر سورج کے نیزہ بھر اوپر چڑھ آنے کے وقت تک تقسیم کر رہا ہوتا ہے جبکہ روحوں کی غذا بننے والی باطنی روزی عصر کے بعد سورج ڈوبنے تک تقسیم فرماتا ہے۔

❁ میں نے آپ سے یہ بھی سنا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ان لوگوں کے ساتھ ٹھہرنے کا حکم دیا ہے جو صبح و شام پروردگار کو پکارتے ہیں تاکہ ان کے دلوں کو طاقت حاصل ہو اور انہیں اس وقت خوشی حاصل ہو جب وہ آپ کو اپنے پاس بیٹھا دیکھیں تاکہ ان دو عظیم وقتوں کی فضیلت حاصل کر سکیں۔

ان دو وقتوں کو ذکر الٰہی کے لئے مقرر کرنے کے بارے میں اس وقت یہی کچھ راز میرے ذہن میں موجود ہے۔ واللہ علیم حکیم۔

❁ امام ترمذی یہ مرفوع حدیث دیتے ہیں ''جو شخص جماعت کے ساتھ نماز پڑھ کر سورج چڑھنے تک بیٹھ کر

اللہ کا ذکر کرتا رہے اور اس کے بعد دو نفل پڑھے تو اسے ایسا ثواب ملے گا جیسے ایک حج اور ایک عمرے کا ہوتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ مکمل حج اور مکمل عمرے کا ثواب ملے گا۔

❁ طبرانی نے یہ الفاظ لئے ہیں "(اس کے یہ دو نفل) حج اور ایک عمر کے ثواب میں تبدیل ہو جائیں گے۔"

❁ طبرانی کے مطابق رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ "جو شخص صبح کی نماز پڑھے پھر نماز کے آخری ممکن وقت تک یعنی سورج کے نیزہ بھر اوپر آنے تک وہیں بیٹھا رہے تو ایسا ہوگا کہ اس نے ایک ایسا حج اور ایک عمرہ کیا جسے اللہ نے قبول فرما لیا ہو۔"

❁ طبرانی کی مرفوع روایت میں ہے کہ "جو شخص صبح کی نماز باجماعت پڑھے پھر وہیں بیٹھے چاشت تک اللہ کی تسبیح کرتا رہے تو اسے ایک مکمل حج اور ایک عمرہ کرنے والے جتنا ثواب ملے گا۔"

میں کہتا ہوں کہ کوئی مومن تھوڑے کام کرنے پر بڑا ثواب حاصل ہو جانے کو ناممکن نہیں جانتا کیونکہ ثواب کا اندازہ کسی پیمانے سے نہیں کیا جا سکتا، یہ اللہ کی مرضی ہے کہ تھوڑے سے عمل پر زیادہ سے زیادہ ثواب عطا فرما دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁ امام احمد، ابو داؤد اور ابو یعلیٰ نے یہ مرفوع حدیث دی ہے "جو شخص صبح کی نماز سے فارغ ہو کر وہیں بیٹھے چاشت کے دو نفل پڑھنے تک اللہ کی تسبیح پڑھتا رہے، اس دوران صرف اچھی گفتگو کرے تو اس کی تمام خطائیں معاف کر دی جائیں گی خواہ وہ سمندر کی جھاگ جتنی ہی کیوں نہ ہوں۔"

❁ ابو یعلیٰ کی ایک روایت میں ہے کہ "لازمی طور پر اسے جنت ملے گی۔"

❁ ابن ابی الدنیا نے یہ مرفوع حدیث بتائی ہے "جو شخص صبح کی نماز پڑھے پھر سورج چڑھنے تک اللہ کا ذکر کرتا رہے تو اس کے جسم کو کبھی بھی آگ نہیں چھوئے گی۔"

❁ بیہقی میں یہ الفاظ زیادہ ہیں "پھر سورج چڑھنے کے بعد دو یا چار نفل پڑھے۔" باقی وہی الفاظ ہیں۔

❁ ابو یعلیٰ اور طبرانی نے یہ مرفوع حدیث دی ہے "جو صبح کی نماز پڑھے (یا فرمایا فجر اور طلوع آفتاب کے درمیانی وقت کی نماز) پھر اسی جگہ بیٹھا رہے، اسی دوران دنیاوی بے مقصد بات نہ کرے، ذکر الٰہی ہی کرتا رہے اور پھر چاشت کی چار رکعت پڑھے تو گناہوں سے ایسے محفوظ ہو جائے گا جیسے آج ہی اس کی والدہ نے اسے جنا ہو، اس کا کوئی گناہ باقی نہ رہے گا۔"

❁ امام مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور طبرانی نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بتایا ہے کہ نبی کریم ﷺ جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تو تھوڑا سا سورج چڑھنے تک اپنی اسی جگہ پر بیٹھے رہتے۔

❁ طبرانی کی روایت میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ جب صبح کی نماز پڑھتے تو سورج چڑھنے تک اللہ کا ذکر کرتے ہوئے بیٹھے رہتے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 35

پانچوں نمازوں کے بعد دعائیں

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم صبح، عصر اور مغرب کے بعد والے وہ ذکر ہمیشہ پڑھیں جن کا حدیثوں میں ذکر آیا ہے اور جب ان کے ساتھ کوئی اور ذکر ملائیں جن کا ذکر حدیث میں نہیں ہے تو حدیث میں آنے والی دعائیں اور استغفار وغیرہ ان دعاؤں سے پہلے پڑھیں کیونکہ رسول اکرم ﷺ کا ادب اسی میں ہے، اس سلسلے میں امام نووی نے اپنی کتاب ''الاذکار'' کے اندر حدیث میں آنے والی دعائیں جمع کی ہیں لہٰذا وہاں سے دیکھ لو، یونہی سیدی شیخ احمد زاہد نے اپنی حزب میں ان ذکروں کو جمع کیا ہے جو دن اور رات میں پڑھے جاتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ کتاب بہت بہتر ہے چنانچہ جو انہیں پڑھا کرے گا، اسے دنیا اور آخرت کی بھلائی ملے گی۔ کاش ہمارے آقا و مولیٰ ابو العباس خضر علیہ السلام مجھے حکم دیتے تو صبح کے ذکروں کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود پڑھا کرتا۔ مجلس میں اللہ کا ذکر کرتا ہوں جس میں سیدی احمد زاہد کے اس وظیفہ سے پہلے کچھ نہیں پڑھا کرتا جسے آپ کی جامع مسجد اور مصر کی جامع مسجد غمری میں صبح کی نماز کے بعد پڑھا جاتا ہے کیونکہ انہوں نے حدیث کے وہ وظیفے اور ان کے علاوہ وہ کچھ پڑھنا ہوتا جسے پہلے والے صالحین نے ترتیب دے رکھا ہے لہٰذا اے بھائی! تم اسے روزانہ پڑھا کرو، میں نے اس پر روزانہ جتنی پابندی کرتے سیدی محمد عنان اور شیخ یوسف حریثی کو دیکھا ہے، کسی اور کو نہیں دیکھا، وہ اسے سفر و حضر میں کبھی چھوڑا نہ کرتے۔

مصنف حضرت خضر کے حکم پر

میں نے اپنے وظیفوں کو حضرت خضر علیہ السلام کے حکم پر پہلے کرنا ہوتا ہے کیونکہ میں یوں ان کے حکم پر چلتا ہوں جیسے کوئی بھی مرید اپنے شیخ کے حکم پر چلا کرتا ہے کیونکہ مرید کبھی اللہ کا ذکر کرتے وقت کچھ زائد ذکر شامل کر لیتا ہے جس میں کچھ اور چیزیں شامل ہو جاتی ہیں جن کی وجہ سے اس کے وظیفے کا مرتبہ گھٹ جاتا ہے لیکن میں صرف انہی کا حکم مانتا ہوں اور کہتا ہوں اگر وہ میرے لئے اس میں بہتری نہ دیکھتے تو مجھے اس کا حکم نہ دیتے۔ اسے ذہن میں رکھو، اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام ترمذی نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ''جو شخص پاؤں سمیٹے ہوئے کچھ بولنے سے پہلے نماز فجر کے بعد دس مرتبہ ورد پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس نیکیاں لکھتا، دس لکھے ہوئے گناہ مٹاتا اور اس کے دس درجے بڑھا دیتا ہے پھر اس پورے دن میں وہ ہر تکلیف سے بچا رہتا ہے اور شیطان سے اسے بچا لیا جاتا ہے اور اس کے بعد شرک سے بچنے کی صورت میں اس سے کوئی گناہ واقع نہیں ہوتا، ورد یہ ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

امام نسائی نے اس میں بِيَدِهِ الْخَيْرُ بڑھایا ہے، ایک اور روایت میں وہ یہ الفاظ بھی لکھتے ہیں۔ ''اس ورد کے ہر مرتبہ پڑھنے پر اسے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔'' ایک اور روایت میں فرمایا ''جو یہ ورد نماز عصر سے فارغ ہو کر کرے تو آئندہ رات کا ثواب بھی اسے اتنا ہی ملے گا۔''

حضرت ابو داؤد اور نسائی روایت کرتے ہیں کہ حضرت حارث بن مسلم تمیمی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ صبح کی نماز پڑھ کر کوئی بھی بات کرنے سے پہلے سات بار یہ پڑھو اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ کیونکہ اگر تم اس دن فوت ہو گئے تو اللہ تعالیٰ تمہیں جہنم سے آزاد لکھ دے گا اور اگر تم کوئی بات کئے بغیر یہی وظیفہ سات مرتبہ کرو گے تو اسی رات فوت ہونے پر اللہ تعالیٰ تمہیں جہنم سے آزاد لکھ دے گا۔''

نسائی اور ترمذی نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے جو شخص مغرب کے بعد دس مرتبہ ورد کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اسلحہ والے فرشتے بھیجے گا جو صبح ہونے تک شیطان سے اس کی حفاظت کریں گے، اس کے لئے لازمی دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور دس سزا والی برائیاں مٹا دی جائیں گی، وہ نیکیاں دس مومن غلام آزاد کرنے کے برابر ہوں گی۔'' ورد یہ ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

ابو یعلیٰ اور طبرانی نے یہ مرفوع حدیث بیان کی ہے ''جو شخص ہر فرض نماز کے بعد دس مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھا کرے تو وہ جنت کے جس دروازے میں سے چاہے گا، اندر جا سکے گا اور بہترین حوروں سے اسے بیاہا جائے گا۔''

ابن سنی نے اپنی کتاب میں یہ مرفوع حدیث لکھی ہے کہ ''جو شخص فجر و عصر کے بعد تین تین مرتبہ یوں پڑھے گا تو اس کے گناہ مٹا دیئے جائیں گے خواہ سمندر کی جھاگ جتنے ہی کیوں نہ ہوں۔''

امام احمد رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں ''رسول اللہ ﷺ نے حضرت قبیصہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جب تم صبح کی نماز پڑھ چکو تو تین مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ پڑھا کرو اس کے ذریعے اندھے پن، کوڑھ اور فالج سے بچا لئے جاؤ گے۔'' واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 36

امام کیسا ہو؟

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اس موقع پر امامت کریں جب لوگ ہمیں کہیں اور ہم میں امام بننے کی شرطیں موجود ہوں اور یوں نہ کہا کریں کہ ہمیں امامت کی عادت نہیں جیسے شریعت کے عالموں اور فقیروں کو ستانے والے کرتے ہیں۔ خطبہ دینا بھی امامت ہی کی طرح ہے چنانچہ ہم خطبہ دیا کریں اور کسی شرعی عذر کے بعد اس سے رک نہ جایا کریں

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر لازم کر رکھا ہے کہ دین کے نشانات سنبھالے رکھیں چنانچہ عالم شریعت کے لئے مناسب یہ ہے کہ ایسا مکمل خطبہ یاد کر لے جس میں عبادت کے ارکان، شرطیں، ادب و آداب اور اچھی نصیحت موجود ہو تا کہ جب ان کی ضرورت پڑے تو ایسا ہی خطبہ دیا کرے خواہ وہاں کا امام اور خطیب موجود نہ ہو یا جلد بازی میں کوئی شخص یہ قسم کھالے کہ آج ہمیں فلاں شخص خطبہ دے گا جیسے ''ریف'' وغیرہ کے علاقے میں اکثر ہوا کرتا ہے۔

یہ یاد رکھو کہ ایسے لوگوں میں وہ شخص شامل نہیں ہوتا جو امامت سے اس بنا پر رک جائے کہ وہ اپنی کمزوری کی وجہ سے مقتدیوں کو بھول میں ڈالنے اور ان کی نماز ناقص کرنے کا بوجھ نہ اٹھا سکے گا کیونکہ وہ اپنی ذات کے لئے احتیاط کی خاطر ایسا کرتا ہے نہ کہ شرم کی وجہ سے چنانچہ میں نے شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کو دیکھا کہ آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی تو ایک شخص احرام کی صورت میں آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا چنانچہ سلام پھیرنے کے بعد آپ نے فرمایا کہ آج کے بعد کبھی بھی میرے پیچھے نماز نہ پڑھنا کیونکہ میں تو اپنی ناقص نماز کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا تو دوسروں کی نماز ناقص کرنے کا بوجھ کیونکر اٹھاؤں گا۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ میں نے تو تمہاری جماعت کی فضیلت کی خاطر یوں کیا ہے، آپ نے فرمایا تمہاری نماز کے نقص کا بوجھ نہ اٹھانا میرے لئے تمہاری جماعت کی فضیلت حاصل کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔

ایسے ہر موقع پر علماء کے پاس کوئی جواب ضرور ہوتا ہے۔ واللہ غفور رحیم۔

❁ امام احمد، ابو داؤد، ابن ماجہ، حاکم، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے یہ مرفوع حدیث دی ہے ''جو شخص لوگوں کا امام بنے تو اس کے نماز مکمل کرنے پر اسے اور مقتدیوں کو پورا ثواب ملے گا لیکن اگر اس نے مکمل نماز نہ پڑھائی تو انہیں پورا ملے گا اور امام کو گناہ ہوگا۔''

❁ امام طبرانی نے یہ مرفوع حدیث دی ہے ''جو شخص لوگوں کا امام بنے، اللہ سے ڈرے اور ذہن میں رکھے کہ وہ اس چیز کا ذمہ دار ہے جو اس کے سپرد ہوئی ہے اور اس سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا چنانچہ اگر اس نے اچھی نماز پڑھائی تو اسے اتنا اجر ملے گا جتنا مقتدیوں کو ملتا ہے جبکہ ان کا ثواب ذرہ بھر گھٹایا نہیں جائے گا اور جو خامی ہوئی تو اس کا گناہ اس امام پر ہوگا۔''

میں کہتا ہوں کہ پوری نماز اور کامل نماز میں فرق یہ ہے کہ پوری نماز میں سب شرطیں اور ارکان موجود ہوتے ہیں، کوئی چیز کم نہیں ہوتی جبکہ کامل نماز میں ان کے علاوہ دل کا حاضر ہونا اور عاجزی وغیرہ شامل ہوتے ہیں جن کا تعلق دل کے ساتھ ہوتا ہے۔

اوپر والی حدیث میں آیا ہے کہ ''اللہ سے ڈرے'' اس سے مراد یہ ہے کہ اس امام کو اپنے سے اعلیٰ درجہ والے کی امامت نہیں کرنا چاہیئے کہ کہیں چھوٹے گناہ، مکروہ اور کم مرتبہ والا نہ بن جائے اور جو اس کے پیچھے پڑھے گا اس میں یہ عیب گنے نہیں جائیں گے۔ واللہ اعلم۔

❁ امام احمد اور ترمذی نے یہ مرفوع حدیث دی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تین لوگ کستوری کے ٹیلے پر ہوں گے۔ راوی بتاتے ہیں کہ میرے خیال میں فرمایا ''قیامت کے دن یوں دیکھوں گا۔'' چنانچہ ان میں سے اس ایک کا

ذکر فرمایا ''ایک ایسا آدمی جو یوں امام بنے کہ مقتدی اس سے خوش ہوں۔''

❁ طبرانی کی مرفوع حدیث میں ہے ''تین ایسے شخص ہوں گے کہ انہیں بڑی خوفناک آواز بھی گھبرا نہ سکے گی اور نہ ان کا حساب ہوگا، وہ کستوری کے ٹیلے پر بیٹھے ہوں گے اور یہ وہ وقت ہوگا جب لوگوں کا حساب و کتاب ہو چکا ہو گا، ان میں سے ایک وہ ہوگا جو صرف اللہ کی خوشی کے لئے قرآن پڑھے گا اور ایک وہ ہوگا جو لوگوں کا امام بنے تو مقتدی اس پر خوش ہوں۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 37

پہلی صفت میں کھڑا ہونے کی شرط

رسول اکرم ﷺ یہ چاہتے ہیں کہ جب ہم ہر اس بدخیالی سے پاک ہوں جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوسکتا ہے اور وہ یوں کہ ہمارے دلوں میں صرف وہ خیال ہو جس پر اللہ راضی ہے تو ہم پہلی ہی صف میں شامل ہو کر نماز پڑھا کریں کیونکہ اس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان پر عمل ہو سکے گا۔ ''(نماز میں) میرے قریب وہ لوگ ہوا کریں جو عقل و خرد رکھتے ہیں۔'' اور انسان اسی وقت تک عقل والا نہیں بن سکتا جب تک اس میں وہ چیزیں نہ ہوں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے کیونکہ جس کے ظاہر یا باطن میں ایسا خیال ہو جسے اللہ پسند نہیں فرماتا تو وہ پورا عقلمند نہیں ہوتا اور پہلی صف میں اللہ کے سامنے اس کی رحمت لینے کے لئے صرف انبیاء، فرشتے اور ان جیسے لوگ ہی کھڑے ہوا کرتے ہیں لیکن جو انبیاء وغیرہ کی عادتیں نہیں اپناتا تو اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ لوگوں کے پیچھے کھڑا ہو لہٰذا امام کے لئے مناسب یہ ہے کہ جب لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھیں تو اپنے علم پر عمل کرنے والے ہر شخص کو اگلی صف میں کھڑا ہونے کے لئے کہا کرے تاکہ انہیں وہاں کھڑے ہونے کی عادت پڑ سکے اور ایسے ہر شخص کو پیچھے کھڑے ہونے کو کہے جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتا پھر اچھے یا برے نمازی سے اس کی حیثیت کے مطابق برتاؤ کرے، کچھ لوگوں کو اس کا پیچھے ہٹانا اس کے بارے میں بدگمانی کی بنا پر نہ ہوگا بلکہ ان کے گھٹیا کاموں کی وجہ سے ایسا ہوگا۔

پھر یاد رہے کہ اس ہدایت پر ان لوگوں کے لئے عمل مشکل ہوتا ہے جو امام کے پیچھے نماز پڑھتے اور بے علمی کی وجہ سے جھگڑالو ہوتے ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک کہتا ہے کہ میں اس شخص سے زیادہ مرتبہ والا ہوں جو مثلاً پہلی یا دوسری صف میں کھڑا ہوتا ہے۔ عام طور پر ان مسجدوں میں اس بات پر عمل آسان ہوتا ہے جہاں لوگ آتے ہیں یا وہاں کے لوگ مضبوط ہوتے ہیں جیسے مشائخ کے ہاں بیٹھنے والے وہ لوگ کہ ان میں سے فقیر لوگ اپنے امام کے ماتحت ہوتے ہیں۔

❁ ہم نے جو شرطیں صف اول میں کھڑا ہونے کے لئے بتائی ہیں، ان کے متعلق حضرت عرباض بن ساریہ

رضی اللہ عنہ کے حوالے سے آنے والی وہ روایت تائید کرتی ہے جسے ابن ماجہ، نسائی، ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ پہلی صف کے لئے تین مرتبہ، دوسری کے لئے دو مرتبہ اور تیسری والوں کے لئے صرف ایک مرتبہ استغفار کرتے جس کا مقصد یہ ہے کہ کسی شخص کے لئے زیادہ مرتبہ استغفار ہوسکتا ہے کہ اس سے گناہ زیادہ ہوتے ہیں اور کبھی اس کا مرتبہ بلند کرنے کے لئے ہوتا ہے چنانچہ دونوں میں سے ایک صورت ہمارے بتائے کی تصدیق کرتی ہے۔

رہی وہ حدیث کہ ''بندوں کی بہترین صف پہلی ہوتی ہے۔'' تو ان سے مراد وہ کامل اولیاء ہیں جن کے بارے میں ہم پہلی خواہش نبوی میں بتا چکے ہیں تو اے بھائی! اگر اللہ تعالیٰ تمہارا ظاہر و باطن صاف کر دے تو پہلی صف میں ملنے کی کوشش کرو ورنہ ادب کا خیال رکھو، آگے جا کر روکے ہوئے کاموں کے بارے خواہش نبوی میں آ رہا ہے کہ دنیا سے محبت کرنے والے کو دوسری یا اس کے بعد والی صفوں میں کھڑا کرنے کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا یہ قول مبارک ہماری گواہی بنتا ہے کہ ''دنیا اس شخص کا گھر ہوتا ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو اور اس کا مال ہوتی ہے جس کے پاس کوئی مال نہ ہو، اسے وہی جمع کیا کرتا ہے جس میں عقل نہ ہو۔'' چنانچہ آپ نے کامل عقل والا ہونے کا انکار ہر اس شخص سے کیا ہے جو دن رات میں صبح اور شام کے کھانے سے بڑھ کر دنیا جمع کرتا ہے اور اس سے بہت کم لوگ بچے ہوتے ہیں۔

اس کی تائید حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے ''اگر کوئی شخص سب سے عقلمند شخص کے لئے کسی شے کی وصیت کرے تو وہ دنیا سے بے تعلق آدمی کو دے۔''

وہ جو حدیث میں اشارہ ہے کہ کامل عقل والا وہ نہیں ہوتا جو اللہ کے علاوہ کسی اور کے لئے دنیا جمع کرے نہ کہ وہ جو اس وقت جمع کرے جب اس کے شہر میں قرض دار، قیدی اور بھوکا وغیرہ جیسا حقدار ہو کہ جس پر خرچ کیا جائے تو اگر جمع کرنے میں اس کی نیت بھلائی کی ہو تو یہ اس جیسا ہوگا چنانچہ اجر حاصل کرنے کے لئے ہر عقلمند کے ہاں اسے پہلے لانا چاہئے اور اس کے علاوہ جو خرچ کرنے سے رک جائے اور حرص و طمع کو پہلے جانے تو وہ عقل کا گھٹیا ہوگا۔

پھر ہم نے جو یہ لکھا ہے کہ گناہگار اور دنیا جمع کرنے والے کو پہلی صف سے پیچھے رکھا جائے تو یہ بات صوفیہ کا گروہ اور دین کی سمجھ رکھنے والے تمام علماء کرتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر ایک ہی دوسرے کے مقابلے میں پہلی صف میں کھڑا کیا جائے جیسے یہ سب کچھ فقہاء کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے تو اسے ذہن میں رکھو، اللہ تمہیں ہدایت دے۔

- امام بخاری و مسلم وغیرہ نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ''اگر لوگوں کو اذان اور پہلی صف میں کھڑے ہونے کے مرتبے کا پتہ چل جائے اور پھر لازمی طور پر انہیں قرعہ ڈالنا پڑے تو وہ ضرور ڈالیں گے۔''
- مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ ''اگر لوگوں کو پہلی صف کے مرتبے کا پتہ چل جائے تو قرعہ ڈالنا پڑے۔''
- امام مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ''آدمیوں کی صفوں میں سے سب سے بہتر پہلی صف اور سب سے کم مرتبہ، آخری شمار ہوتی ہے۔''
- حضرت ابن ماجہ وغیرہ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پہلی صف والوں کے لئے تین مرتبہ استغفار فرماتے اور دوسری والوں کے لئے دو مرتبہ فرمایا کرتے۔'' ایک حدیث ابھی گذری ہے۔

❁ ابن حبان نے یہ لفظ لئے ہیں کہ ''آپ پہلی صف والوں کے لئے دو مرتبہ دعا فرماتے اور دوسری کے لئے ایک مرتبہ۔''

❁ نسائی اور ابن حبان کی روایت میں ہے ''پہلی صف والوں کے لئے دو مرتبہ دعا فرماتے۔'' واللہ سبحانہٗ و تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 38

صفیں سیدھی کر کے کھڑے ہونا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم (نماز کے اندر) صفیں برابر کریں، کندھوں سے کندھے ملائیں اور جب لوگ درمیان یا بائیں طرف کھڑے ہو رہے ہوں تو ان سے پہلے ہی دائیں طرف کھڑے ہوں کیونکہ اس میں راز ہیں کہ جو صرف دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں پھر صف والوں کا آپس میں کینہ، حسد، کھوٹ، مکر اور دھوکا بازی نہ ہوتا کہ باطن، ہمارے ظاہر جیسا ہو جائے کیونکہ دلوں میں تبدیلی کا آ جانا اعضاء کی تبدیلی کے مقابلے میں بہت برا ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے مثلاً عصر کی نماز پڑھانے والے کے پیچھے ظہر کی نماز پڑھنے والے کی اقتداء کو صحیح قرار نہیں دیا ہے کیونکہ اعضاء دل کے ماتحت ہوتے ہیں تو گویا کینہ رکھنے والے کی جگہ ایسے شخص سے خالی ہوتی ہے جو وہاں کھڑا ہو کیونکہ کینہ رکھنے والے کا دل اپنے پڑوسی سے نہیں مل سکتا۔ اس بات پر غور کرلو۔

اس میں ظاہری طور پر راز کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دین پر قائم رہنے کا حکم دیا ہے اور ایسا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک ہم ایک آدمی جیسا دل نہ بنالیں چنانچہ قرآن کریم میں ہے

وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا (انفال، ۴۶)

''آپس میں جھگڑا نہ کرو کہ تم بکھر جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، صبر کرو۔'' (ہوا سے مراد طاقت ہے)

اس میں راز کی ایک اور بات یہ بھی ہے کہ شیطان صفوں میں داخل ہو کر وسوسہ نہیں ڈال سکے گا ہاں درمیان میں خالی جگہ رہنے پر ایسا کرسکتا ہے کیونکہ جب وہ صف کے قریب آئے گا تو ان کے سانسوں سے جل جائے گا جیسے حدیث میں ہے کہ ''جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔'' یعنی اسے طاقت دیتا ہے۔

یہ وسوسہ ایک ایسی بات ہے کہ دنیا، اس کے مرتبوں اور پیسوں سے محبت رکھنے والا کوئی شخص اس سے بچ نہیں سکتا کیونکہ جو بھی کسی شخص کا مال لینے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اس کا دشمن ہو جاتا ہے اور اگر اس کے لئے اس نے گذشتہ زمانے

میں کوشش نہ کی ہوگی تو آئندہ زمانہ میں اس کی نیت کرسکتا ہے اور وہ اس وقت جب وہ کسی حاکم کو یوں کرتے دیکھے گا اور دل سے محسوس کرے گا چنانچہ وہ باطن میں نہیں بلکہ ظاہر میں چھپا ہوا دشمن ہوگا لہٰذا ان نمازیوں میں سے کسی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ ایسی صف میں کھڑا ہو جس میں اس کے اور دوسرے شخص کے درمیان دشمنی ہو تاکہ اس کا ظاہر اس کے باطن کے مطابق ہو سکے اور وہ اس منافقت سے نکل سکے جس کے متعلق اللہ کے اس فرمان میں اشارہ ہے

تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَّ قُلُوبُهُمْ شَتّٰى (سورۂ حشر، ۱۴)

''تم انہیں اکٹھا سمجھتے ہو حالانکہ ان کے دل آپس میں نہیں ملتے۔''

ہاں اسے توبہ کے بعد اللہ کے قرب کی نیت کر کے یوں کھڑا ہونا چاہیئے کہ اس کے دل کا اس طرف جھکاؤ ہو سکے۔

بخدا اگر دین کے امام ایک دل رکھنے والے ہوتے تو شریعت میں کبھی بھی نقص پیدا نہ ہوتا اور نہ ہی کوئی حکمران ان کی مخالفت کرسکتا بلکہ جو بھی ان کی مخالفت کرتا وہ فوراً ہلاک ہو جاتا لیکن ان میں تو اختلاف ہی رہا۔

لِيَقْضِيَ اللّٰهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا (سورۂ انفعال، ۴۲)

''تاکہ اللہ اس کام کا فیصلہ کردے جسے ہو کر رہنا ہے۔''

رہے وہ لوگ جو دین کے امام نہیں اور دنیا سے محبت رکھتے ہیں تو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو ان کی برائی پر سزا ضرور دے گا کیونکہ وہ ہمیشہ روزی میں اس کے محتاج ہوتے ہیں چنانچہ اگر وہ انہیں دنیا کے حرام مال کا کچھ حصہ دے دیں تو ان کی زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں، نہ انہیں سنائی دیتا ہے اور نہ وہ کسی اور کی طرف دیکھتے ہیں چنانچہ گونگے، بہرے اور اندھے ہو جاتے ہیں جیسے ان کا کوئی وجود ہی نہیں اور اگر وہ کچھ نہ دے تو وہ غرض مند بن کر ضرورت کی خاطر ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں تاکہ ان کے دلوں کو اس بنا پر اپنی طرف متوجہ کرسکیں کہ جیسے وہ دوسروں کو دیتے ہیں، انہیں بھی کچھ دیا کریں چنانچہ وہ یونہی گونگے، بہرے اور اندھے ہوتے ہیں۔

یہ ہے وہ معاملہ جس کی وجہ سے دین میں خامی پیدا ہوئی۔ اگر تمام علماء دنیا سے بے تعلق ہو جاتے تو دین میں خامی پیدا نہ ہوسکتی لہٰذا اے بھائی! اپنے آپ کو کسی ایسے شیخ کے ہاتھوں میں ہاتھ دینے پر مجبور کرو جو تمہیں دلوں کی بے وقوفی سے یوں نکالے کہ تمہارے دل میں دنیا کی کسی شے کی خواہش نہ رہے، یونہی اپنے دوستوں کو بھی مجبور کرو کہ کسی شیخ کے ہاتھوں میں ہاتھ دیں اور پھر اس کے بعد صفیں ملا کر کھڑے ہوا کریں اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو صف میں کھڑے ہو کر اللہ سے ہر ایسے گناہ کی معافی مانگیں جو اس کے علم میں ہے۔ واللہ غفور رحیم۔

۞ امام احمد و طبرانی یہ مرفوع روایت ذکر کرتے ہیں کہ ''اپنی صفیں برابر کرو، کندھوں سے کندھے ملاؤ، اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں ہاتھ دو اور صفوں میں سے فاصلہ پر کرو کیونکہ شیطان تمہارے درمیان یوں داخل ہو جاتا ہے جیسے بکری کے چھوٹے بچے۔''

۞ امام احمد نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے کہ ''اللہ اور اس کے فرشتے پہلی صف (یا فرمایا کہ پہلی صفوں) میں کھڑا ہونے والوں پر رحمت فرماتا ہے۔''

❁ ابن خزیمہ لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ صف کی ایک طرف تشریف لاتے، لوگوں کے دلوں کو ایک جیسا کرتے اور ان کے کندھوں کو ملایا کرتے نیز فرماتے ''بکھر نہ جاؤ ورنہ تمہارے دل بھی ایک دوسرے سے نہیں ملیں گے۔''

❁ امام بخاری و مسلم کی مرفوع روایت یوں ہے کہ ''صفیں برابر کرنے ہی سے نماز مکمل ہوتی ہے۔''

❁ امام بخاری رحمہ اللہ کی روایت یوں ہے ''یوں نماز قائم ہوگی۔'' یعنی جس نماز کے بارے میں اللہ نے ہمیں اقیموا الصلوٰۃ میں حکم فرمایا ہے۔

❁ امام نسائی، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ''اپنی صفیں ملایا کرو، ایک دوسرے کے قریب کھڑے ہوا کرو اور اگر ایک دوسرے کی سیدھ میں رہو، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، میں دیکھتا ہوں کہ شیطان صف کی خالی جگہوں میں بکری کے چھوٹے بچے کی طرح داخل ہو جاتا ہے۔''

❁ امام طبرانی نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ''برابر کھڑے ہوا کرو کہ اس سے تمہارے دل ایک جیسے ہوں گے اور خوب مل کر کھڑے ہوا کرو کہ تم پر رحم ہوگا۔''

❁ امام احمد اور ابوداؤد وغیرہ نے یہ مرفوع حدیث نقل کی ہے ''جو صف میں مل کر کھڑا ہوتا ہے، اللہ اسے اپنا بنا لیتا ہے اور جو صف توڑتا ہے تو اللہ اسے الگ کر دیتا ہے۔''

❁ امام احمد اور ابن ماجہ وغیرہ نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ''اللہ اور اس کے فرشتے صفوں میں مل جل کر کھڑے ہونے والوں پر رحمت کرتے ہیں۔''

❁ امام احمد اور ابوداؤد وغیرہ یہ مرفوع حدیث لکھتے ہیں ''اللہ اور اس کے فرشتے ان لوگوں پر رحمت کرتے ہیں جو صفوں میں دائیں طرف کھڑے ہوں۔''

❁ امام مسلم حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تو آپ کی داہنی طرف کھڑا ہونا پسند کرتے کہ آپ کا چہرۂ انور ہماری طرف ہو۔'' واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 39

بھیڑ کے موقع پر پہلی صف میں شمولیت پر زور نہ دے

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ جب ہم مثلاً پہلی صف بھری دیکھیں اور اس میں کسی اور کے کھڑے ہونے کی گنجائش نہ ہو تو وہاں کھڑا ہونے کے لئے کسی سے جھگڑا نہ کریں اور اگر اس میں ہوتے ہوئے دیکھیں کہ ہمارے نکلنے سے صف والوں کی پریشانی دور ہو جائے گی تو نکل کر دوسری صف میں چلے جانا چاہئے لیکن ایسے میں کیا کیا جا سکتا ہے جب

صف میں کوئی ایسا شخص ہو جس کی بدبو سے لوگوں کو تکلیف ہو، ایسے وقت پر ہمیں اسے نکالنا چاہئے، یونہی دوسری اور تیسری صف کا معاملہ ہے چنانچہ ایسا شخص آخری صف میں چلا جائے۔

میں کہتا ہوں ایسے معاملے میں نفسانی خواہش سے علم پر عمل کرنے والے علماء ہی بچ سکتے ہیں کیونکہ وہ شرعی اجازت کے بغیر کسی کو حقیر نہیں جانتے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

امام طبرانی نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے "جو شخص کسی کی تکلیف کے خوف سے پہلی صف چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اس کو پہلی صف کا دوگنا ثواب دیتا ہے۔"

میں کہتا ہوں امام سعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایسے شخص کو درہ سے مارا کرتے جس سے بدبو آیا کرتی اور اسے صفوں کے اخیر میں کھڑا کر دیتے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 40

مسجد کی دائیں بیکار جگہ کو آباد رکھنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ جب ہم مسجد کی داہنی جانب یوں بیکار جگہ دیکھیں کہ لوگ اس میں نماز نہ پڑھتے ہوں تو اس کی آبادی کے لئے تھوڑی سی نماز وہاں ضرور پڑھا کریں کیونکہ زمین کے کچھ حصے دوسرے حصوں پر فخر جتلا دیا کرتے ہیں جبکہ اللہ نے بھی ٹوٹے دلوں کو تسلی دینے کا حکم فرمایا ہے۔ اس سے چیزوں میں انصاف پیدا ہوتا ہے جیسے کسی نے ایک جوتا نہ پہنا ہو تو اسے دو پورے کرنے یا دونوں پاؤں ننگا رکھنے کا کہا جائے تاکہ دونوں پاؤں کو ایک جیسا کر سکے اور انصاف کر سکے۔

یہ ایسا راز ہے کہ جسے صرف اللہ والے ہی جانتے ہیں کیونکہ وہ باطنی طور پر ہر شے کو زندہ جانتے ہیں، رہے دوسرے لوگ تو ان کی حالت ایسا کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتی کیونکہ ان کا دل اسے نہیں دیکھتا۔

ایک مرتبہ میرے پاس میرے بھائی شیخ افضل الدین بیٹھے تھے اور ہم اپنی اس مسجد کو سنوار رہے تھے جو خلیج حاکمی میں تھی، ان سے زمین کے ایک حصے نے بات کی اور کہنے لگا کہ ان لوگوں سے کہہ دو کہ مجھے میدان میں شامل کر لیں کیونکہ میں زمین کا باعزت حصہ ہوں، اس پر محلہ والوں نے اس پر اعتراض کیا، اتنے میں ایک فقیر آیا اور اس نے اسے بیت الخلاء بنا دیا۔ بعد میں میرے بھائی افضل الدین آئے اور پوچھا کہ ایسا کس نے کیا ہے؟ میں نے کہا فلاں شیخ نے، اس پر انہوں نے کہا کہ اللہ اسے اندھا کر دے کیونکہ اس نے اس ٹکڑے کے عزت والا ہوتے ہوئے بیت الخلاء کیوں بنایا ہے۔ وہ شیخ اپنے دل کی بڑی نورانیت کی بنا پر یہ یقین رکھتے تھے کہ ان کے علاوہ کوئی اور بھی یونہی جانتا ہے کہ زمین کے ٹکڑوں میں

زندگی ہوتی اور وہ ایک دوسرے پر غیرت کھاتے ہیں۔اسے یاد رکھو۔

❁ ابن ماجہ وغیرہ کی روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ رسول انور ﷺ سے مسجد کی داہنی جانب کے بیکار ہو جانے کے بارے میں پوچھا گیا، جس پر آپ نے فرمایا ''جو شخص اس داہنی جانب کو تعمیر کر دے گا تو اللہ تعالیٰ اسے بہت بڑا اجر دے گا''

❁ طبرانی کی مرفوع حدیث یوں ہے ''جو شخص مسجد کی بائیں جانب تھوڑے سے لوگوں کے لئے تعمیر کر دے تو اسے دو اجر ملیں گے۔'' واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 41

جہری نمازوں میں بلند آواز سے آمین کہنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم قرأت والی نمازوں میں بلند آواز سے گناہوں کی بخشش کی امید رکھ کر امام کے ساتھ ہی آمین کہا کریں (بلند آواز سے کہنا شافعی حضرات کا طریقہ ہے۔۱۲ چشتی) اس سے پہلے اور بعد میں نہ کہیں تا کہ ہم ان فرشتوں کی آمین کے ساتھ آمین کہہ سکیں جن کی دعا ٹالی نہیں جاتی اور ان کی دعا کی وجہ سے ہماری دعا بھی قبول ہو سکے۔

میں نے سیدی علی خواص رحمہ اللہ کو فرماتے سنا کہ فرشتوں کی دعا نہ ٹلنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ

لَا یَعْصُوْنَ مَآ اَمَرَھُمُ اللّٰہُ (سورۂ تحریم ۶)

''وہ اللہ کے حکم سے بے فرمان نہیں ہوتے۔''

اور جو بشر فرشتوں کی طرح گناہ چھوڑنے پر سختی سے عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ عام طور پر اس کی دعا ٹالتا نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ بندے سے وہی معاملہ کرتا ہے جو وہ اس سے کرتا ہے چنانچہ جب وہ اسے اپنی عبادت کے لئے بلاتا ہے اور وہ اس کی بات نہیں مانتا تو ویسے ہی جب انسان اس سے کچھ مانگتا ہے، وہ بھی اس کی دعا قبول نہیں کرتا اور جیسے یہ اللہ کی بات ماننے میں ڈھیل کرتا ہے ویسے ہی جب یہ اللہ سے دعا کرتا ہے تو وہ بھی معاملہ برابر کرنے کے لئے جلدی سے دعا قبول نہیں کرتا۔

ایک اور مرتبہ میں نے ان سے سنا، فرمایا دعا قبول کرنے کا حقیقی مطلب اللہ تعالیٰ کا یہ فرما دینا ہے کہ میں قبول کرنے کے لئے تمہارے سامنے ہوں چنانچہ حق تعالیٰ ہمیشہ اپنے بندے کی دعا قبول کرتا ہے اور وہ جب بھی ''اے میرے رب'' کہتا ہے تو وہ فرماتا ہے کہ میں تمہارے سامنے ہوں۔

رہا بندے کی ضرورت پورا کرنا تو اللہ تعالیٰ بندے سے فرماتا ہے یہ تمہارے ذمے نہیں بلکہ میرے ذمے ہے کیونکہ میں تم سے بھی زیادہ تم پر مہربانی کرنے والا ہوں اگر تمہاری خواہش پر تمہیں کچھ دوں تو اس میں تمہاری تباہی ہے اور وہ وقت

آنے والا ہے کہ آخرت میں تم سے روک لی گئی ہر شے کے بارے میں اس وقت مجھے سراہو گے جب دیکھو گے کہ میں نے صبر کرنے والوں اور تکلیفیں اٹھانے والوں کو بہت بڑا ثواب دیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے فرمان کا ظاہری معنیٰ یہ ہے کہ بندے اور فرشتوں کا ایک جیسے ہو جانا صرف بات کرنے کی حد تک ہے، یہ مطلب نہیں کہ بندہ فرشتوں جیسا ہو جاتا ہے لیکن کچھ علماء لکھتے ہیں کہ صفات میں ایک جیسا ہونا مراد ہے چنانچہ انسان کے دل میں شیطانی خیال کبھی پیدا نہ ہو سکے گا۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے یوں فرمایا کہ ''جس کی آمین فرشتوں کے ساتھ مل جائے، اسے بخش دیا جاتا ہے۔'' آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ اس کی یہ دعا قبول کر لی جاتی ہے کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کیونکہ اگر اس کی دعا قبول کر لی جائے تو وہ بالکل انبیاء علیہم السلام جیسا ہو جائے اور اس کا کوئی ایسا گناہ نہ رہے جسے بخشنے کی ضرورت ہو، یہی وجہ ہے کہ صاحب شریعت ﷺ نے امت کے ان کمزور لوگوں کا لحاظ رکھا جو دو نمازوں کے درمیان ہونے والے گناہوں میں پڑنے سے نہیں بچ سکتے اور اگر آپ ان طاقت والوں کا دھیان فرماتے جو گناہ نہیں کرتے تو ان کے لئے بالغ ہوتے ہی امام کے ساتھ صرف ایک مرتبہ آمین کہہ لینا کافی ہوتا۔''

یہ نہایت ستھری کلام ہے لیکن یہاں اس سے بھی بہتر بات یہ ہے کہ ''ہدایت'' بڑھنے والی چیز ہے، اس کی انتہاء تک کوئی نہیں پہنچ سکتا لہٰذا نبی کریم ﷺ اس میں زیادتی چاہتے ہیں، ولی زیادتی چاہتا ہے اور گنہگار بھی زیادہ ہدایت چاہتا ہے چنانچہ ہدایت کے بغیر کسی کا چارہ نہیں اور اللہ کے ہاں ہر وقت کوئی ایسی بات ہوتی ہے جو اس مقام کو دیکھ کر بخش دی جاتی ہے جہاں تم نے چڑھ جانا ہوتا ہے (آگے اور آگے) اور پھر یہ بزرگوں کے اس قول میں آتی ہے کہ ''نیک لوگوں کی نیکیاں اللہ کے قریبی لوگوں کے ہاں گناہ شمار ہوتی ہیں۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

میرے بھائی افضل الدین رحمہ اللہ آسمانوں پر فرشتوں کی آمین سن لیا کرتے تھے چنانچہ کئی مرتبہ وہ اپنے امام سے بھی لمبی آمین کہا کرتے چنانچہ ایسے لوگوں کا حال محفوظ رہا کرتا ہے۔

''منہیات'' (جن کاموں سے روکا گیا ہے کی ہدایات میں آگے جا کر عارف لوگوں کے اس مشاہدے پر تفصیلی گفتگو آرہی ہے جو وہ نماز کے ارکان (رکوع، سجدہ وغیرہ) اور نفلوں میں کرتے ہیں لہٰذا وہاں سے دیکھ لو۔ یہ قول ''ہم رکوع و سجود پورا کرنے میں سستی نہ دکھائیں'' والی ہدایت میں آ رہا ہے۔ واللہ غفور رحیم۔

امام مالک، امام بخاری و مسلم، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے یہ مرفوع حدیث نقل کی ہے

''جب امام غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہے تو آمین کہا کرو کیونکہ جس کا قول فرشتوں کے قول کے ساتھ مل جائے تو اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔''

- ابن ماجہ اور نسائی کی روایت میں ہے ''جب تلاوت کرنے والا آمین کہے تو تم بھی کہا کرو۔''
- نسائی کی روایت میں ہے ''جب امام غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہے تو آمین کہو کیونکہ جس کی کلام فرشتوں کی کلام ہی سے وقت میں ہو تو تمام مسجد والوں کو بخش دیا جاتا ہے۔''

لفظ آمین کی تحقیق

❁ حافظ منذری کہتے ہیں، کہ آمین پڑھنے کے کئی طریقے ہیں آمِین، اَمِین اور آمِّین، کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا ایک نام ہے، کہتے ہیں کہ اس کا معنیٰ ''اے اللہ قبول فرما''، ''اسی طرح کر دے'' اور یونہی ہو جانا چاہیے''۔

❁ ابن ماجہ نے یہ مرفوع حدیث ذکر کی ہے ''اللہ تعالیٰ نے مجھے تین چیزیں عطا فرمائی ہیں صف بنا کر نماز پڑھنے کو دی ہے، تحیہ (سلام) عطا فرمایا ہے جسے جنت والے بولیں گے اور آمین عطا کی ہے حالانکہ مجھ سے پہلے کسی اور نبی کو نہیں ملیں البتہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ہارون علیہ السلام کو یہ عطا فرمایا کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام دعا کرتے تو وہ آمین کہتے۔

❁ حضرت حاکم نے مرفوع روایت یوں لکھی ہے ''جب کہیں بھی لوگ اکٹھے ہوں جن میں سے کچھ دعا کریں اور دوسرے آمین کہیں تو اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمالیتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 42

نماز کے وقت سے پہلے اس کی تیاری کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم نماز ادا کرنے سے پہلے وہ کام کریں جو ہم میں عاجزی پیدا کر دے۔ یہ کام بھوک، لغو باتیں چھوڑنے، بہت سا ذکر کرنے، تلاوت قرآن اور سر جھکا کر اللہ کی طرف دھیان کرنے سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ کم مرتبہ کاموں سے اعضاء کو ہٹانا بندے کے لئے انہی کی وجہ سے آسان ہوتا ہے چنانچہ جو سیر ہوا، لغو باتیں کیں اور اللہ سے غافل ہوا تو اس کے اعضاء اس کے کرنے سے ہٹ جاتے ہیں اور بندے کے لئے اسے روکنا مشکل ہوتا ہے لہٰذا اے بھائی اس طریقے پر چلو کہ تمام عبادتوں میں بارگاہ الٰہی کی حاضری نصیب ہو جائے کیونکہ یہ عبادتوں کی روح ہے اور جس عبادت میں یہ موجود نہیں، اس پر پکڑ جلد ہو جاتی ہے اور اگر تم یہ چاہو کہ سلوک یا جذب کے ابتدائی کاموں کے بغیر عاجزی حاصل ہو تو ایسا تمہارے لئے کبھی نہ ہو سکے گا۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ سینے کے نیچے دایاں ہاتھ بائیں پر رکھنا نماز کی سنت ہے (یہ شافعی حضرات کا طریقہ ہے۔۱۲ چشتی) لیکن اگر اس کا دھیان کرتے ہوئے انسان کا دل کامل طور پر اللہ کے سامنے نہ رہ سکے تو اس کے ایک پہلو میں لٹکا لے جیسے رات کے نفلوں میں امام مالک کرتے تھے لیکن اگر ایسا کرتے وقت اپنے مرتبے کی بنا پر وہ کامل طور پر اللہ کی بارگاہ میں نہ ہو سکے تو ادب یہ ہے کہ دونوں ہاتھ سینے کے نیچے ہی رہے لیکن بسے کامل حاضری سے یہ چیز ہٹائے رکھے تو

ادب یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو دل کی دونوں جانب لٹکا دے۔

یاد رکھئے کہ دونوں ہاتھوں کو سینے کے نیچے رکھنا نماز کی ایک سنت ہے لیکن اگر ایسا کرنے سے اس کا دل اللہ کے سامنے نہ رہ سکے تو دونوں کو اپنے پہلو میں لٹکا دے جیسے امام مالک رات کے نفلوں میں کرتے تھے اور جس کا دل اپنے مرتبے کی بنا پر کامل حاضری میں رہتا ہے اور اللہ سے نہیں ہٹتا تو اس کے لئے ادب یہ ہے کہ دونوں ہاتھ سینے کے نیچے رکھے اور جس کا دل یوں کرنے سے اللہ کی کامل حاضری سے ہٹ جائے تو اسے دونوں ہاتھ دونوں پہلوؤں میں لٹکانے چاہیں اس سے معلوم ہوا کہ سینے کے نیچے ہاتھ رکھنا بڑے لوگوں کا کام ہے جبکہ دونوں طرف لٹکا لینا چھوٹے لوگوں کا ادب بنتا ہے۔ اس میں خبردار کیا جا رہا ہے کہ چھوٹے لوگ ایک ہی وقت میں دونوں چیزوں کا اکٹھے لحاظ نہیں کر سکتے جبکہ بڑے لوگ کر سکتے ہیں۔ اسے ذہن میں رکھو۔

میرے بھائی شیخ افضل الدین ہر ایسی نماز دوبارہ پڑھا کرتے جس کے بارے میں ان کا خیال ہوتا کہ اس میں خشوع ہو گیا ہے اور فرمایا کرتے کہ ہر ایسی عبادت جس میں کامل طور پر نفس کی طرف دھیان رہے، وہ ناقص ہوتی ہے لہٰذا بندے کے بس میں صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ نماز پڑھے اور اللہ سے اپنی بخشش کی دعا کرے۔

میں نے سیدی علی خواص رحمہ اللہ سے فرماتے سنا کہ اکابر لوگوں کو دوسرے لوگوں کی طرح ہر نماز کے موقع پر بارگاہ میں حاضری کے لئے تیاری کی ضرورت نہیں پڑتی کیونکہ ان کے دل کائنات سے تعلق نہیں رکھتے چنانچہ وہ ہر وقت بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوتے ہیں، انہیں یہ چیز بھیڑ اور بے مقصد باتوں کی حالت میں محمدی وراثت کے طور پر ملی ہوتی ہے۔ ایسے موقعوں کے لئے ہر شخص کا اپنا اپنا خیال ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁ طبرانی نے یہ مرفوع روایت دی ہے "آدمی جب نماز پڑھتا ہے تو اسے عاجزی اور رکوع کے ساتھ مکمل نہیں کرتا بلکہ اِدھر اُدھر توجہ رکھتا ہے تو وہ قبول نہیں کی جاتی۔"

❁ ابن حبان اور طبرانی نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے "اس امت کے عملوں میں سب سے پہلے عاجزی اٹھا لی جائے گی اور تم دیکھو گے کہ اس میں کوئی بھی عاجزی نہیں کرتا ہوگا۔" واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 43

نفلی نمازیں پڑھنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم تاکید والے نفلوں (سنتِ مؤکدہ) کے علاوہ نفل نمازیں زیادہ پڑھا کریں کیونکہ ہم جیسے لوگوں کی نماز گنتی میں زیادہ لیکن اجر میں کم ہوتی ہے۔

میں نے سیدی علی خواص رحمہ اللہ کو حدیث پاک کہ ''میری امت پر وہ دور آ رہا ہے کہ جو شخص اپنے علم کے دسویں حصے پر بھی عمل کرے گا تو نجات حاصل کر لے گا'' کا معنی بیان کرتے ہوئے سنا، فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے کوئی ایک اپنے پورے علم پر عمل کرتا ہے لیکن اسے پہلے بزرگوں کے علم کے دسویں حصے پر عمل جتنا اجر بھی نہیں ملتا لہٰذا اے بھائی! تم دن رات میں بارہ نفل پڑھنے پر گذارہ نہ کرلو، ہاں فرض مکمل کر کے ایسا کر سکتے ہو لیکن ایسا کب ممکن ہے نیز رات دن کے اندر نفس سے جہاد کرنا نفلوں سے زیادہ مرتبہ والا ہے۔

اے بھائی! یہ بات تم پر ڈھکی چھپی نہیں ہونی چاہئے کہ نفلوں کو رواج دینے کا سبب یہ تھا کہ حضور ﷺ فرض پورے کرتے وقت ہم سے ہونے والی سستی کو جانتے تھے تاہم اگر آپ کو یقین ہو جاتا کہ ہم صحیح طور پر کامل فرض پڑھیں گے تو ہمارے لئے نفلوں کو رواج نہ دیتے کیونکہ کسی شے کو شریعت بنانا اللہ کی صفات سے مقابلہ بنتا ہے اگرچہ آپ اپنی مرضی سے بولا نہیں کرتے تھے اور جب آپ کے علم میں یہ بات تھی کہ آپ کی امت کامل طور پر فرض ادا نہیں کر سکے گی تو آپ نے اپنے پروردگار سے نفل پڑھنے کی اجازت مانگی جو فرضی سستیوں کا نقصان پورا کر سکیں جس پر اللہ نے یہ بات قبول فرما لی چنانچہ اسے شریعت بنانا آخرکار درحقیقت اللہ ہی کا کام تھا۔ ''آپ اپنی خواہش سے تو بولا ہی نہیں کرتے تھے۔'' چنانچہ آپ سب لوگوں میں سے ادب والے تھے۔

علماء کی دو قسمیں

میرے بھائی! یاد رکھو کہ علماء دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک وہ جو اتنے ہی نفل پڑھا کرتے ہیں جن کی تعداد شریعت میں بتائی گئی ہے اور کچھ وہ ہیں جو اس سے بھی زیادہ پڑھا کرتے ہیں، مناسب یہ ہے کہ ان کی کلام کے دو حال مراد لئے جائیں چنانچہ جن کے نفل میں عاجزی اور بارگاہ الٰہی میں حاضری پوری طرح سے ہوتی ہے، ان کے لئے زیادہ نفل پڑھنا مناسب نہیں اور جن کے نفلوں میں یہ دونوں چیزیں نہیں ہوتیں، وہ نفلوں میں اس کمی کی وجہ سے زیادہ پڑھتے ہیں تاکہ یہ نقصان پورا ہو سکے اور یہ سب کچھ اس لئے ہوتا ہے کہ انسان شریعت کی پیروی کرے اور بدعتی نہ ہو لہٰذا یہ بات ذہن نشین رکھو، اللہ تمہیں ہدایت دے۔

- امام مسلم، ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے یہ مرفوع حدیث ذکر کی ہے ''جو بھی مسلمان شخص فرضوں کے علاوہ روزانہ بارہ رکعت نفل صرف عبادت کی نیت سے پڑھا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے گھر بنا دیتا ہے۔''
- ترمذی اور نسائی نے اسی حدیث میں یہ الفاظ زیادہ لکھے ہیں ''چار رکعت ظہر سے پہلے، دو بعد میں، دو مغرب کے بعد، دو عشاء کے بعد اور دو رکعت صبح کی نماز سے پہلے پڑھا کرے۔''
- ابن خزیمہ اور ابن حبان نے یہ الفاظ زیادہ دیئے ہیں ''عصر سے پہلے دو رکعت پڑھا کرے۔'' لیکن انہوں نے عشاء کے بعد والی دو رکعت کا ذکر نہیں کیا۔
- ابن ماجہ کی روایت میں ہے ''ظہر سے پہلے دو رکعت اور عصر سے پہلے بھی دو رکعت پڑھا کرے۔''

رکعتوں میں یہ اختلاف بارہ پوری کرنے کے بارے میں ہے چنانچہ بارہ پڑھ کر یہ گنتی پوری ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 44

مغرب وعشاء کے درمیان نفل پڑھنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم مغرب وعشاء کے درمیان اتنے نفل لازماً پڑھا کریں جن کا ذکر حدیث پاک میں ملتا ہے کیونکہ اس وقت میں لوگ اپنے رب سے غافل ہو جایا کرتے ہیں چنانچہ صوفیہ کرام اس پر عمل کرتے ہیں اور اپنے مریدوں پر زور دیتے ہیں کہ انہیں ہمیشہ پڑھیں۔ ان میں بہت زیادہ نور ہوتا ہے جسے انسان کا دل ہی محسوس کر سکتا ہے لہٰذا اس پر عمل کرو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔ ان کے ہاں اس کی دلیل بظاہر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ (سورۃ اسراء ۷۸)

''نماز قائم رکھو سورج ڈھلنے سے رات کی اندھیری تک۔''

- ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور ترمذی نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ''جو شخص مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھے جن میں کوئی بری بات نہ کرے تو ان کا ثواب بارہ سال کی عبادت کے برابر ہوگا۔''
- طبرانی کی روایت میں یوں ہے ''ان کے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ جتنے بھی کیوں نہ ہوں۔''
- ابن ماجہ وغیرہ نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ''جو شخص مغرب کے بعد بیس رکعت نفل پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بناتا ہے۔''
- حضرت طبرانی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے، فرماتے ہیں لوگوں کے غفلت والی گھڑی اچھی ہے یعنی مغرب وعشا کے درمیان میں نفل پڑھنا۔'' (کتنا اچھا ہے)
- حضرت رزین عبدری نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ''جو مغرب کے بعد کوئی بات کئے بغیر دو رکعتیں پڑھے، دوسری روایت میں اس کی جگہ یہ الفاظ لکھے ہیں چار رکعت پڑھے تو اس کی یہ نماز جنت کے مقام علیین میں رکھ دی جاتی ہے۔''
- حافظ منذری فرماتے ہیں کہ یہ چیز میں نے اصول میں نہیں دیکھی۔
- امام نسائی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ کے ہمراہ نمازِ مغرب پڑھی، آپ عشاء تک نفل پڑھتے رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 45

عشاء کے بعد نفل اور سونے سے پہلے وتر پڑھنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم عشاء کی نماز کے بعد چار نفل پڑھیں پھر اس کے بعد سونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کریں کیونکہ اس میں فرشتوں جیسا کام ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ہاں رات کے پہلے تہائی حصے میں تجلی فرماتا ہے لیکن اس بات کا راز صرف بڑے اولیاء ہی جانتے ہیں جو راتوں کو نفل پڑھتے ہیں لیکن بدحال لوگ اس تجلی کو محسوس نہیں کرتے اور نہ وہ اس کا مزہ حاصل کرتے ہیں لہٰذا اے بھائی! تم اپنا بوجھ ہلکا کرو تاکہ اس تجلی میں سے اپنا حصہ لے سکو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام طبرانی نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ”ظہر کے بعد کی چار رکعت عشاء کے بعد والے چار نفلوں جیسی ہوتی ہیں اور عشاء کے بعد والے یہ نفل لیلۃ القدر کے چار نفلوں جتنا درجہ رکھتے ہیں۔

❁ انہی کی ایک اور مرفوع حدیث یہ ہے ”جو شخص عشاء کی نماز جماعت سے پڑھے اور چار نفل مسجد سے نکلنے سے پہلے پڑھے تو یہ لیلۃ القدر میں پڑھے جانے والے چار نفلوں جتنا ثواب رکھتے ہیں۔“

❁ ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے لکھا ہے لیکن الفاظ ترمذی کے ہیں جو اس حدیث کو مرفوع بتاتے ہیں ”اللہ تعالیٰ اکیلا ہے اور اکائی والی نماز ہی پسند فرماتا ہے لہٰذا اے قرآن پر عمل کرنے والو! تم وتر پڑھا کرو۔“

وتر پڑھنے کی حیثیت

❁ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وتر پڑھنا فرض نمازوں کی طرح لازم نہیں ہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہیں۔

امام مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ”جسے یہ اندیشہ ہو کہ وہ رات کے آخر میں نہیں اٹھ سکے گا تو وہ پہلے حصے میں وتر پڑھ لے اور جسے رات کے آخری حصے میں جاگنے کی خواہش ہو تو را کے آخری حصے میں وتر پڑھے کیونکہ رات کے آخری حصے میں پڑھی جانے والی نفل نماز گواہی فرشتے دیں گے اور وہ اس میں موجود ہوتے ہیں، یہ افضل ہے۔“

امام احمد اور ابو داؤد نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ”وتر پڑھنا حق ہے چنانچہ جو نہ پڑھے، وہ ہم میں شمار نہ ہوگا۔“ آپ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 46

باوضو سونا

نبی کریم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم رات کو سوتے وقت وضو کر کے سویا کریں اور ہر رات سوتے وقت تہجد کے لئے اٹھنے کی نیت کر کے سوئیں، صرف شرعی ضرورت یا نیند غالب آنے کی صورت میں بے وضو سوئیں۔ یونہی سوتے اور جاگتے وقت ہمیشہ وہ وظیفے بھی پڑھا کریں جو حدیث میں ملتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے، کسی اور وجہ سے نہ پڑھیں ہاں اگر حضور اکرم ﷺ نے کہیں واضح طور پر فرما دیا ہے تو ایسا کرے جیسے شیطان سے بچاؤ کے لئے، یہ وظیفے صبح تک کریں۔

اکابر نے تجربہ کیا ہے کہ سوتے وقت ورد کرنے سے رات کے نفل پڑھنے میں مدد ملتی ہے نیز دل اور جسم کے اعضاء ہلکے پھلکے ہو جاتے ہیں۔

روحانی عبادات

یہ وہ عمل ہے جسے وہ اکابر علماء اور صالحین لوگ لازمی طور پر کرتے ہیں جو اللہ کی بارگاہ میں بیٹھنا پسند کرتے ہیں اور اس کی بارگاہ میں انبیاء، فرشتوں اور اس کے خاص بندوں کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں، کیونکہ یہ وظیفے ان کی روحوں کے لئے خوراک ہیں اور وضو ان کا ہتھیار ہوتا ہے نیز اس میں عالمِ غیب کے اندر بارگاہِ الٰہی میں زیادہ ٹھہرنا ہوتا ہے کیونکہ روح جب سو جانے پر جسم سے الگ ہو کر پاکیزہ ہوتی ہے تو جاگنے تک اسے اللہ کے سامنے سجدہ میں رہنے کی اجازت ملتی ہے اور جب جسم سے علیحدگی کے وقت وہ پاکیزہ نہیں ہوتی تو بارگاہِ الٰہی سے دور کھڑی رہتی ہے چنانچہ فرشتوں جیسی اس روحانی عبادت سے رہ جاتی ہے جو جسم کے بغیر ہوتی ہے تو باوضو سونے کا یہ راز ذہن نشین کرلو۔

وتر پڑھ کر سونے میں راز

رہا وتر پڑھ کر سونے میں راز تو یہ ایسا کام ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے چنانچہ جب کوئی شخص سو جاتا یا فوت ہو جاتا ہے تو یہ اس کا ایسا آخری کام بن جاتا ہے جسے اللہ نے پسند کیا ہوتا ہے لہٰذا اسے ان محبوب لوگوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا جنہیں اللہ تعالیٰ کسی بھی گناہ پر کبھی عذاب نہ دے گا جیسے اللہ کے اس ارشاد میں اشارہ ملتا ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ

(سورۂ مائدہ ۱۸)

''یہودی اور نصرانی بولے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں، تم فرما دو، پھر تمہیں کیوں تمہارے گناہوں پر عذاب فرماتا ہے۔''

یعنی اگر تم اللہ کے محبوب ہو تو پھر وہ تمہیں عذاب کیوں دیتا ہے؟ اس بات پر غور کرو کیونکہ یہ بندے کے وتر پڑھنے کر سونے میں دانائی کی بات کا راز ہے خواہ ایسا شخص تہجد پڑھا کرتا ہے یا نہیں چنانچہ اللہ والے لوگوں نے اسی بات کو پلے باندھا ہوتا ہے، وہ کہتے ہیں ہماری روحیں تو اللہ کے قبضے میں ہوتی ہیں، ہمارے اپنے پاس تو کچھ بھی نہیں ہوتا لہٰذا کیا معلوم کہ ہماری روحیں سونے کے بعد ہم میں واپس کی جاتی ہیں یا نہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یونہی کیا کرتے تھے، وہ سونے سے پہلے ہی وتر پڑھا کرتے تھے جبکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وتر پڑھے بغیر سو جایا کرتے اور فرماتے تھے کہ میں بیدار ہو کر وتر پڑھوں گا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک وتر پڑھ کر سوتے اور جب بیدار ہوتے تو وضو کر کے ایک ہی رکعت پڑھتے اور اسے پہلے پڑھی گئی رکعت کے ساتھ شمار کرتے چنانچہ یہ جوڑا ہو جاتا، پھر اللہ کے ہاں لکھے کے مطابق نفل پڑھتے اور پھر وتر پڑھتے، اس طریقے پر وہ ایک رات میں دو مرتبہ وتر پڑھنے سے بچاؤ کا حیلہ کرتے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ''ایک رات میں دو مرتبہ وتر جائز نہیں۔''

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے وتروں کے بارے میں بتایا گیا تو آپ نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بچاؤ کیا اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے طاقت دکھائی چنانچہ آپ کا یہ فرمان کہ ''ابوبکر نے بچاؤ کیا'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کمال کی طرف اشارہ ہے اور یہ بتاتا ہے کہ وہ اللہ کی مبارک عادتوں کے جاننے میں وسیع علم رکھتے تھے جبکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمان سے آپ کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے معرفت میں کم درجہ کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت ابوالحسن شاذلی رحمہ اللہ نے یونہی لکھا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ابن حبان نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ''جو شخص باوضو ہو کر سوئے تو اس کا سونا فرشتہ کی حفاظت میں ہوتا ہے چنانچہ جب وہ بیدار ہوتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ اے اللہ! اپنے فلاں بندے کو بخش دے کیونکہ وہ باوضو ہو کر سویا ہے۔''

❁ حضرت ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے یہ مرفوع حدیث دی ہے ''جو بھی مسلمان باوضو سوتا ہے اور جاگ کر دنیا و آخرت کی کوئی بہتر چیز مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے وہی دے دیتا ہے۔''

❁ امام مالک، ابوداؤد اور نسائی نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ''جو بھی شخص رات کو نفل پڑھا کرتا ہے اور کسی وقت اس پر نیند غالب ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی اس نماز کا ثواب دیتا ہے اور یہ نیند اللہ کی طرف سے اس کے لئے تحفہ شمار ہوتی ہے۔''

❁ ابن ماجہ، نسائی اور ابن حبان کی ایک مرفوع روایت میں ہے ''جو شخص رات کو بستر پر آئے اور یہ نیت کر لے کہ اٹھ کر نفل پڑھے گا، اس دوران اس پر نیند غالب آ جائے اور صبح تک سوتا رہے تو اسے اس کی نیت کے مطابق ثواب مل جائے گا اور یہ نیند اللہ کی طرف سے اس کے لئے تحفہ ہوگا۔''

❁ امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھتے

ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''جب تم سونے کے بستر پر آنا چاہو تو نماز کے وضو جیسا وضو کرو اور داہنے پہلو پر لیٹ جاؤ، پھر یوں کہو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ وَوَجَّھْتُ وَجْھِیْ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ وَاَلْجَأْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْکَ رَغْبَۃً وَّ رَھْبَۃً اِلَیْکَ لَا مَلْجَا وَلَا مَنْجَامِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ اٰمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ۔ تو اس رات کو فوت ہو جانے کی صورت میں تمہاری موت بے گناہ جیسی ہو گی اور اگر صبح ہو گئی تو تمہارے لئے بہتری ہو گی، تمہاری یہ دعا سوتے وقت کی آخری کلام ہونی چاہیے۔''

❁ امام بخاری اور ترمذی کی روایت میں ہے ''اگر تم اسی رات میں فوت ہو گئے تو بے گناہ شمار ہو گے اور صبح ہو گئی تو تمہارے لئے بہتری ہو گی۔''

❁ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن حبان اور حاکم نے یہ مرفوع و متصل روایت لی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت نوفل رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''تم قُلْ یایھا الکفرون پڑھا کرو اور اسے مکمل پڑھ کر سو جایا کرو کیونکہ شرک سے بچ جاؤ گے۔''

❁ ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے یہ روایت لکھی ہے کہ ''نبی کریم ﷺ سونے سے پہلے وہ سورتیں پڑھا کرتے تھے جن کی ابتداء میں سَبَّحَ یا یُسَبِّحُ کے الفاظ آتے ہیں، پھر بتایا کہ ان میں ایک ایسی آیت ہے کہ جسے پڑھنا ہزار آیت پڑھنے سے بہتر ہے۔''

❁ حضرت معاویہ بن صالح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ اہل علم ایسی سورتیں چھ شمار کرتے ہیں، الحدید، الحشر، الحواریین، جمعہ، تغابن اور سبّح اسم ربك الاعلیٰ۔

❁ حضرت بزار نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ''جب تم اپنا پہلو بستر پر لگاؤ پھر سورۃ فاتحہ اور قل ھو اللہ احد پڑھ لو تو گویا تم نے موت کے علاوہ ہر شے سے بچاؤ کر لیا۔''

❁ امام بخاری، ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ''جو شخص سونے کے بعد جاگ کر یوں پڑھ لے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسُبْحٰنَ اللّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ، اس کے بعد کہا کرے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ یا کوئی اور دعا مانگے تو وہ قبول ہو گی اور اگر وہ وضو کر کے نماز پڑھے تو اس کی وہ نماز قبول ہو گی۔

طبرانی نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ''جو شخص رات کو جاگنے پر دس مرتبہ بسم اللہ، دس مرتبہ سبحن اللہ، دس مرتبہ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَ کَفَرْتُ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ تو اس کا ہر وہ گناہ بخش دیا جاتا ہے جس سے ڈر لگتا ہو البتہ اس کے بعد پھر اسے ایسا گناہ نہیں کرنا چاہئے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 47

رات میں نفل پڑھنے کی کوشش کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم دنیا اور اس کی خواہشوں سے ہٹ کر رات میں نفلوں کی تیاری کریں اور دنیا کی حلال چیزیں پیٹ بھر کر نہ کھایا کریں چنانچہ اسی وجہ سے صالحین کی طرف سے ہمیشہ رات کو نفل پڑھنا صحیح ہوتا ہے جبکہ دوسرے لوگ یوں نہیں کرتے۔

میرے دور کی عورتوں میں سے کوئی ایسی دکھائی نہیں دی جو میری بیوی ام عبدالرحمٰن سے بڑھ کر راتوں میں نفل پڑھتی ہو، کئی مرتبہ ایسا بھی ہوتا کہ وہ حمل کی حالت میں بچے کی پیدائش کے دنوں میں میرے پیچھے آدھا قرآن سنا کرتی چنانچہ خلوص کے ساتھ یوں کرنا عورتیں تو کیا مردوں میں بھی کہیں نہیں پایا جاتا۔

ایک مرتبہ حضرت بسطی نے میرے پیچھے نفل پڑھے، میں نے سورۂ بقرہ کی ابتداء سے لے کر سورۂ مزمل تک پہلی رکعت میں پڑھا تو وہ سوتے میں گر گئے اور انہیں اپنا ہوش نہ رہا حالانکہ وہ صحت مند تھے اور دن میں تھکا نہیں کرتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ ام عبدالرحمٰن سے راضی ہو، وہ تو مردوں سے بھی زیادہ باہمت تھیں۔

ہم نے دنیا سے بے تعلقی کو رات کے نوافل کے لئے مددگار کہا ہے تو اس کی وجہ یہ حدیث پاک ہے ''دنیا سے بے تعلقی دل اور جسم کو سکون دیتی ہے۔'' جس کا مفہوم یہ ہے کہ دنیا کی خواہش دل اور جسم کو تھکا دیتی ہے اور رات ہوتی ہے تو دنیا کی خواہش کرنے والا جب بستر پر لیٹتا ہے، اس کے اعضاء ڈھیلے ہوتے ہیں لہٰذا وہ جلدی سے اٹھ بیٹھتا ہے اور جب سوتا ہے تو ایسے ہوتا ہے جیسے بیدار ہو، اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص رات کو نفل پڑھنے کی خواہش رکھے اور وہ چاہے کہ گھٹیا شے کی بجائے اسے سونا ملے تو وہ ایک ناممکن چیز کا ارادہ کئے ہوئے ہے، وہ ہمیشہ یوں نہیں کر سکے گا اور اگر کر لیا تو ایسے پردے میں ہوگا کہ حق تعالیٰ سے راز و نیاز کی لذت نہیں لے سکے گا اور نہ ہی اسے اس کا مزہ آئے گا۔

اس بات پر عمل کرنے کے لئے کسی شیخ کی ضرورت ہے جو آہستہ آہستہ اسے دنیا کی محبت سے نکالے اور اس کے دل میں اللہ کے علاوہ کسی کی خواہش نہ رہے اور نہ ہی اس سلسلے میں اس کے سامنے کوئی رکاوٹ ہو کیونکہ مرید کو راہِ خدا پر چلانے اور عملوں میں اس کی ترقی کے لئے شیخ کا حکم ویسا ہے جیسے وہ شخص جو نئے پیسوں کے لئے اپنے مرید کو پہاڑ پر لے جاتا ہے، جب وہ ان سے بے تعلقی دکھاتا ہے تو وہ اسے چاندی کے پہاڑوں پر لے جاتا ہے، وہ جب اس سے بھی بے تعلقی دکھاتا ہے تو وہ اسے سونے کے پہاڑوں اور پھر جواہرات کے پہاڑوں کی طرف لے جاتا ہے اور جب وہ ان سے بے تعلقی ظاہر کرتا ہے تو وہ اسے بارگاہِ الٰہی میں لے جا کر بے پردہ اللہ کی بارگاہ میں کھڑا کر دیتا ہے اور جب وہ وہاں کا مزہ لیتا ہے تو دنیا و آخرت کی نعمتوں کی پرواہ نہیں رہتی اور وہاں اللہ کے سامنے کھڑا کرنے کے لئے کسی بھی چیز کو آگے نہیں کرتا لیکن شیخ

کے بغیر کوئی شخص دنیا کے کیچڑ سے نکلنے کی راہ نہیں پا سکتا خواہ وہ تمام علوم نقل کرنے میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہو لہٰذا اے بھائی! کوئی شیخ تلاش کرو جو تمہیں ہماری بتائی ہوئی راہ پر چلائے اور روزانہ رات کے نفل پڑھنے کا لالچ نہ کرو، ایسا شخص بارگاہِ الٰہی میں کب جا سکتا ہے جس میں خواہشیں بھری ہوں، تکبر ہو، بیماریاں ہوں اور وہ جو عبادت بھی کرے، اس میں گناہ تو کجا باطنی مرضیں ہوں۔ ایسا عام طور پر نہیں ہوتا بلکہ قدرت کرتی ہے۔

❁ سیدی محمد بن عنان رحمہ اللہ دنیا سے بےتعلق ہونے کے باوجود رات کو اپنے اعضاء ڈھانک لیتے تاکہ ان کے جسم کو سکون ملے اور وہ تہجد کے لئے فوراً اٹھ سکیں کیونکہ بڑی تھکاوٹ کے بغیر گہری نیند نہیں آ سکتی۔

❁ سیدی علی خواص رحمہ اللہ سوتے وقت سر کو اونچی جگہ پر رکھتے اور فرمایا کرتے کہ سر جب اونچی جگہ پر ہو تو وہ ایسے سوتے ہیں جیسے جاگ رہے ہوں۔

❁ میرے بھائی افضل الدین رحمہ اللہ رات کو روزانہ سورۂ کہف پڑھا کرتے اور فرماتے کہ یہ نیند کو ہلکا کر دیتی ہے۔

میں نے خود اس کا تجربہ کیا ہے جس پر معلوم ہوا کہ پوری رات میرا دل بیدار رہا۔

❁ امام سعید رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ سورۂ کہف ایک تختی پر لکھی ہوئی تھی جسے وہاں لے جایا جاتا جہاں آپ اپنی کسی بیوی کے گھر میں ہوتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁ امام بخاری، مسلم، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ''انسان جب سو جاتا ہے تو شیطان اس کے سر کے آخری حصے پر تین گانٹھیں لگا دیتا ہے جس میں سے ہر گانٹھ پر کہتا ہے کہ رات بہت لمبی ہے لہٰذا سو جاؤ لیکن اگر وہ بیدار ہو جاتا ہے اور اللہ کا ذکر شروع کر دیتا ہے تو ایک کھل جاتی ہے، وضو کرتا ہے تو دوسری گانٹھ کھل جاتی ہے اور جب نماز پڑھتا ہے تو سب گانٹھیں کھل چکی ہوتی ہیں چنانچہ وہ اٹھتا ہے تو ہشاش بشاش ہوتا ہے ورنہ برا اور سست ہوتا ہے۔

❁ ابن ماجہ نے ایک روایت میں اتنا اور لکھا ہے ''وہ بھلائی حاصل نہیں کرتا لہٰذا یہ گانٹھیں کھولا کرو خواہ دو ہی رکعت پڑھ کر۔''

❁ امام مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن خزیمہ نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ''رمضان کے بعد سب سے مرتبہ والے روزے وہ ہوتے ہیں جو اللہ کے مہینے محرم میں رکھے جائیں اور فرض نماز کے بعد سب سے مرتبہ والی نماز رات کے نفل ہیں۔''

❁ طبرانی نے یہ مرفوع لکھی ہے ''تین شخص وہ ہیں کہ جن سے اللہ پیار کرتا ہے، ان سے مسکراتا اور خوش ہوتا ہے پھر ان میں سے ایک کے بارے میں فرمایا ایک وہ آدمی جس کی بیوی خوبصورت ہو اور بستر اچھا نرم ہو، وہ رات کو جاگے اور اپنی خواہش چھوڑ کر اپنے رب کا ذکر کرے اور چاہے تو سو جائے۔''

❁ امام احمد، ابو یعلیٰ، طبرانی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں یہ حدیث مرفوع لکھی ہے ''اللہ تعالیٰ دو شخصوں سے خوش ہوتا ہے، ایک وہ شخص جو اپنی بیوی اور دوستوں کے ہوتے ہوئے بستر چھوڑ کر نماز کے لئے چلا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے کہ میرے اس بندے کو دیکھو جو میرے انعامات کی خاطر دوستوں اور بیوی کے ہوتے ہوئے سب کچھ چھوڑ کر نماز کی طرف جا رہا ہے۔" (الحدیث)

اللہ دو مردوں پر مسکراتا ہے

❁ طبرانی کی روایت میں ہے "اللہ تعالیٰ دو مردوں پر مسکراتا ہے، ایک وہ جو سرد رات میں اپنے بستر، لحاف اور چادر سے نکلتا ہے پھر وضو کر کے نماز کے لئے جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے دیکھو اسے اس کام کے لئے کس نے تیار کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ اسے تیرے انعامات کی امید ہے اور یہ تیرے عذاب سے ڈرتا ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اسے اس کی خواہش کے مطابق دوں گا اور اس عذاب سے بچاؤں گا جس سے اسے ڈر ہے۔" (الحدیث)

شیطان کانوں میں پیشاب کرتا ہے

❁ طبرانی نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے "جو شخص صبح تک سوتا رہے تو شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے۔"

میں بتاتا ہوں کہ ہمارے ایک ساتھی کے ساتھ ایسا ہوا تھا، وہ اٹھا تو اس کے کانوں سے پیشاب بہہ کر اس کی گردن پر آ گیا چنانچہ اس نے میرے سامنے اسے دھویا۔ اس کا خیال تھا کہ یہ بات ایک افسانہ ہے چنانچہ جس شخص کا اس حدیث پر ایمان ہے اسے چاہئے کہ صبح تک سوتے رہنے کی صورت میں کانوں سے شیطان کا پیشاب دھو لے خواہ اسے دیکھا نہ بھی ہو۔

❁ ابن ماجہ، ترمذی اور حاکم نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے "اے لوگو! سلام کہتے پھرا کرو، کھانا کھلاتے رہو اور سوتے لوگوں کے موقع پر رات کے نفل پڑھو، نہایت آرام سے جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔"

❁ طبرانی نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے "رات کے نفل ضرور پڑھا کرو خواہ ایک ہی رکعت پڑھ سکو۔" ایک اور روایت میں لکھا "مومن انسان کی شرافت رات کے نفل ہیں جبکہ لوگوں سے بے پرواہی اس کی عزت ہے۔"

❁ ابن ابی الدنیا اور بیہقیؒ نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے "میری امت میں سے بزرگ، قرآن پڑھنے والے اور رات کے نفل پڑھنے والے ہوتے ہیں۔"

اس سلسلے میں کافی حدیثیں ملتی ہیں مثلاً یہ حدیث "رات کے نفل لازماً پڑھو کیونکہ یہ تمہیں اللہ کے قریب کرتے ہیں، تمہارے گناہ مٹاتے ہیں، تم سے پہلے والے صالحین کا طریقہ ہیں اور جسم سے بیماریاں دور بھگاتے ہیں۔

آگے جا کر روزوں کے بارے میں خواہش نبوی کے اندر امام احمد، طبرانی اور حاکم کی یہ مرفوع حدیث آ رہی ہے

"قرآن اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرے گا اور یوں کہے گا کہ اے اللہ! اس کے بارے میں میری شفاعت قبول فرمالے کیونکہ میں نے اسے رات کو سونے سے روکے رکھا تھا۔" واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 48

ورد پڑھنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے صبح کی نماز سے لے کر ظہر کی نماز کے وہ ورد پڑھ لیا کریں جنہیں سو جانے یا سستی کرنے کی وجہ سے چھوڑ دیا ہو، انہیں چھوڑنے کی کوتاہی نہ کریں۔

یہ وہ عہد ہے کہ جس پر اس دور میں بہت کم لوگ عمل کر رہے ہیں کیونکہ اکثر لوگ اللہ اور قیامت کے دن کو بھول چکے ہیں جس کی وجہ سے چھوڑ دینے والے سے بہت بڑی نیکی رہ جاتی ہے جو اسے محسوس نہیں ہوتی، وہ آدھا ثواب حاصل کرتا ہے اور اتنے پر بس کر دیتا ہے کیونکہ اس کا بڑا مقصد دنیا کو حاصل کرنا ہو چکا ہوتا ہے، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ بات ذہن میں رکھو، رسول اللہ ﷺ کی طرف اس وظیفہ کو دوبارہ پڑھنے کا حکم صرف اس بات پر تنبیہ کرنا ہوتا ہے کہ جو عمل ہم نے رات کو چھوڑ دیا تھا، اسے پورا کر لیں کیونکہ دن کا وقت ایک طرح کا پردہ ہوتا ہے اور جب دن کی عبادت میں انسان کے سامنے پردہ آجائے تو اسے اللہ کے ساتھ رہ جانے والے راز و نیاز اور اس کی بارگاہ میں حاضری کی مقدار کا پتہ چلتا ہے اور پھر آئندہ رات میں وہ قیام کا پختہ ارادہ کر لیتا ہے۔

یہ وظیفہ دراصل قضاء نہیں ہوتا کیونکہ جو بھی عبادت ہوتی ہے وہ شارع کی طرف سے نئے حکم پر پوری ہوتی ہے وہ وقت فارغ ہوتا ہے چنانچہ اسے کبھی بھی دوسرے وقت میں کی جانے والی عبادت پر نہیں کر سکتی چنانچہ امام شافعی رضی اللہ عنہ سے اسی وجہ سے فرمایا ہے کہ وقت گویا تلوار ہوتا ہے اگر تم اسے نہیں کاٹو گے تو یہ تمہیں کاٹ دے گا واللہ اعلم۔

امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں یہ مرفوع حدیث دی ہے "جو شخص سو جانے کی وجہ سے اپنا پورا وظیفہ یا اس کا کچھ حصہ چھوڑ بیٹھے تا ہم اسے فجر اور ظہر کی نماز کے درمیانی وقت میں پڑھ لے تو اس کے بارے میں لکھ دیا جائے گا کہ اس نے اسے رات ہی میں پڑھا تھا۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 49

نمازِ چاشت پڑھنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم چاشت کی نماز روزانہ پڑھیں تاکہ زیادہ دیر تک اللہ سے غافل نہ رہ سکیں کیونکہ صاحب شریعت ﷺ وحی کو سنبھالنے والے ہیں چنانچہ ہمارے لئے دن کے چوتھائی حصے میں چاشت کے نفل سنت قرار دیئے ہیں تاکہ چاشت کی نماز، ظہر کا وقت گزرنے پر نماز عصر کی طرح ہو جائے۔ حضور اکرم ﷺ نے چاشت کی نماز نیزہ بھر سورج اٹھنے کے موقع پر پڑھی تاکہ بتا سکیں کہ اس کا وقت اسی وقت شروع ہوتا ہے، کچھ حضرات نے اسے ''صلوٰۃ الاشراق'' کا نام دیا ہے اور میرے نزدیک اشراق پڑھنے سے ضحیٰ کی نماز ادا ہو جاتی ہے، یہ دو نمازیں نہیں بلکہ ایک ہی کے دو نام ہیں۔ یہ سب کچھ ہم پر مہربانی کا نتیجہ ہے تاکہ ہم صبح سے دوپہر جتنی زیادہ دیر تک اللہ سے غافل نہ رہ سکیں، ہمارے دل سخت نہ ہو جائیں اور وہ نیکی کرنے کا سوچ ہی نہ سکیں۔ اسے سمجھ لو۔

نمازِ اشراق کا فائدہ

اس نماز کے ہمیشہ پڑھنے کا فائدہ یہ ہے کہ ایسے شخص سے جن دور بھاگتے ہیں، جو جن بھی اس کے پاس آئے گا، جل جائے گا لہٰذا اے بھائی انہیں پڑھتے رہا کرو اور اپنے اس نبی ﷺ کا شکریہ ادا کرو جنہوں نے اسے اندیشے سے اسے تمہارے لئے سنت بنا دیا ہے کہ اللہ سے زیادہ دیر تک بے تعلق نہ رہو اور نہ ہی اسے چھوڑے رہو اور اللہ کی قسم! اگر عبادت کے وقتوں میں اللہ کے سامنے حاضری کا موقع نہ ملے تو شوق والوں کے دل پگھل جائیں اور جگر ریزہ ریزہ ہو جائے۔ فالحمد للہ رب العالمین۔

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے فرمایا میرے خلیل ﷺ نے مجھے ہر ماہ کے تین روزے رکھنے کی وصیت فرمائی اور چاشت کی دو رکعت پڑھنے کی بھی ہدایت فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کروں۔'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان دو رکعتوں سے مراد ''صلوٰۃ الاوابین'' (شام کے دو نفل) ہیں۔

❁ ابن ماجہ اور ترمذی نے یہ مرفوع روایت لکھی ہے ''جو شخص چاشت کے دو نفل پڑھا کرے تو اس کے گناہ سمندر کی جھاگ جتنے بھی ہوں گے تو بخش دیئے جائیں گے۔''

❁ ابن ماجہ اور ترمذی نے یہ حدیث مرفوع دی ہے ''جو چاشت کے بارہ نفل پڑھے گا اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے سونے کا محل بنا دے گا۔''

❁ امام احمد اور ابو یعلیٰ نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے آدم کے بیٹے! تم میری خاطر دن کو (چاشت) چار رکعت پڑھ کر دکھایا کرو، میں آخری دن میں تمہیں اس کا پورا اجر دوں گا۔''

❁ ابو یعلیٰ نے مرفوع حدیث بتائی ہے ''جو شخص سورج اوپر آنے پر اٹھ کھڑا ہو اور اچھی طرح سے وضو کرے، پھر کھڑا ہو کر دو نفل پڑھے تو اس کی تمام کوتاہیاں معاف کر دی جائیں گی اور وہ یوں ہو جائے گا کہ جیسے آج ہی اسے اس کی ماں نے جنم دیا ہے۔''

❁ طبرانی نے یہ مرفوع حدیث دی ہے ''جو شخص چاشت کی دو رکعت پڑھے، غافلوں میں شمار نہیں ہوگا، جو چار پڑھے عبادت گذاروں میں لکھا جائے گا، جو چھ پڑھے، اس کی اس دن کی سب ضرورتیں پوری ہوں گی، جو آٹھ پڑھے، اسے فرمانبرداروں میں لکھ لیا جائے گا اور جو بارہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے گھر بنا دے گا، کوئی دن اور رات ایسی نہیں جس میں اللہ کے ہاں ایسا انعام نہ ہو جسے وہ جس بندے پر چاہے، کر دے اور اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے پر احسان فرمانا چاہتا ہے، اس کے دل میں اپنا ذکر ڈال دیتا ہے۔''

❁ حضرت طبرانی نے مرفوع حدیث یوں دی ہے ''جب سورج اپنے مقام سے اتنا اوپر آ جائے جیسے نمازِ عصر کے موقع پر غروب ہوتے ہوئے ہوتا ہے چنانچہ کوئی آدمی چار سجدوں کے ساتھ دو رکعت نفل پڑھے تو اسے اس پورے دن نفل پڑھنے کا اجر ملے گا۔ (راوی کہتے ہیں) میرا خیال ہے کہ آپ نے فرمایا تھا اس کی خطا اور گناہ بخش دیا جائے گا۔'' (راوی کہتے ہیں) میرے خیال میں یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر وہ اس دن فوت ہو جائے تو جنت میں داخل ہوگا۔''

❁ طبرانی نے یہ مرفوع روایت لی ہے ''جنت میں ایک دروازہ ہے جسے ''باب الضحیٰ'' کہتے ہیں چنانچہ جب قیامت کا دن آئے گا تو آواز دینے والا آواز دے گا وہ لوگ کہاں ہیں جو ہمیشہ نماز چاشت پڑھا کرتے تھے، دیکھو یہ ہے تمہارے لئے دروازہ لہٰذا اللہ کی رحمت سے اس جنت میں داخل ہو جاؤ۔''

مصنف کا کمال

میں کہتا ہوں کہ میں نے ایک موقع پر یہ دروازہ دیکھا تھا، میں نے اس میں باب الوتر بھی دیکھا تھا جس پر لکھا تھا باب الوتر، میں نے چاہا کہ اس میں داخل ہونے والوں کے ساتھ اندر چلا جاؤں لیکن مجھے فرشتے نے روک دیا اور کہا کہ آج رات تم نے وتر نہیں پڑھے چنانچہ میں اندر داخل نہ ہو سکا اور جب بیدار ہوا تو ہمیشہ وتر پڑھنا شروع کر دیئے خواہ تین ہی پڑھتا، یونہی چاشت بھی پڑھنا شروع کی خواہ دو ہی رکعت پڑھتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 50

نمازِ تسبیح پڑھنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ''نمازِ تسبیح'' پڑھتے رہا کریں کیونکہ اس کا مرتبہ بہت لکھا ملتا ہے، اس ہدایت کے ہوتے ہوئے ہر ایسے شخص کے لئے اس پر عمل کرنا خاص طور پر ضروری ہے جو ہماری طرح گناہوں میں غرق ہو اور ان کا شمار نہ کر سکے۔

نمازِ تسبیح مشہور طریقے کے علاوہ ایک اور طرح پر بھی لکھی ملتی ہے، اسے امام احمد، ترمذی، نسائی، ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے لکھا ہے، فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے مجھے چند کلمات سکھائے کہ انہیں اپنی نماز میں کہا کروں۔ چنانچہ فرمایا دس مرتبہ الله اکبر اور دس مرتبہ سبحن الله پڑھا کرو اور پھر جتنی رکعت ممکن ہو، نماز پڑھو، اس کے بعد جو چاہو مانگو۔'' وہ ہاں ہاں کرتی گئیں چنانچہ یہ نماز کئی طرح سے بیان ہوئی ہے لیکن سب سے صحیح وہ ہے جسے ابوداؤد، ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے بیان کیا ہے۔

حافظ منذری لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو حافظ ابوبکر آجری، ہمارے استاذ ابو محمد عبدالرحمٰن مقری اور ہمارے استاد حافظ ابو الحسن مقدسی نے صحیح کہا ہے، ابوداؤد لکھتے ہیں کہ نماز تسبیح کے بارے میں اس کے علاوہ اور کوئی حدیث صحیح نہیں کہلاتی۔

امام مسلم لکھتے ہیں نماز تسبیح کے بارے میں سند کی بنا پر اس سے زیادہ حسن کہلانے والی حدیث نہیں ملتی چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما سے فرمایا ''اے چچا جان! کیا میں آپ کو عطا نہ کر دوں، عطیہ نہ دے دوں، سپرد نہ کر دوں اور کیا آپ کے لیے دس چیزیں بیان نہ کر دوں کہ جب آپ اس پر عمل کر لیں تو اللہ تعالیٰ آپ کے پہلے اور پچھلے، پرانے اور نئے، غلطی سے کئے اور جان بوجھ کر کئے، چھوٹے بڑے اور چھپے اور ظاہر گناہ بخش دے گا، وہ دس چیزیں یہ ہیں کہ آپ چار رکعت نفل پڑھیں جن میں سے ہر رکعت کے اندر سورۂ فاتحہ کے علاوہ کوئی اور سورت پڑھیں اور جب پہلی رکعت میں قراءت سے فارغ ہو جائیں تو کھڑے کھڑے پندرہ مرتبہ کہیں سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پھر رکوع کرو اور اس میں بھی دس بار پڑھو، پھر سر اوپر اٹھا کر دس مرتبہ پڑھو، پھر سجدے میں چلے جاؤ اور اس میں دس مرتبہ پڑھو، پھر سجدے سے سر اٹھا کر دس مرتبہ پڑھو، یہ ایک رکعت میں پچھتر مرتبہ ہوئیں، چاروں رکعتوں میں یونہی پڑھے۔

آپ اسے روزانہ پڑھ سکیں تو پڑھا کریں، ممکن نہ ہو تو ہر جمعہ پڑھیں، نہ ہو سکے تو ہر ماہ ایک مرتبہ پڑھیں، یہ بھی نہ ہو تو ہر سال ایک مرتبہ پڑھیں اور اگر یہ بھی ممکن نہیں تو عمر بھر ہی میں ایک مرتبہ پڑھ لیں۔''

حافظ منذری کہتے ہیں کہ ترمذی کی روایت میں ہے کہ وہ قراءت اور تعوذ سے پہلے پندرہ مرتبہ پڑھتے، پھر تعوذ، سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھتے اور دس مرتبہ یہ تسبیح پڑھتے، ایسا قراءت، تعوذ اور رکوع سے پہلے کرتے اور دو سجدوں کے درمیان کچھ نہ پڑھتے۔

طبرانی کی روایت میں تشہد کے بعد اور سلام سے پہلے یوں پڑھنا لکھا ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ تَوْفِیْقَ اَھْلِ الْھُدٰی وَاَعْمَالَ اَھْلِ الْیَقِیْنِ وَمُنَا صَحَةَ اَھْلِ التَّوْبَةِ وَعَزْمَ اَھْلِ الصَّبْرِ وَجِدَّاَھْلِ الْخَشْیَةِ وَطَلَبَ اَھْلِ الرَّغْبَةِ وَتَعَبُّدَ اَھْلِ الْوَرَعِ وَعِرْفَانَ اَھْلِ الْعِلْمِ حَتّٰی اَخَافَكَ اَللّٰھُمَّ مَخَافَةً تَحْجُزُنِیْ عَنْ مَّعْصِیَتِكَ حَتّٰی اَعْمَلَ لِطَاعَتِكَ عَمَلًا اَسْتَحِقُّ بِهٖ رِضَاكَ وَحَتّٰی اُنَا صِحَكَ بِالتَّوْبَةِ خَوْفًا مِّنْكَ وَحَتّٰی اَخْلُصَ لَكَ النَّصِیْحَةَ حَیَاً مِّنْكَ وَحَتّٰی اَتَوَکَّلُ عَلَیْكَ فِی الْاُمُوْرِ حُسْنَ ظَنٍّ بِكَ سُبْحٰنَ خَالِقِ النُّوْرِ اور پھر سلام پھیر دے۔

حضرت منذری فرماتے ہیں کہ نماز تسبیح کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا ہے لیکن جو کچھ ہم نے لکھ دیا ہے اتنا ہی کافی ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مبارک اسے پڑھتے رہے اور نیک لوگوں نے اسے ایک دوسرے سے لیا۔ ابن مبارک فرماتے ہیں کہ جب اسے رات کے وقت پڑھو تو زیادہ بہتر یہ ہے کہ پڑھے اور دو رکعت پر سلام پھیر دے اور اگر دن کو پڑھے تو اس کی مرضی، چاہے تو سلام پھیر دے، نہ چاہے تو نہ پھیرے۔

سجدۂ سہو میں تسبیح کا حکم

آپ فرماتے ہیں کہ رکوع میں سبحان ربی العظیم تین بار کہے اور سجدے میں سبحن ربی الاعلیٰ تین بار پڑھے اور پھر وہی تسبیح پڑھے۔ اس پر حضرت عبداللہ بن مبارک سے پوچھا گیا اگر کوئی بھول جائے تو کیا سجدۂ سہو کرتے وقت بھی دس دس مرتبہ تسبیح پڑھے؟ آپ نے فرمایا نہیں، یہ تسبیح صرف تین سو بار ہی پڑھی جائے گی۔

اے بھائی! یاد رکھو کہ جو دلائل میں نے تمہارے سامنے پیش کیے ہیں، انہیں حافظ منذری نے لکھا ہے جو بالکل صحیح ہیں لیکن دلائل کے سلسلے میں امام نووی کی کلام میں گڑ بڑ ہے کیونکہ ''الترغیب والترہیب'' ان کے پاس نہ تھی، یہ کتاب علامہ ابن حجر کے دور میں مشہور ہوئی، انہوں نے ایک شخص سے لی جسے وراثت میں ملی، یہ مسودہ تھی جسے آپ نے مُبَیَّضہ کیا اور لوگوں کے سامنے پیش کیا، اگر امام نووی اسے دیکھ لیتے تو نماز تسبیح کو علامہ منذری سے ہی نقل کرتے کیونکہ وہ ائمہ حفاظ میں سے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 51

نمازِ توبہ پڑھنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم جب بھی گناہ کر بیٹھیں تو خواہ ستر یا اس سے بھی زیادہ مرتبہ کر لیں، نمازِ توبہ پڑھ لیا کریں جس کی وجہ یہ ہے کہ گناہوں سے بچنا، ہر عبادت سے پہلے ایسے ضروری ہوتا ہے جیسے نماز سے پہلے وضو ضروری ہوتا ہے۔

میں بالغ ہوتے ہی اسے دو سال تک پڑھتا رہا، میں اپنے گناہ دفتر میں لکھا کرتا تھا اور جب گناہ حد و حساب سے زیادہ ہو گئے تو ہر گناہ پر پڑھنے سے عاجز آ گیا۔ سوچتا ہوں وہ گناہگار لوگ کتنے خوش نصیب ہیں جو چھوٹی عمر ہی میں مر گئے اور وہ کتنے بدبخت ہیں جن کی عمریں لمبی ہوئیں۔

یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ اگرچہ ''توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے'' یعنی یا تو وہ توبہ کر کے پاک ہوئے، پانی سے پاک ہوئے یا مٹی (تیمم) سے پاک ہوئے تو یہ نماز اگر وہ لوگ پڑھیں جنہوں نے گناہ نہ ہونے کی وجہ سے توبہ نہیں کی، وہ اللہ کو بہت زیادہ پیارے ہوں گے جیسے انبیاء اور فرشتے کیونکہ حقیقی طور پر ان میں وہ گناہ نہیں ہوتے جن سے توبہ کریں، تاہم اللہ نے صرف ان کے لئے یوں فرمایا ہے کہ جن میں پلیدی رچ بس گئی اور بار بار گناہ میں پڑے تاکہ ان کے خلل کو پورا کیا جا سکے اور ان سے انہیں دور کیا جا سکے چنانچہ جہاں تک مجھے معلوم ہے اس نے توابین نہیں کہا یعنی جن سے بار بار توبہ ہوئی کیونکہ انہوں نے بار بار گناہ کئے۔ اسے ذہن نشین رکھو۔

استغفارِ نبوی ﷺ کا مطلب

میں نے سیدی علی خواص رحمہ اللہ سے سنا، فرمایا حضور ﷺ اس لئے یوں فرمایا کرتے تھے ''میں دن میں کئی مرتبہ توبہ اور استغفار کرتا ہوں۔'' تاکہ یہ آپ کی امت کے لئے شریعت میں داخل ہو اور وہ اس سنت کو اپنا لیں ورنہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حقیقۃً آپ کا کوئی بھی گناہ نہیں ہے، یہ تو فرضی ہے۔

یہ بات پوشیدہ نہیں کہ توبہ بندے کے لئے موت تک ہونے والے کاموں سے ہوا کرتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

تُوبُوٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (سورۃ نور ۳۱)

''اللہ کی طرف توبہ کرو اے مسلمانو! سب کے سب، اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔''

لہٰذا اس کے سوا مومن کے پاس بھی کوئی چارہ نہیں خواہ اس کا مرتبہ اتنا ہو کہ وہ جنت میں چلا جائے اور چونکہ اس پر شرعی حکم لاگو نہیں ہوگا چنانچہ وہ ''تواب'' نام میں بھی گم ہو جائے گا۔ کبھی اللہ کے نام تواب کا حکم جنت میں وہی ہوتا ہے جیسے

اس وقت تک جب بندے پر شرعی حکم لاگو نہیں ہوئے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے کی طاقت والا مانا جائے گا، حقیقۃً توبہ قبول نہیں کر رہا ہو گا۔

یقین کر لو کہ بندہ جب اللہ کے سامنے شرمسار اور بخشش مانگنے والا بن کر کھڑا ہو جائے گا تو توبہ کی فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو توبہ قبول کئے بغیر نہیں ہٹاتا کیونکہ توبہ، پردے دور ہٹانے کے لئے بارگاہ الٰہی میں درخواست کو کہتے ہیں ، وہ اس سے قبل پردے میں تھا جس کی وجہ سے گناہ میں گرفتار ہوا اور جب پردے دور ہوئے تو وہ دیکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کی صرف اتنی سی توبہ قبول فرماتا ہے جتنے اسے شرعی حکم ملے تھے، وہاں اس کی شرمندگی ضرورت کی خاطر ہلکی ہوتی ہے کیونکہ اللہ اس پر غالب ہوتا ہے اور اگر وہ چاہے کہ پردے میں ہونے والی حالت کے مطابق شرمندہ ہو تو یہ صحیح نہیں، وہاں بہت بڑا مقام ہے بلکہ اس سے بھی بڑا مقام ہے اور اگر شدید شرمساری اللہ تعالیٰ کے حکموں اور مخالف کاموں میں پڑنے کی رکاوٹ نہ بنے تو یہ شرمندگی شرک کے قریب ہو جائے گی کیونکہ اسے اللہ کے سامنے حکم ہے کہ پہلے کام کرنے والا ہو، یہ تو اللہ کی رحمت ہے کہ اسے وہاں روکا ہے جہاں اس کی ذات اللہ کے ساتھ فعل (کام) میں شریک ہے تاکہ اسے اوپر لے جانے سے پہلے اس مقام کا حکم ہو۔

اگر یہ کہا جائے کہ بڑے بڑے انبیاء کرام اتنا روتے رہے کہ ان کے آنسوؤں سے گھاس اُگ آتی اور حضرت آدم علیہ السلام اس قدر روئے کہ ان کے آنسوؤں سے اس پانی میں برکت ہوئی جسے ایک روایت کے مطابق اسی سال تک چوپائے اور کیڑے مکوڑے پیتے رہے جبکہ ان حضرات کے بارے میں یہ خیال نہیں کیا جاتا کہ یہ اپنے آپ کو کاموں میں اللہ کے ساتھ شریک سمجھتے ہیں، ہاں اتنا خیال کر سکتے ہیں جتنی کام کی ان کی طرف نسبت حکموں کے لاگو ہونے کی وجہ سے ہے اور یہ اندازہ نہایت کمزور ہے جس کی وجہ سے وہ خون نہیں رو سکتے اور نہ ہی زیادہ آنسو بہا سکتے ہیں، اصل میں یہ کام صرف انبیاء کرام علیہم السلام کا ہے کیونکہ نبوت وہاں سے شروع ہوتی ہے جہاں ولایت ختم ہو جاتی ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ کی طرف بلانے والے ہر شخص کا رونا اس کی اپنی امت کے لئے شریعت ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ اس پر شرمساری کی صورت بنا دیتا ہے تاکہ قیامت کے دن ان سے ان کی قوم کی ان کوتاہیوں کے بارے میں پوچھا نہ جائے جن کے بارے میں اس نبی کو حکم تھا کہ ان سے بیان کر دے اور نہ ان سے یہ پوچھا جا سکے کہ وہ گناہوں میں پڑ کر اپنے گناہوں سے کیسے نکلے تھے۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان اکابر کا رونا اپنی قوم پر فتوت (دلیری) کے لئے ہو چنانچہ انہوں نے رو رو کر اپنی قوم سے رونے کا وہ بوجھ اٹھا لیا جو گناہوں میں پڑنے کی صورت میں انہیں اٹھانا ضروری تھا چنانچہ وہ برکت جو حضرت آدم علیہ السلام کے رونے کی وجہ سے پیدا ہوئی، وہ ان کے بیٹوں کے آنسو تھے جو ان میں بانٹ دیئے گئے، آپ نے ان کے وہ آنسو مٹا دیئے۔

* اس وقت مجھ سے یہاں یہی جواب بن پڑا ہے جو اکابر نے دیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کو استغفار کئے بغیر چارہ نہیں خواہ اس سے پردے ہٹائے جائیں یا نہ اٹھائے جائیں کیونکہ اگر وہ اللہ کے فعل میں شریک ہونے کا دخل دیکھ لیتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ استغفار کر لے اور اگر نہیں دیکھ پاتا تو بھی اسے استغفار کرنا ہوگا کیونکہ اس پر اللہ کے حکم لاگو

ہیں جیسے ہمارے باپ آدم علیہ السلام نے یوں عرض کی تھی حالانکہ انہیں معلوم تھا کہ ان کے بارے ایسا فیصلہ ہو چکا ہے جسے ٹالا نہیں جا سکتا چنانچہ عرض کی۔ (سورۂ اعراف ۲۳)

''اے رب ہمارے! ہم نے اپنا آپ برا کیا تو اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور نقصان والوں میں ہوئے۔''

لہٰذا بخشش مانگنے والا دو قسم کے حالوں سے خالی نہیں، یا تو گناہ ہی ہوگا یا پھر شریعت بنانا ہوگا جبکہ دیکھنے میں شرمساری ہوگی۔ اس میں غور کرو اور اسے لکھ لو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں یہ مرفوع روایت لکھی ہے ''جو بھی شخص کوئی گناہ کر لے پھر اٹھ کر وضو کرے اور نماز پڑھ کر اللہ سے اپنی بخشش مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی (سورۂ آل عمران ۱۳۵)

''اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں، اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں۔''

بیہقی اور ابن حبان کی روایت میں ہے ''پھر وہ دو رکعت نفل پڑھے۔''

بیہقی نے یہ مرسل حدیث لکھی ہے

''جب کوئی شخص گناہ کر بیٹھے، پھر اچھی طرح سے وضو کرے اور میدان کی طرف نکل جائے، پھر دو رکعت نفل پڑھ کر استغفار کرے تو اللہ اسے بخش دیتا ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 52

نمازِ حاجت پڑھنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ''نماز حاجت'' پڑھیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ ہم فاقہ سے ہیں اور ہمیں کسی چیز کی ضرورت ہے جیسے کوئی ضرورت مند کسی کو ملنے سے پہلے اپنی ضرورت کی خاطر کوئی ہدیہ اور تحفہ بھیجا کرتا ہے۔

میں نے حضرت سیدی علی خواص سے سنا، فرمایا مناسب یہ ہے کہ نماز حاجت سے پہلے نمازِ تسبیح پڑھ لیں کیونکہ اس کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ سارے گناہ مٹا دیتی ہے اور کسی ضرورت کے پورا کرنے کے لئے گناہوں کا بخشا ہونا بڑا سبب ہوتا ہے کیونکہ دیر سے حاجتیں پوری ہونا، اکثر گناہوں کی وجہ سے ہوتا ہے۔

پھر ان سے یہ بھی سنا، فرماتے تھے نماز حاجت پڑھتے وقت اس آخری سجدے کے موقع پر دل حاضر ہونا چاہئے

جس کے بعد اس نے سلام پھیرنا ہوتا ہے۔ حضور دل کی علامت یہ ہے کہ اسے اپنے جوڑ ٹوٹتے معلوم ہوں اور اللہ کے ڈر سے ہڈیاں پگھلتی معلوم ہوں، یہی وہ موقع ہے جب اس کی دعا قبول ہوگی۔

اس کی وضاحت یہ ہے کہ سجدے میں قرآن پڑھنے کی طاقت ہر ایک میں نہیں ہوتی کیونکہ ایک روایت کے مطابق اس وقت انسان اللہ کے بہت قریب ہو چکا ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''حاجت پوری کرانے کے لئے پہلے تحفہ پیش کرنا ہوتا ہے۔''

یہ تو مخلوق کا آپس میں طریقہ ہے جبکہ اللہ تعالیٰ تحفے کا محتاج نہیں ہوتا اور جو تحفہ بھی پیش کیا جا سکتا ہے وہ اللہ ہی کے خزانوں میں سے ہوتا ہے، آدمی اسے اللہ کے ہاں سے لے کر اسی کے سامنے پیش کر دیا کرتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ (سورۂ حجر ۲۱)

''اور کوئی چیز نہیں جس کے ہمارے پاس خزانے نہ ہوں۔''

چنانچہ ''نمازِ حاجت'' بندے کی طرف سے صرف اپنی بندگی دکھانا ہوتا ہے خواہ وہ اسے دیکھ رہا ہو کیونکہ یہ عبودیت اس کی طرف سے اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتے وقت، اللہ کی رحمت ہوتی ہے یا وہ شخص اس سے غافل ہو جیسے عام لوگ ہوتے ہیں۔

میں نے بھائی افضل الدین رحمہ اللہ کو ایک مرتبہ فرماتے سنا بندے کا یہ حق نہیں کہ جو چیز اللہ عطا کرے، اس کے سامنے ہو، وہ صرف کہلانے کی حد تک اس کی ہوتی ہے تا کہ اس پر اللہ کا شکر کر سکے ورنہ حقیقۃً عطائیہ ہوتی ہے کہ عطا کرنے والے کے قبضے سے نکل کر اس کے پاس چلی جاتی ہے اور یہ چیز اللہ کے بارے میں ناممکن ہے۔

انہوں نے یہ بھی فرمایا کوئی یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حقیقۃً کسی شخص کو کچھ نہیں دینا ہوتا بلکہ لینے والا تو اس کا نائب ہوتا ہے جس کا کام یہ ہوتا ہے کہ وکیل کی طرح ضرورت مندوں کو دے دے۔

آپ فرماتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ والے دنیا و آخرت کی کسی شے کو لے کر خوش نہیں ہوتے، انہیں ملنا اور نہ ملنا برابر ہوتا ہے کیونکہ ان میں سے کوئی دونوں جہان میں اللہ کی مالکی میں شریک نہیں ہوتا۔

اے بھائی! یہ وہ چیز ہے جو نصیحت کرنے والے شیخ کی راہنمائی کے بغیر حاصل نہیں ہوتی لہٰذا اگر تم یہ نفیس مقصد حاصل کرنا چاہتے ہو تو کسی شیخ کے ہاں جاؤ جو تمہیں اس کے بارے میں بتائے ورنہ تم خود اس تک نہیں پہنچ سکو گے خواہ تم دونوں جہان والوں جتنی بھی عبادت کر لو۔

یہی وہ مقام ہے جہاں سالک اور عبادت گذار دھوکا کھاتے ہیں چنانچہ عبادتگذار کسی وجہ سے اپنے رب کی عبادت پانچ سو سال تک کرتا ہے جبکہ سالک طریقت میں قدم رکھ کر پہلے ہی دن اس سبب اور رکاوٹ سے نکل جاتا ہے کیونکہ طریقت کا پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ اللہ کو واحد مالک جانے پھر کام کرنے والا مانے اور پھر اس کے وجود کو مانے جبکہ عبادت گذار میں ان تینوں مقامات کا ذوق نہیں ہوتا جیسے طبرانی کی مرفوع حدیث میں ہے

''ایک عبادت گزار نے سمندر کے اندر ایک پہاڑی پر پانچ سو سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جس کے بارے میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میری رحمت کی بنا پر جنت میں داخل ہو جاؤ، وہ عرض کرے گا اے رب! میں تو

اپنے عمل کی وجہ سے جاؤں گا، یوں تین بار کہے گا۔"

اگر کوئی مرید یہ بات ابتداء ہی میں اپنے شیخ سے کہہ دے تو اسے برا کہا جائے گا چنانچہ اللہ کی قسم وہ شخص کامیاب گنا جائے گا جس کا کوئی شیخ ہے اور جس کا شیخ نہیں، وہ گھاٹے میں رہے گا یا شیخ تو بنایا لیکن اس کی نصیحت پر کان نہیں دھرا جیسے اس دور میں مرید عام طور پر کرتے ہیں۔

یہ بھی ذہن میں رکھو کہ دعا قبول ہونے کی شرط یہ ہے کہ بندے میں کوئی بھی گناہ نہ ہو چنانچہ ایک بھی گناہ کی حالت میں اللہ سے کچھ مانگتا ہے تو وہ اسے نہیں دی جائے گی بلکہ اس کی یہ دعا ٹالنے کے قریب ہوگی۔

حضرت سیدی علی بحیری رحمہ اللہ سے جب کوئی شخص دعا کرنے کو کہتا تو وہ فرماتے سب مل کر یوں کہو اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمُ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ اس کے بعد دعا کرتے اور فرماتے اے میرے بچو! ایک بندہ اپنے رب سے کس بناء پر مانگے، اس نے تو گناہ کر کے اسے ناراض کر رکھا ہے اور جب ان سے توبہ کر لیتا ہے تو اکثر اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے۔

یہ بات ذہن نشین کر کے اسی پر عمل کرو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ یہ روایت ترمذی کے الفاظ میں ہے جسے ابن ماجہ نے مرفوع روایت کے طور پر لکھا ہے

"جسے اللہ یا کسی بھی شخص سے کوئی کام ہو تو اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت پڑھے پھر اللہ کی ثناء کرے اور نبی کریم ﷺ پر درود پڑھ کر یوں کہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ، سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ وَالْغَنِیْمَۃَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَۃَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَہٗ، وَلَا ھَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَہٗ، وَلَا حَاجَۃً ھِیَ لَکَ رِضًا اِلَّا قَضَیْتَھَا یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

نمازِ حاجت

امام ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور حاکم نے یہ حدیث لکھی ہے کہ "ایک اندھا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ! دعا فرمائیے کہ اللہ میری آنکھوں سے پردہ ہٹا دے۔ فرمایا کیا میں تمہیں چھوڑ دوں گا؟ اس نے عرض کی یارسول اللہ! بینائی چلے جانے سے بہت پریشان ہوں۔ فرمایا چلو جاؤ اور وضو کر کے دو نفل پڑھو اور پھر یہ دعا کرو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ، یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ اِلٰی رَبِّیْ بِکَ اَنْ یَکْشِفَ لِیْ عَنْ بَصَرِیْ، اَللّٰھُمَّ شَفِّعْہُ فِیَّ وَشَفِّعْنِیْ فِیْ نَفْسِیْ۔

طبرانی کی ایک روایت ہے کہ حضرت عثمان بن حنیف نے بتایا وہ گیا تو اللہ نے اس کی بینائی واپس کر دی ہم دیر تک باتیں کرتے رہنے کی وجہ سے ابھی الگ الگ نہیں ہوئے تھے کہ اسی دوران ایک آدمی آیا جس میں کوئی تکلیف دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

ایک اور اہم نماز حاجت

❁ حاکم نے مرفوع حدیث دی ہے ''تم رات یا دن میں بارہ رکعت پڑھو جن میں سے ہر دو رکعت بعد تشہد پڑھو اور جب نماز کا آخری تشہد پڑھو تو اللہ کی ثناء کرو، نبی کریم ﷺ پر درود بھیجو اور سجدے میں سات بار سورۃ فاتحہ پڑھو، سات مرتبہ سورۃ الکٰفرون، سات مرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ پھر اس کے بعد پڑھو اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِمَعَاقِدِ الْعِزِّ مِنْ عَرْشِكَ وَمُنْتَهَى الرَّحْمَةِ مِنْ كِتَابِكَ وَاسْمِكَ الْاَعْظَمِ وَجَدِّكَ الْاَعْلٰى وَكَلِمَاتِكَ التَّامَّةِ اس کے بعد اپنی ضرورت کی دعا کرو اور سر اٹھا لو پھر دائیں بائیں سلام پھیرو۔ یہ دعا کسی بیوقوف کو نہ سکھاؤ کیونکہ وہ دعا کرے گا تو قبول ہو جائے گی۔

❁ حضرت احمد بن حرب کہتے ہیں کہ میں نے اس کا تجربہ کیا ہے تو یہ سچی نکلی ہے نیز حضرت ابراہیم بن علی دیلمی نے بھی یہی بتایا ہے۔ حضرت حاکم کہتے ہیں کہ حضرت ابوزکریا نے بھی یہی کچھ بتایا ہے۔

❁ حافظ منذری کہتے ہیں کہ ایسے معاملے میں تجربہ پر بھروسہ کیا جائے گا، سند پر بھروسہ کی ضرورت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 53

اللہ کے اشارے سمجھنے کی کوشش کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اشارے سمجھنے کے لئے اپنے آپ کو تیار رکھیں اور یہ کوتاہیوں کا بوجھ ہلکا کر کے ممکن ہے تا کہ جب ہم اللہ سے اس بارے میں استخارہ کریں کہ وہ کام ہمیں کرنا بہتر رہے گا یا چھوڑنا تو اس کو محسوس کر سکیں کیونکہ جس پر موٹے پردے پڑے ہوں گے، وہ کسی بھی شے کو محسوس نہیں کر سکے گا۔ اسی لئے ہم اسے کہتے ہیں کہ اپنے رب سے استخارہ کرو، وہ کہتا ہے کہ میں نے کر لیا لیکن ہماری سمجھ میں کوئی بات واضح نہیں ہوتی لیکن اگر اس کے سامنے باریک پردہ ہوتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ اس کے لئے کام کا کرنا بہتر ہے یا چھوڑنا۔

اس خواہش پر عمل کرنے کے لئے کسی شیخ کی ضرورت ہے جو مرید کو چلائے اور پردے چاک کر دے، اللہ کی طرف سے اس کے سامنے کوئی مشکل پیدا نہ ہو بلکہ پہلی ہی مرتبہ وہ اللہ کا ارادہ سمجھ لے۔ ایسا بہت کم ہوتا ہے، اسی وجہ سے اکثر لوگ خصوصاً فقراء ایک دوسرے سے مشورہ لیتے ہیں لیکن اس میں پردہ باریک کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تا کہ کشف

کے ذریعے اس بندے کے لئے بھلائی کی راہ سمجھی جا سکے ورنہ اس کا اشارہ الٹ ہوگا اور اکثر ایسا بھی ہو جاتا ہے وہ کسی کے لئے ایک کام کا اشارہ کرتا ہے تو اس سے اس کی ہلاکت ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے اشارہ کرنے پر گناہ لازم ہو جاتا ہے جیسے دین میں کوئی فتویٰ دینے والا علم کے بغیر فتویٰ دیتا ہے۔

میں نے سیدی علی خواص رحمہ اللہ سے سنا، فرمایا کسی کے لئے یہ مناسب نہیں ہوتا کہ کسی کو ایک شے کی طرف اشارہ کرے ہاں اگر لوحِ محفوظ اس کے پیش نظر ہو جس میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں تو ایسا کر سکتا ہے لیکن یہ بات اس کے سامنے نہیں تو اسے کہہ دینا چاہئے کہ اپنے رب سے استخارہ کرو۔

میں نے اپنے بھائی افضل الدین سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ مشورہ کرنا ایسے ہوتا ہے جیسے سوئے ہوئے خبردار کرنا چنانچہ تم دیکھو گے کہ کسی انسان کو کسی کام کے ہو جانے کا یقین ہوتا ہے تو وہ اپنے کسی بھائی سے مشورہ کرتا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ اگر تم ایسا کرو گے تو تمہیں یہ کچھ حاصل ہوگا جس کی وجہ سے اس کا پختہ ارادہ اسی وقت ٹوٹ جاتا ہے۔ چنانچہ اگر اس کے بعد اسے کوئی کہے کہ یوں کرلو تو وہ دوبارہ وہ بات نہیں کرتا۔

میں نے انہیں یہ کہتے بھی سنا کہ آخرت کے کسی مقابلے میں دنیا سے محبت رکھنے والے کے ساتھ مشورہ نہ کرو کیونکہ اس کی سوچ ناقص ہوتی ہے کیونکہ وہ دنیا میں گھر کر آخرت سے بے خبر ہوتا ہے اور یونہی ایسے زاہد اور عابد سے بھی کسی ایسے معاملے میں مشورہ نہ لو جس کا تعلق اللہ کے ادب کے ساتھ ہو اور جو آخرت کی نعمتوں کو اچھا جانتا ہو کیونکہ اس بناء پر وہ اللہ سے پردے میں ہوگا اور وہاں اسے خاص حاضری نصیب ہوگی تاہم دنیا ر آخرت کے معاملات میں کامل عارفوں کے ساتھ مشورہ کرو کیونکہ وہ ان دونوں کو عبور کر کے حق تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچے ہوتے ہیں، وہ بارگاہِ الٰہی کے آداب جانتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ وہاں رہنے والوں کا ادب میں کیا مقام ہے، مشہور مثال ہے کہ ''ہر کاروبار میں اس کاروبار کے واقف کسی نیک سے مشورہ لیا کرو لہٰذا اس بات میں غور کرو اور اس پر عمل کرو۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ نے فرمایا دنیا مین کھو جانے والے کے لئے یہ مناسب نہیں کہ کوئی کام اپنی رائے اور استخارہ سے کرے بلکہ چاہئے کہ اس بارے میں بھلے لوگوں سے پوچھے اور پھر ان کے مشورے کے مطابق کرے خواہ وہ دنیا کا بڑا بادشاہ ہی کیوں نہ ہو کیونکہ رائے صرف اسی کی صحیح ہو سکتی ہے جو دنیا اور اس کی خواہشوں سے کنارہ کر لے جبکہ حکمران تو دنیا کی محبت میں ڈوبے ہوتے ہیں، انہیں حکم چلانے، روکنے اور حکومت کرنے کے نشے میں لذت ملتی ہے چنانچہ اسی وجہ سے انصاف پسند بادشاہ اپنا وزیر بنانا پسند کرتے ہیں کیونکہ عام طور پر وزیر کی رائے بادشاہوں سے کامل ہوتی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ وزیر کا حکم گھٹیا ہوتا ہے اور وہ زیادہ دخل نہیں دیتا، اسی وجہ سے اس میں یہ نشہ کم ہوتا ہے۔

عارف لوگ کہتے ہیں کہ صرف محنتی شخص ہی کسی چیز کی پہچان کر سکتا ہے چنانچہ حدیث پاک میں ہے کسی شے سے تمہاری محبت، اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے اور اگر زاہد کے سامنے دنیا کا عیب نہ کھل سکے تو وہ اس میں زہد نہیں کریگا لہٰذا اے بھائی! اگر تم اللہ کا ارادہ اور بھلائی کا راستہ دیکھنا چاہتے ہو کہ جو کچھ تم کر رہے ہو، آخرت میں کیا ہوگا تو اپنے دل کے شیشے کی چمک کے لئے کسی رہنما شیخ کے مشورے پر عمل کرو۔

صحابہ سے مشورہ کی وجہ

رسول اللہ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ صرف اس بناء پر کرتے تھے کہ انہیں اللہ کی طرف سے حکم تھا ''معاملے کے بارے میں صحابہ سے مشورہ لو۔'' ورنہ آپ کی رائے اور عقل وعلم تو ساری مخلوق سے زیادہ کامل اور وسیع تھا، آپ کے مشورہ کا مطلب ان کے دلوں کو اپنی طرف موڑنا تھا، ان کے اشارے پر چلنا نہ تھا حالانکہ اس وقت آپ کے سامنے اس بارے میں اللہ کی مرضی نہ آئی ہوتی، اسی لئے اس نے آپ سے فرمایا ''جب آپ پختہ ارادہ کرلیں'' یعنی اس کام کے کرنے کا جس کا وہ آپ کو مشورہ دیتے ہیں ''تو اللہ پر بھروسہ کرو'' ان کے مشورہ پر بھروسہ نہ کرو حالانکہ اگر آپ دنیا کے معاملات کی طرف توجہ نہ دیں تو اس سے آپ کے کمال میں فرق نہیں آئے گا جیسے آپ نے کھجور میں قلم لگانے کے موقع پر فرمایا تھا کہ ''تم لوگ دنیا کے معاملات کو بہتر طور پر جانتے ہو۔'' یعنی جس کے بارے میں مجھ پر اللہ کی طرف سے وحی نہیں آسکی۔ اسے خوب سمجھ لو۔

اسی سلسلے میں ایک عارف فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال مبارک اس وقت تک نہیں ہوا جبتک دنیاوی معاملات میں آپ سب سے زیادہ علم والے نہ ہوئے لہٰذا تم ایسے تمام پسندیدہ معاملات میں عبادت گزاروں کی بجائے اس عارف سے مشورہ کیا کرو جو دنیا سے بے تعلق ہو، کیونکہ طبعی طور پر عابد کا دل چیزوں سے نفرت کرتا ہے، یونہی دوسرے بھی اس سے نفرت کرتے ہیں خواہ اس میں کوئی فائدہ ہی کیوں نہ ہو جیسے بہت سے وہ لوگ اس میں گھرے ہوئے ہیں جو کاروبار چھوڑ کر عبادت میں لگے اور صرف لوگوں کے دیئے پر گذارہ کرنے لگے چنانچہ ایسے شخص کو آپ دیکھیں گے جو لوگوں سے کہتے ہیں، اسباب اور کاروبار چھوڑ دو پھر ان سے کہتے ہیں کہ تمہارا رب تمہیں روزی دے گا لیکن وہ یہ نہیں سمجھتا کہ خود اس جیسوں کا بھروسہ اللہ کی بجائے مخلوق پر ہوتا ہے۔ کاش ایسا شخص کسی عارف سے مشورہ کرے جو اسے کہے کہ کاروبار کیا کرو لیکن بھروسہ اللہ پر کرو، کاروبار پر نہ کرو اور اپنے آپ کو لوگوں کے احسان اٹھانے سے بچاؤ بلکہ جب عرب کے ایک شیخ نے یہ خیال کیا کہ وہ توکل کرتا ہے تو کہنے لگا مجھے کسی فقیر نے اس مرتبہ پر نہیں پہنچایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے پہنچایا ہے، یہ سن کر اس کے ایک بڑے ساتھی نے کہا کہ بخدا تم تو ولی ہو جس پر میں نے کہا کہ یہ اس وقت تک اولیاء میں سے شمار نہیں ہوسکتا جب تک ''پاشا'' میرے سامنے اسے واضح طور پر نہ کہہ دے کیونکہ اسے اسی نے والی بنایا ہے اور وہ اسے روبرو کہے یا وہ پیغام دینے والے سے کہے کہ تمہارا مجھ پر کوئی احسان نہیں یا کہے کہ خلیفہ پاشا کی مجھ پر کوئی بھلائی نہیں اور مجھے تو صرف اللہ نے والی بنایا ہے۔

جب میں نے یوں کہا تو اس نے کہا کہ اس نے مجھے عہدے سے اتار دیا ہے اور میری یہ نعمت چھین لی ہے، اس پر میں نے کہا تو پھر تمہارا یہ کہنا کہ ''میرا بھروسہ اللہ پر ہے، مخلوق پر نہیں'' اللہ پر الزام ہے اور فقیروں کی توہین ہے۔

میں کہتا ہوں کہ میں نے ایک ایسے بڑے عارف کو دیکھا جو روزانہ اپنی حرکت اور سکون میں اللہ کو گواہ بناتا تھا وہ کہتا تھا ''اے اللہ! اگر تو یہ جانتا ہے کہ میری طرف سے ہر حرکت وسکون آج کے دن میرے لئے بہتر ہے تو اسے میرے مقدر میں کردے اور میرے لئے آسان کردے لیکن اگر تیرے علم میں ہے کہ یہ میرے لئے برا ہے تو اسے مجھ سے ہٹالے

اور مجھے اس سے الگ رکھ۔

❁ عارف کہتے ہیں کہ جو ہمیشہ یوں کہے گا تو وہ اللہ کی حفاظت میں ہو گا، کوئی اس سے مکر نہ کر سکے گا۔

❁ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ نماز استخارہ اور دعا دوبارہ، سہ بارہ بلکہ اس سے بھی زیادہ مرتبہ کرے تا کہ آخرکار اس کا دل مطمئن ہو جائے۔ واللہ غفور رحیم۔

❁ امام احمد، ابو یعلیٰ اور حاکم مرفوع روایت بتاتے ہیں ''یہ آدمی کی نیک بختی ہے کہ وہ اللہ سے استخارہ کرے۔''

❁ حاکم نے کچھ زیادہ لکھا ہے ''یہ آدمی کی بدبختی ہوگی کہ وہ اللہ سے استخارہ چھوڑ دے۔''

❁ امام ترمذی نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ''وہ آدمی نیک بخت ہوگا جو اللہ سے استخارہ کرکے اور اسی کے فیصلے پر راضی ہو جبکہ اس کی بدبختی یہ ہے کہ وہ اللہ سے استخارہ چھوڑ دے اور اللہ کے فیصلہ پر ناراض ہو۔

❁ امام بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں ہر کام میں استخارہ کرنا یوں سکھاتے تھے جیسے قرآن کی سورت ہو چنانچہ فرمایا جب تم میں سے کوئی کسی کام کا ارادہ کرے تو فرضوں کے علاوہ دو رکعت (نفل) پڑھے اور پھر یوں کہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ ، فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰھُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ، اَوْ قَالَ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدِرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ، ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ، وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ، اَوْ قَالَ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَقَدِّرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ، ثُمَّ رَضِّنِیْ بِهٖ

آپ نے فرمایا کہ (ہذا الامر کی جگہ) اپنی ضرورت کا نام لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 54

نمازِ جمعہ میں شمولیت کی کوشش کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم نمازِ جمعہ کے لئے جلدی سے پہنچ جایا کریں اور وہ یوں کہ امام کے منبر پر چڑھنے سے پہلے جمعہ سے پہلی سنتیں پڑھ لیا کریں تا کہ اللہ کے اس فرمان کا خیال رکھ سکیں، اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ (الجمعۃ ۹)

''یعنی خرید کرنا چھوڑ دو خواہ تمہیں اس کی ضرورت ہی کیوں نہ ہو، ہاں مجبور ہو جاؤ تو الگ

بات ہے۔"

❁ سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں لوگ جنت میں ویسے ہی داخل ہوں گے جیسے وہ جمعہ کے لئے تیزی یا ڈھیل دکھاتے رہے چنانچہ جو پہلے پہل مسجد میں جائے گا، وہ پہلے جنت میں جائے گا، جو دوسرے نمبر پر گیا، وہ بعد میں داخل ہوگا اور پھر یونہی ہوگا۔

یادرہے کہ ہر نیکی کو جمعہ کی طرف تیزی سے جانے پر قیاس کر لینا چاہئے۔ واللہ اعلم۔

اس ہدایت سے عام لوگ غافل ہیں، وہ اس وقت آتے ہیں جب امام منبر پر چڑھ جاتا ہے، کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو دونوں خطبے سننے سے رہ جاتے ہیں اور کچھ سے پہلی رکعت رہ جاتی ہے، کچھ سے دوسری رکعت کا رکوع رہ جاتا ہے تو بعد میں وہ ظہر پڑھتے ہیں، جس کی اصل وجہ یہ ہے کہ لوگ دین کی پرواہ کم سے کم کرتے ہیں لیکن اگر وقت سے پہلے آنے پر انہیں ایک دینار دینے کا وعدہ دیا جائے تو اس کے لئے ہر رکاوٹ عبور کر جائیں گے، کچھ اس لئے رہ جاتے ہیں کہ وہ کھیل کود میں مصروف ہوتے ہیں، گپیں ہانکنے والوں اور ٹھٹھا کرنے والوں کے پاس کھڑے ہوتے ہیں، کچھ خوبصورتی سے پگڑی باندھتے، کبھی گراتے اور کبھی نئے سرے سے باندھتے ہیں، اس دوران خطیب فارغ ہو جاتا ہے بلکہ میں نے ایک ایسا شخص دیکھا تھا جس نے سورج چڑھتے ہی پگڑی باندھنا شروع کی، کبھی اتارتا اور کبھی پھر باندھتا، اس دوران لوگوں نے جمعہ کی ایک رکعت پڑھ لی، ایسے لوگوں کو پاگل ہی کہا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے۔

سیدی محمد بن عنان رحمہ اللہ جمعرات کو عصر کی نماز سے جمعہ کی تیاری شروع کر دیتے، اسی وقت مراقبہ میں چلے جاتے اور یونہی مسجد میں جاتے۔

اور بندے ہر قسم کے ہوتے ہیں۔ واللہ غفور رحیم۔

❁ امام مالک، امام بخاری و مسلم وغیرہ نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے "جو شخص جمعہ کے دن فرض غسل (جنابت سے) کرے اور پہلی گھڑی میں مسجد کو جائے تو وہ ایسا ہوگا جیسے اس نے اونٹ کی قربانی دی، جو دوسری گھڑی میں پہنچا تو گویا اس نے گائے ذبح کی، جو تیسری گھڑی میں پہنچا، گویا اس نے سینگوں والا مینڈھا ذبح کیا، جو چوتھے درجے پر پہنچا تو گویا اس نے مرغی کی قربانی کی اور جو پانچویں درجہ پر پہنچا تو گویا اس نے کسی کو انڈا دے دیا اور جب امام نکل پڑتا ہے تو فرشتے آ جاتے ہیں جو ذکر الٰہی سنتے ہیں۔

❁ امام بخاری کی روایت میں ہے "جمعہ کے لئے جلدی جانے والا اونٹ قربان کرنے والے کی طرح ہوتا ہے۔" (الحدیث)

❁ امام احمد کی مرفوع روایت یوں ہے "فرشتے مسجدوں کے دروازوں پر بیٹھ جاتے ہیں پھر پہلے، دوسرے اور تیسرے آنے والوں کے نام لکھتے جاتے ہیں اور جب امام نکل کر مسجد کی طرف جاتا ہے تو دفتر لپیٹ دیئے جاتے ہیں۔"

❁ طبرانی اور علامہ اصفہانی نے یہ مرفوع روایت دی ہے "آدمی جنتی لوگوں میں گنا جا چکا ہوتا ہے اور وہ جمعہ سے لیٹ ہو جاتا ہے تو جنت سے پیچھے کر دیا جاتا ہے حالانکہ انہی میں شامل ہوتا ہے۔"

جمعہ کی طرف درجہ بدرجہ جانے والوں کے بارے میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں۔

❁ ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے مرفوع حدیث یوں لکھی ہے ”جس نے اچھے طریقے سے وضو کیا اور جمعہ کے لئے آیا، غور سے سنتا رہا اور خاموش رہا تو اس کے اس جمعہ سے اگلے جمعہ اور تین زائد دنوں والے گناہ بخش دیے جاتے ہیں، اس دوران جس نے کنکروں کو ہاتھ لگایا تو بے مقصد کام کیا۔“

”بے مقصد کام“ سے مراد یہ ہے کہ اسے کوئی اجر نہیں ملے گا، کچھ کہتے ہیں کہ اس نے غلطی کی اور کچھ کہتے ہیں کہ اس کا جمعہ ظہر کی نماز شمار ہوگا۔

❁ امام بخاری اور ترمذی نے حضرت یزید بن ابی مریم کی یہ روایت لکھی ہے کہ میں جمعہ کے لئے جا رہا تھا کہ حضرت عبادہ بن رفاعہ بن رافع ملے چنانچہ کہنے لگے تمہیں خوش ہونا چاہئے کیونکہ آپ کے قدم راہِ خدا میں اٹھ رہے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ حضرت ابوعیسیٰ نے بتایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یوں فرماتے سنا ”راہِ خدا میں جس کے قدم غبار سے بھر جائیں تو وہ دوزخ پر حرام ہو جاتے ہیں۔“

بخاری کی ایک روایت میں یوں ہے کہ ”اس شخص کو اللہ تعالیٰ دوزخ پر حرام فرما دیتا ہے۔“

❁ امام احمد، طبرانی اور ابن خزیمہ نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ”جو شخص جمعہ کے دن نہائے اور خوشبو پاس ہونے کی صورت میں لگائے، اچھے کپڑے پہنے پھر گھر سے نکل کر مسجد میں پہنچے، جتنا ممکن ہو نفل پڑھے اور کسی کو تکلیف نہ دے اور نماز پڑھنے تک خاموش رہے تو اگلے جمعہ تک گناہوں کے لئے کفارہ ہو گیا۔“

❁ امام احمد، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم نے مرفوع روایت لکھی ہے ”جو شخص جمعہ کے دن اچھی طرح سے نہائے، سب سے پہلے پیدل پہنچ کر امام کے قریب بیٹھے، غور سے خطبہ سنے اور بے مقصد بات نہ کرے تو اسے سال بھر روزے رکھنے اور رات کے نفل پڑھنے کا ثواب ملے گا۔

طبرانی کی روایت میں ہے کہ ”اسے ہر قدم پر بیس نیکیاں لکھی ملیں گی اور جب نماز سے فارغ ہوگا تو اسے دو سو سال کے عمل کی جزاء ملے گی۔“

حضرت خطابی رحمہ اللہ کہتے ہی کہ (اوپر والی حدیث میں) لفظ غَسَّلَ وَاغْتَسَلَ وَبَكَّرَ وَابْتَكَرَ کے معنیٰ میں اختلاف ہے، کچھ کہتے ہیں کہ یہ تاکیدی کلام ہے، اس کے لفظ الگ الگ لیکن معنیٰ ایک ہے، تم دیکھتے نہیں کہ اس حدیث میں فرمایا ہے ومشی ولم یرکب ان دونوں کا معنیٰ ایک ہے۔ امام احمد کے شاگرد اثرم نے یہی لکھا ہے، کچھ کہتے ہیں کہ غسل کا معنیٰ خصوصاً سر کو دھونا ہے کیونکہ عرب لوگوں کی زلفیں اور بال لمبے ہوتے ہیں جن کے دھونے میں دشواری ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے سر دھونے کا ارادہ کیا۔ حضرت مکحول یہی کہتے ہیں اور اغتسل کا معنیٰ ہے سارا جسم دھویا۔ کچھ کہتے ہیں کہ غسل کا معنیٰ ہے کہ جمعہ کی طرف جانے سے پہلے اس نے بیوی سے ہمبستری کی تاکہ اپنے آپ پر کنٹرول کر سکے اور راستے بھر میں آنکھوں کی حفاظت رکھ سکے۔

بکر کا معنیٰ ہے کہ اس نے خطبہ کا پہلا حصہ پا لیا اور ابتکر کا معنیٰ ہے، وقت ہوتے ہی آ گیا، کچھ کہتے ہیں

بکر کا معنیٰ ہے نکلنے سے پہلے صدقہ دیا۔ اسے انباری نے لکھا ہے اور اس کا وہ معنیٰ بتایا ہے جو حدیث میں آتا ہے، فرمایا باکروا بالصدقة فان البلاء لا یتخطاها ''ابتداء میں صدقہ دیا کرو کیونکہ مصیبت آگے نہیں آتی۔''

حضرت ابوبکر بن خزیمہ کہتے ہیں کہ جس نے حدیث غَسَّلَ وَاغْتَسَلَ پڑھا ہے تو اس کا معنیٰ جَامَعَ یعنی اس نے ہمبستری کی اور اپنی بیوی یا لونڈی پر غسل واجب کیا اور نہایا اور جس نے غَسَلَ پڑھا تو اس نے ارادہ کیا کہ اس نے سر دھویا، واغتسل یعنی باقی جسم دھویا جیسے مرفوع حدیث میں ہے ''جمعہ کے دن غسل کرو اور سروں کو دھوؤ خواہ تم جنبی نہ بھی ہو۔'' (الحدیث) واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 55

قبولیت والی گھڑی کا انتظار رکھنا

رسولِ اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم قبولیت کی اس گھڑی کے لئے تیاری کریں جو جمعہ کے دن میں آنا ہوتی ہے، کھانا پینا گھٹا دیں، کھیل کود، بیہودہ گفتگو اور غفلت سے رک جائیں۔

دل کی کھلی آنکھوں والوں کو معلوم ہوا ہے کہ یہ گھڑی پانچ درجوں کی ہوتی ہے لہٰذا مناسب یہ ہے کہ دو درجوں سے زیادہ دیر تک غفلت نہ کر بیٹھے تاکہ اس گھڑی میں سے اس کے پاس تین درجے باقی رہیں جن میں وہ دعا کر سکے اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو سکے۔ یہ گھڑی پورے دن میں یوں پوشیدہ ہوتی ہے جیسے پورے رمضان میں لیلۃ القدر چھپی ہوتی ہے اور یقینی طور پر بدلتی رہتی ہے جیسے ان احادیث اور اخبار میں اس کا ذکر ہے جو آخری ہدایت نبوی میں آ رہی ہے اور پھر کشف سے معلوم ہوتا ہے چنانچہ کبھی تو دن کے ابتدائی حصے میں ہوتی ہے اور کبھی آخری حصے میں اور کبھی زوال کے بعد ہوتی ہے اور نماز مکمل ہونے تک رہتی ہے، غالب خیال یہی ہے۔

بہرحال اللہ سے پردے میں رہنے والے اور دنیا سے محبت رکھنے والے لوگ ایسے موقعوں سے غافل ہوتے ہیں خاص طور پر یہ وہ غافل لوگ ہیں جو جھگڑالو ہیں اور جہالت میں اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔

ہم نے قبولیت کی گھڑی میں امید والی اس بہت بڑی بھلائی کو صرف سمجھ والوں کے لئے اس بناء پر خاص کیا ہے تاکہ ظاہری بندگی کے آداب کو برقرار رکھا جائے ورنہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ''جو مجھ سے مانگنے کی بجائے میرے ذکر میں مصروف رہے تو میں اسے اس سے زیادہ دوں گا جو مانگنے والوں کو دیتا ہوں۔'' اسے ذہن میں رکھو اور جب تم ذکرِ الٰہی اور قرآن خوانی کرنا ہی چاہتے ہو تو اس کے لئے دل کا بارگاہِ الٰہی کے ساتھ تعلق رہنا اور توجہ بہت ضروری ہے اور یہ تعلق ان لوگوں کی طرح نہیں ہونا چاہئے جو اللہ کی عبادت تو کرتے ہیں مگر ان کا دل اللہ کو بھولا ہوتا ہے، اس سے انہیں وہ حضورِ قلب

نہیں ملتا جو روحوں کی خوراک ہے، ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جو قرآن پڑھتے اور ذکر کر رہے ہوتے ہیں کہ اتنے میں وہ خاص گھڑی گزر جاتی ہے جس کا انہیں پتہ ہی نہیں چلتا لہٰذا اے بھائی! اپنے دل کے شیشے کی صفائی رکھو تا کہ تمہیں وہ گھڑی مل سکے جس میں کسی سوال کرنے والے کو ٹالا نہیں جاتا کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کا نہایت کرم ہوتا ہے اور اگر دل کے آئینے کی صفائی نہیں کر سکو گے تو اس گھڑی کی پہچان نہیں ہو سکے گی، رات اور دن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سے لمحے آتے رہتے ہیں لیکن لوگ ان سے غافل ہوتے ہیں چنانچہ ہمارے شیخ نے مجھے شیخ احمد بن المؤذن کی موت کے موقع پر بتایا کہ وہ چالیس سال کی مدت تک اللہ کے لئے مراقبہ میں بیٹھے رہے اور اپنا پہلو بھی زمین کے ساتھ نہ لگایا، ان کے دور والے اولیاء بتاتے ہیں کہ رات یا دن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بھی آسمانی مدد اترتی رہی، اس میں ان کا حصہ ضرور ہوتا تھا۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ نے مجھے بتایا کہ سیدی عیسیٰ بن نجم (جنہیں بحر برلس نے پناہ دی ہوئی تھی) ایک ہی وضو کے ساتھ سترہ سال تک اللہ کے سامنے گردن جھکائے بیٹھے رہے، اس دوران جو بھی آسمانی مدد آتی رہی، اس میں ان کا حصہ ہوتا تھا تو اے بھائی اگر تم میں ان نیک لوگوں کے مطابق ہمیشہ کے مراقبے کی ہمت نہیں تو ان گھڑیوں کو ہمیشہ دیکھتے رہو جن میں اللہ تعالیٰ کا خاص جلوہ ہوتا ہے۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

- امام احمد اور ابن ماجہ یہ مرفوع حدیث ذکر کرتے ہیں کہ ''جمعہ کا دن اللہ کے ہاں دنوں میں سردار اور سب سے بزرگی والا ہوتا ہے، وہ عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر سے بھی زیادہ بزرگ ہوتا ہے اور اس میں ایک ایسی گھڑی ہوتی ہے کہ حرام کے سوا اس میں اللہ تعالیٰ کے ہاں سے انسان جو بھی مانگے، وہ عطا فرماتا ہے۔''
- ابن خزیمہ نے یہ مرفوع حدیث لی ہے ''جمعہ کے دن میں ایک ایسی گھڑی ہوتی ہے جسے نماز پڑھنے والا کوئی مومن پا کر اس میں اللہ سے جو بھی مانگتا ہے تو وہ اسے دے دیتا ہے۔'' (الحدیث)
- ابو یعلیٰ وغیرہ نے یہ مرفوع حدیث بتائی ہے ''جمعہ کے دن اور رات کی چوبیس گھڑیاں ہیں جن میں سے ایسی کوئی گھڑی نہیں ہوتی کہ اللہ تعالیٰ اس میں ساٹھ لاکھ بندے آزاد نہ کرتا ہو۔''
- ایک اور روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ ''ان میں سے ہر ایک جہنم کا حقدار بن چکا ہوتا ہے۔''
- بیہقی نے مختصر طور پر یہ الفاظ لکھے ہیں ''ہر جمعے اللہ تعالیٰ ساٹھ لاکھ بندے دوزخ سے آزاد کرتا ہے۔''
- امام بخاری و مسلم وغیرہ یہ مرفوع حدیث لاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن کا ذکر فرمایا اور فرمایا اس میں ایک گھڑی ایسی ہے جسے وہ نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہونے کے دوران پا لیتا ہے اور اللہ سے کچھ مانگتا ہے تو وہ اسے عطا فرما دیتا ہے۔'' آپ نے گھڑی کے مختصر ہونے کا اشارہ ہاتھ سے فرمایا۔
- ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کونسی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ نماز کھڑا ہونے سے شروع ہو کر ختم ہونے تک ہوتی ہے۔''
- ترمذی اور طبرانی نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ''جمعہ کے دن اس گھڑی کی تلاش رکھو جس میں دعا قبول ہوتی ہے، اسے نماز عصر کے بعد سورج غروب ہونے کے موقع پر ڈھونڈو۔''

❁ ابن ماجہ نے لکھا ہے ''یہ (جمعہ کے) دن کی آخری گھڑیاں ہیں۔ اس پر حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ وہ نماز کا وقت تو نہیں ہوتا؟ فرمایا کیوں نہیں، بندہ جب نماز پڑھ کر بیٹھ جاتا ہے اور اسے اگلی نماز کے بغیر اور کوئی چیز روک نہیں رکھتی تو وہ نماز ہی میں شمار ہوتا ہے۔''

❁ امام احمد رحمہ اللہ نے یہ مرفوع حدیث ذکر کی ہے ''جمعہ کے ذکر کے بعد اس کی تین گھڑیوں کے آخر میں وہ گھڑی ہے کہ جو اس میں دعا کرے گا، قبول ہوگی۔''

❁ حضرت اصفہانی نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ''جمعہ کے دن جس گھڑی میں دعا قبول ہوتی ہے، وہ دن کی آخری گھڑی ہوتی ہے، اس میں اللہ سے جو کوئی بھی دعا کرتا ہے، قبول ہوتی ہے اور یہ سورج غروب ہونے سے پہلے تک ہوتی ہے لیکن لوگ اس سے غافل ہیں۔''

❁ امام احمد رحمہ اللہ بتاتے ہیں اکثر احادیث میں ہے کہ جس دن جس گھڑی میں دعا قبول ہوتی ہے وہ نمازِ عصر کے بعد والی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ زوال کے بعد بھی قبول ہونے کی امید ہوتی ہے۔

❁ ابن منذر بتاتے ہیں کہ ہمیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ملتا ہے کہ فرمایا ''اس گھڑی کا وقت فجر طلوع ہونے سے سورج چڑھنے تک ہوتا ہے اور پھر نمازِ عصر کے بعد سے سورج کے ڈوبنے تک رہتا ہے۔''

❁ حضرت حسن بصری اور ابو العالیہ رحمہما اللہ لکھتے ہیں کہ ''اس کا وقت سورج ڈھلنے کا ہے۔''

❁ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک یہ وقت وہ ہے ''جب مؤذن جمعہ کی نماز کے لئے اذان کہتا ہے۔''

❁ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے، فرمایا ''اس کا وقت امام کے منبر پر بیٹھنے سے شروع ہو کر خطبہ سے فارغ ہونے تک کا ہے۔''

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''یہ وہ گھڑی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے نماز کا حکم فرمایا۔''

بہر حال اس میں بہت سے اقوال ملتے ہیں لیکن دل کی آنکھوں سے دیکھنے والوں کے علاوہ اسے کوئی نہیں پہچانتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 56

جمعہ کے دن غسل کرنا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم سردیوں اور گرمیوں میں جمعہ کے لئے غسل کرتے رہا کریں اور کسی جائز بہانے

کے علاوہ اسے نہ چھوڑیں۔

اس کام میں ایسے راز ہیں جو صرف دیکھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں سردیوں اور گرمیوں میں نہانا نہیں چھوڑا کرتا اور نہ ہی سفر و حضر میں۔

اس ہدایت پر بہت سے لوگ عمل نہیں کرتے بلکہ کچھ فقیر اور علم والے بھی غفلت کرتے ہیں، تم خود دیکھو گے کہ وہ سستی کرتے اور اسے بوجھ جانتے ہیں، اس کی وجہ یا تو ڈھیل ہوتی ہے یا ان کے پاس حمام کے لئے پیسے نہیں ہوتے۔

اس غسل میں ظاہری طور پر حکمت یہ ہوتی ہے کہ تمام اعضاء میں چستی آ جاتی ہے اور پورا بدن گویا زندہ ہو جاتا ہے چنانچہ وہ ہر عضو کے ساتھ اللہ سے راز و نیاز کر سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ صاحبِ شریعت ﷺ نے ہمیں جمعہ کے لئے جانے سے پہلے غسل کا حکم فرمایا ہے تاکہ غسل کے بعد نماز پڑھیں اور اگر آپ جمعہ کے رات کو ابتدائی حصے میں غسل کا حکم فرماتے تو کسی کوتاہی یا غفلت کی وجہ سے بدن مردہ ہو سکتا تھا اور جسم کے مردہ ہونے کی صورت میں وہ اللہ سے راز و نیاز نہ کر سکتا اور جیسا چاہئے اس کے سامنے گریہ زاری نہ کر سکتا۔ اس پر خوب غور کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁ امام طبرانی وغیرہ نے مرفوع حدیث لکھی ہے "جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے تو اس کے سارے گناہ اور غلطیاں معاف کر دی جاتی ہیں۔"

❁ طبرانی کی ایک روایت یوں ہے "جمعہ کے دن کا غسل بالوں کی جڑوں سے گناہوں کو خوب کھینچ لیتا ہے۔"

❁ ابن خزیمہ اور طبرانی یہ مرفوع حدیث لائے ہیں "جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے تو دوسرے جمعہ تک اسے پاک صاف گنا جائے گا۔"

❁ ابن حبان کی روایت میں ہے "جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے تو اس جمعہ سے اگلے جمعہ تک اسے پاک صاف گنا جائے گا۔"

❁ امام مسلم وغیرہ نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے "ہر عقلمند پر لازم ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرے۔"

❁ ابن ماجہ لکھتے ہیں "جمعہ کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے عید کا دن بنایا ہے چنانچہ جو جمعہ کو آیا کرے تو غسل کرے اور اگر خوشبو پاس ہو تو اسے بھی لگائے اور مسواک لازمی طور پر کیا کرے۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 57

خطیب کی تقریر چپ چاپ سن کر اس پر غور رکھنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم خطیب کو چپ چاپ ہو کر سنا کریں تا کہ اس کے وعظ کا ایسا کوئی حصہ سننے سے نہ رہ جائے اور پھر اس سے جو کچھ سنیں، اسے اپنے بارے یوں سمجھیں جیسے کسی اور کے لئے جانتے ہیں۔

اس ہدایت سے بہت سے لوگ بے پرواہی کرتے ہیں بلکہ اس دور کے کچھ فقیر اور عالم بھی غفلت کرتے ہیں اور اگر سنتے بھی ہیں تو یہ جانتے ہیں کہ یہ دوسرے ظالم اور ان کے ساتھیوں کو سنایا جا رہا ہے اور یہ بات ان کے ذہن سے نکل جاتی ہے کہ وہ اپنے آپ پر ظلم کر رہے ہیں کیونکہ وہ ان گناہوں میں پڑے ہوتے ہیں جن کا تعلق اللہ اور اس کی مخلوق کے ساتھ ہے، ان میں سے کوئی بھی بچا نہیں ہوتا بلکہ کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے آپ کو خطیب سے بھی اعلیٰ سمجھتے ہیں اور اس کا وعظ سننا نہیں چاہتے اور کہتے ہیں کہ وعظ کرنے والے نے جو کچھ کہا ہے، وہ تو جانا پہچانا ہے۔

کچھ کہتے ہیں کہ پوری خاموشی رکھنا سنت ہے لیکن یہ آہستہ آہستہ حرام تک لے جاتی ہے کیونکہ ہم اس سے وعظ سن کر اس پر عمل نہیں کرتے، یہ اس کہنے والے کی طرف سے بہت بڑی جہالت ہے اور اگر یہ راستہ کھول دیا جائے تو اس کی وجہ سے کلام اللہ اور بات کلام رسول اللہ ﷺ کے مکروہ ہونے تک جا پہنچے گی کیونکہ سب لوگ اس پر عمل نہیں کر پائیں گے اور یہ بات کوئی بھی نہیں کہا کرتا لہٰذا اے بھائی اللہ کے سامنے جھک جاؤ اور خطیب کا وعظ سنا کرو کیونکہ وہ اللہ کی بات کرتا ہے، خاص طور پر جب وہ اللہ کا یہ فرمان سنتا ہے یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ (سورۃ الحج ۱) یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا (سورۃ آل عمران، ۲۰۰) کیونکہ خطیب کی زبان میں اللہ کے حکم کا تمہیں بھی خطاب ہو رہا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ عام مخلوق کو دکھانا چاہے تو وہ اپنے اندر تمام گناہ اور برائیاں دیکھ سکتے ہیں خواہ ان کا تعلق کام سے ہو، خواہ باتوں اور صلاحیت سے لیکن یہ لوگ سختی، دعووں اور ناراضگی میں گھرے ہوتے ہیں اور کسی واعظ کے وعظ کا اثر قبول نہیں کرتے فلا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

❁ ابو داؤد اور ابن خزیمہ نے یہ مرفوع حدیث دی ہے ''جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور بیوی کے پاس خوشبو ہونے کی صورت میں اسے لگائے، اچھے کپڑے پہنے، لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے اور وعظ کے موقع پر بے ہودہ باتیں نہ کرے تو اس کا یہ کام اگلے جمعہ تک کے گناہوں کو مٹا دے گا۔''

❁ ایک اور مرفوع روایت یہ بھی لکھی ہے ''جمعہ میں تین قسم کے لوگ جاتے ہیں، ایک آدمی آ کر بے ہودہ باتیں کرتا ہے، اسے جمعہ سے یہی کچھ حاصل ہوتا ہے، ایک آدمی آ کر اللہ سے دعا کرتا ہے، اب اللہ چاہے تو قبول کر لے، نہ چاہے تو ٹال دے اور ایک وہ آتا ہے جو خاموش اور چپ چپ رہتا ہے، کسی مسلمان کی گردن نہیں پھلانگتا اور نہ کسی کو

تکلیف دیتا ہے تو اس کا یہ کام اگلے جمعہ تک کے لئے بلکہ تین اور دنوں تک گناہوں کو جھاڑنے کا سبب بنتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ’’جو شخص نیکی کرے تو اسے اس سے دس گنا ثواب ملتا ہے۔‘‘ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 58

جمعہ کی رات اور دن میں سورۂ کہف پڑھنا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم جمعہ کی رات اور دن کو سورۂ کہف پڑھا کریں، یونہی سورۂ آل عمران، یٰسٓ اور حم الدخان بھی پڑھتے رہا کریں۔

نبی کریم ﷺ نے ہمیں اس کا حکم دے رکھا ہے خواہ ہمیں یہ راز سمجھ میں آ سکے یا نہ آئے کہ ان سورتوں کو رات ہی میں پڑھنے کا حکم کیوں ملا ہے، اگر یہ راز کی سمجھ میں آنے والا ہوتا تو ہم لوگوں کو ضرور بتاتے لیکن ادب یہ ہے کہ ہم اس چیز کو چھپائے رکھیں جسے صاحبِ شریعت ﷺ نے چھپایا ہے اور جسے نور و بخشش کی طرح ظاہر کیا ہے، اسے بتاتے جائیں۔ واللہ علیم حکیم۔

- نسائی، بیہقی اور حاکم نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ’’جو شخص جمعہ میں سورۂ کہف پڑھے تو اس کے لئے دو جمعوں کے درمیان نور موجود رہے گا۔‘‘
- دارمی کے الفاظ یوں ہیں ’’جو جمعہ کی رات سورۂ کہف پڑھے تو اس کی اس جگہ سے لے کر خانہ کعبہ تک نور ہی نور ہوگا۔‘‘
- ابن مردویہ نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ’’جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھے تو اس کے قدموں کے نیچے سے نور چل کر آسمان تک پہنچے گا اور قیامت تک روشن رہے گا اور اس کے دو جمعوں کے درمیانی گناہ بخش دیئے جائیں گے۔‘‘
- بیہقی اور اصفہانی نے یہ مرفوع حدیث دی ہے ’’جو شخص جمعہ کی رات کو حٰمٓ الدخان پڑھے تو اسے بخش دیا جائے گا۔‘‘
- ایک روایت میں ہے ’’جو شخص رات کے وقت حم الدخان پڑھے تو صبح ہونے تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے بخشش کی دعا کرتے رہیں گے۔‘‘
- طبرانی اور اصفہانی بھی ایک مرفوع حدیث لکھتے ہیں ’’جو رات کو سورۂ الدخان پڑھے تو ستر ہزار فرشتے رات بھر اس کے لئے بخشش مانگتے رہیں گے۔‘‘
- ان دونوں ہی نے ایک اور مرفوع روایت لکھی ہے ’’جو شخص جمعہ کی رات یا دن کو حٰمٓ الدخان پڑھے تو

اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے گھر بنا دے گا۔"

❁ حضرت اصفہانی یہ مرفوع حدیث لکھتے ہیں "جو شخص جمعہ کی رات کو سورۂ یٰسین پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے۔"

❁ طبرانی نے یہ مرفوع روایت دی ہے "جو شخص جمعہ کے دن وہ سورۃ پڑھے جس میں آل عمران کا ذکر ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سورج غروب ہونے تک اس کے لئے رحمت بھیجتے ہیں۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 59

مالدار زکوٰۃ دے کر فقیروں پر مہربانی کیا کریں

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے مالدار بھائیوں کو یہ شوق دلائیں کہ وہ اپنے شہر کے فقیروں پر مہربانی کریں اور اپنی زکوٰۃ ادا کیا کریں جبکہ خود ہم انہیں دین و ایمان میں زکوٰۃ کا مرتبہ بتائیں کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ان کی جہالت انہیں زکوٰۃ نکالنے سے روکتی ہے کیونکہ حدیثیں اور آیتیں ہمیں یہی کچھ بتاتی ہیں، جہالت کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ علماء کے پاس نہیں بیٹھا کرتے اور جب ہم انہیں زکوٰۃ کا مرتبہ بتا دیں اور پھر بھی وہ نہ نکالیں تو لازمی طور پر انہیں چھوڑ دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ (سورۂ توبہ ۱۱)

"پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔"

"اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص نماز قائم نہ کرے اور زکوٰۃ نہ دے تو وہ ہمارا دینی بھائی نہیں ہوگا اور اس کا اثر تو آپ جانتے ہی ہیں۔"

بخدا عام مخلوق کے کام کچھ ایسے ہو چکے ہیں جیسے قیامت کے دن پر ایمان نہ رکھنے والوں کے کام ہیں۔ نہ اس عذاب پر ان کا ایمان ہے جس کے بارے میں اللہ نے وعدہ فرمایا ہے کیونکہ جس کے ہاں اللہ کے وعدے کا خیال نہیں یا غیبی کاموں کے بارے میں اللہ کے وعدہ پر حاضر نہیں تو اس کے ایمان میں دخل ہے۔"

اے بھائی! ذرا غور تو کرو اگر بادشاہ زکوٰۃ روکنے والے کے لئے آگ جلا دے اور کہہ دے کہ اگر تو زکوٰۃ نہیں نکالے گا تو میں تمہیں اس میں جلا دوں گا تو دیکھنا بھلا وہ زکوٰۃ کیسے نکالتا ہے، وہ کبھی نہیں رکے گا خواہ اسے اس کا دوست ہی کیوں نہ کہہ دے کہ زکوٰۃ نہ دو، وہ اس کی بات نہیں مانے گا کیونکہ وہ آگ دیکھ رہا ہوگا اور جلدی یا دیر میں اسے عذاب میں دیکھتا ہوگا اور اللہ کے رسول کی زبان پر اللہ نے بندوں سے جو وعدہ فرماتا ہے اسے یونہی ہونا چاہئے۔

پھر اے بھائی! اس بارے میں غور تو کرو کہ بندے کی طرف سے اللہ کا حق نکالنے کا نام اس نے ''زکوٰۃ'' رکھا ہے جس کا مفہوم بڑھنا اور زیادہ ہونا ہوتا ہے لہٰذا تم جانتے ہو کہ یہ ایمان والوں کا امتحان ہے اور اللہ کی اس بارے میں تصدیق ہے جس کے بارے میں اس نے فرمایا کہ زکوٰۃ نکالنے پر مال کے زیادہ ہو جانے کی صورت میں کیا اس کی تصدیق کرتا ہے؟ اور کیا وہ اپنے سامنے یہ زیادتی دیکھتا ہے؟

پھر اس بات میں بھی غور کرو کہ اگر کوئی یہودی سونے کے ڈھیر پر بیٹھا ہو اور ہر گزرنے والے مسلمان سے کہے کہ جو بھی اس فقیر کو درہم دیتا ہے، میں اسے ایک دینار دوں گا، پھر دیکھو کہ لوگ اس فقیر کو دینے کے لئے کیسے بھیڑ لگاتے ہیں کیونکہ بدلے میں زیادہ ملنا ہوتا ہے، دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْۢبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ (سورہ بقرہ ۲۶۱)

''ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، اس دانہ کی طرح جس نے اگائیں سات بالیں، بال میں سو دانے۔''

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَھُوَ یُخْلِفُہٗ (سورہ سبا ۳۹)

''اور جو چیز تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو، وہ اس کے بدلے اور دے گا۔''

اور رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے ''صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا۔''

تو یہ چاہئے کہ اللہ و رسول ﷺ کی کلام کی تصدیق کا دعویدار اپنی آزمائش کرے، اگر وہ یہ دیکھے کہ فقیروں کو دیتے وقت وہ کبھی نہیں تھکتا، وہ اگر اس کا سارا کچھ بھی مانگیں اور انہیں دے دے تو سمجھ لے کہ اس کا ایمان کامل ہے اور اگر وہ اس سے اکتاتا دیکھتا ہے تو جان لے کہ اس کا ایمان ناقص ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شخص فقیروں کو اس لئے دیتا ہے کہ اس نے اکثر مال بڑھنے کا تجربہ کر لیا ہوتا ہے کہ جب بھی مال دیا، اس میں اضافہ ہو گیا تو اسے تجربے کا بندہ کہتے ہیں، کبھی یوں ہو جاتا ہے کہ اس کے دینے پر اللہ اس کے بدلے میں اسے کئی گنا دے دیتا ہے لیکن کامل مومن وہ ہوتا ہے جو اللہ کے بندوں کو صرف اسی کے حکم مان کر دے، یہ نہ سوچے کہ اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ دے دے گا، اور نہ ہی اس کے علاوہ سوچے۔ ہاں اگر وہ زیادہ دینے سے یہ ارادہ کرتا ہے کہ وہ اللہ کی رضا کے لئے زیادہ خرچ کر رہا ہے تو پھر کوئی رکاوٹ نہیں۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کو پہلی مرتبہ سائل کو دینار دینا آسان لگتا ہے وہ دوبارہ مانگتا ہے تو دوسرا دینار دے دیتا ہے لیکن بوجھ محسوس کرتا ہے، پھر وہ تیسری مرتبہ مانگتا ہے تو پہلے سے زیادہ بوجھ محسوس کرتا ہے، یوں کرتا جاتا ہے اور کبھی دسویں دینار تک نہیں پہنچتا حالانکہ اس کے پاس دینے کو بہت ہوتا ہے، اگر ایسا شخص کامل ایمان والا ہو تو آخری دینار دینا اسے پہلے کی طرح آسان ہونا چاہئے تھا پہلے اور آخری دینار دینے میں آسانی ایک جیسی ہونی چاہئے۔

مجھے شیخ جمال الدین بن شیخ الاسلام زکریا رحمہ اللہ نے بتایا کہ شیخ فرج مجذوب ان سے ملے، ان کے پاس

چالیس نصف دینار تھے، شیخ فرج نے ان سے ایک مانگا تو انہوں نے دے دیا، پھر اور مانگا تو انہوں نے پھر دے دیا، یونہی مانگتے رہے تو ان کے پاس صرف ایک رہ گیا، اس پر انہوں نے کہا مجھے آخری بھی دے دو، شیخ جمال نے کہا کہ اے فرج! مجھے اس کی ضرورت ہے، فرج نے کہا کہ میں نے ایک یہودی کی ذمہ داری پر تمہارے انتالیس دینار لکھ لئے ہیں، انہوں نے کہا ٹھہریئے، یہ بھی لے لیجئے، اس پر فرج نے کہا کہ میں راضی نہیں ہوا۔

شیخ جمال الدین کہتے ہیں کہ میں دن کے دوران بیٹھا ہوا تھا کہ ایک یہودی نے آ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے پوچھا کون ہے؟ اس نے کہا یہودی، میں نے اسے اندر آنے کو کہا تو اس نے کہا کہ تمہارے والد نے مجھے چالیس درہم قرض دیئے تھے، میرے اور اس کے درمیان اللہ کے سوا کوئی گواہ نہیں، میں ایک دینار دینے سے عاجز ہوں جس سے میں بریٔ الذمہ ہوتا ہوں اور پھر وہ دینار میرے سامنے رکھ دیئے چنانچہ اس دن کے بعد شیخ فرج نے مجھ سے کوئی چیز نہیں مانگی اور نہ میں نے انہیں دی۔

سیدی جمال الدین کہتے ہیں میں شرمسار ہو گیا کہ انہیں آخری نصف کیوں) دیا کیونکہ وہ تو چالیس نصفوں میں سے ہر ایک نصف کا بدلہ تھا پھر اس کے بعد کہا کہ اس بات پر اللہ سے توبہ کرتا ہوں کہ اگر اولیاء اللہ میں سے کوئی مجھ سے کچھ مانگے تو میں نہ دوں۔

اے بھائی! دیکھو سیدی جمال الدین کا آخری رکھے ہوئے نصف کے بارے میں ایمان کیسا تھا؟ اگر ان کے سامنے پردہ نہ ہوتا تو وہ آخری نصف کے بارے میں نہ رکتے بلکہ بغیر رکاوٹ کے دے دیتے۔

سیدی جمال الدین کہتے ہیں کہ پھر اس کے بعد میں سیدی فرج سے ملا اور یہ واقعہ بیان کیا، تو انہوں نے کہا میں نے تمہارے ساتھ یہ معاملہ اس لئے کیا تھا کہ تمہیں اللہ کے معاملہ پر چلاؤں، جب میں اور تم بندے ہیں اور جب میرے دیئے کے مقابلے میں دوگنا دے دیا گیا تو اللہ تعالیٰ دوگنا دینے کا زیادہ حق رکھتا ہے کیونکہ ''اللہ سے زیادہ اپنا عہد کون نبھا سکتا ہے؟''

میں نے اس سے کہا تم نے مجھ سے کس بنا پر نہیں کہا تھا کہ مجھے ایک درہم دو، میں اس کے بدلے میں تمہیں ایک دینار دوں گا؟ انہوں نے کہا یوں امتحان لینے کا فائدہ ختم ہو جاتا کیونکہ ایسے میں وہ بدلہ تمہاری نظر میں آ جاتا، محنت کا پھل اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب امتحان لینے والا بدلے کا ذکر نہ کرے اور میرا خیال ہے کہ اس کے بدلے میں کوئی شے بدلہ نہیں بنتی۔

اس بندے پر یہ لازم ہونا ظاہر ہو گیا کہ اللہ کے لئے وہ کچھ دے جس کے بارے میں اس نے حکم دیا ہے اور یہ اللہ سے محبت کی خاطر دے، دنیاوی اور آخرت کی کوئی غرض نہ ہو کیونکہ یہ بے ادبی ہے اور اللہ کی بزرگی سے بے علمی ہے لہٰذا اے بھائی! رب کے حکم کی اطاعت کرتے عاجزی سے زکوٰۃ دو اور اگر تمہارا دل نہیں مانتا تو اپنا کوئی شیخ بنا لو جو تمہارا ایمان کامل کر دے چنانچہ وہاں تم زکوٰۃ نہ دے کر اللہ کی طرف سے آگ میں جلانے کی ڈانٹ پر نہیں رکو گے کیونکہ تم ایسے ہو جاؤ گے جیسے مجبوری سے ایمان لائے تو تمہارا یہ ایمان صحیح نہ ہو گا اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوع حدیث لکھی ہے ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے یہ اعلان

کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کا حق دار نہیں اور یہ بھی کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے خاص بندے اور رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔''

- امام طبرانی نے یہ مرفوع حدیث لی ہے''زکوٰۃ دیتے رہنا اسلام کے لئے پل بنتا ہے۔''
- ابو داؤد، طبرانی اور بیہقی نے یہ مرفوع حدیث بتائی ہے''زکوٰۃ دے کر اپنے اپنے مال بچا لو اور صدقہ دے کر اپنے بیماروں کا علاج صدقہ دے کر کرو۔'' یعنی نفلی صدقہ۔

زکوٰۃ کے بارے میں بہت سی مشہور حدیثیں ملتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 60

فقراء کی مدد کرنا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ فقیر لوگ جب چاہیں کہ ہم انہیں زکوٰۃ اکٹھا کرنے پر لگائیں تو ان کی مدد کریں لیکن یہ اس وقت جب اس سارے معاملے میں ہمیں اپنے آپ پر یہ بھروسہ نہ ہو کہ ہم فقیروں کو بغیر کھوٹ کے دے سکیں گے اور اگر اس بارے میں ڈر ہو تو یہ کام نہ کریں کیونکہ اپنے آپ کو درست کرنا دوسروں کو درست کرنے سے پہلے لازم ہے۔

اس ہدایت پر بہت سے فقیر اور عالم عمل نہیں کرتے، وہ کہتے ہیں کہ اس میں ہمیں کیا حاصل؟ لہٰذا اگر چاہیں تو فقیروں کو دیں اور نہ چاہیں تو نہ دیں۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو نہیں دیکھتے

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا (سورۂ توبہ ۱۳)

''ان کے مالوں میں سے صدقہ لو، انہیں اس سے پاک اور ستھرا کرو۔''

یعنی ان سے مانگو اور اس لئے نہ رکو کہ وہ بن مانگے آپ کو دے دیں گے کیونکہ مال دلوں کو پیارا لگتا ہے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں جنہیں بخیلی سے بچایا جا سکے چنانچہ شیخ ابوبکر حدیدی رحمہ اللہ یونہی کیا کرتے تھے، وہ لوگوں پر زور دے کر زکوٰۃ لیتے اور فقیروں، مسکینوں کو دیا کرتے۔ انہیں کہا جاتا یہ دور ہو جائیں گے اور آپ کو اچھا نہ جانیں گے۔ آپ فرماتے کہ آگے جا کر آخرت میں اس وقت محبت کریں گے جب انہیں ان کے عملوں کا ثواب نظر آئے گا۔

میرے بھائی افضل الدین نے ایک مرتبہ کسی شخص سے کہا تم نیک کام کرنے سے نہ رکا کرو اگرچہ تمہیں یہ ڈر ہو کہ لوگ تمہیں برا کہیں گے چنانچہ سیدی علی خواص نے اس سے کہا خواہ وہ تمہیں برا بنا دیں اور برائی سے باز آ جائیں؟ لہٰذا اے بھائی! ہر وہ کام کرو جس کے بارے میں شریعت تمہیں آواز دے اور عام لوگوں کی طرح شرم اور برائی کے خوف کا بہانہ نہ بناؤ کیونکہ بہانہ جائز نہ ہو تو سنا نہیں جاتا جیسے بندے کو اپنے پر کھوٹ کا ڈر ہو کیونکہ اسے اس کا پتہ ہوگا چونکہ اس کے دل میں

دنیا کی محبت اور اس کی طرف توجہ ہوگی لہٰذا اے بھائی! مال اکٹھا کرنے کا سلسلہ شروع کرنے سے پہلے کچھ عرصہ تک اپنے آپ پر محنت کرو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام احمد (لفظ انہی کے ہیں)، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے مرفوع حدیث لکھی ہے

''اللہ کی رضا کے لئے حق طریقے پر صدقہ اکٹھا کرنے والا، راہِ خدا میں غزوہ سے فارغ ہو کر گھر پہنچنے والے کی طرح ہوتا ہے۔''

❁ طبرانی میں مرفوع روایت یوں ہے ''جب کسی کو اکٹھا کرنے پر مقرر کیا جائے، وہ صحیح طور پر لے اور صحیح طور پر دے تو راہِ خدا کے اس غازی کی طرح ہوتا ہے جو جہاد کر کے گھر پہنچ جائے۔''

❁ امام احمد نے یہ مرفوع روایت لی ہے ''سب سے بہتر کام زکوٰۃ اکٹھا کرنے والے کا ہوتا ہے بشرطیکہ وہ خالص ہو۔''

❁ امام احمد نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ''جلد ہی تم مشرق و مغرب کے علاقے فتح کر لو گے، ان میں عامل لوگ جہنمی ہو جائیں گے، ہاں وہ نہیں جو اللہ سے ڈریں اور امانت واپس کریں۔''

❁ امام ابوداؤد نے یہ مرفوع روایت ذکر کی ہے ''ہم جس کے ذمے کوئی کام لگائیں، اسے اس پر روزی دیں لیکن وہ اس سے زیادہ لے تو دھوکے باز ہوگا۔''

❁ امام مسلم اور ابوداؤد وغیرہ میں مرفوع روایت ملتی ہے ''جسے ہم زکوٰۃ اکٹھی کرنے پر لگائیں اور وہ سوئی یا اس سے زیادہ چیز ہم سے چھپالے تو وہ قیامت کے دن کینہ والا بن کر آئے گا۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 61

صبر کرنا اور پاکدامن رہنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ گذارہ کرنا، پاکدامنی اور جائز طریقے پر حلال کمائی کھانا ہمارے روئیں روئیں میں رچا بسا ہو جس کی بنا پر ہم بارگاہِ الٰہی میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھا سکیں اور یہ اس وقت جب ہم عام کاروبار سے عاجز آجائیں اور اپنے دین کے نام پر نہ کھائیں۔

اس ہدایت کے مطابق پورے طور پر وہی عمل کر سکتا ہے جو کسی شیخ کے ہاتھوں میں ہاتھ دے ورنہ وہ اس پر عمل کی بو بھی نہ سونگھے گا کیونکہ بندہ جب تک اللہ کی پہچان نہیں کرتا تو وہ قناعت (صبر) اور پاکدامنی میں قدم بھی نہیں رکھ سکتا، کیونکہ جب وہ اللہ کو پہچان لے گا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ دونوں جہان اس سے خوش ہوں گے اور وہ اللہ کی مجلس کو چھوڑ

کر اس کے ذریعے دونوں جہانوں میں نعمتیں نہیں مانگے گا اور جو کچھ اسے نہیں مل سکے گا، اسے اس کی پرواہ نہیں ہوگی جبکہ خود حق تعالیٰ ہر شے کے مقابلے میں اس کا بدلہ بن جائے گا لیکن جو اللہ کی پہچان نہیں کر سکے گا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کا دل لالچی ہو جائے گا کیونکہ دنیا نظر میں ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور میں اس ہدایت پر عمل کرنے والے بہت سارے لوگ اس سے غافل ہیں چنانچہ انسان کسی کو پاکدامن، صبر کرنے والا اور لقمۂ حلال کھانے والا کبھی نہ دیکھ سکے گا بلکہ بہت سے فقیر کہتے نظر آئیں گے کہ یہ تمہارے اور دوسرے لوگوں کے لئے پیدا کیا گیا ہے، انسان کہے گا لاؤ اور زیادہ دیکھ بھال نہ کرو۔

کوئی یہ کہے گا کہ ہم پر وہ چیز حرام ہے جس تک ہمارے ہاتھ نہ پہنچ سکیں۔ ان کی یہ کلام ایسی ہے کہ کوئی مومن اسے زبان پر نہ لائے تا کہ کوئی عام آدمی سن کر اسی راہ پر نہ چل پڑے۔ یہی وجہ ہے کہ عارف لوگ کہتے ہیں جو پرہیزگار نہیں، اس پر لازم ہے کہ اس کی کوشش کرے کیونکہ اگر پرہیزگاری میں اس کی نیت صحیح نہ ہو سکی تو ممکن ہے کہ اس کی پیروی کرنے والے کی ہو جائے۔

وہ یہ بھی کہتے ہیں وہ عالم جو اپنے علم پر عمل نہ کر سکے، اس پر لازم ہے کہ اسے پڑھائے جو اس پر عمل کرے۔

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جب تم کسی عالم کو عمل کرتے دیکھو تو تم بھی عمل کرو کہ اس سے تمہیں اور اسے نیکی ملے گی کیونکہ "جب کوئی انسان کسی بھائی کی مدد کر رہا ہوتا ہے تو اللہ اس کی مدد کرتا ہے۔"

یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ عالم اور نیک آدمی کا پاکدامن نہ ہونا بہت ہی بری عادت ہے اور یہ بھی بری عادت ہے کہ عالم و صالح شخص کسی حکمران سے کچھ لینے کے لئے اس کے گرد گھومیں، یا خیرات مانگیں یا بادشاہ کے بچھونے پر ڈیرہ جمائیں اور پھر اس کے بعد مسلمانوں کے معاملات میں ان کے ہاں سفارش کریں کیونکہ یہ ایسا کام ہے جو پورا نہ ہو سکے گا کیونکہ سفارش کرنے والے کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ حکمرانوں میں قبضے والی شے سے پاکدامن رہیں اور پرہیز کریں کیونکہ جب وہ اسے اس چیز میں بہت کنارہ کرتے دیکھیں گے جس میں بادشاہ دلچسپی رکھتے ہیں تو لالچ کی خاطر اس کی تعظیم کریں گے، اس سے پیار کریں گے، اس کی سفارش مانیں گے اور اسے تبرک سمجھیں گے۔

فقیروں وغیرہ کے گروہ میں دنیا کی تلاش بہت بڑھ چکی ہے چنانچہ وہ مصر سے روم اور عجم کے علاقوں کی طرف چلے جاتے ہیں اور تنگدستی کا بہانہ کرتے ہیں لیکن کئی جھوٹ بھی بولتے ہیں کیونکہ ان کے اپنے شہر میں ان کے پاس اپنے جیسے لوگوں کے مطابق کافی کچھ ہوتا ہے۔

جو لوگوں میں کسی کو رئیس بناتا ہے تو ایسے ہر شخص کے لئے ادب یہ ہے کہ اپنے بارے میں ظالم اور طاقتور لوگوں کی ہر سفارش کو ٹال دے اور ان سے کہے کہ یہ عہدہ اسے دو جو مسلمانوں کے لئے مجھ سے زیادہ فائدہ مند ہے یعنی ان گھنے لوگوں کے لئے جو خالی ہاتھ سفر کرتے ہیں۔

رہا میں تو بیٹھا اپنے حلقے میں اللہ کا ذکر کرتا رہتا ہوں یا اس علم میں مصروف ہوتا ہوں جس پر کوئی بھی عمل نہیں کرتا اور یہ زیادہ ہوتا جاتا ہے کیونکہ لوگ علم پر عمل نہیں کرتے لہٰذا بادشاہ سے مال لینے کیوں جاؤں؟ تو اے بھائی! تم فقیروں اور ان علماء کے طریقے پر چلو جو گذر چکے اور اپنے دور والوں کی طرح نہ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

ہمیں حضرت ابو اسحٰق شیرازی رحمہ اللہ کے بارے میں پتہ چلا ہے کہ ان کے پاس مال آ جاتا تو وہ اسے لینے سے انکار کر دیتے حالانکہ جوئیں ان کے منہ، سر اور داڑھی میں چل رہی ہوتیں، جسم پر کباشی چادر اوڑھے ہوتے، چنوں کا پانی غذا ہوتی جو روٹی کے خشک ٹکڑے کو توڑ دیتا پھر اس ٹکڑے کو لوبیا کے پانی میں ڈبو دیتے۔ یہ بات ذہن میں رکھو۔

میں نے اپنے بھائی افضل الدین سے سنا، کہتے ہیں اللہ کے ایسے بندے بھی ہوتے ہیں جو مال جمع کرتے ہیں اور اپنی قناعت ظاہر نہیں کرتے اور زور سے مانگا کرتے ہیں پھر جو کچھ بھی ہاتھ آ جائے، ضرورت مند کو دیتے ہیں اور خود اس میں سے کچھ بھی نہیں چکھتے۔

کچھ وہ ہوتے ہیں جو دنیا کا مال اپنے پاس جمع کرتے ہیں لیکن خود اسے نہیں تکتے یا اس کے لئے کسی دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ یونہی کیا کرتے تھے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب فقیر کی روزی تنگ ہو جائے تو وہ حلال روزی کی آسانی کے لئے اللہ سے اس کا سوال کرے جو اللہ نے اس کے لئے مقرر کر رکھی ہے اور اس کے لئے کسی جانب اشارہ نہ کرے تاکہ اس کی روزی ایسی شمار ہو سکے جو اس کے گمان میں نہ تھی کیونکہ جو بھی شے نفس کے سامنے آ جاتی ہے، اس میں برکت نہیں ہوتی جیسے اس بارے میں شریعت نے واضح کیا ہے۔

حضرت شبلی رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ بھوک لگنے کی صورت میں ہاتھ لمبا کر کے اللہ سے مانگا کرتے اور کہا کرتے کہ یہ ہاتھوں کا کاروبار ہے۔

میرے بھائی افضل الدین کہتے ہیں کسی فقیر کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ چیز کھائے جس کے بارے میں کسی نے اس سے وعدہ کیا ہو کیونکہ اس کے آنے تک اس کا دل ادھر کا شوق رکھے گا چنانچہ ایک مرتبہ کوئی انسان آیا اور کہنے لگا کہ میں نے آپ کے لئے قنطار بھر (پیمانہ) انگور نکال رکھے ہیں لہٰذا کسی کو میرے ساتھ بھیجو کہ اٹھا لائے لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور کہا ہم ایسا کھانا پسند نہیں کرتے جو ہمارے حساب میں نہ ہو اور اس کے بعد جب تم فقیروں کے لئے کوئی چیز نکالو تو اس کے آنے تک انہیں اس صورت میں نہ بتاؤ جب تم انہیں کھلانا چاہتے ہو۔

حضرت ابراہیم کے بارے میں ہمیں پتہ چلا ہے کہ انہیں حلال نہ مل سکا تو وہ چالیس دن تک مٹی پھانکتے رہے، پھر جا کر کہیں انہیں ان کے لائق حلال کھانا ملا۔

میرے بھائی افضل الدین رحمہ اللہ کہتے ہیں اس دور میں جب کسی کے پاس کھانے پینے کی کوئی چیز آئے تو ہر مومن کے لئے مناسب یہ ہے کہ اسے اس وقت تک نہ کھائے جب تک پوری توجہ سے یوں نہ کہہ لے

> ''اے اللہ! اگر اس کھانے میں حرام کا کوئی شبہ ہے تو مجھے اس سے بچا لے اور اگر تو بچانا نہیں چاہتا تو اسے میرے پیٹ میں ٹھہرنے نہ دے اور اگر پیٹ میں رہے تو مجھے ان گناہوں سے بچا لے جو اس کے کھانے سے پیدا ہو سکتے ہیں اور اگر تو حفاظت نہیں فرماتا تو مجھے خالص توبہ کی توفیق دے اور اگر یہ بھی نہیں ہو سکتا تو مجھ پر مہربانی فرما اور اے سب سے زیادہ رحم و کرم فرمانے والے میری

پکڑ نہ فرما۔“

وہ یہ بھی کہتے تھے فقیر کے لئے اس وقت تک کسی سے سوال کرنا مناسب نہیں جب تک گھر کی ضرورت سے زائد سامان کو بیچ نہ دے جیسے دور کا مکان، تکیہ، زائد پگڑی، زائد کپڑا اور سب برتن چنانچہ زائد جوتا بھی بیچ دے۔

وہ یہ بھی کہتے تھے اس زمانے میں فقیر کے لئے یہ مناسب نہیں کہ حلال خالص ملنے کی صورت میں اسے پیٹ بھر کر کھائے بلکہ اتنا کھائے کہ جس سے گذارہ ہو جائے تا کہ کہیں حرام میں نہ پڑ جائے۔

میں نے ان سے یہ بھی سنا صبر کرنا یہ نہیں ہوتا کہ تم روزانہ ہر ملنے والی چیز کھا جاؤ خواہ روٹی کا خشک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو بلکہ قناعت یہ ہے کہ کھانے کا سامان ہوتے ہوئے بھی تین یا اس سے زیادہ دن بھوکے رہو۔

شاید ان کا مقصد ایسی بھوک تھا جو جسم کو نقصان نہ دے سکے کیونکہ صوفیہ کی بھوک مجبوراً ہوتی ہے ان کے اختیار میں نہیں ہوتی کیونکہ کامل شخص پر لازم ہے کہ ہر حق والی چیز کو اپنے جسم وغیرہ سے حق دے اور اپنی رعیت میں سے کسی پر ظلم نہ کرے خواہ یہ ظلم اعضاء پر ہو یا کسی اور شے پر۔

بہر کیف جو اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے، اس کے لئے شیخ کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے تہمتوں سے بچائے اور اس میں یقین پیدا کرے کیونکہ اس وقت ہی اسے پتہ چلے گا کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کے لئے جو کچھ مقرر کر رکھا ہے وہ ملنے سے رہ نہیں سکتا اور جو اس کے لئے مقرر نہیں کیا گیا، اس کے پیچھے نہ پڑے پھر انسان سے سرزد ہونے والی چیزیں بھی اسی میں شمار ہوتی ہیں کیونکہ یا تو وہ کام جس کے بارے میں انسان کوشش کرتا ہے کہ اس سے سرزد نہ ہو سکے، اس کی قسمت میں لکھا ہو گا یا نہیں لکھا ہو گا، اگر اس کی قسمت میں لکھا ہے تو اسے دور کرنے کا فائدہ صرف یہ ہو گا کہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو گھٹیا بنانا عظیم کام خیال کرے گا جبکہ اللہ تعالیٰ نے بندہ پر ان کا کرنا لازم کیا ہوا ہے اور اس میں اس کے لئے ثواب مقرر کیا ہے خواہ وہ اس کے مقدر میں ہو یا نہ ہو حتیٰ کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے دکھا دے کہ اس نے اس کے مقدر میں زنا کرنا یا شراب پینا لکھ رکھا ہے تو اس کے لئے جائز نہیں کہ جلدی سے اسے کر لے کیونکہ اس کام میں جلدی شمار ہو گی جس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہے لہٰذا اسے صبر کرنا ہو گا تا کہ یہ چیزیں اس سے غفلت یا بھول کی حالت میں واقع ہوں جیسے اس حدیث میں ارشاد ہے ”جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنا فیصلہ کیا ہوا یا لکھا ہوا کام کرالے تو عقلمندوں کی عقل چھین لیتا ہے۔“ یعنی ان کی وہ عقلیں جن میں یہ کام کرنا محفوظ تھا نہ کہ وہ جن کی وجہ سے وہ شریعت کے مطابق چل سکتا تھا۔ اسے ذہن میں بٹھا لو ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان پر مقرر سب سزائیں باطل ہو کر رہ جائیں۔ اس بارے میں سوچ بچار کرو اور اس پر عمل بھی کرو۔

حضرت شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ یہی کام کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ میں نے انہیں پیغام بھیجا کہ خربوزوں کے باڑے پر اس وقت کوئی نگران مقرر کر دیں جب تک وہ سواری لا کر اسے اٹھا نہ لیں، انہوں نے مجھے کہلا بھیجا کہ مومن کو اس کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سبزہ والی جگہ والوں کے مقدر میں اس سے کھانا لکھ دیا ہوتا ہے، ان میں سے کسی شہر کی طرف ایک خربوزہ بھی اٹھا لے جانا کسی کی ہمت میں نہیں اور جو کچھ اس نے شہر والوں کی قسمت میں لکھ رکھا ہوتا ہے تو سبزہ والوں میں سے کسی کی ہمت میں نہیں کہ اس میں سے ایک خربوزہ بھی کھا لے اور جس شخص کا ایمان ایسا ہو چکا ہو، اسے

کسی نگران کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔

یہ تو انسان کے اپنے مال کی حفاظت کی بات ہے، رہا دوسروں کا مال تو نگران پر لازم ہے کہ اس کی حفاظت کرے ورنہ گناہگار ہوگا اور اسے مزدوری نہیں مل سکے گی۔ اسے ذہن نشین کرلو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام بخاری و مسلم میں مرفوع حدیث یوں ملتی ہے ''اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بلند مرتبہ ہوتا ہے، جو پاکدامنی چاہے، اللہ اسے ایسا بنا دیتا ہے اور جو مالدار بننا چاہتا ہے، وہ اسے بنا دیتا ہے۔''

❁ علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ ''اوپر والا ہاتھ'' سے کیا مراد ہے چنانچہ کچھ کہتے ہیں کہ اس سے مراد کسی پر خرچ کرنا ہے لیکن واضح یوں ہے کہ اس سے مراد پاکدامنی ہے کیونکہ یہ معنیٰ لینا زیادہ واضح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁ علامہ بزار نے مرفوع حدیث یوں لکھی ہے ''اللہ تعالیٰ اس مالدار سے پیار کرتا ہے جو صدقہ کرتا ہو، اور اس فقیر سے جو پاکدامن ہو۔''

❁ ابن خزیمہ نے یہ مرفوع حدیث دی ہے ''جنت میں داخل ہونے والے تین شخصوں میں سے پہلا شہید ہوگا پھر وہ غلام جو اپنے رب کی بہتر عبادت کرتا ہو اور اپنے آقا کے لئے نیک نیت ہو اور تیسرا پاکدامن عیال دار۔''

❁ امام طبرانی نے یہ مرفوع لکھی ہے ''جو صبر کرنا چاہے، اللہ اسے صبر دیتا ہے۔''

❁ انہی سے ایک اور روایت یوں ہے ''مومن کی عزت اس میں ہے کہ وہ لوگوں کا محتاج نہ ہو۔''

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوع حدیث یوں دی ہے ''مالداری زیادہ سامان وغیرہ کی وجہ سے نہیں ہوتی، یہ تو دل کی امیری کا نام ہے۔''

❁ امام مسلم وغیرہ نے یہ مرفوع روایت لی ہے ''اے میرے اللہ! میں تجھ سے سیر نہ ہونے والے دل کے بارے میں درخواست کرتا ہوں۔''

❁ ابن حبان نے یہ مرفوع روایت بتائی ہے ''امیری دل کی ہوتی ہے اور فقیری بھی دل ہی کی ہوتی ہے۔''

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوع روایت یہ لکھی ہے ''مسکین وہ نہیں ہوتا جسے ایک دو لقمے یا ایک دو کھجوریں نہ مل سکیں، مسکین تو وہ ہوتا ہے جسے ایسا مالدار نہ ملے جو اسے بے نیاز کر دے، کسی صدقہ دینے والے کو ذہن میں نہ لائے اور نہ وہ جو کھڑا ہو کر لوگوں سے مانگے۔''

❁ امام مسلم اور ترمذی وغیرہ نے یہ مرفوع روایت لی ہیاے بندے! اگر تم ضرورت سے زائد کو خرچ کر دو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے، زیادہ مانگنا تمہارے لیے برا ہے اور ضرورت کے مال پر تمہیں کو برائی نہ دے سکے۔'' یعنی تم دنیا کے اتنے مال کی خواہش رکھو جو تمہارے لئے کافی ہو اور لوگوں سے مانگنے کی ضرورت نہ رہے۔''

❁ امام بیہقی نے یہ مرفوع روایت دی ہے ''قناعت (صبر) ایک ایسا خزانہ سمجھو جو ختم نہیں ہو سکے گا۔''

❁ امام ترمذی لکھتے ہیں '' جو شخص سویرے اٹھنے پر بے خوف ہو، بدن صحیح سلامت ہو اور اس کے پاس اس

دن کی روزی موجود ہو تو گویا اس کو دنیا کی ہر شے حاصل ہے۔"

امام بخاری اور ابن ماجہ وغیرہ نے یوں بتایا ہے "اگر کوئی شخص اپنی رسیاں اٹھا کر پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا لاد لائے، اسے بیچے اور یوں اپنی عزت بچائے تو اس کے لئے لوگوں سے مانگنے کی بجائے یہ بہتر ہے، کیا پتہ وہ اسے دیں یا نہ دیں۔"

امام بخاری نے یہ حدیث مرفوع بتائی ہے "انسان جو کچھ بھی کھانا چاہے تو اس کے لئے بہتر ہے کہ کما کر کھائے کیونکہ حضرت داؤد نبی علیہ السلام بھی ہاتھوں کی ہی کمائی سے کھاتے تھے۔"

کچھ علماء بتاتے ہیں کہ وہ کھجور کے پتوں سے رسیاں بٹتے اور لوہے کی زرہیں بنایا کرتے تھے۔

ابوداؤد اور ترمذی لکھتے ہیں "ایک انصاری شخص رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے پوچھا کیا آپ کے گھر میں کوئی چیز موجود ہے؟ عرض کی، کیوں نہیں، ایک ٹاٹ ہے جس کا کچھ حصہ پہن لیتے ہیں اور باقی بچھا لیتے ہیں پھر ایک پیالہ ہے جس میں لے کر پانی پیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ دونوں مجھے دیجئے۔ وہ لے آیا تو رسول اللہ ﷺ نے دونوں ہاتھ میں لے کر فرمایا انہیں کون خریدتا ہے؟ اس پر ایک شخص نے عرض کی کہ ایک درہم میں لے لیتا ہوں۔ آپ نے دو تین مرتبہ فرمایا کہ اس سے زیادہ کون دے گا؟ ایک نے عرض کی کہ میں دو درہم میں لیتا ہوں، آپ نے وہ دونوں اسے دے کر دو درہم لے کر اس انصاری کو دے دیئے اور فرمایا ایک سے کھانا خرید کر بیوی کو دو اور دوسرے کا کلہاڑا خرید کر میرے پاس لاؤ، وہ لے آیا تو آپ نے اپنے ہاتھوں سے اس میں لکڑی ڈالی اور فرمایا جاؤ، لکڑیاں کاٹ لاؤ، بیچو اور پندرہ دن تک میں تجھے یہاں نہ دیکھوں۔

اس نے یونہی کیا اور آیا تو دس درہم پاس تھے جن میں سے کچھ سے کپڑا خریدا اور کچھ سے کھانے کا سامان۔ اس پر آپ نے فرمایا یہ تمہارے لئے اس سے بہتر ہے کہ تم کسی سے کچھ مانگو جس کی وجہ سے تم قیامت کے دن شرمندگی اٹھاؤ، یہ شرمندگی تین شخصوں کے حق میں جائز ہے ایسا فقیر جو زمین پر ایسا قرض دار جسے ذلیل ہونا پڑے اور وہ قاتل جو قتل سے جان چھڑانے میں مجبور ہو جائے۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 62

اپنا فقر و فاقہ صرف اللہ کو بتانا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم دنیوی و اخروی ضرورتوں اور مشکلات کو مخلوق کے سامنے بتانے سے پہلے دل ہی میں رکھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

"کس کے ہاتھ میں ہے ہر شے کا قابو۔"

اگر اللہ تعالیٰ ہماری اس درخواست پر انہیں دور نہیں کرتا تو ہمیں معلوم ہو جانا چاہئے کہ رکاوٹ ہماری ہی طرف سے ہے کیونکہ ہم اس کا حکم نہیں مانتے اور نہ ہی اس کے روکے ہوئے کاموں سے رکے ہیں چنانچہ ہمیں زیادہ سے زیادہ استغفار کرنا چاہیئے اور پھر ہم دوبارہ مانگیں لیکن پھر بھی قبول نہ کرے تو مخلوق کو ذریعہ بنائیں اور ان سے واقفیت ہوئے بغیر سوال کریں اور انہیں یوں جانیں جیسے وہ اللہ کے صدقات کے دروازے ہیں۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ فقیروں میں سے بہت کم لوگ اس پر غور کرتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ سے مانگنے کی بجائے سب سے پہلے مخلوق ہی سے مانگتے ہیں جبکہ ساری مخلوق تو خود مفلس ہے، انہیں کیا دیں گے، اس پر اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ بے ادبی کی سزا کے طور پر ان کی روزی میں تنگی پیدا کر دیتا ہے۔

میں نے ایک واقعہ میں دیکھا کہ زمین کے نیچے اترا ہوں، دیکھا کہ کھلی فضاء میں مرے ہوئے لوگ سفید ریت کے ٹیلے پر حلقے بنائے آپس میں باتیں کر رہے ہیں، میں نے انہیں سلام کہا لیکن انہوں نے جواب نہیں دیا اور کہنے لگے کہ ہم اس وقت شریعت کی پابندی میں نہیں ہیں۔ اتنے میں ان سے ایک شخص نے مجھ سے کہا، مجھ سے یہ دعا سن لو اور جب دنیا میں جاؤ تو یہ دعا کر لیا کرنا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ اس پر وہ کہنے لگا کہ جب بھی تمہیں دنیا و آخرت کی کوئی تکلیف پہنچے تو یوں کہنا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَنْزَلْتُ بِكَ مَا یَھُمُّنِیْ مِنْ اُمُوْرِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔

میں نے یہ دعا یاد کر لی چنانچہ اب تک ہر مشکل میں پڑھ لیا کرتا ہوں۔

اس ہدایت پر عمل کرنے کے لئے کسی شیخ کی ضرورت ہے جو اپنے مرید کو توحید کی راہ دکھائے تاکہ وہ ہر وقت ذکر الٰہی کرتا رہے اور اللہ کو مخلوق کی بجائے اپنے قریب سمجھے اور کسی دوسرے سے مانگنے کی بجائے پہلے اسی سے مانگے اور جو یوں نہیں کر سکتا جیسے ہم نے بتایا ہے تو اس پر لازم ہے کہ مخلوق ہی سے مانگا کرے کیونکہ حق تعالیٰ سے پہلے وہ انہی سے میل جول رکھتا ہے جیسے وہ ان کے نہ دینے پر ان سے دشمنی رکھا کرتا ہے۔ اگر تو اس سے کہے یہ لوگ تمہیں اس لئے نہیں دیتے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ان کے ہاتھوں سے ملنا نہیں لکھا تو وہ تمہاری طرف توجہ نہیں کرے گا۔ یہ سب کچھ اللہ اور شریعت سے جہالت کا نتیجہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی کے مقدر کا رزق اگر اس بخیل کے پاس رکھا ہوتا تو اسے ضرور ملتا خواہ چھین لینے یا چوری کرنے کی صورت میں ملتا، اس سے معلوم ہوا کہ کسی کریم کا کسی پر احسان نہیں ہوتا، اس سلسلے میں صرف اللہ کا احسان ہوتا ہے تاہم اللہ تعالیٰ اسے صرف اس بناء پر سراہتا ہے کہ عزت کرنے کا ڈھنگ سیکھے کیونکہ اس کے دل میں بخیلی اور کمینگی ہوتی ہے، اگر ایسے میں اس کی تعریف نہ ہو تو اکثر وہ بخیل ہو کر کسی کو کچھ نہ دے گا اور پھر اللہ اسے ایسا برا بنائے گا جیسے کسی بخیل کو بناتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بخیل کو اس لئے برا بناتا ہے تاکہ مومن خرچ کیا کرے کیونکہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں جنہیں کھانے نہ کھلانے کی وجہ سے بلند درجہ دیتا ہے کیونکہ اس میں بندے کے سر جھکانے کی بو ہوتی ہے اور اللہ کے خاص بندے اپنے آپ کو بندوں پر احسان کے لئے اللہ کا شریک نہیں بناتے کیونکہ اللہ حضرت لقمان علیہ السلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ (سورۃ لقمان ۱۳)

''بلاشک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔''

یہ بھی ذہن میں رکھو کہ نبی کریم ﷺ کو اس موقع پر سراہنا اللہ کا فضل ہے جبکہ بخیل کی برائی اللہ کا انصاف ہے کیونکہ یہ دونوں کام اللہ کے ناموں المعطی اور المانع سے پیدا ہوتے ہیں جیسے ہم نے اس کی وضاحت اپنے رسالہ ''الانوار القدسیہ'' میں کی ہے لہٰذا اے بھائی! اگر تم اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتے ہو تو کسی شیخ کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر کرو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔ ''وہ صالحین کا والی ہوتا ہے۔''

❁ ابو داؤد، ترمذی اور حاکم نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ''جسے کوئی ضرورت پڑے اور وہ لوگوں سے مانگے تو اس کی یہ ضرورت پوری نہ ہوگی اور اسی موقع پر جو اللہ سے مانگے تو اللہ تعالیٰ جلد اسے روزی دے گا خواہ فوراً خواہ کچھ دیر بعد۔''

❁ امام حاکم نے یہ روایت دی ہے ''اللہ تعالیٰ اسے امیر کر دے گا خواہ جلدی کی موت سے خواہ دیر سے مالدار بنا کر۔''

❁ طبرانی کی روایت میں ہے ''جو بھوکا یا محتاج ہو اور اسے لوگوں سے چھپائے اور صرف اللہ سے مانگے تو اللہ کا یہ حق ہے کہ اس کے لئے سال بھر حلال روزی کا دروازہ کھول دے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 63

حلال چیز ملنے پر قبول کر لو

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ دل سے چاہے بغیر جو بھی حلال چیز ہمارے پاس آ جائے، اسے قبول کر لیں اور رد نہ کریں کیونکہ وہ ہمارے پاس اللہ کی طرف سے آتی ہے نہ ہمارا ارادہ ہوتا ہے اور نہ ہی ہم اسے چھینتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

''جو اللہ سے ڈرے، اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا، جہاں اس کا گمان نہ ہو۔''

اللہ تعالیٰ بندے کو حلال اور پسندیدہ چیز دے کر ہی احسان فرماتا ہے۔

❁ حضرت سیدی ابو الحسن شاذی رحمہ اللہ کا طریقہ یہ تھا کہ نہ وہ مانگتے، نہ رد کرتے اور نہ ہی ذخیرہ کرتے، پھر حضرت سید احمد بن رفاعی کا طریقہ بھی یہی تھا۔

❁ حدیث پاک میں ہے ''جو شخص حلال سے بچنا چاہے تو وہ حرام میں پھنس جاتا ہے۔''

اس ہدایت سے دوسرے تو کیا، بہت سے مشائخ بھی کوتاہی کرتے ہیں۔

❁ حضرت سیدی علی خواص عمر بھر اسی طرح کرتے رہے پھر انہوں نے موت سے پہلے لوگوں سے قبول کرنا

شروع کر دیا چنانچہ درہم و دینار لے کر قبضے میں رکھتے اور جب بھی کوئی اندھا، عاجز اور قرض دار آتا، اسے دے دیتے اور کہا کرتے، دنیا میں جو مال بھی موجود ہے، اس کے لئے لوگ موجود ہیں جو ضرورت مند ہونے کی وجہ سے اس میں سے کھانے اور پینے کا حق رکھتے ہیں۔

آپ نے یہ بھی فرمایا اگر اللہ تعالیٰ سے پردے میں رہنے والے لوگوں کو دکھا دیا جائے تو وہ دیکھیں گے کہ جو کچھ ان کے پاس لوگوں سے آیا ہے، وہ اللہ کی طرف سے تحفہ ہے، اسی نے تو انہیں دیا ہے لہٰذا یہ کیسے صحیح ہوگا کہ اس مرتبہ والا اسے رد کر دے۔ اس پر میں نے اس سے کہا تو پھر اس وقت شریعت کا پیمانہ کہاں گیا؟ اس نے کہا کہ موجود ہے اور وہ یہ کہ وہ دیکھے کہ اللہ تعالیٰ ہی دینے والا ہے تو اسے اس وقت تک قبول نہ کرے جب تک وہ اس کی رضا نہ دیکھ لے کیونکہ تمام گناہ اللہ کی تقدیر اور ارادے میں ہوتے ہیں اور اس کے باوجود بندہ لازماً اسے رد کرتا ہے اور زور سے دفع کرتا ہے تاکہ تباہ نہ ہو جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب بھی وہ کسی شے کو رد کرتا ہے تو وہ شریعت کے ظاہری پردہ میں ہوتا ہے اور اس کی زبان حال سے یہ نکلتا ہے کہ جب تمہارے پاس کوئی ایسا مال آئے جسے دیتے وقت مخلوق خوش نہ ہو تو اسے رد کر دو اگرچہ تمہیں معلوم ہو کہ اللہ ہی نے دیا ہے کیونکہ لینے سے روکا بھی تو اسی نے ہوا ہے چنانچہ تم اسی کے حکم پر رد کرو گے، جبکہ حقیقت کی زبان یہ کہتی ہے کہ باطنی اور یقینی طور پر دیکھیں تو اللہ کے ساتھ کوئی شخص کسی شے کا مالک نہیں لہٰذا مخلوق کے علاوہ اللہ سے جو کچھ بھی ملے، لے لو اور جو حقیقت و شریعت کا علم رکھتے ہیں، ان کی زبان سے گویا یوں نکلتا ہے کہ ہم کوئی شے قبول نہیں کرتے کیونکہ شریعت اس پر اعتراض کرتی ہے کیونکہ سب امتیں یہ مانتی ہیں اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ سب کا مالک صرف اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ صرف اس صورت میں درجے بلند فرماتا ہے جب کوئی حرام سے بچے لہٰذا شریعت کی دیوار توڑنے سے گریز کرو کیونکہ جس نے تمہیں کہہ رکھا ہے کہ ہر موجود کا مالک میں ہوں، اسی نے حرام اور شبہ والی چیزوں سے روکا ہوا ہے گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر تمہیں یقین ہے کہ یہ سب کچھ میرا ہے تو میرے فلاں بندے سے لو بشرطیکہ وہ خوش ہو کر دے لیکن اگر تم اس کی رضا مندی کے بغیر لو گے تو میں عذاب دوں گا چنانچہ یہ عذاب صرف اس وجہ سے ہے کہ ہم نے اللہ کی مقرر کی ہوئی حد کی مخالفت کی ہے، اس لئے نہیں کہ بندہ بھی اللہ کے ساتھ ہی مالک بنا ہوا ہے کیونکہ یہ کبھی بھی ممکن نہیں کہ دو حقیقی مالک کسی ایک معین شے کو اپنی کہیں لہٰذا حقیقت والوں پر لازم ہے کہ شریعت اور اس کے الٹ کی رعایت کرے اور جو ایسا نہیں کرتا، وہ ا[illegible] ہوتا ہے، اللہ والوں کے طریقوں میں اس کی بات نہیں مانی جاتی۔

سب عارف لوگ یہ کہتے ہیں کامل ہونے کی شرط یہ ہے کہ نہ اس کی معرفت الٰہی کا نور بجھتا ہے اور نہ ہی پرہیزگاری کا یعنی اس کی معرفت کا نور، اللہ کے سوا کسی اور مالک بننے سے اس کے لئے پردہ بن جاتا ہے اور پرہیزگاری کا نور ہوتا ہی اس میں ہے جب وہ جانے کہ مخلوق مالک ہے چنانچہ کامل وہ شخص ہوتا ہے جو شرعی اور جائز طریقے پر لوگوں کے ہاتھوں سے لے کر کھانے سے گریز کرے کیونکہ وہ یقیناً جانتا ہے کہ وہ چیز اللہ کی ملکیت میں ہے لہٰذا اے بھائی! شریعت کے مطابق چلو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ والسلام۔

❁ امام بخاری و مسلم اور نسائی نے بتایا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے

دیتے تو میں عرض کرتا کہ یہ مجھ سے زیادہ ضرورت مند کو دیجئے، فرمایا ''جب تمہارے پاس ایسا کچھ مال آئے جسے نہ تو جھانکتے ہو اور نہ ہی مانگتے ہو تو اسے لے لو اور اسے اپنا سمجھو، چاہو تو کھا لو ورنہ صدقہ کر دو اور جو ایسا نہیں، اس کے پیچھے نہ پڑو۔''

۞ حضرت سالم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کہ اسی وجہ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نہ تو کسی سے کچھ مانگتے اور نہ ہی اسے رد کرتے جو انہیں مل جاتی۔

۞ امام مالک کی روایت میں ہے ''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عطیہ دیا جسے انہوں نے واپس کر دیا، پوچھا واپس کیوں کیا؟ تو عرض کی یارسول اللہ! کیا آپ نے فرمایا نہیں رکھا کہ ہم میں سے بہتر وہ ہے جو کسی دوسرے سے کوئی چیز نہ لے؟ اس پر فرمایا کہ ایسا مانگنے کی صورت میں ہے اور جو مانگے بغیر ملے تو وہ اللہ کا رزق ہے جو تمہیں کھلا رہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی اس اللہ کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، آج کے بعد میں کسی سے کچھ نہیں مانگوں گا اور جو مانگے بغیر آئے گی، اسے لے لوں گا۔''

۞ ابو یعلیٰ، امام احمد، طبرانی، ابن حبان اور حاکم نے یہ مرفوع روایت لی ہے ''جسے اپنے بھائی کے ہاں سے مانگے بغیر عطیہ ملے جبکہ اس نے اس کا لالچ بھی نہ کیا ہو تو اسے قبول کر لے، واپس نہ کرے کیونکہ وہ اللہ کا رزق ہے جو اس نے اس کی طرف بھیجا ہے۔''

۞ امام احمد، طبرانی اور بیہقی نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ''جس کے پاس بن مانگے اور بن دیکھے کوئی شے پیش کی جائے تو اسے لے کر اپنی روزی میں اضافہ کرے چنانچہ اگر وہ مالدار ہے تو یہ رزق اسے دے دے جو اس سے زیادہ ضرورت مند ہو۔''

۞ حدیث پاک میں ہے کہ اپنی ضرورت سے زائد روزی لینا اسے اس طور پر جائز ہے کہ اس کے پاس دوسروں سے زیادہ ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۞ حضرت عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ ''استشراف'' (اسی حدیث کا لفظ ہے) کیا ہے؟ انہوں نے بتایا یہ جو تم دل میں کہتے ہو کہ فلاں شخص جلد میرے پاس کوئی چیز بھیجے گا، جلد میرے پاس کچھ آئے گا، اسے کہا جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمبر 64

ضرورت سے زائد چیز کو صدقہ کر دینا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے ہیں کہ ہم اپنی ضرورت سے زائد چیز صدقہ کر دیا کریں اور جائز ضرورت کے علاوہ اس

میں سے کچھ بھی بچا کر نہ رکھا کریں، خواہ وہ مال ہو، کھانا ہو یا کپڑے ہوں تا کہ رسول اللہ ﷺ کے اخلاق پر عمل کر سکیں اور صدقہ دینے سے کوئی دن خالی نہ جانے دیں لیکن اگر دینے کے لئے کچھ نہ ہو تو تسبیح، تلاوتِ قرآن، رسول اللہ ﷺ پر درود وغیرہ جیسے مشہور عمل کا صدقہ کریں کیونکہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ”بھلائی کے کام برائی میں پڑنے سے رکاوٹ بنتے ہیں۔“

رہبروں کے لئے اہم ہدایت

تسبیح اور اس جیسے کاموں کے صدقہ کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ثواب مسلمانوں کے اعمالناموں میں جمع کرائے۔ یہ وہ ہدایت ہے جسے ہر وہ عالم اور صالح شخص کر سکتا ہے جو دین میں رہبر ہو لہٰذا ایسے لوگوں میں سے ہر ایک کے لئے مناسب یہ ہے کہ ہر بھلائی کے لئے لوگوں میں آگے آگے ہو کیونکہ اس میں بہت سے فائدے ہیں، ایک یہ کہ اس میں اللہ کے حکم کی پیروی ہے، دوسرا یہ کہ طالب اور مرید جب شیخ کو اپنی روزی کے معاملے میں مدد کرتا دیکھیں گے تو وہاں جم کر بیٹھ جائیں گے، اس سے علم حاصل کر کے بعد میں پھیلائیں گے اور ایک فائدہ یہ ہوگا کہ اس دن کی ساری بلائیں اس سے دور ہو جائیں گی چنانچہ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے سب سے بڑا صوفی وہ ہوتا ہے جو بخیل ہو، پھر ایک عام مثال ہے کہ فلاں اور فلاں شخص ایسی ایسی چیز کھا رہے ہیں لیکن مجھے یوں چھوڑ دیا ہے جیسے فقیہ کی بلی کہ میری طرف توجہ ہی نہیں کرتے۔ یعنی اکثر فقیہ بلی کی طرف مرغی کی ٹانگ یا گردن پھینکنے میں بھی بخل سے کام لیتے ہیں اور ایسی مثال کسی شے کے بارے میں اسی وقت بولی جاتی ہے۔ جب اس شخص کے ہاتھ سے کوئی کام کئی مرتبہ ہوا ہو، پھر یہ مثال بھی دیتے ہیں کہ ”ایسا ہاتھ ہے جو لیتا تو ہے لیکن دیتا نہیں۔“ یعنی جسے لوگوں کے ہاتھوں سے صدقہ لینے کی عادت ہو تو وہ دوسروں کے ساتھ بخل کرے گا۔

❁ سیدی علی خواص رحمہ اللہ سے جب کوئی شخص تقسیم ہو جانے والی کھانے اور پیسوں جیسی چیز مانگتا تو اپنے پاس جو کچھ ہوتا، اسے اپنے اور فقیر کے درمیان آدھی آدھی بانٹ لیتے اور فرمایا کرتے کہ اللہ تعالیٰ یہ بات پسند نہیں کرتا کہ بندہ اپنے بھائی سے جدا دکھائی دے۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص تمہارا بھائی بننا چاہے تو اسے اپنا آدھا مال دینے کو کہو، اگر وہ دے دے تو بھائی ہوگا ورنہ اس کا بھائی بننا قبول نہ کرو۔

پھر اے بھائی! یاد رکھو، کچھ اولیاء ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کی کچھ بھی روزی ان کے قبضے میں نہیں دیتا کیونکہ اسے اپنے نام مبارک المانع کی حاضری میں رکھنا ہوتا ہے جس پر لوگ کہتے ہیں بخدا یہ اللہ کے ولیوں میں سے کبھی بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ ولی ہونے کے لئے سخاوت اور مہربانی لازماً ہوتی ہے چنانچہ اگر یہ ولی ہوتا تو کرم کرتا اور سخی ہوتا اور یہ مشہور چیز اس ولی کی ولایت میں خامی پیدا نہیں کرتی کیونکہ وہ اسے بخل کی وجہ سے منع نہیں کرتا، وہ تو چاہتا ہے کہ کاش اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں میں کسی کی روزی دیتا تو وہ اسے آگے دے دیتا، گناہ تو اس شخص کے حق میں بنتا ہے جو طبیعت میں بخل اور کمینگی کی وجہ سے منع کرتا ہے لیکن جو کسی حکمت و دانائی کی بناء پر منع کرتا ہے تو اس پر گناہ لازم نہیں کیونکہ اولیاء نے اللہ کے اخلاق اپنائے ہوتے ہیں اور پھر اللہ نے اپنا نام المانع رکھا ہوا ہے، بخیل نہیں رکھا۔

بسا اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ جس ولی کا کوئی دستر خوان نہیں ہوتا اور نہ وہ کسی کو لقمہ بھر کھلاتا ہے، وہ مرتبے میں ان لوگوں سے اعلیٰ ہوتا ہے جن کا دستر خوان دن رات بچھا رہتا ہے اور ہم نے اس ہدایت سے پہلے ابھی لکھا ہے کہ کامل بندوں میں سے کچھ وہ ہیں جنہیں اللہ نے اس بات سے بچایا ہوا ہے کہ وہ حق تعالیٰ کے ساتھ مخلوق میں سے کسی پر اس کے بڑے احسان میں شریک ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں میں کسی کا رزق نہیں دیا جس کی وجہ سے وہ اپنے جیسوں میں نمایاں ہوں کیونکہ اندیشہ تھا کہ کہیں ان کے دلوں میں لینے والے پر احسان کا کھٹکا نہ ہو، خواہ صرف عطا کرتے وقت ہی کیوں نہ ہو، انہیں یقین تھا کہ احسان میں اللہ کا مقابلہ کرنے سے ان کی سلامتی، اس عطیہ کا ثواب لینے سے پہلے ہے جسے ملامتی فرقہ والوں میں سے کامل لوگ دکھائی دیتے ہیں کہ وہ بہت سے ایسے نوافل چھوڑے ہوتے ہیں جن کے بارے میں بندے کا خیال ہوتا ہے کہ اس نے اللہ کا پورا کر کے کچھ اور بھی کیا ہے۔ اسے سمجھ لو۔

اے بھائی! کسی ایسے شیخ کے طریقے پر چلو جو تمہیں طبیعت میں بخیلی کے الزام سے بچالے اور مہربانی وسخاوت کی طرف لے جائے جس کی وجہ سے تم کسی فقیر کے ساتھ بخیلی کا معاملہ نہ کر سکو جیسے پہلے بزرگ کرتے چلے آئے ہیں۔

حضرت سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تم نے شیخ بنالیا تو تمہاری پیروی ہوگی لہٰذا تم اس بات سے بچو کہ دنیا دار بخل کے بارے میں تم سے الجھیں اور وہ یوں کہ تم کسی شے کا لالچ بالکل نہ کر سکو کیونکہ شیخ کے لیے شرط ہے کہ اس کے پاس ہزار درہم ہوں تو وہ کسی ایک فقیر کو دے دے، کنکر اور مٹی اس کے سامنے ایک جیسی ہوگی اور اے بھائی! جب تم ملی ہوئی چیز کو بڑی سمجھ لو تو گویا تم نے صالحین کے راستے کی بو بھی نہیں پائی۔

آپ فرماتے ہیں حضرت امام اعظم محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ نے اس وقت سوچ سے کام لیا، جب وہ یمن میں داخل ہوئے تو لوگ ان کے پاس دس ہزار درہم لے کر آئے، آپ نے انہیں مجلس میں تقسیم کر دیا، ان میں لے کر لوگوں میں بانٹتے رہے اور وہ ختم ہو گئے۔

ایک شخص نے حضرت ابراہیم خواص کی حجامت کسی کے عطیہ پر کی، وہ حجامت کر رہا تھا کہ وہ آپ کے پاس ہزار دینار لے آیا، آپ نے حضرت مزین کو دے دیئے لیکن انہوں نے پھینک دیئے اور حضرت خواص سے کہا آپ کو حیاء نہیں آتی، مجھے تو کہتے ہو کہ میرا سر مونڈھ دو اور پھر دنیا کی چیز دیتے ہو، بخدا! میں نے تو صرف اللہ کے لئے سر مونڈھا ہے اور پھر وہ لوگوں کی طرف پھینک دیئے۔

ایک شخص نے حضرت علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے کوئی شے مانگی تو آپ ایک درہ لے آئے جس میں دس دینار تھے اور فرمایا کہ تیرے لئے میرے پاس یہی کچھ موجود ہے۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ مجھے اٹھا کر گھر لے جانے کی مزدوری بھی دیجئے، آپ نے اسے چادر لادی، وہ واپسی پر کہنے لگا میں اعلان کرتا ہوں کہ آپ یقیناً رسولوں کی اولاد ہیں۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما اپنے دروازے پر کسی سائل کو دیکھتے تو فرماتے میں اسے مرحبا کہتا ہوں جو میری سفری سامان مجھ سے مزدوری لئے بغیر آخرت کی طرف لے جاتا ہے اور اللہ کی بارگاہ میں جا رکھے گا۔

میں کہتا ہوں، جسے میں نے اس مرتبہ پر دیکھا ہے ان میں شیخ عبدالحلیم بن مصلح تھے، وہ دمیاط غربی کے شہر ''المنزار'' میں رہتے تھے اور پھر سیدی محمد بن منیر تھے جو خانقاہ سریا قوسیہ کے باہر دفن ہیں اور ان کے علاوہ شیخ محمد شناوی رحمہم اللہ کو بھی دیکھا ہے چنانچہ حضرت عبدالحلیم کو دیکھا، وہ نماز جمعہ کے لئے جا رہے تھے کہ ایک شخص انہیں ملا اور کہنے لگا کہ یہ کپڑے مجھے دے دو، آپ نے اسے دے دیئے اور گھر کو واپس نہ آئے، انہوں نے میرے حمام کے درمیان میں ایک پٹی سے نماز پڑھی۔

میں نے شیخ محمد منیر کو دیکھا کہ انہوں نے اس شخص کو پانچ سو دینار دیئے جس کی اونٹنی حجاز کے راستے میں فوت ہو گئی تھی، وہ شخص مکہ میں پہنچا تو دینار لے آیا، آپ نے کہا میں نے تمہیں رضاء الٰہی کے لئے دیئے تھے حالانکہ اس سے پہلے آپ کی اس سے جان پہچان نہ تھی۔

رہے شیخ محمد شناوی رحمہ اللہ تو انہوں نے چارپائے، گھوڑے، بکریاں، گندم، نقد اور کپڑے لوگوں میں اس قدر تقسیم کئے جن کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔ آپ واضح طور پر کہا کرتے تھے کہ جو کچھ دنیاوی چیزیں میرے قبضے میں ہیں، وہ میرے ساتھ خاص نہیں بلکہ میں یہی سمجھتا ہوں کہ وہ میرے اور ضرورت مندوں کے درمیان سانجھی ہیں چنانچہ جو شخص مجھ سے یا ان میں سے زیادہ ضرورت مند ہوتا ہے اور مجھ پر اللہ نے اس شے کا احسان کیا ہوتا ہے تو میں اللہ کے فضل سے اس میں سے کوئی شے اپنی نہیں سمجھتا، وہ ضرورت مندوں کو چھوڑ کر صرف میری نہیں ہوتی۔ الحمدللہ رب العالمین لہٰذا اے بھائی ہاتھ کسی ویسے شیخ کے ہاتھوں میں ہاتھ دو جو اپنے کاموں اور باتوں کے ذریعے تمہیں کمینی طبیعت سے نکالے ورنہ لازمی طور پر تم کمینے رہو گے اور فرض کرو کہ تم لوگوں کو ان کے مانگے کے مطابق دیتے ہو تو یہ کسی ایسی کمزوری سے خالی نہیں ہوگا جیسے اسے سلوک (تصوف) والے جانتے ہیں کیونکہ شیخ کا کوئی کام جب تک اس کی باتوں سے پہلے نہیں ہوتا تو وہ مریدوں کے لئے گمراہی کا پیشوا بنتا ہے جیسے وہ مریدوں کو تورات کے نفلوں کا حکم دیتا ہے لیکن خود سو رہا ہوتا ہے، یونہی لوگوں کو دنیا سے بے تعلقی کا حکم دیتا ہے لیکن خود اس کی خواہش رکھتا ہے۔

بخدا میں کبھی کبھی ایک رکعت میں قرآن کریم ختم کیا کرتا ہوں اور میری خواہش ہوتی ہے کہ کاش میرا کوئی مرید اسے دیکھ لے تاکہ اس بارے میں وہ بھی یونہی کرے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مجھے سوتا دیکھ کر وہ لوگ بھی اس وقت سو جائیں گے جو میری پیروی کرتے ہیں جب میں بھی رات کو سوتا ہوں گا اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ میں خود اس کام کی مخالفت کرتا ہوں جس کے بارے میں انہیں کہتا ہوں چنانچہ میرے قدم پر چلتے ہیں خواہ اپنے دلوں ہی میں اور وہ یہ کہیں گے کہ شیخ ہمیں تورات کے نفلوں کا حکم کرتا ہے اور خود سویا رہتا ہے، ہمیں تو دنیا کو دور رکھنے کا حکم دیتا ہے اور خود اسے جمع کرتا ہے، ہمیں دنیا سے بے تعلقی کا حکم دیتا ہے لیکن ہمیں اسے نکالنے کا حکم دیتا اور صدقہ کرنے کو کہتا ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ان میں سے کوئی کام بھی نہیں کرتا۔

اس کے برعکس جب، شیخ خود دنیا سے بے تعلق ہو اور اسے خرچ کرے یا ان کے سامنے صدقہ میں دے تو کئی مرتبہ وہ اس کی پیروی کریں گے۔

پھر اللہ کی قسم! کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ میں دنیا اور قمیص صدقہ کر دیتا ہوں حالانکہ خود مجھے اس کی اس سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے، یہ کام صرف بھائیوں کو خوش رکھنے کے لئے کرتا ہوں تاکہ وہ ہاتھوں میں بخیلی سے بچیں، اسے میں اپنی ذات کے فائدے سے پہلے سمجھتا ہوں تو اسے ذہن نشین کر کے اس پر عمل کرو، اللہ تمہیں ہدایت دے کیونکہ ''نیک لوگوں کا والی وہی ہے۔''

❁ امام بخاری و مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے یہ مرفوع حدیث نقل کی ہے ''جو شخص پاکیزہ کمائی میں سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ پاکیزہ چیزیں ہی قبول فرماتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے داہنے ہاتھ سے قبول فرمائے گا (خوش ہو کر) اور صدقہ والے کے لئے اسے یوں بڑھاتا جائے گا جیسے تم میں سے کوئی اپنے بچھیرے کو پالتا ہے، آخر وہ پہاڑ جتنا ہو جائے گا۔''

❁ ابن خزیمہ کی ایک روایت میں ہے ''آدمی جب پاک چیز کا صدقہ دیتا ہے تو اللہ اس سے اسے قبول فرما لیتا ہے اور داہنے ہاتھ میں لیتا ہے پھر اسے یوں بڑھاتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے بچھیرے یا اونٹ کے بچے کو پالتا ہے یونہی آدمی لقمہ صدقہ کرتا ہے تو وہ صدقہ اللہ کے ہاتھ (یا فرمایا ہتھیلی) میں (قبضے میں) پہاڑ جتنا ہو جاتا ہے لہٰذا صدقہ دیا کرو۔''

مسلم اور ترمذی نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ''صدقہ کی وجہ سے مال گھٹتا نہیں۔''

❁ امام ترمذی نے روایت کی ہے ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ صحابہ نے بکری ذبح کی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس میں سے کیا بچا ہے؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ صرف ایک کندھا بچا ہے، اس پر فرمایا کہ کندھے کے علاوہ سب بچ گیا ہے۔'' (کیونکہ صدقہ کام آئے گا چنانچہ اسے بچ گیا فرمایا۔)

❁ امام مسلم رحمہ اللہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''آدمی میرا مال، میرا مال کہتا ہے حالانکہ اس کے مال میں سے صرف وہ ہوتا ہے جو اس نے کھا کر فنا کر دیا یا پہن کر بوسیدہ کر دیا یا کسی کو صدقہ کے طور پر دیا تو اسے بچا لیا اور اس کے علاوہ چلا جانے والا مال ہے جسے وہ لوگوں کے لئے چھوڑ جاتا ہے۔''

صدقہ کی ایک فضیلت

❁ حضرت ابویعلیٰ نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ''صدقہ گناہوں کو یوں بجھا دیتا ہے جیسے گویا آگ کو پانی۔''

❁ امام ترمذی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں لکھا ہے ''صدقہ خواہ تھوڑا سا بھی ہو، اللہ کی ناراضگی کو یوں روک دیتا ہے اور بری موت سے بچاؤ کرتا ہے۔''

❁ ایک اور روایت میں ہے ''اللہ تعالیٰ صدقہ کے ذریعے بری موت والوں کو ستر دروازوں سے دھکیل دیتا ہے۔''

قیامت میں صدقہ کا سایہ

❁ امام احمد، ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم نے یہ مرفوع حدیث بیان کی ہے ''ہر شخص لوگوں کے فیصلے

ہونے تک اپنے صدقہ کے سائے میں ہوگا۔“

شوقِ صدقہ

❁ یزید بن حبیب کہتے ہیں کہ حضرت ابو مرہ عبدری رحمہ اللہ کوئی دن خالی چھوڑے بغیر روزانہ صدقہ کیا کرتے خواہ روٹی کا ٹکڑا ہوتا یا پیاز۔

❁ ابن خزیمہ کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت یزید بن عبداللہ رحمہ اللہ وہ پہلے مصری شخص ہیں جو مصر کی مسجد میں داخل ہوئے چنانچہ جب بھی مسجد میں داخل ہوتے تو آستین میں صدقہ کا مال ہوتا یا پیسے، یا گندم یا پھر روٹی ہوئی بلکہ کبھی پیاز اٹھا لے جاتے اور جب آپ سے کہا جاتا کہ اس سے آپ کے کپڑے بدبودار ہوں گے تو آپ فرماتے کہ صدقہ کے لئے گھر میں مجھے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ملا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ”قیامت کے دن مومن پر صدقہ کا سایہ ہوگا۔“

❁ امام بیہقی اور طبرانی نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ”صدقہ، صدقہ دینے والوں سے قبروں کی گرمی کو دور کر دیتا ہے۔“

صدقہ سے شیطانوں کے جبڑے ٹوٹ جاتے ہیں

❁ امام احمد، بزاز، طبرانی اور ابن خزیمہ نے یہ مرفوع حدیث دی ہے ”جب بھی کوئی شخص کچھ صدقہ دیتا ہے تو اس کی وجہ سے ستر شیطانوں کے جبڑے ٹوٹ جاتے ہیں۔“

بیہقی کی روایت میں یہ زیادہ ملتا ہے ”صدقہ برائی کے ستر دروازے بند کر دیتا ہے۔“

بیہقی ہی نے یہ مرفوع حدیث بھی لکھی ہے ”صدقہ جلدی سے دیا کرو کیونکہ مصیبت، صدقہ سے آگے نہیں جاتی۔“

اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں۔ واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 65

ممکن ہو تو تھوڑا سا صدقہ ضرور دو

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ہاتھ آنے والی کسی بھی شے کا صدقہ کریں اور کسی شے کو مقرر نہ کر لیں کیونکہ اس سے پہلے اس جیسی کئی حدیثیں آ چکی ہیں کہ ”اللہ اس صدقہ کو داہنے ہاتھ سے قبول کرتا ہے پھر اسے یوں بڑھاتا ہے جیسے تم

میں سے کوئی بچھیرے یا اونٹنی کے بچے کی پرورش کرتا ہے۔'' اور اس لئے بھی کہ آگے کئی حدیثیں آ رہی ہیں۔

اس ہدایت سے کافی لوگ ناواقف ہیں چنانچہ انہیں کھجور، لقمہ یا کشمش دینے میں شرم آتی ہے اور یہ طبیعت میں ہوتی ہے، شریعت میں نہیں ہوتی، برائی تو صرف اسے دی جاتی ہے جو بخیلی کی وجہ سے زیادہ صدقہ نہیں دیا کرتا، رہا وہ شخص جو بھوک اور ملنے والی تھوڑی چیز کے ہوتے ہوئے جو کچھ ملے، صدقہ کر دے تو اسے ثواب ہوگا، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کی طرف سے ایک درہم کسی دوسرے کے ہزار درہم سے بڑھ جاتا ہے جیسے آگے آئے گا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''حیثیت والے کو اپنی حیثیت کے مطابق صدقہ دینا چاہئے اور جس کے رزق میں تنگی آ جائے تو اسے اللہ کے دیئے میں سے خرچ کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ کسی پر دیئے سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔'' لہٰذا اے بھائی! دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو کتنی سہولت دے رکھی ہے کہ انہیں ضرورت ہونے کی صورت میں صدقہ دینے کا حکم نہیں دیا بلکہ انہیں اس سے منع کیا ہے کیونکہ ہر وہ شخص جو اپنی طاقت سے زیادہ خرچ کرے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اس کا دل اس کا دھیان کرے گا، پھر وہ دینے پر شرمسار ہوگا چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ ''ہم انبیاء علیہم السلام کا گروہ کسی بھی تکلف سے بچے ہوتے ہیں۔'' اسے ذہن نشین کرلو۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انگور کا ایک دانہ صدقہ کیا، یوں لگا کہ سائل نے اسے تھوڑا جانا، آپ نے فرمایا تجھے کیا ہوا کہ سمجھتے نہیں ہو؟ اس میں کتنے ہی مثقال ذرے پائے جاتے ہیں اور قرآن کریم میں آتا ہے کہ ''جو مثقال بھر ذرے بھلائی کرے تو اسے دیکھ لے گا۔'' واللہ علیم حکیم۔

❁ حضرت ابوداؤد، ابن خزیمہ اور حاکم نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کونسا صدقہ سب سے زیادہ مرتبہ والا ہے؟ تو فرمایا ''وہ جس میں قلیل مال والا کوشش کرتا ہے اور یہ اس سے شروع کرو جس کا کھانا دانہ تمہارے ذمے ہے۔''

❁ امام نسائی، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں لکھا ہے جبکہ الفاظ حاکم کے ہیں، حدیث مرفوع ہے ''ایک درہم، ایک لاکھ سے آگے بڑھ گیا، اس پر ایک آدمی نے عرض کی، یارسول اللہ! یہ کیسے؟ فرمایا ایک ایسا شخص ہو جس کے ہاتھ بہت سا مال ہو، وہ اپنے مال سے ایک لاکھ درہم لے کر صدقہ کر دے اور دوسرا وہ جس کے پاس صرف دو درہم ہیں جن میں سے ایک لے کر اس نے صدقہ کر دیا۔''

❁ امام ترمذی اور ابن خزیمہ نے بتایا کہ حضرت ام بجید رضی اللہ عنہا نے عرض کی یارسول اللہ! کوئی مسکین میرے دروازے پر آ کر کھڑا ہو جائے اور میرے پاس اسے دینے کے لئے کچھ نہ ہو (تو کیا کروں؟) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ''اگر تمہیں صرف گوشت اترا ہوا کھر ہی مل جائے تو اسے وہی دے دو۔''

❁ ابن حبان نے اپنی صحیح میں مرفوع حدیث دی ہوئی ہے کہ ''بنو اسرائیل کے کسی شخص نے عبادت کی تو ساٹھ سال تک اپنے گرجا میں عبادت کرتا رہا، زمین پر بارش ہوئی اور وہ سرسبز ہوگئی، راہب نے اوپر سے جھانک کر دیکھا اور کہا کاش میں نیچے اترتا اور اللہ کا ذکر کرتا تو مجھے زیادہ بھلائی ملتی، وہ اترا تو اس کے پاس ایک یا دو روٹیاں تھیں۔ ابھی وہ اسی زمین پر تھا کہ اسے ایک عورت ملی، وہ دیر تک اس کے ساتھ گفتگو کرتا رہا اور وہ اس سے کرتی رہی، آخرکار اس نے اس

سے ہمبستری کر لی، اس پر غشی طاری ہو گئی، وہ نہانے کے لئے کنوئیں میں اترا تو ایک سوالی آ گیا، جس کے لئے اس نے دو روٹیوں کی طرف اشارہ کیا کہ پکڑ لو، پھر مر گیا چنانچہ اس کی ساٹھ سالہ عبادت زانی عورت کی نیکیوں کے ساتھ تولی گئی تو اس عورت کی نیکیاں بڑھ گئیں پھر اس کی ایک یا دو روٹیوں کو اس کی نیکیوں کے ساتھ تولا گیا تو اس کی نیکیاں بڑھ گئیں چنانچہ اسے بخش دیا گیا۔"

امام بیہقی کے مطابق حضرت علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما بتاتے ہیں کہ ایک راہب کسی عورت کے پاس ٹھہرا اور چھ راتوں میں اس سے ہمبستر ہوتا رہا اور ذلیل ہونے پر بھاگ کر ایک مسجد میں گیا اور تین دن تک کچھ کھائے پیئے بغیر وہیں ٹھہرا رہا، اتنے میں ایک روٹی آئی جسے توڑ کر اس نے آدھی روٹی اپنی دائیں طرف والے ایک فقیر کو دے دی جبکہ دوسری آدھی بائیں جانب والے کو دے دی، اسی دوران اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف موت کا فرشتہ بھیج دیا جس نے اس کی روح قبض کر لی چنانچہ اس کی ساٹھ سال کی عبادت ایک ہتھیلی پر رکھ دی گئی جبکہ چھ راتیں دوسری ہتھیلی پر رکھ دی گئیں جس پر وہ چھ راتیں وزنی نکلیں پھر روٹی رکھی گئی تو وہ ساٹھ سالہ عبادت سے بڑھ گئی۔

❁ امام بیہقی نے یہ مرفوع روایت دے ہے "پورا محتاج شخص وہ ہوتا ہے جس کے پاس مال تو ہو لیکن وہ اس میں سے کچھ آگے نہ بھیجے۔" یعنی اس میں سے کچھ بھی صدقہ نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 66

اچھے مال سے صدقہ دینا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اس مال میں سے صدقہ دیا کریں جسے اچھا جانتے ہیں کیونکہ یوں اللہ تعالیٰ کا ادب ہو گا اور اللہ کے اس فرمان پر عمل ہو سکے گا کہ "تم اس وقت تک نیکی حاصل نہیں کر سکو گے جب تک پسند کے مال سے خرچ نہ کرو۔"

ہم یہ تو چاہتے ہیں کہ اللہ کے ہاں نیکی حاصل کرنے کا مقام پا لیں لیکن گھٹیا مقام لینا نہیں چاہتے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس میں ہمارے لئے ظلم ہو گا اور اللہ سے دور ہوں گے۔

اس ہدایت پر عمل وہی لوگ کر سکتے ہیں جو کامل ہیں جن کے ذہنوں میں بارگاہِ الٰہی کے اندر حاضری کا خیال رہتا ہے۔

ہمیں یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ کوئی آواز دینے والا قیامت کے دن آواز دے رہا ہو گا کہ "سنو! جس نے اللہ کی خاطر کسی کو کچھ دیا تھا، وہ اسے لے آئے چنانچہ ایک شخص بوسیدہ کپڑے اور روٹی کا خشک ٹکڑا لائے گا اور ایسے کام دکھائے گا جو اس نے نفس کے خلاف کئے تھے۔ پھر وہ دوبارہ آواز دے گا کہ جس نے اللہ کے علاوہ کسی کو کچھ دیا تھا، اسے لے آئے

چنانچہ ایک شخص فخر والے کپڑے لائے گا، ستھرے کھانے لائے گا اور ایسے کام لا دکھائے گا جو نفسانی خواہش والے تھے۔ اس پر اس کی حالت یہ ہوگی کہ مارے شرم کے پگھلنے کے قریب ہوگا اور اس کے چہرے کا گوشت گر جائے گا۔

حاصل یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ اللہ کا معاملہ اس کے مطابق ہوتا ہے جو اسے پہلے معلوم تھا، زیادہ تھا تو زیادہ اور کم تھا تو کم۔

اے بھائی! اگر تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ درست رکھنا چاہتے ہو تو یہ کسی شیخ کے ہاتھوں سے ممکن ہوگا لیکن اگر تم میرے کہنے کے مطابق نہ کر سکو گے تو معاملہ کبھی بھی صاف نہیں ہوگا جیسے اللہ کے بنائے مالدار لوگوں سے فقیر مانگتے ہیں کہ انہیں روٹی یا درہم دیں تو وہ نہیں دیتے، وہ فقیر ہزار یا اس سے بھی زیادہ کے پاس جاتے ہیں لیکن وہ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے لیکن اگر وہ دنیا کے کسی بادشاہ کی بارگاہ میں بیٹھے ہوتے اور ان سے ذلیل انسان بادشاہ کے سر کی قسم کھا کر ایک روٹی یا ایک درہم مانگ لے تو وہ انہیں سو روٹی، سونے کے دینار یا اس سے بھی زیادہ دے دیں کیونکہ اس وقت ان کے سامنے بادشاہ کا چہرہ ہوگا تو دیکھو ان دونوں میں سے ان کے ہاں مرتبے میں کون بڑا ہوگا، اللہ یا وہ بادشاہ؟ لہٰذا اے بھائی! اپنے ایمان کی خامی اور اللہ کی تعظیم میں کمی پر نظر کرو، توبہ کرو اور کامل ایمان کی سلامتی کے لئے اللہ کی گواہی دو کیونکہ اللہ تعالیٰ بندے کے ساتھ وہی معاملہ کرتا ہے جو اس کے دل میں تعظیم وغیرہ کی صورت میں ہوتا ہے۔

اگر کوئی انسان یہ کہہ دے کہ میرے نزدیک بادشاہ، اللہ سے زیادہ بزرگ ہے تو شریعت کا حکم یہ ہوگا کہ اسے بری طرح سے قتل کیا جائے کیونکہ وہ ایمان کے بعد کافر ہوا ہوگا لہٰذا اس پر نظر رکھو۔'' اللہ سیدھی راہ صرف اسے دکھایا کرتا ہے جس کے بارے میں وہ چاہتا ہے۔''

❁ امام ابو داؤد، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں لکھا ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ عصا ہاتھ میں لئے نکلے، دیکھا تو ایک آدمی نے کھجور کا گچھا لٹکا رکھا تھا، وہ اس پر نیزہ مار رہا تھا کہ'' کاش اسے صدقہ کرنے والا اس سے بہتر چیز دیتا، اب قیامت کے دن وہ اسی گچھے کو کھائے گا۔''

❁ ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں یہ مرفوع حدیث دی ہے ''بہترین صدقہ وہ ہوتا ہے جو صدقہ لینے والے کو مالدار بنا دے، اوپر والا ہاتھ (صدقہ دینے والا) نچلے سے بہتر ہوتا ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 67

چھپا کر صدقہ دینا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے فرض صدقات کی بجائے مستحب صدقات کو اجر و ثواب کے لئے نہیں بلکہ

اللہ کا حکم مانتے ہوئے نماز کی طرح چھپائے رکھیں، ہاں وہ نماز نہیں جس میں جماعت کرنا سنت ہے کیونکہ صاحب شریعت ﷺ نے اس ثواب کا وعدہ کر رکھا ہے اور آپ وعدہ خلافی نہیں کیا کرتے، نہ ہی اچھے کام کرنے والوں کا اجر ضائع فرماتے ہیں، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اللہ کے رسول سے فضل و احسان والے اجر کا مطالبہ کر سکتے ہیں اور اس میں آدمی کے لئے کوئی حرج نہیں کیونکہ کوئی غلام اپنے آقا کے فضل سے بے نیاز نہیں رہ سکتا خواہ اطاعت کرتا ہو یا مجبور ہو۔

یہ بھی یاد رکھو کہ شارع علیہ السلام نے لوگوں کو چھپا کر صدقہ دینے کا حکم صرف اس لئے دیا ہے کہ ان کے دل میں مال و دولت اور اسے خرچ کرنے کی محبت کا پتہ چل سکے اور کہا جائے کہ وہ کسی کو کچھ دے کر کبھی خاموش نہیں رہ سکے گا کیونکہ مال اس کے نزدیک بڑی چیز ہے اور اگر وہ راہ پر چلتا تو اس کی طرف سے صدقہ کے طور پر ہزار دینار نکالنا انگور کے ایک دانے کے برابر ہی ہوتا، ہم نے آج تک کبھی بھی ایسا شخص نہیں دیکھا جو انگور کا ایک دانہ دے کر مجلسوں میں اس کا ذکر کرے اور فخر کرتا پھرے کیونکہ اس کے ہاں اس دانے کی کوئی اہمیت نہیں ہوگی، یونہی فقیر کے پاس ہزار دینار ہو اور وہ اسے صدقہ کر دے تو اس کی وجہ سے محفلیں نہیں لگائے گا اور نہ ہی کبھی محفلوں میں اس کا ذکر کرے گا حالانکہ فقیر کو صرف اس لئے فقیر کہا گیا ہے کہ وہ اللہ کے ساتھ مل کر کسی شے کا مالک نہیں ہوتا لہٰذا اس کا نفس اس چیز کو کب دیکھے گا جو اس کی ہے ہی نہیں چنانچہ حدیث پاک میں ہے "پوری دنیا اللہ کے ہاں مچھر کے پر کے برابر حیثیت بھی نہیں رکھتی۔" تو اس چیز کا کیا اندازہ ہوگا جو خاص طور پر اس میں سے اس فقیر کے حصے میں آئے گی جب اسے ذرہ ذرہ کر دیا جائے اور وہ بادشاہوں سے لے کر بازاروں تک پھیل جائیں چنانچہ ایک سچا فقیر اس بارے میں اللہ سے حیاء کرتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو فقیروں سے بڑھائے خواہ پوری دنیا کو خرچ کر ڈالے اور خیال کرے کہ وہ سب کچھ کا مالک ہے کیونکہ وہ اسے مچھر کے پر کے برابر دیکھتا ہے اور یہ بات کہ "وہ فقیر دنیا کو مچھر کے پر کے برابر دیکھتا ہے۔" ہم نے اللہ کے ساتھ اس ادب کی وجہ سے نہیں کہی کہ کہیں بندہ کسی ایک صفت میں اپنے رب کے ساتھ شریک نہ ہو جائے چنانچہ ہم نے کجناح (پر کی طرح) کہا ہے جس میں "ک" کا حرف تشبیہ (ایک شے کو دوسری شے کی طرح بنانا) موجود ہے۔ اسے ذہن نشین کر لو جس سے ٹھوس طریقے سے معلوم ہوا کہ جو شخص اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے، وہ کسی راہنما شیخ کے طریقے پر چلے جو اسے دنیا کی چاہت اور محبت سے نکال کر دنیا سے بے تعلقی کا طریقہ سکھائے ورنہ لازمی طور پر وہ چھپا کر صدقہ دینے کو اچھا نہیں سمجھے گا بلکہ اسے ظاہر کرے گا کیونکہ وہ اسے عظیم جانتا اور اس سے محبت رکھتا ہے جبکہ اللہ سے جاہل ہے کیونکہ اللہ کے ساتھ معاملہ وہی کرتا ہے جو اللہ کی عظمت و بزرگی کو جانتا ہوتا ہے۔

مالداروں میں سے ایک شخص میرا مرید ہوا تو میں نے اسے وہ حدیثیں بتائیں جو چھپا کر صدقہ دینے کے بارے میں آئی ہیں جس پر اس نے کہا آج سے میں توبہ کرتا ہوں، آئندہ کوئی صدقہ دکھا کر نہیں دوں گا اور لینے والے پر احسان بھی نہیں جتلاؤں گا۔"

میں نے اس سے کہا کہ یہ کام شیخ کے طریقے پر چلنے کے بغیر نہ ہو سکے گا، اس پر بولا کہ اب یہ بات یقینی طور پر میری سمجھ میں آ گئی ہے چنانچہ خفیہ طور پر میں نے اس کی طرف ایک فقیر بھیجا اور اسے سمجھا دیا کہ اس سے صرف ایک دینار مانگو اور صرف رات ہی کو مانگو یا وہاں مانگو جہاں کوئی بھی دیکھتا نہ ہو چنانچہ اس کے مانگنے پر اس نے اسے ایک دینار دے دیا

تاہم شیطان بار بار اس کے دل میں اسے ظاہر کرنے کا خیال پیدا کرتا رہا، آخر کار وہ میرے پاس آیا اور اس دور میں صدقہ کے ضرورت مند لوگوں کا ذکر زور دے کر کرتا رہا، اسی دوران میرے پاس وہ فقیر آیا اور کہنے لگا کہ فلاں فقیر ضرورت مند ہے، اس کے بارے میں پتہ چلا کہ وہ فلاں تاجر کے پاس گیا تھا جس سے ایک دینار مانگا تو اس نے دے دیا، پھر شیطان اس کے پیچھے پڑ گیا تو آخر کار اس نے میرے پاس اس کا ذکر کر دیا اور کہنے لگا اے آقا! میں نے صرف اس لئے اس کا ذکر کیا ہے کہ آپ سے کچھ چھپایا نہیں کرتا تو دیکھو شیطان نے اسے چھپے صدقے سے کیسے نکالا اور اس کے دل میں ڈالا کہ وہ نہایت ستھرا ہے اور اس نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ مجھ سے اپنی کوئی بھی حالت چھپایا نہیں کرتا لیکن اگر میں اسے کہتا کہ مجھے اپنے پاس موجود دنیا کے مال کی گنتی بتا دو تو کبھی نہ بتاتا تو بخدا سچائی سونے سے زیادہ قیمتی ہوتی ہے لیکن اگر وہ کسی شیخ کے ذریعے فقیروں کے طریقے کی جان پہچان کرتا تو اسے اس شے کو ظاہر کرنے کی بجائے آگ میں جانا زیادہ پسند ہوتا جسے اللہ نے چھپانے کا حکم دیا ہے۔

میں بتاتا ہوں ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ ایک شخص نے چالیس سال تک روزے رکھے اور کسی کو پتہ نہ چل سکا جس پر شیطان اس کے پیچھے پڑ گیا اور اسے آگے بتلانے پر مجبور کر دیا اور وہ یوں کہ ابلیس ایک قصاب کے پاس فقیرانہ شکل میں گیا، گردن میں تسبیح تھی اور کندھے پر جائے نماز تھا، اس نے قصاب سے کہا کہ مجھے گوشت کا یہ نمکین سا ٹکڑا دے دو کیونکہ میں تین دن ہوئے، روزے سے ہوں، وہ بار بار یوں ہی کہتا رہا اور آخر کار اس عبادت گزار کے دل میں روزہ ظاہر کرنے کا خیال پیدا ہو گیا اور کہنے لگا، اپنا روزہ چھپائے رکھو کہ تمہارے لئے بہتر ہو گا کیونکہ میں تو چالیس سال سے روزے رکھ رہا ہوں مگر کسی کو پتہ نہیں چل سکا۔

اس پر ابلیس نے کہا کہ میں ابلیس ہوں، مجھے صرف اس حد تک گوشت کی ضرورت تھی کہ تمہیں روزہ ظاہر کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔

پھر شیطان نے کہا تم نے مجھ سے یہ کیوں کہا ہے کہ اپنا روزہ چھپاؤ، تمہارے لئے بہتر ہو گا حالانکہ خود تم نے تو ظاہر کر دیا ہے۔

اس پر وہ عبادت گذار شرمندہ ہوا اور شیطان اسے چھوڑ گیا۔

یاد رکھو، میں نے عمر بھر میں بہت مرتبہ چھپا کر صدقہ دیتے کسی کو نہیں دیکھا، صرف ہمارے شیخ، شیخ الاسلام زکریا رحمہ اللہ (شارح البھجہ) اور شیخ شہاب الدین بن شلبی حنفی چھپا کر دیتے تھے، وہ اپنے صدقہ میں سے ذرہ بھر بھی ظاہر نہیں کرتے تھے۔

سید گھرانے کا ایک شخص ہمارے شیخ، شیخ الاسلام زکریا کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ اے میرے آقا! لوگوں نے گذشتہ رات میری پگڑی چھین لی ہے تو آپ مجھے اس کی قیمت دے دیجئے، آپ نے اسے ایک پیسہ دیا تو اس نے واپس کر دیا اور شیخ نے لے لیا۔ میں نے کہا کہ ایک پیسہ اس کے لئے کافی نہیں ہو گا۔ انہوں نے کہا گناہ تو اسی کو ہو گا جو لوگوں کے سامنے دکھا رہا ہے جبکہ اللہ نے مجھے چھپا کر دینے کا حکم دے رکھا ہے لہٰذا میں کسی بھی شخص کے پاس اسے ظاہر

نہیں کروں گا۔ اگر یہ اس وقت میرے پاس آتا جب کوئی نہ ہوتا تو میں اس کے نانا جان ﷺ کی وجہ سے پگڑی کی قیمت یا اس سے بھی زیادہ دے دیتا۔

اس کے بعد میں اس سید زادے سے ملا اور بتایا کہ شیخ نے تمہارے بارے میں یوں کہا ہے۔ اس نے کہا کہ شیخ نے رات ہی کو پگڑی بھیج دی تھی اور وہ یہی ہے جو میرے سر پر دیکھ رہے ہو۔

یونہی ہمیں سیدی علی نبتیتی بن جمال رحمہ اللہ کے بارے میں پتہ چلا ہے کہ سمندری راستے سے مکہ میں ہر سال سو اونٹ گندم اور چاول وغیرہ بھیجا کرتے تھے جبکہ خود حاجیوں کے ساتھ خشکی کا سفر کرتے تھے پھر اسے صفا مروہ کے درمیان بیٹھ کر بیچا کرتے، اور لوگوں کے مقابلے میں زیادہ قیمت بتاتے اور دیکھا کرتے چنانچہ جو شخص مہنگے داموں بھی خریدنا چاہتا تو پہچان لیتے کہ وہ ضرورت مند ہے لہٰذا اسے بلا قیمت دے کر چھپانے کو کہتے جس سے اہل مکہ میں سے بہت سے لوگوں کو پتہ چل گیا کہ وہ یونہی دیا کرتے ہیں، آخر ایک سال انہوں نے کسی سے ایک درہم بھی نہ لیا۔ اس پر آپ سے کہا گیا اگر لوگوں کو بلا قیمت ہی دینا ضروری ہے تو آپ اسے صدقہ کر دیں، آپ نے فرمایا کہ صدقہ کرنے کی بجائے بیع کرنا زیادہ پردہ بنتا ہے۔

یونہی آپ کپڑے تقسیم کرتے وقت کیا کرتے اور لینے والے کو چھپانے کا حکم دیتے چنانچہ جو بھی کپڑے کی بات کر دیتا تو اس سے منگوا لیتے اور کہہ دیتے اے بیٹے! ہم نے غلطی سے دے دیا ہے، یہ کپڑا تو کسی اور کا تھا اور یوں وہ اس کے بعد کبھی بات نہ کرتا۔

میرے بھائی افضل الدین رحمہ اللہ اپنے مریدوں سے صدقہ اکٹھا کر کے فقیروں کے لئے اپنے پاس جمع کر لیتے اور ان سے کہتے کہ کچھ تاجروں نے تمہارے نام پر کچھ سونا چاندی مجھے بھیجا ہے کہ تم میں بانٹ دوں اور پھر کئی گنا اپنی طرف سے اس میں ملا کر ان میں یوں بانٹا کرتے کہ کسی کو پتہ نہ چل سکتا۔ اگر میں نے انہیں ایسا کرتے ان کی لاعلمی میں دیکھا نہ ہوتا تو وہ مجھے کبھی نہ بتاتے لیکن جو لوگ ان کے مقام سے ناواقف تھے، وہ آپ پر یہ تہمت لگاتے تھے کہ انہوں نے فقیروں کے مال سے اپنے لئے رکھ لینا ہوتا ہے اور جب یہ بات ان تک پہنچتی تو ہنس دیتے اور اپنی طرف سے کچھ جواب نہ دیتے چنانچہ اے بھائی! ایسے شیخ لوگوں کی ہدایت پر چلو تاکہ دوگنا ثواب اور اللہ کی رضا مل سکے۔ اللہ تمہیں ہدایت دے "کیونکہ صالحین کو ہدایت وہی دیتا ہے۔"

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوع حدیث یہ لکھی ہے "سات وہ شخص ہوں گے جنہیں اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں رکھے گا جس دن اس کے سائے کے علاوہ اور کوئی سایہ نہ ہو گا چنانچہ ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ایک وہ مرد ہے جو صدقہ دیتے وقت چھپایا کرے اور وہ یوں کہ بائیں ہاتھ کو پتہ نہ چل سکے کہ دائیں نے کیا دیا ہے۔"

❁ ترمذی اور بیہقی نے یہ مرفوع حدیث دی ہے "جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو وہ کانپتی تھی، اس میں اس نے پہاڑ گاڑ دیئے تو وہ ٹھہر گئی چنانچہ فرشتے پہاڑوں کی اس سختی پر تعجب کرنے لگے چنانچہ پوچھا اے ہمارے پروردگار! کیا تو نے پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت پیدا کی ہے؟ فرمایا ہاں، وہ لوہا ہے، پھر پوچھا کیا اس سے بھی کوئی زیادہ سخت چیز پیدا کی ہے؟ فرمایا ہاں آگ، پوچھا کیا آگ سے زیادہ سخت بھی کوئی چیز پیدا کی ہے؟ فرمایا پانی، پھر پوچھا کیا پانی سے بھی

کوئی اور چیز سخت پیدا کی ہے؟ فرمایا ہوا۔ پوچھا کیا ہوا سے بھی کوئی سخت شے پیدا کی ہے؟ فرمایا ابنِ آدم کہ جب وہ صدقہ دیا کرتا ہے تو بائیں ہاتھ کو بھی پتہ چلنے نہیں دیتا۔''

❁ امام طبرانی نے یہ حدیث دی ہے ''چھپا کر صدقہ دینا، اللہ کے غضب کو روک دیتا ہے۔''

❁ امام احمد اور طبرانی نے یہ مرفوع حدیث بتائی ہے ''سب سے زیادہ افضل صدقہ وہ ہے جو فقیر یا درویش کو چپکے سے دیا جائے اور پھر یہ آیت پڑھی ''اگر تم صدقات کو چھپا رکھو تو یہ اچھی بات ہے اور اگر انہیں چھپاؤ اور فقیروں کو دو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔''

❁ ابوداؤد اور ابن خزیمہ نے مرفوعاً لکھا ہے تین شخصوں سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے، پھر ان میں سے اس مرد کا ذکر کیا جو کسی قوم کے پاس جا کر اللہ کے نام پر مانگے، اپنے اور ان کے درمیان کسی رشتہ داری کی بنا پر نہ مانگے اور وہ انکار کر دیں تو پیچھے رہ جانے والا ایک آدمی اسے چھپا کر یوں دے کہ اس کے اس عطیہ کو خدا ہی جانتا ہو۔'' (الحدیث) واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 68

ضرورت مندوں کو قرض دینا

رسولِ اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم قرض مانگنے والے ہر ضرورت مند کو قرض دے دیا کریں خواہ اس کا برتاؤ اچھا مشہور ہو یا نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''اللہ کو اچھا قرض دو'' اور جو شخص اللہ کو قرض دیتا ہے، وہ مخلوق سے اس کا بدلہ نہیں مانگے گا۔''

میرے بھائی! یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اللہ نے قرض دینے کا حکم صرف مالداروں کو فرمایا ہے چنانچہ وہی لوگ ہیں جو اللہ کے خطاب کا مزہ محسوس کرتے ہیں کیونکہ وہ ان سے فرماتا ہے ''قرض دو'' رہے فقیر لوگ تو وہ اس مزے اور اجر سے رہ جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے اولیاء تجارت، زراعت اور کسی ہنر کے ذریعے محنت سے کماتے ہیں تاکہ اللہ کے خطاب کا مزہ لے سکیں، ثواب وغیرہ نہیں چاہتے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''کچھ بندے ہیں کہ انہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کی یاد سے روک نہیں سکتی اور نہ نماز اور زکوٰۃ دینے سے روکتی ہے۔'' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ''مرد'' کہا ہے کیونکہ وہ اپنا کمایا کھاتے ہیں اور جو اپنی ضرورت سے زیادہ ہوتا ہے، اسے لوگوں کو قرض دے دیتے ہیں جس سے مراد یہ ہے کہ جس کا کاروبار نہیں ہوتا اور لوگ اس پر خرچ کرتے رہتے ہیں تو وہ عورتوں کی جنس سے ہوا خواہ اس کی داڑھی بڑی ہو، تسبیح، مصلے والا ہو، شملہ والا ہو، گودڑی والا ہو اور حکمرانوں کے ہاں سفارشیں وغیرہ کرنے والا ہو لیکن ''مرد'' ہونے میں شمار نہ ہوگا اور

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''مرد'' عورتوں کے مقابلے میں مضبوط ہوتے ہیں۔''

یہ بھی ذہن میں رکھو کہ ہمارے بتانے کے مطابق اللہ کے خطاب سے مزے کی خواہش کرنا اس کے لئے اچھا جانا جاتا ہے جب لینے والا مرتبہ میں اس سے کم ہو ورنہ اللہ کے کچھ مرد ایسے ہیں جو اللہ کے خطاب کا مزہ پانے سے توبہ کرتے ہیں اور شکر کرنا چاہتے ہیں کیونکہ جو اللہ کے فرمان سے لذت حاصل کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو وہ لذت کا بندہ ہوگا، اللہ کا بندہ نہ ہوگا۔

میرے بھائی افضل الدین رحمہ اللہ نے بتایا کہ وہ کئی سال تک رات کو نفل پڑھتے رہے حالانکہ اسے کوئی نہیں جانتا تھا۔ وہ کہتے ہیں مجھے خیال آیا کہ میں یہ کام نہایت خلوص سے کر رہا ہوں چنانچہ ہاتف نے آواز دی تم تو صرف اس لئے نفل پڑھتے ہو کہ اس میں تجھے اس وقت لذت ملتی ہے جب تم اللہ سے سرگوشی کرتے ہو اور اگر یہ نہ ہو تو تم اللہ کی واجب عبادت کے لئے بھی کھڑے نہ ہوا کرو چنانچہ میں نے استغفار کیا اور اس مزہ لینے سے باز آیا، مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ لذت میرے خلوص میں نقص پیدا کرتی ہے۔ فالحمد للّٰہ رب العالمین۔ اس سے معلوم ہوا کہ کونے میں رہنے والے شیخ کے لئے تاجر ہونا اور کاشتکار ہونا نقصان نہیں دیتا بلکہ یہ تو اس کا کمال گنا جاتا ہے لہٰذا اے بھائی تم کسی فقیر پر تجارت، زراعت اور آخری عمر میں لوگوں کے ساتھ معاملہ کے بارے میں اعتراض کرنے سے باز آؤ اور یہ بھی کہنے سے رکو کہ فلاں شخص پہلی عمر میں نیک لوگوں میں شامل تھا اور عمر ختم ہوتے وقت دنیا اور اس کی خواہشوں سے پیار کرنے لگا ہے حالانکہ ان سے اور دنیا والوں سے تعلق نہیں رکھا کرتا تھا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس فقیر کا مقصد وہ ہو جو ہم نے کہا ہے یا اس کے علاوہ نیک نیتی ہو کیونکہ کامل لوگوں کی دنیا سے بے تعلقی یہ نہیں کہ دونوں ہاتھ دنیا کے مال سے خالی ہوں، ہاں دل خالی ہونا چاہئے اور انہیں کامل مقام، صرف ان چیزوں سے بے تعلقی پر ملتا ہے جو ان کے قبضے اور استعمال میں ہوں، ان کے اور ان کے خزانے کے درمیان کسی اور شے کا دخل نہیں ہوتا، رہا ان کا خالی ہاتھ ہوتے ہوئے دنیا سے بے تعلق ہونا تو اکثر یہ فقر کی وجہ سے ہوتا ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ اللہ کی طرف دعوت دینے والے کے لئے شرط یہ ہے کہ مکمل طور پر دنیا سے بے تعلق نہ ہو کہ اس کے ہاتھ ہی خالی ہو اور وہ اس لئے کہ وہ ضرورت کے وقت اپنی حالت اور بات کے ذریعے لوگوں سے سوال کرنے کا محتاج ہو جائے گا اور جب وہ ان سے مانگے گا تو ان کے سامنے گھٹیا ہو جائے گا اور وہ اس سے تھوڑا ہی فائدہ اٹھائیں گے، اس کے برعکس اگر وہ مالدار ہوگا تو اپنے ضرورت مند مریدوں وغیرہ کو دیا کرے گا، لیکن اگر اس کا وہ حال نہ رہے جس کی وجہ سے مریدوں کے دل میں اس کی کشش تھی تو اس کے پاس مال ہونا چاہئے جس کے ذریعے وہ انہیں اپنی طرف مائل کر سکے لیکن جس کا نہ تو کوئی حال ہو اور نہ مال تو پھر نری باتیں اسے فائدہ نہ دے سکیں گی چنانچہ حدیث میں ہے ''مومن کی عزت اس میں ہے کہ وہ لوگوں سے بے نیاز رہے اور بزرگی اس میں ہے کہ رات کو نفل پڑھا کرے۔''

شیخ عبدالرحیم بیروتی اور شیخ علی گازرونی اس دور کے وہ شیخ ہیں جنہوں نے عرصہ تک دنیا سے بے تعلق ہوتے ہوئے نفس سے جہاد کیا پھر مشائخ وقت سے دنیا کو روک کر تجارت کی لیکن لوگوں نے ان پر بدگمانی کی اور انہیں فقیروں کے دائرے سے نکال دیا ہے حالانکہ اس وقت وہ اس مرتبہ سے زیادہ کامل ہیں جو ان کا ابتداء میں تھا جیسے ہم ابھی لکھ چکے ہیں لہٰذا

اے بھائی صوفیہ یا گوٹ والے کپڑے پہننے والوں پر بدگمانی نہ کیا کرو، اللہ تمہیں ہدایت دے کیونکہ ''وہ صالحین کا والی ہے۔''

اگر تم یہ پہچان کرنا چاہتے ہو کہ اللہ کے لئے دنیا کی خواہش کرنے میں ایسا کون سچا ہے جس کی خواہش یہ ہو کہ وہ اللہ کے خطاب کا مزہ لے تو اس کی نشانی یہ ہوگی کہ وہ ضرورت مند کو کوئی شے دینے میں بخیلی نہیں کرے گا کیونکہ جو کسی شے سے محبت کرتا اور اس کا مزہ لینا چاہتا ہے تو چاہے گا کہ یہ بار بار ہو لیکن جب بہت سارے مانگنے والوں کو دیکھ کر اس کے دل میں میل آ جاتی ہے تو وہ اپنے اس دعوے میں جھوٹا ہوگا کہ وہ اللہ کے خطاب کی لذت اور لوگوں کے فائدے کے لئے دنیا سے محبت کرتا ہے۔ یہ بات ذہن میں رکھ لو۔

یہ جو ہم نے کہا ہے کہ ''بخیلی نہ کرے'' اس میں وہ شخص شمار نہیں ہوگا جو کسی شرعی حکمت کی خاطر بخل کرے اور دینے سے رک جائے کیونکہ اس کی وجہ سے اس کی سچائی میں فرق نہیں آتا۔ واللہ غفور رحیم

❁ امام احمد، ترمذی (الفاظ انہی کے ہیں) اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں لکھا ہے ''جو شخص دودھ کا عطیہ دے یا قرض کے طور پر درہم دے یا پھر راستے کی راہنمائی کرے تو اسے غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا۔''

❁ طبرانی اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے ''ہر قرض صدقہ بن جاتا ہے۔''

❁ طبرانی، ابن ماجہ اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے ''ایک شخص جنت میں گیا تو اس کے دروازے پر لکھا دیکھا کہ صدقہ کا اجر دس گنا اور قرض کا اٹھارہ گنا ملے گا۔''

کہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ صدقہ تو باطنی طور پر کبھی مالدار کے ہاتھ میں بھی جا سکتا ہے لیکن قرض تو صرف ضرورت مند ہی لیتا ہے۔ (لیکن اس دور میں احتیاط کی ضرورت ہے ۱۲ چشتی)

❁ مسلم، ابن ماجہ، ترمذی، ابو داؤد، نسائی اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو مسلمان بھی کسی کو ایک مرتبہ قرض دیتا ہے تو یوں ہوتا ہے جیسے اس نے دو مرتبہ صدقہ دیا۔'' واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 69

قرض وصول کرتے وقت مقروض کو مہلت دینا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ جب ہمیں کسی تنگدست سے دیا ہوا قرض واپس لینا ہو تو اسے ڈھیل دیں اور اس پر دباؤ نہ ڈالیں تاکہ صاحب شریعت ﷺ کا حکم مان سکیں اور انہیں راضی کر سکیں کیونکہ آپ ہمیں اسی شے کا حکم فرماتے ہیں جس میں ہمیں دنیا و آخرت کا فائدہ ملے لیکن نیت خالص ہونا ضروری ہے کیونکہ آپ نے دکھلاوا کرنے اور لوگوں کے کانوں میں ڈالنے سے روکا ہے چنانچہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم میں سے کوئی لوگوں کے سامنے قرضے کے بارے میں تنگدست سے

صرف اس لئے نرمی کرتا ہے کہ اسے سراہا جائے اور اگر وہ اللہ کے علاوہ کسی کے علم میں نہ لائے تو اس کے لئے مشکل ہوگا اور اس کام کے لئے اس کا دل تنگ ہوگا لہٰذا جو اس طرح کی بھلائی کرتا ہے، اسے دھیان رکھنا چاہئے اور اپنے آپ کو یوں ٹٹولنا چاہئے کہ ذمہ داری پوری کر سکے کیونکہ جو اس جہان میں اپنا حساب رکھتا ہے تو آخرت میں اس کا حساب آسان ہوگا اور اگر حساب ہوا تو صرف ان کاموں میں ہوگا جس میں دنیا کے اندر اس نے اپنا حساب نہ رکھا تھا۔

یہ بات ذہن میں رکھو کہ حساب سے اللہ کی مراد بندے پر اپنا حق جتلانا، اس پر اپنی فضیلت بتانا اور بردباری دکھانا ہوتا ہے ورنہ بندے کے پاس کوئی ایسی شے نہیں جو وہ اپنے آقا کو پیش کر سکے۔ اس بات کو ذہن میں رکھو اور اس پر عمل کرو، اللہ تمہیں ہدایت دے کیونکہ ''اللہ صالحین کا والی ہے۔''

❁ مسلم اور طبرانی نے مرفوعاً بتایا ہے ''جسے یہ بات پسند ہے کہ قیامت کے دن اللہ اسے بے چینی سے بچا لے تو وہ تنگدست سے درگذر کرے یا اس کا بوجھ ہلکا کر دے۔''

❁ طبرانی کی ایک روایت میں ہے ''جسے یہ بات اچھی لگتی ہے کہ اللہ اسے قیامت کے دن پریشانی سے بچا لے اور اپنے عرش کے سائے تلے جگہ دے تو تنگدست کو ڈھیل دے۔''

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً بتایا ہے ''فرشتوں کی ملاقات اس شخص کی روح سے ہوئی جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں اور پوچھا کیا تو نے کوئی نیک عمل بھی کیا تھا؟ کہنے لگا نہیں، انہوں نے کہا یاد کرو، اس نے کہا کہ میں لوگوں کو قرض دیتا اور اپنے ساتھیوں (بندوں) کو کہا کرتا کہ تنگدست کو مہلت دو اور خوشحال سے درگذر کرو، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسے معاف کر دو۔''

خوشحال سے درگذر کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ وہ دے سکے، لے لیا کرو، اگلی حدیث یہی بتاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

❁ امام بخاری و مسلم کی روایت میں ہے ''ایک آدمی تھا جو لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور اپنے ساتھی سے کہتا کہ جب تنگدست کے پاس جاؤ تو درگذر کرو کیونکہ شاید اللہ تعالیٰ ہم سے درگذر فرما دے چنانچہ وہ اللہ سے جا ملا تو اس نے بھی اس سے درگذر فرما دیا۔''

❁ نسائی شریف میں مرفوعاً ہے ''ایک شخص نے کوئی بھی نیکی نہ کی تھی، وہ لوگوں کو قرض دیا کرتا اور اپنے نوکر سے کہا کرتا کہ جو کچھ مل جائے لے لو اور تنگدست کو چھوڑ دو اور درگذر کرو، شاید اللہ ہم سے درگذر فرما دے۔ جب وہ فوت ہوا تو اللہ نے اس سے فرمایا کیا کوئی نیکی بھی کی ہے؟ کہا، نہیں البتہ میرا غلام تھا، میں قرضہ دیا کرتا تھا، اسے جب وصول کرنے بھیجتا تو کہہ دیتا کہ جو آسانی سے ملے، لے لو اور جو تنگی ہو تو چھوڑ دو اور درگذر کرو، شاید اللہ ہم سے درگذر فرما دے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے بھی درگذر کر دیا۔

❁ امام احمد وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص قرض ادا ہونے سے پہلے جو تنگدست کو ڈھیل دے تو اسے روزانہ اتنے صدقے کا ثواب ملے گا اور جب قرض کا وقت آ پہنچے اور وہ اسے ڈھیل دے تو اسے دو دفعہ اتنا صدقہ دینے کا اجر ملے گا۔''

❀ مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو کسی مومن کی دنیاوی بے چینی دور کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی بے چینی دور کر دے گا اور جو دنیا میں کسی تنگدست کے لئے آسانی کرے تو اللہ دنیا و آخرت میں اس کے لئے آسانی پیدا فرمادے گا۔''

❀ ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو کسی تنگدست کو ڈھیل دے یا کچھ معاف کر دے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے اپنے عرش کے سائے میں رکھے گا اور وہ ایسا دن ہوگا کہ اس میں صرف اسی کا سایہ ہوگا۔''

❀ ابن ابی الدنیا اور طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو کسی تنگدست کو تنگدستی دور ہونے تک ڈھیل دے تو اللہ تعالیٰ بھی توبہ کر لینے تک اسے ڈھیل دے گا۔''

اس بارے میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 70

ہاتھ آنے والا اپنے، اہل وعیال اور دوستوں پر خرچ کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ جو مال ہمارے ہاتھ آئے، اسے اپنے آپ، اہل وعیال اور ساتھیوں وغیرہ پر خرچ کریں اور اس میں کچھ بھی بچا نہ رکھیں ہاں ضرورت ہو تو بلاشبہ خرچ کر سکتے ہیں، یونہی صدقہ دینے میں جلدی سے کام لیں لیکن نیت نیک ہو اور بے پرواہی نہ کریں اور سائل کو بھی اس وقت تک صبر کرنا چاہئے جب تک ہماری نیت درست ہو جائے ،اسے جلدی نہیں کرنی چاہیے تاکہ ایسا نہ ہو کہ ہم سے بدگمانی پیدا ہو اور ہم پر بخیلی کا الزام لگے خواہ مہینہ بھر ٹھہرنا پڑے اور اس دوران ہماری نیت صحیح ہو جائے۔

یہ ایک ایسی ہدایت ہے کہ اس سے بڑے لوگ غفلت میں ہیں چنانچہ نہ تو دینے والا ٹھہرتا ہے کہ نیت پا صحیح ہو سکے اور نہ فقیر صبر کرتا ہے جبکہ انسان جلد باز پیدا کیا گیا ہے۔

اس ہدایت پر عمل کا ارادہ رکھنے والے کو کسی خالص شیخ کے ہاتھ پر چلنے کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے بخیل طبیعت سے نکال کر سخاوت کا سبق دے تاکہ وہ ضرورت مند پر خرچ کرتے وقت کم از کم بخیلی تو نہ کرے اور جو اس پر نہیں چلے گا تو اس کے لئے اس پر عمل کرنے کی کوئی راہ دکھائی نہ دے گی خواہ وہ سب سے بڑا عالم ہو کیونکہ اکیلا علم آفتوں میں گھرا ہوتا ہے جن میں بندہ اپنے علم کے مطابق عمل کرنے سے رہ جایا کرتا ہے۔

سیدی ابراہیم دسوقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں علماء کو ایسے شیخ کی ضرورت ہوتی ہے جو ان کے بہت سارے علم کے باوجود ان کی تربیت کرے کیونکہ ان کی نیت خالص نہیں ہوتی، ان میں تکبر ہوتا ہے اور یہ خواہش ہوتی ہے کہ لوگوں کا رخ

اپنی طرف کرلیں لیکن اگر یہ لوگ آفتوں سے سلامت ہوں اور کسی سبب کے بغیر علم اپنائیں تو علم سے ان کے دل نور و نور ہو جائیں اور وہ بارگاہِ الٰہی میں پہنچ جائیں اور پھر دنیاوی سامان کو چھوڑ کر اللہ کی رضا کے لئے دنیا کا مال تو کجا، جان کا نذرانہ بھی پیش کرسکیں لہٰذا اے بھائی! یہ نہ سوچو کہ کسی شیخ پیشوا کے علاوہ تم اپنے طور پر اس پر عمل کرسکو گے کیونکہ یہ تمہارے لئے صحیح نہ ہوگا بلکہ تمہاری حالت یہ ہونی چاہئے کہ موت تک لوگوں کو اکٹھا کرو اور دوسروں کو گھسنے نہ دو جیسے ہم اکثر لوگوں میں دیکھا کرتے ہیں۔

میں نے ایک شخص کو دیکھا جو عرب کے ظالم مشائخ میں سے کسی سے سوال کررہا تھا کہ اسے صدقہ کی ایک روٹی دے۔ میں نے اس سے بات کی تو وہ کہنے لگا کہ ضرورتیں، روکی ہوئی چیزوں کو جائز کردیتی ہیں، میں نے اس کے کپڑوں اور گھوڑے کی قیمت لگائی تو دیکھا کہ وہ اڑھائی ہزار کے تھے، اس پر میں نے اس سے کہا تمہاری ضرورت کہاں گئی، اب اسے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے، پھر پوچھا کہ تمہارا لوگوں سے معاملہ کیا کچھ ہے تو مجھے پتہ چلا کہ لوگوں کے ساتھ دس ہزار دینار کا لین دین ہے۔ میں نے کہا کیا اللہ کو دھوکا دیتے ہو؟ یہ بات اچھی نہیں۔

اس نے کہا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بھی تو کوئی دس ہزار دینار یا اس سے زیادہ کا مالک ہوجاتا تھا۔ میں نے کہا کہ اس کے باوجود ضرورت مند سے بچا کر نہ رکھتے تھے۔ اس پر اسے کوئی جواب نہ آیا اور اگر وہ اہلِ طریقت کی راہ پر چلتا تو اللہ مالِ حلال یا صبر دے کر مانگنے سے بے پرواہ کردیتا۔

اس کی وجہ یہ کہ اللہ والوں کی اصطلاح میں سالک شخص کا طریقہ، ذکر کرنا ہوتا ہے اور اس کی خصوصیت نفسانی تکبر کی تاریکی سے دل کا روشن ہوجانا ہے تاکہ جسمانی یا روحانی جزاء حاصل کرسکے جس کے بارے میں اللہ نے خرچ کرنے والوں اور صدقہ کرنے والوں سے قیامت میں وعدہ کر رکھا ہے اور جب اس طریقے پر چلتا ہے تو پوری دنیا اس کے سامنے چھوٹی ہوجاتی ہے چنانچہ وہ اسے جلدی سے خرچ کرتا ہے اور اگر اسے واضح طور پر خرچ سے روکیں تو وہ چھپ کر خرچ کردیتا ہے کیونکہ وہ اس میں اپنی مصلحت سمجھتا ہے اور یونہی جو اللہ تعالیٰ کے احکام کو تقلید کی بناء پر جانتا ہے (حالانکہ کچھ ایسے معاملات ہیں جو دنیا ہاتھ میں لئے بغیر پورے نہیں ہوتے جیسے کھانا، پینا، لباس پہننا، سواری لینا اور نکاح کرنا وغیرہ) تو وہ اللہ کی رضا کے لئے کچھ بھی خرچ نہیں کرسکتا ہاں اگر دنیاوی خواہشوں سے اس کا نفس مطمئن ہوجائے تو کرسکتا ہے جبکہ یہ خواہشیں رکنے کا نام ہی نہیں لیتیں کیونکہ ہر خواہش اسے اپنی طرف کھینچ رہی ہوتی ہے، اسے سو دینار بھی روزانہ ملتے جائیں تو کافی نہیں ہوتے۔

اے بھائی! اس روایت کو بھی ذہن میں رکھو "آدمی کو سال بھر کا رزق ایک مہینہ میں دے دیا جاتا ہے۔" اب اگر وہ کسی اور پر مہربانی کرتا ہے تو اسے کافی ہوگا ورنہ سال کے باقی حصے میں محتاج ہوجائے گا، پھر بندے کو مہینہ بھر کا رزق جمعہ میں مل جاتا ہے، اگر وہ مہربانی کرتا ہے تو کافی ہوجاتا ہے ورنہ مہینہ کے باقی دنوں میں محتاج ہوجاتا ہے، پھر بندے کو جمعہ بھر کا رزق ایک دن میں مل جاتا ہے، اگر وہ دوسروں کو دے تو کافی ہوتا ہے ورنہ وہ جمعہ کے باقی دنوں میں محتاج ہوجاتا ہے۔"

یہ معاملہ کمزور یقین والے سے تعلق رکھتا ہے جیسے یہی بات رسول اللہ ﷺ کے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے

بارے میں اس فرمان سے ملتی ہے کہ "اپنا کچھ مال بچا کر رکھ لو کیونکہ یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا۔" یونہی آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا "خرچ کرتے جاؤ اور عرش والے سے رزق میں تنگی سے نہ گھبراؤ۔" اسے ذہن میں سما لو لہٰذا مال دار یا اکیلے شخص جیسے ٹھوس یقین والے کے بغیر کسی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ ضرورت سے زائد مال کو صدقہ کر دے، رہا وہ جو اپنے کاروبار کے نفع سے کھاتا ہے تو اس کا حق بنتا ہے کہ وہ اصل مال روکے رکھے اور جو نفع ہو، اسے قریبی رشتہ داروں وغیرہ پر خرچ کر دے، آج کل ایک ہزار پر کام کرنے والے کو پانچ آدھے (درہم یا دینار) ملتے ہیں چنانچہ جسے اپنے، اہل وعیال اور مہمانوں کے لئے روزانہ دس نصف ملتے ہیں تو اسے اپنی ضرورت کے مطابق دو ہزار یا اس سے زیادہ رقم روک لینی چاہئے اور جسے روزانہ نصف کافی ہے تو اسے نصف روک لینا چاہئے اور پھر اسی پر قیاس کرتے جانا چاہئے، برائی اس شخص کو نہ دی جائے گی جو جمع کرے اور روک رکھے۔ ہم اللہ سے مہربانی کی دعا کرتے ہیں۔

حضرت سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن نبوت کی ہر عادت کو چھوڑنے پر بے چینی دیکھنا ہو گی چنانچہ جو شخص کسی بھوکے کو کھانا نہ کھلائے گا، قیامت میں بھوکا اٹھے گا، جو کسی پیاسے کو پانی نہ پلائے گا، قیامت کے دن پیاسا اٹھے گا، جو کسی کو تکلیف پہنچائے گا وہ قیامت کے دن تکلیف ہی میں اٹھایا جائے گا، جو اللہ کی خاطر کسی کا تن نہیں ڈھانپے گا تو ہر ایک کے سامنے اسے بے پردہ اور ننگا اٹھایا جائے گا، جو کسی مسلمان کی بے چینی دور نہیں کرے گا تو قیامت کے دن بے چین آئے گا، جو کسی کا حق ادا نہیں کرے گا تو قیامت کے دن وہ ایسے شخص کی قید میں ہوگا جس کا حق دبا رکھا تھا اور جو لوگوں کو حقیر جانے گا، اسے حقیر بنا دیا جائے گا اور یہ سلسلہ یونہی چلے گا چنانچہ دنیا و آخرت میں ہر شخص کو اس کے کیے کا بدلہ بھگتنا ہوگا جیسے تیسری ہدایت میں انشاء اللہ اس کی طرف اشارہ آئے گا۔

سیدی ابو النجاء سالم رضی اللہ عنہ نے اپنے وصال کے وقت اپنے مریدوں کو یہ وصیت کی تھی اے میرے بھائیو! یہ پورا وجود دنیا اور آخرت میں تمہارے ساتھ وہ معاملہ کرے گا جیسے تمہارے عمل ہوں گے لہٰذا دیکھو کہ تم کیسے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے کسی کو درست راستے کی رہنمائی فرمایا کرتا ہے۔"

❁ بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے "لوگ صبح کو اٹھتے ہیں تو آسمان سے دو فرشتے اتر آتے ہیں جن میں سے ایک کہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اور دے دے اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ! روک لینے والے کا مال ضائع کر دے۔"

❁ ابن حبان نے مرفوعاً یوں لکھا ہے "جب بھی لوگ صبح کو اٹھتے ہیں تو جنت کے دروازے پر ایک فرشتہ آواز دیتا ہے کہ "آج جو شخص کسی کو قرض دے گا تو قیامت کے دن اسے پالے گا۔ ایک اور فرشتہ یوں آواز دیتا ہے کہ خرچ کرنے والے کو اس کے بدلے میں اور دے اور روک رکھنے والے کا مال ختم کر دے۔"

❁ طبرانی نے بھی یہی لکھا ہے البتہ انہوں نے کہا ہے کہ "وہ فرشتہ آسمان کے دروازے پر ہوگا۔"

میں بتاتا ہوں کچھ محققین کا خیال ہے کہ فرشتے کے یوں کہنے کا مطلب "اے اللہ! مال روک رکھنے والے کا مال تلف (ضائع) کر دے" یہ ہے کہ وہ نیک کاموں میں خرچ کرے کیونکہ فرشتہ نیک دنیا کا ہوتا ہے لہٰذا وہ فساد کی دعا نہیں کر

سکتا جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے اپنا آپ اور مال راہِ خدا میں لگا دیا ہے ورنہ فوری طور پر تو ذہن میں یہی آتا ہے کہ مال ضائع کرنے والے کو گناہ ہوگا حالانکہ فرشتے گناہ کی دعا نہیں کر سکتے۔ اسے ذہن نشین کرلو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❀ بخاری و مسلم نے مرفوعاً فرمایا ہے ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم خرچ کرو گے تو تم پر خرچ کیا جائے گا۔''

❀ مسلم اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے ''اے ابن آدم! اگر تم ضرورت سے زیادہ کو خرچ کرو گے تو تمہارے لئے بہتر ہوگا اور روک لو گے تو تمہارے لئے برا ہوگا، گذارے والا ہونے پر تمہیں برائی نہیں ملے گی۔''

لفظ کفاف اور فضل کی تحقیق

''کفاف'' (حدیث کا لفظ) صبر کرتے ہوئے لوگوں کی ضرورت سے بچنے والے مال کو کہتے ہیں جو ضرورت سے زیادہ نہیں ہوتا اور ''فضل'' اس مال کو کہتے ہیں جو ضرورت سے زیادہ ہو۔

❀ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''بخیل اور صدقہ دینے والے کی کہانی یوں سمجھو جیسے دو شخص ہوں جنہوں نے لوہے کی دو ڈھالیں پہنی ہوں اور ان کے دونوں ہاتھ دونوں کی گردنوں میں ہوں چنانچہ صدقہ دینے والا جب بھی صدقہ دیتا ہے تو وہ ڈھال کھل جاتی ہے اور آخر وہ اس کی انگلیوں کو ڈھانپ لیتی ہے اور اس کے نشانوں کو مٹا دیتی ہے اور بخیل جب بھی صدقہ دینے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ ڈھال چمٹ جاتی ہے اور ڈھال کا ہر حلقہ اپنی جگہ پر گڑ جاتا ہے۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھال میں انگلی ڈال کر اسے کھولتے دیکھا تھا۔''

حافظ منذری فرماتے ہیں کہ حدیث کے لفظ جنہ سے یہاں مراد زرہ ہے کیونکہ وہی آدمی کو چھپاتی اور ڈھانپتی ہے چنانچہ حدیث کا معنیٰ یہ ہوگا کہ خرچ کرنے والا جب بھی خرچ کرتا ہے تو وہ لمبی ہو جاتی ہے اور پھیل کر اس کے دونوں پاؤں اور ہاتھوں کے پوروں لو ڈھانپ لیتی ہے اور بخیل جب بھی خرچ کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اپنے مقام پر چمٹ جاتی ہے چنانچہ وہ اسے کھولتا ہے تو کھلتی نہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی نعمت اور رزق کو جنّہ (ڈھال یا زرہ) جیسا فرمایا ہے۔

حدیث کی ایک اور روایت میں جنہ کی جگہ جبہ کا لفظ ہے چنانچہ خرچ کرنے والا جب خرچ کرتا ہے تو اس پر نعمتیں عام ہو جاتی ہیں اور پھیلتی جاتی ہیں حتیٰ کہ اسے مکمل طور پر ڈھانپ لیتی ہیں اور بخیل جب بھی خرچ کرنے لگتا ہے بخیلی، لالچ اور مال میں گھاٹے جیسی چیزیں روکتی ہیں چنانچہ وہ اور زیادہ کی خواہش کی وجہ سے اسے روکتا ہے تاکہ اس کے جمع مال میں زیادتی ہو چنانچہ نعمتیں اس کے لئے بڑھتی نہیں، نہ ہی پھیلتی ہیں اور جسے وہ ڈھانپنا چاہتا ہے ڈھانپا نہیں کرتیں۔ واللہ اعلم۔

❀ امام طبرانی بتاتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قیس بن سلع انصاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''خرچ کیا کرو، اللہ تمہیں اور دے گا۔'' آپ نے تین مرتبہ فرمایا تھا۔

یہ صحابی کم سے کم خرچ کرتے تھے چنانچہ خرچ کرنا شروع کیا تو بہت مال دار ہو گئے۔

❀ بزار اور طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاں پہنچے تو دیکھا کہ ان کے

پاس کھجوروں کا توڑا پڑا تھا چنانچہ پوچھا کہ اے بلال! یہ کیا ہے؟ عرض کی کہ میں نے آپ کے مہمانوں کے لئے رکھا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تمہیں یہ ڈر نہیں ہے کہ یہ جہنم میں دھواں بن جائے گا؟ اے بلال! اسے خرچ کر دو اور تنگ دستی کا اندیشہ نہ کرو۔''

❁ طبرانی کی ایک روایت میں ہے ''کیا تمہیں یہ فکر نہیں کہ یہ تمہارے لئے جہنم میں دھواں بن جائے گا۔''

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے بتایا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے فرمایا ''تنگدستی نہ کرو ورنہ تم پر بھی تنگی کر دی جائے گی۔''

❁ بخاری و مسلم ہی کی روایت میں ہے ''خرچ کرتی رہو اور شمار نہ کرو ورنہ تمہارے مال کا بھی شمار ہو گا۔'' علامہ خطابی کہتے ہیں کہ حدیث کے لفظ لاتو کی کا مفہوم یہ ہے ''مال کو اپنے پاس جمع نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ روزی کی برکت کا اصل مادہ روک لے گا۔''

❁ بزار و حاکم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے بلال! تمہیں فقیری کی حالت میں موت آنی چاہئے نہ کہ مالداری میں، میں نے عرض کی یارسول اللہ! یہ کیسے ہو سکے گا؟ فرمایا جو روزی تمہیں ملی ہے، اسے چھپاؤ نہیں اور جو چیز تم سے مانگی جائے، دینے سے نہ رکو۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ! ایسا کیونکر ہو سکے گا؟ آپ نے فرمایا یوں کرنا پڑے گا ورنہ جہنم ٹھکانا ہو گا۔''

❁ امام طبرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک دن بہت سا مال آ گیا چنانچہ انہوں نے اپنے غلام سے کہا کہ میری قوم کو بلا لاؤ، وہ بلا لایا تو انہوں نے اسے ان میں بانٹ دیا اور اپنے پاس کچھ بھی نہ رکھا، یہ مال چار لاکھ کی رقم تھی۔

❁ امام طبرانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی طرف غلام کے ہاتھ چار لاکھ دینار بھیجے اور غلام سے کہا کہ وہاں کچھ دیر ٹھہر کر دیکھنا کہ کیا کرتے ہیں۔

غلام وہ رقم لے کر ان کے پاس پہنچا اور کہا امیر المؤمنین فرماتے ہیں کہ اسے اپنی ضرورتوں میں خرچ کر لو، اس نے کہا کہ اللہ انہیں اپنا بنا لے اور ان پر رحمت فرمائے۔ پھر لونڈی سے کہا اِدھر آؤ اور یہ سات ہزار فلاں کو دے آؤ اور یہ پانچ بھی فلاں کو دے آؤ اور یوں وہ مال ختم کر دیا۔

غلام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں پہنچ کر یہ سب کچھ بتا دیا اور دیکھا کہ آپ نے اتنا ہی مال حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے لئے تیار رکھا ہے چنانچہ فرمایا کہ یہ معاذ بن جبل کے پاس پہنچا دو اور تھوڑی دیر کے لئے گھر میں ٹھہر کر دیکھنا کہ کیا کرتے ہیں؟

غلام وہ مال لے کر پہنچا اور کہا امیر المؤمنین فرماتے ہیں کہ اسے اپنی کچھ ضرورتوں میں خرچ کر لو۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اللہ ان پر رحم فرمائے اور انہیں اپنا بنائے۔ پھر کہا اے لڑکی! اِدھر آؤ اور فلاں کے گھر اتنا مال پہنچا دو اور فلاں کے گھر اتنا۔ اسی دوران حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی بیوی نے اوپر سے جھانکا اور کہنے لگی بخدا ہم مسکین ہیں لہٰذا ہمیں بھی دے دو۔

اس وقت کپڑے میں صرف دو دینار رہ گئے تھے، انہوں نے بیوی کو بھیج دیئے اور غلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں پہنچا اور انہیں اطلاع دے دی جس پر آپ خوش ہوئے اور فرمایا ان میں سے ایک، دوسرے سے زیادہ ضرورت مند ہے۔

امام طبرانی اور ابن حبان نے بتایا کہ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سات دینار تھے، آپ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس رکھ دیئے اور مرض کے دوران فرمایا یہ سونا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں بھیج دو، اسی دوران غشی طاری ہوگئی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مصروف ہوگئیں، آپ نے کئی مرتبہ فرمایا تھا، ہر مرتبہ آپ پر غشی طاری ہوتی رہی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کو سنبھالنے میں مصروف ہو جاتیں۔

آخرکار آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف بھیج دیئے اور انہوں نے صدقہ کر دیئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیر کی رات وصال کی سختی میں گرفتار ہوئے، اسی دوران حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنا چراغ آپ کی ایک بیوی کی طرف بھیجا اور کہا کہ ہمارے چراغ میں کچھ گھی ڈال دو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصال کی سختی میں ہیں۔

❁ طبرانی اور امام احمد نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ انہوں نے بتایا میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک ہدایت فرمائی ہے فرمایا ''ہر سونا اور چاندی جب کسی شخص کے پاس جمع ہو تو وہ اس کے پاس اس وقت تک ایک انگارہ ہوتا ہے جب تک اسے راہِ خدا میں تقسیم نہ کر دے۔''

ایک لونڈی نے عرض کی کہ یہ سات دینار ہمارے پاس رہنے دیجئے تاکہ آپ کی ضرورتوں یا آنے والے مہمانوں پر خرچ ہو سکیں لیکن آپ نے انکار کر دیا۔

❁ طبرانی کی مرفوع روایت میں ہے ''جو شخص سونے یا چاندی کو جمع کر رکھے اور اسے راہِ خدا میں خرچ نہ کرے تو یہ انگارہ ہوگا جس کے ساتھ اسے داغا جائے گا۔''

❁ حضرت ابو یعلیٰ اور امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تین پرندے بطور ہدیہ پیش کیے گئے جن میں سے ایک خادم کو دے دیا، اگلے دن وہ اسے لے آیا تو آپ نے فرمایا ''کیا میں نے تمہیں اگلے دن تک بچا رکھنے سے روکا نہ تھا؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ اگلے دن کی روزی اور دے دے گا۔''

ابن حبان اور بیہقی کے مطابق حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگلے دن کے لئے کوئی بھی شے بچا کر نہ رکھتے تھے۔

❁ امام طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے، فرمایا ''میں اس کوٹھڑی میں داخل ہوتا ہوں تو یہ فکر لگی رہتی ہے کہ کہیں اس میں مال نہ ہو جسے میں نے فوت ہونے سے پہلے خرچ نہ کیا ہو۔''

❁ حضرت بزار نے مرفوعاً لکھا ہے ''میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میرے پاس احد جتنا سونا ہو جسے تیسرے دن تک پاس رکھوں اور اس میں سے کچھ میرے پاس بھی رہ جائے، ہاں دین کے لئے کچھ بچا لوں تو الگ بات ہے۔''

❁ امام احمد اور طبرانی بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اہلِ صفہ کا ایک شخص فوت ہو گیا لیکن اس کے لئے کفن نہ ملا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں لایا گیا تو آپ نے فرمایا ''اس کی دھوتی کے نیچے دیکھو چنانچہ ایک یا دو دینار مل

گئے۔آپ نے فرمایا انہیں ایک یا دو انگارے سمجھو۔

حافظ منذری لکھتے ہیں کہ آپ نے ایک یا دو دیناروں کو اس بنا پر آگ کا انگارا فرمایا کیونکہ اس نے ظاہری طور پر فقیر بن کر انہیں جمع کر رکھا تھا اور صدقہ لینے کی خاطر فقیروں میں شامل تھا۔

اس بارے میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 71

عورت کو اپنے مال سے صدقہ کے لئے اجازت دینا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم عام عادت کے مطابق اپنے مال میں صدقہ نکالنے کی عورتوں کو بھی اجازت دیں اور انہیں منع نہ کریں کیونکہ ہم چاہیں گے کہ ہمارے ہوتے اور نہ ہوتے ہوئے بھی گھروں میں رحمت اترے اور ہم پر بھی ہوتی رہے۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ جس میں بہت سے لوگ کوتاہی کرتے ہیں چنانچہ وہ بیویوں کو روکتے ہیں کہ فقیر کو روٹی یا چمچہ بھر کھانا ہی دے دیں، یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے گھر والوں کے رزق میں تنگی ہو جاتی ہے۔ یونہی ہمیں اس سے بھی روکنا نہیں چاہئے کہ بیویاں ہمارے گھر میں نہ ہونے کی صورت میں خالص عرب لوگوں کے مطابق مہمان نوازی کریں لیکن اس میں مہمانوں اور دونوں جانب کے لوگوں کا گھل مل جانا مناسب نہیں۔

یہ مقام حضرت سیدی شیخ عثمان خطاب اور حافظ شیخ عثمان دیمی کو حاصل تھا، ان دونوں میں سے ہر ایک ان کی عدم موجودگی میں ایک دوسرے کے گھر جایا کرتے اور اپنے بھائی کی بیوی کے پاس بیٹھ جاتے جو ان کے لئے کھانے پینے کی چیزیں لے آتیں کیونکہ وہ اللہ کے ولی تھے لیکن ہمارے اس دور میں وہ نیک بھائی کہاں ملے گا جو اس کی عدم موجودگی میں اس کی بیوی کو یوں تسلی دے سکے کہ تہمت کی راہ بند ہو جائے، اللہ کی قسم! ایسے سچے لوگ کم ہی ملیں گے جو اس طرح امن میں رہیں چنانچہ ہمیں اپنے خادموں کو ہدایت کرنا ہوگی کہ مہمان کے لئے خادم کے ہمراہ نکل کر کھانے پینے کا سامان لائیں اور ان میں کوئی بھی گھل مل کر نہ رہے۔

یہ بات بھی یاد رہے کہ جتنا زیادہ تم لوگوں کو کھلاؤ گے، اتنی ہی زیادہ نعمت تم پر اترے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اتنی ہی روزی دیتا ہے جس قدر وہ اس کے دل میں سخاوت اور مہربانی کرنا جانتا ہے چنانچہ ان میں سے کسی کے پاس پانچ لوگوں کا کھانا ہوتا ہے، کچھ کے پاس دس لوگوں کی روزی ہوتی اور یونہی ہزار یا اس سے زیادہ کی ہوتی ہے چنانچہ سخاوت میں لوگوں کے درجے ان کے اہل و عیال سے معلوم ہو جاتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک ولی اللہ چاہتا ہے کہ میں چھپا

رہوں تنہائی میں رہوں، اس کے پاس کوئی بھی نہ ہو، وہ بخشش و کرم کرتا رہے اور یہ بھی چاہتا ہے کہ پوری دنیا اس کی عیال ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایسے لوگوں کو وراثتِ محمدیہ کے طور پر تمام مخلوق سے بہتر رزق دے گا، اسے چھپے رہنے اور مشہور نہ ہونے کے باوجود عظیم ثواب ملے گا کیونکہ بندے کو روزی دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

جو شخص اس مقام تک پہنچ چکا ہو، اس کے سامنے اہل و عیال کا زیادہ یا کم ہونا ایک جیسا ہوتا ہے، وہ ان کی طرف سے کبھی بھی غم میں نہیں گھرا کرتا البتہ کبھی اسے کچھ بے چینی ہو جاتی ہے اور وہ اس وقت جب اہل و عیال اسے اپنے اور اللہ کے درمیان واسطہ بتاتے ہیں اور انہیں علم ہی نہیں ہوتا کہ روزی دینے والا تو اللہ ہے چنانچہ وہ اس بندے پر نظریں جما لیتے ہیں اور یوں تنگ ہو جاتے ہیں، آخرکار انہیں اسی کے ہاتھوں ان کی وہ روزی ملتی ہے جو اللہ نے ان کی قسمت میں لکھی ہوتی ہے، اگر وہ سارے کے سارے اللہ کی طرف توجہ کریں تو انہیں کوئی غم نہ ہو۔

سیدی احمد زاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں میرے رب کی عزت کی قسم! اگر تمام اہلِ مصر میری عیال ہوں تو مجھے کبھی بھی غم نہ ہو گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تقسیم تو ازل میں ہو چکی لہٰذا اس میں کمی بیشی نہیں ہو گی اور یہ لکھا ہی نہیں گیا کوئی شخص دوسرے کی قسمت کا لقمہ بھر بھر بھی کھا سکے۔

رہی رزق کی تنگی تو کبھی یہ آدمی کو ادب سکھانے کے لئے ہوتی ہے یا آزمانے یا پھر درجے بلند کرنے کے لئے۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی وجہ سے ہم پر احسان کیا ہوا ہے اور اگر زمین پر رہنے والے سب لوگ میری عیال ہوتے تو میں ان کا خیال صرف اس بناء پر کرتا کہ وہ میری طرف توجہ رکھتے ہیں اور مجھ پر ان کی نظر میں کوتاہی ہے یا اس بناء پر کہ وہ اس چیز کے حقدار نہیں جو وہ مجھ سے مانگتے ہیں کیونکہ وہ نماز چھوڑے ہوئے ہیں اور حدوں وغیرہ آگے بڑھے ہیں۔ الحمد للہ رب العالمین۔

اے بھائی! تم اس ہدایت پر اس وقت تک عمل نہیں کر سکو گے جب تک ایسے شیخ و مرشد کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر اس کے بتائے طریقے پر نہ چل سکو گے جو تمہیں اس مقام تک پہنچا دے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے ورنہ تمہیں لازمی طور پر رزق کا انتظام کرنا ہوگا اور یکے بعد دیگرے ایسے وہموں کو دیکھنا ہوگا جو تمہارے دل میں میل پیدا کریں گے اور یوں تم غور و فکر کے بغیر اس بات کی طرف نہیں آ سکو گے کہ اللہ تعالیٰ روزی تقسیم کر کے فارغ ہو چکا ہے اور وہیں تمہیں پتہ چلے گا کہ رزق کا انتظام کرنے کے دوران تمہارا ایمان ناقص تھا اور تمہیں لازمی طور پر نئے سرے سے اللہ پر ایمان رکھنا ہوگا جس میں تم روزی کا انتظام کرتے ہو گے اور اگر تم اس راستے پر چلو گے تو تیرے دل میں اللہ کے لئے بدخیالی کا کھٹکا نہ ہوگا اور نہ ہی تم اس چیز پر اعتراض کرو گے جس کے حاصل ہونے کا اللہ نے تم سے یا کسی اور سے وعدہ کیا ہے اور نہ ہی تم کسی جائز طریقے کے علاوہ رات یا دن میں اپنی بیوی کو صدقہ کرنے سے روکو گے لہٰذا اے بھائی! کسی ایسے شخص کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر چلو جو تمہیں تہمت اور وہم کی تاریکیوں سے نکال دے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دینے والا ہے "اور وہ صالحین کا والی ہے۔"

امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے "جب عورت اپنے گھر میں فساد کئے بغیر کھانا کھلاتی ہے تو

اسے اس بنا پر اس کا ثواب ہوگا کہ اس نے یہ خرچ کیا اور شوہر کو اس لئے کہ وہ کما کر لایا اور جمع رکھنے والے کو بھی اتنا ہی ثواب ہوگا، ان میں سے کسی کا ثواب گھٹایا نہ جائے گا۔"

❁ ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ پوچھا گیا کہ کیا عورت اپنے شوہر کے گھر سے صدقہ دے سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا اپنی خوراک کے علاوہ کسی اور چیز سے نہیں دے سکتی جبکہ اجر دونوں کو ہوگا اور اسے یہ جائز نہیں کہ شوہر کی اجازت کے بغیر گھر میں سے صدقہ دے۔

❁ اسی روایت میں حافظ رزین عبدری نے اپنی جامع میں اتنا اور لکھا ہے کہ اگر شوہر نے اجازت دے دی تو اجر دونوں کو ملے گا لیکن اگر اس سے اجازت لئے بغیر دیا تو شوہر کو اجر ملے گا جبکہ اسے گناہ ہوگا۔

❁ ابو داؤد اور نسائی نے مرفوعاً لکھا ہے "عورت کے لئے بالکل یہ جائز نہیں کہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو عطیہ دے۔"

بخاری و مسلم وغیرہ بتاتے ہیں کہ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما نے عرض کی یارسول اللہ! میرے پاس حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے دیئے مال کے علاوہ اور کوئی مال نہیں تو کیا میں اسے صدقہ کر سکتی ہوں؟ فرمایا صدقہ کر دو اور بچا کر نہ رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ تم سے روک دے گا۔"

❁ ایک اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا "جتنا ممکن ہو صدقہ دو اور مال کو بچا کر نہ رکھو ورنہ اللہ تمہاری روزی روک لے گا۔"

❁ امام ترمذی کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج الوداع کے سال اپنے خطبے میں فرمایا تھا "کوئی خاتون اپنے شوہر کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر کچھ بھی خرچ نہ کرے۔ عرض کی گئی یارسول اللہ! کیا کھانا بھی نہ کھلائے؟ آپ نے فرمایا وہ تو ہمارے مالوں میں بہت حیثیت والا ہے۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نمبر 72

مہمان داری کرنا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے ہیں کہ ہم اپنے پاس آنے والے ہر شخص کو کھانا کھلائیں اور یونہی پانی بھی پلایا کریں اور جائز طریقے کے علاوہ ہم یہ نہ دیکھیں کہ ان میں کون اس کا حق رکھتا ہے تاکہ اللہ کی عادت کو اپنا سکیں کیونکہ وہ تو نیک اور برے کو روزی دے رہا ہے۔

جنہیں ہم نے یوں کرتے دیکھا ہے، ان میں شیخ محمد بن عنان، شیخ یوسف حریثی، شیخ عبدالحلیم بن مصلح، شیخ ابوالحسن

غمری اور شیخ محمد شناوی احمدی رحمہم اللہ شامل ہیں کیونکہ وہ ہر آنے والے کو کھانا کھلاتے تھے اور جب حضرت یوسف حریثی کے پاس کھانا موجود نہ ہوتا تو مہمان کو پانی پلائے بغیر جانے نہیں دیتے تھے اور اس سے پہلے ہم بتا چکے ہیں کہ یہ اللہ کا عظیم خلق ہے۔

جو شخص اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے، اسے کسی شیخ کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے بخیلی کے اندھیرے سے نکال کر کرم و بخشش کا طریقہ سکھائے اور اسے ان آفتوں سے نکال لے جو کرم والے شخص میں یہ خیال پیدا کرتی ہیں کہ وہ ان لوگوں پر اپنی فضیلت دیکھے جنہیں وہ کھلایا کرتا ہے اور پھر شہروں اور بستیوں میں اپنی تعریف پسند کرنے سے بچائے، چنانچہ اس دور میں کم ہی کوئی کرم والا ہوگا جسے اس مشکل سے خلاصی مل سکے بلکہ اکثر کریم لوگ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ان کی کوئی تعریف کرے نیز اپنے دور والوں پر اپنی عظمت پسند کرنے سے بھی ڈرتے ہیں لہٰذا اے بھائی! اس راستے پر چلنے کے لئے کسی شیخ کی راہنمائی لو ورنہ تمہیں آفتیں گھیر لیں گی اور وہ یوں کہ تم اللہ کے لئے کھلاؤ اور اللہ ہی کی خاطر روکو چنانچہ دل کی آنکھوں اور ظاہری آنکھوں سے تم دیکھو گے کہ جن تمام نعمتوں میں تم موجود ہو، وہ سب اللہ کی ہیں، اللہ نے انہیں تمہارے ہاتھوں اپنے بندوں کے لئے بنایا ہے، تم کو انہیں حاصل کرنے کے لئے محنت کی ضرورت نہیں، تم تو صرف ایسے خزانچی ہو جسے بادشاہ نے بندوں کے رزق پر امانت دار بنایا ہو چنانچہ اگر تم رہتی دنیا تک بھی اللہ کے لئے انگارے پر سجدہ کرتے رہو تو اس کا شکر ادا نہیں کر سکو گے۔

اس دور میں عام فقیروں کے اندر ان کے عملوں اور اخلاق میں کمزوری آ ہو چکی ہے کیونکہ تربیت کرنے والے کم لوگ ہیں یا وہ تربیت کرنے والوں کی بات کم ہی سنتے ہیں چنانچہ کھلانے والا کسی وجہ سے کھلاتا ہے اور روکنے والا بھی کسی وجہ سے روکتا ہے اور جو کھلاتا نہیں، کھلانے والے سے حسد کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کریم شخص سے نعمت ہٹا لے گا۔

ایک یہ کہتا ہے کہ وہ اپنی طرف سے کھلاتا ہے حالانکہ اس سارے کام میں اللہ کی مہربانی ہوا کرتی ہوتا ہے تاہم وہ یہ چاہتا ہے کہ حسد و سرکشی کی بناء پر لوگوں کے درمیان اپنے بھائی کا نور (عزت) بجھا دے اور اگر یہ لوگ، کسی شیخ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے تو وہ انہیں ان آفتوں سے بچا لیتا۔

اے بھائی! یاد رکھو بندے کی عادت ہے کہ وہ ان لوگوں سے ناراض ہو جاتا ہے جو اس کے پاس اپنی ضرورت لے کر آتے ہیں چنانچہ ادب یہ ہے کہ لوگوں کو وہی کچھ کھلاؤ جسے کسی دشواری کے بغیر اس کا دل پسند کرے اور جو دشواری سے ایسا کرے گا، جلد بھاگ جائے گا لہٰذا اے بھائی اپنی نیت خالص کر کے کھانا کھلاؤ اور طاقت، کے مطابق انہیں پانی پلاؤ خواہ دریاؤں، حوضوں یا کنوؤں سے۔

پانی پلانے والے اولیاء

جن حضرات کو میں نے اس مقام پر دیکھا ہے ان میں سے حضرت سیدی علی خواص رحمہ اللہ ہیں، وہ کتوں کے پینے کے برتن اور بیت الخلاؤں میں پانی بھرا کرتے تھے، پھر ایک نیک بندے شیخ احمد ہیدی رحمہ اللہ کو بھی دیکھا جو یونہی کیا

کرتے بلکہ اس سے بھی زیادہ کیا کرتے، وہ منوبہ کی طرف، بولاق مصر کے سامنے رہا کرتے تھے۔ وہ کنوئیں کھودنے، پانی پلانے، مشکیزوں کو اٹھا لے جانے سے تھکتے نہ تھے۔ مشکیزہ کبھی تو ہاتھوں میں اٹھاتے اور کبھی گدھی پر اٹھا لے جایا کرتے۔

میرے دادا شیخ نور الدین شعراوی بھی یونہی کرتے تھے، روزانہ ان کا م یہ ہوتا تھا کہ جامع مسجد کے کنارے پر رکھی سبیل بھرتے، ایک اور سبیل بھی بھرا کرتے۔ اس کام کے لئے آپ رات ہی کو اٹھ کھڑے ہوتے اور فجر سے پہلے بھر دیتے پھر وضو کے لئے بھرتے اور بیت الخلاؤں کے حوض بھرتے، یہ بھی فجر سے پہلے بھر دیا کرتے چنانچہ ''ہر ایک کو وہی توفیق دی جاتی ہے جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا ہے۔''

اللہ کے مردوں کے مناقب بیان کرنے کی وجہ

ہم نے مردوں کے مناقب (تعریفیں) صرف اس لئے بیان کئے ہیں کہ فقیروں کو بیدار کر دیں کیونکہ وہ مردانِ خدا کے مقامات سے پیچھے ہیں تا کہ فقیر کو پتہ چل سکے کہ ان لوگوں کی عادتیں اپنانے میں ان کے اندر کمی ہے اور وہ صرف صوف کا لباس پہننے اور مصلّٰے پر بیٹھنے ہی کو سب کچھ نہ سمجھ لیں جہاں بیٹھ کر وہ اللہ کے دین کے بارے میں اِدھر اُدھر کی باتیں کیا کرتے ہیں اور وہ بھی کبھی اپنی رائے سے اور کبھی اپنے وہم و خیال سے پھر کبھی وہ اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کرتے ہیں جو اس کی شان کے لائق نہیں بلکہ میں نے ایک کو تو یہ کہتے سنا ہے کہ وہاں اللہ کے علاوہ اور کوئی بھی موجود نہیں۔ اس پر میں نے پوچھا کہ تم کہاں ہو؟ یہ سن کر اس نے ایسی بات کی کہ بخدا اگر میرے ہمراہ کوئی اور گواہی دینے والا ہوتا تو میں اسے حاکموں کے پاس لے جاتا جو اس کی گردن اڑا دیتے لیکن یہ بات ان مشائخ میں نہیں جن سے ہماری ملاقات ہوئی، وہ دنیا سے بے تعلق، پرہیز گار سنتِ محمدی ﷺ کی پیروی کرنے والے تھے، لہٰذا تم ایسے شخص کے پاس بیٹھنے سے گریز کرو جو اللہ کی ذات و صفات میں ایسی گفتگو کیا کرتا ہے جو شریعت میں واضح طور پر موجود نہیں، نہ شریعت اس کی بات پر کان دھرتی ہے۔ اللہ تمہیں ہدایت دے کیونکہ ''اللہ صالحین کا والی ہے۔''

✿ امام بخاری و مسلم رحمہا اللہ بتاتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ! سلام کونسا بہتر ہے؟ فرمایا تم کھانا کھلاتے رہو اور لوگوں میں سے ہر ایک کو سلام کہو خواہ پہچانتے ہو یا نہیں پہچانتے۔''

✿ امام احمد و ابن حبان بتاتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے ایسی شے بتائیے کہ جس پر عمل کر کے جنت میں چلا جاؤں، فرمایا ''کھانا کھلاتے رہو، ہر ایک کو سلام کہتے رہو، رشتہ داروں کو ملاؤ اور رات کے نفل اس وقت پڑھو جب لوگ سو رہے ہوں، یوں تم آرام سے جنت میں چلے جاؤ گے۔''

✿ ابو الشیخ نے مرفوعاً لکھا ہے ''تم میں سب سے اچھا شخص، کھانا کھلانے والا ہوتا ہے۔''

✿ حاکم اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جن چیزوں کی وجہ سے لازمی طور پر رحمت ہوتی ہے، ان میں یہ ہے کہ مسلمان مسکین کو کھانا کھلائے۔''

✿ ایک اور روایت میں ہے ''جن چیزوں کی وجہ سے بخشش لازماً ہوتی ہے، ان میں یہ ہے کہ بھوکے

مسلمان کو کھانا کھلائے۔''

امام طبرانی، ابو الشیخ، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے مرفوعاً لکھا ہے''جو شخص اپنے بھائی کو پیٹ بھر کھانا کھلا دے اور پیٹ بھر پانی پلا دے تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے سات خندقوں جتنا دور کر دے گا جن میں دو خندقوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔''

امام بیہقی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے''بہتر صدقہ یہ ہے کہ تم بھوکے جگر (پیٹ) کو سیر کر دو۔''

ابن ابی الدنیا کے مطابق حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

''قیامت کے دن لوگ بالکل ننگے، بالکل بھوکے اور بالکل پیاسے اٹھائے جائیں گے چنانچہ جس نے اللہ کی خاطر لباس پہنایا ہو گا، اسے اللہ لباس دے گا، جس نے کھانا کھلایا ہو گا، اسے اللہ کھلائے گا اور جس نے اللہ کی خاطر پانی پلایا ہو گا، اسے اللہ پانی پلائے گا۔''

حضرت ابو الشیخ نے مرفوعاً لکھا ہے''اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کی وجہ سے فرشتوں پر فخر جتلائے گا جو کھانا کھلاتے رہے ہوں گے۔''

امام طبرانی بتاتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کی کہ وہ کونسا عمل ہے کہ جسے کرنے پر میں جنت میں جا سکوں گا؟ آپ نے فرمایا''کیا تم ایسے شہر میں ہو جہاں سے پانی لے سکتے ہو؟ اس نے عرض کی ہاں، فرمایا تو پھر نیا مشکیزہ خرید لو اور اس کے پھٹ جانے تک لوگوں پانی پلاتے چلے جاؤ کیونکہ اگر تم اسے پھاڑ لو گے تو اس کے ذریعے جنت کا کام کر لو گے۔''

امام احمد روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کیا رسول اللہ! میں نے ایک حوض میں پانی انڈیلا اور جب اسے اپنے اونٹ کے لئے بھر دیا تو میرے پاس کسی اور کا اونٹ آ گیا، میں نے اسے پلا دیا تو کیا اس پر مجھے اجر ملے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''ہر اس جانور پر اجر ملتا ہے جس کا جگر گرم ہو۔''

امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے''ایک شخص راستے میں جا رہا تھا کہ اسے دھوپ لگی، اسی دوران اس نے کنواں دیکھا، اس نے اتر کر پانی پیا اور جب باہر نکلا تو ایک کتا دیکھا جو پیاسا تھا اور مٹی چاٹ رہا تھا، کہنے لگا کہ اسے تو ویسی ہی پیاس لگی ہے جیسے مجھے لگی تھی چنانچہ وہ کنوئیں میں اترا، جوتا پانی سے بھرا، اسے منہ سے پکڑا اور اوپر چڑھ کر کتے کو پلایا جس پر اس نے شکریہ ادا کیا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔'' ایک روایت میں ہے کہ''اسے جنت میں داخل کر دیا۔''

ابو داؤد اور ابن ماجہ کے مطابق حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! میری والدہ فوت ہو چکی تو کونسا صدقہ دینا بہتر رہے گا؟ فرمایا پانی کا، انہوں نے کنواں کھودا اور کہا کہ یہ امِ سعد کے نام پر ہے۔

طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ فرمایا لازمی طور پر پانی کا صدقہ کرو۔

پانی پلانے پر اثر

بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں مرفوعاً لکھا ہے''جو شخص پانی کا کنواں کھودے

اور اس میں سے جو بھی آزاد جگر والا جن اور انسان، پرندہ پانی پیئے گا تو قیامت کے دن اللہ اس شخص کو اجر دے گا۔"

ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے "جو کسی مسلمان کو وہاں پانی کا گھونٹ پلائے جہاں پانی ہو تو گویا اس نے غلام آزاد کر دیا اور جس نے وہاں پانی کا گھونٹ پلایا جہاں پر پانی موجود نہیں ہے تو گویا اس نے اسے زندہ کر دیا۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 73

نیکی کا بدلہ دینا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ہر اس شخص کا شکریہ ادا کریں جس نے ہمارے ساتھ نیکی کی اور پھر اس کا بدلہ بھی دیا کریں خواہ دعا ہی کر دیا کریں کیونکہ یہ شارع علیہ السلام کا ادب ہوگا کہ آپ نے ہمیں اس کے بارے میں حکم فرمایا ہوا ہے۔

اس ہدایت میں اکثر لوگ خیانت کر جاتے ہیں چنانچہ تم کسی یتیم کو اس کے ہاں اولاد ہونے تک پال کر دیکھو، وہ تمہارے اس انعام کو یاد نہیں رکھے گا اور نہ تمہارا ادب کرنا یاد رکھے گا چنانچہ جس کے ساتھ ایسا برتاؤ ہوگا وہ اسے ڈرائے گا جو لوگوں کے ساتھ ایسا کام کرنا چاہے چنانچہ فرض کرو کہ اگر انعام والا ولی اللہ، اللہ کے شکر کی طرف توجہ نہیں دے گا تو جس پر انعام ہوا ہے وہ بھی شکر نہیں کرے گا جیسے آگے آ رہا ہے جبکہ کامل لوگ اللہ کی عادتیں اپنائے ہوتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ اس وقت نعمتوں کو واپس لے لیتا ہے جب ان کا انکار کر دیا جائے لہٰذا اے بھائی! تم واقفیت نہ ہونے کے باوجود اس شخص کا شکریہ ادا کرو جو تمہارے ساتھ بھلائی کرے چنانچہ دیکھو گے کہ وہ اس جاری نالے کی طرح ہوگا جس میں سے ہمارے لئے پانی آتا ہے یا اس مزدور کی طرح ہوگا جو اجرت دے کر اپنے علاوہ کسی اور شخص کے کھانے سے ہمارے لئے کھانا لے آئے۔

اس ہدایت پر عمل کرنے والے کو اس بات کی ضرورت ہے کہ کسی راہنما شیخ کے طریقے پر چلے تاکہ اس کے ذریعے بھلائی کرنے کا ڈھنگ سیکھے اور پھر اسے اپنی ظاہری و باطنی آنکھوں سے دیکھے اور طریقت پر نہ چلنے والے کے برعکس غور وفکر کے بغیر انہیں مخلوق کی طرف سے شمار نہ کرے کیونکہ وہ اللہ کی نعمت کو غور وفکر ہی کے بعد دیکھ سکے گا لہٰذا اے بھائی! شیخ کے طریقے پر چلو تاکہ تم اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے ساتھ ویسے ادب کرنے میں کامیاب ہو جاؤ جیسے اس نے تمہیں حکم دیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "میرا اور والدین کا شکر کرو (کیونکہ) آخر میرے پاس آنا ہوگا۔"

اللہ تعالیٰ نے نیک بختی ان لوگوں کے حصے میں کر دی ہے جو ہر کام کو اللہ کی طرف سے ہوتا سمجھتے ہیں لیکن انہیں بدبخت گناہ ہے جو ہر کام کو مخلوق کی طرف سے ہوتا جانتے ہیں اور مکمل نیک بختی یہ ہے کہ تمام امور کا مشاہدہ ان ظاہری آنکھوں سے یوں کرے کہ انہیں اللہ ہی پیدا کرتا اور وہی وجود میں لاتا ہے جبکہ بندے کے ساتھ ان کا تعلق صرف اس لئے

ہے ہے تاکہ سزائیں قائم کی جاسکیں گویا اللہ تعالیٰ کی زبان سے نکل رہا ہے کہ جو ناحق طور پر کسی کو قتل کر دے تو اسے قتل کر دو اگر چہ تم دیکھتے بھی ہو کہ مجھے اس پر قدرت ہے یا یہ کام میں ہی کرتا ہوں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''تو تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے قتل کیا ہے۔'' لہٰذا ہمیں حکم ماننا ہوگا اور یونہی زنا اور شراب پینے وغیرہ کا حکم ہے تو گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس کے اعضاء سے ایسا کام ہو جائے تو اسے سزا ہوگی چنانچہ ہم کہیں گے کہ (اے اللہ) ہم سن کر فرمانبرداری کرتے ہیں۔

اکثر لوگ وہ ہیں جو اس مسئلہ کی تحقیق سے اندھے ہیں، وہ یا تو اسے صرف اللہ کی طرف سے جانتے ہیں یا صرف مخلوق کی طرف سے کیا ہوا سمجھتے ہیں لیکن جو اسے صرف اللہ کا کیا سمجھتا ہے، وہ ان کے مقابلے میں بہتر ہے جو اسے صرف مخلوق کا کیا ہوا جانتے ہیں، یہ لوگ اللہ سے غافل ہیں۔

میں نے جامع ازہر کے خطیبوں میں سے ایک ایسا شخص دیکھا جس کے لئے سلطان سلیم بن عثمان نے سو دینار مقرر کر دیئے کیونکہ اس نے وہاں جمعہ پڑھا تھا، اس جمعہ پر اسی خطیب کی باری تھی چنانچہ اس کا ساتھی آیا اور اسے اس دن کے خطبہ سے روک دیا کیونکہ اس نے سو دینار لئے تھے چنانچہ روکا ہوا خطیب روکنے والے پر برس پڑا اور میں نے اسے کہنا شروع کیا اللہ نے تمہارے لئے کچھ نہیں لکھا ہے، اس پر اس نے کہا کہ یہ شخص میری روزی بند کرانے کا سبب بنا ہے۔ میں نے کہا، اگر چہ یہ سبب بنا ہے لیکن وہ بند کرنے والا نہیں، یہ تو اللہ کی قدرت کا آلہ ہے اور حکم اس کا چلتا ہے جو آلے کو حرکت دیتا ہے، تم تو اس شخص کی طرح کر رہے ہو جو ڈنڈا اسے مارے اور ڈنڈے ہی کو گالی دینے لگے یا پھر اس شخص جیسے ہو جس کے لئے چمچہ سے کھانا ڈالا گیا جس پر وہ چمچہ کو سراہنے لگا اور لوگوں میں اسے مشہور کر دیا اور اس آلہ والے کو بھول گیا چنانچہ تحقیق والوں کے ہاں دونوں کام ایک جیسے ہیں اور اس میں کم عقلی ڈھکی چھپی نہیں۔

پھر میں نے اس سے کہا تم ہر جمعہ کو خطبہ میں یوں کیوں کہا کرتے ہو کہ ''اللہ کی قسم، پھر اللہ کی قسم! اس کے سوا نہ کوئی دیتا ہے اور نہ کوئی روک لیتا ہے، نہ کوئی کسی کو نیچے ذلیل کر سکتا ہے اور نہ ہی عزت دیتا ہے؟'' اس پر اس خطیب نے کہا کہ آپ نے مجھے دلیل دے کر چپ کرا دیا ہے۔

اگر یہ شخص صحیح راہ پر چلتا اور اپنے معاملے کی بنیاد کامل توحید پر رکھتا تو خاموش ہونے کی ضرورت نہیں تھی اور نہ ہی کسی مجاہد کی ضرورت تھی، نہ ہی کسی ایسے سے مقابلہ کرنا پڑتا جو روزی تک پہنچنے کے راستے میں اس کے لئے رکاوٹ بنتا بلکہ نہ ملنے والی ہر شے کے بارے میں خیال کرتا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس کی قسمت میں نہیں لکھا لہٰذا اس کے لئے کوشش ہی نہ کرتا۔

اسے ذہن نشین کر لو اور اگر اس ہدایت پر مکمل طریقے سے عمل کرنا چاہتے ہو تو صوفیہ کے طریقے پر چلو تاکہ اہل السنّت والجماعت میں سے شمار ہو سکو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے کیونکہ ''وہی صالحین کا والی ہے۔''

یہ بات ذہن میں رکھ لو کہ وسیلہ سے ملنے والی نعمتوں کا انکار ان چیزوں میں شمار ہوتا ہے جنہیں اللہ کسی اور طرف پھیرتا ہے اور جب وہ پھر جاتی ہیں تو ایسا شخص اس سے نعمت لینے کی قدرت نہیں رکھتا کہ اپنے ہاتھوں تمہیں نعمتیں دیتا رہے۔'' یہ اللہ کا وہ طریقہ ہے جو اس کی طرف سے بندوں میں جاری ہے۔'' کیوں کہ نعمتوں کا انکار ان کا راستہ بند کر دیتا ہے، پھر اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ جس کی نعمتوں کا تم انکار کرتے ہو، وہ تمہیں پکڑے گا نہیں تو پھر تم اس نعمت کے حقدار نہیں

رہو گے تو جس پر انعام ہوا ہے، اس میں حقدار ہونے کی صفت کا پایا جانا ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ واسطہ بننے والے شوہر، والد اور آقا وغیرہ کی نعمت کا انکار بھی نہ کرے۔ اس دور میں نعمت کا انکار بہت کیا جا رہا ہے، یہ کام بیوی، اولاد، غلام اور مریدین سبھی کر رہے ہیں جس کی وجہ سے ان کی روزی میں تنگی ہو جاتی ہے اور جیسے جیسے وقت گذر رہا ہے لوگوں میں روزی کی تنگی کا معاملہ زیادہ ہوتا جاتا ہے اور آخر کار وہ مکمل طور پر ان سے ہٹتی جاتی ہے کیونکہ یہ لوگ رات کی ایسی عبادت وغیرہ پر عمل کرتے ہوئے بہت کم شکر کرتے ہیں جس کی وجہ سے قدم سُوج جاتے ہیں کیونکہ اس دور میں عام نعمتوں پر زبانی شکر کرنا کافی نہیں رہا کیونکہ قیامت قریب آ جانے کی وجہ سے عام طور پر یہ کام لوگ ہی کر رہے ہیں چنانچہ جو قریبی ہوتا ہے کام کی نسبت اسی کی طرف کی جاتی ہے اور پھر باتوں میں بھی خلوص نہیں رہا جبکہ اللہ تعالیٰ نے آل داوٗد کے حق میں فرمایا ہے کہ ''اے آلِ داوٗد شکر کرنے کا کام کرو۔'' اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ ''اے آلِ داوٗد! زبانی شکر کرو۔'' اور اس امت محمدیہ کے لئے عمل کے ذریعے شکر کرنا اور زیادہ ضروری ہے کیونکہ انہیں بہت بڑی نعمت ملی ہے کہ انہیں عظیم نبی اور شریعت ملی ہے لہٰذا جو اس بات سے غفلت کر رہا ہے، اسے خبردار ہو جانا چاہئے تاکہ پانی اپنی گذرگاہوں میں چلتا رہے (یعنی یہ طریقہ جاری رہے)۔

حضرت شیخ عصیفیر مجذوب رحمہ اللہ (جو مصر میں دو حفاظتی دیواروں کی درمیانی لکیر پر دفن ہیں) جب بھی مویشیوں کے لئے بھرا ہوا حوض دیکھتے تو اس کی نالی کھول دیتے چنانچہ وہ زمین پر پھیل جاتا اور اسے بھرنے والے سے فرمایا کرتے کہ تو دل کا اندھا ہے کیونکہ اس دور کے لوگ گناہوں کی زیادتی اور اللہ کی مخالفت کی بنا پر ایسی کسی رحمت اور نعمت کے حقدار نہیں ہیں۔ اس پر پانی بھرنے والے نے کہا اے میرے آقا! یہ پانی تو صرف مویشیوں کے لئے ہے، اس پر مجذوب نے کہا کہ یہ مویشی ہی انہیں گناہوں کے مقام تک لے جاتے ہیں۔

حضرت عصیفیر رحمہ اللہ زمانے کے حالات کے مطابق زبانِ شریعت سے نہیں بلکہ زبانِ حقیقت سے بات کرتے تھے کیونکہ وہ مجذوب تھے، ان کا ارادہ یہ ہوتا تھا کہ لوگوں کو درست راہ پر چلنے کے لئے بیدار کریں تاکہ نعمتیں ان پر جاری رہ سکیں ورنہ دیکھا جائے تو یہ مخلوق حق تعالیٰ سے کسی شے کا حق نہیں رکھتی بلکہ اللہ کی طرف سے ان پر ہونے والے تمام انعامات اس کی طرف سے فضل اور احسان ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁ ابوداوٗد، نسائی (لفظ ان کے ہیں)، ابن حبان اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص اللہ کے نام پر پناہ مانگے، اسے پناہ دو، جو اللہ کے نام پر تم سے مانگے، اسے دیا کرو اور جو تمہارے ساتھ نیکی کرے تو تم بھی اس کے ساتھ برابر کی نیکی کرو، اگر ایسا نہ ہو سکے تو اس کے لئے دعا کرو اور تمہیں پتہ چل جائے کہ تم نے برابر کی نیکی کر دی ہے۔''

❁ طبرانی کی روایت میں ہے ''(اس وقت تک دُعا کرتے رہو) جب تک تمہیں یہ پتہ نہیں چل جاتا کہ تم نے اس کا شکریہ ادا کر لیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ شکر قبول کرتا ہے اور شکر کرنے والوں سے پیار کرتا ہے۔''

❁ ترمذی، ابوداوٗد اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے ''جس کو کوئی عطیہ ملا اور اس نے لے لیا تو اس کا بدلہ دے۔ لیکن اگر نہیں مل سکا تو اچھے الفاظ بولے کیونکہ جو ایسا کرتا ہے، وہ شکر کرتا ہے اور جو اسے چھپائے گا، وہ انکاری ہوگا۔''

ترمذی شریف کی روایت میں مرفوعاً ہے ''جس کے ساتھ کوئی بھلائی کی جائے اور وہ بھلائی کرنے والے سے کہے کہ اللہ تمہیں بہتر بدلہ دے تو وہ گویا بڑا شکریہ کر چکا۔'' انہی کی روایت میں ہے ''جس کے ساتھ کوئی نیکی کی گئی اور اس نے نیکی کرنے والے سے کہہ دیا کہ ''اللہ اس پر تمہیں بہتر جزاء دے'' تو اس نے بڑی تعریف کر دی۔''

امام احمد اور طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''اللہ کا سب سے زیادہ شکر کرنے والا وہی ہوگا جو لوگوں کا شکریہ سب سے زیادہ کرتا ہوگا۔''

ابوداؤد اور ترمذی میں ہے ''جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر گذار بھی نہیں ہوتا۔''

طبرانی اور ابن ابی الدنیا مرفوعاً بتاتے ہیں ''جس پر نیکی ہو، وہ اس کا ذکر کرے چنانچہ جو اس کا ذکر کرے گا تو گویا اس نے اس کا شکریہ ادا کیا لیکن جو اسے چھپالے، وہ انکار کر رہا ہوگا۔''

ابن ابی الدنیا کی مرفوع روایت ہے ''جو تھوڑی شے پر شکریہ ادا نہیں کرتا، وہ زیادہ پر بھی نہیں کرے گا، جو لوگوں کا شکریہ ادا نہ کرے، اللہ کا شکر گزار بھی نہ ہوگا۔ نعمت کا ذکر کرنا، شکر کہلاتا ہے اور نہ کرنا انکار کہلاتا ہے۔''

ابوداؤد اور نسائی نے روایت کی ہے ''مہاجر صحابہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ ! سارا اجر تو انصار لے گئے، ہم نے آج تک کسی کو نہیں دیکھا کہ زیادہ چیز ملنے پر ان سے زیادہ شکریہ ادا کرتا ہو اور کم پر خوش ہو جاتا ہو، حالانکہ ہم نے بھی سختیاں جھیلیں ہیں، آپ نے فرمایا کیا اس پر تم ان کی تعریف نہیں کر رہے ہو اور ان کے لئے دعا نہیں کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کی کہ ایسا ضرور کرتے ہیں، آپ نے فرمایا پھر حساب برابر ہو گیا (تمہیں بھی ان جیسا ثواب ہوگا)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 74

روزہ سے محبت کرنا

رسولِ اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم روزے کے ساتھ سب سے زیادہ محبت رکھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''روزہ میرے لئے رکھا جاتا ہے۔'' اس لئے اسے اچھا نہ سمجھیں کہ ان پر ثواب ملے گا یا اس لئے کہ یہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے کیونکہ جو اللہ کے لئے عمل کرتا ہے تو وہ اسے دنیا و آخرت کی ہر چیز دے دیتا ہے بلکہ ان کے علاوہ وہ بھی دے دیتا ہے جسے کسی آنکھ نے نہ دیکھا، کسی کان نے نہ سنا اور نہ ہی کسی بشر کے دل میں کھٹکا، یہ تو ثواب اور گناہ مٹانا دنیاوی اور اخروی نفسانی خواہشیں ہیں جبکہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزے کے علاوہ کسی اور عبادت کے بارے میں یہ پیغام نہیں آیا کہ وہ صرف میرے لئے ہے چنانچہ اگر اسے زیادہ خصوصیت حاصل نہ ہوتی تو اسے اپنا نہ کہتا۔

روزہ میرے لئے کہنے کی حکمت

حضرت سیدی علی خواص رحمہ اللہ ''روزہ میرے لئے ہوتا ہے'' کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ اس لئے فرمایا کہ اس میں اللہ تعالیٰ جیسی بے پرواہی موجود ہے کیونکہ نہ اس میں کھانا ہے نہ پینا، اس لئے روزہ دار کو فرماتا ہے کہ اس میں وہ بے ہودہ گفتگو اور گناہ کے کام نہ کرے اور نہ ہی بدکلامی کرے تاکہ اس بے نیازی کا لحاظ کر سکے جو اس نام میں موجود ہے۔

حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ حدیث پاک ''روزے کے علاوہ آدمی کا ہر کام اسی کے لئے ہوتا ہے کیونکہ وہ میرے لئے ہے جس کا بدلہ میں ہی دوں گا۔'' کا معنیٰ بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے حساب لے گا اور اس کے سارے عملوں میں ظلم کا بدلہ دیتا جائے گا اور آخرکار روزہ رہ جائے گا چنانچہ اس پر باقی رہ جانے والے ظلموں کا بوجھ اٹھا لے گا اور روزے کی وجہ سے اسے جنت میں داخل کر دے گا۔''

روزے کے فائدے

روزے کے فائدوں میں سے ایک یہ ہے کہ یہ انسانی بدن میں شیطان کے چلنے کی راہیں بند کر دیتا ہے اور بدن کے لئے ڈھال بن جاتا ہے چنانچہ بدن میں اگلے سال تک کے لئے اسے دل کی طرف جانے کا راستہ نہیں ملتا چنانچہ پیر سے جمعرات تک، جمعرات سے پیر تک، سفیدی والے دنوں سے سفیدی (چاند کی) والے دنوں تک، ماہ حرام سے ماہ حرام تک، عاشورہ سے عاشوراء تک، یومِ عرفہ سے اگلے عرفہ کے دن تک ہر روزہ اپنے جیسے دن تک کے لئے ڈھال بن جاتا ہے، ان میں سے دنوں کی ہر جنس اپنے جیسے دنوں تک کے لئے ڈھال بنتی ہے چنانچہ پیر کا دن بار بار آتا ہے، جمعرات کا آتا ہے، سفید راتوں والے دن بار بار آتے ہیں، ماہ حرام بار بار آتا ہے، عرفہ کا دن بار بار آتا ہے اور عاشوراء کا دن بھی بار بار آتا ہے، ان میں سے ہر جنس کے دنوں کے لئے خاص طور پر حفاظت ہوتی ہے چنانچہ ابلیس وسوسہ ڈالنے کے لئے بندے تک ویسے پہنچ نہیں پاتا جیسے نماز، زکوٰۃ، حج، وضو اور رکوع وسجود میں پہنچتا ہے، ان میں سے ہر دن کے جوڑے کے گناہ اسی سے مٹا دیئے جاتے ہیں، اس کے علاوہ کوئی اور عمل یہ گناہ نہیں مٹا سکتا۔

ہماری اس بات کی تائید مسلم کی اس مرفوع حدیث سے ہوتی ہے کہ ''پانچ نمازیں، جمعہ سے جمعہ اور رمضان سے رمضان سب ایسے وقت ہیں کہ اپنے درمیانی وقتوں میں ہونے والے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے۔''

روزہ کا حکم کیوں ملا؟

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رمضان کے مکمل مہینے کے روزے انتیس ہوتے ہیں یا تیس کیونکہ روزہ شروع ہونے کی اصل وجہ وہ کھانے کا پھل ہے جو حضرت آدم علیہ السلام نے درخت سے کھایا تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کے

کفارے کے لئے روزے کا حکم دیا پھر روایت میں آتا ہے کہ وہ پھل آپ کے پیٹ میں مہینہ بھر تک کے لئے رہا اور آخر کار اس میں سے کچھ بھی نہ رہ گیا، حدیث پاک میں آتا ہے کہ مہینہ تیس یا انتیس دن کا ہو جاتا ہے۔ اسے ذہن میں رکھو۔

روزہ کس صورت میں مفید ہوتا ہے؟

یہ بات ذہن میں رکھو کہ روزے کا فائدہ صرف اس صورت میں ہوتا ہے جب انسان عام عادت کی بجائے زیادہ بھوکا رہے لیکن جو شخص رمضان میں زیادہ بھوکا نہیں رہتا تو وہ یونہی ہوگا جیسے روزہ چھوڑنے والا ہوتا ہے خواہ ان کی طرح اس میں وہ شیطان کی گذرگاہوں کو بند کر سکے یا نہ کر سکے اور طرح طرح کی چیزیں اور پھل کھانے اور پینے سے تو یہ راہیں بند ہو ہی نہیں سکتیں پھر تم رات کو اور چیزیں کھاتے ہو اور پھر یونہی رات کے آخری حصے میں سحری کا کھانا کھاتے ہو کیونکہ ایسی چیزیں انسان کے بدن میں شیطان کے لئے روزہ چھوڑنے کے دنوں سے بڑھ کر راہیں کھول دیتی ہیں جس کی وجہ سے شیطان کے گزرنے کے وہ راستے اس جیسے عظیم مہینے میں زیادہ ہو جاتے ہیں جن سے شیطان اندر جاتا ہے اور اسے برباد کرتا ہے، جس میں لیلۃ القدر ہزار مہینوں کی عبادت سے بڑھ کر ہے اور یہ عام لوگوں کی عمر جتنا وقت ہے جو تراسی سال بنتا ہے چنانچہ اگر بندے کی یہ پوری عمر لیلۃ القدر میں کئے جانے والے عملوں کے ساتھ تولی جائے تو لیلۃ القدر اس کے سارے خالص اور ہمیشہ کے کاموں سے بڑھ جائے گی جس میں کوئی گڑبڑ نہ ہوئی ہو تو پھر ایسے اعمال کا کیا حال ہوگا جن میں دکھلاوا ہوا کرتا ہے اور ان میں گناہ، کوتاہیاں، غفلتیں اور دنیاوی خواہشیں شامل ہوگئی ہوں اور جو بصیرت و دل کی آنکھوں کے ذریعے دیکھے گا تو اسے نظر آئے گا کہ لیلۃ القدر سے پہلے والے دنوں کے تمام روزے صرف تیاری کے لئے ہوتے ہیں کہ وہ دل کو پاک کر کے اس رات میں اپنے رب کو دیکھنے کے قابل ہو جاتا ہے لیکن میرے خیال میں اور تو کیا، دور کے بڑے لوگ رمضان میں اس خرابی میں گرفتار ہوتے ہیں جس کا میں نے ذکر کیا ہے چنانچہ خواہش کے مطابق کھانے اور نیند کی وجہ سے ان کے دل میں تاریکی بڑھ جاتی ہے جبکہ گذشتہ زمانے کا مومن جب رمضان کے روزے رکھ کر فارغ ہو جاتا تھا وہ لوگوں کے دلوں میں چھپی باتیں دیکھ لیتا تھا کیونکہ مسلسل عبادتیں کرنے اور مخالف چیزوں کا شمار رکھنے سے اس کے اندر بہت زیادہ صفائی ہو جاتی تھی۔

حضرت شیخ ابراہیم عصفور مجذوب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! ان مسلمانوں کے روزے باطل ہیں کیونکہ افطار کرتے وقت یہ لوگ گوشت، میٹھی چیزیں اور من پسند چیزیں کھاتے ہیں اور میرے نزدیک اصل روزہ ان لوگوں کا ہے جو زیتون کے تیل اور سرکے وغیرہ سے افطاری کرتے ہیں۔

لوگ آپ کے اشاروں کا مفہوم نہیں سمجھتے تھے کیونکہ وہ مجذوب تھے البتہ میں ان کے کلام کے معنی، اشارے اور ڈانٹ ڈپٹ کو سمجھتا ہوں گویا وہ کہنا یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے لئے رمضان میں سخت بھوکا ہونا ضروری ہے۔

لوگوں کی افطاری کیسی کرانی چاہئے

میرے بھائی افضل الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں مومن کے لئے کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ جب اس کے پاس روزے دار افطاری کریں تو انہیں عام دنوں کی طرح پیٹ بھر کر نہ کھلائے بلکہ سنت طریقے سے کھلائے چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے ”ابن آدم کو صرف چند لقمے کھانا چاہئیں تا کہ پیٹھ سیدھی رہ سکے۔“

لفظِ لقمہ کی تحقیق

لغت کا علم رکھنے والے کہتے ہیں کہ لُقَيْمَاتٌ (حدیث میں) لُقْمَةٌ کی جمع ہے جو تین سے نو تک پر بولا جاتا ہے اور جب انسان اپنے پاس روزہ چھوڑنے والے کو نو سے زیادہ لقمے پیش کرتا ہے تو اس کے حق میں برا کرتا ہے، اس کو روزہ افطار کرانے کا اجر نہیں ملتا کیونکہ وہ سنت طریقے پر زیادتی کرتا ہے۔

یہ کام وہی کر سکتا ہے جو طبیعت کی مرضی پر نہ چلے اور لوگوں کو شریعت سکھاتے ہوئے صرف اللہ کے ساتھ معاملہ رکھے اور پھر یہاں تک رکھے کہ اپنے دین کی بجائے اپنے بھائی کے دین کی فکر زیادہ رکھے۔

پھر طبیعت سے نکلنے کی نشانی یہ ہوگی کہ اگر کوئی شخص دشمنوں کے درمیان تجھے اس وقت بھلا کہے جب تم اسے پیٹ بھر کر نہ کھلا سکو تو تم پر اس کا اثر نہ ہو کیونکہ عارف کے مقابلے میں سنت کو چھوڑنے والا بالکل بچہ ہی کہلاتا ہے جبکہ بچے کی ہر خواہش پوری نہیں کی جاتی۔

حضرت سیدی ابراہیم متبولی رحمہ اللہ کا طریقہ یہ تھا کہ افطاری کے وقت روزہ داروں کے لئے عام طور پر ان کے کھانے کے مقابلے میں بہت کم کھانا رکھتے تھے، انہوں نے آپ کے نائب سے شکایت کی تو اس نے کہا اگر تمہیں دنیا میں ان سے شکایت ہے تو آگے جا کر آخرت میں ان کا شکریہ ادا کرو گے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ کی وصیت میں سے ایک یہ تھی رمضان میں تم مہمان کے لئے عرب کے مالدار یا کسی اور کی طرح ایک روٹی سے زیادہ نہ لاؤ کیونکہ اندیشہ یہ ہوگا کہ اگر تم نے اسے سیر نہ کیا تو تمہارے خلاف دل میں اسے نفرت ہوگی کیونکہ اگر اسے تمہارے حقیقی برتاؤ کا پتہ چل گیا تو وہ تمہارے پاؤں چومے گا اور کہے گا کہ اللہ تمہیں جزاء دے کہ تم نے میرے خبیث نفس کو اس کی مرضی کے مطابق نہیں دیا اور اس کے روزہ مکمل ہو جانے کی کوشش کی ہے لہٰذا اے بھائی! کسی شیخ کے طریقے پر چلو جو تمہیں طبیعت کی مرضی پر چلنے سے روکے اور تم مخلوق کے ساتھ مہربانی اور شفقت کا معاملہ کرو ورنہ لازمی طور پر مخلوق کی جھڑکوں سے خوف رہے گا۔

حضرت سیدی علی خواص رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جہاں تک وراثتِ محمدی بتاتی ہے، اللہ کے اولیاء کو بندوں پر اس قدر زیادہ شفقت ہوتی ہے کہ جتنی انہیں خود اپنے آپ پر نہیں ہوتی کیونکہ وہ انہیں ان نفسانی خواہشوں سے روکتے ہیں جو ان کا

مرتبہ گھٹاتی ہیں جبکہ وہ خود اپنے آپ کے لئے ایسا کبھی نہیں کر سکتے لہٰذا اس بات کو ذہن میں رکھو اور اس پر عمل کرو، اللہ تمہیں ہدایت دینے والا ہے'' کیونکہ صالحین کا والی وہی ہوتا ہے۔''

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ کی روایت میں ہے (الفاظ بخاری کے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم کا ہر کام خود اس کے لئے ہوتا ہے لیکن روزہ نہیں کیونکہ وہ میرے لئے ہے اور اس کا بدلہ میں ہی دوں گا، روزے ڈھال کا کام دیتے ہیں چنانچہ جب تم میں سے کوئی روزہ رکھے تو بک بک نہ کرے اور نہ ہی شور مچائے، اگر اسے کوئی گالی دے یا اس سے لڑے تو اسے کہہ دے کہ میرا روزہ ہے اور اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ روزے دار کے منہ کی بو اللہ کے ہاں کستوری سے زیادہ ستھری ہوتی ہے۔ روزے دار کے لئے خوشی کے دو موقعے ہوتے ہیں جن میں وہ خوش ہوتا ہے چنانچہ جب افطاری کرتا ہے تو اس پر خوش ہوتا ہے اور جب فوت ہو کر اللہ کے ہاں حاضر ہوگا تو اس کے روزے کی وجہ سے خوش ہوگا۔''

❁ مسلم شریف کی روایت میں ''ابن آدم کے ہر عمل کی صورت یہ ہے کہ نیکی کے بدلے میں اسے کئی گنا نیکی ملتی ہے اس کی نیکی دس سے سات سو گنا تک بڑھا دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لیکن روزہ کیونکہ وہ میرے لئے ہوتا ہے اور اس کی جزاء میں دوں گا، اس لئے کہ وہ اپنی خواہشیں اور کھانا پینا میری وجہ سے چھوڑتا ہے۔''

❁ امام مالک، ابو داؤد اور ترمذی کی ایک روایت ہے کہ ''جب وہ اللہ سے ملاقات کرے گا اور وہ اسے جزاء دے گا تو یہ خوش ہوگا۔''

میں کہتا ہوں ان دونوں چیزوں سے انسان کے خوش ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انسان روح اور جسم سے مل کر بنا ہے چنانچہ جسم کی خوراک تو کھانا ہے اور روح کی غذا اللہ سے ملنا ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

حافظ منذری لکھتے ہیں کہ آپ کے فرمان ''روزہ ڈھال (جُنہ) ہے'' جُنَّۃٌ ایسی چیز کو کہتے ہیں جو بندے کو ڈھانپ لے، اسے پردے میں لے لے اور اس چیز سے بچائے، جس سے وہ ڈرتا ہے۔

حدیث کا مطلب یوں ہے کہ روزہ روزے دار بندے کو ڈھانپ لیتا ہے اور اسے گناہوں میں پڑنے سے بچاتا ہے۔

رفث کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس کا مطلب ہے ''ہمبستری'' لیکن بول کر اس سے مراد بری گفتگو لیتے ہیں اور اسے بول کر بندے کا عورت کو ہمبستری کے بارے میں کہنا مراد لیا جاتا ہے تاہم بہت سے علماء کہتے ہیں کہ حدیث میں اس سے مراد بدگوئی اور ردی قسم کی کلام ہوتی ہے۔

خلوف سے مراد روزے کی وجہ سے منہ کی ہوا کا تبدیل ہو جانا ہے۔

❁ طبرانی اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے ''روزے اللہ کے لئے رکھے جاتے ہیں، ان کو ملنے والا ثواب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً بیان کیا ہے ''روزے رکھا کرو، صحت مند ہو جاؤ گے۔''

❁ امام احمد اور بیہقی نے مرفوعاً بتایا ہے ''روزے ڈھال کا کام دیتے ہیں اور دوزخ سے بچانے کے لئے

پختہ قلعہ بن جاتے ہیں۔''

- ابن خزیمہ کی ایک روایت یوں ہے''روزے جہنم سے ڈھال کی طرح یوں بچاتے ہیں جیسے لڑائی میں تمہارے پاس ڈھال ہوتی ہے۔''
- امام احمد، طبرانی اور حاکم مرفوعاً لکھتے ہیں''روزے اور قرآن قیامت کے دن بندے کی شفاعت کریں گے، روزے کہیں گے کہ اے پروردگار! ہم نے اسے کھانے پینے اور خواہشوں سے روکا لہٰذا اس کے بارے میں ہماری شفاعت مان لے اور قرآن کریم کہے گا کہ میں نے اسے رات کو سونے سے روکا تھا لہٰذا اس کے بارے میں ہماری شفاعت قبول فرما، فرمایا کہ دونوں شفاعت کریں گے۔''
- ابن ماجہ نے مرفوعاً روایت کی ہے''ہر شے کی زکوٰۃ دینا ہوتی ہے اور بدن کی زکوٰۃ روزہ رکھ لینا ہوتا ہے۔''
- امام بیہقی نے مرفوعاً کہا ہے افطار کے وقت روزے دار کی ایک ایسی دعا ہوتی ہے جسے ٹالا نہیں جاتا۔''
- امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور ابن حبان مرفوعاً لکھتے ہیں''تین ایسے شخص ہیں کہ ان کی دعا رد نہیں کی جاتی، ایک تو روزے دار کی دُعا ہے جو افطاری کے موقع پر کرتا ہے۔''
- امام بخاری وغیرہ مرفوعاً لکھتے ہیں''جو بھی شخص خدا کی رضا کے لئے روزہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس دن کی بنا پر جہنم سے اس کا چہرہ ستر خریف تک دور کر دیتا ہے۔''

حافظ منذری لکھتے ہیں کہ علماء کے کئی گروہ یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث جہاد میں روزے کی فضیلت بتاتی ہے، اس حدیث پر امام ترمذی نے باب تیار کیا ہے لیکن ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ رضاء الٰہی کے لئے رکھا جانے والا روزہ مراد ہے جو صرف اللہ کے لئے رکھا جائے۔ واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 75

رمضان کی راتوں میں نفل پڑھنا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ رمضان کی راتوں میں قیام سے ہمارا بڑا مقصد اللہ کا حکم ماننا اور برے ارادوں سے بچاؤ کے لئے اللہ سے راز و نیاز کا مزہ لینا ہونا چاہیے، آخرت میں اجر حاصل کرنا وغیرہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ جو ثواب کے لئے رمضان کو قائم کرتا ہے، وہ عبدِ ثواب (ثواب کا لالچی) ہوتا ہے، اللہ کا بندہ نہیں ہوتا جیسے اس حدیث میں ارشاد ہے''دینار، درہم اور جبے کے بندے پر سخت افسوس ہے۔'' ہاں اگر وہ ثواب اپنے آپ کو مسکین بنا کر لینا چاہتا ہو تو حرج نہیں کیونکہ اس طرح اس کا پروردگار تنہا مالدار دکھائی دے گا اور خود وہ تنہا فقیر نظر آئے گا لیکن یہ اس کے لئے اس وقت صحیح

ہو گا جب وہ پختہ طور پر اللہ کی پہچان کر لے اور وہ یوں کہ وہ ایسا ہو جائے کہ دوزخ کی آگ سے ڈر کر یا اللہ سے ثواب کی امید رکھ کر اللہ کو عبادت کے لائق نہ سمجھے چنانچہ جو شخص اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے، اسے کسی شیخ کی ضرورت ہے جو اسے لے جا کر اللہ کی توحید کے سامنے پہنچا دے جہاں وہ دیکھے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہر اس چیز کو بنانے والا ہے جو وجود میں آ چکی ہے جبکہ عملوں کے ظاہر ہونے کی جگہ ہے کیونکہ بندے کے عمل عارضی چیز ہیں اور وہ جسم کے بغیر دکھائی نہیں دیتے چنانچہ اگر بندے کے اعضاء نہ ہوں تو کائنات میں اللہ کا کوئی کام نظر نہ آئے اور نہ ہی کسی کے لئے سزائیں مقرر کی جائیں۔ اسے ذہن میں رکھ لو اور جو شیخ کے طریقے پر نہیں چلتا تو وہ مرنے تک ثواب کا بندہ بن کر رہے گا، اس سے چھٹکارا نہیں پا سکے گا چنانچہ وہ ایسے برے مزدور کی طرح ہو گا جو کام کرنے سے پہلے یہ شرط لگاتا ہے کہ میری محنت پر مجھے کیا دو گے؟ تو ایسا شخص کہاں ملے گا جسے تم کہو کہ کام کرو، میں تمہیں اتنی مزدوری دونگا جس کے جواب میں وہ کہے کہ اللہ کی قسم! میرا ارادہ صرف یہ ہے کہ تمہارے غلاموں میں سے ایک بنا رہوں یا تمہاری نظر کے سامنے رہوں یا صرف میں ہی تمہاری خدمت کروں، کوئی اور نہ کرے، تو کیا ایسا نہیں کہ جب تمہیں اس کی سچائی کا پتہ چلے تو تم اسے قریبی بنا لو اور اس کی عظیم ہمت کی بنا پر اسے اس سے زیادہ دو جس کی وہ امید رکھتا تھا لیکن اس کی بجائے جو تم سے شرطیں طے کرے تو وہ تم پر بوجھ بنے گا، اس وجہ سے تم اس کی بداصلی اور کم ہمتی پہچان لو گے اور اس کے بعد اسے اجرت دے کر اپنے ہاں سے نکال دو گے اور کبھی وہ تمہارے نکالنے سے پہلے ہی اپنے آپ نکل جائے گا کیونکہ وہ تو تمہارے اور اس کے درمیان محبت کا تعلق نہ ہو گا کیونکہ وہ تو تمہارے پاس صرف اجرت لینے آیا تھا اور جب اسے مل گئی تو واپس چلا گیا اور تمہیں بھول گیا اور یہ اس جیسا نہیں جو تمہاری خدمت تم سے محبت کی بنا پر کرتا ہے، اسے ذہن میں رکھو۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ جب بھی نفل پڑھتے تو کہتے کہ میں دو رکعت نفل اس لئے پڑھ رہا ہوں کہ اس وقت مجھ پر اللہ کے انعامات ہیں چنانچہ آپ ان دو رکعتوں کو عین نعمت سمجھتے تھے، کسی اور نعمت کا شکر یہ نہ جانتے تھے۔

میں نے ان سے اس بارے میں بات کی تو انہوں نے کہا کہ مجھ جیسا کہاں دیکھو گے کہ جو اللہ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے، اللہ کی قسم! جب میں اس کے سامنے ہوتا ہوں تو اس سے باتیں کرنے کی حالت میں بے ادبی پر اللہ سے حیاء اور شرمندگی کی بناء پر پگھل رہا ہوتا ہوں کیونکہ اس سے باتیں کرنے کے بنیادی آداب ایک لاکھ کی تعداد میں ہیں اور میرا نہیں خیال کہ میں ان میں سے دس آداب پر بھی عمل کرتا ہوں گا چنانچہ جب میں نماز یا کسی اور عبادت میں اس کے سامنے ہوتا ہوں تو لگتا ہے کہ مجھے سزا ہو گی لہٰذا میں ثواب کیسے مانگوں؟

ایک اور مرتبہ فرمایا کہ بندے پر لازم ہے کہ مستقل طور پر اپنی عبادت کا رخ ربوبیت کی طرف رکھے کیونکہ اگر وہ دونوں جہان جتنی بھی عبادت کرے بلکہ اگر وہ دنیا کی ابتداء سے لے کر انتہاء تک انگاروں پر عبادت کرتا رہا ہو تو وہ اس بات کا شکر ادا نہیں کر سکے گا کہ نماز میں اس نے اسے غفلت ہی کی حالت میں لمحہ بھر کے لئے اپنے سامنے کھڑا ہونے کا موقع دیا ہے یونہی جب اس کی عبادتیں کم ہوں تو اس کے لئے ذہن میں یہ رکھنا مناسب ہے کہ اس جیسا آدمی اس تھوڑی عبادت کے بھی لائق نہیں تھا اور جو شخص یہ طریقہ اپنا لے گا تو وہ اپنے عملوں میں تکبر اور اللہ سے اس کی رحمت سے بے امیدی سے

محفوظ ہو گا۔

ایک مرتبہ کسی شخص نے ان سے کہا اے میرے آقا! میرے لئے دعا فرما دیں تو فرمایا اے بیٹے! مجھ میں یہ جرأت نہیں کہ اپنے یا کسی اور کے لئے اکیلا اللہ سے اپنی ضرورت کی چیز مانگوں لہٰذا رک جاؤ، ہم عصر کی نماز میں لوگوں کے ہمراہ اکٹھے ہوں گے تو ان کے ساتھ ان کے مجمع میں تمہارے لئے دعا کریں گے۔

میرے بھائی افضل الدین رحمہ اللہ کہتے ہیں بخدا میں رات کو نفل پڑھنے کے لئے کھڑا ہوتا ہوں تو اپنے آپ کو اللہ کے سامنے اس مجرم جیسا سمجھتا ہوں جس نے کسی کو قتل کر دیا ہو اور دوسری برائیاں کی ہوں اور جسے ہلاک کرنے کے لئے حکمران کے سامنے لائے ہوں، دوسری طرف میں اللہ کی مہربانی دیکھتا ہوں جس نے مجھے اپنے سامنے کھڑا ہونے کی اجازت دی ہے اور نماز چھوڑنے والوں کی طرح مجھے یکلخت باہر نہیں نکالا۔

ایک اور مرتبہ فرمایا طریقت میں کامل شخص کے لئے شرط یہ ہے کہ جب وہ اللہ کا کلام پڑھے تو شرم کے مارے پگھلنے کے قریب ہو اگرچہ اللہ تعالیٰ نے ہر چھوٹے بڑے کو اپنا کلام پڑھنے کی اجازت دی ہے لیکن عارف کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ اللہ کے سامنے حاضر ہوئے بغیر اس کا کلام نہ پڑھے کیونکہ اس کے کلام کی تلاوت کرنا اس سے راز و نیاز ہوتا ہے اور اس کا حال کیا پوچھتے ہو جو غفلت میں اللہ سے راز و نیاز کی باتیں کرتا ہے، بخدا اگر درمیان سے پردہ ہٹا دیا جائے تو قرآن کریم کی تلاوت کرنے والا ہر شخص پگھل جائے جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اشارہ کرتا ہے "بلاشبہ ہم آپ پر بوجھل فرمان ڈال رہے ہیں۔" یونہی یہ فرمان بھی "اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر اتارتے تو اللہ کے ڈر سے تمہیں عاجز کرتا اور پھٹتا ہوا نظر آتا۔"

اس مقام پر کچھ ایسے راز موجود ہیں جن کا مزہ صرف اللہ والے لیتے ہیں، یہ صرف ان کے سامنے ذکر کئے جا سکتے ہیں جو راز دار بن کر سامنے ہوں۔

میرے بھائی حضرت شیخ افضل الدین بھی فرماتے ہیں فقیر کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو گھاس بیچنے والے لونڈے باز اور زنا کار جیسا گھٹیا سمجھے اور جب اسے کوئی مسلمان یہ کہے کہ میرے لئے دعا کرو تو وہ حیاء اور شرمندگی کی بناء پر پگھلنے لگے کیونکہ اسے ہر وقت اپنے گناہ دکھائی دیتے ہوں۔

ایک مرتبہ میں نے انہیں ایک ولیمہ میں دیکھا تو ایک عالم نے ان سے کہا کہ میرے لئے اللہ سے دعا کرو، یہ سنتے ہی ان کی پیشانی پر پسینہ آ گیا اور ان میں بولنے کی ہمت نہ رہی کیونکہ وہ روئے جا رہے تھے، کہنے لگے کہ گویا اس بات نے تو مجھے مار ہی ڈالا ہے۔

جب انہوں نے شادی کا ارادہ کیا تو لوگوں نے ان کے سامنے بیٹیاں پیش کیں چنانچہ جس نے بھی اپنی بیٹی کے لئے آپ سے نکاح کی بات کی تو آپ نے کہا اے بھائی! آپ کی بیٹی میرے جیسے کے ہاں گھاٹے میں رہے گی چنانچہ اپنے آپ کو انہوں نے اس قابل نہیں پایا کہ کسی ایک سے بھی شادی کریں، پھر مجھ سے کہا کہ مجھے اپنے جیسا ذلیل شخص ان غریبوں کے علاوہ نظر نہیں آیا جو لوگوں کے گھروں کے چکر لگاتے ہیں اور وہ چیزیں کھاتے ہیں جنہیں لوگ اپنے گھروں کے صحنوں میں کوڑا کرکٹ پر پھینک دیا کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ میں ''کتبہ'' والے سے کہا کہ میرے لئے دعا کریں، اسے حیاء آئی اور پیشانی پر پسینہ آ گیا اور کہا اے میرے آقا! اب یہ بات مجھ سے دوبارہ نہ کہنا، آپ مجھے تکلیف پہنچا رہے ہیں کیونکہ اس وقت میری حالت یہ تھی کہ جب آپ نے مجھ سے کہا کہ میرے لئے دعا کرو تو میں نے اپنے آپ کو اس یہودی جیسا سمجھا جسے شیخ الاسلام نے کہا کہ میرے لئے دعا کرو۔

سیدی ابوالمواہب شاذلی رحمہ اللہ کہتے ہیں ملک قدوس نے حکم فرمایا ہے کہ نفسانی خواہش رکھنے والوں میں سے کوئی شخص اس کی بارگاہ میں داخل نہ ہو۔

حضرت سیدی ابراہیم دسوقی کہتے ہیں میری رات کے بارے میں اسے نہ بتاؤ جو اس کے سامنے کھڑے ہونے پر اس سے بدلہ مانگتا ہے، اسے بتا سکتے ہو جو اس کے لئے فضل اور احسان کا خیال کرے جس کے بارے میں یہ اجازت دی گئی ہے کہ اس کے سامنے کھڑے ہوں۔

وہ یہ بھی فرماتے تھے جس کی اندھیروں میں اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کی محبت کا سبب یہ ہو کہ وہ اللہ سے مناجات کا مزہ لے تو جب تک وہ ایسا کرتا رہے گا نفسانی خواہش کر رہا ہوگا کیونکہ اگر اس میں وہ انس و محبت نہ ہو جسے وہ اپنی مناجات میں دیکھتا ہے تو اپنا بستر چھوڑ کر اس کے سامنے کھڑا نہ ہو تو گویا یہ غیر کی محبت کے لئے کھڑا ہوا جبکہ اللہ تعالیٰ اس شخص سے محبت نہیں رکھتا جو اس کی اجازت کے بغیر کسی اور سے محبت کرے کیونکہ وہ انس جسے وہ اپنے دل میں پاتا ہے، یقیناً اس محبتِ الٰہی کے علاوہ ہے۔

آپ یہ بھی فرماتے تھے اللہ سے کسی کا بھی کوئی انس و محبت نہیں ہوتا کیونکہ اللہ اور اس کے بندے کسی بھی طرح ایک جیسے نہیں ہوتے، ان کا اُنس و محبت صرف صرف اللہ کے قرب ہونے سے ہوتا ہے، اللہ کے ساتھ نہیں ہوتا اور یہ اس اک احسان ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اکابر اتنا قیام کرتے ہیں کہ ان کے قدم سوج جاتے ہیں کیونکہ ان میں وہ مزہ نہیں ہوتا جسے وہ اپنی عبادتوں میں دیکھنا چاہتے ہیں کیونکہ یہ مزہ تو دکھ درد دور کرتا ہے چنانچہ ان کے قدم سوجنے نہیں چاہئیں جس سے معلوم ہوا کہ ان کی طرف سے اللہ کی عبادت صرف تکلیف ہی ہوتی ہے جس میں مزہ نہیں ہوتا اور اگر اس میں مزہ ہو تو وہ لذتوں کے بندے بن جائیں حالانکہ وہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت سے پاک ہیں تو اے بھائی! کسی شیخ کے ہاتھ پر طریقت کی راہ اپناؤ جو تمہیں بیماریوں سے نکالے اور تم اللہ کا حکم مان کر عبادتیں کیا کرو اور اس پر اللہ سے نہ تو کوئی بدلہ چاہو اور نہ شاباش۔

حضرت علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تمہیں اللہ کے قرب کا موقع مل جائے تو صرف اپنے ہی لئے دعا نہ کرو کیونکہ وہ بُرے ارادے والا شمار ہوگا، اس کی سب سے بڑی دعا مسلمان بھائیوں کے لئے ہونی چاہئے۔

ایک رات اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان فرمایا، میں صبح ہونے کے قریب تک مسلمان بھائیوں کے لئے دعائیں کرتا رہا۔ یہ ۹۴۷ھ میں میرے حج کا وقت تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دعا کی برکت سے آرام کے ساتھ مجھے بھی وہ سب کچھ دے دیا جس کے بارے میں، مَیں نے ان کے لئے دعا کی تھی لیکن اگر میں یہ دعا صرف اپنے لئے کرتا تو مجھے وہ

کچھ حاصل نہ ہوتا تو اس پر اللہ رب العالمین کا شکر ہے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رمضان کے صرف آخری دس دنوں ہی کے قیام پر بس نہ کیا کرو بلکہ پورے مہینہ میں قیام کرو اور ان دنوں میں اپنی عورتوں کو چھوڑ دو جیسے رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے کیونکہ میں نے سترہ رمضان کی رات کو لیلۃ القدر دیکھی تھی۔

آپ ہی فرماتے ہیں کہ اہل کشف نے لیلۃ القدر کے رمضان کی راتوں اور دوسری راتوں میں گھومنے کا ذکر کیا ہے تاکہ تمام راتوں کو یہ بزرگی مل سکے اور یہی بات ایک امام نے بھی کہی ہے کہ وہ سال کی تمام راتوں میں گھومتی رہتی ہے اور جب پہلا دورہ مکمل ہو جاتا ہے تو دوسرا شروع ہو جاتا ہے۔ میں نے انہیں یہی کہتے ہوئے سنا ہے لیکن بظاہر تمام دلیلیں بتاتی ہیں کہ یہ رمضان ہی کے مہینے میں ہوتی ہے اور بھروسہ بھی اسی پر ہے۔ اسے جان لو کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنی مرضی ہی سے ہدایت دیتا ہے۔

❁ امام نسائی اور بیہقی کے مطابق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ''تمہارے ہاں ماہِ رمضان آ گیا، یہ برکت والا مہینہ ہے جس کے روزے اللہ نے تم پر فرض کیے، اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، سرپھرے شیطانوں کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک رات ہے جو ہزار مہینے سے بہتر ہے، جو اس کی بھلائی سے رہ گیا تو وہ ہر بھلائی سے محروم شمار ہوتا ہے۔''

❁ مسلم شریف کی روایت یوں ہے ''اس میں رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، شیطانوں اور سرکش جنوں کو زنجیروں سے باندھ دیا جاتا ہے۔''

❁ ابن خزیمہ اور ابن ماجہ وغیرہ کی روایت یوں ہے ''جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو شیطانوں اور سرکش جنوں کو باندھ دیا جاتا ہے۔''

حضرت حلیمی فرماتے ہیں کہ ماہِ رمضان میں شیطانوں کو باندھنے میں یہ ممکن دکھائی دیتا ہے کہ اس سے مراد صرف اس کے دن ہی ہوں۔ شیطانوں سے انہوں نے (آسمانوں پر) کان لگانے والے مراد لیا ہے، کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو کہ انہوں نے سرکش شیطان فرمایا ہے کیونکہ ماہ رمضان اللہ کی رحمت کے آسمانِ دنیا پر اترنے کا وقت ہے اور ان شیطانوں کی نگرانی آگ کے شعلوں سے کی جاتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''ہم نے آسمان کی حفاظت ہر مردود شیطان سے کی لیکن وہ جو کان لگا کر سنتا ہے۔'' چنانچہ شیطانوں کو ماہِ رمضان میں باندھنا بہت زیادہ حفاظت کے لئے ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت حلیمی فرماتے ہیں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دن اور راتیں مراد ہوں اور معنیٰ یوں ہو شیطان اس ماہ میں آزاد نہیں ہوتے کہ لوگوں کو بگاڑ سکیں جیسے دوسرے مہینوں میں آزاد ہوتے ہیں کیونکہ مسلمان تو روزوں میں مصروف ہوتے ہیں جس میں قرآن کریم کی تلاوت اور دوسری عبادتوں کی بنا پر خواہشیں ختم کر دی جاتی ہیں۔

❁ ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''یہ مہینہ تمہارے پاس آ گیا ہے اور اس میں ایک رات ہزار مہینے سے بہتر

ہے، جسے اس سے محروم ہونا پڑا تو اسے ہر قسم کی بھلائی سے محروم ہونا پڑا، اس کی بھلائی سے صرف محروم شخص ہی رہ سکتا ہے۔''

❁ ابو الشیخ اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رمضان کی راتوں میں سے ہر رات میں ایک فرشتہ آسمان سے تین مرتبہ آواز دیتا ہے کہ کوئی مانگنے والا ہو تو میں اس کا سوال پورا کروں، کوئی توبہ کرنے والا ہو تو اس کی توبہ قبول کروں اور کوئی بخشش مانگنے والا ہو تو میں اسے بخش دوں۔''

❁ امام بزار وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''رمضان کی ہر رات اور دن میں قبول ہو جانے والی ایک دعا ہوتی ہے۔''

❁ بیہقی فرماتے ہیں ''ہر رات (رمضان میں) ایک آواز دینے والا آسمان سے آواز دیتا ہے اور یہ سلسلہ فجر تک جاری رہتا ہے کہ ''اے بھلائی چاہنے والے! پوری کرتے جاؤ اور خوشی کرو، برائی چاہنے والے! برائی گھٹا دو اور آنکھیں کھولو، کوئی بخشش چاہنے والا ہے تو میں اسے بخش دوں؟ کوئی توبہ کرنا چاہتا ہے تو میں اس کی توبہ قبول کرلوں، دعا کرنا چاہتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرلوں، کوئی کچھ مانگنا چاہتا ہے تو میں اس کا مانگا دے دوں۔''

❁ نسائی نے مرفوعاً لکھا ہے ''اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض کر دیئے ہیں اور اس کی راتوں میں قیام کو سنت قرار دیا ہے چنانچہ جو اس کے روزے رکھے اور ان میں قیام کرے بشرطیکہ ایمان رکھتا ہو اور صرف ثواب کی نیت ہو تو گناہوں سے یوں نکل جائے گا جیسے اس دن نکلا ہوا تھا جب اس کی ماں نے اسے جنم دیا۔''

❁ امام مالک رحمہ اللہ نے ''مؤطا'' میں لکھا ہے ''میں نے قابلِ بھروسہ عالم سے سنا ہے، جنہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے سے پہلے والوں کی عمریں دکھائی گئیں تو آپ نے محسوس کیا کہ آپ کی امت کی عمریں اتنی کم ہوں گی کہ ان کے عمل پہلی امتوں جتنے نہیں ہو سکیں گے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں شبِ قدر دی جو ایک ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔''

❁ بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص مضبوط ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت کر کے شبِ قدر کی رات میں قیام کرے تو اس کے پہلے اور اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔''

❁ مسلم کی روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ''جو شخص شب قدر میں پوری رات قیام کرے (میرا خیال ہے کہ فرمایا تھا، ایمان رکھتے ہوئے ثواب کی نیت سے) تو اس کے پہلے والے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔''

شبِ قدر کب ہوتی ہے؟

❁ حضرت امام احمد وغیرہ بتاتے ہیں کہ حضرت عبادہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! ہمیں شبِ قدر کے بارے میں تو بتایئے، اس پر فرمایا یہ رمضان کے مہینے میں آخری دس راتوں کے اندر اکیسویں، تیئسویں یا ستائیسویں یا رمضان کی آخری رات ہوتی ہے چنانچہ جو شخص بشرطِ ایمان ثواب کی نیت کر کے اس کی راتوں میں قیام کرے تو اس کے پہلے اور آئندہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 76

شوال کے چھے روزے رکھنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم رمضان کے روزوں کے پیچھے شوال کے چھ روزے بھی رکھ لیا کریں کہ عید کے دن کی کوتاہیوں کو پاک کر دیا جائے کیونکہ اس نے خواہش کی وہ چیزیں کھائی ہوتی ہیں جن کے کھانے سے رمضان بھر کے روزوں میں انسان بند رہا، چنانچہ وہ عید کے دن خواہش کی چیزیں کھانا چاہتا ہے، اس میں وہ اتنا غافل ہو جاتا ہے اور اس کی آنکھوں کے سامنے پردہ آجاتا ہے کہ اگر پورے رمضان کی خواہشوں کو بھی جمع کر لیا جائے تو اس سے زیادہ ہونگی چنانچہ یہ چھ روزے اس کمی کو پورا کرتے ہیں جو رمضان کے فرض روزوں میں روزوں کے درمیان آداب گھٹانے اور کوتاہیوں کے دخل سے ہوئی ہوتی ہیں اور یہ چھ روزے یوں ہیں جیسے فرضوں کے بعد سنتیں ہوتی ہیں یا سجدۂ سہو ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ سیدی علی خواص نے فرمایا تھا کہ ان چھ روزوں کے دوران حضور قلب اور ادب رمضان سے بھی زیادہ ہونا چاہئے کیونکہ یہ نقصان پورا کرتے ہیں اور جب یہ کمی پورا کرنے والے ان روزوں میں نقص پیدا ہوا تو مقصد پورا نہ ہوگا چنانچہ اس کمی کے لئے کمی دور کرنے والے اور روزے رکھنا ہوں گے اور یہ عمل جارے رہے گا چنانچہ نقصان پورا کرنے والے دوزوں کے لئے کمی پورا کرنے والے اور رکھنا ہوں گا۔

آپ فرماتے ہیں اس کی مثال یوں سمجھو کہ رسول اکرم ﷺ نے نماز میں گڑبڑ کی کمی دور کرنے کے لئے سجدے کا چناؤ کیا ہے، قیام او ررکوع وغیرہ کا نہیں کیونکہ روایت بتاتی ہے کہ سجدہ ہی کی حالت وہ ہوتی ہے جس میں بندہ اپنے رب کے زیادہ قریب ہوسکتا ہے کیونکہ اس حالت میں ابلیس انسان کے دل میں یوں گھس نہیں سکتا کہ اس میں بدخیالی پیدا کرے لیکن اگر نقصان پورا کرنے کے لئے سجدہ کے علاوہ کوئی اور چیز ہوتی تو وہ اس میں وسوسہ ڈال دیتا اور یوں نقصان پورا کرنے کے لئے اور روزے رکھنے پڑتے جو اس کمی کو پورا کرتے۔

کیا یہ چھ روزے اکھٹے رکھے؟

کچھ علماء نے لکھا ہے کہ یہ چھ روزے یکے بعد دیگرے رکھنا اور انہیں پورے مہینے میں نہ پھیلانا مستحب ہے کیونکہ یکے بعد دیگرے رکھنے میں الگ الگ رکھنے کی بجائے باطن کو روشن کرنا زیادہ ہوتا ہے۔

چلہ کشی کا ثبوت

یہی وہ وجہ ہے کہ مشائخ نے تقسیم الہی کے مطابق تین دن سے چالیس دن تک تنہائی میں مسلسل عبادت کرنے کا

طریقہ نکالا ہے تا کہ ان کے دل لگا تار حق تعالیٰ کے ساتھ رابطہ رکھیں جیسے حدیث بخاری میں ہے کہ حضور ﷺ نبوت سے پہلے غارِ حراء میں تنہا ٹھہرا کرتے تھے اور پھر اسی بناء پر مشائخ نے اپنے مریدوں کو حکم دیا ہوتا ہے کہ تنہائی کے دوران بھوکے رہیں، بے مقصد باتیں نہ کریں، مسلسل ذکر کرتے رہیں اور سویا نہ کریں تا کہ انوار کا سلسلہ جاری رہے اور تم میں طاقت رہے جس پر شیطان کے لشکر کو شکست ہو اور اللہ کی جماعت غالب ہو سکے۔

اس کی وضاحت یہ ہے کہ انسان جب تنہائی کے دوران غافل ہو گا، پیٹ بھرے گا، بے مقصد باتیں کرے گا یا سوئے گا تو اندھیرا ان بھرپور انوار پر غالب آ جائے گا کیونکہ تاریکی پہلے ہوتی ہے اور نور کے مقابلے میں مٹی، ایک بشر کے پھلنے پھولنے میں زیادہ کام کرتی ہے اور جب تک نور کا بڑا حصہ طاقتور نہ ہو تو انسان تاریکی اور گناہوں کی کثرت سے نکل نہیں سکتا۔

اب تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ گذشتہ چھ روزوں اور انہیں مسلسل رکھنے میں کیا حکمت ہے۔ اللہ ہی تمہیں ہدایت دے گا کیونکہ ''نیک لوگوں کا والی وہی ہے۔''

❁ مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد شوال کے چھ رکھ لے تو یہ مسلسل روزے رکھنا ہو گا۔''

❁ طبرانی نے اس میں یہ زیادتی لکھی ہے ''اس پر حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا پھر دن دس دنوں کے برابر شمار ہو گا؟ فرمایا ہاں۔''

❁ ابن ماجہ اور نسائی مرفوعاً لکھتے ہیں ''جو شخص عید الفطر کے بعد چھ روزے رکھ لے تو یوں ہو گا جیسے اس نے سال بھر رکھے کیونکہ جو ایک نیکی کیا کرتا ہے تو اسے اس کے مقابلے میں دس گنا ملیں گی۔''

❁ نسائی کی ایک روایت میں ہے ''چنانچہ ماہِ رمضان دس مہینوں کے برابر ہوا اور یہ چھ روزے دو ماہ کے برابر ہوئے اور یوں سال کے ہو گئے۔''

❁ طبرانی کی ایک مرفوع روایت میں ہے ''جو شخص عید الفطر کے بعد لگا تار چھ روزے رکھے تو یوں ہو گا جیسے اس نے سال بھر رکھے۔''

❁ انہی کی ایک اور مرفوع روایت ہے ''جو شخص رمضان کے روزے رکھے بعد میں شوال کے چھ روزے رکھ لے تو گناہوں سے اس دن کی طرح نکلا ہو گا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔''

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 77

عرفہ کے دن کا روزہ

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم عرفہ (نو ذوالحجہ) کے دن کا روزہ رکھیں اور کسی شرعی عذر کے علاوہ اسے نہ چھوڑیں۔ عذر یہ ہوسکتا ہے کہ ہم عرفات میں ہوں یا ایسی بیماری ہو کہ روزے میں تکلیف دے وغیرہ۔

یومِ حج پر روزہ کی کراہت

حاجی کے لئے اس روزے کو مکروہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دن ایسا ہوتا ہے کہ اس میں گناہ جھاڑے جاتے ہیں جس سے بدن پر اثر پڑتا ہے اور وہ کمزور ہو جاتا ہے کیونکہ اس نے بری خواہشات کے ہوتے ہوئے اپنی تمام برائیوں کو دبا دیا ہوتا ہے کیونکہ وہ سنگھی لگا کر جسم سے خون نچوڑے کی طرح بدن سے نہیں نکلتیں جس کی وجہ سے بدن میں گڑ بڑ ہو جاتی ہے اور وہ گھلتا جاتا ہے جسے بھوک کا نتیجہ قرار نہیں دیا جا سکتا، وہ تو گھلنے سے رکاوٹ بنتی ہے چنانچہ جیسے روزے دار سنگھی لگوانا مکروہ ہے، یونہی عرفہ میں ٹھہرنے والے کے لئے روزہ مکروہ ہوگا اور یہ اللہ کی طرف سے بندے پر رحمت ہوتی ہے کیونکہ حاجی کو روزہ رکھنے سے منع کرنا صرف مشقت کی بناء پر ہوتا ہے لہٰذا جو ایسا نہ کرے اور روزہ رکھتے ہوئے طاقتور ہو کر دکھانا چاہے تو پھر وہ اس دن میں کسی اور طریقے سے کوئی عمل کرے جیسے تجربہ میں آیا ہے۔

روزے کی کراہت کے بارے میں اس وقت میرے ذہن میں یہی حکمت آ رہی ہے اور پھر یہاں کئی راز ہیں جنہیں اللہ والے ہی جانتے ہیں، وہ کسی کتاب میں لکھے نہیں جاتے۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

- مسلم کے علاوہ ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے ”عرفہ کے دن کا روزہ رکھنا، پچھلے اور آئندہ سال کے گناہ مٹا دیتا ہے۔“
- ترمذی کی مرفوع روایت ہے ”عرفہ والے دن کے روزے کے بارے میں مجھے اللہ سے امید ہے کہ وہ آئندہ اور گذشتہ سال کے گناہوں کو مٹا دے گا۔“
- ابن ماجہ کی مرفوع روایت ہے ”جو شخص عرفہ کے دن روزہ رکھے تو اس کے پچھلے اور اگلے سال والے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔“
- طبرانی میں یہ الفاظ زیادہ ہیں ”جو شخص عاشورا کے روزے رکھے گا تو اس کے سال بھر کے گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔“

طبرانی اور بیہقی کے مطابق حضرت مسروق رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ وہ عرفہ کے دن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں

گئے اور کہا کہ مجھے پانی پلائیے، انہوں نے غلام سے فرمایا کہ اسے شہد پلاؤ، پھر پوچھا اے مسروق! تمہارا روزہ نہیں ہے؟ انہوں نے کہا میرا خیال تھا کہ یہ عیدالاضحیٰ کا دن ہوگا۔ انہوں نے کہا وہ نہیں ہے، عرفہ وہ دن ہے جب امام عرفات میں ہوتا ہے اور قربانی کا دن وہ ہے جب امام قربانی کرتا ہے اے مسروق! کیا تم نے یہ سن نہیں رکھا کہ رسول اللہ ﷺ اس دن کو ہزار کے برابر قرار دیتے ہیں؟ میں نے کہا کہ ہزار دن تو دو سالوں سے زیادہ بنتے ہیں۔

❁ ابو داؤد، نسائی اور ابن خزیمہ اپنی صحیح میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفات میں عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفات میں عرفہ کا روزہ نہیں رکھا تھا، نہ ہی ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم نے رکھا اور نہ ہی میں رکھا کرتا ہوں، حضرت مالک اور ثوری روزہ چھوڑنے کی اجازت دیتے ہیں۔ حضرت ابن زبیر اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عرفہ کے دن روزہ رکھتے تھے اور حضرت عثمان بن ابی العاص سے بھی یہی روایت ملتی ہے، حضرت اسحاق روزہ رکھنے کی طرف مائل تھے، حضرت عطاء کہتے تھے کہ میں سردی میں رکھوں گا البتہ گرمی میں نہیں رکھوں گا، حضرت قتادہ کہتے تھے کہ اگر دعا کرنے سے کمزوری نہ ہو تو کوئی بات نہیں، حضرت امام شافعی لکھتے ہیں کہ جو حج نہیں کررہا ہوتا تو اس کے لئے عرفہ کا روزہ مستحب ہے، رہا حاجی تو اس کے لئے بہتر ہے کہ وہ نہ رکھے تاکہ اس میں دعا کی طاقت رہے، امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ اگر ہمت ہو تو رکھ لے اور نہ رکھنا ہو تو حرج نہیں کیونکہ اس دن (دعا کے لئے) طاقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 78

عاشورۂ محرم کا روزہ

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم عاشوراء کا روزہ رکھیں اور اس دن اپنی ضرورت مند عیال کو کھلے طریقے پر کھانا اور لباس وغیرہ دیں لیکن ایسے حلال طریقے پر کہ شریعت کو اس پر اعتراض نہ ہو چنانچہ جسے حلال ہی نہیں مل سکتا، اسے تو اپنے آپ پر زیادہ خرچ کرنے کی اجازت نہیں ہوتی، وہ دوسروں کو کیا دے گا چنانچہ کھانے والے کے لئے تو یہ غنیمت ہوگا اور اسے اس پر گناہ ہوگا۔

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال کا یہ حال تھا کہ ایک دن صبح ہونے پر ان کے پاس کھانے کی کوئی چیز نہ تھی، اسی دوران خلیفہ نے ان کی طرف پانچ سو دینار بھیجے جنہیں آپ نے واپس کردیا۔ اس پر گھر والوں نے کہا کہ ان میں سے آپ آج کے دن کا خرچہ تو رکھ لیتے۔ انہوں نے کہا میری اور تمہاری مثال اس گائے کی طرح ہے جو گھر والوں کے

بھاگ جائے چنانچہ جس کا جی چاہے، اسے زخمی کردے اور جو چاہے ذبح کر دے۔

اس کے بعد آپ نے اپنے نیچے بچھی مخملی چادر میں سے ایک ٹکڑا کاٹ کر اس کے دو حصے کر دیئے اور فرمایا کہ اسے بیچ کر اس کی قیمت سے آج کے دن کے لئے خرچ کرلو، یہ تمہارے لئے اس کام سے بہتر ہے کہ فضیل کو زخمی کرو یا اسے ذبح کر دو۔

اس سے معلوم ہوا کہ جن تمام کاموں میں بندے کو یہ حکم نہیں کہ ان میں سے اپنے اہل وعیال پر کھلم کھلا خرچ کر سکے ان میں وہ نذرانے مستقل ملنے والی رقم وغیرہ بھی شامل ہے جو نہ تو وہ خود کماتا ہے اور نہ ہی اپنے قائم مقام کے ذریعے کماتا ہے، انہی میں تاجروں سے ملنے والے وہ عطیے ہیں جو ظالمانہ طور پر خرید وفروخت کرتے ہیں، انہی میں وہ عطیے بھی شامل ہیں جنہیں حکومت کے اہل کار اور عرب کے مشائخ لوگوں سے چھینتے ہیں، انہی میں وہ مال بھی داخل ہے جسے لوگ اپنے پیر کو اس عقیدت مندی سے دیتے ہیں کہ اس کے کام آسکے حالانکہ پیر کو چاہئے کہ نہ تو اسے قبول کرے اور نہ ہی اسے اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے کیونکہ بندے کا اپنے دین کے نام پر کھانا بہت برا کاروبار ہے اور اللہ کی قسم! اس میں شبہ نہیں کہ آج کل سالن کے بغیر گندم کی روٹی کھانا بہت بڑی بات ہے لیکن لوگ جب من پسند اور شبہ والے کھانے، کھانے پر لگ چکے ہیں اور حلال کو پرکھتے ہی نہیں تو یہاں تک آچکے ہیں کہ اس سے زیادہ کھانے کو گنجائش سمجھتے ہیں۔

صبرِ رسول اور غلاموں سے حسنِ سلوک کی تعلیم

آگے جا کر رسول اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں آرہا ہے کہ آپ ہَو کے اَن چھنے آٹے کی روٹی کھاتے اور پانی کے گھونٹ ہی پر گذارہ کرلیا کرتے لہٰذا اے بھائی! اپنے آپ کو بچاؤ، اہل وعیال کا بہانہ نہ بناؤ اور نہ ہی یہ کہو کہ وہ صبر نہیں کر سکتے کیونکہ غلاموں پر احسان کے بارے میں آتا ہے کہ ''انہیں وہیں سے کھلاؤ جس میں سے تم خود کھاتے ہو اور انہیں وہی لباس دو جو تم خود پہنتے ہو اور جو تمہیں اچھا نہ لگے اسے بیچ دو، اللہ کی مخلوق کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔''

یہی حکم بیوی اور اولاد کے بارے میں ہے چنانچہ ان میں سے جو ہمارے لائق نہیں ہوتی، یا تو ہم اسے طلاق دیتے یا الگ کر دیتے یا پھر ٹھہرنے نہ ٹھہرنے کا اختیار دے دیتے ہیں۔ جیسے رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی بیویوں کے ساتھ کیا تھا۔ یہ وہ طریقہ ہے جس پر اللہ والے چلتے ہیں لہٰذا ان کے طریقے پر چلو اور دھوکا نہ کھاؤ۔

حضرت بشر حافی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اگر میں اپنے اہل وعیال کو منہ مانگا دینا چاہوں تو سپاہی یا ٹیکس وصول کرنے والا بنوں ورنہ انہیں نہیں دے سکوں گا۔ ''اللہ تعالیٰ صرف اسے ہدایت دیتا ہے، جسے چاہے۔''

روزۂ عاشورہ کی فضیلت

❁ مسلم وغیرہ نے مرفوعاً یہ روایت لکھی ہے ''عاشورہ کے دن روزہ کے متعلق میرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ اس

پر اگلے سال کے گناہ مٹا دے گا۔"

- بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عاشورہ کے دن روزہ رکھا اور اس کے رکھنے کا حکم دیا۔
- طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے "جو شخص عاشورہ کا روزہ رکھے، اس کے لئے سال بھر کے گناہوں سے بخشش ہوگی۔"

بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے "جو شخص عاشورہ کا روزہ رکھے، اس کے لئے سال بھر کے گناہوں سے بخشش ہوگی۔"

بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے "جس نے عاشورہ کے دن اپنے اہل و عیال پر کھلم کھلا خرچ کیا تو اللہ تعالیٰ سال بھر کے لئے اسے کھلم کھلا دے گا۔"

امام بیہقی لکھتے ہیں کہ اگرچہ یہ روایتیں ضعیف ہیں لیکن ایک دوسرے کے ساتھ ملانے پر ان میں طاقت آ جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 79

نصف شعبان کی رات میں نفل پڑھنا اور دن کو روزہ رکھنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم آدھے شعبان کی رات کو قیام کریں اور اگلے دن کا روزہ رکھیں اور اس کے لئے تیاری رکھیں کہ سخت بھوک برداشت کریں گے، گفتگو گھٹائیں گے اور چھپ کر رہیں گے کیونکہ جو شخص اس رات میں پیٹ بھر کھائے گا، بے مقصد باتیں کرے گا اور رات میں اللہ تعالیٰ سے غفلت رکھے گا تو اس کی بھلائیوں کا ذرہ بھر بھی مزہ نہیں لے سکے گا خواہ رات بھر جاگتا رہے، وہ بے جان پتھر کی طرح ہوگا جس میں احساس نہیں ہوتا۔

رسول اللہ ﷺ نے بندوں کو انوارِ الٰہیہ حاصل کرنے کی خاطر تیار رہنے کے لئے ابھارا ہے تاکہ انہیں پتہ چل سکے کہ ان انوار میں وہ انہیں کیا عطا کرتا ہے اور وہ نہایت ادب سے اپنا حصہ لے سکیں، اس سے کون واقف نہیں؟ یہ تو بہت بڑی بھلائی ہے جس سے معلوم ہوا کہ تمام مسلمانوں پر ہر ایسی چیز سے توبہ لازم ہے جس کا ذکر حدیث میں آیا ہے کہ وہ نصف شعبان کی رات آنے سے پہلے بخشش مانگنے والے کے لئے مغفرت حاصل کرنے میں رکاوٹ بنتی ہے جیسے عذر شرعی کے بغیر بغض رکھنے والا اور جیسے زبردستی دسواں حصہ لینا اور جیسے والدین کی بے فرمانی وغیرہ لہٰذا لازم ہے کہ اس بغض کو دور کیا جائے جو ہم میں ہے اور جو کسی کو ہم سے ہے خواہ اس کے لئے اپنی طرف سے اسے کوئی ستھری بات پہنچائی جائے یا دوستوں میں اس کو سراہا جائے وغیرہ جیسے کوئی تحفہ بھیجا جائے یا مال خرچ کیا جائے تاکہ اس رات میں ہم اللہ تعالیٰ سے رحمت اور بخشش حاصل کر سکیں اور نصف شعبان کی رات آنے تک اس بغض کو دور کرنے میں سستی نہیں کرنا چاہئے کیونکہ کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے

کہ اپنے دل میں موجود بغض اور دوسرے کے دل میں ہونے والے بغض کو دور کرنا مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ اس سستی کی بنا پر اس رات کی بخشش سے ہم محروم ہو سکتے ہیں۔

اس پوری گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ جو اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے، اسے کسی شیخ کے ہاں جانا ہوگا تاکہ وہ اسے دنیا اور اس کی غرضوں اور مرتبوں سے نکال سکے نیز وہ دنیا والوں کے ہاں کسی مقام کی خواہش نہ کر سکے اور جو ایسا نہیں کرے گا تو اکثر دنیا کی وجہ سے اس کا لازمی نتیجہ بغض و عداوت ہوگا، یا تو اس لئے کہ وہ لوگوں سے ڈرے گا یا لوگ اس سے ڈریں گے اور یہی وجہ ہے کہ اس ہدایت پر عمل کرنے والے علماء اور مشائخ کم ہو گئے ہیں چنانچہ تم دیکھو گے کہ نصف شعبان آنے پر ایک شخص، دوسرے سے بغض و عداوت رکھتا ہوگا اور اسے یہ پرواہ نہ ہوگی کہ وہ اس بہت بڑی بخشش سے رہ جائے گا۔

حضرت علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں رشتہ داری توڑنے والے پر لازم ہے کہ نصف شعبان کی رات سے پہلے قطع تعلقی دور ہونے کے لئے جلدی کرے اور پھر سال بھر کی ان تمام راتوں کے آخری تہائی حصے میں یہی کچھ کرنا ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی تجلی ہونا ہوتی چنانچہ لازم ہے کہ تمام گناہوں سے توبہ کرے ورنہ وہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والوں میں شمار نہیں ہوگا خواہ کھڑے ہو کر نمازیں پڑھتا رہے کیونکہ اس کی یہ نماز روح کے بغیر صرف ایک صورت ہوگی۔

حضرت سیدی محمد بن عنان رحمہ اللہ فرماتے ہیں قطع رحمی کرنے والے کے لئے لازم ہے کہ صلہ رحمی کرنے میں جلدی کرے اور اس میں اتنی دیر نہ کرے کہ نصف شعبان کی رات آ جائے کیونکہ اس رات صلہ رحمی کرنا مشکل ہوتا ہے۔ یونہی والدین کے بے فرمان کے لئے بھی لازم ہے کہ اپنے والدین سے نیک سلوک کرنے میں جلدی کرے یونہی اگر ہماری جان پہچان والا کوئی عشر وصول کرتا یا ٹیکس لیتا ہے تو اسے لازمی طور پر کہیں کہ اس کام سے توبہ کرے اور یہ پختہ ارادہ کرے کہ آئندہ یہ کام نہیں کرے گا تاکہ اس رات کی بخشش حاصل کر سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بتا رکھا ہے کہ وہ ایسے گناہ والوں کو نہیں بخشے گا اور نہ ہی ان کا کوئی عمل آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا، یہ ان پر اللہ کے غضب کی وجہ سے ہوگا۔ ہم اس پر اللہ سے مہربانی مانگتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ان کاموں سے توبہ اگرچہ ہر وقت واجب و ضروری ہے لیکن نصف شعبان کی رات کو اور زیادہ ضروری ہے جیسے کہا جاتا ہے روزے دار کے لئے بہتر یہ ہے کہ رمضان میں اپنی زبان چغلی اور غیبت سے بچائے جبکہ ہر ایک جانتا ہے کہ یہ کام رمضان کے علاوہ دنوں میں بھی ضروری ہے لیکن جب کامل عبادت اسی وجہ سے ہوگی تو اس وجہ سے یہ مستحب ہے۔ اسے ذہن میں رکھو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❀ طبرانی اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے "اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات کو اپنی تمام مخلوق کی طرف دیکھتا ہے تو مشرک اور بغض والوں کو چھوڑ کر اپنی پوری مخلوق کو بخش دیتا ہے۔"

بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پاس حضرت جبرائیل آئے اور کہنے لگے یہ نصف شعبان کی رات ہے، اس میں اللہ تعالیٰ لوگوں کو بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد کے مطابق جہنم سے بری کرتا ہے لیکن مشرک اور کینہ والے کی طرف نظر نہیں فرماتا اور نہ قطع رحمی کرنے والے کو دیکھتا ہے نہ اسے جو دھوتی لٹکا کر چلتا ہے، نہ

والدین کے نافرمان اور ہمیشہ کے شرابخور کی طرف نظر فرماتا ہے۔''

- امام احمد کی روایت میں ہے ''وہ اپنے بندوں کو بخشتا ہے لیکن دو قسم کے شخصوں کو نہیں، کینہ والے اور قتل کرنے والے کو۔''

- بیہقی کی مرفوع روایت میں ہے ''اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات کو اپنے بندوں کی خبر رکھتا ہے چنانچہ بخشش مانگنے والوں کو بخشتا، رحم مانگنے والوں پر رحم فرماتا ہے جبکہ کینہ رکھنے والوں ان کی حالت کے مطابق پیچھے رکھتا ہے۔''

- ابن ماجہ نے مرفوعا لکھا ہے ''جب نصف شعبان کی رات ہو تو اس میں قیام کرو اور اگلے دن کا روزہ رکھو کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ دن ڈوبتے ہی آسمانِ دنیا پر اترتا (جلوہ فرماتا) ہے چنانچہ فرماتا ہے ''کوئی بخشش مانگنے والا ہو تو بخش دیتا ہوں، کوئی رزق مانگنے والا ہے تو اسے رزق دیتا ہوں، کوئی کسی بھی پریشانی وغیرہ میں گھرا ہے تو اسے معافی دیتا ہوں، کوئی ایسا ہے، کوئی ایسا ہے اور یہ سلسلہ فجر طلوع ہونے تک رہتا ہے۔''

میں کہتا ہوں ''اللہ کے اترنے'' کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ اپنی ذات کے لائق اترتا ہے جو کسی کی سمجھ میں نہیں آ سکتا کیونکہ وہ اپنی مخلوق کے ساتھ کسی بھی کام میں ان جیسا نہیں ہوتا اور نہ ہی حقیقت میں ایسا ممکن ہے۔

حدیث میں اللہ کی جن علامتوں کا بیان ہے، ان کا مقصد بندے کا امتحان ہے کہ کیا وہ ایسی حالتوں پر ایمان لا کر کامل بنتا ہے (جیسے روایت ہوئی ہیں) یا ان کا معنیٰ بدل دیتا ہے اور یوں وہ چنانچہ کامل ایمان دار ہونے کے مقام سے محروم ہو جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 80

پیر اور جمعرات کا روزہ رکھنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم پیر اور جمعہ کا روزہ رکھا کریں اور شرعی عذر کے بغیر انہیں چھوڑا نہ کریں اور پھر ان میں روزہ رکھنے سے پہلے دشمنی دور کرنے میں جلدی کرنی چاہئے اور فجر ہونے سے پہلے ہمارے اور کسی دوسرے کے درمیان دشمنی نہیں رہنی چاہئے اور بالکل ویسے ہی ہونا چاہئے جیسے نصف شعبان کی رات کے بارے میں آیا ہے۔

اس روزہ کے چھوڑنے کی مجبوریوں میں سے ایک یہ ہے کہ روزہ بندے کے بدن یا عقل کو نقصان دے جس کی وجہ چاروں حلقوں کی برابری میں نقص پڑنا ہوتا ہے ایسے میں ہر شخص کا فیصلہ اسی پر چھوڑ دیا گیا ہے جو ایک امانت ہے۔

ایک مجبوری یہ ہے کہ بندہ شرعی کاروباروں میں مسلسل ایسے سخت کام کرے جن کا حکم ہے جیسے کھیتی باڑی، فصل کاٹنا، ورزش کرنا اور پلوں نالوں کو روکنا اور مٹی کو خمیرہ کرنا اور صبح سویرے اسے اٹھا کر عمارت تک لے جانا وغیرہ تو ان لوگوں کے

لئے پیر اور جمعرات کے نفلی روزے وغیرہ کی تاکید نہیں کی گئی ، ہاں وہ خود شوق سے رکھنا چاہے تو رکھ سکتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں مکمل اور پوری چھٹی ہے کیونکہ کبھی وہ ایسے کام کر لیتے ہیں جو ان کے کئے ہوئے کاموں سے بھی افضل ہوتے ہیں لہٰذا اے بھائی شریعت کی پیروی کرو اور پیروکاروں میں شامل ہو جاؤ، بدعتی نہ بنو اور اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ کوئی اس روزے پر تمہیں سراہے گا اور تمہارا دل اس طرف مائل ہو جائے گا تو اسے چھپائے رکھو۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے صرف اس لئے یوں فرمایا ہے کہ ''میں چاہتا ہوں کہ روزہ کی حالت ہی میں میرے عمل اوپر اٹھائے جائیں۔'' کیونکہ ہر پیر اور جمعرات خوشی اور رضا کے وقت ہیں اور رضا کے وقتوں کو غضب کے وقتوں پر فضیلت حاصل ہوتی ہے تو جس شخص کے عمل رضاء وخوشی کے وقتوں میں اٹھائے جائیں، اس کا مقابلہ ایسے شخص سے کیا ہو گا جس کے عمل ناراضگی کے وقتوں میں اٹھائے جائیں؟ اس بات میں غور کرو، اللہ تمہیں ہدایت دے کیونکہ ''وہ ہدایت اسی کو دیتا ہے جو نیک ہوں۔''

❁ ترمذی نے مرفوع حدیث یوں دی ہے ''پیر اور جمعرات کے دن اعمال پیش ہوتے ہیں لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ میرے وہ عمل پیش ہوں جو روزے کے دوران کئے گئے ہوں۔''

❁ مالک، ابو داؤد، ترمذی اور نسائی بتاتے ہیں رسول اللہ ﷺ پیر اور جمعرات کو روزہ رکھتے تھے جس پر ایک آدمی نے عرض کیا یارسول اللہ ! آپ پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے ہیں، فرمایا ''پیر اور جمعرات کے دنوں میں اللہ تعالیٰ ناحق تعلق توڑنے والے کے علاوہ ہر مسلمان کا لحاظ رکھتا ہے اور وہ فرماتا ہے کہ آپس میں صلح کرنے تک انہیں چھوڑے رکھو۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''ہر پیر اور جمعرات کو زمین والوں کے دفتر، آسمان والوں کے دفتروں میں لکھے جاتے ہیں چنانچہ دو شخصوں میں کینہ والوں کے علاوہ شرک نہ کرنے والے ہر مسلمان کو بخش دیا جاتا ہے۔''

❁ طبرانی نے یہ مرفوع حدیث دی ہے ''پیر اور جمعرات کے دنوں میں عمل پیش کئے جاتے ہیں چنانچہ بخشش مانگنے والے کو بخش دیا جاتا ہے، کوئی توبہ والا ہے تو اس کی توبہ قبول ہوتی ہے اور توبہ کر لینے تک کینہ والوں کو ان کے کینے کی وجہ سے دور رکھا جاتا ہے۔''

❁ ابن ماجہ، نسائی اور ترمذی نے کہا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ''رسول اکرم ﷺ ہر پیر اور جمعرات کے روزے کا دھیان رکھتے تھے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 81

چاند کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں راتوں کے اگلے دنوں میں روزہ رکھنا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ہر ماہ میں تین روزے رکھا کریں خصوصاً تین روشن راتوں کے دنوں میں (تیرھواں، چودھواں اور پندرھواں)، انہیں عذرِ شرعی کے بغیر چھوڑا نہ کریں۔ صرف کھانے کی خواہش کو قربان کر کے نہ چھوڑیں کیونکہ برا وہی ہوتا ہے جو کھانے کی خواہش کو دبا کر چھوڑتا ہے۔ یہ سب کچھ ہمارے ہر عمل میں چلتا ہے۔''اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔''

ہر ماہ تین دن کے روزوں کا فائدہ

ان تین دنوں کے روزوں کا فائدہ یہ ہے کہ یہ روزہ دار کے دل سے کینہ، کھوٹ اور بدظنی جیسے بڑے اندرونی گناہ دور کر دیتے ہیں۔ روایت میں آیا ہے کہ سب سے پہلے یہ روزے حضرت آدم علیہ السلام نے رکھے تھے اور وہ اس وقت جب آپ کوتاہی میں گرفتار ہوئے اور چہرہ سیاہ ہو گیا چنانچہ ہر روزے کے بعد آپ کے چہرے کا ایک تہائی حصہ سفید ہوتا چلا گیا اور تین روزے رکھ لینے کے بعد چہرہ پہلی حالت پر آ گیا چنانچہ آپ کی اولاد کے لئے یہ کام شریعت بن گیا، وہ اولاد جنہیں یہ خصوصیت حاصل ہے کہ جب وہ گناہ میں پڑیں اور ان کے بدن سیاہ ہو جائیں تو یہ روزے رکھیں اور جنہیں یہ خصوصیت حاصل نہیں تو اکثر وہ بڑے گناہوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں اور ان کے گناہوں میں پڑنے کے بدلے میں انہیں ذلیل کرنے گناہوں میں پڑنے کی بناء پر انہیں بدلہ دیتے وقت ان کے جسم کے اوپر سیاہی بھی دکھائی نہیں دیتی اور انہیں ان کے کئے کا بدلہ دیا جاتا ہے جبکہ امت کے بڑے لوگوں سے ایسا نہیں ہوتا کیونکہ ان کے گناہ تقدیر کی بناء پر ہوتے ہیں، عزت والی چیزوں کی بے حرمتی کی وجہ سے نہیں ہوتے، اللہ تعالیٰ ان کا خیال رکھتا ہے اور انہیں ایسی چیزیں بتاتا ہے جو ان کے گناہ دور کر دیں۔

ایک مرید کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ اس نے نظر بچا کر ایک عورت کو دیکھا، اس پر اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا اور وہ لوگوں کے سامنے ذلیل ہو گیا چنانچہ حضرت شیخ ابو القاسم جنید رحمہ اللہ کی خدمت میں پہنچا جنہوں نے بارگاہِ الٰہی میں اس کی سفارش کر دی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کا رنگ پہلے جیسا کر دیا۔ یہ مرید وہ تھا جس کے بارے میں اللہ نے خیال کر رکھا تھا ورنہ اس کے علاوہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو چھوٹے بڑے گناہوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں لیکن ان پر کوئی ایسی چیز دکھائی نہیں دیتی چنانچہ وہ یونہی کرتا چلا جاتا ہے اور اس کے باطن میں تاریکی بڑھتی جاتی ہے اور آخرکار اس کا جہنم میں چلے جانا لازمی ہو جاتا ہے۔

چہرۂ آدم کی سیاہی اور حجرِ اسود کی وجہ سیاہی

کسی عالم سے پوچھا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے جسم کی سیاہی کا سبب کیا تھا؟ اس نے کہا "یہ اس بات کی دلیل تھی کہ اس درخت سے کھانے کی بنا پر انہیں سرداری ملی۔ اس بات کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو حجر اسود کے بارے میں ملتی ہے کہ وہ جنت سے سفید رنگ میں اترا تھا چنانچہ بنو آدم کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا یعنی اسے چومنے اور تبرک بنانے کی وجہ سے سردار بنا دیا جبکہ سرداری حاصل ہونے میں رنگ سیاہ ہو جاتا ہے نیز یہ وجہ بھی تھی کہ انبیاء ہر وقت ایک ایک درجے سے اعلیٰ درجہ کی طرف منتقل ہوتے رہتے ہیں، وہ ہر وقت ترقی کرتے جاتے ہیں اور یونہی وہ لوگ بھی ترقی کرتے رہتے ہیں جو ان کے کامل وارث ہوتے ہیں۔" یہ ایک اچھا جواب ہے، اسے ذہن میں رکھو اور اس پر عمل کرو، اللہ تمہیں ہدایت دے کیونکہ "وہ صالحین کا والی ہے۔"

❁ بخاری و مسلم وغیرہ بتاتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "مجھے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے تین وصیتیں فرمائیں ہر ماہ میں تین دنوں کے روزے رکھوں، چاشت کے نفل پڑھوں اور سونے سے پہلے وتر پڑھوں۔"

❁ امام مسلم نے بھی حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ فرمایا "میرے حبیب نے مجھے تین وصیتیں فرمائیں جنہیں زندگی بھر نہ چھوڑوں۔"

❁ بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے "ہر ماہ میں تین روزے رکھنا سال بھر کے روزے بنتا ہے۔"

❁ طبرانی اور بیہقی نے مرفوعاً ذکر کی ہے "حضرت نوح علیہ السلام نے ہمیشہ کے روزے رکھے لیکن عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے چھوڑ دیئے، حضرت داوٗد علیہ السلام نے آدھے سال کے رکھے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہر ماہ میں تین رکھے، تو گویا آپ کے یہ روزے تقریباً سال بھر کے ہوئے اور سال بھر ہی چھوڑے۔

❁ امام احمد کی روایت میں حضرت بیہقی، نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ نے اضافہ کیا چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تصدیق موجود ہے کہ "جو شخص ایک نیکی کرے تو اسے دس گنا اجر ملے گا۔" تو ایک دن کے مقابلے میں دس دن ہوئے۔

❁ امام احمد، ابن حبان اور بزار نے مرفوعاً لکھا ہے "صبر کے مہینے (رمضان) کا روزہ اور ہر ماہ میں سے تین دن کے روزے رکھنا سینے کا کینہ دور کر دیتے ہیں۔"

❁ مسلم، ابو داؤد اور نسائی نے مرفوعاً لکھا ہے "ہر ماہ میں سے تین اور رمضان کے روزے رکھنا، یہ سب صوم الدھر (ہمیشہ کے روزے) بنتے ہیں۔

❁ طبرانی نے لکھا ہے کہ حضرت میمونہ بنت سعد رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ! روزے کے بارے میں فتویٰ دیجئے۔ فرمایا جو شخص ہمت کر سکے ہر ماہ میں تین دن کے روزے رکھے کیونکہ ہر دن دس برائیاں مٹاتا ہے اور گناہ یوں دھو دیتا ہے جیسے پانی، کپڑے کو۔"

❁ نسائی نے مرفوعاً ذکر کیا ہے "کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتا دوں جو سینے میں سے کینہ نکال دے؟ وہ ہر ماہ

میں تین دن کے روزے ہوتے ہیں۔"

❁ بخاری و مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا "مجھے پتہ چلا ہے کہ تم دن کو روزہ رکھتے ہو اور رات کو نفل پڑھا کرتے ہو (پوری رات) ایسا نہ کیا کرو کیونکہ تمہارے جسم کا تم پر حق ہے، دونوں آنکھوں کا تم پر حق ہے اور تم سے ملنے والے کا بھی تم پر حق ہے، لہٰذا روزہ بھی رکھا کرو اور چھوڑا بھی کرو چنانچہ ہر ماہ تین روزے رکھ لیا کرو تو یہ سال بھر کے روزے ہوں گے۔"

❁ امام احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے کہا کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے بتایا مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جب تم مہینے میں سے تین دن روزہ رکھنا چاہو تو تیرہ، چودہ اور پندرہ (ایامِ بیض) تاریخ کے روزے رکھا کرو۔"

❁ ابو داؤد اور نسائی کہتے ہیں کہ حضرت قدامہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں ایامِ بیض کے روزوں کا حکم فرمایا کرتے یعنی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کا اور فرمایا کہ یہ پورا سال روزہ رکھنے کی طرح ہے۔"

❁ ایک اور روایت میں فرمایا "نیکی پر دس گنا اجر ملے گا۔"

❁ طبرانی روایت فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے روزوں کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا "ایام بیض کے روزے رکھ لیا کرو، یہ ہر ماہ میں تین دن ہوتے ہیں۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 82

مسنون روزے رکھنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ طاقت و ہمت ہونے کی صورت میں وہ روزے رکھا کریں جن کے بارے میں آپ نے فرما دیا ہوا ہے یعنی حرمت والے مہینوں میں اور خصوصاً محرم میں اور یہ بھی حکم دیا ہے کہ ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن چھوڑ دیا کرو، پھر شعبان میں زیادہ رکھا کرو یونہی بدھ، جمعرات، جمعہ، ہفتہ اور اتوار والے دنوں میں مسلسل روزے رکھنے کا حکم فرمایا جن کا ذکر حدیثوں میں موجود ہے تاکہ آپ کے حکم کی پیروی ہو سکے اور ہم کو اجر ملے، عذرِ شرعی کے بغیر ہم انہیں نہ چھوڑا کریں جیسے ہم نے 'طاقت ہونے پر' کے الفاظ سے اشارہ کیا ہے۔

ان عبادتوں کا فائدہ یہ ہے کہ جب استغفار کرنے والا استغفار نہ کر سکے تو ان کے ذریعے خامی پوری کر سکے کیونکہ ان سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے انہیں قسمت میں نہ ہونے کی وجہ سے چھوڑا ہے شرعی کاموں سے سستی کی بنا پر نہیں چھوڑا، عام مشہور مثال ہے، کہتے ہیں "فلاں شخص سے ایسے ایسے ہو گیا ہے حالانکہ یہ اس کی عادت نہیں، ایسا اس نے صرف اس لئے کیا کہ بہت حرص کرنے لگا تھا۔" لیکن ایسا کرنے کی بنا پر لوگوں کے مرتبے مختلف ہو جاتے ہیں کیونکہ نیک عمل شروع ہوا تو

اسے صالح کا نام دے دیا گیا کیونکہ نیک عمل والا اس میں کام حق تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے چنانچہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے حکموں کے مطابق کام کرتے ہیں جس کی بنا پر انہیں دنیا و آخرت میں اللہ کی حاضری ملتی ہے اور جسے اللہ کے احسان سے رات و دن کی کچھ عبادتوں میں ہمیشہ بارگاہِ الٰہی کی حاضری ملتی ہے تو حق تعالیٰ کے ہاں اس کا بیٹھنا بھی یونہی دائمی ہوتا ہے لیکن ایسے وقت میں وہ اللہ کی طرف سے دل پر اترنے والی چیزوں سے محروم ہو جاتا ہے کیونکہ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ دل پر اترنے والی چیزیں ایک شے کے مقابلے میں زیادہ نعمت بنتی ہیں چنانچہ اس کی بنا پر اس سے اس کا دل اکتا جاتا ہے اور چونکہ اس میں لذت نہیں رہ جاتی تو اس کے بعد وہ نعمت بھی نہیں بنتی۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''شریعت کے حکم کے مطابق ہر فرض اور جائز کام اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوتا ہے اور روکا ہوا ہر حرام یا مکروہ کام اللہ تعالیٰ کی حاضری سے پردہ بن جاتا ہے اور جو شخص دل کی آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے کہ اللہ کے حکم اور روکنے میں شریعت بنانے والے صرف رسول اللہ ﷺ ہیں تو وہ بھی یونہی ہوتا ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ سے بندے کا پردہ میں ہونا اور آپ کی بارگاہِ اقدس میں حاضری عین آپ کے حکموں پر عمل کرنے اور روکی ہوئی چیزوں سے بچنے میں ہوتی ہے اور یونہی ان کاموں کے بارے میں بھی کہا جائے گا جس کو ائمہ کرام اور ان کے پیروکاروں نے شریعت کے مطابق رواج دیا، اس کام پر عمل کرنے کی وجہ سے ائمہ اور ان کے پیروکاروں کے ہاں ان کی حاضری اتنی ہی ہوتی ہے جس قدر اس نے ان کے حکموں پر عمل کیا اور روکے ہوئے کاموں سے رکا اور جس قدر اس نے ان کی مخالفت کی ہوتی ہے، اسی قدر وہ ان سے پردے میں ہوتا ہے۔''

بڑی نفیس گفتگو ہے لہٰذا اسے ذہن میں رکھو، اللہ تعالیٰ ہدایت دینے والا ہے ''وہ صالحین کا والی ہے۔''

- امام طبرانی وغیرہ مرفوع روایت لکھتے ہیں ''حرمت وعزت والے مہینوں کے روزے رکھو۔''
- مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا (الفاظ مسلم کے ہیں) ''ماہِ رمضان کے بعد سب سے زیادہ مرتبے والے روزے، اللہ کے مہینے محرم کے ہوتے ہیں۔''
- طبرانی کی ایک مرفوع حدیث میں ہے ''جو شخص محرم کے مہینے میں سے کسی دن کا روزہ رکھے تو اسے ہر دن کے بدلے میں تیس دنوں کے روزوں کا ثواب ملے گا۔''

حافظ منذری لکھتے ہیں کہ اگر یہ مہینہ مکمل تیس دن کا ہے تو یہ نوے دن بنیں گے۔

- بخاری و مسلم وغیرہ نے یہ روایت لکھی ہے ''سب سے بہتر روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے شمار ہوتے ہیں کیونکہ وہ ایک دن کا روزہ رکھتے اور ایک کا چھوڑ دیتے اور جب دشمن سے مقابلہ ہوتا تو میدان سے بھاگتے نہ تھے۔''
- ایک اور روایت میں اتنا اور زیادہ ہے ''وہ درمیانی قسم کے روزے تھے۔''
- مسلم کی روایت میں ہے ''حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے اللہ کو بہت پسند تھے۔'' (الحدیث)
- نسائی نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی روایت لکھی ہے وہ فرماتے ہیں ''میں نے عرض کی یارسول اللہ! میں نے دیکھا ہے کہ آپ کسی مہینے میں اتنے روزے نہیں رکھتے جتنے شعبان میں رکھتے ہیں (وجہ کیا ہے؟) فرمایا ''یہ وہ

مہینہ ہے کہ لوگ رجب اور رمضان کے درمیان اس سے غافل ہیں، یہ وہ مہینہ ہے کہ جس میں سارے اعمال اللہ رب العالمین کی طرف اٹھائے جاتے ہیں چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ میرے اعمال بھی روزے کی حالت میں اٹھائے جائیں۔''

❁ احمد وطبرانی کی حدیث میں ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ کے ہاں شعبان کے روزے سب سے پیارے تھے۔''

❁ بخاری ومسلم وغیرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بتایا ''رسول اکرم ﷺ روزے رکھنا شروع کرتے تو ہم کہتے کہ اب چھوڑیں گے نہیں اور چھوڑ دیتے تو ہم کہتے کہ اب رکھیں گے نہیں، میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رسول اکرم ﷺ نے کسی مہینے کے پورے روزے رکھے ہوں ہاں رمضان کے پورے روزے رکھا کرتے اور جس قدر زیادہ روزے آپ شعبان میں رکھا کرتے، اتنے کسی اور مہینے میں نہ رکھتے تھے۔''

❁ ابو داؤد وغیرہ نے اس روایت میں اتنا اور بڑھایا ہے ''تھوڑے دن چھوڑتے بلکہ پورے مہینے کے روزے رکھتے تھے اور فرمایا کرتیا تنا کام کرو کہ جتنا کر سکتے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک نہیں تھکتا جب تک تم تھک نہیں جاتے۔''

❁ ابو یعلیٰ نے مرفوعاً لکھا ہے جس نے بدھ اور جمعرات کے روزے رکھے تو اس کے بارے میں لکھ دیا جاتا ہے کہ ''جہنم سے آزاد ہے۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جس نے بدھ، جمعرات اور جمعہ کا روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے گھر بنا دیتا ہے جس کے اندر سے دیکھیں تو باہر نظر آتا ہے اور باہر سے دیکھیں تو اندر دکھائی دیتا ہے۔''

❁ طبرانی اور بیہقی میں ہے ''اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے محل بنا دیتا ہے جو موتیوں، یاقوتوں اور زبرجد سے تیار ہوا ہوتا ہے اور اس کے بارے میں لکھ دیتا ہے کہ یہ جہنم سے آزاد کر دیا گیا ہے۔''

❁ انہی دونوں حضرات کی ایک اور روایت یوں بھی ہے ''جس نے بدھ، جمعرات اور جمعہ کا روزہ رکھا اور جمعہ کے دن تھوڑا بہت صدقہ کیا تو اس کا ہر کیا ہوا گناہ بخش دیا جاتا ہے اور پھر وہ اس دن کی طرح (بے گناہ) ہو جاتا ہے جیسے اس دن تھا جب اسے اس کی ماں نے جنم دیا تھا۔''

❁ ابن خزیمہ وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ ہفتہ اور اتوار کے دنوں میں اکثر روزہ رکھا کرتے اور فرماتے ''یہ دونوں مشرکوں کی عید کے دن ہوتے تھے لیکن میں ان کی مخالفت کر رہا ہوں۔'' واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 83

ہمبستری کی خواہش نہ ہونے پر عورت کو روزہ کی اجازت دینا

عورت کے لئے حمل کے دوران مناسب غذا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ جب ہمیں ہمبستری کی ضرورت نہ ہو تو اپنی بیوی کو روزہ رکھنے کی اجازت دیں اور ضرورت کے بغیر اس سے اسے روک نہ دیں کیونکہ اس بناء پر ہمیں یا اسے تکلیف یا تکالیف شروع ہونے کا اندیشہ ہو گا یا اس کی اس طاقت کے کمزور ہونے کا اندیشہ ہو گا جو نطفہ کی کمزوری کا سبب بنتی ہے، خصوصاً اس وقت جب حمل کی امید ہو، ایسے موقع پر ہمیں اسے کہنا چاہیے کہ گوشت اور شکر وغیرہ کھائے اور اسے روزے سے روک دینا چاہیے۔

❁ اس ہدایت کا ثبوت ہمیں بخاری و مسلم کی اس مرفوع حدیث سے ملتا ہے "عورت کے لئے ایسی صورت میں شوہر کی اجازت لیے بغیر روزہ رکھنا حلال نہیں ہوتا، جب وہ گھر پر موجود ہو۔"

اس حدیث کا ظاہری معنیٰ یہ ہے کہ روزے کے لئے عورت پر پابندی اس لئے ہے کہ پہلے ہی سے آدمی کا لحاظ کیا جا سکے لیکن اگر اسے ضرورت نہیں تو سنت طریقہ یہ ہے کہ عبادت کے لئے اس کا حمایتی بنے۔

آگے جا کر منہیات (جن کاموں سے آپ نے روکا ہے) میں انشاء اللہ اس مسئلہ کی تفصیل آ رہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 84

حلال چیز سے روزہ رکھنا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم شبہ والی چیز کے علاوہ سحری کے وقت اس موقع پر حلال چیز کھائیں جب اس رات کی صبح کو روزہ رکھنا ہو اور سحری کھانا چھوڑا نہ کریں کیونکہ شارع علیہ السلام نے ہمیں اس کا حکم دے رکھا ہے، سحری کھاتے وقت اس کے علاوہ کوئی اور نیت نہیں ہونی چاہیے کیونکہ اگر یہ سبب روزہ میں طاقت کے لئے ہے تو یہ چیز حکم کی پیروی کرنے کی نیت میں بھی موجود ہے، کسی اور نیت کی ضرورت نہیں اور اگر یہ نیت ثواب کی وجہ سے کرنا چاہتا ہے تو یہ ثواب ہر اس شخص

کو حاصل ہو جاتا ہے جو خلوص سے عمل کرے لیکن اگر یہ نیت نیک نیتی سے غافل ہو کر دلی خواہش پر کرتا ہے تو یہ بات شریعت سے تعلق نہیں رکھتی لہٰذا اس پر ہم بات ہی نہیں کریں گے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''سحری کھانے والے کے لئے مناسب یہ ہے کہ تین لقموں یا تین کھجوروں سے زیادہ نہ کھایا کرے کیونکہ سحری کے ذریعے روزے میں طاقت کا راز تھوڑا سا کھانے میں بھی موجود ہے لہٰذا زیادہ کھانے سے کوئی فائدہ نہیں جیسے قیلولہ (دوپہر کا سونا) اس کے لئے فائدہ مند ہوتا ہے جو رات کو نفل پڑھے خواہ یہ سونا تین گھڑیوں ہی کے لئے ہو جیسے اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔

سیدی شیخ عبدالعزیز دیرینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زوال کے بعد سونا آئندہ بیداری کا علاج ہے جبکہ اس سے پہلے سونا گذشتہ بیداری کا علاج ہے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آدمی کو نیت کر کے سحری کھانا چاہئے اور نیت کر کے ہی سونا چاہئے اور یونہی جو شخص لوگوں کے فائدے کا کام کرتا ہے تو اسے پہلے سے لوگوں کا فائدہ ذہن میں رکھنا چاہئے تاکہ اس پر اسے ثواب مل سکے، رہا اس کا اپنا فائدہ تو اس کے ساتھ ہونے کی وجہ سے اسے حاصل ہو ہی جائے گا چنانچہ کھانا پکانے والے کا اس وقت کیا نقصان ہو سکتا ہے جب وہ رات کے وقت اٹھ کر، گوشت دھو کر ہنڈیا میں ڈالے اور نیچے اتنی دیر آگ جلائے کہ اس میں سے تین سو لوگ غذا حاصل کر لیں اور پھر بڑھاپے یا اہل وعیال وغیرہ نہ ہونے کی صورت میں ان لوگوں کے فائدے کی نیت کر جو کھانا پکانے سے مجبور ہیں کیونکہ اس نے انہیں قیمت لے کر دینا ہوتا ہے تو قیمت ہر حال میں اسے مل جائے گی اور ہم اس لئے اسے ثواب حاصل ہونے کی بات نہیں کرتے کیونکہ وہ لوگوں سے امید نہیں رکھ رہا ہوتا کیونکہ یہ حدیث موجود ہے ''کسی بھی عمل کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے۔'' اور اس نے تو نیت ہی نہیں کی چنانچہ اللہ کی قسم! وہ خالص بندے کامیاب ہیں جنہوں نے اس کا حکم مان کر اس کی عبادت کی ہے اور وہ جانتے ہیں کہ اللہ کا ان پر فضل ہے کہ اس نے انہیں اس کے لئے تیار کیا ہے لیکن اس مقام سے وہ لوگ گھاٹے میں ہیں جو ثواب اور دنیاوی اسباب کے بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

- بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''سحری کا کھانا کھایا کرو کیونکہ اس میں برکت ہوتی ہے۔''
- مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن خزیمہ نے مرفوعاً بیان کیا ہے ''ہمارے اور اہل کتاب کے درمیان صرف یہ فرق ہے کہ ہم سحری کھاتے ہیں جس میں فضیلت ہے۔''
- طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''تین چیزوں میں برکت ہوتی ہے جماعت میں، ثرید کھانا کھانے میں اور سحری کھانے میں۔''
- طبرانی اور ابن حبان میں مرفوعاً موجود ہے کہ ''اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔''
- ابو داؤد، نسائی، ابن خزیمہ اور ابن حبان کہتے ہیں کہ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول

اللہ ﷺ نے رمضان میں مجھے سحری کھانے کے لئے بلایا اور فرمایا ''آؤ! برکت والا کھانا کھائیں۔'' یعنی سحری کا۔''

ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور بیہقی کے مطابق رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ''سحری کا کھانا کھا کر دن کے روزے کے لئے طاقت حاصل کرو اور رات کے قیام کے لئے قیلولہ کر لیا کرو۔''

ایک اور روایت میں ہے ''دن کا قیلولہ کر کے رات کے قیام کے لئے طاقت حاصل کرو۔''

نسائی نے روایت کی ہے ''سحری کا کھانا وہ برکت ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دے رکھی ہے لہٰذا اسے چھوڑا نہ کرو۔''

بزار اور طبرانی کے مطابق رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ ''تین شخص ایسے ہیں کہ اللہ نے چاہا تو ان کے کھائے ہوئے کا حساب نہ ہوگا بشرطیکہ حلال کھایا ہو'' روزہ دار، سحری کا کھانا کھانے والا اور راہِ خدا میں گھوڑے باندھنے والا۔''

امام احمد مرفوعاً بتاتے ہیں ''سحری کا کھانا بہتر ہے اور سارا برکت ہوتا ہے لہٰذا اسے چھوڑا نہ کرو خواہ تم میں سے کوئی پانی کا ایک گھونٹ ہی پیئے کیونکہ اللہ اور اس کے فرشتے سحری کے وقت کھانے والے پر رحمت کرتے ہیں۔''

ابن حبان کی روایت میں ہے کہ ''سحری کھاؤ خواہ وہ پانی کا ایک گھونٹ ہی ہو۔''

طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''سحری کے وقت بہترین کھانا کھجور ہے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سحری کھانے والوں پر رحمت فرماتا ہے۔''

ایک مرفوع روایت یہ ہے ''مومن کے لئے سحری کا بہتر کھانا کھجور ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 85

افطاری میں جلدی اور سحری میں دیر کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم افطاری میں جلدی کریں اور سحری دیر سے آخری وقت میں کھائیں۔''

رہا افطاری میں جلدی تو اس میں راز یہ ہے کہ دل کی خواہش جلد پوری کر دیں کیونکہ یہی ہمیں کام دیتا ہے اور اگر یہ نہ ہوتا تو ہم گرمیوں کے لمبے دنوں میں دوپہر کی پیاس برداشت نہ کر سکتے، ایک مشہور مثال دیتے ہوئے تم کہا کرتے ہو ''نفس آدمی سے کہتا ہے، کچھ کاموں میں میرا ساتھ دو ورنہ میں تمہیں بیہوش کر دوں گا'' اور پھر حدیث میں ہے ''سواری پر زیادہ بوجھ لادنے والا نہ تو راستہ طے کرتا ہے اور نہ ہی اپنے چوپائے کی پیٹھ چھوڑتا ہے۔''

چنانچہ سورج غروب ہوتے ہی نفس افطاری کے لئے بے چین ہو جاتا ہے اور دیر ہونے پر تکلیف میں مبتلا ہو جاتا

ہے اور اس پر عذاب بن جاتا ہے۔

رہا سحری میں دیر کرنا تو اس میں حکمت یہ ہوتی ہے کہ انسان کا نفس روزوں کے شروع میں کھانے پینے کی طرف توجہ نہیں کرتا اور یہ بات روزوں کے آخر تک رہتی ہے کیونکہ عبادت گذاری کی شرط یہ ہے کہ حکمِ الٰہی کا پابند بندہ دل اور جسم کے ساتھ حکم ملے کام کی طرف توجہ کرے لیکن اگر وہ کام کرنے کی آرزو رکھے جسے اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہے تو گویا وہ دل کے اسے کر رہا ہے حالانکہ سارا دارومدار دل پر ہوتا ہے اور اگر شارع علیہ السلام ہم کو حکم فرماتے کہ سحری کو دیر سے نہ کھائیں تو فجر کے وقت وہ کھانے کا شوق کرتا اور جب آپ نے فجر سے ذرا پہلے تک ہمیں دیر کرنے کا حکم دیا تو کھانے پینے کی طرف توجہ کم ہو گی اور مکمل طور پر وہ روزے سے ہو گیا اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ ادب کرتے ہوئے تھوڑا سا کام کرنا بے ادبی میں زیادہ کام کرنے سے بہتر ہے اور جب روزہ شروع کرتے ہی ابتداء میں اس کی توجہ کھانے پینے کی طرف ہو گی تو دن کے آخر میں کیا حال ہو گا۔ یوں تو اس کا نفس وہ کام کبھی بھی نہیں کر پائے گا جس کے بارے میں اسے حکم ہے اور پھر مجبور کی عبادت تو اللہ تعالیٰ قبول ہی نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے بندے کا اس وقت تک نماز کے لئے کھڑا ہونا ناپسند کیا ہے جب تک وہ کھانے کی خواہش رکھتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ کچھ علماء نے سخت گرم یا سرد پانی سے وضو کرنے کو ناپسند کیا ہے کیونکہ دل اس سے نفرت کرتا ہے اور بندے کا عبادت سے نفرت کرنا اسے اللہ کی بارگاہ سے دور کر دیتا ہے جبکہ شارع علیہ السلام کی طرف سے طہارت کا مقصد اسے عبادت کے قریب کرنا ہے لہٰذا ایک ہی کام میں قریب کرنا اور دور کرنا اکٹھے نہیں ہو سکتے کیونکہ اگر ایک موجود ہے تو دوسرا غائب ہو گا۔

یہ بات تو سب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے آپ کے ساتھ بہتر سلوک کا حکم دیا ہوا ہے اور یہ جلدی افطاری اور دیر سے سحری کھانے میں موجود ہے کیونکہ اس میں ایک ایسی چیز ہے جو اسے چاہتی ہے اور اگر تم اسے نہیں دو گے تو یہ نافرمانی کرے گا، سرکش ہو گا اور اس روزے سے جان چھڑانے کے لئے جھگڑے گا تاکہ اپنی خواہش پوری کر سکے۔ یہ کامل لوگوں کا مرتبہ ہے، رہے عام لوگ تو انہیں ایسے کاموں سے کوئی دلچسپی نہیں۔ "اللہ تعالیٰ علم والا، دانا ہے۔"

❁ بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے "جب تک لوگ جلد افطاری کرتے رہیں گے، بہتری میں ہوں گے۔"

❁ ابن حبان کی مرفوع حدیث میں ہے "میری امت اس وقت تک میرے طریقے پر چلتی رہے گی جب تک وہ افطاری کے لئے ستاروں کو نہ دیکھیں گے (دیر نہ کریں گے)۔"

❁ امام احمد، ترمذی، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے سب سے پیارے بندے وہ ہیں جو جلد افطاری کرتے ہیں۔"

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے "اللہ تعالیٰ تین چیزوں سے محبت کرتا ہے جلد افطاری کرنا، دیر سے سحری کھانا، اور نماز میں ایک ہاتھ کو دوسرے پر مارنا۔"

❁ ابو داؤد، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور ابن حبان مرفوعاً لکھتے ہیں "دین اس وقت تک غالب رہے گا جب تک لوگ جلد افطاری کرتے رہیں گے کیونکہ یہودی اور عیسائی دیر کرتے ہیں۔"

ابو یعلیٰ، ابن خزیمہ اور ابن حبان کے مطابق کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ''جب بھی رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ نے افطاری کر کے نماز مغرب پڑھی خواہ پانی ہی پیا۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 86

کھجور سے افطاری کرنا

کھجور سے افطاری میں حکمت

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم کھجور سے روزہ افطار کریں اور نہ ملے تو پانی سے کر لیں۔

اس میں حکمت یہ ہے کہ دن بھر میں انسان جن چیزوں سے رکا ہوا تھا، ان میں سب سے بڑی چیز کھانا اور پینا تھا اور زیادہ تر انسان کھانے کا محتاج ہوتا ہے، اسی لئے اسے پینے سے پہلے ذکر کیا گیا کیونکہ لوگ کہتے ہیں کہ ''پینے کی خواہش جھوٹی ہوتی ہے اور انسان اسے کئی بار رد کر دے تو چلی جاتی ہے لیکن کھانے کی خواہش ایسی نہیں ہوتی۔''

میرے بھائی افضل الدین اکثر دنوں میں صرف تھوک ہی سے گذارا کر لیتے تھے جس کے ذریعے نگلنے سے پہلے کھانا چبایا جاتا ہے اور پانی بہت کم پیتے تھے۔

کھجور سے افطاری کی وجہ

کھجور سے افطاری میں حکمت یہ ہے کہ تھکاوٹ کے بعد نفس کو جلدی سے تیار کرنا ہوتا ہے تاکہ کسی اور موقع پر اس طرح کے کام کے لئے بلاتے ہی وہ ہماری اس طرح فرمانبرداری کرے جس کے لئے ہم نے اسے تیار کیا ہے۔

پانی سے افطاری کی وجہ

پانی پینے میں حکمت یہ ہے کہ جلدی سے اس آگ کے شعلوں کو بجھایا جا سکے جو بھوک اور کھانے کے ہضم ہونے کی گرمی سے پیدا ہوئے تھے۔

اب اگر یہ کہا جائے کہ افطار کے موقع پر کھجور اور پانی دونوں کو جمع کر دیا جائے تو کچھ بعید نہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے یہی فرمایا ہو کیونکہ یہ دونوں ہی روزے کی گرمی کو توڑتے ہیں، بسا اوقات مغرب کے بعد وہ روزانہ نفل پڑھا کرتا ہے

چنانچہ وہ یہ کام پہلے کرتا ہے جبکہ کھانے پینے کی طرف توجہ ہی نہیں کرتا، اسی لئے حدیث میں آتا ہے "جب کھانا آجائے اور نماز کا وقت ہو جائے تو پہلے کھانا کھاؤ۔"

شاید اس فرمان پر عمل کا موقع وہ ہے جب نفس میں خواہش زیادہ ہو ورنہ یہ فرمان بھی ہے "نماز پہلے پڑھو اور اسے کسی شے کی وجہ سے لیٹ نہ کرو۔" لہٰذا حدیث کے دونوں ہی مفہوم لئے جائیں گے تو اے بھائی! کسی شیخ کے طریقے پر چلو تا کہ وہ تمہیں ہر ایسے عمل کی حکمت بتائے جس کے بارے میں تمہیں شارع علیہ السلام نے حکم دیا ہے تاکہ تم شریعت کے رازوں سے لطف حاصل کر سکو اور آپ سے محبت میں اضافہ ہو اور تمہیں پتہ چل سکے کہ آپ تمہارے بدن اور دین کے معاملے میں تم سے بھی زیادہ مہربان ہیں، اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دینے والا ہے اور "وہ صالحین کا والی ہے۔"

❁ ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے کہ "جب تم میں سے کوئی افطاری کرے تو کھجور کے ساتھ کرے کیونکہ اس میں برکت ہے لیکن اگر اسے کھجور نہ مل سکے تو پانی سے کرے کیونکہ یہ پاک کرتی ہے۔"

❁ ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، بتاتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے پہلے چند تر کھجوروں سے افطاری کرتے تھے اور اگر یہ نہ ملتیں تو چھوہارے سے کرتے اور یہ بھی نہ ملتے تو تھوڑا تھوڑا کر کے چند گھونٹ پانی پی لیتے۔"

❁ ابو یعلیٰ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین کھجوروں سے افطاری پسند فرماتے یا ایسی چیز سے جو آگ پر نہ پکی ہوتی۔

افطاری میں آگ پر پکی چیز سے گریز کی حکمت

میں کہتا ہوں شاید آگ پر پکی شے سے افطاری نہ کرنے کی حکمت یہ ہے کہ آگ غضب کی نشانی ہے، اسی وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ پانی یا کھجور سے افطاری کریں کیونکہ دونوں ہی چیزوں کو آگ نے نہیں چھوا ہوتا، اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ آپ آگ پر پکی چیز کھا کر وضو فرما لیتے تھے پھر امت کی سہولت کے لئے اسے چھوڑ دیا چنانچہ اب جو اس کی وجہ سے وضو کرتا ہے تو افطاری کے وقت اسے چھوڑنے میں حرج نہیں کیونکہ کہا گیا ہے کہ کسی نہ کسی طرح یہ وضو توڑ دیتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁ ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے "جو کھجور حاصل کر لے تو اسی سے افطاری کرے اور جو نہ ... تو پانی سے کرے کیونکہ یہ پاک کرتا ہے۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 87

زائد کھانا مسلمان بھائیوں کو دینا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ جب ہمارے پاس حلال کھانا ہو پھر وہ ہم سے، اہل وعیال اور جس کا خرچہ ہمارے ذمے ہے، سے بڑھ جائے تو اسے اپنے بھائیوں کو کھلا دیں لیکن اگر حلال نہ پائیں یا ملے مگر ہماری ضرورت سے زیادہ نہ ہو تو اپنے پاس روزہ رکھنے والوں میں سے کسی کو افطاری نہ کرائیں۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ اس پر عمل کرنے میں اور لوگ تو کیا بہت سے ایسے علماء وصالحین بھی سستی کرتے ہیں جو کرم و مہربانی کی بنا پر مشہور ہیں چنانچہ کئی مرتبہ انہیں کوئی شخص جو کچھ کھلاتا ہے، اس کے بھائیوں اور یتیموں کے اس مال سے ہوتا ہے جس کی نگرانی کے لئے اسے وصیت کی گئی ہوتی ہے چنانچہ ان میں سے ایک کو دیکھا کہ اس نے یتیموں کا مال لے کر اس سے کھانے تیار کیے اور وہ عرصہ تک ان بڑے لوگوں کے سامنے یہ کام کرتا رہا جو محفلوں میں اس کا شکریہ ادا کرتے رہے اور آخر کار اس نے وہ سارا مال ختم کر دیا، اتنے میں یتیموں کا نگران آیا جسے حکومت نے اس کام پر مقرر کیا تھا اور اس سے اس مال کا مطالبہ کیا لیکن اس کے پاس کچھ بھی نہ تھا، اسی دوران اس کے ہاں سے کھانے والے آئے اور گواہی دی کہ یہ تو دیوالیہ ہے (اس کے پاس کچھ بھی نہیں تھا)۔

ایک بار میں نے ان سے سنا، فرمایا اس وقت مصر، عمل کرنے والے علماء اور نیک لوگوں سے خالی ہو چکا ہے، کوئی بھی ایسا دکھائی نہیں دیتا جو حرام سے پرہیز کرتا ہو۔

ایک اور مرتبہ سنا تو فرمایا کہ کوئی شخص کبھی بھی مجھے ان فقہاء کی بات نہ سنائے کیونکہ ان کا کوئی دین نہیں۔

ایک اور مرتبہ فرمایا اگر میں پورے مصر میں بحمد اللہ اپنے سے پرہیزگار یا بڑھ کر عالم اور اس کے جوتے چوموں دیکھ لوں تو میں اس کا شاگرد بن جاؤں تو ایسا شخص ان میں شامل ہے کہ "اس کا برا عمل اس کے سامنے سجا دیا گیا ہے تو وہ اسے اچھا جانتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے آئینہ ہوتا ہے اور انسان آئینے میں اپنی ہی صورت دیکھتا ہے، آئینے کی صورت نہیں دیکھتا بلکہ اگر پوری کوشش سے آئینے کا جسم دیکھنا چاہے تو نہیں دیکھ سکے گا کیونکہ آئینے کو دیکھنے سے پہلے خود اس کی صورت اس میں آچکی ہوتی ہے۔

ایک شخص ابو یزید کے پاس آیا اور کہنے لگا اے میرے آقا! آج رات میں نے تمہاری صورت دیکھی تو وہ خنزیر جیسی تھی، انہوں نے کہا اے بھائی! تم نے ٹھیک کہا ہے کیونکہ مومن، دوسرے مومن کے لئے آئینہ ہوتا ہے، میری صورت میں تم نے اپنی صورت دیکھی لیکن تم نے خیال کر لیا کہ تمہاری جگہ میں نظر آرہا ہوں لہٰذا اے بھائی! تم اپنے اور اہل وعیال کے بارے میں جتنا ممکن ہو پرہیز اختیار کرو اور شرعی طور پر نیک نیتی کے بغیر کسی خوشی میں نہ پڑو اور پھر تم علم و اصلاح میں

مشہور شخص کے ہاں رمضان میں افطاری سے اس وقت تک بچو جب تک اس کے ساتھ گھل مل کر اس کی مضبوط پرہیز گاری نہ دیکھ لو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔ ''وہی صالحین کا والی ہے۔''

- ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے مرفوعاً بیان کیا ہے ''جو شخص کسی روزہ دار کو افطاری کراتا ہے تو اسے اسی جتنا اجر ملے گا لیکن روزہ رکھنے والے کے اجر سے کچھ بھی گھٹایا نہ جائے گا۔'' ایک اور روایت میں ہے ''اللہ تعالیٰ اس کے اجر میں سے کچھ بھی نہ گھٹائے گا۔''

- طبرانی اور ابو الشیخ نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص کسی کو کھانے پینے کی حلال چیز سے افطاری کراتا ہے تو رمضان کی گھڑیوں میں فرشتے اس کے لئے دعا کریں گے اور لیلۃ القدر میں حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی اس کے لئے دعا کریں گے۔''

حضرت جبرائیل علیہ السلام کے مصافحہ کی علامت

ابو الشیخ کی روایت میں ہے ''لیلۃ القدر کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے مصافحہ کیا او ... سے حضرت جبرائیل علیہ السلام مصافحہ کر لیتے ہیں تو اس کا دل نرم ہو جاتا ہے اور کثرت سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ حضر ... ان رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! اگر کسی کے پاس افطاری کی یہ چیزیں نہ ہوں تو کیا کرے؟ فرمایا کھانے کا لقمہ ... اگر روٹی کا لقمہ بھی نہ ہو، فرمایا گھونٹ بھر دودھ پلا دے۔ اس پر عرض کیا یہ بتایئے کہ اگر یہ بھی نہ ہو، فرمایا گھونٹ ... پا دے۔''

- ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص رمضان میں کسی کو افطاری کرائے تو یہ اس کے گناہوں کی بخشش بنے گا، جہنم سے ایک گردن کی آزادی ہو گی اور اسے اس جتنا ثواب ملے گا لیکن افطاری کرنے والے کے اجر سے کچھ بھی گھٹ نہ پائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی یارسول اللہ! ہم میں سے ہر ایک کے پاس روزہ دار کی افطاری کے لئے ایسی کوئی چیز نہیں ہوتی، اس پر فرمایا اللہ تعالیٰ یہ ثواب اسے دے گا جو روزہ دار کو کھجور، پانی کے گھونٹ یا دودھ کے گھونٹ سے افطاری کرائے گا۔''

روزہ دار کے سامنے کھانے پر اس کے لئے اجر

ترمذی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے یہ روایت لکھی ہے کہ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عمارہ انصاریہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے انہوں نے آپ کے سامنے کھانا رکھا تو آپ نے فرمایا کھاؤ۔ انہوں نے عرض کی کہ میرا روزہ ہے۔ اس پر فرمایا روزے دار کے پاس جب کوئی کھانا کھاتا ہے تو فرشتے اس روزہ دار کے لئے اس وقت تک دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ کھانے والے فارغ نہیں ہوتے۔'' کبھی یوں بھی فرمایا ''ان کے سیر ہو جانے تک'' (دعا کرتے ہیں)۔

❁ ابن ماجہ کی روایت یوں ہے ''روزہ دار کے پاس جب تک کوئی کھاتا رہتا ہے تو اس کی ہڈیاں تسبیح پڑھتی ہیں اور فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 88

جب بھی ممکن ہو، اعتکاف کرنا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ہر موقع پر بلکہ خاص طور پر رمضان میں اعتکاف کریں جب ہمیں کوئی ضروری کام نہ ہو لیکن اگر ایسا کام ہو اور وہ بھی مسجد سے باہر تو بہتر یہ ہے کہ وہ کام پہلے کر لیں اور اگر کوئی ضروری کام مسجد میں اعتکاف کے دوران ایسے شخص کے دل کو کھینچے اور اسے مسجد سے نکالے تو اللہ کا ادب کرنے والے ہر شخص کے لئے بہتر ہے کہ مسجد سے نہ نکلے کیونکہ وہ اس اللہ کا خاص گھر ہوتا ہے اور اگر اعتکاف کے لئے مسجد لازمی نہ ہوتی تو شارع علیہ السلام گھروں اور بازاروں وغیرہ کو چھوڑ کر مسجد میں اعتکاف کا حکم نہ فرماتے اور پھر اگر صاحبِ قدم اولیاء یہ چاہتے کہ انہیں مسجد کے باہر مسجد ہی کی طرح مراقبہ کرنے کو ملتا تو ایسا نہ کیا جاتا۔

مسجد میں اعتکاف کی وجہ

اللہ اور رسول اکرم ﷺ نے ہمیں مسجد میں اعتکاف کا حکم صرف اس لئے دیا ہے کہ ہم اپنے آپ کو بیدار کریں اور ذہن میں رکھیں کہ ہم ہر وقت اللہ کے سامنے ہیں خواہ ہمیں شعور ہو یا نہ ہو اور جب ہمیں مسجد میں اس کا مزہ ملے گا اور حق تعالیٰ سے مراقبہ کی لذت حاصل ہوگی تو انشاء اللہ مسجد سے باہر بھی یہی کچھ ہوگا جسے ہم دل کی آنکھوں سے دیکھیں گے اور اپنے بارے میں یہ گواہی دیں گے کہ ہم ہر وقت اللہ کے سامنے ہوتے ہیں۔

مرید کے لئے تنہائی کی وجہ

اس سے صوفیہ نے مرید کے لئے ''تنہائی'' مقرر کی تاکہ وہ اکیلا ہونے کا عادی ہو جائے اور اللہ تعالیٰ سے غافل نہ ہوا کرے۔ مشائخ نے اپنے مریدوں کو حکم دے رکھا ہے کہ تنہائی میں پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھے کیونکہ اس میں بزرگوں کی پیروی اور اس بات پر ایمان ہے کہ وہ اللہ کے سامنے ہوتے ہیں۔ یونہی انہوں نے انہیں یہ حکم دیا ہے کہ تنہائی میں شرعی کاموں کے علاوہ کوئی کام نہ کریں جس کی وجہ یہ ہے کہ مرید اپنے پیر کی پیروی میں اللہ تعالیٰ کو سامنے لا سکے۔

کچھ حضرات نے کہا ہے کہ تم اللہ سے بات کرنا چاہو تو اس کی کلام کے ساتھ کرو کیونکہ ایسا نہ کرنے کی صورت میں تمہاری مجبوری کے علاوہ تمہیں جواب نہیں دے گا لہٰذا اس کی کلام کے علاوہ اس سے بات کی کوشش نہ کرو تا کہ یہ مجبوری دور ہو سکے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مرید کو ایمان کی بنا پر ادب کا خیال کرنا چاہیے تا کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں آ سکے اور اللہ کا ادب خلوت خانے سے باہر کر سکے جیسے کتاب میں گذر چکا اور اللہ کی قسم! اگر مومن سے پردہ دور کر دیا جائے تو اللہ کے سامنے ہونے ذرہ بھر آگے نہ بڑھ سکے اور وہ پردہ اس کے لئے جہنم میں داخلے سے بھی زیادہ سخت مشکل پیدا کر دے۔

یہ بھی دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا دھیان کس قدر رکھا ہے، آپ کی آنکھیں کس طرح بنائی ہیں کہ وہ تو سوتی ہیں لیکن دل جاگ رہا ہوتا ہے تا کہ دنیا میں آپ کو آخرت سے پہلے جلد نعمتیں مل سکیں اور آخرت کی نعمتوں میں ذرہ بھر بھی کمی نہ آنے پائے، یہ مقام آپ کے علاوہ دوسرے انبیاء اور آپ کے بعد آپ کے ہر وارث کو حاصل ہے چنانچہ اس کی آنکھیں تو سوتی ہیں لیکن دل جاگتا رہتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ آپ حق تعالیٰ سے ملاقات کے موقع پر جاگنے والے کی طرح ہوں جبکہ جسم کے سکون کے لئے سونے والے کی طرح ہوں تا کہ ہر ایک کو اس کا حق مل سکے۔

اس سے معلوم ہوا کہ سو جانے سے بڑوں کا مرتبہ گھٹتا نہیں، یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوتا ہے کیونکہ یہ نیند ان پر غالب کی جاتی ہے، خود نہیں آتی لیکن جو شخص بناوٹی کام کرتا اور اپنے نیچے بچھونا بچھاتا اور ضرورت کے بغیر ہی تکیہ لگاتا ہے تو اس جیسے کا مرتبہ یقیناً ناقص ہو جاتا ہے۔

اے بھائی! یقین کیجئے کہ جو شخص اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے، اسے کسی شیخ کے طریقے پر چلنا چاہئے ورنہ نفسانی خواہشات کی وجہ سے لازمی طور پر وہ اللہ کی حاضری سے غافل ہو گا کیونکہ وہ یہ جانتے ہوئے کہ یہ خواہشات اسے بارگاہِ الٰہی سے نکال دیں گی، صرف اس لئے ان پر چلتا ہے کہ وہ انہیں پسند کرتا ہے چنانچہ اس میں قدرے یہ بات موجود ہوتی ہے کہ وہ حق تعالیٰ کے مقابلے میں کسی اور کے ساتھ رہنا پسند کرتا ہے جو ہو سکتا ہے کہ حرام ہو۔

اکثر لوگ ہماری بتائی ہوئی تمام باتوں سے غفلت کرتے ہیں چنانچہ صوفیہ کی راہ پر چلنے والا خواہش کے بعد خواہش کو چھوڑتا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور اس کے پروردگار کے درمیان عظمت و بزرگی ہی پردہ رہ جاتا ہے اور وہ سانس کے داخل خارج ہونے کی طرح آسانی سے اللہ کا مشاہدہ کرتا ہے اور اسے کوئی پریشانی نہیں ہوتی اور جب تک وہ غفلت میں ہوتا ہے، حقیقی مقام پر نہیں ہوتا، یہی وہ مقام ہے کہ جہاں ولی اللہ یا تو محفوظ ہو جاتا ہے یا پھر اپنے مقام سے گر جاتا ہے۔

بہرحال جب تک بندہ قدرے غفلت کرتا رہتا ہے تو لازمی طور پر وہ پردہ میں جائے گا یا مناسب کام سے دوچار ہو گا اور یہ وہ موقع ہے جب اللہ تعالیٰ ایسی چیز کا حکم نہیں دیتا اور نہ ہی اسے اس کے لئے ابھارتا ہے کیونکہ بندہ حق تعالیٰ کے سامنے اسی وقت ہوتا ہے جب حکم ملنے والے کام کرتا ہے اور روکے ہوؤں سے بچتا ہے اور ان کے علاوہ کاموں میں اسے حق تعالیٰ کے سامنے ہونے کی کبھی ہمت نہیں ہوتی، وہ صرف کائنات کے ساتھ بیٹھا کرتا ہے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کامل شخص کی شرط یہ ہے کہ جب وہ کسی کے قول پر عمل کرتا ہے تو وہ حق تعالیٰ

یا اس کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں ہوتا ہے یا پھر کسی ایک امام یا اس کی تقلید کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے اور جب قیامت کا دن ہوگا تو یہ مجلس بڑی لمبی ہوگی، وقت بہت کھلا ہوگا اور وہ وہاں اسی قدر نعمتیں حاصل کرے گا جس قدر ان کی بارگاہ میں رہنے کا اسے موقع ملا تھا اور جو عمل کرتے وقت اس کلام والے کے ساتھ نہ ہوگا جس کے ساتھ اس نے کلام کی تھی تو قیامت کے دن اپنے مریدوں کے ہوتے ہوئے نعمتیں نہیں لے سکے گا اور نہ ہی وہ ایسا ہوگا کہ گویا ان کے ساتھ بیٹھا ہو۔

میں نے اپنے بھائی افضل الدین رحمہ اللہ سے سنا، فرمایا ہر وہ مقام جس کا انسان کو یہاں مزہ نہ مل سکا، وہ وہاں بھی نہیں مل سکے گا لہٰذا اے بھائی! اگر اللہ والوں میں شامل ہونا چاہتے ہو تو کسی خالص شیخ کے طریقے پر چلو ورنہ اللہ کی تمام عبادتوں میں سے اکثر میں تم اللہ سے غافل ہوگے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔

۞ بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے "جو شخص رمضان میں دس دن کا اعتکاف کرے تو یہ ایسے ہوگا کہ اس نے دو حج اور دو ہی عمرے کر لئے۔"

۞ امام طبرانی، حاکم اور بیہقی کی مرفوع روایت یوں ہے "جو شخص اپنے کسی بھائی کی ضرورت پوری کرنے چلا اور پوری بھی کر دی تو یہ چیز اس کے لئے دس سال کے اعتکاف سے بہتر ہوگی اور جو اللہ کی رضا کے لئے دس دن اعتکاف کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور دوزخ کے درمیان دس خندقوں کا فاصلہ کر دے گا جن کا درمیانی فاصلہ آسمان و زمین کے درمیانی فاصلے سے زیادہ ہوگا۔"

مسجد میں نبی کریم ﷺ کے اعتکاف کی حدیثیں بہت زیادہ اور مشہور ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 89

صدقۂ فطر (فطرانہ) دینا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ہر سال عید سے پہلے اپنا صدقۂ فطر نکال دیا کریں اور اس میں جائز ضرورت کے علاوہ دیر نہ کیا کریں۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ جس میں گوشہ نشین کچھ مشائخ اور کئی علماء ڈھیل کرتے ہیں لہٰذا گوشہ نشین ہر شیخ یا محلے کے عالم کے لئے مناسب یہ ہوتا ہے کہ وہ یہ صدقہ لوگوں سے پہلے نکالا کرے تاکہ لوگ اس کو دیکھ کر نکالیں کیونکہ وہ لوگوں کا سربراہ ہوتا ہے اور اکثر لوگوں کی زبان پر اس وقت یہ بات ہوتی ہے جب انہیں اللہ کا کوئی حکم یاد دلا کر کہا جاتا ہے کہ ایسے کرو تو وہ کہتے ہیں کہ یہ حکم تو فلاں عالم کے لئے ہے کیونکہ ہم نے اسے یوں کرتے کبھی نہیں دیکھا اور پھر اگر انہیں یہ کہا جائے کہ شارع علیہ السلام کی طرف سے خود تمہیں بھی یہ حکم ہے، علماء کریں یا نہ کریں، تمہیں یہ کام کرنا ہوگا تو وہ کہتے ہیں جب علماء ہی

میں یہ ہمت نہیں کہ یہ کام کریں تو ہم تو عاجز لوگ ہیں لہٰذا ہماری مجبوری سب سے پہلے دیکھ لیں کیونکہ ہمارا ایمان تو ان سے کئی درجے کم ہے جبکہ وہ یہ نہیں جانتے کہ اس عالم کے اس کام کو اس وقت دلیل بنایا جا سکتا ہے جب شارع علیہ السلام کی طرف سے یہ علم ہم تک نہ پہنچا ہو اور جب وہ حکم ہم تک پہنچ گیا تو پھر اس دلیل کی ضرورت نہیں رہ جاتی کہ فلاں نے یوں نہیں کیا تو ہم بھی چھوڑتے ہیں۔ یہ دلیل کم علم والوں کی ہوتی ہے۔

ہم ابھی چھوٹے تھے کہ مسجدوں کے دروازوں پر گندم کے ڈھیر لگے ہوئے دیکھا کرتے تھے کیونکہ لوگ کثرت سے صدقہ دیتے تھے لیکن آج تم چند مسجدیں چھوڑ کر کسی مسجد کے دروازے پر کچھ گندم بھی نہیں دیکھو گے، یہ سب اس بات کا نتیجہ ہے کہ لوگ شرعی حکموں کی پرواہ نہیں کرتے اور شریعت ختم ہو چکی ہے چنانچہ کوئی عالم لوگوں سے پہلے یہ کام نہ تو خود کرتا ہے اور نہ ہی دل سے دوسروں کو برا جانتا ہے چنانچہ اسی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں سے اللہ تعالیٰ کی عظمت یوں نکل چکی ہے جیسے بنی اسرائیل کے دلوں سے نکل گئی تھی جس کی وجہ سے ان سب پر اللہ تعالیٰ کا عذاب اترا۔

میں خود زندگی بھر صدقہ فطر نہ دینے کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت پر عمل کرتا رہا کیونکہ میں عید کی رات میں ایک دن رات کے خرچ کا مالک نہیں ہوتا تھا اور یوں سال ۹۵۰ھ آ گیا چنانچہ عید کے بعد میں نے خواب میں ایک واقعہ دیکھا کہ میں ایک کھلے میدان میں ہوں، اس میں بہت زیادہ مخلوق ہے جن کے پاس بچھونے جیسی چیزیں ہیں جن پر تکیہ لگایا جاتا ہے، ہر شخص اپنا بچھونا آسمان کی طرف پھینک رہا ہے اور وہ چار ہاتھ تک اوپر جا کر نیچے گر جاتا ہے، آخر کار میں نے بھی اپنا بچھونا اوپر پھینکا، وہ تھوڑا سا اوپر جا کر نیچے آ رہا۔ میں نے اپنے پہلو میں کھڑے فرشتے سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے کہا تم ان سب بچھونوں اور ان لوگوں کو دیکھ رہے ہو؟ میں نے کہا ہاں، اس نے بتایا کہ یہ سب لوگ رمضان کے روزے رکھتے رہے لیکن اپنے روزوں کی زکوٰۃ (فطرانہ) نہیں نکالا چنانچہ ان کا روزہ بچھونے کی شکل کا ہو گیا جو گویا ہوا کے بغیر غبارہ ہے، میں نے کہا میرے پاس تو ایک دن اور رات کی بھی روزی نہیں ہوتی۔ اس نے کہا کیا تمہارے پاس کوئی زائد قمیص نہیں، کیا کوئی زائد چادر بھی نہیں اور کیا کوئی زائد کھڑاؤں بھی نہیں جسے بیچ کر گندم خریدتے اور اس سے صدقہ دے دیتے؟ میں نے کہا ہاں میرے پاس ایسی چیز موجود ہے۔ اس پر اس نے کہا تو پھر صدقہ نکالو کیونکہ تمہارے جیسے لوگوں کے لئے اجازت پر عمل کرنا مناسب نہیں۔

اس موقع پر مجھے نئی کھڑاؤں (جوتا) یاد آ گئی جو میرے پاس صندوق میں رکھی تھی اور جو ایک تاجر نے مجھے ہدیہ کے طور پر دی تھی چنانچہ میں نے اسے بیچ کر اپنی زکوٰۃ نکالی چنانچہ اس سال سے اب تک میں اپنی زکوٰۃ نکال رہا ہوں اور ان کی بھی جن کا خرچہ میرے ذمے ہوتا ہے۔

اس سلسلے میں میرے پاس ایک حدیث ہے جو اس مسئلہ کی تائید کرتی ہے "رمضان کا روزہ آسمان اور زمین کے درمیان اس وقت تک رکا رہتا ہے جب تک آدمی اس کی زکوٰۃ نہیں نکال دیتا۔" الحمد للہ رب العالمین۔ تو اے بھائی! اپنا صدقۂ فطر نکالو اور اپنے سامان میں سے زائد شے کو بیچ کر صدقہ فطر کی قیمت نکالنے میں بخیلی سے کام نہ لو اور ذرا غور تو کرو کہ تم قاضی (جج) اور اس کے اہل کاروں کے لئے بہت سا مال خرچ کر دیتے ہو اور پھر جب تفتیش کرنے والے تمہارا کام

نہیں کرتے اور دنیاوی حساب نہیں کرتے تو تم اس پر اور اس کے اہل کاروں پر کتنا خرچ کرتے ہو بلکہ تم اپنے بچاؤ کے لئے حکمرانوں کو منہ مانگی مقرر شدہ رقم دیتے رہتے ہو، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ تم آخرت سے محبت کی بجائے دنیا سے محبت کرتے ہو بلکہ اگر تمہیں کوئی یہ کہے کہ یہ اتنی رقم تم اپنا کام نکالنے اور حساب کرانے کے لئے خرچ نہ کرو تو تم اس کی بات نہیں مانو گے بلکہ اس کی مخالفت کرو گے تو اے بھائی! تمہارا دین تمہیں سب سے پہلے نظر آنا چاہئے اور اگر دنیاوی محبت کی وجہ سے اسے پہلے نہیں جانتے تو کم از کم برابر ضرور جاننا چاہئے۔

سب مشائخ یہ کہتے ہیں کہ جب تک کوئی شخص اپنی آخرت کے لئے اللہ کے ساتھ معاملہ کی خاطر پوری دنیا کو اپنی نگاہ میں مٹی جیسا نہیں سمجھتا تو اتنا زیادہ نہیں لے سکتا جسے وہ اللہ کی رضا میں خرچ کرے چنانچہ کہتے ہیں کہ جسے اپنے دین کے مقابلے میں دنیا پیاری لگے تو وہ اللہ اور مخلوق کے ہاں سب سے گھٹیا مرتبہ والا ہوگا خواہ کوئی اسے کتنا ہی بڑا کیوں نہ جانے کیونکہ اس کا سبب صرف دنیا ہوگی۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہر راہنما بننے والے کو اللہ کے حکم اور اس کے منع کئے ہوئے کاموں میں کوتاہی نہیں کرنی چاہئے تاکہ کہیں گمراہوں کا امام نہ بن جائے۔

خدا کی قسم! جب میں جماعت سے نماز پڑھنے اور ورد وظیفے کے لئے گھر سے نکلتا ہوں تو یوں لگتا ہے کہ جیسے میری ہڈیاں پگھل رہی ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ میں ورد پڑھتے فقیروں میں ورد سے پیچھے رہ جانے کے ڈر سے لیٹ کر پڑھ لیا کرتا ہوں تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کچھ سست قسم کے لوگ وظیفہ چھوڑنے میں میری پیروی کرنے لگیں جس کی وجہ سے میں گمراہ امام نہ بن جاؤں یا ایسا نہ ہو کہ میرے پیچھے رہنے کی وجہ سے پیچھے رہ جانے والوں کا بوجھ مجھ پر آپڑے چنانچہ نیکی میں لوگوں کا راہنما بننے والا ایسا کوئی دکھائی نہیں دیتا جس نے دل اور جسم کے ذریعے عبادت کی ہو، کیونکہ راہنما بخیل ہو تو وہ لوگ بھی بخیل ہوں گے اور اس کی عزت ہوئی تو وہ بھی عزت والے ہوں گے، اگر وہ جہاد میں بزدلی دکھائے تو وہ بھی بزدل ہو جائیں گے، اگر وہ دلیر ہوگا تو وہ بھی دلیر ہوں گے، وہ رات کو قیام کرے گا تو وہ بھی کریں گے، وہ سو گیا تو وہ بھی سو جائیں گے، وہ دنیا سے بے تعلق ہوگا تو لوگ بھی ہو جائیں گے، وہ دنیا کی خواہش کرے گا تو وہ بھی کریں گے، وہ چغلی کرے گا تو وہ بھی کریں گے، وہ زبان کی حفاظت رکھے گا تو وہ بھی رکھیں گے، وہ حرام اور شبہ والی چیزیں کھائے گا تو وہ بھی کھائیں گے ،وہ دنیا کا مال سنبھالے گا تو وہ بھی سنبھالیں گے، وہ خرچ کرے گا تو لوگ بھی کریں گے، وہ ریاکاری کے متعلق اپنے دل سے جھگڑے گا تو وہ بھی جھگڑیں گے، وہ اسے چھوڑ دے گا تو لوگ بھی چھوڑ دیں گے، وہ لوگوں کی طرف سے تکلیف برداشت کرے گا تو اس کے مرید بھی یونہی کریں گے، وہ برداشت نہیں کرے گا تو لوگ بھی نہیں کریں گے، وہ لوگوں کی پردہ پوشی کرے گا تو وہ بھی کریں گے، اگر وہ پردہ دری کرے گا تو اسے دیکھ کر اس کے مرید بھی کریں گے، وہ لوگوں کے سامنے عاجزی کرے گا تو اس کے مرید بھی کریں گے، وہ تکبر کرے گا تو مرید بھی کریں گے، وہ اگر دکانوں اور مسجدوں کے دروازوں پر بیٹھے گا تو مرید بھی بیٹھیں گے اور وہ تنہائی میں بیٹھے گا تو مرید بھی یونہی بیٹھیں چنانچہ ہر حال میں یونہی ہوگا لہٰذا عقلمند وہ ہے جو اپنے آپ پر غور کرے اور کسی کے لئے عبرت کا نشان نہ بن جائے۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ فقیروں اور مسکینوں کے متعلق آتا ہے "اس (عید کے) دن فقیروں کو لوگوں کے گھروں پر جانے سے بے نیاز کر دو۔" یعنی انہیں اس بات سے بے نیاز کر دو کہ وہ عید کے دن کھانے کی ہر شے کے لئے چکر لگاتے پھریں تاکہ انہیں بھی آرام کرنے کا وقت مل سکے اور وہ بھی عید کی خوشیاں منا سکیں، انہیں رمضان میں عبادت کی تھکاوٹ سے نکل کر خوشی حاصل ہو سکے کیونکہ ان میں کئی ایسے ہوں گے جو بہت بھوکے رہتے رہے ہوں گے۔

فقیروں کو دانے دینے کی بجائے پکا ہوا کھانا دینا

اس گذشتہ سبب کی بناء پر حدیث کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ فقیروں اور مسکینوں کو ہریسہ جیسا پکا پکایا کھانا دینا، دانے دینے سے بہتر ہے چنانچہ امام مالک یہی فرماتے ہیں کیونکہ مثلاً گندم دیں تو اسے چھاننے، صاف کرنے، پیسنے، گوندھنے، روٹی پکانے، اجرت دینے، آنے جانے، آگ جلانے، ہنڈیا لینے اور کھانے وغیرہ کی چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ فقیروں اور مسکینوں کے لئے یہ حکم امام مالک کی طرف سے انہیں گنجائش دینے اور آسانی کے لئے دیا گیا ہے ورنہ عام طور پر قاعدہ یہ ہے کہ جو کچھ حدیث میں آیا ہے وہی کرنا افضل ہے۔ اس کی بجائے کوئی نیا کام کرنا، اگرچہ اچھا ہی ہو، بدعت ہوگا، پھر صحیح حدیثوں میں یہ بھی آتا ہے کہ کھانا کھلانے، کچا گوشت دینے اور پکا پکایا کھانا دینے کی بجائے دانے ہی دیئے جائیں لیکن حضرت شارع علیہ السلام نے بعد میں اپنی امت کو اجازت دے دی کہ جیسے چاہیں کریں، فرمایا "جو شخص کوئی اچھا طریقہ نکالے تو اسے اور اس پر عمل کرنے والے کو اس کا اجر ملے گا۔" اور یہ لوگ حضور ﷺ کے بعد شریعت کے امانت دار ہیں چنانچہ جو حدیث میں آئے کام پر عمل کرے، وہ بہت اچھا ہے لیکن جو ایسا کام بڑھا دے جس کے بارے میں شریعت کہتی ہے کہ وہ اچھا ہے تو وہ اچھا ہی ہوگا۔

دورِ نبوی ﷺ میں فقیروں کو دانے دینے کی وجہ

رسول اللہ ﷺ کے دور میں اکثر لوگ فقیروں کو صرف اس وجہ سے دانے دیتے تھے کہ چکیاں تو بہت کم تھیں لیکن ہر شخص اپنے گھر کی چکی پر آٹا پیس لیتا تھا اور اگر مسکینوں کو صدقہ فطر دینے والا عید کے دن آٹا پیسنے اور کھانا پکانے کی تکلیف کرتا تو کھانے پینے کے اس دن میں ان کی خوشیاں گھٹ جاتیں کیونکہ وہ اس پورے دن گھر والوں اور مسکینوں کے لئے کھانا پکانے میں گذار دیتے چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے صدقہ دینے اور لینے والے کے لئے اس دن کی تھکاوٹ میں برابری کر دی چنانچہ صدقہ دینے والے کے ذمے تو صرف دانے دے دینا ہے لیکن اس کے بعد والا کام فقیر کے ذمے ہوا ورنہ یہ تو معلوم ہی ہے کہ فقیر تو عید کے دن پکے پکائے ہریسہ پر زیادہ خوش ہوگا اور وہ دانے، گوشت اور کچی چربی پر خوش نہ ہوگا کیونکہ اس دن دانوں کی بجائے پکا کھانا اس کے لئے زیادہ بہتر ہوگا کیونکہ دانوں سے فقیروں کو پریشانی ہوگی کیونکہ وہ کھانے میں لگے گا تو اسے اس دن کی خوشی نہ مل سکے گی۔

کچھ عارف لوگوں نے اسی وجہ سے اس دن کا نام عید رکھا ہے کیونکہ جس عبادت کا اس کے علاوہ دنوں میں کرنا لازم تھا اب وہ دن آ گیا جس میں اس کا چھوڑنا جائز ہے، وہ آ گیا یا جس سے روکا گیا تھا (غفلت اور بھول) وہ جائز ہو کر دوبارہ آ گیا نیز زیادہ عبادت کرنے اور اپنے من پسند کام کرنے سے بھی روکا گیا تھا کیونکہ اس کے بغیر انسان کو اس دن کی خوشی حاصل نہیں ہو سکتی چنانچہ جو شخص اپنے آپ کو اس دن عبادت کا پابند کرتا ہے تو وہ نبی کریم ﷺ کی طرف سے امت کو ملنے والی حکمت کی بات سے کوتاہی کرتا ہے چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ ''مزدور کو پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی اجرت دے دو۔'' اور اس میں شک نہیں کہ رمضان میں شب و روز نفس نے آدمی کی مزدوری کی ہوتی ہے لہٰذا حق بنتا ہے کہ وہ اپنے نفس کو عید کے دن اس کی مزدوری (سہولت) دے کیونکہ یہ تکلیف کی تھکاوٹ سے تسلی کا کام ہو گا۔ اسی نے تم کو شارع علیہ السلام کا مقصد سمجھ لینا چاہیے، انہوں نے کسی اور دن کے بارے میں ہرگز نہیں فرمایا کہ ''یہ کھانے پینے اور خوشیوں کا دن ہے۔'' صرف عید اور تشریق (۱۳،۱۴،۱۵) کے دنوں کے لئے فرمایا تھا۔ الحمد للہ رب العالمین۔

علامہ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صدقہ فطر لازماً نکالنے کے لئے حضور اکرم ﷺ کا تاکیدی حکم اس صحیح حدیث میں ملتا ہے ''رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ فطر فرض قرار دی'' کیونکہ اس میں آپ نے بتایا ہے کہ صدقہ فطر یونہی فرض و واجب ہے جیسے مال میں زکوٰۃ واجب ہے۔ اس حدیث میں یہ واضح ہو رہا ہے کہ جسے رسول اللہ ﷺ نے فرض کیا، وہ ویسا ہی جسے اللہ نے فرض کیا کیونکہ ''جو اس رسول کی پیروی کرتا ہے، وہ اللہ کی کرتا ہے۔'' اور ''وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے، یہ تو ان کی طرف وحی کی جاتی ہے۔''

علامہ خطابی فرماتے ہیں ''صدقہ فطر کے فرض و واجب ہونے کے بارے میں عام اہل علم کا یہی کہنا ہے اور میں نے اس کی دلیل یہ دی ہے کہ یہ روزہ دار کو بیہودہ اور گناہ سے بچاتا ہے تو یہ ہر اس روزہ دار، مالدار اور خادمو والے پر واجب ہے یا پھر اس فقیر پر واجب ہے جس کے پاس اپنے کھانے کی زیادہ چیز موجود ہو اور جب یہ پاک کرنے کی دلیل کی وجہ سے واجب ہے تو ہر روزہ دار کو پاکیزگی کی ضرورت ہے چنانچہ جب یہ چیزیں دلیل میں اکٹھی ہیں تو واجب ہونے میں بھی اکٹھی ہوں گی۔

حضرت ابن المنذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں تمام اہلِ علم اس بات پر اکٹھے ہیں کہ صدقہ فطر فرض ہے (حنفی حضرت نہیں) اس سلسلے میں مجھے یہ علماء حضرات یاد ہیں حضرت محمد بن سیرین، ابو العالیہ، ضحاک، عطاء، مالک، سفیان ثوری، شافعی، احمد، ابوثور، اسحاق اور رائے رکھنے والے دوسرے حضرات چنانچہ اسحاق فرماتے ہیں کہ اس پر اہل علم کا اکٹھ ہے۔ ابو داوٗد اور ابن ماجہ وغیرہ یہ مرفوع حدیث لکھتے ہیں ''رسول اللہ ﷺ نے صدقۂ فطر اس لئے فرض کیا ہے کہ یہ روزے دار کو بیہودہ گفتگو اور گناہ سے بچاتا ہے اور مسکینوں کی روزی ہے چنانچہ جو اسے نماز سے پہلے ادا کرے گا تو یہ مقبول زکوٰۃ ہو گی اور بعد میں دے گا تو یہ عام صدقوں میں سے ایک صدقہ ہو گا۔''

❁ امام احمد اور ابو داوٗد نے مرفوعاً لکھا ہے ''صدقۂ فطر گندم (یا فرمایا دانوں) کا ایک صاع ہوتا ہے جو ہر چھوٹے بڑے، آزاد غلام، مرد عورت اور مالدار و فقیر پر لازم ہوتا ہے، رہا مالدار تو اسے اللہ پاک کر دیتا ہے اور رہا فقیر تو اللہ

اسے اس کے دیئے سے زیادہ دے دیتا ہے۔''

❁ حضرت ابوحفص بن شاہین نے ''فضائلِ رمضان'' میں یہ مرفوع روایت لکھی ہے ''ماہ رمضان آسمان و زمین کے درمیان لٹکا رہتا ہے اور صدقۂ فطر دیئے بغیر اوپر نہیں جاتا۔''

❁ ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا ''جو ستھرا بنا'' نجات پا گیا اپنے رب کا نام یاد کیا اور نماز پڑھی'' اس پر آپ نے فرمایا کہ یہ آیت زکوٰۃ الفطر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 90

عیدوں کی راتوں میں نفل پڑھنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ دونوں عیدوں کی راتوں میں رکوع اور سجدے والی نمازیں (نفل) پڑھ کر انہیں زندہ کریں کیونکہ اس فرمان سے ذہنوں میں ایسی ہی عبادت آتی ہے اور پھر پہلے تمام علماء اسی پر عمل کرتے رہے ہیں حالانکہ ان راتوں میں تلاوت اور تسبیح اور رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنے سے بھی یہ مقصد حاصل ہوسکتا ہے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں انسان پر لازم ہے کہ ہر رات کے قیام کے لئے وہ بھوکا پیاسا تیار رہے خواہ وہ عید کی راتیں ہوں، جمعہ ہو، نصف شعبان کی رات ہو یا کوئی اور رات ہو جیسے رات کو اٹھا کرتا ہے تو رات کے آخری تیسرے حصے میں تیار رہے کیونکہ جو اس میں پیٹ بھر کھاتا ہے تو اسے اللہ کی مدد نہیں ملتی۔

عیدین کی راتوں کو زندہ رکھنے کی وجہ

حضرت علی خواص فرماتے ہیں کہ عیدین کی راتوں کو عبادت کر کے زندہ رکھنے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان سے اگلا دن کھیل کود کا ہوتا ہے چنانچہ ان دو راتوں کی عبادت کا نور بندے کو گھیرے میں لئے اگلے دن تک جاتا ہے جس کی وجہ سے بندے کی خوشی صرف ایک حد تک ہوتی ہے اور وہ مکمل طور پر نہ تو غفلت کرتا ہے اور نہ ہی بھولتا ہے اور جو صبح تک سوتا رہتا ہے یا اپنے رب سے غافل ہو جاتا ہے تو صبح ہوتے ہی آزادانہ غفلتوں میں پڑ جاتا ہے تو دیکھو حضرت شارع علیہ السلام نے کتنے پکے حکم دیئے ہیں اور آپ اپنی امت کے دین پر رہنے کے لئے کتنے مہربان ہیں اور جب تمہیں پتہ چل گیا ہے تو اے بھائی! اپنے آپ کو ان دونوں راتوں میں عبادت کرنے پر لگاؤ خواہ تمہیں اس کی عادت نہ بھی ہو اور یہ بہانہ نہ بناؤ کہ تمہارے لئے

جاگنا مشکل ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ تم شادی بیاہ کے دنوں میں کئی کئی راتیں جاگا کرتے ہو اگرچہ اکثر اس میں نیت صحیح نہیں ہوتی اور نہ ہی شارع علیہ السلام کی فرمانبرداری ہوتی ہے تو پھر شارع علیہ السلام کے حکم پر عمل کرنا ہی زیادہ بہتر ہے۔

ایک مرتبہ میں نے دنیا داروں میں سے ایک شخص سے کہا تھا کہ آؤ اور اس رات ہمارے ساتھ تم بھی جاگو، وہ چھوٹی عید کی رات تھی لیکن اس نے بہانہ یہ بنایا کہ جاگنا اسے نقصان دیتا ہے۔ میں نے کہا میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں، سچ سچ بتاؤ کہ اگر تم کوئی مطلب حاصل کرنا چاہتے ہو اور موم بتی وغیرہ ملنے میں دیر ہو جائے جسے تم عشاء سے فجر تک کھلا چھوڑے رکھتے ہو تو کیا تم صبح تک اس کی انتظار میں جاگو گے نہیں؟ اس نے کہا ہاں جاگوں گا۔ میں نے کہا اگر فجر سے شام تک نہ آ سکے تو کیا انتظار کرتے رہو گے اور سوؤ گے نہیں؟ اس نے کہا ہاں، میں اسے نو دنوں تک لے گیا تو پھر بھی وہ اپنے آپ میں زمین پر پہلو رکھے بغیر جاگنے کی ہمت دکھا رہا تھا اور جب میں نے دسویں رات کے بارے میں کہا تو کہنے لگا نہیں۔ اس پر میں نے کہا اے بھائی! تم تو آخرت کے مقابلے میں دنیا کو پہلے سمجھ رہے ہو۔ اس نے کہا ہاں، اگر میں آخرت کو پسند کرتا تو معاملہ الٹ ہوتا۔ میں نے کہا تم پر لازم ہے کہ کسی شیخ کے مرید ہو جاؤ جو تمہیں دنیا اور اس کی خواہشوں سے نکال دے اور تمہارا وہ خیال بدل جائے جو کام نکالنے کے بارے میں تھا اور اس کی جگہ تمہارے دل میں آخرت کی محبت آ جائے اور تمہیں محسوس ہونے لگے کہ تم نیکی کے کاموں میں بھی راتوں سمیت دنوں میں جاگ سکتے ہو جیسے اللہ والے ہمیشہ کرتے ہیں کیونکہ وہ نیکی کے بارے میں جاگنے کے لئے بلائے جاتے تو یہ بات مان لیتے اور جب گپ شپ والوں کے ساتھ جاگنے کے لئے بلائے جاتے ہیں تو ان کا خیال ایسا نہیں ہوتا جس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے انہیں محمدی وراثت دے رکھی ہے جیسے روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جوانی کے دنوں میں ایک رات کھیل کود کے لئے مکہ کے بچوں کے ساتھ رات کو جاگنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے صبح تک آپ کی روح اپنے قبضے میں لے لی اور پھر سخت دھوپ لگنے تک آپ جاگے نہیں۔

اے بھائی! کسی شیخ کی پیروی کر لو گے تو عبادت کا بوجھ معلوم نہ ہو گا اور اس عبادت کا وقت ہوتے ہی اس کام کے کرنے کی خاطر بھرپور تیاری کرو گے جس کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، تمہارے ہزار کام بھی ہوں تو تم انہیں چھوڑ دو گے تاکہ تم اللہ کا حکم ماننے سے نہ رہ جاؤ یا اس اجر سے نہ رہ جاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اس میں رکھا ہے بلکہ جب اس راستے میں کوئی ہزار حیلے بہانوں سے بھی تمہیں روکے تو تم یہ کام کر کے رہو گے جیسے تم اپنی دلی خواہش پر کرتے ہو۔ اسے سوچو، اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔

❁ ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص ثواب کی نیت سے دونوں عیدوں کی راتوں میں جاگے گا تو جس دن اور لوگوں کے دل مر جائیں گے، اس کا نہیں مرے گا۔''

❁ علامہ اصفہانی کی مرفوع روایت میں ہے ''جو ان پانچ راتوں کو جاگے گا تو جنت اسے لازماً ملے گی، ذوالحجہ کی آٹھویں، نویں اور دسویں رات، عیدالفطر کی رات اور نصف شعبان کی رات۔''

❁ طبرانی کی مرفوع روایت میں ہے ''جو عیدالفطر کی رات اور عیدالاضحیٰ کی رات کو زندہ رکھے تو جس دن

لوگوں کے دل مرجائیں گے، اس کا نہیں مرے گا۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 91

عیدوں کی نماز میں بلند آواز سے تکبیر کہنا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم مسجدوں، راستوں اور گھروں میں ان وقتوں کے اندر بلند آواز سے تکبیر کہتے رہیں جن میں کہنے کا حکم ہے جیسے دونوں عیدیں اور تشریق کے دن (۱۳، ۱۴، ۱۵ ذوالحجہ) اور اس بارے میں شرم آنے کا بہانہ نہ بنائیں بلکہ اس شرم کے مقابلے میں ہمیں اللہ کے حکم کی پیروی مقدم ہونی چاہئے۔ میں تو اپنے پاس ہر آنے والے امیر کبیر کو یہی کہا کرتا ہوں بلکہ انہیں تکبیر کہنے کا حکم فقیروں سے بھی پہلے ہے تاکہ وہ تکبر کی اس عادت سے باہر نکلیں جسے وہ اپنے لباس اور سواری میں دکھایا کرتے ہیں تو گویا جب ان میں سے کوئی اللہ اکبر کہتا ہے تو وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھنے اور تکبر کرنے سے باز آجاتا ہے۔

یہاں اس میں راز کی اور باتیں بھی ہیں جو آمنے سامنے ہونے سے ہی بتائی جاسکتی ہیں، رہا یہ کہ تکبیر کیسی ہو اور اس کے لئے کونسا وقت مقرر ہے تو یہ سب کچھ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁ امام طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''اپنی عیدوں کو تکبیر سے سجایا کرو۔'' واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 92

اپنے اور گھر والوں کی طرف سے قربانی کرنا

رسول اللہ ﷺ یہ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے آپ، اہل وعیال اور اولاد کی طرف سے ہر سال قربانی کریں اور کسی شرعی بہانے کے علاوہ چھوڑ نہ دیا کریں۔

قربانی کرنے کی حکمت

اس میں حکمت یہ ہے کہ قربانی کرنے والے کی پریشانیوں کو دور کیا جاسکے اور اس کے گناہ بخش دیئے جائیں، اس

سے معلوم ہوا کہ قربانی کا مقصد گھر والوں سے مصیبتیں دور کرنا ہے بشرطیکہ حلال مال سے ہو لہٰذا شیخ یا عالم کو اس قربانی کرنے سے رکنا چاہئے جسے عرب کے بڑے لوگ یا نجومی وغیرہ بھیجتے ہیں، کیونکہ ان کی یہ بکریاں اور گائیں شہر کے لوگوں سے لوٹی ہوتی ہیں اور اس سے تو گھر والے اور مصیبت میں گھریں گے۔

پھر یہ بھی معلوم ہو گیا کہ گوشت خریدنا اور اسے صدقہ کرنا کافی نہیں کیونکہ سارا راز خون بہانے میں ہے اور جس میں قربانی خریدنے کی ہمت نہیں، نہ ہی زائد کپڑا اور چوپایہ (سواری) ہے تو وہ اس قربانی کے بدلے کثرت سے استغفار کرے، شاید یہ اس کمی کو پورا کردے۔

یونہی تنہا رہنے والے فقیروں کے لئے مناسب یہ ہے کہ اپنے نفس کو مخالفت کی تلوار سے ذبح کریں اور طاقت ہوتے ہوئے اللہ کے حکموں پر چلتے وقت سستی نہ دکھائیں۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

❀ ابن ماجہ، ترمذی اور حاکم نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ''ایسا کوئی عمل نہیں جسے انسان قربانی کے دن کرے اور وہ اللہ کو خون بہانے سے زیادہ پسند ہو، قربانی کا وہ جانور قیامت کے دن آئے گا تو اس کے سینگ ہوں گے، بال ہوں گے اور کھر بھی ہوں گے اور قربانی کا یہ خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کے ہاں ایک مرتبہ حاصل کر لیتا ہے لہٰذا انہیں ستھرے طریقے پر پالا کرو۔''

❀ ابن ماجہ اور حاکم نے مرفوع حدیث یہ لکھی ہے ''رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے عرض کی کہ یہ قربانیاں کیا چیز ہیں؟ فرمایا یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ! ہمیں ان سے کیا حاصل ہوگا؟ فرمایا ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ملے گی، پوچھا کہ اس کے بالوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا اس کی اون کے ہر بال کے مقابلہ میں ایک نیکی ملے گی۔''

❀ حضرت طبرانی رحمہ اللہ مرفوعاً لکھتے ہیں ''ابن آدم اس دن جو بھی کام کرتا ہے وہ اس خون سے زیادہ مرتبہ نہیں رکھتا جو (اس دن) بہایا جاتا ہے ہاں اگر وہ صلہ رحمی کا کام ہو (تو یہ اس سے بڑھ جاتا ہے)''

❀ امام طبرانی نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ''اے لوگو! قربانی کرو اور ان کے خون پر ثواب کی نیت کرو کیونکہ یہ خون اگرچہ زمین پر گرے گا تاہم اللہ کی حفاظت میں ہوگا۔''

❀ انہی کی مرفوع روایت یہ بھی ہے ''جس نے خوشی سے قربانی کیا اور صرف ثواب کی نیت کی تو یہ جہنم سے پردہ بن جائے گی۔''

❀ انہی کی یہ مرفوع روایت بھی ہے ''جو چاندی بھی کسی کام میں خرچ کی جاتی ہے وہ اللہ کو اس قربانی سے زیادہ پسند نہیں ہوتی جسے عید کے دن ذبح کیا جاتا ہے۔''

❀ حاکم نے مرفوعاً ذکر کیا ہے ''جسے قربانی کی توفیق ہو لیکن وہ قربانی نہ کرے تو ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔''

❀ ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ''سب سے بہتر قربانی مینڈھا کی ہوتی ہے۔''

❀ ابن ماجہ نے اس میں ''سینگوں'' کا اضافہ کیا ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 93

قربانی کا جانور خود ذبح کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی اپنی قربانی خود ذبح کریں اور اگر کوئی جائز بہانہ ہو تو ہم کسی ذبح کرنے والے کے ذمہ لگا دیں لیکن ذبح کے وقت وہاں موجود رہیں، تا کہ اللہ کا حکم پورا کر سکیں۔

یہ وہ ہدایت ہے جس میں بہت سے لوگ کوتاہی کرتے ہیں چنانچہ نہ خود ذبح کرتے ہیں اور نہ وہاں موجود ہوتے ہیں چنانچہ ہمارے بتائے کے مطابق اسے کرنا چاہئے۔

❁ امام بزار، ابو الشیخ اور ابن حبان نے لکھا ہے "رسول اکرم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اپنی قربانی کے پاس جاؤ اور اس کے پاس رہو کیونکہ سب سے پہلے قطرے کے گرنے پر تمہارے پہلے سب گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ اس پر انہوں نے عرض کی یارسول اللہ! کیا یہ بات خاص طور پر ہم اہلِ بیت کے ساتھ تعلق رکھتی ہے یا ہمارے اور سب مسلمانوں کے ساتھ تعلق رکھتی ہے؟ فرمایا ہمارے اور مسلمانوں کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔"

❁ امام اصفہانی رحمہ اللہ کی روایت یوں ہے "اے فاطمہ! اٹھو اور اپنی قربانی کے پاس رہو کیونکہ اس کے خون کے پہلے قطرے گرنے پر تمہاری ہر گناہ سے بخشش ہو جائے گی تو کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ اس کا خون اور گوشت لایا جائے اور ستر گنا کر کے تمہارے ترازو میں رکھ دیا جائے؟ اس پر حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! کیا یہ بات خاص طور پر آلِ محمد ﷺ کو حاصل ہے، کیونکہ وہ بہتر لوگ ہیں، یا آلِ محمد اور سب مسلمانوں کے لئے ہے؟ فرمایا آلِ محمد کے لئے تو خاص طور پر ہے اور عام مسلمانوں کے لئے بھی ہے۔"

حافظ منذری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے ایک شیخ نے اس حدیث کو حسن کا درجہ دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 94

قربانی کا گوشت تقسیم کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی قربانی کا گوشت صدقہ کر دیں اور کھال بھی دے دیں جیسے روایت ہے اور گوشت اپنے پاس اس لئے نہ رکھ چھوڑیں کہ اگلے دنوں میں اسے کھائیں گے یہ کام تو بخیل لوگوں کا ہے کیونکہ یہ اس

مصیبت کو دور نہیں کر سکے گا جس کے لئے قربانی کا رواج ہوا ہے جبکہ بخیل گویا یوں کہہ رہا ہوتا ہے کہ مصیبت دور ہو یا نہ ہو مجھے تو گوشت کھانے سے غرض ہے۔ یہ کم عقلی ہے کیونکہ بسا اوقات اس کے جسم پر خارش، دھدری، زخم، کوڑھ یا پھلبہری نکل آتی ہے تو پھر شرمندہ ہوتا ہے حالانکہ یہ شرمندگی اسے فائدہ نہیں دے سکتی پھر جو پورے کا پورا اجر اسے ملتا ہے، وہ اس کا کچھ حصہ ہوتا ہے جس کا وہ حقدار ہے حالانکہ حضرت شارع علیہ السلام پر اس کا ویسے ہی اثر نہیں ہوتا جیسے بے فرمان لڑکے کے مصیبت میں گرفتار ہونے یا سزا پانے میں والد پر اثر نہیں ہوتا اور جس کے دل میں ایمان اور حضور شارع علیہ السلام کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہو تو وہ آپ کی فرمانبرداری ہی کرے گا کیونکہ آپ ایسی بات کا حکم کبھی نہیں دیتے کہ جس میں بندے کے لئے دنیا و آخرت میں بہتری نہ ہو۔

قربانی کرنے والے کو اس بات سے بچنا چاہئے کہ اپنے آپ کو اس فقیر سے اونچا جانے جسے اس نے گوشت بھیجا ہو بلکہ اسے چاہئے کہ اس فقیر کو اپنے آپ سے اونچا جانے کیونکہ وہ تو اس طریقے سے اس کی مصیبت دور کر رہا ہوتا ہے بلکہ اگر اسے مثلاً ڈاڑھ کی درد ہو اور اتنی شدید کہ اسے رات کے سونے اور کھانے پینے سے روک لے اور اسی دوران ایک آدمی آ جائے اور پوری قربانی کے بدلے اس کا یہ بوجھ اٹھانا چاہے تو وہ یوں کر گذرے گا چنانچہ وہ فقیر جو صدقہ کرنے والے کا بوجھ اٹھانے کو تیار ہوتا ہے، اسے ایسے شخص جیسا سمجھو جو کسی انسان کا کپڑا دھو کر میل اتارے یا اسے سینگی لگا کر جسم سے سارا گندہ خون نکال دے لہٰذا اس صورت میں کپڑے اور خون والے یہ حق نہیں بنتا کہ اپنے آپ کو اس شخص سے اونچا سمجھے جس نے اس کا کپڑا دھویا ہے اور اسے سینگی لگائی ہے بلکہ مناسب یہ ہے کہ اس کے بدلے میں اسے درہم دے اور اس کا شکریہ ادا کرے لیکن ''اللہ اسی کو سیدھی راہ کی ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔''

❁ حاکم نے مرفوع روایت یوں لکھی ہے ''جو اپنی قربانی کی کھال بیچ دے تو اس کی قربانی قبول نہیں۔''

حافظ منذری کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی طرف سے ایک اور حدیث ملتی ہے جس میں آپ نے کھال بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 95

جانور کو بہتر طریقہ سے ذبح کرنا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اچھے طریقے سے ذبح کیا کریں، اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہم تیز چھری سے یوں ذبح کریں کہ مویشی کی نظر نہ پڑے اور قربانی کرتے وقت تیزی سے کریں۔

اسی روایت سے علماء نے لمبی گردن والے جانور کو نحر کرنا مستحب لکھا ہے تاکہ روح تیزی سے نکل سکے جبکہ اللہ تعالیٰ

اپنے ان بندوں پر رحم فرماتا ہے جو رحم کیا کرتے ہیں اور حدیث شریف میں بھی ہے ''اللہ تعالیٰ نے ہر شے سے اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔''

چنانچہ جو شخص مویشی کو رحم دلی کے بغیر ذبح کرتا ہے تو اسے اس کے دل پر مارا جائے گا، وہ ظالم شمار ہوگا اور اچھا برتاؤ کرنے والوں میں اس کا شمار نہ ہوگا اور نہ ہی ایسے لوگوں کے اجر میں اس کا حصہ ہوگا کیونکہ جو رحم نہیں کرتا، خود اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔

❁ مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں مرفوعاً ہے ''جب تم قتل کرو تو اچھا طریقہ برتو (یعنی جسے قتل کا تمہیں حکم ہے) اور ذبح کرو تو اچھا طریقہ اپناؤ، ذبح کرنے والا چھری تیز کرلے اور جانور کو آرام پہنچائے۔''

❁ امام طبرانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں ''رسول اللہ ﷺ ایک آدمی کے قریب سے گزرے جو بکری کے پہلو پر پاؤں رکھے چھری تیز کر رہا تھا اور جانور اسے دیکھ رہا تھا۔ اس پر فرمایا یہ کام اس سے پہلے کیوں نہیں کرلیا کیا تم اسے دوہری موت مارنا چاہتے ہو؟''

❁ حاکم کی روایت میں ہے ''یہ دوہری موت ہے، تم نے اسے لٹانے سے پہلے چھری کو تیز کیوں نہیں کرلیا؟''

❁ ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے لکھا ہے ''نبی کریم ﷺ نے چھری تیز کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ چھری کو مویشیوں سے چھپایا جائے اور فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ذبح کرے تو تیزی سے ذبح کیا کرے۔''

حضرت عبدالرزاق نے لکھا ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو دیکھا جو جانور ذبح کرنے کے لئے پاؤں سے چھری چلا رہا تھا چنانچہ فرمایا تم پر افسوس ہے، اسے آرام سے ذبح کرو۔''

مخلوق خدا پر شفقت و رحمت والی ہدایت میں اور حدیثیں بھی آ رہی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 96

جلدی سے حج کی کوشش کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ توفیق ہوتے ہی ہم جلدی سے حج کرلیا کریں، خاص طور پر اس وقت جب مرنے کا اندیشہ ہو، اسے کسی دنیاوی سبب سے آگے نہ لے جائیں اور نہ ہی راستے میں موت کے اندیشے سے ایسا کریں جیسے وہ لوگ کرتے ہیں جن میں دنیا کی محبت بہت ہوتی ہے اور انہیں گھر والوں کو چھوڑنا مشکل ہوتا ہے، وطن سے دوری، میٹھا پانی پینے، پھل کھانے اور سایہ میں بیٹھنے اور چندے اکٹھے کرنے اور کام چھوڑنے دشوار ہوتے ہیں چنانچہ ایسے لوگ اسلام کا حج

کئے بغیر ہی مر جاتے ہیں اور یہ بہت گھاٹے کا کام ہوتا ہے مالدار اور فقیر کے دینی ارکان کیونکہ حج کے بغیر پورے نہیں ہوتے۔

میں نے ایک مرتبہ ایک طالب علم (عالم) سے کہا کہ حج کیوں نہیں کرتے ہو؟ اس نے کہا کہ گنجائش نہیں، میں نے پوچھا کیوں؟ وہ کہنے لگا ڈر یہ ہے کہ میری تدریس کی جگہ پر کوئی اور آنے کی کوشش کر لے گا۔ میں نے کہا یہ شرعی بہانہ تو نہیں ہے کیونکہ علم پڑھانا خدا کی رضا کے لئے ہوتا ہے جس میں تنخواہ نہیں ہوتی چنانچہ اس میں کوئی بھی شخص سامنے نہیں آ سکتا۔ وہ کہنے لگا مجھے اندیشہ ہے کہ تنخواہ کے لالچ میں کوئی یہ جگہ سنبھال لے گا۔ میں نے پوچھا کہ گھر کے افراد کتنے ہیں؟ اس نے کہا کہ چار ہیں۔ میں نے کہا کہ روزانہ کتنے پیسے ملتے ہیں؟ اس نے کہا کہ تنخواہ کے علاوہ دس ٹکے ملتے ہیں۔ میں نے کہا کہ بخدا یہ تو تمہارے لئے کافی ہیں چنانچہ اس نے حج میں سستی کی، اتنے میں ایک شخص آیا اور اس کی موت سے ذرا پہلے اس کے تین سو دینار چوری کر کے لے گیا، میں اس کے پاس گیا اور کہا تمہارا وہ کہنا کہاں گیا کہ تم حج کی توفیق نہیں رکھتے؟ کہنے لگا دنیا کی محبت ہمارے دلوں پر غالب ہو چکی ہے۔ میں نے کہا تو پھر لازم ہے کہ تم شیخ بنا لو جو تمہیں راہِ راست پر ڈالے اور تمہارے دل سے دنیا کی محبت نکال دے۔ وہ کہنے لگا کہ میں اپنے آپ کو مشکل میں نہیں ڈال سکتا۔ اس پر میں نے کہا کہ اس گھر (دنیا) سے نکل جاؤ، کہنے لگا کہ مرنا میرے بس میں نہیں۔ میں نے کہا تو پھر یوں کہہ ''اے اللہ! اگر میرے لئے بہتر ہے تو مجھے موت دے دے'' اس نے کہہ دیا تو ایک ماہ بعد مر گیا۔ اللہ اس پر رحم کرے۔

یہ بات ذہن میں رکھو رسول اللہ ﷺ نے بتا دیا ہے کہ مقبول حج وہی ہوتا ہے جو گناہ سے خالی ہے اور وہی گناہوں کو مٹایا کرتا ہے لیکن جو راستے میں نماز چھوڑ دے یا اسے وقت سے نکال دے تو وہ گنہگار ہے، اس کی حج قبول نہیں اور نہ ہی وہ اس کے گناہ مٹاتی ہے جیسے اس کے متعلق حدیثوں میں اشارہ آ رہا ہے لہٰذا اے بھائی! راستے میں نماز کی پابندی کرو اور نیک نیتی سے کام لو۔ گنجائش ہو تو حج اور عمرو کرو ورنہ تمہارے پیسے ضائع ہوں گے اور دین میں گھاٹا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔

❁ بخاری و مسلم وغیرہ میں مرفوعاً ہے ''سب سے بہتر عمل، اللہ اور رسول پر ایمان لانا ہے۔ پوچھا گیا یارسول اللہ! پھر کونسا؟ فرمایا راہِ خدا میں جہاد۔ پوچھا گیا کہ پھر کونسا؟ فرمایا قبول ہو جانے والا حج۔''

❁ ابن حبان کی مرفوع روایت یوں ہے ''اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے افضل عمل، اللہ و رسول پر ایمان لانا ہے جس میں شرک نہ ہو، وہ غزوہ جس میں کھوٹ نہ ہو اور وہ حج جو قبول ہو جائے۔''

❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ''قبول ہو جانے والے حج سال بھر کے گناہ مٹا دیتا ہے۔''

حافظ منذری فرماتے ہیں حج مبرور وہ ہے جس میں کوئی گناہ نہ ہوا ہو۔''

❁ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے ''مبرور حج وہ ہے جس میں کھانا کھلایا جائے اور اچھی کلام کی جائے۔'' ایک اور روایت میں سلام پھیلانے کا بھی ذکر ہے۔

❁ بخاری و مسلم وغیرہ نے لکھا ہے ''جو شخص حج کرے، برائی کا ارادہ نہ کرے اور نہ ہی گناہ کرے تو وہ

گناہوں سے ایسے نکل جائے گا جیسے اس دن جب اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔“

❁ ترمذی کی روایت میں ہے”اس کے پہلے سب گناہ بخش دیئے جائیں گے۔“

حدیث کے لفظ رَفَث کی تحقیق

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ”رفث“ وہ الفاظ ہوتے ہیں جن سے عورتوں کی طرف رجوع کیا جائے۔ ازھری فرماتے ہیں کہ رفث بڑے وسیع معنیٰ رکھتا ہے، اس میں ہر وہ لفظ شامل ہے جس کے ذریعے عورت سے ہمبستری کی خواہش کی جائے۔ حافظ منذری فرماتے ہیں یہ لفظ بول کر ہمبستری مراد لی جاتی ہے۔ پھر اسی کو بول کر بری گفتگو مراد لی جاتی ہے، اسی کو بول کر عورت کے ساتھ ہمبستری سے متعلق الفاظ مراد ہوتے ہیں۔

یہ آخری تین معنے علماء کی ایک جماعت نے بیان کئے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁ بخاری و مسلم وغیرہ میں یہ مرفوع حدیث ملتی ہے”حج مبرور کی جزاء صرف جنت ہے۔“

❁ مسلم وغیرہ نے یہ حدیث دی ہے”حج، پہلے والے سب گناہ گرا دیتا ہے۔“

❁ امام نسائی نے یہ مرفوع حدیث لی ہے”بڑے شخص، کمزور اور عورت کا جہاد، حج اور عمرہ ہوتا ہے۔“

❁ ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں یہ حدیث لکھی ہے”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں نے عرض کی۔ یارسول اللہ! کیا عورتوں پر جہاد لازم ہے؟ فرمایا ان پر وہ جہاد لازم ہے جس میں قتل و غارت نہیں ہوتی یعنی حج و عمرہ۔

حضرت آدم علیہ السلام ہند سے ہزار بار بیت اللہ پہنچے

❁ امام طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے”حج کرلو کیونکہ یہ گناہوں کو یوں دھو دیتا ہے جیسے پانی میل کو۔“

❁ ابن خزیمہ نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے”حضرت آدم علیہ السلام ہند سے پیدل چل کر ہزار بار بیت اللہ پہنچے جس میں ایک مرتبہ بھی سواری نہیں کی۔“

❁ ابو یعلیٰ نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے”جو شخص حج کے لئے چلے اور فوت ہو جائے تو قیامت تک ایسے شخص کو حاجی لکھ دیا جائے گا اور جو عمرہ کرنے نکلے اور فوت ہو جائے تو قیامت تک ایسے شخص کو عمرہ کرنے والا لکھا جائے گا۔“

اللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 97

حج وعمرہ میں طاقت کے مطابق خرچ کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم حج وعمرہ میں اپنی ہمت کے مطابق خرچ کریں اور اپنی ہمت سے زیادہ کا انتظام نہ کریں یعنی اونٹ، پالکی، اونٹ کی تلی، بہترین کھانے یا مٹھائیوں کا انتظام نہ کریں بلکہ بعد میں ہمیں شرمساری ہوگی کیونکہ یوں ہم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے معاملہ کررہے ہونگے اور ظاہر یہ کرتے ہوں گے کہ یہ اللہ کے لئے ہے حالانکہ ہم کسی ایسی شے کے ذریعے اللہ کے قریب نہیں ہوسکتے جسے خرچ کرتے وقت فوراً یا کچھ عرصہ کے بعد دل تنگ ہوسکے لہٰذا مناسب یہ ہے کہ انسان اللہ کی رضا میں خرچ کرے کیونکہ دل اور جسم کو کھولنے والا وہی ہے اور یہ اس وقت ممکن ہے جب اپنا مال اپنی طاقت کے مطابق خرچ کرے ورنہ لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ قرض میں پھنسے گا، اکڑ دکھائے گا اور اپنا حج لوگوں کو سنائے گا کیونکہ جو اپنی طاقت سے زیادہ خرچ کرے گا تو غالباً ان چیزوں میں گھرے گا جن کا ہم نے ذکر کیا ہے خصوصاً وہ شیخ یا عالم جس کا کاروبار ہی نہ ہو کیونکہ خرچہ دے کر انسان کی مدد اکثر وہ لوگ کرتے ہیں جو نجومی اور عرب کے مالدار وغیرہ ظالم لوگ ہوتے ہیں، اس لئے کہ اگر کوئی شخص حلال کمانا چاہے اور پرہیز گار بنے تو وہ اس دور میں اونٹ پر سواری کی اجرت بھی نہیں پاسکے گا اور وہ بھی جو کجاوے کے بغیر ہو لیکن اللہ کی قسم انسان کے عملوں میں بری چیزوں کا دخل ہو چکا ہے کیونکہ نصیحت کرنے والے علماء اور نیک لوگ بہت گھٹ چکے ہیں کیونکہ جو خود صاف دل نہیں ہوتا وہ اوروں کو نصیحت کیا کرے گا اور جو اپنے آپ کو دھوکا دیتا ہے، بعید نہیں کہ لوگوں کو بھی دھوکا دے گا چنانچہ دیکھئے کہ رسول اکرم ﷺ نے حج کیا تو کجاوہ پر بیٹھے جو پرانا تھا اور اس کی قیمت صرف تین درہم کے برابر تھی اور پھر فرمایا "الٰہی! اسے ایسا حج بنا دے کہ جس میں نہ دکھلاوا ہو اور نہ ہی شہرت۔"

اے بھائی! یہ بات ذہن میں رکھو کہ جو شخص کسی سے کچھ لے کر حج میں فخر جتلائے تو وہ گناہگار ہونے کے قریب ہوگا لہٰذا اے بھائی! حج میں ایسے شخص سے مدد نہ لو جس کا کاروبار جائز نہیں جیسے وہ تاجر جو ظالموں اور ٹیکس والوں سے کوئی چیز خرید لیتے ہیں اور جب وہ ان سے خرید لیتے ہیں تو وہ واپس نہیں کرتے یا جیسے عرب کے مشائخ ہیں کیونکہ ان کا کاروبار سارے کا سارا حرام کا ہوتا ہے، ان کے اونٹ بھی ایسے ہی ہوتے ہیں جنہیں وہ حج کے موقع پر بادشاہ کے باربرداروں سے لوگوں کے ذریعے چھینتے ہیں اور سیدی شیخ کی طرف ایک دو بھیج دیتے ہیں، وہ ان پر بیٹھ کر حج کرتے ہیں اور گناہوں میں غرق ہوتے جاتے ہیں اور آخر کار واپس آجاتے ہیں یا وہ دونوں اونٹ راستے ہی میں مرجاتے ہیں۔

میں ایسے کاموں کے بارے میں صرف اس لئے آپ کو خبردار کر رہا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ انسان کا نفس ہر اس شخص پر غالب آجاتا ہے جو کسی شیخ کے طریقے پر نہ چلے یا اس پر اللہ تعالیٰ کی مہربانی نہ ہو چنانچہ ایسے شخص کے عملوں میں

بہانے اور دکھلاوا داخل ہو جاتا ہے اور وہ طریقت میں اپنی کرم نوازی اور سخاوت کی شہرت کو پسند کرتے ہیں تا کہ انہیں کرم کرنے والا اور سخی کہا جائے کیونکہ ابلیس نہیں چاہتا کہ ایسے لوگوں کے پاس کوئی مکمل یا گھٹیا عمل بھی باقی رہ جائے، وہ انہیں ان کے کام خوبصورت کر کے دکھاتا ہے اور حج میں ظالموں کے مال کے ذریعے آسانی سے ان کی مدد کرتا ہے اور یوں ان کے اعمال میں سے کچھ بھی نہیں بچ سکتا۔

میری آنکھوں نے حج کے تین سفروں کے دوران میرے بھائی شیخ شمس الدین خطیب شربینی مفتی جامع ازہر جیسا کوئی عالم نہیں دیکھا کہ جو حج کے دوران اپنے کھانے پینے اور لباس میں پرہیزگاری پر قائم ہو (اللہ ان کی عمر لمبی کرے) کیونکہ وہ راستے بھر میں کسی سے کوئی ایسی شے قبول نہیں کرتے تھے جسے اپنے خرچے کے لئے استعمال کرسکیں، وہ ایسا اونٹ کرایہ پر لیتے تھے جو عرب کے اونٹوں میں حکومت کا دکھائی نہ دیتا تھا اور پھر اکثر اوقات اونٹ سے اتر کر دن یا رات میں پیدل چلتے جاتے اور چلتے چلتے تلاوتِ قرآن کرتے یا اپنے ورد وظیفے پڑھتے اور سخت تھکاوٹ کے علاوہ اونٹ پر رحم کھاتے ہوئے اس پر سوار نہ ہوتے پھر صرف حج کا احرام باندھتے اور احرام سے اس وقت تک نہ نکلتے جب تک منیٰ کے دنوں میں حلال نہ ہو جاتے۔ آپ مکہ وغیرہ میں اکثر روزے سے ہوتے، اگر ان کے پاس صبح یا شام کا کھانا آ جاتا تو مکہ کے فقیروں کو کھلا کر خود بھوکے رہتے، رات و دن میں طواف کرتے نہ تھکتے اور پورے راستے میں لوگوں کو حج کے طریقے بتاتے، ایک لفظ بھی ان کے منہ سے ایسا نہ سنا جاتا جس میں کسی کے بارے میں اشارے یا کھلے عام چغلی تو کجا بیہودگی ہوتی تو اے بھائی ایسا حج کرو ورنہ اسلامی فرض حج کے علاوہ اور حج کرنے کی کوشش نہ کرو۔

میں نے ایک اور عالم بھی دیکھا جو دو سال سے مکہ میں ٹھہرا ہوا تھا، میں مقامِ حجر میں تھوڑی دیر کے لئے بیٹھا، وہ اہل مکہ میں آگ پھونک رہا تھا اور پھر وہ مصر کے علماء سے جا ملا اور ایسی ہی باتیں کرتا رہا۔ میں نے اس سے کہا اے بھائی! تمہارا اس شہر میں بیٹھے رہنا گناہ ہے اور جو بھلائی تم مکہ میں حاصل کر رہے ہو، اس پر قیامت میں وہ ایک بھی عالم خوش نہیں ہوگا جن کی تم چغلیاں کر رہے ہو بلکہ ان میں سے میں ایک کو جانتا ہوں جو تمہاری ایک چغلی کی وجہ سے تمہارے تمام نیک کاموں پر خوش نہ ہوگا چہ جائیکہ ان عملوں پر خوش ہو جس میں کئی برائیاں داخل ہیں۔

پھر میں نے اس سے کہا اگر مصر والوں کو ان کاموں کا پتہ چل جائے جو تم کر رہے ہو تو کوئی بھی تمہارے یہاں ٹھہرنے پر حسد نہیں کرے گا بلکہ تمہارے حال پر اللہ سے پناہ مانگے گا، افسوس! عرصہ ہوا، میں نے کسی کے بارے میں سن رکھا تھا کہ فلاں کا آنا مبارک ہو تو اے بھائی! تم ایسے راستے پر چلنے سے بچو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ حاکم نے یہ روایت کی ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے عمرہ کے موقع پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا تمہیں اس تھکاوٹ اور خرچ کا ثواب ملے گا۔''

❁ امام احمد، طبرانی اور بیہقی نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''حج میں خرچ کرنا، راہِ خدا میں خرچ کرنے سے سات سو گنا زیادہ مرتبہ رکھتا ہے۔'' ایک اور روایت میں خرچ کی جگہ درہم کا لفظ ہے۔

❁ طبرانی کی مرفوع روایت میں ہے ''کوئی حاجی کبھی بھی محتاج نہیں ہوا کرتا۔''

طبرانی اور اصفہانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جب کوئی حاجی پاکیزہ خرچہ لے کر حج کو جاتا ہے اور کہتا ہے لبیك اللھم لبیك (اے اللہ! میں حاضر ہوگیا ہوں) تو فرشتہ آسمان سے آواز دیتا ہے لبیك وسعدیك تمہارا خرچہ حلال ہے، سواری حلال ہے اور تمہارا حج قبول ہے، اس میں کوئی بوجھ نہیں لیکن جب خراب خرچہ لے کر چلتا ہے اور لبیك کہتا ہے تو آسمان سے اسے آواز دیتا ہے کہ نہ تو تمہارا حاضر ہونا قبول ہے اور نہ ہی تمہیں اس کی مبارک ہے کیونکہ تمہارا خرچہ حرام ہے، کھانے پینے کا سامان حرام ہے اور حج بوجھ بھرا ہے، قبول نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 98

مکہ کے قریب ہوتے ہوئے رمضان میں عمرہ کی کوشش کرنا

رسولِ اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم مکہ کے قریب ہونے کی صورت میں یا وہاں رمضان آ جانے پر رمضان میں عمرہ کریں اور کسی شرعی مجبوری کی بنا پر اسے چھوڑ نہ دیں کیونکہ اس کے بارے میں حج کا ثواب لکھا ملتا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ رمضان میں مسلمان کا دل صاف ہوتا ہے اور اس میں نور ہوتا ہے کیونکہ وہ بھوکا رہا ہوتا ہے اور کثرت سے عبادت کر رہا ہوتا ہے جبکہ ثواب صرف اسی صورت میں زیادہ ملتا ہے جب اللہ کی راہ میں تکلیف اٹھائے اور اس میں شبہ نہیں کہ بھوکا شخص بھوک میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے خادم فرشتوں اور انبیاء جیسا ہو جاتا ہے جبکہ پیٹ بھرنے والا ایسا نہیں ہوتا کیونکہ وہ ان حضرات سے دور اور حیوانوں کے قریب ہوتا ہے، کہاں گناہوں سے گندا اور لت پت اور کہاں پاکیزہ شخص کی عبادت! اسے ذہن میں رکھو اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔

رمضان میں عمرہ کی اہمیت

- ابوداؤد، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے مرفوعاً روایت کیا ہے ''رمضان میں عمرہ کرنا ایسا ہے جیسے میرے ہمراہ حج کرلیا۔''
- بخاری، نسائی اور ابن ماجہ میں مرفوعاً ہے ''رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہوتا ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 99

حج کے دوران عاجزی کرنا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم حج میں عاجزی سے رہیں، اور سفر کے دوران سفر میں خادموں جیسے ہلکی قسم کے کپڑے پہنیں، موٹی چادر اوڑھیں اور تاجروں وغیرہ والی نہ لیں کیونکہ یہ سب کام انبیاء علیہم السلام کی پیروی بنیں گے۔

معلوم ہوا کہ باریک سوراخوں والے اور لکھائے والے ایسے کپڑے اور احرام کے لئے پہننا مناسب نہیں جن میں سرخ، سبز اور زرد رنگ وغیرہ کی لکیریں ہوتی ہیں کیونکہ زیب و زینت والے کپڑے پہننا تکبر والوں کا کام ہے، ایسے کپڑے پہننے کا مقام اور ہوتا ہے اللہ والوں کا اس بارے میں اِکٹھ ہے کہ جس میں مالداری کی علامت اور تکبر کی بو ہوتی ہے، وہ بارگاہِ الٰہی میں حاضری حاصل نہیں کرسکتا اور نہ ہی اسے وہ انعام ملتے ہیں جو اس بارگاہ میں رہنے والوں کو ملا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''صدقات ان لوگوں کے لئے ہوتے ہیں جو فقیر اور مسکین ہوں۔'' جبکہ تکبر اور فخر والے کپڑے پہننے والوں میں محتاجی اور مسکینی کی کوئی علامت نہیں ہوتی ان میں تو ظالموں والی علامت پائی جاتی ہے لہٰذا اپنے شہر میں فخر والے کپڑے پہننے کی عادت والے کے لئے مناسب یہ ہے کہ انہیں بیچ کر ان سب کی جگہ ایسے کپڑے لے کر پہنے جو فقیروں اور مسکینوں کی حالت کے موافق ہوں اور یہ کپڑے حج سے واپسی تک پہنے۔

کبھی ان میں ایسے کپڑے بھی ہو سکتے ہیں جن کی قیمت سو دینار سے زیادہ ہوتی ہے، ایسی صورت میں اگر اسے سفر کی مشکلات میں ان کپڑوں کی قیمت خرچ کرنے کا موقع آ جائے تو وہ کپڑے فائدہ دیں گے اور اگر ان کی ضرورت نہیں تو انہیں صدقہ کر دے کیونکہ ان میں سے ایک درہم، گھر میں خرچ کئے جانے والے ہزار درہم سے زیادہ افضل ہوگا اور یہ انعامات ظاہر کرنے کے لئے فخر والے کپڑے پہننے زیادہ ثواب کا کام ہوگا کیونکہ انعام ظاہر کرنے کا وقت اور ہوتا ہے، یہ نہیں ہے اور شاید کسی عاجز کو ایک منزل تک اپنی سواری پر سوار کرنا حج سے افضل ہوگا لیکن اگر راستے میں اس کے پاس فخر والے کپڑے ہوں گے تو اس کے لئے فائدہ مند نہ ہونگے کیونکہ سفر میں اسے خریدنے والے کم ہی ملیں گے۔

یونہی اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ حج کے موقع پر اپنے ہمراہ شاش اور چاولوں جیسے ستھری قسم کے تحفے نہ لے جائے جیسے تاجر کرتے ہیں کیونکہ اللہ کی بارگاہ میں آنے والے کے لئے ترازو گاڑا ہوتا ہے اور دنیا کی مشکلات اس کا پیچھا نہیں چھوڑتیں اور پھر راستے میں اکثر وہ تحفے چوری بھی ہو جاتے ہیں اور چوری نہ بھی ہوں تو اس کی دینی کمائی ضرور گھٹ جاتی ہے چنانچہ بہتر تو یہ ہے کہ ان تحفوں کی قیمت مکہ کے فقیروں میں تقسیم کر دے یا اس شخص کے لئے ساتھ لے آئے جو راستے میں نان ونفقہ اور چلنے سے مجبور ہو، بہرحال غور رکھنا چاہئے۔

۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا جو بھوک پیاس اور تھکاوٹ کی وجہ سے مرنے کے قریب تھا، وہ شاہانہ طریقہ سے ایک

شخص کے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ خدا کے لئے مجھے پانی پلا دو یا اپنے ساتھ سوار کر لو۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ تمہیں بہت کچھ دے، پھر کہا مجھے ایک دینار دے دو تا کہ میں اس کے ساتھ سوار ہو سکوں، اس نے کہا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں، میں نے اسے صدقہ دیا کیونکہ وہ دین میں مشہور تھا، فقیر نے دینار واپس کر دیا اور کہنے لگا کہ ان پہاڑوں میں تمہارا گھومنا، راہِ خدا میں شمار نہیں ہو سکتا، اللہ کی قسم! فقیر کو ایک لقمہ دینا یا پانی کا گھونٹ پلانا تمہارے اس سارے مال سے بہتر ہے چنانچہ اگر اونٹ پر سوار یہ شخص دل کی آنکھوں والا ہوتا تو فقیروں اور مسکینوں کا حساب لگاتا اور ان کے لئے کچھ خرچہ بچا رکھتا ورنہ عام سواری پر سوار ہوتا کیونکہ کجاوہ تو مشہور چیز ہے، لوگ اس میں بیٹھنے کا ارادہ کرتے ہیں لیکن اگر وہ اسے پورا نہ کر سکے تو الگ بات ہے ورنہ کسی چھپی شے پر سوار ہو۔

اس کجاوے پر سوار شخص اسی رات اپنی بیوی سے جھگڑا تو میں نے اسے یوں کہتے سنا کہ تمہارے لئے میرے پاس بندوق کی سو گولیاں ہیں، اے فلاں شخص اٹھو اور میرے تھیلے میں سے نکال کر انہیں گنو، چنانچہ مجھے تعجب ہوا کہ اس نے ''وادی النار'' کے مقام پر اس سائل کو رد کر دیا، یہ جگہ ''ازلم'' سے ذرا پہلے ہے اور ''ینبوع'' سے ایک مرحلہ قریب ہے پھر مجھے پتہ چلا کہ وہ فقیر اسی رات مر گیا تو ایسا حج گناہ کے قریب ہوتا ہے تو تم ایسے شخص کی تابعداری سے بچو۔

مسجدوں میں زیادہ دیر تک ٹھہرنے اور بازاروں میں کم ٹھہرنے کے بارے میں گذشتہ ایک خواہشِ نبوی کے اندر مسجد حرام کے آداب کے متعلق کچھ بیان ہو چکا ہے۔ اس کی وضاحت یوں سمجھو ادب یہ ہے کہ مکہ میں ٹھہرنے والا یہ جانتے ہوئے کہ وہاں کوئی بھوکا یا ضرورت مند ہے، اپنے پاس دینار اور درہم رکھ کر نہ ٹھہرے اور جب تک وہاں ٹھہرا رہے، اس کے دل میں گناہ کا خیال بھی نہ آئے اور ضرورت کے بغیر کھانے پینے کا سامان اپنے پاس نہ رکھے، اسے واپس لے جانے میں حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

❁ امام ترمذی نے ''شمائل'' میں اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے ''رسول اللہ ﷺ نے پرانے کجاوے اور بوسیدہ چادر پر بیٹھ کر حج کیا جس کی قیمت چار درہم کے برابر یا اس سے کم تھی، پھر فرمایا ''اے اللہ! یہ وہ حج ہے کہ جس میں نہ تو دکھلاوا ہے اور نہ ہی شہرت۔''

❁ امام بخاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کجاوے پر سوار ہو کر حج کیا حالانکہ وہ بخیل نہ تھے پھر یہ حدیث سنائی ''رسول اللہ ﷺ نے اسے اونٹ پر حج کیا جو بوجھ اٹھانے والا تھا۔''

❁ ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں حضرت قدامہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے لکھا فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ قربانی کے دن کنکریاں مارتے وقت سفید سرخی مائل اونٹنی پر سوار تھے، نہ کسی کو مارا، نہ ہانکا اور نہ ہی دور ہونے کے لئے جھڑکا۔''

❁ ابن ماجہ اور ابن حبان نے روایت لکھی ہے ''رسول اللہ ﷺ مکہ اور مدینہ کے درمیان وادئ ازرق سے گذرے اور فرمایا ''گویا ابھی بھی میں حضرت موسےٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں، وہ اپنے کان میں انگلی ڈالے ہیں اور اس وادی سے گذرتے ہوئے بلند آواز میں لبیک کہتے ہوئے اللہ کی پناہ مانگ رہے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہم چل پڑے اور ''ھرشی کی گھاٹی میں پہنچے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ کونسی گھاٹی ہے؟ صحابہ نے بتایا کہ ''ھرشی'' کی گھاٹی ہے یا ''لِفت'' کا نام لیا۔ یہاں فرمایا گویا میں حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں، وہ سرخ اونٹنی پر سوار ہیں، اونی جبہ اوڑھے ہوئے ہیں، اونٹنی کی مُہار کھجور کے پتوں سے بنی ہے اور وہ اس وادی سے لبیک کہتے ہوئے جا رہے ہیں۔''

ھرشی کی وادی ''جُحفہ'' کے قریب ہے اور ''لِفت'' یہ قدید پہاڑ کی گھاٹی ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔

❁ طبرانی بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بتایا ''مسجد خیف'' میں ستر نبی آئے جن میں سے ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے، گویا میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ ان پر دو قطوانی (سُوتی) چادریں ہیں، وہ احرام باندھے شنوءہ کے ایک اونٹ پر سوار ہیں جس کی مہار کھجور کی چھال سے بنی ہوئی ہے اور اس اونٹ کے بالوں کے دو گچھے بنے ہوئے ہیں۔''

❁ امام احمد اور بیہقی نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ جب نبی کریم ﷺ حج کے موقع پر وادیٔ عسفان میں پہنچے تو فرمایا حضرت ہود اور صالح علیہما السلام اونٹوں پر سوار یہاں سے گذرے جن کی مہار کھجور کی چھال سے بنی تھی، دھوتیاں تو عباء کی تھیں اور اوپر والی چادریں سیاہ وسفید تھیں، وہ حج کرنے کے لئے چلے تھے۔''

''عسفان'' مکہ سے دو منزل کے فاصلے پر ہے۔

❁ امام طبرانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ''حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سرخ رنگ کے بیل پر حج کی اور قطوانی عباء اوڑھے ہوئے تھے۔''

❁ ابو یعلیٰ اور طبرانی مرفوع حدیث لکھتے ہیں ''روحاء کے مقام سے ستر نبی گذرے جن میں سے اللہ کے ایک نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے، یہ سب ننگے تھے صرف عباء اوڑھے تھے، ان کا ارادہ بیت اللہ کو جانے کا تھا۔''

❁ ابن ماجہ رحمہ اللہ نے بتایا کہ ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! حاجی کون ہوتا ہے؟ فرمایا جس کے بارے بکھرے ہوں، اس سے بو آتی ہو۔ پھر پوچھا کہ کونسا حج افضل ہوتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ جس میں اونچی آواز سے لبیک کہا جائے اور قربانی کی جائے، پھر پوچھا کہ راستے میں کیا لے جائے؟ فرمایا کھانے پینے کا سامان اور سواری۔

❁ امام احمد اور ابن حبان نے عرفات میں ٹھہرنے کے سلسلے میں یہ مرفوع روایت دی ہے ''اللہ تعالیٰ دنیا کے آسمان پر نزول فرماتا ہے اور تمہارا نام لے کر فرشتوں پر فخر کرتا ہے، فرماتا ہے کہ میرے بندے بکھرے بال اور چہروں پر دھوڑ ڈالے آئے ہیں۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 100

حج کے دوران بلند آواز سے تلبیہ پڑھنا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اونچی آواز سے لبیک پڑھا کریں اور اس سلسلے میں لوگوں کے سامنے شرم کا بہانہ نہ بنائیں جیسے کئی تکبر والے لوگ کرتے ہیں کیونکہ یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ جب صرف اللہ کو سامنے رکھا جاتا ہے۔

تلبیہ کہنے سے مراد اپنے بندہ ہونے کو ظاہر کرنا ہوتا ہے اور ہم اس وقت اس اللہ کی بات مان رہے ہوتے ہیں جس نے ہمیں حج کے لئے بلایا ہے لہٰذا اس میں سستی نہ ہونے پائے پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ الفاظ اونچا بولنے پر زور دیا ہے، آپ نے ہمارے دلوں کے یقین کو نہیں دیکھا جیسے نماز کے کام دیکھے اور نہ ہی ہمارے دلوں کی صرف عاجزی پر دھیان دیا۔

میں نے ایک مرتبہ ایک بڑے شخص سے کہا ''تم بلند آواز سے تلبیہ کیوں نہیں پڑھتے؟ تو اس نے کہا کہ شرم آتی ہے، کیونکہ میں نے اس کے لئے دہلیز نہیں رکھی کہ زور لگا کر آواز بلند کروں۔'' یہ بہت بڑا ظلم ہے اور شریعت والوں کے ہاں نہ جانے کا نتیجہ ہے لہٰذا اے بھائی! تم آواز بلند کر کے پڑھو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔

- ترمذی، ابن ماجہ اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جب بھی تلبیہ پڑھنے والا پڑھتا ہے تو اس کی دائیں بائیں جانب کے پتھر یا درخت یا پھر ٹیلے بھی پڑھتے ہیں اور زمین اس کے دائیں بائیں، یہاں وہاں سے الگ ہو جاتی ہے۔''
- ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ اور ترمذی نے یہ مرفوع بتائی ہے ''رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے، مجھ سے کہا میں اپنے صحابہ کو حکم دوں کہ تکبیر کہتے اور تلبیہ پڑھتے وقت اپنی آوازیں بلند کیا کریں۔''
- طبرانی اور بیہقی میں اتنا زیادہ ہے ''جب بھی تلبیہ پڑھنے والا پڑھتا اور تکبیر کہنے والا تکبیر کہتا ہے تو اسے بشارت دی جاتی ہے، صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! جنت کی؟ فرمایا ہاں۔''
- امام احمد اور ابن ماجہ کی روایت یوں ہے ''احرام باندھنے والا جو بھی شخص دوپہر کے وقت شام ہونے تک تلبیہ پڑھتا ہے تو یہ اس کے گناہ غائب کر دیتا ہے اور وہ یوں ہو جاتا ہے جیسے اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 101

حج کے موقع پر زیادہ سے زیادہ طواف کرنا اور حجرِ اسود و رکنِ یمانی کو چومنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ جب تک ہم مکہ میں رہیں، بہت سے طواف کریں، حجر اسود اور رکنِ یمانی کو چومتے رہا کریں، یونہی مقام ابراہیم میں کثرت سے نماز پڑھیں اور بیت اللہ میں جائیں لیکن اس موقع پر جب سخت بھوک لگی ہوتا کہ دلوں میں عاجزی اور انکساری پیدا ہو سکے کیونکہ یہ وہ موقع ہے کہ کسی اور مسجد میں نہیں ملتا اور اگر بھیڑ محسوس کریں تو حجر (خانہ کعبہ کے ساتھ والی جگہ) میں چلے جائیں کیونکہ وہ بھی بیت اللہ ہی ہے۔

حضرت علی خواص رحمہ اللہ نے فرمایا جو شخص مکہ میں پیٹ بھر کر کھائے تو وہ مویشیوں جیسا ہوتا ہے کیونکہ پیٹ بھرنے والے پر اڑنے والے بخارات لوہے کے انڈے کی طرح چھا جاتے ہیں جو اس کے پورے جسم کو گھیر لیتے ہیں چنانچہ وہاں نازل ہونے والی رحمت کے بارش میں سے اس پر کوئی قطرہ نہیں گرتا اور جو بھوکا ہوتا ہے تو وہ یوں ہوتا ہے جیسے بارش کے نیچے ننگا انسان چنانچہ انشاء اللہ وہ اس میں خوب نہائے گا۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ نے بتایا کہ سیدی ابراہیم متبولی جب حج پر گئے تو کعبے نے ان سے کلام کی اور انہیں بشارت دی کہ ان کے اس سال کا حج قبول ہو چکا ہے، پھر دونوں کے درمیان گلے شکوے اور خوش کلامی بھی ہوتی رہی۔

پھر میں نے ''فتوحاتِ مکیہ'' میں دیکھا، ایک شیخ نے بتایا کہ ان کے اور کعبے کے درمیان تبادلہ خیال ہوتا رہا اور انہوں نے لکھا کہ کئی مقامات سے وہ ناقص تھا تو انہوں نے اسے مرمت کر دیا، اس سے کچھ سیکھا اور اسے یوں لکھ لیا ابنِ عربی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بندے ہر مرتبہ و مقام والے ہوتے ہیں۔''

لوگوں کی خطاؤں نے حجر اسود کو سردار بنا دیا

سیدی علی خواص ہی نے فرمایا حجر اسود کے سیاہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کسی ایک رنگ میں سردار ہونے کی اہلیت نہیں ہے، صرف سیاہ رنگ ایسا ہے اور سَوَّدَتْهُ خَطَايَا بَنِي اٰدَمَ کا معنیٰ یہ ہے کہ زیادہ چومنے نے اسے سردار بنا دیا ہے۔

اِسْوِدَادِ آدم کا مطلب سردار ہونا

علی خواص فرماتے ہیں کہ جلدِ آدم علیہ السلام کے اِسْوِدَاد (سیاہ ہوا) کا مطلب بھی یہی ہے اور یہ اس وقت جب آپ جنت سے زمین کی طرف اترے تھے تو ان کا یہ اترنا اس بات کی دلیل تھا کہ آپ کو جنت سے زمین کی طرف اترنے کی وجہ سے سرداری حاصل ہوگئی کیونکہ یہ ان کی خلافت کا گھر تھا کیونکہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا پر حال

ہی اعلیٰ ہوتا جاتا ہے۔

حجر اسود کو چومنے کی وجہ

میرے بھائی شیخ افضل الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں "خاص قسم کے بنو آدم کو حجر اسود سے زیادہ مرتبہ والے ہونے کے باوجود صرف اس لئے چومنے کا حکم ملا ہے کہ اللہ کی طرف سے ان کی آزمائش ہے اور یہ ان کی اس عبادت میں گھاٹے کو پورا کرنے کے لئے ہے جو خلیفہ بننے کی وجہ سے ہوئی کیونکہ یہ خلافت غرور و تکبر پیدا کر دیتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہر خلیفہ کو حکم دیا کہ اپنے سے کم مرتبہ چیز کو چومے تا کہ اللہ تعالیٰ علم کے باوجود یہ دیکھ لے کہ کون اس کے حکموں پر جھکتا ہے اور کون تکبر کرتا ہے۔ "اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔"

❁ حضرت امام احمد بتاتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کیا بات ہے کہ میں جب بھی آپ کو دیکھتا ہوں تو آپ صرف حجر اسود اور رکن یمانی کو چومتے ہیں؟ اس پر انہوں نے کہا میں اس لئے یوں کرتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یوں فرماتے سنا تھا "اسے چومنا گناہوں کو گرا دیتا ہے۔"

❁ میں نے انہیں یہ فرماتے بھی سنا "جو سات دن گن کر طواف کرے اور دو نفل پڑھے تو اس کا ثواب ایک غلام آزاد کرنے جتنا ہوگا۔"

❁ پھر یہ بھی سنا "آدمی جب بھی قدم اٹھاتا اور رکھتا ہے تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں، دس گناہ جھاڑے جاتے ہیں اور دس درجے بڑھا دیئے جاتے ہیں۔"

❁ حضرت حاکم کی روایت میں ہے کہ "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں اس لئے ایسا کرتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کو یوں فرماتے سنا تھا "ان دونوں پر (حجر اسود، رکن یمانی) ہاتھ ملنا گناہ گراتا ہے۔"

❁ طبرانی کی ایک مرفوع روایت میں ہے "جو شخص ہفتہ بھر بیت اللہ کا طواف کرے، اس میں بے فائدہ کام نہ کرے تو اس کا ثواب ایک غلام آزاد کرنے جیسا ہوگا۔"

❁ ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے "جو شخص پچاس مرتبہ بیت اللہ کا طواف کرے تو وہ گناہوں سے یوں الگ ہو جاتا ہے جیسے اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے جنم دیا۔"

❁ ترمذی، ابن خزیمہ، ابن حبان اور طبرانی بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مقامِ حجر میں فرمایا "اللہ کی قسم! اللہ اسے (حجر اسود) قیامت کے دن اٹھائے گا تو اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے دیکھے گا، بولنے کے لئے زبان ہوگی اور یہ اللہ کے ہاں چومنے والوں کی گواہی دے گا۔"

شیخ محی الدین رحمہ اللہ نے "فتوحات" میں فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے بندے کو حجر اسود چومنے کی تکلیف صرف اس لئے دی ہے کہ اس میں بندہ پن ہو، محتاج ہو، ذلیل ہو، اس نے یہ تکلیف اپنے سردار ہونے کی وجہ سے نہیں دی کیونکہ بندہ یہ کہا کرتا ہے کہ میں نے کیا، میں کھڑا ہوا، میں بیٹھا اور اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے تمام حیوانات کے مقابلے میں

بزرگ بنایا ہے تو حدیث میں موجود لفظ بحق کا مطلب ہے کہ وہ اسے اس صفت کے ساتھ چومے جو صرف زندہ میں ہوتی ہے جیسے کبریائی اور عظمت چنانچہ جو اسے اس طرح تکبر سے چومے گا تو یہ حجرِ اسود اس کے حق میں گواہی نہیں دے گا بلکہ خلاف دے گا۔

حجر اسود میں ابنِ عربی کی شہادتِ توحید محفوظ

اس میں غور کرو کیونکہ یہ مشکل مسئلہ ہے۔

شیخ محی الدین فرماتے ہیں کہ جب میں نے حجر اسود کے سامنے توحید کی شہادت بولی تو میرے بولتے ہی وہ شہادت نکل پڑی، میں اپنی آنکھوں سے اسے فرشتہ کی صورت میں دیکھ رہا تھا اور پھر حجر اسود میں ایک سوراخ کھل گیا، میں نے اس کی گہرائی میں دیکھا تو میری وہ شہادت کعبہ کی شکل میں موجود تھی اور حجر اسود میں ٹھہری ہوئی تھی، حجر اسود اس کے اوپر طباق بنا ہوا تھا پھر وہ طباق بند ہوا تو میں دیکھ رہا تھا، حجر نے مجھ سے کہا یہ آپ کی طرف سے میرے پاس امانت ہے جسے میں قیامت کے دن آپ کے لئے اٹھاؤں گا۔ اس پر میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ واللہ اعلم۔

❁ امام احمد اور طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''قیامت کے دن رکن یمانی قبیس پہاڑ سے بھی زیادہ بڑا ہوگا، اس کی زبان بھی ہوگی اور دونوں ہونٹ بھی۔''

رکنِ یمانی اللہ کا دایاں ہاتھ

❁ طبرانی کی روایت میں ہے ''جو اسے حق کو سامنے رکھ کر چومتا ہے، یہ اللہ کا دایاں ہاتھ ہے جس کے ساتھ وہ اپنی مخلوق سے مصافحہ کرتا ہے۔''

❁ ترمذی فرماتے ہیں ''حجر اسود جنت سے اترا تو دودھ سے بہت زیادہ سفید تھا جسے بنی آدم کی خطاؤں نے سیاہ کر دیا۔''

❁ ابن خزیمہ کی روایت میں ہے ''برف سے زیادہ سفید تھا۔''

❁ حضرت طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''حجرِ اسود جنت کا ایک پتھر ہے، زمین پر اس کے علاوہ ایسا کوئی پتھر نہیں، یہ برف کی طرح سفید تھا، اگر اس کے ساتھ جاہلیت کی پلیدی نہ لگتی تو بیماری والا چھو لیتا تو تندرست ہو جاتا۔''

❁ ابن خزیمہ کی روایت میں ہے ''حجر اسود جنت کے سفید یاقوتوں میں ایک یاقوت پتھر ہے، اسے مشرکوں کی خطاؤں نے سیاہ کر دیا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے احد پہاڑ جتنا بنا کر اٹھائے گا۔''

❁ طبرانی نے یہ روایت دی ہے ''حجر اسود آسمان سے اترا اور ابو قبیس پہاڑ پر رکھ دیا گیا، برف کی طرح سفید تھا، چالیس سال تک وہاں رکھا رہا اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں میں رکھ دیا گیا۔

ترمذی اور ابن حبان نے یہ مرفوع روایت دی ہے ''رکن اور مقام، جنت کے یاقوتوں میں دو یاقوت ہیں اگر اللہ تعالیٰ ان کی روشنی ختم نہ کرتا تو یہ مشرق ومغرب کی درمیانی جگہ کو روشن کرتے۔''

ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے لکھا ہے ''رسول اللہ ﷺ حجر اسود کے سامنے آئے پھر اس پر دونوں ہونٹ رکھ کر دیر تو روتے رہے۔ یکایک دیکھا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رو رہے تھے، فرمایا اے عمر! یہاں آنسو ہی بہائے جاتے ہیں۔''

ابن خزیمہ اور حاکم بتاتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ طواف کے بعد حجر اسود کو چومنے گئے تو اس پر دونوں ہاتھ رکھ کر چہرے پر پھیر لئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 102

ذوالحجہ کے دس دنوں کی عبادت

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ذوالحجہ کے دس دنوں میں ان تمام رکاوٹوں کو دور کر کے عبادت کے لئے تیار رہیں جو بندے کو ان اوقات کا دھیان رکھنے سے روکتی ہیں جن میں انسان کو اللہ کے قریب کیا جاتا ہے تاکہ ان میں ہونے والے نیک کاموں کے بارے میں پتہ چل سکے کہ ان میں کامل ہونے کی بو موجود ہے جیسے شب قدر کی رات کے بارے میں گزرا کیونکہ جس کے سامنے موٹا پردہ آ جائے، اسے اللہ کی عطاؤں کا پتہ نہیں چلتا اور نہ ہی اسے محسوس کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام اعمال کو ایسا بنایا ہے کہ بندہ ان کے نتیجے اللہ کے ساتھ موجود ہو اور ان کا فائدہ اتنا ہی ملتا ہے جتنا انسان اپنے آپ کو بھلا کر اللہ کے سامنے ہو۔

سید علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس پر اللہ کے قریب ہونے کی راتیں نہ گزریں اور بہت زیادہ رونے چلانے کی وجہ سے اس کی آواز بلند نہ ہو تو گویا وہ سویا ہوا ہے تو اللہ کی قسم! اللہ والے اپنے نفسوں کے ساتھ جہاد کرنے کی بنا پر کامیاب ہوئے اور ان کے سامنے کوئی ایسی رکاوٹ نہ رہی جو انہیں رات یا دن میں اللہ کی بارگاہ میں جانے سے روکے اور اللہ کی قسم اگر وہ انگارے پر بھی سجدہ کرتے تو اس چیز پر اللہ کا شکر ادا نہیں کر سکتے کہ اس نے انہیں پوری عمر میں لحظہ بھر ہی کے لئے اپنی بارگاہ میں حاضری کا موقع دیا اور اللہ کی قسم! اگر مرید اپنے شیخ کے سامنے، اللہ کے دنیا کو پیدا کرنے سے لے کر اس کے ختم ہونے تک بھی انگارے پر کھڑے رہیں تو وہ ان کا یہ حق ادا نہیں کر سکیں گے کہ انہوں نے اسے وہ رکاوٹیں دور کرنے کا طریقہ بتایا جو اللہ کی راہ میں موجود ہیں اور جب بندہ اسے پسند کرتا ہے جس نے اسے پختہ ارادہ اور خوشبو دی اور اس نے اپنا مطلب پورا کر لیا اور تو وہ اس سے ناراض نہیں ہوتا حالانکہ وہ اللہ کو ناپسند ہے تو پھر اس پر کیسے ناراض ہوگا جو

اسے وہ طاقت دیتا ہے جس سے وہ بارگاہِ الٰہی میں جاسکے اور وہاں رہنے والوں میں شمار ہو بلکہ اس بارگاہ کے بادشاہوں میں گنا جائے۔ بخدا آج کل اکثر لوگ کینے میں پھنسے ہوئے ہیں۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس دور کے اکثر لوگوں سے ایمان کا کامل مقام نہ پوچھا جائے کیونکہ یہ بہت مشکل ہے، پورا نیک بخت وہ ہے جو دنیا سے جائے تو اس کے ساتھ ایمان کی چاشنی ہو اور جو کامل ایمان کا دعویٰ کرتا ہے تو اسے اس کے افعال جھٹلاتے ہیں یعنی دنیا میں گھس جانا اور اس کے ختم ہونے پر اس سے زیادہ شرمندہ ہونا جو اللہ کی بارگاہ میں ہونے کے ختم ہونے پر ہوتا ہے۔

میں نے ان سے یہ بھی سنا بندے میں ایمان کے ناقص ہونے کی علامت یہ ہے کہ اللہ کی مرضی میں سے کچھ ختم ہو جانے کی صورت میں اس پر کوئی اثر نہ ہو اور پھر وہ اپنے اعضاء کی حفاظت نہ کرے حالانکہ اسے علم ہے کہ اس کے تمام کاموں کا حساب ہوگا۔

اس سے پہلے ہم حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی طرف سے بتا چکے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ہم نے ایسے لوگوں کو دیکھا جن کے پہلو میں ہم چور تھے اور اگر وہ تمہیں دیکھ لیں تو یہ کہیں گے کہ یہ لوگ قیامت پر ایمان نہیں لائے۔

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اللہ کی قسم! اگر کوئی شخص یوں قسم کھائے کہ میرے اعمال اس جیسے ہیں جو قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا تو میں کہوں گا کہ تو نے سچ کہا، اپنی اس قسم کی وجہ سے تم کافر نہیں ہوئے۔ اس میں غور کرو اور اس پر عمل کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام بخاری، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ اور طبرانی وغیرہ نے یہ مرفوع حدیث بیان کی ہے "ایسا کوئی دن نہیں کہ اس میں کیا جانے والا نیک عمل اللہ کو اتنا پیارا لگے جتنے ذوالحجہ کے دس دن ہیں۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! کیا راہِ خدا میں جہاد بھی یونہی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جہاد بھی اتنا پیارا نہیں لیکن ہاں وہ پیارا لگتا ہے جو اپنا آپ اور مال لے کر نکلے اور ان میں سے کچھ بھی واپس نہ لائے۔"

❁ امام ترمذی، ابن ماجہ اور بیہقی نے مرفوعاً بتایا "ذی الحجہ کے دس دنوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کو وہ دن زیادہ پیارے نہیں جن میں اس کی عبادت ہوتی رہے، ان میں سے کسی بھی دن میں روزہ رکھنا سال بھر کے روزوں جتنا ہوتا ہے اور اس میں سے کسی بھی رات میں قیام کرنا لیلۃ القدر کے قیام جتنا ہوتا ہے۔"

❁ بیہقی کی ایک روایت میں ہے "ان میں (ذوالحجہ کی دس راتوں میں) عمل کرنے کا ثواب سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے۔

❁ امام بیہقی اور اصفہانی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بتایا ذوالحجہ کے دس دنوں کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ ان میں سے ہر دن، ایک ہزار دن کا ہے جبکہ عرفہ کا دن دس ہزار دن کا ہے یعنی فضیلت میں۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 103

عرفات میں ٹھہرنے کی تیاری واجب

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم عرفات میں قیام کی تیاری رکھیں اور اس کے لئے گناہوں کے بوجھ ہلکے کریں، وہ پردے دور کریں جو دعا قبول ہونے سے رکاوٹ بنتے ہیں جن میں حرام خوراک، حرام کپڑے، دل میں دھوکا، کینہ اور حسد کا پایا جانا شامل ہیں جو کسی بھی مسلمان کے بارے میں رکھا ہو کیونکہ یہ مقامات تو عاجزی و انکساری کے ہیں اور رونے چلانے کے ہیں جبکہ حرام کھانا اور پہننا بندے کا دل سخت کر دیتے ہیں اور پھر دل کی نرمی کا بڑا علاج یہ ہے کہ آٹھویں ذوالحجہ کے دن اور عرفہ کی اگلی رات میں شرعی لحاظ سے بھوکا رہے۔

یہ ایسا کام ہے کہ بہت کم حاجی اس کی خبر رکھتے ہیں چنانچہ کوئی گوشت اور کھانا کھالیتا ہے اور خوب سیر ہو جاتا ہے پھر وہ چاہتا ہے کہ عرفہ (نویں ذوالحجہ) کے دن نرم دل ہو جائے لیکن ایسا نہیں ہوسکتا، گناہوں پر رونے کی کوشش کرتا ہے لیکن رو نہیں سکتا جبکہ روایت میں آتا ہے کہ ''سخت دل اللہ سے دور ہوتا ہے۔'' پھر اگر بالفرض وہ اللہ کا قرب حاصل کر بھی لے تو سزا کے طور پر دعا قبول ہونے کی امید نہیں رکھتا چنانچہ وہ قبول بھی نہیں ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ ویسے ہی ہوتا ہے جیسے اس کا بندہ اس کے بارے میں خیال کرتا ہے اور جو یہ خیال کرتا ہے کہ وہ اس کی دعا قبول نہیں کرے گا تو واقعی وہ قبول نہیں کرتا۔

پھر اے بھائی! جو بات تم سے پوشیدہ نہیں ہونی چاہئے وہ یہ ہے کہ عرفات میں کسی بھی مخلوق کے سامنے اپنے آپ کو بڑا جاننا حرام ہے کیونکہ یہ وہ مقام ہے کہ جہاں عاجزی اور مسکینی مناسب ہے۔

عرفات میں کسی نے سیدی افضل الدین رحمہ اللہ کا پاؤں چوما تو اللہ سے شرم کی بناء پر وہ پگھلنے کے قریب ہو گئے اور ہاتھ چہرے پر مارنے لگے لہٰذا اے بھائی! تم جب وہاں اپنے آپ کو کسی سے بڑا جانو گے تو بخشش نہ ہو سکے گی۔

عرفات میں کسی کو حقیر نہ جانو

میں نے سیدی علی خواص رحمہ اللہ سے سنا فرمایا جو شخص بھی عرفات میں موجود ہو، اسے حقیر نہ جانو خواہ وہ شتربان ہو یا گٹھڑی اٹھانے والا وغیرہ جن کی طرف توجہ نہیں ہوتی کیونکہ وہ جماعت جن کی دعا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سب اہل موقف کی بخشش فرماتا ہے، ان کا حال یہ ہے کہ وہ بھلائی کے پردوں میں چھپے ہوتے ہیں اور کسی بھی کام کی بناء پر عام لوگوں میں الگ دکھائی نہیں دیتے چنانچہ جو ان کو حقیر جانتا ہے تو اللہ ان سے ناراض ہو جاتا ہے اور وہ سزا کی بناء پر بخشے بغیر واپس آ جاتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ان کی تعداد کم ہوتی ہے، کبھی چھ ہوتے ہے، کبھی تین اور کبھی صرف ایک ہوتا ہے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ نے فرمایا ایک سال کسی عالم نے مجھ سے حج کی اجازت مانگی تو شیخ نے اس سے کہا کہ سفر نہ کرو کیونکہ تم نفرت کرنے لگو گے۔ اس نے کہا کہ میں حج کے بارے میں کیسے نفرت کر سکتا ہوں، اس نے شیخ کی مخالفت کرتے ہوئے مکہ کو سفر کیا، اسی دوران خطبہ کا وقت ہو گیا، وہ اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا اے مکہ والو! تمہارا یہ مجمع غلط ہے کیونکہ اس کی شرط یہ ہے کہ جمعہ والے چالیس مرد اسے سنیں، یہاں تو صرف مسافر ہیں، اس وقت لوگ شدید گرمی کی وجہ سے کعبے کے سائے میں بکھرے ہوئے تھے، اتنے میں ایک زوردار دھماکہ ہوا اور دوبارہ خطبہ پڑھا۔

وہاں پر اس وقت قطب، اوتاد، ابدال اور وہ ولی موجود تھے جو اللہ کو پسند تھے چنانچہ نفرت میں بھرا ہوا واپس آ گیا۔

شیخ علی خواص فرماتے ہیں کہ جب وہ مصر میں داخل ہوا تو میں نے سب سے پہلے اسے دیکھا، وہ نفرت میں تھا اور ایسے ڈھانچے کی طرح تھا جس میں روح نہ ہو، پھر مجھ سے کہنے لگا تم نے مجھ سے کہا تھا کہ حج کرو گے تو نفرت پیدا ہو گی اور میں اگر اس سال وہاں نہ ہوتا تو حج کے دوران اہل مکہ کا جمعہ باطل ہو جاتا۔

شیخ کہتے ہیں میں نے پہچان لیا کہ قطب اور وہاں موجود اولیاء نے اس سے نفرت کر لی ہے۔

میں نے اس واقعہ والے شخص کو خود دیکھا ہے، اللہ تعالیٰ نے تمام اولیاء و صالحین کے بارے میں اس کے دل سے عقیدت مندی نکال دی تھی، تم اس سے جس کے بارے میں بات کرو تو وہ اس کے بارے میں برے الفاظ بولتا اور حالانکہ وہ ہر روز ایک قرآن ختم کرتا تھا۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ سے کئی بار میں نے سنا، فرمایا "مجھے اس شخص کے بارے میں ڈر رہتا کہ کہیں اسے بری حالت میں موت نہ آ جائے چنانچہ میں نے کہا اگر اس انکار کرنے والے کے پاس ادب ہوتا تو اسے معلوم ہوتا کہ اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں جو اس شخص کی کلام سنتے ہیں جس کے اور ان کے درمیان وراثتِ ابراہیمی کے مطابق تیس ہزار سال کا فاصلہ ہو۔

مصنف کی قوتِ سماعت

ابتدائی دور میں میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ میں ان کا کلام سن لیتا تھا جو ہند اور چین وغیرہ جیسے دور ملکوں میں تھے بلکہ سمندروں میں موجود مچھلیوں کی آواز بھی سن لیتا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے یہ چیز مجھ سے چھپا دی اور علم میرے پاس رہنے دیا تاکہ میں کسی کے بارے میں اس چیز کا انکار نہ کر سکوں۔

سیدی احمد بن رفاعی رحمہ اللہ کرسی پر بیٹھے اُم عبیدہ سے باتیں کرتے تو قریبی بستیوں والے اسے سنتے۔ "اللہ تعالیٰ ہر پسندیدہ پر قدرت رکھتا ہے۔"

حضرت شیخ یوسف حریثی رحمہ اللہ نے ایک حکایت بیان کی، فرمایا جب میں نے حج کیا تو ایک مکمل رات مقام ابراہیم کے پیچھے جاگتا رہا، رات چاندنی تھی، کچھ رات گذری تو ایک جماعت آئی جن پر نور برس رہا تھا، انہوں نے طواف کیا اور مقامِ ابراہیم کے نیچے نفل پڑھے، پھر تھوڑی دیر بیٹھے، اتنے میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا شیخ علی کی پیروی کرو، اس پر

انہوں نے رحمہ اللہ (اللہ تعالیٰ ان پر رحمت کرے) کہا۔ اس شخص نے پوچھا کہ وہ کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا زفتی عربی کی ایک جانب حسن الخلبوص، میں، اس شخص نے کہا میں انہیں آواز دوں؟ انہوں نے کہا ہاں چنانچہ آواز دی، اے حسن! یکا یک دیکھا تو وہ ان کے سروں پر کھڑے تھے، زرد رنگ کا کپڑا اوڑھے ہوئے تھے، چہرے پر تیل ملا آٹا لگا تھا اور کندھے پر سونٹا تھا، سب نے ان سے کہا کہ شیخ علی کی جگہ سنبھالو، انہوں نے کہا کہ سر آنکھوں پر اور یہ کہہ کر چلے گئے۔

میں جب اپنے علاقے میں پہنچا تو ''خان بنات الخطاء'' میں ان کی زیارت کرنا چاہی، دیکھا تو ایک عورت ان کی گردن پر سوار تھی جس کے ہاتھوں اور پاؤں میں مہندی لگی تھی، وہ اس کی گردن کے پیچھے مار رہی تھی جبکہ وہ اسے کہہ رہا تھا کہ نرمی سے مارو کیونکہ میری آنکھوں میں درد ہے چنانچہ اس کے سامنے آیا تو مجھے دیکھتے ہی جلدی سے اس نے کہا اے فلاں شخص تیری آنکھ نے دھوکا کیا اور اور تجھے چاند نے دھوکا دیا، وہ تو میں ہوں، میں نے پہچان لیا وہ وہی ہے اور مجھ سے کہا کہ یہ بات کسی اور کو نہ بتانا۔

سیدی محمد بن عنان رحمہ اللہ نے ایک حکایت بیان کرتے ہوئے بتایا کہ میں نے ایک سال حج کیا اور جب عرفات میں ٹھہرا تو دل میں کہا کہ اے دل! آج اس موقف میں صاحب حدیث کون ہوسکتا ہے، یکا یک ایک شخص نے کہا وہ ابو علی معداوی وَجوہ ہیں۔ جب میں مصر واپس گیا تو اس کی زیارت کا خیال کیا، دیکھا تو وہ بھاری زبان والا تھا، لوگوں کو گالیاں نکالتا تھا، اس کے دونوں پاؤں میں جوتا تھا اور اس کی پگڑی پر دھاریاں تھیں جیسے نصاریٰ کی ہوتی ہیں، مجھے دیکھتے ہی بولا کہ یہ بات چھپائے رکھو، پھر میرے ساتھ الگ ہوا، مجھے اپنے گھر لے گیا اور مہمان نوازی کی۔ میں نے پوچھا کہ یہ مرتبہ کیسے ملا؟ اس نے کہا معلوم نہیں لیکن میں نے قماطہ کی جامع مسجد میں ایک بچہ دیکھا، میں نے پکڑ کر کسی اور شہر کی عورت کو دے دیا تاکہ اسے دودھ پلائے اس کی مزدوری مقرر کر دی اور لوگوں کو یہ ظاہر کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے، اس کی ماں کے پستانوں میں دودھ نہیں ہے۔ خود میں کبھی کبھی اس کے پاس جاتا رہا اور وہ بڑا ہوگیا، اس نے دودھ چھوڑ دیا، اگر اللہ تعالیٰ نے کچھ عطا فرمایا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے اس کی ماں پر پردہ ڈالا تھا۔ پھر مجھ سے قسم لی کہ اس بات کو چھپائے رکھوں اور کہا کہ میرے مرنے تک اسے چھپائے رکھنا اور میرا ذکر نہ آنے پائے۔

میں نے حضرت علی خواص رحمہ اللہ کو دیکھا کہ وہ ان لوگوں کو بھیجا کرتے جو اللہ کے ہاں ضرورت مند تھے، ان سے کہتے کہ بدھ کے دن نمازِ عصر کے وقت جامع مسجد الملک الظاہر میں پہنچو اور مسجد میں موجود بیری کے درخت کو پانی دو اور کہو اے اللہ کے ولیو! میری ضرورت پوری کر دو، تمہاری ضرورت پوری اگر جائے گی چنانچہ لوگ وہاں جا کر اسے پانی دیتے تو اللہ ان کی ضرورتیں پوری فرما دیتا۔

یہ بات اس عالم تک پہنچی جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں کہ وہ نفرت میں گھر گیا تھا چنانچہ اس نے شیخ کا انکار کیا اور کہا کہ یہ کون ہے جو بتوں کی پوجا کرنے والوں کا ساتھی ہے۔ میں نے یہ بات شیخ کو بتا دی تو انہوں نے کہا کہ میں تو لوگوں کو درخت کو پانی دینے کا بہانہ بنا کر وہاں بھیجتا ہوں اور ان اولیاء پر پردہ ڈالتا ہوں جو بدھ کے دن اس درخت کے نیچے ٹھہرتے ہیں تاکہ اس وقت وہ ہر اس شخص کی ضرورت پوری کریں جب اسے اس درخت کا نام لیتا سنیں۔ یہ بات اس

کے اور ان اولیاء کے درمیان ایک بجھارت تھی جو ہر بدھ کو اس درخت کے نیچے عصر کی نماز پڑھتے تھے ورنہ وہ جانتا تھا کہ اللہ نے اس درخت کو اس لئے نہیں بنایا کہ لوگوں میں سے کسی کی بھی حاجت پوری کرے اور اگر وہاں جمع ہونے والے اولیاء چھپنا پسند کرتے اور لوگوں کو بتانے سے پریشان ہوتے تو وہ شیخ لوگوں کو درخت کی بجائے انہی کی طرف بھیجتا۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ نے ان کے دلوں کا لحاظ کیا۔

ایک اور مرتبہ میں نے سنا تو فرمایا کچھ اللہ کے بندے ایسے ہیں کہ جب وہ کسی گنہگار جماعت کے ہاں سے گزرتے ہیں اور ان سے سلام کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے عذاب سے بچالیتا ہے پھر کچھ ایسے بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں لوگوں کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے لگاتا ہے، وہ خفیہ طور پر ان کی ضرورتیں پوری کر دیتے ہیں اور پھر اس شخص کی طرف بھیج دیتے ہیں جو ان کے شہر (یا علاقے) میں بہتر کام کرنے میں مشہور ہوتا ہے تاکہ ان کی باطنی نہیں بلکہ ظاہری ضرورتیں پوری کر دے اور یوں وہ اپنے آپ کو چھپائے رکھتے ہیں اور اپنے علاوہ ان لوگوں کے نام پر بڑے بنتے ہیں جن کا نہ کوئی بھید اور نہ ہی دلیل ہوتی ہے، پھر اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ اس دعویٰ میں ان کی حمایت کرے۔

انہی میں سے کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو لوگوں کو بازاروں میں پانی پلاتے ہیں اور ان سبیلوں پر پلاتے ہیں جو راستوں میں ہوتی ہیں چنانچہ ان سے لے کر جو بھی پی لیتا ہے، وہ اسے غیبی مدد سے بھرپور کر دیتے ہیں اور وہ طریقت کی راہ پر کام شروع کر دیتا ہے۔

ان کے علاوہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں جنہیں اس نے اپنے اپنے علاقے اور اقلیم والوں کی بلائیں اور مشقتیں دور کرنے کے لئے مقرر کیا ہوا ہے اور اس کے باوجود وہ ان سے ناراض بھی ہو جاتے ہیں اور انہیں ناپسند کرتے ہیں، یہ کام رات دن جاری رہتا ہے چنانچہ ان کی ناپسندیدگی انہیں ان کی مصیبتیں دور کرنے سے نہیں روکتی چنانچہ ایک ولی مارنے والے کے ساتھ نیم خوابی میں سوتا ہے، انسان اور جن تو سوتے ہیں لیکن وہ نہیں سوتا۔ لوگ ہنستے ہیں، کھیلتے ہیں اور بستروں پر عورتوں سے لطف اٹھاتے ہیں، انہیں پتہ ہی نہیں چلتا کہ وہ لوگ ان سے ایسا بوجھ دور کر رہے ہیں جو ان پر اتر رہا ہوتا ہے۔

پھر کچھ بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جو اللہ سے درخواست کرتے ہیں کہ جہنم میں ان کا جسم بہت بڑا کر دے کیونکہ اللہ نے وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ دوزخ کو بھر دے گا چنانچہ یوں وہ ہزاروں گناہگاروں کو جہنم سے بچاتے ہیں کہ انہیں جلا نہ سکے۔

یہ وہ مسئلہ ہے کہ ہم نے اسے حضرت شبلی رحمہ اللہ کے علاوہ کسی سے نہیں سنا کیونکہ وہ فرماتے تھے میری اللہ سے آرزو ہے کہ آخرت میں میرا جسم بہت بڑا کر دے تاکہ اس کے ذریعے جہنم کے سب طبقے بھر دے اور اس امت کا کوئی بھی شخص اس میں داخل نہ ہو سکے، یہ سب کچھ وہ لوگ نبی کریم ﷺ سے محبت کی بناء پر کرتے ہیں۔

گندے کام والوں کو بھی برا نہ جانو

ایک اور مرتبہ میں نے سنا تو فرمایا تم گندے کام کرنے والوں کو گھٹیا نہ جانو جیسے بندر سدھانے والا اور شاخیں پتے جھاڑنے والا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ طاقت دے رکھی ہوتی ہے کہ جب کوئی عالم اور نیک آدمی اپنے آپ کو بڑا جانے تو اس کا ایمان چھین لیں کیونکہ اولیاء میں سے بڑا شخص چاہے تو چھوٹے کا ایمان چھین سکتا ہے بشرطیکہ وہ اپنے آپ کو مخلوق میں بڑا سمجھے جیسے سیدی محمد بن ہارون رحمہ اللہ (جنہوں نے سیدی ابراہیم دسوقی کے بارے میں پہلے ہی خبر دے دی تھی جبکہ وہ اپنے والد کی پشت میں تھے) سے حکایت کی گئی ہے کہ جب وہ جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر نکلتے تو بہت سے لوگ ان کے گھر تک ان کے ساتھ جاتے، ان میں پیچھے رہ جانے کی ہمت کسی میں نہ تھی کیونکہ وہ انہیں دیکھنا چاہتے تھے اور ان سے کچھ لینے کا ارادہ رکھتے تھے۔

ایک دن وہ ایسے لڑکے قریب سے گزرے جو دیوار کے نیچے اپنے کپڑوں سے جوئیں نکال رہا تھا، پاؤں پھیلائے ہوئے تھا اور انہیں ملایا نہ تھا۔ سیّدی محمد نے دل ہی میں کہا کہ یہ لڑکا زیادہ ادب والا نہیں کیونکہ اس کے ہاں سے میرے جیسا گذر رہا ہے تو اس نے پاؤں نہیں سمیٹے چنانچہ اسی وقت ان کی ولایت چھین لی گئی اور لوگ انہیں چھوڑ گئے، گھر پہنچنے تک ان کے ساتھ کوئی بھی نہ رہا۔

اس پر انہیں ہوش آیا اور انہوں نے اس بچے کے بارے میں بخشش کی دعائیں شروع کر دیں لیکن وہ نظر نہ آیا، لوگوں سے پوچھا کہ کہاں گیا؟ انہوں نے بتایا کہ یہ بندر کا بچہ ہے اور شاید اسکندریہ چلا گیا ہے چنانچہ شیخ اس کی طرف چل پڑے لیکن وہ نہ ملا۔ لوگوں نے کہا کہ شاید وہ بڑے محلے میں ہے۔ وہاں گئے تو وہاں پر بھی نہ دیکھا، لوگوں نے کہا کہ شاید وہ مصر کو چلا گیا ہے، شیخ مصر پہنچے تو دیکھا کہ ریت کے ٹیلے پر بیٹھا تھا، جب اس کے قریب ہوئے تو بڑے بندر نے اس بچے سے کہا کہ چہرہ اس طرف کرو، یہ تمہارا کند ذہن ساتھی آیا ہے، چنانچہ وہ شیخ سے کھیلنے لگا پھر کھیل سے فارغ ہو کر اس نے انہیں بلایا اور کہا آپ جیسے عالم، صالح اور مشہور شخص کا یہ خیال ہے کہ وہ اللہ کی کسی بھی مخلوق سے بڑا ہے؟ کیا آپ جانتے نہیں کہ ابلیس کا یہی وہ گناہ تھا جس کی بنا پر اسے بارگاہِ الٰہی سے دھتکار دیا گیا، شیخ نے توبہ کی تو اس نے کہا ہم میں سے ہر ایک ایسی بات سے توبہ کرتا ہے۔

اس کے بعد اس مُعلّم نے اس بچے سے پوچھا "اے قریم زار! (اس کا نام) جب تم نے اس کا علم و معرفت چھین لیا تو اسے کہاں رکھا تھا؟ اس نے کہا کہ پھاڑتے وقت خرگوش کے دل میں جس کے پاس میں اپنی قمیص سے جوئیں نکال رہا تھا اور وہ فلاں دیوار میں ہے۔ اس پر معلم نے اس سے کہا کہ ان کا حال انہیں واپس کر دو جس پر قریم زار نے آپ سے کہا اس سے کہہ دو اس امارت کی قسم جو قریم زار لباب نے تمہارے اندر رکھی ہے، میرا حال مجھے واپس کر دو چنانچہ حضرت سیدی محمد بن ہارون اپنے شہر کی طرف واپس چلے گئے اور اس کے سوراخ میں دیکھا اور اسے وہ امارت یاد دلائی چنانچہ وہ نکلی اور آپ کے چہرے پر پھونک ماری چنانچہ آپ کا حال واپس آ گیا۔ پھر یکا یک دیکھا تو لوگ واپس آ گئے، آپ کے قدم

18

چومنے لگے اور بھیڑ کی وجہ سے ایک دوسرے کو تکلیف پہنچائی۔

اس کے بعد شیخ نے قریم زار کے لئے تحفہ لیا اور اس کی طرف چل پڑے جس پر اس نے کہا اپنے علم کی سناؤ جسے خرگوش نے سنبھالے رکھے چنانچہ اس کے بعد شیخ نے فوت ہونے تک اللہ کی کسی مخلوق کو اپنے آپ سے گھٹیا نہ جانا۔ تو اے بھائی دیکھو، حضرت سیدی محمد بن ہارون کی گرفت کیسے ہوئی حالانکہ آپ بہت بڑے مرتبہ کے مالک تھے لیکن بندر کے بچے نے آپ کی حالت چھین لی۔

حضرت شیخ امام عالم علامہ سید شریف مصری فرماتے ہیں کہ ابن البساطی (سوق الورراقین کے شیخ) اپنی چچازاد لڑکی کے عشق میں گرفتار تھے، ایک دن اس لڑکی نے ابن البساطی کی ران پر پھلبہری کا داغ دیکھا تو اس سے نفرت کی اور اپنے گھر والوں کے پاس آ گئی جس پر اسے بہت غم ہوا چنانچہ وہ بازار کی طرف چل دیا۔ اسی غمگینی کی حالت میں اس کے پاس ایک شخص کھڑا تھا جو لالچی مشہور تھا، وہ ایک شخص کے پاس جاتا اور اس سے سکہ مانگتا اور جب وہ اسے دے دیتا تو واپس نہ جاتا بلکہ اس سے دس سکے دینے کو کہتا۔

ابن السباطی نے اسے ایک سکہ دیا تو اس نے اس سے بھی سکے مانگے جس پر اس نے کہا کہ "اے شیخ! مجھے معاف کرو کیونکہ میں بہت غمگین ہوں۔ وہ یونہی مانگتا رہا، آخر اس نے تھیلی نکال کر اس میں سے ملاح کے دس سکے دے دیئے۔ اس پر اس نے کہا تمہاری چچازاد والی حاجت پوری ہو جائے گی لیکن جبلِ معظم کے نیچے فلاں مقبرے پر تمہیں چالیس روٹیاں لانا ہوں گی جن میں سے ہر ایک میں آدھا رطل ڈھلا گھی لگا ہو (پراٹھا بنایا ہو) اور ساتھ ہی ایک مشکیزہ بھی لے آنا جو پانی سے بھرا ہوا ہو۔

اس نے یونہی کیا اور فجر کے وقت یہ سامان لے گیا، پھر دروازے کے سوراخ سے دیکھا تو ایک جماعت نظر آئی جو نظریں نیچے کئے بیٹھے تھے ڈرے ڈرے ہوئے نماز صبح کا انتظار کر رہے تھے، یکایک دیکھا تو وہی سکے والا آدمی ان کا امام تھا چنانچہ اس نے موجود لوگوں سے کہا کہ اس شخص کی ضرورت کون پوری کرے گا جو دروازے پر سامان لائے کھڑا ہے؟ ایک شخص نے کہا کہ میں پوری کروں گا، اس نے دروازہ کھولا، ابن السباطی کی شرمگاہ کھولی اور پھلبہری والی جگہ پر تھوک مل دی جس سے وہ فوراً ختم ہوگئی۔ پھر کہا کہ اب وہ تمہارے چچا کے گھر سے نکل پڑی ہے اور تمہارے گھر آ رہی ہے۔ وہ واپس گیا تو لڑکی گھر میں موجود تھی، اس نے پوچھا کہ تمہیں کون لایا ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے اتنا غم ہوا، میں مرنے کے قریب ہوگئی۔ اگر نہ آتی تو روح پرواز کر جاتی چنانچہ اس نے اپنی بات اس سے چھپائے رکھی۔

کچھ دن گزرے تو سوق الوراقین میں اسی شیخ سے ملاقات ہوگئی تو وہ کہہ رہا تھا انسان کو زبان کے علاوہ کوئی چیز نقصان نہیں دیتی چنانچہ جو کسی چیز کو دیکھ کر کہتا ہے کہ "میں نے نہیں دیکھی اور نظر نہیں ڈالی" تو وہ بچ جاتا ہے اور جو کہتا ہے کہ "میں نے دیکھی ہے۔" تو اس کی ہر شے واپس لے لی جاتی ہے، اس نے یہ بات لگا کر کہی اور وہ واقعہ یاد دلایا اور جب اس کے پاس آیا تو کہا کہ مجھے سکہ دو تو اس نے ایک تھیلا آگے کیا جس میں غلہ تھا اور کہا اے میرے آقا! جو چاہو، لے لو، اس نے کہا کہ میں سکہ ہی لوں گا، چنانچہ اس نے اسے سکہ دے دیا۔ اس پر اس نے کہا کہ میری سکہ مانگنے کی عادت پوری ہوگئی

جس پر حیاء کے مارے ابن السباطی پانی پانی ہو گیا اور اپنا راز نہ کھول سکا۔ پھر کہا میں تمہیں سید المرسلین ﷺ کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھے سکے سے رہائی دے دو، اس نے کہا اس شرط پر رہائی دیتا ہوں کہ یہ بات چھپائے رکھنا چنانچہ ابن السباطی نے مرنے تک یہ بات کسی سے نہ کی۔

مجھے جامع غمری مصر کے امام شیخ الاسلام محدث امین الدین نے شیخ الاسلام صالح بلقینی کے حوالے سے بتایا کہ ان کے والد شیخ سراج الدین ایک دن باب اللوق سے گذرے اور وہاں بھیڑ دیکھی۔ پوچھا کہ یہ بھیڑ کیسی؟ لوگوں نے بتایا کہ ایک شخص گھاس بیچ رہا ہے اور ولی ہے، اس نے کہا کہ اگر مصر میں دجال اس موقع پر نکل آئے تو چونکہ وہ بہت جاہل ہیں لہٰذا اس کے عقیدت مند بن جائیں گے، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ گھاس بیچنے والا ولی اللہ ہو؟ مجھے تو یہ سپیرا (سانپوں والا) معلوم ہوتا ہے اور یہ کہہ کر چلا گیا چنانچہ اس نے اس سے سورۂ فاتحہ سمیت سب کچھ چھین لیا، اس کے حالات بگڑ گئے، لوگ اس کے پاس فتوے آتے لیکن اسے کچھ علم نہ ہوتا، وہ اس بات کو بھول گیا جو اس نے گھاس بیچنے والے کے بارے میں کہی تھی۔

پھر وہ محلہ بہاؤ الدین میں اپنے مدرسہ کے اندر تین دن تک یونہی ٹھہرا رہا، اسی دوران ایک فقیر اس کے پاس آیا تو اس نے اپنے حال کی شکایت کی۔ اس نے کہا کہ اسی گھاس بیچنے والے کی وجہ سے ہوا ہے جس کا تو نے انکار کیا تھا کیونکہ اسے وہاں فقیروں نے بٹھایا تھا، لوگ گھاس کھانے سے توبہ کر رہے تھے لہٰذا کوئی بھی اس کے ہاتھوں سے لے کر کھالیتا تو مر جاتا، تم اس کے لئے استغفار کرو، وہ تمہارا حال واپس کر دے گا۔" اس نے یونہی کیا چنانچہ ایلچی کو دیکھتے ہی اس شیخ نے کہا

"ہم سپیرے ہیں جو بھیدوں کے گھروں میں نہیں رہتے، نہ ہم دکھلاوا کرتے ہیں اور نہ ہی جھوٹی گواہی دیتے ہیں، مسجد میں ہمارا گذارہ ایک لقمے اور ایک کپڑے میں ہو جاتا ہے اور جس کا یہ حال ہو، اس کا گناہ بخش دیا جاتا ہے۔"

اور اگر ہم گنہگار ہو کر گھاس بیچتے ہوتے تو اللہ ہمیں شیخ الاسلام سے سب کچھ چھیننے کی طاقت نہ دیتا۔ پھر ایلچی کہا کہ شیخ الاسلام کو سلام کہو اور اس سے کہو کہ چار بکریاں بھون لائے اور چار سو روٹیاں بھی لائے اور آ کر میرے پاس بیٹھ جائے اور جس جس کو تم نے کچھ گھاس بیچا ہے، اسے رطل سے تول کر ایک روٹی دو۔ یہ بات شیخ الاسلام کو بھاری لگی، مریدوں نے زور دیا تو انہوں نے ایسا کر دیا چنانچہ ہر ایک کے لئے ایک رطل تول کر ایک روٹی دے دیتے، شیخ ہنس رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ ہم تو باطنی طور پر انہیں سجاتے ہیں اور آپ ظاہر طور پر سجاتے ہیں، اسی دوران وہ گوشت ختم ہو گیا۔

اس کے بعد اس نے کہا اس مرغ کی طرف جاؤ جو آپ کے مدرسے کی چھت پر ہے، اسے ذبح کر دو اور دل کھا لو، تمہارا علم واپس آ جائے گا۔ میں قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم علم کی وجہ سے لوگوں کو تکبر دکھاتے ہو جو ایک مرغ کے دل میں داخل ہو گیا ہے چنانچہ اسی دن سے شیخ بلقینی نے کسی صاحب حال کو برا نہیں جانا۔

یہ شیخ امین الدین کی حکایت ہے جو انہوں نے اپنے والد شیخ سراج الدین کی طرف سے بیان کی ہے، اس سے پہلے وہ سیدی علی بن وفا کو بہت برا جانتے تھے چنانچہ انکاری بن کر ان مغربی لوگوں میں داخل ہو گئے جو سیدی علی کی محفل میں حاضر ہوتے تھے۔ شیخ سراج الدین نے دیکھا کہ ان کے پاؤں میں رسی بندھی ہے اور سیدی علی اسے کھول رہے ہیں جبکہ سراج الدین اسے باندھ دیتے ہیں، وہ نیم بیداری میں تھے، اس پر سیدی علی نے انہیں اپنا قصیدہ پڑھ کر سنایا جس کا پہلا شعر یہ تھا

''اے بندھے ہوئے شخص! ہم چاہتے ہیں کہ تمہیں کھول دیں جبکہ تم چاہتے ہو کہ میرا پاؤں اپنے پاؤں سے باندھ لو۔''

جب گھاس بیچنے والے کے ساتھ ان کا واقعہ ہوا تو اس انکار پر توبہ کی اور وصیت کی کہ ان کی وفات پر سیدی علی انہیں نہلائیں گے چنانچہ سیدی علی بن وفا ہی نے انہیں بلایا اور کہا اللہ کی قسم! تمہیں سلامتی مل گئی۔

حضرت شیخ ابوبکر دقوسی شیخ سیدی عثمان خطاب کے اس گھاس بیچنے والے کے ساتھ کئی واقعے گذرے تھے، وہ کئی مرتبہ ان کے پاس جایا کرتے اور پھر ضرورت مندوں کو ان کے پاس بھیجتے، وہ پورے طور پر ان کی مشکلات حل کر دیتے اور کہا کرتے، ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی نے اس کے ہاتھ سے کوئی چیز لی ہو اور پھر اسے نگل لے۔

حضرت شیخ محمد طنیخی نے جامع سمانود کے امام کا حوالہ دے کر لکھا ہے کہ ایک شخص گندے کپڑوں کے ساتھ محراب میں سو جاتا۔ امام مسجد محراب میں کھڑا ہونا چاہتا تو اسے سویا ہوا دیکھتا چنانچہ اس کا نام محراب کا بچھڑا رکھ دیا۔ ایک دن امام آیا اور اس کے پاؤں سے پکڑ کر ایک طرف کر دیا، وہ اٹھ کھڑا ہوا، آنکھیں سرخ خون جیسی تھیں، تھوڑی دیر کے بعد اسے پھر محراب میں کر دیا۔

امام نے اپنے آپ کو دیکھا کہ چٹیل میدان میں ہے، دونوں پاؤں چلنے سے عاری ہیں چنانچہ پگڑی کاٹ کر اس کا کچھ حصہ دونوں پاؤں پر لپیٹا اور جب تھک گیا تو اسے ایک درخت دکھائی دیا، ادھر جانے کا ارادہ کیا تو دیکھا کہ پانی کا چشمہ ہے، غور سے دیکھا تو لوگوں کے قدموں کے نشان تھے جو وضو کر کے چلے گئے، وہ قدموں کے نشانوں پر چلتا گیا اور دیکھا کہ پہاڑ کے پہلو میں بہت سے لوگ موجود تھے اور پھر دیکھا تو وہ آدمی بھی تھا جو محراب میں سویا تھا، وہ اس جماعت کا سربراہ تھا، اس نے خوبصورت کپڑے پہن رکھے تھے، اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر کہا کیا اس دن مجھے کسی نے دیکھا تھا جب میں گائے کا بچھڑا تھا؟ انہوں نے کہا نہیں، پھر کہنے لگا کہ اس سے بات کرو۔ امام نے کہا میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں اور پھر توبہ کر لی۔ اتنے میں شیخ نے جماعت والوں میں سے ایک کی طرف اشارہ کیا تو وہ اسے جامع سمانود میں لے گیا، وہ کھڑا ہو گیا اور اسے اندر بھیجا، اس نے دیکھا کہ اس کا جسم محراب کی دیوار سے باہر ہے اور لوگ نمازِ عصر کے لئے اس کا انتظار کر رہے ہیں چنانچہ انہیں واقعہ سنایا۔ وہ چٹیل زمین مصر سے سال بھر کے فاصلے پر تھی۔

حضرت شیخ احمد بن شیخ شربینی بتاتے ہیں کہ وہ مکہ میں ٹھہرے ہوئے تھے، اسی دوران ''شربین'' میں انہیں اپنے والد سے ملنے کا شوق ہوا، کرایہ کے لئے درہم نہ تھے اور نہ مصر کے لئے کوئی سواری تھی، اسی دوران اس نے مَسعٰی (خانہ کعبہ کے قریب دوڑنے کی جگہ) میں ایک آدمی دیکھا جسے کوئی تکلیف تھی، اہل مکہ اسے بہت برا سمجھتے تھے، اچانک اس سے گفتگو ہو گئی تو اس نے کہا تم مصر جانا چاہتے ہو؟ شربینی نے کہا ہاں، اس نے وہاں سے اسے لیا اور اگلے ہی لمحے وہ شربین میں اپنے گھر کے دروازے پر تھا۔

یہ میری حکایت ہے اور اس نے مجھے بتایا کہ اس شخص نے ۹۲۳ھ میں موقف والوں کی سفارش کی تھی۔

حضرت شیخ نور الدین شونی رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ ایک شخص موسکی کی بندرگاہ میں کرایہ لے کر کام کرتا تھا اور بدکار

عورتوں کو سوار کر کے لے جاتا، لوگ اسے گالیاں دیتے اور عورتوں کو سدھانے والا کہتے حالانکہ وہ اولیاء اللہ میں سے تھا، ایسی عورتوں میں سے جو بھی اس کے ساتھ سوار ہو جاتی تو کبھی بھی زنا نہ کیا کرتی۔ شیخ نور الدین نے اس سے پوچھا کہ تم اس مرتبہ پر کیسے پہنچے؟ اس نے کہا تکلیفیں اٹھا کر۔

حضرت شونی کہتے ہیں کہ اس نے بتایا کہ سلطان غوری کے ملک میں سے ایک شخص صبح سویرے اپنے گدھے پر سوار ہوا اور اسے مصر کی طرف لے گیا، وہاں سے روضہ کی طرف اور وہاں سے جیزہ کو لے گیا اور اہرام تک جا پہنچا اور شیخ نور الدین کمزوری کے باوجود اس کے پیچھے جا رہے تھے، شیخ نے اس سے اجرت مانگی تو اس نے اسے لوہے کی گرز سے مارا اور کندھے زخمی کر دیئے حالانکہ اسے یہ طاقت حاصل تھی کہ اللہ سے یہ سوال کرتا کہ زمین اسے نگل لے تو وہ نگل لیتی۔

شیخ غور الدین کہتے ہیں کہ مجھے ایک شخص نے اس کرایہ لینے والے کے بارے میں بتایا کہ ایک شخص نے اس سے کہا کہ اٹھا کر اسے دو دیواروں کے درمیان "زاویۃ الخلفاء" میں لے جائے، وہ یکدم اٹھا کر اسے حرم مدینہ میں لے گیا اور کہا اتر جاؤ، یہی زاویۃ الخلفاء ہے۔ اس نے زیارت کی اور زاویۃ الخلفاء سے کھجوروں کا تھیلا لے کر اپنے گھر آ گیا، اس نے اسے ایک دینار اجرت دی، اس نے واپس کر دی اور عثمانی لے لیا۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ ضرورت مندوں کو اس شخص کے پاس بھیجا کرتے جو جامع ازہر کے دروازے پر مولیاں بیچا کرتا تھا چنانچہ وہ فوراً ان کا کام کر دیتا۔

اس کے پاس ایک شخص آیا جس کے گلے میں جونک تھی جو مچھلی جیسی ہو گئی تھی، سیدی علی نے اس سے کہا کہ فلاں شخص کے پاس جاؤ جو جامع ازھر کے دروازے پر مولیاں بیچ رہا ہے اور اسے ایک روپیہ دے کر مولیوں کا گٹھا لے کر کھا لینا۔

اس نے یونہی کیا، ابھی ایک پتہ ہی کھایا تھا کہ اسے چھینک آ گئی چنانچہ جونک حلق سے باہر آ گئی۔

حضرت شیخ بتاتے ہیں کہ اس سے جو شخص بھی مولی لے کر کھا لیتا تو اس کے بدن سے کوڑھ، پھلبہری اور دیگر بیماریاں دور ہو جاتیں۔

میں نے یہ بھی سنا، فرمایا اللہ تعالیٰ نے صاحبِ حال لوگوں کو اس دنیا میں کسی چیز کو آگے پیچھے کرنے، ولی بنانے اور اسے الگ کرنے، غالب ہونے اور اللہ پر زوردار درخواست کے ذریعے کام لینے کی توفیق دی ہے، یہ ادلال ہوتا ہے جس کے ذریعے ہر وہ کام ہو جاتا ہے جو وہ کرنا چاہیں لہٰذا کسی کے انکار کی کوشش نہ کیا کرو۔ ہاں رسول اللہ ﷺ کی طرف توجہ کرنے کے بعد ایسا کر سکتے ہو تاکہ آپ تمہیں اس شخص سے بچا لیں ورنہ وہ ناراض ہوں گے اور تم برباد ہو جاؤ گے۔

میں نے سیدی عبدالقادر دشطوطی رحمہ اللہ سے سنا فرمایا اللہ کے ساتھ حال رکھنے والے حضرات کا حال ایسے ہوتا ہے جیسے مخلوق پیدا ہونے اور شریعتیں نازل ہونے سے پہلے تھا۔

میں کہتا ہوں کہ میں نے سیدی علی خواص کے پاس ایک بڑا لوٹا دیکھا جسے وہ اپنی دکان میں رکھا کرتے اور دکان میں اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہ تھی، آپ ہر ماہ اس لوٹے کی وجہ سے دکان کا کرایہ دو حصے کر لیتے۔

کوئی بھی شخص کسی بڑے کام میں پریشان ہو کر آپ کے پاس آتا (جسے قتل یا اس سے کم درجہ کام ہوتا) تو اسے

فرمایا کرتے، یہ دروازہ کھول کر اپنی ضرورت پوری ہو جانے کے لئے اس میں رکھے لوٹے سے پانی پیو، لوگ یونہی کرتے اور ان کی حاجتیں پوری ہو جاتیں۔

اس سلسلے میں، مَیں نے ان سے بات کی تو کہنے لگے کہ ہر رات اس میں سے چالیس لوگ پانی پیتے ہیں، یہ لوٹا پانی پینے کے بعد پانی پینے والے کو اس کی ضرورت بتا دیتا ہے چنانچہ وہ اسے پورا کر لیتے ہیں۔

ان تمام حکایات میں غور کرو کیونکہ یہ عجیب و غریب ہیں۔ میرے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تم ادب کرنے والے بنو اور کبھی بھی یہ نہ کہو کہ تم اللہ کی مخلوق میں کسی ایک سے بھی بڑے ہو کیونکہ میں جانتا ہوں کہ ایسے گناہ ابلیس کے ہوتے ہیں جسے اللہ نے دھتکارا اور اسی وجہ سے اس پر لعنت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

❁ ابو یعلی، بزار، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے ''عرفہ کے دن سے بڑھ کر اللہ کے ہاں اور کوئی دن نہیں، اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر جلوہ گر ہوتا ہے اور آسمان والوں کے مقابلے میں زمین والوں پر خوش ہوتا ہے اور ان پر فخر جتلاتا ہے، فرماتا ہے (اے فرشتو!) میرے بندوں کی طرف دیکھو، وہ بکھرے بال اور گرد آلود چہرے لے کر دھوپ میں ہر طرف سے آئے ہیں اور میری رحمت کی امید لگائے ہوئے ہیں، میرا عذاب نہیں دیکھا چنانچہ عرفہ کے دن جتنے لوگ جہنم سے آزاد ہوتے ہیں، اتنے کسی اور دن میں نہیں ہوتے۔''

❁ امام بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جب عرفہ کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے ''میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ ان سب کو بخش رہا ہوں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ ان میں فلاں شخص گنہگار ہے اور فلاں ایسا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے سب کو بخش دیا ہے۔''

❁ ابن خزیمہ اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص عرفہ کے دن اپنی زبان، کان اور آنکھوں کو بچائے رکھے گا تو اس کے عرفہ سے اگلے عرفہ تک کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔''

میں کہتا ہوں یہی وجہ ہے کہ میں نے اس ہدایت کی ابتداء ہی میں کہہ دیا تھا کہ وقوفِ عرفہ میں ہم اپنے آپ کو بھوک کے لئے تیار رکھیں کیونکہ بندہ جب تین دن تک بھوکا رہتا ہے تو اس کے اعضاء سست ہو جاتے ہیں اور وہ حرام کاموں سے رک جاتے ہیں جبکہ پیٹ بھرنے میں ایسا نہیں ہوتا۔

اس حدیث میں میری اس بات کے لئے طاقت موجود ہے جو میں نے پہلے بیان کی کہ ہر وہ عبادت جو آفتوں سے بچی ہو تو عبادت گذار اس جیسے گناہوں سے محفوظ رہتا ہے۔

رمضان کے روزہ والی ہدایت میں اس کی تفصیل موجود ہے لہٰذا وہاں سے دیکھ لو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''جو مسلمان عرفہ کی رات ''موقف'' میں ٹھہرے اور چہرہ قبلہ کی طرف کر کے سو مرتبہ پڑھے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ پھر سو مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور پھر پڑھے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ وَ عَلَيْنَا مَعَهُمْ سو مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے فرشتو! میرے اس بندے کو کیا جزاء ملنی چاہئے کیونکہ اس نے

سبحان اللہ پڑھا ہے، لا الہ الا اللہ کہا ہے، میری بڑائی بیان کی ہے، میری تعظیم کی ہے، مجھے سراہا ہے، ثناء پڑھی اور میرے نبی پر درود پڑھا ہے؟ میرے فرشتو! گواہ رہو کہ میں اسے بخش رہا ہوں اور اس کے دل کی بات پوری کر رہا ہوں اور اگر میرا یہ بندہ اہل موقف کے بارے میں مجھ سے سوال کرے تو میں اس کی یہ سفارش مان لوں گا۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 104

حج کے تمام ارکان سنت کے مطابق ادا کرنا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم حج کے تمام مناسک (عبادتیں) ویسے پورے کریں جیسے روایتوں میں ملتے ہیں چنانچہ جن کاموں کو آپ نے پہلے رکھا ہے، اسے پہلے رکھیں اور جنہیں بعد میں رکھا ہے، انہیں بعد میں رکھیں اور اگر آپ نے اختیار دے دیا ہے تو اس حالت پر عمل کریں جیسے آپ نے حجۃ الوداع میں کیا تھا اور صورت ہماری دلائل والی کتابوں میں موجود ہے خواہ انہیں پہلے کرنے کی حکمت ہماری سمجھ میں آ سکے یا نہیں لہٰذا کسی شے کے بارے میں کہنا نہیں چاہئے کہ جب حاجی مکہ میں داخل ہوں تو بیت اللہ کا طواف کریں اور پھر عرفات کی طرف نکل جائیں جو حرم کی ایک جانب ہے اور دوبارہ واپس آئیں کیونکہ ہم کہتے ہیں ہم تو یہ کام اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی پیروی کرتے ہوئے کرتے ہیں، ایسا انہوں نے ہند سے آ کر حج کرتے وقت کیا تھا چنانچہ ہماری طرف سے ان کی پیروی حرم سے نکل کر باہر جانے اور دوسری مرتبہ حرم کے اندر داخل ہونے میں بہتر ہے حالانکہ عقل یہ چاہتی ہے کہ جو شخص کسی بھی راستے سے بادشاہ کی خدمت میں پہنچے تو اسے وہاں سے نکلنے اور دوبارہ داخل ہونے کا حق نہیں کیونکہ بڑا مقصد تو کعبہ ہوتا ہے حالانکہ ہم کو یہ بات شارع علیہ السلام کے حکم کی وجہ سے سمجھ آتی ہے، اپنی عقلوں سے نہیں لہٰذا ہم اس حکم کو یوں سمجھیں گے کہ جیسے بادشاہ کی بادشاہی میں جماعت ہو جو انہیں حکم دے کہ فلاں فلاں ضرورت کے لئے نکلو، کیونکہ ادب یہ ہے کہ وہ اس ضرورت کے لئے نکل پڑیں اور اگر رہ گئے تو گنہگار ہوں گے۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ جو شخص عام راستوں کی بجائے دوسرے راستے سے بادشاہ کے پاس آتا ہے تو اسے وہ علم حاصل نہیں ہوسکتا جو اسے حاصل ہوسکتا ہے جو اس راہ پر چلے جہاں سے انبیاء و اولیاء گزرے ہیں لیکن یہ بات ڈھکی چھپی نہیں کہ بندوں پر اللہ کی رحمت و شفقت یوں ہے کہ اس نے انہیں وقوف سے پہلے مکہ میں داخل ہونے کا حکم دیا ہے کیونکہ وہ جان چکا ہے کہ وہ بہت زیادہ شوق رکھتے ہیں لہٰذا انہیں چند شوق والے کاموں میں ٹھنڈک پہنچے، سب میں نہیں کیونکہ حق تعالیٰ ان کے لئے اپنی عظمت ظاہر نہیں کرتا جس کی وہ طاقت رکھتے ہیں اور انہیں چھٹی دیتا ہے، ہاں اپنی عظمت اس وقت بتاتا ہے جب پہلے وہ عرفہ میں ٹھہریں، پھر مزدلفہ میں اور تیسرے مقام منیٰ میں چنانچہ اس طرح وہ مکہ کے قریب آتا جائے گا اور اللہ کی زیادہ سے زیادہ تعظیم کرے گا اور آخر کار مکہ اور حرم شریف میں داخل ہو جائے گا، وہاں جا کر ہر ایک

اپنی ہمت کے مطابق اللہ کی پہچان کرے گا اور کبھی تعظیم میں ہمارے لئے وہ مقام ہوگا کہ جس سے دوسرے استغفار کرتے ہیں اور جو کچھ ہم سے اوجھل ہوا تو ہم نے شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا ''جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ یہ ہے کہ عمرہ کرنے والے پر عمرہ کے احرام کے لئے حِل (حرم کے مقابلے میں) کے قریب نکلنا لازم نہیں کیونکہ اس بارگاہ میں پہنچ چکا ہے جو اللہ کے قرب کا مقام ہے لہٰذا وہاں سے نکلنے کا کوئی معنیٰ نہیں۔ (یہ طریقہ شافعی حضرات کا ہے)

آپ ہی فرماتے ہیں رہا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ تو انہیں صرف اس لئے نکلنے کا حکم ملا کہ وہ باہر سے آ رہی تھیں، پھر انہیں ماہواری آ گئی تو انہیں اسی صورت میں قضاء کا حکم ملا جیسے ان سے رہ گیا تھا لیکن جمہور اس بات کے خلاف ہیں لہٰذا اے بھائی! سنت پر عمل کرو، اپنے دل میں آنے اور عقل میں آنے والی بات پر نہ چلو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ثواب، اجر اور درجات اس شخص کے لئے مقرر کئے ہیں جس کے کام اس حکم کے تابع ہوں جو اللہ نے دیا ہے، گویا شارع علیہ السلام کی زبان حال یہ کہہ رہی ہے کہ امت میں سے جو شخص دور والے راستے سے میری طرف نہیں آتا، میں اسے دور کر دیتا ہوں۔ میں اسے اپنے ہاں جگہ نہیں دیتا۔

اے بھائی! اللہ تعالیٰ کی شان میں غور کریں تو وہ ہمارے لئے شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور اس کے باوجود اس نے ہمارے اور اپنے درمیان پردہ ڈال رکھا ہے اور وہ اپنی پاکیزگی کے لحاظ سے ہمیں سب سے جدا نظر آتا ہے اور جب یوں ہو گئے تو وہ ہمیں دوبارہ حکم دیتا ہے کہ چلتے آؤ اور یہ اس شخص کی طرح جو دور مکان میں تھا اور پھر وہ قرب کے مقام پر واپس آ گیا جہاں پہلے ٹھہرا ہوا تھا لہٰذا ہم سالک ہی رہتے ہیں اور پردے اٹھا دیئے جاتے ہیں چنانچہ ہم بارگاہِ الٰہی میں ظاہر ہونے کے مقام تک لوٹ آتے ہیں اور اگر ہم راہِ خدا میں چلے بغیر قربِ الٰہی میں جانا چاہیں تو یہ ہمارے لئے صحیح نہ ہوگا۔

اے بھائی! اس کی وضاحت کے لئے تمہیں بارگاہِ الٰہی کی طرف اس وقت سے پہلے دیکھنا ہوگا جب اس نے ساری مخلوقات پیدا فرمائی، وہاں تمہیں اللہ دکھائی دے گا اور صرف تم ہو گے اور یہ نہ کہو کہ وہاں کوئی دیکھتا نہ ہوگا کیونکہ جب ہم اپنے آپ کو مثالیں گے تو جو وہاں ہوگا وہ بارگاہ ہی میں جائے گا یا اس کو عقل میں لائے گا۔ اسے ذہن نشین کر لو، یوں اللہ تعالیٰ جب بھی کسی ایک کو پیدا کرتا ہے تو وہ تمہارے سامنے اور تمہارے وہم میں اللہ سے دور جگہ بناتا ہے کیونکہ (مخلوق اور خالق کا) حلول اور اتحاد تو ہوتا نہیں لہٰذا مخلوق کا دائرہ دیکھنے میں وسیع ہو رہا ہے، اور وجود کے افراد زیادہ ہونے کی وجہ سے ایک کے بعد دوسرا آتا جا رہا ہے جبکہ اللہ کا دائرہ تمہارے سامنے تنگ ہو رہا ہے لہٰذا کبھی بھی تم حق تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکو گے کیونکہ تم مخلوق کو دیکھتے ہو بلکہ ان میں سے کسی کا دائرہ بڑا ہوتا ہے تو وہ معطل ہو جاتا ہے اور دونوں جہان کا گھاٹا کھاتا ہے کیونکہ وہ تو مخلوق کا دائرہ وسیع ہوتے دیکھتا ہے اور ہر اس شے کو دیکھتا ہے جس پر اس کی عقل جواب دے دیتی ہے جیسے پہاڑ، سمندر اور یہ فضاء، نور ایمان اس سے پوچھتا ہے کہ اس سے آگے کیا ہے؟ اگر وہ آسمان، سمندر، پہاڑ یا فضاء کا نام لیتا ہے تو وہ پھر پوچھتا ہے کہ اس سے آگے کیا ہے؟ جب اللہ کو پاکیزہ کہنے والوں کی عقلیں اس حد تک حیران ہو جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ خاص کاموں کی وجہ سے ان پر سلوک لازم کرتا ہے، وہ کام جن کے لئے اللہ نے ان کی طرف رسول بھیجے اور فرماتا ہے اگر تم میری بارگاہ میں اس دروازے کے علاوہ قرب چاہتے ہو جس دروازے کو میں نے تمہارے لئے شروع کیا ہے تو

میری بارگاہ سے دور ہی ہوتے چلے جاؤ گے، اس پر مخلوق نے کہا کہ ہم نے تیرا حکم سن لیا لہٰذا تیری پیروی کریں گے چنانچہ وہ شریعت پر عمل کرتے چلے جاتے ہیں۔

مخلوق کا دائرہ ان افراد کے گھٹنے کی وجہ سے تنگ ہوتا ہے جن کی وجہ سے مخلوق کا وجود یکے بعد دیگرے بڑھتا ہے جبکہ حق تعالیٰ کا دائرہ اس وقت تک وسیع ہوتا ہے جب تک وہ پہلے حال پر نہیں آ جاتے چنانچہ اس مقام پر وہ اللہ کے علاوہ کسی اور کو نہیں دیکھتے لہٰذا یہ کہنا مناسب نہیں کہ پھر کسی وجہ سے اللہ نے اپنے بندوں کو اس بارگاہ میں نہیں ٹھہرایا جہاں سے پہلے انہیں بکھیر دیا گیا تھا اور انہیں اس تھکاوٹ سے بے نیاز کیوں نہیں کر دیا کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ اس حکم کے علاوہ اس بات کا علم پہلے نہیں کہ ترقی درجوں میں ہوتی ہے جبکہ علم پہلے ہونے میں یہ نہیں کہا جاتا کہ کیوں ایسا ہوا؟ بلکہ ادب یہ ہے کہ بندہ اس معاملے میں اللہ تعالیٰ سے حکمت کا زوردار مطالبہ کرے اور جب وہ اسے اس کی حکمت بتا دے تو وہ دیکھ لے کہ جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے کرتا ہے وہ معرفت کے لحاظ سے مکمل ہے۔

اس بارے میں تم حضور اکرم ﷺ کو بلند آسمانوں کی طرف لے جانے کی حکمت مین غور کرو گے تو تمہیں اس بات کا پتہ چل جائے گا جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے "اللہ تعالیٰ بہت علم والا دانا ہے۔"

عرفات میں ٹھہرنے کی وجہ

حضرت ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ یہ وقوف (ٹھہرنا) جبل (جبل عرفات) میں کیوں ہوتا ہے، حرم میں کیوں نہیں ہوتا؟ تو فرمایا کیونکہ کعبہ شریف اللہ کا گھر ہے اور حرم، اللہ کا دروازہ ہے اور جب ٹولیاں بنا کر لوگ کعبہ کا ارادہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں دروازے پر کھڑا کرتا ہے، وہ گریہ زاری کر رہے ہوتے ہیں۔ عرض کی گئی اے امیر المؤمنین! تو پھر مشعر الحرام میں کھڑا ہونے کا کیا معنیٰ؟ فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے انہیں حرم میں داخل ہونے کا حکم دیا تو انہیں دوسرے پردے میں کھڑا کیا جسے مزدلفہ کہتے ہیں اور جب ان کی گریہ زاری بہت بڑھ گئی تو انہیں حکم دیا کہ اپنی قربانیاں منیٰ کے قریب لے جاؤ اور جب انہوں نے میل کچیل دور کر لی، قربانی کر لی اور ان کی بنا پر ان گناہوں سے پاک ہو گئے جو ان پر بوجھ تھے تو حکم دیا کہ پاکیزہ ہونے کی حالت میں اس کی زیارت کرو۔

تشریق کے روزے حرام کیوں ہیں

پھر پوچھا گیا اے امیر المؤمنین! تو پھر تشریق کے دنوں کے روزے ان پر کیوں حرام کئے گئے؟ فرمایا اس لئے کہ لوگ اللہ کی زیارت والے ہیں اور اس کی مہمانی میں ہوتے ہیں تو مہمان کے لئے یہ مناسب نہیں کہ اس گھر والے کی اجازت کے بغیر ہی روزہ رکھ لے جس نے اسے مہمان بنایا ہے۔

کعبہ پر پردہ کیوں؟

پھر پوچھا گیا اے امیر المؤمنین! کعبہ کے پردوں کے ساتھ پردوں کا کیا تعلق ہے اور اس کا مطلب کیا ہے؟ فرمایا یہ آدمی کی طرح ہے کہ جب اس کے اور اس کے ساتھی کے درمیان کوئی جرم ہو تو اس کے کپڑے سے لپٹ جائے، اس کی طرف آئے اور دل سے جھک جائے تا کہ اپنا جرم اس کے سپرد کر سکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 105

شیطانوں کو کنکر مارنے میں جلدی کرنا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ایمان رکھتے ہوئے ہم کنکریاں جلدی سے ماریں تا کہ واضح طور پر ہمیں اس کی حکمت کا پتہ چل سکے، اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اس شخص سے فرمایا تھا جس نے یوں عرض کی تھی یارسول اللہ! ہمیں کنکریاں مارنے سے کیا ملے گا؟ فرمایا اللہ کے ہاں حاضری کے موقع پر تمہیں اس کی ضرورت سب سے زیادہ ہو گی۔'' یہ آپ نے اس وقت فرمایا جب محسوس کیا کہ وہ اس کی حکمت سمجھ نہیں سکا۔

کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ایسے کاموں کا حکم فرماتا ہے جس کی حکمت ان کی سمجھ میں نہیں آتی جیسے کنکر مارنا، حجرِ اسود چومنا اور ایسی چیز کو اپنی طرف منسوب کرنا جسے اس کی دلیل کے ساتھ عقل محال جانے جیسے آسمانِ دنیا پر اللہ کا اترنا وغیرہ، اس کا مقصد یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ وہ کیسے کرتے ہیں، کیا اس چیز پر ایمان لاتے ہیں جسے اللہ نے اپنے رسولوں کی زبانی اپنی طرف منسوب کیا ہے خواہ وہ سمجھ میں آ ہی نہ سکیں یا پھر اس کو رسولوں کی مرضی پر چھوڑتے ہیں یا اسے مان تو لیتے ہیں لیکن تبدیلی کر کے، جس کی وجہ سے ان کا کامل ایمان ختم ہو جاتا ہے جیسے اکثر لوگوں کے ساتھ ہوتا رہتا ہے چنانچہ انہیں یہ خوف ہوتا ہے کہ رسولوں کو جھٹلائیں گے تو ان کی گردنیں اڑا دی جائیں گی اور یہ خوف بھی لگتا ہے کہ اگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات کو ان کے ظاہری معنیٰ کے مطابق قبول کر لیں تو پھر اللہ کو تشبیہ دینا ہوگی، اس لئے انہوں نے اپنے ہاں تاویل وتفسیر کرنا اچھا جانا ہے کیونکہ یہ دو طریقوں میں سے درمیانہ ہے۔

ہم نے ''کمالِ ایمان'' ختم ہونا لکھا ہے، کل ایمان کا ختم ہو جانا نہیں لکھا جس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ اس پر ایمان لے آتے تو اس میں تفسیر وتاویل نہ کرتے، وہ لازمی طور پر اسے غیر کے لئے سمجھتے تو اے بھائی! اللہ کے حکموں پر جائز طریقے سے عمل کرو خواہ اس کا معنیٰ سمجھ میں آ سکے یا نہ آئے۔ آگے جا کر احادیث میں اس کی حکمت بیان کی جا رہی ہے۔

شیطان کو سات کنکریاں مارنے کی حکمت

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نے ''فتوحات'' میں واضح طور پر لکھا ہے

''رمی کی کنکریاں صرف اس لئے سات ہوتی ہیں کیونکہ شیطان کنکریاں مارنے والے کے پاس وہاں سات دل لے کر آتا ہے جو ضروری ہوتے ہیں چنانچہ ہر دل کو ایک کنکری ماری جاتی ہے اور ہر کنکری مارتے وقت اللہ اکبر کہنے کا مطلب اسی لحاظ سے ہے جیسے شیطان ہمارے پاس لایا تھا اور دیر تک ایسا کرتا رہا۔''

آپ فرماتے ہیں:

❁ اگر ابلیس تمہارے سامنے وہ دل لے کر آئے جس کے ذریعے شبہ ڈالتا ہے کہ اللہ ''ممکن'' ہے تو اسے وہ کنکر مارو جس میں ہمیں اللہ کو ترجیح دینے کی ضرورت ہے اور وہ یہ ہے کہ ذاتی طور پر اللہ کا موجود ہونا لازمی ہے۔

❁ اگر یہ دل لے کر آئے کہ اللہ جوہر ہے تو اسے دوسرا کنکر مارو، کیونکہ جوہر ہونا مان لیں تو لازمی طور پر وہ کسی چیز (جگہ) میں ہوگا اور اسے اپنے وجود کے لئے کسی اور کی ضرورت ہوگی۔

❁ اگر وہ یہ دل لے کر آئے کہ اللہ جسم ہے تو اسے وہ کنکر مارو جس میں وہ اس بات کے محتاج ہوگا کہ اس کے لئے بنیادی چیزیں ہوں پھر انہیں جوڑا جائے اور اس کے کئی حصے ہوں (تب جسم بنے گا اور اللہ اس سے پاک ہے)

❁ اگر تمہارے پاس اللہ کے عرض ہونے کا ذہن لے کر آئے تو اسے وہ کنکر مارو جس میں اسے کسی چیز کی ضرورت ہوسکتی ہے اور وہ نہ ہونے کے بعد ظاہر ہوا ہوگا۔

❁ اگر تمہارے پاس اللہ کی علت اور سبب ہونا لے کر آئے جس میں وہ علت اور اللہ (معلوم) ایک جیسے ہو جائیں تو اسے پانچواں کنکر مارو اور وہ یہ فرمان ہے کہ ''اللہ تو تھا لیکن اور کوئی چیز نہ تھی۔''

❁ اگر تمہارے پاس اللہ کا طبیعت ہونا لے کر آئے تو اسے چھٹا کنکر مارو، یہ طبیعت اس بات کی دلیل ہے کہ وہ زیادہ تعداد میں ہوسکتا ہے اور پھر ہر طبیعت اللہ کے ساتھ اکٹھا ہونے کے لئے کسی اور چیز کی محتاج ہوگی تا کہ طبیعت والے کئی جسم پیدا کئے جاسکیں کیونکہ طبیعت گرمی، سردی اور تری، خشکی چار چیزوں سے بنتی ہے جن میں گرمی اور سردی کام کرتی ہیں تو ان کے نتیجے میں تری اور خشکی پیدا ہوتی ہے (پہلی دو کو فاعل اور دوسری دو کو مفعول کہتے ہیں) ذاتی طور پر یہ سب نہ تو اکٹھی ہوسکتی ہیں اور نہ ہی جدا ہوسکتی ہیں بلکہ اگر کہیں اکٹھی پائی جاسکتی ہیں تو وہ گرم، سرد، تر اور خشک چشمہ ہی ہو سکتا ہے۔

❁ اگر تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا معدوم ہونا لے کر آئے اور تم سے کہے کہ جب حق تعالیٰ اوپر والی کسی شکل میں نہیں اور نہ معدوم ہے تو پھر کیا چیز تھا؟ لہٰذا اسے ساتواں کنکر مارو، یہ ممکن چیزوں میں اس کے ہونے کا پتہ دیتی ہیں اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ نہ ہونے والی چیز کا کوئی بھی اثر نہیں ہوا کرتا۔

یہ بہت نفیس کلام ہے۔

اے بھائی! تم اپنے نفس پر محنت کرو اور وہ بھی کسی شیخ کی راہنمائی میں تا کہ دل میں کھٹکنے والی چیز کو محسوس کر سکو جو شیطانی ہیں پھر تم دیکھتے اور سنتے ہو کہ کون اسے لایا ہے لہٰذا کشف اور یقین کی بنا پر اسے کنکر مارو ورنہ ان پر ایمان رکھنے کی وجہ سے مارو اور یوں تم دل کی آنکھوں سے ان کنکروں کو پہچان سکتے ہو جو قبول ہوئیں یا نہ ہوسکیں لہٰذا اس سبب کو دور کرنا ہو گا جس کی وجہ سے تمہارے وہ کنکر قبول نہ ہوئے چنانچہ انہیں چھوڑ کر توبہ کرنا ہو گی کیونکہ جس کا عمل قبول نہیں ہوا تو ایسے ہے جیسے اس نے وہ کام کیا ہی نہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے

''اور اگر اسے موسلا دھار بارش نہ ملے تو وہ...... ہے۔'' (اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔'')

❁ حضرت بزار، طبرانی اور ابن حبان نے ایک طویل مرفوع حدیث لی ہے ''جب کنکر مارے گا تو کسی کو معلوم نہ ہو سکے گا کہ اسے کیا ملے گا لیکن قیامت کے دن اللہ اسے پورا اجر دے گا۔''

❁ ابن حبان کی روایت یوں ہے ''رہا جمروں پر تمہارا کنکر مارنا تو مارے جانے والے ہر کنکر پر تمہارے بڑے گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔''

❁ میں کہتا ہوں کہ اس (بڑے گناہ) کا مفہوم وہی سات دل سمجھنا چاہئے جنہیں حضرت محی الدین ابن عربی نے بیان فرمایا ہے کیونکہ دل میں ہر کھٹکا بلاشبہ بڑا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁ امام طبرانی رحمہ اللہ کی روایت یوں ہے ''ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ ہمیں کنکر مارنے سے کیا حاصل ہوگا؟ تو فرمایا ''تمہیں اللہ کے ہاں جا کر پتہ چلے گا کہ اس کی بہت ضرورت ہے۔''

❁ ابن خزیمہ اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے ''جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اللہ کا حکم ماننے آئے تو جمرۂ عقبہ والی جگہ پر شیطان نے رکاوٹ ڈالی جس پر آپ نے اسے دس کنکر مارے جن کی وجہ سے وہ زمین میں دھنس گیا، پھر دوسرے جمرہ پر رکاوٹ ڈالی تو آپ نے اسے سات کنکر مارے جن کی وجہ سے وہ زمین میں دھنس گیا، اور پھر تیسرے جمرہ پر سامنے آیا تو آپ نے اسے سات کنکر مارے جن کی وجہ سے وہ زمین میں دھنس گیا۔''

❁ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ شیطان کو تم کنکر مارتے ہو تو اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کر رہے ہوتے ہو۔

❁ طبرانی اور حاکم حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھتے ہیں، بتاتے ہیں ''ہم نے عرض کی ''یارسول اللہ! ہر سال جانے والے کنکروں کے بارے میں ہم سمجھتے ہیں کہ یہ گھٹ جاتے ہیں۔ اس پر فرمایا ''جو قبول ہوتے ہیں، وہ اٹھا لئے جاتے ہیں اور اگر ایسا نہ ہو تو تم انہیں پہاڑ بنا دیکھو۔''

میں کہتا ہوں، ایسے تمام کنکر جو ہر سال مارے جاتے ہیں، ساٹھ لاکھ حاجیوں کی طرف ستر کنکر فی حاجی کے حساب سے مارے جاتے ہیں چنانچہ پھینکنے والوں کی طرف سے ہر سال ہر کنکر جو ستر مرتبہ مارا جاتا ہے چھ لاکھ کی طرف سے ہوئے (کل کنکر چار کروڑ بیس لاکھ سالانہ بنتے ہیں)۔

ہر سال چھ لاکھ انسان حج کرتے ہیں

اس کی وضاحت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ سے ہر سال چھ لاکھ حاجیوں کے حج کا وعدہ کر رکھا ہے لہٰذا رسول اللہ ﷺ اپنے اس فرمان میں سچے ہیں۔ ”اگر کنکر نہ اٹھائے جائیں تو تم انہیں پہاڑ کی شکل بنا دیکھتے۔“ یعنی کئی سالوں میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 106

قربانی میں بال مونڈھنا یا کتروانا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم قربانی میں جب بھی اپنے بال مونڈھیں یا انہیں ترشوائیں تو بڑا مقصد یہ ہو کہ رسول اللہ ﷺ کی اس دعا کے حقدار بن جائیں جو آپ نے ہمارے لئے یوں فرمائی تھی ”اے اللہ! سر منڈھوانے والوں کو بخش دے۔“

بال مونڈھنے یا ترشوانے میں حکمت

ہمارے شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں بالوں کو اتارنے کے لئے مونڈھنے یا ترشوانے میں حکمت و راز یہ ہے کہ اس کا حکم ہے کیونکہ ”شَعر“ کا لفظ ”شُعُور“ سے لیا گیا ہے تو گویا مونڈھے سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ شعور (بال) نہ رہیں اور اس کی جگہ علم آ جائے کیونکہ بال رہنا، سر پر پردہ ہوتا ہے۔“

مصنف ابن عربی کو سراہتے ہیں

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ نے حج کے تمام راز ”فتوحاتِ مکیہ“ میں بتا دیئے ہیں لہٰذا وہاں سے دیکھ لو کیونکہ یہ عجیب وغریب ہیں، ہمیں آج تک ایسا شخص دکھائی نہیں دیا جس نے ان کی اتنی وضاحت کی ہو۔

❁ امام بخاری ومسلم وغیرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ”اے اللہ! سر منڈانے والوں کو بخش دے، اس پر صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ! کترانے والوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ نے پھر فرمایا کہ مونڈھنے والوں کو بخش دے، انہوں نے پھر عرض کی کہ کترانے والوں کا حکم کیا ہے؟ آپ نے پھر فرمایا کہ مونڈھنے والوں کو

بخش دے اور انہوں نے پھر عرض کی کہ تراشنے والوں کا کیا حکم ہے تو آپ نے فرمایا انہیں بھی بخش دے۔''

امام مسلم کے مطابق حضرت ام حصین رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا فرماتے سنا تھا۔ آپ نے منڈھوانے والوں کے لئے تین مرتبہ جبکہ ترشوانے والوں کے لئے ایک مرتبہ دعا فرمائی۔

❁ امام احمد اور طبرانی نے حضرت مالک بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے تین مرتبہ فرمایا کہ ''اے اللہ بال منڈھوانے والوں کو بخش دے جس پر ایک شخص نے عرض کی کہ ترشوانے والوں کے لئے بھی دعا فرما دیں تو آپ نے تیسری یا چوتھی مرتبہ میں فرمایا کہ ترشوانے والوں کو بخش دے۔''

❁ حضرت مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے بتایا میں اس وقت سر منڈائے ہوئے تھا چنانچہ مجھے سر منڈانے پر سرخ اونٹوں (قیمتی) یا بڑے اجر پر مسرت نہ ہوئی۔

میں کہتا ہوں اس سلسلے میں جو بات میرے سامنے آئی ہے، وہ یہ ہے کہ آپ نے بال منڈانے والوں کے لئے تین مرتبہ بخشش کی دعا صرف اس لئے کی کیونکہ وہ دیکھ رہے تھے کہ ہم نے ملنے والے حکم کی پوری پیروی کی ہے اور یہ چیز چونکہ خاص لوگوں کے گناہ شمار ہوتی ہے لہٰذا انہیں ضرورت تھی کہ ان کے لئے تین مرتبہ دعا کی جائے جبکہ ترشوانے والے ایسے نہیں ہیں کیونکہ وہ تو اپنی کوتاہی ماننے والے تھے چنانچہ ان کے لئے ایک ہی مرتبہ دعا فرمائی کیونکہ ملنے والے حکم کو پورا کرنے کے دعویٰ سے دوسروں کی نفی کر دی گئی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نمبر 107

خوب پیٹ بھر کر زمزم پینا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے ہیں کہ جب تک ہم مکہ میں ٹھہرے رہیں تو حضرت سائب رضی اللہ عنہ کے اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے خوب پیٹ بھر کر آبِ زمزم پیا کریں انہوں نے فرمایا تھا ''حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مشکیزے سے پانی پیو کیونکہ یہ سنت ہے'' اور پھر اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے انبیاء اور ہمارے دور کے اولیاء و اقطاب کی پیروی کیا کریں۔

آبِ زمزم سے شفاء

جب میں نے ۹۴۷ھ میں حج کے بعد آب زم زم پیا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے اور بھائیوں کے لئے ستر ضرورتوں کی دعا کی تھی چنانچہ اس نے ہماری تمام دنیوی ضرورتیں پوری فرما دیں اور اللہ سے امید ہے کہ وہ اپنے کرم سے آخرت کی ساری ضرورتیں بھی پوری فرمائے گا کیونکہ دنیا کی ضرورتیں پوری ہو جانا، آخرت والی ضرورتوں کے لئے بنیاد بنتا ہے۔

ان ضرورتوں میں سے خربوزے جتنا ایک وہ پھوڑا تھا جو میرے پہلو میں جلد کے نیچے نکلا اور پھٹ گیا تھا، حالانکہ مصر کے حکیموں نے اس بات پر اتفاق کیا تھا کہ میرا پہلو چیر کر (آپریشن کر کے) اسے نکالا جائے گا، اسی دوران میں نے اس سے شفاء کے لئے آب زمزم پی لیا جس سے اللہ تعالیٰ نے میرے اندر گرمی پیدا کر دی چنانچہ تین دن میں اس نے اسے پکا کر ختم کر دیا، وہاں سے چوپائے کے بچے جیسی سیاہ جونک کی طرح کوئی چیز نکلی اور وہ جگہ بھر گئی اس کے نکلتے وقت مجھے ایسی درد محسوس ہوئی جیسے عورت کو (دردِزہ کے طور پر) ہوتی ہے چنانچہ آب زمزم پینے کی برکت سے مجھے آرام آ گیا اور میں نے یقین کر لیا کہ اس کے بارے میں ملنے والی حدیث بالکل صحیح ہے جو اسے پینے کے بارے میں ہے، اللہ ہی شفاء دیتا ہے کیونکہ پانی ذاتی طور پر ایسے کام نہیں کیا کرتا لہٰذا اے بھائی زمزم پیو اور اسے بارش وغیرہ کے پانی سے پہلا مرتبہ دو کیونکہ اسے پینے سے ایمان میں مٹھاس آتی ہے اور یہ تمہاری بیماریوں کے لئے شفاء بنتا ہے۔

پھر تاجروں کی طرح یہاں سے چادریں وغیرہ خریدنے سے گریز کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بارگاہ میں آنے والے ہر ایسے فقیر پر ترازو لگا ہوا ہے کہ اس کی مشکلات ختم نہ ہوں گی اور جو قربانی کے جانور لائے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنا اصل مال بھی گھٹا لے ورنہ اللہ تعالیٰ اس پر وہ شخص مسلط کر دے گا جو راستے میں اس کی چوری کر لیگا اور یہ اس کے لئے سزا ہوگی چنانچہ حج سے واپسی پر قرضوں کے نیچے دب جائے گا اور موت بھی اسے تنگی دے گی جیسے تجربہ ہو چکا ہے، یہ بھی اسی بات کی سزا ہوگی لہٰذا اسے ذہن میں رکھو، اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔

❁ طبرانی اور ابن حبان نے بتایا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا "پوری روئے زمین پر آب زمزم سب سے بہتر پانی ہے کیونکہ اس میں کھانے کا سامان اور بیماریوں کی شفاء موجود ہے جبکہ زمین پر سب سے برا پانی وہ ہے جو وادیٔ برھوت میں ہے جو حضر موت کے جنگل میں ہے۔" (الحدیث)

میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث اس پانی کا رد نہیں کرتی جو نبی کریم ﷺ کی منور انگلیوں سے پھوٹ پڑا تھا کیونکہ وہ زمینی پانی نہ تھا بلکہ وہ تو معجزات میں شمار ہوتا ہے چنانچہ علامہ بلقینی رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ وہ آب زمزم سے بڑھ کر درجہ رکھتا ہے۔ واللہ اعلم۔

❁ حضرت بزار کی مرفوع روایت میں ہے "آب زمزم میں کھانے کا سامان ہے اور یہ بیماری سے شفا بنتا ہے۔" کھانے کا سامان کا مطلب یہ ہے کہ اسے پی کر انسان سیر ہو جاتا ہے۔

❁ امام طبرانی رحمہ اللہ کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ ہم اس پانی کو شباعہ کہتے تھے اور ہم نے دیکھا کہ یہ اہل وعیال کی خاطر مددگار بنتا ہے۔

❁ حضرت دار قطنی رحمہ اللہ نے مرفوعاً لکھا ہے "آب زمزم ہر مقصد پورا کرتا ہے، اگر شفاء کے لئے پیو تو شفا دیتا ہے، سیر ہونے کے لئے پیو تو سیر کرتا ہے، پیاس بجھانے کے لئے پیو تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے پیاس ختم کر دیتا ہے، یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا کھودا ہوا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے پلایا جانے والا ہے۔"

حاکم نے اس میں اتنا اور بڑھایا ہے "اگر تم اسے پناہ لینے کے لئے پیو تو اللہ تمہیں پناہ دے گا چنانچہ حاکم بتاتے

ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آب زمزم پیتے تو یوں دعا کرتے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّشِفَاءً مِّنْ کُلِّ دَاءٍ۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے بتایا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ آب زمزم پیتے وقت چہرہ کعبے کو کر لیتے اور کہتے کہ اے اللہ! رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''آب زمزم ہر وہ کام کرتا ہے جس کے لئے اسے پیا جائے۔'' لہٰذا میں اسے قیامت کے دن کی پیاس کے لئے پی رہا ہوں، پھر اسے پی لیتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمبر 108

مکہ اور مدینہ میں مسجد کے اندر نماز کی کوشش کرنا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے ہیں کہ ہم مکہ اور مدینہ کی مسجدوں میں زیادہ سے زیادہ نمازیں (نفل) پڑھیں کیونکہ اس بارے میں بہت فضیلت بتائی گئی ہے۔ شارع علیہ السلام نے ہمیں صرف اس لئے ان مسجدوں کی فضیلت بتائی ہے کہ ان شہروں میں ٹھہرنے کے دوران نفلوں کو غنیمت جانیں خصوصاً وہ نمازیں جن میں عاجزی ہی عاجزی ہو جیسے عام طور پر کیا جاتا ہے چنانچہ ایسے شخص کے لئے دو چیزیں جمع ہو جاتی ہیں، ایک تو مسجد کی فضیلت اور دوسرا بارگاہ میں حاضری اور کئی مرتبہ کچھ نمازیوں کے لئے اتنا اجر ہوتا ہے جو شمار نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ بادشاہ کا ہم مجلس بنتا ہے اور بادشاہوں کے ہم مجلس لوگوں کے انعام گنتی میں نہیں آیا کرتے اور ''نماز'' کی خواہش نبوی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان گذر چکا ہے ''نماز ہر شے سے بہتر ہے۔'' کیونکہ اس میں پورا بدن کام کرتا ہے لہٰذا بڑا عمل، نماز اور طواف ہی ہونا چاہئے نہ حج کے باقی کام اور ضروری حاجتیں۔

یہ وہ ہدایت ہے جس سے وہ بہت سارے تاجر غفلت کرتے ہیں جو حج کے دنوں میں سامان وغیرہ بیچتے ہیں چنانچہ انہیں طواف بلکہ نماز کا بھی موقع نہیں ملتا اور جس کی وجہ سے وہ دن کو غافل ہوتے اور رات کو سو جاتے ہیں یا ان کی حالت خرید و فروخت کے مطابق ہوتی ہے، اور حاجی کے کوچ کرنے تک ایسا ہوتا ہی رہتا ہے۔

میں نے ان کے قاضی کے ساتھ ایسا معاملہ ہوتے دیکھا (وہ عالم تھا) کیونکہ وہ سامان لے کر آیا تھا چنانچہ میں نے ایک دن اسے اکیلے طواف کرتے اور اکیلے ہی نماز پڑھتے دیکھا، وہ بہت بڑی نیکی سے رہ گیا لہٰذا جو تاجر نماز کے لئے پورا وقت نکالنا چاہتا ہے تو خرید و فروخت کے لئے اسے اپنا نائب بنانا چاہئے لیکن ایک شرط ہو گی کہ وہ طواف وغیرہ کے موقع پر حساب و کتاب اور نفع نقصان سے الگ رہے کیونکہ وہاں جس کا یہ ارادہ ہو گیا تو وہ بھلائی حاصل کرنے سے رہ جائے گا کیونکہ دل تو ایک ہی کام کر سکتا ہے اور جب وہ ایسے کام کی طرف توجہ کرے گا تو دوسروں سے چھپ جائے گا اور فیصلہ اسی بارے میں ہو گا جو ان دونوں میں غالب ہو۔ ''اللہ جسے چاہے سیدھی راہ کی طرف راہنمائی فرماتا ہے۔''

❁ مسلم، نسائی اور ابن ماجہ فرماتے ہیں ''میری اس مسجد میں نماز پڑھنا، مسجد حرام کو چھوڑ کر باقی تمام

مسجدوں میں پڑھنے سے افضل ہے۔''

- تاہم ابن حبان اور بزار کی روایت یوں ہے ''میری اس مسجد میں ایک نماز پڑھنا دوسری مسجدوں میں پڑھی جانے والی ہزار نماز سے بہتر ہے البتہ مسجد حرام میں پڑھی جانے والی نماز اس سے سوگنا زیادہ مرتبہ والی ہوتی ہے۔''
- امام احمد اور ابن ماجہ نے لکھا ہے ''مسجد حرام میں پڑھی جانے والی نماز ایک لاکھ سے زیادہ مرتبہ والی ہوتی ہے۔''
- بزار نے مرفوعاً لکھا ہے ''میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد انبیاء کی مسجدوں کے لئے خاتم (اعلیٰ) ہے۔''

حرم مکہ و مدینہ اور بیت المقدس کی فضیلت والی احادیث بہت ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 109

اہل مدینہ کا شکوہ نہ کرو

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اہل مدینہ منورہ میں سے کسی بھی ایک شخص کی شکایت نہ کریں اور نہ ہی اسے خوفزدہ کریں اگرچہ ہمیں اس کا حق بھی ہو، یہ سب کچھ رسول اللہ ﷺ کی خاطر کریں کیونکہ مدینہ میں رہنے والا ہر شخص آپ کا ہمسایہ ہوتا ہے۔

اس ہدایت سے بہت سارے تاجر اور حاجیوں کے امیر غفلت کرتے ہیں کیونکہ ایسے لوگ نفع کے لئے سفر کرتے ہیں لیکن گھاٹے میں رہتے ہیں، اس لئے کہ یہ لوگ اس شخصیت کی تعظیم میں خرابی پیدا کرتے ہیں جن کی وجہ سے ہر ایک چیز کو وجود ملا ہے۔ اللہ کی قسم! آج کل اکثر لوگوں کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محبت ان کے گلے سے نیچے نہیں جاتی حالانکہ آپ کی کم سے کم تعظیم یہ ہونی چاہئے کہ آپ کو دنیا کے عظیم بادشاہوں جتنی عزت دی جائے اور جو اس مرتبہ سے گھٹا ہو گا وہ بہت کم ایمان والا ہو گا اور خدا کی قسم اگر میں اس وقت رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لوں تو اس بات سے شرمسار ہو جاؤں کہ میرے جیسا ان کی زیارت کرے جبکہ میں اپنے آپ کو آپ کی زیارت کے قابل نہیں سمجھتا اور ہمارے جیسے ایسے منور چہرے کو کیونکر دیکھ سکتے ہیں جنہوں نے اللہ کو کھلم کھلا دیکھا ہے اور اس کے سامنے بیٹھے ہیں۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص گہری نظر سے دیکھ سکتا ہے، اسے تمام اہل مدینہ آزاد اور غلام، چھوٹے اور بڑے سب کے سب آپ کے گھر میں بیٹھے نظر آئیں گے اور پھر ایسا شخص کب خوفزدہ ہو سکتا ہے اور حکمرانوں سے کیسے پریشان ہو سکتا ہے جو رسول اکرم ﷺ کے گھر میں ہو؟ بلکہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص نے کسی شریف (سید زادہ) کو تکلیف پہنچائی جنہوں نے اس سے کھجوریں خریدیں اور وہ ان سے کہنے لگا کہ رافضی کتے ہو، تمہارا کوئی دین نہیں۔

خدا کی قسم! ایسی کلام اس شخص کے منہ سے نہیں نکل سکتی جس کے دل میں ذرا سی بھی محبتِ رسول اللہ ﷺ ہو کیونکہ وہاں کے شریف سارے کے سارے آپ کی اولاد ہیں اور جب یہ لوگ ان کے والد کے ساتھیوں میں سے کسی ایک سے کراہت کریں یا انہیں گالی دیں تو آخرت میں ان کا فیصلہ ان کے نانا ہی کریں گے، رہے ہم تو بلاشبہ ہم دونوں کے غلام ہیں اور کوئی بھی غلام اپنے آقا کو کتا نہیں کہہ سکتا لہٰذا اے بھائی! تم رسول اللہ ﷺ ان کی اولاد، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ہمسائیوں کا ادب کیا کرو، آپ کی اولاد کے ساتھ ان کے صحابہ کی وجہ سے دشمنی اور پاسداری نہ رکھا کرو کرو، نہ ہی اس کے خلاف کرو کیونکہ ایسا کرنا تمہارے حق میں بہتر نہیں، اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے ''اہل مدینہ کے ساتھ جو شخص بھی مکر و فریب کرے گا، اس کا نام و نشان یوں ختم ہو گا جیسے پانی میں نمک نہیں ملتا۔''

❁ مسلم وغیرہ کی روایت میں ہے ''کوئی بھی شخص مدینہ والوں کو تکلیف پہنچانے کی کوشش کرے گا تو اللہ تعالیٰ جہنم میں اسے یوں پگھلا دے گا جیسے قلعی پگھلتی ہے یا پانی میں نمک گھل جاتا ہے۔''

❁ امام احمد وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے، فرمایا ''جو اہل مدینہ کو خوفزدہ کرے گا تو وہ میرے پہلو والی چیز (دل) کو خوفزدہ کرتا ہو گا۔''

اسی وجہ سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے، جو مدینہ والوں کو خوفزدہ کرے گا تو وہ رسول اللہ ﷺ کو خوف زدہ کرے گا۔''

❁ طبرانی بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اے میرے اللہ! جو شخص اہل مدینہ پر ظلم کرے یا انہیں خوفزدہ کرے تو تو بھی اسے خوف زدہ فرما، اس پر اللہ، فرشتوں اور سب لوگوں کی طرف سے لعنت ہو گی اور نہ کوئی عبادت ہی قبول ہو گی۔''

لفظ ''صرف'' اور ''عدل'' کی تحقیق

میں کہتا ہوں کہ علم تو اللہ کو ہے لیکن فرمان کا شاید مطلب یہ ہے کہ اس کے فرض و نفل قبول نہ ہوں گے کیونکہ ''صرف'' فرض کو کہتے ہیں اور (حدیث کا لفظ) ''عدل'' نفلوں کو کہتے ہیں۔ (بحوالہ سفیان ثوری) کچھ حضرات بتاتے ہیں ''صرف'' سے مراد نفل عبادت اور ''عدل'' فرض نماز کو کہتے ہیں، کچھ بتاتے ہیں کہ ''صرف'' سے مراد توبہ اور ''عدل'' سے فدیہ مراد ہے۔'' حضرت مکحول فرماتے ہیں کہ ''صرف'' سے مراد کاروبار اور ''عدل'' فدیہ کو کہتے ہیں، یہ بھی کہتے ہیں کہ ''صرف'' وزن کو کہتے ہیں اور ''عدل'' پیمائش کو۔ اس کے علاوہ بھی بتایا جاتا ہے۔

❁ امام طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو اہل مدینہ کو تکلیف دے گا، اللہ اسے تکلیف دے گا۔'' (الحدیث)

واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 110

سرحدوں کی حفاظت کے لئے تیار رہنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ جب ہم مجاہدوں کی سرحد پر پہنچیں تو یہ نیت کر لیں کہ جب تک وہاں رہیں گے، سرحد کی حفاظت کریں گے خواہ وہاں کوئی بھی دشمن دکھائی نہ دے کیونکہ دشمن وہاں آ تو سکتا ہے۔

اسی بنا پر انسان کے لئے یہ مستحب ہے کہ تیر اندازی، تلوار زنی اور نیزہ بازی سیکھے تا کہ اپنے آپ، اہل وعیال اور کسی بھی جگہ میں رہنے والے مسلمانوں کی حفاظت کر سکے خواہ وہ دشمن کافر ہو، باغی ہو یا پھر ڈاکو ہو اور جسے اللہ نے ہمت دی ہو، اس کے لئے یہ بات بہت بری ہے کہ اس کام سے بخیلی کرے اور جنگی سامان سے واقف نہ ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کبھی اس کے پاس کوئی چور آ جائے اور اس کی عزت خراب کر دے، اس کا مال لے جائے یا اسے قتل کر دے یا پھر زخمی کر دے۔ ”اللہ تعالیٰ بڑے علم والا دانا ہے۔“

❁ امام بخاری ومسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ”راہ خدا میں ایک دن سرحد کی حفاظت دنیا اور اس میں موجود ہر شے سے افضل ہے، جنت میں سونٹے جتنی جگہ دینا اور اس پر موجود ہر شے سے افضل ہے اور راہ خدا میں ہوتے ہوئے ایک مرتبہ واپس آتا ہے یا وہاں سے روانہ ہوتا ہے تو دنیا اور اس پر موجود ہر شے سے افضل ہے۔“

❁ مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ”رات اور دن میں سرحد کی حفاظت پورا مہینہ روزے رکھنے اور اس کی راتوں میں قیام سے بہتر ہے اور اگر اس میں فوت ہو جائے تو اس کے وہ کام جاری گنے جاتے ہیں جو وہ کرتا رہا، اس کی روزی بھی جاری رہتی ہے اور وہ فتنہ ڈالنے والوں سے بچا رہتا ہے۔“

❁ طبرانی میں اتنا اور زیادہ ہے ”اسے قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔“

❁ ابوداؤد، ترمذی، حاکم اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے ”ہر مرنے والے کے عمل روک دیئے جاتے ہیں ہاں جہاد میں سرحدوں کی حفاظت کرنے والے کے نہیں کیونکہ اس کے عمل قیامت تک جاری رہیں گے اور پھر اسے قبر کی آزمائش سے محفوظ رکھا جائے گا۔“

اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 111

حجاز و شام جاتے ہوئے بھائیوں کے سامان کی حفاظت کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ جب ہم حجاز، شام یا ان کے علاوہ دوسری جگہ کا سفر کریں تو اپنے بھائیوں، ان کے ساز و سامان اور چار پایوں کی حفاظت کیا کریں، خصوصاً اس وقت جب ان کے پاس کسی کی امانت ہو یا کسی کا مال لے جا رہے ہوں، ان سب میں اپنا حق پورا ہوتا ہے اور اپنے بھائیوں کا بھی لہٰذا مسافر کے لئے مناسب یہ ہے کہ رات اور دن کے وقت نیند غالب نہ ہونے کی صورت میں کم سوئے اور سفر سے پہلے سو لے تاکہ ہوشیار ہو کر سفر پر جائے۔ ''اللہ تعالیٰ اس وقت اپنے بندے کی مدد فرماتا رہتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہے۔''

اکثر حاجی لوگ اس ہدایت پر عمل کرنے میں غفلت کرتے ہیں چنانچہ کوئی اونٹ کا تنگ دیکھتا ہے تو حاجی کا اونٹ یا پگڑی لے جاتا ہے حالانکہ وہ اس تنگ کے بغیر گذارہ کر سکتا ہے لیکن وہ اس کا خیال نہیں رکھتا کیونکہ اس کا دل اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ ملا نہیں ہوتا۔

یہی وجہ ہے کہ کچھ حضرات نے اس بات کو مستحب قرار دیا ہے کہ ہر شہر، محلّہ یا اقلیم والے اس تعلق اور تنگ وادیوں میں ہلاکتوں سے بچنے کی وجہ سے آپس میں اکٹھے ہوں کیونکہ ایسا ہوتا رہتا ہے کہ ایک بوجھ لدے اونٹ کا پاؤں پھسلتا ہے تو وہ وادی میں گر جاتا ہے اور اونٹ والا اسے گرنے سے روک نہیں سکتا لہٰذا اے بھائی! اپنے بھائیوں پر رحم کرو اور شفقت سے کام لو تاکہ سفر میں وہ تمہارے ساتھ وہ معاملہ کریں جیسا تم اس کے ساتھ کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔

❁ ترمذی نے یہ مرفوع حدیث دی ہے ''دو قسم کی آنکھیں ایسی ہیں کہ انہیں جہنم نہیں جلائے گا، ایک وہ جو اللہ سے ڈر کے مارے آنسو بہاتی ہے اور ایک وہ جو راہِ خدا میں حفاظت کے لئے رات کو کھلی رہتی ہے۔''

❁ امام احمد، ابو یعلیٰ اور طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص راہ خدا میں گئے مسلمانوں کے گرد حفاظت اور اسے عبادت سمجھے تو وہ قسم کے کفارے کے علاوہ جہنم کی آگ نہیں دیکھے گا یعنی جس کا ذکر اس آیت میں ہے ''کوئی ایسا نہیں جو اس سے گذرے گا نہیں۔''

❁ حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے ''جس نے راہ خدا میں ایک رات حفاظت کی تو یہ ایک رات اس ہزار رات سے افضل ہوگی جس کی رات میں قیام اور دن میں روزہ رکھا جاتا رہا۔''

اس بارے میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 112

غازیوں کے سامان کی حفاظت اور ان کا احترام کرنا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم تنگ گھاٹیوں وغیرہ میں غازیوں اور لوگوں کی امانتوں کی حفاظت کریں اور یونہی راستوں کی حفاظت کرنے والے سمجھدار عربوں کی بھی حفاظت کریں اور جب ہماری کوئی چیز ضائع ہو جائے تو ان پر جائز طریقے کے بغیر الزام نہ لگائیں خواہ ان کے لئے بیت المال کی دولت خرچ ہو جائے بلکہ جہاں تک ممکن ہو چمچوں، سالن اور نقدی کے ذریعے ان سے تعاون کریں تا کہ ان میں ان خوفناک جگہوں پر ٹھہرنے کا شوق پیدا ہو سکے۔ ہم لوگوں کے سامان گھیرے میں لئے رکھیں، اپنے طور پر انہیں کچھ نہ کچھ دے دیا کریں اور سوال کرنے کی خاطر انہیں ذلیل نہ کریں اور یونہی اس وقت ان کی عزت کریں جب شہر وغیرہ میں ہمارے پاس آیا کریں، اس سلسلے میں بخیلی نہ کریں اور یہ نہ کہہ دیں کہ انہیں بادشاہ کی طرف سے تنخواہ ملتی ہے حالانکہ ہم ہمت کے مطابق ان سے اچھا برتاؤ کر سکتے ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''ہم کسی کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتے۔'' اور جس کے پاس غازیوں کو دینے کے لئے نقد رقم نہ ہو تو انہیں کچھ نہ کچھ ضرور دے خواہ ایک یا آدھ روٹی ہو یا سفر کے دوران ان کے عیال کی خدمت کرتے رہیں۔ علاوہ ازیں ان کی شدید ضرورتوں کا انتظام کرے چنانچہ ان غازیوں اور راہ خدا میں ان کے عیال پر نیکی اور احسان کے ذریعے خبر لینے والے محافظوں کی مثال پر اس شخص کے ذریعے سمجھائی جا سکتی ہے جو اپنے بھائیوں کی بھلائی کے لئے سفر کرے جیسے خراج لینے والا جوان کے وقف کا مال اکٹھا کرتا ہے یا ان کے لئے دانے، لکڑیاں اور اس کے فائدے کے لئے کچھ لاتا ہے چنانچہ اس کے بھائیوں کے لئے مناسب یہ ہے کہ ان کی عیال اور اولاد پر نیکی کرے اور ان کی ضرورتیں پوری کرے۔

اس ہدایت سے غفلت وہی کر سکتا ہے جس میں مروت اور ہمدردی نہیں، آج کے اس دور میں میری ان آنکھوں نے حضرت شیخ احمد کعکی رحمہ اللہ کے علاوہ ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جو ایسا معاملہ میرے اور اپنے مریدوں کے ساتھ کرتا ہو۔

پوری گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ مومنوں کے اخلاق میں کمی آ گئی ہے کیونکہ آپس میں ان کے دلوں کے تعلق میں کمی ہو چکی ہے، ایسا وہی شخص کر سکتا ہے جس کے دل میں صاف طور پر ایمان جم چکا ہو لیکن آج کل کسی میں یہ مقام بہت کم نظر آئے گا کیونکہ حرام کھانے کی وجہ سے ان کے دلوں پر موٹے پردے آ چکے ہیں۔ ''اللہ تعالیٰ علم و حکمت والا ہے۔''

❁ نسائی، ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے یہ حدیث مرفوعاً لکھی ہے ''جو شخص راہ خدا میں کچھ خرچ کرتا ہے تو اس کا خرچہ سات سو گنا لکھا جائے گا۔''

❁ ابن حبان اور بیہقی بتاتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ''اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کی مثال اس دانے کی ہے جو سو سٹے نکالتا ہے جن میں سے ہر ایک میں سو سو دانہ ہو۔'' تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''اے اللہ!

میری امت کو کچھ اور دے۔'' چنانچہ یہ آیت اتری ''صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب ملے گا۔''

- امام بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی اور نسائی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص (سامان دے کر) راہ خدا میں کسی غازی کو تیار کر دے تو اس نے غزوہ کر لیا اور جو غازی کے گھر پر نہ ہوتے ہوئے اس کے اہل سے بھلا سلوک کرے تو وہ غازی شمار ہوگا۔''
- ابن ماجہ کی روایت میں اتنا اور لکھا ہے ''لیکن غازی کے ثواب میں ذرہ بھر بھی کم نہ آئے گی۔''
- طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص غازی کے بعد اس کے گھر والوں سے بھلائی کرے اور اس کے گھر والوں پر خرچ کرے تو اسے غازی جتنا ہی اجر ملے گا۔''

اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 113

شہادت کی آرزو کرنا

نبی کریم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اللہ کے لئے بستروں پر نہیں بلکہ راہ خدا میں شہید ہو کر مریں کیونکہ اگر ہم ایسا نہ کر سکے تو ہماری نیت نیک شمار ہوگی۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تمہیں اس شخص سے زیادہ ثواب ملتا ہے جو مرنے تک جہاد کرتا رہے کیونکہ عام طور پر مجاہدوں میں دکھلاوے اور لوگوں کو سنانے سے پیار ہوتا ہے پھر جو جہاد کی نیت کرے لیکن جہاد نہ کر سکے اور بستر ہی پر مر جائے تو کبھی یہ بھی ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی رکاوٹ کے بغیر اسے پورا ثواب دے دیتا ہے جیسے اس شخص کے بارے میں آتا ہے جو رات میں قیام کا پختہ ارادہ کرتا ہے تو صبح ہونے تک اللہ تعالیٰ اس کی روح نکال لیتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اس بات میں گنجائش دی ہے کہ نیت نیک ہونے پر انہیں اجر دیتا ہے چنانچہ ہر ایسا کام جسے کرنے کا انہیں موقع نہیں ملا تو اس کا ثواب نیت ہی پر لے لیتے ہیں چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''سارے عمل نیتوں کے ذریعے ہوتے ہیں اور ہر شخص کو وہی ملتا ہے جس کی اس نے نیت کر رکھی ہو۔'' دیکھو یہاں آپ نے یوں نہیں فرمایا ''ہر شخص کو اس کے عمل کے مطابق ملے گا۔'' حالانکہ نیت بھی تو دل کا فعل ہے۔ اسے سمجھ لو اور اس پر اللہ کا شکر کرو۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''جسے اللہ تعالیٰ توفیق دے، اس کی قدرت میں ہے کہ مسلمانوں والا ایسا کوئی کام نہ چھوڑے جس میں اس کا دخل نہ ہو اور وہ یوں کہ بھلائی کے ہر کام کی پکی نیت کر لے کیونکہ جب وہ ایسا کام نہیں کر پائے گا تو نیت کی وجہ سے اسے اس کا اجر ملے گا۔'' اللہ تعالیٰ اسی کو سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے جس کے بارے میں چاہتا ہے۔

❁ مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص سچے دل سے شہادت مانگے تو اللہ اسے شہیدوں کا مرتبہ دیتا ہے خواہ وہ اپنے بستر پر مرے۔''

❁ مسلم وغیرہ کی مرفوع روایت میں ہے ''جو شخص سچے دل سے شہادت مانگے، اسے دے دی جاتی ہے خواہ وہ شہید نہ بھی ہوا۔''

❁ ابو داؤد اور ترمذی میں ہے ''جو شخص سچے دل سے چاہتا ہے کہ اللہ اسے قتل ہونے کا موقع دے اور بعد میں وہ مرجائے یا قتل کر دیا جائے، شہید جتنا اجر لے گا۔''

❁ ابن حبان کی مرفوع روایت ہے ''جو شخص اللہ سے مخلصانہ شہادت مانگے تو اسے شہید کا اجر ملے گا خواہ وہ اپنے بستر پر مرے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 114

جہاد میں حصہ نہ ملنے پر شہادت والے درجہ کے کام کرنا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ اگر ہمارے حصے میں جہاد نہیں لکھا ہے تو پھر ان کاموں سے نہ ہٹیں جن کے بارے میں آتا ہے کہ وہ آخرت کے ثواب میں ہمیں شہیدوں سے ملا دیں گے بلکہ خوشی سے وہ کام کریں اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو صبر کریں، اس سے کم نہ کریں کیونکہ صبر نہ کرنے پر اللہ کی ناراضگی ہی ہوتی ہے۔

اس ہدایت پر چلنے کا ارادہ رکھنے والے کو خلوص والے شیخ کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ اسے صبر کرنا سکھائے اور پھر رضا الٰہی تک پہنچائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ سے پردے میں ہونے والا شخص صبر کا مزہ نہیں جانتا بلکہ اس کے پاس ناراضگی اور کراہت ہوتی ہے چنانچہ شیخ اسے آخرت کا ثواب یاد دلا کر اللہ کی ناراضگی کے مقام سے آگے لے جاتا ہے، آخر وہ مضبوط ہو جاتا اور صبر کرنے لگتا ہے اور جب صبر کا مقام پکا ہو جاتا ہے تو شیخ اسے بتاتا ہے کہ صبر میں طاقت کا دعویٰ کرنا، خود قہر الٰہی سے مقابلہ کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر میں لکھی چیزوں کو پسند نہ کرنا اور وہ چیزیں آجاتی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی بے ادبی ہوتی ہے کہ وہ اس چیز کو پہلے جانتا ہے جسے اللہ تعالیٰ اس کے لئے پسند نہیں کرتا چنانچہ یہاں وہ آزمائش کے لئے تیار ہوتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آزمائش کے تین درجے ہوتے ہیں ناراضگی، صبر اور رضا چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو کسی مرتبہ میں روک لیتا ہے اور پھر اسے اگلے مرتبہ میں لے جانے کے لئے دلچسپی دیتا ہے اور ہر مرتبہ محنت و مشقت دوسرے سے بڑھ کر ہوتا ہے لہٰذا جو بلاء کی لذت حاصل کرتا ہے، اسے افضل نہیں کہا جا سکتا اور نہ ہی صبر کا مقام ہر لحاظ سے افضل ہوتا

ہے، اس لئے اِدھر اور اُدھر والے ہر انسان کو لازمی طور پر شکر اور صبر کرنا چاہئے کیونکہ حدیث پاک میں آتا ہے ''بلاء عظیم ہوتو اجر بھی بڑا ملتا ہے۔'' لہٰذا راضی شخص جس چیز فائدہ مند بناتا ہے، اس لئے اسے گھاٹا سمجھتا ہے کہ بلاء کو محسوس نہیں کرتا اور جسے بلاء محسوس کرنے والا فائدہ مند سمجھتا ہے تو وہ اس لحاظ سے اسے گھاٹا قرار دیتا ہے کہ وہ اللہ سے راضی نہیں اور نہ ہی اللہ کے فیصلے پر اسے لذت ہے۔

میں نے سیدی علی خواص رحمہ اللہ سے سنا، فرمایا اللہ سے راضی ہونا، اندرونی طور پر کراہت سے خالی نہیں ہوتا کیونکہ ہر انسان میں ایک ایسا مادہ ہوتا ہے جو بیماری پسند نہیں کرتا اور یہ چیز اس میں سے کبھی بھی نہیں نکلتی، ایک مادہ وہ ہوتا ہے جو اس کے خلاف چلتا ہے جسے اللہ پسند کرے اور وہ بھی کبھی نہیں نکلتا، پھر ایک مادہ وہ ہوتا ہے جو دنیا کو پسند کرتا ہے لیکن وہ اسے پسند نہیں کرتا، باقی ساری خامیاں اسی پر قیاس کرلو چنانچہ اگر صوفیہ کے سامنے اس بات کو کھول دیا جائے تو دیکھیں گے کہ وہ باریک ہے اور وہاں سے ہٹ نہیں سکے گا، یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے لوگ اپنے اچھے عملوں کے ہوتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتے ہیں۔

انبیاء ہی معصوم کیوں؟

انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ ''رضا'' لفظ روض الدابۃ الشموس (سرکش چوپائے کو سدھانا) سے نکلا ہے لہٰذا اسے سدھانے کے بعد لازمی طور پر اس میں کچھ نہ کچھ اکڑ رہ جاتی ہے، اس سے صرف انبیاء علیہم السلام ہی بچ سکے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مٹی کو شروع ہی سے مہربانی کرتے ہوئے خامیوں سے بچا لیا تھا، یہی وجہ ہے کہ معصوم صرف وہی ہوتے ہیں، دوسرا کوئی نہیں ہوتا لہٰذا اے بھائی! کسی شیخ کی ہدایت پر چلو جو تمہیں تکبروں سے نکال دے اور تم اپنے آقا کی مقدر کی ہوئی چیزوں کو خوشی خوشی اور ظاہری طور پر کھلے دل سے قبول کرو اور پھر اس خفیہ مادے کے بارے میں استغفار کرو جو تجھ میں ہوتے ہوئے تیرے آقا کی قدروں کو ناپسند کرے۔

❁ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''اکابر لوگ بیماری سے اس لئے ڈرتے ہیں کیونکہ اس کے ہوتے ہوئے اس کے اندر کراہت اور ناراضگی موجود ہوتی ہے۔''

میرے پڑوس میں ایک عورت تھی جسے رات دن مارا جاتا، ایک دن اس نے کہا ''میں زربونک کے لئے کافی ہوں۔ اے میرے پروردگار! مجھ پر یہ فضل فرما کہ تھوڑی دیر کے لئے پلکیں بند کرلوں۔ اس کے بعد کہتی استغفر اللہ اللہ کے سامنے زربون کوئی نہیں اور وہ یہ بھی کہا کرتی تھی ''اے رب! میں نے تمہارے لئے ان سارے کاموں کے لئے کیا کیا ہے؟''

❁ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے تھے ''وہ مرد جنہیں بلاء آلیتی ہے، صرف انبیاء علیہم السلام ہیں۔''

❁ یہ بھی فرماتے ''اللہ کی قسم! اگر میری آزمائش ہوتی تو نہ جانتا کہ مجھ سے کیا کچھ ہو جائے، ممکن تھا کہ میں کافر ہو جاتا اور پتہ بھی نہ چلتا۔''

یہ ان کی طرف سے اپنے آپ پر الزام ہے کیونکہ آدمی ہر طرح ہی کا ہوتا ہے۔ ''اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔''

❁ امام مالک اور بخاری و مسلم وغیرہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''اپنے طور پر تم شہید کن کو کہا کرتے ہو؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی یارسول اللہ! جو راہِ خدا میں قتل ہو جائے، وہ شہید ہوتا ہے۔ فرمایا یوں تو میری امت کے شہید تھوڑے سے ہوں گے۔ صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ! تو پھر شہید کون ہوتا ہے؟ فرمایا جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائے، شہید ہے، جو طاعون کی بیماری میں مر جائے، وہ شہید ہے اور جو پیٹ کی بیماری میں مر جائے، وہ بھی شہید ہوتا ہے۔''
ایک روایت میں لکھتے ہیں ''غرق ہو جانے والا بھی شہید ہے۔''

❁ مسلم شریف کی مرفوع روایت یوں ہے ''شہید پانچ طرح کے ہوتے ہیں طاعون سے مرنے والا، پیٹ کی بیماری سے مرنے والا، غرق ہونے والا، دیوار کے نیچے آ کر مرنے والا اور راہِ خدا میں قتل ہونے والا۔''

❁ امام احمد اور طبرانی نے یہ روایت دی ہے ''اور نفاس والی عورتوں میں وہ جسے اس کا بچہ مار دے، جو ایسی ہو کہ پیٹ میں بچہ ہو اور وہ مر جائے، شہید ہو گی۔''

❁ طبرانی کی روایت یوں ہے ''جل کر مرنے والا شہید ہو گا اور نمونیہ سے مرنے والا بھی شہید ہو گا۔''

❁ امام احمد کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے ''سِل کی بیماری سے مرنے والا شہید ہے۔''
حافظ منذری کہتے ہیں کہ سل ایسی بیماری ہے جو پھیپھڑے میں پیدا ہوتی ہے اور اس سے نمونیہ بھی بن جاتا ہے۔
یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ زکام یا دیر تک رہنے والی کھانسی ہوتی ہے جس کے ساتھ بخار ہوتا ہے (ٹی بی)۔

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے ''طاعون سے مرنے والا ہر مسلمان شہید ہے۔''

❁ امام بخاری نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص کسی شہر میں ہو، اس میں طاعون آ جائے، وہ وہیں ٹھہرے اور صبر کی بنا پر ثواب کی نیت کر کے وہاں سے نہ نکلے اور یہ جانے کہ اسے وہی تکلیف ہو گی جو اللہ نے اس کے بارے میں لکھی ہوئی ہے تو ایسے شخص کو شہید ہونے کا مرتبہ ملے گا۔''

❁ ابو داؤد، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ نے لکھا ہے ''جو اپنے مال کی حفاظت میں مر جائے، وہ شہید ہے، جو اپنے خون کی حفاظت کرتا مر جائے، وہ شہید ہے، جو اپنے دین کی حفاظت میں مر جائے وہ شہید ہے اور جو بیوی یا اہل و عیال کی حفاظت میں مر جائے، وہ بھی شہید ہے۔

❁ ترمذی وغیرہ کی روایت یوں ہے ''جس کا مال ناحق چوری ہونے کو ہو اور وہ لڑ کر قتل ہو جائے تو وہ شہید ہے۔''

❁ نسائی کے الفاظ یوں ہیں ''جو شخص مال کی حفاظت میں ظالمانہ طریقے سے قتل ہو جائے، وہ شہید ہے۔''
واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہش نبوی ﷺ نمبر 115

اولاد کو قرآن سکھانا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی اولاد اور عیال کو قرآن پڑھائیں اور انہیں دوسروں کو پڑھانے کا حکم دیں اور پڑھنے والوں سے یہ نہ کہیں کہ ہم فارغ نہیں تو یہ بہت بڑی عبادت ہوگی کیونکہ ہوسکتا ہے کہ یہ کام اس سے بڑھ جائے جس میں وہ لگا ہوا تھا۔

یقین کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف آخرت کا اجر لینے کی خاطر ہمیں قرآن اور علم پڑھانے کا حکم دیا ہوا ہے چنانچہ جس کو دنیاوی اجر لئے بغیر لوگوں کو تعلیم دینا معمولی لگے تو وہ شخص مکمل ایمان والا ہے اور جسے دنیاوی اجر لئے بغیر تعلیم دینا بوجھ معلوم ہو تو وہ خالص دنیاوی انسان ہے اور آخرت میں اسے تھوڑا سا اجر ملے گا۔

حضرت علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں تمام نیک کاموں میں اسی سبب کے مطابق فیصلہ ہوگا جو سبب زیادہ اہمیت والا ہوگا چنانچہ قرآن کی تعلیم کے وقت اگر کوئی شخص دنیا حاصل کرنے کا خیال کرے تو اس کا یہ عمل بے کار ہوگا اور اگر آخرت کے اجر کے لئے پڑھائے گا تو پھر وہ عمل بے کار نہ ہوگا۔

سیدی علی فرماتے ہیں فقیروں میں سے جو شخص قرآن یا علم پڑھانے پر اجرت لینے کی خواہش کرے اور یہ چاہے کہ آخرت کا اجر نہ گھٹے تو وہ اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے اپنی نیت پختہ کرلے اور پھر وہ ملنے والے درہم وغیرہ لے لے لیکن نیت یہ ہو کہ یہ اللہ کی طرف سے مل رہے ہیں، قرآن کو بیچا نہیں نہ ہی درہم کے بدلے علم بیچا ہے۔

یہ بھی ذہن میں رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اصل میں اپنے بندوں کو کتاب وسنت صرف اس لئے دی ہے کہ وہ اسے پڑھیں اور لوگوں کو پڑھائیں۔

❁ بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور پھر اسے پڑھائے۔''

❁ ترمذی نے یہ مرفوع حدیث دی ہے ''جو قرآن پڑھے تو اس کی بناء پر اللہ سے کچھ مانگا کرے کیونکہ آگے جا کر ایسے کئی لوگ دکھائی دیں گے جو قرآن پڑھ کر لوگوں سے مانگا کریں گے۔''

❁ امام حاکم نے بتایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ روایت لکھی ''جو شخص قرآن پڑھے تو وہ ذلیل کرنے والی عمر تک نہیں پہنچ پائے گا کیونکہ قرآن بتاتا ہے ''پھر اسے ہر نیچی سے نیچی حالت کی طرف پھیر دیا مگر جو ایمان لائے۔''

ابن عباس فرماتے ہیں کہ ان سے مراد قرآن پڑھنے والے ہیں۔

اس بارے میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 116

باوضو تلاوت کرنا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم قرآن پڑھنے کے لئے وضو کی تیاری کرلیا کریں اور اپنے مریدوں سے بھی یہی کہیں، کلام الٰہی کی تعظیم سامنے ہو اور جب سجدے کی آیت پڑھیں یا سنیں تو اس پر سجدے کی نیت ہو، اور خاص پر یہ تاکیدی ادب ان تاجروں اور گھل مل کر رہنے والوں پر لازم ہے جو جامع از ہر جیسی مسجدوں میں نمازوں سے پہلے آ جاتے ہیں اور وہاں بیٹھ کر بے مقصد اور غفلت کی باتیں کرتے ہیں بلکہ چغلیاں کرتے رہتے ہیں اور اکثر بے وضو ہوتے ہیں، اسی دوران نماز کھڑی ہو رہی ہوتی ہے، تو وضو کے لئے چلے جاتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی باجماعت نماز پوری یا کچھ رہ جاتی ہے لہٰذا ایسی جگہ پر بیٹھنے والے کو دھیان رکھنا چاہئے جہاں قرآن پڑھا جاتا ہو اور اس طرح سے باجماعت نماز ہوتی ہو لیکن اگر اس کے ذہن میں ہو کہ مسجد میں چغلی تو کیا بے مقصد باتوں سے نہیں بچ سکے گا تو مسجد سے باہر بیٹھا کرے تاکہ بچ سکے۔ ''اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔''

❁ مسلم، ابن ماجہ اور بزار نے مرفوعاً لکھا ہے ''جب ابن آدم سجدہ کی آیت پڑھتا ہے اور سجدہ کرنے لگتا ہے تو شیطان یہ کہہ کر رونا شروع کر دیتا ہے کہ ہائے افسوس! (ایک اور روایت میں ہے) مجھے افسوس ہے کہ ابن آدم کو سجدے کا حکم ہوا ہے اور اس نے سجدہ کرلیا ہے جس پر اسے جنت ملے گی لیکن مجھے سجدے کا حکم ملا تو میں نے انکار کر دیا لہٰذا مجھے جہنم میں جانا ہوگا۔''

❁ حضرت بزار رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس سورۃ النجم لکھی جا رہی تھی، جب سجدے کی آیت پر پہنچے تو آپ نے سجدہ کیا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ آپ کے ساتھ ہم نے بھی سجدہ کیا اور اس کے ساتھ ہی دوات اور قلم نے بھی سجدہ کیا۔

اس بارے میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 117

روزانہ تلاوت کی کوشش کرنا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم روزانہ قرآن پڑھنے کی کوشش کریں، پورے زور سے آواز بلند کریں اور وہ اس نیت سے کہ لوگ اسے کان دھر کر سنیں لیکن اگر یہ محسوس کریں کہ لوگ ہم سے سن کر مزہ نہیں لیتے تو صرف اپنے آپ کو سنایا کریں تاکہ لوگ ہمارے اور قرآن کے بارے میں یہ کہنا نہ شروع کر دیں کہ فلاں شخص کی تلاوت دل کو سخت کر دیتی ہے اور یوں وہ اللہ کی کلام سننے کو دل سخت کر دینے والی کہیں کہ گویا اسے پڑھنا گناہ ہے اور جو اپنے آپ میں جھانک لے گا آرام میں رہے گا اور آرام دے گا۔

تلاوت کی روح بارگاہِ الٰہی میں حاضری ہوتی ہے

اے بھائی! یہ بات ذہن میں رکھو کہ تلاوتِ قرآن کا مطلب بارگاہِ الٰہی میں حاضری ہوتا ہے لیکن جو شخص اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے، اسے کسی سچے شیخ کے ہاں جانا چاہئے تاکہ قرآن میں آنے والے واقعات میں کھو کر اس کا دل قرآن والے سے نہ ہٹ جائے جس کی بنا پر اللہ کا قدیم کلام سنتے ہوئے اسے مخلوق کی طرف سے نیا نیا کلام نہ جانے اور یہ بہت نازک معاملہ ہے جس کے بارے میں، مَیں نے آج تک کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو اس کا مزہ لیتا ہو۔

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوع روایت لکھی ہے "قرآن کریم پڑھنے کی مثال باندھے ہوئے اونٹ سے دی جاسکتی ہے کہ اگر انسان اس کا دھیان رکھے گا تو اسے روکے رکھے گا لیکن اگر چھوڑ دے گا تو وہ چلا جائے گا۔"

❁ امام مسلم نے یہ مرفوع روایت دی ہے "قرآن کا دھیان رکھو کیونکہ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے یہ قرآن ہاتھ سے نکلنے میں پاؤں سے باندھے اونٹ کے نکلنے سے بھی زیادہ تیز ہے۔"

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے "اللہ تعالیٰ نے کسی شے کے بارے میں اتنا زوردار حکم کسی کو نہیں دیا جتنا نبی کریم ﷺ کو دیا ہے کہ خوبصورت آواز سے قرآن کو گنگنا کر پڑھیں اور آواز بلند رکھیں۔"

حافظ منذری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث کا مطلب یہ بنتا ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کی کوئی کلام یوں نہیں سنتا جیسے اس شخص کی سنتا ہے جو قرآن کو گنگنا کر پڑھے یعنی خوبصورت آواز سے پڑھے۔ لیکن حضرت سفیان بن عینیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ یوں پڑھنا گانا بنتا ہے جو آیت کے ظاہری معنیٰ کے خلاف ہے۔

❁ ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ مرفوعاً لکھتے ہیں "اپنی آوازوں کے ذریعے قرآن کو خوبصورتی سے پڑھو۔"

علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ "اس کا معنیٰ قرآن پڑھ کر آوازوں کو خوبصورتی دینا ہے۔ حدیث کے کئی اماموں نے

یہی تفسیر کی ہے اور ان کا خیال یہ ہے کہ یہ ان کلاموں میں داخل ہے جن کے الفاظ الٹ کر پڑھنا ہوتے ہیں جیسے کہتے ہیں کہ ”میں نے اونٹنی کو حوض کے سامنے پیش کیا۔“ جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں نے پانی کو اونٹنی کے سامنے پیش کیا کیونکہ پانی ہی کو پینے والے کے سامنے لایا جاتا ہے اور پھر یہ مرفوع روایت لی کہ ”قرآن کی تلاوت سے اپنی آوازیں خوبصورت کرو۔“ اور فرمایا کہ یونہی صحیح ہے۔

❁ ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے ”یہ قرآن غم لے کر اترا ہے لہٰذا اسے پڑھو تو رو کر پڑھو، رونا نہ آئے تو اس کی کوشش کرو اور گنگناتے رہو کیونکہ جو شخص قرآن کو گنگنا کر نہیں پڑھے گا، وہ ہم میں شمار نہ ہوگا۔“

❁ آپ ہی کی مرفوع روایت میں ہے ”قرآن پڑھتے وقت سب سے خوبصورت آواز اس کی شمار ہوگی کہ جسے پڑھتے سنو تو یوں لگے جیسے اللہ سے ڈر ڈر کر پڑھ رہا ہے۔“

❁ امام ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا اگر تلاوت کرنے والے کی آواز خوبصورت نہ ہو تو پھر کیا کرے؟ فرمایا جہاں تک ممکن ہو اسے خوبصورت بنائے، اس کا معنیٰ یہ ہے کہ قراءت اچھی کرے، قرآن اچھا کرنا مراد نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 118

شب و روز وہ سورتیں اور آیات پڑھنا جن کا حکم ہے

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم وہ آیتیں اور سورتیں روزانہ پڑھیں جن کے بارے میں آتا ہے کہ ہر دن اور رات کو پڑھی جائیں جیسے سورۂ فاتحہ، آیۃ الکرسی، سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں، آلِ فرعون کی آخری سورتیں، سورۂ یٰسین، سورۂ واقعہ، سورۂ دخان اور سورۂ تبارک الذی وغیرہ۔

اس بارے میں بہت سی مشہور حدیثیں ملتی ہیں اور جو روزانہ انہیں پڑھتا رہے گا، وہ ظاہری و باطنی مصیبتوں سے محفوظ رہے گا۔

اس ہدایت پر عمل کرنے میں کوتاہی کرنے والے سب سے زیادہ وہ عالم ہیں جو اس دور میں پیدا ہو گئے ہیں چنانچہ تمہیں ایسا کوئی شخص دکھائی نہیں دے گا جو قرآن میں سے کچھ روزانہ پڑھتا ہو، یاد کرتا ہو اور اگر اس بارے میں ان سے کوئی بات کرے تو جھگڑنے لگتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ علم میں مصروف ہیں حالانکہ انہی میں سے کوئی بیٹھا گپ شپ لگاتا، ٹھٹھا کرتا اور ورد سے بھی کئی گنا زیادہ وقت لگاتے ہوئے چغلیاں کرتا دکھائی دے گا لیکن دل میں یہ بات کبھی نہ کہے گا کہ علم میں مصروف ہونا ہمیشہ ہی افضل ہوتا ہے بلکہ وہ اسی بہانے کی بنا پر قرآن بھول جاتے ہیں کہ وہ علم میں مصروف ہیں حالانکہ یہ

بہت بڑا گناہ ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے ہوتا ہے کہ انہیں کسی نے کچھ بھی سکھایا نہیں ہوتا چنانچہ پہلے علماء جب دیکھتے تھے کہ ایک عالم اپنے علم پر عمل نہیں کر رہا تو اسے عالم شمار نہ کرتے لہٰذا اے بھائی! لازمی طور پر وہ تلاوت کیا کرو جس کے بارے میں حضرت شارع علیہ السلام نے تمہیں حکم فرمایا ہے اور مصیبتوں سے ڈراتے ہوئے تمہیں اس راستے پر چلایا ہے اور ان کاموں سے غفلت کرنے والے نہ بن جاؤ۔

اے بھائی! غور کرو کہ جس عالم کا کوئی ورد نہیں ہوتا اور نہ اس میں ادب ہوتا ہے تو وہ بھلے کاموں سے خالی ہوتا ہے اور انسان دکھائی نہیں دیتا، نہ اسے اللہ کا ڈر ہوتا ہے جبکہ ورد اور ذکر کرنے والا ایسا نہیں ہوتا لیکن "اللہ تعالیٰ صرف اسے راہ ہدایت کا مزہ دیتا ہے، جسے چاہتا ہے۔"

❁ امام مسلم، نسائی اور حاکم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "آسمان سے پہلی مرتبہ ایک ایسا فرشتہ آیا ہے جو آج سے پہلے کبھی نہیں آیا، اس نے سلام عرض کیا اور کہا خوش ہو جایئے کہ آپ کو دو ایسے نور ملے ہیں جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملے، ایک تو سورۂ فاتحہ ہے اور دوسرا سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں ہیں لہٰذا ان میں سے ایک حرف بھی پڑھو گے تو اس کا اجر ملے گا۔"

❁ مسلم، ترمذی اور نسائی نے یہ روایت لکھی ہے "اپنے گھروں کو قبرستان نہ بنالو کیونکہ شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے جس میں سورۂ بقرہ پڑھی جائے۔"

❁ امام ترمذی نے یہ مرفوع روایت اس واقعہ میں لکھی ہے جس میں ہر رات ایک جن (یا شیطان) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی کھجوریں کھا جایا کرتا تھا اور جب آپ نے اسے پکڑ لیا تو اس نے کہا میں آپ کو ایک چیز بتا دیتا ہوں، آپ اپنے گھر میں آیۃ الکرسی پڑھ لیا کریں کہ یوں تمہارے پاس شیطان وغیرہ کبھی نہ آیا کرے گا۔"

❁ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے دوران یہ بات بتائی تو آپ نے فرمایا "اس نے تمہارے سامنے سچی بات کی ہے حالانکہ خود بڑا جھوٹا ہے۔"

❁ ایسا ہی واقعہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی پیش آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس نے تم سے سچی بات کہہ دی ہے حالانکہ خود بڑا جھوٹا ہے۔"

حافظ منذری فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں آنے والے لفظ "غول" سے مراد وہ شیطان ہے جو لوگوں کو کھا لیتا ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ مختلف صورتیں بدلنے والا جن ہوتا ہے۔

❁ امام احمد وغیرہ یہ مرفوع روایت لکھتے ہیں "آیۃ الکرسی قرآنی آیتوں کی سردار کہلاتی ہے، اسے وہاں پڑھا جائے جہاں شیطان ہو تو وہ نکل جاتا ہے۔" (الحدیث)

❁ ایک روایت یوں ہے "آیت الکرسی کی تلاوت، قرآن کی ہزار آیتیں تلاوت کرنے جتنا اجر رکھتی ہے۔"

ایک عالم بتاتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں میں، ہمیں کئی فائدے دکھائی دیتے ہیں ایک یہ کہ جب کوئی شخص ورد سے پہلے سو جائے اور اس کا وقت نہ رہے تو آیۃ الکرسی پڑھنے کے بعد اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ سورۂ قل ھو

اللہ احد، سورۃ اذا زلزلت جیسی سورتیں پڑھ لیا کرے جن کے بارے میں آتا ہے کہ یہ قرآن کے تیسرے، چوتھے یا نصف حصے کے برابر ثواب والی ہیں کیونکہ یہ وہ نقصان پورا کر دیتی ہیں جو لمبے وظیفے کی بناء پر اس سے رہ گیا تھا۔ واللہ اعلم۔

امام احمد، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے یہ مرفوع حدیث دی ہے ''قرآن کریم میں ایک سورت ہے جس کی تیس آیتیں ہیں، وہ کسی آدمی کی سفارش کرے تو اس کی بخشش ہو جاتی ہے، یہ سورۃ تبارک الذی بیدہ الملک ہے۔

ترمذی نے مرفوعاً بتایا ہے ''سورۃ تبارک الذی (عذاب کو) روکنے والی ہے، نجات دینے والی ہے کہ اپنے پڑھنے والے کو قبر کے عذاب سے بچاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 119

روزانہ خفیہ ذکر کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم نیچی اونچی آواز سے اللہ کا ذکر کرتے ہی رہا کریں، اکثر کرتے رہا کریں اور اس میں سے اس وقت تک ایک لفظ بھی نہ چھوڑا کریں جب تک ہمیں وہ نتیجہ نہ مل جائے جو ہمارے ہر حال میں اللہ کی بارگاہ کی حاضری ہے چنانچہ ذکر کرنے والا دنیا کے ہر شخص کو آہستہ آہستہ چھوڑتا چلا جائے اور آخرکار جہان بھر کی ذرا سی بھی چیز دیکھنے سے پردے میں ہو جائے اور ایسا ہو جائے کہ اللہ کے سوا کسی چیز کو نہ دیکھے، پھر یونہی وہ اپنے آپ کا مشاہدہ کرنے سے بھی پردے میں ہو جائے اور وہ یوں کہ پتلا اور باریک ہو کر ایک ذرہ سا بن جائے اور پھر غائب ہو جائے کیونکہ وہ جب اس مقام تک پہنچ جائے گا تو اسے کہہ دیا جائے گا کہ جاؤ اور جہان بھر کی چیزوں کا مشاہدہ کرو اور دیکھو کہ ان کی اصل حقیقت کیا ہے کیونکہ یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کا پتہ دیتی ہیں کیونکہ تم مجھ سے اس قدر پردے میں رہے جتنا اس جہان کے مشاہدے میں چھپے ہوئے تھے اور پھر اللہ کی پہچان کے بعد آہستہ آہستہ وہ جہان کی ہر شے کی طرف آ کر دیکھتا ہے تو اس چیز کے علاوہ جہان کی کوئی شے اس سے چھپی نہیں رہ جاتی جو اس کی پہنچ سے دور ہوتی ہے۔ اس میں غور کرتے رہو۔

یونہی ہمارے لئے مناسب یہ ہے کہ آتے رہنے والے لوگوں کو ذکر کی محفلوں میں شامل ہونے کا شوق دلائیں اور ان لوگوں سے جھگڑا، جنگ اور بحث کریں جو مجلس ذکر کو غلط کہتے ہیں، اگر وہ حق پر ہوں تو ان کی تائید کریں ورنہ ان سے لڑیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسجدوں میں ذکر کی محفلیں کرنے والوں میں اکثر وہ ہوتے ہیں جن کی محفلوں میں دنیا کی محبت، لوگوں کو سنانے اور شہرت جیسی چیزیں شامل ہو جاتی ہیں خصوصاً جامع مسجد از ہر جیسی مسجدوں میں، یہ بات مان لینے کی ہے کہ اللہ کا ذکر عبادتوں میں بڑی عبادت شمار ہوتا ہے جبکہ ان جیسی محفلوں کے لئے شیطان ہر جگہ تاک لگائے بیٹھا ہوتا ہے چنانچہ

وہ ان کی نیت بدل دیتا ہے اور یوں محفلوں کے بہت سے حالات کسی چیز کے لئے دلیل بن جایا کرتے ہیں۔

علماء اور صوفیہ کے درمیان شروع ہی سے ایسی محفلوں کے بارے میں جھگڑا چلا آیا ہے لیکن حق کو ماننا ضروری ہوتا ہے لہٰذا کسی بھی عقلمند کے لئے یہ مناسب نہیں ہوتا کہ سونے والے، نمازی اور پڑھانے والوں کو پریشان کرتے ہوئے کسی بھی مسجد میں بلند آواز سے اللہ کا ذکر کرے، ایسی صورت میں اگر ایسی علامتیں دکھائی دیں جن سے پتہ چلے کہ ذکر کرنے والے خلوص والے ہیں تو ان کی مدد کریں یا عالم لوگوں میں خلوص ہے تو ان کی مدد کریں تاہم جو ان کے درمیان ہوتے ہیں انہیں ایک عظیم نور کی ضرورت ہوگی اور انہیں سمجھداری سے کام لینا ہوگا۔

حضرت جنید رحمہ اللہ کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا، حضرت امام احمد بن سریج رحمہ اللہ نے ان سے کہا کہ تمہاری ذکر کی یہ محفلیں ہمارے طالب علموں کو نقصان دیتی ہیں، اس پر حضرت جنید نے کہا کہ جو راستہ اللہ کے بہت قریب ہے اس کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ حضرت ابن سریج نے کہا ''ہمارے طریقے کی رعایت بھی ضروری ہے کیونکہ یہ اللہ تک پہنچنے کے لئے تمہارے طریقے سے زیادہ قریب ہے۔ حضرت جنید نے کہا یہ کیسے قریبی بنتا ہے؟ حضرت ابن سریج نے کہا اکثر اس کی وجہ سے اللہ کی حاضری مل جاتی ہے۔ حضرت جنید نے کہا یہ دلیل تمہارے خلاف ہے، حق میں نہیں کیونکہ تمہیں اکثر اللہ کے دین کے حکم دیکھنا ہوتے ہیں، اللہ نہیں۔ اس پر ابن سریج نے کہا کہ آؤ آزمائش کر لیں، حضرت جنید نے کہا اے فلاں شخص! یہ پتھر پکڑو اور ان فقیروں کے درمیان پھینک دو، اس نے پھینکا تو سب نے پکار کر کہا اللہ! پھر اس سے کہا کہ علم پڑھنے پڑھانے والیان علماء کے درمیان پھینک دو، اس نے پھینکا تو وہ کہنے لگے کہ یہ کام تمہارے لئے حرام ہے جس پر ابن سریج نے کہا اے ابوالقاسم! آپ سچے ہیں۔

حضرت سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علم پڑھنے کے مقابلے میں اللہ کے ذکر کو اول قرار دینے کی علامت یہ ہوتی ہے کہ انسان کی زبان پر علم کی بات کرنا بوجھل معلوم ہوتا ہے جبکہ وہ روح اور اللہ کے ہلکے پھلکے ذکر کا مطالعہ کر رہا ہوتا ہے کیونکہ جو شخص اس جہان سے جا رہا ہوتا ہے تو اس پر لازم ہوتا ہے کہ افضل چیز کو غنیمت جانے اور اگر فقہ، نحو اور اصول کے مسئلے افضل ہوتے تو مرنے والے کی زبان پر بوجھل نہ ہوتے جبکہ اللہ والے تھوڑی امیدیں رکھنے کی وجہ سے ہر وقت ایسے ہوتے ہیں کہ گویا مرنے والے ہیں۔

منیۃ الخنازیر شرقی میں رہنے والے شیخ احمد ضریر رحمہ اللہ نے بتایا کہ میں مصر میں حضرت دمرداش کے دادا پیر حضرت شیخ عمر روشنی کے قریب ٹھہرا، وہ توریز العجم میں تھے انہوں نے بتایا کہ ملا عبداللطیف نامی بڑے مفتی نے (جو علماء توریز میں شامل تھے) جامع مسجد کبیر شیخ عمر کی مجلس ذکر کو باطل قرار دینے کی کوشش کی اور کہنے لگا کہ اصل میں مسجدیں نماز کے لئے بنائی گئی ہیں۔ اس مجلس میں کوئی پانچ ہزار لوگ شامل ہوتے تھے۔ اس پر شیخ عمر نے کہا کہ پست آواز کے ساتھ ذکر کو تم روک دو گے؟ اس نے کہا نہیں چنانچہ شیخ عمر نے فرمایا اے فقیرو! ذکر میں آوازیں پست کر دو البتہ آواز بلند کرنے کی صورت میں اگر اس پر اللہ کی طرف سے کوئی طاقتور چیز وارد ہو تو اسے ٹالے اور جہاں تک ممکن ہو، اسے چھپائے چنانچہ انہوں نے یونہی کیا چنانچہ اس دن مجلس میں سے پانچ سو شخص بیمار اٹھائے گئے اور تقریباً چودہ کے جگر کباب ہو گئے اور پہلوؤں سے نکلنے پردہ

مر گئے۔

حضرت شیخ احمدؒ کہتے ہیں کہ میں نے ان کے جگروں کو ٹٹولا تو محسوس کیا کہ وہ بُھن چکے ہیں اور چور چور ہو گئے ہیں، بالکل ایسے جیسے کوئلوں پر جلایا جگر ہوتا ہے۔

اس پر شیخ عمر نے ملا عبداللطیف اور ان کی جماعت کو بلا بھیجا اور کہا کیا کوئی عقلمند یہ بات کہہ سکتا ہے کہ مرنے والے جان بوجھ کر مرے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ دیر ہی سے سہی، اس کا بدلہ لے گا۔

حضرت شیخ احمد کہتے ہیں کہ میں اس پوری رات ملا عبداللطیف، اولاد، عیال، چوپائیوں اور اس کے غلاموں کی نگرانی کرتا رہا چنانچہ ان میں سے کوئی بھی نہ بچ سکا، سب کے سب مر گئے۔توریز میں بہت سے لوگ آئے ہوئے تھے۔

اس سے پتہ چلا کہ عالم کو ذکر کرنے والوں کے بارے میں نرم طریقہ اپنانا چاہئے اور ان پر یوں کھڑا نہ ہو جائے جیسے کسی کو دین سے نکالنا ہوتا ہے بلکہ اس کا یہ کام صحیح نہیں کیونکہ یہ ایسے ہے جیسے کسی کو دین سے نکالنا ہو، اگر ایسا عالم اللہ کی عظمت کو دیکھ رہا ہو تو ان ذکر کرنے والوں کے حق میں اسے ایک لفظ بولنے کی بھی ہمت نہ ہو گی۔ لہٰذا اے بھائی! خود اللہ کا ذکر لازمی طور پر کرو اور شرعی طور پر ایسے لوگوں کی مدد کرو کیونکہ اس میں اللہ کی عزت ہے اور اگر ذکر کرنے والوں میں دکھلاوے اور خلوص نہ ہونے جیسی چیزیں پائی جائیں تو خلوص والے علماء کی مدد کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ نفسانی خواہش کی بنا پر ان میں سے کسی ایک کی طرفداری کرو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

حضرت علی مرصفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت شارع علیہ السلام اور طریقت کے مشائخ اپنے مرید کے بارے میں یہ چاہتے ہیں کہ زبان و دل سے اکثر ذکر کرتے وقت اسے انس و محبت حاصل ہو اور دل ایسا ہو جائے جو غافل نہ ہو اور ذکر کے لئے بناوٹ نہ کیا کرے بلکہ حق تعالیٰ ہمیشہ اس کے سامنے ہو، کبھی دل کے ساتھ اس کا مشاہدہ کرے اور کبھی یوں جانے کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں ہے اور وہ اسے دیکھ بھی رہا ہے۔

جب یہ دونوں حال ہمیشہ یونہی رہیں تو بندے کو گناہوں میں پڑنے اور اللہ کا بے ادب ہونے سے روکیں گے اور جب انسان اللہ کا ذکر کثرت سے نہ کرے گا تو اسے یہ انس و محبت حاصل نہ ہو سکے گا بلکہ وہ آزاد حیوانوں کی طرح ہر گناہ میں پڑے گا۔

ایک اور مرتبہ فرمایا جب دل میں ذکر سما جاتا ہے تو اس کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ اس کے اخلاق سنور جاتے ہیں لیکن اخلاق نہ سنوریں تو یوں ہو گا جیسے اس نے ذکر کیا ہی نہیں۔

حضور اکرم ﷺ اور مشائخ کی طرف سے اپنے مرید کو کثرت سے ذکر پر لگانے کا مقصد یہی ہے۔ ''اللہ بہت علم والا اور دانا ہے۔''

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں بندے کے لئے کوئی بزرگی ذکر الٰہی سے بڑھ کر نہیں ہوتی کیونکہ وہ ذکر کے وقت اللہ کی مجلس میں ہوتا ہے۔

ایک مرید سال بھر تنہائی میں ذکر کرتا رہا لیکن اسے اپنے آپ میں کوئی بزرگی دکھائی نہ دی چنانچہ اس نے اپنے شیخ

سے بات کی تو اس نے کہا کیا تم اللہ کی مجلس میں ہونے سے بڑھ کر بزرگی حاصل کرنا چاہتے ہو؟ پھر کہا کیا دیکھا ہے؟ مرید نے کہا کہ پورا سال ہوگیا ہے کہ اپنی بزرگی میں، مَیں نے آپ سے بڑھ کر کسی اور چیز کو پردہ بنتے نہیں دیکھا لیکن آپ کو معلوم ہی نہیں۔ اسے ذہن میں رکھو۔

اے بھائی! جامع ازہر جیسی جگہوں پر ذکر نہ کیا کرو کیونکہ وہاں تمہارے ذکر کرتے رہنے کا سبب یہ ہوگا کہ لوگ تمہیں دیکھا کریں اسے ذہن میں رکھو۔ واللہ اعلم۔

❁ امام بخاری، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے خیال کے مطابق اس کے پاس ہوتا ہوں، وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں ساتھ ہی ہوتا ہوں، وہ دل سے یاد کرے تو میں دل سے یاد کرتا ہوں اور اگر کسی گروہ میں یاد کرے تو میں اسے اس سے بہتر گروہ میں یاد کرتا ہوں۔“

❁ طبرانی میں مرفوعاً لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”جب بھی انسان اپنے دل میں اللہ کا ذکر کرتا ہے تو میں اسے اپنے فرشتوں کے گروہ میں یاد کرتا ہوں اور جب وہ کسی گروہ میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اعلیٰ قسم کے ساتھیوں میں یاد کرتا ہوں۔“

❁ ابن ماجہ اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بندہ جب بھی میرا ذکر کرتا ہے اور میرے نام پر ہونٹ ہلاتا ہے تو میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں۔“

مصنف کے نزدیک اللہ اور اس کے اسماء الگ الگ چیزیں ہیں

میں کہتا ہوں اس حدیث میں یہ کہا گیا ہے کہ اللہ کے نام اس کا عین اور ہو بہو نہیں ہیں کیونکہ حدیث میں یہ لفظ ہیں ”میرے نام پر ہونٹ ہلاتا ہے۔“ کیونکہ ہونٹ صرف نام لینے سے ہلتے ہیں۔ اسے ذہن نشین کرلو۔ واللہ اعلم۔

❁ ترمذی، ابن حبان، ابن ماجہ، حاکم روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ! اسلام کے شرعی حکم بہت سے مجھ پر لازم ہیں لہٰذا کوئی ایک چیز مجھے بتا دیں جسے میں تھامے رہوں، فرمایا ”تمہاری زبان سے ہر وقت اللہ کا ذکر جاری رہنا چاہئے۔“

❁ ابن ابی الدنیا، طبرانی اور بزار بتاتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا ”آخری مرتبہ جب میں رسول اللہ ﷺ سے فارغ ہوکر واپس آ رہا تھا تو پوچھا تھا کہ ”اللہ کو سب سے پیارا عمل کونسا لگتا ہے تو آپ نے فرمایا تھا ”تم فوت ہونے لگو تو زبان پر اللہ کا ذکر جاری ہو۔“

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے ”اللہ کا ذکر کرنے اور نہ کرنے والے کی پہچان زندہ اور مردہ شخص کے ذریعے کی جاسکتی ہے۔“

❁ مسلم میں لفظ یہ ہیں ”اس گھر کے ذریعے کی جاسکتی ہے جس میں اللہ کا ذکر ہوتا ہو۔“

❁ امام احمد، ابویعلیٰ، ابن حبان اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے ”کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے رہا کرو کہ لوگ

اس وجہ سے تمہیں دیوانہ کہنے لگیں۔''
طبرانی اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے ''اللہ کا ذکر یوں کرو کہ منافق تمہیں دکھلاوا کرنے والا کہنے لگیں۔''
میں کہتا ہوں جو شخص ذکر کرنے والے کو دکھلاوا کرنے والا کہتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے اسے منافق قرار دیا ہے کیونکہ یوں کہتے وقت وہ خود دکھلاوا کرنے والا ہوتا ہے چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے اس کا حال دیکھتے ہوئے فرمایا ہے کیونکہ اگر وہ خود ریاکار نہ ہوتا تو انہیں خلوص والا کہتا جیسے وہ خود ہوتا۔ اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ شیطان کا اسلام لانا ممکن نہیں کیونکہ اگر وہ اسلام لے آئے تو اس کے دل میں کفر کا سوچا بھی نہیں جا سکتا جس کے ذریعے وہ لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے کیونکہ اس کے دل میں عالم سے کفر موجود ہوتا ہے، اس لئے کہ کسی کے کافر ہونے میں واسطہ صرف ابلیس ہی ہوتا ہے۔ اسے ذہن میں رکھو۔ واللہ اعلم۔

❁ ابن ابی الدنیا نے مرفوعاً لکھا ہے ''کوئی دن رات ایسا نہیں گزرتا جس میں اللہ تعالیٰ لوگوں پر صدقہ کرتا ہو، وہ ان پر احسان فرماتا ہے اور اللہ کی طرف سے بندے پر سب سے بڑا احسان یہ ہوتا ہے کہ وہ اس کے دل میں اپنی یاد ڈال دیتا ہے۔''

❁ امام احمد اور طبرانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ''کسی شخص نے عرض کی یا رسول اللہ! کونسا مجاہد زیادہ مرتبے والا ہوتا ہے جسے زیادہ ثواب ملتا ہے؟ فرمایا جو سب سے زیادہ اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ پھر عرض کی کہ کونسا روزہ دار سب سے زیادہ اجر والا ہوتا ہے؟ فرمایا جو سب سے زیادہ ذکر الٰہی کرتا ہے پھر صحابی نے نماز، زکوٰۃ، حج اور صدقہ کا ذکر کیا تو ہر بار آپ فرماتے رہے کہ جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے۔

یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا اے ابو حفص! ذکر کرنے والے ہر بھلائی حاصل کر گئے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں۔

طبرانی اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جنت والوں کو صرف اس بات پر حسرت و افسوس ہو گا کہ ان کی ایک گھڑی ایسی گزر گئی کہ جس میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کیا تھا۔''

جنت میں حسرت کا جواب

میں کہتا ہوں کہ جنت میں داخل ہوتے ہی اس وقت حسرت ہو گی جب وہ اپنے سے بڑے مرتبہ وسلوک کا مقام دیکھیں گے۔ واللہ اعلم۔

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص کثرت سے اللہ کا ذکر نہیں کرتا تو وہ ایمان سے خالی ہے۔''

❁ امام بخاری اور مسلم نے یہ مرفوع حدیث دی ہے (الفاظ بخاری کے ہیں) ''اللہ کے کچھ فرشتے راستوں میں گھومتے پھرتے ہیں اور ذکر کرنے والوں کو تلاش کرتے ہیں اور جب وہ کچھ لوگوں کو ذکر کرتا دیکھتے ہیں تو جلدی سے انہیں کہتے ہیں کہ آؤ اپنی ضرورتیں مانگو چنانچہ اپنے پروں میں لپیٹ کر انہیں آسمانوں کو لے جاتے ہیں۔''

آگے حدیث بیان کرتے ہوئے لکھا ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا، فرشتو! میں تمہیں اس بات کا گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انہیں بخش دیا ہے۔''

راوی بتاتے ہیں کہ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے کہ فلاں شخص ان میں شامل نہیں، وہ تو اپنی کسی ضرورت کے لئے ان میں آیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ وہ لوگ ہیں کہ جن میں بیٹھنے والا بدنصیب نہیں رہ سکتا۔''

❁ امام احمد، ابویعلیٰ اور بیہقی وغیرہ مرفوعاً لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا قیامت میں اتنے زیادہ کرم والے لوگ ابھی جان لیں گے۔ اس پر عرض کی گئی یارسول اللہ ﷺ کرم والے لوگ کون ہوں گے؟ فرمایا وہ جو ذکر کی محفلیں کرتے ہیں۔''

امام احمد مرفوعاً لکھتے ہیں ''جب بھی کچھ لوگ جمع ہو کر اللہ کا ذکر کرتے ہوئے اللہ کو راضی کر رہے ہوتے ہیں کہ عین اس وقت آسمان سے آواز آتی ہے اٹھ بیٹھو کہ تمہیں بخش دیا گیا ہے اور تمہارے گناہوں کی جگہ نیکیاں لکھ دی گئی ہیں۔''

❁ امام طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو قبروں سے اٹھائے گا جن کے چہروں پر نور ہوگا، موتیوں کے منبر پر ہوں گے، لوگ انہیں دیکھ کر رشک کریں گے حالانکہ نہ تو وہ نبی ہوں گے اور نہ ہی شہید۔''

راوی بتاتے ہیں کہ یہ سن کر ایک شخص گھٹنوں کے بل کھڑا ہوا اور پوچھا یارسول اللہ! وہ کیسے ہوں گے، ذرا نشانی تو بتایئے تاکہ ہم انہیں پہچان سکیں، فرمایا وہ کئی قبیلوں اور کئی شہروں کے باوجود آپس میں بڑا پیار رکھتے ہوں گے اور اللہ کے ذکر کی خاطر جمع ہوئے ہوں گے۔''

❁ ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جب تم جنت کی کیاریوں میں سے گزرو تو ان میں سے کچھ کھایا کرو، صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ! جنت کی کیاریوں سے کیا مراد ہے؟ فرمایا ذکر کی محفلیں۔''

میں کہتا ہوں یہ بات ڈھکی چھپی نہیں کہ کسی چیز پر ذکر کے افضل ہونے کا مقام اس وقت معلوم ہوتا ہے جب وہ شخص علم سیکھے اور اپنے دین کے تمام کاموں کو پہچان کرلے کیونکہ ذکر کرنے والا اللہ کی محفل میں بیٹھتا ہے اور وہاں بیٹھنا اس وقت ممکن ہے، جب وہ شریعت کے تمام احکام جانتا ہو، اسے تمام عبادتوں اور آداب کی شرطوں کا علم ہو، کیونکہ اسی صورت میں وہ اللہ کا ہم نشین ہوسکتا ہے، اس لئے کہ شریعت اللہ کے ہاں بیٹھنے کے لئے دہلیز کا کام دیتی ہے چنانچہ اسی وجہ سے کہتے ہیں بندے پر لازم ہے کہ بادشاہ کی محفل میں جانے سے پہلے اسے بادشاہ کے ادب کا پتہ ہو اور جو بے ادبی سے ان کے ہاں بیٹھتا ہے تو وہ تباہی کے قریب ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 120

محفلوں میں بیکار باتوں سے بچنا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم جس مجلس میں بیٹھیں، وہاں اپنی زبان کو جتنا ممکن ہو بے کار اور بری باتوں سے روکیں لیکن اگر ایسا ہو جائے تو اللہ کا وہ ذکر کئے بغیر وہاں سے نہ آئیں جو حدیثوں میں ملتا ہے اور جن میں بتایا گیا ہے کہ وہ مجلس میں ہونے والی کوتاہیوں کو مٹا دیتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ فرشتہ بندے کی برائیاں ایک سے لے کر تین گھڑیوں بعد لکھتا ہے جیسے روایت میں آتا ہے کہ ''اگر وہ شخص استغفار کر لیتا ہے تو وہ برائیاں نہیں لکھتا لیکن اگر استغفار نہیں کرتا تو لکھ لیتا ہے۔''

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندے پر رحمتوں میں سے ایک ہے کیونکہ اس کی رحمت اور بردباری، اس کے غضب اور انتقام سے پہلے ہوتی ہے اور جب بندہ گناہ میں پڑ جاتا ہے تو اس سے پہلے اللہ کے نام رحیم اور منتقم پہلے موجود ہوتے ہیں اور یہ سب کو معلوم ہے کہ رحمت والے نام پہلے آتے ہیں اور انتقام والے بعد میں ہوتے ہیں لہٰذا تم دیکھو گے کہ چونکہ اللہ کی رحمت والے نام انتقام کی جگہ سے پہلے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے انتقام والے ناموں کا اثر نہیں ہوتا۔ فالحمد للہ رب العالمین۔

جہاں غلطی کرو، وہاں بھلائی کا کام کرو

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''جب تم کسی جگہ بے فرمانی کر بیٹھو تو وہاں سے نیکی کئے بغیر نہ نکلو، چنانچہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہا لیا کرو چنانچہ جب زمین کا وہ ٹکڑا تمہیں دیکھ لے گا، قیامت کے دن ویسے ہی تمہاری گواہی دے گا۔ اللہ تعالیٰ جیسے چاہتا ہے، ہر ایک کی حفاظت فرماتا ہے۔

❁ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن حبان اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص ایسی مجلس میں بیٹھا جس میں بیکار باتیں کرتا رہا اور پھر وہاں سے اٹھنے سے پہلے کہے سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْكَ تو اس مجلس میں ہونے والی تمام غلطیاں بخش دی جائیں گی۔

❁ حضرت ابوداؤد نے روایت کی کہ رسول اکرم ﷺ مجلس سے اٹھتے وقت آخر میں پڑھا کرتے سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْكَ اس پر ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ نے وہ کچھ پڑھا ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں پڑھا۔ فرمایا ''جو کچھ مجلس میں ہو جاتا ہے، یہ اسے مٹا دیتا ہے۔''

❁ ابو داؤد اور ابن حبان نے بتایا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا کچھ ایسے الفاظ ہیں جنہیں کوئی کسی سچی یا باطل مجلس میں سے اٹھتے وقت تین مرتبہ کہتا ہے تو اس کی تمام غلطیاں مٹا دی جاتی ہیں

سُبۡحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمۡدِكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنۡتَ اَسۡتَغۡفِرُكَ وَ اَتُوۡبُ اِلَيۡكَ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ان کلمات کی فضیلت کے بارے میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں جیسے لا الہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ پھر اللہ تعالیٰ کی تسبیح، تحمید اور تہلیل کے بارے میں، پھر لاحول ولا قوۃ الا باللہ، پھر صبح وشام کے ذکروں کے بارے میں اور نمازوں کے بعد پڑھی جانے والی دعاؤں کے بارے میں اور بندہ جب تک ذکروں کو پڑھا نہیں کرتا، اسے یاد نہیں رہ سکتے لہٰذا اے بھائی! ان ذکروں میں سے جن جن کی تم میں ہمت ہے، ان سب پر عمل کیا کرو اور جب بھی تمہارے پاس وقت ہو، ان میں سے بہت سے ذکر کئے جا سکتے ہیں لہٰذا ذکر بڑھاتے جاؤ اور اگر اپنے لئے تم ایک حزب کی شکل میں جمع کر لو جس میں بہت سی دعائیں ہوں جنہیں تم صبح وشام کی مجلس میں پڑھ لیا کرو تو یہ تمہارے لئے بہت مددگار ہو سکتا ہے۔"اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔"

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 121

سوتے وقت شیطان سے بچاؤ کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ سوتے وقت شیطان سے اپنی حفاظت کر کے سویا کریں اور یہ اس طریقے سے ہو سکتا ہے کہ سوتے وقت ہم ظاہری و باطنی پاکیزگی کر لیا کریں، یہ حفاظت اس سلسلے میں آنے والے ذکر پڑھنے سے بھی ہوتی ہے کیونکہ جو شخص بے وضو اور ذکر پڑھے بغیر سو جاتا ہے تو شیطان کبھی بھی اس سے الگ نہیں ہوتا چنانچہ زیادہ سونے کی وجہ سے اس میں وسوسے ڈالتا ہے اور اسے ردی قسم کی خوابیں دکھاتا ہے کہ اسے غمگین کرے تو وہ بیدار ہو جائے لہٰذا اے بھائی! ان ذکروں پر عمل کرو جو نیند کے موقع پر لکھے ملتے ہیں اور شیطان سے حفاظت کرنا چاہتے ہو تو وضو کر کے سویا کرو۔

میرے بھائی افضل الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بڑے بڑے اولیاء بھی ردی خوابیں دیکھتے ہیں حالانکہ وہ شیطان سے اپنی حفاظت کر لیتے تھے، یہ انہیں ہوشیار کرنے کے لئے ہوتی ہیں کیونکہ نیند مومن کے لئے وحی ہوتی ہے اور وہ مریدوں کی طرح خوش کرنے والی خوابیں نہیں دیکھتے کیونکہ ان میں طاقت ہوتی ہے کیونکہ وہ ان کاموں سے فارغ ہوتے ہیں جو ان میں راستے پر چلنے کے لئے محبت پیدا کرتے ہیں اور بندوں پر اللہ کا وسیع فضل و کرم جانتے ہیں چنانچہ وہ صرف اپنے اوپر لازم حقوق پر نظر رکھتے ہیں، ان پر نہیں جو ان کے فائدے کے لئے ہوتے ہیں لیکن اس کے برعکس اگر مرید طریقت میں داخل ہوتے ہی ردی خوابیں دیکھا کرے تو وہ ان سے الگ ہو جائے گا اور ہمت ہار بیٹھے گا۔

اس پر میں نے اپنے بھائی سے کہا کہ "نیک خوابیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں اور بری خوابیں شیطانی ہوتی ہیں۔" اور ہر ایسی خواب جو بندے کو غمگین کر دے، وہ اچھی شمار نہیں ہوتی تو آپ انہیں نیک کیوں کہتے ہیں؟ انہوں

نے کہا اگر یہ نیک نہ ہوں تو وہ ولی ہوشیار نہ ہوگا اور نہ وہ خوابیں اسے اس کے نقص بتائیں گی کیونکہ جو چیز کسی کی بھلائی کا سبب بنتی ہے، وہ خود بھی اچھی ہوتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ایک مرتبہ میرے ساتھ ایک واقعہ گذرا، میں نے آرزو کی کہ میں قبر اپنی میں حالت دیکھوں، میں سو گیا اور اس رات دیکھا کہ میں گھنے درخت کی شاخوں پر سویا ہوا ہوں جو کیکر کے کانٹوں سے بھری ہوئی ہیں، میں اس پر پہلو بدلے جا رہا ہوں جس سے مجھے ایسی چیز کی سمجھ آئی جو مجھے معلوم نہ تھی، اللہ تعالیٰ خواب میں مجھے اس حال سے اطلاع دیتا رہا، کئی مرتبہ میں اپنا ورد چھوڑ دیتا تو اپنے آپ کو کھیل کود میں دیکھتا، یا لکڑی اٹھائے ہوتا یا پھر انجیر کے درخت میں سے گذر رہا ہوتا جس سے مجھے پتہ چلتا کہ میرا جھکاؤ کسی خواہش کی طرف ہو گیا ہے یا مجھ میں منافقت وغیرہ پیدا ہو گئی ہے جس کی وجہ سے میں اسے بیداری میں نہ دیکھ سکتا کیونکہ کھیل کود اللہ سے غافل ہونے کا پتہ دیتی ہے اور لکڑیاں اٹھانا منافقت کی طرف اشارہ ہے اور اگر مجھ میں نفاق کم ہوتا تو میں دیکھتا کہ میں شگوفہ کی لکڑی اٹھانے والا ہوں اور اگر اس سے اوپر ہوتی تو میں دیکھتا کہ میں چقماق کی لکڑی اٹھانے والا ہوں اور وہ لکڑی ہوتی تو میں جان لیتا کہ مجھ میں بڑی منافقت ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام نے انجیر کھائی تھی

رہا انجیر کا درخت تو یہ جلد ہی گناہ میں گرفتار ہونے کی علامت ہے کیونکہ انجیر ہی کا درخت تھا جس میں سے حضرت آدم علیہ السلام نے کھایا تھا۔

یہ سب کچھ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ میں اس سے توبہ کر سکوں اور اللہ سے بخشش مانگوں۔ ''ہر قسم کی تعریف اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔''

❁ امام مسلم، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''جب کوئی شخص ناپسندیدہ خواب دیکھے تو تین مرتبہ اپنی بائیں طرف تھوکے، تین ہی مرتبہ اللہ سے شیطان کے بارے میں پناہ مانگے اور جس پہلو پر لیٹا ہو، اسے بدل لے۔''

❁ ترمذی کی مرفوع روایت میں ہے ''جب بھی کوئی پسندیدہ خواب دیکھے تو یہ اللہ کی طرف سے ہو گی لہٰذا اس پر اللہ کا شکر ادا کرے اور لوگوں کو بھی بتا دے لیکن اگر ناپسندیدہ دیکھے تو یہ شیطان کی طرف سے ہو گی لہٰذا اس کی برائی سے اللہ کی پناہ مانگے اور کسی کو بھی نہ بتائے کیونکہ یوں یہ اسے نقصان نہیں دے گی۔''

❁ بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''نیک خواب اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور بری خواب شیطان کی طرف سے۔''

حافظ منذری لکھتے ہیں کہ (حدیث والے لفظ) حُلم کا مطلب خواب میں ہمبستری کرتے دیکھنا ہوتا ہے اور یہاں یہی مراد ہے، لغت میں کہتے ہیں حَلِمَ الْجِلْدُ، اور وہ اس وقت جب جلد خراب ہو جائے اور تبدیل ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 122

حکیموں کی بجائے تلاوت سے علاج

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ جب ہمیں نیند کم آئے اور زیادہ تر جاگتے رہیں جس کی وجہ جسم میں رطوبتوں کی کمی ہوتی ہے یا چوروں یا شیطان وغیرہ کا ڈر ہوتا ہے تو ہم حکیموں سے علاج کی بجائے ان ذکروں کے ذریعہ علاج کریں جن کا ذکر روایات میں ہے کیونکہ حکیموں کو میں نے دیکھا ہے کہ بہت ڈرنے والے کا علاج یوں کرتے ہیں کہ سونے کو آگ پر گرم کر کے اسے پانی میں بجھاتے ہیں اور پھر اسے پلاتے ہیں۔

نیند میں کمی کی وجہ

اے بھائی! یہ بات ذہن میں رکھو نیند میں کمی اکثر اس وقت ہوتی ہے جب کوئی مرض لمبی ہو جائے چنانچہ آدمی کا دماغ ہر رطوبت اور چکنائی سے خالی ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ سو نہیں سکتا چنانچہ اسے سخت پریشانی ہوتی ہے جس کی وجہ سے شدید درد کی بنا پر موت کی آرزو کرتا ہے۔ لہٰذا بندہ کے لئے مناسب نہیں کہ ہمارے ذکر کیے ہوئے علاج کو چھوڑ دے اور یہ کہہ دے کہ نیند چھوڑنے پر بندے کے لئے افضل یہ ہے کہ اللہ کی حمد کرے کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ اس کے ذریعے علاج کرنا اللہ کی تقدیر میں الحمد للہ تعالیٰ علی السہر کے مخالف نہیں چنانچہ بندہ اس لحاظ سے علاج کرے کہ زیادہ جاگنے سے بندے کے نزدیک کسی عبادت میں اللہ کی طرف توجہ نہیں رہتی بلکہ وہ کسی شدید ضرورت کے بغیر اللہ کی عبادت کرتا ہے خواہ اس کے نزدیک زیادہ جاگنے کی وجہ سے یہ بہانہ ہوتا ہے کہ بندے کے لئے کسی ایسی چیز کو استعمال کرنا مناسب ہوتا ہے جو نیند کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دے۔ اسے ذہن میں رکھو۔

خواب میں ڈرنے کی وجہ

حضرت سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خواب میں صرف وہی شخص ڈرا کرتا ہے جو جاگتے میں حق تعالیٰ سے ڈرتا اور مخلوق سے خوف کھاتا ہے ورنہ جو اللہ کا ذکر کرتا ہی رہے تو اس کا ہر شے سے انس ہو جاتا ہے اور ہر شے اس سے انس رکھتی ہے خواہ بولنے والی یا چپ رہنے والی ہو لہٰذا اے بھائی! اپنے دل کے آئینے کو روشن کر لو پھر اللہ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرو گے ورنہ لازمی طور پر جن اور انسان وغیرہ سے ڈرتے رہو گے او وہ تجھ سے انس نہیں رکھیں گے۔

میرے گھر میں ایک جن عورت رہا کرتی تھی، جب میرے قریب آتی تو میرے جسم کا ہر رونگٹا کھڑا ہو جاتا جس پر میں اللہ کا ذکر شروع کر دیتا تو فوراً مجھ سے دور ہو جاتی پھر اندھیرے کے اندر مسجد کو جاتے وقت میرے راستے میں کھڑی ہو

جاتی لیکن میں اس سے ڈرتا نہ تھا بلکہ اندھیرے راستے میں، مَیں اس کے ہاں سے گزرتے ہوئے اسے السلام علیکم کہتا چنانچہ دل میں اس سے گھبراہٹ نہ ہوتی ورنہ انسان کی طبیعت جنوں سے نفرت کرتی اور ڈرتی ہے۔

ایک مرتبہ قحط کے زمانے میں میرے ہاں جنوں کی ایک ٹولی آ ٹھہری چنانچہ میں نے ان سے کہا کہ روٹی اور کھانا ان کے ساتھ کھاتے رہو لیکن اپنے مسلمان بھائیوں کو تکلیف نہ دینا، اس پر میں انہیں یہ کہتے ہوئے سنا کرتا کہ ہم نے آپ کا حکم سن کر مان لیا ہے، یونہی ہوگا۔

امام شعرانی کے ہاں سے جن بھاگ گیا

ایک اور مرتبہ میرے گھر میں جن آ ٹھہرا، وہ ہر رات میرے بڑے دادا کی صورت میں آ جایا کرتا اور آتے ہی پہلے تو چراغ بجھا دیتا اور پھر گھر میں چکر لگایا کرتا، میرے گھر والے اس سے ڈرا کرتے، میں اس کی تاک میں بھُوسے کے نیچے چھپ کر بیٹھ گیا اور اس کو پاؤں سے پکڑ لیا، وہ پھسل کر گرا اور مجھ سے فریاد کرنے لگا، میں نے کہا کہ توبہ کرتے ہو؟ اس نے کہا ہاں اور پھر میرے ہاتھوں میں باریک ہونے لگا اور ایک بال کی طرح باریک ہو کر نکل گیا اور پھر اس کے بعد آج تک ہمارے پاس نہیں آیا۔

ایک رات میں خلیج حاکمی پر جنگل میں اکیلا کسی انسان کے گھر میں مہمان بن کر ٹھہرا، اس نے مجھے گھر میں بند کر دیا، اتنے میں میرے پاس جنوں کی ایک ٹولی آ گئی اور آتے ہی چراغ بجھا دیا، پھر گھوڑوں کی طرح میرے گرد چکر لگانے لگے۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! میں جسے پکڑ لوں گا تو مارے بغیر نہیں چھوڑوں گا اور پھر ان کے درمیان ہو گیا اور وہ صبح ہونے تک میرے گرد چکر لگاتے رہے۔

ایک مرتبہ جامع غمری میں، مَیں وضو کے لئے وضو خانے میں داخل ہوا، رات سخت سرد اور اندھیری تھی، اسی دوران سانڈھ جیسا ایک جن میرے پاس آ گیا اور پانی کے بھرے برتن میں گرا جس کی وجہ سے پانی دیوار سے آدھا ہاتھ تک اوپر آ گیا، میں نے اس سے کہا کہ دور ہو جاؤ تاکہ میں وضو کر سکوں لیکن وہ نہ مانا چنانچہ میں نے تہبند درمیان میں باندھا اور اس کے اوپر گر گیا، وہ میرے نیچے سے کھسک کر بھاگ گیا میرے ساتھ جنوں کے ایسے کئی واقعات گذرے ہیں۔

یہ واقعات بیان کرنے کا مقصد تمہیں یہ بتلانا ہے کہ جو شخص رات دن حدیثوں میں آئے ورد پڑھا کرتا ہے تو جنوں اور انسانوں کے لئے اس پر قابو پانے کا کوئی راستہ نہیں ہوتا چنانچہ میں بھی اگر وہ ورد پڑھتا نہ ہوتا تو دوسرے لوگوں کی طرح لازمی طور پر ان سے ڈرا کرتا لہٰذا ان پر عمل کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔

ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے ''کوئی خواب میں ڈر جایا کرے تو یوں کہے اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِہٖ وَعِقَابِہٖ وَشَرِّ عِبَادِہٖ وَمِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاَنْ یَّحْضُرُوْنِ تو یہ چیزیں اسے خوفزدہ نہیں کریں گی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہوش سنبھالنے یا نہ سنبھالنے والی اپنی اولاد کو یہی دعا سکھایا کرتے اور لکھ کر گلے میں ڈالتے۔

❁ نسائی کی روایت میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ خواب میں ڈر جایا کرتے تھے، آخر اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے بات کی تو آپ نے فرمایا "جب لیٹنے لگو تو یوں کہہ لیا کرو بِسْمِ اللّٰہِ اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ اور آخر تک پڑھ دی۔

❁ طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ ڈراؤنی چیزیں بتائیں جو خواب میں دیکھتے اور جو ان کے اور رات کے نفلوں میں رکاوٹ بنتیں تو آپ نے فرمایا اے خالد بن ولید! کیا میں تمہیں چند ایسے لفظ نہ بتا دوں جنہیں پڑھ لیا کرو، انہیں تین بار پڑھا کرو، اللہ انہیں دور کر دے گا۔" انہوں نے عرض کی بہت اچھا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں نے اسی امید پر ان کی شکایت کی تھی، آپ نے فرمایا یوں کہہ لیا کرو، اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ غَضَبِہٖ وَعِقَابِہٖ وَشَرِّ عِبَادِہٖ وَمِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاَنْ یَّحْضُرُوْنِ۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں، ابھی کچھ ہی راتیں گذری تھیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کی یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو سچا بنا کر بھیجا ہے، میں نے جب سے یہ الفاظ تین مرتبہ پڑھنا شروع کئے ہیں تو اللہ نے وہ خوابیں دور کر دی ہیں، اب اگر میں رات کو یا دن کو شیر کی جھاڑی میں بھی چلا جاؤں تو مجھے خطرہ نہیں ہوتا۔

❁ امام احمد اور ابو یعلیٰ بتاتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن خنبس تمیمی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کیا رسول اللہ ﷺ سے آپ کی ملاقات ہوئی ہے؟ انہوں نے بتایا، ہاں پوچھا رسول اللہ ﷺ نے اس رات کیا کیا تھا جب جنوں نے آپ سے چال چلی؟ انہوں نے کہا اس رات جنات آپ کی خدمت میں وادیوں اور گھاٹیوں سے آگئے اور ہجوم کر دیا، ان میں وہ جن بھی تھا جس کے ہاتھ میں آگ کا شعلہ تھا، وہ رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ انور کو جلانا چاہتا تھا، اسی دوران حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی اے محمد! جیسے میں پڑھوں، آپ بھی پڑھتے جایئے، کہئے اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَأَ وَبَرَأَ وَمِنْ شَرِّ مَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمِنْ شَرِّ مَا یَعْرُجُ فِیْھَا وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ طَارِقٍ اِلَّا طَارِقًا یَّطْرُقُ بِخَیْرٍ یَا رَحْمٰنُ راوی بتاتے ہیں کہ ان کی وہ آگ بجھ گئی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست دے دی۔

❁ طبرانی نے یوں روایت کی ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بیداری نے ستایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں کچھ ایسے الفاظ نہ بتا دوں، جنہیں پڑھو تو نیند آ جائے، پھر فرمایا یوں کہو اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا اَظَلَّتْ وَرَبَّ الْاَرَضِیْنَ وَمَا اَقَلَّتْ وَرَبَّ الشَّیٰطِیْنِ وَمَا اَضَلَّتْ کُنْ لِّیْ جَارًا مِّنْ شَرِّ خَلْقِكَ اَجْمَعِیْنَ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیَّ اَحَدٌ مِّنْھُمْ اَوْ یَطْغٰی عَزَّ جَارُكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ۔

ایک اور روایت میں اتنا اور بڑھایا ہے وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُكَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہش نبوی ﷺ نمبر 123

قرآنی آیات کا ورد کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کا حکم مانتے ہوئے (کیونکہ اس میں ہماری دنیا وآخرت کی بھلائی ہے) روایات میں آنے والے وہ ذکر روزانہ پڑھیں جو گھر یا مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے سے تعلق رکھتے ہیں لیکن اگر کسی کو ان کی وجہ سمجھ میں نہ آئے تو اسے اس ایمان کی بنا پر پڑھنا چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ ان سے ان کے والدین سے بھی زیادہ پیار فرماتے ہیں، وہ وہی حکم دیتے ہیں جس میں بندے کے لئے تمام آفتوں سے حفاظت ہو جاتی ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اور سب بھائیوں کو ہر معاملے میں نبی کریم ﷺ کے حکموں پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین، آمین، آمین۔

- ترمذی، نسائی اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے "جب آدمی اپنے گھر سے نکلے اور یوں پڑھے بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ تو اسے غائبانہ طور پر کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ تمہارے لئے کافی ہے، سیدھی راہ چلے ہو، یہ تمہارا کام پورا کردے گی اور تمہیں بچا لیا جائے گا اور پھر شیطان کو اس سے دور کر دیا جاتا ہے۔"
- ابو داؤد کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے "ایک شیطان دوسرے سے کہتا ہے، اس آدمی کا کیا بنا جسے راہنمائی ہوئی، اس کی ضرورت پوری ہوئی اور اسے بچا لیا گیا۔"
- امام احمد رحمہ اللہ مرفوعاً لکھتے ہیں "جو مسلمان بھی سفر وغیرہ کا ارادہ کر کے گھر سے نکلتا ہے اور نکلتے وقت یوں کہتا ہے امنت باللہ اعتصمت باللہ توکلت علی اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ تو راستے میں امن سے رہے گا۔"
- امام ترمذی بتاتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا "اے بیٹے! اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو انہیں سلام کہو، اس سے تمہیں اور گھر والوں کو برکت حاصل ہوگی۔"

اس بارے میں بہت سی حدیثیں آتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہش نبوی ﷺ نمبر 124

شیطان سے پناہ مانگنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے رہا کریں اور شیطان کو دور کرنے کے لئے ایسا عمل کریں

جس کی وجہ سے اس وسوسے کا خوف دور ہو جائے جو ہمارے ایمان اور کاموں میں نقصان دہ ہوسکتا ہے۔

اس ہدایت پر وہی عمل کرسکتا ہے جو کسی سچے شیخ کی ہدایت پر چلے جو اسے راہ پر ڈالے، وہ دعائیں سکھائے جو شیطانوں کو قریب آتے ہی جلا کر رکھ دیں اور وہ اس کے سائے ہی سے بھاگ جائیں۔ یہ کام اس صورت میں ہوسکتا ہے جب انسان ضرورت کے علاوہ حلال چیزوں سے بھی مکمل بے تعلق ہو جائے کیونکہ جو شخص دنیا سے کنارہ کش نہیں ہوتا وہ اندھا اور دنیا کی خواہشوں میں غرق ہوتا ہے اور آخرت کی راہ نہیں پاتا، ایسے لوگ شیطان کے وہ گدھے ہوتے ہیں جن پر وہ سوار ہوتا ہے اور انہیں مرضی کے مطابق چلاتا ہے۔

صوفیہ کی نزدیکی اور حاضری تین قسم

اس کی وضاحت یوں ہے کہ صوفیہ کی نزدیکی اور حاضری تین طرح کی ہوتی ہے، حضرۃ اللہ، حضرۃ الخلق اور حضرۃ الخیال (جسے نیند کہتے ہیں) چنانچہ جب کوئی شخص اس خیال سے نکلتا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے تو شیطان اس پر سوار ہو جاتا ہے کیونکہ وہ اس بارگاہ کے سامنے ہر وقت کھڑا ہوتا ہے جبکہ اندر کبھی داخل نہ ہو سکے گا اور جو شخص نماز کے اندر وسوسہ میں پڑے تو بارگاہِ الٰہی میں حاضر نہیں ہوتا چنانچہ اس کی نماز صرف ایک شکل ہوتی ہے جس میں روح نہ ہو اور یہ نماز خاص لوگوں کے نزدیک بیکار شمار ہوتی ہے جسے دوبارہ پڑھنا لازم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی وہ غفلت معاف فرماتا ہے جو نماز سے باہر ہوئی ہو، رہی نماز تو اسے معاف نہیں فرماتا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے یہ لازم قرار دیا ہے کہ شیطان کو بھگانے کے لئے تیار رہیں کیونکہ جس کے علاوہ کوئی واجب و لازم کام پورا نہیں ہوسکتا، وہ خود لازم ہوتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے ''اللہ تعالیٰ کی عبادت یوں کرو کہ جیسے اسے دیکھ رہے ہو اور تم نہیں دیکھ سکتے تو خود وہ دیکھ رہا ہے۔'' اور یہ کام اسی وقت ہوسکتا ہے جب وہ بارگاہ میں داخل ہو۔ اسے ذہن میں رکھو۔

پوری دنیا شیطان کی بیٹی

حضرت علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں پوری دنیا گویا ابلیس کی بیٹی ہے اور جو بھی اس سے محبت کرتا ہے، وہ اسے اس سے بیاہ دیتا ہے اور شیطان اپنی بیٹی کی وجہ سے اس کے ہاں آتا جاتا رہتا ہے بلکہ میں نے آپ سے یوں سنا ہے شیطان اس کے پاس آتا ہے جس نے اس کی بیٹی کا رشتہ مانگا ہوتا ہے اور اس طرح اس کے ہاں اندر داخل نہیں ہوتا جسے عام طور پر سسرالی کرتے ہیں لہٰذا اے بھائی! اگر تم اس کے وسوسے سے بچنا چاہتے ہو تو اسے اپنا سسر نہ بناؤ اور نہ اس سے بیٹی کا رشتہ مانگو۔

یہ ایک ایسی برائی ہے کہ جس میں عام لوگ تو کجا، بہت سے علماء گرفتار ہیں چنانچہ تم دیکھو گے کہ سردی ہو یا گرمی ان میں سے کوئی بھی دنیا حاصل کرنے کی کوشش سے نہیں ہٹتا اور پھر اس کی یہ خواہش بھی ہوتی ہے کہ وہ صالحین جیسی نماز

پڑھے جس کے بارے میں وہ سنتا ہے کہ نماز میں عاجزی کیا کرتے ہیں اور اس میں بارگاہ الٰہی کے اندر حاضر ہوتے ہیں چنانچہ تم دیکھو گے کہ وہ نیت کرنے میں کمی بیشی کرتا ہے اور ہوا میں نیت تلاش کرتا ہے اور ہوا میں نہ ملنے پر نیت باندھتا ہے چنانچہ اپنے قول وفعل میں وسوسے کے اندر گرفتار ہوتا ہے لہٰذا ایسے اکثر عالم پست آواز میں پڑھی جانے والی نماز میں بلند آواز سے تلاوت کرتے ہیں، کچھ عالم امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہنا چھوڑ دیتے ہیں اور امام کے رکوع میں جانے تک ٹھہرے رہتے ہیں چنانچہ فاتحہ پڑھے بغیر نیت کرتے ہوئے رکوع میں چلے جاتے ہیں کیونکہ انہیں ڈر ہوتا ہے کہ تکبیر کہتے کہتے رکوع سے رہ جائیں گے۔ ان پر لازم تھا کہ وہ فاتحہ پڑھتے جس میں انہیں وسوسہ پڑتا ہے، اسی پر ابلیس کا دخل ہوتا ہے تو پہلی رکعت میں اس کی سورۂ فاتحہ رہ جاتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے سرگوشی نہیں کر سکتا پھر کچھ عالم تین طلاقوں اور اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ وہ ایک نیت سے زیادہ نہیں کریں گے اور پھر اس کے خلاف کرتے ہیں اور یہ کہہ دیتے ہیں استغفر اللہ مجھے بھلا دیا گیا تھا، اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ ایسا کام نہیں کرتے جسے کرنا چاہتے تھے حالانکہ وہ طریقہ صرف شیخ طریقت کا ہے جس میں آتا ہے کہ دنیا سے بے تعلقی رکھو، کھانے پینے کی ان چیزوں میں پرہیز کرو جن میں ذرہ بھر شبہ موجود ہے۔ مجھے اپنی حیاتی کی قسم جو شیخ کے دکھائی دینے والے کاموں اور باتوں میں شکر کرتا ہے تو یہ بات بعید نہیں کہ شیطان، اللہ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ ساتھ اس کے ایمان میں شک ڈالے گا اور وہ اپنے اسلام میں شک ہی پر مر جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔

ان میں سے ایک کو میں نے دیکھا کہ کسی ٹیکس لینے والے کے پاس افطاری کر رہا ہے اور جب وضو کیا تو مسجد کے کنکروں پر اپنے جوتے سمیت چل رہا تھا، اسے یہ اندیشہ تھا کہ کنکروں میں کہیں نامعلوم پلیدی نہ ہو چنانچہ میں نے اس سے کہا کہ تمہارے کچھ اپنے کام اپنے ہی دوسرے کاموں کے خلاف ہیں جس پر اس نے کہا کہ چند ضرورتیں ناجائز کاموں کو بھی جائز کر دیتی ہیں کیونکہ ہم دنیا کے ہاتھوں مجبور ہیں (حالانکہ ہم پلیدی سے بچاؤ کر سکتے ہیں) اس پر وہ چپ ہو گیا اور ایک ماہ بعد مر گیا، لوگوں نے دیکھا کہ اس کے پاس تین ہزار دینار موجود تھے جو اس کی اپنی ضرورت اور بیوی کی ضرورتوں سے زیادہ تھے۔

اے بھائی! ایسے شخص کے طریقے پر چلنے سے رک جاؤ، ضرورتوں کا بہانہ نہ بناؤ کیونکہ تنقید کرنے والے گہری نظر رکھتے ہیں۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام احمد، ابو یعلیٰ، بزار اور طبرانی مرفوعاً لکھتے ہیں ''کسی کے پاس کوئی شیطان آ جائے اور پوچھے کہ تمہیں کس نے پیدا کیا، وہ کہے کہ اللہ نے اور جب ایسی صورت پیدا ہو جائے تو اسے یوں کہنا چاہئے ''میں اللہ پر ایمان لایا اور اس کے رسول ﷺ پر۔'' کیونکہ یہ چیز اس سے ایسی بات کو دور کر دے گی۔

❁ ترمذی، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے ایک لمبی مرفوع حدیث میں لکھا ہے فرمایا ''میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اللہ کا ذکر کرتے رہنا اور اسے یوں سمجھنا کہ ایک آدمی کی تلاش میں اس کا دشمن تیزی سے اس کے پیچھے پیچھے پکڑنے جا رہا ہے، لیکن وہ آیا اور ایک پختہ قلعے میں محفوظ ہو گیا، یونہی ایک انسان کو شیطان سے بچنے کے لئے اللہ کا ذکر کرنا ہو گا۔''

❁ مسلم شریف میں ہے کہ ''حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر

ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ! شیطان میرے اور میری نماز کے درمیان رکاوٹ بن جاتا ہے جس کی وجہ سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ مجھے کیا پڑھنا ہے؟ اس پر فرمایا وہ ایسا شیطان ہے جسے ''خنزب'' کہتے ہیں لہٰذا اگر وہ تمہیں محسوس ہو تو اللہ سے پناہ مانگو اور اپنی بائیں طرف تین مرتبہ تھوک دو۔''

وہ بتاتے ہیں کہ میں نے یونہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے مجھ سے دور کر دیا۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 125

رات و دن استغفار کی کوشش کرنا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم دن رات ڈھیروں مرتبہ استغفار کیا کریں، خواہ ذہن میں گناہ آ سکیں یا نہ آ سکیں۔''

یہ وہ ہدایت ہے کہ جس کے بارے میں بہت سے وہ صوفی سستی کرتے ہیں جو کسی شیخ کے ہاتھوں میں ہاتھ نہیں دیتے چنانچہ شیطان ان کے دل میں یہ خوبصورت بات ڈالتا ہے کہ وہ اکیلے ہو چکے ہیں لہٰذا اب انہیں اللہ سے کوئی کام نہیں رہا چنانچہ ایسا شخص گناہ کو ذہن میں کیسے دیکھ سکے گا کہ اس سے استغفار کرے، وہ کبھی دل میں سوچتا ہے کہ مجھ جیسے کو اللہ کا عذاب دینا بہت دور کی بات ہے حالانکہ اگر اللہ تعالیٰ اس کے دل کی آنکھیں عارفوں کی طرح کھول دے تو اسے نظر آ جائے کہ وہ دنیا میں زمین کے دھنس جانے کے لائق ہے اور آخرت میں جہنم کے اندر جانے کے قابل ہے کیونکہ بندے کے گوشت پوست میں گناہ بھرے ہیں، انسان گناہوں میں گرفتار ہو کر کب تک انہیں بھلاتا رہے گا، قیامت کے دن اسے سب کچھ نظر آ جائے گا لہٰذا اے بھائی! استغفار کرتے ہی رہو۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ روزانہ صبح و شام کے سر سے پاؤں تک جسم کے ہر حصے پر نظر رکھتے اور ہر رات و دن میں اس کے ذریعے ہونے والے ہر گناہ خصوصاً کان، آنکھ، زبان اور دل کے گناہوں پر توبہ کرتے اور فرماتے کہ استغفار کرنا اللہ جبار کے غضب کو دور کر دیتا ہے اور جو ایک مرتبہ استغفر اللہ کہے گا تو انشاء اللہ اس کا کوئی گناہ باقی نہ رہے گا، خصوصاً وہ لوگ جن کی عمریں ساٹھ ستر سال ہوں اور ان کے پاس اتنا وقت نہ ہو کہ اس میں کوئی نیک کام کر سکیں تو ان کے لئے استغفار سے بڑھ کر اور کوئی شے مفید نہیں ہو گی۔

❁ سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں دنیا و آخرت کی کوئی ضرورت کسی سے اس وقت تک نہیں رک سکتی جب تک وہ استغفار نہیں چھوڑ دیتا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اپنے رب سے استغفار کرو پھر اس کی طرف رجوع کرو، تمہیں ایک مقرر مدت تک فائدہ دے گا۔''

پھر فرماتا ہے اپنے رب سے استغفار کرو، وہ بہت بخشنہار ہے، تم پر موسلا دھار بارش کرتا ہے اور تمہاری مال و اولاد

سے مدد کرتا ہے اور تمہارے لئے جنتیں اور نہریں بنائی ہیں۔''

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے روزانہ کے وظیفے سے الگ ہو جائے، اپنے جرم اور قرض میں گرفتار ہو جائے تو اس کے لئے کثرت سے استغفار کے بغیر کوئی چیز زیادہ مفید نہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ علیحدگی اور بند ہو جانا لوگوں کے سامنے بندے کے لئے ذلت اور سزا ہے اور جب وہ گناہ تسلیم کر کے اور استغفار کر کے اپنے رب کو راضی کرنے کی کوشش کرے گا اور وہ اس سے خوش ہو جائے گا تو فوری طور پر اسے اس قید سے رہائی دے گا لیکن اگر وہ استغفار کرے اور حق تعالیٰ اسے نہ چھوڑے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول نہیں کی، ابھی اس کے پاس گناہ کی گنجائش ہے یا گناہ کرنے کی طرف دھیان رکھتا ہے۔

اس بات کا تجربہ کیا جا چکا ہے کہ جو شخص گناہوں کا دروازہ مکمل طور پر بند کر دے تو اس کی کوئی دعا رد نہیں کی جائے گی کیونکہ وہ فرشتوں جیسا ہو جائے گا لہٰذا اے بھائی اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری دعا قبول ہو تو گناہوں میں نہ پڑو کیونکہ ایسا نہیں ہو سکے گا اور ہو گا تو یہ ''استدراج'' ہو گا (آہستہ آہستہ گناہوں کا بڑھتے جانا) چنانچہ جیسے اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی عبادت کی طرف بلاتا ہے لیکن تم مانتے نہیں تو تم اس سے دعا کرو گے تو وہ بھی قبول نہیں کرے گا لیکن جب اس کے بلانے پر جلدی سے اس کی عبادت کرو گے، تو حق تعالیٰ فوری طور پر تمہاری دعا قبول کر لے گا۔ (یہ اَدلے کا بدلہ ہے)۔

شہر ''نوی'' میں دفن شیخ ابو النجا رحمہ اللہ نے وصال کے موقع پر اپنے مریدوں کو یوں وصیت کی تھی ''یہ پورا وجود تمہارے ساتھ اسی کے مطابق معاملہ کرے گا جو کچھ تم سے دکھائی دیتا ہے لہٰذا دیکھو کہ تم کیسے ہو۔''

سیدی علی خواص رحمہ اللہ نے یہ بات فرمائی تھی ''جو شخص جو بھی بُنے گا، اسی کو پہنے گا لہٰذا بُننے والے کو برا بھلا کہنے کی ضرورت نہیں۔''

اس پوری گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ ہم قیامت کی نشانیوں کے دور میں داخل ہو چکے ہیں، دسویں صدی ہجری کا دوسرا نصف حصہ شروع ہے جس میں فتنے اور مصیبتیں ہیں، ہم چاہیں یا نہ چاہیں لیکن قیامت کی نشانیاں ہمارے کندھوں پر ہیں، نہ ہمارے بس میں ہے کہ اللہ کی تقدیر کو اپنے آپ سے ٹال سکیں اور نہ ہی اپنے کئے کے بدلے کو روک سکتے ہیں، اس کے باوجود ہم یہی کہیں گے، استغفر الله العظيم اور وہ بھی صرف اللہ کا حکم مان کر اور جو لازمی طور پر استغفار کرتا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا ہر غم دور کرتا ہے، ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ دیتا ہے اور وہاں سے اسے روزی دیتا ہے، جہاں اس کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو۔ اللہ کی قسم اگر ہم میں سے کوئی پوری باقی عمر استغفر الله کہتا رہے اور گھڑی بھر کی غفلت نہ کرے، تو پھر بھی آئندہ گناہ تو کجا، پہلے گناہوں کا خلا پورا نہیں کر سکے گا۔ ''اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔''

❁ امام مسلم، ترمذی، ابن ماجہ اور بیہقی مرفوعاً لکھتے ہیں ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے بنی آدم! جسے میں معاف کر دوں، اس کے علاوہ تم میں سے ہر شخص گناہگار ہے لہٰذا مجھ سے بخشش مانگو، میں بخش دوں گا اور جو یہ جانتے ہوئے مجھ سے بخشش مانگے کہ میں اسے بخشنے کی ہمت رکھتا ہوں تو میں اسے بخش دوں گا، مجھے کسی کی پرواہ نہیں۔''

❁ ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے آدم کے بیٹے! اگر تمہارے گناہ آسمان کے

بادلوں تک بھی پہنچ جائیں اور تم مجھ سے بخشش مانگو، تو میں پھر بھی بخش دوں گا، کوئی پرواہ نہیں، اے ابن آدم! اگر تم زمین کو گناہوں سے بھر دو اور شرک نہ کرتے ہوئے مجھ سے آملو گے تو میں پھر بھی بخشش کر دوں گا۔ اے ابن آدم! جب تک تم مجھ سے دعا کرتے اور آس لگاتے رہو گے، میں وہ سارے گناہ بخش دوں گا جو تمہارے ذمے ہیں اور مجھے پرواہ نہ ہوگی۔

❁ امام احمد اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے ''ابلیس نے کہا تیری عزت و عظمت کی قسم! میں تیرے بندوں کو اس وقت تک بہکاتا رہوں گا جب تک ان کے جسموں میں جان ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اس وقت تک ان کی بخشش کرتا رہوں گا جب تک وہ مجھ سے بخشش مانگتے رہیں گے۔''

❁ امام بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا کیا میں تمہیں یہ نہ بتا دوں کہ تمہاری بیماری اور پھر اس کا علاج کیا ہے؟ ہاں سنو تمہاری بیماری تو تمہارے گناہ ہیں اور ان کا علاج استغفار ہے۔''

❁ امام داؤد، نسائی، ابن ماجہ، حاکم اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص لازمی طور پر استغفار کیا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر غم کو دور کرتا اور ہر تنگی سے نکلنے کی راہ بنا دیتا ہے۔''

❁ ابن ماجہ اور بیہقی مرفوعاً لکھتے ہیں ''اس شخص کے لئے خوشی کا مقام ہوگا جس کے اعمالنامے میں بہت سا استغفار لکھا ہوگا۔''

❁ امام بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اپنا اعمال نامہ دیکھ کر خوش ہو تو اسے اس میں بہت سا استغفار بڑھانا ہوگا۔''

❁ امام حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو مسلمان بھی گناہ کرتا ہے تو فرشتہ تین گھڑی تک رکتا ہے، اگر اس دوران وہ اپنے گناہ سے استغفار کر لیتا ہے تو وہ اسے نہیں بتاتا اور نہ ہی قیامت کے دن اسے عذاب دے گا۔''

میں کہتا ہوں کہ شاید ان گھڑیوں سے مراد تھوڑا سا وقت ہے، آسمانی گھڑی مراد نہیں (جو ساٹھ منٹ کی ایک ہوتی ہے) کیونکہ شریعت کے قاعدے فوری طور پر توبہ کو لازم قرار دیتے ہیں جبکہ تین گھڑیاں گنہگار کو فوری ہونے سے نکالتی ہیں لیکن میں نے سیدی شیخ احمد زاہد کے قلم سے لکھا دیکھا ہے کہ گناہ پر جمے رہنے کی زیادہ سے زیادہ حد یہ ہے کہ توبہ نہ کئے ہوئے اگلی نماز کا وقت آ جائے۔ اس میں مدت کے لمبا ہونے کی بو آتی ہے لیکن سردیوں اور گرمیوں میں وقت کا گھٹنا بڑھنا کنٹرول نہیں کیا جا سکتا۔ اس میں غور کرو۔ واللہ اعلم۔

❁ امام ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے ''جب کوئی شخص ایک گناہ کر لیتا ہے تو اس کے دل پر ایک نکتہ لگا دیا جاتا ہے، اب اگر وہ اسے استغفار کر کے اتارے تو صاف ہو جاتا ہے لیکن دوبارہ کرتا ہے تو وہ پھر اور زیادہ ہو جاتا ہے اور آہستہ آہستہ دل کو گھیر لیتا ہے چنانچہ یہ وہ ''رَین'' ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے یوں ذکر کیا ہے ''ہرگز نہیں بلکہ اس نے ان کے دلوں پر نشان لگا دیا ہے جو وہ کرتے تھے۔''

❁ امام بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے ''دلوں پر ایسا زنگ ہوتا ہے جیسے تانبے کا، جسے استغفار سے صاف کیا جاتا ہے۔''

❁ ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے ''جب کوئی بندہ گناہ کر لیتا ہے، اچھی

طرح وضو کر کے دو رکعت نفل پڑھتا ہے اور پھر استغفار کرتا ہے تو اس کی بخشش ہو جاتی ہے، پھر یہ آیت پڑھی ''وہ لوگ جب کوئی گناہ کرتے ہیں یا اپنے آپ پر ظلم کر لیتے ہیں تو اللہ کا ذکر کر کے اللہ سے اپنے گناہوں پر استغفار کرتے ہیں۔''

❀ امام ابو داؤد اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص یوں کہے اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ تو اسے بخش دیا جاتا ہے اگرچہ وہ میدانِ جنگ سے بھاگا ہو۔''

❀ امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ دعا تین مرتبہ کرے۔

ابن ابی الدنیا، بیہقی اور اصفہانی رحمہم اللہ بتاتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر پر تھے، اسی دوران فرمایا کہ استغفار کرو، ہم نے کر لیا، فرمایا ستر بار پڑھو، ہم نے پورا پڑھ لیا، پھر فرمایا ''جو غلام یا لونڈی (مرد و عورت) دن بھر میں ستر مرتبہ استغفار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سات سو گناہ بخش دیتا ہے اور وہ شخص تو بڑے گھاٹے میں ہوگا جو رات دن میں سات سو سے زیادہ گناہ کرتا ہوگا۔''

❀ امام حاکم کے مطابق حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے اللہ کے اس فرمان کے بارے میں فرمایا ''اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو کہ ایسا وہ شخص ہوتا ہے جو گناہ کر کے کہتا ہے کہ اللہ میرا یہ گناہ نہیں بخشے گا۔''

❀ امام حاکم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص تین بار یوں کہے کہ اے اللہ! تیری بخشش میرے گناہوں کے مقابلے بہت زیادہ ہے اور میرے عملوں کے مقابلے میں تیری رحمت زیادہ امید دلاتی ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسے بخش دیتا ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نمبر 126

اللہ تعالیٰ کے بارے میں اچھا گمان کرنا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے ہیں کہ ہم اپنے پروردگار کے بارے میں اچھا گمان رکھیں کہ وہ ہماری دعائیں قبول فرماتا ہے اور کبھی بھی یہ خیال کر کے دعا کرنا نہ چھوڑ دیں کہ اللہ جو کچھ پہلے لکھ چکا ہے، وہی ہوگا کیونکہ یوں شرعی حکم بے مقصد ہو جائیں گے بلکہ اگر انسان غور کرے تو اس کی یہ دعا بھی پہلے لکھی ہوئی چیزوں ہی میں سے ہے اور ہم اپنے رب کی طرف سے جانتے ہیں کہ وہ اپنے بندے کی طرف سے فاقہ اور محتاجی کا ظاہر کرنا پسند فرماتا ہے اور اپنے بندے کو اس پر ثواب دیتا ہے خواہ اسے دے یا روک لے۔

اس ہدایت پر عمل کرنے سے وہی سستی کرتا ہے جو کسی شیخ کے بغیر راہ پر چلے چنانچہ وہ تمام وسائل کو چھوڑ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر اس دعا کا پورا ہونا پہلے لکھا جا چکا ہے تو پھر دعا کی ضرورت ہی نہیں لیکن اگر اس کا پورا نہیں لکھا گیا تو پھر دعا

کرنے سے کیا فائدہ؟

میں خود اس مقام پر ایک ماہ تک رکا رہا، پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے میرے شیخ محمد شناوی رحمہ اللہ کے ذریعے نکالا۔

قرآن کریم میں ہے

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ

''تم فرماؤ تمہاری کچھ قدر نہیں، میرے رب کے یہاں، اگر تم اس سے نہ پوچھو تو تم نے تو جھٹلایا۔''

اس میں اللہ تعالیٰ بتا رہا ہے کہ بندے کا اللہ سے ادب یہ ہے کہ ہر سختی میں اس سے دعا کرے اور لکھی تقدیریں کا سہارا نہ لے کیونکہ بندہ اسے جانتا ہی نہیں کہ کیا لکھا ہے اور کیا نہیں لکھا جبکہ بڑے بڑے انبیاء اور اولیاء نے اپنے رب سے دعائیں کی ہیں لیکن تقدیر کے لکھے کی طرف دھیان نہیں دیا'' چنانچہ انہی کی راہ اپناؤ۔''

❁ مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے، حضور اکرم ﷺ اپنے رب کی بات سناتے ہیں'' اے میرے بندو! ہدایت حاصل کرنے والے کے علاوہ تم میں سے ہر ایک گمراہ ہے لہٰذا مجھ سے ہدایت مانگو، میں ہدایت دوں گا، اے میرے بندو! جسے میں کھلا دوں، اس کے علاوہ ہر ایک بھوکا ہے لہٰذا کھانے کی چیز مجھ سے مانگو، میں کھلاؤں گا، اے میرے بندو! جسے میں نے لباس دے دیا، اس کے علاوہ سب ننگے ہیں لہٰذا لباس مجھ سے مانگو، میں دے دوں گا، اے میرے بندو! تم دن رات گناہ کرتے ہو جبکہ سارے گناہ میں بخشتا ہوں لہٰذا مجھ سے بخشش مانگو، میں تمہیں بخش دوں گا۔''

❁ امام بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے اس گمان کے قریب ہوتا ہوں جو وہ میرے بارے میں رکھتا ہے اور اس وقت بھی قریب ہی ہوتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے۔''

❁ ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے لکھا ہے'' اصل میں دعا ہی عبادت ہوتی ہے اور پھر یہ آیت پڑھی'' تمہارا رب فرماتا ہے کہ مجھ سے دعا کرو، میں تمہاری دعا قبول کرلوں گا، جو لوگ میری عبادت کرنے میں تکبر دکھاتے ہیں، جلدی ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔''

❁ امام ترمذی اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے'' جسے یہ بات پسند ہو کہ مشکلات کے موقع پر اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرے تو سہولت کے دنوں میں بہت دعائیں کیا کرے۔''

❁ امام ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا'' اللہ کے ہاں دعاء سے زیادہ پیاری اور کوئی چیز نہیں ہوتی۔''

❁ امام ترمذی اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے'' زمین پر جو بھی بندہ کوئی دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ یا تو اسے وہی چیز دے دیتا ہے یا پھر اس جیسی کوئی تکلیف دور کر دیتا ہے بشرطیکہ اس نے کسی برائی یا قطع رحمی کی دعا نہ کی ہو۔ یہ سن کر ایک شخص نے عرض کی تو پھر ہم کثرت سے دعا کریں گے، آپ نے فرمایا تو اللہ بھی کثرت ہی سے دے گا۔''

❁ امام احمد، بزار، ابو یعلیٰ اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا'' جب بھی کوئی شخص کوئی ایسی دعا کرتا ہے جس

میں گناہ یا رشتہ داری توڑنے والی بات نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ اسے تین میں سے ایک چیز دے دیتا ہے، یا تو اس کی دعا جلد قبول فرمالے گا یا آخرت میں اسے سنبھالنے کا حکم دے گا یا پھر اس کی اس جیسی کوئی مشکل دور کر دے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ پھر تو ہم کثرت سے دعائیں کریں گے، فرمایا تو اللہ بھی کثرت ہی سے دے گا۔''

روایت حاکم میں اتنا اور زیادہ لکھا ہے''جب دنیا میں بندے کی دعا جلد قبول کر لی گئی اور پھر دیکھا کہ جن کی دعا دنیا میں قبول نہ ہوئی تھی بلکہ اللہ کے پاس محفوظ رہی تو قیامت کے دن کہے گا ہائے افسوس! کاش دنیا میں میری کوئی بھی دعا قبول نہ کی جاتی۔''

❁ ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا''اللہ تعالیٰ بہت بڑا حیادار ہے چنانچہ جب بندہ اس کے سامنے ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ اس بات سے حیاء کرتا ہے کہ انہیں خالی موڑ دے۔''

❁ امام ابن حبان اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا''اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو صرف دعا ٹالتی ہے، بندہ نیکی کی وجہ سے زیادہ عمل کیا کرتا ہے اور بندے کو گناہ کرنے ہی کی بنا پر روزی سے محروم کیا جاتا ہے۔''

❁ امام بزار اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے، فرمایا''صرف ڈر جانے پر تقدیر نہیں لگتی، دعاء، نازل ہونے والی یا نہ ہونے والی مصیبت میں فائدہ دیتی ہے، بلاء اتر رہی ہوتی ہے تو دعا اسے آگے سے ملتی ہے چنانچہ قیامت تک وہ آپس میں ایک دوسرے سے جھگڑتی رہیں گی۔''

❁ ترمذی اور ابن ابی الدنیا نے مرفوعاً روایت کی فرمایا''اللہ سے اس کا فضل مانگا کرو کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ اس سے مانگا جائے۔'' واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 127

مسنون دعائیں کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی طرف سے تیار کی ہوئی دعا نہ کیا کریں؟ ہاں اگر کوئی حدیث کی دعا یاد نہ ہو تو حرج نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک الفاظ پورے اور مکمل ہیں، ہمیں انہی کی پیروی کرنا چاہئے، بدعت کا کام نہیں کرنا چاہئے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص شریعت کے مطابق اللہ سے دعا کرتا ہے تو وہ اسے بہت جلد قبول کرتا ہے اور اپنی طرف سے بنا کر کرتا ہے تو مجبوری کے علاوہ اسے قبول نہیں کرتا۔

قرآن و حدیث ہی کی دُعائیں کیا کرو

ایک اور مرتبہ فرمایا کہ حق تعالیٰ نماز میں کی گئی دعا اسی وقت قبول کرتا ہے جب وہ شریعت کے مطابق ہو، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے یہ مقرر کر دیا ہے کہ اس سے راز و نیاز اسی کی کلام کے ذریعے ہو کیونکہ اس کی کلام اسی کی طرف سے وحی ہے جبکہ لوگوں کی کلام ایسی نہیں لہٰذا بندے کے لئے مناسب یہ ہے کہ حدیث میں آئی دعائیں یاد کر لے تاکہ مشکلات کے موقع پر وہی دعائیں کر سکے۔ واللہ علیم حکیم۔

ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے لکھا ہے کہ ''نبی کریم ﷺ نے کسی آدمی کو یہ کہتے سنا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنِّیْ اَشْھَدُ اَنَّکَ اَنْتَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ۔ سن کر آپ نے فرمایا تم نے وہ نام لے کر دعا کی ہے کہ جس کے ذریعے کچھ مانگا جائے تو وہ عطا فرماتا ہے اور دعا کی جائے تو قبول فرماتا ہے۔''

❁ حاکم فرماتے ہیں ''تم نے اللہ کے اسمِ اعظم کے ذریعے دعا کی ہے۔''

اسمِ اعظم سے مراد کیا ہے؟

میں کہتا ہوں کہ اسمِ اعظم سے مراد وہ عظیم الفاظ ہوتے ہیں جو (موقع کے لحاظ سے ۱۲ چشتی) اللہ کی اعلیٰ بارگاہ کے لائق ہوں ورنہ اللہ کا کوئی نام ایسا نہیں جو اعظم نہ ہو چنانچہ ایک شخص نے حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ سے عرض کی کہ مجھے اسمِ اعظم سکھایئے۔ آپ نے فرمایا مجھے کوئی اصغر (چھوٹا) نام تو دکھاؤ اور پھر اسے جھڑک دیا۔

اللہ کا ہر نام اسمِ اعظم ہے

ایک عارف نے کہا ہے اسمِ اعظم ہر وہ نام ہوتا ہے کہ دعا کرنے والے کے دل میں جس کی عظمت ہو تو گویا وہ صرف اس کے ہاں دوسرے کے مقابلے میں اسمِ اعظم ہوتا ہے، یہ بعض عوام کا خیال ہے ورنہ اس کے ہر نام میں وہ قوت ہوتی ہے جو اللہ کے سارے ناموں میں ہوتی ہے کیونکہ کل نام ایک ہی ذات کے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁ ترمذی نے روایت کی ہے کہ ''نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو کہتے سنا یَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ جس پر آپ نے فرمایا ''دُعا مانگو قبول ہوگی۔''

❁ امام حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ کا ایک فرشتہ ہے جو اس نے یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ کہنے والے پر مقرر فرما رکھا ہے چنانچہ جو اسے تین بار کہے گا تو فرشتہ کہے گا کہ وہ تیرا دھیان کر رہا ہے۔'' توجہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ تجھے اجازت دے رہا ہے کہ مانگو۔

❀ حضرت امام احمد (الفاظ انہی کے ہیں)، ابن ماجہ، ابو داؤد، نسائی، ابن حبان اور حاکم نے یہ روایت لکھی ہے ''نبی کریم ﷺ حضرت ابنِ عیاش رضی اللہ عنہ کے ہاں سے اس وقت گذرے جب وہ نماز پڑھنے کے دوران یہ عرض کر رہے تھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ یَا مَنَّانُ یَابَدِیْعَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ (ایک روایت میں اتنا اور زیادہ ہے یا حی یا قیوم) اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو نے اللہ سے اس کے اس اسم اعظم کے ذریعہ دعا کی ہے کہ جب اس کے ذریعہ دعا کی جاتی ہے تو وہ قبول فرمالیتا ہے اور جب اس کے ذریعے کچھ مانگا جاتا ہے تو عطا فرماتا ہے۔'' حاکم کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے اَسْئَلُکَ الْجَنَّۃَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ النَّارِ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 128

اللہ سے مانگتے وقت پہلے حمد وثناء اور درود پڑھنا

رسولِ اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اللہ کی حمد اور نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے بغیر اللہ سے کچھ نہ مانگیں کیونکہ یہ ضرورت سے پہلے تحفہ دینے کی طرح ہوتا ہے چنانچہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اپنی حاجت پورا ہونے کے لئے حاجت پوری ہونے سے پہلے اس کی چابی، ہدیہ پیش کرنا ہوتا ہے، جب ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں تو وہ خوش ہو جاتا ہے اور جب ہم رسول اللہ ﷺ کے لئے درود شریف پڑھتے ہیں تو آپ اللہ کے ہاں ضرورت پورا ہونے کی سفارش فرماتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے بھی فرما رکھا ہے کہ ''اللہ کی طرف وسیلہ کے ذریعہ جاؤ۔''

ذرا حکمرانوں کے گھروں کو تو دیکھو، تمہیں پتہ چلے گا کہ ان میں جانے کے لئے تمہیں واسطہ کی ضرورت ہوگی جو حکمرانوں کا قریبی ہو اور ان کی طرف راہنمائی کرے تاکہ وہ تمہاری ضرورت پوری کرنے کے لئے چل کر جائے لیکن اگر تم واسطے کے بغیر اس تک پہنچنا چاہو تو پہنچ نہیں سکو گے۔

اسے ذرا کھول کر بتاتا ہوں کہ جو شخص بادشاہ کا قریبی ہوتا ہے وہ ایسے الفاظ سے واقف ہوتا ہے جن کے ذریعے اس سے بات کی جا سکے اور اسے پتہ ہوتا ہے کہ ضرورت پوری کرنے کا کونسا وقت ہوتا ہے چنانچہ واسطے کے ذریعے بات کرنا، ان کا ادب بنتا ہے اور ہماری ضرورتیں جلد پوری ہوتی ہیں جبکہ ہم جیسوں میں وہ ادب کہاں کہ اللہ کے ساتھ بات کرنے کا طریقہ کیا ہے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تم اللہ سے کوئی حاجت مانگو تو حضرت محمد ﷺ کے ذریعے مانگو اور یوں کہو اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اَنْ تَفْعَلَ لَنَا کَذَا وَکَذَا کیونکہ اللہ کا ایک فرشتہ ہے جو یہ درخواست رسول اللہ ﷺ کے ہاں پہنچا دیتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ فلاں شخص نے آپ کے حق کے ذریعے فلاں فلاں ضرورت کے لئے اللہ سے دعا

کی ہے۔چنانچہ نبی کریم ﷺ اپنے پروردگار سے اس کی حاجت کے لئے دعا مانگتے ہیں تو وہ قبول کر لی جاتی ہے کیونکہ آپ کی دعا تو ٹالی ہی نہیں جاتی۔

دُعا قبول ہونے میں اولیاء کی سفارش

آپ فرماتے ہیں کہ یونہی اولیاء کے ذریعے تمہاری اللہ سے دعا ہوتی ہے کیونکہ فرشتہ اسے ان اولیاء تک پہنچا دیتا ہے اور وہ اس ضرورت کے پورا کرنے کی سفارش کر دیتے ہیں۔ واللہ علیم حکیم۔

❁ امام احمد، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن خزیمہ اور ابن حبان روایت کرتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا جو مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ پھر یوں کہا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ اس پر آپ نے فرمایا اے نمازی! تم نے جلدی کی، نماز پڑھ کر بیٹھ جاؤ، اللہ کے لائق اس کی حمد کرو اور مجھ پر درود پڑھ کر اس سے دعا کرو۔

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ پھر اس کے بعد ایک اور شخص نے نماز پڑھی، اس نے اللہ کی حمد کی اور نبی کریم ﷺ پر درود پڑھا جس پر آپ نے فرمایا اے نمازی! دعا کرو، یہ قبول ہو گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 129

ضروری کاموں کے لئے ان کے اصل وقتوں میں دعا کرنا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی ضروری حاجتوں کے لئے دیر کرتے ہوئے ان وقتوں میں دعا کیا کریں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے کہ ان میں وہ دعائیں ٹالا نہیں کرتا جیسے اذان اور تکبیر کے درمیان سجدہ کرنے پر، پھر اللہ تعالیٰ کی اس تجلی کے موقع پر جو رات کے تیسرے حصے میں ہوتی ہے کیونکہ وہ اس میں ہمیں دعا کے لئے فرما رہا ہوتا ہے، اس وقت میں اس کی طرف سے دعا کا حکم دینا بتاتا ہے کہ اس نے ہماری دعا قبول کرنے اور حاجتیں پوری کرنے کا ارادہ کر رکھا ہوتا ہے چنانچہ فضیلت اسی کی ہے اور اچھی تعریف اسی کے لئے ہوتی ہے لیکن ضرورت یہ ہوتی ہے کہ وہ آداب پورے کرتے ہی دعا کیا کریں اور یہ بات یاد رکھیں کہ دعا کی کوشش کرتے وقت اس کام کو اللہ کے سپرد کر کے اپنے مقصد کے لئے دعا کریں کیونکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی کچھ مانگتا ہے لیکن اس میں اس کی ہلاکت و تباہی ہوتی ہے جیسے بلعم بن باعوراء کے ساتھ ہوا اور جیسے ثعلبہ کے ساتھ اس وقت ہوا جب اس نے عرض کی یا رسول اللہ! میرے لئے اللہ سے بہت سا مال مانگئے چنانچہ اسی میں وہ تباہ ہوا لیکن اگر بندہ یوں کہے اے اللہ! مجھے یہ کچھ دے یا مجھ سے فلاں چیز کو دور کر دے بشرطیکہ

اس میں میرا فائدہ ہوتو پھر وہ تباہ نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ اگر اسے منہ مانگا دے گا تو وہ بہتر ہی ہوگا اور اگر اسے روکے تو پھر بھی بہتر ہوگا، اگر اس سے بلاء دور کر دے تو یہ بہتر ہوگا اور اگر دور نہ کرے تو بھی بہتر ہوگا۔

سیدی شیخ ابوالحسن شاذلی رحمہ اللہ کا ایک فرمان ہے کہ ''اگر اللہ تعالیٰ کوئی کام تمہاری مرضی پر چھوڑ دے تو اپنی مرضی نہ کرو بلکہ اپنی مرضی کی بجائے اسی کی مرضی پر چلو کیونکہ کاموں کے نتیجے کا کچھ علم نہیں ہوتا چنانچہ حضرت محمد بن عنان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے ہاں سب سے بدترین گناہ یہ ہے کہ اللہ سے کسی شے کو حاصل کرنے کے لئے اسے اللہ کے سپرد کئے بغیر سوال کرے پھر جب وہ اسے دے دے اور اس پر اسے بے قراری اور بے چینی ہو تو وہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرے کہ اسے اس سے ہٹا دے، کیونکہ حق تعالیٰ کی بندے پر مہربانی ہوتی ہے اور اس کے ایسے وقت ہیں کہ جن میں وہ کسی سوال کرنے والے کو ٹالتا نہیں خواہ کافر ہی ہو جبکہ اللہ تعالیٰ ہمارے حکم کے ماتحت نہیں اور نہ ہی ہمارا پیروکار ہے کہ ہم مثلاً اسے صبح سویرے تو کہیں کہ ہمارے لئے یوں کر دے اور پچھلے پہر شرمسار ہو کر اسے کہیں کہ جو کچھ تو نے ہمیں صبح کو دیا تھا، اسے واپس لے لے۔

اس ہدایت پر عمل کے لئے کسی ایسے عارف باللہ شیخ کی ضرورت ہے جو اسے اللہ کے سامنے بولنا سکھائے کیونکہ عام لوگوں کی طرف سے تو انتہائی ادب یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے جیسوں سے بات کرنے کا ادب جانتے ہیں جو بادشاہوں اور اولیاء جیسی مخلوق ہیں، رہا اللہ کے ساتھ ان کی بات کرنا تو اس کے لئے انہیں ایسے شیخ کی ضرورت ہوتی ہے جو بارگاہِ الٰہی سے طریقے سیکھ چکا ہو اور اس مقام میں دیر سے ٹھہرا رہا ہو جس کی بنا پر وہ بارگاہِ الٰہی کا عملی ادب جانتا ہو، وہاں حاضر رہنے والے مختلف قسم کے لوگوں کا ادب جانتا ہو جیسے وہ لوگ جانتے ہیں جو رات دن دنیا کے بادشاہوں کے ہاں آتے جاتے رہتے ہیں۔ ''اللہ تعالیٰ کی مثال بہت اعلیٰ ہے۔''

❁ مسلم، ابو داؤد اور نسائی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا'' بندہ اس وقت اللہ کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے، جب وہ سجدے میں ہو لہٰذا کثرت سے دعا کیا کرو۔''

❁ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں'' کیونکہ وہ دعا تمہارے حق میں قبول ہونے کے لائق ہے۔''

❁ امام مالک، بخاری، مسلم اور ترمذی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا فرمایا'' ہمارا رب دنیا کے آسمان پر اس وقت اترتا ہے جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے چنانچہ اس وقت فرماتا ہے'' کون مجھ سے دعا کرتا ہے میں اسے قبول کروں، کون مانگتا ہے کہ اسے دوں اور کون بخشش چاہتا ہے میں اسے بخش دوں۔''

❁ مسلم کی روایت میں ہے کہ'' جب آدھی یا دو تہائی رات گذر جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا کے آسمان پر اترتا (اپنی عظمت کے لائق) ہے اور فرماتا ہے، کوئی سوال کرنے والا ہے کہ اس کا سوال پورا کر دیا جائے، کوئی دعا کرنے والا ہے کہ اس کی دعا قبول کر لی جائے، کوئی بخشش مانگنے والا ہے کہ اسے بخش دیا جائے، صبح تک یونہی فرماتا رہتا ہے۔''

میں کہتا ہوں علماء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا اترنا، اس کی شان کے مطابق ہوتا ہے اور مخلوق میں یہ ہمت نہیں کہ اس کی عقل میں آسکے کیونکہ اللہ اور اس کی مخلوق کسی بھی مرتبے میں ایک جیسے نہیں ہو سکتے بلکہ الگ الگ ہیں چنانچہ نہ تو وہ

تعریف میں اور نہ ہی حقیقت میں، نہ ہی جنس میں اور نہ ہی کسی قسم میں اکٹھا ہو سکتے ہیں وہ اس کی صفات کو سمجھ نہیں سکتے۔ یہ بات ذہن نشین رکھو۔

ابو داؤد، ترمذی اور حاکم نے لکھا ہے کہ ''بندہ آدھی رات کے وقت اللہ کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے لہٰذا اگر تم اللہ کا ذکر کرنے والوں میں اس وقت شامل ہونا چاہتے ہو تو ہو جاؤ۔''

ترمذی بتاتے ہیں کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے کہا ''عرض کی گئی یا رسول اللہ! کون سی دعا سب سے زیادہ سنی جاتی ہے یعنی کس کے قبول ہونے کی سب سے زیادہ امید ہوتی ہے؟ فرمایا رات کے آخری حصے کے درمیان والی اور پانچوں نمازوں کے بعد کی جانے والی۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 130

کثرت سے درود وسلام پڑھنا

رسولِ اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم آپ پر شب و روز کثرت سے صلوٰۃ و سلام پڑھیں اور اپنے بھائیوں کو اس کا اجر و ثواب بتائیں اور ان میں اس کا شوق پیدا کریں کہ اس میں آپ سے محبت کا اظہار ہوتا ہے اور اگر وہ اپنے لئے اسے دن رات، صبح و شام ایک ہزار سے دس ہزار مرتبہ کا ورد بنالیں تو یہ سب سے بہتر عمل ہوگا۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے پر صلوٰۃ (رحمت) گنتی میں نہیں آسکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ کی ابتداء اور انتہا نہیں ہوتی، اس کی گنتی درود پڑھنے والے بندے کے مرتبہ کے لحاظ سے ہوتی ہے کیونکہ وہ بندہ ہے اور زمانے میں گھرا ہوا ہے چنانچہ اللہ کا بندے کے لئے اتر نا بندے کی مانگ کے لحاظ سے ہوتا ہے اور اس نے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر ہر مرتبہ دس بار صلوٰۃ فرماتا ہے۔ اسے سمجھ لو۔

جو کچھ ہم نے کہا ہے، اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ بندہ اللہ سے سوال کرتا ہے کہ اپنے نبی پر درود بھیجے، مثلاً وہ یوں نہیں کہتا کہ اے اللہ! میں محمد ﷺ پر درود بھیجتا ہوں کیونکہ بندہ جب رسول اللہ ﷺ کے مرتبہ کا علم نہیں رکھتا تو اللہ کا مرتبہ تو اور بھی اعلیٰ ہی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ پر درود کی گنتی اس لحاظ سے ہے کہ ہم اللہ سے سوال کریں کہ ان پر درود بھیجے تو ثواب کے لئے ایک بار وہ مان لیتا ہے۔

درود پڑھنے والے کو ضرورت ہوتی ہے کہ باوضو ہو اور اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کیونکہ یہ اللہ سے ویسی ہی راز د نیازی ہوتی ہے جیسے رکوع اور سجدے والی نماز اگرچہ اس میں باوضو ہونا اس کے صحیح ہونے کے لئے شرط نہیں اور درود پڑھنے والا اللہ کے سامنے بیٹھا ہوتا ہے اور اس کے قریب سے میں سوال کرتا ہے کہ اپنے نبی پر درود پڑھے۔ اگرچہ فضیلت اصولی

طور پر حضرت محمد ﷺ ہی کے لئے ہے کیونکہ آپ ہی نے یہ طریقہ جاری فرمایا ہے۔ آپ پر درود پڑھا جائے تاکہ درود پڑھنے والے کو اللہ کی طرف سے صلوٰۃ مل جائے چنانچہ جو شخص ہمیشہ درود پڑھے جیسے ہم نے ذکر کیا تو اسے عظیم اجر ملے گا اور یہ طریقہ ان سب طریقوں سے بہتر ہے جن کے ذریعے نبی کریم ﷺ کا قرب حاصل کیا جاتا ہے اور ایسی کوئی چیز وجود میں نہیں آئی جسے اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں حضور اکرم ﷺ جیسا رابطہ بنایا ہو چنانچہ جو صدق دل، محبت اور صاف دلی سے آپ کی خدمت کرتا ہے تو اس کے سامنے ظالموں کی گردنیں جھک جاتی ہیں جیسے تم اسے دیکھتے ہو جو دنیوی بادشاہوں کے قریب ہوتا ہے اور جو آقا کی خدمت کرتا ہے، غلام اس کی خدمت کرتے ہیں۔

یہ طریقہ ہمارے شیخ اور ہمیں اللہ کی طرف لے جانے والے شیخ نورالدین شونی کا تھا (اس شہر کی طرف نسبت ہے جس کا نام شونی تھا، یہ شہر سیدی احمد بدوی رحمہ اللہ کے شہر کے قریب ہے) اور یونہی شیخ عارف باللہ احمد زواوی رحمہ اللہ (بحیرہ کے ماتحت شہر دمنہور میں دفن) بھی کیا کرتے۔ حضرت شیخ نورالدین شونی رحمہ اللہ روزانہ دس ہزار مرتبہ درود شریف پڑھتے جبکہ حضرت احمد زواوی رحمہ اللہ کا ورد چالیس ہزار مرتبہ روزانہ کا تھا۔

ایک مرتبہ مجھے بتایا ہمارا طریقہ یہ ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ پر اتنا کثرت سے درود پڑھتے ہیں کہ آپ بیداری کی حالت میں ہمارے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور ہم ان کے پاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح بیٹھے ہوتے ہیں پھر اپنے دینی مسائل اور ان حدیثوں کے بارے میں پوچھتے ہیں جن کو ہمارے ہاں حدیث کے حفاظ نے ضعیف قرار دیا ہوا ہے پھر اس بارے میں حضور اکرم ﷺ کے فرمان پر عمل بھی کرتے ہیں لیکن اگر ہمارا عمل نہیں تو پھر آپ پر کثرت سے درود پڑھنے والے شمار نہ ہوں گے۔

اے بھائی یاد رکھو کہ اللہ کی بارگاہ تک پہنچنے کے لئے درود پاک کے علاوہ کوئی اور زیادہ آسان راستہ نہیں ہے چنانچہ جو آپ کی وہ خدمت نہیں کرتا جو آپ ہی سے تعلق رکھتی ہے اور پھر بارگاہِ الٰہی میں پہنچنے کا ارادہ بھی رکھتا ہے تو اس نے ایک ناممکن کام کا ارادہ کر رکھا ہے لیکن بارگاہِ الٰہی کا پردہ اسے داخل نہیں ہونے دے گا جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے ادب سے واقف نہیں لہٰذا یوں جانئے کہ جیسے ایک کسان، بادشاہ کے ساتھ بیٹھنے کے لئے درمیانی واسطہ تلاش نہیں کرتا۔ غور کیجئے لہٰذا اے بھائی! تم پر لازم ہے کہ نبی کریم ﷺ پر کثرت سے درود پڑھو اگرچہ تم گناہوں سے بچے ہوئے ہو کیونکہ بادشاہ کا غلام یا لڑکا جب مدہوش ہو تو والی کبھی بھی اس کے معاملے میں دخل نہیں دے گا لیکن جو اس کا غلام نہ ہوتے ہوئے اپنے آپ کو اس کے غلاموں اور لڑکوں وغیرہ میں شمار کرے تو اس کے لئے رکاوٹ ہو گی اور وہ واسطہ بن کر داخل نہیں ہو سکے گا کیونکہ مالک اور والی کے غلام اسے ماریں گے اور سزا دیں گے۔

ذرا واسطہ بننے والوں کی اہمیت کا اندازہ لگایئے، ہم نے آج تک کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو والی کے مدہوش غلام کے سامنے آیا ہو جس کی وجہ اس والی کی عزت ہوتی ہے، یونہی قیامت کے دن نبی کریم ﷺ کے احترام کی خاطر ان کے خادموں کے سامنے جنت کے دربان رکاوٹ نہیں بنیں گے تو دیکھئے کمی کے باوجود آپ کی حمایت ایسی فائدہ مند ہو گی کہ کثرت سے کئے گئے ایسے اعمال بھی وہ فائدہ نہیں دیں گے جن کا رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ خاص تعلق نہیں۔

ہمارے شیخ، شیخ نور الدین شونی رحمہ اللہ کے دور میں ایک ایسے شخص تھے جو علم وعمل کے مطابق ان سے بھی زیادہ مرتبہ رکھتے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ پر اتنی کثرت سے درود نہیں پڑھا کرتے تھے جتنا ہمارے شیخ پڑھتے تھے چنانچہ ان کے علم وعمل نے انہیں قربِ الٰہی کی اس منزل تک نہیں پہنچایا جہاں شیخ نور الدین تھے، اسی بنا پر ان کی تمام ضرورتیں پوری ہوتی تھیں اور ان کا سلسلہ جاری تھا چنانچہ تمام مجذوب اور علماء ان سے محبت کرتے تھے۔

اللہ کی قسم! لوگوں کو ذکرِ الٰہی کے لئے اکٹھے کرنے کے لئے ہر سچے شیخ کا مقصد صرف اللہ کی خاطر محبت ہوتا ہے اور یونہی رسول اللہ ﷺ پر درود کے لئے محفل سجانے کا کوئی اور مقصد ہوتا ہے۔ ذہن نشین کرلو۔

ان ہدایاتِ نبویہ کی ابتداء میں ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ قبر میں نبی کریم ﷺ کے سامنے ہونے کی خاطر دل کی صفائی کا ہونا نہایت ضروری ہے تاکہ انسان آپ کی مجلس میں بیٹھنے کے قابل ہو جائے اور جس کے دل میں صفائی نہیں اور وہ دنیا و آخرت میں اس کے ظاہر ہونے پر شرم محسوس کرتا ہے تو اس کے لئے نبی کریم ﷺ کی صحبت فائدہ مند نہ ہوگی، اسے یوں سمجھایا جا سکتا ہے کہ جیسے کافر بھی تو قرآن پڑھ سکتے ہیں لیکن ایمان نہ ہونے کی وجہ سے انہیں اس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

''ق'' پہاڑ پر صرف درود جیسی عبادت کرنے والی اَن گنت مخلوق

امام ثعلبی نے اپنی کتاب ''العرائس'' میں لکھا ہے کہ ''ق'' پہاڑ پر اللہ کی ایک ایسی مخلوق رہتی ہے جس کا شمار اللہ کے بغیر کسی کے علم میں نہیں جن کی عبادت صرف یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر درود ہی پڑھتے رہتے ہیں۔

اے بھائی! میرا دل یہ چاہتا ہے کہ یہاں تمہارے شوق کی خاطر رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام پڑھنے کے کچھ فائدے بتاتا چلوں، اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان کی خاص محبت سے نواز دے اور تمہارا اکثر وقت آپ پر درود وسلام بھیجتے رہنے میں مصروف ہو اور تم اپنے ہر نیک عمل کا ثواب آپ کے حساب میں جمع کراتے رہو اور یہی وہ بات ہے جس طرف حضرت کعب عجرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں اشارہ ملتا ہے کہ ''میں اپنا تمام درود آپ کے نام کرتا ہوں یعنی میں اپنے تمام اعمال کا ثواب آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں'' جس پر آپ نے فرمایا تھا کہ ''تو پھر اللہ تعالیٰ تمہارے دنیا و آخرت کے غموں کا ذمہ دار ہوگا۔''

صلوٰۃ وسلام کے فائدے

ان فائدوں میں ایک اہم فائدہ یہ ہے کہ

(۱) خود اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور رسول درود وسلام پڑھنے والوں پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں۔ (یعنی اللہ تو رحمت فرماتا ہے مگر فرشتے اور رسول دعا کرتے ہیں)

(۲) ایک یہ کہ اس کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں، اعمال پاک کر دیئے جاتے اور ان کے درجے بلند کئے جاتے ہیں۔

(۳) ایک یہ کہ اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور خود درود، درود پڑھنے والے کے لئے بخشش کی دعا کرتا ہے۔
(۴) ایک یہ کہ اس کے اعمال نامے میں قیراط بھر ثواب لکھا جاتا ہے جو احد پہاڑ جتنا ہوتا ہے۔ یہ پیمائش بڑے پیمانے سے ہوتی ہے۔
(۵) ایک یہ کہ جو ہر وقت پڑھتا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دنیا و آخرت کے کام سنوارتا ہے، جیسے بتایا جا چکا۔
(۶) ایک یہ کہ اس کی خطائیں مٹا کر اسے گردنیں آزاد کرنے جیسی فضیلت حاصل ہوتی ہے۔
(۷) ایک یہ کہ ایسے تمام ہولناکیوں اور گھبراہٹوں سے نجات مل جاتی ہے، قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ اس درود کی شہادت دیں گے اور اس کے حق میں آپ کی شفاعت لازمی ہوگی۔
(۸) یہ بھی ہوگا کہ اسے اللہ کی رحمت اور رضا نصیب ہوگی، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے محفوظ ہوگا اور عرش کے سائے میں جگہ ملے گی۔
(۹) ایک یہ کہ میزان پر اس کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا، حوض پر لے جایا جائے گا اور اس دن کی سخت پیاس سے بچے گا۔
(۱۰) یہ بھی ہوگا کہ دوزخ سے آزادی ہوگی، پل صراط سے تیز ترین بجلی کی طرح گذر ہوگا اور موت سے پہلے اسے جنت میں ''مقعدِ مقرب'' (اللہ تعالیٰ کے قریب بیٹھنے کی جگہ) دکھا دیا جائے گا۔
(۱۱) ایک یہ کہ جنت میں اسے بہت سی بیویاں ملیں گی اور ''مقامِ کریم'' عطا ہوگا۔
(۱۲) یہ بھی ہوگا کہ یہ درود پاک بیس جنگوں میں شامل ہونے سے زیادہ مرتبہ والا ہوگا اور ان کے قائم مقام ہوگا۔
(۱۳) ایک یہ کہ یہ مال کو پاکیزہ کرتا ہے جس کی وجہ سے اس کا مال یوں بڑھے گا جیسے زکوٰۃ کی وجہ سے بڑھتا ہے۔
(۱۴) ایک یہ کہ ہر درود کے بدلے میں اس کی سو بلکہ بہت زیادہ ضرورتیں پوری ہوں گی۔
(۱۵) ایک یہ کہ یہ ایک عبادت ہے اور اللہ کے سامنے سب اعمال سے پیاری ہے۔
(۱۶) یہ اس بات کی علامت ہے کہ اسے پڑھنے والا اہلِ سنت میں سے ہے۔
(۱۷) ایک یہ کہ فرشتے اس کے لئے اس وقت تک دعائیں کرتے رہتے ہیں جب تک وہ آپ پر درود پڑھتا رہتا ہے۔
(۱۸) ایک یہ کہ یہ مجلسوں کو سجا دیتا ہے، محتاجی ہٹاتا ہے اور روزی کی تنگی دور کرتا ہے۔
(۱۹) ایک یہ کہ وہ اس کے ذریعے بھلائی کے موقعے تلاش کر لیتا ہے۔
(۲۰) ایک یہ کہ قیامت کے دن درود پڑھنے والا سب سے قریب ہوگا۔
(۲۱) ایک یہ کہ درود پڑھنے والے اور اس کی اولاد کو اس کی وجہ سے فائدہ ہوگا اور انہیں ثواب ملے گا، یونہی انہیں بھی ہوگا جن کی بارگاہ میں جمع ہوا۔
(۲۲) ایک یہ کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بارگاہ کا قریبی بن جائے گا۔
(۲۳) انہی میں سے ایک یہ ہے کہ درود پڑھنے والے کی قبر میں اس کی وجہ سے نور ہوگا اور حشر کے دن پل صراط پر بھی

ہو گا۔

(۲۴) ایک یہ کہ یہ دشمنوں کے مقابلے میں مدد دیتا ہے اور منافقت و کینے کو پاک کر دیتا ہے۔

(۲۵) ایک یہ کہ یہ مومنوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا کرتا ہے چنانچہ کھلے منافق کے بغیر اسے کوئی بھی ناپسند نہیں کرتا۔

(۲۶) ایک یہ کہ اسے بیداری میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوتی ہے بشرطیکہ جاگتے میں کثرت سے پڑھے۔

(۲۷) ایک یہ کہ یہ درود پڑھنے والے کی چغلی کم سے کم ہوتی ہے، یہ سب سے زیادہ برکت والا کام ہے، سب سے زیادہ مرتبے والا بھی اور دنیا و آخرت میں سب سے زیادہ فائدہ دینے والا ہے۔

اس کے علاوہ درود پاک پر ثواب کا شمار ہی نہیں۔ میں نے تھوڑے سے ثواب ذکر کر کے تمہارے دل میں اس کا شوق پیدا کر دیا ہے لہٰذا اے بھائی اسے لازمی طور پر پڑھا کرو کیونکہ عملوں کے ذخیرے میں یہ سب سے بڑھ کر ہو گا۔

مصنف کو حضرت خضر علیہ السلام کا حکم درود

مجھے اس کے بارے میں مولانا ابوالعباس خضر علیہ السلام نے حکم فرماتے ہوئے کہا کہ صبح کے بعد سورج چڑھنے تک اسے روزانہ لازماً پڑھا کرو اور پھر اس کے بعد ہلکی پھلکی محفل درود کر لیا کرو، میں نے عرض کی کہ میں نے سن لیا ہے لہٰذا اس پر عمل ہو گا چنانچہ اس کی برکت سے مجھے اور میرے مریدوں کو دنیا و آخرت کی بھلائی نصیب ہوئی اور رزق میں اتنی برکت ہوئی کہ اگر مصر کے تمام لوگ بھی میری عیال بن جائیں تو مجھ پر کوئی پریشانی دکھائی نہیں دے گی۔ فالحمد للہ رب العالمین۔

❁ مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "جو شخص مجھ پر صرف ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں فرماتا ہے۔"

❁ ترمذی شریف کی روایت یوں ہے "جو مجھ پر ایک ہی مرتبہ درود پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے۔"

❁ امام احمد، نسائی، ابن حبان اور حاکم کی روایت یوں ہے "اصل میں بخیل وہ شخص ہوتا ہے جس کے پاس میرا ذکر ہو تو وہ مجھ پر درود نہ پڑھے اور جو ایک مرتبہ مجھ پر درود پڑھ لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں فرماتا ہے۔"

❁ ایک اور روایت میں ہے "دس رحمتیں فرماتا، دس گناہ جھاڑتا اور اسی کے ذریعے اس کے دس مرتبے مزید بڑھا دیتا ہے۔"

طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے "جو مجھ پر دس مرتبہ درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں فرماتا ہے، جو دس مرتبہ بھیجتا ہے، اللہ اس پر سو رحمتیں نازل فرماتا ہے اور جو سو مرتبہ بھیجتا ہے تو اس کی دونوں آنکھوں (ماتھے) کے درمیان لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ منافقت اور جہنم سے محفوظ کر دیا گیا ہے اور پھر جنت میں اسے شہیدوں کے ساتھ ٹھہرائے گا۔"

❁ امام احمد اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "مجھے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کیا میں آپ کو یہ خوشخبری

نہ سنا دوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو آپ پر درود پڑھے گا، میں اس پر رحمت کروں گا اور جو آپ پر سلام بھیجے گا میں اسے سلامتی میں رکھوں گا۔''

❁ امام احمد مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا جو نبی کریم ﷺ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر ستر رحمتیں کرے گا اور اس کے فرشتے ستر مرتبہ اس کے لیے دعا کریں گے۔

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''تم جہاں کہیں بھی ہو، مجھ پر درود پڑھو کیونکہ یہ مجھ تک پہنچ جاتا ہے۔''

❁ حضرت ابو حفص بن شاہین روایت کرتے ہیں فرمایا جو مجھ پر دن بھر میں ہزار مرتبہ درود پڑھے گا تو جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھے بغیر نہ مر سکے گا۔''

❁ امام بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''میری امت کی طرف سے پڑھا جانے والا درود ہر جمعہ کو میرے سامنے لایا جاتا ہے تو جو سب سے زیادہ درود والا ہوتا ہے اس کا مقام میرے نزدیک ہو جاتا ہے۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص یوں کہے جَزَی اللّٰہُ عَنَّا مُحَمَّدًا مَّا ھُوَ اَھْلُہٗ (ہماری طرف سے اللہ تعالیٰ حضرت محمد ﷺ کو وہ بدلہ دے جس کے وہ لائق ہیں) تو وہ صبح سے لے کر ثواب لکھنے والے ستر لوگوں کو تھکا دے گا۔''

میں کہتا ہوں کہ یہ درود پاک میرے وردوں میں داخل ہے چنانچہ میں ہر صبح کو ایک ہزار مرتبہ اور ہر رات کو بھی ایک ہزار مرتبہ پڑھا کرتا ہوں۔ فالحمد للہ۔

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص یوں پڑھے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اَنْزِلْہُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ تو اس کی شفاعت میرے ذمہ ہے۔

امام احمد، ترمذی اور حاکم کی روایت ہے ''حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ! میں آپ پر زیادہ سے زیادہ درود پڑھنا چاہتا ہوں تو کتنا درود پڑھ لیا کروں؟ فرمایا جتنا چاہو پڑھ لو عرض کی چوتھائی دن پڑھ لوں؟ فرمایا جیسے تمہاری مرضی اور زیادہ کر دو تو بہتر ہو گا۔ میں نے عرض کیا آدھا دن پڑھ لوں فرمایا جیسے مرضی ہو لیکن زیادہ کر لو تو بہتر ہو گا، عرض کی میں پورے وقت کا درود آپ کے نام کرتا ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا تو پھر تمہارے غموں کا علاج ہو گا اور گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

❁ ایک اور روایت میں لکھتے ہیں ''تو پھر تمہارے دنیا و آخرت کے غموں کا علاج اللہ تعالیٰ کرے گا۔''

اس حدیث میں الفاظ ہیں کہ ''میں کتنا درود پڑھ لیا کروں'' اس بارے میں علامہ منذری کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ درود کے بارے میں، مَیں اللہ سے کتنی بار دعا کیا کروں؟

شیخ ابو المواہب شاذلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں، میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی تو عرض کی یا رسول اللہ! حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے قول ''میں آپ پر کتنا درود پڑھ لیا کروں'' کا مطلب کیا ہے؟ تو فرمایا تو مجھ پر درود پڑھا کرو اور اس کا ثواب اپنی بجائے میری طرف بھیجا کرو۔''

رسول اللہ ﷺ پر درود کے بارے میں بہت زیادہ حدیثیں ملتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 131

حلال کمانے کے لئے کہنا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے ان بھائیوں کو جو علم وغیرہ جیسی زیادہ عبادت نہیں کر پاتے، انہیں کسی کاروبار کرنے کا شوق دلائیں جیسے خرید وفروخت کریں اور پھر ہر ایسا کام کریں جو ان کی روزی میں مددگار ہو لیکن جائز طریقے سے کریں اور دل میں خلوص ہو، زیادہ مال اکٹھا کرنے کی نیت نہ ہو اور نہ ہی کھانے پینے، پہننے اور خواہشات کی بناء پر فخر جتلانا مقصد ہو کیونکہ جو شخص زیادہ مال اور فخر کے لیے دنیا کماتا ہے تو لازمی طور پر وہ حلال کاموں میں شریعت کی حدیں عبور کرے گا چنانچہ کسی دور میں حلال مال فضول خرچی کے طور پر استعمال نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے حضرت حسن بصری کی سادہ دعوت

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ حضرت امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی زیارت کو گئے تو انہوں نے روٹی کا ایک ٹکڑا اور آدھا کھیرا لا رکھا اور کہا اے حسن کھائیے کیونکہ اس دور میں حلال مال کو فضول خرچ کرنے کی گنجائش نہیں چنانچہ تم دیکھو گے کہ جو شخص بھی دنیوی مال میں آسودہ حال ہوتا ہے، وہ کم درجہ کا پرہیز گار ہوتا ہے چنانچہ وہ کینہ اور دشمنی رکھتا ہے، ٹیکس وصول کرنے والوں، رشوت کھانے والوں وغیرہ سے خرید وفروخت کرتا ہے اور اگر وہ چاہے کہ شرعی طور پر کاروبار کے بغیر دنیا کی خوشحالی ہو اور وہ عبادت کرتا رہے تو وہ عام طور پر قرض لے کر گزارہ کرے گا پھر دکھلاوا کرے گا اور اس سے منافقت کرتا ہے جو اس سے اچھا سلوک کرے اور اگر عبادت کی طرف توجہ نہ کرے تو کسی کے کچھ نہ دینے پر تیز زبان سے لوگوں کو تکلیف پہنچاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جائز کاروبار بہر حال بہتر ہوتا ہے۔

حضرت آدم کو ہزار کاروبار سکھائے گئے

روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ایک ہزار کاروبار سکھایا اور فرمایا اے آدم! اپنی اولاد سے کہہ کہ یہ کاروبار کر کے روزی کھائیں لیکن دین نہ بیچیں۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آج کل ہر فقیر اور فقیہ کا کاروبار تبدیل ہو چکا ہے کیونکہ اس دور میں ایسا

کوئی شخص نہیں ملتا جو ان کے ساتھ نیکی اور احسان کرے کیونکہ کاروبار گھٹ چکے ہیں چنانچہ آج کل تاجر، تین یا اس سے زیادہ دنوں تک ٹھہرا رہتا ہے لیکن سودا فروخت ہی نہیں ہوتا چنانچہ وہ کسی اور کی تلاش کیسے کرے جبکہ وہ اپنی، عیال اور مہمانوں کے لیے روزی نہیں کما سکتا اور پھر اس پر گھر اور دکان کے کرائے کا بوجھ ہوتا ہے، ظالموں کی طرف سے ٹیکس، محتسب کے کارندوں کا ٹیکس پھر بازار میں، پیسے اور سونے پر ٹیکس جیسے بوجھ ہوتے ہیں۔ چنانچہ تاجر لوگ عام طور پر اپنے اصل مال (اس) مال یا دوسروں کے مال سے خرچ کرتے ہیں جن کا کاروبار کرتے ہیں اور اس قسم کے لوگ فقیر اور فقیہ کو تلاش کرنا نہیں چاہتے خصوصاً اس وقت جب فقیر یا فقیہ اپنے علم اور عبادت میں خلوص والے نہ ہوں۔

رہے کسان تو وہ سال بھر کے اندر پریشانیوں، تھکاوٹ اور تکلیفوں میں گرفتار ہوتے ہیں کیونکہ کشاف، اہل کار اور ان کے کارندے بھوکے مر رہے ہیں لہٰذا کسان ہمیشہ سب سے پہلے انہی کو اپنا سب کچھ مثلاً دودھ، گھی، مرغیاں اور بکریاں دے دیتا ہے اور پھر اپنی بیوی کا کاتا ہوا بھی ان کے لیے بیچ دیتا ہے اور سال کے آخر میں اسے شہر کے بے کار لوگ اسے اٹھا کر لے جاتے ہیں کیونکہ کافی خراج (ٹیکس) اس کے ذمے ہوتا ہے اور کئی مرتبہ اس کی کھیتی پر لکھ دیتے ہیں ''زیر بار ہے'' چنانچہ اکثر وہ ان سے اپنی اولاد کے لئے آٹا مانگتا ہے لیکن وہ اسے دیتے نہیں، کاش وہ اسے حکومت کے امین کے غلاموں کی طرح جانتے جن کو یہ عادت ہوتی ہے۔

یہ بات ڈھکی چھپی نہیں کہ یہ دیہات، شہروں کے لئے مرکزی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ شہروں میں جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ دیہاتوں ہی سے لایا جاتا ہے تو اللہ کی قسم آج کل رعایا اپنے برے کاموں کی وجہ سے حکمرانوں کے ہاتھ میں یوں ہے جیسے آگ کے جنگل میں یا ان مچھلیوں کی طرح ہیں جو پانی میں ہوتی ہیں لیکن پھر پانی اتر جاتا ہے تو دن کے وقت کتے اور درندے انہیں چیرتے پھاڑتے ہیں لیکن رات کے وقت بھیڑیئے اور لومڑیاں اسے پھاڑ کھاتی ہیں اور باقی کے بارے میں امید ہوتی ہے کہ وہاں پانی آجائے تو وہ مچھلیاں اس میں رہ سکیں۔

میری اس بات کو صرف وہی پہچان سکتے ہیں جو ناحق طور پر مجرم بنتے ہیں جیسے ان کا ذکر ہو چکا، یہ لوگ عوام اور کسان ہیں۔

نعمت چھن جائے تو مشکل سے واپس آتی ہے

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں بہت سے نعمتوں والے ایسے ہیں جو ان کی مقدار صرف اسی وقت جان سکتے ہیں جب وہ نعمتیں چھن جاتی ہیں۔ جیسے بتاتے ہیں کہ ایک غلام کا آقا اس کی عزت کرتا تھا، اچھا لباس پہناتا اور دسترخوان پر اس کے ساتھ کھانا کھاتا، ایک دن وہ آقا ناراض ہو گیا تو اس نے کہا کہ مجھے بادشاہ کے بازار میں بیچ دو چنانچہ کسی انسان نے اسے خرید لیا جس کا حال اس کے آقا سے بھی خراب تھا، اس نے اس کے کپڑے اتار دیئے اور پھٹے پرانے کپڑے پہنا دیئے اور دسترخوان سے بچا کھانا کھلانے لگا، اس نے اس سے بھی یہی کہا کہ بادشاہ کے بازار میں بیچ دو چنانچہ اسے ایک انسان نے خرید لیا جس کی حالت دوسرے آقا سے بھی بری تھی، وہ خود تو آٹے کی روٹی کھاتا لیکن غلام کو چھان کی روٹی دیتا،

یہاں بھی اس نے وہی کہا تو ایک انسان نے اسے خریدا جو خود چھان کی روٹی کھاتا لیکن اسے بھوکا رکھتا۔ اس نے پھر بادشاہ کے بازار کا ذکر کیا تو ایک اور انسان نے اسے خریدا جو خود بھی بھوکا رہتا اور اس کے ساتھ وہ غلام بھی بھوکا رہتا۔

ایک رات آقا کو منارہ کی ضرورت پڑی جس پر چراغ رکھ سکے لیکن کوئی نہ ملنے پر اسے بٹھا لیا اور صبح ہونے تک چراغ اس کے سر پر روشن کئے رکھا۔ اس پر تنگ ہوتے ہوئے اس نے بادشاہ کے بازار کا نام لیا، اسی دوران بازار کے باہر ایک ایسے فقیر نے اسے دیکھا جو اس کا پہلا حال جانتا تھا، اس غلام نے وہ حالات سنائے جو خریدنے والوں کی طرف سے پیش آئے تھے۔ اس پر فقیر نے کہا اگر تم میری بات مانو تو میں تمہیں پہلے آقا کے پاس لے جاتا ہوں۔ اس نے کہا وہاں جا کر مجھے کیا کرنا ہوگا؟ اس نے کہا کہ اس کے انعامات مان جانا، اس نے یہ بات مان لی، وہ واپس آیا تو اسے پہلے آقا ہی نے خرید لیا۔

نعمت کا اندازہ چھن جانے پر لگتا ہے

اس غلام نے انعامات کا اندازہ اس وقت لگایا جب وہ اس سے چھن گئے اور خصوصاً اس وقت اسے پتہ چلا جب اس نے کام کئے بغیر انعامات ملتے رہنے پر نظر ڈالی جیسے ان کو کام کئے بغیر ملتے ہیں جو جامع ازہر یا اردگرد کی مسجدوں میں ہوتے ہیں جہاں روٹی اور تنخواہیں ملتی ہیں اور پھر ان کے ذمے قرض بھی نہیں ہوتا کیونکہ یہ لوگ مخلوق کے بارے میں نہیں جانتے کہ کن مشکلات میں گرفتار ہے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان لوگوں میں سے کوئی ان نعمتوں کی وجہ سے اکڑتا نظر آتا ہے جو ان کے پاس ہوتی ہیں چنانچہ وہ خادم اور نقیب جیسے لوگوں کو خشک روٹی دیتے ہیں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس نعمت کو چھین لیتا ہے اور وہ اسے واپس لینا چاہتا ہے لیکن پھر وہ نعمت کبھی واپس نہیں آتی۔

رسول اللہ ﷺ نے روٹی سے دُھوڑ جھاڑا اور کھالی

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں دیوار کے نیچے روٹی کا ٹکڑا دیکھا جس پر گرد و غبار چڑھ چکا تھا، آپ نے پکڑ کر پھونک ماری، غبار جھاڑا اور پھر کھا کر فرمایا "اے عائشہ! اللہ کی نعمتیں سنبھال کر رکھا کرو کیونکہ جب وہ کسی گھر سے نکل جاتی ہیں تو ایسا کم ہی دیکھنے میں آیا ہے کہ وہ پھر مل جائیں۔"

قرآن کریم میں ہے

"اللہ تعالیٰ نے ایک بستی کی مثال بتائی جو امن و اطمینان والی تھی، وہاں ہر طرف سے کھلے بندوں روزی آتی تھی، وہاں کے لوگوں نے اللہ کی نعمتوں کا انکار کیا تو اللہ نے انہیں بھوک کے لباس اور خوف کا مزہ چکھایا جس کی وجہ ان کے کام تھے۔"

حضرت شیخ عبدالحلیم بن مصلح (منزلہ میں رہنے والے) نے بتایا کہ فقیروں کی ایک جماعت زاویہ کے مقام پر ٹھہری، بیویاں بھی ساتھ تھیں، یہ سب لوگ وہاں محنت مزدوری کرتے تھے لیکن تکبر کی وجہ سے یہ کام چھوڑ دیا جس سے ان کا رزق گھٹ گیا، پھر انہوں نے کاروبار کی خواہش کی تو رزق پہلے سے گھٹ گیا، پھر انہوں نے فقیروں اور مسکینوں کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھنا چھوڑ دیا اور تکبر کی بنا پر کھانے پینے کا سامان ایک ایک ہو کر لینے لگے، رزق پہلے سے بھی گھٹ گیا، پھر انہوں نے سات حزبوں میں پڑھے جانے والے پانچ حزب چھوڑ دیئے تھے، ان کی جگہ دو حزب کر لئے اور کچھ نے تین حزب کر لئے۔ ادھر اذان کہنے والوں نے پانچ نمازوں کی باری چھوڑ دی اور دو یا تین وقتوں میں اذان پڑھنے لگے جس پر ان کی روزی پہلے سے بھی گھٹ گئی چنانچہ اذان پڑھنے والوں اور حزب پڑھنے والوں کی روزی اتنی کم ہوئی جتنا انہوں نے اپنے اپنے کاموں میں کمی کی تھی، اسی دوران خراج لینے والے اپنے عہدوں سے معطل ہو گئے۔ پھر انہوں نے ایک دوسرے کی خدمت چھوڑ دی اور پھر اجرت کے بغیر گندم اور لکڑیاں لانا بند کر دیا حالانکہ اس سے پہلے وہ اجر و ثواب کے لئے ایسا کیا کرتے تھے، اس پر ان کا رزق پہلے سے بھی گھٹ گیا، پھر تنخواہوں کے کچھ پیسے ملنے پر انہوں نے اجرت ملنے کے لئے کیا جانے والا سفر بھی چھوڑ دیا اور مالداری ظاہر کرنے لگے جس سے ان کا رزق اور گھٹ گیا، پھر انہوں نے اپنی بیویوں کو تکبر کی بنا پر گندم صاف کرنے سے بھی روک دیا تو ان کی روزی پہلے سے بھی کم ہوگئی، پھر آٹا گوندھنے سے بھی روک دیا تو روزی پہلے سے کم ہوگئی۔ اس کے بعد انہوں نے چاہا کہ مسجد میں رہنے والے مجاوروں کی تعداد گھٹا دی جائے چنانچہ پنیر اور شہد وغیرہ کے بارے میں کہنے لگے کہ یہ خصوصی طور پر صرف انہی کو دیا جائے، کسی اور کو نہ دیں جس کی وجہ سے روزی پہلے سے بھی کم ہوگئی۔

میں کہتا ہوں کہ ایک جماعت کی تربیت میں نے بھی شروع کی، وہ بڑے خوشحال تھے، اسی دوران ان کے دلوں میں دنیا کی محبت پیدا ہونے لگی تو ان کا رزق پہلے سے گھٹ گیا، پھر روزی کے معاملے میں انہوں نے روزی میرا ذریعہ بننے سے انکار کر دیا تو میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے جس طرح تمہاری روزی کی چابیاں میرے ہاتھ دی ہیں، یونہی وہ سزا کے طور پر میرے ہاتھ کو بھی روک سکتا ہے لیکن انہوں نے یہ بات نہ سنی۔

ابھی ایک ماہ بھی گزرنے نہ پایا تھا کہ اوقاف اور اناج کی چھان بین شروع ہوگئی چنانچہ زاویہ کے سارے حوض بادشاہ کے نکلے جس پر انہوں نے ہمیں وہ روزی کمانے سے روک دیا۔ تاہم انہوں نے ان کے لئے روم کے شہنشاہ کو درخواست دی لیکن ابھی تک وہ امداد رکی ہوئی ہے۔

میں بتا دوں کہ رسول اکرم ﷺ نے صفر کی بیس تاریخ ۹۵۸ھ بروز جمعرات مجھ سے وعدہ فرمایا کہ اگر یہ لوگ توبہ کرلیں اور ادب و تربیت میں داخل ہو جائیں تو یہ روزی زاویہ والوں کو واپس کر دی جائے گی بشرطیکہ ان تمام کاموں سے ہٹ جائیں جن کی وجہ سے ان کی روزی کم ہوئی تھی۔ اگر یہ لوگ اپنے شیخ کی ہدایت کی ان باتوں کو سنتے جو انہوں نے ان سے کہی تھیں تو ان کا یہ حال نہ ہوتا کیونکہ وہ کشتیوں کے رئیس کی طرح ہوتا ہے اور کئی کشتیاں صرف اس وجہ سے غرق ہو گئیں کہ رئیس نے ملاحوں سے کہا کہ اس تیز ہوا کی وجہ سے بادبان لپیٹ دو یا رسی ڈھیلی کر دو، انہوں نے ایسا نہ کیا تو غرق ہو گئیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تمام بھائیوں کے دلوں میں میری نصیحت ڈال دے اور وہ میری مخالفت کرنے کے بعد اس بات میں شرمسار نہ ہوں (کہ انہیں یہ شرم فائدہ نہیں دے گی) کہ کہیں، کہ ان کی روزی پہلے کی طرح انہیں ملتی رہے گی اور یہ مخالفت ان کے لئے صحیح نہیں ہوگی، پھر وہی کاروبار کی خواہش کریں کہ مثلاً تجارت، لوہے کا کام اور جوتے سینے کا کام پھر رک نہ جائیں اور پہلے کی طرح پھر سے عبادت کرنے لگیں اور اس کی ہمت نہ ہونے کی وجہ سے برباد ہوں گے پھر میرے سامنے اپنے آپ کو یوں ذلیل نہ سمجھیں جیسے والد کو اس کے نافرمان بچے کا پریشان کرنا ذلیل نہیں کرتا اور پھر جس کام میں انسان کم سے کم ٹھہرا کرتا ہے وہ کاروبار ہے جس کے ذریعے وہ صبح سے عصر کے بعد تک روٹی اور سالن حاصل کرتا ہے اور بہت مرتبہ وہ اجرت اسے کافی نہیں ہوتی، اسی لئے ایک گوشے میں ٹھہرے فقیر کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ اپنے وردوں میں اللہ کے ساتھ اس قدر مشغول ہو جتنا کوئی کاروباری اپنے کاروبار میں مشغول ہوتا ہے چنانچہ اسے اتنا کافی نہیں کہ مثلاً فجر سے چاشت تک مصروف ہو۔

حضرت سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے وہ نعمتیں شروع کیں جو ان سے پھر جانے کے بعد لوگوں کے قبضے میں تھیں اور وہ روزی قبضے میں لینے کے لئے پہلے طریقے چھوڑ کر دوسرے طریقوں کی طرف چلنے کے محتاج ہو گئے حالانکہ ان میں سے کسی ایک کے لئے نعمت لینے میں وہ عمل کافی نہ تھا جسے وہ گذشتہ زمانہ میں کرتے رہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جس کا کوئی شیخ ہے، اس پر لازم ہے کہ اس کی مخالفت نہ کرے کیونکہ وہ ہر ایک سے وہی کام لیتا ہے جو وہ کرسکتا ہو اور کسی ایسی شے ہی سے اُسے روکتا ہے جو اس کا نقصان کرے لہٰذا اے بھائیو! اس بات کو ذہن میں رکھو، اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔ آمین۔

❁ امام بخاری وغیرہ نے مرفوعاً روایت کی ہیفرمایا ''کوئی شخص اپنے ہاتھ کے کمائے سے بڑھ کر کوئی بہتر کھانا نہیں کھا سکتا چنانچہ اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے۔'' ایک روایت کے مطابق آپ کھجور کے پتوں سے چیزیں بُنتے تھے۔

❁ ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''کسی آدمی کا کوئی کاروبار ہاتھ کی کمائی جیسا نہیں ہوتا اور آدمی اپنے آپ، اہل وعیال، اولاد اور خادم پر جو کچھ خرچ کرتا ہے، وہ صدقہ ہوتا ہے۔''

❁ امام احمد، بزار اور طبرانی نے لکھا ہے کہ ''نبی کریم ﷺ سے سب سے بہتر کا پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہ نیک طریقے سے خرید وفروخت اور آدمی کا ہاتھ سے کمائی کرنا ہے۔''

❁ طبرانی اور بیہقی نے مرفوعاً بیان کیا ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کاروبار کرنے والے مومن کو پسند فرماتا ہے۔''

❁ انہی کی ایک روایت حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے یوں ہے، بتاتے ہیں کہ ''ایک شخص نبی کریم ﷺ کے ہاں سے گذرا، صحابہ کرام نے اس کا مضبوط اور خوشحالی دیکھی تو عرض کی یارسول اللہ! کاش یہ راہ خدا میں کام ہوتا۔ اس پر آپ نے فرمایا اگر یہ چھوٹے بچوں کے لئے کوشش کرنے نکلا ہے تو یہ اللہ کی راہ میں کیا جانے والا کام ہوگا، اگرچہ بوڑھے اور بڑی عمر کے والدین کے لئے کوشش کرنے نکلا ہے تو بھی یہ کام راہِ خدا میں شمار ہوگا، اگر اپنی عزت کی حفاظت کرنے نکلا

ہے تو یہ بھی راہِ خدا کا کام ہوگا اور اگر نکلنے کا مقصد دکھلاوا کرنا اور فخر کرنا ہے تو یہ کام راہِ شیطان پر چلنے والا شمار ہوگا۔''

❀ طبرانی نے مرفوعاً یوں لکھا ہے فرمایا ''جو شخص شام تک ہاتھوں سے کام کرتے تھک جائے تو شام کو اسے بخش دیا جائے گا۔''

❀ حضرت اصفہانی وغیرہ مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''ہاں عورت کا کھیل سلائی کڑھائی کا کام ہوتا ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 132

روزی کی تلاش کے لئے صبح سویرے نکلنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم دنیا کی محبت کی خاطر نہیں بلکہ روزی کا انتظام کرنے کے لئے صبح سویرے جلدی سے نکلیں کیونکہ بڑے لوگوں کو چھوڑ کر عام آدمی میں ایک حصہ ہوتا ہے جو روزی کا انتظام کرتا ہے اور پریشان رہتا ہے اور اسے اس وقت تک سکون نہیں ملتا جب تک اس دن کی روزی کا انتظام نہیں کر لیتا چنانچہ پہلے بزرگ اپنی دکانیں کھولتے اور جب اس دن کی ضرورت کا نفع مل جاتا تو دکانیں بند کر دیتے اور گھروں کو واپس آ جاتے۔ یہی بات ہم تک حضرت شیخ محقق صالح جلال الدین محلی رحمہ اللہ (منہاج کی شرح کرنے والے) کے بارے میں پہنچی ہے کہ وہ صبح سویرے دکان کھولتے اور گھر میں برتا جانے والا سامان بیچا کرتے اور فرماتے صبح سویرے دکان کھولنے کا مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی برکت والی دعا کو نعمت سمجھتا ہوں جو آپ نے صبح سویرے روزی تلاش کرنے والے کے لئے فرمائی تھی اور آپ کی دعا ٹالی نہیں جاتی۔

آپ سامان بیچتے رہتے، اسی دوران سورج اوپر آ جاتا، پھر بند کر کے لوگوں کو ''مدرسہ مؤیدہ'' یا کسی اور مدرسے میں پڑھانے کے لئے بیٹھ جاتے۔

حضرت سیدی علی خواص رحمہ اللہ عصر تک دکان کھولا کرتے اور پھر بند کر دیتے اور فرمایا کرتے کہ رات کی تیاری کا وقت ہو گیا ہے۔ دکان کھولتے وقت یہ کہتے کہ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اے اللہ! میں تیرے بندوں کے فائدے کی نیت کرتا ہوں۔'' اور پھر لوگوں کو ضرورت کی چیزیں دیا کرتے جن میں زیتون کا تیل، آٹا، چاول، لوبیا وغیرہ ہوتا اور پھر واپس آ جاتے اور جب آپ کسی انسان کے بارے میں معلوم کر لیتے کہ اسے یقین نہیں آ رہا تو دوبارہ تولتے اور ناپتے اور اگر پتہ چل جاتا کہ اسے یقین ہو گیا ہے تو اسے سنہری تحریر دیتے اور جب کوئی شخص آپ سے ایک درہم کی کوئی چیز خریدتا اور ادائیگی میں ٹال مٹول کرتا تو ایک دن میں اس کے گھر کئی بار جا کر رقم مانگا کرتے اور فرماتے کہ ہم لوگوں کے حقوق کو ان کے ہاں

عظیم جانتے ہیں تا کہ دنیا میں انہیں ادا کرنے کے لئے سستی نہ کریں اور ہم رقم کا مطالبہ کر کے انہیں اس احسان سے خلاصی دیتے ہیں جو قیامت کے دن ان پر ہوسکتا ہے، چنانچہ دنیا ہی میں اسے چھوڑنا چاہتے ہیں پھر اپنے آپ کو بھی اس کے احسان کے دیکھنے سے بچانا چاہتے ہین کہ اللہ کے بندوں میں سے کسی پر وہ حق موجود ہے۔

ہم نے آپ کے کاروباری طریقوں کے آداب اپنی کتاب ''البحر المورد'' میں جمع کئے ہیں لہٰذا وہاں سے دیکھ لو۔

ہماری وضاحت کے بعد جس روایت میں بازار کو جلدی میں نہ جانے کی ترغیب کے بارے میں جو کچھ لکھا ملتا ہے، اس سے مراد ایسا شخص ہے جس کی نیت صحیح نہ ہو اور وہ دنیا کے انتظام کے لئے جلدی کرتا ہو کیونکہ وہی اس کا بڑا مقصد ہو۔ واللہ علیم حکیم۔

❁ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے لکھا ہے فرمایا ''اے اللہ! میری امت کے لئے صبح کے ابتدائی وقت میں برکت فرما۔''

جب آپ کوئی چھوٹا یا بڑا لشکر روانہ فرماتے تو دن کے ابتدائی حصے میں روانہ فرماتے۔

❁ حضرت صخر بن وداعہ غامدی رضی اللہ عنہ تجارت کرتے تھے، وہ کسی آدمی کو تجارت کے لئے دن کے ابتدائی حصے میں بھیجتے چنانچہ مالدار ہو گئے اور ان کے مال میں اضافہ ہو گیا۔

❁ امام بزار اور طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''صبح سویرے روزی کی تلاش میں نکلو کیونکہ صبح کا وقت برکت اور کامیابی ہوتا ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 133

روزی کی تنگی والے کام نہ کرو

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ایسے کام نہ کرتے چلے جائیں جن کی وجہ سے روزی تنگ ہو جاتی ہے جیسے دوسرے مسلمان کو اپنے اوپر برتری نہ دینا اور جیسے ظاہری و باطنی گناہ کرنا جن میں زنا، چغلی، کینہ، حسد، تکبر، فخر اور اکڑ وغیرہ شامل ہیں اور جیسے سحری کے موقع پر اس وقت سوتے رہنا جب اللہ کی نعمتیں تقسیم ہوتی ہیں اور جیسے فجر کے بعد سے سورج اوپر آ جانے تک سوتے رہنا۔

اللہ تعالیٰ روزی کب تقسیم فرماتا ہے

حضرت شیخ علی خواص رحمہ اللہ سے میں نے سنا، فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ دکھائی دینے والی وہ روزی اس وقت تقسیم

فرماتا ہے جب فجر ہو چکی ہو اور نہ دکھائی دینے والی روزی اس وقت تقسیم فرماتا ہے جب عصر کی نماز ہو چکی ہو۔

پھر فرمایا یہی وجہ ہے کہ ہمیں ان دو موقعوں پر سونے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ ان میں محتاجی نہ ہونا ظاہر ہوتا ہے اور ان میں اللہ تعالیٰ کی طرف یہ دیکھنے کی پرواہ نہیں ہوتی کہ روزی کون تقسیم کرتا ہے۔

علاوہ ازیں کئی مرتبہ میں نے انہیں کہتے سنا اللہ کی قسم! صبح کو میرے پاس جمعہ بھر یا اس سے زیادہ کا خرچہ ہوتا ہے اور نیند بھی آ رہی ہوتی ہے لیکن نہیں سویا کرتا کیونکہ روزی کی تقسیم ہوتے وقت میں دل سے اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہوں اور کسی بھی وقت میں یہ ظاہر نہیں کرتا کہ میں اس کا محتاج نہیں ہوں۔

میرا ایک مرید تھا، میں جب بھی انجیر، انگور یا کوئی میٹھی چیز تقسیم کرتا تو وہ صرف میری زیارت کے لئے فقیروں کے ساتھ مل کر میرے پاس آیا کرتا، کوئی اور وجہ نہ ہوتی چنانچہ اللہ نے اسے اپنا بنا لیا۔ مجھے جب اس کے دلی ارادے کا پتہ چلا تو چونکہ وہ میرا بہت زیادہ ادب کرتا تھا، اس لئے میں اسے اپنے دل میں جگہ دینے کے لیے تیار ہو گیا۔

صبح کی نماز کے بعد سونا نمونیہ پیدا کرتا ہے

پھر صبح کے بعد سو جانے میں ایک اور بیماری ہوتی ہے جو میرے تجربے کے مطابق نمونیہ ہوا کرتی ہے اور وہ یوں ہوا کہ میں جمعہ کی رات رسول اکرم ﷺ پر درود و سلام کی مجلس میں عشاء سے لے کر نمازِ فجر تک جاگتا رہا اور پھر صبح کی نماز پڑھ کر سو جاتا لہٰذا مجھے نمونیہ ہو گیا، مجھے اس کا سبب معلوم نہ ہو سکا۔ اسی دوران میں نے اپنے شیخ کے محدث شیخ امین الدین بن نجار رحمہ اللہ (امام مسجد غمری، قاہرہ) کو دیکھا جنہوں نے مجھ سے ایک حدیث روایت کی جس کی سند سریانی زبان میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ تک پہنچتی ہے لیکن حدیث کے الفاظ عربی میں ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو شخص صبح کی نماز کے بعد روزانہ سو جایا کرے تو اللہ تعالیٰ اسے نمونیہ کے مرض میں مبتلا کر دیتا ہے۔" میں نے ان سے پوچھا کہ (حدیث کے لفظ) بعج سے کیا مراد ہے تو انہوں نے بتایا کہ یہ پہلو کے درد (نمونیہ) کو کہتے ہیں چنانچہ میں نے صبح کی نماز کے بعد سورج چڑھنے تک کے درمیان سونا چھوڑ دیا تو اللہ کے فضل سے یہ مرض دور ہو گئی۔

- امام احمد اور بیہقی وغیرہ مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا "صبح کے وقت سونا روزی روک دیتا ہے۔"
- امام بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت لکھی ہے فرماتی ہیں "میں لیٹی ہوئی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے دیکھ کر اپنے پاؤں سے مجھے ہلایا اور فرمایا اٹھو، اپنے رب کا رزق دیکھو اور بے پرواہی نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ فجر طلوع ہونے سے سورج چڑھنے تک لوگوں میں روزی تقسیم فرماتا ہے۔"
- امام بیہقی رحمہ اللہ کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں صبح کی نماز پڑھ کر تشریف لائے جبکہ وہ سو رہی تھیں (اس کے بعد باقی روایت بتائی)
- ابن ماجہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبانی لکھتے ہیں کہ "رسول اکرم ﷺ نے سورج طلوع ہونے سے پہلے سو جانے کو منع فرمایا۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 134

اچھے طریقے سے روزی کمانے کا حکم

رسولِ اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی روزی حلال طریقے سے کمائیں اور اس کے لیے ہر راہ نہ اپنائیں، ہمارا ایمان ہونا چاہئے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ہماری قسمت میں لکھ دیا ہے، زمین وآسمان والے چاہیں بھی تو اس میں سے ایک ذرہ بھر نہیں ٹال سکتے جیسے اس نے یہ لکھ دیا ہے کہ ہماری قسمت میں نہ لکھی روزی میں سے کوئی شخص ایک ذرہ بھی ہم تک نہیں پہنچا سکتا۔

میرے بھائی حضرت شیخ صالح شیخ عبدالقادر شفقی رحمہ اللہ اسی طریقے پر چلتے تھے، آپ گندم، لوبیا اور تل وغیرہ دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر حصے پر کاشت کرتے لیکن یہ معلوم نہ ہوتا کہ اسے کہاں کہاں کاشت کیا گیا ہے اور نہ ہی یہ پتہ ہوتا کہ انہوں نے انہیں کن کن کھلیانوں میں رکھا ہے، اسی دوران وہ اسے گاہ دیتے اور ہوا میں اڑا کر دانے الگ کرتے، آپ اسے گھر ہی میں سے دیکھتے اور قریب نہ جاتے چنانچہ جو کچھ وہ لا دیتے، آپ قبول کر لیتے اور دل میں ان کا حساب لینے کا خیال نہ آنے دیتے۔

ایک مرتبہ میں نے پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے کدو کی فصل پر آئیں جسے جزیرہ کے قریب کاشت کیا گیا ہے اور ایک شخص اس کی حفاظت کرتا ہے، ہم سواری بھیج دیتے ہیں اور آپ کے سامنے اسے وسق سے تولیں گے لیکن آپ نے انکار کرتے ہوئے پیغام بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے ریف والوں کے کھانے کے لئے تقسیم کر دیا ہے، اس میں سے کچھ بھی کوئی شخص مصر کو نہیں لے جا سکتا اور جو مصر والوں کی قسمت میں لکھا ہے، اس میں سے کچھ بھی ریف والے نہیں کھا سکتے لہٰذا نگران کی ضرورت نہیں۔

میں نے ان سے کہا کہ آپ اسباب کو بیکار بنا رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ اس میں بیکار بنانے کی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ نگران، اسے تسلی دینے کے لیے ہوتا ہے جو اس کے متعلق اپنے ایمان میں شش وپنج کا شکار ہو کہ شاید جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کے حق میں لکھ دیا ہے، اس میں سے کوئی کچھ بھی نہیں لے سکتا اور تم تو اللہ کے فضل سے صحیح ایمان والے ہو لہٰذا حفاظت کرنے والے کی ضرورت نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص کا ایمان یوں پختہ ہے، اسے کسی ضروری شے کے لئے دروازے بند کرنے کی ضرورت نہیں، ہاں چوروں سے بچاؤ کے لئے حرج نہیں کیونکہ ان کے پاس لوگوں کے مال رکھے تھے لیکن ان کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ دروازے بند نہ کئے جائیں کیونکہ بند کرنے کی صورت میں ان کا وہاں پہنچنا مشکل ہوتا اور یونہی جب آپ مرغی وغیرہ کھاتے تو کسی کے اندر آ جانے کے ڈر سے دروازہ بند کرنے کی ضرورت محسوس نہ کرتے۔

ایک مرتبہ یہ واقعہ پیش آیا کہ میں اور میرے بھائی شیخ صالح عالم علامہ نورالدین طنتنائی رحمہ اللہ مرغی کھا رہے تھے تو میں نے کہا کہ وقت شیخ صالح شمس الدین خطیب شربینی کے آنے کا ہے (ہم تینوں میں سچی محبت تھی) اس پر شیخ نورالدین نے مجھ سے کہا کہ دروازہ بند کر دو کہ کہیں خطیب نہ آ جائیں اور ہماری مرغی کھا جائیں۔ میں نے کہا دو صورتوں میں سے ایک صورت ضرور ہے، یا تو یہ ان کے حصے میں لکھی گئی ہے تو پھر ہم اسے منع نہیں کر سکتے کیونکہ دروازہ بند کرنے پر وہ دیوار سے بھی آ سکتے ہیں اور دوسرے یہ کہ ان کی قسمت میں نہ لکھی گئی ہو، اس صورت میں ہمیں دروازہ بند کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔

اس پر انہوں نے کہا کہ دروازہ بند کر دو اور اسباب پر دھیان دو۔ میں نے پوچھا کہ اس کی دلیل کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ حدیث موجود ہے ''گھنٹے باندھو اور بھروسہ کرو۔'' میں نے ان سے کہا کہ یہ حدیث اس شخص کے حق میں ہے جسے یہ خدشہ ہو کہ اس کی شے اسے نہ مل سکے گی اور مجھے تو اس کا ڈر نہیں۔ اس پر وہ کہنے لگے آپ اسے کھانے سے روکیں اور اپنی نیت کی کوتاہی کو صاف کریں جو مرغی کے آپ کا حصہ ہونے کے بارے میں ہے۔ میں نے کہا میں نے انہیں داخل ہونے سے پہلے ہی دل سے نکال دیا ہے اور جب انسان کا دل پاکیزہ اور اس چیز کے لئے صاف ہو جسے چور لے سکتا ہے تو پھر چور کے لئے حرام نہیں، ہاں اس حیثیت سے کہ ارادہ حرام کا ہو لیکن کھانا سمجھ کر کھانے میں حرج نہیں کیونکہ اس کے لئے اسے کھانا اس وجہ سے حرام ہے کہ وہ تکلیف دیتا ہے اور اس کا دل پاکیزہ نہیں ہوتا، اس پر شریعت کے دلائل کے اشارے موجود ہیں۔

اس پر شیخ نورالدین تو خاموش ہو گئے لیکن اسی دوران شیخ خطیب آ گئے اور انہوں نے اپنی قسمت کا لکھا ہوا کھا لیا۔

اے بھائی! تم کسی کے راستے میں اس کی روزی سے رکاوٹ بننے کے لئے نہ آؤ اور ایمان کی پختگی سے رکاوٹ بننے والے کینے اور میل کو اپنے دل کے صاف آئینے نکالنے کے لئے کسی سچے شیخ کے ہاتھوں میں ہاتھ دو تا کہ وہ تمہیں وہموں کی دنیا سے نکال کر یقین کی دنیا کی طرف لے جائے اور وہ یوں کہ تم مثلاً اس مقام ہی پر نہ جاؤ جہاں بادشاہ وقت علماء اور صالحین میں مال تقسیم کرتا ہے اور جب وہ لوگ تمہیں بھول جائیں تو اس مال سے اپنے پر افسوس نہ کرو، نہ اس بات پر افسوس کرو کہ انہوں نے تمہارا ان میں نام نہیں لکھا اور اس شخص پر ناراضگی کرو جس نے ان سے کہہ دیا ہو کہ اس کا لکھا نام مٹا دو کیونکہ اللہ ایسے لوگوں سے بے پرواہ ہے یا اس شخص نے یہ کہا ہو کہ اس کے آئے بغیر اسے کچھ نہ دو کیونکہ ایسا شخص تکبر کرنے والا اور بڑا بننا پسند کرتا ہے لہٰذا اے بھائی اپنے ایمان پر دھیان رکھو کیونکہ میں نے ترازو تمہارے ہاتھ میں دے دیا ہے اور تم اپنے آپ سے خوب واقف ہو۔

اگر تم دیکھو کہ تمہارا نفس روکنے والے سے تنگ ہوتا ہے تو تم پر لازم ہے کہ اپنا شیخ بناؤ جو تمہیں یقین کی دنیا تک پہنچا دے کیونکہ تمہیں ایسے شیخ کی وجہ سے چین ملے گا اور کوئی بہانہ نہ بناؤ کیونکہ ایسی صورت تم ناقص ایمان والے ہو کر مرو گے، ایسے بہت سے لوگ ہیں کہ جنہیں لوگوں نے رکاوٹ چھوڑنے پر تو کجا، دنیا حاصل کرنے پر قتل کر دیا لیکن اگر ان کا ایمان کامل ہوتا تو وہ یہ کام کبھی نہ کرتے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ نے فرمایا روزی تو بندے کو تلاش کرتی ہے لیکن روزی والا اس کو گھیرے ہوئے ہے اور

جسے روزی ملنا ہے وہ روزی کی تلاش میں ہے، ان میں سے ایک کے ٹھہرنے سے دوسرا حرکت میں آ جاتا ہے۔

آپ اکثر فرماتے تھے کل جب تم بے شمار عبادت کر کے ایمان میں خرابی لے کر آؤ تو اس سے یہ بہتر ہے کہ تم اعمال میں خامی کے باوجود کامل ایمان بن آؤ گے تو تمہارے لئے بہتر ہوگا کیونکہ نیک بختی کامل اور صحیح ایمان کی بدولت ملتی ہے۔

سلوک ہر اس بے چین تاجر کو ایک قول پر لے آتا ہے جس کے دل میں اپنی وجہ سے نہیں بلکہ ہمسائے کی وجہ سے سختی ہو۔ یونہی ہر عالم اور شیخ کو بھی ایک قول پر لاتا ہے جس کے دل میں بہت سارے مریدوں کی وجہ سے ہم عصر لوگوں کے خلاف سختی ہو یا اس وجہ سے کہ انہوں نے اس کے ہاں پڑھنا چھوڑ دیا اور کسی دوسرے کے پاس اکٹھے جا پہنچے ہیں کہ اس کے پاس ایک بھی طالب علم، مرید ایسا نہیں رہا کہ وہ اپنے لئے شیخ بنائے جس کے طریقے پر چلے اور وہ اسے خلوص کے درجہ تک یوں لے جائے کہ کسی دوسرے کی طرف ہر پھر جانے والے طالبعلم کے لئے واضح ہو جائے تو اس کے طالب علموں میں جسے تم دوسرے کے پاس چلے جانے کی وجہ سے ناپسند کرو تو اس میں خلوص نہ ہوگا جیسے صاف حدیثیں بتلاتی ہیں۔ اللہ تمہیں ہدایت دے، اللہ جسے چاہے سیدھی راہ پر ڈال دیتا ہے۔

❁ ترمذی، مالک اور ابوداؤد بتاتے ہیں کہ نبی کریم نے فرمایا ''اچھی راہ، سنجیدگی اور میانی راہ چلنا، نبوت کے چوبیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔''

❁ امام مالک اور ابوداؤد نے پچیسواں حصہ لکھا ہے۔

❁ ابن حبان اور حاکم بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''روزی کھانے میں ڈھیل سے کام نہ لو کیونکہ جب بھی کوئی شخص مر رہا ہوتا ہے تو اس کو اس کی آخری روزی ملتی ہے لہٰذا حلال لینے اور حرام چھوڑنے میں اچھا طریقہ اپناؤ۔''

❁ ابن ماجہ کی اس مرفوع روایت میں ہے فرمایا ''اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور اچھے طریقے سے (روزی) تلاش کرو کیونکہ جو بھی شخص فوت ہوتا ہے، روزی کھا کر فوت ہوتا ہے خواہ دیر ہی سے کھائے لہٰذا حلال لینے کی کوشش کرو اور حرام چھوڑ دو۔''

❁ انہی کی ایک اور روایت میں ہے ''دنیا طلب کرو تو اچھے طریقے سے کرو کیونکہ اسے لکھی روزی ملتی ہے۔''

❁ حاکم کی ایک روایت میں ہے ''ہر ایک کو وہ روزی دی جائے جو اس کے لیے لکھ دی گئی ہے۔''

❁ حاکم کی ایک روایت یوں ہے ''اگر کوئی روزی میں ڈھیل کرتا ہے تو اسے تلاش نہ کرے کیونکہ یہ گناہ ہوگا اور اللہ کا فضل (روزی) بے فرمان ہونے پر نہیں ملتا۔''

❁ ابن حبان، بزار، طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''روزی انسان کو یونہی تلاش کرتی ہے جیسے موت۔''

❁ طبرانی کے الفاظ ہیں ''اس سے بھی زیادہ تلاش کرتی ہے جتنا موت تلاش کرتی ہے۔''

❁ طبرانی نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ''اگر کوئی اپنی روزی سے دور چلا جائے تو وہ اسے یوں پا لیتی ہے جیسے موت۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ایک چیز تمہارے مقدر میں لکھی ہی نہیں تو یہ خیال کرتے ہوئے اسے

لینے میں جلدی نہ کرو کہ ابھی اسے پالو گے یونہی جو چیز تمہارے مقدر میں لکھ دی گئی ہے تو اس خیال پر اسے لینے میں دیر نہ کرو کہ اگر تم ہٹ گئے تو اٹھالی جائے گی۔"

- طبرانی، ابن حبان اور بیہقی نے بتایا ہے "رسول اللہ ﷺ نے دھوڑ پڑی کھجور دیکھی تو اسے پکڑ کر ایک سوالی کو دے دیا اور پھر فرمایا سنو! تم یہاں نہ آتے تو یہ تمہارے پاس پہنچ جاتی۔"
- طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "اگر جن اور انسان اس بات پر اکٹھے ہو جائیں کہ بندے سے اس کی کچھ روزی روک لیں گے تو ایسا نہیں کر سکیں گے۔"
- ابن حبان کی روایت ہے "رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد کے بیٹے حسن اور سوار کو بلا کر فرمایا "روزی سے اس وقت تک مایوس نہ ہونا جب تک تمہارے سر ہلتے ہوں (زندہ رہو) کیونکہ والدہ انسان کو سرخ رنگ میں جنتی ہے اور جسم پر چھلکا (کھال) نہیں ہوتا اور پھر اللہ تعالیٰ اسے ڈھانپتا اور روزی دیتا ہے۔"

اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 135

پوری کوشش سے حلال کمانا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم پوری کوشش سے حلال چیز حاصل کریں تاکہ اس میں سے کھائیں، اسی سے پہنیں اور اسی میں سے اپنے اہل وعیال اور بھائیوں پر خرچ کریں کیونکہ حلال چیز اس وقت تک دنیا میں موجود رہے گی جب تک دنیا میں ایسے لوگ موجود رہیں گے جن پر اللہ کے حکم لاگو ہوں گے۔" اور جب کوئی شخص سچے دل سے حلال تلاش کرے تو اللہ اسے حرام اور شبہ والی چیزوں سے یوں بچا لیتا ہے جیسے گوبر اور خون کے اندر سے دودھ نکالتا ہے لہٰذا اے بھائی! تم اس شخص کی بات نہ سنا کرو جو یہ کہتا ہے کہ دنیا میں کوئی حلال شے باقی نہیں ہے کیونکہ یہ اس کی جہالت ہے۔ جس کی وجہ یہ ہوگی کہ وہ حرام اور شبہ والی چیزیں بہت کھاتا ہوگا چنانچہ اپنے آپ پر قیاس کرتے ہوئے اس نے اندازہ لگایا ہوگا کہ اس سے کوئی بھی بچ نہیں سکتا لیکن اس کے ذہن میں یہ بات نہیں آئی کہ جب اللہ کسی کو اپنا بناتا ہے تو اسے خبیث اور پلید چیزوں سے پاک رکھتا ہے اور خالص حلال مہیا کر دیتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ (سورۂ نور، ۲۶)

''گندیاں، گندوں کے اور گندے، گندوں کے لئے اور ستھریاں، ستھروں کے لئے اور ستھرے، ستھروں کے لئے۔''

چنانچہ جس کا نفس خبیث ہو تو اس کی طرف خبیث عورت لے جائی جاتی ہے اور جس کا نفس پاک ہو، اس کی طرف پاکیزہ عورت لے جائی جائے گی لہٰذا اے بھائی! اپنی نیت درست کرو اور محنت سے، حلال کماؤ اور اگر حلال دے دیا جائے تو اللہ کا شکر کرو لیکن حرام ملے تو استغفار کرو اور اپنی کوشش سے کماؤ، انشاء اللہ آخرت میں تم پر زیادہ الزام نہ ہوگا جیسے اس شخص پر ہوتا ہے جس نے حرام پر کمر باندھی ہو، اپنے نفس سے جہاد کیا ہو اور حرام کو دور نہ کیا ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بندے پر زور دیا ہے کہ حرام کو دور کرے اگرچہ یہ بات اس کے سامنے ہے کہ اللہ نے اس کی قسمت میں لکھا ہے اور جب وہ اسے دور نہیں کرے گا تو گنہگار ہوگا چنانچہ یہ نہ کہا جاسکے گا کہ جو کچھ اللہ نے بندے کے مقدر میں لکھ دیا ہے اس پر اسے کیسے پکڑے گا کیونکہ اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ کافروں اور سب گنہگاروں کے پاس بہانہ موجود ہے اور اللہ کے ہاں ان کے بارے میں کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ ایسے میں وہ شریعت سے نکل جائے گا، اس سے معلوم ہوا کہ جس کی قسمت میں حرام لکھا ہے، وہ اسے دفع کرنے کی وجہ سے بے فرمان ہوگا تو جو وہموں میں پڑا ہوا ہے، وہ بے فرمان کیوں نہ ہوگا۔

دل کی آنکھوں والوں نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ جب بندے پر وہ لوح کھول دی جاتی ہے جو مٹ جانے سے محفوظ ہے اور وہ حق تعالیٰ کو دیکھتا ہے کہ اس نے اس کے مقدر میں زنا یا شراب پینا لکھا ہے تو اسے اس کی جلدی نہیں کرنی چاہئے بلکہ کوشش سے اس تقدیر کو یوں ہٹائے کہ غافل ہو جائے یا پردے میں چلا جائے اور اس دوران اللہ تعالیٰ اپنا لکھا ہوا فیصلہ جاری فرمالے لیکن جلد بازی کرنے پر گناہگار ہوگا اور اس کی وجہ سے وہ اس گناہ سے بھی زیادہ گنہگار ہوگا چنانچہ اس میں غور کرو اور اس پر عمل کرو کیونکہ یہ چیز تمہیں کسی کتاب میں نظر نہیں آئے گی، پھر پرہیز گار علماء اور فقیروں کے ساتھ زندگی گزارے اور جسے اللہ سے ڈر نہیں، ان کے ساتھ زندگی بسر نہ کرے کیونکہ بندے میں کمالات کام کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں، اسی واسطے کہتے ہیں کہ جو کچھ بھی تم اپنے ہم مجلس میں دیکھو گے وہ دیر ہی سے سہی کبھی نہ کبھی تمہاری طرف آجائے گی، خواہ اچھی ہو یا بری اور جو شخص شرارت والوں میں گھل مل کر رہے تو یوں سمجھو کہ وہ گناہ کے اسباب تیار کر رہا ہے چنانچہ اسے اس کام سے زیادہ عذاب ہوگا جو وہ غفلت میں یا بھول کر کر بیٹھا۔

پرہیز گاری پہچاننے کی میزان

اب میں تمہیں ایک ایسا ترازو دے رہا ہوں جس کے ذریعے تم پہچان سکو گے کہ پرہیز گار کون ہے اور کون نہیں اور وہ یوں کہ جس شخص کو تم دیکھو کہ بادشاہ کے اہلکاروں کے ساتھ تنخواہوں کے بارے میں جھگڑتا ہے لیکن یہ چاہتا ہے کہ اسے کچھ زمین یا تنخواہ ملے یا وقف جائیداد پر نظر رکھے یا کثرت سے وظیفے لینا چاہے تو اس سے دور ہو جاؤ لیکن جسے دیکھو کہ حکمران اسے مال دیتے ہیں تو وہ واپس کر دیتا ہے تو اس کے قریب ہو جاؤ کیونکہ وہ تمہارے مقصد میں مدد کرے گا چنانچہ اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ مکمل توبہ یہ ہے کہ انسان ایسے برے بھائیوں کو چھوڑ دے جن کے ساتھ مل کر وہ گناہ کرتا رہا کیونکہ جب

انہیں عادت کے مطابق گناہ کرتے دیکھے گا تو وہ برائی ہلکی ہو جائے گی جو اس میں گناہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوئی تھی اور وہ اس لئے تھی کہ وہ اس کام پر لگ جائے جس سے توبہ کر چکا تھا۔

اس سے یہ بات تمہارے سامنے آ گئی کہ حرام اور شبہ والی چیزیں چھوڑنے کے لیے نفس سے جہاد کرنا لازم ہے اور اس کے بعد سارا دارومدار اس بات پر ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی حمایت کرتا ہے یا نہیں اور یہ بھی ذہن میں رکھو کہ بندے کو گناہ سے دور رہنے کا ثواب مل جاتا ہے خواہ وہ اس کے مقدر میں لکھا ہو یا نہ لکھا ہو، یہ بھی دیکھے کہ جس کے پاس شبہ والا کھانا آئے اور وہ اس میں سے کچھ نہ کھائے تو اس کے لیے مناسب یہ ہے کہ اللہ کی حمایت پر اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کھانے والے کو دیکھے، کوئی اور مقصد نہ ہو ورنہ اگر وہ اس کے حصے میں ہوتا تو اس میں سے ضرور کھاتا جیسے اسے کھایا جس کی دل میں خواہش تھی۔

اس کی وضاحت یوں سمجھو کہ کوئی پرہیزگار اپنے دل میں کہے کہ مثلاً میں فلاں ٹیکس لینے والے سے کھانا سکتا ہوں لیکن میں نے اپنے آپ کو روک رکھا ہے۔ وہ قسمت کو دیکھنے سے غافل ہے اور یہ جھوٹا وہم ہے چنانچہ پرہیزگار اور زاہد لوگ اس میں پرہیز اور زہد کرتے ہیں جو ان کی قسمت میں نہیں لیکن اللہ انہیں ثواب اس لئے دیتا ہے کہ وہ حرام کھانے سے صرف رک جاتے ہیں اور درحقیقت یہ اللہ کی طرف سے ان کی حمایت ہے۔ اسے ذہن نشین کرلو۔ واللہ علیم حکیم۔

☸ مسلم اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ خود پاکیزہ ہے لہٰذا پاکیزہ ہی کو پسند فرماتا ہے۔ اس نے مومنوں کو وہی حکم دیے ہیں جو اس نے رسولوں کو دیئے تھے چنانچہ فرمایا ''اے رسولو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ نیک بنانے والے کام کرو۔'' یہ بھی فرمایا ''اے مومنو! جو روزی ہم نے تمہیں دی ہے، اس میں سے حلال کھاؤ۔''

اس کے بعد آپ نے ایسے آدمی کا ذکر فرمایا جس نے لمبا سفر کیا، بال بکھرے اور گرد آلود تھے، ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے تھے اور کہہ رہا تھا اے رب! اے رب! اس کا کھانا پینا حرام اور لباس حرام تھا اور اسے حرام غذا ملی تو اس کی دعا کہاں سے قبول ہو؟''

☸ طبرانی نے روایت کی ہے ''حلال روزی کی تلاش ہر مسلمان پر لازم ہے۔''

☸ طبرانی اور بیہقی کی مرفوع روایت ہے، فرمایا ''حلال روزی کی تلاش فرض کے بعد (دوسرے درجے پر) فرض ہے۔''

☸ ترمذی اور حاکم بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو شخص پاکیزہ کھائے، سنت پر چلے اور لوگ اس کے شر سے بچے رہیں تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ایسے لوگ اس وقت آپ کی امت میں بہت ہیں، فرمایا میرے بعد بھی کچھ عرصہ تک رہیں گے۔''

☸ امام احمد، طبرانی مرفوعاً فرماتے ہیں'' فرمایا'' چار کام ہیں کہ جب تم میں ہوں گے تو دنیا میں رہ جانے والے تمہارے کاموں کا تم پر بوجھ نہیں ہوگا امانت کی حفاظت کرنا، بات سچی کرنا، اچھا اخلاق اور کھانے کی پاکیزگی۔''

☸ ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے، فرمایا ''ایسے شخص کو خوش ہونا چاہیئے جس کا کاروبار حلال ہو، سیرت نیک

ہو، ظاہری کام اچھے ہوں اور اپنی برائی سے لوگوں کو بچائے اور ایسے کے لیے خوشی ہے جو اپنے علم کے مطابق عمل کرے، اپنا زائد مال صدقہ کرے اور بے مقصد بات نہ کرے۔"

❁ طبرانی روایت بتاتے ہیں کہ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! اللہ سے دعا کیجئے کہ میں دعا کروں تو وہ قبول ہو جائے۔ اس پر فرمایا "اے سعد! حلال کھانا کھاؤ تو تمہاری دعائیں قبول ہوں گی۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 136

اپنے قبضے میں آنے والی ہر چیز کی پرکھ کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ان دنوں جو بھی چیز ہمارے قبضے میں آئے خواہ مال ہو، کھانا ہو یا لباس وغیرہ تو اسے خوب پرکھیں اور ایسی چیز استعمال نہ کریں جس کے حلال و حرام ہونے میں دل کے اندر شبہ ہو۔

پہلے بزرگ قبضے میں آ جانے والی ہر شے کی پرکھ کرتے تھے کہ حلال ہے یا نہیں، اس کے لیے وہ اسے ساتویں اور کئی دسویں کے ہاتھوں تک لے جاتے تھے اور پھر اسے استعمال کرتے تھے اور اگر دسویں ہاتھ میں پرکھی نہ جاتی تو اسے استعمال نہ کرتے۔

آج کل یہ کام اکثر فقیروں کے لیے مشکل ہو گیا ہے۔ آج وہ ایک ہی ہاتھ میں دے کر پرکھ لیں تو انشاء اللہ کافی ہوگا۔

اے بھائی! یہ بات ذہن میں رکھو کہ آج کل پرہیز گاری کے لئے سب سے زیادہ مددگار صبر بنتا ہے اور جو صبر نہیں کرسکتا وہ اگر ہاتھی کا پاؤں بھی کھالے تو پیٹ نہیں بھر سکے گا، یہ صبر نہ کرنے کا لازمی نتیجہ ہے خواہ پرہیز گار صرف اس چیز میں صبر کیا کرتے ہیں جو ان کے مقدر میں نہیں ہوتی۔ بالکل یہی بات پہلے ایک ہدایت میں آ چکی ہے۔

ایک شخص سیدی علی خواص رحمہ اللہ کی خدمت میں آیا اور کہا اے آقا! آج تک میں زندہ ہوں، مجھ میں بہت سا کھانا کھانے کی ہمت موجود ہے، اس پر شیخ نے کہا اس پر اس اللہ کا شکر کرو جس نے اس دور میں تجھے شبہ والا کھانا کھانے سے بچایا ہے۔ آپ کے پاس دوا بھی تھی لیکن اسے بتائی نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ اسی وجہ سے سچا فقیر اپنے آپ کو کبھی بھی اس شخص سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا جو پرہیز گار نہ ہو کیونکہ اچھا بنانا صرف اللہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے، اس میں بندے کا دخل نہیں اور اگر اللہ تعالیٰ حرام اس کے مقدر میں کرتا تو وہ کھالیتا چنانچہ وہاں بندے کے لیے اللہ کی حاجت کرنے یا نہ کرنے کا سوال ہے جیسے اس سے پہلی ہدایت میں گذرا۔

پھر یہ بات بھی پوشیدہ نہیں کہ اللہ کے بندے پرہیز گاری میں ظاہری نشانیوں پر بھروسہ نہیں کیا کرتے بلکہ اس پر بھروسہ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ ان کے دل میں ڈالتا ہے چنانچہ کبھی وہ چیز جسے نیک شخص سے لیتے ہیں حرام ہوتی ہے اور

کبھی ظالم سے لیتے ہیں تو حلال ہوتی ہے لہٰذا ایسے لوگوں کا حال صحیح سلامت ہوتا ہے کیونکہ وہ باطنی کاموں کی خبر رکھتے ہیں لیکن وہ لوگ ایسے نہیں ہوتے جو صرف ظاہر کاموں کو جانتے ہیں کیونکہ ایسا شخص کبھی ظالم شخص کو دیکھتا ہے کہ اس نے حرام لیا ہے تو پھر اس سے دیوار کے پیچھے چھپ جاتا ہے اور کہتا ہے ہوسکتا ہے کہ یہ حرام اس کے ہاتھ سے نکل جائے چنانچہ ایسا شخص پہلے جیسا نہیں کیونکہ آدمی ہر قسم کے ہوتے ہیں۔

ایک شخص نے میری طرف آنے کا ارادہ کیا، میں اور میرے بھائی افضل الدین موجود تھے، اس نے ہمارے سامنے بکری کے بچے کے بھنے اعضاء لا رکھے، اس کی نیت صحیح نہ تھی کیونکہ اس نے صعید کے امیر عمر کی اولاد کے کافی لوگوں کو بلانے کا ارادہ کر رکھا تھا لیکن وہ اس کے پاس نہ آئے چنانچہ اس نے ہمیں بلانے کا ارادہ کیا تا کہ ان کی جگہ وہ کھانا ہم کھائیں۔ جب اس نے ہمارے سامنے رکھا تو میں نے دیکھا کہ اس میں کیڑے یوں اچھل رہے تھے جیسے ہرن کی دم اچھلتی ہے لہٰذا مجھ میں ایک بھی لقمہ کھانے کی ہمت نہ ہوئی، جس پر کھانے کے مالک نے کہا یہ ایک لقمہ ہی کھالو، میں نے اسے وہ کچھ بتانے سے گریز کیا جو دیکھا تھا کیونکہ وہ اسے نظر نہیں آ رہا تھا، یونہی میرے بھائی نے بھی نہ بتایا البتہ انہوں نے کہا میں نے دیکھا کہ مجھے کھانسی آ رہی ہے، میں نے ان سے کہا کہ میں نے صرف کیڑے دیکھے ہیں۔ اس پر وہ کہنے لگے اصل مقصد تو بچنا اور دل کا اس سے نفرت کھانا ہے اور وہ مقصد حاصل ہو گیا ہے۔ فالحمد للہ تو اے بھائی! اگر تم اللہ والوں کی پرہیزگاری تک نہ پہنچ سکو تو ظاہری شریعت میں اس سے کم درجے پر نہ آؤ ورنہ قدم جہنم کو لے جائیں گے۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام بخاری، مسلم اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”حلال چیز واضح ہو چکی ہے اور حرام بھی بتا دی گئی ہے۔ جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے چنانچہ جو شخص شبہ والی چیزوں سے بچے تو گویا اس نے اپنا دین اور عزت بچا لی اور جو شبہ والی چیزیں کھانے لگے تو یوں ہوگا اور وہ اس چرواہے جیسا ہوگا جو چراگاہ کے گرد پھرتا ہے اور وہ جلد اس میں گر سکتا ہے۔

❁ امام بخاری وغیرہ کی روایت میں ہے ”جو شخص شک ہونے پر گناہ کرے گا تو ظاہری طور پر جلد اس میں گرفتار ۔ گا۔“

❁ امام احمد مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ”نیکی وہ ہے جس پر نفس مطمئن ہو جائے اور دل میں بھی اطمینان ہو اور گناہ وہ عمل ہے جو دل میں کھٹکے اور سینے میں بار بار محسوس ہو اگرچہ لوگ اور مفتی کچھ بھی کہتے رہیں۔“

❁ امام احمد ہی کی ایک روایت میں ہے ”بھلائی کا کام وہ ہے جس سے نفس کو سکون ملے اور دل مطمئن ہو جائے جبکہ گناہ وہ عمل ہے جس پر نفس میں سکون پیدا نہ ہو اور دل کو اطمینان نہ ملے اگرچہ مفتی کچھ بھی فتویٰ دیں۔“

اس حدیث میں لوگوں کے بدظن ہونے سے بچاؤ ہے کیونکہ ظاہری علامتوں والا شخص اس وقت بچاؤ کر سکتا ہے جب اس شخص سے بدگمان ہو جو اپنے کھانے سے بچا اور اگر وہ اس کے ساتھ اچھا گمان رکھے تو اس کا کھانا کھائے۔ یہ بڑھ چڑھ کر باتیں کرنے والوں کی پرہیزگاری ہے لیکن اس میں ایک مصیبت ہے اور وہ لوگوں میں اس کے پرہیز کی شہرت ہے لیکن جو دل کے ترازو سے ایسا کرتا ہے تو اس کا تقویٰ چھپا ہوا ہوگا۔ واللہ اعلم۔

❁ امام بخاری و مسلم نے بتایا ہے کہ ”نبی کریم ﷺ کو راہ جاتے ایک کھجور ملی تو فرمایا مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا

کہ یہ صدقہ کی ہے تو میں اسے کھالیتا۔“

✿ ترمذی، نسائی اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”جو چیز تمہیں شک میں ڈالے، اسے چھوڑ کر وہ برتو جو شک میں نہیں ڈالتی۔“

✿ طبرانی میں اتنا اور زیادہ ہے ”عرض کی گئی یارسول اللہ! تو پرہیزگار پھر کون ہوا؟ فرمایا جو شبہ پڑنے پر شبہ والی سے رک جائے۔“

✿ امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ان کا غلام شبہ والی چیز لے کر آیا تو آپ نے کھالی کیونکہ آپ کو اس کے بارے میں علم نہ تھا، پتہ چلا تو پیٹ کی ساری چیز قے کر دی۔

صرف انبیاء علیہم السلام ہی معصوم ہوتے ہیں

میں کہتا ہوں اس حدیث میں انبیاء علیہم السلام کے علاوہ دوسرے لوگوں کے بارے میں ہے کہ وہ معصوم نہیں ہوتا لیکن جو محفوظ ہو وہ کوتاہی کر سکتا ہے لیکن اولیاء پر یہ اللہ کا انعام ہے کہ ان کے پیٹ میں حرام رہنے نہیں دیتا اور کبھی وہ کام ہو جاتا ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا اور اس کا مقصد امت کو بتانا تھا کہ حرام کھا کر قے کر دیا کرو، حلال کھا کر نہیں، وہ کھانا دیکھنے میں حرام تھا جیسے حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ گذرا کہ انہوں نے درخت سے کھالیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

✿ امام طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ”دین میں افضل کام، پرہیزگاری ہے۔“

✿ ایک اور روایت میں فرمایا ”پرہیزگار بنو کہ اس ذریعے تم سب سے زیادہ عبادت گذار شمار ہو گے۔“

میں کہتا ہوں کہ وہ پرہیزگار شخص اس لئے زیادہ عبادت گذار ہو گا کیونکہ وہ خالص حلال کھانے کی بناء پر عبادت کرنے سے نہیں تھکے گا اور جو تھکتا نہیں تو وہ اس سے زیادہ عبادت گذار ہو گا جو تھک جاتا ہے، لوگ مختلف ہوں گے، کوئی زیادہ تھکنے والے اور کچھ کم تھکنے والے۔“ واللہ تعالیٰ اعلم۔

✿ ترمذی، ابن ماجہ و حاکم مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ”کوئی بندہ پرہیزگاروں میں اس وقت تک شمار نہ ہو گا جب تک وہ خطرے بغیر چیز کو خطرے والی چیز کے ڈر سے نہیں چھوڑ دیتا۔“ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نمبر 137

خرید و فروخت کے موقع پر نرم سے برتاؤ کرنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے ہیں کہ ہم خرید و فروخت کے موقع پر ایک دوسرے سے درگذر کریں، اپنا حق لینے میں نرمی

کریں اور اس چیز کے وزن میں نرمی کریں جو ہمارے ذمے ہے۔

اس ہدایت پر چلنے کے لئے ضروری ہے کہ کسی سچے شیخ کی راہنمائی لی جائے جو اسے دنیوی محبت میں پھنسنے سے نکالنے کے ساتھ ساتھ اسے جمع کرنے کے لالچ سے بچائے اور ولایت کے اس مقام تک پہنچائے جہاں سے وہ پوری دنیا کو دیکھ سکے جس کا اللہ کے ہاں وزن مچھر کے پَر جتنا بھی نہیں ہے اور پھر اس مقام پر مومن کی عزت کا اعلیٰ مقام دیکھے کہ پوری دنیا اگر اس کے قبضے میں ہو اور کوئی انسان اس میں سے لے کچھ لے تو اس کے نزدیک اس دنیا اور گھر کے تنکے کے درمیان کوئی فرق نہ ہو۔ یہ وہ مقام ہو گا کہ جہاں خرید وفروخت میں درگذر سے کام لے سکے گا اور اچھے طریقے سے لین دین کرے گا اور جو اس طریقے پر نہ چلے جو ہم نے بتایا تو عموماً اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ دوسرے لوگوں کی بجائے نئی چاندی (درہم) لینے کو پہلا مقام دے گا لہٰذا اے بھائی جنتی بننے اور اللہ کے علاوہ لوگوں کی نظروں میں محبوب بننے کے لیے کسی شیخ کی راہنمائی حاصل کرو۔ اللہ ہی تمہیں ہدایت دے سکتا ہے۔

❁ امام بخاری اور ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جو خرید وفروخت میں درگذر کرے، فیصلے کرتے وقت اور کسی چیز کا مطالبہ کرتے وقت درگذر سے کام لے۔“

❁ ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے ”فرمایا ”اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو تم سے پہلے ہو گذرا ہے، وہ خرید و فروخت اور کسی سے کچھ لیتے وقت درگذر سے کام لیتا تھا۔“

❁ نسائی کے الفاظ یوں ہیں ”اللہ تعالیٰ اس شخص کو جنت میں داخل کرے گا جو خرید وفروخت کرتے، قاضی ہوتے اور کسی سے کچھ لیتے وقت نرمی سے کام لیتا تھا۔“

❁ ترمذی اور طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے، فرمایا ”کیا میں تمہیں وہ شخص نہ بتاؤں جو جہنم پر حرام ہے اور جہنم اس پر حرام ہو گا، جہنم ہر قریبی، نرم رویہ والے، نرم گفتگو والے اور سہولت دینے والے پر حرام ہے۔“

❁ حاکم فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ خرید وفروخت میں نرمی اور فیصلے کرنے میں نرم کو پسند فرماتا ہے۔“

❁ امام طبرانی نے یہ الفاظ اور بڑھا کر لکھا ہے ”(کسی سے کچھ) مطالبہ کرتے وقت نرمی کرے۔“

❁ امام بخاری و مسلم مرفوعاً لکھتے ہیں، فرمایا ”ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کسی چیز کا مطالبہ کرنے آیا اور سخت بات کی جس سے آپ کے صحابہ کو سخت پریشانی ہوئی اور انہوں نے اسے سزا دینے کا ارادہ کیا جس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اسے جانے دو کیونکہ حق لینے والا ایسی بات کر سکتا ہے اور پھر فرمایا کہ اسے اس کے نیزے جیسا نیزہ دے دو۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ! ہمارے پاس ویسا تو نہیں مگر اس سے بہتر موجود ہے، فرمایا وہی دے دو کیونکہ تم میں سے بہتر وہی ہو گا جس کا فیصلہ اچھا ہو گا۔“

❁ ترمذی کی لمبی حدیث میں یہ روایت ہے ”سن لو! کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کا دینا اچھا ہو گا اور چیز کا مطالبہ اچھے طریقے سے کریں گے اور کچھ برے فیصلے والے ہوں گے لیکن مطالبہ اچھا ہو گا یہ ایک جیسے ہونگے، سن لو کہ ان

میں سے کچھ کا فیصلہ برا ہو گا اور مطالبہ بھی برا ہو گا، سنو! ان میں سے بہتر وہ ہو گا جس کا فیصلہ اچھا ہو گا، مطالبہ اچھا ہو گا، سنو! برا وہ ہو گا جس کا فیصلہ اور مطالبہ برے ہوں گے۔"

ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے، فرمایا "قرض دینے والا، قرض لینے والے پر اس وقت تک دباؤ ڈال سکے گا جب تک وہ اسے ادائیگی نہ کر دے۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 138

خرید و فروخت میں شرمساری پر بیع توڑنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم خرید و فروخت میں شرمسار ہونے والے کی بیع توڑ دیں جیسے پہلے بزرگ کرتے تھے، بالکل ویسے ہی جیسے اُس شرمسار کی بات سنتے ہیں جو ہمارے حق میں دخل دے۔"

سیدی ابراہیم متبولی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انسان اللہ و رسول کے ساتھ محبت کا مقام اس وقت تک حاصل نہیں کرتا جب تک وہ دنیا و آخرت میں پوری مخلوق سے اس چیز میں درگزر نہیں کرتا جو اس کی طرف سے ان پر لازم ہے خواہ وہ مال ہے یا سامان کیونکہ وہ اس کے یا تو غلام ہوں گے یا پھر رسول اللہ ﷺ کے امتی اور ہم اللہ کے فضل سے یونہی کیا کرتے ہیں۔ وللہ الحمد اور اپنے رب کے فضل کی امید رکھتے ہیں کہ مرنے تک یونہی کرتے ہیں چنانچہ میرا کسی شخص کے ذمے کوئی حق نہیں ہے، نہ مال کا اور نہ سامان کا اگرچہ وہ میرے ساتھ وہ جیسا بھی چاہے برتاؤ کرتا رہے، یہ کام میں اللہ اور اس کے رسول کی عزت کے لئے کر رہا ہوں کیونکہ جو مخلوق سے درگذر کرے، اللہ اس سے نرمی برتتا ہے اور جس سے اللہ درگذر کرتا ہے، مخلوق اس سے درگذر کرتی ہے لیکن جو مخلوق سے نرمی نہیں کرتا تو اللہ اس سے نرمی نہیں کرتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اس امت محمدیہ کے کسی شخص کے ساتھ کینہ رکھتا ہے اور شرعی ضرورت کے بغیر اس کے حق میں درگذر نہیں کرتا تو وہ رسول اللہ ﷺ کی قدر و قیمت نہیں جانتا اور جب آپ کی قدر نہیں جانے گا تو اللہ کی پہچان کی قدر و قیمت کیا جانے گا جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو حکم دے رکھا ہے۔

جو کچھ ہم نے کہا ہے اس پر عمل وہی شخص کر سکتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہو اور کسی سچے شیخ کے طریقے پر چلا ہو ورنہ غالباً اس کا لازمی نتیجہ ہر اس شخص سے کینہ ہو گا جس پر اس پر کوئی حق ہو گا خواہ وہ سید ہو بلکہ میں نے اس شخص کو دیکھا جس نے ایک سید کو ہزار ٹکے پر قید کر لیا حالانکہ وہ تیس ہزار دینار کا مالک تھا۔ اس پر میں نے اس سے کہا کہ یہ تو رسول اللہ ﷺ کے جسمِ اطہر کا حصہ ہیں تو جو انہیں قید کرے گا، گویا وہ ان کے نانا جان کو تکلیف دے گا اور جس نے ان کے نانا کو تکلیف پہنچائی، وہ گویا اللہ کو تکلیف پہنچاتا ہے لیکن اس نے میری یہ بات نہ سنی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے اسی دن ایسی بیماری

میں مبتلا کر دیا جس نے اسے کھانے پینے سے روک دیا اور وہ اسی حالت میں مر گیا۔

یونہی میں نے ایک عالم شخص دیکھا جس نے ایسے شخص کو تکلیف دی جو نیک کام کرنے میں مشہور تھا، اس نے اسے آدھے دینار کے بدلے بیت الحکام میں قید کرا دیا تو قیامت کے دن اللہ کے رسول کے ہاں اس کا مقام ویسا ہی ہو گا جیسے اس سید کا اس کے نزدیک مقام ہے لہٰذا میں افسوس کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ قیامت کے دوران انہیں لمبی تھکاوٹ ہو گی اور اس وقت پر لمبا قہر ہو گا جب رسول اللہ ﷺ کو دیکھیں گے کہ آپ اپنے دور کے صحابہ کی سفارش کر رہے ہوں گے جو آپ کی عزت کرتے تھے اور آپ کو عظیم شخصیت قرار دیتے تھے، آپ انہیں میدان محشر کی تکلیف سے آرام پہنچائیں گے جبکہ ظالم لوگ وہاں ٹھہرے اس بات پر حسرت کرتے ہوں گے کہ وہ جنت میں داخل ہونے سے پیچھے رہ گئے ہیں جبکہ حدیث پاک میں ہے ”قیامت کے دن میری مجلس میں میرے زیادہ قریب وہ ہو گا جس کا خلق سب سے بہتر ہو گا جبکہ آپ کے اخلاق میں معاف کرنا، درگذر کرنا اور آپ کے حق کی بنا پر نرم رویہ اپنانا تھا۔“

میں نے اپنی کتاب ”البحر المورود“ میں سیدوں کے ادب پر لمبی بحث کی ہے اور اس میں بتایا ہے کہ اس سید سے درگذر کرنا جس کے نسب نامے میں خامی پیدا کی گئی ہو، اس شخص سے پہلے ہوتا ہے جس کی نسب معلوم ہو جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص ہماری وجہ سے لوگوں کی عزت کرتا ہے۔ اس شخص کے پاس قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کے موقع پر کیا جواب ہو گا جو کسی سید کو تکلیف پہنچاتا ہے۔ بخدا آج کل بہت سے لوگ ایسے ہیں جو چرنے والے مویشیوں کی طرح سید حضرات کی عزت نہیں کرتے، لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

❁ ابو داؤد، ابن حبان، ابن ماجہ اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”جو شخص کسی مسلمان کی بیعت پر درگذر کرتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی لغزش سے درگزر کرے گا۔“

❁ ابن حبان کی روایت میں یوں ہے فرمایا ”جو کسی مسلمان کی لغزش سے درگذر کرتا ہے۔“

❁ ابو داؤد کی ”المراسیل“ میں یہ الفاظ ہیں فرمایا ”جو کسی شرمندہ ہونے والے سے درگذر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن خود اس سے درگذر فرمائے گا۔“ واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 139

خلوص کا برتاؤ کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اس مسلمان سے بھی خلوص برتیں جو ہم سے اس کا مطالبہ نہیں کرتا تو ایسا مطالبہ کرنے والے سے خلوص کیوں نہ برتیں؟

یہ وہ ہدایت ہے کہ تاجروں میں سے بہت کم ایسے ہوں گے جو اس پر عمل کرتے ہوں گے کیونکہ اگر کوئی تاجر بیچی جانے والی شے کا عیب اور نقص بتاتا ہے تو کوئی بھی اس سے وہ چیز نہیں خریدے گا چنانچہ میرے ایک سچے بھائی نے مجھ سے کہا کہ میں بہت مشکل میں پھنس چکا ہوں۔ میں نے پوچھا کیا مشکل ہے؟ اس نے کہا کہ میں خریدار کو کھری بات کرتا ہوں اور اسے اچھے سے اچھا سودا دیتا ہوں لیکن وہ مجھے واپس کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے اس کے علاوہ کوئی اور چیز دو، میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو چیز میں نے تمہیں پہلے دی ہے، وہ اس سے بہتر ہے اور عمدہ ہے لیکن وہ مانتا نہیں اور بے کار چیز لے لیتا ہے، وہ مجھے لوگوں جیسا سمجھتا ہے جو دھوکا کرتے پھرتے ہیں تو کیا ایسے موقع پر اگر میں اسے بے کار چیز دے دوں تو گنہگار بنوں گا؟ میں نے کہا نہیں کیونکہ اکثر لوگ دھوکا سے کام لے رہے ہیں چنانچہ تاجر کے صاف بیان کو بھی سچا نہیں جانتے، چنانچہ شیخ علی ملیجی رحمہ اللہ (ملیج میں دفن ہیں) کپڑا بنتے اور سودا بیچتے تھے، ان کے پاس برتن رکھا ہوتا ہے جس میں زعفران موجود ہوتا تھا چنانچہ جہاں سے دھاگا نکلا ہوتا، وہاں زعفران سے نشان لگا دیتے اور بتا دیتے تھے کہ ہر نشانی والی جگہ کے نیچے نقص موجود ہے۔

حضرت سیدی علی خواص رحمہ اللہ سبزیاں بیچتے تھے اور جب کوئی شخص سبزی کی اصل قیمت سے انہیں زیادہ دے بیٹھتا تو اسے واپس کر دیتے، اگر اس موقع پر خریدار کہتا کہ میں مطمئن ہوں تو شیخ فرماتے کہ اس پر میرا دل مطمئن نہیں ہے۔

میں نے انہیں یہ فرماتے سنا تھا کہ مومن اس وقت تک کامل ایمان والا نہیں بن سکتا جب تک اپنے مومن بھائی پر اپنے آپ سے بھی زیادہ شفقت نہیں کرتا کیونکہ محمدی طریقہ یہی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اللہ کے فضل سے میں نے اس پر عمل کیا ہے اور میں مسلمانوں پر اتنی شفقت کرتا ہوں جتنی اپنے آپ پر وہ خود نہیں کرتے اور پھر میں نے کئی مرتبہ اس کا اپنے طور پر خود تجربہ بھی کیا ہے تو میں نے اسے سچا دیکھا ہے، ایک مرتبہ میرا کام کرنے والوں نے مجھے عام طریقے سے ہٹ کر زیادہ جنس دی تو میں نے واپس کر دی اور کہا کہ وہی کچھ دو، جو دیا کرتے ہو چنانچہ میں نے مزدور سے وہ رعایت برتی جو وہ خود اپنے آپ سے نہیں برت سکتا تھا، اسی وجہ سے میں ہر ایک بھلائی پر جو میرے کسی مسلمان بھائی سے رہ جاتی ہے اتنا دکھ محسوس کرتا ہوں جتنا وہ خود محسوس نہیں کرتا تو گویا اس موقع پر میں ان پر خود ان سے زیادہ شفقت کر رہا ہوتا ہوں۔ الحمد للہ رب العالمین۔

اس ہدایت پر عمل کرنے کے لئے کسی ایسے شیخ کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے ان پردوں سے نکالے جو اس مقام کی حقیقت پہچاننے سے رکاوٹ بنتے ہیں ورنہ اس کی بُو بھی نہ سونگھ سکے گا۔ واللہ غفور رحیم۔

❁ مسلم اور نسائی نے مرفوعاً لکھا ہے، فرمایا ''دین پورے خلوص کا نام ہے، اس پر ہم نے عرض کی کہ یارسول اللہ! کس کے لئے خلوص ہونا چاہئے؟ فرمایا ''اللہ، اس کی کتاب، اس کے رسول، مسلمانوں کے اماموں اور عام لوگوں سے۔''

❁ امام بخاری و مسلم کے مطابق حضرت زید بن علاثہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں نے اسلام کے نام پر رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرنا چاہی تو آپ نے یہ شرط لگا دی کہ ہر مسلمان کے ساتھ

خلوص سے پیش آنا ہوگا چنانچہ اسی بات پر میں نے بیعت کر لی۔

❁ امام بخاری و مسلم کے مطابق حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت ان چیزوں کو سامنے رکھتے ہوئے کی تھی نماز قائم رکھنا، زکوۃ دینا اور ہر مسلمان سے خلوص برتنا۔

❁ حضرت نسائی اس روایت سے آگے یوں لکھتے ہیں کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ خرید و فروخت کرتے تو فرماتے جو چیز ہم نے تم سے لی تھی، وہ ہمیں اس سے زیادہ پسند ہے جو ہم نے تمہیں دی تھی تو اب جو چاہو، پسند کر لو۔

میں کہتا ہوں حدیث میں مسلمان سے خلوص برتنے کی بات عام حالات کے مطابق فرمائی گئی ہے ورنہ کافر سے بھی برتاؤ کرنا ہوتا ہے، اس سے بھی دھوکا کرنا جائز نہیں جیسے اس روایت میں آیا ہے "ہمارا کافر سے جہاد اسے مسلمان کرنے کے لئے ہوتا ہے اور یہ اس کے لئے نصیحت ہوتی ہے۔" واللہ اعلم۔

❁ امام احمد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا جو بھی بندہ میری پسند کی عبادت کرتا ہے اس میں میرے ساتھ خلوص شامل ہے۔"

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "جو شخص مسلمانوں کے معاملات کا دھیان نہیں رکھتا تو وہ ان میں شمار نہیں ہوتا، یونہی جو شخص صبح و شام، اللہ کے رسول، اس کی کتاب، حکمران اور عام مسلمانوں کے لئے خالص نہیں ہوتا تو وہ ان میں شمار نہیں ہوتا۔"

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً بتایا ہے فرمایا "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایماندار نہیں بنتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے کرتا ہے۔"

❁ ابن حبان کے الفاظ یوں ہیں "کوئی بندہ ایمان کی حقیقت اس وقت تک نہیں جان سکتا جب تک وہ لوگوں کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے کرتا ہے۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 140

سودے کی صحیح قیمت بتانا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ اپنے تاجر بھائیوں میں یہ شوق پیدا کر دیں کہ اپنے سودے کی صحیح قیمت بتا دیا کریں تاکہ انہیں اور ان کے مال میں گھاٹا نہ پڑے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عمل، علم، عمر اور رزق وغیرہ میں سچائی کی بنا پر برکت رکھی ہے اور جو سچ نہیں بولتا تو اس کے علم، عمل، عمر اور رزق میں برکت نہیں ہوتی۔

ہمارے گھر کے نزدیک ہی پھلوں کا رس نکالنے والا ایک شخص رہتا تھا جو لوگوں کو غلط قیمت بتایا کرتا تھا، اس کے

پاس دس ہزار دینار تھے، وہ سب ختم ہو گئے اور وہ لوگوں سے مانگنے لگا جس پر میں نے اس سے کہا یہ گھاٹا کیوں پڑا؟ اس نے بتایا کہ میں میٹھی زیتون تلوں کے تیل میں ڈال اسے تل کا تیل کہہ کر بیچا کرتا تھا اور کبھی غور ہی نہیں کیا کہ گھاٹے سے بچ رہا ہوں۔ میں نے کہا کہ زیتون کے جتنے تیل میں تم نے جتنا کھوٹ کرنا تھا، کرلیا۔ اب اس سے توبہ کرو چنانچہ اللہ کے فضل سے اس نے توبہ کر لی اور بتایا کہ میرے پاس وہ کھوٹ والا پیسہ وغیرہ کچھ نہیں بچا چنانچہ میں نے اس کے لئے کسی بھائی سے ہزار دینار لئے جس سے اس نے نچوڑنے کے لئے دانے خریدے اور بیچنے کے لئے بیٹھ گیا۔

میں نے اسی رات دیکھا کہ وہ غلے کو ایک برتن میں ڈال رہا ہے اور جو چیز اس میں ڈالتا ہے، ہوا میں ایسے اڑ جاتی ہے جیسے مچھلی کا چھلکا، میں نے رقم والے سے کہا کہ اس کی نیت بدل گئی ہے لہٰذا مال ضائع ہونے سے پہلے ہی اس سے لے لو، شام کو وہ رَس نچوڑنے والا ایک شخص کے پاس گیا جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ کشف جانتا ہے۔ چنانچہ اس نے مال والے سے کہا کہ ڈرنے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی ایسے شخص کی بات سنو جو تمہیں ڈراتا ہے۔ پھر میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ وہ تل پیس رہا ہے لیکن اس پتھر کے نیچے سے بھوسا نکلتا ہے، تیل نہیں نکلتا، اس پر میں نے رقم والے سے کہا کہ اپنا مال لے لو چنانچہ وہ شام کو کسی اور شیخ کے پاس گیا ہے، اس نے کہا کہ ڈرنے کی ضرورت نہیں چنانچہ میں رات کو سو گیا تو اسے دیکھا کہ وہ ''جسر الفیض'' کے کنارے پر دیوار کا ایک حصہ بنا رہا ہے اور جو بھی چیز اس پر رکھتا ہے اسے دریا بہا لے جاتا ہے چنانچہ میں نے مال والے سے کہا کہ اپنا مال لے لو۔ اس پر اس نے نچوڑنے والے کو قاضی کے پاس بلایا تو اس نے مال سے صاف انکار کر دیا۔ میں نے دونوں کو اکٹھا کیا اور مال والے سے کہا میں نے دیکھا ہے کہ نچوڑنے والے کے مال میں برکت کم ہو گئی ہے، آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ لوگوں کے ہاتھوں عورتیں بیچتا ہوں اور مہنگی قیمت لیتا ہوں اور میرے پیچھے کسی کو فائدہ نہیں پہنچتا، اللہ تعالیٰ نے میرے مال سے برکت ختم کر دی ہے چنانچہ اس کے بعد اس نے بھلے دن نہیں دیکھے لہٰذا اے بھائی! خریدار سے سچی بات کیا کرو اور کھوٹا کام نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ نعمتیں تم سے چھین لے گا۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام ترمذی اور ابن ماجہ نے مرفوعاً روایت کی ہے فرمایا ''وہ تاجر نبیوں، صدیقین اور شہیدوں کے ساتھ ہو گا جو سچی بات کرے اور امانت دار ہو۔''

❁ اصفہانی کی مرفوع روایت میں ہے ''ایک سچا تاجر قیامت کے دن عرش کے سائے میں ہو گا۔''

انہی کی مرفوع روایت یہ بھی ہے فرمایا ''جب تاجر میں چار عادتیں ہوں تو اس کا کاروبار پاکیزہ شمار ہو گا، جس سے کوئی چیز خریدے تو برائی نہ کرے، بیچے تو سودے کی تعریف نہ کرے، بیچتے وقت فریب نہ دے اور اس دوران قسم نہ کھائے۔''

❁ امام بیہقی کی مرفوع روایت میں ہے، فرمایا ''تمام کاروباروں میں سے بہتر کاروبار ان تاجروں کا ہوتا ہے جو بات کرتے وقت جھوٹ نہ بولیں، امانت کا مال رکھا جائے تو خیانت نہ کریں، وعدہ کریں تو وعدہ خلافی نہ کریں اور خریدیں تو برائی نہ کریں، بیچیں تو مال کی تعریف نہ کریں کیونکہ اگر انہوں نے کچھ چھپایا اور جھوٹ بولا تو ہو سکتا ہے نفع ہو لیکن

اپنی بیع کی برکت کھو بیٹھیں گے کیونکہ غلط قسم اٹھانا سامان ضائع کرنا اور کاروبار تباہ کرنا ہوتا ہے۔"

ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا" جب قیامت کے دن تاجروں کو اٹھایا جائے گا تو پرہیزگار، نیک اور سچائی والوں کے علاوہ سب لوگ گناہگار اٹھیں گے۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 141

قرض لے کر پورا مال واپس دینا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ جب ہم لوگوں سے قرض لیں تو ہر شے پر پورا مال واپس کریں خواہ وہ عورت کا مہر ہی کیوں نہ ہو اور یہ خوف رکھیں کہ جب ہماری دینے کی نیت ہی نہ ہو گی تو اللہ ہماری مدد نہیں کرے گا اور آخرت میں ہمارے اوپر اس کا بوجھ ہو گا اور مہر زیادہ ہونا چاہئے کیونکہ شارع علیہ السلام نے مہر ادا نہ کرنے کی صورت میں ہمبستری کرنے کو زنا جیسا کام قرار دیا ہے۔

اس ہدایت پر عمل کرنے کے لئے بھی ایک شیخ کی ضرورت ہے جو مرید کو سیدھے راستے پر چلا کر وہ پردے دور کر دے جو اسے دل کی آنکھوں کے ذریعے آخرت کو دیکھنے سے روکے ہوئے ہیں اور وہ دونوں جہانوں میں ایک جیسا ہو جائے چنانچہ جس شے کے بارے میں اسے پتہ چلے کہ اللہ اسے وہاں تک نہیں لے جاتا تو اسے وہیں چھوڑ دے اور جو ایسا نہیں کرے گا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ اس کی آنکھیں صرف اسی جہان پر لگی رہیں گی، وہ آخرت کو یاد نہیں کرے گا بلکہ یہ کہے گا کہ ہر شے کا ایک وقت ہوتا ہے چنانچہ میں نے بہت سے لوگوں کو یہی کہتے سنا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس دور میں اکثر لوگوں کے اندر خیانت پائی جاتی ہے چنانچہ ہر ایک، دوسرے پر الزام لگاتا ہے اور اس کی پگڑی اتار کر دوسرے کے سر رکھ دیتا ہے جس کی وجہ سے ان پر قرض چڑھ گئے ہیں اور وہ قید ہو کر رہ گئے ہیں لیکن اگر وہ سچے دل سے قرض اتارنے کی نیت کر لیں تو قرض اتارنے میں اللہ تعالیٰ مدد کرے گا پھر کچھ ایسے بھی دیکھے ہیں کہ جنہیں ان کی بیویوں نے جکڑ رکھا ہے اور وہ اس لئے ان کی جوتیاں تک چومتے ہیں کہ انہیں چھوڑ دیں لیکن وہ چھوڑتی نہیں حالانکہ عزت دار شخص کے لئے یہ تو بڑی ذلت ہے۔

اے بھائی! یہ یاد رکھو کہ اگر تم قرض میں گرفتار ہو گئے تو قرض والے کو اس وقت اپنی محتاجی نہ دکھاؤ جب تم خوش حال ہو ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر قید مسلط کر دے گا، اس کے دل میں تمہارے خلاف سخت ناراضگی پیدا ہو گی اور پھر اس قرض کی حالت میں شادی نہ بھی کرو، سخاوت کر کے نہ دکھاؤ، عرس نہ کرو، دستر خوان نہ لگاؤ بلکہ تنگدستی سے دن گذارو اور جب بھی ضرورت سے زیادہ چیز ہاتھ لگے تو اسے قرض والے کو دے دو اور اس بات پر اس کا شکریہ ادا کرو کہ اس نے صبر کئے رکھا اور یہ کہہ دو اللہ کی قسم! میں بہت شرمندہ ہوں لیکن دعا کرو کہ اللہ مجھے خوشحال کرے تا کہ میں تمہارا اور دوسرے لوگوں کا قرض

اتار سکوں۔

میں نے بہت سے ایسے بھائی دیکھے ہیں کہ جو قرض لینے والے سے سخت بات کرنے میں قید ہو جاتے ہیں۔ یونہی شادی کرنے، عرس منانے وغیرہ کی وجہ سے قید ہوتے ہیں، ادھر قرض لینے والے کہتے ہیں کہ ہم اس مال کے زیادہ حق دار تھے جو انہوں نے نفسانی خواہشات پر خرچ کیا ہے۔

پھر جب قرض والا قرض لینے والے کو قید کرنا چاہے تو ادب یہ ہے کہ وہ اس سے چھپ نہ جائے بلکہ خود چل کر اس کے پاس آئے اور کہے کہ میں تو دنیا و آخرت میں تمہارا قیدی ہو چکا ہوں، اب چاہو تو قید کر لو اور چاہو تو جانے دو، یونہی یہ بھی ادب ہے کہ لوگوں کے سامنے اس کا شکریہ ادا کرے اور پھر اللہ کے سامنے دعا کرے کہ اللہ اسے وسیع روزی دے اور اس پر مہربانی کرے تاکہ وہ اسے قید نہ کرے اور نہ ہی تنگی دے اور پھر جب وہ فقیروں اور علماء کو اکٹھا کرے تو ادب یہ ہے کہ یہ لوگ اس کے ساتھ ہوں جو حق پر ہو کیونکہ قید کرنا اور چھوڑنا اسی کے ہاتھ میں ہوتا ہے، وہ قرض لینے والے کے ساتھ نہ ہوں ورنہ معاملہ اور سخت ہو جائے گا کیونکہ قرض والا تھوڑے قرض والا ہوگا جس نے لوگوں کا مال ضائع کر دیا چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ فرمایا تھا ''تم نے حق والے کا ساتھ کیوں نہ دیا؟''

جب علماء اور فقیر بلانے پر آجائیں تو ادب یہ ہے کہ وہ ان کا اثر مانے اور مخالفت نہ کرے ورنہ شرمندہ ہوگا اور اس کے بعد شرع کی طرف آئے گا تو وہ غالب ہوں گے۔

پھر یہ بھی یاد رکھو کہ طاقت ہونے پر علماء اور صالحین کی وجہ سے قرض کا زیادہ حصہ چھوڑنے کو نہ کہے کیونکہ یہ سارا قرضہ عالم اور نیک شخص کے ایک قدم بھی چل کر آنے کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ تک یہ بات پہنچی کہ ایک شخص کسی فقیر کو اپنے مخالف کے مقابلے میں کھینچ لایا تاکہ وہ قرض لینے سے رکا رہے، یہ قرض پانچ سو دینار تھا، لیکن قرض خواہ نے رکنے سے انکار کر دیا، اس پر شیخ نے کہا رب کی عزت کی قسم پانچ سو دینار تو فقیر کے آجانے کی بھی قیمت نہیں بنتی لیکن جو باقی ہے اس میں سے اس کے پاس کچھ پہنچ جائے گا چنانچہ والی ہی کے گھر میں اس پر تہمت لگی، اسے مارا گیا تو وہ مر گیا اور ہم اس کے جنازہ میں شامل ہوئے۔ یہ بات ذہن نشین رکھو، اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔

❁ حاکم اور طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص ادا کرنے کی نیت سے قرض لیتا ہے اور پھر فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے درگذر فرماتا ہے اور قرض والے کو کسی طرح راضی کر دیتا ہے لیکن اگر ادا نہ کرنے کی نیت سے قرض لیتا ہے اور پھر مر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن قرض خواہ کے لئے اس سے قصاص (بدلہ) لے گا۔''

❁ طبرانی کے الفاظ یوں ہیں ''جو شخص ادا کر دینے کی نیت سے قرض لے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا یہ قرض اتار دے گا (اس پر بوجھ نہ رہنے دے گا) اور جو ادا نہ کرنے کی نیت کر کے قرض لے اور پھر فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرا خیال ہے کہ میں اپنے بندے (قرض خواہ) کا حق نہ رہنے دوں چنانچہ قرض دار کی نیکیاں لی جائیں گی اور دوسرے (قرض خواہ) کی نیکیوں میں شامل کر دی جائیں گی لیکن اگر نیکیاں نہ ہوئیں تو اس کی برائیاں لے کر اس کے

کھاتے میں ڈال دی جائیں گی۔''

❁ بخاری اور ابن ماجہ وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص لوگوں کا مال (قرض) لیتا ہے اور ادا کرنے کا خیال ہوتا ہے تو (مر جانے کی صورت میں) اللہ اسے ادا کر دیتا ہے اور جو مال ضائع کرنے کے لئے کسی سے لے تو اللہ تعالیٰ اسے تباہ کرتا ہے۔''

❁ امام احمد، ابویعلیٰ اور طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''میرا کوئی امتی قرض لیتا ہے اور پھر اسے ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن پھر ادا کرنے سے پہلے فوت ہو جاتا ہے تو میں اس کا ذمہ دار ہوں گا۔''

❁ امام احمد اور طبرانی کے مطابق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں آتا ہے کہ وہ قرض لے لیتیں، اس پر بات ہوئی کہ آپ کو قرض کی کیا ضرورت ہے؟ اس پر فرمایا میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جس شخص کی یہ نیت ہو کہ قرض اتار دے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا ہے۔'' اور میں بھی یہ مدد لینے کا شوق رکھتی ہوں۔''

❁ طبرانی کی روایت میں ہے ''اسے اللہ کی طرف سے مدد ملے گی اور اللہ اس کی روزی کا سبب بنائے گا۔''

❁ نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے یہ روایت دی ہے ''جو بھی شخص قرض لیتا ہے اور اللہ کے علم میں ہوتا ہے کہ وہ ادا کرے گا تو دنیا ہی میں اللہ اس سے یہ قرض اتار دیتا ہے۔''

❁ ابن ماجہ اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو بھی شخص اس نیت سے قرض لیتا ہے کہ وہ واپس نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ کو ملتے وقت چور کی صورت میں ہوگا۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص مہر ادا نہ کرنے کی نیت کر کے کسی عورت سے شادی کرتا ہے تو مرنے ہی کے دن سے زانی لکھا جائے گا۔''

❁ نسائی، طبرانی اور حاکم یہ مرفوع روایت لاتے ہیں فرمایا ''اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر کوئی شخص راہِ خدا میں قتل ہو جائے، اسے زندگی ملے، پھر قتل ہو، پھر زندہ ہو اور قتل ہو، اس کے بعد زندہ ہو اور اس حالت میں قتل ہو کہ اس پر قرض ہو تو قرض ادا کئے بغیر جنت میں نہ جا سکے گا۔''

❁ امام بزار وغیرہ کی مرفوع روایت یوں ہے فرمایا ''جو شخص مہر کے بدلے میں کسی عورت سے شادی کرے اور ادا کرنے کی نیت نہ ہو تو وہ زانی ہوگا۔''

❁ طبرانی کی مرفوع روایت میں ہے فرمایا ''جو بھی شخص زیادہ یا کم مہر پر کسی عورت سے شادی کرے اور دل میں اسے ادا کرنے کا ارادہ نہ ہو تو وہ دھوکا کرتا ہے، پھر فوت ہوتے وقت اس کا حق نہ دیا ہو تو اللہ سے ملتے وقت زانی کی شکل میں ہوگا۔''

❁ ابن ماجہ اور بزار نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''قیامت کے دن قرض دار کے فوت ہونے کی صورت میں اس سے قرض کا بدلہ لیا جائے گا، ہاں اس سے نہیں جس میں یہ تین باتیں ہوں کی

۱۔ ایک یہ کہ راہِ خدا میں خرچ کے لئے اس میں ہمت نہ ہو لہٰذا وہ اللہ اور اپنے دشمن کے مقابلہ کے لئے قرض لے۔

۲۔ ایک وہ شخص جس کے پاس کوئی مسلمان فوت ہو جائے اور اس کے لیے کفن کا انتظام نہ ہو سکے اور قرضہ لئے بغیر اسے دفن نہ کر سکے۔

۳۔ ایک وہ جسے بن بیوی رہ جانے کا اندیشہ ہو اور اپنے دین کی حفاظت کے لئے نکاح کرے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت میں ان کا قرض اتار دے گا۔

❁ ابن ماجہ اور حاکم نے یہ روایت دی ہے ''اللہ تعالیٰ قرض دینے والے کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کا قرض اتار دیتا ہے جب تک وہ ایسا کام نہ کرے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔''

❁ حضرت عبداللہ بن جعفر نے اپنے خادم سے فرمایا کہ جاؤ میرے لئے قرضہ لے کر آؤ کیونکہ مجھے ایسی ایک رات بھی گزارنا اچھا نہیں لگتا جس میں اللہ میرے ساتھ نہ ہو۔''

❁ ابو داؤد اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ کے روکے ہوئے بڑے بڑے گناہوں کے بعد اس سے ملاقات کے موقع پر سب سے بڑا گناہ یہ ہوگا کہ آدمی فوت ہو اور اس پر قرض ہو جسے ادا نہ کر سکا۔''

❁ ابن ابی الدنیا اور طبرانی کی مرفوع روایت یوں ہے فرمایا ''چار شخص وہ ہوں گے جو دوزخیوں کو تکلیف دیں گے حالانکہ وہ پہلے ہی پریشان ہوں گے، پھر ان میں سے ایسے آدمی کا ذکر کیا جس پر انگاروں کا تابوت لٹکا ہوگا چنانچہ کہا جائے گا اس بندے کا حال تو دیکھو جس نے ہمیں پہلے عذاب کے باوجود تکلیف دی ہے۔ وہ کہے گا کہ بندہ اسی حالت میں فوت ہو گیا کہ اس کی گردن میں لوگوں کے مال لٹکے ہیں جنہیں ادا کرنے کی کوئی صورت نہیں۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 142

میت کی وصیت پر فوراً عمل کرنا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم میت کی وصیت پر عمل کرنے اور اس کا قرض اتارنے میں جلدی کریں تاکہ اس کا حق پورا ہو سکے اور اس میں سستی نہ کریں۔

وارث کے لئے مناسب یہ ہے کہ قرض والوں کے بارے میں بخیل نہ بنے اور انہیں بار بار پریشانی میں مطالبے کا موقع نہ دے تاکہ میت اس بوجھ سے بری ہو سکے کیونکہ باقی رہ جانے والے قرض کا وہ قیامت میں پڑنے کرے گا بلکہ مناسب یہ ہے کہ قرض دار کے مال سے ملنے والے اپنے حصے میں سے بھی اسے کچھ نہ کچھ دے اور اپنے دل میں کہے کہ یہ تمہارے اصل حصے میں قدرے کم تھا اور خصوصاً اس وقت اپنے پاس سے ضرور دے جب بخل سے کام لے اور میت کی ذمہ داری نہ نبھائے اور پھر اس سے کہے کہ میرے اور میت کے درمیان کچھ اندرونی معاملے تھے کیونکہ یہ شخص زندہ ہوتا تو وارث

کو ہی دیتا جو قرض ادا کرنے کے بعد بڑھ جاتا چنانچہ وارث کو میت کا معاملہ زندہ کی طرح نبھانا چاہئے کیونکہ قیامت کے دن تو اس سے ملاقات ضرور ہوگی اور وہ وارث کے خلاف اس مال کے بارے میں دعویٰ کرے گا جو اس کی وراثت سے اس نے ناحق لیا تھا کیونکہ اس کا حصہ تو وہی تھا جو قرض ادا کرنے کے بعد زائد تھا چنانچہ جو وارث بن کر مال لیتا ہے خفیہ طور یا کھلے عام اور قرض والوں سے جھگڑتا ہے اور ان کا حق روکتا ہے، اس کے اور چھیننے یا چوری کرنے والے کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ اسے ذہن میں رکھو اور جلدی سے اس کا قرض ادا کر دو جس کے وارث بنے ہو اور قبر میں اس کا دل ٹھنڈا کر دو جیسے اس نے تمہارا دل مال دے کر ٹھنڈا کیا ہے اور اسے یوں خوش کرو جیسے اس نے تمہیں خوش کیا ہے اور فراخدلی سے کام لو جیسے اس نے لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے ''قرض ادا ہونے تک مومن کا سانس گلے میں رُکا رہتا ہے۔''

❁ ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''انسان کا سانس قرض ادا ہونے تک اس کے گلے میں رکا رہتا ہے۔''

❁ امام احمد، حاکم اور دارقطنی نے مرفوعاً لکھا ہے ''رسول اللہ ﷺ کے پاس قرض والے آدمی کو لایا گیا کہ آپ اس کا جنازہ پڑھائیں لیکن آپ نے انکار کر دیا جس پر حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ قرض کا ذمہ میں اٹھاتا ہوں، چنانچہ آپ نے اس کا جنازہ پڑھا دیا اور صحابی سے فرمایا اب تم نے اس کی جلد (جسم) کو ٹھنڈا کر دیا ہے۔''

❁ ابو یعلیٰ اور طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے ایسے شخص کے جنازے سے منع فرمایا ہے جس کے ذمے قرض ہو، پھر فرمایا کہ قرض لینے والا قبر میں اس وقت تک بندھا رہتا ہے جب تک اس کا قرض ادا نہ ہو۔''

❁ ایک روایت میں ہے ''رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی لایا گیا کہ آپ جنازہ پڑھا دیں لیکن پتہ چلا کہ اس پر قرض ہے چنانچہ فرمایا کہ جنازہ پڑھا لو۔ صحابہ نے عرض کی، یارسول اللہ! آپ پڑھایئے، فرمایا یہ چیز تمہارے فائدے میں نہیں کہ میں ایسے شخص کا جنازہ پڑھاؤں جس کی روح قبر میں قابو میں رکھی گئی ہو لہٰذا وہ آسمانوں کی طرف نہیں جا سکے گی، اگر کوئی اس کے قرض کی ذمہ داری لے لے تو میں جنازہ پڑھا دیتا ہوں کیونکہ میری یہ نماز اسے فائدہ دے جائے گی۔''

حافظ منذری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مسلم وغیرہ کی اس حدیث سے منسوخ ہو چکی ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کے ہاں جنگی فتوحات سے مال آ گیا تو آپ نے اس شخص کا بھی جنازہ پڑھا دیا جس پر قرض تھا اور فرمایا ''میں مومنین کی جانوں سے بھی قریب ہوں چنانچہ جو قرض کی حالت میں فوت ہو، اس کا قرض میرے ذمے ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 143

ہر مشکل اور سختی میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی دنیا و آخرت کی مشکلات اور سختیوں میں اللہ ہی سے تعلق رکھیں اور مشکلات میں اپنے پروردگار سے وہی دعائیں کریں جو رسول اللہ ﷺ نے خود کی تھیں اور امت کو کرنے کا حکم فرمایا تھا تاہم جب تک ممکن ہو اپنی طرف سے کوئی دعا نہ کریں اور مناسب یہ ہے کہ اپنی دعائیں قبول ہونے کا یقین کریں، یہ مناسب نہیں کہ ہم اس وجہ سے ان کے قبول نہ ہونے کا خیال ذہن میں لائیں کہ وہ ہماری دعا قبول نہیں کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ بندے کے اس خیال کے مطابق کرتا ہے جو اس نے اس کے بارے میں کر رکھا ہو۔''

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب آدمی کے ذہن میں یہ بات آئے کہ مثلاً گناہوں کی کثرت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول نہیں کرے گا تو کسی اور سے کہے کہ اس کے لئے دعا کرے لیکن اگر اس کی ضرورت ان صورتوں میں شامل ہوں جن میں ذرا بھی دنیاوی خوشحالی کی بو ہو تو اس میں وہ نیک شخص دعا نہ کرے جو دارِ آخرت کو آنکھوں سے دیکھ رہا ہو کیونکہ ممکن ہے کہ وہ دعا کا قبول نہ ہونا بہتر دیکھ لے، اس لئے کہ اسے چھوڑ دینے پر اس کے لئے ثواب ہو اور اسے درجے ملیں، ہاں اس موقع پر وہ شخص دعا کرے جس کی آخرت پر نظر نہ ہو کیونکہ اس حالت میں اللہ کی طرف توجہ اس لئے زیادہ ہوتی ہے کہ وہ قبول کرلے گا کیونکہ ایک عارف کی ہمت میں یہ بات نہیں ہوتی کہ دنیاوی خواہشات کی کوئی چیز مانگ لے بلکہ وہ اس سے محروم رہ جانے میں اللہ کی فضیلت سمجھتا ہے۔ یہ بڑی نفیس کلام ہے اور اس کی لذت خود میں نے اپنے آپ میں محسوس کی ہے چنانچہ جب کوئی مجھ سے کسی ضرورت کا سوال کرتا ہے تو میں اسے بتا دیتا ہوں کہ اسے چھوڑ دینے پر عظیم ثواب ملے گا لہٰذا دعا کرو کہ اللہ اسے پورا نہ کرے کیونکہ مخلوق اللہ کے سامنے بچوں کی طرح ہوتی ہے جن کا ہر سوال مانا نہیں جاتا۔

پھر دعا کرنے والے کے لئے مناسب یہ ہے کہ حدیث میں آئی دعائیں کرے، وہ نہ کرے جیسے امام بونی اور اس قسم کے لوگوں نے لکھا ہے کیونکہ نبوت کی کلام فصاحت والی ہوتی ہے اور ادب بھری بھی لہٰذا جب ہم آپ کے منہ سے نکلی دعائیں کریں گے جو خود آپ نے کیں یا جن کا ہمیں حکم فرمایا تو امید ہے کہ قبول ہوں گی پھر آپ نے ہمیں کسی شے یا اسے حاصل کرنے کے لئے اس وقت حکم فرمایا جب اپنے رب کے ہاں اس کے قبول ہونے کا طریقہ تیار کر دیا اور جس شخص کے دل میں حضرت شارع علیہ السلام کی محبت ہے وہ اس راستے پر چلنا نہیں چاہے گا جس میں شارع علیہ السلام کے نقشِ قدم کی پیروی نہ ہو بلکہ اگر اسے ایسا راستہ دکھا دیا جائے تو وہ تنگ و تاریک، بے حساب تباہیوں والا اور بہت کم انس والا نظر آئے گا۔

بہت سے مل جل کر رہنے والوں اور اہل کاروں نے وہ دعائیں چھوڑ دی ہیں جن کا حدیثوں میں ذکر ملتا ہے اور ان دعاؤں سے کام لیتے ہیں جو انہوں نے خود تیار کی ہیں اور جن میں کئی قسم کی شرطیں ہوتی ہیں جیسے زفر (سبزی) نہ کھانا،

بھوکا رہنا اور دھونیاں وغیرہ سلگانا چنانچہ وہ اللہ کی ناراضگی میں پڑے ہیں اور بارگاہِ الٰہی سے دور۔ مثلاً کہاں امام بونی کی ذات اور کہاں رسول اللہ ﷺ؟ تو اے بھائی! تم اے بھائی! اللہ والوں کے طریقے پر چلو اور رسول اللہ ﷺ کا ادب کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام ترمذی اور حاکم رحمہا اللہ بتاتے ہیں کہ ایک مکاتب (جسے آزاد کرنے کی تحریر لکھ دی گئی ہو) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ میں اپنی آزادی کے بارے میں عاجز آ چکا ہوں لہٰذا میری مدد کیجئے۔ انہوں نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ الفاظ نہ بتا دوں جو رسول اکرم ﷺ نے مجھے سکھائے تھے، اگر ثُبَیر پہاڑ جتنا بھی تم پر قرض ہو، اللہ تعالیٰ تمہارا یہ قرض اتار دے گا لہٰذا یوں کہو اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

لفظ حرام کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے کا جواز

میں کہتا ہوں کہ اس روایت میں "حرام" کا لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف تعلق رکھ رہا ہے جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ یوں کہنا جائز ہے۔

غم اور قرض دور کرنے کی دعا

ابو داؤد رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ "رسول اکرم ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو ایک شخص کو دیکھا جو نماز کا وقت ہوئے بغیر بیٹھا تھا، فرمایا وقت نماز کے بغیر تمہیں یہاں کس نے بیٹھنے کو کہا؟ اس نے عرض کی کہ غموں اور پریشانیوں نے گھیر رکھا ہے۔ فرمایا کیا میں تمہیں ایسا کلام نہ سکھا دوں جس کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ تمہارے غم دور فرما دے گا اور قرض بھی اتار دے گا؟ اس نے عرض کی یارسول اللہ! بتایئے، فرمایا صبح و شام یوں کہا کرو

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَ قَھْرِ الرِّجَال۔

اس صحابی نے بتایا کہ میں نے یوں کہنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے میرا غم دور کر دیا اور قرض اتار دیا۔

❁ امام طبرانی بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا میں تمہیں ایسی دعا نہ بتا دوں کہ اگر اس کے ذریعے دعا کرو گے تو اللہ تعالیٰ احد پہاڑ جتنا قرض بھی اتار دے گا۔ اے معاذ یوں کہو

اَللّٰھُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِكَ الْخَیْرُ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، رَحْمٰنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَرَحِیْمَھُمَا تُعْطِیْھِمَا مَنْ تَشَآءُ وَتَمْنَعُ مِنْھُمَا مَنْ تَشَآءُ اِرْحَمْنِیْ رَحْمَةً تُغْنِیْنِیْ بِھَا عَمَّنْ سِوَاكَ۔

طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "جسے کوئی غم اور پریشانی ہو اور وہ یوں کہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ

مَتِكَ نَاصِيَتِي بِيَدِكَ مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِيَّ قَضَاءُ كَ اَسْئَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَلَكَ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِي كِتَابِكَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ اَوِ اسْتَاْثَرْتَ بِهٖ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ رَبِيْعَ قَلْبِي وَنُوْرَ صَدْرِي وَجَلَاءَ حُزْنِي وَذَهَابَ هَمِّي تو اللہ تعالیٰ اس کا غم دور کر دیتا ہے اور اس کی جگہ اسے خوشیاں دیتا ہے۔

تمات المکروب

طبرانی اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''یہ دُعا میرے بھائی ذوالنون علیہ السلام کی ہے جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں کی تھی لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ، جو مسلمان شخص بھی کسی معاملے میں اسے پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمالیتا ہے۔''

طبرانی اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو یوں کہے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ تو یہ اس کی ننانوے بیماریوں کا علاج ہے جن میں سب سے کم مرض غم ہے۔''

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 144

علماء وصالحین کی عزت واحترام کرنا

علماء کی توہین کفر ہے

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم علماء، صالحین اور بڑے لوگوں کی عزت کریں خواہ وہ اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کرتے اور ان کے لازمی حقوق ادا کریں، رہا ان کا معاملہ تو اسے اللہ کے سپرد کر دیں چنانچہ جو شخص عزت و احترام جیسے ان کے لازمی حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کرتا ہے تو وہ اللہ اور اس کے رسول سے خیانت کرتا ہے کیونکہ علماء رسول اکرم ﷺ کے نواب (نائب) ہیں، ان کی شریعت سنبھالنے والے اور خادم ہیں چنانچہ جو ان سے ذلت کا سلوک کرے گا تو یہ توہین رسول اللہ ﷺ تک کی ہوگی جو کفر ہے اور اس عالم کا جھکاؤ بھی اسی بات کی طرف ہے جس نے اس شخص کو کافر قرار دیا جو کسی عالم کی پگڑی کے بارے میں یوں کہے کہ یہ عالم کی عمیمہ (چھوٹی سی پگڑی) ہے۔

ذرا غور تو کرو، جو شخص بادشاہ کے بھیجے ہوئے غلام کی توہین کرے تو وہ اپنے غلام کے بارے میں یہ توہین کب سنے گا؟ وہ تو اسے دیئے ہوئے انعامات چھین لے گا اور اپنے ہاں سے نکال دے گا لیکن اسے نہیں جو اس کی عزت و بڑائی

کرے اور اس کے اس لازمی حق کو پورا کرے جو اسے بادشاہ کا قریبی بنا دے خواہ بادشاہ دور ہی کیوں نہ ہو، اس کی عزت کرے اور اسے بزرگ جانے۔

اس ہدایت پر عمل کرنے والے کو ایک ایسے شیخ کی ضرورت ہے جو اسے سیدھی راہ پر ڈال کر بڑی ولایت تک پہنچا دے جہاں پہنچ کر وہ دیکھے کہ اللہ کے ہاں کون پہلے اور کون بعد میں ہے اور پھر دل کی آنکھوں سے دیکھ کر اسے پہلے جانے جسے اللہ نے پہلے کیا اور اسے پیچھے جانے جسے اس نے پیچھے رکھا جیسے انسان دنیا کے بادشاہوں کی کچہری میں دیکھتا ہے لیکن اے بھائی! اگر تم اس راہ پر نہیں چلو گے جس کا میں نے ذکر کیا ہے تو پھر یہ آگے پیچھے کرنا صرف دنیاوی غرض کے لئے ہوگا، یہ وہ آگے کرنا نہ بنے گا جس کے بارے میں اللہ نے تمہیں حکم دے رکھا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص ناجائز طور پر علماء اور اکابر کے لیے معیار قائم کرتا ہے تو وہ ان سے فائدہ نہیں لے سکے گا اور پھر اللہ و رسول کا بے فرمان بھی ہوگا۔ ''اللہ تعالیٰ سیدھی راہ اسے دکھلاتا ہے جسے چاہتا ہے۔''

- طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جن سے علم لیتے ہو، ان کے سامنے عاجزی کرو۔''
- ایک اور مرفوع روایت ان سے یہ بھی ہے فرمایا ''تین ایسے شخص ہیں کہ جنہیں حقیر سمجھنے والا منافق ہوتا ہے، اسلامی دور میں بوڑھا ہو جانے والا، علم والا اور انصاف والا امام۔''
- امام احمد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اے اللہ! میں وہ دور نہ دیکھ پاؤں (یا فرمایا تم نہ دیکھ سکو) جس میں علم والے کی پیروی نہ ہو، نہ کسی حوصلے والے کی حیاء کی جاتی ہو، ان لوگوں کے دل بھیڑیوں جیسے ہوں گے اور زبانیں عربوں کی۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 145

مخلوق کا ہر حق ادا کرنا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم مخلوق کے وہ تمام حقوق پورے کریں جو اس دنیا میں ہم پر لازم ہیں اور قیامت سے پہلے ان سے فارغ ہو جائیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دنیا آخرت کے مقابلے میں یوں وسیع ہے کہ وہاں سارے حقوق اکٹھے ہو چکے ہوں گے اور ہمیں چاہنے والے بہت ہوں گے جبکہ دنیا میں یوں نہیں ہے، یہاں ہمیں چاہنے والے کچھ لوگ ہیں۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فقیر کا حال صرف اس وقت مکمل ہوتا ہے جب وہ اپنے آپ پر لازم حقوق مطالبہ کرنے سے پہلے ادا کرے اور جب حق والا کسی حکمران کے پاس ٹھہرنے کا محتاج ہو تو وہ فقیروں کے طریقے سے نکل کر عام لوگوں اور ظالموں کے طریقے پر ہوگا اور پھر وہ حق بیوی کا ہو، پڑوسی کا ہو، نوکر کا ہو یا فقیروں کا ہو جو اس کی زکوٰۃ کے

حقدار ہوں وغیرہ سب برابر ہوں گے۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ جس پر عمل وہی شخص کر سکتا ہے جو طریقت کی راہ پر چلتا ہو، دنیا کی محبت سے نکل چکا ہو اور قیامت کے مقامات کا مشاہدہ کر چکا ہو اور اس میں ہونے والے سخت حساب کو دیکھ چکا ہو چنانچہ حق والے کا حق ذرہ بھر بھی نہ رہ جائے اور جو طریقت کی راہ پر نہیں چلتا تو وہ لازمی طور پر دنیا سے محبت کرے گا اور دنیا دار حاکموں کے پاس ٹھہرے گا جیسے عام طور پر اس دور کے عام لوگ تو کجا فقیروں نے شروع کر رکھا ہے۔

خود میں نے اپنی آنکھوں سے ایک شخص کو دیکھا جس نے اپنے ایک واقف پر نظر جما رکھی تھی، وہاں سے اسے ہر ماہ نصف اور عثمانی (رقم) ملا کرتا تھا چنانچہ ایک حقدار نے اس سے شکایت کی اور کہا کہ تم ہماری مقرر تنخواہ کھا رہے ہو لہٰذا اب ہم تم سے کہتے ہیں کہ یا تو ہمارا حق دے دو یا پہلا تو تمہیں معاف کرتے ہیں لیکن اس وقت سے نظر ہٹا لو مگر اس نے انکار کر دیا اور حاکموں کے پاس ٹھہرنا پسند کیا چنانچہ ایک حقدار نے اسے پکڑ لیا اور آستین سے کھینچ کر اسے لشکر کے قاضی کے پاس لے گیا جس نے ہر ماہ نصف اور عثمانی لینے پر اسے خوب ذلیل کیا باوجودیکہ اس کے دوستوں کے مطابق اس کی تجارت دس ہزار اور نصف کی تھی اور جب اس دور میں مشائخ کا یہ حال ہو تو دوسروں کا حال کیا ہوگا حالانکہ میں نے ایسا حال ایسے کسی شیخ میں نہیں دیکھا جن سے میری ملاقات رہی، ہم نے ان میں سے ایسے ایک کو بھی نہیں دیکھا جو حاکم کے پاس کھڑا ہوا اور اس کے پاس بیوی، پڑوسی، صاحب حق یا مزدور کے خلاف دعویٰ کرتا ہو بلکہ وہ مانگنے سے پہلے انہیں ان کا حق دے دیا کرتے تھے لہٰذا اے بھائی! اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے ذریعے مسلمانوں کا یوں فائدہ ہو کہ ان کی راہنمائی کرو اور حکمرانوں وغیرہ کے پاس ان کی سفارش کر سکو تو انہی کے طریقے پر چلو کیونکہ ایک شیخ کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کا ظاہر محفوظ ہو، آنکھوں میں خوف کا اثر ہو اور ظالم یا مرید کو اس وقت امن ملے جب وہ شیخ کی زیارت کو آئے اور دیکھے کہ وہ حکمرانوں کے ایلچیوں سے تعلق رکھتا ہو جو اس کے لیے بددعائیں کرتے ہیں اور اسے نکال دیتے ہیں چنانچہ وہ ظالم یا مرید کی آنکھوں میں کیسا ذلیل ہوتا ہے چنانچہ وہ ظالم اس کے بعد اس کی کوئی سفارش قبول نہیں کرتا اور نہ ہی اس مرید کو اس سے فائدہ پہنچتا ہے لہٰذا شیخ کے لئے شرط یہ ہوگی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا وارث ہو اور دوسروں پر حکم چلائے تا کہ اس پر کوئی بھی شخص حکم نہ چلائے۔ اسے ذہن میں رکھو، اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام بخاری اور ابن ماجہ وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تین ایسے شخص ہیں کہ قیامت کے دن میں ان کا دشمن ہوں گا اور جس کا میں دشمن ہوں گا، اس سے جھگڑا کروں گا۔ ایک وہ شخص جس نے مجھے کچھ دے کر دھوکا کیا، ایک وہ جو آزاد شخص کو بیچ کر اس کی قیمت کھا لے اور ایک وہ جو نوکر رکھ کر اس سے کام لے لیکن اس کی مزدوری نہ دے۔''

❁ ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''پسینہ سوکھ جانے سے پہلے پہلے مزدور کو مزدوری دے دو'' اور وہ اگرچہ کمزور ہو لیکن زیادہ کام اس میں طاقت پیدا کر دیتا ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 146

آقا سے ناراض خادم کو سمجھانا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ہر ایسے شخص کو نصیحت کر دیا کریں جو اپنے آقا و مولیٰ سے ناراض ہو اور اسے اللہ اور آقاؤں کے حق ادا کرنے کی ہدایت کریں جیسے اس کے آقا کو ہدایت دے رکھیں کہ وہ اپنے غلام پر نرمی کا برتاؤ کریں کیونکہ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ نے اس وقت ہدایت کی تھی جب آپ پر وصال کے موقع پر نزع کی حالت آ چکی تھی، آپ نے فرمایا تھا ''نماز اور ان لوگوں کا دھیان رکھنا جو تمہارے قابو میں (غلام) ہیں۔''

اگر غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ایک بڑا کام نہ ہوتا تو آپ اس نماز کے ساتھ اس کا ذکر ملا کر نہ فرماتے جو دین کو سہارا دینے کے لئے ستون کی حیثیت رکھتی ہے۔

اے میرے بھائی! یہ بات ذہن میں رکھو کہ اگر تم عرصہ تک بھی اپنے غلام سے بہتر سلوک کرتے رہو تو پھر بھی تم اس کا وہ حق ادا نہیں کر سکو گے جو تمہارے ذمے ہے کیونکہ اصولی طور پر تو وہ اللہ کا بندہ ہے اور وہ بالکل ایسے ہی جیسے تم اس کے بندے ہو لہٰذا اس پر تمہارے احسان کے ساتھ تمہارا اچھا برتاؤ بھی شامل ہونا چاہئے لیکن غلام کی طرف سے تم پر اس قسم کا احسان نہیں ہوتا کیونکہ اس کا اجر آخرت میں اس کو زیادہ ملے گا جب کہ تمہارے لئے ایسا نہیں ہے۔

یہاں کچھ راز کی باتیں ہیں جنہیں صرف اللہ والے ہی جانتے ہیں لیکن کسی کتاب میں نہیں لکھی جا سکتیں۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں فقیروں کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ اپنے وجود کے ساتھ ساتھ کسی غلام، لونڈی اور چوپائے کے مالک بن کر دکھائیں جیسے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے کامل وارث (صحابہ کرام) کیا کرتے تھے چنانچہ جب بھی کوئی غلام ان کے قبضے میں آ جاتا تو وہ فوراً اسے آزاد کر دیا کرتے کیونکہ وہ مخلوق میں سے کسی بھی شخص کو اپنا بندہ بنانے میں اللہ تعالیٰ کے سامنے شرمندگی محسوس کرتے تھے اور اپنے آقا کے بندے کو اپنا بندہ بنا لینا شرم کی بات جانتے تھے کیونکہ یہ بات ان کے ہاں بہت بڑی بے ادبی بنتی تھی چنانچہ اسی بنا پر وہ اللہ کے خالص بندے بن کر رہتے تھے اور دونوں جہان کی حکومت میں انہیں کوئی چیز بلند مرتبہ نہ بناتی تھی اور اگر اللہ تعالیٰ انہیں کوئی چیز دیتا تو اسے ادب کے ساتھ قبول کرتے اور پھر فوری طور پر اسے چھوڑ کر اپنے رب کی طرف توجہ کرتے کہ کہیں اپنے رب کی کسی بھی صفت میں وہ شریک ہوں، انہیں صرف اس بات میں خوشی محسوس ہوتی تھی کہ اللہ کی توجہ ان کی طرف رہے اور اللہ کی طرف سے توجہ ہٹانے پر پریشان ہو جاتے تھے اور انہیں صرف اس بات سے غم ہوا کرتا تھا، ان کے نزدیک ساری جنت کا یقینی طور پر مل جانا یا نہ ملنا ایک ہی جیسا ہوتا تھا کیونکہ وہ دونوں جہان کی کسی بھی چیز کو اپنے قبضے میں لینا پسند نہیں کرتے تھے بلکہ اللہ کا شکر کیا کرتے تھے اور اس کی وجہ صرف یہ ہوتی تھی کہ وہ اللہ کے بندے ہیں، کوئی اور وجہ نہ ہوتی تھی۔ اسے ذہن نشین کر لو کیونکہ یہ بات

بہت نفیس ہے اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ اللہ کے ہوتے ہوئے وہ لوگ اپنے آپ کو کسی شے کا مالک نہیں سمجھتے تھے تو اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔ فرمایا ''کوئی شخص کسی کو میرا بندہ اور میری لونڈی نہ کہا کرے بلکہ میرا غلام اور میری باندی کہہ لیا کرے۔''

بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ دونوں جہان میں سے کوئی نعمت، اللہ کی بارگاہ میں حاضری سے بڑھ کر نہیں ہے چنانچہ اسی بنا پر یہ روایت آئی ہے کہ ''اہل جنت کو صرف اس گذری ہوئی گھڑی بھر پر افسوس ہوگا جس میں وہ اللہ کا ذکر نہ کر سکے۔'' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بارگاہِ الٰہی میں جنت کے اندر اتنی ہی حاضری کا موقع حاصل کریں گے جس قدر وہ دنیا میں اس کا ذکر کرتے رہے اگرچہ آخرت کے درجات بہت زیادہ ہیں اور اس کی فضیلت بھی بہت زیادہ ہے لیکن دنیا میں رہ کر حق تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری صرف کھجور کی پوری گٹھلی جتنی حیثیت ہوتی ہے جس میں ٹہنیاں پتے اور پھل لگا کرتے ہیں، ہاں کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ دنیا میں پروردگار کی حاضری کا اجر آخرت میں دس لاکھ گنا یا اس سے بھی زیادہ ہو جائے اور وہ ہمیشہ کے لئے ہوگا۔ ''یہ اللہ کا فضل ہوگا، وہ جسے چاہے دے دے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس ہدایت پر عمل کرنے والے کو کسی ایسے شیخ کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے ایسے بندے دکھائے جو اس مرتبہ والے ہوتے ہیں۔ ''اللہ بڑے علم والا دانا ہے۔''

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے اس سلسلے میں یہ مرفوع روایت لکھی ہے فرمایا ''جو شخص اپنے آقا کے ساتھ پورے طور پر خلوص والا ہوتا ہے اور اچھے طریقے سے عبادت کیا کرتا ہے تو اسے دو اجر ملیں گے۔''

❁ امام بخاری نے مرفوعاً لکھا ہے ''وہ غلام جو بہت اچھے طریقے سے اپنے رب کی عبادت کرتا ہے اور اپنے آقا کا حق ادا کرتا ہے، خلوص دکھاتا ہے اور فرمانبردار بن کر رہتا ہے تو اسے دو اجر ملیں گے۔''

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''تین طرح کے شخص وہ ہوں گے جنہیں دو دو اجر ملیں گے، ایک وہ اہل کتاب شخص جو اپنے پہلے نبی پر ایمان لانے کے بعد حضرت محمد ﷺ پر بھی ایمان لایا، دوسرا وہ غلام جو کسی کے قبضے میں ہوتے ہوئے اللہ اور اپنے آقاؤں کا پورا حق ادا کرے اور تیسرا وہ شخص جس کے پاس لونڈی ہو، وہ اسے اچھے طریقے سے ادب کرنا سکھائے، اچھی تعلیم دے اور پھر اسے آزاد کر کے اس سے شادی کر لے تو اسے دو اجر ملیں گے۔''

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''وہ غلام جو کسی کے قبضے میں ہو اور خدمت کرے تو اسے دو اجر ملیں گے۔''

❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر راہ خدا میں جہاد، حج اور ماں کی خدمت جیسے کام نہ ہوتے تو میں غلام رہ کر مرنا پسند کرتا۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کی بندگی کرے اور اپنے آقاؤں کی فرمانبرداری کرے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے آقاؤں سے ستر خریف پہلے ہی جنت میں داخل کرے گا، اس پر آقا کہے گا کہ اے رب! یہ دنیا میں تو میرا غلام ہوا کرتا تھا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اسے میں نے اس کے عملوں کے مطابق دیا ہے اور تمہیں تمہارے

اجروں کے مطابق اجر دوں گا۔''

انہی کی ایک روایت یہ بھی ہے فرمایا ''ایک بندے کو جنت میں داخل کر دیا گیا تو اس نے ایک غلام کو اوپر والے درجے میں دیکھ کر کہا اے پروردگار! یہ تو میرا غلام ہے لیکن مجھ سے اوپر والے درجے میں کیوں ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے اسے اس کے عمل کی جزاء دی ہے اور تجھے تیرے عمل کی دی ہے۔''

امام ترمذی نے یہ مرفوع روایت دی ہے فرمایا ''میرے سامنے ان تین شخصوں میں سے ایک کو پیش کیا جائے گا جو جنت میں پہلے داخل ہوں گے، ایک شہید، پاکدامن اور وہ بندہ جو اچھے طریقے سے اللہ کی عبادت کرتا رہا اور اپنے آقاؤں کی خدمت میں لگا رہا۔''

ترمذی اور طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''تین ایسے شخص ہیں جو کستوری کے ڈھیر پر ہوں گے (میرے خیال میں فرمایا کہ قیامت کے دن) ایک وہ غلام جس نے اللہ کا حق ادا کیا اور اپنے آقاؤں کا۔'' (الحدیث)

ایک اور روایت میں یوں ہے فرمایا ''تین وہ شخص ہوں گے جنھیں بڑی قیامت کی گھبراہٹ ڈرا نہ سکے گی، نہ ان کا حساب ہوگا، وہ کستوری کے ڈھیر پر بیٹھے ہوں گے کہ اسی دوران مخلوق کا حساب ہو جائے گا، پھر ان میں سے ایک کا ذکر یوں فرمایا ایک وہ شخص جس نے اپنے اور اپنے رب کے درمیان تعلق صحیح رکھا اور یونہی اپنے اور اپنے آقاؤں کے درمیان صحیح تعلق رکھا۔''

طبرانی کی ایک مرفوع روایت یوں ہے فرمایا ''آگے بڑھ کر سب سے پہلے جنت میں جانے والا وہ غلام ہوگا جس نے اللہ اور اپنے آقاؤں کی فرمانبرداری کی ہوگی۔''

اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 147

مالدار کو غلام آزاد کرنے کا شوق دلانا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ہر ایسے مالدار کو غلام آزاد کرنے کی راہ پر لگائیں جس کے پاس کافی غلام یا مال ہو اور خصوصا اس وقت اسے یہ شوق دلائیں جب وہ بہت گنہگار ہو جیسے حاکم، اہلکار اور زمین کا فیصلہ کرنے والے (پٹواری وغیرہ) وہ لوگ جو زبردست حکم چلاتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ فقیر سے غلام آزاد کرنے کی بابت پوچھا نہیں جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ نے فقیروں کے لئے ایسے معاملات بتا دیئے جو غلام آزاد کرنے جیسے ہوں گے، ان میں سے ایک اس روایت میں ہے فرمایا ''جو شخص روزانہ لَا اِلٰہَ

24

اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ دس مرتبہ پڑھا کرے تو وہ ایسے ہوگا جیسے اس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک غلام آزاد کر دیا اور جو سو مرتبہ پڑھے گا تو دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ہوگا۔‘‘

❁ یہ بھی روایت ملتی ہے فرمایا ’’جو شخص روزانہ ایک مرتبہ یوں پڑھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَصْبَحْتُ اُشْھِدُکَ وَاُشْھِدُ حَمَلَۃَ عَرْشِکَ وَ مَلٰٓئِکَتَکَ وَجَمِیْعَ خَلْقِکَ اِنَّکَ اَنْتَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ تو اس کا چوتھائی حصہ جہنم سے آزاد کر دیا جائے گا، دو مرتبہ پڑھنے پر آدھا، اگر تین مرتبہ کہے تو اس کا تین چوتھائی حصہ لیکن اگر چار مرتبہ کہے تو پورا آزاد کر دیا جائے گا۔‘‘

ان جیسے عمل کرنے کی صورت میں ایک یا کئی غلام آزاد کرنے پر ثواب کے بارے میں کئی حدیثیں ملتی ہیں جو حدیث کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے بہت سی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسلمان کو آزاد کرنے پر جہنم سے آزادی

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ یہ مرفوع حدیث لائے ہیں فرمایا ’’جو شخص کسی مسلمان مرد کو آزاد کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے بدلے میں اس کا ایک عضو جہنم سے آزاد کر دے گا۔‘‘

❁ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث سنتے ہی فوراً اپنا وہ غلام آزاد کر دیا جس کی قیمت انہیں دس ہزار درہم (یا ایک ہزار دینار) مل رہی تھی۔

❁ امام بخاری و مسلم کی مرفوع حدیث میں ہے فرمایا ’’جو شخص کسی مسلمان غلام کو آزاد کر دے تو اس کے ہر عضو کے بدلے میں اس کا وہ عضو جہنم سے آزاد کر دیا جائے گا حتیٰ کہ اس کی شرمگاہ بھی اس کی شرمگاہ کے مقابلے میں آزاد کر دی جائے گی۔

❁ ترمذی اور ابن ماجہ نے یہ مرفوع روایت لکھی ہے فرمایا ’’جو مسلمان کسی مسلمان کو آزاد کر دے تو وہ جہنم سے آزاد ہو جائے گا، اس کے ہر عضو کے بدلے میں اس کا وہ عضو آزاد ہو گا اور جو مسلمان دو مسلمان عورتوں کو آزاد کر دے گا تو جہنم سے اسے خلاصی مل جائے گی، اس (غلام) کے ہر عضو کے بدلے میں اس کا ہر عضو آزاد ہو جائے گا۔‘‘

❁ امام احمد، ابو داؤد اور نسائی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ’’جو کسی مومن غلام کو آزاد کر دے تو یہ اس کے جہنم سے آزادی کی نشانی ہوگی۔‘‘

❁ امام حاکم کی روایت کے الفاظ یوں ہیں ’’جو شخص کسی غلام کو آزاد کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے بدلے میں اس کا وہ عضو جہنم سے آزاد کر دے گا۔‘‘

اس بارے میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 148

چشم پوشی سے کام لینا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ہر اس چیز کو دیکھنے سے اپنی آنکھیں بند رکھیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے روک رکھا ہے، وہ خوبصورت محسوس ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو اور پھر یہ بھی چاہتے ہیں کہ آنکھیں بند رکھنے سے پہلے اپنے آپ کو بھوک جیسی مشقت میں ڈالیں تا کہ آنکھیں بند کرنا ہماری طبیعت میں رَچ جائے، بناوٹی بند نہ کریں۔

فقیر سبز چادر کیوں اوڑھتا ہے؟

اس ہدایت پر عمل کرنے کے لئے کسی شیخ کی خدمت میں جانا ہوگا۔ پہلے نیک لوگ کامل ہونے اور اپنے آپ پر قابو رکھنے کے باوجود اپنے سر پر سبز چادر رکھتے تھے اور چادر کا ایک پلو اپنی آنکھوں پر ڈال لیتے تھے جس سے ان کی آنکھیں چھپ جاتی تھیں چنانچہ وہ قدم رکھنے ہی کی جگہ پر دیکھتے تھے، کچھ ایسے بھی ہوتے تھے جو گرمیوں سردیوں میں لمبی ٹوپی پہنتے تھے جن میں سے ایک حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بھی تھے اور وہ فرماتے تھے کہ یہ ٹوپی بے فائدہ نظر ڈالنے سے روکتی ہے، انہی کی پیروی ان سربراہ قسم کے صوفیہ نے کی اور پھر اس بارے میں اپنے مریدوں کو حکم دیتے کہ بازار جا کر واپس آنے تک یونہی کیا کرو۔

حضرت شیخ جلال الدین رحمہ اللہ کی اس بارے میں ایک کتاب ہے جس کا نام ہے **"الاحادیث الحسان فیما ورد فی الطیلسان"**۔

سیدی مدین رحمہ اللہ کا غلام ایک مرتبہ ٹوپی کے بغیر باہر نکلا اور شراب کا ایک گھڑا دیکھ کر توڑ دیا چنانچہ حضرت مدین نے اس سے تعلق توڑ لیا۔ اس بارے میں آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا میں نے اسے شراب کا گھڑا توڑنے پر نہیں چھوڑا بلکہ اس لئے چھوڑا ہے کہ اس نے بے مقصد نظر ڈالنے کا سبب بنایا ہے اور بازار جاتے ہوئے ٹوپی نہیں لی اور یوں اس نے وہ کام کیا ہے جو مناسب نہ تھا اور اگر وہ ٹوپی لے کر نکلتا یا آنکھیں بند رکھتا تو اس کی نظر حرام چیز پر نہ پڑتی۔

جیسا کہ ہم نے آنکھیں بند کرنے کا ذکر کیا ہے اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ تنہائی میں بیٹھنے والے فقیر اللہ کے اس حکم پر چلتے وقت آنکھیں بند نہیں رکھ سکتے اور جب وہ لمبی ٹوپی پہن لیں گے تو ان کی زبردستی سے ہٹ جائے گی اور وہ ٹوپی انہیں اس وقت اس سے رکنے کا اشارہ کرے گی جب انہیں سر اٹھانے کی ضرورت پڑے گی اور زور سے سر اٹھانا چاہیں گے جبکہ ٹوپی نہ رکھنے کی صورت میں سر نہیں اٹھائیں گے کیونکہ اس طرح انہیں گھروں کی منزلیں دیکھنے کی طرف توجہ ہوگی۔

آگے جا کر ''منہیات'' کی ہدایتوں میں اس حدیث کا معنیٰ بتایا جا رہا ہے میرے بھائی داؤد علیہ السلام کی خطا نظر ڈالنا

تھا۔'' اور وہ یہ کہ آپ کی اس خطا سے مراد یہ ہے کہ آپ نے یہ نظر بارگاہِ الٰہی میں حاضری کے بغیر اٹھائی تھی اور یہ بات اس لئے کی ہے کہ اکابر کو بارگاہِ الٰہی میں حاضری اور اس کی طرف توجہ کئے بغیر اور کسی کام کے کرنے کی اجازت نہیں ہوتی چنانچہ خطاء، غفلت کے ساتھ آنکھ اٹھانے کا نام ہے، عورت کی طرف دیکھنے اور دکھلاوا کرنے کے لئے اٹھانے کا نام نہیں، جیسے کچھ لوگ کہتے ہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام اچانک حرام نظر ڈالنے سے بھی معصوم ہوتے ہیں کیونکہ وہ دلوں میں اچھا خیال رکھتے ہیں لہٰذا وہ اس غلطی میں نہ تو بھول کر پڑتے ہیں اور نہ ہی جان بوجھ کر اور پھر یہ بھی ہے کہ وہ اپنی اپنی امتوں کو شریعت سکھاتے ہیں جس میں ہر حرکت اور سکون کی تعلیم دیا کرتے ہیں اور اگر یہ مان لیا جائے کہ ان سے کوئی بھی گناہ ہوسکتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ گناہ کی شریعت سکھاتے ہیں حالانکہ یہ بات کوئی مسلمان بھی نہیں کہتا چنانچہ ان کے گناہ صرف دیکھنے ہوتے ہیں اور وہ بھی اس لئے کہ امتی کے گناہ میں پڑنے کی صورت دیکھ سکیں کہ ایسی حالت میں وہ کیا کرتا ہے چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام اتنا روئے تھے کہ آپ کے آنسوؤں کی وجہ سے گھاس اُگ آئی تھی، آپ کا یہ رونا اللہ کی عزت والی چیزوں کی تعظیم کرنا تھا کہ آپ کی امت بھی یہ کام کیا کرے چنانچہ ان کا رونا امت پر شفقت میں شمار ہوتا ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات دن میں ستر بار استغفار فرماتے تھے چنانچہ اس سلسلے میں فرمایا ''میرے دل پر ایک پردہ سا آجاتا ہے۔'' یعنی اس وجہ سے جو میرے بعد میری امت میں ہونے والا ہے اور حضرت سیدی علی خواص رحمہ اللہ ہمیں معصوم حضرات کے استغفار کرنے کے بارے میں یہی بات سمجھایا کرتے تھے، پھر فرمایا انبیاء علیہم السلام کے بارے میں جو کچھ ان کی مخالفت میں کہا گیا ہے، انہیں لوگوں نے یہودیوں کی ان کتابوں سے لیا ہے جنہیں اللہ نے ان کے ہوتے ہوئے جھوٹا قرار دے دیا تھا، یہ کتاب وسنت میں نہیں ملتا بلکہ مختصر طور پر بیان ہوا ہے جبکہ انبیاء علیہم السلام کا مقام یہ ہوتا ہے کہ وہ احسان (ہر کام اچھا ہونا) کی منزل میں ہوتے ہیں جن میں وہ اولیاء شامل ہیں جو محفوظ بن کر احسان کی منزل میں داخل ہوئے ہوتے ہیں لہٰذا اے بھائی تم بھی کسی خالص شیخ کے طریقے پر چلو تاکہ وہ تمہیں اس بارگاہ میں داخل ہونے کا طریقہ بتائے جس کی وجہ سے تمہارے سارے اعضاء تھوڑے سے گناہ میں پڑنے سے بھی بچ جائیں اور ان میں گناہ کی خواہش بالکل نہ رہے ورنہ لازمی طور پر گناہ میں پڑو گے اور پھر تمہارا کوئی عضو بھی گناہ سے نہیں بچ سکے گا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔

بارگاہِ الٰہی کو دیکھنے میں اکابر کے مرتبے

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بارگاہِ الٰہی میں حاضری کے مرتبوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب بھی انہیں کسی چیز کی طرف دیکھنا ہوتا ہے تو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کو دیکھتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ ساری کائنات کے سامنے رکاوٹ ہوتا ہے، ان جیسے لوگوں کو نظریں بند رکھنے کا حکم نہیں ہوتا جیسے دوسروں کو ہوتا ہے، یہ لوگ اپنی نظروں کو اللہ کے حیاء اور عظمت کی وجہ سے بچاتے ہیں۔

ذرا کم درجہ کے دوسرے لوگ وہ ہوتے ہیں کہ جب بھی وہ کسی شے کی طرف دیکھتے ہیں تو ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کو بھی دیکھتے ہیں چنانچہ وہ خالق اور مخلوق کا فرق رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے ساتھ دیکھتے ہیں۔

تیسری قسم کے لوگ سوچ بچار کرنے والے علماء ہوتے ہیں اور وہ جب بھی کسی شے کو دیکھتے ہیں تو اللہ کو اس کے بعد دیکھتے ہیں کیونکہ کائنات کی ہر شے اللہ کی قدرت اور کاریگری کی نشانی ہوتی ہے جو یہ بتاتی ہے کہ اللہ یقیناً موجود ہے۔

میرے بھائی شیخ افضل الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص اللہ کے ساتھ ہی مخلوق کا مشاہدہ کرے تو وہ ایسا کامل ہوتا ہے کہ ویسا اور کوئی نہیں ہوتا جبکہ حضرت جنید کا یہ قول اس کے خلاف جاتا ہے ''جو مخلوق کو دیکھے وہ حق تعالیٰ کو نہیں دیکھتا اور جو حق تعالیٰ کو دیکھتا ہے اس کی مخلوق پر نظر نہیں ہوتی۔''

میں کہتا ہوں کہ میرے بھائی افضل الدین کا فرمان سچا ہے، رسول تو خصوصی طور پر اس حکم پر عمل کرتا ہے کہ رات دن اپنی امت کا خیال رکھے یعنی کسی کام کا حکم دے اور کسی سے روکے اور انہی لوگوں کی وجہ سے اسے رسول بننے کا عظیم مرتبہ ملتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ ان کے لئے تمام کائنات سے رکاوٹ بن جاتی ہے، وہ حکم دیتے اور روکتے ہیں۔ حکم انہی پر نازل ہوتے ہیں اور جو تلوار سے جہاد کرتے ہیں۔ اسے سوچو چنانچہ تمہیں معلوم ہو چکا ہو گا کہ آنکھیں بند نہ کرنے کی کراہت صرف ان لوگوں سے تعلق رکھتی ہے جس کے یہاں یہ پیدا ہوسکتی ہے۔ یہ بات ان لوگوں کے حق میں نہیں جو اللہ والے ہیں اور جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁ طبرانی و حاکم نے مرفوعاً یہ روایت لی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''کسی کی طرف نظر اٹھانا ابلیس کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے لہٰذا جو مجھ سے ڈرتے ہوئے نظر نہ اٹھائے گا تو میں اس کے بدلے میں اسے ایسا ایمان دوں گا جس کی مٹھاس وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔''

❁ امام احمد مرفوعاً لکھتے ہیں ''جو بھی مسلمان کسی عورت کے حسین اعضاء پر نظر پڑتے ہی آنکھیں بند کر لیتا ہے تو اس کی جگہ اللہ تعالیٰ ایسی عبادت دل میں ڈال دیتا ہے جس کی مٹھاس وہ اپنے دل میں محسوس کرتا ہے۔''

❁ امام بیہقی اس کی وضاحت میں فرماتے ہیں مقصد یہ ہے کہ اس شخص کی نگاہ ارادے کے بغیر عورت پر پڑے اور وہ خوف الٰہی کی وجہ سے اسے ہٹا لے، یہ مقصد نہیں کہ وہ پہلے سے اسے دیکھنا چاہتا ہو۔

❁ امام اصفہانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''ہر ایسی آنکھ جو اللہ کی حرام کی گئی چیزوں سے بند رہی، اس کے علاوہ قیامت کو ہر آنکھ رو رہی ہو گی۔''

❁ طبرانی کی مرفوع روایت میں ہے فرمایا ''تین شخص وہ ہوں گے جن کی نظر جہنم نہیں دیکھ سکے گی، پھر ان میں سے ایک کا ذکر فرمایا ''وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کی حرام کی گئی چیزوں کو دیکھنے سے رکی رہی۔''

❁ امام احمد، ابن حبان اور حاکم مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''تم اپنی طرف سے مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو، میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں، پھر ان میں اس کا ذکر فرمایا اپنی آنکھیں بند رکھو اور شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔''

امام مسلم رحمہ اللہ کے مطابق حضرت جریر رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اچانک نظر پڑ جانے کی وضاحت پوچھی تو فرمایا ''نظر ہٹا لیا کرو۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 149

عورت سے بے تعلق ہونے کی بجائے شادی کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم عورتوں سے بالکل بے تعلق ہو جانے کی بجائے شادی کو اولیت دیں خواہ شب و روز عبادت ہی میں کیوں نہ لگے رہیں اور اس کی مدد کریں جو ہماری شادی کے لئے کوشش کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عورتوں سے بے تعلق انسان کی عبادت ناقص ہوتی ہے چنانچہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تعریف اللہ تعالیٰ نے اسی طور پر فرمائی ہے کہ ''وہ آقا اور عورتوں سے بے تعلق تھے۔'' کیونکہ آپ کے مرتبہ نے انہیں یہ کچھ دیا تھا چنانچہ وہ اس خواہش سے الگ رہے جو کسی بشر پر قابو پا لیتی ہے۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عورتوں سے علیحدگی حضرت یحییٰ علیہ السلام کا مقصد نہ تھا، اصل وجہ یہ تھی کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو حضرت مریم علیہا السلام کا حال اس وقت تعجب میں ڈالتا تھا جب آپ ان کے پاس جاتے اور وہ یوں کہ وہ تو کسی بھی شوہر کے ساتھ تعلق نہیں رکھتی تھیں اور جب حضرت زکریا علیہ السلام نے اس معاملے میں کوشش کی تو ان کے لڑکے حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی یونہی نکلے چنانچہ درحقیقت اس میں کوئی کمال نہیں جس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کے شادیاں کرنے پر ان کی تعریف کی ہے چنانچہ فرمان ہے ''ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے اور ان کے لئے بیبیاں اور بچے کئے۔'' اور کتنے ہی عورتوں سے بے تعلق ایسے بھی ہیں جو اس برائی میں پڑے تو اللہ تعالیٰ نے پردہ ڈال دیا اور کتنے ہی وہ ہیں کہ جن کے دل میں یہ برائی آتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ بچا لیتا ہے اور کتنے ہی ایسے ہوتے ہیں کہ نماز پڑھنے کے دوران ان کا عضو انتشار میں ہوتا ہے اور پھر ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے بارے میں لوگ بدگمانی کرتے ہیں اور ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں لوگ گھروں میں عورتوں کے درمیان رہائش رکھنے سے روکتے ہیں لیکن اگر ایسا شخص شادی کر لے تو ایسے امور سے اپنے آپ کو بچا سکتا ہے، اسی لئے یہ فرمان ہوا ''جو ہمبستری سے فارغ ہو کر غسل کرے اور پھر جمعہ کے لئے آئے۔'' یعنی جمعہ کی نماز سے پہلے اپنی بیوی سے اس لئے ہمبستر ہو کہ کہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے ہوتے ہوئے اس کے ذہن میں ہمبستری کا خیال نہ آ جائے حالانکہ وہ بارگاہِ الٰہی میں حلال گنا جاتا ہے چنانچہ جب وہ اپنی بیوی سے ہمبستری کر لے اور جمعہ کے لئے نکل کھڑا ہو تو اس خیال سے بچ جائے گا۔

شادی کا فائدہ

شادی کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اصولی طور پرست سا انسان حلال کاروبار کے لیے تیار ہو جاتا ہے لیکن اگر اس کی وجہ سے حرام کاروبار کرنے لگے تو یہ اصولی نہیں بلکہ عارضی ہے۔

مجھے میرے شیخ نے ایک واقعہ سنایا کہ ایک شخص تنہائی میں عبادت کیا کرتا تھا لیکن لوگوں سے صدقے اور میل لے کر کھاتا تھا، اس نے بہت سی شادیاں کیں، وہ جس سے بھی شادی کرتا وہ عورت اس کے پاس دو، تین یا جمعہ بھر کے لیے رہتی اور جب وہ خرچہ مانگتی تو اسے طلاق دے دیتا، ایک مرتبہ اس نے کسی عقلمند عورت کو نکاح کا پیغام دیا اور جب لوگوں نے اس عورت کو سمجھایا تو اس نے کہا اب تو میں نے اللہ کے بھروسے پر شادی کر لی ہے، جب اس سے ہمبستری کر لی تو دو دن بعد عورت نے کہا اے بندے! کیا تم اولاد کی خاطر کاروبار کے لیے نہیں جاؤ گے؟ اس نے کہا کہ میں تو کوئی کاروبار نہیں جانتا، عورت نے کہا کہ یہ سونے کی چوڑی لے کر اسے بیچ آؤ اور اس سے لوبیا لے آنا، اس نے تین ردب (۲۵ صاع ایک پیمانہ) لوبیا خریدا جسے ان دونوں نے صاف کرنا شروع کر دیا اور دوسرے دن تک کے لیے اسے تر کر کے رکھ دیا، پھر ابال کر اسے کہا کہ یہ بیچ آؤ اور کہتے جانا کہ صبح بخیر، وہ ظہر تک اسے بیچتا رہا پھر اس عورت نے باقی لوبیا ابالا اور اس سے کہا کہل جاؤ اور اسے گرو، چھان یا روئی کے ساتھ بیچ آؤ اور رکنا نہیں، جو وہ عصر کے موقع پر فارغ ہوا تو اسے جمعہ کے بعد ایک بھائی ملا اور کہنے لگا کہ ہمیں اتنے دنوں تک اس عورت کے تمہارے پاس ٹھہر جانے پر تعجب ہے۔ اس نے کہا کہ میں طلاق دینے کے لیے فارغ ہی نہیں ہوا کیونکہ ظہر تک تو میں گرم لوبیا میں رہتا ہوں اور نصف عصر سے ابالنا شروع کرتا ہوں۔

یہ ذہن میں رکھو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''مرد، عورتوں کے مقابلے میں طاقتور ہیں۔'' اس آیت کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مردوں کو بڑا مرتبہ دیا ہے لیکن جس کا کوئی کاروبار نہ ہو، وہ اور عورت ایک ہی درجہ کے ہوتے ہیں۔ اور اے بھائی پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھو جنہوں نے ایک عورت کے مہر کے بدلے میں دس سال تک مزدوری کی، تجھے زیادہ شادیاں کرنے کا پتہ چل جائے گا۔

میرے دور کے ایک فقیر نے مجھے بتایا کہ مجھ سے ایک واقعہ پیش آیا کہ میں نے اپنے پاس ٹھہرے ایک عبادت گذار فقیر کو شادی کرنے کے بارے میں کہا مگر اس نے کہا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں لیکن اس کی شہوت نے زور مارا تو وہ زنا کرنے لگا، لہٰذا اے عورتوں سے الگ رہنے والے! تم دونوں جہانوں کی بھی عبادت کر لو لیکن شادی کر لو اور مردوں جیسا کام کرو، یاد رکھو کہ شادی کر کے لوگوں سے مانگنے کی بجائے محنت کر کے اور تھک کر کاروبار کرو تو یہ تمہارے لیے اس سے بہتر ہے کہ تم قیامت کے دن زانی اٹھو یا قوم لوط میں تمہارا حشر ہو۔

یہ قاعدہ ہے کہ سلامت رہنا، غنیمتوں سے پہلے ہوتا ہے جب کہ اس دور میں کچھ فقیر کہتے ہیں کہ عورتوں سے بے تعلق ہونا، شادی سے پہلے ہونا چاہیے، یہ اس شخص کے بارے میں ہے جسے گناہ میں پڑنے کا ڈر نہیں لیکن جو گناہ گاری سے ڈرتا ہے، اس کے لیے شادی ضروری ہے۔ اس پر علماء کا اجماع ہے چنانچہ اس روایت میں ہے؟ ''تم میں سے شرارتی وہ ہیں جو عورتوں سے الگ تھلگ رہتے ہیں۔''

پھر یہ روایت بھی ہے فرمایا ''دو سال کے بعد تم میں سے بہتر وہ ہوگا جو بیوی بچوں کے بغیر ہو۔'' ان دونوں روایتوں کا مفہوم وہی لیا جائے گا جو ہم بتا چکے۔

حضرت علی خواص رحمہ اللہ شادی کا مشورہ لینے والے ناکارے ہر شخص سے فرماتے تھے کہ اے بھائی! کسی اور سے

مشورہ کرو، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہیں پگڑیاں چوری کرنا سکھاؤں؟ لہٰذا ہر چیز سے رک جاؤ کیونکہ شادی شدہ ہونا عورتوں سے الگ رہنے والے سے بہرحال بہتر ہوتا ہے کیونکہ اس سے نسل چلتی ہے اور انسان پاکدامن ہوتا ہے۔'' باقی اللہ جاننا ہے، دانا ہے۔''

❁ امام بخاری و مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اے جوانو! جس میں قوت باہ (مردانہ طاقت) موجود ہے، اسے شادی کرنا چاہئے کیونکہ یوں انسان آنکھیں بند رکھ سکتا ہے اور شرمگاہ کی حفاظت کرسکتا ہے لیکن جس میں یہ طاقت نہیں تو اس کے لیے روزے رکھنا لازم ہے کیونکہ یہی اس کا بچاؤ ہے۔''

❁ ابن ماجہ مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ سے ملتے وقت پاک صاف ہو تو وہ آزاد عورتوں میں سے شادی کرے۔'' یعنی وہ عورتیں جو اسے دوسری عورتوں کی طرف دیکھنے سے بچائیں۔

❁ امام ترمذی نے مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''چار کام انبیاء و رسل کی سنت چلے آئے ہیں مہندی لگانا، خوشبو لگانا، مسواک کرنا اور نکاح کرنا۔'' کچھ روایتوں میں ''حیاء کرنا'' بھی لکھا ہے۔

❁ بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہیں فرمایا ''جب انسان شادی کر لیتا ہے تو اس کا آدھا دین مکمل ہو جاتا ہے، اسے باقی آدھے دین میں اللہ سے ڈرنا چاہئے۔''

❁ امام ترمذی، ابن حبان اور حاکم مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''تین شخص ایسے ہیں جن کی مدد اللہ تعالیٰ لازمی طور پر کرتا ہے راہِ خدا میں جہاد کرنے والا، وہ مکاتب غلام جو ادائیگی کرنا چاہتا ہے اور وہ نکاح کرنے والا جو پاکدامن ہونا چاہتا ہے۔''

❁ طبرانی اور بیہقی نے یہ روایت لکھی ہے ''جو شخص خوشحال ہو اور اسے نکاح کی ضرورت ہو لیکن نہ کرے تو وہ ہم میں شمار نہ ہوگا۔''

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ کی تین آدمیوں کے بارے میں روایت یہ ہے کہ ''ان میں سے ایک نے کہا رہا میں تو میں عورتوں سے الگ تھلگ رہوں گا لہٰذا کبھی شادی نہیں کروں گا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا لیکن میں تو نماز پڑھتا ہوں، سوتا ہوں، روزہ رکھتا ہوں، چھوڑتا بھی ہوں اور عورتوں سے شادیاں بھی کرتا ہوں چنانچہ جو میرے اس طریقے سے ہٹ جائے گا، وہ میرا نہ ہوگا۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 150

دیندار اور خوبصورت عورت سے شادی کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم شادی کے لیے وہ عورت پسند کریں جو دین والی اور خوبصورت ہو اور ایسی عورت کے مقابلے میں خوبصورت گنہگار پسند نہ کریں۔

یہ وہ ہدایت ہے جس سے عام لوگ غفلت کرتے ہیں بلکہ اہل علم اور صلاحیت والے بھی یونہی کرتے ہیں کیونکہ وہ آخرت کے بدلے میں دنیا کو بہتر جانتے ہیں، حدیث پاک میں ہے ''جو میں جانتا ہوں اگر تم بھی جان لو تو بستروں پر عورتوں سے لذت حاصل نہ کرو۔''

اللہ والوں کے ہاں قاعدہ یہ ہے کہ ان کا سونا، کھانا پینا، پہننا اور ہم بستری کرنا ضرورت کی بنا پر ہوتا ہے البتہ شہوت ان پر غالب ہو یا ان کی عیال کی شہوت ان پر غالب تو اور بات ہے۔

جو شخص صرف گذارے کے لیے ہم بستری کرنا چاہے، اسے سیاہ لونڈی بھی کافی ہے جیسے امام شافعی رحمہ اللہ نے لونڈی ہی کو کافی سمجھ لیا تھا، اس کا نام ''بلاغ'' تھا۔ لوگ جب آپ کو مالدار عورت سے شادی کرنے کو کہتے تو آپ فرمایا کرتے کہ میرے پاس اتنا وقت نہیں کہ ایسی عورتوں سے لذت حاصل کرسکوں اور پھر فرماتے کہ بلاغ میں بلاغ ہے (یعنی مجھے بلاغ ہی کافی ہے)۔

اے بھائی یاد رہے کہ نماز چھوڑ دینا اور پلید ہونے کی صورت میں غسل نہ کرنا عورت کا سب سے بڑا گناہ شمار ہوتا ہے جس میں عورت گرفتار ہوتی ہے چنانچہ جب انسان اس سے پلیدی کی حالت میں ہم بستری کرتا ہے تو عورت کا پروردگار اس سے ناراض ہوتا ہے جب کہ امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ شریعت کے قاعدے کے مطابق وہ مرتد ہو جاتی ہے، اس سے ہمبستری جائز نہیں اور اس کی اولاد زنا سے شمار ہوگی لہٰذا اے بھائی لوگوں کی عادت کے خلاف عورت کے دین اور اچھے اخلاق کی پرکھ کرو اور اس کے بعد کوئی چیز رہ جائے تو اس سے تمہیں نقصان ہوگا۔ ایسے لوگوں میں سے تم کسی کو دیکھو گے کہ وہ عورت کے حسن اور صرف مال کے بارے میں پوچھتے ہین جب کہ دین کی پرواہ نہیں کرتے پھر اسے چومتے اور گلے سے لگاتے ہیں جیسے ایک لونڈی اپنے مالک کے ساتھ کرتی ہے حالانکہ توبہ نہ کرنے کی صورت میں وہ مرتد ہوتی ہے جس کا خون بہانا ضروری ہوتا ہے، یہ انتہائی جہالت اور تباہی کا کام ہے، یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگوں کا انجام جدائی اور شکووں کی وجہ سے اس وقت بہت خراب ہوتا ہے جب وہ بیوی کی ضروری چیزوں میں سے کچھ اس لیے لے لیتا ہے کہ اسے گروی رکھے یا بیچ کر خرچ کرلے بلکہ ایک جوان نے کسی مالدار بڑھیا سے شادی کی اور پھر اس کی خدمت کرتا رہا اور انتظار کرتا رہا کہ وہ مرے تو اس کا وارث بنے لیکن وہ نہ مری تو بارہ سال بعد اس نے طلاق دیدی، اس نے کہا جب بھی میں اس کے قریب

جاتا ہوں تو اس کی وجہ سے میرے بدن میں ایسی تکلیف ہو جاتی ہے جیسے میں نے کوئی زہر پی لی ہو۔

یہ سب ایسے کام ہیں جو ایک مومن کے لیے مناسب نہیں اور خاص طور پر اس کے لیے جو علم اور لوگوں کی اصلاح کرنے میں مشہور ہو کیونکہ لوگ کہتے ہیں جو شخص فقیروں کے طریقے پر چلنے کا دعویٰ کرے اور اسے دنیا کی شہوتوں میں سے کوئی شہوت گھیر لے تو وہ اپنے اس دعوے میں جھوٹا ہوگا۔ ''اللہ جسے چاہے سیدھی راہ پر چلا دے۔''

❁ امام احمد، بزار، ابویعلیٰ اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''عورت سے نکاح کسی عادت کی بنا پر کیا جاتا ہے حسن، مال، خلق اور دین وغیرہ کو دیکھا جاتا ہے لہٰذا دین اور خلق والی عورت سے شادی کرو۔ اللہ تمہیں مال دے۔''

• ❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ مرفوعاً لکھتے ہیں ''عورت سے شادی چار چیزوں کی وجہ سے کی جاتی ہے، مال کی وجہ سے، حسب کی وجہ سے، خوبصورتی کی وجہ سے اور دین کی وجہ سے، اللہ تمہارا مال زیادہ کرے۔''

حافظ عبدالعظیم اس حدیث میں آئے لفظ تربت یداك کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس کا مطلب ابھارنا اور شوق دلانا ہوتا ہے، کچھ کہتے ہیں کہ یہ دُعا فقیر اور محتاج بنانے کے لیے ہے، کچھ کہتے ہیں مال زیادہ ہونے کے لیے دعا ہے، یہ لفظ تو ان دونوں معنوں کے لیے سانجھا ہے، اس کے دونوں ہی معنے لیے جا سکتے ہیں، یہاں دوسرا معنی زیادہ جچتا ہے، یعنی یہ ہوگا دین والی عورت سے شادی کرنے میں کامیابی حاصل کرو اور مال کی طرف توجہ نہ کرو، اللہ تمہیں زیادہ مال دے۔

پہلا معنی زہر سے لیا گیا ہے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے صرف اس لیے یہ الفاظ فرمائے تھے کہ آپ نے اس شخص کے لیے مالداری کی بجائے فقیر ہونے کو بہتر خیال فرمایا۔ اللہ اپنے نبی کی مراد کو بہتر جانتا ہے۔

❁ امام طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص کسی عورت کی عزت سامنے رکھتے ہوئے شادی کرے تو اللہ اسے ذلیل کرتا ہے، جو مال دیکھ کر کرے، اللہ اسے محتاج کرتا ہے، جو حسن دیکھ کر کرے، اللہ اسے گھٹیا کرتا ہے اور جو شادی کرتے وقت صرف اتنا ارادہ کرے کہ اس کے ذریعے اپنی آنکھیں بند کر سکے گا، شرمگاہ کی حفاظت کر سکے گا یا رشتہ داری قائم کر سکے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس عورت میں برکت رکھے گا اور اس مرد کے لیے اس عورت میں برکت دے گا۔''

❁ ابن ماجہ مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''عورتوں کا حسن دیکھ کر شادی نہ کرو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ان کا حسن ختم ہو جائے، مال کی خاطر شادی نہ کرو، ہوسکتا ہے وہ انہیں سرکش بنا دے لہٰذا دین کو سامنے رکھ کر شادی کرو، سب سے افضل وہ لونڈی بھی ہوسکتی ہے جو دین کی سمجھ رکھتی ہو، خواہ وہ ہاتھ یا انگلیاں کٹی اور سیاہ رنگ کی ہو۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 151

پیاری اور بچے دینے والی عورت سے شادی کرنا

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ ہم شادی کرنے کے لیے ظالم طبیعت والی بوڑھی عورت کو چھوڑ کر محبت کرنے والی اور اولاد پیدا کرنے والی کو پسند کریں کیونکہ ایسی عورت دل کو خوش رکھتی ہے اس لیے کہ اس میں اللہ کا شکر ادا کرنے کی راہ کھلتی ہے اور اولاد کی وجہ سے اس کے ساتھ دلی تعلق رہتا ہے جب کہ ظالمانہ طبیعت بوڑھی ایسی نہیں ہوتی چنانچہ اگر آدمی اس کے ساتھ شادی کر لے تو اللہ کی قدرت پر ناراض ہوسکتا ہے کیونکہ اس عورت سے دل کو نفرت ہوگی اور کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ ظالمانہ طبیعت عورت بچہ جنے تو اس کا آدھا حصہ کمزور ہو کیونکہ ماں میں کمزوری ہے لیکن محبت کرنے والی کا بچہ ایسا نہیں ہوگا کیونکہ عورت کے اچھے طریقے پر ملاپ کرنے اور میٹھی بولی کی وجہ سے جسم کے ہر حصے سے بہت سی منی نکلے گی، اس کا نطفہ قیمتی ہوگا چنانچہ بچہ موٹا تازہ پیدا ہوگا، خوبصورت چہرے والا ہوگا، اچھے اخلاق والا ہوگا جیسے اس کے والدین اللہ کے حکم سے ملاپ کے موقع پر ہوتے ہیں۔

بات کا حاصل یہ ہے کہ تم کسی کو ایسا نہیں دیکھو گے جو رسول اللہ ﷺ کی پسند کے خلاف کو پسند کرے ہاں کوئی اور دنیاوی سبب ہو تو اور بات ہے۔ ہاں اگر وہ اپنے آپ کو مشقت میں ڈالے ہوئے ہو تو اس کا حکم اور ہے۔

کچھ لوگ بدشکل عورت سے شادی کر لیتے ہیں اور صبر سے کام لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ دوسروں کی بجائے میں اس کا زیادہ حقدار ہوں چنانچہ اپنے مسلمان بھائیوں میں سے اسے لے جا رہا ہوں کیونکہ کچھ ایسے بھی تو ہوتے ہیں جو طاقتور سر والے غلام یا سست رفتار چار پایہ خرید کر اس پر صبر کر لیتے ہیں۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں بہت کم ایسے اولیاء ہوں گے جو ایسی بیوی کے حکم پر چلتے ہوں گے جو زبان اور اپنے کاموں کی وجہ سے اسے تکلیف دے، یا تو اس کی وجہ سے ہوتی ہے کہ دونوں کی شکل ایک جیسی ہوتی ہے یا اس شخص کی آزمائش ہوتی ہے کہ اس عورت سے تکلیف اٹھائے جس کے ساتھ وہ شادی کر چکا ہے۔

حضرت شیخ نور الدین شونی رحمہ اللہ (جو مصر اور قریبی بستیوں میں رسول اللہ ﷺ کی محفل درود مناتے تھے) نے مجھے بتایا کہ وہ مصر میں سیدی عثمان خطاب کے ہاں ٹھہرے، وہ سخت سرد رات میں وضو کے لیے نکلے تو انہوں نے کسی شخص کو دیکھا جو حلفاء کے لمبے فرش پر لیٹا ہوا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے پاؤں سے اسے ہلا کر کہا تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ عثمان میں نے پوچھا اے آقا! کیا بات ہے، یہاں کیوں سوئے ہوئے ہو؟ اس نے کہا کہ ام احمد نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے۔

یونہی میں نے سیدی شیخ محمد بن ابی الحمائل سروی رحمہ اللہ کو دیکھا کہ ان کی بیوی انہیں گالیاں نکال رہی ہے اور فقر

کے راستے سے ہٹانا چاہتی ہے اور وہ اس سے ڈر رہے ہیں۔

ایک مرتبہ ان کی بیوی نے انہیں رات کے وقت طیارہ کے ساتھ اڑتے دیکھا جس پر بولی اس کی اڑان تو دیکھو، اسے اڑانے کے لیے کون کھڑا ہے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ کی بیوی انہیں تین تین ماہ یا اس سے بھی زیادہ عرصہ کے لیے چھوڑ جایا کرتی، ایک مرتبہ مہینہ بھر کے لیے چھوڑ گئی کیونکہ آپ نے اس کی مرغی کو کھلے رکھے برتن سے پانی پلایا تھا، ایک مرتبہ انہوں نے اس کے کوزے سے پانی پی لیا تو اس نے ٹھیکری سے وہ جگہ کھرچ دی جہاں آپ کا منہ لگا تھا تا کہ اس کا منہ آپ کے منہ والی جگہ پر نہ لگ سکے۔

پھر ایک مرتبہ اسے حجاز کی طرف لے گئے، وہ آپ سے الگ تھلگ تھی، آپ اسے مصر سے لے کر چلے اور واپس آگئے لیکن راستے میں ایک مرتبہ بھی کلام نہ ہوئی اور جب وہ فوت ہوئی تو آپ اس کی میت کے آگے آگے سفید جھنڈا لے کر چلے حالانکہ آپ نے مجھے اس وقت بتایا جب وہ موت کی بیماری میں گرفتار تھی کہ جب سے میں نے اس سے ہم بستری کی، ستاون سال ہوئے اور اس کے ساتھ صلح سے ایک رات بھی نہیں سوئے۔

ایسے لوگوں کے مقصد صحیح ہوتے ہیں لہٰذا جن بوڑھی بدشکل اور بدخلق عورتوں سے وہ شادی کرتے ہیں، ان کے بارے میں اللہ کے حکم کو تسلیم کرنا چاہئے۔ "اللہ علم والا حکمت والا ہے۔"

❁ امام ابوداؤد، حاکم اور نسائی روایت کرتے ہیں کہ "ایک اعرابی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ! مجھے ایک ایسی عورت ملی ہے جو حسب و شرافت والی اور مالدار ہے لیکن بچہ نہیں جنے گی تو کیا میں اس سے شادی کرلوں؟ آپ نے اسے منع فرما دیا، وہ دوسری مرتبہ آیا اور پہلے جیسی بات کی، پھر تیسری مرتبہ حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا ان عورتوں سے شادی کرو جو محبت کرنے والی اور بچے جننے والی ہوں کیونکہ میں قیامت کے دن امتوں کے سامنے تمہاری کثرت دکھاؤں گا۔"

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے ایک گھر میں کنکروں کا ہونا اس عورت سے بہتر ہے جو اولاد نہ جنے۔"

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 152

لوگوں پر رحمت بننا

نبی کریم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم بندوں کے درمیان رحمت بن کر دکھائیں، عدل و انصاف کریں اور کسی ایک کو

چھوڑ کر دوسرے پر ظلم و زیادتی نہ کریں مثلاً شوہر میں یہ شوق پیدا کریں کہ اپنی بیوی کے سارے حقوق ادا کرے اور اس کے ساتھ اچھی طرح سے زندگی گذارے اور عورت سے کہیں کہ اپنے شوہر کے حقوق پورے کرے، فرمانبرداری کرے اور اس کی مخالفت نہ کرے اور اس سلسلے میں انہیں وہ حدیثیں پڑھ کر سنائیں جو حضرت شارع علیہ السلام کی طرف سے روایت میں آئی ہیں۔

یہ ایسی ہدایت ہے کہ اس پر آج کل عمل کرنا کچھ ایسی مجبوری کی وجہ سے مشکل ہے جسے بیان کرنا ایک لمبی بحث ہے۔ اس پر عمل کرنے کی سب سے بڑی ذمے داری ان لوگوں کی ہے جو قرآن حفظ کرتے اور علم رکھتے ہیں کیونکہ انہیں اس سلسلے میں آنے والی حدیثوں کا علم ہے جب کہ عام لوگ جانتے ہی نہیں اور نہ ہی ظالم لوگ جانتے ہیں کیونکہ ان میں سے ایسے لوگ ہیں جو دین کے اصولی مسائل تو کیا، ان کے فروعی مسائل سے بھی واقف نہیں۔ اس سلسلے میں ایک فقیر کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر ایک فریق کو وہ حق یاد دلائے جو اس پر دوسرے کی طرف سے ادا کرنا لازم ہو۔

ایک دن مصر کے اندر حکومت کے ایک اہم عہدیدار امیر محی الدین بن ابی اصبغ داخل ہوئے تو بخاری شریف پڑھنے والے ایک شخص کو دیکھا جو گھر میں اپنی عیال کو پڑھ کر سنا رہے تھے اور شوہروں کے بارے میں حقوق بتا رہے تھے جو عورتوں کی طرف سے ان پر لازم ہیں۔ اس پر امیر نے اس سے کہا اے دل کے اندھے! پہلے انہیں وہ حقوق بتاؤ جو ان پر شوہروں کی طرف سے لازم ہیں کیونکہ ہم تو ان کی جہالت کی وجہ سے وہ حقوق بھی نبھا نہیں سکتے جو ان کی طرف سے ہم پر لازم ہیں تو پھر ایسی صورت میں ہم وہ حقوق کیسے نبھا سکیں گے جن سے وہ واقف ہوں اور وہ ہم پر ان کی طرف سے لازم ہوں؟ لہٰذا اے بھائی! جب تمہارے پاس علم ہے تو اسے ایسا ہتھیار نہ بناؤ جس کے ذریعے تم ایسے شخص پر لڑنا شروع کر دو جس کا تم پر کوئی حق ہے کیونکہ یہ وہ حق ہے جس کا مطلب غلط لیا جائے گا اور پھر اے بھائی بسا اوقات تم ان اقوال پر عمل کرتے ہو جو تمہارے مذہب میں نہیں ہیں اور ان کے ذریعے اپنی بیوی سے جھگڑتے ہو اور دلیلیں دے دے کر اس پر کامیاب ہوتے ہوئے اسے اپنے دباؤ میں کر لیتے ہو اور پھر لوگوں کو بتاتے پھرتے ہو کہ یہ ظالم عورت ہے حالانکہ درحقیقت ایسا نہیں ہوتا۔ یاد رکھو، تنقید کرنے والا بھی تو آنکھیں رکھتا ہے۔

اس ہدایت پر عمل کرنے والے کو کسی شیخ کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے اصلاح کرنے کے طریقے بتائے اور ہر مخالف کے لیے انہیں تیار رکھے تاکہ ان دونوں میں سے ہر ایک فوری طور پر اس کا حق ادا کرنے کی کوشش کرے کیونکہ اس میں اس کی نقصانی خواہش موجود ہے کیونکہ جو شخص سیاست (اصلاح) کے طریقے نہیں جانتا تو لوگ اسے کسی غرض کا بندہ سمجھیں گے اور دو مخالفوں میں سے ایک اس سے جھگڑا کرے گا اور اسے انصاف پسند نہیں بننے دے گا۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عورت کے اخلاق اصولی طور پر وہی ہوتے ہیں جو مرد کے ہوتے ہیں کیونکہ وہ مرد ہی سے پیدا ہوئی ہے چنانچہ جو شخص آدمی کے اخلاق میں سے کچھ بھلا دے تو اپنی بیوی کے حقوق پر نظر ڈالے کیونکہ وہ اسے پرکھ رہی ہوتی ہے لہٰذا اے بھائی اگر تم چاہتے ہو کہ اپنی بیوی کے اخلاق کو درست رکھو تو پھر اللہ اور اپنے درمیان معاملہ ٹھیک رکھو۔

پھر فرمایا یہ ایسی بات ہے کہ اکثر لوگ اس میں غور نہیں کرتے چنانچہ آدمی عورتوں کے اخلاق کی شکایت تو کرتے

چلے جاتے ہیں لیکن اپنے اخلاق کی خبر تک نہیں رکھتے، اگر یہ لوگ اسے پہچان لیں جو ہم نے کہا ہے تو اپنے اوپر بھی نظر ڈالیں جس کی بنا پر وہ عورتوں کے اخلاق درست کر سکیں گے اور ان کے اخلاق درست ہو جائیں گے۔

میں نے اپنی بیوی ام عبدالرحمٰن کے اخلاق کا تجربہ کیا ہے چنانچہ جب بھی کہیں مجھ سے ظاہری یا باطنی کام ٹیڑھا ہو گیا تو اس سلسلے میں وہ اپنے اخلاق کی بنا پر مجھ سے ٹیڑھی ہو جاتی ہے حالانکہ وہ اچھے اخلاق کی مالک ہے پھر اکثر میں اس کے ساتھ نہایت اچھی طرح سے پیش آتا ہوں جس کی وجہ سے میرے دل میں کھٹکا محسوس ہوتا ہے کہ میں خواہش نفس کا لحاظ رکھتا ہے چنانچہ وہ مجلس ہی میں بہت غصہ کھا جاتی ہے جس پر اس کام سے ہٹ جاتا ہوں اور وہ بھی فوری طور پر ہٹ جاتی ہے۔

رسالہ قشیریہ (میں بفضلہٖ تعالیٰ اس کا ترجمہ کر چکا ہے جو چھپ گیا ہے ۱۲ چشتی) میں حضرت فضیل بن عیاض کا یہ فرمان ملتا ہے کہ میں جب اللہ کی نافرمانی کر بیٹھتا ہوں تو میں اس کا اثر اپنے گدھے، خادم اور بیوی کے اخلاق میں دیکھ لیتا ہوں پھر میں شرمندہ ہو کر استغفار کرتا تو وہ بڑا اخلق دور ہو جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے میری توبہ قبول ہوگئی ہے اور پھر اکثر استغفار کرتا اور شرمسار ہوتا ہوں لیکن گدھا اپنی عادتیں اسی طرح کرتا ہے جب کہ بندہ اور بیوی میرے کہے ہوئے کی مخالفت کرتے ہیں جس سے مجھے معلوم ہو جاتا ہے کہ میری توبہ قبول نہیں ہوئی لہٰذا اے بھائی اپنے آپ پر نظر ڈالو اور عورت کی شکایت کرنے سے پہلے اپنی بری عادتوں کو پرکھو، یونہی عورت کے لیے بھی یہی مناسب ہے کہ اپنے آپ کو پرکھے اور پھر اپنے شوہر کی شکایت کرے۔

یہ قاعدہ جو ہم نے بیان کر دیا ہے اکثر لوگوں میں یہی دکھائی دیتا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی ولی باطن میں بالکل درست ہوتا ہے لیکن اپنی آزمائش کی وجہ سے اپنی بیوی اور مریدوں وغیرہ کی بنا پر آزمائش میں پڑ جاتا ہے، ایسی صورت میں کوئی اور شخص اس کی بیوی سے شادی کر لیتا ہے اور وہ یہ تکلیف برداشت نہیں کر سکتا۔ ''اللہ بہت بخشنے والا رحم والا ہے۔''

❁ طبرانی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص کم یا زیادہ مہر پر کسی عورت سے شادی کرے لیکن دل میں یہ بات ہو کہ وہ اس کا حق ادا نہیں کرے گا تو وہ اس سے دھوکا کرتا ہوگا چنانچہ مر جائے اور اس کا حق ادا نہ کرے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے زانی کے روپ میں ملے گا۔ (الحدیث)

❁ بخاری و مسلم مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''تم میں سے ہر ایک ہی ایک نگران ہوتا ہے جس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا، خادم اپنے آقا کے مال پر نگران ہوتا، اسے اسے مال کا حساب دینا ہوگا، آدمی اپنی بیوی پر نگران ہے جس کے بارے میں شوہر سے پوچھا جائے گا اور عورت اپنے شوہر کے گھر میں نگران ہے لہٰذا اس سے گھر کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔

❁ ترمذی اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''سب سے کامل ایمان والا وہ مومن ہوتا ہے جو خلق میں سب سے بہتر ہو اور سب سے بہتر شخص وہ ہوتا ہے جس کی بیوی سب سے بہتر ثابت ہو۔''

❁ ترمذی اور حاکم مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''سب مومنوں میں سے کامل ایمان والا وہ ہوتا ہے جو خلق میں سب سے بہتر ہو اور اپنی بیوی پر سب سے زیادہ مہربان ہو۔''

❁ ابن حبان مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی کے معاملے میں بہتر ہو اور اپنی بیوی کے معاملے میں سب سے بہتر ہوں۔''

عورت پسلی سے پیدا ہوئی

ابن حبان مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو تو اسے توڑ بیٹھو گے چنانچہ اس کی خاطر مدارات کرو کہ اس کے ساتھ زندگی گذار سکو گے۔''

لفظِ مدارات اور ہدایت میں فرق

میں کہتا ہوں کہ مدارات دنیا کا کوئی جزء گرانے سے ہوتی ہے جب کہ مداہنت (فریب دینا) میں آدھا دین اُڑ جاتا ہے لہٰذا مدارات اچھی چیز ہے لیکن مداہنت حرام در حرام اور مکروہ در مکروہ ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''عورتوں کا لحاظ رکھو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلیوں میں سب سے ٹیڑھی پسلی اوپر والی ہوتی ہے، اب اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ بیٹھو گے لیکن اگر ویسے ہی چھوڑ دو گے تو ٹیڑھی ہی رہے گی لہٰذا ان عورتوں کا دھیان رکھو۔''

❁ مسلم شریف میں مرفوعاً موجود ہے فرمایا ''عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے جو تمہارے لیے کسی طور پر سیدھی نہیں ہوسکتی، اگر تم اس سے فائدہ لینا چاہو تو ٹیڑھی سے لے سکتے ہو لیکن اگر سیدھا کرنا شروع کر دو گے تو اسے توڑ بیٹھو گے اور اگر چھوڑ دو گے تو ٹیڑھی ہی رہے گی جس کا مطلب یہ ہے کہ اسے طلاق دیدو گے۔''

لفظ ضلع اور عوج کی تحقیق

اوپر والی حدیث میں آنے والا لفظ ضلع، ضاد کے نیچے زیر اور لام پر زبر کی صورت میں جزم ہونے سے زیادہ صحیح شمار ہوتا ہے جب کہ عوج کا لفظ عین کی زیر اور واؤ پر زیر سے ہے، یہ بھی لکھتے ہیں کہ اگر یہ لفظ دیوار اور ڈنڈے کی طرح کسی کھڑی چیز پر بولا جائے تو اسے عوج عین اور واؤ پر زیر سے پڑھا جاتا ہے اور اگر کوئی حائط اور عصا جیسے جیسے دین، خلق اور زمین وغیرہ ہیں، تو اسے عوج عین کے نیچے زیر اور واؤ پر زبر سے پڑھتے ہیں۔ (ابن السکیت)۔

❁ امام مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے ''کوئی مومن کسی مومن عورت سے اس وقت تک ناراض نہیں ہوتا جب تک وہ اس کی ایک عادت کو ناپسند کرتے ہوئے دوسری پر خوش ہے۔''

❁ ابوداؤد اور ابن حبان نے لکھا ہے کہ حضرت معاویہ بن حیدہ نے عرض کی یا رسول اللہ! ہم میں سے کسی پر عورت کا کیا حق ہوتا ہے؟ فرمایا ''جب تم خود کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ، جو پہنو تو اسے بھی پہناؤ، اس کے چہرے پر نہ مارو اور

نہ ہی گھر کے علاوہ اسے چھوڑو۔'' اسے بری بات کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اسے بری بات نہ سناؤ جیسے گالی دیتے ہوئے یوں کہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بدصورت بنائے وغیرہ۔''

❁ ابن ماجہ اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''سنو، عورتوں سے اچھا برتاؤ کرو کیونکہ وہ تمہارے پاس صرف قیدی ہیں، اس کے علاوہ تم ان کی کسی شے کے مالک نہیں ہو، ہاں واضح غلطی کریں تو اور بات ہے اور اگر کوئی برا کام کریں تو انہیں بستروں میں چھوڑو اور انہیں ایسا نہ مارو کہ سخت تکلیف ہو اور اگر تمہارا کہا مان جائیں تو ان کے بارے میں کوئی راستہ تلاش نہ کرو، سن لو کہ تمہاری عورتوں پر تمہارا حق ہے اور تمہاری عورتوں کا تم پر حق ہے، تمہارا ان پر حق یہ ہے کہ وہ کسی مرد کے ساتھ ناجائز تعلق نہ رکھیں اور ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم انہیں اچھا لباس اور کھانا دو۔''

❁ ابن ماجہ، ترمذی اور حاکم مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا'' جو عورت اپنے شوہر کو راضی رکھتے ہوئے فوت ہو تو وہ جنت میں جائے گی۔''

❁ ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''عورت جب پانچوں نمازیں پڑھے اور شرمگاہ کی حفاظت رکھے اور اپنے شوہر کی فرمانبردار ہو تو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے گی، داخل ہو جائے گی۔''

❁ بزار اور حاکم لکھتے ہیں ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! کسی عورت پر سب سے زیادہ حق کس کا ہوتا ہے؟ فرمایا شوہر کا، عرض کی پھر کس کا؟ تو فرمایا کہ اس کی ماں کا۔''

❁ بزار اور ابن حبان نے لکھا ہے کہ ''ایک شخص اپنی بیٹی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میری یہ بیٹی شادی کرنے سے انکار کرتی ہے۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ باپ کی بات مانو، اس نے عرض کی اس ذات کی قسم جس نے آپ کو سچا بنا کر بھیجا ہے، میں اس وقت تک شادی نہیں کروں گی جب تک آپ یہ نہ بتا دیں کہ شوہر کا اپنی بیوی پر کیا حق ہے؟ فرمایا شوہر کا اپنی بیوی پر یہ حق ہے کہ اگر شوہر کے جسم میں زخم ہو اور وہ اسے چاٹ لے یا اس کے ناک میں پیپ یا خون بھرا ہو جسے وہ نگل لے تو پھر بھی اس کا حق ادا نہیں کر سکے گی۔ اس پر اس نے عرض کی اس ذات کی قسم جس نے آپ کو سچا بنا کر بھیجا ہے، میں کبھی بھی شادی نہ کروں گی۔ اس پر فرمایا کہ عورتوں سے اجازت لیے بغیر ان کی شادی نہ کرو۔''

❁ ابن ماجہ اور ابن حبان کی ایک روایت ہے (یہ واقعہ اور ہے) ''اس بیٹی نے عرض کی اس ذات کی قسم جس نے آپ کو سچا بنا کر بھیجا ہے جب تک یہ دنیا باقی ہے، میں شادی نہیں کروں گی۔''

❁ امام ابوداؤد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''میں نے اگر کسی کو حکم دینا ہوتا کہ کسی دوسرے کو سجدہ کرے تو پھر عورتوں کو حکم دیتا کہ اپنے شوہروں کو کریں، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کوئی عورت اس وقت تک اپنے رب کا حکم ادا نہیں کر سکے گی جب تک وہ اپنے شوہر کا حق ادا نہیں کر پاتی۔''

❁ ابن ماجہ نے اتنا اور بڑھایا ہے ''اگر مرد عورت کی ناراضگی میں اس سے ہمبستری کرنا چاہے تو اسے نہ روکے۔''

✿ ابن ماجہ مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''اگر آدمی اپنی بیوی سے کہے کہ سرخ پہاڑ سے سیاہ پہاڑ پر چلی جاؤ یا سیاہ سے سرخ پر تو اس پر لازم ہے کہ یوں کر دے۔''

✿ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''کیا تمہیں تمہاری جنتی عورتوں کے بارے میں نہ بتا دوں؟ عرض کی ہاں یا رسول اللہ! فرمایا ہر محبت کرنے والی، بچے دینے والی جب ناراض ہو یا اس سے ناراضگی ہو ہو یا اس کا شوہر ناراض ہو تو وہ اپنے شوہر سے کہے یہ میرا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں ہے، میں آپ کے خوش ہونے تک سرمہ نہیں لگاؤنگی۔''

✿ نسائی اور بزار نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جب عورت کو اس کا شوہر کسی ضرورت کے لیے بلائے تو وہ تنور پر ہوتے ہوئے بھی اس کے پاس آ جائے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 153

بیویوں اور اہل و عیال پر خرچ کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی بیویوں، عیال اور بیٹیوں پر خرچ کریں، انہیں ادب سکھائیں اور ان کو روکے رکھیں اور ان پر پہلے خرچ کریں جس کے بارے میں حضرت شارع علیہ السلام نے ہمیں حکم دیا ہے لیکن انہوں نے ہمیں خرچ کا حکم اس صورت میں فرمایا ہے کہ خرچ کرنے والی چیز حلال شکل میں ہمارے پاس موجود ہو لیکن اگر حلال نہیں ملتی تو پھر آپ نے ہمیں اپنی مرضی کرنے کی اجازت دی ہے کہ چاہیں تو اسے اپنے پاس رکھیں اور اس کا بوجھ عیال پر نہ ڈالیں، اور چاہیں جدائی (طلاق) کر دیں یا پھر سالن کے بغیر سادی روٹی پر اس سے خوش ہو جائیں۔

اس ہدایت پر عمل کرنے والے کو سخت صبر کی ضرورت ہوگی جو خود اسے اور اس کی عیال، اولاد کو کرنا ہوگا جیسے رسول اکرم ﷺ کی زندگی میں آپ کے اہل بیت کا حال تھا ورنہ لازمی طور پر ان میں سے ہر ایک مقدور بھر ناراض ہوگا اور جو اللہ نے اس کی قسمت میں لکھ دیا ہے، اس پر خوش نہ ہوگا۔

آج کل کاروبار گھٹ گئے ہیں خواہ وہ شبہ والے ہی تھے اور عام لوگ تو کیا خود تاجر بھی روزی کا کام نہیں کرتا جب تک موت نہ دیکھ لے۔

پھر یہ بھی یاد رہے کہ آج کل ایسے لوگ بھی ہیں کہ ان کی اور ان کی عیال کی روزی اللہ تعالیٰ نے تنخواہ کی صورت میں مقرر کر رکھی ہے جیسے آج کل کے فقہاء ہیں چنانچہ وہ عیال دار یہ پسند نہیں کرتا کہ ان تنخواہوں کو خود سنبھالے، یا تو اس کی وجہ تکبر ہوتی ہے یا پھر اس بات کا خوف کہ لوگ اسے دنیا دار کہیں گے جیسے ان کے کسی عقیدت مند نے کہہ دیا ہے بلکہ میں نے تو ان میں سے ایک کو دیکھا کہ اس نے یہ تنخواہ کئی سال تک خود اپنے ہاتھ سے نہیں لی اور نگران ہی کو کہہ دیا کہ اسے خرچ

کر دے لیکن اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ تم خود ہی وصول کرو چنانچہ اس نے کئی زبان دار لوگ اس کے پیچھے لگا دئے اور نگران کو شکایت کر دی چنانچہ انہوں نے اسے یوں قید کر دیا جیسے جرم وار ہو، نیز میں کچھ ایسے لوگوں کو بھی جانتا ہوں جو ضرورت کے باوجود کسی سے کچھ نہیں مانگتے اور اگر انہیں کچھ دیدیں تو وہ لوگوں کے سامنے ہی واپس کر دیتے ہیں اور اپنی تنخواہ خود وصول کئے بغیر کھاتے ہیں حالانکہ وہ دوسروں کے بارے میں اس کے حرام ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں، یہ سب جہالت ہے، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے ''دینے والا اگر خود ضرورت مند ہو تو سوال کرنے والے سے بڑھ کر نہیں ہوتا۔''

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شب و روز اپنے گھر والوں کے لیے کاروبار کرو خواہ لوگ تمہیں دنیا دار ہی کیوں نہ کہیں کیونکہ یہ اس سے بہتر ہے کہ لوگ تو تمہیں نیک کہہ رہے ہوں لیکن تم ان کے صدقے اور میل کھاتے پھرو اور ان کے ہاتھوں کی طرف دیکھتے پھرو اور یاد رکھو کہ جو شخص تمہیں کچھ نہیں دیتا تو تم اسے نا پسند کرو گے حالانکہ تمہاری یہ نا پسندیدگی ناحق ہوگی۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ کسی شخص کو دیکھا جو اپنے دور کا شیخ تھا اور کپڑے وغیرہ سامان کی تجارت کرتا تھا، پھر اسے چھوڑ کر شیخ بن بیٹھا، آپ نے فرمایا کہ اپنی پہلی حالت پر چلے جاؤ کیوں کہ وہی تمہارے لیے بہتر ہے، اس سے تمہارا دل پاک ہوگا لیکن اس نے یہ بات نہ سنی چنانچہ شیخ نے اس کے بارے میں دعا کر دی کہ وہ دنیا سے محبت کرے اور اس سے محروم رہے چنانچہ ایک ماہ بعد وہ یونہی ہو گیا چنانچہ وہ نہ تو دنیا کو چھوڑ سکا اور نہ اس میں سے کھا سکا، نہ ہی صدقہ کے قابل ہو سکا اور نہ ہی گھر والوں پر خرچ کر سکا، وہ اشارہ نہ سمجھا اور مکمل طور پر تباہ ہو گیا، مجھے پتہ چلا ہے کہ شہر تکرور، شام اور حجاز میں آج کل اس کے ہر سفر میں تقریباً پندرہ ہزار دینار خرچ ہوتے ہیں۔ بزرگ کہتے ہیں کہ سب سے زیادہ بخیل صوفی ہوتا ہے لہٰذا اے بھائی ہر روز اپنے اور گھر والوں پر خرچ کرنے کے لیے کام کرو اور کسی شرعی عذر کے بغیر پیسہ جمع کر کے نہ رکھو کیونکہ ''اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد کر رہا ہوتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس سے پہلے ''کتاب الصدقات'' میں شوہر اور قریبی رشتہ داروں پر خرچ کرنے کی طرف دھیان دینے کی بات کی جا چکی ہے کہ ہم انھیں سب سے پہلے رکھیں۔

❁ امام مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''ایک دینار تم راہِ خدا میں خرچ کرو، ایک غلام آزاد کرنے پر، ایک مسکین پر اور ایک گھر والوں پر خرچ کرو تو ان میں سے عظیم درجہ اس کا ہوگا جسے تم گھر والوں پر خرچ کرو۔''

❁ مسلم اور ترمذی کی روایت میں ہے ''سب سے افضل دینار وہ ہوتا ہے جسے انسان اپنے گھر والوں پر خرچ کرے پھر وہ جسے راہِ خدا میں جانے والے چوپائے پر خرچ کرے اور پھر وہ دینار جسے راہِ خدا میں جانے والے (مجاہدوں) پر خرچ کرے۔''

❁ حضرت ابو قلابہ کہتے ہیں کہ آپ نے گھر والوں کا ذکر پہلے کیا۔ پھر فرماتے ہیں اس شخص سے بڑھ کر کون اجر لے گا جو چھوٹے گھر والے بچوں پر خرچ کرے؟ اللہ انہیں نیک کرے یا اللہ انہیں فائدہ پہنچائے اور مالدار کرے۔

❁ ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''میرے سامنے ایسے تین شخص لائے گئے جو

سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے چنانچہ ان میں سے ایک کا ذکر فرمایا کہ ایسا شخص جو پاکدامن، پاکدامن بننے والا اور عیال والا ہوتا ہے۔''

❁ امام بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''تم جب بھی اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرو گے تو تمہیں اس وقت تک اجر ملا کرے گا جب تک تم بیوی سے نہ روک دو۔''

❁ طبرانی وغیرہ نے مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''جو تم اپنے آپ پر خرچ کیا، وہ صدقہ ہے، جو تم نے اولاد کو کھلایا، وہ صدقہ ہے، جو بیوی کو کھلایا، وہ صدقہ ہے اور جو خادم کو کھلایا وہ بھی صدقہ ہے۔''

عیال سے مراد کون لوگ

❁ طبرانی وغیرہ مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''گھر والوں پر خرچ کرنا شروع کرو جن میں تمہاری ماں، باپ، بہن، بھائی پھر جو تمہارے نزدیکی اور ان کے نزدیکی ہوں۔''

❁ دارقطنی اور حاکم مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''جس چیز کے ذریعے انسان اپنی عزت بچاتا ہے تو اس چیز کی وجہ سے اسکے لیے صدقہ لکھ دیا جاتا ہے اور جو مومن شخص خرچ کرتا ہے تو اس کا اجر اللہ پر ہے اور اللہ ضامن ہے مگر جو تعمیر اور گناہ میں خرچ ہو، اس کے اجر کا ضامن نہیں ہے۔''

❁ حضرت محمد بن منکدر رحمہ اللہ سے اس چیز کے بارے میں پوچھا گیا جس سے انسان عزت بچاتا ہے تو فرمایا کہ ''وہ ایسا مال ہے جو شاعر کو دیا جائے اور بولنے والے پر ہیز گار کو۔''

❁ بزار نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ کی طرف سے امداد اسی قدر آتی ہے جتنی تم کرتے ہو اور اللہ کی طرف سے صبر اتنا ہی اترتا ہے جتنی بڑی مصیبت ہو۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''ترازو میں سب سے پہلے ڈالا جانے والا وہ خرچہ ہوگا جو آدمی گھر والوں پر خرچ کرتا رہا۔''

❁ امام احمد اور طبرانی مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''آدمی اپنی بیوی کو پانی پلاتا ہے تو وہ صدقہ شمار ہوتا ہے۔''

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ مرفوع روایت لکھتے ہیں فرمایا ''بندے جب بھی صبح کو اٹھتے ہیں تو دو فرشتے اتر آتے ہیں، ان میں سے ایک کہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کے بدلے میں اور دے جب اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ! جو بچاتا ہے، اسے تباہ کر دے۔''

❁ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں تلف کرنے کی بات اس شخص کے بارے میں کہی گئی ہے جو مال کو اس مقصد کے لیے روک لے کہ کہیں راہِ خدا میں خرچ نہ ہو کہ برباد نہ ہو جائے کیونکہ فرشتہ بھلائی والے جہان سے تعلق رکھتا ہے تو گویا وہ اللہ سے دعا کرتا ہے کہ مال روکنے والا اپنا مال سخی شخص کی طرح راہِ خدا میں خرچ کرے۔ اس میں شرعی طریقے کے علاوہ بخیلی سے کام نہ لے۔'' واللہ اعلم۔

❁ امام بخاری اور مسلم وغیرہ نے مرفوعاً نقل کیا ہے فرمایا ''جوان بچیوں کے بارے میں کسی شے کی وجہ سے آزمائش میں پڑے اور ان سے اچھا برتاؤ کرے تو یہ اس کے لیے جہنم سے رکاوٹ بن جائیں گی۔''

❁ امام مسلم اور ترمذی نے مرفوعاً روایت کی ہے فرمایا ''جو شخص دو لونڈیوں کو پالے تو میں اور وہ ان دو انگلیوں کی طرح جنت میں داخل ہوں گے پھر آپ نے انگلیوں کے اشارے سے سمجھایا۔'' یعنی انگشت شہادت اور اس کے ساتھ والی انگلی جیسے ابن حبان کی روایت میں لکھا ہے۔

❁ ابن ماجہ نے مرفوعاً بتایا ہے فرمایا ''جس بھی مسلمان کی دو بیٹیاں ہوں اور جب تک وہ اس کے پاس ہوں، ان سے اچھا برتاؤ کرتا رہے یا جب تک یہ خود ان کے ساتھ رہ کر اچھا برتاؤ کرتا رہے تو وہ دونوں اسے جنت میں داخل کرا دیں گی۔''

❁ بزار اور طبرانی نے مرفوع روایت دی ہے فرمایا ''جو شخص تین بیٹیوں کو پالے (یا تین بہنیں فرمایا یا دو بیٹیوں کا ذکر فرمایا یا دو بہنوں کا) اور اچھے طریقے سے ان کے ساتھ رہے، ان کے معاملے میں اللہ سے ڈرے تو اسے جنت ملے گی۔''

❁ ابوداؤد اور حاکم نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے فرمایا ''جس کے پاس ایک بیٹی ہو، وہ اسے زندہ دفن نہ کرے، نہ اسے ذلیل کرے اور نہ اپنی نرینہ اولاد کو اس سے پہلے جانے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔'' واللہ تعالیٰ أعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 154

خوبصورت نام رکھنے کی ہدایت دینا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی اولاد کے اچھے اچھے نام رکھا کریں اور اپنے سب اسلامی بھائیوں کو بھی یہی راہنمائی کریں اور چند دوسرے لوگوں کو منع کریں جو میخائل، غبریان اور شموال جیسے نام رکھتے ہیں کیونکہ ایسے نام یہودیوں کے ہوا کرتے تھے، یہ نام رکھنے سے مسلمان کو یوں منع کریں جیسے ہم زرد اور نیلگوں پگڑی باندھنے سے منع کرتے ہیں کیونکہ یہ یہود و نصاریٰ کا مذہبی نشان ہیں، اس بات کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے ''جو کسی قوم کی شکل بنائے تو وہ انہی میں گنا جائے گا۔'' پھر کچھ لوگوں کو اللہ کے ایسے نام رکھنے سے منع کریں جو حدیث میں آتے ہیں جیسے نافع، مالک، مؤمن، عزیز، حکیم، عدل، جلیل، حلیم، اور وکیل وغیرہ البتہ ظاہری شریعت اس کی اجازت دیتی ہے کیونکہ یہ حدیث میں ملتے ہیں۔

حضرت سیدی علی خواص فرماتے ہیں مناسب یہ ہے جھوٹے لقب دینے سے رکا جائے جیسے رکن الدین، قطب

الدین اور بدر الدین وغیرہ اگرچہ وضاحت کرنے پر ان کے معنیٰ صحیح بنتے ہیں، گویا یہ معنیٰ کیا جا سکتا ہے کہ وہ شخص اپنے ذاتی دین کا سورج ہے یا اپنے دین کا قطب ہے یا اپنے ہی دین میں چاند ہے، نام رکھنے کا یہ طریقہ اتنا عام ہو گیا ہے کہ علماء اور صالح لوگ بھی ایسے نام رکھتے ہیں اور وہ ان کے علاوہ سادہ نام رکھنے کو برا سمجھتے ہیں۔ جیسے محمد، عمر اور علی وغیرہ لیکن شریعت کی پیروی کا سب سے پہلے لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص کسی عالم یا صالح شخص کو بڑا بنانا ہی چاہتا ہے تو سیادۃ کا لفظ بول سکتا ہے جیسے سیدی محمد، سیدی عمر وغیرہ کیونکہ یہ قطب الدین جیسے جھوٹے نام رکھنے سے بہتر ہے۔ ''اللہ جسے چاہے سیدھی راہ دکھا دیتا ہے۔''

- ابوداؤد اور ابن حبان نے یہ مرفوع حدیث ذکر کی ہے فرمایا ''قیامت کے دن تمہارے نام لے کر تمہیں بلایا جائے گا اور تمہارے باپوں کے نام لیے جائیں گے، اس لیے خوبصورت نام رکھا کرو۔''

میں کہتا ہوں، ایک عالم فرماتے ہیں کہ اس دن ہر ایک کے باپ کا نام لے کر نہیں بلایا جائے گا، یہ صرف ان لوگوں کے بارے میں ہے جن کا ایسا کوئی گناہ نہیں جن سے وہ ذلیل ہو جائیں لیکن جس کے گناہ ہوں گے جن کی وجہ سے وہ ذلیل ہو سکیں تو ان کی ماں کا نام لے کر بلایا جائے گا تاکہ ان پر پردہ ڈالا جا سکے۔ واللہ اعلم۔

- مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ کو وہ نام سب سے زیادہ پسند ہیں جن میں اس کی عبادت یا تعریف کا ذکر ہو۔''
- ایک روایت یوں ہے ''اللہ کو سب سے پیارے نام یہ لگتے ہیں عبداللہ اور عبدالرحمٰن۔''
- ابوداؤد اور نسائی مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''انبیاء علیہم السلام والے نام رکھو جب کہ اللہ کے سب سے پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں اور سب سے سچے رکھنا ہوں تو حارث اور ہمام ہیں کیونکہ حارث، کاروبار کرنے والا ہوتا ہے اور ہمام وہ جو ارادے کے بعد ارادہ کرتا ہے۔ چنانچہ یہ چیز ہر ایک میں پائی جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر **155**

اپنے بچے بچیوں کو ادب سکھانا

نبی کریم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے بچے بچیوں کو ادب سکھائیں اور بچیوں کو ادب سکھانے کے لیے صرف ان کی ماؤں کے سپرد نہ کریں جیسے کچھ لوگ کرتے ہیں خصوصاً اس صورت میں جب ماں سے زیادہ ہم خود ادب سکھانا جانتے ہوں۔ یہ وہ بات ہے کہ جس میں بہت سارے لوگ کوتاہی کرتے ہیں چنانچہ ڈاڑھی کے بغیر بچہ بڑے لوگوں میں بیٹھ کر بے مقصد باتیں کر کے ٹھٹھا کرتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ اس بارے میں اس کا باپ ذمہ دار ہے، اسے اپنے لڑکے کو بہتر

بات کرنے کے بارے میں کہنا چاہئے، توفیق تو اللہ ہی دے گا۔

ہم نے ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں جو اپنی اولادوں کو دن رات ادب سکھاتے ہیں، وہ کسی فقیہ اور صرف عالم پر بھروسہ نہیں کرتے کیونکہ بچے پر کسی دوسرے کا اثر ایسے نہیں ہوتا جیسے باپ کا ہوتا ہے۔

میرے بھائی شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ لوگوں میں اس وقت تک نہیں بیٹھے جب تک ڈاڑھی نہیں آئی اور جب شادی ہوئی تو سال بھر اپنے والد کی محفل میں نہیں بیٹھے، وہ پلیدی دور کرنے کے لیے غسل کرتے اور والدین کو پتہ نہ چلتا۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ نے کسی عالم کی اولاد میں سے ایک شخص کو دیکھا جو اپنی بیوی کے والد کے ساتھ اس جمعہ کے دن حمام میں داخل ہوا جب اس نے ہمبستری کی تھی، آپ نے اسے بہت ناپسند فرمایا اور کہا جب علماء کی اولاد کا حال یہ ہے تو دوسروں کا کیا ہوگا۔

ایک اور مرتبہ فرمایا عام طور پر اولیاء اور علماء کی اولاد میں نہ حیاء ہوتی ہے، نہ ہی ادب اور نہ کوئی فضیلت کیونکہ وہ اپنے باپ دادا کی پشتوں کی میل ہوتے ہیں جو صاف ہو جاتی ہے، وہی چیز ان کی اولادوں میں آ جاتی ہے جبکہ کسانوں اور عام لوگوں کی اولاد یوں نہیں ہوتی کیونکہ ان کے باپ صفائی بغیر فوت ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا اے بھائی اپنی اولاد کو ادب سکھاؤ اور اس کام میں غفلت نہ کرو اور اگر تم نمایاں قسم کے شیخ ہو تو انہیں بتاؤ کہ فقیروں، عالموں اور بستیوں کے مشائخ وغیرہ کے آنے پر ان کی عزت کیسے کی جاتی ہے، پھر اولاد کو مہمان نوازی کے آداب سکھاؤ اور بتاؤ کہ وہ تحفے تو ان کے بدلے میں وہ بھی دیا کریں، یہ بھی سکھاؤ کہ مہمان سے کوئی چیز بچا کر نہ رکھو اور نہ ان کیلئے زیادہ کھلا انتظام کرو اور پھر بتاؤ کہ جو مہمان کیلئے ایسا انتظام کرتا ہے تو وہ جلد اس سے بھاگ جائے گا خواہ کچھ دیر ہی کیوں نہ لگے، یہ بھی بتاؤ کہ اپنے والد کے ساتھیوں کی عزت کرو، ان سے پیار رکھو اور ان سے اچھا برتاؤ کرو، کھانے پینے اور ہدیہ دیتے وقت پہل ان سے کرو۔ اس کا مقصد یہ ہوگا کہ وہ ان کے والد کے بعد اس کے پاس آیا کریں گے جس سے اس کی عزت بڑھے گی، لوگ علم، سلوک یا سفارش وغیرہ کے لیے اس کے محتاج بنیں گے۔

پھر انہیں یہ بھی سکھاؤ کہ شب و روز نیک کام کریں اور اپنے آپ سے دوسروں کو اچھا جانیں، مخلوق کی پریشانیاں دور کریں تا کہ وہ لوگوں سے دور ہو کر اس کی پیروی کریں لیکن جو شخص احسان کر کے لوگوں سے فائدہ اٹھانا چاہے تو اس کی پیری جعلی ہوگی، وہ ایک طرف سے انہیں ابھارے گا تو دوسری طرف سے ان کا نقصان ہوگا جب کہ یہ فقیروں کی شان نہیں، یہ تو دنیاداروں کا کام ہے۔

جن کا ہم نے ذکر کیا ہے ان لوگوں کی اولادوں نے اس بات کی مخالفت کی اور اپنے والد کے ساتھیوں سے دشمنی پیدا کی تو لوگ ان سے دور ہو گئے اور ان کا ڈیرہ برباد کر دیا لیکن اگر وہ اپنے والد کے ساتھیوں کو عزت دیتے تو ان کے ساتھ وہی برتاؤ کرتے جو ان کے باپوں نے کیا تھا۔

ان میں سے ایک نے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے اپنے والد کو موت کے بعد خواب میں دیکھا ہے جس نے مجھ سے کہا تھا کہ جس جس کے ساتھ میرا پیار تھا، اس سے دشمنی رکھو چنانچہ میں نے یونہی کیا۔ اس پر میں نے اس سے کہا یہ تو ابلیس تھا

لیکن اس نے میری یہ سچی بات نہ مانی اور کہا کہ یقیناً میں نے اپنے والد ہی کو دیکھا ہے۔ میں نے کہا اگر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کو دیکھے اور آپ اس سے فرمائیں کہ ابوبکر، عمر اور جس جس سے میں پیار رکھتا تھا، ان سب سے دشمنی کرو تو کیا ان سے بغض رکھنا جائز ہوگا؟ اس نے کہا نہیں، اس پر میں نے کہا کہ یونہی اولیاء کے مریدوں کا معاملہ ہے۔ اس پر وہ باز آیا، اللہ سے بخشش مانگی اور توبہ کی، اپنے والد کے تعلق والوں سے صلح کی اور اپنا ڈیرہ پھر سے آباد کر لیا۔ فالحمد للہ رب العالمین۔

میرے پاس شیخ جلال الدین بکری رحمہ اللہ آئے، ان کا لڑکا محمد ان کے ہمراہ تھا، مجھ سے کہا کہ اس کے لیے دُعا کیجئے کہ اللہ اسے اس کے بھائی ابوالحسن جیسا کر دے۔ میں نے کہا کہ لوگوں کو علم پڑھانے کے لیے گھر میں ایک ہی کافی ہے لیکن میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اسے تنہائی میں آنے والے لوگوں کے لیے ایسا کر دے کہ ان کی قدر پہچانے۔ اس سے اس کا دل تنگ ہوا۔

بہر حال آدمی میں کمال اس وقت پیدا ہوتا ہے جب وہ شریعت کو پہچاننے، حالات پر نظر رکھے اور ان دونوں پر عمل کا دھیان رکھے۔ والسلام۔

❁ امام ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''آدمی اگر اپنی اولاد کو ادب سکھا دے تو یہ اس کے صاع بھر صدقہ دینے سے زیادہ بہتر ہے۔''

❁ ایک اور روایت یوں ہے ''ایک والد اپنے بچوں کو اچھے ادب سے بہتر کیا کچھ دے سکتا ہے۔''

❁ ابن ماجہ مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''اپنی اولادوں کو سنوارو اور انہیں بہتر ادب سکھاؤ۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر **156**

اولاد کے ساتھ ضرورت سے زیادہ پیار رکھنے کی ممانعت

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی اولاد میں گم ہو جانے کے سلسلے میں اپنے آپ کو اتنا قابو رکھیں کہ ساری اولاد یکدم مر جانے کی صورت میں بھی اس پر اثر نہ ہو۔

اس ہدایت پر عمل کے لیے کسی سچے شیخ کے ہاتھوں میں ہاتھ دینا ہوگا جو اسے لے چلے اور دنیا اور اس کی خواہشوں سے دور ہٹا دے ورنہ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ مال و اولاد کے جدا ہونے سے اس پر ایسا اثر ہوگا جس سے اس کو بے چینی ہوگی اور اگر اس نے اپنے آپ پر اس سے پہلے محنت کی ہوتی تو یہ اثر اس پر نہ پڑتا کیونکہ اگر یہ بات دل کی آنکھوں سے نظر نہیں آتی تو اللہ تعالیٰ کی اس آیت پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔'' جب ان کا وقت آجاتا ہے تو وہ لمحہ بھر کے لیے آگے پیچھے نہیں ہوتے۔''

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ولی پر اس وقت مصیبت اترتی ہے جب وہ اللہ سے توجہ ہٹا بیٹھتا ہے لہٰذا کچھ دیر کے لیے اس پر اثر ہوتا ہے اور یہ بھی ہوتا ہے کہ گنہگار پر مصیبت اس وقت آتی ہے جب وہ اللہ کی طرف توجہ کرتا ہے لیکن اس پر اس کا اثر نہیں ہوتا۔

ہم نے اس ہدایت کے بارے عہود المشائخ میں تفصیل سے گفتگو کی ہے لہٰذا وہاں دیکھیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❀ امام بخاری و مسلم وغیرہ مرفوعاً لکھتے ہے فرمایا ''جس مسلمان کے تین ایسے بچے فوت ہو جائیں جو گناہ کی عمر کو نہ پہنچے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اسے جنت میں داخل کرے گا۔''

❀ نسائی کی مرفوع روایت میں ہے فرمایا ''جو شخص اپنی سگی اولاد میں سے تین بچے کھو بیٹھے تو وہ جنت میں جائے گا۔ اس پر ایک عورت نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ دو کے بارے میں فرمایئے، فرمایا وہ بھی یونہی ہوگا۔ اس پر اس نے کہا کاش میں ایک کے بارے میں بھی پوچھ لیتی۔''

❀ ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جس مسلمان کے تین بچے فوت ہو جائیں جو گناہ کی عمر کو نہ پہنچے ہوں تو اسے کہہ دیا جائے گا کہ جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس سے چاہے، جنت میں چلا جائے۔''

❀ امام مالک اور بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''یہ نہیں ہوسکتا ہے کہ کسی مسلمان کے تین بچے فوت ہوں اور جنت میں نہ جائے ہاں قسم کے کفارہ نہ دینے میں یوں ہوسکتا ہے۔''

❀ مسلم کی روایت میں ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے انصار کی عورتوں سے فرمایا ''تم میں سے جس کے تین بچے فوت ہو گئے ہوں اور وہ صبر کرے تو جنت میں داخل ہوگی۔ ان میں سے ایک نے عرض کی یا رسول اللہ! دو ہوئے ہوں تو؟ فرمایا دو بھی ہوں تو یونہی ہوگا۔''

❀ نسائی کی روایت میں یوں ہے ''ان کی اولاد سے کہا جائے گا کہ جنت میں چلے جاؤ، وہ عرض کریں کہ جب تک ہمارے والدین داخل نہ ہوں ہم بھی نہیں جائیں گے چنانچہ کہہ دیا جائے گا کہ تم اور تمہارے والدین داخل ہو جائیں۔

امام مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''(فوت ہونے والوں کے) چھوٹے بچے جنت کے گویا کیڑے ہوں گے۔ ان میں سے کوئی اپنے باپ سے ملے گا (یا فرمایا والدین سے) تو ان کے کپڑے پکڑ لے گا (یا فرمایا ہاتھ سے پکڑ لے گا) چنانچہ اللہ انہیں اور اس کے والدین کو جنت میں داخل کئے بغیر نہیں رکے گا۔''

حدیث میں ان بچوں کے لیے دعامیص کا لفظ آیا ہے، جو دعموص کی جمع ہے۔ یہ چھوٹا سا چلنے والا کیڑا ہوتا ہے، رنگ سیاہی مائل ہوتا ہے جو کنوؤں میں ملتا ہے، انہیں جنت میں بچے کی طرح کا بتایا گیا ہے کیونکہ وہ چھوٹا ہوتا اور تیزی سے چلتا ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ ایک آدمی کا نام ہے جو بادشاہ کو دیکھنے جاتا آتا رہتا ہے، اسے اس سے اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ ہی اسے کسی گھر میں جانے سے ڈر لگتا ہے، اسے جنتی بچے جیسا کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ جنت میں جہاں چاہے گا، جائے گا وہ کسی گھر اور جگہ سے رکے گا نہیں۔ یہ بات ظاہر ہے۔ واللہ اعلم۔

❀ امام طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جس کے تین بچے گناہ کی عمر کو پہنچے بغیر فوت ہو جائیں، وہ جہنم

ہیں صرف ایسے جائے گا جیسے (پلصراط سے گذرنے والا) اس پر ایک آدمی نے عرض کی دو ہوں تو؟ فرمایا دو کا بھی یہی ہوگا۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ راوی اگر ایک کے بارے میں پوچھتا تو بھی آپ یہی فرماتے۔

❁ امام احمد رحمہ اللہ مرفوعاً لکھتے ہیں کہ فرمایا "اس ذات کی قسم جس کی قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جب ناف کٹ جانے کی وجہ سے ماں اپنا بچہ کھو دے گی تو وہ اسے ہاتھ تھام کر جنت میں لے جائے گا۔"

❁ امام ترمذی مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا "میرے جس امتی کے دو بچے آگے پہنچ چکے ہوں تو ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ اس پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، ایک بچے کا کیا بنے گا؟ فرمایا تم جانتی ہی ہو، وہ بھی جنت میں جائے گا۔ پھر عرض کی کہ آپ کے کسی امتی کا ایسا بچہ نہ ہوا تو؟ فرمایا میں اپنے ہر امتی کے لیے بچہ والا کردار ادا کروں گا اور مجھ جیسا کہاں مل سکے گا۔"

❁ ابن ماجہ مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا "جس کے تین وہ بچے آگے چلے جائیں جو گناہ کی عمر تک نہ پہنچے ہوں تو وہ اس کے لیے دوزخ سے بچانے کے لیے مضبوط قلعہ بنیں گے۔ اس پر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میرے دو بچے جا چکے ہیں، فرمایا کہ دو بھی یونہی ہوں گے۔ پھر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میرا ایک بچہ آگے گیا ہے، اس پر فرمایا کہ ایک بھی یونہی ہوگا۔"

اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 157

باطن کو پاکیزہ رکھنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم کسی شیخ کے طریقے پر چل کر اپنے باطن کو تمام پلیدیوں سے پاک کریں تاکہ ہمارا سفید لباس ہمارے باطن کے مطابق ہو سکے کیونکہ حضور شارع علیہ السلام نے ہمیں سفید لباس کا حکم صرف اس لیے دیا ہے کہ اس کی بناء پر عارف لوگ خبردار ہو کر اپنے دلوں کو اپنے کپڑوں کی طرح پاک صاف کرلیں چنانچہ ایک مرتبہ میرے بھائی افضل الدین کی والدہ سفید لباس لے کر ان کے پاس آئیں تو انہوں نے واپس کر دیا اور کہا مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ وہ لباس پہنوں جو میرے باطن کے خلاف رنگ والا ہے، چنانچہ عارفوں کی نظریں ہونی چاہیے۔

حضرت سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تم فقیر کو دیکھو کہ اپنی بشریت کی آگ بجھنے سے پہلے ہی سفید لباس یا ستھرا سفید جبہ پہننے کی کوشش کرتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ مکر میں گھر گیا ہے لہٰذا اس سے کسی بھلائی کی امید نہ رکھو۔

حضرت سیدی محمد شناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص دل کی پلیدی کے باوجود صاف ستھرے کپڑے پہنتا ہے

تو اسے اس شخص جیسا سمجھو کہ نمازِ جمعہ کی طرف جانے سے پہلے اس کے بدن اور کپڑوں میں پلیدی لگ چکی ہے اور وہ پر اس گلاب کا عرق بہا رہا ہے۔

حضرت امام شعبی رحمہ اللہ لباس بوسیدہ ہونے تک کپڑے نہیں دھوتے تھے اور جب آپ سے کہا جاتا کہ کپڑے میلے اور سیاہ ہو چکے ہیں تو فرماتے کاش دلوں میں سے میرا دل ایسا ہو جائے جیسے کپڑوں میں میرا کپڑا۔'' اللہ علم والا دانا ہے۔''

❁ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''سفید کپڑے پہنا کرو کیونکہ یہ لباس پاکیزہ اور ستھرا گنا جاتا ہے اور اپنے مردوں کو انہی سے کفن دو۔''

❁ ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''سب سے ستھرا لباس سفید ہوتا ہے جس کے ساتھ تم اپنی قبروں اور مسجدوں میں اللہ سے مل سکتے ہو۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 158

قمیص پہننے کو اچھا جاننا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ کپڑوں میں سے ہم قمیص پہننا پسند کریں کیونکہ رسول اللہ ﷺ خود بھی یہی پہنا کرتے تھے

اس میں راز کی بات یہ ہے کہ اس کے ذریعے بدن کا اکثر حصہ چھپ جاتا ہے جب کہ تہبند اور چادر سے نہیں چھپتا لیکن ایسے موقع پر اس کے علاوہ اور کہا جا سکتا ہے کہ جس دن سخت گرمی ہو کہ وہ شخص تہبند باندھ لے۔

سیدی محمد بن عنان رحمہ اللہ فرماتے ہیں فقیر لوگوں کے لباس پردہ دار عورتوں کی طرح ہوتے ہیں، انہیں باریک کپڑے سے بدن ڈھانکے بغیر غسل کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ میں نے سن کر کہا کہ حضرت شارع علیہ السلام نے تو غسل کرتے وقت جسم ڈھانپنے کے لیے صرف تہبند جیسا اعلیٰ کپڑا پہننے کا حکم فرمایا ہے، انھوں نے کہا یہ صحیح ہے لیکن ہم نے اپنے مشائخ کو یونہی کرتے دیکھا ہے اور اس سلسلے میں ہم ان سے اختلاف نہیں کر سکتے، پھر ان کے پاس ایسی دلیل ہوتی ہے جو کسی اور کے پاس نہیں ہو سکتی اور پھر اگر کوئی بھی دلیل نہ مل سکے تو پھر اللہ کا ادب تو اسی میں ہے کہ پورا بدن ڈھانکا جائے جیسے نماز میں ڈھانکا جاتا ہے کیونکہ صاحبِ شریعت ﷺ نے نماز میں صرف شرمگاہ کو ڈھانپنے کا حکم دیا بلکہ نمازی کو حکم دیا ہے کہ اپنی پیٹھ، پیٹ اور مونڈھے بھی ڈھانپے جیسے سب جانتے ہیں جب کہ حضرت امام احمد نے نماز کے اندر چادر وغیرہ کے ذریعے مونڈھے ڈھانپ لینے کو واجب قرار دیا ہے۔

میرے بھائی افضل الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں شریعت کے ہر کام میں اللہ کے سامنے حاضری ضروری ہے اور اس

میں کوئی شک نہیں کہ غسل بھی ایک شرعی کام ہے اور بارگاہِ الٰہی میں حاضری کا ادب یہ ہے شرعی اجازت والا حصہ چھوڑ کر بندے کو سارا بدن ڈھانپنا چاہئے جب کہ اللہ والے تو ہر وقت نماز میں ہوتے ہیں جیسے اللہ کے اس فرمان میں ہے ''وہ اپنی نماز دائمی طور پر پڑھتے ہیں۔''

میرے بھائی ابو العباس حریشی نے ایک مرتبہ صرف دھوتی پہن کر غسل کیا تو سیدی محمد بن عنان نے انہیں جھڑکا اور کہا کہ فقیر کا پورا بدن چونکہ عورت ہوتا ہے، تو اسی لیے اللہ اس سے حیاء فرماتا ہے۔

اب تمہیں سمجھ آ گئی ہوگی کہ رسول اللہ ﷺ نے قمیض پہننا کیوں پسند فرمایا اور پھر دھوتی اور شلوار کے مقابلے میں اسے افضل کیوں قرار دیا لیکن جو ادب میں انتہائی درجے پر ہے تو اس پر الزام نہیں ہوتا خواہ اس خاص معاملے میں کوئی بھی روایت نہ ہو کیونکہ عام چیزوں میں اسے یہی کچھ نظر آتا ہے۔

ایک مرتبہ میں نے شیخ الاسلام حضرت شیخ زکریا انصاری رحمہ اللہ نے عرض کی کہ شملہ باندھنے میں سنت یہ ہے کہ صرف چادر اُنگل ہو جیسے روایت میں ہے تو پھر صوفیہ کے پاس اسے ہاتھ بھر سے لمبا کرنے کی کیا دلیل موجود ہے، وہ تو پگڑی میں اسے اُوپر گاڑ لیتے ہیں؟ انہوں نے کہا اگر انہوں نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے ثابت کوئی چیز نہ دیکھی ہوتی تو ایسا کبھی نہ کرتے۔

ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ جب تاتاریوں نے بغداد کو تباہ و برباد کر دیا تو مجتہد اور محدث قسم کے لوگوں کی کتابیں دجلہ میں پھینک دیں اور اس پر گھوڑے دوڑا دیئے جس کی وجہ سے ان کتابوں میں لکھی بہت سی حدیثیں ضائع ہو گئیں۔

حضرت شیخ الاسلام کا شملہ پگڑی بڑی ہونے کی وجہ سے ڈیڑھ ہاتھ لمبا تھا، آپ جمعہ کے دن سات ہاتھ لمبا چھوٹا عمامہ پہنتے تھے جس میں شملہ ہوتا تھا، آپ سلطان قائیتائی کو جمعہ پڑھاتے اور واپس آ کر بڑا عمامہ پہن لیتے۔

اے بھائی! یہ بھی یاد رہے کہ کچھ اولیاء اتنے کمزور ہو جاتے ہیں کہ قمیص نہیں پہن سکتے لہٰذا ان کے لیے شب و روز دھوتی پہننا ہی کافی ہے۔ ایسے لوگوں کا پر اعتراض نہیں ہوتا۔ ''اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔''

❁ ابو داؤد، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ کے مطابق حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ کو سب کپڑوں میں سے قمیص زیادہ پسند تھی۔''

❁ ابن ماجہ کے الفاظ یوں ہیں ''رسول اللہ ﷺ کو قمیض سے زیادہ کوئی لباس پسند نہ تھا۔'' واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 159

عبادت میں اللہ کی طرف سے توجہ رکھنا

نبی کریم ﷺ چاہتے ہیں کہ جب بھی ہمیں کوئی نئی نعمت ملے تو ہر وقت اللہ کی طرف توجہ رکھیں، روئیں روئیں سے اس کا دھیان رکھیں اور اس اللہ کا شکر یوں ادا کریں جیسے روایتوں میں آتا ہے کیونکہ ہم لوگ ذرہ بھر بھی اس کا حق نہیں رکھتے کہ ان نعمتوں کو اپنی محنت اور کوشش سے لے لیں، یہ تو اللہ کا ہم پر محض کرم ہے۔

حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں سے فرماتے تھے ''میں حق کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہم اللہ پر جھانویں کے ذریعے اترنے والی میل جتنا بھی حق نہیں رکھتے۔''

❁ ایک روایت میں یوں فرمایا ''اللہ کی قسم! مٹی کھا لینا، کتوں کے ساتھ کوڑا کرکٹ پر سو جانا اور ٹاٹ پہن لینا ہی دنیا والوں کے لیے کافی ہے۔''

حضرت علی خواص رحمہ اللہ سجدہ میں جا کر کہا کرتے تھے ''میں تیرے سامنے یہ مانتا ہوں کہ جو انعامات مجھ پر تو نے دنیا و آخرت میں کر رکھے ہیں، ان میں سے ذرہ بھر کا بھی حق دار نہیں ہوں، اے اللہ! میں تیرے سامنے اپنے وہ گناہ مانتا ہوں جو اب تک میرے اعضاء نے کر رکھے ہیں لہٰذا معافی اور مغفرت سے انہیں مٹا دے۔

آپ نے فرمایا تھا جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس پر ہمیں نعمتیں اترتی رہیں تو ہر نعمت پر اللہ کا شکر کرے اور اپنا گناہ تسلیم کرے کیونکہ جو غفلت میں نعمت لیتا ہے تو اس کی رسی کھل جاتی ہے اور وہ زائل ہو سکتی ہے چنانچہ آج کل اکثر لوگوں کی حالت ایسی ہی ہے، وہ نعمت تو حاصل کر لیتے ہیں لیکن آزاد پھرنے والے حیوانوں کی طرح شکر کرتے دکھائی نہیں دیتے، اسی لیے ان سے نعمتیں دور ہو جاتی ہیں اور کبھی ذلیل ہو کر لیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ دور چلی جاتی ہیں چنانچہ حدیث پاک میں ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی اتاری کہ اے موسیٰ! جب میرے کسی بندے کے ہاتھوں میری طرف سے تمہارے پاس گھن پڑا لوبیا آئے تو اس پر میرا شکر کرو کیونکہ اسے میں تحفہ بنا کر بھیجتا ہوں لیکن تم اپنے آپ کو اس کے لائق بنتا نہیں دیکھو گے۔

یاد رہے کہ پورا شکر یوں ہوتا ہے کہ انسان نیا لباس پہنے تو پہلے پرانے لباس کو صدقہ کر دے، شرعی ضرورت کے علاوہ اسے اپنے پاس نہ رکھے اور وہ یوں ہے اپنے کسی ضرورت مند رشتہ دار کو دیدے یا کسی مناسب جگہ پر دیدے۔ واللہ علیم حکیم۔

یہ بھی ذہن میں رکھو کہ کسی نعمت پر سب سے بڑھ کر شکر وہ ہوتا ہے جو کسی کام کے ذریعے سے کرے، زبانی نہ کرے چنانچہ اللہ فرماتا ہے ''اے آل داؤد شکر کا عمل کرو۔'' یہ نہیں فرمایا کہ اے آل داؤد شکر بولو اور یہ امت تو اس سے بھی زیادہ حق دار ہے کیونکہ ان کا مقام بلند ہے۔ اسے ذہن نشین کرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوا کرتے تھے، آپ

کے قدموں پر ورم آجاتا تھا جس کی وجہ تھی کہ آپ شکر میں مصروف ہوتے تھے، آپ نے زبانی شکر نہیں کیا اور جن کے بارے میں زبانی شکر کرنے کی روایت ملتی ہے وہ کمزوروں کے لیے رخصت ہے۔ واللہ علیم حکیم۔

میرے بھائی افضل الدین فرماتے تھے شکر والے پر لازم ہے کہ اللہ کی جتنی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کر رہا ہے، اس شکر کو اللہ کی کسی ایک نعمت کے برابر سمجھے خواہ اس نے موجودات شروع ہونے سے اخیر تک انگاورں پر سجدے کیوں نہ کئے ہوں کیونکہ ''اللہ تعالیٰ کو پرواہ نہیں، اس کی تعریف ہوتی ہی رہتی ہے۔''

کھانا کھاتے وقت کی دعا

✿ ابو داؤد اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جوشخص کھانا کھا کر یوں پڑھے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ هٰذَا وَرَزَقَنِیْ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ تو اس کے پہلے سب گناہ بخش دئے جائیں گے اور جو نیا کپڑا پہن کر یوں پڑھے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ هٰذَا وَرَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ تو اس کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دئے جائیں گے۔''

نیا لباس پہننے کی دعا

امام ترمذی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نیا لباس پہن کر کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَ اَتَجَمَّلُ بِهٖ فِیْ حَیَاتِیْ اور پھر بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یوں فرماتے سنا فرمایا ''جوشخص نیا لباس پہن کر پڑھے الحمد للہ الذی کسانی ما اواری بہ عورتی و اتجمل بہ فی حیاتی، پھر پرانا لباس لے کر اسے صدقہ کر دے تو وہ اللہ کی حفاظت میں ہو جاتا ہے نیز زندگی اور موت کے بعد اللہ اس کی پردہ پوشی فرماتا ہے۔''

✿ امام بیہقی کی روایت میں یوں ہے ''پھر اپنے پرانے لباس کو لے کر کسی مسکین کو پہنا دے تو اللہ کی حفاظت میں رہے گا، اللہ کی نظر میں ہوگا اور اللہ کی حفاظت میں آجائے گا، خواہ وہ زندہ رہے یا فوت ہو جائے اور وہ اس وقت تک جب تک اس کا ایک دھاگا بھی باقی بچا رہے۔''

✿ ابن ابی الدنیا، حاکم اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر جو بھی انعام کرتا ہے اور اسے پتہ چل جائے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تو اللہ اس کا شکر ادا کرنا لازم کر دیتا ہے اور وہ بھی کپڑے کو سراہنے سے پہلے اور جب بندہ کوئی گناہ کر لے اور پھر اس پر شرمسار ہو تو اس کے بخشش مانگنے سے پہلے ہی اسے بخش دیتا ہے، یونہی اگر کوئی شخص ایک دینار یا آدھے دینار کا لباس خرید کر پہنے اور اس پر اللہ کا شکر کرے تو اس کے گھٹنوں تک پہننے سے پہلے اسے بخش دیتا ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہش نبوی ﷺ نمبر 160

ریشمی لباس سے گریز کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم پرہیز گاری کی خاطر اپنی بیویوں کو ریشمی لباس چھوڑنے کے لیے تیار کریں کیونکہ آئندہ آنے والی حدیثیں عام طور پر یہی بتاتی ہیں اور وجہ بھی ہے کہ اس دور میں خصوصاً ایسا لباس پہننے میں تنگی ہوتی ہے کیونکہ جب خود تاجروں کا کاروبار گھٹ چکا ہے تو ان فقیروں کا کیا حال ہوگا جو اوقاف، زکوٰۃ وغیرہ جیسے صدقے لے کر کھاتے ہیں۔

اے بھائی! یاد رکھو کہ جو شخص حلال مال کی پرکھ گہرے طریقے پر کرتا ہے تو وہ اپنے گھر والوں کی خاطر کاہی کے کپڑے تو کیا، کھردرے لباس کی قیمت بھی نہیں پاتا اور ریشم کی تو بات ہی کچھ اور ہوگی لہٰذا فقیر کے لیے مناسب یہ ہے کہ جب اس کی بیوی ریشم کا لباس، ریشمی ہار یا ریشمی رومال مانگے تو اس وقت تک اس کی بات نہ مانے جب تک حلال طریقے سے اس کی قیمت حاصل نہ کر لے اور اگر وہ نہ رک سکے تو پھر اسے فاقہ کی حالت میں رہنے یا الگ ہو جانے میں اپنی مرضی پر چلنے دے جیسے رسول اکرم ﷺ نے ﷺ تنگدستی آنے پر آزمائش کے لیے اپنی بیویوں کو اپنی مرضی کرنے کی اجازت دی تھی تا کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ بات کھل جائے کہ ان میں سے ہر ایک کا مرتبہ کیا ہے اور آپ پہچان لیں کہ ان میں سے کون صرف اللہ کی رضا کی کر خاطر آپ سے محبت رکھتی ہے اور کون دنیاوی غرض سے محبت رکھتی ہے۔

سچے لوگوں کا حال یہی ہوتا ہے، رہے ہر کام میں گھس جانے والے تو وہ حکمرانوں سے کچھ بھی لینے سے نہیں رکتے، کبھی سوال کرتے ہیں، کبھی بات چیت اور اپنی حالت کی بناء پر مانگے چلے جاتے ہیں جب کہ پہلے بزرگ ایسے نہ تھے، وہ تو پرانے لباس اور چیتھڑے پہنا کرتے تھے لہٰذا عقلمند وہی ہوگا جو ایسے لوگوں کی پیروی کرے گا۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ کی بیوی جب ان سے شان وشوکت والے لباس مانگتی تو آپ فرما دیا کرتے کہ ایسے کپڑے تو تمہیں جنت میں ملیں گے، وقت تھوڑا رہ گیا ہے اور تھوڑی ہی دیر کے لیے ہم دنیا میں آئے ہیں اور صرف نیک کام کرنے کے لیے ہم یہاں آئے ہیں لہٰذا عالم اور نیک بندوں کو چاہئے کہ اپنے گھر والوں کے سامنے وہ روایتیں پڑھ کر سنائیں جو حدیثوں میں آتی ہیں تا کہ خود بخود ریشمی لباس پہننا چھوڑ دیں، واللہ غفور رحیم۔

❁ امام بخاری ومسلم وغیرہ نے یہ مرفوع روایت درج کی ہے فرمایا ''ریشم نہ پہنا کرو کیونکہ اسے دنیا میں پہننے والا آخرت میں حاصل نہیں کر سکے گا۔''

❁ ایک روایت میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی زبانی یوں ہے ''جو اسے دنیا میں پہنے گا، جنت میں نہ جا سکے گا۔'' کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''وہاں ان کا لباس ریشم ہوگا۔''

❁ ایک روایت میں نسائی، ابن حبان اور حاکم مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''جو دنیا میں ریشم پہنے، وہ آخرت میں نہیں پہنے گا تاہم اگر جنت میں چلا گیا تو اس کے علاوہ دوسرے جنتی پہنیں گے۔''

❁ امام احمد مرفوعاً لکھتے ہیں ''جو اللہ کے بھلے دنوں کی امید لگائے ہو وہ ریشم کی طرف کان نہ دھرے۔''

❁ امام بخاری و مسلم بتاتے ہیں کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا اپنی عورتوں کو ریشم نہ پہناؤ کیونکہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ریشم نہ پہنو کیونکہ جو اسے دنیا میں پہنے گا، آخرت میں نہیں پہن سکے گا۔''

❁ نسائی اور حاکم نے روایت کی ہے ''رسول اللہ ﷺ اپنے گھر والوں کو زیور اور ریشم پہننے سے منع فرماتے تھے اور فرمادیا تھا اگر تم جنت کا زیور اور ریشم پسند کرتے ہو تو اسے دنیا میں نہ پہنو۔''

❁ بزار نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص گنجائش ہوتے ہوئے ریشم چھوڑ دے تو میں لازمی طور پر اسے جنت میں پہناؤں گا۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو یہ بات پسند کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں اسے ریشم پہنا دے گا تو اسے دنیا میں اسے چھوڑنا ہوگا۔''

❁ حضرت ابو الشیخ بن حبان کی روایت میں ہے فرمایا ''مجھے دکھایا گیا کہ میں جنت میں گیا ہوں تو بلند مرتبہ جنتی ہجرت کرنے والے فقیر اور مومنین کی چھوٹی اولادیں تھیں، پھر یکایک دیکھا تو سب سے تھوڑے، مالدار اور عورتیں تھیں چنانچہ مجھ سے کہا گیا رہی مالداروں کی بات تو وہ جنت کے دروازے پر کھڑے حساب دے رہے ہیں اور آزمائش میں پڑے ہیں، رہی عورتیں تو انہیں سونے اور چاندی نے غافل کر دیا تھا۔''

❁ ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''سونے اور چاندی پہننے کی وجہ سے عورتوں پر سخت افسوس ہے۔'' (یا ان دونوں کی وجہ سے وہ جہنم میں ہوں گی)۔

اس بارے میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔

ایک عارف کہتے ہیں کہ ریشم پہننا صرف عورتوں کے لیے جائز کیا گیا تھا تاکہ ہمبستری کے موقع پر وہ آدمیوں کا دل بہلا سکیں لہٰذا سمجھدار عورت کو چاہئے کہ اسے اس خاص وقت اور اس کی تیاری سے تھوڑی دیر پہلے پہنے اور پھر فوراً اتار دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 161

لباس میں بڑائی سے گریز کرنا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم عاجزی و انکساری کے ساتھ رسول اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کی پیروی کرتے ہوئے لباس میں فخر کرنا چھوڑ دیں خواہ ہمارے پاس سونے کے قنطار ہی کیوں نہ ہوں۔ ایسی دولت ہم اللہ کی رضا کے لیے فقیروں، مسکینوں اور محتاجوں پر خرچ کیا کریں۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ اس سے عام لوگ تو کیا، فقیر بھی کوتاہی کرتے ہیں حالانکہ ان میں سے کچھ لوگ اپنے پیچھے کپڑوں کی ستر گانٹھیں تک چھوڑ جاتے ہیں جن میں سے ایک کی قیمت تین سو دینار یا زیادہ ہوتی ہے اور پھر میں نے وہ عالم بھی دیکھا ہے جس نے اپنے پیچھے سات سو گانٹھ چھوڑی تھی۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایسا ولی جو فخر والا لباس پہنتا ہے، اسے مناسب یہ ہے کہ عاجز بن جائے جیسے سیدی عبدالقادر جیلی، سیدی علی بن وفا اور سیدی مدین رحمہم اللہ وغیرہ بنے تھے۔

سیدی عبدالقادر ایک دینار کا ہاتھ بھر قیمتی کپڑا پہنتے

سیدی عبدالقادر رحمہ اللہ ایک دینار کا ہاتھ بھر قیمتی کپڑا لے کر پہنا کرتے تھے۔ اس پر کسی نے اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا بندہ فوت ہو جاتا ہے تو اسے ایک مرتبہ اچھا کفن دیا جاتا ہے اور میں اپنے نفس کی مخالفت کرتے ہوئے سو سے زیادہ مرتبہ مر چکا ہوں لہٰذا مجھے یہ حق ہے کہ سو کفن کی قیمت والا لباس پہنوں۔

قیمتی لباس سے روکنے میں راز

قیمتی لباس چھوڑنے میں راز یہ ہے کہ انسان کا نفس خصوصاً اس کی طرف جھکاؤ کرتا ہے اور اس پر خوش ہوتا ہے اور بندہ جب کسی بھی دنیاوی چیز پر خوش ہوتا ہے تو وہ اسے گناہ کی طرح اللہ کی بارگاہ میں جانے سے روک دیتی ہے چنانچہ قیمتی لباس پہنتے ہوئے انسان اگر یہ چاہے کہ اس کا دل بالکل اس طرح ہو جیسے پرانے اور کم قیمت پہننے کے وقت ہوا کرتا تھا وہ ایسا کر نہیں سکتا۔ جس کا جی چاہے تجربہ کر لے، یونہی خود ہم نے خود تجربہ کیا ہے کہ کسی پردہ کے بغیر پاک صاف زمین پر سجدہ کرتے ہوئے انسان خوش دل اور اللہ سے لو لگائے ہوتا ہے جب کہ بچھونے اور بوریا پر نماز پڑھتے وقت ایسا نہیں ہوتا جب کہ حضرت شارع علیہ السلام کے کلام اور ہمیں نصیحت کرنے کا دارومدار اس بات پر ہے کہ ہم اللہ کی بارگاہ میں ٹھہریں تاکہ اپنے خادموں کو ان کا حق دیدے اور دیر تک انہیں اللہ کا عظیم مشاہدہ کرائیں کیونکہ آپ ہم خود ہم پر سے بھی زیادہ شفقت فرمانے

26

والے ہیں، والدین کی اتنی شفقت کہاں! چنانچہ آپ نے جس کام سے بھی ہمیں روکا ہے، وہ ہمیں حق تعالیٰ سے دور ہی کرنے والا ہے اور پھر آپ نے یہ بھی بتایا ہوا ہے کہ جو بھی تکبر کرے گا، اللہ اسے تباہ کر دے گا۔

اے بھائی! تمہارے لیے یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہونی چاہئے کہ عاجزی صرف دل میں ہوتی ہے، کپڑوں میں نہیں ہوتی کیونکہ ایسا دیکھا گیا ہے کہ انسان گودڑی اور کھر درے کپڑے پہنے ہوتا ہے لیکن اس میں اتنا تکبر ہوتا ہے جو قیمتی لباس پہننے والوں میں نہیں ہوتا لہٰذا انسان کو چاہئے کہ کھر درے اور پرانے کپڑے پہنتے وقت اپنے آپ کو پرکھے، بسا اوقات وہ قیمتی کپڑے پہننے والوں سے اپنے آپ کو اونچا سمجھتا ہے، اس پر اللہ ناراض ہوتا ہے اور اسے پتہ بھی نہیں چلتا۔

اکابر گودڑی کیوں پہنا کرتے

پہلے بزرگوں نے اپنے لباس میں پیوند اس لیے لگائے ہوتے تھے کہ ان کے دور میں ان کے مقام کے مطابق حلال کم ملتا تھا کیونکہ تاجر وغیرہ پرہیز گاری میں روزانہ گھٹتے جاتے تھے چنانچہ ان میں سے جو فقیر اپنے لیے حلال درہموں سے کوئی کپڑا خریدتا تو بعد میں اس جیسا کپڑا نہ ملتا جس سے وہ اپنی قمیص مکمل کر سکے اور جب انہیں ان کے دور میں پورا حلال نہ ملتا تو وہ ہر پھٹنے والے کپڑے کو ان کپڑوں کے ٹکڑوں سے پیوند لگا لیتا جسے اس نے گذشتہ زمانے میں خریدا ہوتا اور جو پیوند لگانے کے دور میں ان کے ان درہموں سے زیادہ حلال ہوتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس نے اپنے لیے سوتی کپڑوں وغیرہ کے ٹکڑے جمع کر رکھے ہوں اور ان کے پیوند لگا کر انہیں سی لے اور سیتے وقت ہر رنگ کو ایک قطار میں جوڑے تو وہ مغرور ہوگا جیسے احمدی فقیر کرتے ہیں۔

میں نے اس شخص کو دیکھا جس نے کپڑے کا ایک ٹکڑا خریدا جس میں سے ہر ٹکڑا ایک درہم قیمتی تھا، ٹکڑے ٹکڑے کیا تھا یہ بہت بڑا تکبر ہے جو انسان کے نفس میں پایا جاتا ہے پھر اس کے علاوہ اس میں شرعی ضرورت کے برعکس مال کی بربادی ہے۔ اسے ذہن نشین رکھو لیکن پہلے بزرگوں کے کاٹے گئے ٹکڑے ایسے نہ تھے کیونکہ انہیں پہننے کے کئی فائدے تھے، ایک یہ کہ وہ حلال تھے، دوسرے یہ کہ نفس کی ان کی طرف توجہ نہیں ہوتی تھی جب کہ نئے کپڑے پہننے پر انسان ہر وقت اس کی طرف دیکھا کرتا ہے، تیسرے یہ کہ ان کا خریدنا بوجھ نہیں بنتا اور انہیں شہروں میں ٹھہرنے کا خیال نہیں آتا۔

سیدی شیخ حسن عراقی رحمہ اللہ (مصر میں "برکۃ الرطل" نامی ٹیلے پر دفن ہیں) کو لوگ نفیس کپڑا یا اونی کپڑا دیتے تو آپ اسے چھری سے کاٹ دیتے اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا، پھر اسے سوئی میں دھاگا ڈال کر سیتے اور پہنا کرتے۔ اس سلسلے میں میں نے ان سے پوچھا تو بتایا کہ میرا دین مجھے پوری دنیا میں زیادہ پیارا ہے، میں جب اسے پہنتا ہوں تو چونکہ یہ نیا ہوتا ہے اور کہیں سے پھٹا نہیں ہوتا نہیں ہوتا تو میرا نفس اس کی طرف تھوڑا بہت جھکاؤ کرتا ہے اور چوری چھپے اسے دیکھا ہے خواہ نماز ہی کیوں نہ ہو جب کہ ٹکڑے سینے میں ایسا نہیں ہوتا اور جب دو خرابیاں سامنے آ جائیں تو ہلکی کو اپنا لیا جاتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ میں جو بھی مال خرچ کیا کرتا ہوں وہ میرے دین کی راہ میں ہوتا ہے چنانچہ اے بھائی تم اپنے کھانے پینے اور پہننے کے موقع پر اپنے آپ میں جھانکو چنانچہ جو بھی اس دور میں پرکھ کرتا ہے تو اسے ایسی کوئی شے نہیں ملتی

جس کے ذریعے وہ نفیس اونی کپڑا خرید سکے۔

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک عالم یا نیک شخص شاش نامی یا بندقی اونی کپڑا پہنے ہوتا ہے جو کسی حاکم کی طرف سے عطیہ یا اس کی قیمت ہوتی ہے جس میں اس کا نہ اپنا دخل ہوتا ہے اور نہ اس کے نائب کا، ''اللہ تعالیٰ راہ ہدایت اسے دکھاتا ہے جسے چاہتا ہے۔''

ان ہدایات میں پہلے آچکا ہے کہ اس دور کے فقراء کے لیے ادب یہ ہے کہ جب بھی نیا کپڑا، پگڑی یا چادر پہنے تو پوری توجہ سے یوں عرض کرے ''اے اللہ! اگر اس کپڑے، چادر یا پگڑی میں ایک بھی درہم حرام کا خرچ ہوا ہے تو ہمیں اس کے پہننے سے بچا یا پہنے پر درگزر فرما، دنیا و آخرت میں اس پر میری پکڑ نہ فرما اور اسے ایسا کر دے کہ ہمارے پاس اتنی دیر تک رہے جتنا اس میں حلال شامل ہے کیونکہ تو دلوں کے بھید جانتا ہے۔''

خود میں نے جب سے اس پر عمل شروع کیا ہے تو میرے پاس لباس آنا بند نہیں ہوئے چنانچہ میرے بھائی ابراہیم سند بسطی رحمہ اللہ نے میرا مرید ہونے کے بعد وہ لباس گنے جو میں نے لوگوں کو پہننے کے لیے دیئے تھے تو وہ سات سو گانٹھیں تھیں جن میں اونی، سوتی کپڑے اور قمیصیں وغیرہ شامل تھے، کچھ ان میں وہ تھے جو میرے پاس ایک دن رہا کوئی سال بھر رہا، تھوڑا بہت عرصہ اس حلال کے مطابق تھا جسے اللہ جانتا ہے۔ الحمد للہ رب العالمین۔

❁ امام ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص گنجائش ہوتے ہوئے صرف اللہ کی خاطر عاجزی کے لیے لباس پہننا چھوڑ دے تو اللہ اسے ساری مخلوق کے سامنے بلائے گا اور اسے اختیار دے گا کہ ایمان کی پوشاکوں میں سے جسے چاہے پہن لے۔''

❁ ابوداؤد، بیہقی مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''جو شخص گنجائش ہوتے ہوئے خوبصورت لباس پہننا چھوڑ دے (راوی بتاتے ہیں، میرے خیال میں فرمایا عاجزی کی خاطر) تو اللہ تعالیٰ اسے عزت والی پوشاک پہنائے گا۔''

❁ ابوداؤد، ابن حبان روایت کرتے ہیں کہ صحابۂ رسول ﷺ نے ایک دن آپ کے ہاں دنیا کے بارے میں بات شروع کی تو آپ نے فرمایا ''کیا سن رہے ہو؟ انسان کا بدحال ہونا بھی ایمان کا حصہ ہے۔''

❁ بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ اس شخص کو پسند فرماتا ہے جو اپنے آپ کو گرا ہوا سمجھے اور اسے یہ پرواہ ہی نہ ہو کہ کیا پہنے ہوئے ہے۔''

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ بتاتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کے لیے پیوندوں والی چادر اور موٹی دھوتی نکالی جو یمن میں بنتی تھی اور اللہ کی قسم کھا کر بتایا کہ رسول اکرم ﷺ کی روح انور، پہنے ہوئے انہی دو کپڑوں میں قبض کی گئی تھی۔''

❁ امام بیہقی کے مطابق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بتاتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کا وصال مبارک ہوا تو صُوف کی دھاریدار چادر آپ کے لیے بنی گئی۔

❁ ابن ماجہ اور حاکم رحمہما اللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کھردرا کھاتے اور کھردرا پہنتے،

صوف (اون) کا لباس پہنتے اور پیوند لگا جوتا پہنا کرتے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ یہ خشن (کھردرا) کیا ہوتا ہے تو فرمایا جو کا دلیہ جسے آپ پانی کے گھونٹ سے نگلا کرتے۔

ترمذی اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "جب اللہ تعالیٰ نے علیہ السلام سے کلام فرمائی تو آپ پر اون کی چادر تھی، جبہ اونی تھا، چھوٹی ٹوپی اونی تھی اور شلوار اونی تھی جب کہ جوتے مرے ہوئے گدھے کی جلد سے بنے تھے۔"

حضرت حاکم کے مطابق حضرت عبداللہ نے بتایا کہ انبیاء علیہم السلام اونی کپڑا پہننے، بکریاں دوہنے اور گدھے پر سواری کرنے سے شرمندگی محسوس نہیں کرتے تھے۔

ابن ماجہ کے مطابق حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو تنگ آستینوں والا جبہ پہن رکھا تھا، آپ نے ہمیں اسی سے نماز پڑھائی، اس کے علاوہ کوئی چیز پہنی ہوئی نہ تھی۔

بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "تکبر سے بچانے والی چیزوں میں اونی لباس پہننا، مومن فقیروں کی مجلس میں شامل ہونا، گدھوں پر سوار ہونا اور بکریوں کا دودھ دوہنا شامل ہیں۔" یا اونٹنی کا نام لیا۔

بیہقی کے مطابق حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کی چادروں میں نماز پڑھ لیتے تھے، یہ اونی چادریں تھیں جو چھ سات درہم میں خریدی ہوتیں اور آپ کی بیویاں انہیں تہبند کے طور پر پہنا کرتیں۔

امام مسلم وغیرہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو آپ پر ایک چادر تھی جو سیاہ رنگ کے بالوں سے بنی تھی اور اس پر اونٹوں کے کجاووں کی تصویریں تھیں۔

مسلم وغیرہ کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تکیہ تھا جس پر سہارا لیتے، یہ چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری تھی۔

مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے کا بستر چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

ابوداؤد اور بیہقی کے مطابق حضرت عقبہ بن عبید سلمی رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لباس مانگا تو آپ نے مجھے دو کتانی لباس عطا فرمائے جس پر میں اپنے آپ پر نظر ڈالتا تو دیکھتا کہ اپنے ساتھیوں میں سب سے بہتر لباس پہنے معلوم ہوتا۔

ابوداؤد ابن ماجہ اور ترمذی کے مطابق حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں "اگر تم مجھے اس موقع پر دیکھو جب ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہوتے اور ہم پر بارش ہوتی تو یوں لگتا جیسے ہم سے بھیڑوں جیسی بو آتی ہوتی۔"

حافظ منذری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اس حدیث کا معنی یہ بنتا ہے کہ صحابہ کرام کے کپڑے اون کے ہوتے اور جب ان پر بارش ہو جاتی تو ان سے اون ہی کی بو آتی اور طبرانی کی ایک روایت میں آخری الفاظ یوں ہیں "ہمارا لباس اونی

ہی ہوتا اور کھانے پینے کی دو ہی چیزیں ہوتیں، کھجور اور پانی۔''

❁ ابو یعلیٰ اور ترمذی کے مطابق حضرت علی بن ابن طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''میں سردی کی ایک صبح کو بھوکا نکلا، سردی نے مجھے ستایا تو میں نے اپنے پاس سے ایک اونی کپڑا لے کر اپنی گردن میں ڈالا اور سردی سے بچنے کے لیے اسے سینے پر ڈال لیا، بخدا میرے پاس اس سے زیادہ اور کوئی چیز پوری نہ تھی اور اگر نبی کریم ﷺ کے پاس کوئی چیز ہوتی تو مجھ تک پہنچ جاتی۔ پھر آگے حدیث ذکر کی اور یہ بتایا کہ پھر میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسجد میں آپ کے پاس جا بیٹھا، کچھ صحابہ آپ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں سردی کے دن میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ آ گئے، ان کی چادر پر پیوند لگے ہوئے تھے حالانکہ وہ مکہ میں سب سے زیادہ خوشحال اور سب سے زیادہ نعمتوں والے لڑکے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں دیکھ کر ان پر انعامات کا ذکر فرمایا اور ادھر ان کی حالت دیکھی تو آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپ رونے لگے، فرمایا ''تم آج کل اچھے لگتے ہو یا ان دنوں جب صبح کے وقت تم میں سے کسی کے پاس گوشت بھرا پیالہ ہوتا اور ساتھ روٹی ہوتی اور شام کا کھانا بھی یونہی دوسری طرح کا آ جاتا، پھر صبح کو تو تمہارے پاس ایک پوشاک ہوتی جبکہ شام کو دوسری؟ پھر تم نے اپنے گھروں پر یوں پردے لٹکائے ہوئے ہوتے جیسے کعبے پر ہیں؟ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ! ہاں ان دنوں بہت خوشحال تھے اور کھل کر عبادت کر سکتے تھے۔ اس پر فرمایا نہیں بلکہ آج کل تم بہت بہتر حالت میں ہو۔''

❁ امام ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ الفاظ دیئے ہیں ''میں سردی کے دنوں میں رسول اللہ ﷺ کے گھر سے نکلا، ایک لپیٹا ہوا چمڑہ لیا، درمیان سے اس میں سوراخ کر کے اپنی گردن میں ڈال لیا، درمیان میں اسے باندھ لیا اور کھجور کے پتوں سے کس لیا کیونکہ مجھے سخت بھوک لگی ہوئی تھی۔'' پھر باقی حدیث ذکر کی۔

امام بیہقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ''رسول اکرم ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو آتے دیکھا تو انہوں نے مینڈھے کی کھال اوڑھ رکھی تھی اور اسے درمیان سے باندھا ہوا تھا جس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا اسے دیکھو جس کے دل میں اللہ نے نور بھر رکھا ہے، میں نے اسے اس وقت اس کے ماں باپ کے ہاں دیکھا تھا جب وہ اسے بہترین کھانا پینا دے رہے ہوتے تھے اور پھر دیکھا کہ اس نے دو سو درہم قیمتی پوشاک پہن رکھی تھی لیکن اب جس حالت میں تم اسے دیکھ رہے ہو تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اسے اللہ اور اس کے رسول کی محبت نے یہاں لا کھڑا کیا ہے۔

❁ امام مالک کے مطابق حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا، فرماتے ہیں کہ ''میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان دنوں دیکھا جب آپ امیر المؤمنین تھے کہ آپ کے کندھوں کے درمیان تین پیوند لگے ہوئے تھے اور وہ یوں جوڑے ہوئے تھے۔''

سادگی میں اولیاء کے کمالات اور مقام

❁ امام ترمذی روایت کرتے ہیں ''کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کے بال بکھرے ہوئے، گرد آلود چہرے والے اور ان کے کپڑوں میں پیوند لگے ہوتے ہیں اور ان کی پرواہ نہیں کی جاتی لیکن اگر ایسا شخص اللہ پر قسم ڈالے تو وہ فوراً پوری کر دیتا ہے۔ حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ انہی میں سے ہیں۔''

امام طبرانی اور بیہقی نے یہ روایت لکھی ہے کہ "رسول اکرم ﷺ نے کہیں باہر تشریف لے جانا ہوتا تو اپنے صحابہ سے مانگ کر لباس لے لیا کرتے چنانچہ حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ سے پیوند لگی قمیص ادھار لی اور اس سے لوگوں کو نماز پڑھائی۔"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حالت

طبرانی اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے، وہ بتاتے ہیں کہ میں نے جمعہ کے دن حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو منبر پر دیکھا، انہوں نے موٹی مدنی دھوتی پہن رکھی تھی جس کی قیمت چار یا پانچ درہم تھی اور ایک پیوند لگی کوفی چادر اوڑھ رکھی تھی جو سرخ مٹی سے رنگی ہوئی تھی۔

حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کی شادی پر سادگی

حضرت بزار نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے، وہ بتاتے ہیں کہ میں حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کی شادی پر گیا، اس سے بہتر شادی ہم نے کبھی نہیں دیکھی، ہمارے نیچے کھجور کے پتے تھے، اسی دوران ہمیں کھجور اور کشمش دی گئی جو ہم نے کھائی، اس رات سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بستر مینڈھے کا چمڑا تھا۔

امام بخاری اور ترمذی کے مطابق حضرت ابن سیرین رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ہم حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے ان پر کتان کے دو رنگے ہوئے کپڑے تھے جن میں سے ایک کے ساتھ انہوں نے تھوک پونچھی اور کہا کیا بات ہے، ابوھریرہ کتان میں تھوک رہا ہے۔ (الحدیث)

ستر اہل صفہ کی حالت

امام بخاری کے مطابق حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ میں نے ستر اہل صفہ کو دیکھا ہے جن میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا کہ جس پر مکمل لباس ہوتا، یا تو تہبند ہوتا یا اوپر اوڑھنے کی چادر، انہوں نے اسے گردن پر باندھا ہوتا، کوئی تو آدھی پنڈلی تک پہنچتی اور کوئی ٹخنوں تک اور وہ شرمگاہ کے ننگا ہونے کے اندیشے سے اسے ہاتھوں کے ذریعے تھامے ہوتے۔

امام طبرانی کے مطابق حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے دنیا میں کتنے کچھ پر گذارا کرنا چاہیے؟ فرمایا بس اتنے پر کہ جو تمہاری بھوک روک لے، شرمگاہ ڈھانپ دے اور اگر گھر اپنا ہو تو اس کے سائے تلے رہ سکو، بس اتنا ہی کافی ہے لیکن اگر کوئی سواری بھی مل جائے تو خوشی کی بات ہوگی۔

امام طبرانی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا کہ میں کتنے قیمتی کپڑے پہن سکتا ہوں؟

انہوں نے کہا اتنے کہ جنہیں دیکھ کر بیوقوف خامیاں نہ نکالیں اور دانا لوگ برا نہ کہیں۔ انہوں نے پھر پوچھا وہ کتنے قیمتی ہوں؟ فرمایا پانچ سے دس درہم تک قیمت والے ہونے چاہئیں۔

❁ ابن ابی الدنیا نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''میری امت میں سب سے شرارتی وہ لوگ ہوں گے جنہیں کھانے کو نعمتیں ملیں، رنگ رنگ کے کھانے کھائیں، طرح طرح کے کپڑے پہنیں اور باچھیں کھول کھول کر باتیں کریں۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 162

پرانے کپڑے دوسروں کو دینے کا حکم

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ جب ہم نیا کپڑا، جوتا یا پگڑی لے لیں تو پرانے صدقہ کر دیں۔ آپ نے نئی چیزیں صدقہ کرنے کا حکم اس لیے نہیں دیا کہ اکثر دل میں ان کی خواہش ہوتی ہے اور جو ایسی شے صدقہ کرے کہ جسے دل پسند کر رہا ہو تو اس پر اجر وثواب گھٹ جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ جس کے دل میں نئی چیز کی اہمیت نہ ہو تو اس کے لیے بہتر ہے کہ وہی صدقہ کرے ہاں اگر کامل لوگوں میں ہوا اور مجاہد کے مرتبے پر ہو تو حرج نہیں کیونکہ کامل شخص اپنے نفس سے جہاد کر کے فارغ ہوا ہوتا ہے اور اس سے اچھا برتاؤ کرنا چاہتا ہے اور نفس سے اجنبی لوگوں جیسا معاملہ کرتا ہے کیونکہ وہ اس کے لیے سب سے قریب ہوتا ہے اور قریبی سے بھلائی کرنا سب سے پہلے ہوا کرتا ہے لیکن جو مجاہدہ کرتا ہے تو اسے حکم ہوتا ہے کہ اپنے نفس کی مخالفت کرے اور جو کچھ وہ چاہے، وہ نہ کرے لہٰذا نئی چیز کا صدقہ کرے خواہ وہ اس کے دل کو پسند ہو، بہر حال وہ اس کی نہ مانے کیونکہ آگے جا کر وہ مقام آ جاتا ہے کہ اسے وہ چیز پسند نہیں آتی جیسے وہ لوگوں کو دینا چاہتا ہے خواہ وہ کتنی ہی شاندار کیوں نہ ہو جیسے ہم تجربہ کر چکے ہیں اور ہمیں اس کا احساس ہو گیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم اس وقت تک بھلائی ہرگز حاصل نہیں کر سکتے جب تک اپنی پسند کی چیزیں خرچ نہ کرو۔

حضرت سیدی علی خواص رحمہ اللہ نے کسی فقیر کو یوں کہتے سنا اللہ کے نام پر کوئی پرانا، نیا کپڑا یا کوئی ٹکڑا ہی دید چنانچہ آپ نے اس کا پرانا اتروا کر نیا دیدیا اور ایک ٹکڑا اور بھی دیا اور کہنے لگے کہ جب میں نے فقیر کو ''اللہ کے نام پر'' مانگتے سنا تو شرم کے مارے میرا جسم پسینہ پسینہ ہو گیا اور اگر وہ مجھ سے اللہ کے نام پر سب کچھ بھی مانگ لیتا تو میں اسے دیدیتا۔ مجھے اس وقت زیادہ ثواب کی امید ہو جاتی ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ اللہ کا مجھ پر اس بارے میں احسان ہے کہ میں فقیر کے مانگنے پر اسے سب کچھ دینے کو تیار ہوتا ہوں کیونکہ فقیر لوگ آخرت میں اس پر بدلہ نہیں چاہتے اور وہ اللہ کے ساتھ اس چیز کے ویسے مالک نہیں بنتے کہ اس میں سے کسی کو دیدیں، انہیں تو لذت اسی میں آتی ہے کہ وہ اللہ سے کچھ لیں اور دوبارہ

اسی کے لیے کسی کو دیدیں جیسے اس شخص کو لذت آتی ہے جسے بادشاہ اپنے ہاتھ سے پوشاک پہنائے اور پھر کچھ دنوں بعد وہ اس سے کہے کہ یہ فلاں فقیر کو دیدو، میں تمہیں کوئی اور لباس دیدوں گا جو اس سے رنگ، قیمت اور باریکی میں بہتر ہوگا اور جب وہ فقیر کو دیدے تو بادشاہ اسے اپنے ہاتھ سے دوسری پوشاک پہنا دے۔

مجھے امیر یوسف بن ابی اصبغ نے بتایا کہ مجھے سلطان قایتبائی نے اپنے ہاتھ سے اپنا لباس اتار کر مجھے پہنا دیا تو میں اس کے ہاتھ سے پہنانے پر پھولا نہ سمایا جب کہ میرے ہاں وہ میری تنخواہ سے بھی زیادہ بہتر تھا۔

ایک مرتبہ سلطان غوری نے انہیں اونی لباس اور پگڑی دی تو انہوں نے وہ دونوں نے مجھے دیدئے لیکن میں نے انہیں پہننے سے اس لیے انکار کر دیا کہ سلطان کا ادب سامنے تھا، اس پر انہوں نے مجھے قسم دی تو میں نے پہن لیے۔ اونی پردہ سترہ دینار کا تھا جو اون سے بڑھ کر تھا۔ رہی چادر تو اس کی چوڑائی سات ہاتھ تھی۔ پھر اس کے بعد میں نے دونوں چیزیں صدقہ کر دیں تو اس پر اللہ کا شکر کیا جس نے مجھ سے شاہی لباس اتروا دیا۔

سید علی خواص رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ سلطان قایتبائی نے سیدی ابراہیم متبولی کی طرف ایک لباس بھیجا تو انہوں نے پہن لیا اور اسے باندھ لیا لیکن پسند غصے سے لال پیلے ہو گئے اور وہ سب کچھ گویا کیچڑ بن گیا، پھر اسے اتار کر کسی فقیر کو دیدیا اور اسے کہہ دیا کہ اسے بیچ کر اس کی قیمت خرچ کرلو۔

اسے ذہن نشین کرلو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ ترمذی اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو بھی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو لباس دیدیتا ہے تو جب تک اس کے پاس اس لباس کا ایک ٹکڑا بھی رہتا ہے، دینے والا اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہتا ہے۔''

❁ ترمذی شریف میں ہے ''جو شخص کسی مسلمان کو لباس دیدیتا ہے تو جب تک اس کے پاس اس کا ایک دھاگا (یا سلک کا لفظ فرمای) بھی رہتا ہے، دینے والا اللہ کی طرف سے حفاظت میں رہتا ہے۔''

❁ ابوداؤد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو خالی بدن کے موقع لباس دیدیتا ہے تو اللہ اسے سبز جنتی لباس دیتا ہے۔''

❁ ابن ابی الدنیا نے موقوفاً (روایت صحابی پر ٹھہرتی ہے) لکھا ہے ''لوگوں کو جب محشر کے دن اٹھایا جائے گا تو بالکل ننگے بدن ہوں گے، انہیں سخت پیاس ہوگی اور بہت ہی تھکے ہوں گے چنانچہ جس نے اللہ کی رضا کے لیے کسی کو لباس دیا ہوگا، اس دن اللہ اسے بھی لباس دے گا۔'' (الحدیث)

❁ امام طبرانی کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرفوع روایت لکھی ہے ''سب سے بہتر کام یہ ہے کہ انسان کسی مومن کے دل کو خوش کر دے مثلاً اس کی بے پردگی ڈھانپ دے، بھوک مٹا دے یا کوئی ضرورت پوری کر دے۔''

واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 163

ڈاڑھی سے سفید بال نکالنے کا حکم

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ وقت سے پہلے بوڑھے ہوجانے پر ہم ڈاڑھی میں سفیدی رہنے دیں تا کہ ہمیں ڈراتی رہے، موت یاد دلاتی رہے اور یہاں سے برزخ پہنچنے کی اطلاع دیتی رہے کیونکہ ہماری حالت دو میں سے ایک تو ہو ہی جانی ہے، یا تو آگے جا کر بھلائی ہوگی یا (خدانخواستہ) برا نتیجہ ملے گا چنانچہ دونوں ہی کو بڑھاپا یاد دلاتا رہے گا جس سے ہم آگے جانے کی فکر کریں اور آخرت کے لیے کچھ نہ کچھ جمع کریں اور پھر اپنے گناہوں اور ان سے ملتے جلتے کاموں سے علیحدہ ہو جائیں، اسی کے بارے میں ''نعشِ امام شاطبی'' کے ان شعروں میں یوں اشارہ کیا گیا ہے ''کیا تم ایسی چیز سے واقف ہو کہ اس جیسی چیز آسمان کو جاتی ہے اور جب وہ چلتی ہے تو سب لوگ اسے جاتے دیکھ کر چیخ رہے ہوتے ہیں۔

وہ تمہیں ضرور ملتی ہے خواہ تم پر سواری ہو یا پھر سوار ہو، یہ ہر امیر کو اپنا قیدی بنا لیتی ہے۔

یہ پرہیز گاری پر زور دیتی ہے اور بندہ اس کے قریب جانا پسند نہیں کرتا، وہ ڈراتی ہے لیکن دل ا[illegible]ور رہنا چاہتا ہے۔

''اسے دیکھنا چاہو تو خوشی نہیں ہوتی لیکن دیکھے جانے والے کی چاہت کے باوجود اسے دیکھ لیتی ہے۔''

حضرت امام شافعی محمد بن ادریس نے اپنے سر اور داڑھی میں بڑھاپا دیکھا تو یوں لکھا ''میرے دل کی آگ اس وقت بجھتی دکھائی دی جب میری جدائی کا وقت صاف دکھائی دینے لگا اور میری رات اس وقت اور تاریک ہوگئی جب جدائی کے آثار صاف دکھائی دینے لگے۔

اے الّو! تم میری مرضی کے خلاف اس وقت مسکرا رہے ہو جب اس کا کوا اڑنے والا ہے۔''

اے الّو! تم نے میری خراب عمر دیکھ لی ہے لہٰذا مجھے دیکھنے چلے آئے ہو جب کہ دنیا بھر میں تم وہیں جاتے ہو جہاں کوئی خرابی ہوتی ہے۔

کیا بھلا آنے والی کے بعد اس وقت کوئی خوشگوار زندگی باقی رہ جاتی ہے جب بڑھاپے کے آثار نظر آجائیں جنہیں رنگ دینا کام نہیں دیا کرتا؟

عمر میں لذت صرف اس وقت تک ہوتی ہے جب تک بڑھاپا نہیں آتا اور جب جوانی ڈھل رہی ہوتی ہے تو نفس ختم ہونے کو ہوتا ہے۔

جب بندے کا رنگ زرد اور بال سفید ہونے لگتے ہیں تو اپنے اچھے دنوں کو دیکھ کر بدمزہ ہو جاتا ہے۔
اب تم برے کام کرنا چھوڑ دو کیونکہ ایک پرہیز گار کے لیے انہیں کرتے رہنا حرام ہوتا ہے۔

اب اپنے مرتبے کی زکوٰۃ دو اور یہ یقین رکھو کہ اس کی زکوٰۃ دنیا میں مال کی زکوٰۃ جیسا ہوتی ہے جب اس کا نصاب پورا ہو جائے۔ اور جن لوگوں کا تو مالک ہوا کرتا تھا، ان آزاد ہو جانے والے لوگوں سے اچھا برتاؤ کرو کیونکہ ایک تاجر کے لیے ایسے کام کرنا بہت بہتر ہوتا ہے۔

اس زمین پر اکڑ کر نہ چلو کیونکہ تھوڑے ہی دن بعد اس کی مٹی تمہیں گھیرے میں لینے والی ہے۔

میں نے اس زمین کا مزہ لے لیا ہے تو اب کون ہے جو اس کا مزہ لے، اس کی مٹھاس اور عذاب دونوں ہی تو ہماری طرف لائے جاتے ہیں۔

ہم نے تو اس میں یوں تکبر اور جھوٹ دیکھا ہے جیسے جنگل میں پانی دکھائی دے رہا ہوتا ہے۔

یہ صرف ایک مردار کی طرح ہے جو گل جاتا ہے، اس پر کتے رہتے ہیں جو اسے کھانے کو لپکتے ہیں۔

لہٰذا اگر اس سے بچ جاؤ گے تو اس پر رہنے والوں کی سلامتی بن جاؤ گے اور اگر اسے اپنی طرف کھینچو گے تو کتے تم سے جھگڑیں گے۔

تو اس شخص کو خوش ہونا چاہئے جس نے اس کی گہرائی کو اپنا وطن بنا لیا ہے جس کے دروازے بند میں اور ان پر پردے لٹکے ہیں۔

''شرارتی لوگوں کی موت سے تم اسے خراب نہیں کر پاؤ گے ہاں نیک لوگوں کی موت اس کے لیے خرابی ہوتی ہے۔''

جب امام شافعی رحمہ اللہ چالیس سال کی عمر کو پہنچے تو چھڑی ہاتھ میں لے لی چنانچہ آپ سے اس بارے میں پوچھا گیا کہ لگتا ہے کہ آپ ہمیشہ اسے اپنے پاس رکھیں گے حالانکہ آپ کو اس کی ضرورت نہیں جس پر آپ نے فرمایا اس یاد دہانی کے لیے پکڑی ہے کہ میں اس جہان سے سفر کرنے والا ہوں چنانچہ بغداد سے مصر جاتے وقت آپ نے یہ اشعار کہے تھے

''زندگی کا تھکایا ہوا، شام کے وقت اس شہر کو جانے والا ہوتا ہے جہاں موت اسے تلاش کر رہی ہوتی ہے۔

کئی ایسے جانے والے ہوتے ہیں جب کہ موتیں اس کی کھوپڑی پر ہوتی ہیں، اگر وہ غیب جانتا ہوتا تو ان کے غم ہی سے مر جاتا۔ اس کی آرزوئیں تو ستاروں سے بھی آگے دکھائی دیتی ہیں جب کہ موت اس کے قدموں کے درمیان انتظار میں ہوتی ہے۔

جسے اپنی کل کی زندگی کا علم نہیں ملا تو وہ آئندہ پرسوں کی روزی میں کیوں پریشان ہے۔''

پھر بغداد یا مکہ سے مصر کو جاتے وقت بھی آپ نے یہ اشعار کہے تھے

''صبح ہوتے ہی میرا دل مصر جانے کی خواہش کرتا ہے حالانکہ اس سے پہلے وہ زمین موجود ہے جس میں لباس اور بھوک ہے۔

اللہ کی قسم مجھے یہ پتہ نہیں چل رہا کہ مجھے کامیابی اور بے نیازی کی طرف لے جایا جائے گا یا پھر قبر کی طرف۔''

اور جب کچھ لوگوں نے آپ کے وصال کی آرزو کی تو آپ نے یہ اشعار پڑھے

"کچھ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ میں مر جاؤں لیکن میں اگر مرتا ہوں تو وہ راستہ ہے جس میں اکیلا نہیں ہوں گا لہٰذا تم گذری زندگی کے خلاف چلنے والے سے کہہ دو کہ ایسی ایک اور زندگی کی تیاری کرو جو آنے والی ہے۔"

اے بھائی! میں نے یہ اشعار تمہیں اس لئے بتائے ہیں تا کہ تمہیں پتہ چل جائے کہ موت پہلے بزرگوں کے سر پر ہوتی تھی اور وہ لمحہ بھر کے لیے بھی اس سے غافل نہ ہوتے تھے بلکہ وہ اس شخص پر خوش ہوتے تھے جو انہیں موت کی یاد دلاتا ہے خواہ یہ یاد دہانی بڑھاپے، کبڑے پن یا مرض وغیرہ کی صورت میں ہو۔

یاد رہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی انسان کی بیوی جوان ہوتی ہے اور خود وہ بوڑھا ہونے لگتا ہے لہٰذا وہ اس سے کراہت کرتی ہے لہٰذا ایسے شخص کو چاہئے کہ سفید بالوں کو باقی رکھنے اور انہیں اکھاڑنے کے بارے میں غور کرتے ہوئے وہ کام کرے جس کا حق بنتا ہے۔

سفید بال رکھنے کا واقعہ

سیدی علی خواص رحمہ اللہ نے مجھے بتایا کہ اس وقت میری عمر سو سال سے کچھ زیادہ ہے۔ اس پر میں نے پوچھا ڈاڑھی میں سفید بال تو ابھی کم ہیں۔ آپ نے کہا کہ جب بڑھاپا آنا شروع ہوا تو میری عمر پچاس سال تھی، اسی دوران میری چچازاد (بیوی) فوت ہوگئی تو اسی دن سے بڑھاپے میں زیادتی رک گئی۔

میرے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا، میں اپنی بیوی ام عبدالرحمٰن کے پاس تھا کہ اسی دوران سو گیا جس پر اس نے سفید بال اکھاڑنا شروع کئے تو بال کھینچنے کی وجہ سے میں بیدار ہوگیا چنانچہ اسی دن سے بڑھاپا رک گیا۔

ڈاڑھی کا ایک بال بھی نہ بچا

مجھے حضرت شیخ دمرداش محمدی (برکۃ الحاج ،مصر کے راستے میں مزار ہے) نے بتایا کہ ان کا ایک ساتھی تھا جس کی ڈاڑھی میں سفید و سیاہ بال تھے اور اس کی دو بیویاں تھیں، ایک چھوٹی عمر کی اور دوسری بڑی عمر کی، جب چھوٹی عمر والی کے پاس جا کر سوتا تو وہ سفید بال اکھاڑ دیتی تا کہ وہ چھوٹی عمر کے معلوم ہوں اور جب بڑی عمر والی کے پاس جاتے تو وہ سیاہ بال اکھاڑتی تا کہ بڑی عمر کے معلوم ہوں، ابھی کچھ مہینے بھی نہ گذرے ہوں گے کہ ان کی ڈاڑھی میں ایک بھی بال نہ بچ سکا۔

یہ واقعہ بتانے کا مقصد آدمی کو یہ ہدایت دینا ہے کہ کوئی اور وجہ نہ ہونے کی صورت میں سفید بال رہنے دئے جائیں جس میں مثلاً آدمی کے اپنی بیوی کے ساتھ محبت کے باوجود کوئی برائی پیدا ہو۔

امام بیہقی نے روایت لکھی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک عورت پر دعویٰ کیا گیا جس نے اپنے شوہر کو قتل کر دیا تھا، آپ نے پوچھا کہ اسے کس وجہ سے قتل کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں چھوٹی عمر کی تھی، میرے والد نے یہ

نکاح زبردستی کر دیا تھا اور جب مجھے اس سے جان چھڑانا مشکل ہو گیا تو مجھے غصہ آیا جس پر میں نے چکی کا پتھر اس کے سر پر دے مارا تو وہ مر گیا۔ اس پر پہلے تو آپ نے لوگوں کو دکھلاوے کے لیے اس کے قتل کا حکم دیا، پھر اس کے گھر والوں کو خفیہ طور پر سمجھایا کہ یہ چھپ جائے یا پھر یہاں سے بھاگ جائے۔

ہمارے بھائیوں میں سے ایک نے مالدار ہونے کے زور پر جوان عورت سے شادی کر لی کیونکہ اس کی اولاد نہ تھی اور مال بہت زیادہ تھا، اس کی ڈاڑھی سفید ہو چکی تھی، وہ اس کے ذمے لگاتی کہ گوشت بنائے اور طرح طرح کی چیزیں لا کر دے اور جب وہ اس کے پاس جاتا تو وہ کہتی کہ مجھے اس کام کی ضرورت نہیں۔

وہ میرے پاس آ کر کہتا کہ میں روزانہ اس پر کوئی دس نصف کی رقم خرچ کرتا ہوں جس کی اسے پرواہ ہی نہیں ہوتی اور نہ اس کے دل میں یہ بات کھٹکتی ہے، معلوم نہیں مجھ سے کیا گناہ ہو گیا ہے۔ میں نے کہا تمہارا گناہ صرف یہ ہے کہ ڈاڑھی کے بال سفید ہیں۔ وہ یونہی کرتی رہی، آخر کار اس نے طلاق دیدی جس پر اس کے ہوش اڑ گئے۔

ہمارے ہی بھائیوں میں سے ایک اور کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا جس نے ایک عورت کے ساتھ محبت کے دوران ڈاڑھی کو سیاہ خضاب لگایا ہوتا تھا، پھر اسے نکاح میں لے لیا اور اسے دھوکا دیا کہ وہ جوان ہے۔ جب وہ اس کے پاس گیا تو وہ کہنے لگی کہ تمہاری ڈاڑھی تو جوانوں جیسی ہے لیکن ہمبستری میں حرکتیں بوڑھوں جیسی ہیں چنانچہ سخت غصے میں آ کر اس نے اسے طلاق دیدی۔

حضرت شیخ نور الدین شونی رحمہ اللہ کے ساتھ بھی یہی واقعہ گذرا کہ انہوں نے نوے سال کی عمر کے بعد جوان عورت سے شادی کی، اس سے پہلے کسی سے شادی نہیں کی تھی، اس عورت کا والد آپ کا بڑا عقیدت مند تھا، وہ شیخ کو تکلیفیں دیا کرتی تو وہ مجھ سے شکایت کرتے کہ پتہ نہیں کہ کس وجہ سے وہ مجھ سے کتراتی ہے، میں چپ ہو جاتا اور شرم کے مارے یہ نہ کہتا کہ آپ کے بڑھاپے کی وجہ سے کرتی ہے۔ اس عورت نے اپنے سے سخت لباس کی شکایت کی تو آپ نے اسے اتار دیا اور اس کے ساتھ کتان خمینی کے کپڑے پہن کر سونے لگے۔ اسی دوران آپ تنگدستی کا شکار ہو گئے چنانچہ اسے طلاق دیدی لہٰذا اے بھائی تم سفید بالوں کو سیاہ خضاب کے علاوہ کسی اور چیز کا رنگ دو اور شرعی عذر کے علاوہ سفید بال نہ اکھاڑا کرو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

- امام ابوداؤد اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "سفید بال نہ اکھاڑا کرو کیونکہ جو مسلمان دورِ اسلام میں خوب سفید بالوں والا ہو جاتا ہے تو قیامت میں یہ اس کے لیے نور بنے ہوں گے۔"
- انہی سے ایک اور مرفوع روایت ہے کہ "بڑھاپا، مسلمان کے لیے نور بنتا ہے۔"
- طبرانی میں اتنا اور زیادہ ہے "ایک شخص نے عرض کی کچھ لوگ ایسے ہیں جو سفید بال اکھاڑا کرتے ہیں، اس پر فرمایا جو نور اکھاڑنا چاہتا ہے، اکھاڑ لے۔"
- ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "اسلامی دور میں جس کے کچھ بال سفید ہوں، تو اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے اسے ایک نیکی دیتا ہے، ایک گناہ مٹاتا ہے اور اس کا ایک درجہ بڑھا دیتا ہے۔" واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 164

اثمد کا سرمہ روزانہ لگانا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم آنکھوں کی روشنی بڑھانے کے لیے سوتے وقت روزانہ اثمد پتھر کا سرمہ لگایا کریں اور عیال و اولاد کو بھی لگاتے رہنے کی تاکید کریں اور اس سلسلے میں زیادہ سے زیادہ یہ نیت ہو کہ ہم حضور شارع علیہ السلام کے حکم کی پیروی کر رہے ہیں کیونکہ یہ روشنی تو اس کی وجہ سے بڑھ ہی جاتی ہے خواہ ہمارا ارادہ نہ بھی ہو، ہاں علاج کرنا ضروری ہو تو روشنی کی نیت بھی کر سکتے ہیں کیونکہ اللہ والے لوگوں کا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے تمام کام اور گفتگو حضور ﷺ کی پیروی میں ہوں خواہ انہیں اس کا معنیٰ سمجھ میں نہ ہی آ سکے کیونکہ اللہ والے سب حضرات اس بات پر اکٹھ رکھتے ہیں کہ کسی کام کا سبب جانے بغیر کرنا ایسے کام کرنے سے زیادہ بہتر وہ ہوتا ہے جس کا سبب معلوم ہو، اس لیے کہ جب وہ سبب کو نہ جانتا ہوگا تو صرف اس نیت سے کرے گا کہ وہ حکم مان رہا ہے جب کہ سبب جاننے کی صورت میں وہ سوچے گا کہ یہ کام اس سبب کی وجہ سے کر رہا ہے خواہ وہ سبب ثواب ہو یا شفاء پانا اور اس میں شک نہیں کہ جو شخص اپنے آقا کا صرف حکم ماننے کے لیے کام کرتا ہے تو وہ اللہ کو بہت پیارا لگے گا اور اس سے زیادہ ثواب حاصل کرے گا جو کسی سبب کی وجہ سے کام کرتا ہے کیونکہ اس بات سے تو سب واقف ہیں کہ جو شخص صرف تمہاری محبت کی خاطر خدمت کرے گا، اجرت کی خواہش ہوگی، وہ تمہارے ہاں بڑی قدر والا ہوگا اور اس کا مقام تمہارے ہاں اس سے زیادہ ہوگا جو اجرت کا خاطر کام کرتا ہے اور اجرت نہ ہو تو وہ تمہارا کام کرنے ہی کو تیار نہ ہوگا۔ اسے ذہن نشین کر لو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁ امام ترمذی، نسائی اور ابن حبان نے روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''اثمد کا سرمہ لگایا کرو کیونکہ یہ نظر تیز کرتا اور (پلکوں کے) بال بڑھاتا ہے۔''

❁ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سرمہ دانی ہوا کرتی تھی چنانچہ ہر رات آپ تین سلائیاں ایک طرف اور تین ہی دوسری طرف لگاتے تھے۔

❁ نسائی اور ابن حبان کے الفاظ یوں ہیں ''اثمد سب سرموں سے بہتر ہوتا ہے کیونکہ یہ نظر تیز کرتا اور بالوں کو بڑھاتا ہے۔''

❁ امام طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''لازمی طور پر اثمد کا سرمہ لگایا کرو کیونکہ یہ بالوں کو بڑھاتا ہے، تکلیفیں دور کرتا اور نظر کو تیز کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 165

کھانے کی ہر چیز پر بسم اللہ پڑھنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم کھاتے پیتے وقت بسم اللہ پڑھ لیا کریں کیونکہ جو بھی کام اللہ سے غافل رہ کر کیا جائے، وہ مردار کی طرح کا ہوتا ہے اور پھر قرآن کریم میں حکم ہے کہ ''اس چیز کو نہ کھایا کرو جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے۔'' اور یہ قاعدہ ہے کہ لفظ کے عام ہونے کا لحاظ رکھتے ہیں، خاص سبب نہیں دیکھتے، اسے ذہن نشین کرلو لہٰذا اللہ کا پاک نام لینا کھانے کو پاکیزہ بنائے گا اور اسے ستھرا قرار دے گا، اسے بڑھائے گا اور بارگاہِ الٰہی میں پہنچائے گا، خصوصاً کھانا کھالینا ایسا مقام ہوتا ہے جب انسان اللہ سے اس لیے غافل ہو جاتا ہے کہ بھوک سے ستایا ہوتا ہے چنانچہ اسی لیے کھانے پینے کا سامان آجانے پر نماز پڑھنا مکروہ ہوتا ہے کیونکہ نمازی کا دل اس کا شوق رکھ رہا ہوتا ہے جب کہ آپ نے نفل ہی کیوں نہ ہوں ہر نماز میں کھانے پینے سے روکا ہے کیونکہ انسان کھانے پینے کی لذت بھول نہیں سکتا، وہ لذت اللہ سے راز و نیاز میں رکاوٹ بنتی ہے اور وہ اس کے اور اللہ کے درمیان اس گریہ زاری سے روکتی ہے جو نماز کی روح ہے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کوئی فقیر اس وقت تک کمال کو نہیں پہنچتا جب تک کھانے پینے اور ہم بستری کے موقع پر اللہ کے سامنے یوں حاضری میں نہیں ہوتا جیسے نماز میں ہوتا ہے اور جب تک وہ کھانے پینے اور اللہ کے سامنے گریہ زاری کی لذت کو بیک وقت ایک نہیں جانتا، ان میں سے ایک، دوسری سے رکاوٹ نہیں بنی چاہئے، کیونکہ یوں وہ بیک وقت دونوں چیزوں کا شکر ادا کرسکتا ہے۔

کامل فقیر الہامی فرشتے کی ہدایت پر چلتا ہے

میرے بھائی افضل الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے ہاں طریقت میں کوئی فقیر اس وقت تک کمال تک نہیں پہنچتا جب تک الہامی فرشتے کو یہ کہتے نہیں سنتا اے فلاں شخص کھاؤ، پیو، ہم بستری کرو، اٹھو، بیٹھو، سو جاؤ، پاؤں پھیلا دو، اپنی قوت محفوظ رکھو یا جو کچھ تمہارے پاس ہے، اس میں سے صدقہ دو وغیرہ اور جو الہامی فرشتے سے نہیں سن سکتا تو وہ بارگاہِ الٰہیہ سے دور ہو جاتا ہے۔

ہر کامل فقیر کی ایک منزل

ایک اور مرتبہ فرمایا میں اس وقت تک کھانا شروع نہیں کرتا جب تک میرے دل میں یہ بات ڈالی نہیں جاتی کہ اے فلاں! کھاؤ اور ابھی میں کھانے سے فارغ نہیں ہوتا کہ الہام ہو جاتا ہے کہ اتنا کافی ہے۔

پھر انہی سے سنا فرمایا سیدی عبدالقادر جیلی رحمہ اللہ نے فرمایا میں اس وقت تک کھانا نہیں کھاتا جب تک مجھ سے یوں کہا نہیں جاتا کہ تمہیں ہمارے حق کی قسم کھاؤ اور جب تک یہ کہہ نہیں دیا جاتا کہ تمہیں ہمارے حق کی قسم سو جاؤ، میں سوتا نہیں ہوں، یونہی۔۔۔۔۔!

ایک اور مرتبہ فرمایا فقیر کے لیے مناسب یہ ہے اللہ کی حضوری میں کھائے چنانچہ وہ دیکھے کہ یہ کھا رہا ہے اور اللہ اپنی ایسی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے جو سویا نہیں کرتیں، وہ خود اس کے صبر یا قناعت کرنے کو دیکھتا ہے اور جو ہمیشہ ایسے ہوتا ہے، اللہ اسے قناعت وصبر دیتا ہے اور وہ اپنے آپ سے آداب کا بوجھ اتار دیتا ہے جب تک وہ اس کے پاس نہیں ہوتا۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اپنی ہر حرکت اور سکون پر اللہ کا نام لیتے جاؤ، اللہ اس بارے میں تمہیں برکت دے گا اور سب تکلیفیں اس وقت شروع ہوتی ہیں جب بندہ ان میں اللہ کی بارگاہ میں ہوتا ہے۔

میرا لڑکا عبدالرحمٰن ابھی تین سال کا تھا چنانچہ جب وہ کھانا کھاتا تو کہہ لیا کرتا بسم اللہ الشافی حالانکہ میں نے اسے یہ سکھایا نہ تھا، یہ اس مقام کے مناسب ہی تھا۔

یہ بات پوشیدہ نہیں کہ مخلوقات کے مرتبے اگرچہ بہت بلند ہوں تاہم انہیں اللہ کا نام لینا ہوتا ہے تاکہ سنت کی علامتیں قائم کی جاسکیں لیکن کچھ اہل شطح دعوے کرنے والے کہتے ہیں کہ کھانے پر صرف وہ شخص اللہ کا نام لیتا ہے جو فرشتے کو اللہ کے ہاں دیکھتا ہے، رہا وہ جو اللہ کی خاطر کھانے میں فرشتے کو دیکھتا ہے کہ اللہ وہ کھانا لاتا ہے تو اسے تسمیہ کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ حق تعالیٰ جب کھانا برکت کے لیے اپنے بندے کے سامنے کرتا ہے تو وہ بڑھ کر زیادہ نہیں ہوتا۔

حق بات یہ ہے کہ ہر وہ کھانا جو بندے کے آگے لایا جاتا ہے، اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں، ایک صورت یہ کہ کھانے کا تعلق بندے اور اس کے کام سے ہوتا ہے اور دوسری یہ کہ کھانے کا تعلق حق تعالیٰ اور مخلوق کی طرف ہوتا ہے چنانچہ اس کا مخلوق سے تعلق تو بڑھ جانا قبول کرتا ہے لیکن اس کا تعلق اگر حق تعالیٰ سے جوڑا جائے تو زیادتی قبول نہیں کرتا۔

حضرت شیخ شمس الدین الابوصیری کے پاس حضرت شیخ ابوالسعود جارحی کا ایک مرید حاضر ہوا، اس نے کھانا کھایا تو بسم اللہ نہ پڑھی اور کہا کہ استادوں کے کھانے میں اللہ کا نام لینے کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ وہ خود برکت ہوتا ہے، میں نے اس کے خلاف دلیل دی تو وہ اس قول سے باز آگیا لہٰذا اس بات کو ذہن نشین کرلو اور اپنا ہر کام سنت کے مطابق کرو، خواہ تمہاری سمجھ میں آسکے یا نہ آسکے کیونکہ کوئی کام بھی اس وقت تک کبھی کمال تک نہیں پہنچتا جب تک اللہ تعالیٰ اسے اپنے رسولوں کی زیادتی شروع نہیں فرماتا۔ واللہ علیم حکیم۔

❁ امام ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان کے مطابق حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ ”نبی کریم ﷺ اپنے چھ صحابہ کے ہمراہ کھانا کھا رہے تھے۔ ایک اعرابی آگیا جس نے کھانے کے صرف دو لقمے کئے اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ شخص بسم اللہ پڑھ لیتا تو تم سب کو پورا ہو جاتا۔“

❁ امام ابوداؤد، اور ابن ماجہ مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ”جب کوئی شخص کھانا شروع کرے تو اس پر اللہ کا نام لے لیکن اگر شروع میں بھول جائے تو یوں کہے بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَ اٰخِرَہٗ۔ لیکن رات گذارنا تو گھر میں جاتے وقت اللہ کا نام

لے اور اپنے کھانے پر اس کا نام لے۔''

❀ امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جب انسان اپنے گھر میں جانا چاہے، جاتے اور کھانا کھاتے وقت اللہ کا نام لے تو شیطان (اپنے ساتھیوں سے) کہتا ہے کہ تمہارے لیے یہاں رات گذارنے اور رات کا کھانے کی کوئی گنجائش نہیں اور جب اندر جانے لگے اور اللہ کا ذکر نہ کرے تو شیطان کہتا ہے تمہیں رات گذارنے کی گنجائش مل گئی ہے اور کھانے پر اللہ کا ذکر نہ کرنے کی صورت میں کہتا ہے تمہیں رات کا کھانا مل جائے گا۔''

اس سلسلے میں حدیثیں بہت ملتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 166

نیک لوگوں کے طریقوں پر چلنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے آپ کو اس موقع پر صالحین کے آداب پر چلائیں اور وہ اس وقت جب ہم لوگوں کے ساتھ مل کر کھا رہے ہوں تاکہ کوئی لالچ نہ رہ سکے اور وہ یوں کہ ہم گوشت یا پکی کھجوریں کھانے میں پہل نہ کریں اور نہ ہی عصیدہ (گھی اور آٹا سے تیار کیا ہوا کھانا) کھاتے وقت شہد یا گھی کھانے میں پہل میں کریں چنانچہ جو شخص بزرگوں کے آداب اپنائے بغیر کھاتا ہے تو اکثر لازماً اس کا دل حرص کرنے لگے گا۔

امام سیدی غمری حضرت شیخ امین الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کسی شخص کے لیے یہ مناسب نہیں کہ جماعت کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے اچھا کھانا دوسروں کی بجائے اپنے سامنے لیکن اگر یوں نہیں کر سکتا تو ادب یہ ہے کہ اکیلا کھایا کرے چنانچہ ان ہدایات میں پہلے آچکا ہے کہ گذشتہ زمانے میں فقیر لوگ اپنے والد، والدہ، استاد اور کسی بڑھے شخص کے ساتھ مل کر کھانا نہیں کھاتے تھے کیونکہ انہیں اندیشہ رہتا تھا کہ کہیں ان کی آنکھ لقمے، گوشت کی بوٹی، شفتالو، سیب یا کھجور پر پہلے نہ جا پڑے اور وہ اسے پکڑ کر کھالے اور اسے معلوم ہی نہ ہو سکے کہ والد وغیرہ نے وہ چیز پہلے دیکھ رکھی ہے۔

سیدی ابوالحسن غمری رحمہ اللہ ضرورت کے بغیر کسی کے ساتھ مل کر کھانا نہیں کھاتے تھے اور کہا کرتے تھے میں اپنے ساتھی کے آگے سے کھانے میں اپنے آپ پر قابو نہیں رکھتا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں اچھا کھانا دوسرے سے پہلے کھالوں کیونکہ میرا نفس اللہ اور اس کے بندوں سے کم ہی حیاء کرتا ہے جب کہ حضور شارع علیہ السلام نے ہمیں اپنے آگے سے کھانے کا حکم فرما رکھا ہے کیونکہ آپ شروع ہی سے ہمارے دلوں کا لالچی ہونا جانتے ہیں اور اگر یہ لالچی نہ ہوتے تو ہمیں اس کا حکم دینے کی ضرورت نہ تھی کہ ہم اپنے آگے سے کھائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❀ امام ابوداؤد اور ابن حبان کے مطابق حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس

ایک پیالہ ہوا کرتا تھا جس کا نام ''غراء'' تھا اسے چار آدمی اٹھاتے تھے، صحابہ کرام نے صبح ہونے پر چاشت کی نماز پڑھی تو وہ پیالہ لایا گیا، اس میں ثرید نامی کھانا تھا، صحابہ اس پر ٹوٹ پڑے اور جب وہ بہت سارے ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے، اس پر ایک اعرابی نے عرض کی کہ ایسے بیٹھنے کا مقصد کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے مجھے کرم کرنے والا بنایا ہے، ظالم اور بے قابو نہیں بنایا۔'' اس کے بعد فرمایا کہ پیالے کے کنارے سے کھاؤ اور اس کی چوٹی چھوڑ دو، اس میں تمہارے لیے برکت ہوگی۔''

❁ ابوداؤد ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے مرفوعًا لکھا ہے فرمایا ''برکت کھانے کے درمیان میں اترا کرتی ہے لہٰذا اس کی دونوں طرفوں سے کھاؤ اور اس کے درمیان میں سے نہ کھاؤ۔''

❁ ابوداؤد کے الفاظ یوں ہیں ''رسول اللہ ﷺ فرمایا کہ تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو پیالے کی اوپر والی جانب سے نہ کھائے بلکہ نیچے سے کھائے کیونکہ کھانے میں برکت اوپر کی طرف اترتی ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 167

سرکہ اور زیتون جیسے سالن پر گذارہ کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم سالن میں سے سرکہ یا زیتون کے ساتھ لقمہ بھگو کر کھانے پر صبر کرلیں کیونکہ اس دور میں خصوصاً حلال درہم کا ملنا سونے سے بھی کم ہوگیا ہے، پھر جس چیز کو رسول اکرم ﷺ سراہیں تو اس میں برائی نکالنے کا حق کسی کو بھی نہیں ہے۔ بخدا آج کل ہم پر کافی مٹی پڑ چکی ہے کیونکہ ہم اللہ سے حیاء کم ہی کرتے ہیں، اس سے بہت غفلت کرتے ہیں، بہت کم شکر کرتے ہیں اور اللہ کی تقسیم پر خوش نہیں رہتے چنانچہ یہ سب باتیں انسان کے بندہ ہونے کے خلاف ہیں اور جو اپنے میں غلاموں کی نشانیاں پیدا نہیں کرتا تو اسے یہ حق نہیں کہ اپنے مولیٰ سے اپنے ساتھ کھڑا ہونے کا مطالبہ کرے کیونکہ وہ اپنے آقا سے کسی شے کا حق دار نہیں بنتا اگرچہ وہ اس کا بندہ ہے جیسے اس حدیث میں اشارہ ہے ''کتنے ہی ایسے ہیں کہ انہیں کوئی کھلانے والا نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کا ٹھکانہ ہوتا ہے۔'' یعنی حق تعالیٰ اسے اس کی مرضی کے مطابق نہ تو کھلاتا ہے اور نہ ہی ٹھکانہ دیتا ہے ورنہ وہ تو کافر کو بھی روزی دیتا ہے۔ اسے ذہن میں رکھو۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص اس دنیا میں اپنی ضرورت سے زیادہ مانگے تو وہ دل کی آنکھوں سے اندھا ہے اور جب وہ ضرورت کی چیزوں پر اللہ کا شکر ادا نہیں کرسکتا تو من پسند چیزوں پر کیسے کرے گا؟''

ایک اور مرتبہ فرمایا ''جو شخص دنیا کے تھوڑے مال پر اللہ سے خوش ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کے تھوڑے عمل پر خوش ہو جائے گا۔''

مشائخ طریقت اس بات پر اکٹھے ہیں کہ جس مرید کو روٹی ملے اور وہ کہے کہ میں فلاں چیز کے ساتھ کھاؤں گا تو طریقت میں اس کا کوئی دخل نہیں ہوگا۔

جو شخص اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے تو اسے کسی شیخ کے ہاں جانا ہوگا جو اسے ان بارگاہوں تک لے جائے جہاں اسے پتہ چلے کہ اللہ کے حقوق کیا ہیں اور وہ جان لے کہ اس اللہ کے اس پر کیا کیا احسان ہیں جس نے اس کے پسندیدہ رزق سامنے رکھنے تو کجا، اس زمین میں دھنسایا تو کیا اس پر نہ زمین تنگ نہیں کی۔ اللہ کی حدوں کو پھلانگنے میں ہماری مثال اس شخص جیسی ہے جو اپنے آقا کی بیوی سے برائی کرے اور اسی دوران وہ آ جائے جب وہ اس کے بیوی سے برائی کر رہا ہو تو کیا ایسا شخص اپنے آقا سے ملنے والی سادہ اور خشک روٹی واپس کرنے کی ہمت کر سکتا ہے اور یہ کہہ سکتا ہے کہ میں تو اسے گوشت کے سالن، شہد یا پنیر وغیرہ کے ساتھ لگا کر کھاؤں گا، بخدا وہ خشک روٹی کا بھی حق دار نہ ہوگا وہ آقا تو یہ بھی برداشت نہیں کر سکے گا کہ اس پر نظر ڈالے، کھانا کھلانے کی بات تو بہت دور کی ہے۔

حق تعالیٰ کے ساتھ ہم لوگوں کا معاملہ کچھ ایسے ہی ہے اور قرآن کے اس فرمان کا مطلب بھی یہی ہے ''نہ ان کی طرف نظر فرمائے قیامت کے دن اور نہ انہیں پاک کرے۔'' کیونکہ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سامنے زنا کرتے ہیں، کتنے ہی چوری کرتے، نشہ میں ہوتے اور حرام کی ہوئی چیزوں کی طرف نظر اٹھاتے ہیں اور کتنے ہی حرام کھاتے، غیبت کرتے، عزت پر دھبے لگاتے، اپنے ساتھیوں کے لیے جھوٹی شہادتیں دیتے، رشتہ داری توڑنے، والدین کی نافرمانی کرتے اور کتنے ہی ایسے ہیں جو یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں اور یہ بھی ہوتا ہے کہ یہ تمام برائیاں ایک شخص میں جمع ہو جاتی ہیں تو ایسے لوگ جہنم ہی کے حق دار ہوں گے۔

بخاری شریف میں آتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے دور میں کسی شخص نے پوشاک پہنی اور پھر اکڑ کر چلا تو اللہ نے ابولہب کی گلی میں اسے زمین کے اندر دھنسا دیا چنانچہ وہ قیامت تک دھنستا ہی چلا جائے گا۔'' جب کہ اوپر ذکر کی گئی برائیاں یقیناً اکڑ سے بھی بری ہیں لہٰذا یہ اس بات کی زیادہ حق دار ہیں کہ ایسی برائیاں کرنے والوں کو لے ڈوبیں۔

جب تمہیں ان برائیوں کے بارے میں پتہ چل گیا تو ذہن میں رکھو کہ ایسا شخص جو راہبر بننا چاہتا ہے، اسے اس دور میں طرح طرح کے کھانے پکانے مناسب نہیں کیونکہ آج کل یہ کام حلال طریقے سے ممکن نہیں بلکہ میں نے ایک ایسا شخص بھی دیکھا ہے جس کا عمامہ اونی اور جبہ بھی اونی تھا اور پھر اس کے پاس ایسے بستر اور بیویاں تھیں جو امیروں ہی کے پاس ہو سکتی ہیں، وہ سرکاری اہل کاروں کے مقابلے میں کئی قسم کے کھانے پکاتا رہتا تھا۔ میں نے اس کے بارے میں غور کیا تو پتہ چلا کہ وہ ظالم لوگوں سے تحفے لیتا ہے اور فقیروں کے نام پر صدقے اکٹھے کرتا ہے، اسی مال سے شادیاں کرتا اور بستر وغیرہ بناتا ہے جب کہ کسی بھی فقیر کو کچھ نہیں دیتا، ایسے لوگوں کا پیر ابلیس ہی ہو سکتا ہے۔

بات کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہر پیر اپنے اردگرد کے فقیروں کے نام پر مال اکٹھا کرتا نظر آتا ہے خواہ راز دارانہ طریقے ہی سے لہٰذا وہ شیخ بننے کے قابل نہیں بلکہ ڈاکو ہے جیسے ہم مشائخ کی ہدایات میں بنا چکے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ لہٰذا اے بھائی! اپنی باقی عمر میں صبر سے کام لو خواہ جو کی روٹی ہی سے گذارہ کرو جو چکی کے موٹے پیسے آٹے سے تیار ہوئی ہو اور

27 اس اللہ سے حیاء کرو جو تجھے ایسی روٹی کھلا رہا ہے اور دنیا میں تجھے عذاب نہیں دیتا، نہ ہی تم پر مصیبتیں بھیجتا ہے اور جو جہنم کا حق دار بن چکا ہو اور راکھ بننے والا ہو تو اسے شکر کرنا لازم ہے۔

ایک مرتبہ لوگوں نے حضرت علی خواص رحمہ اللہ سے کہا کہ ہم نے ایک ایسا شخص دیکھا ہے جو قرآن کے مطابق چلتا ہے لیکن بدکار ہے۔ یہ سن کر آپ نے تعجب کیا اور فرمایا قرآن پر عمل کرنے والے کے لیے مناسب نہیں کہ اس کا نفس جائز پسندیدہ چیزیں لے تو ان چیزوں کو کیسے چاہے گا وہ جو حرام ہیں۔

اس کے بعد انہوں نے مجھ سے پوچھا بخدا اللہ کی طرف سے اس کا حق دار کون ہے؟ اس جیسے لوگ مویشیوں کی طبیعت والے ہوتے ہیں لیکن یہی کہیں گے کہ سبحان اللہ الکریم لہٰذا جب بندے پر لگاتار انعامات ہو رہے ہوں اور اس دور میں اسے رنگا رنگ کھانے ملیں تو اسے استدراج (آہستہ آہستہ گناہوں میں گھرنا) سے بچنا چاہئے خصوصاً بڑے عالم اور تنہائی میں رہنے والے بڑے فقیر کو تو اور زیادہ بچنے کی ضرورت ہے کیونکہ حدیث میں آتا ہے "اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کو دنیا سے یوں بچاتا ہے جیسے مہربان چرواہا اپنی بکریوں کو ہلاکت والی جگہوں سے بچایا کرتا ہے۔" ایسے میں شیخ اپنے آپ سے کہتا ہے کہ اگر تو اللہ کے ہاں کا ہوتا تو اپنے آپ کو دنیا سے بچا لیتا۔"

حدیث پاک میں ہے "دنیا کی مٹھاس، آخرت میں کڑواہٹ بن جائے گی۔" اللہ جسے چاہے ہدایت دیدے۔"

سرکہ بہترین سالن کا کام دیتا ہے

❁ امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گھر والوں سے سالن مانگا تو انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس تو صرف سرکہ موجود ہے چنانچہ آپ اس کے ساتھ کھانا کھا جاتے اور فرماتے جاتے "سرکہ بہترین سالن ہے۔" (تین مرتبہ فرمایا)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں سن لیا تو سرکہ ہی پسند کرتا رہا ہوں جب کہ حضرت طلحہ بن نافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب سے میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں سن لیا ہے، میں اسی سے کھانا کھایا کرتا ہوں۔

❁ ترمذی اور ابن ماجہ کے مطابق حضرت ام ھانی بنت ابو طالب رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی چیز موجود ہے؟ میں نے عرض کی نہیں بلکہ روٹی کا خشک ٹکڑا اور سرکہ موجود ہے۔ آپ نے فرمایا ادھر لاؤ چنانچہ کوئی گھر ایسا نہ رہا جس میں سرکہ موجود نہ ہو۔"

❁ ابن ماجہ کے مطابق حضرت ام سعد رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو میں بھی وہاں موجود تھا، آپ نے پوچھا کچھ کھانے کو موجود ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس روٹی، کھجور اور سرکہ موجود ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سرکہ بہترین سالن ہے، الٰہی اس میں برکت فرما کیونکہ مجھ سے پہلے یہ انبیاء کا سالن ہوا کرتا تھا لہٰذا جس میں سرکہ موجود ہو، وہ محتاج نہ ہوگا۔" (یعنی اگر گھر والے اس پر صبر کر لیتے ہیں تو کسی اور چیز کی

ضرورت نہ ہوگی)۔

زیتون کا تیل کھانے، لگانے میں برکت

امام ترمذی اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''زیتون کا تیل کھاؤ اور بدن پر لگاؤ کیونکہ یہ مبارک درخت سے نکلتا ہے۔''

حاکم کی ایک مرفوع روایت یوں ہے فرمایا ''زیتون کا تیل کھاؤ اور بدن پر لگاؤ کیونکہ یہ پاک صاف اور برکت والا ہوتا ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 168

رسول اللہ ﷺ کے کھانے کا طریقہ

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم تحقیق کریں، رسول اللہ ﷺ گوشت، پھل اور خربوزہ وغیرہ کیسے کھایا کرتے تھے تاکہ اس سلسلے میں ہم آپ کی پیروی کر سکیں اور ہر معاملے میں ہم آپ کے نقش قدم پر چل سکیں لیکن اگر ہمیں اس بارے میں کوئی دلیل نہ مل سکے تو ایسی چیزیں کھانے میں ادب کے بادشاہوں اور اکابر والے طریقے اپنائیں کیونکہ کھانا کھانے کا جو ادب ان کے پاس ہوتا ہے، کسی اور کے پاس نہیں ہوتا یا پھر اس چیز کا کھانا بالکل چھوڑ دیں خاص طور پر جب اسے کھانا ضروری نہ ہو بلکہ صرف اس کی حرص ہی ہو۔

حضرت امام احمد رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے ہندی زرد خربوزہ کھانا چھوڑ رکھا تھا اور فرمایا تھا کہ میں نہیں جانتا، رسول اللہ ﷺ نے اسے کیسے کھایا کرتے تھے۔

آج تک میری آنکھوں میں ایسا کوئی شخص دکھائی نہیں دیا جو سیدی محمد بن عنان، سیدی یوسف حریثی اور سیدی محمد بن داؤد (منزلہ کے قریب رہتے تھے) کے مطابق سنت پر عمل کرنے کی پرزور کوشش کرتا ہو چنانچہ اگر یہ پوری دنیا انہیں دیدیں اور وہ شرعی طریقے سے اسے لینا نہ جانیں تو اسے چھوڑ دیں گے جیسے تم میں سے کوئی شخص مینگنی چھوڑ دیتا ہے۔

ایک سنتِ رسول رہ جانے پر افسوس

میں حضرت شیخ یوسف حریثی کے ہاں اس وقت گیا جب وہ فوت ہو رہے تھے چنانچہ مجھ سے کہنے لگے، اے بیٹے!

میرے دل میں اس چیز کا غم ہے کہ میں دنیا سے جا رہا ہوں لیکن مجھے آج تک کسی صحیح یا حسن حدیث کے ذریعے پتہ نہیں چل سکا کہ وضو کرتے وقت ڈاڑھی میں خلال (انگلیاں پھیرنا) کیسے کیا جاتا ہے حالانکہ میں نے اس بارے میں شیخ عثمان دیمی اور شیخ جلال الدین سیوطی رحمہما اللہ وغیرہ سے بھی پوچھا لیکن وہ میری پیاس نہیں بجھا سکے۔

یہ تھے وہ الفاظ جو انہوں نے وفات کی رات کہے تھے اور پھر اس کے دس منٹ بعد فوت ہو گئے۔ واللہ اعلم۔

ہڈی والا گوشت مفید

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر گوشت مرغی کے یا کبوتری کے مغز جتنا ہو تو اسے اپنے منہ کے قریب کر کے کھا لو کیونکہ وہ ہلکا ہوتا ہے لیکن اگر بکری کے چوزے یا مرغابی جتنا ہو تو اس میں سے چھری کے ذریعے کاٹ لو پھر اس میں سے چھوٹا ٹکڑا لے کر وہ گوشت دانتوں سے اتار کھاؤ جو ہڈیوں پر لگا ہو۔ واللہ غفور رحیم۔

❁ ابوداؤد، ترمذی اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''گوشت دانتوں سے خوب نوچ کر کھاؤ کیونکہ یہ خوشگوار اور فائدہ مند ہوتا ہے۔''

حاکم کی ایک روایت کے مطابق حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ''میں اپنے ہاتھ میں پکڑی ہڈی سے گوشت اتار کر کھا رہا تھا کہ اسی دوران رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھ لیا، فرمایا اے صفوان! میں نے عرض کی حاضر ہوں، فرمایا گوشت کو منہ کے قریب کرو کیونکہ یہ خوشگوار اور مفید ہوتا ہے۔''

❁ امام ابوداؤد وغیرہ مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''گوشت کو چھری سے نہ کاٹو کیونکہ ایسا کام عجمی لوگ کرتے ہیں، اسے دانتوں سے کاٹ کر کھاؤ کیونکہ یہ دل کو بھانے والا اور فائدہ مند ہوتا ہے۔''

حافظ منذری لکھتے ہیں صحیح حدیث میں آتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے بکری کے مونڈھے سے گوشت لے کر کھایا اور پھر نماز پڑھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 169

مل کر کھانا کھانا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ جب بھی ہم اپنی بیوی، اولاد اور بھائیوں کے ساتھ کھانا کھائیں تو اکٹھے مل کر کھائیں کیونکہ یہ روزی میں برکت کے لیے تجربہ کیا ہوا ہے پھر اس میں دل ایک دوسرے کے ساتھ انس والے بن جاتے

ہیں چنانچہ حدیث پاک میں ہے ''سب سے برا شخص وہ ہے جو اکیلا کھانا کھائے، غلام کو کوڑے لگائے اور اسے چھوڑنے سے رُک جائے۔''

چنانچہ اگر حضور شارع علیہ السلام کے کھلے حکم کے مطابق مل کر کھانے میں ہم شرارتی لوگوں کی شرارتوں سے نہ بچ سکتے ہوتے تو اس سلسلے میں صرف جھڑک دینا ہی کافی تھا۔

اللہ کا مجھ پر احسان ہے کہ میں کھلے دل سے لوگوں کے ہمراہ کھانا کھایا کرتا ہوں لیکن اس وقت گھٹن ہوتی ہے جب اکیلے کھاؤں، میں محسوس کرتا ہوں کہ پیٹ میں جانے والا ہر لقمہ دل میں تاریکی اور گھبراہٹ پیدا کر رہا ہے اور جب میں کسی کو اپنے ساتھ کھانے کے لیے بلا لیتا ہوں، خواہ وہ ایک ہی ہو تو وہ گھٹن دور ہو جاتی ہے۔ میں نے خود اس کا تجربہ کیا ہے جیسے جماعت کے ساتھ ملنے اور اکیلے جماعت کرانے میں فرق ہے حالانکہ اجازت تو دونوں ہی جماعتوں کی ہوتی ہے۔

اس ہدایت پر عمل کرنے کے لیے ایک شیخ کی ضرورت ہے جو اسے آہستہ آہستہ سکھائے اور پھر دل کی بخیلی سے نکالے، اس کی خرابی دور کرے اور کام کرنا سکھائے، یہ بخیلی پیدائشی طور پر ہوتی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا۔'' یہ نہیں فرمایا جو اپنے نفس کی بخیلی سے ہٹ جائے۔ اور پھر اس کی یہ مثال موجود ہے اللہ فرماتا ہے ''اور حسد والے کے شر سے جب وہ مجھ سے جلے۔''

حسد کا تعلق نعمت کے ساتھ ہوتا ہے چنانچہ اگر انسان کے لیے حسد کرنے والے کے وجود سے اللہ کی پناہ مانگنا جائز ہوتا تو یہ نعمت کے موجود ہونے پر پناہ مانگنا بنتا کیونکہ حسد کرنے والا نعمت نہ ہونے ہی سے ختم ہوتا ہے اور یہ معلوم ہی ہے کہ حسد کے ساتھ نعمت، حسد کے بغیر ناراضگی سے بہتر ہوتی ہے لہٰذا اے بھائی کسی شیخ کے طریقے پر چلو جو تمہیں بخیلی جیسی تنگدلی سے نکال کر سخاوت اور کرم کرنے کی عادت ڈالے کیونکہ یوں تم ناراضگی میں گھر جاؤ گے خواہ دونوں جہانوں کی سی عبادت کرتے ہو گے اور اس میں شک نہیں کہ مسلمان بھائی سے محبت ہمارے لیے اس لقمے سے زیادہ فائدہ مند ہے جسے ہم بیت الخلاء میں جا کر پلیدی سمجھ کر پھینک دیں جس کا ہم پر بوجھ ہو اور آخرت میں حساب دینا پڑے لہٰذا بھائیوں کے سلجھانے پر اپنی کوشش سے خرچ کرو تا کہ وہ اس وقت تمہارا ہاتھ تھام لیں جب تم دنیا و آخرت میں پھسلنے لگو لیکن یہ طریقہ حلال ہو اور بناوٹ معلوم نہ ہو اور جب حق تعالیٰ تمہارے دل میں سخاوت اور کرم دیکھے گا تو تمہارے لئے اتنا رزق اور بھیج دے گا، جتنا تمہارے پاس ہے چنانچہ یہ بات سن کر سخی لوگوں کو خوش ہونا چاہئے جیسے ایک مثال مشہور ہے، ''جب بندے کا مال اور لوگوں کو کھلانے کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے تو اس کے دوست گھٹ جاتے ہیں۔''

اس کی وضاحت یہ ہے کہ اس دور کے دوستوں میں نفسانی خواہشیں سب سے زیادہ ہوتی ہیں جن کی طرف دلوں کا جھکاؤ ہوتا ہے چنانچہ وہ جس کے پاس بھی بیٹھتے ہیں، اس کے اچھے برتاؤ کا اثر قبول کرتے ہیں اور جب وہ برتاؤ ختم ہو جاتا ہے تو زور لگانے پر بھی ان کے دل اس کی طرف جھکاؤ نہیں کرتے جب کہ دین بھی انہی چیزوں کا لحاظ کرتے ہوئے اور ایک دوسرے کی مدد کرتے ہوئے قائم ہوا ہے اور ان چیزوں کا لحاظ اور مدد اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک وہ ایک دوسرے کے ساتھ اچھا برتاؤ نہ کریں اور یہ قانون ہے کہ جس کے بغیر کسی واجب کام تک نہیں پہنچا جا سکتا، وہ بھی واجب ہی

ہوتا ہے۔

حضرت سیدی بدر الدین توزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''جو شخص کسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہے تو اس کے دل میں اس کی عزت آ جاتی ہے اور جو بخیلی سے کام لیتا ہے تو وہ اس کی قدر دانی سے رہ جاتا ہے اور جو اس کی چیزوں سے تعلق نہیں رکھتا اور ان سے لی ہوئی چیز انہی کو واپس کر دیتا ہے تو پھر اس کا ان پر اثر دیر تک رہتا ہے لہٰذا اے بھائی جہاں تک ممکن ہو اپنے بھائیوں سے اچھا برتاؤ کرو، خاص طور پر اس وقت جب تم انہیں اللہ کی طرف بلاؤ۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

کھانا اکٹھا کھانے میں برکت

- ابوداؤد، ابن ماجہ اور ابن حبان نے بتایا ہے کہ کچھ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ! ہم کھاتے رہتے ہیں لیکن پیٹ نہیں بھرتا۔ فرمایا مل کر کھاتے ہو یا اکیلے اکیلے؟ انہوں نے عرض کی کہ اکیلے کھاتے ہیں۔ فرمایا اپنے کھانے پر اکٹھے ہو جایا کرو اور بسم اللہ پڑھ لیا کرو، اللہ تمہارے اس کھانے میں برکت فرمائے گا۔''
- ابن ماجہ کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''سارے مل کر کھاؤ، اکیلے ہو کر نہ کھاؤ کیونکہ مل کر کھانے ہی میں برکت ہوتی ہے۔''
- امام بخاری و مسلم کے مرفوع روایت یوں ہے فرمایا ''دو آدمیوں کا کھانا، تین کو کافی ہو جاتا ہے اور تین کا کھانا چار لوگوں کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔''
- مسلم، ترمذی، ابن ماجہ اور بزار کی مرفوع روایت میں ہے فرمایا ''اللہ کو وہ کھانا پسند ہوتا ہے جس کو زیادہ ہاتھ لگیں۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمبر 170

کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے ہیں کہ کھانے کے بعد ہم انگلیاں پونچھنے سے پہلے انہیں چاٹ لیا کریں کہ اتری ہوئی برکت پیٹ میں جمع ہو سکے جیسے حدیث میں بتایا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ کئی مرتبہ کھانے میں رکھی گئی برکت کا باقی حصہ انگلیوں پر لگا رہ جاتا ہے اور جس سے یہ برکت رہ جائے تو وہ اس شخص کی طرح ہوتا ہے جو کھا کر پیٹ نہیں بھر سکتا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اللہ کی پناہ مانگی، حدیث پاک میں ہے اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کو تین میں چھپا رکھا ہے اپنی

خوشی کو اپنی عبادت میں چھپایا ہے، ناراضگی کو بے فرمانی میں چھپایا ہے اور اپنے ولیوں کو اپنے بندوں میں چھپایا ہے (وہ انہی کے روپ میں ہوتے ہیں) یعنی اکثر ایسے ہوتا ہے کہ اللہ کا اس بندے سے خوش ہونا، ایسی عبادت سے لٹک جاتا ہے جو تھوڑی اور آسان سی ہونے کی بناء پر گنتی میں نہیں آتی، یونہی اکثر ایسے ہوتا ہے کہ اللہ کی ناراضگی اس بے فرمانی پر ہوتی ہے جو انسان کی نظر میں چھوٹا سی ہوتی ہے جس کی طرف اکثر لوگوں کا دھیان نہیں ہوتا، پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ جسے ہم اپنی نظر میں گھٹیا سمجھ رہے ہوتے ہیں، وہ اللہ کا ولی ہوتا ہے چنانچہ اللہ ہم پر ناراض ہو جاتا ہے لہٰذا ہر عقل والے کو چاہئے کہ ہر اس کام کی طرف توجہ دے جس کے بارے میں اللہ نے حکم دے رکھا ہے اور ہر ایسے کام سے پہلو بچائے جس سے آپ نے روکا ہے نیز شرعی طریقے سے ہر مسلمان کی عزت کریں کیونکہ اللہ نے ہم پر لازم کیا ہے کہ مسلمانوں کو ہر برے کام سے روکیں، اس نے یہ جائز نہیں رکھا کہ اسے گھٹیا سمجھیں۔

یہ بات بھول جانے کی نہیں کہ اللہ کی وہ رضا جو کسی کام کے کرنے پر ملتی ہے وہ اس کے مل جانے پر اس بندے پر ناراض کبھی نہیں ہو سکتی جیسے اس کی ناراضگی ہو جانے پر اس بندے سے اللہ کبھی بھی راضی نہیں ہوتا اور جب وہ ولی کی شان گھٹانے پر ناراض ہو جاتا ہے تو اسے نجات کبھی بھی نہیں مل سکتی لہٰذا اے بھائی ایسے تمام کام کرتے چلے جاؤ جن کا حکم ہے اور سنتوں کا یوں خیال رکھو جیسے وہ واجب ہیں، اللہ کے روکے کاموں سے بچو خواہ وہ مکروہ ہی کیوں نہ ہوں اور ان سے ایسے کنارہ کرو جیسے حرام چیزوں سے کرتے ہو چنانچہ جو شخص حدیث کی توہین کرے گا، کافر ہو جائے گا جیسے مکروہ کاموں کو ہلکا سا سمجھنے والا بھی ایسے ہی ہوتا ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے "اصل مومن وہ ہے جو گناہوں کو یہ سمجھتا ہے کہ وہ جیسے پہاڑ کے نیچے کھڑا ہے اور ڈر رہا ہے کہ وہ اس پر گر جائے گا اور فاجر و فاسق اپنے گناہوں کو یوں سمجھتا ہے جیسے ایک مکھی اس کے ناک سے گذری ہے تو وہ اسے ہاتھ سے یوں ہٹا دے گا۔

اے بھائی تم اس وقت تک اس ہدایت پر عمل نہیں کر سکو گے جب تک کسی سچے شیخ کے ہاتھوں میں ہاتھ نہ دو جو تمہیں یہ سکھائے کہ اللہ کے حکموں اور روکے ہوئے کاموں پر دھیان رکھنا ہے ورنہ لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ تم ان میں سستی کرنے لگو گے۔

سیدی محمد بن عنان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فقیر اس وقت تک اللہ کا ادب کرنے کے لائق نہیں ہوتا جب تک وہ سنت چھوڑنے سے یوں توبہ نہیں کرتا جیسے واجب کاموں کو چھوڑنے والا کرتا ہے اور ناپسند کام کرنے پر یوں شرمندہ نہیں ہوتا جیسے بڑے گناہ کرنے پر ہوتا ہے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کوئی ولی اس وقت تک اللہ کا ادب کرنے کے لائق نہیں ہوتا جب تک وہ اللہ کے حکم دئے اور روکے ہوئے کاموں میں فرق نہیں جانتا پھر واجب کام چھوڑنے پر سنت کام چھوڑنے سے زیادہ شرمسار نہیں ہوتا اور بڑے گناہوں پر اس سے زیادہ شرمندہ نہیں ہوتا جتنا وہ چھوٹے گناہوں پر ہوتا ہے، یونہی چھوٹے گناہوں پر مکروہ کاموں پر شرمندگی سے زیادہ شرمسار نہیں ہوتا اور مکروہ کاموں پر اس سے زیادہ شرمندہ نہیں جتنا وہ بہتر کے مقابلے میں گھٹیا کام کرنے پر ہوتا ہے کیونکہ ہم لوگ تو حکم ماننے والے ہیں، شریعت بنانے والے نہیں ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت شارع علیہ السلام نے حکم دئے گئے اور روکے گئے کاموں فرق کر دیا ہے، چنانچہ ادب (صحیح اور اصل طریقہ) یہ ہے کہ ہم ان کے مرتبوں میں فرق کریں، سب کو ایک جیسا نہ جانیں چنانچہ (اوپر ذکر کی گئی) سیدی محمد بن عنان کی بات ہم مریدوں کے بارے میں سمجھیں گے اور سیدی علی کی کلام کا تعلق عارفوں کی حالت سے گنیں گے کیونکہ مرید ایسے مقام پر ہوتا ہے کہ اسے جھڑکا جاتا ہے، کئی کاموں سے اسے نفرت دلائی جاتی ہے اور کئی کاموں کا اسے شوق دلایا جاتا ہے جب کہ عارف شخص حقیقتوں کو جانتا ہے اور وہ مرید کی طرح نہیں ہوتا بلکہ حکم والے کام کرنے اور روکے ہوئے کاموں سے رکنے میں اس کی توہین نہیں کیونکہ اس مقام پر ایسے کاموں سے دور ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ مشائخ نے مرید کے بارے میں یہ خیال کیا ہے کہ اس کے قبضے میں ہونے والا دنیا کا مال دریا میں پھینک دینا، اس کو صدقہ کرنے سے زیادہ بہتر ہوتا ہے لیکن اس شرط پر کہ وہ مشائخ دل میں اس بات کی ذمہ داری لیں کہ وہ مال اسے اس وقت مل جائے گا جب وہ دنیا کی محبت کے خیال سے جان چھڑا لے گا جیسے سیدی مدین رحمہ اللہ وغیرہ کے ساتھ ہوا چنانچہ ان کا خیال ہوتا ہے کہ اس کے دل سے دنیا پاس رکھنے کا مادہ ختم کر دیں اور اس کے دل اور ہاتھ سے دنیا کی محبت نکال دیں اور جب اس کی حالت کمال کو پہنچ جائے تو اسے حکم دیدیا جاتا ہے کہ اس مال کو اپنے پاس روک لے اور وہاں خرچ کرے جہاں جہاں شریعت کا حکم ہے پھر مشائخ اسے حکم دیتے ہیں کہ وہ مال تباہ نہ ہونے پائے اور نہ ہی کسی غلط جگہ پر لگائے کیونکہ اللہ کا ادب اسی میں ہے۔ اسے ذہن نشین کرلو۔

جو شخص طریقت کے راستے پر نہیں چلتا تو زبان اس کے بارے میں کچھ کہنے کی ہمت نہیں رکھتی کیونکہ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ کے حکم آپس میں کچھ نہ کچھ گھل مل جاتے ہیں لیکن اگر وہ طریقت کی راہ پر چلے تو پھر کوئی حدیث، اثر اور اماموں کا قول، ایک دوسرے کے خلاف نہیں ہوتا بلکہ ہر ایک کو وہاں برتا جائے گا جہاں اس کا مقام ہوگا کیونکہ شریعت اس کے کلام میں ٹکراؤ پیدا نہیں ہونے دیتی بلکہ اس کا مقام اس سے آگے سمجھتی ہے کیونکہ وہ اپنے پاس بیٹھنے والے سے وہی کچھ کہتا ہے جو اس کے لیے مناسب ہوتا ہے جیسے اس شخص کو معلوم ہے جو شریعت کی چھان بین میں لگا رہتا ہے۔ واللہ غفور رحیم۔

کھانے کے بعد انگلیاں اور پیالہ چاٹنے کا حکم

امام مسلم رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انگلیاں اور پیالہ چاٹنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے ”تم نہیں جانتے کہ تمہارے کس کھانے میں برکت ہے۔“

گرنے والا لقمہ پونچھ کر کھالو

❁ مسلم ہی روایت میں ہے ”تم میں سے اگر کسی کے ہاتھ سے لقمہ گر جائے تو اسے اٹھا کر گرد و غبار

جھاڑے اور اسے کھالے، اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے اور پھر جب تک انگلیاں چاٹ نہ لے، ہاتھوں کو رومال سے نہ پونچھے کیونکہ اس کے علم میں یہ بات نہیں ہوتی کہ اس کے کون سے کھانے میں برکت ہے۔''

❁ مسلم شریف میں مرفوعاً ہے فرمایا ''شیطان تمہاری ہر شے کے پاس اس کی حالت کے مطابق جاتا ہے بلکہ اس کے کھانے کے پاس بھی جاتا ہے لہٰذا جب کسی کا کوئی لقمہ گر جاتا ہے تو اسے پکڑ لیا کرے۔''

❁ انہی کی ایک اور مرفوع روایت میں ہے فرمایا ''تم میں سے کوئی کھانا کھالے تو اپنی انگلیاں چاٹ لیا کرے کیونکہ اسے معلوم نہیں ہوتا کہ کون سی انگلی میں برکت ہے۔''

کھانے کے بعد انگلیاں پونچھنے سے پہلے چاٹ لیا کرو

❁ امام بخاری و مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو انگلیاں چاٹنے تک انہیں پونچھا نہ کرے۔''

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 171

کھانے کے بعد الحمدللہ کہنے کا حکم

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ کھانے پینے بلکہ ہر نعمت کے بعد اللہ کا شکر ادا کریں تا کہ پتہ چل سکے کہ اس کا انعام مان لیا گیا ہے اور پھر وہ نعمتیں ملتی رہیں چنانچہ جو کھا کر اللہ کا شکر نہ کرے تو وہ مویشیوں جیسا ہے اور کبھی یوں بھی ہو سکتا ہے کہ وہ نعمت چھین لی جائے اور اس کے بارے میں سخت دل ہو جائے جس پر وہ موت کی آرزو کرے تو یہ آرزو بھی پوری نہ ہو سکے۔

ماں باپ اپنے بچے کو الحمدللہ کہنا سکھائیں

بچے کے والد اور والدہ کے لیے مناسب یہ ہے کہ اسے الحمدللہ کہنا سکھائیں اور کسی ایک موقع پر اسے چھوڑنے نہ دیں تا کہ یہ اس کی عادت بن جائے، پھر اسے خبردار کریں کہ زبان سے کہتے وقت دل کی توجہ بھی اس کی طرف ہو کیونکہ جب دل شکر کرتا ہے تو سارے اعضاء کی طرف سے شکر ادا ہو جاتا ہے کیونکہ یہ اعضاء اس کی رعیت کہلاتے ہیں لیکن جب صرف زبان سے ذکر کرے گا تو کسی اور عضو کی طرف سے نہ ہو سکے گا۔

رہی یہ بات کہ نعمتیں ہمیشہ رہتی ہیں یا کسی اور کے پاس بھی چلی جاتی ہیں تو اسے بیان کرنے کا یہ موقع نہیں اسے صرف اللہ والے جانتے ہیں، حضور شارع علیہ السلام تو چھوٹی عقلوں کو ان امور کے ساتھ ڈراتے ہیں جن سے وہ ڈرا کرتے ہیں، مقصد یہ ہوتا ہے کہ انہیں اللہ کا ادب سکھائیں کیونکہ زیادہ تر سزائیں انہی کو ملتی ہیں جن میں عقل مکمل نہیں ہوتی جب کہ کامل عقل والے کو دنیا و آخرت میں ڈرانے کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ اسے علم ہوتا ہے کہ اس کے پاس ہونے والی لازی نعمت کو اللہ تعالیٰ کسی اور کی طرف اس وقت بھیجتا ہے جب وہ دوسرے کے پاس جانے سے پہلے اس سے فائدہ اٹھا چکا ہوتا ہے جب کہ ہر چیز کا مالک تو خدا ہی ہوتا ہے لہٰذا وہ شخص اس نعمت کے چلے جانے پر افسوس نہیں کرتا کیونکہ جو چیز چلی گئی وہ اس کا رزق نہ تھا۔

کامل عقل والے کے لیے لازم ہے کہ اپنے پروردگار کے متعلق اچھا گمان رکھے اور چونکہ بلند ہمت والا ہے لہٰذا روزی کے غم کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اپنے رب کا شکر کرے اور اس کے ساتھ ثواب یا سزا کے ڈر سے اپنے رب کی عبادت کرے۔

ایک آسمانی کتاب میں آیا ہے "اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس آدمی سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو جنت کی نعمتوں یا جہنم کے خوف سے میری عبادت کرے، کیا اگر میں جنت اور دوزخ کو پیدا نہ کرتا تو عبادت کا حق دار نہ ہوتا؟"

جو شخص اس ہدایت پر عمل کرنا چاہے تو اسے ایسے شیخ کی ہدایت پر چلنے کی ضرورت ہوگی جو اسے نفسانی سرکشی سے الگ کر دے اور وہ دنیاوی یا اخروی وجہ کی بجائے صرف اللہ کے حکم پر عبادت کرے اور یہ بات مرید کو طریقت میں قدم رکھتے ہی پر معلوم ہو جاتی ہے کیونکہ یہ کوئی اتنا بڑا مقام نہیں جیسے طریقت پر نہ چلنے والوں کا وہم ہے۔

اللہ کے فضل سے میں اس حقیقت تک اس وقت ہی پہنچ گیا تھا جب طریقت میں قدم رکھا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ جب میں نے مقام توحید کا مزہ لے لیا اور پتہ چل گیا کہ ہر کام اللہ ہی کے لیے ہوتا ہے تو میرے پاس ایسا کوئی عمل نہ تھا جس کے بدلے میں اللہ سے ثواب چاہتا، وہ اللہ تو مجھے ایسے صاف کیے آلہ کی طرح حرکت دیتا ہے جس پر کوئی ایسی شے نہ ہو جو کسی اور شے تک چلی جائے۔

رہی تکلیفیں تو وہ شرعی اضافتوں اور نسبتوں ہی کی وجہ سے ہوتی ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لائق طریقے کے مطابق اعمال کو ہماری طرف منسوب کیا ہے اور انہی پر ثواب و عذاب کی بنیاد رکھی ہے اور یہی چیز ہماری عقل میں آتی ہے کہ اللہ کی طرف سے ہم پر یہ دلیل قائم ہے لہٰذا اے بھائی! اللہ سے محبت اور اس کا حکم مانتے ہوئے اس کا شکر ادا کرو، اس لیے نہیں کہ وہ تجھے اس جیسی کوئی اور چیز دے گا، یوں تم اللہ کا ادب کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

کھانے کے بعد کی دعا

❁ ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا "جو شخص کھانا کھا کر یہ دعا مانگے. اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ ھٰذَا الطَّعَامَ وَ رَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّۃٍ تو اس کے پچھلے سب گناہ بخش دیے جائے گے۔"

مسلم، نسائی اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر اس وقت خوش ہوتا ہے جب وہ ایک لقمہ کھا کر اس پر شکر کرے اور پھر پانی کا گھونٹ پی کر بھی شکر کرے۔''

طبرانی اور ابن حبان نے لکھا ہے کہ ''نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اکٹھے ہو کر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ آگے لمبی حدیث بیان کرتے گئے اور یوں کہا رسول اکرم ﷺ نے بکری کے گوشت میں سے کچھ لے کر روٹی میں رکھا اور فرمایا اے ایوب! یہ فاطمہ کو پہنچا دو کیونکہ کئی دن ہوئے، انہیں ایسی چیز نہیں مل سکی اور وہ لے کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دے آئے۔ جب انہوں نے سیر ہو کر کھانا کھا لیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ روٹی، گوشت، کھجور اور تازہ کھجور ہے، اسی دوران آپ کے آنسو نکل آئے پھر فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، یہ وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں تم سے پوچھا جائے گا۔

یہ بات صحابہ کرام کے لیے بوجھ بن گئی تو آپ نے فرمایا جب تمہیں ایسی چیزیں ملیں اور تم انہیں لینا چاہو تو بِسْمِ اللہ کہا کرو اور جب پیٹ بھر لو تو یوں کہو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ هُوَ اَشْبَعَنَا وَ اَنْعَمَ عَلَیْنَا فَاَفْضَلَ۔ یہ اس کھانے کا شکرانہ ہو جائے گا۔

امام ابویعلیٰ نے مرفوعاً لکھا ہے ''جس نے کھانا کھایا اور سیر ہو گیا، پانی پی کر ضرورت پوری کر لی اور پھر کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ وَ اَشْبَعَنِیْ وَ سَقَانِیْ وَ اَرْوَانِیْ تو گناہوں سے یوں نکل جائے گا جیسے اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔''

حافظ منذری فرماتے ہیں کہ اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر **172**

اللہ سے لینے کا طریقہ

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ جب ہم اللہ کی نعمتیں لیا کریں تو اس وقت مکمل طور پر یوں پاکیزہ ہوں جیسے نماز اور طواف وغیرہ کے لیے ہوتے ہیں کیونکہ کھانے کے موقع پر وضو کے بارے میں علماء اختلاف رکھتے ہیں چنانچہ کچھ کہتے ہیں کہ اس سے مراد مکمل وضو ہے جب کہ دوسرے کہتے ہیں کہ اس سے مراد صرف ہاتھ دھونا ہے لہٰذا ہم احتیاط کے طریقے پر چلیں گے جس سے مراد مکمل وضو ہے اور اگر وضو ممکن نہ ہو تو ہم ہاتھ اور منہ دھو لیں گے اور کھانے کے بعد بھی یونہی کریں گے۔

یہاں کچھ راز کی باتیں ہیں جنہیں اللہ والے جانتے اور ان کا مزہ لیتے ہیں، وہ کتاب میں لکھی نہیں جا سکتیں، انہیں وہی جانتا ہے جسے معلوم ہے کہ قوم کا سردار ان کا خادم ہوا کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ سیدی محمد بن عنان رحمہ اللہ بڑے امیر شخص

کے ہاتھ سے مال لینے سے نہیں رکتے تھے اور نہ ہی اس سے خدمت لینے میں شرم محسوس کرتے اور فرمایا کرتے کہ جو شخص بڑے امیر کے ہاتھوں سے کچھ لینے سے نہیں رکتا تو گویا اس کی زبان حال یہ کہہ رہی ہوتی ہے تو مجھ پر سردار نہیں بن سکتا۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ کسی امیر کو اس کا موقع ہی نہیں دیتے تھے خواہ وہ چیز گوبر وغیرہ ہوتی، آپ اپنے آپ کی عبودیت، اور دوسروں کی سرداری دیکھا کرتے تھے اور فرماتے تھے ادب یہ نہیں کہ آقا سے خدمت لو خواہ وہ خوبصورتی کے لیے مطالبہ کرے جیسے ہم اسے اس بات سے پاک کرتے ہیں کہ وہ ہماری پلیدیاں دور کرنے والا ہے مرد تو ہر مقام کے لیے ہوتے ہیں اور ہر آدمی دیکھ رہا ہوتا ہے۔

اسی وجہ سے علماء کہتے ہیں کہ یوں کہنا جائز نہیں سبحان خالق الخنازیر حالانکہ سب جانتے ہیں کہ وہ انہیں پیدا کرنے والا ہے۔ اگر پردے دور کر دئے جائیں تو ہر شخص کی ذات اور پردے کے بارے میں اس سے اس بھید کی باتیں کریں جو ذاتوں کے ساتھ ذاتوں کی طرف سے قائم ہیں جیسے یہ حدیث اشارہ کر رہی ہے ''صدقہ اللہ کے ہاتھ میں جاتا ہے۔'' اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ واللہ غفور رحیم۔

❁ ابوداؤد اور ترمذی کے مطابق حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں نے تورات میں یہ پڑھا ہے کہ کھانے میں برکت یہ ہے کہ اس کے بعد وضو کرے، میں نے اس بارے میں نبی کریم ﷺ سے بات کی اور جو کچھ تورات میں پڑھا تھا، انہیں بتایا تو آپ نے فرمایا ''کھانے میں برکت، پہلے اور بعد میں وضو کرنا ہے۔''

حافظ عبدالعظیم رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کھانے سے پہلے وضو کرنا مکروہ جانتے تھے۔ لگتا ہے کہ انہیں اس بارے میں حضرت شارع علیہ السلام کی طرف سے کوئی روایت نہیں مل سکی۔ بیہقی لکھتے ہیں کہ یونہی حضرت ابن انس بھی اسے مکروہ جانتے تھے، یونہی امام مالک کہتے ہیں کہ امام شافعی نے اسے چھوڑ دینا سخت برا لکھا ہے اور دلیل اس حدیث سے لی ہے جسے مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے، وہ کہتے ہیں ''ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ بیت الخلاء میں گئے، واپس ہوئے تو آپ کے پاس کھانا لایا گیا، آپ سے پوچھا گیا کہ آپ وضو نہیں فرمائیں گے؟ تو فرمایا میں نماز تو نہیں پڑھ رہا کہ وضو کروں۔

❁ ابوداؤد اور ترمذی کی روایت میں ہے فرمایا ''مجھے اس وقت وضو کا حکم ہے جب نماز کی تیاری کروں۔''

❁ ابن ماجہ اور بیہقی نے مرفوع روایت لکھی ہے فرمایا ''جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے گھر میں زیادہ سے زیادہ خیر ہو تو کھانا آنے اور اٹھانے کے وقت وضو کرے۔''

حافظ عبدالعظیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں وضو سے مراد دونوں ہاتھوں کا دھونا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 173

حکمران کو عدل و انصاف کا شوق دلانا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی حکمران بنے تو ہم اسے رعیت میں انصاف کرنے، ان سے نرم برتاؤ کرنے اور شفقت کی ہدایت کریں اور اس سے کہیں کہ شرعی ضروری کام کے علاوہ ہر وقت ہر ایک کو اپنے پاس آ جانے کی اجازت دے کیونکہ جو حکمران اپنی رعیت کے ساتھ ایسا نہیں کرتا، اس کا مرتبہ گھٹ جاتا اور اس سے ہٹ جاتا ہے۔ جب بھی اللہ تعالیٰ کسی کو اپنے بندوں پر حکمران بنائے تو اسے ان کے لیے شفقت کرنے والے باپ اور مہربان ماں جیسا ہونا چاہئے۔

اس ہدایت پر عمل کرنے والے کے لیے شیخ کی ضرورت ہوتی ہے اور نفس کی محنت ضروری ہوتی ہے تا کہ وہ اپنے عام حکموں پر اپنی رعیت کی مخالفت کا مزہ لے سکے اور ان کی مخالفت سہارے کیونکہ یہ مخلوق والیوں کے ہاتھوں میں یوں ہوتی ہے جیسے بھیڑ بکریاں جو اس کے قبضے نکل کر کانٹوں بھری زمین میں چلی جاتی ہیں جب کہ خود وہ ننگے پاؤں ہوتا ہے، تو یہی سلسلہ مخلوق کا بھی ہے اور اگر وہ لوگ مویشی نہ ہوتے تو انہیں چرواہے کی ضرورت نہ ہو چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ نے اس وقت کلام فرمائی تھی جب انہوں نے بکریوں کو چرایا تھا چنانچہ ہر نبی نے بکریاں چرائی تھیں۔'' اس میں راز یہ تھا کہ آپ اپنی قوم پر صبر کرنے سے پہلے بکریوں پر صبر کرتے رہیں۔

ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ انہوں نے انتہائی مہربانی سے کام لیا تھا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ آپ بکریوں کو پانی پلانے لے گئے، ان میں لنگڑی بکری بھی تھی جو نہر کے کنارے سے پانی نہیں پی سکتی تھی، آپ اسے پیٹھ پر اٹھا کر پانی میں اترے تو اس نے پانی پیا۔

رعیت خواہ بادشاہ کی ہو، امیر کی یا کسی شیخ طریقت کی، وہ اس کا نفع نقصان ہوتے ہین چنانچہ انہی کے ذریعے اسے نفع اور انہی کے ذریعے نقصان ہوتا ہے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو لوگوں کا حکمران بنایا جائے تو اسے چاہئے کہ جب وہ اس کے حکموں کا انکار کریں تو وہ صبر کرے اور خصوصاً حکمرانی کے ابتدائی دور میں تا کہ وہ مطمئن ہو اور صبر و حوصلہ میں پختہ ہو جائے کیونکہ اصول یہ ہے کہ جس کی رعیت فرمانبرداری کرے تو وہ دھوکا باز ہوگا جو اپنا حوصلہ نہیں دکھاتا چنانچہ اس کی رعیت کا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اگر تم برداشت نہیں کرو گے تو رعیت بگڑ جائے گی، اسے کون سنبھالے گا۔

ہمیں پتہ چلا ہے کہ حضرت ذوالکفل علیہ السلام رسول نہ تھے، انہوں نے وقت کے رسول کی جگہ اس وقت لی جب وہ جنگ کرنے گئے تھے اور جاتے وقت کہہ گئے تھے کہ میرے بعد میری قوم سے اچھا برتاؤ کرنا چنانچہ وہ دن رات سویا نہ کرتے، ایک دن تنگ آ کر انہوں نے چاہا کہ دوپہر کو سو جائیں چنانچہ دروازہ بند کر لیا اور سر رکھ کر لیٹ گئے اتنے میں سب

سے پہلے نیند خراب کرنے والا واقعہ یوں ہوا کہ شیطان نے دروازہ کھٹکھٹایا، اس پر انہوں نے اپنا سر ٹھونکا تو شیطان نے کہا اٹھو، میرے اور میرے دشمن کے درمیان فیصلہ کرو۔

شیطان کا مقصد یہ تھا کہ انہیں بے چین کر دے تا کہ وہ خلافت چھوڑ دیں کیونکہ اس میں ان کے لیے بہت بڑا اجر تھا۔آپ اٹھے اور ان کا فیصلہ کر دیا۔ پھر دوسرے اور پھر تیسرے دن وہ پھر آیا اور یونہی کیا، اسی دوران اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں یہ بات ڈالی کہ یہ شیطان ہے چنانچہ اللہ سے استغفار کیا جس پر وہ چلا گیا چنانچہ اگر آپ صالحین میں سے نہ ہوتے تو وہ آپ کا دین تباہ کر دیتا لہٰذا ہر بننے والے حکمران کو ایسی بات کا خیال رکھنا چاہیے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ابلیس مریدوں کے دلوں میں ایسا وسوسہ پیدا کرتا ہے جو ہر لحاظ سے شیخ کی بے ادبی بنتا ہے تا کہ شیخ نفرت کرتے ہوئے ان سے منہ موڑ لے اور پھر انہیں لقمہ بنا لے جیسے مگر مچھ مچھلی کو بناتا ہے حالانکہ وہ مرید شیخ کے ساتھ ٹھٹھا کر رہا ہوتا ہے۔لوگ کہا کرتے ہیں کہ شیخ اپنے مریدوں کے لیے شکاری جیسا ہوتا ہے جو انہیں شیطانوں سے شکار کرتا ہے اور ان کے دانتوں سے انہیں چھڑاتا ہے۔

میرے ساتھ بھی ایک ایسا ہی واقعہ ہوا تھا اور وہ یوں کہ میرے تمام مریدین جو تنہائی میں رہتے تھے، سب کے رنگ تبدیل ہو گئے اور انہیں ذکر اور بھلائی کے کام مشکل دکھائی دئے اور پھر ان میں سے میرے قبضے میں ایک بال بھی نہ رہ گیا، میں نے خیال کیا کہ اس تنہائی سے نکل کر وہاں چلا جاؤں جہاں کوئی بھی فقیر نہ ہو۔

جب میں نے تنہائی سے نکلنے کا ارادہ کر لیا تو ابلیس اس کے سامنے دکھائی دیا، سیٹیاں بجاتا اور ناچ رہا تھا اور مجھ سے کہہ رہا تھا، پھنس گیا، پھنس گیا، پھنس گیا۔

اسی دوران میں واپس آیا تو وہ اور زیادہ بگڑ چکے تھے، انہوں نے چاہا کہ جب لوگ اکٹھے ہوں تو قرآن کو کاروبار بناؤ اور اس کے ساتھ ساتھ ذکر اور نبی کریم ﷺ پر درود شریف کی محفلیں بند کر دو جو ثواب کے لیے کی جاتی تھیں۔ میں نے نبی کریم ﷺ کی طرف توجہ کی کہ ان سے اس بارے میں حکم پوچھوں چنانچہ حضرت علی خواص رحمہ اللہ نظر آئے جو دروازے کی پچھلی طرف یوں کھڑے تھے کہ مجھے صرف ان کی ناک دکھائی دی، وہ مجھ سے فرما رہے تھے رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں کہ تم ان کی طرف سے اللہ کے حکموں کی مخالفت کی پرواہ نہ کرو اور ہر وقت انہیں نصیحت کرتے رہو۔

اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ اس موقع پر ابلیس کے وسوسے پر یہ میرے صبر کا امتحان تھا جب اس نے مجھ سے کہا تھا کہ ان کی تربیت سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا، انسان کو وہاں بیج ڈالنا چاہیے جہاں اگنے کی امید ہو لیکن جو بنجر زمین میں بیج بوتا ہے وہ کم عقل ہی ہوگا، میرے ذہن میں سے یہ بات نکل ہی گئی کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے یہ مطالبہ کر رہا کہ میں انہیں اس کے حکم ماننے پر مجبور کروں، وہ تو وہی چاہتا ہے جو اس نے اپنے اس فرمان کے ذریعے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے کہ ”تمہارے ذمے صرف یہی ہے کہ تم میری بات آگے پہنچا دو۔“

دین کی طرف بلانے والے کو تکلیف آنا وراثت محمدیہ ہے

رسول اللہ ﷺ انتہائی شفقت کی وجہ سے یہ چاہتے تھے کہ سب لوگ جنت میں جائیں جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”اگر تمہارا رب چاہتا، زمین میں جتنے ہیں، سب کے سب ایمان لے آئے تو کیا تم لوگوں کو زبردستی کرو گے، یہاں تک کہ مسلمان ہو جائیں۔“ اور یوں بھی فرمایا ”اور اللہ چاہتا تو انہیں ہدایت پر اکٹھا کر دیتا تو اے سننے والے تو ہرگز نادان نہ بن۔“ چنانچہ جو بھی اللہ کی طرف بلاتا ہے، اس کے ساتھ یہی معاملہ ہوتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوا تھا کیونکہ یہ محمدی وراثت ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کے ذہن سے یہ بات نکال دیتا ہے کہ نیک اور بدبخت انسان مٹی کی مٹھیاں قبضے میں لینے سے پیدا ہوئے ہیں لہٰذا انہوں نے ہرصورت ایسا کام کرنا ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جب وہ لوگ اس کی بے فرمانی کرتے ہیں تو وہ تنگدل ہو جاتا ہے چنانچہ عام طور پر ہر وقت اللہ کی طرف زیادہ سے زیادہ دھیان رکھتا ہے کیونکہ اللہ والے کہتے ہیں کہ دائمی طور پر کسی رکاوٹ کے بغیر اللہ کی طرف دھیان رکھنا ممکن نہیں اور کسی بشر میں یہ طاقت نہیں ہے۔ یہ ذہن نشین کر لو۔ میرے پاس ٹھہرے ہوئے مریدوں میں سے ایک نہایت سمجھدار مرید نے ایک مرتبہ مجھ سے کہا کہ اگر ہم آپ کی اتنی زیادہ مخالفت نہ کریں تو اللہ آپ کا اجر نہیں بڑھائے گا چنانچہ ہم آپ کی فرمانبرداری کریں یا نہ کریں، ہر حال میں آپ کو اجر ملے گا اور یہ دونوں صورتوں میں ملے گا چنانچہ اللہ کی توفیق سے دعا ہے کہ یہ بڑھتا چلا جائے۔ آمین کیونکہ اس نے میرے دل میں یہ ڈال دیا ہے کہ کاموں کا مزہ کرنے سے ہوتا ہے، سننے سے نہیں، وہ مجھے اس موقع پر سہارا دیتا ہے جب میرے قدم ڈگمگا جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے پاؤں بھی مضبوط کئے تھے چنانچہ ایک رسول کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے ”تو تم صبر کرو جیسے ہمت والے رسولوں نے صبر کیا۔“ پھر فرمایا ”تم اپنے رب کے حکم پر ٹھہرے رہو کہ بے شک تم ہماری نگہداشت میں ہو۔“ پھر فرمایا ”تم اپنے رب کے حکم کا انتظار کرو اور اس مچھلی والے کی طرح نہ ہونا۔“ اور اللہ کے راستے کی طرف بلانے والا کسی نہ کسی رسول کے قدم پر ہوتا ہے اور اس پر طاقت سے زیادہ جو بھی آزمائش آتی ہے تو وقتی طور پر اسے کسی چیز کی ضرورت پڑتی ہے، وہ صبر کرے تو اللہ اسے صبر دیتا ہے چنانچہ مسلمانوں کے حکمران کے علاوہ ایسا کوئی شخص دکھائی نہیں دیتا جس کا دل اور جسم رعیت سے اکتا نہ گیا ہو کیونکہ اسے ان کی طرف سے رنج پہنچتا ہے اور وہ رعیت کو ذمہ داری کا بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں ہوتا خصوصاً مسجدوں کے نگرانوں کو دیکھو، تمام حقدار انہیں زبانی تکلیف دیتے ہیں، حکمرانوں کے پاس ان کی شکایت کرتے ہیں اور انہیں برے کام کرنے کا الزام دیتے ہیں کہ وہ مسجد کا مال کھاتے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز اور ذمہ داری کا احساس

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ کے پڑوسیوں نے آپ کے گھر سے رونے اور گریہ زاری کی آواز سنی، اس بارے میں پوچھا تو پتہ چلا کہ انہوں نے اپنی بیویوں اور لونڈیوں سے کہہ رکھا ہے کہ میرے مرنے تک اگر تم

میرے قریب آئے بغیر ٹھہر سکتی ہو تو ٹھہری رہو، ورنہ آزاد کرتا یا طلاق دیتا ہوں پھر فرمایا مجھے حکم ہے جس کی وجہ سے میں تم میں سے ایک پر بھی توجہ نہیں دے سکتا تاکہ میں قیامت کے دن حساب سے فارغ ہو سکوں۔

پتہ چلا کہ آپ رات دن سویا نہ کرتے تھے، بیٹھے بیٹھے اونگھتے ہوئے چند جھٹکے لے لیتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اگر رات کو سو جاؤں تو اپنا آپ برباد کروں گا اور دن کو سو جاؤں تو رعیت کے حقوق ادا نہیں کر سکوں گا۔

میرے بھائی افضل الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک ایسے مومن کا حساب ایک ایسے دن میں ہوگا جس کی مقدار ایک نماز کے وقت کے برابر ہوگی جب کہ حکمران بننے والے مومن کا حساب بھی ایک ہی دن میں ہوگا جو پچاس ہزار سال جتنا ہوگا، اس میں اس سے خود اس کے اور اس کی رعیت کے حقوق کے بارے میں پوچھا جائے گا چنانچہ جو شخص اپنی حکمرانی کے حقوق پورے کر رہا ہوتا ہے تو شیطان اس کی ناک میں ہوتا ہے، وہ اس کے سامنے ایسے معاملات لاتا ہے جن سے وہ پریشان ہوتا ہے اور پھر اسے یقین ہو جاتا ہے کہ وہ اس حکمرانی سے ہٹ جائے گا۔ یہ تجربہ شدہ بات ہے کیونکہ حکمرانی میں انسان نعمتیں بھی لیتا ہے اور حکومت سے الگ بھی ہو جاتا ہے اور جب وہ معزول ہوتا ہے تو اس پر شرمساری ڈالتا ہے چنانچہ دوبارہ اسے چاہتا ہے اور وہ اس کے لیے مشکل ہوتی ہے، آخر حاصل کر لیتا ہے اور اس ولی جیسا ہو جاتا ہے جس کی ولایت چھین لی گئی۔

میرے بھائیوں میں سے ایک کے ساتھ واقعہ گذرا کہ آنے والے کئی لوگوں کی وجہ سے وہ سخت پریشان ہوا۔ اس پر میں نے اس سے کہا لوگ یہ آرزو رکھتے ہیں کہ انہیں بھی تمہارے جتنی نعمتیں ملیں، لوگوں کی مہمان نوازی کریں اور ان کی ضرورتیں پوری کریں۔ اس نے کہا میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ مصر میں چلا جاؤں اور ایسے گھر میں ٹھہروں جہاں مرید وغیرہ کوئی نہ ہوں چنانچہ اسی دن اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک شخص کو مقرر کر دیا جس کے پاس جعلی خطوط تھے، اس نے دعویٰ کیا کہ آنے جانے اور مقامی فقیروں کے دسترخوانوں کی رکھی رسد اس کی ہے چنانچہ تنہائی والے فقیر نے وہ رسد واپس کرنے کے لیے حکمرانوں کو رشوت دینا شروع کی لیکن انہوں نے اب تک اس کی بات نہیں مانی، میں نے اسے اس کی بات یاد دلائی تو اس نے استغفار پڑھا لہٰذا اے بھائی! جب بھی رعیت سے اکتا جاؤ تو ان پر صبر سے کام لو اور اس دور میں اسے مجبور سمجھو جو اپنی حکومت چھوڑ کر بھاگ جائے، اس سے ٹھٹھا نہ کرو۔ ورنہ اسی کی طرح تم بھی الگ کر دیئے جاؤ گے۔

مصری حکومت کے اہم رکن امیر محی الدین بن ابی اصبغ نے مجھے بتایا کہ کسی شخص کا ہمسایہ نہایت بد خلق قاضی تھا۔ وہ اپنا غصہ مخالفوں پر نکالتا تھا اور اس کا ہمسایہ اسے اکثر روکا کرتا اور کہتا رہتا کہ یہ کیسا خلق ہے۔ اس قاضی کا گھر اس کی عدالت کے اوپر ہی تھا چنانچہ جب اس کے ہمسائے نے اسے بہت مرتبہ روکا تو اس نے کہا اے بھائی! کل میرا مکان سنبھال لینا کیونکہ میں دوائی پینے جاؤں گا۔ اس شخص نے کہا ٹھیک ہے۔ اسی دوران اس کے ہاں ایک دشمن آیا جس نے دوسرے شخص پر یہ دعویٰ کر رکھا تھا کہ اس کے پاس میرے سو درہم ہیں۔ اس نے کہا کہ میرے ذمہ تو ایک بھی درہم نہیں۔ اس نے دعویٰ کرنے والے سے گواہ مانگے تو وہ گواہی کے لئے آٹھ گواہ لے آیا۔ اس نے کہا کہ یہ سب جھوٹے ہیں۔ وہ صفائی دینے والوں کو لے آیا جنہوں نے صفائی دے دی چنانچہ حق اس مخالف پر ثابت ہو گیا۔ اس نے کہا کہ اس قسم کی قسطیں کر دو لیکن

28

حق والے نے انکار کر دیا لیکن وہ اس وقت مانا جب اس کی روح پرواز کرنے کو تھی چنانچہ کہا کہ جیسے تم سے ممکن ہو کرلو، نصف روزانہ دے دیا کرو، اس نے کہا نہیں، اس قاضی نے روزانہ عثمانی دینے کو کہا لیکن اس نے کہا کہ میں نہیں دے سکوں گا، اس نے کہا کہ ہر جمعہ کو دے دیا کرو۔ اس نے کہا، نہیں دے سکوں گا، اس نے کہا کہ مہینے میں دے دیا کرو لیکن اس نے پھر انکار کیا، اس نے کہا کہ سال بھر میں ایک عثمانی دیا کرو، اس نے کہا کہ نہیں دے سکوں گا چنانچہ نائب قاضی اٹھا۔ اس نے اپنی پگڑی لے کر اس کے گلے میں ڈالی اور دبا دیا اور ٹھڈے مارنے لگا، وہ کہتا جا رہا تھا کہ میں عثمانی (سکہ) نہیں دے سکتا۔ پھر اصل قاضی کو بلایا اور کہا آیئے، میں آپ کے حکم پر نیچے اترتا ہوں، آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔

اے بھائی! میں نے تم سے یہ واقعہ اس لئے بیان کیا ہے کہ تم اس دور میں اس وقت گنجائش دو جب لوگ اپنی رعیت پر صبر نہ کریں کیونکہ اب وہ دسویں صدی ہجری میں داخل ہو چکے ہیں جس میں بڑے بڑے چھپ گئے ہیں کیونکہ وہ اس صبر کی شرطیں پوری کرنے سے عاجز ہیں جو لوگوں کو حق سے دور لے جا رہا ہے اور ولی کو اس بات کی تکلیف دیتے ہیں کہ ان سے تقدیر کے فیصلے روکیں حالانکہ خود وہ برے کام کئے جا رہے ہیں۔ اسے ذہن نشین رکھو۔ واللہ علیم حکیم۔

قیامت کے دن سات لوگوں پر سایہ

❁ امام بخاری ومسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''سات ایسے شخص ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس دن سایہ میں رکھے گا جب کہیں بھی سایہ نہ ہوگا پھر ان میں سے ایک کا ذکر فرمایا کہ وہ انصاف کرنے والا حکمران ہوگا۔''

❁ امام احمد، ترمذی، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''تین وہ شخص ہیں جن کی دعا رد نہیں کی جاتی افطاری کے وقت روزے دار کی دعا، انصاف والے حکمران کی دعا اور جس پر ظلم ہوا ہو، اس کی دعا۔''

انصاف پسند بادشاہ اللہ کی داہنی طرف

❁ امام مسلم اور نسائی نے مرفوعاً لکھا ہے، فرمایا ''اپنے گھر والوں اور غلاموں کے بارے میں انصاف کرنے والے اللہ کی داہنی طرف نور کے منبروں پر ہوں گے۔ جبکہ اللہ کے دونوں ہاتھ ہی داہنے ہیں۔''

تین اہم جنتی

❁ امام مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جنتی تین قسم کے ہیں ''سلطنت والا عادل انسان جسے اللہ تعالیٰ توفیق دے۔'' (الحدیث)

❁ امام طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''عدل و انصاف کرنے والے حکمران کی طرف سے ایک دن کا عدل، ساٹھ سال عبادت سے زیادہ مرتبہ رکھتا ہے۔'' (الحدیث)

28

امام اصفہانی کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے ''وہ دن جس کی راتوں میں تو نفل پڑھے اور دن میں روزہ رکھے لیکن کسی حکم کے موقع پر گھڑی بھر کا ظلم اللہ کے ہاں ساٹھ سالہ گناہوں سے بہت بڑھ کر ہے۔''

ترمذی اور طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''قیامت کے دن اللہ کو سب سے پیارا اور اللہ کے ہاں سب سے قریب شخص عدل والا بادشاہ ہوگا۔'' ایک اور روایت میں امام کی جگہ ''ساتھی'' کا لفظ لکھا ہے۔

آگے جا کر منہیات والی ہدایتوں میں کئی ایسی حدیثیں آرہی ہیں جن کا تعلق اس ظلم سے ہے جو حکم کرتے وقت پردے میں رہنے پر ہوتا ہے لہٰذا وہاں دیکھو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 174

مظلوم کی مدد کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اس شخص کی مدد کریں جس پر ظلم و زیادتی ہوئی ہو اور اپنے تمام بھائیوں کو بھی ان کی ہمت کے مطابق ایسا کرنے کو کہیں۔

اس ہدایت پر عمل کرنے کے لئے نہایت درجہ کی عقلمندی کی ضرورت ہے اور وہ یوں کہ دونوں مخالفوں کے لئے سب سے پہلے ایسے حالات پیدا کرے کہ وہ اس کا حکم سنتے ہی ایک اشارے پر فوراً ماننے کو تیار ہو جائیں، خاص طور پر جھگڑالو اور انکار کرنے والوں کے لئے ایسے حالات پیدا کرے کیونکہ ان میں سے کوئی خود ظالم ہوتا ہے لیکن وہ چاہتا ہے کہ ظلم میں لوگ اس کی مدد کریں اور جو اس کی مخالفت کرے، اس سے بدزبانی کرتا ہے اور اسے بہت تکلیف دیتا ہے۔

آج کل لوگوں میں یہ سلسلہ بہت چل رہا ہے، اسی لئے کچھ لوگوں نے لوگوں کے درمیان صلح صفائی کرانا چھوڑ دیا ہے اور خصوصاً بادشاہ سے تعلق والوں اور عربی لوگوں کے درمیان یہ سلسلہ ختم کر دیا ہے کیونکہ آپس میں دونوں مخالف ڈنڈوں اور ہتھیاروں سے ایک دوسرے کے ساتھ لڑتے ہیں اور کوئی شخص انہیں روک نہیں سکتا بلکہ کئی ایسے اہل کار ہیں جو مخالفوں میں صلح کرانے والوں سے لڑتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس لئے ہو رہا ہے کہ رعیت نرمی کے لائق نہیں لہٰذا اے بھائی! اگر تم اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتے ہو تو پہلے سیاست سیکھو اور بعد میں مظلوم کی مدد کرو ورنہ مظلوم والا سلوک اس سے ہٹ کر تمہارے ساتھ ہوگا اور خود تجھے کسی مددگار کی ضرورت ہوگی۔

میرے بھائی افضل الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں مظلوم کی مدد اس سے زیادہ نہیں کی جاسکتی کہ وہ اس دشمن کے ظلم پر صبر کرے اور اسے بتائے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے اور پھر اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے علم پر راضی رہے۔

میں نے اس اصول کا تجربہ کیا ہے چنانچہ اپنے دشمن کی طرف سے ملنے والی تکلیف پر صبر کیا ہے تو اللہ نے اسے ''

تکلیف پہنچائی جو میرے ذہن میں بھی نہ تھی۔

❁ حدیث پاک میں آتا ہے جب میرا کوئی بندہ میرے ہی بندوں سے ظلم سے بچنے کے لئے میری مدد چاہتا ہے تو اس کے دل سے مجھے یقینی پتہ چل جاتا ہے پھر زمین و آسمان کے فرشتے اس کی سفارش کر دیتے ہیں تو میں اسے ان پر غالب کر دیتا ہوں۔"

❁ حدیث میں یہ بھی آتا ہے "جو چپ ہو جایا کرے تو (ظالم سے بچانے کے لئے) میں اس کا ساتھی ہوتا ہوں۔" اور جب میں نے کہیں اپنے دشمن کی بربادی کے لئے اس کا تجربہ کیا تو میں دلی طور پر نہیں بلکہ صرف زبانی طور پر کچھ تکلیفوں میں اس کا مقابلہ کرتا دکھائی دیتا تھا کیونکہ میرے دل میں اس کے متعلق رحمت تھی اور ڈرتا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائے گا تو کہیں وہ اللہ کی پکڑ میں نہ آ جائے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے "اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔"

پھر یہ بھی تجربہ ہو چکا ہے کہ جو شخص صرف اللہ کی خاطر کسی سے ناراض ہوتا ہے تو وہ اس کی ناراضگی کی وجہ سے ایسے شخص پر ناراض ہوتا ہے اور جو صرف جاہلوں کی طرح کسی سے ناراض ہوتا ہے تو وہ اس کی ناراضگی کی وجہ سے اس پر ناراض نہیں ہوتا کیونکہ اس کی ناراضگی صرف اللہ کے لئے نہیں ہوتی۔

حضرت سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی تکلیف دینے والے کے خلاف اپنے کسی بھائی کو حوصلہ دیتا ہے تو وہ بھی اس کی مدد کر رہا ہوتا ہے۔ وہ شخص محنت کرنے والے فقیروں میں شمار ہونے کے لائق ہوتا ہے، عام لوگوں کی طرح نہیں ہوتا کیونکہ آج کل ایسے لوگ کم دکھائی دیتے ہیں جو اپنے اجر کے لئے صرف اللہ سے امید رکھیں اور معاف کرتے ہوئے درگذر کیا کریں جبکہ عام لوگ صرف دنیاوی معاملات کو سامنے رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ مقابلہ میں آ کر برائی کرنے والے کے خلاف اپنی مخلوق کو صرف تسلی دینے کی ہدایت فرماتا ہے لیکن جسے اللہ تعالیٰ یہ ہمت دے کہ وہ غصہ پی جائے اور ایسے شخص کا مقابلہ نہ کرے تو وہ کسی اختلاف کے بغیر افضل شمار ہوتا ہے حالانکہ مقابلے کی اجازت کے لئے شرط یہ ہوتی ہے کہ صرف اتنا سا مقابلہ کرے جس سے اس کا غصہ تھم جائے تاکہ غصہ تھم جانے کی بجائے کہیں بڑے فتنہ کی آگ نہ بھڑک اٹھے کیونکہ کچھ لوگ بعض اوقات برائی کے ذریعے دشمن کا مقابلہ کرنے سے رک جاتے ہیں تو دل میں اس کے خلاف غصہ بڑھ جاتا ہے اور پھر بعد میں دشمن کے خلاف اس کی طرف سے دشمن کا کئی گنا زیادہ نقصان ہو جاتا ہے اور جب اللہ والے برائی کا مقابلہ برائی سے کرنے میں غور کرتے ہیں تو مقابلہ کرنا چھوڑ دیتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ جب ہم نے کسی کی برائی کا مقابلہ برائی ہی سے کرنا ہے تو پھر برائی چھوڑ دینے کا کیا مقصد؟ ایسے تو ہم بھی برائی کرنے والوں میں شمار ہوں گے اور پھر اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے برابر کی برائی کرنے کے لئے برابری کی شرط صرف اس اشارے کے لئے لگائی ہے کہ اس کی پکڑ نہ کی جائے کیونکہ پوری برابری ممکن ہی نہیں ہوتی اس لئے کہ یوں برائی کی برابری نہایت مشکل ہوتی ہے کہ اس کا اثر بھی اتنا ہی ہو جتنا دشمن کا تھا، اتنی ہی اسے تکلیف پہنچے، اتنے ہی الفاظ ہوں، اتنا ہی کام ہو اور دشمنی کے موقع پر اتنی ہی مجلس والے ہوں وغیرہ وغیرہ لہٰذا اللہ والے فوراً درگذر کر جاتے ہیں۔ واللہ غفور رحیم۔

❁ ابو داؤد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص کس مقام پر کسی مسلمان کو ذلیل کرے کہ وہاں اس کا احترام نہ رہے اور اس کی عزت برباد ہو تو اللہ تعالیٰ اسے وہاں ذلیل کرتا ہے جہاں اس کی امداد کرنا چاہتا ہے اور جو شخص کسی ایسے مقام پر کسی مسلمان کی مدد کرے جہاں اس کی عزت برباد ہوتی ہو اور احترام نہ رہ جاتا ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے مقام پر اس کی مدد فرماتا ہے جہاں اس کی مدد پسند فرماتا ہے۔''

❁ ابو الشیخ ابن حبان رحمہ اللہ مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''اللہ کے بندوں میں سے کسی بندے کے بارے میں حکم ہوا کہ قبر میں اسے سو کوڑے لگائے جائیں لیکن وہ مسلسل سوال کرتا رہا، دعائیں کرتا چلا گیا جس پر صرف ایک کوڑے کا حکم باقی رہ گیا، اسی دوران قبر آگ سے بھر گئی اور جب یہ مشکل دور ہوئی اور اسے چین ہوا تو اس نے پوچھا کہ تم کس بناء پر مجھے کوڑے لگانا چاہتے تھے؟ فرشتوں نے کہا اس لئے کہ تُو نے ایک نماز وضو کئے بغیر پڑھی تھی اور پھر کسی مظلوم کے ہاں سے مدد کئے بغر گذر گیا تھا۔''

❁ انہی کی ایک مرفوع روایت میں یوں ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے میری عزت و عظمت کی قسم، میں جلدی یا کچھ دیر کے بعد ظالم سے ہر صورت میں بدلہ لوں گا اور اس شخص سے بھی بدلہ لوں گا جو کسی مظلوم کو دیکھے اور طاقت ہوتے ہوئے بھی اس کی امداد نہ کرے۔''

❁ ابو داؤد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو کسی منافق سے کسی مومن کی جان چھڑائے گا (راوی کہتے ہیں، میرا خیال ہے کہ آگے آپ نے یوں فرمایا) تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیج دے گا جو قیامت کے دن جہنم کی آگ میں اس کا جسم سڑنے نہ دے گا۔''

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''تم اپنے بھائی کی بہر صورت مدد کیا کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ اس پر ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ! وہ مظلوم ہو تو میرا حق ہے کہ اس کی مدد کروں لیکن اگر ظالم ہوا تو اس کی مدد کا کیا معنیٰ؟ فرمایا تم اسے دور ہٹا دو گے (یا فرمایا اسے ہر ظلم کرنے سے منع کر دو گے) تو یہی اس کی مدد ہوگی۔''

❁ مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے فرمایا ''آدمی کو ظالم یا مظلوم اپنے بھائی کی مدد کرنی چاہئے، اگر وہ ظالم ہے تو اسے ظلم سے روکے کہ یہی اس کی مدد ہوگی اور اگر مظلوم ہے تو اس کی مدد کرنی چاہئے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 175

ظالم سے خوف کے وقت مسنون دعائیں

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ظالم سے خوف کے موقع پر ہم وہ الفاظ پڑھیں جو حدیثوں میں آئے ہیں اور اگر

ہم ایسی حالت میں ہوں کہ ظالم کا مقابلہ کرتے وقت مقصد یہ ہو کہ کمزوری ظاہر کریں پھر اللہ اور ظالم کے والی کا ادب رکھیں اور ذہن میں یہ ہو کہ وہ ظالم ان گناہوں کی وجہ سے ہم پر قابو پا رہا ہے جن سے ہم نے اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہو جانے والی توبہ نہیں کی تو عقلمند کو چاہئے کہ اپنے گریبان میں جھانکے اور اپنے چھوٹے بڑے ہونے والے گناہوں وغیرہ کو پرکھتے ہوئے اور توبہ واستغفار کرے اس کے بعد اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑاتے ہوئے وہ دعائیں کرے جو حدیث میں ملتی ہیں۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ نے مجھ سے فرمایا تھا ایک کامل شخص کے لئے یہ مناسب نہیں کہ فوری طور پر ظالم سے اپنے آپ کو بچائے بلکہ وہ صبر کرے، رہے اس کے مرید تو انہیں حق پہنچتا ہے کہ ظالم کے مقابلہ میں اس کی مدد کریں۔ چنانچہ وہ ان کے کان بھرے یا مثلاً مریدی سے انہیں نکال دے، حضرت سیدی ابراہیم متبولی رحمہ اللہ یونہی کرتے تھے، وہ حکمرانوں کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف خود برداشت کرتے تھے، اپنے مریدوں کو پہنچنے نہیں دیتے تھے اور فرماتے تھے، میں بھائیوں کے لئے ایسا اس لئے کرتا ہوں کیونکہ وہ اپنا حق پورا ہونے تک صبر نہیں کر سکتے۔

سیدی علی خواص فرماتے ہیں کہ حال والوں میں سے میرا ایک مرید تھا جو بادشاہ اور اس سے کم درجہ لوگوں پر اثر و رسوخ رکھتا تھا لیکن کسی کو تنگ نہیں کرتا تھا لیکن بڑا فریبی تھا۔ ایک دن سلطان قایتبائی کا ایک خادم اس کے گدھے پر سوار ہو گیا اور قنطرۃ الموسکی سے مصر کو گیا جسے روضہ تک پہنچنا تھا۔ وہاں سے جیزہ اور پھر وہاں سے اہرام مصر تک جانا تھا، وہ بوڑھا شخص تھا، سپاہی تیزی سے چلاتا تو شیخ کہتے اے بیٹے! میرا لحاظ کرو کیونکہ میں کمزور ہوں لیکن وہ کوئی بات نہیں سنتا تھا چنانچہ جب وہ گھوڑوں کے اصطبل میں پہنچ گیا تو شیخ نے اس سے کرایہ مانگا، اس نے لوہے کی سلاخ سے انہیں مار کر دونوں ہاتھ اور مونڈھے توڑ دیئے چنانچہ شیخ واپس آئے اور کمزوری کی وجہ سے مہینہ بھر بستر پر لیٹے رہے۔

حضرت شیخ نورالدین شونی رحمہ اللہ نے مجھے بالکل اسی مکار شخص کے بارے میں بتایا کہ ایک شخص نے اس سے کہا کہ مجھے مسجد الخلفاء تک لے چلو جو قنطرۃ الموسکی کے قریب محلہ عبدالباسط کے بالمقابل تھی۔ اسے کرائے کے طور پر چاندی کے تین سکے دئے، اس شخص کے پاس ایک ٹوکری تھی جس میں بھنی ہوئی مچھلی تھی، وہ اس کے پیچھے تھوڑی دور گیا ہوگا کہ کہنے لگا اتر جاؤ یہی مسجد الخلفاء ہے لیکن اس نے دیکھا تو وہ مدینہ منورہ میں باب السلام کے سامنے کھڑا تھا۔ چنانچہ اس نے نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم کی زیارت کرتے ہوئے جنت البقیع بھی دیکھی، اس دوران شیخ مچھلی لئے کھڑے ہوئے اس کا انتظار کرتے رہے۔

جب وہ مکار شخص جنت البقیع سے نکلا تو کہنے لگا چاہو تو حاجیوں کے آنے تک یہیں ٹھہرو ورنہ میرے ساتھ چلو، شیخ نے کہا کہ میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں، اس پر وہ انہیں لے کر واپس ہوا لیکن یہ شرط لگا دی کہ یہ بات کسی کو نہ بتائیں، اسی دوران شیخ فوت ہو گئے۔

اس شخص نے بتایا کہ شیخ نے مجھے سلطان قایتبائی کے خادم کا وہ واقعہ سنایا جب وہ ان کے گدھے پر سوار ہوا تھا اور ربع الجیزہ کو گیا تھا تو اس نے کہا اے آقا! اگر میں آپ کی جگہ ہوتا تو اس خادم کو اپنی حالت کے زور سے قتل کر دیتا۔ لیکن انہوں نے کہا تھا اے بیٹے! اس دنیا میں رہتے ہوئے ہمیں تو اللہ نے ایسا حکم نہیں دیا بلکہ ظالم کے ظلم پر صبر کرنے کی ہدایت

کی ہے اور یہ سوچنے کا حکم دیا ہے کہ اسے اپنی کسی غلطی کا نتیجہ سمجھو۔

میں نے اپنے بھائی افضل الدین رحمہ اللہ کو یوں فرماتے سنا تھا کہ جسے "واعوذبك منك" (میں تیرے ذریعے تجھی سے پناہ مانگتا ہوں) کا مقام ملا ہو اور کوئی اس پر ظلم کر دے تو وہ اللہ کی تقدیر کے مطابق اللہ سے پناہ مانگے کیونکہ اس کے بغیر اور کوئی چارہ نہیں ہوتا اور پھر حضرت سید المرسلین محمد ﷺ کے بارے میں غور کرے کہ کیسے اللہ نے انہیں اپنی پناہ مانگنے کا حکم فرمایا ہے "تم فرماؤ! میں اس کی پناہ لیتا ہوں جو صبح کا پیدا کرنے والا ہے، اس کی سب مخلوق کی شر سے اور اندھیری ڈالنے والے کے شر سے، جب وہ ڈوبے اور ان عورتوں کے شر سے جو گرہوں میں پھونکتی ہیں اور حسد والے کے شر سے جب وہ جلے۔"

پھر فرمایا "اس کے شر سے جو دل میں برے خطرے ڈالے اور دُبک رہے، وہ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں، جن اور آدمی۔"

حالانکہ رسول اکرم ﷺ کا مقام تمام مخلوق سے بلند تھا لہٰذا اے بھائی! پیروی کرتے رہو اور ان دروازوں میں چلے جاؤ جہاں سے تمام بڑے بزرگ داخل ہوئے تھے اور اپنے مقصد تک پہنچنے کے لئے ان کے علاوہ کوئی اور راستہ تلاش نہ کرو کیونکہ سبھی راہیں بند ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر سبب کو اس کے ساتھ لٹکا دیا ہے جس کا وہ سبب بنتا ہے، مخلوق کو دوسری مخلوق کا محتاج بنایا ہے اور پھر سب کو اپنا محتاج بنایا ہے، خواہ مخلوق اسے پسند کرے یا نہ کرے۔ واللہ علیم حکیم۔

طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "جب تم میں سے کسی کو بادشاہ خوف ہو تو یوں کہہ لیا کرے اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ کُنْ لِّیْ جَارًا مِّنْ شَرِّ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ (یہاں اس کا نام لے) وَشَرِّ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ وَ اَتْبَاعِھِمْ اَنْ یَّفْرُطَ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْھُمْ عَزَّ جَارُکَ وَجَلَّ ثَنَاؤُکَ وَلَآ اِلٰہَ غَیْرُکَ۔

انہی کی ایک اور روایت ہے جس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب تم کسی خوفناک بادشاہ کے پاس پہنچو جس سے یہ خطرہ ہو کہ وہ تم پر غالب آ جائے گا تو یوں کہو اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَعَزُّ مِنْ خَلْقِہٖ جَمِیْعًا اَللّٰہُ اَعَزُّ مِمَّا اَخَافُ وَاَحْذَرُ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْمُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِہٖ مِنْ شَرِّ عَبْدِکَ فُلَانٍ وَّ جُنُوْدِہٖ وَ اَتْبَاعِہٖ وَ اَشْیَاعِہٖ مِنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اَللّٰھُمَّ کُنْ لِّیْ جَارًا مِّنْ شَرِّھِمْ جَلَّ ثَنَاؤُکَ وَ عَزَّ جَارُکَ وَ تَبَارَکَ اسْمُکَ وَلَآ اِلٰہَ غَیْرُکَ (تین بار پڑھے)

ابن ابی شیبہ کے مطابق حضرت ابومخلد رضی اللہ عنہ نے بتایا ہے کہ "جو شخص کسی ظالم سے ڈرتا ہو تو یہ دعا پڑھے، اللہ تعالیٰ اسے اس سے بچا لے گا رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَّبِیًّا وَّرَسُوْلًا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 176

شبہ والی چیزوں سے پرہیز کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ جب ہم ظالموں کے پاس جانا چاہیں اور ان میں گھل مل جانا پڑے تو اپنے آپ کو شبہ والی چیزوں سے بچائیں، حلال چیزیں کھانے کی کوشش کریں اور جب ایسا کرلیں تو اس کے بعد اس ظالم کے ہاں جاتے اور آتے وقت انشاء اللہ ہمیں کوئی نقصان نہ پہنچے گا لیکن جو ایسا نہیں کر سکے گا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ گناہوں میں پڑے گا اور ان کے عیب دیکھ کر خاموشی اختیار کرے گا کیونکہ جو شخص کسی سے نیکی کی امید لگاتا ہے، اسے خطرہ رہتا ہے کہ وہ اس پر کہیں ناراض نہ ہو جائے اگرچہ اس میں اللہ کی ناراضگی بھی ہوتی ہے اور یہ تجربہ کی بات ہے لیکن جو شخص ان کے پاس جانے پر ان کے مال وغیرہ کا لالچ نہیں رکھتا اور پاؤں چومتے ہوئے ان کے مال پر ڈاکہ نہیں ڈالتا، وہ اللہ سے ڈرتے ہوئے ان سے نرم برتاؤ نہیں کرے گا چنانچہ ایسا شخص گناہ سے بچ کر نکلے گا اور وہ اس بناء پر اسے قابو میں نہ لے سکیں گے کہ اسے ماریں، قید کریں یا اس سے کوئی نعمت چھین لیں۔

ذوالنون مصری گرفتاری اور رہائی

جب حضرت ذوالنون رحمہ اللہ کی چغلی کی گئی تو انہیں بیڑیوں سے باندھ کر مصر سے بغداد میں لایا گیا، یہ آزمائش کا وقت تھا، چنانچہ وہ انہیں لے کر ایک بڑھیا کے ہاں سے گذرے جو اپنے گھر میں کتان کا کپڑا بنا رہی تھی تو اس نے کہا یہ بھیڑ کیسی ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ انہیں خلیفہ کے پاس اس لئے لائے ہیں کہ انہیں قتل کر دے کیونکہ وہ لوگوں کے عقیدے خراب کر رہے ہیں۔

اس پر اس بڑھیا نے کہا کہ انہیں میرے پاس لاؤ، انہیں لایا گیا تو وہ کہنے لگی اے ذوالنون! اگر تم خلیفہ کے سامنے دشمن کے خلاف مدد چاہتے ہو تو اللہ کی عظمت پر نظر رکھو اور یوں سمجھو کہ تم، تمہارے یہ دشمن اور خلیفہ اللہ کے سامنے ہیں اور وہی فیصلہ کرے گا، خلیفہ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ورنہ اللہ تعالیٰ اسے تم پر غالب کر دے گا پھر اپنے دل میں آنے والی بات پر عمل نہ کرو ورنہ اللہ تمہیں اسی کے حوالے کر دے گا بلکہ خاموش رہو، اللہ کی مرضی پر راضی رہو اور انتظار رکھو کہ اللہ تعالیٰ خلیفہ کے منہ سے آپ کے بارے میں کیا کہلواتا ہے۔

آپ نے بڑھیا سے کہا کہ یوں ہی ہوگا۔

جب انہیں خلیفہ کے پاس لے کر پہنچے تو مصر والوں نے ان کے بارے میں کہا کہ یہ بے دین ہیں اور لوگوں کے عقیدے خراب کر رہے ہیں۔

خلیفہ نے پوچھا آپ کیا کہتے ہیں۔ آپ نے کہا میں کیا کہوں؟ نہیں کہوں گا تو انہیں جھوٹا کر دوں گا لیکن میں کسی مسلمان کو جھوٹا نہیں کہہ سکتا، یہ مصری مجھے لے کر یہاں اس لئے پہنچے ہیں کہ آپ میرے خلاف ان کی مدد کریں لیکن اگر ''ہاں'' کہتا ہوں تو اپنے آپ کو جھٹلاؤں گا تو اپنے آپ پر ظلم کروں گا چنانچہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اس بارے میں پوچھے گا۔

یہ سن کر خلیفہ چپ ہو گیا اور پھر کچھ دیر بعد کہنے لگا کہ اگر یہ شخص بے دین ہے تو روئے زمین پر کوئی بھی مسلمان نہیں۔ پھر آپ کے لئے ٹوکری منگوائی اور اس میں آپ کے لئے سونے کے بائیس یا چوبیس ''مُد'' (ایک پیمانہ) ڈال کر کہنے لگا کہ سفر کے دوران اسے خرچ کر لینا اور مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔

اس کے بعد حضرت ذوالنون اس بڑھیا کے ہاں گزرے اور کہا اللہ آپ کو میری طرف سے بہتر جزاء دے۔

ظالموں کے ہاں جانے کا طریقہ

حضرت سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں میں اتنا اثر ورسوخ نہ دے کہ وہ کسی کو نکال سکے، والی بنا سکے، انعام واپس لے سکے اور ان سے جو چاہے سلوک کر سکے تو اسے بار بار ان کے پاس سفارش نہیں کرنی چاہئے خصوصاً اس دور میں جبکہ ظالموں کے ہاں فقیر گھٹیا سمجھا جانے لگا ہے کیونکہ وہ اس کی سفارش یا تو اس لئے نہیں مانیں گے کہ فقیر لوگ صالحین کے طریقوں پر نہیں چلتے یا پھر اس بناء پر کہ لوگ ان کے ہاں سفارش کے لائق نہیں ہوتے۔

میں زہد کرتے ہوئے حکمرانوں کی ایک جماعت کے ساتھ رہا چنانچہ انہوں نے معزول ہونے یا فوت ہونے تک مجھے سفارش کا موقع نہیں دیا چنانچہ اے بھائی! تم ان کے مالوں اور تحفوں سے بچ کر رات دن ان کے پاس جاؤ اور سفارش کرتے رہو کہ اس سے انشاء اللہ تمہارا کوئی نقصان نہ ہوگا۔

ولی کا اشارہ اور پتھر سونا بن گیا

ایک مرتبہ سیدی شیخ ابوالحسن شاذلی رحمہ اللہ نے بادشاہ کے پاس ایک دن میں سو سفارش کی لیکن وہ ٹالتا رہا اور ایک بھی نہ مانی اور جب آپ سو سفارش کرنے کے بعد دوبارہ اس کے پاس گئے تو اس نے کافی درہم پیش کئے لیکن آپ نے واپس کر دیئے اور اس کے ساتھ ہی بادشاہ کے پاس پڑے گول پتھروں کی طرف اشارہ کیا تو وہ سونا بن گئے جس پر خلیفہ نے آپ کی مخالفت سے توبہ کی اور حکم دیا کہ آپ کی ہر ضرورت پوری کی جائے۔

سلطان بیبرس کے ہاں ابن عربی کی سفارش

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نے ''فتوحاتِ مکیہ'' شریف میں لکھا ہے کہ آپ سلطان بیبرس کے پاس اس کے ایک وزیر کی سفارش کرنے گئے جس پر ناراض ہو کر اس نے سے سولی کا حکم دیا تھا۔ اس پر بادشاہ نے کہا کہ میں اس کے

بارے میں آپ کی سفارش قبول نہیں کروں گا اور پھر ایسی باتیں بتائیں جن کی وجہ سے اسے قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ حضرت ابن عربی نے کہا اے ہمارے بادشاہ آقا! میں آپ کی رعیت میں ہوتے ہوئے اس بات پر اللہ سے شرم محسوس کرتا ہوں کہ لوگوں پر بردباری اور درگذر کا مظاہرہ نہ کروں، آپ خود ہی اندازہ لگائیے کہ بادشاہ کی طرف سے کس طرح درگذر ہونی چاہیے۔

شیخ فرماتے ہیں کہ سلطان نے میری سفارش قبول کر لی اور پھر اسی محفل میں ایک سو اٹھارہ ضرورتیں پوری کی گئیں۔

تو اے بھائی! ایسے لوگوں کا بادشاہوں، امیروں اور ظالموں کے پاس جانا ڈر کی بات نہیں لیکن جو دنیا سے پیار رکھتا اور پھر ظالموں سے ہدیے اور نیکیوں کی توقع رکھتا ہے تو اس کے بارے میں ڈر لگتا ہے کہ کہیں اپنا دین تباہ نہ کر لے۔ واللہ غفور رحیم۔

آگے چل کر ''منہیات'' والی ہدایات میں حضرت امام احمد رحمہ اللہ کی ایک مرفوع حدیث یوں آ رہی ہے فرمایا ''شکار کے پیچھے چلنے والا غافل ہو جاتا ہے اور بادشاہ کے دروازے پر جانے والا کسی نہ کسی آزمائش میں پڑ سکتا ہے اور پھر جتنا جتنا اس کے قریب ہوتا جائے گا، اتنا ہی اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا چلا جائے گا۔'' حدیث کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ بادشاہ کے ہاں جانے والا اگر اس سے دنیا کی امید لگائے تو اس کے بارے میں یہ حکم ہوگا۔

امام احمد وغیرہ مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''میرے بعد ایسے حکمران بھی آئیں گے جو اپنے اردگرد کے لوگوں میں گھرے ہوں گے، جھوٹ بولیں اور ظلم کریں گے چنانچہ جو شخص ان کے پاس جا کر ان کے جھوٹ کو سچ بنائے گا اور ظلم میں ان کی مدد کرے گا تو نہ وہ میرا اور نہ ہی میں اس کا ہوں گا اور جو ان کے پاس نہ جائے گا، نہ ہی ان کے جھوٹ کو سچ بنائے گا اور نہ ہی ان کے ظلم پر ان کی مدد کرے گا تو وہ میرا اور میں اس کا ہوں گا۔''

ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''آگے چل کر میرے امتی دین کی سمجھ حاصل کریں گے، قرآن پڑھیں گے اور کہیں گے کہ ہم امیروں کے پاس آ کر ان کی دنیا حاصل کرتے ہیں لیکن دین کے معاملے میں انہیں دور کر دیتے ہیں۔ حالانکہ ایسا ممکن نہیں ہو گا جیسے قتاد درخت سے صرف کانٹا ہی حاصل کیا جا سکتا ہے، یونہی ان کے قریب جانے سے اسے کچھ نہیں ملے گا۔'' ابن صلاح کہتے ہیں کہ ایسے شخص کو صرف گناہ ہی مل سکتا ہے۔

اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں جن میں سے بہت سی آگے جا کر ''منہیات'' میں آ رہی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 177

مخلوق پر شفقت کرنا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ہر مومن اور کافر مخلوق الٰہی پر یوں مہربانی کریں جیسے شریعت کا حکم ہے چنانچہ جس کے ساتھ جتنی رحمت ومہربانی کا حکم ہے، اتنا ہی کریں لیکن اتنی زیادہ مہربانی کرنے کی ضرورت نہیں کہ مثلاً بکری پر یوں رحمت ہو کہ اسے ذبح ہی نہ کریں کیونکہ اس کی ایک حد ہوتی ہے جس سے آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو ارحم الراحمین فرمایا ہے اور پھر بھی ہمیں جانور ذبح کرنے کا حکم دیا ہے چنانچہ ہم نرم دل سے انہیں ذبح کرتے ہیں لیکن جو رعیت، غلام، بچہ اور مویشی سیدھی راہ سے ہٹ جاتا ہے تو اس کو ادب سکھانے کے لئے نرم دلی سے مارتے بھی ہیں، مقصد یہ نہیں ہوتا کہ دل کو تسلی ہو بلکہ ہم ان سے زیادہ ان پر رحم کھاتے ہیں کیونکہ یہ محمدی وراثت ہے اور الحمد للہ ہم خود یونہی کرتے ہیں چنانچہ جب کوئی نیکی سے رہ جاتا ہے تو مجھے اس پر اتنا غم ہوتا ہے جتنا نیکی سے رہ جانے والے کو نہیں ہوتا اور میں چاہتا ہوں کہ ان کے ہاں دنیا کا مال صرف اتنا ہو کہ جس سے وہ بھوک مٹا سکیں اور جسم ڈھانک سکیں، اس سے زیادہ مال نہیں چاہتا جو انہیں ان کے پروردگار سے دور کر دے جبکہ وہ لوگ اس کام کو ناپسند نہیں کرتے۔

میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ وہ ایسی بیماریوں میں بھی گھر جایا کریں جو ان کے گناہ مٹاتی رہتی ہیں۔ اس پر ان سے خوش رہتا ہوں حالانکہ وہ ان گناہوں سے پریشان ہو جاتے ہیں اور تنگدل بن جاتے ہیں۔

میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ لوگوں کے ظلم پر وہ صبر سے کام لیں اور ان کی تکلیفیں برداشت کریں بلکہ وہ ٹھڈے ماریں اور جوتیاں ماریں تو اس پر بھی خوش رہیں پھر میں ان کی طرف سے اپنی خاطر مدد مانگنے کو بھی پسند نہیں کرتا حالانکہ وہ ایسا کرنا چاہتے ہیں اور یونہی مجھے ان کی اور ان کے دین کی فکر ان سے بھی زیادہ ہوتی ہے اور یہ سب رسول اللہ ﷺ کے حکم پر کرتا ہوں۔

آگے جا کر ''منہیات'' والی حدیثوں میں ایک واقعہ آ رہا ہے کہ آسمان سے چاندی کی زنجیر میں بندھی ایک تختی اتری اور سفید بلوری زمین پر رکھ دی گئی، اس میں، مَیں نے تین چشمے دیکھے جن میں سے ایسا پانی نکل رہا تھا جو دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ ٹھنڈا تھا، پھر دیکھا تو اوپر والے چشمے پر لکھا تھا ''یہ چشمہ کرسی سے شروع ہوتا ہے۔'' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ عرش کے نیچے والے چشمہ سے پیوں اور پھر میں نے خوب پیٹ بھر کے پی لیا۔ اس کے بعد میں نے علم تعبیر کے ماہر شیخ شہاب الدین کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا تو انہوں نے فرمایا تمہیں شریعت کے مطابق تمام جہان پر مہربانی کا موقع ملے گا چنانچہ سب جہانوں کے پروردگار کا شکر ادا کرتا ہوں۔

برتنوں سے بھی پیار، صوفیہ کا طریقہ

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں جہان پر رحم کی عادت کے لئے شرط یہ ہے کہ بے جان چیز کے ساتھ بھی وہی معاملہ کرے جو جاندار چیز سے کیا جاتا ہے مثلاً پانی کا کوزہ لے کر اسے نہایت مہربانی اور شفقت سے رکھے تاکہ رکھنے میں اسے تکلیف نہ ہو۔

کوزہ نے آہ بھری

فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے ناراضگی سے کوزہ رکھا تو اس نے آہ بھری، بس اس دن سے لے کر آج تک میں نرمی سے اسے رکھا کرتا ہوں۔

کتوں تک کی خدمت

حضرت علی خواص رحمہ اللہ کتوں کے پانی والے برتن بھرتے اور فرمایا کرتے کہ بیچارے مسکین ہیں، پیاس لگنے پر کنوئیں سے پانی نہیں بھر سکتے جبکہ لوگ انہیں گھروں میں داخل ہونے سے روک دیتے ہیں۔

چوپائیوں کو حوضوں سے پانی پینے کی صورت میں پلیدی کا اندیشہ ہوتا ہے۔

آپ اپنے کسی شاگرد کو ذبح خانے بھیج دیا کرتے تاکہ روزانہ بلیوں کے لئے وہاں سے چھیچھڑے اور تلی وغیرہ لے آئے اور فرماتے کہ آج کل اکثر لوگ گھریلوں بلیوں کو کچھ نہیں کھلاتے بلکہ وہ بھوکے ہونے پر جو کچھ ملے، اڑا لے جاتی ہیں اور پرواہ نہیں کرتیں۔

چیونٹیوں کی خدمت

آپ گھروں میں موجود چیونٹیوں کو تلاش کرتے اور ان کے سوراخوں کے منہ پر آٹا اور روٹی کا چورہ رکھ دیتے اور فرماتے کہ یہ انہیں روزی کے لئے بکھرنے سے روک لے گا کیونکہ چیونٹی بھوکی ہوتی ہے تو اپنے سوراخ سے نکلتی ہے کہ روزی مل سکے اور اس سلسلے میں وہ اپنا آپ، کھر یا پاؤں سے بچانے کے لئے تیار رکھتی ہے جس سے وہ یا تو مر جاتی ہے یا پھر اس کا پاؤں ٹوٹ جاتا ہے اور جب اسے اپنے سوراخ کے منہ پر کھانے کو مل جاتا ہے تو اسے نکلنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

مکھی کی خدمت، امام شعرانی

میں بتاتا ہوں کہ میرے ساتھ ایک واقعہ گذرا کہ میری بیوی فاطمہ قصبیہ یعنی میرے بیٹے عبدالرحمٰن کی والدہ پر شیر

نے حملہ کر دیا اور وہ مرنے کے قریب ہوگئی، جسم میں احساس نہ رہا، اس کی والدہ چیخنے لگی اور موت کی نشانیاں دیکھ کر سب گھر والے رونے لگے جس کی وجہ سے مجھے سخت غم ہوا کیونکہ وہ میری طبیعت کے موافق تھی، دین اور بھلائی کے کاموں میں مجھ سے اتفاق کرتی تھی۔ اسی دوران یکایک کسی نے کہا بیت الخلاء کے راستے کی طرف جاؤ، وہاں ایک مکھی دکھائی دے گی جسے کسی جاندار نے پکڑ رکھا ہے اور وہ چلا رہی ہے، وہ اسے کھانا چاہتا ہے لہٰذا اسے چھڑا دو، ہم تمہاری بیوی کو رہا کر دیں گے۔"

میں وہاں گیا اور سوراخ پر کان دھرا تو مکھی کے چیخنے کی آواز آئی، دیکھا تو سوراخ تنگ تھا جس میں انگلی داخل نہیں ہو سکتی تھی، میں نے آرام سے اس میں لکڑی ڈالی اور نکال کر اس جانور سے چھڑا دیا، اسی کے ساتھ ہی ام عبدالرحمٰن کو آرام ہو گیا اور اس کی والدہ کو سکون ہوا۔ یہ واقعہ میرے ساتھ واقع ہوا۔

انہی ہدایات میں پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت سیدی احمد بن رفاعی نے ام عبیدہ کے پاس ایک کتا دیکھا جسے خارش تھی، برص کی بیماری اور کوڑھ تھا، لوگ گھن کھاتے تھے چنانچہ انہوں نے اسے شہر سے نکال دیا، حضرت شیخ چالیس دن تک ام عبیدہ کے جنگل میں کتے کی خدمت کرتے رہے اور دھوپ سے بچاؤ کے لئے اس پر سایہ کر دیا پھر تیل لگاتے رہے جس کی وجہ سے اسے شفاء ہوئی تو اسے گرم پانی سے نہلایا اور کہنے لگے مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن یہ نہ فرمائے کیا تم میں اتنی بھی رحمت موجود نہ تھی کہ میری مخلوق میں سے کتے کا خیال رکھو۔

میرے بھائی افضل الدین نے ایک مرتبہ فرمایا یہ بھی ایک ادب ہے کہ بندہ جب گھوڑے پر سوار ہو تو اترتے وقت اس پر رحمت کرے اور ضرورت کے بغیر اس پر سوار نہ ہو پھر میں نے انہیں دیکھا کہ جب گھوڑے سے اترتے تو گدھی کا کُھر تبدیل کرتے اور اسے چوم لیتے اور اس سے کہا کہ مجھے حل میں لے چلو اور پھر اس کی منت سماجت بھی کرتے رہے جیسے زیادتی کرنے والے کرتے ہیں۔

آپ فرماتے تھے ایک فقیر کے لئے مناسب یہ ہے کہ اپنے کھانے پر آ جانے والی چیونٹی کے لئے تیل وغیرہ ایسی رکاوٹ اس وقت تک پیدا نہ کرے جو اس کے اور چیونٹی کے درمیان ہو جب تک اس میں سے اس کے لئے ایک حصہ نکال کر اس کے سوراخ پر نہ رکھ دے۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ جس پر قرآن کے حافظوں سمیت عام لوگ عمل کرنے کے لئے توجہ نہیں دیتے بلکہ کھانے کے کچھ حصے سے محروم ہو جانے پر ایک مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں "فلاں اور فلاں، فلاں شے میں سے کھا رہے ہیں اور میں کھڑا دیکھ رہا ہوں، وہ میری طرف اتنی چیز بھی نہیں پھینکتے جتنی فقیر کی بلی کو ملتی ہے۔" لہٰذا اے بھائی! تم شرعی لحاظ سے لوگوں کے درجوں اور فرق کے مطابق ان پر رحم کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔

- امام بخاری و مسلم، احمد اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کھاتا، اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔"

- امام احمد کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے "جو کسی اور کے لئے بخشش کی دعا نہیں کرتا، اس کی بھی بخشش نہیں ہوگی۔"

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''تم اس وقت ایمان والے نہیں بن سکتے جب تک ایک دوسرے پر رحم نہ کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی یارسول اللہ! ہم میں سے تو ہر ایک رحم کیا کرتا ہے۔ فرمایا یہ وہ رحمت نہیں کہ تم میں سے ایک، دوسرے پر کرے بلکہ یہ تو عام سی رحمت ہے۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو لوگوں پر رحم نہیں کھاتا، اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کھاتا۔''

❁ ایک اور مرفوع روایت یوں ہے فرمایا ''جو زمین والوں پر رحم نہیں کھاتا، آسمان والے اس پر رحم نہیں کھاتے۔''

❁ ابو داؤد اور ترمذی نے مرفوع روایت لکھی ہے فرمایا ''رحم کھانے والوں پر رحمٰن رحم کھاتا ہے لہٰذا زمین والوں پر رحم کھاؤ تو آسمان والا تم پر رحم کھائیں گے۔''

❁ امام احمد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''خود تم رحم کرو تو تم پر رحم ہوگا، کسی کے لئے بخشش کی دعا کرو تو تمہاری بخشش ہوگی۔ برے قول کے لئے دلیل ہے اور ان کے لئے بھی جو برائی کر کے جانتے ہوئے بھی اس پر اڑ جاتے ہیں۔''

❁ امام احمد، ترمذی اور ابن حبان نے مرفوعاً بتایا ہے فرمایا ''وہ ہم میں شامل نہیں جو بڑوں کی عزت نہیں کرتا، چھوٹوں پر رحم نہیں کھاتا، بھلائی کا حکم نہیں دیتا اور برائی سے نہیں روکتا۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''یہ بات قریش میں پائی جاتی ہے کہ جب انہیں رحم کرنے کو کہا جائے تو وہ رحم کرتے ہیں اور جب فیصلہ کرتے ہیں تو انصاف کیا کرتے ہیں۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اسے خوش ہونا چاہئے جو نقصان نہ ہونے پر بھی عاجزی کرتا ہے، کوئی مانگ نہ رہا ہو تو دل میں اپنے آپ کو ذلیل جانتا ہے اور اپنے جمع کئے ہوئے مال کو گناہ کے علاوہ کسی اور جگہ خرچ کرتا ہے۔''

جو رحم دل نہیں، بدبخت ہے

❁ ابو داؤد، ترمذی اور ابن حبان میں مرفوع روایت ہے فرمایا ''بدبخت کے علاوہ کسی اور شخص کے دل سے رحم لی اٹھائی نہ جائے گی۔''

بچوں کو چومنے کا حکم

❁ بخاری، مسلم، ابو داؤد اور ترمذی لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کو چوم رہے تھے کہ وہاں حضرت اقرع بن حبس تمیمی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انہوں نے دیکھ کر عرض کی میرے دس بچے ہیں جن میں سے میں نے کسی کو کبھی بھی نہیں چوما، حضور اکرم ﷺ نے انہیں دیکھ کر فرمایا ''جو کسی اور پر رحم نہیں کرتا، خود اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔''

❁ امام بخاری و مسلم فرماتے ہیں ''رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک اعرابی حاضر ہوا اور عرض کی کہ

آپ لوگ بچوں کو چومتے ہیں جبکہ ہم تو نہیں چومتے۔ اس پر رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا ''کیا میرے بس میں ہے کہ اللہ نے تمہارے دل سے رحم نکال دیا ہے؟''

❁ امام حاکم لکھتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کی ''یارسول اللہ! میں بکری کو ذبح کرنے پر رحم کرتا ہوں، اس پر فرمایا اگر تم اس پر رحم کرتے ہو تو اللہ تم پر رحم فرمائے گا۔''

❁ طبرانی اور حاکم نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے بکری لٹائی ہوئی تھی اور چھری تیز کر رہا تھا۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم چاہتے ہو کہ اسے کئی مرتبہ مارو؟ تم نے اسے لٹانے سے پہلے چھری کیوں نہ تیز کی؟''

حضرت عبدالرزاق رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ ایک قصاب نے وہ دروازہ کھولا جس میں وہ بکری تھی جسے ذبح کرنے کا ارادہ تھا، وہ اچھلی اور نبی کریم ﷺ کے پاس آ گئی، اس نے بکری کا پیچھا کیا اور پاؤں سے گھسیٹ لیا جس پر آپ نے بکری سے فرمایا کہ صبر سے کام لو، یہ اللہ کا حکم ہے اور اے قصاب! میں تجھے کہتا ہوں کہ اسے نرمی سے لے جاؤ۔''

حضرت عبدالرزق نے لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو ذبح کرنے کے لئے بکری کو پاؤں سے پکڑے گھسیٹے لے جا رہا تھا، آپ نے دیکھ کر فرمایا ''تم پر افسوس ہے، اسے موت کی طرف نرمی سے لے جاؤ۔''

❁ حضرت ابوداؤد کے مطابق حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نے بتایا ''ہم نبی کریم ﷺ کے ہمراہ سفر کر رہے تھے کہ آپ کسی وجہ سے ایک طرف ہوئے، ہم نے ایک مادہ پرندہ دیکھا جس کے ساتھ دو بچے تھے، ہم نے دونوں کو پکڑ لیا، اسی دوران وہ مادہ پرندہ آئی اور پھڑ پھڑانے لگی، اتنے میں نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے اور فرمایا ''اسے بچوں کے بارے میں کس نے پریشان کیا ہے؟ اس کے دونوں بچے اسے واپس کر دو۔'' پھر آپ نے وہ بل دیکھا جسے ہم نے جلا دیا تھا تو فرمایا ''اسے کس نے جلایا ہے؟ ہم نے عرض کی کہ ہم نے جلایا ہے، فرمایا ''اہلِ دوزخ کے علاوہ کسی کو آگ کا عذاب نہیں دینا چاہئے۔''

❁ امام احمد اور ابو داؤد نے یہ روایت لکھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے، دیکھا تو اس میں ایک اونٹ تھا، اس نے آپ کو دیکھا تو غمگین آواز نکالی اور آنکھوں میں آنسو آ گئے، آپ اس کے قریب پہنچے اور کان کی پچھلی طرف تھپکی دی جس پر وہ چپ ہو گیا۔ آپ نے پوچھا کہ اس کا مالک کون ہے؟ یہ کس کا ہے؟ اس پر ایک انصاری حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ! یہ میرا ہے۔ فرمایا کیا تم اس مویشی پر اللہ سے نہیں ڈرتے جس کا اللہ نے تمہیں مالک بنایا ہے؟ وہ مجھ سے شکایت کر رہا ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور کمزور کر رہے ہو۔''

❁ امام احمد کے مطابق حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں ایک دن نبی کریم ﷺ کے ہمراہ بیٹھا تھا کہ ایک اونٹ آیا، چال بے ڈھنگی تھی، وہ آپ کے سامنے گردن رکھ کر بیٹھ گیا اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ پھر مجھ سے فرمایا بہت افسوس ہوا، یہ اونٹ کس کا ہے؟ اسے کوئی پریشانی ہے چنانچہ میں اس کے مالک کی تلاش کرنے لگا، دیکھا تو وہ انصار میں سے تھا، میں نے اسے آپ کی طرف جانے کو کہا، آپ نے اس سے فرمایا تمہارا اونٹ کیوں پریشان ہے؟ اس نے عرض کی کہ اسے کیا ہوا ہے؟ بخدا مجھے تو معلوم نہیں کہ اسے کیا ہوا ہے؟ ہم اس پر بوجھ لادتے رہے اور نہلاتے رہے؛

انہیں عادت کے مطابق گناہ کرتے دیکھے گا تو وہ برائی ہلکی ہو جائے گی جو اس میں گناہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوئی تھی اور وہ اس لئے تھی کہ وہ اس کام پر لگ جائے جس سے توبہ کر چکا تھا۔

اس سے یہ بات تمہارے سامنے آ گئی کہ حرام اور شبہ والی چیزیں چھوڑنے کے لیے نفس سے جہاد کرنا لازم ہے اور اس کے بعد سارا دارومدار اس بات پر ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی حمایت کرتا ہے یا نہیں اور یہ بھی ذہن میں رکھو کہ بندے کو گناہ سے دور رہنے کا ثواب مل جاتا ہے خواہ وہ اس کے مقدر میں لکھا ہو یا نہ لکھا ہو، یہ بھی دیکھے کہ جس کے پاس شبہ والا کھانا آئے اور وہ اس میں سے کچھ نہ کھائے تو اس کے لیے مناسب یہ ہے کہ اللہ کی حمایت پر اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کھانے والے کو دیکھے، کوئی اور مقصد نہ ہو ورنہ اگر وہ اس کے حصے میں ہوتا تو اس میں سے ضرور کھاتا جیسے اسے کھایا جس کی دل میں خواہش تھی۔

اس کی وضاحت یوں سمجھو کہ کوئی پرہیزگار اپنے دل میں کہے کہ مثلاً میں فلاں ٹیکس لینے والے سے کھانا سکتا ہوں لیکن میں نے اپنے آپ کو روک رکھا ہے۔ وہ قسمت کو دیکھنے سے غافل ہے اور یہ جھوٹا وہم ہے چنانچہ پرہیزگار اور زاہد لوگ اس میں پرہیز اور زہد کرتے ہیں جو ان کی قسمت میں نہیں لیکن اللہ انہیں ثواب اس لئے دیتا ہے کہ وہ حرام کھانے سے صرف رک جاتے ہیں اور درحقیقت یہ اللہ کی طرف سے ان کی حمایت ہے۔ اسے ذہن نشین کرلو۔ واللہ علیم حکیم۔

❁ مسلم اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ خود پاکیزہ ہے لہٰذا پاکیزہ ہی کو پسند فرماتا ہے۔ اس نے مومنوں کو وہی حکم دیے ہیں جو اس نے رسولوں کو دیئے تھے چنانچہ فرمایا ''اے رسولو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ نیک بنانے والے کام کرو۔'' یہ بھی فرمایا ''اے مومنو! جو روزی ہم نے تمہیں دی ہے، اس میں سے حلال کھاؤ۔''

اس کے بعد آپ نے ایسے آدمی کا ذکر فرمایا جس نے لمبا سفر کیا، بال بکھرے اور گرد آلود تھے، ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے تھے اور کہہ رہا تھا اے رب! اے رب! اس کا کھانا پینا حرام اور لباس حرام تھا اور اسے حرام غذا ملی تو اس کی دعا کہاں سے قبول ہو؟''

❁ طبرانی نے روایت کی ہے ''حلال روزی کی تلاش ہر مسلمان پر لازم ہے۔''

❁ طبرانی اور بیہقی کی مرفوع روایت ہے، فرمایا ''حلال روزی کی تلاش فرض کے بعد (دوسرے درجے پر) فرض ہے۔''

❁ ترمذی اور حاکم بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو شخص پاکیزہ کھائے، سنت پر چلے اور لوگ اس کے شر سے بچے رہیں تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ایسے لوگ اس وقت آپ کی امت میں بہت ہیں، فرمایا میرے بعد بھی کچھ عرصہ تک رہیں گے۔''

❁ امام احمد، طبرانی مرفوعاً فرماتے ہیں'' فرمایا'' چار کام ہیں کہ جب تم میں ہوں گے تو دنیا میں رہ جانے والے تمہارے کاموں کا تم پر بوجھ نہیں ہوگا امانت کی حفاظت کرنا، بات سچی کرنا، اچھا اخلاق اور کھانے کی پاکیزگی۔''

❁ ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے، فرمایا ''ایسے شخص کو خوش ہونا چاہیئے جس کا کاروبار حلال ہو، سیرت نیک

اور فرمایا کہ اے اونٹ! چلے جاؤ، آج سے تم رضاء الٰہی کی خاطر آزاد ہو۔ اس پر وہ سرِ انور کے پاس بلبلایا تو آپ نے فرمایا آمین، دوسری مرتبہ بلبلایا تو پھر فرمایا آمین، پھر بلبلایا تو فرمایا آمین اور چوتھی مرتبہ بلبلایا تو آپ رونے لگے۔ اس پر ہم نے عرض کی یارسول اللہ! یہ اونٹ کیا عرض کر رہا ہے؟ فرمایا کہتا ہے کہ اے اللہ کے نبی! اللہ آپ کو اسلام اور قرآن کی طرف سے بہتر جزاء دے۔ میں نے کہا آمین۔ پھر کہا کہ اللہ تعالیٰ قیامت تک آپ کی امت کا رعب یونہی بنا دے جیسے آپ نے میرا رعب بنایا ہے۔ میں نے آمین کہا۔ پھر کہا اللہ تعالیٰ آپ کی امت کا خون بہنے سے یوں ہی بچائے جیسے آپ نے میرا خون بچایا ہے۔ میں نے پھر آمین کہا۔ اس نے پھر کہا اللہ تعالیٰ آپ کی امت میں لڑائی جھگڑا نہ رہنے دے، جس پر میں رونے لگا کیونکہ یہی وہ چیزیں ہیں جو اللہ تعالیٰ سے میں نے مانگی تھیں اور اس نے مجھے دے دیں لیکن یہ مجھ سے روک لی ہے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے یہ اطلاع دی ہے کہ میری امت تلوار کی وجہ سے فنا ہوگی، اللہ تعالیٰ نے جو لکھ دیا ہے، وہ ہو کر رہے گا۔

❁ بخاری وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''ایک عورت بلی کی وجہ سے جہنم میں گئی جسے اس نے باندھے رکھا، نہ تو اسے کھانے کو دیتی اور نہ چھوڑا کرتی کہ زمین سے چھوٹی موٹی چیزیں کھالے۔''

❁ انہی کی ایک اور روایت میں ہے ''ایک عورت کو بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا جسے اس نے قید کر رکھا تھا چنانچہ وہ مرگئی، قید کے دوران نہ تو اسے خود کھلاتی پلاتی اور نہ اسے چھوڑا کرتی کہ چھوٹے موٹے جانور کھا سکے۔''

❁ ابن حبان کی ایک روایت میں ہے کہ ''نبی کریم ﷺ نے وہ بلی دیکھی جو اِدھر اُدھر جاتے عورت کی اگلی اور پچھلی شرمگاہ کو نوچ رہی تھی۔'' یعنی اسے جہنم میں دیکھا تھا۔

❁ امام احمد اور طبرانی بتاتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا ''یہ تمہارے غلام ہیں تو انہیں بھی وہیں سے کھلاؤ جہاں سے تم کھاتے ہو، وہیں سے لباس بناؤ جہاں سے تم بناتے ہو اور اگر ان سے کوئی ایسی غلطی ہو جائے جو تم معاف کرنا نہیں چاہتے تو اے اللہ کے بندو! اسے بیچ دو، عذاب نہ دیا کرو۔''

❁ ترمذی کی مرفوع روایت یوں ہے فرمایا ''اگر یہ اچھا برتاؤ کریں تو اسے اچھا جانو اور برا کریں تو معاف کر دو لیکن اگر قابو میں نہ رہ سکیں تو اے اللہ کے بندو انہیں بیچ دو لیکن انہیں تکلیف نہ دو۔''

❁ ترمذی اور اصفہانی کی مرفوع روایت میں ہے فرمایا ''غلام بھی تمہارا بھائی ہے، اس سے اچھا برتاؤ کرو اور اگر دیکھو کہ اس پر ظلم ہوا ہے تو اس کی امداد کرو۔''

ابن حبان نے اپنی صحیح میں یہ مرفوع روایت درج کی ہے فرمایا ''اے اللہ کے بندو! ایک غلام کے لئے اس کے کھانے، پینے اور پہننے کا انتظام کرنا ہوتا ہے، اس سے اس کی ہمت کے مطابق کام لیا جائے لیکن کام لینا ہی ہو تو ان کی مدد لیا کرو اور اپنے جیسی مخلوق کو عذاب میں نہ ڈالا کرو۔''

❁ ابو داؤد وغیرہ کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے زندگی کی آخری بات یہ فرمائی تھی ''نماز کا دھیان رکھو اور اپنے قبضے میں موجود غلاموں کے بارے میں اللہ کا ڈر رکھو۔''

❁ ابن ماجہ کے مطابق آپ نے یوں فرمایا تھا ''نماز کی پابندی رکھو اور اپنے غلاموں کا دھیان رکھو۔'' یہ بات آپ بار بار فرماتے رہے اور پھر زبانِ اقدس نے کام کرنا چھوڑ دیا۔''

❁ طبرانی نے یہ مرفوع روایت درج کی ہے فرمایا ''اپنے غلاموں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، انہیں پیٹ بھر کر کھلاؤ، لباس پہناؤ اور ان کے ساتھ نرمی سے بات کرو۔'' (برتاؤ کرو)

ابو داؤد اور ترمذی لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی ''یارسول اللہ! میں غلام کو کتنی مرتبہ معاف کیا کروں؟ فرمایا ایک دن میں ستر بار درگذر کیا کرو۔''

اس بارے میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں اور کچھ آگے جا کر ''منہیات'' میں آ رہی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 178

حکمران کو اچھا وزیر رکھنے کی ہدایت دینا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے حکمران کو اس بات کے لئے تیار کریں کہ وہ اپنا وزیر کوئی نیک شخص بنائے اور اچھا راز دار ہمراہ رکھے جیسے خلفاء راشدین کا طریقہ رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ والی بننے اور لوگوں پر حکم چلانے میں ایک لذت اور نشہ سا ہوتا ہے جو عقل کو ہلا کر رکھ دیتا ہے جبکہ وزیر کے پاس وہ لذت نہیں ہوتی چنانچہ کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ بادشاہ یا ملک کا امیر کوئی کام یقینی طور پر کرتا ہے اور اسے درست سمجھتا ہے حالانکہ وہ درست نہیں ہوتا، اسی دوران وزیر آ جاتا ہے اور کہتا ہے اے میرے آقا! اگر آپ یوں کریں گے تو اس کا نقصان یہ ہوگا چنانچہ بادشاہ فوراً اس کام سے ہٹ جاتا ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے وہ سویا ہوا تھا، پھر جاگ اٹھا ہے۔

شاید اب نیک وزیر کا موجود ہونا ناممکن ہو چکا ہے اور ہوسکتا ہے کہ قیامت تک یونہی رہے۔ جس کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں جنہیں بیان کرنا لمبی بات ہوگی۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے دیئے گئے دیرینہ فرمان کے مطابق ملکوں پر نااہل لوگ حکمران بن گئے ہیں اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو پھر آپ کے فرمان کا الٹ ہو جائے گا حالانکہ آپ کا فرمان بالکل سچا ہے۔

دوسرے یہ کہ آج کل مخلوق اس لائق نہیں رہی کہ ان سے نرمی برتی جائے اور ان پر شفقت کی جائے کیونکہ وہ اس قدر گناہوں اور برے کاموں میں گھر چکے ہیں کہ زبانیں ان کا بیان کرنے سے عاجز ہیں جیسے کہ حکمران اور لوگوں میں گھل مل کر رہنے والے جانتے ہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ مخلوق اپنی عبادت میں کوتاہیاں کر رہی ہے، انہوں نے راتوں کا قیام اور دن کے روزے

29

چھوڑ دیئے ہیں اور وہ حرام یا شبہ والی چیزیں کھاتے ہیں اور جب ان میں سے کوئی دوسرے پر ظلم کر رہا ہوتا ہے تو وہ ظالم کے ہی ساتھ تعاون کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ امتِ محمدیہ کی حفاظت فرمارہا ہے

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس امت محمدیہ پر ہر وقت نظر رکھے ہوئے ہے اور انہیں حفاظت میں لے کر تمام ظاہر و باطنی آفتوں سے بچا تا رہتا ہے۔ وہ ان پر ظالم اور بے درد قسم کے حکمران صرف اس لئے مسلط کرتا ہے تا کہ ان کی عبادتوں میں رہ جانے والی کمی کو پورا فرما دے اور پھر یوں بھی ہوتا ہے کہ مصیبتیں اور مشکلات ان کے لئے صدقات و خیرات سے بھی زیادہ فائدہ مند ہوتی ہیں اور ان پر انہیں اجر بھی زیادہ ملتا ہے جس کا وزن بہت بھاری ہوتا ہے۔

سیدی ابراہیم متبولی رحمہ اللہ ظالموں اور ٹیکس لینے والوں پر لوگوں کی حفاظت کے لئے کوئی اچھا آدمی مقرر کرتے اور فرماتے کہ جب تم میں سے کوئی اس ڈیوٹی پر لگے اور ان میں بہتر کام کرے، تاجروں یا سربراہوں پر دھیان رکھے اور ان سے کچھ لیا نہ کرے تو ایسا شخص ان لوگوں سے افضل ہوتا ہے جو بیٹھے بیٹھے تسبیح پڑھا کرتے ہیں۔

ٹیکس لینے، دینے والوں کو ہدایات

آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ اپنے فائدے کے کام کرنے سے بچو اور مسلمانوں کے معاملات چلانے کے لئے اپنی نیت درست کرو اور جو ٹیکس ادا کرنے سے بھاگنا چاہے تو ٹیکس لینے والوں سے اس کا معاملہ چھپائے رکھو۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ ایک جانب رہنے والے شخص سے فرماتے تھے تم یہ خیال نہ کرو کہ لوگوں کو تنگ کرنے سے تمہارا مال بڑھ جائے گا، یہ یوں بڑھے گا کہ لوگوں کو ٹیکس سے چھٹکارا دلاؤ اور یوں تم اپنے اس طریقے کے ذریعے بادشاہی قرضوں سے بچ جاؤ گے کیونکہ تم نے کم سے کم ظلم کیا ہوگا۔

آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ جب تم حجاز یا شام کی طرف سے آؤ تو مصر میں پناہ لینے والوں کو کچھ نہ کچھ دینا عادت بنا لو لیکن نیت میں وہ پناہ لینے والے کے لئے امداد بنے، اپنے اوپر ٹیکس نہ سمجھو کیونکہ تم ہر وقت سلطان کی تلوار کے ماتحت ہو، اگر سلطان موجود نہ ہو تو تم میں سے کوئی بھی اپنا مال اور بیوی لے کر جنگلوں کی طرف نکل نہیں سکے گا۔

یہ بھی فرماتے تھے کہ ٹیکس لینے والوں سے جو کچھ بھی تم پوشیدہ کر سکتے ہو، کیا کرو لیکن اگر اس میں نقصان کا ڈر ہو تو مقرر ٹیکس دے دیا کرو کیونکہ جب تم میں سے کسی کو پتہ چل گیا تو وہ تم سے کئی گنا زیادہ مانگیں گے اور پھر بھی خوش نہ ہوں گے بلکہ ہوسکتا ہے کہ تمہیں قید کرلیں یا پھر ماریں۔

آپ فرماتے تھے کہ اگر تاجر لوگ اپنے مال سے واجب یا مستحب صدقات نکالتے رہا کریں تو ان پر ٹیکس لینے والا اور ظالم مسلط نہیں ہو سکے گا لیکن جب وہ بخل سے کام لیں اور اللہ تعالیٰ کا حق دینے سے رک جائیں تو اللہ تعالیٰ ان پر

ظالموں کو مسلط کر دیتا ہے۔

پھر فرمایا ہم اللہ سے فضل کی امید رکھتے ہیں کہ وہ آخرت میں اس نیکی کی وجہ سے ان کا حساب نرمی سے لے گا جیسے وہ عام ظلموں میں کیا کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اور تمہیں جو مصیبت پہنچی، وہ اس کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور بہت کچھ تو معاف فرمادیتا ہے۔''

جیسے لوگ، ویسے حکمران

اس سے معلوم ہوا کہ نیک حکمرانوں اور خلوص والے وزیروں کا دارومدار رعیت کے عملوں پر ہوتا ہے، عمل درست تو حکمران نیک اور عمل ٹیڑھے تو حکمران ظالم ہوتے ہیں اور اگر رعیت یہ کہے کہ ہم اپنے عمل درست نہیں کر سکتے تو ہم کہیں گے کہ پھر حکمرانوں کا اس میں کوئی گناہ نہیں، وہ تم سے بے پرواہ ہیں تو جیسے تم برے اعمال نہیں چھوڑ سکتے یوں ہی حکمران بھی برا بدلہ دینے پر مجبور ہیں، ان کا بہانہ بھی وہی ہوگا جو تم اپنے بارے میں کرتے ہو لہٰذا پہلے اپنی بنیاد درست کرو، پھر انہیں ظالم کہو اور اپنے آپ کو ٹیڑھے گنو اور سب مل کر اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو کیونکہ بخشش کہتے ہی اسے ہیں کہ اللہ کی تقدیر پر نظر رکھو، وہ جو فیصلہ فرماتا ہے، کوئی اسے ٹالنے والا نہیں ہوتا کیونکہ اندرونی طور پر اللہ کا ادب اسی میں پایا جاتا ہے لیکن اگر ذرہ بھر بھی تم اسے اپنے رب کے ذمے لگانا چاہتے ہو تو اسے چھپائے رکھو لیکن ظاہر یہ کرو کہ ہم نے یہ کام اپنے اختیار سے کیا ہے اور عذاب کے حقدار بنے ہیں اور جوان دونوں آنکھوں سے نہیں دیکھتا تو وہ فقیر اور فقیہ سے بھی اندھا ہے۔ واللہ غفور رحیم۔

❁ ابو داؤد اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جب اللہ تعالیٰ کسی حکمران کیلئے بہتری کا موقع بناتا ہے تو اسے کوئی سچا وزیر دے دیتا ہے جو بھولنے پر اسے بتائے اور یاد ہونے پر اس کی مدد کرے لیکن اگر اس کے علاوہ کوئی اور ارادہ رکھتا ہے تو اس کے لئے برا وزیر مقرر کر دیتا ہے جو بھولنے پر اسے یاد نہیں دلاتا اور اگر وہ یاد رکھے تو اس کی امداد نہیں کرتا۔''

نسائی شریف کی ایک روایت یوں ہے فرمایا ''تم میں سے جو شخص کسی قوم کا حاکم بنے اور پھر اللہ تعالیٰ اس کی بہتری کا موقع بنائے تو کوئی نیک شخص اس کا وزیر بنا دیتا ہے جو بھول جانے پر اسے بتاتا ہے اور یاد ہونے کی صورت میں اس کی مدد کرتا ہے۔''

❁ امام بخاری اور نسائی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ جو بھی نبی بھیجا اور جو بھی خلیفہ بنایا ہے تو اس لئے باطنی طور پر کسی کو مقرر ہے جو اسے بھلائی کرنے کو کہتا ہے اور اس کے لئے اسے تیار کرتا ہے اور ایک دوسرا باطنی شخص مقرر ہوتا ہے جو اسے برا کام کرنے کو کہتا ہے اور اس کے لئے اسے تیار کرتا ہے لیکن برے کام سے بچتا وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ بچاتا ہے۔''

ایک اور روایت میں یوں ہے ''اور وہ حکمران یا خلیفہ دونوں میں سے اسی طرف جاتا ہے جو خصلت اس میں زیادہ موجود ہوتی ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 179

نیکی کی تاکید کرنا اور برائی سے روکنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے سمیت ہر ایک کو نیکی کرنے کا کہیں اور برائی سے روکا کریں کیونکہ یہ دونوں کام واجب اور ضروری ہیں۔

اس ہدایت پر عمل کرنے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ شخص کسی سچے کے کہنے پر چلے جو اسے سمجھداری اور سیاست سکھائے جس کے ذریعے وہ اس مقام پر پہنچ جائے کہ لوگ اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے لگیں کیونکہ ایسے بہت سے لوگ ہوتے ہیں کہ سیاست کے بغیر ہی بھلائی کرنے کو کہتے اور برائی سے روکا کرتے ہیں چنانچہ اس گنہ گار یا ظالم کی وجہ سے برائی اور بڑھتی ہے۔

میں نے ایک فقیہ شخص کو دیکھا جو حمام میں کھڑے ایسے شخص کے پاس گیا جس کے ران ننگے تھے چنانچہ اس نے اسے حقیر اور گھٹیا جانتے ہوئے پاؤں سے ٹھوکر ماری اور کہنے لگا کہ یہ تمہارے لئے حرام ہے۔اس پر وہ شخص فقیہ کو ڈانٹتے ہوئے بولا، اگر میں سرے ہی سے دھوتی اتار دوں تو کیا کرلو گے؟ چنانچہ اس کے چڑانے کے لئے اس نے اپنی دھوتی اتار پھینکی لیکن اگر وہ سیاست جانتا ہوتا تو آرام سے اس کے ساتھ بیٹھتا اور اس کے کان میں کہتا کہ اے دوست! تم تو ایک عزت دار شخص ہو، اندیشہ یہ ہے کہ اگر تمہیں کوئی دیکھ لے گا تو تم پر اعتراض کرے گا جس پر آخرکار وہ اسے یوں کہے گا اللہ میری طرف سے تمہیں نیک بدلہ دے اور پھر اکثر ایسا ہوتا ہے کہ سیاست ہی کے بغیر انسان کسی کو بھلائی کرنے کا کہتا ہے اور برائی سے روکتا ہے تو اسے نقصان پہنچتا ہے تو وہ یوں کہہ اٹھتا ہے کہ ظالم تو خود میں ہوں جس نے فلاں کو نیکی کرنے کا کہا ہے یا اسے برائی سے روکا ہے لیکن اب میں توبہ کرتا ہوں کہ دوبارہ نہ تو کسی کو نیکی کرنے کا کہوں گا اور نہ ہی برائی سے روکوں گا چنانچہ وہ ایک کام لازمی کرنا خطرناک سمجھتا ہے اور اس سے توبہ کر لیتا ہے۔یہ سب سیاست میں کمی کا نتیجہ ہے۔

اے بھائی! یہ بات ذہن میں رکھو کہ نیکی کا کام کرنے اور برائی سے روکنے کا کام واجب ہے اور اس پر اجماع ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے"اور اگر اللہ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے تو ضرور زمین تباہ ہو جائے گی۔" اور دین اسی بات پر قائم ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی برائی بیان کی ہے۔"جو بری بات کرتے، آپس میں ایک دوسرے کو نہ روکتے، ضرور بہت ہی برے کام کرتے تھے۔"

برائی سے روکنے کی تین شرائط

رسول اکرم ﷺ نے برائی سے روکنے کے تین طریقے بتائے ہیں، ہاتھ سے روکو، زبان سے روکو اور دل سے برا جانو۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہاتھ سے برائی روکنے کا طریقہ ان حکمرانوں کے لئے ہے کہ اگر وہ کسی کو ماریں تو ان کی یہ مار گنتی میں نہ آسکے۔''

زبان سے برائی روکنے کا طریقہ علماء کے لئے جو اپنے علم پر عمل کرتے ہیں جو لوگوں کو نیک کام کرنے کے بارے میں کہیں اور برائی سے روکیں اور روکتے ہوئے خود برائی سے بچیں۔

دل کے ذریعے روکنے کا طریقہ کامل لوگوں کے لئے ہوتا ہے چنانچہ ایک عارف شخص اللہ کی طرف توجہ کر کے عرض کرتا ہے کہ اس کا شراب والا گھڑا توڑ دے چنانچہ وہ دو ٹکڑے ہو جاتا ہے اور ظالم کی طرف توجہ کرتا ہے تو اس کا وہ ہاتھ سوکھ جاتا ہے جس سے اس نے مظلوم کو مارا تھا۔

اس پر میں نے حضرت علی خواص سے عرض کی کہ رسول اللہ ﷺ نے تو اسے ضعیف ایمان شمار فرمایا ہے، انہوں نے فرمایا کہ یہ بالکل صحیح ہے کیونکہ انسان جب ایمان کے پردے سے احسان کے پردے میں آجاتا ہے تو ایمان والا پردہ باریک ہو جاتا ہے جس کا مفہوم وہ ایسی کمزوری لیتے ہیں جو احسان کرنے والوں کو دل کی آنکھوں سے نظر آتی ہے اور ایمان کی کمزوری یہاں وہ مراد نہیں جسے برا کہا جا سکے کیونکہ اس مال والا شخص ایمان سے پردے میں ہو کر بارگاہِ الٰہی تک ترقی کر چکا ہوتا ہے جسے مقام شہود کہتے ہیں جیسے کوئی شخص شیشے کی موٹی دیوار کی پچھلی طرف رکھی کسی شے پر ایمان لاتا ہے اور وہاں اسے کوئی نہیں دیکھتا، پھر وہ پتلی اور باریک ہوتی جاتی ہے اور آخرکار بلور جیسی ہو جاتی ہے جو اپنی پچھلی طرف پڑی ہر چیز دکھاتی ہے چنانچہ آدمی کے کمزور ایمان والا ہونے کا مطلب یہی ہے۔ رہے وہ اکثر لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے دل سے اسے برا جاننے تو برائی روکنے کا طریقہ یہ نہیں ہوگا بلکہ برائی باقی رہے گی جبکہ حضرت شارع علیہ السلام نے بڑا واضح فرمان دیا ہے کہ اس برائی کو دل سے روکے اور جیسے کہ ہم کہہ چکے ہیں کہ گھڑا توڑ دے، یہ برائی کی رکاوٹ نہیں۔ اسے ذہن میں رکھو اس کے باوجود ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ اسے دل سے برا ماننا ہر مسلم پر واجب ہے۔

شیخ ابراہیم متبولی رحمہ اللہ اپنے مریدوں سے فرماتے تھے کہ جب تم کوئی برا کام ہوتے دیکھو تو اسے اپنے دلوں ہی کے ذریعے تبدیل کرو، خصوصاً ان لوگوں کے برے کام جو اہلکار ہیں، ظالم ہیں اور بادشاہ کا لشکر ہیں، یہ کوشش نہ کرو کہ اسے ہاتھ یا زبان سے روکو کہ اس میں تمہارا نقصان ہوگا۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ اور کچھ فقراء مصر کے باہر فطریہ کی ایک جانب گولر نامی درخت کے نیچے ٹھہرے کہ اتنے میں بادشاہ کے خادموں کی ایک جماعت آگئی اور وہیں آٹھہری، انہوں نے شراب کے گھڑے اور پیالے نکالے جس پر ایک فقیر نے کہا اے آقا! ہم ان کے گھڑے توڑنا چاہتے ہیں، انہوں نے کہا کہ وہ تمہیں ماریں گے کیونکہ یہ گدھوں سے بھی بڑھ کر ہیں، ہاں تم میں سے اگر کسی کے پاس دل موجود ہے تو گھڑوں کو توڑنے کے لئے اللہ کی طرف توجہ کرو اور اس دوران وہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مصروف ہو جائیں چنانچہ ان میں سے ایک فقیر نے توجہ کی جس کی وجہ سے وہ گھڑے ٹوٹ گئے جس پر ان میں سے ہر ایک نے خیال کیا کہ دوسرے نے اس کا گھڑا توڑا ہے چنانچہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو ہتھیاروں سے مارنے لگے اور یوں وہ زخمی ہو گئے اور پھر اپنے استاد کے پاس جا کر ایک دوسرے کی شکایتیں کرنے لگے۔

اس پر شیخ نے کہا کہ انہوں نے یوں برائی تبدیل کی کیونکہ ایسے موقع پر فقیر کا ہاتھ اٹھانا مناسب نہیں ہوتا کیونکہ اٹھائے گا تو کاٹ دیا جائے گا۔

میرے بھائی افضل الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ایسے شخص پر تعجب کرتا ہوں جو دوسروں کی برائیوں کو تو تبدیل کرنا چاہتا ہے لیکن اپنی برائیاں تبدیل کرنے کی کوشش نہیں کرتا اور پھر اپنے برے کاموں کی خاطر دوسروں کو روکنا چھوڑ دیتا ہے اگر چہ یہ اس پر واجب تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کو برا قرار دیا ہے جو اپنے آپ کو بھلا کر دوسروں کے کاموں میں لگا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھلا دیتے ہو؟'' ایک مثال دیتے ہیں کہ ''پہلے اپنے آپ کو غرق ہونے سے بچاؤ اور یقین ہونے کی صورت میں پھر دوسرے کا ہاتھ پکڑو، اس وقت ہاتھ نہ پکڑو جب تم غرق ہونے لگو۔'' چنانچہ بھلائی کے حکم دینے اور برائی سے روکنے کا یہی طریقہ ہوتا ہے، تم اپنے آپ کو حکم دینے اور روکنے میں مصروف رہو، تم تو دوسروں کو حکم کرنے اور روکنے میں مصروف ہو اور یہ منع بھی نہیں ہاں اس صورت میں منع ہے جب تم صرف اپنے آپ کو روکو لیکن دوسروں کو روکنے کا پختہ ارادہ نہ کرو کیونکہ ایسی صورت میں تم اس شخص جیسے ہو گے جو دوسروں کو بھلائی کا حکم دینے اور منع کرنے سے خوف کھاتا ہے کیونکہ یہ سب گناہ ہے۔ ہاں سیاست یہ ہے کہ اس کے لئے کسی اور وقت کا انتظار کرو اور پھر یہ بات بھی ذہن میں رکھو کہ جو شخص شرابی ہوتے ہوئے کسی دوسرے سے کہتا ہے کہ شراب تم پر حرام ہے تو یہ بات اس پینے والے پر اثر نہیں کرے گی بلکہ وہ تو تم پر ہنسے گا اور کہے گا کہ یہ بات اپنے آپ کو سمجھاؤ چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے

''جب تم خود برا کام کرتے ہو تو کسی دوسرے کو اس سے نہ روکو، اس میں تم شرمندہ ہو گے کہ بہت برا کام ہے۔''

یہ کام اپنے آپ سے شروع کرو اور ایسی بے فرمائی سے اپنے آپ کو روکو اور جب تم خود اس سے رک جاؤ گے تو دانا شمار ہو گے۔''

یہ وہ ہدایت ہے کہ جس سے بہت لوگ غافل ہیں کیونکہ وہ برائی سے بچے نہیں ہوتے چنانچہ انہیں خدشہ رہتا ہے کہ جب وہ کسی کو روکیں گے تو لوگ کہیں گے کہ تم خود اس سے رکو اور فلاں فلاں برائیاں چھوڑ دو لیکن اگر وہ خود برائیوں سے بچے ہوں تو لوگ ان کی پیروی کو تیار ہوں گے۔ چنانچہ اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ انسان انسان جب تک خود نصیحت نہیں کرتا، دوسروں کو بھی نصیحت نہ کرے چنانچہ جب تک وہ خود دنیا کو نہیں چھوڑتا، دوسروں کو بھی نہ روکے، خود بخیل ہو کر دوسروں کو صدقہ کے بارے میں نہ کہے، خود سونے کی صورت میں دوسروں کو یہ نہ کہے کہ رات کو نفل پڑھو اور باقی اسی پر قیاس کر لو کیونکہ لوگ اس کے عمل دیکھیں گے تو اس کی بات پر کان نہیں دھریں گے لیکن ایسا ہمیشہ نہیں ہوتا بلکہ اکثر ہو جایا کرتا ہے چنانچہ لوگ اگر کسی کی نصیحت نہیں مانتے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کرتا کیونکہ انبیاء علیہم السلام اپنے معصوم ہونے کی وجہ سے اجماعی طور پر اپنے اپنے علم کے مطابق عمل کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود ان کی فرمانبرداری بہت ہی تھوڑے لوگوں نے کی تھی کیونکہ اطاعت کرنا یا نہ کرنا مٹی کی دو مٹھیوں کی وجہ سے ہوتا ہے (جن سے وہ پیدا ہوئے) جبکہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا (اللہ کا نبی) صرف اس لئے آیا کرتا ہے کہ ہر مٹھی والے کو دوسرے سے الگ کر دے، اس کے

علاوہ اس کا اور کوئی کام نہیں ہوتا، نہ ہی کسی کی نیک بختی اور بد بختی اس کے ہاتھ میں ہوتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اور ہم نہیں بھیجتے رسولوں کو مگر خوشی اور ڈر سناتے'' چنانچہ ہر راہبر کے لیے قیامت تک یہی حکم رہے گا اور لوگ جو یوں کہہ دیا کرتے ہیں کہ فلاں شخص کو سیدی شیخ کی وجہ سے برکت حاصل ہوئی ہے تو یہ صرف اس شخص سے عقیدت ہوتی ہے اور اگر وہ باریک نظر سے دیکھیں تو اپنی سمجھ کے مطابق اس میں فائدے کی بجائے نقصان زیادہ دیکھیں گے کیونکہ اس کی طرف سے بھلائی میں پیروی بہت کم ہوتی ہے اور مخالفت زیادہ چنانچہ یہ بات انہیں اس لئے نقصان دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں دلیل ان کے خلاف جائے گی اور ان کے پاس کوئی بہانہ نہ رہے گا اور اگر وہ انہیں حکم نہ دیتا، نہ ہی روکتا تو وہ کہہ سکتے تھے کہ اے ہمارے ربّ! ہمارے پاس تو ڈر سنانے والا کوئی بھی نہیں آیا چنانچہ اسی وجہ سے حضرت ابوالحسن شاذلی رحمہ اللہ نے اس وقت فرمایا تھا جب لوگوں نے آپ کے پیروکاروں کی تعریف کی اور بہت نفع والا کام قرار دیا تھا، کہ ہم کو ان کے نفع سے زیادہ نقصان پہنچا ہے اور یہاں نجات پانے والوں سے زیادہ تباہ ہونے والے پیدا ہو گئے ہیں کیونکہ ہم انہیں کوئی کام بتاتے ہیں تو وہ اس کی مخالفت کر کے تباہ ہوتے ہیں کیونکہ کسی چیز کو واضح کر دینے کے بعد انسان کی پکڑ اس کی بجائے زیادہ ہوتی ہے جب اس کے سامنے اسے بیان نہ کیا جائے لہٰذا ایک کامل شخص وہ ہوتا ہے جو نفع نقصان کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اگر چہ شریعت کی دلیلیں یہ بتاتی ہیں کہ بتانے والے پر اس لحاظ سے گناہ نہیں بنتا کہ وہ خلاف کرنے والے کی پکڑ کا سبب بنتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں ہمارا مقام بلند ہے لہٰذا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا چونکہ واجب ہے لہٰذا اس کے لئے استغفار کیوں جائز ہوگا؟ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرمایا ہے ''جب اللہ کی مدد اور فتح آئے (یعنی فتح مکہ) اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دن میں فوج در فوج داخل ہوتے ہیں تو اپنے رب کی ثناء کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو، بیشک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔'' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو استغفار کرنے کا حکم دیا ہے اور وہ اس لئے کہ جہاد اور امت کو ہدایت دینے میں مصروف رہنا بھی تو مخلوق کے ساتھ ایک قسم کی مصروفیت ہے اور جب رسول اللہ ﷺ نے وہاں سے اللہ تک ترقی کر لی اور مخلوق سے تعلق نہ رہا تو اس مقام سے استغفار کیا چنانچہ اس فرمان میں یہی اشارہ فرمایا ہے کہ ''میرا ایک وقت ہوتا ہے جس میں اللہ کے سوا کسی اور کی گنجائش نہیں ہوتی۔''، یعنی کسی اور کے ساتھ مصروف نہیں ہوتا جیسے نماز کی حالت میں ہوتا کیونکہ اس میں کسی اور کے لئے نیکی کا حکم اور برائی کی رکاوٹ نہیں ہوتی۔

ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر شروع کی تو جو حصہ تعمیر کرتے، صبح کو گر جایا کرتا، اس پر عرض کی کہ اے پروردگار! میں جب بھی تیرا گھر بناتا ہوں تو گر جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ میرا گھر اس کے ہاتھوں سے تعمیر نہیں ہو سکے گا جو خون بہاتا ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ کیا یہ تیری راہ میں نہیں بہتا، فرمایا ''ہاں لیکن کیا وہ میری مخلوق نہیں ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی ﷺ کو یہ فرمان اسی بات کی تائید کرتا ہے کہ ''اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی جھکو۔'' اس لئے کہ سلامتی اور صلح میں خون نہیں بہا کرتا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان سے قتل میں دیر کرنے اور ان کے کفر میں

جمے رہنے کو اولیت دی کیونکہ وہ مٹی کی دو الگ الگ مٹھیوں سے بنے ہوئے ہیں۔

یہاں کچھ راز کی باتیں ہیں جن سے اللہ والے ہی لطف اٹھا سکتے ہیں لیکن وہ کتاب میں لکھی نہیں جا سکتیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁ مسلم، ترمذی، ابن ماجہ اور نسائی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص تم میں سے کوئی برائی دیکھے تو اپنے ہاتھ سے تبدیل کرے، یہ نہ ہو سکے تو زبان سے بدلے اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو دل سے برا جانے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہوگا۔''

❁ نسائی کی ایک روایت میں ہے فرمایا ''جو تم میں سے کوئی برائی دیکھے اور اسے بدل دے تو وہ اپنی ذمہ داری سے بری ہو گیا، جو ہاتھ سے تبدیلی کی ہمت نہیں رکھتا اور زبان سے بدلے تو وہ بھی اپنی ذمہ داری نبھا چکا اور جو زبان سے نہیں بدل سکتا بلکہ دل سے برا جانے تو وہ بھی بری ہو گیا لیکن یہ کمزور ایمان والا ہوگا۔''

❁ امام بخاری کے مطابق حضرت عبادہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ہم نے تنگ حالی اور خوشحالی، خوشی و غم میں حکم ماننے کی شرط پر رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی، بیعت یہ تھی کہ ہم جہاں بھی ہوئے، بات سچی کریں گے اور اللہ کے معاملے میں کسی الزام دینے والے کی پرواہ نہیں کریں گے۔''

❁ ابو داؤد وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''سب سے بہتر جہاد یہ ہے کہ ظالم بادشاہ (یا فرمایا ظالم حکمران) کے سامنے صحیح بات کہہ دو۔''

❁ بخاری اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے ''اللہ کی حدوں پر قائم رہنے والے اور سزاؤں میں گھرنے والوں کو یوں سمجھو کہ جیسے ایک قوم کشتی کے بارے میں قرعہ اندازی کرے اور ان میں سے کچھ تو اوپر ہوں اور کچھ نیچے، نچلوں کو پیاس لگے تو اوپر والوں کے پاس جائیں اور کہیں کہ اگر ہم اپنی کشتی میں سوراخ کر دیں تو اوپر والوں کو نقصان نہیں پہنچائیں گے اب اگر وہ انہیں یونہی چھوڑ دیں اور پانی کا ارادہ نہ کریں تو سب ڈوب جائیں گے اور اگر ان کو ہاتھوں ہاتھ لیں تو وہ بھی بچ جائیں گے بلکہ سب بچ جائیں گے۔''

❁ ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، تمہیں لوگوں کو بھلائی کا حکم دینا ہوگا اور برائی سے روکنا ہوگا ورنہ آگے چل کر تم پر اسی وجہ سے پکڑ ہو سکتی ہے اور پھر دعا کرو گے تو قبول نہیں ہوگی۔

❁ ابو داؤد نے مرفوعاً بتایا ہے، فرمایا ''بنی اسرائیل میں سب سے پہلی بات یہ پیدا ہوئی کہ ان میں سے ایک آدمی دوسرے سے ملتا تو کہتا اے بندے! اللہ سے ڈرو اور جو کر رہے ہو، اسے چھوڑ دو کیونکہ یہ تمہارے لئے حلال نہیں، پھر اگلے دن ملتا تو وہ پہلے والے حال ہی پر ہوتا لیکن وہ اسے نہ روکتا بلکہ اس کے ساتھ کھانا کھاتا، پیتا اور بیٹھا کرتا اور جب انہوں نے یوں کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کچھ کے دلوں پر دوسروں کی وجہ سے مہر لگا دی اور فرمایا ''لعنت کئے گئے جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں داؤد اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی زبان پر، یہ بدلہ ان کی نافرمانی اور سرکشی کا جو بری

بات کرتے، آپس میں ایک دوسرے کو نہ روکتے، ضرور بہت ہی برے کام کرتے تھے۔ ان میں تم بہت کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں، کیا ہی بری چیز اپنے لئے خود آگے بھیجی، یہ کہ اللہ کا ان پر غضب ہوا اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے اور اگر وہ ایمان لاتے، اللہ اور ان نبی پر اور اس پر جو ان کی طرف اترا تو کافروں سے دوستی نہ کرتے مگر ان میں تو بہتیرے فاسق ہیں۔"

پھر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "ایسا ہرگز نہیں، بخدا تمہیں بھلائی کا حکم دینا ہوگا، برائی سے روکنا ہوگا، ظالم کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لینا ہوں گے اور پھر اسے موڑ کر صحیح جگہ پر لانا ہوگا۔" یعنی کبھی مہربانی سے، کبھی قہر سے اور یوں اسے حق کی پیروی پر مجبور کرنا ہوگا۔

❁ ابو داؤد، ابن ماجہ اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "جو شخص ایسی قوم میں رہتا ہو جس میں گناہ کئے جاتے ہوں اور وہ چاہیں کہ اس شخص میں تبدیلی لائیں لیکن خود تبدیل نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کے مرنے سے پہلے پہلے ان پر عذاب نازل فرمائے گا۔"

❁ حضرت ابو الشیخ اور بیہقی کے مطابق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ! سب سے بہتر شخص کون ہوتا ہے؟ فرمایا "جو لوگوں کے مقابلے میں اللہ سے زیادہ ڈرے، صلہ رحمی زیادہ کرے، بھلائی کی ہدایت زیادہ دے اور برائی سے زیادہ روکے۔"

❁ امام اصفہانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "اے لوگو! اس سے پہلے کہ تم اللہ سے دعا کرو جو قبول نہ ہو سکے، اور اس سے پہلے کہ تم استغفار کرو تو وہ بخشش نہ کرے، لوگوں کو نیکی کے لئے زور دیکر کہو، برائی سے روکو، کیونکہ نیکی کے بارے میں کہنا اور برائی سے روکنا، نہ تو روزی بند کرتا ہے اور نہ ہی موت کو قریب لاتا ہے کیونکہ یہودیوں کے کاہنوں، سرداروں اور نصاریٰ کے راہبوں نے جب نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے نبیوں کی زبانی ان پر لعنت فرمائی اور پھر مصیبت میں گھر گئے۔"

❁ انہی کی ایک مرفوع روایت یوں ہے لا الہ الا اللّٰہ، پڑھنے والوں کو فائدہ پہنچاتا رہے گا اور ان سے عذاب اور سختیاں دور کرتا رہے گا جب تک اس کلمہ کے حق کو حقیر نہ جانیں گے۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ! یہ حقیر جاننا کیونکر ہوگا؟ فرمایا گناہوں کے کام عام ہو جائیں گے چنانچہ لوگ نہ تو انہیں برا جانیں گے اور نہ ہی ان کو بدلیں گے۔"

علماء کو ایک مشورہ

ابو الشیخ اور بیہقی کے مطابق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم دیکھو کہ علماء لوگ ظالم کو ظالم کہنے سے خوف کھائیں تو ان سے الگ ہو جاؤ۔"

آگے چل کر "منہیات" میں کئی اور حدیثیں بھی آرہی ہیں۔ واللہ تعالیٰ عالم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 180

پردہ پوشی کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کی پردہ والی سب باتوں کو چھپائیں تاکہ ان کے نقص چھپ سکیں لیکن انہیں ان کی اطلاع ضرور دیں۔ اس کا سب سے پہلا فائدہ ہمیں دنیا و آخرت میں ملے گا کیونکہ جو کسی کی پردہ پوشی کرے گا اس کی بھی ہو گی اور جو لوگوں کو رسوا کرے گا تو برابر کے بدلے کے طور پر وہ خود بھی رسوا ہو گا۔

یاد رہے کہ جس شخص کی عقل کامل ہے تو اس سے بھی کوئی نہ کوئی گناہ ہو سکتا ہے اور اگر ابھی تک کسی گناہ میں گرفتار نہیں ہو سکا تو گرفتاری کے قریب ہو گا لہٰذا وہ ان تمام چیزوں پر نظر ڈالے جس میں لوگ گرفتار ہیں اور داعی کی طرف بلائے گئے ہیں تو وہ خود دیکھے گا کہ وہ بھی اسی کے لائق ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کو چھوڑ کر باقی سب لوگوں کی طبیعت ایک ہی ہے کیونکہ وہ معصوم ہیں، پھر سب سے برا ذکر اس شخص کا ہے جو گنہگار تھا اور پھر ان کے کسی ایک گناہ سے توبہ کر گیا جیسے پھر مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ زانی عوت نے آج صبح ہی توبہ کی ہے۔

پھر اے بھائی یہ بات ذہن میں رکھو کہ کوئی گنہگار جب تک اپنے اوپر دروازہ بند رکھتا ہے اور گناہ ظاہر نہیں کرتا تو اس پر پردہ ڈالنے کا حق ہے لیکن جب وہ پورے طور پر ظاہر کرتا ہے تو ہمیں بھی بتا دینے کا حق ہے اور یونہی تمہارے لئے جائز نہیں کہ دروازے کی پچھلی طرف، الماری یا بلند دیواروں کی پچھلی طرف کوئی ایسا کام کرتا دیکھ لو تو لوگوں کو نہ بتاؤ بلکہ اس بات کی خود اس سے بھی زیادہ حفاظت کرو البتہ اگر اس میں سے تھوڑا سا بتا دو تو حرج نہیں، ہو سکتا ہے کہ اس طرح وہ توبہ کر لے۔

یہ ایسی ہدایت ہے کہ اس پر عمل کرنا سرخ کبریت (سونے) سے بھی زیادہ کمیاب ہے چنانچہ عام لوگ تو کیا تم اپنے سچے دوستوں میں سے بھی کوئی نہیں دیکھو گے جو آنکھوں سے دیکھ کر کسی کا عیب چھپائے بلکہ وہ لوگوں میں اسے مشہور کرے گا اور جب بھی تم اسے چھپانے کو کہو گے تو اسے آگے بتانے کے لئے ہر بار نیا بہانہ بنائے گا۔

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی دوست کی خوب اچھی طرح آزمائش کئے بغیر اسے اپنا دوست نہ بناؤ کیونکہ وہ تم سے خوش رہنے کے دنوں میں تمہاری کوتاہیاں گن رکھے گا تاکہ تم پر ناراضگی کے دنوں میں دہرا سکے، ایسا ان لوگوں میں بہت دیکھنے کو ملتا ہے جو اللہ والوں کے علاوہ دوسروں کے ساتھ مل بیٹھتے ہیں۔

ناکار عقیدت مند کا بڑا نقصان

سیدی یوسف عجمی کے ساتھ ایک واقعہ گزرا کہ طریقت سیکھنے کے لئے ایک شخص ان کے پاس تین سال تک ٹھہرا رہا، انہوں نے اس کی طرف توجہ نہ دی اور جب اس نے بہت اصرار کیا تو انہوں نے کہا بیٹے! تم میرے ہاں بالکل بیٹے کی

طرح ہو اور میرا مقصد یہ ہے کہ تم میری پردہ پوشی کرو گے، آج رات میں نے ایک ایسے شخص کو قتل کر دیا ہے جسے میں نے اپنی بیوی کے پاس دیکھا ہے، یہ دیکھو وہ اس منفرد سے تھیلے میں بند ہے، آج رات ہونے پر اسے اٹھا لے جانا اور مٹی کے ٹیلے پر دفن کر دینا، اس پر میں تمہیں سونے کا ایک دینار انعام دوں گا۔

اس شخص نے یونہی کیا اور ادھر شیخ نے دوسرے ہی دن اس سے منہ موڑ کر اپنے حلقے سے نکل جانے کا حکم دیا اور اس کی سب ضروری چیزیں راستے میں پھینک دیں۔ بس پھر کیا تھا، شیخ کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ والی کا قریبی اور اس کا نائب شیخ کے پاس آ پہنچے اور ان پر قتل کا الزام لگا دیا، کہنے لگے کہ ہمارے پاس گواہ موجود ہیں جو بتائیں گے کہ اسے کہاں دفن کیا گیا ہے۔ اس پر شیخ نے ایک فقیر سے کہا کہ ان کے ساتھ اس ٹیلے پر جائے چنانچہ انہوں نے وہ تھیلا نکالا اور کھول کر دیکھا تو اس میں بکری کا بچہ تھا۔ اس وجہ سے اس پر دھوکے کا الزام لگا اور پھر ایک جمعہ کے بعد اسے سولی پر چڑھا دیا گیا۔

حضرت شیخ شمس الدین بوصیری رحمہ اللہ نے مجھے بتایا کہ انہوں نے تمیں سال تک سیدی شیخ ابو السعود جارحی کی خدمت کی تاہم شیخ کو اس سے ڈر لگتا رہا۔ ایک دن کہنے لگا اے شیخ! میں چاہتا ہوں کہ آپ اللہ والوں کے رازوں میں سے کوئی راز کی بات بتا دیں۔ انہوں نے فرمایا اے محمد! بخدا میں تمہیں ایسی بات بتانے سے مطمئن نہیں جس کی ہوا نکلنے پر تم اسے لوگوں کے پاس بیان کر دو۔

بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص آج کل لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنا چاہتا ہے وہ اپنے آپ کو مشقت میں ڈالے اور ہوشیار ہو جائے، غائبانہ طور پر اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اس وقت اس کی ناراضگی سے خوف رکھے جب وہ اس کے بندوں میں سے کسی کا ذکر کرے۔ خاص طور پر یہ کام باعمل علماء، سچے فقیروں کو کرنا چاہئے کیونکہ ان کی دیکھی جانے والی چیزیں بہت باریک ہوتی ہیں چنانچہ کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ بعض جھگڑالو ان کے عقیدوں میں خامی یا عملوں میں کوئی خرابی دیکھتے ہیں تو ان سے پوچھے بغیر لوگوں کو بتا دیتے ہیں جس پر اللہ ناراض ہو جاتا ہے کیونکہ ہر وہ شخص جو مخلوق کی بجائے اللہ کی طرف منسوب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے۔ ایسا وہ ہر دم کرتے ہیں، وہ کسی مخلوق پر کبھی بھروسہ نہیں کرتے اور نہ ہی کسی حکمران کے گھر سے اس کی شکایت کرتے ہیں خواہ ان سے کچھ بھی ہو جائے چنانچہ جب وہ اس کی وجہ سے اس کے غلاموں کی عزت کرتے ہیں تو یونہی وہ بھی ان کی عزت کرتا اور انہیں برا جانتا ہے۔

شیخ علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ اللہ والوں میں سے ہے اور پھر اپنے مریدوں سے تکلیفیں دور نہ کرے تو وہ جھوٹا ہوگا۔

ایک اور مرتبہ فرمایا کہ جب تمہارا نفس مسلمان کا راز ظاہر کرنے میں تم سے الجھے تو اس سے کہو کہ اس کا نتیجہ تو دیکھو کیونکہ جب تم اسے لوگوں کے پاس لے جاؤ گے تو لازمی نتیجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن تمہاری تمام لغزشیں لوگوں کے سامنے ظاہر ہو جائیں گی تو تم اس کے ہاں ذلیل ہو جاؤ گے جو دنیا میں تجھے اصلاح کرنے والا سمجھتا تھا کیونکہ کبھی نفس کسی چیز کو دیکھ کر اس پر پردہ ڈال دیتا ہے۔

جو شخص لوگوں کے عیب اپنی آنکھوں سے دیکھ کر انہیں ظاہر کرتا ہے اسے سوچنا ہوگا کہ اس کا نفس اللہ کو ناراض کر

رہا ہے اور بے عزت کرنے کا کام کر رہا ہے، اسی وجہ سے لوگ اسے کچھ نہیں دیتے، یہ تو گناہ، ناراضگی اور برائی کے کام ہیں اور کچھ نہیں۔ ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں معاف فرمائے۔

بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ عیبوں کی جاسوسی صرف فاسق و فاجر لوگ ہی کرتے ہیں کیونکہ جو دل برائی سے پاک ہوتا ہے، وہ لوگوں کے بارے میں بہتری خیال کرتا ہے۔

سیدی مدین رحمہ اللہ نے کسی فقیر کو دیکھا جو اس فقیر کی جاسوسی کر رہا تھا جو کسی بے ڈاڑھی جوان کے ہمراہ تنہائی میں گیا تھا جس پر شیخ نے اسے اپنے حلقے سے نکال دیا اور کہا اگر تم برائی والوں میں سے نہ ہوتے تو میں برائی کا خیال نہ کرتا۔ اس شخص نے توبہ کی تو شیخ نے اس کی توبہ قبول کر لی اور اسے حکم دیا کہ اپنے بھائیوں کے ساتھ ایسے شخص جیسا معاملہ کرے جو بدگمانی کے بغیر اس کے ساتھ بدگمانی کرتا ہے اور پھر دونوں صوفیوں کو حکم دیا کہ سب لوگوں کی تکلیفیں دور کر دیں اور ان دونوں سے کہا کہ جو شخص تہمتیں لگاتا پھرتا ہے تو پھر وہ اپنے بارے میں بدگمانی رکھنے والے کو برا نہ کہے، اس سے معلوم ہوا کہ جس نے حکمران کے گھر سے کسی کو تکلیف پہنچائی ہو تو اسے اللہ والوں کے راستے پر چلنے سے کچھ نہیں ملے گا لہٰذا اے بھائی اگر تم چاہتے ہو کہ دنیا سے نکلتے وقت تمہارا پردہ چاک نہ ہو تو لوگوں کے عیبوں پر پردہ ڈالا کرو۔ واللہ غفور رحیم۔

❁ مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو کسی مومن کے عیبوں پر پردہ ڈالے تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کے عیبوں پر پردہ ڈالے گا اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد کرتا ہوتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد میں مصروف رہے۔''

❁ مسلم کی ایک مرفوع روایت میں ہے فرمایا ''جو بھی شخص دنیا میں کسی کے عیبوں پر پردہ ڈالتا ہے تو اللہ قیامت کے دن اس کے عیب چھپائے گا۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جب بھی کوئی مومن کسی بھائی کا عیب دیکھے اور اس پر پردہ ڈالے تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔''

❁ ابو داؤد، نسائی، ابن حبان اور حاکم نے بتایا کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے کاتب نے ان سے کہا کہ ہمارے کچھ پڑوسی شراب پیتے ہیں اور میں سپاہی بلاتا ہوں کہ انہیں پکڑ لیں، فرمایا ایسے نہ کرو، انہیں نصیحت کرو اور خوف دلاؤ۔ انہوں نے پھر کہا کہ میں نے انہیں منع کیا لیکن یہ نہیں رکے، اب میں سپاہیوں کو بلاتا ہوں کہ انہیں پکڑ لیں جس پر حضرت عقبہ نے کہا تم پر افسوس، ایسا مت کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے سنا ہے جو شخص کسی کا عیب چھپائے تو یوں ہوگا جس نے قبر میں زندہ دفن ہونے والے کو زندہ کر دیا۔''

❁ ابو داؤد اور نسائی لکھتے ہیں کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے سامنے چار مرتبہ زنا کا اقرار کیا چنانچہ آپ نے انہیں پتھر مارنے کا حکم دیا اور حضرت ہزال سے فرمایا اگر تم اس پر پردہ ڈال دیتے تو بہتر تھا۔''

حضرت حافظ منذری نے فرمایا آپ کے حضرت ہزال سے یوں فرمانے ''اگر تم اس پر پردہ ڈال دیتے۔'' کا

مطلب وہ ہے جسے ابو داؤد وغیرہ کے مطابق حضرت محمد بن منکدر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ حضرت ہزال نے حضرت ماعز سے کہا کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضری دیں۔

حضرت ماعز بن مالک یتیم تھے اور اس وقت حضرت ہزال کی سرپرستی میں تھے، انہوں نے ایک قبیلے کی عورت سے ہمبستری کی تو حضرت ہزال نے ان سے کہا کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضری دو اور انہیں اپنا کیا بتاؤ، ہو سکتا ہے کہ آپ تمہارے لئے استغفار کر دیں۔

جس عورت کے ساتھ آپ نے ہمبستری کی اس کا نام فاطمہ تھا۔ کچھ اور بھی بتایا گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁ امام طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جسے کسی بھائی کا کوئی عیب دکھائی دے اور وہ اسے ڈھانپ دے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیب ڈھانپ دے گا۔''

❁ ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو اپنے مسلمان بھائی کا عیب چھپاتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا عیب چھپائے گا لیکن جو کسی مسلمان بھائی کا عیب ظاہر کر دے گا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے عیب ظاہر کر دے گا اور پھر اپنے گھر میں اسے اسی کی وجہ سے ذلیل کر دے گا۔''

ترمذی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''ان نئے مسلمانوں سے میں کہتا ہوں جن کے دلوں میں ایمان ابھی تک پکا نہیں ہوا، سن لو کہ مسلمانوں کو یوں ذلیل نہ کیا کرو کہ ان کے عیب تلاش کرتے پھرو کیونکہ جو کسی مسلمان بھائی کے عیب تلاش کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے عیب ظاہر کر دے گا کیونکہ وہ جس کے عیب نکالتا ہے تو اسے ذلیل کر دیتا ہے خواہ وہ اپنی سواری کے کجاوے میں چھپ بیٹھا ہو۔''

ایک دن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کعبے کی طرف دیکھا تو کہا تجھے اللہ نے کتنا عظیم بنایا اور کتنی عزت دی ہے لیکن ایک مومن تیرے مقابلے میں زیادہ عزت والا ہے۔

آگے جا کر ''منہیات'' میں اور حدیثیں آ رہی ہیں لہٰذا وہاں سے دیکھو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 181

حدود قائم کرنے والے حاکم کی مدد کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم حدوں کو قائم کرنے کے لئے اس شخص سے تعاون کریں جو انہیں قائم کرتا ہے، ان کا بھی تعاون کریں جو اپنے بچوں، شاگردوں کو ادب سکھاتے ہیں اور ان میں سے کسی کے آگے نہ تو رکاوٹ ڈالیں اور نہ ہی دین کی نشانیاں قائم کرنے کے لئے کسی رعایت سے کام لیں تاکہ جنہیں ادب سکھانے کے لئے حد اور کوڑے وغیرہ

لگائے جاتے ہیں، انہیں پاک صاف کیا جا سکے لیکن جو یہ کوشش کرتا ہے کہ انہیں حدیں اور کوڑے نہ لگیں تو وہ ان سے کینہ رکھتا ہوگا، ان کی پلیدی اور گندگی باقی رکھنے کے لئے ان کے دین میں انہیں فریب اور تکلیف دیتا ہوگا، اس کا خیال تو یہ ہوگا کہ وہ ان سے پیار کرتا ہے لیکن اس کا کام ایسا ہوگا جیسے وہ انہیں پسند نہیں کرتا لہٰذا اے بھائی! تم ایسے شخص کی سفارش نہ کرو جو شراب پینے یا کسی پر تہمت لگانے جیسے کام میں پڑا ہو جس پر حد کی سزا لگ جاتی ہے یا چھوٹے بڑے سے بداخلاقی کی بنا پر اسے ادب سکھانے کی ضرورت ہو یا صرف ماں یا صرف باپ سے بدتمیزی کی بنا پر اسے ادب سکھانا ہو یا شاگرد کو استاد کی بدتمیزی پر ادب سکھانا ہو کیونکہ ایسے کام اس سے کینہ شمار ہوتے ہیں بلکہ جہاں تک ممکن ہو تمہیں اس بات میں اس کی مدد کرنا ہوگی خواہ وہ دنیا یا اپنے بچپن میں تم سے ناراض کیوں نہ ہو کیونکہ آخرت میں پہنچ کر وہ اس پر تمہارا شکریہ ادا کرے گا یا طریقت میں مردوں کے درجے پر پہنچ کر تمہارا شکر ادا کرے گا اور تم سے کہے گا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں میری طرف سے اچھی جزاء دے۔

ادب سکھانے والے کے لئے مناسب یہ ہے کہ ادب سکھانے کے لئے مارتے وقت پہلے اپنے آپ پر نظر ڈالے کیونکہ ایسا ممکن ہے کہ اس کے پاس کھڑے بچے کو اس کی مثلاً بیوی کے بارے میں شکایت ہو کہ تم اس کی ضرورتیں کم ہی پوری کرتے ہو، اس کے بعد تم اس پر ناراضگی دکھاؤ کیونکہ ایک فقیہ عام طور پر اپنی بیوی کی بات پر بہت توجہ دیتا ہے چنانچہ اس پر دودھ پیتے بچے کے بارے میں تہمت لگا دیتا ہے اور اس کا کوئی عیب نکال کر اسے غلط قرار دیتا ہے اور پھر اس لئے اسے مارنے لگتا ہے کہ اسے ادب سکھا رہا ہے حالانکہ یہ اس کی بیوی پر محض الزام ہوتا ہے۔

ایک بہت بڑے عالم شیخ نور الدین جارحی رحمہ اللہ نے مجھ سے کہا ''اے بیٹے! تم نے میری عقل کی خامی کا پتہ لگا لیا ہوگا۔ میں نے کہا کس بات سے؟ انہوں نے کہا کہ میں دن کے وقت بچوں کے ساتھ بیٹھتا ہوں جبکہ رات کو عورتوں کے پاس بیٹھا کرتا ہوں چنانچہ میری طبیعت پر ان کا اثر ہے۔'' لہٰذا ایک فقیہ کو ایسے کام سے بچنا چاہئے، لیکن جب طریقت کا شیخ کسی مرید کو ادب سکھا رہا ہو تو اس کے بارے میں یہ نہیں کہنا چاہئے کہ اپنے آپ کو پرکھو کیونکہ مشائخ حضرات ملاوٹ اور دلوں کو تسلی دینے کی عادت سے بچے ہوتے ہیں۔ وہ اپنے شاگرد کو صرف شفقت اور مہربانی سے ادب سکھاتے ہیں جیسے ماں اپنے بیٹے کو مارتی ہے اور کبھی سوئی بھی چبھو دیتی ہے جس سے خون بھی نکل آتا ہے، ایسے میں اسے ہر ایک یہی کہے گا کہ وہ اسے ادب سکھا رہی ہے اور شیخ کا معاملہ بھی یونہی ہے۔

ہر ایسا مرید جو اپنے شیخ کو دیکھے کہ وہ اپنے شاگرد کو ادب سکھا رہا ہے اور اسے اس کی نفسانی خواہش قرار دے تو اس کا شیخ سے کیا ہوا معاہدہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس پر لازم ہوتا ہے کہ نیا عہد (بیعت) دوبارہ کرے لیکن اگر وہ خوش نہ ہو سکے تو اس کے سامنے اپنی پوری پریشانی دکھائے چنانچہ اس کے راضی ہونے تک کھانا پینا بھی بند کر دے اور اس سلسلے میں یہ مناسب نہیں کہ کسی اور کو شیخ کے پاس اس لئے بھیجے کہ وہ اس کا معاہدہ کرا دے کیونکہ طریقت میں ایسا کام کرنا شامل نہیں ہوتا، یہ کام دنیاوی معاملات میں ہوتا ہے۔ شیخ اپنے مرید پر صرف اس کی بہتری کے لئے ناراض ہوتا ہے، کوئی دنیاوی مقصد نہیں ہوتا ہاں اگر شیخ یہ محسوس کرے کہ اس کے مرید کی اکڑ بالکل ختم ہوگئی ہے تو پھر اسے بلا کر خود بتا دے کہ وہ اس پر خوش

ہے، کسی اور کو درمیان میں لانے کی ضرورت نہیں۔ اسے ذہن نشین کرلو، اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔

❁ نسائی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''ایسی حد جو اہل زمین کے لئے قائم کی جاتی ہے، وہ اس سے بہتر ہوتی ہے کہ اس پر تیس دنوں تک بارش ہوتی رہے۔''

❁ انہی کی ایک موقوف روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ''چالیس دن تک بارش کی بجائے اہل زمین کے لئے وہ حد بہتر ہے جو زمین میں قائم کی جاتی ہے۔''

❁ ابن ماجہ نے یہ مرفوع روایت دی ہے فرمایا ''چالیس دن تک بارش ہونے کے مقابلے میں اہل زمین کے لئے وہ حد بہتر ہے جو اس پر شروع کی جاتی ہے۔''

❁ طبرانی کی ایک مرفوع روایت ہے ''چالیس دنوں تک مسلسل بارش کی بجائے آدمی کے حق کے لئے وہ حد بہتر ہے جو زمین پر قائم کی جاتی ہے۔''

❁ ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''تم لوگ جلد یا دیر کے بعد اللہ کی حدوں کو قائم کرو گے اور اس سلسلے میں کسی سے ذرہ بھر ڈرنے کی ضرورت نہیں۔''

آگے چل کر ''منہیات'' میں ایسی کئی حدیثیں آ رہی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 182

گنہگاروں کو توبہ پر لگانا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم تمام گنہگاروں کو توبہ کے لئے تیار کریں اور انہیں بتائیں کہ توبہ کرنے کی صورت میں اللہ کی بے شمار رحمتیں ملیں گی اور شرک کے علاوہ کسی گناہ کو بخش دینا اس کے لئے مشکل نہیں ہوتا، پھر ان سے نرمی کے ساتھ پیش آئیں اور اچھے سے اچھا برتاؤ کریں تاکہ وہ اپنے گنہگار دوستوں کو بھی بتا سکیں جس پر شاید وہ توبہ کے لئے تیار ہو سکیں، یونہی ہمیں ان لوگوں کو بھی بے امید نہیں کرنا چاہئے جو توبہ کا ارادہ رکھتے ہیں بلکہ انہیں ایسے الفاظ سے بلانا چاہئے جو خوبصورت اور ان کے دلوں کو توبہ کی طرف لگا دیں جیسے سیدی کا لفظ ہوتا ہے اور پھر انہیں دلی طور پر اپنے آپ سے بھی ستھرا جانیں کیونکہ وہ توبہ کرنے کے قریب آ چکے ہوتے ہیں جو واضح حدیث کے مطابق ان کے گذشتہ گناہ مٹا دیتی ہے جبکہ ہمارے لئے ایسا نہیں ہوتا کیونکہ بہت مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ ہم میں سے کوئی گناہ میں گرفتار ہونے یا مسلسل بہت سی عبادتیں کرنے کی بناء پر عرصہ سے گناہ میں پڑے ہوتے ہیں چنانچہ وہ شخص دل میں کہنے لگتا ہے کہ میرے جیسے کو اللہ کا عذاب دینا بہت دور کی بات ہے جبکہ اس کے ذہن سے یہ بات نکل چکی ہوتی ہے کہ ایسی حالت میں وہ اللہ کی بارگاہ سے بہت دور ہو

چکا ہوتا ہے کیونکہ اس کے دل میں عاجزی نہیں ہوتی حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”میں ان لوگوں کے بہت قریب ہوتا ہوں جن کے دل میری وجہ سے ٹوٹے ہوتے ہیں۔“ یعنی اس لئے ٹوٹے ہوتے ہیں کہ انہوں نے میرے حکم کی مخالفت کی ہوتی ہے جس کی وجہ سے ان کی عبادتوں میں نقص پڑ چکا ہوتا ہے چنانچہ وہ میری رحمت کی امید نہیں رکھتے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ طریقت والے مردوں کا ذکر شروع کرتے وقت امام قشیری رحمہ اللہ نے رسالہ قشیریہ میں حضرت ابن ادھم اور حضرت فضیل بن عیاض رحمہم اللہ کا ذکر سب سے پہلے کیا ہے تاکہ مریدوں کے دلوں کو تسلی ہو کیونکہ ان دونوں کی اللہ تعالیٰ سے قطع تعلقی ہو چکی تھی چنانچہ حضرت شیخ اسی بارے میں فرماتے ہیں کہ ”جن پر پہلے سے مہربانی چلی آ رہی ہو، اس کے لئے کوئی بھی جرم نقصان دہ نہیں ہوتا اور پھر وہ شیخ اس مرید کو بھی دور نہیں سمجھتا جس پر دنیا سے قطع تعلقی کے زمانے میں اللہ کی طرف سے بہت سارے انعامات ہوئے اور اس کے سارے گناہ مٹ چکے ہوں۔“

ایک اور مرتبہ آپ نے فرمایا تھا ”جو فقیر تعلق ٹوٹ جانے کا مزہ نہیں لیتا، اسے یہ بھی اندازہ نہیں ہوتا کہ ملاپ کا مزہ کتنا ہوتا ہے۔“ چنانچہ شروع ہی سے کامل حال والا وہی فقیر ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ اس لائق بناتا ہے کہ وہ مریدوں کی تربیت اور راہنمائی کرے اور اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اسے گنہگاروں کے مقابلے میں حوصلہ ہو اور ان کا ٹیڑھا پن درست کرتے ہوئے صبر سے کام لے سکے اور پھر یہ بھی ہے کہ اس کے گناہوں میں گرفتار ہونے کی وجہ سے اسے اپنے عملوں پر تکبر نہیں ہوگا اور اسے یہ بھی پتہ چل جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کتنے حوصلے والا ہے اور یوں وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی سے سر جھکا کر ادب سے کھڑا ہو سکے گا اور یہی وہ چیز ہے جو بارگاہ الٰہی میں حاضری کے لئے نہایت ضروری ہے لیکن اگر وہ پہلے سے گناہوں میں نہ پڑا ہوتا تو یہ چیز اسے نہ مل سکتی کیونکہ پہلے تو وہ اپنے عمل کی وجہ سے ادلال (اللہ کے قائم مقام بن جانا) میں پڑا ہوا تھا جیسے یہ چیز ان لوگوں میں دکھائی دیتی ہے جن کی پرورش پرہیزگاری کی حالت میں ہوئی ہو اور کسی پلیدی کی آزمائش میں نہ پڑا ہو چنانچہ تم دیکھو گے کہ وہ اپنے علاوہ ساری مخلوق کو برباد سمجھتا ہے اور یہی وہ تکبر ہے جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ تکبر والوں کو جہنم میں داخل کرے گا چنانچہ یہ حدیث اسی بات کو طاقت دیتی ہے۔“ وہ عبادت گذار جو کسی سمندری جزیرے میں پانچسو سال تک اللہ کی عبادت کرے اور قیامت میں جب اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے کہ میری رحمت کی وجہ سے جنت میں داخل ہو جاؤ تو وہ کہے گا، اے میرے پروردگار! میں تو اپنے عملوں کی بنا پر داخل ہوں گا جس پر اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرمائے گا کہ اس کی پانچ سو سالہ عبادت اور صرف آنکھوں کے نور کو تولو، فرشتے تولیں گے چنانچہ آنکھ کے نور کا وزن بڑھا ہوا دکھائی دے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ اسے جہنم میں لے جاؤ چنانچہ فوراً عرض کرے گا کہ اے پروردگار! مجھے اپنی رحمت کی بنا پر اس میں داخل کر دے چنانچہ وہ داخل کر دے گا۔“

میرے بھائی حضرت افضل الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”ایک گنہگار شخص اس گوبر جیسا ہوتا ہے جو پھلوں کے درختوں کی زمین میں رکھا ہوتا ہے جس کی وجہ سے پھل میٹھے ہوتے اور ان کا مزہ اچھا ہو جاتا ہے یا وہ دودھ کے پنیر کی طرح ہوتا ہے جو اپنی مٹھاس اور مزے کے باوجود چاہتا ہے کہ اس پر بدبودار اور بدذائقہ ہوا چلے جس سے وہ برقرار رہے اور خرابی سے بچ جائے لہٰذا عقلمند کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بنائی چیزوں کے حکم میں غور کرے اور شرعی طور پر ہر کام کو اس

کے وقت پر کرے۔

اہل جدال میں سے ایک شخص امیر الجیوش کے بازار کے اندر ایک دکان میں ٹھہرا اور بازار میں موجود تاجروں اور دلالوں کو برا بھلا کہنے لگا اور ایسی دلیلوں کے ذریعے ان کی خرید وفروخت کو ناجائز قرار دینے لگا جو واضح طور پر شریعت میں نہیں ملتیں اور بہت سارے لوگوں سے پوشیدہ ہیں چنانچہ ان لوگوں نے مجھ سے شکایت کی جبکہ میرے بھائی افضل الدین بھی وہاں موجود تھے۔ میں نے کہا کہ انشاء اللہ میں تمہارے لئے اس سے بات کرتا ہوں جس پر میرے بھائی نے ایسی بات کی جو اس جیسے شخص کے لئے کارآمد نہ تھی، ایسے کو تو اللہ کی طرف سے ڈانٹ کی ضرورت ہوتی ہے چنانچہ اسی رات لوگوں نے اسے اس کے پڑوس میں ایک لڑکی کے ساتھ دیکھ لیا جس پر ایک اہلکار کو لے کر اسے قبضے میں لے لیا اور ارادہ کیا کہ عورت کو اس کی پیٹھ پر سوار کر کے اسے قید کرلیں یہ دیکھ کر تاجر اور دلال جمع ہو گئے جنہوں نے اس کی سفارش کی جس کی وجہ سے اسے کھینچا تانی کر کے اور رشوت دے کر چھڑا لیا چنانچہ اسی دن سے اس نے برائی کرنا چھوڑ دی اور انہیں خاموش رہنے کی درخواست کرنے لگا۔

اس پر افضل الدین نے کہا مجھے میرے پروردگار کی عزت کی قسم! اس کے لئے یہ لغزش اس کی عبادت سے زیادہ فائدہ مند ثابت ہوئی ہے جس کی بنا پر وہ لوگوں کے سامنے تکبر کرتا تھا لہٰذا اے بھائی! تم گناہوں سے توبہ کرنے والوں کو اپنی ظالمانہ کلام اور برے سلوک کے ذریعے اپنے آپ سے دور نہ کرو کیونکہ شیطان کبھی نہ کبھی ان سے کہہ سکتا ہے کہ ان فقیہوں کے پاس بیٹھنے اور ان دوستوں کو چھوڑنے کا کیا فائدہ ہے جو تم سے محبت کرتے تھے، تمہاری کوتاہیوں پر پردہ ڈالتے تھے، ایسوں کو چھوڑ کر تم ان کے پاس آ گئے ہو جو تمہیں ذلیل اور گھٹیا سمجھتے ہیں، تمہارے عیب ظاہر کرتے ہیں، حیلے بہانے سے تمہارے پاس اہلکار کو لے آتے ہیں اور جب وہ ابلیس سے ایسی بات سنیں گے تو مجبور ہو کر اپنی پہلی حالت پر جانا پسند کریں گے۔

اے بھائی! تمہارا کام یہ ہے کہ جو بھی تمہارے بھائیوں میں توبہ کرنا چاہے اسے پوری کوشش سے توبہ کرنے پر مجبور کرو اور اس سے بہتر سلوک کرو اور اس کے سامنے وہ آیتیں اور حدیثیں پڑھو جو توبہ قبول ہو جانے کے بارے میں ملتی ہیں، یوں تم دنیا کے دانا شمار ہو جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام احمد وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''مجھے اللہ تعالیٰ نے دونوں جہانوں کے لئے رحمت اور ہدایت بنا کر بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ مزامیر اور کیارات چیزوں کو مٹا دوں (اس سے مراد باجے، گانے بجانے کا سامان اور وہ بت ہیں جن کی پوجا کیا کرتے تھے) اور اللہ نے اپنی عزت کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ میرے بندوں میں سے جو بھی شراب کا گھونٹ پی لے گا تو اس کی جگہ میں اسے جہنم کا گرم پانی پلاؤں گا خواہ اسے عذاب ہو یا بخش دیا جائے، وہ چھوٹے بچے کو بھی پلائے گا تو میں اسے جہنم کا گرم پانی پلاؤں گا اور جو شخص میرے ڈر کی بنا پر اسے چھوڑ دے گا تو میں اس کی جگہ اسے جنت سے پلاؤں گا۔''

❁ امام بزار رحمہ اللہ مرفوع حدیث لکھتے ہیں فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''جو شخص ہمت کر کے شراب چھوڑ دے گا تو میں اسے جنت میں پلاؤں گا۔''

امام طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے جنت کی شراب پلائے تو اسے دنیا کی شراب چھوڑنا ہوگی۔''

❁ ایک اور مرفوع روایت انہی سے یوں ہے فرمایا ''جو شخص گھونٹ بھر شراب پی لے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے تین دن میں خرچ کیا ہوا مال قبول نہیں فرمائے گا اور جو پیالہ بھر پی لے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی چالیس دنوں کی عبادت قبول نہیں کرے گا۔''

❁ امام حاکم اور ترمذی کی روایت یوں ہے کہ ''اگر (شرابی) توبہ کرنا چاہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور اگر پھر پینے لگے تو چالیس دنوں کی نمازیں قبول نہ ہوں گی، پھر توبہ کرنا چاہے تو وہ قبول فرمائے گا اور دوبارہ شروع کر دے تو چالیس دنوں کی نمازیں قبول نہ ہوں گی، پھر بھی توبہ کا ارادہ کرے تو قبول فرمائے گا اور چوتھی بار بھی پھر سے پینے لگے تو چالیس دنوں کی نماز قبول نہ ہوسکیں گی۔''

حافظ عبدالعظیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں رہی وہ حدیث کہ جس میں فرمایا، چوتھی بار پینے لگے تو اسے قتل کر دو۔'' اور یہ روایت ''اللہ اس کی توبہ قبول نہیں فرمائے گا اور اس پر ناراض ہوگا۔'' تو یہ دونوں ہی منسوخ ہیں۔ واللہ اعلم۔

اس بارے میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں جن میں سے کچھ ''منہیات'' میں آ رہی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 183

شرمگاہوں کی حفاظت کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی شرمگاہوں کو شرمگاہوں کے ساتھ ملانے اور ران کو ران پر رکھنے سے بچائیں، خواہ مرد ہو یا عورت یا چاہت کی بنا پر بوسہ لینے سے بچائیں کیونکہ جو کسی چراگاہ (شرمگاہ) کے اردگرد گھومتا ہے تو آخرکار وہ اس حرام جگہ میں گر جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر علماء نے حیض والی (ماہواری والی) عورت کی ناف سے لے کر گھٹنے تک کی جگہ سے فائدہ اٹھانا حرام قرار دیا ہے، پھر شراب کا ایک قطرہ بھی حرام لکھا ہے خواہ وہ نشہ نہیں دیتا نیز روزہ دار کے لئے تِل سے بھی کم مقدار کا کھانا حرام ہے خواہ اس سے خواہش نہیں بھڑکتی پھر روزہ دار کے لئے بوسہ لینا حرام کیا ہے خواہ وہ بوڑھا ہو۔ علماء اسے ''تحریم الحریم والاحتیاط'' کا نام دیتے ہیں اور انہوں نے اچھا کیا ہے۔

مجھے ایک قابل بھروسہ شخص نے بتاتے ہوئے کہا ''میں جوانی کی حالت میں جامع ازہر کے اندر ایک فقیہ کے ہاں پڑھا کرتا تھا اور وہ ضروری کام کے لئے مجھے اپنی بیوی کے ہاں بھیجا کرتا تھے، وہ مجھ سے میٹھی میٹھی باتیں کیا کرتی جس پر میں نفرت کرتا۔ یہ سلسلہ جاری رہا اور آخرکار میں اس کی میٹھی باتوں میں آ گیا چنانچہ ایک دن کہنے لگی کہ میں گھر میں داخل

ہو جاؤں۔ میں نے اس سے نفرت کی، وہ کہتی رہی تو میں اندر داخل ہو گیا، وہ میرے سامنے اپنا دین اور پرہیزگاری ظاہر کرتی رہی چنانچہ میرا اس کی طرف جھکاؤ ہو گیا اور میں نے اس سے ہمبستری کر لی اور پھر سال بھر کرتا رہا۔

اس نے اپنے شوہر کے ساتھ اپنی بات چیت تبدیل کر لی اور اسے کہنے لگی تمہارے بھیجے ہوئے اس لڑکے جیسا ظالم میں نے آج تک نہیں دیکھا، ضرورت کی چیز دروازے سے پھینک دیتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ آج رات اس نے زیتون کے گرم تیل کا کوزہ پھینکا ہے جو زمین پر اوندھا گر گیا تھا۔ پھر اس کے دین اور پاکیزگی کے بارے میں شکایت کرتی چنانچہ وہ فقیہ مجھ سے کہتے اے بیٹے! یہ تمہاری ماں جیسی ہے۔

ایک دن ایسا ہوا کہ وہ فقیہ عین اس وقت ہمارے پاس پہنچا جب میں اس عورت کے ساتھ پردے میں سویا ہوا تھا۔ میں جلدی سے اس کی طرف اٹھنے لگا تو عورت نے شوہر سے ناراضگی میں کہا کہ میری خالہ کی بیٹی آئی ہے جو تمہیں سلام کہتی ہے، فقیہ نے کہا کہ اسے سلام کہو اور یوں کہو کہ اس اللہ کا شکر ہے جو تمہیں ہمارے پاس لے آیا اور دوسروں کے پاس نہیں گئی۔

اس کے بعد وہ فقیہ نکلا اور ہمارے لئے گوشت پکایا اور ہمارے پاس لے آیا۔ میں نے عورت کے ساتھ کھایا اور فقیہ کو بچا کھچا دے دیا جو اس نے کھا لیا۔

پھر ایک واقعہ یہ ہوا کہ میں گودام میں سویا ہوا تھا کہ فقیہ کو آتے محسوس کیا، میں نے فوراً دروازہ بند کر لیا اور چابی چھپا لی۔ فقیہ نے کہا کہ میں گودام میں سونا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ظاہر کر رہا تھا کہ میں رات کو جاگ کر تلاوت کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر اس عورت نے کہا کہ چابی گم ہو گئی ہے۔ اس نے کہا کہ پتھر لاؤ تا کہ ہم کُنڈا توڑ دیں۔ جس پر میں شرم کے مارے مر گیا۔ وہ عورت اس سے یونہی کہتی رہی اور آخرکار وہ گودام سے باہر ہی سو گیا۔

اسی دوران مجھے کھانسی آئی تو میں نے اسے دبا لیا، پھر چھینک آئی تو میں نے اسے واپس کر دیا پھر پیشاب پاخانے نے زور ڈالا تو وہیں میں نے پیشاب پاخانہ کر دیا۔ پھر پیٹ میں ہوا بھر گئی تو میں نے آواز سے ہوا خارج کی، اسی دوران اللہ نے اس کام سے سچی توبہ میرے دل میں ڈالی تو اللہ تعالیٰ نے میرے زنا اور بیگانی عورت کے ساتھ تنہائی میں رہنے یا اس کے قریب جانے کو حرام کر دیا اور میں نے اس کا کام کرنا چھوڑ دیا کہ کہیں دوبارہ اس برائی میں نہ پڑ سکوں۔

علماء نے بیگانی عورت کی میٹھی گفتگو کو حرام زنا والا کلام قرار دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمیں اپنے ساتھیوں کی ان بیویوں کے پاس نہیں جانا چاہئے جن سے آزمائش میں پڑنے کا اندیشہ ہو خواہ وہ عورتیں اس پر خوش ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ جس چیز کو اللہ حرام کرتا ہے وہ جائز طور پر جانے سے حلال نہیں ہو جاتی کیونکہ یہ چیزیں ایسی ہیں کہ جو بیوی کے لئے زنا کا سامان بنتی ہیں۔

یہ ایسا کام ہے کہ جس میں بہت سے بدکار لوگ پڑے ہوئے ہیں جو فساد کرنا چاہتے ہیں چنانچہ ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ اپنے ساتھی کا قریبی بنے تا کہ وہ اس کی بیوی کے ساتھ بات چیت کر سکے اور اسے دیکھ سکے، اسی دوران ابلیس دونوں دوستوں سے کہتا ہے کہ اب تم بھائی چارے اور محبت میں سچے ہو اور پھر یہ واقعہ ہمارے ایک ساتھی سے بھی

پیش آچکا ہے چنانچہ اس نے خود دیکھا کہ اس کا ساتھی اس کی بیوی کے ساتھ بدکاری کر رہا ہے۔

اے بھائی! اسی بنا پر تم ایسی بات میں سستی نہ کرو اور اپنی بیوی کو یہ اجازت نہ دو کہ احمدی اور برھامی فقیروں میں سے کوئی ان کے پاس آیا کرے، اس کے لئے شریعت کے آداب پر عمل کرنا ضروری ہے کیونکہ بہت سے فقیر یہ یقین کر لیتے ہیں کہ وہ پیران کا والد ہے اور وہ اسے دیکھ سکتا ہے، یونہی وہ عورت بھی سمجھتی ہے کہ وہ اس کی بیٹی بن چکی ہے لہٰذا اسے اپنا چہرہ دکھا سکتی ہے۔ یہ سب کچھ شریعت کے خلاف ہے کیونکہ اکثر انہی کاموں کو شیطان زنا کے لئے استعمال کر سکتا ہے۔ دیکھیے اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کو آپ کی پاکیزہ اور گناہوں سے پاک بیویوں کے بارے میں سات آسمانوں کے اوپر یہ ہدایت دی ہے۔ ''جب تم ان سے کچھ لینا چاہو تو پردے کے پیچھے سے کچھ مانگو، اس کی وجہ سے تمہارے اور ان کے دل صاف ستھرے رہیں گے۔'' اور جب اتنے بلند مرتبہ لوگوں کے بارے میں یہ حکم ہے تو ان کا حال کیا ہوگا جو ہر وقت یوں حرام خواہشوں میں پڑے ہوئے ہیں جیسے شہد پر مکھیاں۔ لہٰذا اے بھائی! سلامتی چاہتے ہو تو ایسے تمام دروازے چھوڑ دو جن کے ذریعے تم زنا تک پہنچ سکتے ہو، ان میں داخل ہونے کی کوشش نہ کرو کیونکہ بخدا یہ چاہتے ہوئے بھی کسی کی حفاظت نہیں کرتے۔

حاکم اور بیہقی نے مرفوعاً روایت کی ہے فرمایا ''اے قریشی جوانو! اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھو اور زنا نہ کرو، سن لو کہ جو اپنی شرمگاہ کی حفاظت رکھتا ہے، جنت میں جائے گا۔

❁ امام بیہقی کی مرفوع روایت میں ہے فرمایا ''اے قریش کے جوانو! زنا نہ کرو کیونکہ جس کی جوانی اس سے بچ جائے گی اسے جنت ملے گی۔''

❁ ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جب کوئی عورت پانچ وقتہ نماز پڑھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرے تو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے گی، جا سکے گی۔''

❁ بخاری اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص مجھے دونوں جبڑوں کے درمیانی اور دونوں پاؤں کے درمیانی حصے کی ضمانت دیتا ہے تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔''

دونوں جبڑوں کے درمیانی حصے سے مراد زبان ہے اور دونوں پاؤں کے درمیانی حصے سے مراد شرمگاہ ہے۔

❁ ترمذی شریف کی مرفوع روایت ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ جس کے دونوں جبڑوں اور دونوں پاؤں کے درمیانی حصے کو بچالے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

❁ امام احمد، ابن ابی الدنیا، ابن حبان اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''مجھے اپنے جسم کے چھ حصوں کی ضمانت دے دو تو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ بولو تو سچی بات کرو، وعدہ کر کے پورا کرو، امانت رکھ کر واپس کر دو، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو، نگاہیں نیچی رکھو اور ہاتھوں کو قابو میں رکھو۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 184

معافی دینے کا حکم

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے بھائیوں کو یہ بات سکھائیں کہ اپنے باپ، بھائی اور لڑکے کے قاتل کو معاف کر دیں اور اس سے درگذر کریں جس نے ان پر تہمت لگائی ہو یا مال لینے میں ظلم کیا ہو، یا مارنے کا ظلم کیا ہو یا کسی کام وغیرہ سے رکاوٹ بنا ہو کیونکہ جو شخص دوسرے کو معاف کرتا ہے تو اللہ اسے معاف فرما دیتا ہے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے دیت دینے والوں پر دیت اس وقت لازم کی ہے جب قاتل کے وارث بخیل ہوں اور معاف نہ کریں ورنہ اللہ کے ہاں معافی دینا زیادہ اچھا ہے جبکہ عاقلہ (دیت دینے والے لوگ) پر دیت دینا اس لئے لازم کیا گیا ہے کہ انہی لوگوں کی وجہ سے قاتل نے قتل کی جرأت کی اور اسے بہکایا، چنانچہ اگر ان پر دیت لازم نہ کی جاتی تو یہ اسے قتل سے نہ روکتے اور جب ان پر اسے لازم قرار دیا گیا تو سب سے پہلے یہی رکیں گے تاکہ انہیں تاوان نہ دینا پڑے۔

درگذر کرنے کا یہ کام علماء اور صوفیہ کے ذمے لگتا ہے کیونکہ یہ لوگ دوسروں کے پیشوا ہوتے ہیں اور عام طور پر یوں ہوتا ہے کہ جب اپنے کسی حق میں رعایت کی راہ نکالتے ہیں تو عوام اور ظالم لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ فلاں شخص نیک اور عالم ہونے کے باوجود اپنے نفس کے پیچھے چل رہا ہے اور درگذر نہیں کرتا تو ہم کیسے کریں، ہم تو ان سے بھی کمزور ہیں جبکہ نیک لوگوں نے کامیابی اور امتیازی حیثیت صرف اس صورت میں حاصل کی ہے کہ وہ تکلیفیں اٹھاتے اور بھائیوں سے ہونے والی لغزشوں کے موقع پر درگذر کرتے ہیں اور اگر کہیں کسی کے بارے میں بخل سے کام لینا پڑے تو یہ ان کے لئے ادب سکھانے کے لئے ہوتا ہے اور انہیں برا بنایا جاتا ہے تاکہ دوسروں کے بارے میں جرأت نہ کرسکیں جیسے حضرت شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کے ساتھ ہوا تھا چنانچہ میرے مرید جامع ازہر کے خطیب شیخ شعیب نے مجھے بتایا کہ میں شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کے پاس گیا، آپ کا وصال ہو رہا تھا، میں نے قدموں کو بوسہ دیا اور عرض کی کہ تکلیف دینے والے فقیہوں کو معاف کر دیں تو انہوں نے کہا اے بھائی! میں نے تو انہیں اسی وقت معاف کر دیا تھا جب انہوں نے مجھ پر زیادتی کی تھی چنانچہ صرف اسی بنا پر میں نے ان سے پریشانی اور عداوت ظاہر کر دی تھی اور ان کے رد میں چند ورق لکھ دیئے تھے تاکہ میرے علاوہ کسی اور پر اعتراض کی جرأت نہ کرسکیں۔ اس پر حضرت شعیب نے کہا تھا کہ یہ تھا ان کی طرف سے تمہارے بارے میں گمان۔

میں کہتا ہوں، باوجودیکہ انہوں نے درگذر کیا تھا لیکن اس کے باوجود وہ سب ان پر ناراض تھے اور اس سلسلے میں انہوں نے آپ کے علم سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔

اس سارے واقعہ کی حقیقت یہ تھی کہ انہوں نے انہیں نیکی کا حکم دیا تھا اور وہ بھی اس وقت جب آپ خانقاہ بیبر سیّد کے شیخ بنے تھے، آپ نے انہیں دیکھا کہ وہ وہاں نہ تو خود آتے ہیں اور نہ ہی اپنا کوئی نائب بھیجتے ہیں حالانکہ ان کے پاس غلام تھے۔ خچر تھے، لونڈیاں تھیں اور بہت سا مال تھا چنانچہ آپ نے کہا ایک واقف کے لئے شرط یہ ہے کہ روٹی اور تنخواہ صرف ان محتاج فقیروں کے لئے ہوگی جن میں صوفیوں کی وہ شرطیں پائی جاتی ہیں جو رسالہ قشیریہ وغیرہ میں لکھی ملتی ہیں چنانچہ انہوں نے آپ کے خلاف اکٹھ کر لیا، انہیں مارا پیٹا اور کپڑوں سمیت حوض میں پھینک دیا چنانچہ آپ اس عہدہ سے ہٹ گئے اور قسم کھالی کہ زندگی کے آخری دم تک وہ مصر میں نہیں ٹھہریں گے لہٰذا آپ مقیاس النیل کے باغ میں جا ٹھہرے اور وہیں فوت ہوئے۔

میں نے ایسے شخص کو دیکھا جس نے بتایا تھا کہ میں نے انہیں اپنی اس کھڑاؤں سے مونڈھے پر مارا تھا کہ اس کا برا حال تھا اور غریبی کے باوجود اس پر کھانے پینے کا بھوت سوار تھا چنانچہ جس کے پاس وہ مرغی، بطیخ، شکر یا شہد دیکھتا تو اس کے سر پر کھڑا ہو جاتا اور کہتا کہ مجھے بیچ دو اور پھر اسے گھر لے جاتا، اسے کھالیتا، پھر غائب ہو جاتا اور وہ سامان والا بار بار چکر لگا کر تھک جاتا چنانچہ وہ قیامت تک کے لئے اس کے ذمے پڑ جاتا اور جب وہ فوت ہوا تو اس کے جنازے کے ساتھ کوئی بھی شامل نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو معاف کرے۔

اس شخص نے مجھے یہ بھی بتایا کہ کسی بنا پر ہم انہیں مارنے سے عاجز آ گئے تو دس آدمی اکٹھے ہوئے، ان کے پاس گئے اور کہا اے آقا! آپ یہ سمجھئے کہ ہم کافر تھے اور پھر مسلمان ہو گئے ہیں، ہم نے اللہ سے استخارہ کیا ہے کہ آپ سے پڑھیں تاکہ شاید ہمیں کوئی فائدہ ہو۔

علامہ سیوطی اور بادشاہ بلاط کی موت کی اطلاع

وہ شخص کہتا ہے کہ ہم سال بھر ان کے پاس پڑھتے رہے، وہ ہم سے پہلو بچا کر رکھتے، ایک سال گذرنے کے بعد انہیں کسی نے تکلیف پہنچائی تو ہم اس کے خلاف ہو گئے اور شیخ سے بہت محبت ظاہر کی جس پر آپ کا جھکاؤ ہماری طرف ہوا، اس پر ہم نے ان سے کہا اے شیخ! آپ تو بحمد للہ دل کی آنکھیں رکھتے ہیں لہٰذا ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں حکمرانوں کی لڑائیوں کے بارے میں بتائیں تاکہ ہم یہ بات صحیح ہونے پر ان لوگوں تک پہنچا دیں جو آپ کو برا جانتے ہیں چنانچہ وہ شاید ہماری طرح توبہ کرلیں جس سے ان کا بھلا ہو سکے۔

اس پر شیخ تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو گئے اور پھر فرمایا کہ بادشاہ بلاط کو سترہ جمادی الاولی بروز اتوار قتل کر دیا جائے گا اور اس کے بعد فلاں شخص حکمران بنے گا۔

شیخ کی یہ بات سن کر وہ سلطان شان بلاط کے پاس پہنچے اور پورے مصر میں یہ بات مشہور کر دی جس کی وجہ سے بادشاہت میں زلزلہ سا پیدا ہو گیا۔ سلطان نے کہا کہ انہیں میرے پاس لاؤ تاکہ میں خود قتل ہونے سے پہلے انہیں قتل کر دوں۔ لوگوں نے شیخ کی تلاش شروع کی لیکن آپ سینتالیس دن تک غائب رہے اور اسی دوران آپ کے فرمان کے مطابق

اسے قتل کر دیا گیا۔

دیکھو بھائی! اس قدر تکلیفیں اٹھانے کے باوجود آپ نے ان لوگوں سے درگذر کیا اور صوفیہ کے طریقے کے مطابق امید رکھی کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سے درگذر فرمائے گا۔

سیدی علی مرصفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ہر ایسا مرید جو اپنے بھائیوں کو اس چیز پر پکڑتا ہے جس پر ان کی طرف سے اس کا حق ہے تو اس کی بہتری کی امید نہ رکھو اور نہ ہی وہ صوفیہ میں ترقی کر سکتا ہے لہٰذا اے بھائی اپنے بھائیوں سے درگذر کرو اور انہیں معافی دو تا کہ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کر سکے جیسے اس نے اپنے محبوب نبی کریم ﷺ سے فرمایا ہے ''انہیں معاف کر دو اور درگذر کرو، اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

اس ہدایت پر عمل کرنے کے لئے کسی شیخ کی ضرورت ہے جو اس سے کوتاہیوں کا بوجھ ہلکا کرے اور وہ دیکھ سکے کہ اللہ تعالیٰ نے معافی دینے والوں، نیکی پھیلانے والوں اور بھائیوں سے درگذر کرنے والوں کے لئے جنت میں کیا کچھ تیار کر رکھا ہے اگرچہ وہ ان نیک لوگوں کا مرتبہ حاصل نہ کر سکیں جنہوں نے ثواب کے لالچ وسزا کے ڈر کو دیکھے بغیر اپنے ربّ کے حکم کی پیروی کی اور جو ہمارے بتائے ہوئے طریقے پر نہیں چلتا تو اس کی نظر دنیا کے معاملات میں الجھی رہتی ہے چنانچہ وہ بات تک کو پیسے کے بدلے میں یونہی فروخت کر دیتا ہے جیسے جنت اور اس کی نعمتوں کو دنیاوی غرض کے لئے چھوڑتا ہے اور پھر اپنے دشمن سے اسی بنا پر درگذر کرتا ہے نیز اس سے بھی بدترین چیز یہ ہے کہ شیخ اسے درگذر کرنے کو کہے اور وہ انکار کر دے کیونکہ اس انکار میں اس کے عہد کی خلاف ورزی ہے اور یوں وہ صوفیہ کے طریقہ سے نکل کر عوام کے طریقے پر چلنے لگے گا۔ لہٰذا اس کے لئے لازم ہے کہ توبہ کرے اور نئے سرے سے شیخ کے ساتھ عہد کرے۔ واللہ غفور رحیم۔

ابویعلیٰ کے مطابق حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں کسی شخص کا منہ توڑ دیا، اس نے اسے تاوان کیلئے کہا تو اس نے لینے سے انکار کر دیا، اس نے تین مرتبہ کوشش کی لیکن اس نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یوں فرماتے سنا تھا ''جو شخص خون یا اس سے کم کو معاف کر دے تو یہ اس کے لئے پیدا ہونے سے معافی تک کے دن کے لئے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔''

❁ امام احمد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جس شخص کے جسم میں گہرا زخم لگے اور وہ لگانے والے معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کے اس قدر گناہ معاف کرتا ہے جس قدر اس نے یہ صدقہ کیا۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''تین ایسے کام ہیں جنہیں کوئی شخص مومن ہوتے ہوئے کر لے تو اسے جنت کے جس دروازے سے چاہے داخلہ ملے گا اور جس حور سے چاہے گا، شادی کر سکے گا۔ جس نے ہلکا سا بھی قرض اتار دیا اور قاتل کو معاف کر دیا اور پھر ہر فرض نماز کے بعد دس مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھتا رہا۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! کیا ان میں سے ایک کام پر بھی یہی اجر ملے گا؟ فرمایا ہاں۔''

❁ ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ ایک قریشی شخص نے انصار کے ایک آدمی کا دانت توڑ دیا تو اس نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس سلسلے میں مدد مانگی۔ آپ نے انصاری سے کہا کہ ہم آپ کو خوش کر دیں گے لیکن

اس نے مدد پر اصرار کیا جس پر آپ نے قریشی کو سزا لگانے کا حکم دیا اور پھر انصاری سے کہا کہ اپنے ساتھی کے ساتھ جیسا چاہو برتاؤ کرلو۔ اس دوران حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بھی آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ وہ بولے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یوں فرماتے سنا تھا ''جس شخص کے جسم میں کوئی زخم لگ جائے اور وہ معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کا ایک درجہ بلند فرماتا ہے اور ایک گناہ معاف فرماتا ہے۔'' اس پر اس شخص نے کہا کہ میں یہ غلطی معاف کرتا ہوں چنانچہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کوئی حرج نہیں، میں تمہیں راضی کرتا ہوں اور پھر اسے بہت سا مال دینے کا حکم کیا۔

❁ امام احمد کی موقوف حدیث میں ہے ''جس کے جسم میں کوئی زخم لگے اور وہ رضاء الٰہی کی خاطر زخم لگانے والے کو معاف کر دے تو اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔''

❁ امام احمد، ابویعلیٰ اور بزار نے یہ مرفوع روایت لی ہے فرمایا ''اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، یہ تین چیزیں ہیں کہ اگر میں قسم کھالوں تو ان پر صدقہ کروں۔ صدقہ کرنے سے مال میں کمی نہیں آتی لہٰذا صدقہ کیا کرو اور جو شخص کسی ظلم پر معافی دے دے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی وجہ سے اس کی عزت بڑھائے گا۔''

❁ طبرانی کی حدیث میں ہے ''جو شخص بھی کسی ظلم پر معافی دے دیتا ہے تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے عزت دے گا لہٰذا معافی دیا کرو تاکہ اللہ تعالیٰ تمہیں عزت دے۔''

صدقہ دینے سے مال میں کمی نہیں آتی

❁ مسلم اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''صدقہ دینے سے مال میں کمی نہیں آتی اور معافی دینے پر اللہ تعالیٰ عزت بڑھاتا ہے۔''

❁ حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص یہ چاہتا ہے کہ (جنت میں) اسے اونچا محل ملے اور اس کے درجے بڑھائے جائیں تو اپنے اوپر ظلم کرنے والے کو معاف کر دیا کرے۔ اسے دے جو اسے محروم کرتا ہے اور تعلق توڑنے والے سے تعلق جوڑے۔''

❁ بزار اور طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتا دوں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ درجے بلند فرماتا ہے؟ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ! بتا دیجئے، فرمایا جو کوئی جاہلانہ کام کرے تو حوصلہ دکھاؤ، ظالم کو معاف کرو، جو تمہیں محروم رکھے، اسے دو اور جو تم سے تعلق توڑے، اس سے جوڑو۔''

❁ طبرانی کی روایت میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ دنیا و آخرت میں کونسا کام سب سے بہتر ہوتا ہے (وہ یہ ہے کہ) تم تعلق توڑنے والے سے تعلق بناؤ، جو تمہیں محروم رکھتا ہے، اسے دو اور اپنے اوپر ظلم کرنے والے کو معاف کر دو۔''

❁ امام احمد نے یہ مرفوع روایت ذکر کی ہے فرمایا ''جو کسی کو معاف نہیں کرتا، اسے بھی معافی نہیں ملے گی۔''

❁ ابوداؤد روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی کوئی چیز چوری ہوگئی جس پر آپ نے اس

کے خلاف دعا کی جس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس پر ہلکا پن نہ اپناؤ۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ سزا ہلکی نہ کرو کہ اس کے خلاف دعا کر کے اپنا اجر گھٹا بیٹھو۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جب سارے لوگ حساب کے لئے کھڑے ہوں گے تو آواز دینے والا دو تین مرتبہ آواز دے گا۔ ایسا شخص کھڑا ہو جس کا اجر اللہ کے ہاں رہتا ہے اور وہ جنت میں چلا جائے۔ اس پر صحابی نے عرض کی کہ کس کا اجر اللہ کے ذمہ ہوگا؟ فرمایا ان لوگوں کا جو لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں چنانچہ اتنے ہزار لوگ بلاحساب جنت میں جائیں گے۔''

حاکم اور بیہقی کے مطابق حضرت انس رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے بیٹھے مسکرانے لگے جس کی وجہ سے اگلے دانت مبارک دکھائی دینے لگے، یہ دیکھ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان کس بنا پر مسکرائے ہیں؟ فرمایا رب العزت کی بارگاہ میں میرے دو امتی کھڑے ہوئے ہیں جن میں سے ایک نے عرض کی ہے کہ اے میرے پروردگار! میرے بھائی سے ظلم کا بدلہ لے دے، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کے پاس تو ایک بھی نہیں لہٰذا اب اس سے کیسا برتاؤ کرو گے۔ اس نے عرض کی کہ اے پروردگار! تو پھر اسے میرے گناہوں کا بوجھ اٹھانا ہو گا، اسی دوان آپ کی مبارک آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور پھر فرمایا وہ (قیامت کا) حق بہت عظیم ہوگا لوگ چاہیں گے کہ کسی طرح ان کا عذاب ہلکا ہو۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے اس شخص سے فرمایا ذرا آنکھیں اوپر اٹھا کر دیکھو، اس نے دیکھ کر کہا کہ اے پروردگار! میں سونے کے ڈھیر دیکھ رہا ہوں اور سونے ہی کے محل نظر آ رہے ہیں جن پر موتی جڑے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر پوچھے گا کہ یہ کس نبی کا ہے؟ کس صدیق اور کس شہید کا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمائے گا کہ یہ اس کا ہے جو اس کی قیمت دے گا، عرض کریگا کہ اس کا مالک کون بنے گا؟ فرمایا تُو اس کا مالک ہوگا۔ اوہ پوچھے گا کہ یہ کیسے؟ فرمایا اگر تُو نے اپنے اس بھائی کو معاف کر دیا تو، اس نے عرض کی کہ اے پروردگار! میں اسے معاف کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں لے جاؤ۔

اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح صفائی رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے درمیان صلح ہی پسند کرتا ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 185

والدین سے بھلائی کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے بھائیوں کو اپنے اپنے والدین سے نیکی کرنے اور اچھا برتاؤ کرنے کا ڈھنگ سکھائیں اور ان کے فوت ہو جانے پر ان کے دوستوں سے بھلائی کرنے کا سبق دیں اور انہیں بتائیں کہ والدین کی فرمانبرداری بہت ضروری ہوتی ہے چنانچہ اسی پر دل کے والد شیخ کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے، اس سے تعلق رکھا جائے اور اچھا برتاؤ کیا جائے اور ان کے بعد اس کے دوستوں سے بھی نیکی کی جائے اور اس کی تاکید کی جائے۔

اس ہدایت پر عمل کرنے کے لئے اس دور میں کچھ زیادہ ہمت کی ضرورت ہے، اسے کسی استاد کے پاس رہنا چاہئے جو اسے والدین کا مقام و مرتبہ بتائے اور یہ بات کسی روحانی باپ میں اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتی جب تک مرید کو پتہ نہ چل جائے کہ شیخ کا طریقہ صحیح ہے اور جدھر بلا رہا ہے، اسے دل کی آنکھوں اور یقین سے دیکھا جائے تو وہ بھی بہت ستھرا ہے ورنہ شیخ کی تعظیم میں بہت کمی آ جائے گی اور وہ گنہگار ہو گا۔

سیدی افضل الدین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مرید کے دل میں اپنے شیخ کے متعلق حقیقی طور پر اس وقت تک تعظیم اور بزرگی کا خیال پیدا نہیں ہوتا جب تک اس پر مہربانی نہ ہو لیکن آج کل اکثر مرید اس مہربانی سے رہ چکے ہیں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ استادوں کی عزت اور احترام نہیں کرتے۔

پچھلی ہدایتوں میں یہ بات گذر چکی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ پر نظر ڈالی تو اس خدشے کی بنا پر اپنی والدہ کے ساتھ کھانا نہیں کھایا کہ کہیں پہلے ان کی نظر روٹی کے لقمے، گوشت کی بوٹی، کھجور یا انگور پر پڑ جائے اور وہ بے علمی میں اسے کھا لیں۔

گذشتہ زمانے میں طالب علم اور مرید اپنے طریقت کے مشائخ اور ان کے والدین کو بزرگ مانتے تھے خواہ وہ شیخ الاسلام ہی کیوں نہ ہو جاتے جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ آخرت پر نظر رکھتے تھے جبکہ آج کل اکثر لوگوں کی آنکھیں دنیا کے حالات اور ان کی خوبصورتی پر جم گئی ہیں چنانچہ خود میں نے جامع ازہر کے ایک مدرس اور مفتی کو دیکھا کہ ریف سے ان کی والدہ آئی تو اس نے اسے برا جانا کہ کہیں اس کی مصری بیوی اسے گھٹیا نہ جانے اور یہاں تک کہہ دیا کہ اے بڑھیا! اگر تو نے یوں کہہ دیا کہ میں شیخ کی ماں ہوں تو میں تجھے نکال دوں گا اور پھر اس گھر میں تمہیں کبھی بھی نہیں آنے نہ دوں گا چنانچہ وہ خادم سے کہتا ہے کہ اس دیہاتی بڑھیا کو صبح و شام کھانا کھلا دیا کرو حالانکہ اس کے پاس مال بھی تھا اور کپڑے بھی، علاوہ ازیں لوگ اسے دس ہزار سے زیادہ دینار دیتے تھے۔ اگر اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ذرا بھی ادب ہوتا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی یہ نصیحت مانی ہوت کہ "والدین سے اچھا برتاؤ کرو۔" تو اسے پوشاک پہنا سکتا تھا جس کی وجہ سے وہ لوگوں کے شیخ کی ماں بن

ہوتی تو دیکھو کہ ایسے علم کا نتیجہ کیا نکلا لہٰذا اے بھائی اس کام سے بچو۔''

ہمیں پتہ چلا ہے کہ حضرت شیخ بہاؤ الدین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب میں شام کے راستے میں اپنے والد شیخ الاسلام تقی الدین سبکی رحمہ اللہ کے ساتھ سوار تھا تو انہوں نے شام کے کسانوں میں سے ایک سے سنا، وہ کہہ رہا تھا کہ میں نے فقیہ یحییٰ نووی سے فلاں فلاں چیز کے بارے میں پوچھا۔ یہ سن کر میرے والد اپنے گھوڑے سے اترے اور کہنے لگے کہ جب تک وہ شخص پیدل چل رہا ہے جس نے شیخ یحییٰ نووی کو ان آنکھوں سے دیکھا ہے، میں سوار نہ ہوں گا اور پھر اسے گھوڑے پر بیٹھنے کی قسم ڈالی اور شیخ پیدل چلنے لگے اور یوں شام میں داخل ہوئے تو اے بھائی یہ لوگ اپنے مشائخ کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا کرتے تھے حالانکہ انہوں نے انہیں دیکھا نہیں تھا، وہ تو ان کی موت کے کئی سال بعد آئے تھے، چنانچہ وہ شام کے دارالحدیث میں گئے اور گھوم کر ہر جگہ دیکھی اور وہیں نماز پڑھی اور کہنے لگے شاید علامہ نووی کے قدموں کی جگہ کو چھونے کا موقع مل جائے اور پھر یہ شعر پڑھے

''دارالحدیث سے کچھ یادیں وابستہ ہیں لہٰذا میں اس کے گرد نماز پڑھتا اور یہاں ٹھہرتا ہوں
کہ شاید مجھے علامہ نووی کے قدموں کی جگہ پر چہرہ ملنے کا موقع مل جائے۔''

میں نے آج تک ہمارے شیخ سیدی محمد شناوی رحمہ اللہ جیسا ایک شخص بھی نہیں دیکھا جو اپنے شیخ کے دوستوں اور خادموں کی اتنی قدر کرتا ہو اور جب کبھی آپ ایسے شخص کو دیکھتے جس نے ان کے استاذ شیخ محمد سروی رحمہ اللہ کو دیکھا ہوتا تو ایسے پھڑ پھڑاتے جیسے جانور اپنے بچے کے پر پھڑ پھڑاتا ہے کیونکہ انہوں نے شیخ کے وہ نفیس کام دیکھے جن کی طرف وہ انہیں بلاتے تھے۔ جہاں تک میں نے سنا ہے، حضرت شیخ محمد سروی کے پاس دس ہزار کے قریب لوگوں نے بہت کچھ سیکھا تھا لیکن وہ کہتے تھے کہ ان لوگوں نے مجھ سے کچھ لیا ہے لیکن ان میں سے ابن الشناوی کے بغیر مجھے کوئی نہیں جانتا کیونکہ کس کو پہچاننے کے لئے شرط یہ ہے کہ اس آدمی کے مقام پر نظر ڈالے۔

یہ تھیں وہ باتیں جو شیخ محمد نے مصر کے باہر زاویہ حمراء کے مقام پر مجھ سے کی تھیں۔

اسی کے ساتھ ملتا جلتا وہ واقعہ ہے کہ فقہاء میں سے ایک شخص اپنے شیخ کے ساتھیوں کی تعظیم سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ شیخ شہاب الدین رملی شافعی مصری رحمہ اللہ تھے۔ وہ جب شیخ برھان الدین بن ابی شریف یا شیخ زکریا کے کسی ساتھی کو دیکھ لیتے تو ان کی تعظیم کرتے، انہیں بزرگ جانتے اور کہا کرتے کہ میں جب شیخ کے کسی ساتھی کو دیکھ لیتا ہوں تو گویا میں شیخ کو دیکھ لیتا ہوں۔

بس یہی بات تھی کہ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں عظیم بنایا اور مشرق ومغرب، مصر وشام، حجاز وروما سے فقیہ علماء ان کے ہاں حاضر رہتے اور ان پر کسی قسم کی زیادتی نہ کرتے۔

آپ کا وصال جمادی الآخرہ کی ابتدائی تاریخوں ۹۵۷ھ کو ہوا اور جمعہ کے دن جامع ازھر میں ان کی نماز جنازہ ہوئی، لوگ اس قدر جمع ہوئے کہ انہیں سجدہ کرنے کی بھی جگہ نہ ملی، لوگ وہاں سے واپس آئے اور کسی دوسری جگہ پر جا کر نماز پڑھی۔ آپ کو سیدی علی باب اللہ کے پہلو میں دفن کیا گیا جو جامع المیدان کے قریب تھا۔

اے بھائی! اپنے والدین کی تعظیم کرو اور ان کی خوشی کی خاطر ان کے لازمی حق ادا کرو، وہ اگر تم سے کھانا مانگیں تو انہیں دے دو، اس دن بھوکے رہو، ان کے کمزور ہو جانے پر ان کی خدمت کرو اور اگر انہیں پاخانے لگ جائیں تو ان کی پلیدی اپنے ہاتھوں سے ویسے ہی دور کرو اور "اُف" تک نہ کہو جیسے وہ تم سے پیشاب پاخانہ پونچھا کرتے تھے، ان کی خدمت کے لئے کمربستہ رہو تم بھی تو ان کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا کرتے تھے اور وہ برداشت کرتے تھے چنانچہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "تو ان سے "ہوں" نہ کہنا۔" بلکہ ادب یہ ہے کہ والدین جب اپنے لڑکے سے اس کا سب کچھ مانگ لیں تو وہ انہیں دے دے۔"

❁ ابن ماجہ، بزار، طبرانی اور بیہقی کے مطابق حضرت جابر رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ "ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ! میرے پاس مال بھی ہے اور اولاد بھی لیکن میرے والد میرا پورا مال لینا چاہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تم اور تمہارا مال سب تمہارے والد کا ہے۔" یعنی بھلائی اور اچھے سلوک کی خاطر اسے دے دینا چاہئے۔

طبرانی کی روایت میں ہے کہ "ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ! میرے والد نے مجھ سے میرا مال لے لیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے باپ کو میرے پاس بلا لاؤ، اسی دوران حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ! آپ کا پروردگار آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ جب وہ بوڑھا تمہارے پاس آئے تو اس سے اس بات کے بارے میں پوچھئے جو اس نے دل میں سوچی لیکن اس کے کانوں نے نہیں سنی۔

وہ بوڑھا حاضر ہوا تو آپ نے اس سے پوچھا کیا بات ہے؟ تمہارا لڑکا شکایت کرتا ہے کہ تم نے اس کا مال لے لیا ہے۔ اس نے عرض کی یارسول اللہ! اس سے پوچھئے، میں نے تو اسے اس کی ایک پھوپھی (یا خالہ) یا اپنے اوپر خرچ کیا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا اسے رہنے دو، مجھے وہ بات بتاؤ جو تم نے دل میں کہی لیکن تمہارے کانوں نے نہیں سنی، اس بوڑھے نے عرض کی یارسول اللہ! اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کے صدقے میں ہمیں بہت کچھ دے رہا ہے، واقعی میں نے دل میں اک بات کہی تھی لیکن میرے کانوں نے نہیں سنی، فرمایا تم بتاؤ، میں سن رہا ہوں چنانچہ اس نے عرض کی

"(اے بیٹے) تم ابھی گود میں تھے کہ میں تجھے کھلاتا رہا، بالغ ہونے پر نان نفقہ دیتا رہا، اب میرے مانگنے پر بہانے بناتے ہو اور پیاسے دکھائی دیتے ہو۔

اس رات کو تو یاد رکھو جب تمہیں بیماری سے شفاء ہوئی، میں رات بھر سویا نہ تھا، بیدار رہا اور سخت بے چین ہوا۔

ایسا لگتا تھا کہ یہ بیماری تمہیں نہیں لگی بلکہ مجھے لگی ہے لہٰذا میں روتا رہتا ہوں۔

میں تم پر موت آنے سے ڈرتا ہوں اور دل کو معلوم تو ہے ہی کہ موت کا ایک مقرر وقت ہے۔

اور جب تم بالغ ہو کر اس مقام تک پہنچے جہاں دل چاہتا تھا تو میری امیدیں تم سے ٹوٹ گئیں۔

تم نے میرے ان احسانوں کا بدلہ سختی اور ترشروئی سے دیا ہے جیسے تم مجھ پر انعام کرتے اور

مہربانیاں کرتے رہے ہو۔

افسوس کہ تم نے میرے باپ ہونے کا خیال نہیں رکھا اور تم نے ایسے کیا ہے جیسے ایک پڑوسی اپنے ہمسائے سے کرسکتا ہے۔

تو نے ہمسائے کا حق ادا کیا حالانکہ اپنے مال کے مقابلے میں میرا مال خرچ کرنے میں بخل نہیں کرتے تھے۔

تم اسے یوں دیکھتے ہو کہ یہ اختلاف کے لئے تیار ہے جیسے یہ درست راہ پر چلنے والوں کو دینے کے لئے بنا ہے۔''

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا کہ ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! اللہ تعالی کو کون سا عمل اچھا لگتا ہے؟ فرمایا وقت پر نماز پڑھ لینا، عرض کی کہ پھر اس کے بعد؟ فرمایا کہ والدین سے بھلائی کرنا، پھر پوچھا کہ اس کے بعد کونسا ہے؟ فرمایا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔''

❁ مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اس سے بڑھ کر لڑکا اپنے والد کو اس سے بڑھ کر اور جزاء نہیں دے سکتا کہ وہ غلام ہو تو اسے خرید کر آزاد کردے۔''

بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور جہاد میں شامل ہونے کی اجازت مانگی جس پر آپ نے پوچھا کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے عرض کی ہاں۔ فرمایا تو پھر ان کی خدمت کا جہاد کرو۔''

❁ ابوداؤد لکھتے ہیں کہ ''ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ! میں ہجرت کے سلسلے میں آپ سے بیعت کرنا چاہتا ہوں جبکہ والدین کو روتا چھوڑ آیا ہوں، فرمایا جاؤ اور انہیں اتنا ہی خوش کرو جتنا انہیں رلایا تھا۔''

❁ ابویعلیٰ اور طبرانی نے لکھا ہے ''ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ! میں جہاد کی چاہت رکھتا ہوں لیکن اس کی ہمت نہیں ہے۔ پوچھا کیا تمہارے ماں باپ میں سے کوئی باقی رہ گیا ہے؟ اس نے بتایا کہ ماں زندہ ہے۔ فرمایا تو پھر اس سے بھلائی کرتے وقت اللہ کا ڈر سامنے رکھنا ہوگا اور جب تم یوں کرلو گے تو سمجھ لینا کہ تم حاجی، عمرہ کرنے والے اور مجاہد بھی بن گئے ہو۔''

ماں کے قدموں میں جنت

❁ طبرانی کے مطابق حضرت طلحہ بن معاویہ سلمی رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ''میں نے عرض کی یارسول اللہ! میں اللہ کی خاطر جہاد میں شامل ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ پوچھا تمہاری ماں زندہ ہے؟ میں نے عرض کی ہاں زندہ ہے۔ فرمایا تو پھر اس کے پاؤں پکڑ لو کہ جنت وہیں سے ملے گی۔''

❀ ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان کے مطابق حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ میری ایک بیوی تھی جس سے میں پیار کرتا تھا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے پسند نہیں کرتے تھے چنانچہ حکم دیا کہ میں اسے طلاق دے دوں لیکن میں ایسا نہ کر سکا۔ پھر حضرت عمر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ بتایا جس پر آپ نے فرمایا کہ اسے طلاق دے دو۔''

❀ امام احمد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی عمر اور رزق بڑھا دیا جائے تو والدین سے بھلائی اور صلہ رحمی کرے۔''

❀ ابن ماجہ اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''انسان اس گناہ کی بنا پر روزی لینے سے رہ جاتا ہے جو اس سے ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا لکھا ہوا، صرف دعا ہی تبدیل کر سکتی ہے اور نیکی کے علاوہ اور کوئی چیز عمر نہیں بڑھاتی۔''

❀ امام حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''لوگوں کی عورتوں سے پاکدامن رہو، تمہاری عورتیں بھی پاکدامن رہیں گی اور اپنے والدین سے بھلا سلوک کرو اس سے تمہارے لڑکے تم سے اچھا برتاؤ کریں گے۔''

❀ حاکم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ جو اپنے والدین کو دیکھے یا ان میں سے ایک کے پاس ہو لیکن ان سے بھلائی نہ کرے تو جہنم میں جائے گا، اللہ تعالیٰ اسے دور کرے اور تباہ کرے۔ اس پر میں نے کہا آمین۔''

ان کے ساتھ نیکی میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ اپنے بیوی بچوں میں سے کسی کو بھی ان سے پہلے کھانا نہ کھلائے جیسے ان تین بندوں کے واقعہ میں ملتا ہے جن پر پتھر لڑھک آیا تھا اور اس نے غار کا منہ بند کر دیا تھا جیسے بخاری، ابن حبان نے تینوں میں سے ایک کا قول لکھا ہے جو والدین سے تعلق رکھتا ہے ''میں والدین سے پہلے کسی گھر والے اور بچے کو دودھ نہیں دیا کرتا تھا۔'' یعنی جو دودھ دوھ کر لایا کرتا وہ ان سے پہلے کسی اور کو نہ دیا کرتا۔''

❀ امام بخاری و مسلم وغیرہ کے مطابق سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما بتاتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں میرے پاس میری والدہ آئیں جو مشرک تھیں جس پر میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے ساتھ رشتہ داری کا لحاظ پوچھا جس پر آپ نے فرمایا ''ماں سے اچھا سلوک کرو۔''

❀ دوسری روایت میں ہے کہ ''میری والدہ میرے پاس آئیں جن کی کوئی خواہش تھی یعنی جو کچھ میرے پاس تھا، اس میں سے اپنے ساتھ بھلائی چاہتی تھیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ''وہ اسلام سے کراہت کھاتی ہیں۔''

❀ ترمذی، ابن حبان، طبرانی اور حاکم نے مرفوعاً بتایا ''اللہ کی رضا، والد کی رضا میں ہوتی ہے اور اس کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ملتی ہے۔''

❀ بزار کی روایت میں ہے ''اللہ کی رضا، والدین کی رضا میں ہوتی ہے اور اس کی ناراضگی والدین کی ناراضگی میں ہوتی ہے۔''

ماں نہ ہوتو خالہ سے بھلائی کرو

❁ ترمذی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں لکھا ہے ''ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ! میں نے بہت بڑا گناہ کرلیا ہے تو کیا توبہ قبول ہوسکتی ہے؟ آپ نے پوچھا کیا تمہاری ماں ہے؟ اس نے عرض کی نہیں۔ پوچھا تو کیا پھر خالہ ہے؟ اس نے عرض کی ہاں۔ اس پر فرمایا کہ اسی سے بھلائی کرو۔''

❁ ابو داؤد، ابن ماجہ اور ابن حبان رحمہم اللہ نے لکھا ہے کہ ''بنو مسلمہ کے ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ! میرے والدین کے فوت ہونے کے بعد کوئی ایسی نیکی ہے جو ان کے لئے کروں؟ فرمایا ہاں ان دونوں کا جنازہ پڑھنا ہوگا، ان کی بخشش کی دعا کرنا ہوگی، ان کے بعد ان کے کئے ہوئے وعدے پورے کرنا ہوں گے، وہ رشتہ داری قائم کرنا ہوگی جو ان کے بغیر ممکن نہیں ہوتی اور پھر ان کے ساتھیوں کی عزت کرنا ہوگی۔''

❁ امام مسلم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں بتاتے ہیں کہ انہیں عرب دیہاتیوں میں سے ایک شخص مکے کے راستے میں ملا، اس نے اس کو سلام کہا، اسے اپنے سواری کے گدھے پر سوار کرلیا اور سر سے پگڑی اتار کر دے دی۔ ابن دینار کہتے ہیں میں نے کہا اللہ آپ کا بھلا کرے، یہ دیہاتی لوگ ہیں، تھوڑے پر بھی راضی ہو جاتے ہیں۔ اس پر وہ کہنے لگے کہ اس کا والد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا دوست تھا اور میں نے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھا ہے فرمایا ''سب سے بہتر نیکی یہ ہے کہ لڑکا اپنے والد کی دوستی نبھائے۔''

❁ ابن حبان کے مطابق حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے بتایا میں مدینہ پہنچا تو عبداللہ بن عمر میرے پاس آئے اور کہا جانتے ہو، میں تمہارے پاس کیوں آیا ہوں؟ میں نے کہا کہ نہیں جانتا۔ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہوا ہے جو شخص والد کے قبر میں جانے کے بعد اس سے تعلق رکھنا چاہتا ہے تو اپنے باپ کے بھائی بندوں سے تعلق رکھے۔'' اور چونکہ میرے والد عمر اور تمہارے والد کے درمیان بھائی چارہ اور دوستی تھی تو دل چاہا کہ اسے جاری رکھوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمبر 186

رشتہ داریاں قائم رکھنا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے ہیں کہ ہم اپنے نسب نامے اور رضاع (ماں کا دودھ پینے میں شریک بہن بھائی وغیرہ) سے بننے والی کٹ چکی رشتہ داری تک بھی جاری رکھیں جیسے ماں کا باپ، بیٹیوں کی اولاد، ماں کی طرف سے بھائی کی بیٹیا،

چچوں، تایوں، پھوپھیوں، خالاؤں اور ماموؤں کی بیٹیاں اور یہ رشتہ داری انہیں کھانا کھلا کر، لباس دے کر، قرض اتار کر، قید سے چھڑا کر، دور ہو تو تحفہ دے کر، قریب ہو تو ان کے پاس جا کر قائم کی جاسکتی ہے لیکن اگر تحفہ ممکن نہ ہو تو سلام بھیج کر قائم رکھی جاسکتی ہے۔ اصل میں دارومدار اس بات پر ہے کہ اپنی رشتہ داری کا خیال رکھے اور ان سے اچھا سلوک کرے تاکہ کسی حد تک اللہ و رسول کی وصیت پر عمل ہو سکے اور جو شخص ایسا کر سکنے کے باوجود ان میں سے کوئی کوتاہی کرے تو وہ رشتہ داری توڑنے والا شمار ہوگا جبکہ ایسے شخص کا کوئی بھی عمل اوپر نہیں جاتا اور اس موقع پر بھی اس کی بخشش نہیں ہوتی جب لیلۃ القدر اور آدھے شعبان کی رات کو اللہ تعالیٰ سب مخلوق کی بخشش فرماتا ہے۔

آج کل عام لوگ تو کجا علماء و مشائخ میں سے اکثر اس ہدایت پر عمل کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں اور صرف دنیا کا مال ملتے ہی اپنی غریب رشتہ داری بھول جاتے ہیں اور اس بات کو ماننے سے کتراتے ہیں کہ یہ ان کے رشتہ دار ہیں حالانکہ وہ خوشی سے ایسے لوگوں کو کپڑے اور مال دیتے ہیں اور کھانے پکاتے ہیں جن کے ساتھ کوئی بھی رشتہ داری نہیں ہوتی، نہ کوئی دنیاوی فائدہ ہوتا ہے اور نہ ہی علم میں فائدہ لینا دینا ہوتا ہے۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کا لوگوں کو کھلانا پلانا اور اچھا برتاؤ کرنا صرف اتنا کہلانے کیلئے ہوتا ہے کہ ''یہ چیز فلاں شخص نے دی ہے'' جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اجنبی شخص ان کا مجلسوں میں شکریہ ادا کرتا پھرتا ہے اور قریبی شخص کھا پی کر انکار کرتا یا پھر شکریہ ادا کرنے سے چپ رہتا ہے چنانچہ اگر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی آنکھیں کھول دے تو یہ لوگ اس رشتہ داری کو پہلے نبھائیں جس کے نبھانے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور اسے بعد میں رکھیں جس کا حکم نہیں دیا چنانچہ اگر وہ ان کی آنکھیں کھول دے تو وہ زیادہ ان لوگوں کو دیں جو ان کا شکریہ ادا نہیں کرتے اور اس کے ذریعے انہیں ان لوگوں کے مقابلے میں زیادہ خوشی ہو جو شکر کیے جاتے ہیں کیونکہ جو دینے والے کا شکر کرتا ہے وہ اس کا حساب برابر کر دیتا ہے جس کی وجہ سے دینے والا آخر میں اجر سے خالی ہاتھ ہوتا ہے اور جو اس کا شکریہ ادا نہیں کرتا تو آخرت میں وہ پورا ثواب حاصل کرتا ہے، اس میں سے کچھ بھی گھٹایا نہیں جاتا۔

اس ہدایت پر عمل کرنے والے کے لئے کسی ایسے شیخ کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے قرب الٰہی تک پہنچا دے تاکہ وہ دل کی آنکھوں سے آخرت کے حالات کا پتہ چلا سکے اور آخرت پر نظر ڈال سکے اور پھر اسے دیکھ سکے جو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے تیار کر رکھا ہے جو اللہ کے حکم پر عمل کرتے ہیں کیونکہ اللہ کے حکم سے ہونے والے کام کا جنت میں کوئی نہ کوئی درجہ ہوتا ہے اور وہ اس پر عمل کئے بغیر اسے لے نہیں سکتا اور جو دنیا میں یہ کہے کہ رشتہ داری چھوڑنا جائز ہے تو اسے بھی آخرت میں یہی کچھ کہہ دیا جائے گا اور یہ بھی درجہ ہے جس سے تمہیں محروم رکھنا جائز ہوگا ''جیسے کو تیسا'' حالانکہ حدیث میں آتا ہے کہ ''مومن نیکی لینے سے سیر نہیں ہوا کرتا۔''

ذرا سوچو تو سہی، جب تم دنیا سے پوری طرح محبت رکھتے ہوئے، اسے تلاش کرنے کے لئے دور دور کے شہروں کو نکل جاتے ہو لیکن جب ذکر یا قرآن کی محفل میں بیٹھتے ہو تو اونگھتے ہو، ہر موقع پر تمہیں نیند آ جاتی ہے اور تمہیں اس محفل میں بیٹھتے وقت وہ ثواب بھی یاد نہیں رہتا جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تیار کر رکھا ہے تو یہ سب کچھ اس لئے ہوتا ہے کہ تم جنت کو معمولی چیز سمجھ کر تلاش کرتے ہو۔

ذرا یہ تو دیکھو کہ کوئی شخص جب تمہارے پہلو میں سونے کا بھرا تھیلا لے کر بیٹھا ہو اور وہ تم سے کہے کہ اپنی ہر بات پر ایک دینار لیتے جاؤ تو تمہاری نیند کیسے اڑ جائے گی اور تم صبح تک بیداری میں رہو گے اور اگر کوئی کہے کہ جو سونا تم نے لیا ہے، اتنا ہی کافی ہے لٰہذا اٹھو اور سو جاؤ، تمہیں دو یا تین درجے ملیں گے تو تم یہ بات نہیں سنو گے کیونکہ تم پورے طور پر دنیا کی طرف لگ چکے ہو گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جسے محفل ذکر یا محفل قرآن وغیرہ میں نیند آئے اور سونا وغیرہ ملنے پر چلی جائے تو اس کا ایمان بھی کمزور ہوتا ہے اور اس ثواب کی اُمید بھی کمزور ہوتی ہے جس کا اللہ نے وعدہ کر رکھا ہے تو ایسا شخص ڈنکے کی چوٹ پر دنیا دار ہو گا، اللہ والوں کے راستے میں اس کا کوئی دخل نہیں ہو گا خواہ وہ سب لوگوں سے زیادہ عبادت کیا کرتا ہو، اسی لئے بزرگ فرماتے ہیں، کامل مومن وہ ہوتا ہے جو اللہ کے وعدے کے مطابق غائب ہونے والی چیز یا جس کے بارے میں اس نے دھمکی دی ہے، اس کے سامنے موجود ہونے میں برابر ہوں لیکن جب وہ موجود چیز کو غائب کے مقابلے میں ذرا سا بھی پہلے رکھے گا تو اس کا ایمان کامل نہ ہو گا چنانچہ اکثر لوگ زبان حال سے یوں کہتے سنائی دیتے ہیں کہ ''تھوڑی سی نقد رقم اس قیمتی موتی سے بہتر ہوتی ہے جس کا صرف وعدہ ہوا ہو۔'' لٰہذا اے بھائی! تم اس پردے کی حالت میں کسی شیخ کی ہدایت پر چلو تا کہ اللہ کے ان حکموں پر عمل کر سکو جن کی اس نے تمہیں تکلیف دے رکھی ہے یا جن کے بارے میں تمہیں حکم دیا ہوا ہے، اگرچہ تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو رضاء الٰہی کی خاطر اس کے حکم پر چلتے ہیں کیونکہ جو شخص آخرت کے ثواب کی خواہش کے درجے سے نیچے آ جاتا ہے تو وہ گھاٹا کھانے والوں کے ساتھ شمار ہوتا ہے چنانچہ نہ تو وہ اللہ کا حکم مان کر عمل کرتا ہے اور نہ ہی اللہ سے ثواب کے لئے کرتا ہے اور صرف عمل پر جنت لینے والے ایسے ہی ہوتے ہیں لیکن وہ لوگ جو اللہ کے احسان پر جنت لینے والے ہوتے ہیں، وہ اللہ کے فضل پر بھروسہ کرتے ہیں، انہیں عملوں کے تھوڑے بہت ہونے سے فرق نہیں پڑتا کیونکہ ان کا بھروسہ عملوں پر ہوتا ہی نہیں اور نہ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ وہ ان کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، وہ تو صرف اپنی کوتاہیوں پر استغفار کرتے ہیں تا کہ اس دنیا میں اللہ کا لازمی حق نبھا سکیں کیونکہ وہ دل کی آنکھوں سے ان عملوں کو دیکھ رہے ہوتے ہیں جو ان کے کرنے یا نہ کرنے کے ہیں، چنانچہ ان کے دلوں میں اللہ کے ساتھ ایسا معاملہ ہوتا ہے جسے ظاہر کر دینا جائز نہیں ہوتا، خصوصاً اس وقت جب ان کے پیشوا موجود ہوں جن کی وہ تابعداری کرتے ہیں کیونکہ وہ اس معاملے میں ان کے اماموں کی طرح ہوتے ہیں لٰہذا وہ کسی حکم کے بارے میں اپنا آپ بھلا نہیں سکتے۔

اسی لئے تو کہتے ہیں کہ نبی معصوم ہوتے ہیں کیونکہ ان کے ہر قول اور فعل کی پیروی کی جاتی ہے تو پھر اگر ان کے بارے میں یہ بات سچی نکلے کہ وہ گناہ میں پڑے ہیں یا کسی واجب کام میں کوتاہی کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ وہ گناہوں کی شریعت بتاتے ہیں جبکہ اسے کوئی بھی نہیں مانتا جیسے اصول فقہ اور دین کی کتابوں میں لکھا ہوا ملتا ہے۔ واللہ غفور رحیم۔

❀ امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً ذکر کیا ہے فرمایا ''جو شخص اللہ اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہے تو اسے اپنی رشتہ داری قائم رکھنا ہو گی۔''

❀ انہی دونوں حضرات کی ایک اور مرفوع روایت ہے فرمایا ''جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں

31

اضافہ ہو اور عمر بڑھا دی جائے تو رشتہ داری سنبھالے۔"

❁ ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "تم اپنا وہ نسب نامہ سیکھو جس کے ذریعے اپنی رشتہ داریاں قائم کر سکو کیونکہ رشتہ داری قائم رکھنا، اہل و عیال میں محبت پیدا کرنے کا کام دیتا ہے، مال میں اضافہ کرتا ہے اور عمر بڑھاتا ہے۔"

❁ عبداللہ بن امام احمد کی زوائد، بزار اور حاکم میں مرفوع روایت یوں ملتی ہے فرمایا "جو شخص لمبی عمر چاہتا ہے، زیادہ روزی چاہتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ اس سے بری موت ٹل جائے تو اللہ سے ڈرا کرے اور رشتہ داری قائم کرے۔"

❁ بزار اور حاکم نے یہ مرفوع روایت دی ہے فرمایا "تورات میں لکھا ہے کہ جو زیادہ عمر چاہتا ہے اور چاہتا ہے کہ اسے زیادہ سے زیادہ روزی ملے تو رشتہ داری کا سلسلہ قائم کرے۔"

❁ ابو یعلیٰ کی ایک مرفوع روایت میں یوں ہے فرمایا "صدقہ دینے اور رشتہ داری قائم کرنے کے ذریعے اللہ تعالیٰ عمر بڑھاتا ہے، بری موت نہیں دیتا اور ان کے ذریعے ناپسندیدہ اور ڈر والی چیزوں کو دور کرتا ہے۔"

❁ طبرانی اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کے ذریعے گھروں کے گھر بھر رکھے ہیں اور انہیں بہت سے پھل دیتا تھا حالانکہ ناراضگی کی وجہ سے ان پر اس وقت سے رحمت کی نظر نہیں فرمائی تھی جب سے انہیں پیدا کیا۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ! یہ کیسے ہوا؟ فرمایا کیونکہ وہ رشتہ داری کا خیال رکھتے تھے۔"

❁ امام احمد کی ایک مرفوع روایت یوں ہے "صلہ رحمی کرنا اور اچھا ہمسایہ (یا فرمایا کہ اچھا خلق) گھروں کو (لوگوں سے) بھرے رکھتے ہیں اور عمریں بڑھاتے ہیں۔"

❁ طبرانی اور ابن حبان کے مطابق حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں "میرے خلیل ﷺ نے مجھے حکم فرمایا تھا کہ میں اپنی رشتہ داری نبھاتا رہوں خواہ وہ منہ موڑ ہی جائیں۔" واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 187

یتیم کی پرورش کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم یتیم کے کھانے دانے کا خیال رکھیں، اس پر مہربانی اور شفقت کریں اور اس کے علاوہ بیواؤں اور مسکینوں کے لئے یہی کوشش کریں، یتیم کے سر پر ہاتھ پھیریں نیز اللہ تعالیٰ کو خوش رکھنے اور جنت میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ رہنے کے لئے اپنے تمام ساتھیوں کو اسی بات پر لگائیں۔

اس ہدایت پر عمل کرنا خصوصی طور پر ان لوگوں کا کام ہے جنہوں نے کسی یتیم کو پالا ہو کیونکہ ایسے لوگ ہی یتیم کی دل شکنی سے واقف ہوتے ہیں اور انہی کو معلوم ہوتا ہے کہ یتیم کا دل کس قدر ٹوٹتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ

پر بھی اسی چیز کا احسان جتلایا ہے، فرمایا ''آیا تمہیں یتیم نہ پایا پھر ٹھکانہ دیا؟'' سورۃ کے آخر تک یہی بات کی ہے چنانچہ آپ کو یتیم پر قہر سے روکا، اس بنا پر سائل کو جھڑکنے سے روکا اور پھر حکم دیا کہ نعمت ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرو۔

شیخ شمس الدین طنیخی اور غمری رحمہ اللہ نے ایک واقعہ بتایا کہ میں یتیمی میں سیدی شیخ عثمان خطاب رحمہ اللہ کے ہاں پلا تھا، وہ جب بھی کسی یتیم کو دیکھ لیتے تو یوں پھڑکتے جیسے پرندہ اپنے بچے پر پھڑکتا ہے چنانچہ ایک دن مجھے دیکھا، میں ان کی طرف ترچھی نظر سے دیکھ رہا تھا، مجھ سے فرمایا بیٹے کیا بات ہے؟ خود میری پرورش بھی یتیمی میں ہوئی اور مجھے پتہ ہے کہ یتیم کا برا حال ہوتا ہے اور اس کا دل کیسے ٹوٹا کرتا ہے۔ الخ

امام شعرانی یتیم پلے

یونہی اس کتاب کا مؤلف کہتا ہے کہ میں بھی یتیم پلا ہوں میرے والد کا انتقال ہوا تو میں آٹھ سال کا تھا۔ انہوں نے میرے بھائیوں کے ساتھ مجھے یتیم چھوڑا چنانچہ جب میں ہمسائیوں کے گھر پھل جاتے دیکھتا ذرا رُک جاتا اور انہیں کھاتے دیکھتا رہتا، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ وہ مجھے لوبیا، انجیر یا کھیرا دے دیتے تو یہ میرے لئے بڑا اچھا موقع ہوتا اور میری تربیت کرنے والے باپ شیخ خضر علیہ السلام نے جب میری تربیت کی اور ''ریف'' سے ''مصر'' لائے اور پھر سلطان قائتبائی کے دور میں ان کے فوت ہونے والے بیٹے کے کپڑے پہنائے تو میرے دل کو وہ خوشی ملی جو داڑھی سفید ہونے پر بھی میں بھلا نہ سکا لہٰذا اے بھائی! اسے ذہن میں رکھو اور یتیم اور مسکین پر شفقت کرو چنانچہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے بھی ایسے شخص کا انتظام کر دیگا جو یہی کام تمہاری آئندہ نسل میں کر دکھائے گا جیسے میرے دادا شیخ نور الدین رحمہ اللہ کے ساتھ ہوا تھا کیونکہ وہ یتیموں، بیواؤں، مسکینوں اور کوڑھوں پر شفقت فرماتے تھے، دودھ دوہ کر کوڑھی کے ساتھ کھانا کھا لیتے جبکہ کوڑھ سے پیپ بہہ رہی ہوتی چنانچہ ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے میرے لئے شیخ خضر کا انتظام کیا، انہوں نے ان کی بیوی کے ساتھ مجھے پالا تھا چنانچہ میں ان کے ہاں بڑا خوشحال رہا، کھانے پینے اور لباس میں کمی نہ آئی، اسی دوران دونوں فوت ہو گئے، پھر میں بالغ ہوا اور شادی کی چنانچہ میں اسے اپنے دادا کے کئے کا بدلہ جانتا ہوں لہٰذا اس پر اللہ رب العالمین کا شکر ہے۔

- امام بخاری، مسلم، ابو داؤد اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا فرمایا ''میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے، پھر شہادت اور درمیانی انگلی کے درمیان ذرا سا فاصلہ رکھ کر اشارہ سے بتایا۔''
- مسلم اور بزار وغیرہ کی مرفوع روایت یوں ہے فرمایا ''اپنے یا کسی اور کے یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں میرے ساتھ ان دو انگلیوں جتنے فاصلے پر ہوگا۔''
- بزار کی مرفوع روایت ہے فرمایا ''جو اپنے قریبی رشتہ دار یتیم یا اس کے علاوہ کسی اور یتیم کی پرورش کرے تو میں اور وہ یوں ہوں گے، آپ نے دو انگلیوں کو ملا کر (قریب ہونے کا) اشارہ فرمایا اور جو شخص تین بیٹیوں کی پرورش کرے تو وہ جنت میں ہوگا۔'' (الحدیث)
- ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص تین یتیموں کو عیال بنائے (پرورش کرے) تو وہ اس شخص کی

طرح ہو گا جو رات بھر عبادت کرے، اس کے دن کو روزہ رکھے، راہِ خدا میں صبح وشام تلوار سونتے رہے تو میں اور وہ جنت میں یوں بھائی (مراد اکٹھے) ہوں گے جیسے یہ دونوں انگلیاں ہیں اور پھر انگشت شہادت کے ساتھ درمیانی انگلی ملا کر دکھائی۔''

❀ ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص دو مسلمانوں کے درمیان سے یتیم کو کھانے پینے کے لئے قبضہ میں لے تو اللہ تعالیٰ لازمی طور پر اسے جنت میں داخل کرے گا ہاں اگر اس نے معاف نہ کیا جانے والا گناہ کر رکھا ہو تو یوں نہیں ہو گا۔''

❀ امام احمد اور طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو دو مسلمان ماں باپ کے درمیان کسی یتیم کو کھانے پینے کے لئے ملائے تو اسے لازماً جنت ملے گی۔''

❀ طبرانی اور اصفہانی نے مرفوع روایت یوں دی ہے فرمایا ''جب بھی کوئی یتیم، لوگوں کے ساتھ کسی پیالے (دستر خوان) پر مل بیٹھتا ہے تو شیطان ان کے پیالے کے قریب نہیں جاتا۔''

❀ انہی کی ایک اور مرفوع روایت یوں ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کو سب سے پیارا گھر وہ لگتا ہے جس میں کوئی یتیم عزت سے رہتا ہو۔''

❀ ابن ماجہ کی مرفوع روایت یہ ہے فرمایا ''مسلمانوں میں بہتر گھر وہ ہے جس میں ایسا یتیم ہو جس کے ساتھ بہتر سلوک ہوتا ہو اور مسلمانوں ہی میں برا گھر وہ شمار ہوتا ہے جس میں یتیم سے برا سلوک ہوتا ہو۔''

❀ ابو داؤد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''میں اور سرخی مائل سیاہ رخساروں والی خاتون قیامت کے دن یوں ہوں گے، اس موقع پر راوی نے درمیانی اور شہادت کی انگلی کی طرف اشارہ کیا، ایک وہ ایک ایسی عورت ہو جو مرتبہ اور حسن والی ہوتے ہوئے اپنے شوہر سے فارغ ہو کر اپنے یتیم بچوں پر اپنے آپ کو پابند رکھے اور اسی دوران وہ خود مر جائے یا وہ مر جائیں۔''

علامہ خطابی فرماتے ہیں (کہ اس حدیث میں عورت کے بارے میں آنے والے لفظ) سفعاء سے مراد ایسی عورت ہے کہ بیوہ ہو جانے کی وجہ سے اس کا رنگ سیاہی مائل میلا سا ہو، اس سے مراد یہ لیتے ہیں کہ اس عورت نے اپنے آپ کو اپنی اولاد پر پابند کر لیا ہو اور آگے شادی نہ کی ہو کہ یوں اسے شوہر بنانے کے لئے خوبصورتی اور بناوٹ کی ضرورت ہو۔

(اسی حدیث میں ایک اور لفظ امت زوجھا یہ ایسی عورت ہوتی ہے جو بے امید ہو گئی ہو یعنی اس کا شوہر نہ ہو، خواہ وہ کنواری ہو یا پھر بیاہی ہو، اس نے شادی کی ہو یا ابھی تک نہ کی ہو لیکن یہاں اس عورت سے مراد وہ عورت ہے جس کا شوہر فوت ہو چکا ہو اور بیوہ ہو۔

❀ ابی یعلیٰ کی مرفوع حدیث یوں ہے فرمایا ''جنت کا دروازہ کھولنے والا سب سے پہلا شخص میں ہوں گا اور دروازہ کھلتے ہی جلدی سے اپنی طرف آتی ایک عورت دیکھوں گا چنانچہ اس سے پوچھوں گا کہ کیا کام ہے اور تم کون ہو؟ وہ کہے گی کہ میں وہ عورت ہوں کہ اپنے یتیم بچوں کے لئے بیٹھ گئی تھی (آگے شادی نہیں کی)

❀ امام احمد وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو کسی یتیم کے سر پر (شفقت سے) صرف رضاء الٰہی کے لئے ہاتھ پھیرے تو جس جس بال پر اس کا ہاتھ لگے گا اس کے بدلے میں اسے نیکیاں ملیں گی اور جو شخص اپنے ہاں رہنے والی یتیم

بچی یا بچے کے ساتھ بہتر برتاؤ کرتا رہے، وہ اور میں جنت میں ان دو کی طرح ہوں گے، پھر شہادت اور درمیانی انگلی کے درمیان ذرا سا فاصلہ کر کے انگلوں کی طرف اشارہ فرمایا۔

❁ طبرانی روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنے دل کی سختی کی شکایت لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا جس پر فرمایا تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہو جائے اور تمہاری ضرورت پوری ہو؟ (اس کے لیے) یتیم پر رحم کیا کرو، اس کے سر پر ہاتھ پھیرو، اپنے ہاں سے کھانا کھلاؤ، اس سے تمہارا دل نرم ہوگا اور تمہارا کام ہو جائے گا۔"

❁ امام احمد کی ایک روایت میں ہے کہ "آپ نے اس سے فرمایا کہ یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرو اور مسکین کو کھانا کھلاؤ۔"

❁ طبرانی نے لکھا ہے کہ فرمایا "اس ذات کی قسم! جس نے مجھے سچا بنا کر بھیجا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن یتیم پر رحم کرنے والے، اس سے نرم گفتگو کرنے والے، اس کی یتیمی اور کمزوری پر رحم کھانے والے کو عذاب نہیں دے گا اور اسے بھی عذاب نہ دے گا جو اللہ کے دیئے سے زیادہ لینے کے لئے ہمسائے پر ظلم نہیں کرتا۔"

❁ اصفہانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "یتیم کو رلانے سے باز آؤ کیونکہ جب لوگ سوتے ہیں تو اس کا یہ رونا رات بھر گردش کرتا رہتا ہے۔" (جو سنتا ہے اسے آگے بتاتا جاتا ہے)

ایک یتیم کی وجہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام کا امتحان

❁ امام حاکم، بیہقی اور اصفہانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا کہ "ایک شخص نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا وہ کونسی چیز ہے جو آپ کی آنکھیں لے گئی اور پیٹھ کبڑی کر دی ہے؟ آپ نے فرمایا آنکھیں تو یوسف (علیہ السلام) پر رونے کی وجہ سے گئی ہیں اور کمر کبڑا ہونے کی وجہ اس کے بھائی بنیامین پر رونا تھا، اسی دوران حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہنے لگے کیا آپ شکایت کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میں اپنی پریشانی اور غم کی شکایت اللہ ہی سے کر رہا ہوں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا آپ جو کچھ اللہ تعالیٰ سے کہنا چاہتے ہیں، اسے وہ آپ سے بھی زیادہ جانتا ہے۔

پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام تو واپس چلے گئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام گھر آ گئے اور عرض کی اے پروردگار! کیا ایسا ممکن نہیں کہ تُو بڑے بوڑھے پر رحم فرما دے، تُو نے مجھے آنکھوں سے محروم کر دیا ہے اور پیٹھ کبڑی کر دی ہے، مجھے یہ دونوں پھول ملا دے اور میں بیک وقت دونوں کی خوشبو لے لوں تو پھر میرے ساتھ جو چاہو، کر لینا۔

اسی دوران حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہنے لگے اے یعقوب (علیہ السلام)! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتے ہوئے فرما رہا ہے خوش ہو جاؤ کہ اگر بالفرض وہ دونوں فوت بھی ہو چکے ہوتے تو میں انہیں تمہارے لئے دوبارہ اٹھا لیتا اور تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا۔

یعقوب علیہ السلام کی آزمائش اور اس کی وجہ

پھر یہ بھی فرمایا ہے کہ اے یعقوب (علیہ السلام)! تم جانتے ہو کہ میں نے تمہاری بینائی کیوں چھینی ہے اور پیٹھ کبڑی کیوں کی ہے اور یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے بھائی کے ساتھ جو کچھ کیا ہے، کیوں کیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں جانتا، اس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا تمہارے پاس ایک یتیم مسکین آیا تھا جو روزہ سے تھا اور اسے بھوک نے ستایا ہوا تھا جبکہ تم نے اور تمہارے گھر والوں نے بکری ذبح کر کے کھائی تھی لیکن اسے نہیں کھلائی تھی۔

وہ یہ بھی فرماتا ہے مجھے ساری مخلوق میں سے یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ پیار بہت پسند ہے، لہٰذا کھانا تیار کر کے مسکینوں کو بلا کر کھلا دو۔

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام شام ہوتے ہی یہ آواز دیا کرتے تھے کہ جو بھی روزہ دار ہے، یعقوب (علیہ السلام) کے دستر خوان پر آ جائے اور یونہی صبح ہونے پر آواز دیتے کہ جس نے روزہ نہیں رکھا، وہ یعقوب کے دستر خوان سے آ کر کھانا کھائے۔

❁ بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص بیواؤں اور مسکینوں کی پرورش کرتا ہے وہ راہ خدا میں جہاد کرنے والے کی طرح ہوتا ہے اور اس کی طرح ہوتا ہے جو رات کو عبادت کرے اور دن کو روزہ رکھے۔''

❁ امام احمد اور طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص دو بیٹیوں، بہنوں یا رشتہ دار عورتوں پر ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے اور انہیں اللہ کے فضل کی بنا پر یا تو بے نیاز کر دیتا ہے یا پھر ضرورت کے مطابق دے دیتا ہے تو وہ ان دونوں کی وجہ سے جہنم میں نہ جا سکے گا۔'' واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 188

مسلمان بھائیوں اور نیک لوگوں کی زیارت کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے بھائیوں اور نیک لوگوں سے ملتے رہا کریں، ہر آنے والے کی عزت کریں اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ کی طرف سے آنے والی نعمتوں کی قدر کریں چنانچہ انہیں نہایت عزت و احترام سے لیا کریں کہ اس میں اللہ سے ہمارا خوش ہونا دکھائی دے گا۔

اس ہدایت پر عمل کے لئے بھی ایک نیک شیخ کی ضرورت ہے جو اسے لے کر دوست بنائے، اس میں اچھی اچھی

عادتیں پیدا کر دے اور اللہ سے اسے اس کا حصہ دلائے، پھر اس کی عادت یہ بن جائے کہ وہ اپنے نفس اور شیطان کی ہر بات میں مخالفت کرنے لگے اور ان کی کوئی بات نہ مانے بلکہ واضح طور پر اپنے مالک اور اس کی مرضی کے مطابق چلے اور کسی سے ملنے کے لئے جاتے آتے وقت ہر بات پر نظر رکھے کیونکہ آج کل دیکھا جا رہا ہے کہ عام طور پر کسی سے ملنے کے وقت دل میں خلوص نہیں ہوتا بلکہ نفسانی خواہشیں ہوتی ہیں چنانچہ تم دکھو گے کہ ایک فقیر یا عالم جب اپنے بھائی سے ملنے جاتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ اس کی وہ خامیاں نکالے جن کے بارے میں اسے پتہ چلا ہوتا ہے اور پھر وہی باتیں لوگوں کو بتا کر خوب مزہ لے، پھر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان لوگوں میں سے کوئی نہ کوئی اس فقیر کا دشمن ہوتا ہے چنانچہ نہ تو وہ اسے اس سلسلے میں اس خامی سے روکتا ہے جو اس کے اور اس فقیر کے درمیان ہوتی ہے اور نہ وہ لوگوں کے سامنے بتانے سے رکتا ہے اور پھر یوں بھی ہوتا ہے کہ ان میں سے کوئی اس فقیر یا عالم کے ہاں سے آ کر یوں کہتا ہے کہ میں آج صبح ہی اس سے مل کر آ رہا ہوں، وہ تو اچھائی اور علم کے بڑے بڑے دعوے کر رہا ہے، مجھے پہلے معلوم ہوتا تو میں کبھی بھی اس کے پاس نہ جاتا اور پھر اس ملاقات پر شرمندگی ظاہر کرتا ہے تاکہ اسے لوگوں کے سامنے حقیر بنا سکے تو ایسا شخص جاتے آتے جہنم میں پھر رہا ہوتا ہے حالانکہ یہ شخص ظالموں، ٹیکس لگانے والوں اور حرام کھانے والوں سے مل کر کھانا کھانا اور لوگوں کے سامنے ان کی خوبیاں بیان کرتا ہوتا ہے بلکہ ان کے خلاف کوئی برائی سننا گوارا نہیں کرتا اور کبھی انہیں ان خامیوں پر جھڑکتا بھی ہے چنانچہ علماء اور نیک لوگوں کو بھی اس کا حق پہنچتا ہے۔

یاد رکھئے کہ ان جھوٹے زیارت کرنے والوں کے لیے فقیروں اور نیک لوگوں کے پاس بھی اندرونی طور پر چال موجود ہوتی ہے چنانچہ کبھی وہ انہیں مناسب لفظ بول کر بار بار آنے سے بھگا دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ دوبارہ نہیں آ سکتے جیسے سیدی ابوالسعود جارحی رحمہ اللہ کے ساتھ واقعہ ہوا تھا جب ایک شخص امتحان لینے ان کے پاس آیا تو یہ شعر پڑھا

یظن الناس بی خیرا وانی
اشرالناس ان لم نعف عنی

(عربی شعر میں ''الناس'' اور لفظ ''اشر'' پر زبر پڑھی حالانکہ ان دونوں پر پیش پڑھنے ہی سے معنٰی صحیح بنتا تھا کہ لوگوں کا میرے بارے میں اچھا خیال ہے لیکن اگر تم مجھے معاف نہیں کرتے تو میں سب سے زیادہ شرارتی ہوں)

اس پر آپ نے کہا کہ یہ فاعل و مفعول تک کو نہیں جانتا تو صالح کیسے ہو سکتا ہے چنانچہ اسے برا بناتے ہوئے بھگا دیا۔ ایک ماہ بعد شیخ اسے ملے تو وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ اس شعر میں الناس کے لفظ پر پیش ہے جس پر وہ عالم ذلیل ہوا اور استغفار پڑھنے لگا جس پر شیخ نے اسے کہا ''نصب'' (زبر) تجھے گھر لے گئی اور ''رفع'' تجھے یہاں لے آئی، لوگ فقیروں کی زیارت یوں نہیں کیا کرتے جبکہ قرآن یا حدیث پڑھتے وقت کوئی غلطی کرے تو ہمیں اس کی پرواہ نہیں ہوتی۔

اے بھائی! میں کہتا ہوں کہ کسی سے ملاقات کے وقت اس کے بارے میں اچھی نیت کرو اور پھر اسے ملو لیکن اگر سال بھر یا اس سے زیادہ عرصے کے لئے بھی تمہاری نیت صحیح نہیں ہوتی تو ایسی زیارت چھوڑ دینے میں حرج نہیں، یہی وجہ

ہے کہ پہلے بزرگ ایک دوسرے کو سلام کہلا بھیجا کرتے تھے اور وہ اس خدشے کی بنا پر اسے اچھا سمجھتے تھے کہ ہر ایک شخص دوسرے کے لئے دکھلاوے کے طور پر اچھی کلام بولتا اور اچھی عادتوں کا اظہار کرتا ہے اور یہ اپنے آپ کو ستھرا بنا رہا ہوتا ہے جس کی بنا پر دونوں ہی ڈانٹ اور ناراضگی کے حقدار ہو جاتے ہیں جیسے لعنتی ابلیس کے ساتھ یونہی ہوا تھا۔ بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ کوئی کم عقل شخص ہی بھائیوں کی کم سے کم زیارت پر پریشانی دکھا سکتا ہے۔

اس دور کے بڑے مشائخ میں مجھے سب بھائیوں میں سے پیارا شخص مجھ سے ملنے آیا تو میں نے اسے حضرت سیدی علی خواص رحمہ اللہ کے بارے میں بتایا کہ وہ فرماتے ہیں اللہ والوں میں جو کامل ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اس کے لئے شرط یہ ہے کہ فقیہ، محدث اور صوفی ہو جبکہ اللہ کا احسان ہے کہ مجھے اس نے یہ تینوں چیزیں دے رکھی ہیں جس میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ فقیہ کہنے سے میرا مقصد یہ تھا کہ میں ان میں سے ہوں جو کتاب وسنت کی سمجھ رکھتے ہیں کیونکہ لغت میں فقہ کا معنیٰ سمجھنا ہی ہوتا ہے۔ محدث کہنے کا مقصد یہ بتانا تھا کہ میں اپنی طرف سے ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' کہنے کا مطلب جانتا ہوں اور صوفی کہنے کا مقصد اونی جبہ پہننا تھا۔

یہ سن کر وہ میرے ہاں سے چلا گیا اور ہر حلقے میں جا کر میری برائی شروع کر دی۔ اس پر میں نے اس سے کہا کہ تم فقیروں کے راستے پر چلنے کا دعویٰ کس لئے کرتے ہو حالانکہ اپنے کسی بھائی کی کوئی ایک اچھی بات بھی برداشت نہیں کر سکتے ہو؟

❁ امام نووی رحمہ اللہ ''شرح المہذب'' کے مقدمہ میں "اداب العالم والمتعلم" بتاتے ہوئے لکھتے ہیں ''ایک عالم کے لئے ضروری ہوا کرتا ہے کہ اپنے کسی بھائی کے کلام میں نقص نظر آنے پر اس کے ستر تک اچھے مفہوم نکالا کرے۔'' پھر فرمایا کہ اس سلسلے میں وہ عاجز ہوسکتا ہے جسے کم توفیق ملی ہو۔

اے بھائی جب تم اپنے کسی بھائی سے ملنے جاؤ تو حکمرانوں کے حالات کا ذکر نہ کیا کرو کہ وہ ایسے ایسے کام کرتے ہیں، اور نہ ہی کسی مسلمان کی برائی بیان کرو ورنہ تمہارا مل بیٹھنا گناہ شمار ہوگا۔

یہ وہ طریقہ ہے کہ آج کل اس میں عام ملاقات کرنے والے مبتلا ہیں چنانچہ جب بھی دو آدمی اکھٹے ہوتے ہیں تو اس موقع پر ہونے والی کلام میں دوسرے شخص سے ایسی بات کرتے ہیں جس میں کوئی بہتری اور بھلائی کی بات نہیں ہوتی چنانچہ ایسے لوگوں کے لئے کوئی دروازہ نہیں کھلتا۔

مصر میں سلسلۂ تصوف کے شیخ حضرت سیدی یوسف عجمی اپنے ذمہ دار لوگوں کو یہ وصیت کرتے تھے کہ ایسے دنیادار لوگوں کو مرید نہ کیا کریں جو اللہ کی راہ پر چلنے کا ارادہ نہیں رکھتے ہاں اگر ان کے پاس کھانے پینے کا سامان یا فقیروں کے لئے مال اور کپڑے ہوں تو حرج نہیں اور پھر فرماتے تھے کہ اگر ملاقات کے موقع پر چنانچہ اپنے ساتھ فقیروں کے لئے کچھ نہ لائیں تو ان کی یہ ملاقات دنیاوی ہوگی۔

اس پر آپ سے کہا گیا کہ آپ لوگ دنیا کی طرف جھکاؤ ہی نہیں رکھتے؟ فرمایا یہ بات صحیح ہے لیکن یاد رکھو کہ دنیا داروں کے لئے سب سے پیاری ان کی دنیا ہوتی ہے اور فقیروں کے لئے ان کا وقت قیمتی ہوتا ہے لہٰذا وہ صرف ایسا کام کرتے ہیں جس میں آخرت کے اندر انہیں مرتبے مل سکیں اور اگر وہ لوگ فقیروں کے لئے اپنی بہترین چیز لاتے ہیں تو ہم

بھی ان کے لئے اپنا قیمتی وقت نکالتے ہیں۔

اس دور میں، مَیں بہتر طور پر ملاقات کرنے کے لئے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھتا جو میرے بھائی شیخ علامہ شمس الدین خطیب شربینی اور شیخ صالح سلمی رحمۃ اللہ علیہم کے پلے کا ہو چنانچہ ایسا کبھی نہ ہوا کہ مجھے اللہ کی مخلوق کے بارے میں ان کی طرف سے ملاقات کے موقع پر کوئی بھی برا لفظ سننے کو ملا ہو نہ ہی کسی عالم، فقیر، اہلکاروں اور عام لوگوں کے بارے میں کچھ فرمایا کرتے۔

آج کل ایسا برتاؤ عام لوگوں میں تو کجا عالموں کے گروہ میں بھی دکھائی نہیں دیتا چنانچہ میرے ساتھ ایسا ہی ایک واقعہ گذرا کہ علماء میں سے ایک شخص کعبے کی حطیم (چھوڑی ہوئی جگہ) میں پرنالے کے نیچے میرے قریب بیٹھا اپنے دور کے ایک عالم کی چغلی کئے جا رہا تھا، اگر اس موقع پر اللہ کا فضل وکرم نہ ہوتا تو ہم دونوں پر آسمان کی طرف سے بجلی آ گرتی۔ میں نے کہا کہ ایسے شریف مقام میں بھی تم بیٹھ کر چغلیاں کرتے ہو؟ اس نے کہا کہ ایسے شخص کے بارے میں مَیں کعبے کے اندر بھی چغلی کروں گا کیونکہ وہ اسی لائق ہے۔ میں نے کہا اجازت ہو تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اگر تم جھوٹے ہوئے تو انگریز کی محبت (مال و زر) تمہارے دل میں بس جائے۔ اس نے کہا کہ کرلو چنانچہ میں نے ''ملتزم'' پر جا کر اس کے خلاف دعا کر دی، ابھی وہ حجاز سے نکلنے بھی نہ پایا تھا کہ اس کا بدن اس حب میں گرفتار ہو گیا چنانچہ اللہ تعالیٰ معاف کرے، وہ آج تک اس میں گرفتار ہے۔

گذشتہ زمانے میں بھائیوں سے ملاقات فائدہ ہی فائدہ اور جوڑ میل کرنے کا سبب ہوتی تھی جیسے کھجور کا پیوند لگتا ہے۔ ان میں کوئی بھی دوسرے کو ''تمہارا کیا حال ہے'' کہتا تھا تو یہ ظاہر کرتا تھا کہ وہ اس کا بھائی ہے اور اسے اس کی ضرورت ہے، قول وفعل ایک جیسا ہوتا تھا لیکن آج کل کسی بھائی سے مل کر یوں کہتا ہے اور وہ کہتا ہے ''اچھا ہے'' تو اس وقت بدحال ہوتا ہے یا تو وہ تنگدست ہو چکا ہوتا ہے یا پھر اسے کسی نے ستایا ہوتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہوتا ہے کہ ایسا مال پوچھنے والے کا دل اس سے فارغ ہوتا ہے، یا تو شامت کی وجہ سے یا پھر اس سے ٹھٹھا کر رہا ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ کچھ لوگ جب اپنے ساتھی کو ملتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ ''تمہارا حال کیسا ہے؟'' چنانچہ نہ ہی وہ خود اسے اپنے حال کی خبر دیتا ہے اور نہ ہی وہ اس کا حال معلوم کرنے کے لئے ٹھہرتا ہے، یہ سب منافقت ہوتی ہے، ایسے شخص کا نام شریعت کے مطابق آسمانی دفتر میں وہاں لکھ دیا جاتا ہے جہاں منافقوں کے نام لکھے ہیں۔ پھر پہلے دور میں کسی کے پاس مال کم ہو جاتا تو وہ کہا کرتے تھے کہ اپنے بھائیوں سے ملاقات کرو لیکن آج کل حال یہ ہے کہ جب دینی مال والا کسی بھائی سے ملاقات کرتا ہے تو اس کا مال اور کم ہو جاتا ہے یا پھر سارا نکل جاتا ہے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی سے ملاقات کرنے والے کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ پیدل چل سکنے کے باوجود کسی سواری کے لئے رکا رہے یونہی علامہ شعبی کے فرمان کے مطابق اس شخص کے لئے بھی یہ مناسب نہیں جو علم کی تلاش میں نکلا ہو یا ضروری رشتہ کے لئے کسی تک پیغام پہنچانے کے لئے نکلے یا پھر جنازہ اور سفارش وغیرہ کے لئے نکلے۔

میرے ایک ساتھی میرے ہاں کوم الجارح سے مصر تک ننگے پاؤں اور ننگے سر آیا کرتے تھے۔ دربان نے اسے کئی مرتبہ روکا تو وہ کہتا عبدالوہاب سے کہہ دو کہ ننگے پاؤں، ننگے سر ایک شخص تمہیں ملنے آیا ہے، لیکن دربان اسے واپس کرتے

اور آنے نہیں دیتے لیکن اگر جوتا پہنے اور پگڑی پہن کر آئے تو پھر کیا ہوگا؟ میں اس کا اشارہ سمجھ لیتا چنانچہ میں اس کی طرف نکلتا اور مرحبا کہتے ہوئے اس کے ہاتھ چومتا، اسی موقع کے مطابق ابن عامر کے مجنون نے کہا تھا

''اگر وہ میرا پاؤں کاٹ دیں تو میں چھڑی کے سہارے چل کر آؤں گا اور دوسرا کاٹ دیں تو گھسٹ کر آ جاؤں گا، اگر وہ زمین کے اندر کئی ہزار آدمیوں کے قد کے برابر مجھے دفن کر دیں تو میں زمین چیر کر بھی باہر نکل آؤں گا۔''

پھر یہ شعر بھی کہے تھے

''گھر دور ہونے کے باوجود اس کی زیارت کرو جس سے تمہیں محبت ہے، خواہ اس کے آگے کئی پردے اور رکاوٹیں ہی کیوں نہ ہوں۔''

لمبا سفر تمہیں اس کی زیارت سے نہ روکے کیونکہ محبت کرنے والا اپنے محبوب کی زیارت کر ہی لیا کرتا ہے۔''

ایک مرتبہ میں سیدی محمد بن عنان کے ہمراہ مصر کے قلعۃ الجبل کے قریب رہنے والے ایک فقیر کی طرف گیا جس کا نام شیخ عبدالودود تھا، آپ جب اس کے پاس پہنچے تو وہ آپ کے آنے کی وجہ سے پھولا نہ سمایا جیسے نبی کریم ﷺ کے کئی صحابہ آپ کی اس قدر آمد پر خوشی سے پھولے نہ سماتے جب آپ ان کے ہاں تشریف لے جاتے اور حضرت شیخ ابوبکر حدیدی رحمہ اللہ بھی کسی فقیر کے آنے پر یونہی کیا کرتے تھے۔

کسی سے ملاقات کے لئے کچھ لے کر جاؤ

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں فقیر شخص جب کسی سے ملاقات کے لئے جاتو اس کے لئے کوئی کھانے والی چیز لے کر جاتے خواہ ایک روٹی ہی ہوتی اور اگر کچھ نہ مل سکتا تو پیٹھ پیچھے اس کے حق میں دعا کرتے کیونکہ قیامت کے دن یہ اس کے نامۂ اعمال میں ہدیہ بن جائے گا جو یقینی طور پر اس کے لئے روٹی سے بہتر رہے گا۔

میرے بھائی افضل الدین فرماتے ہیں کہ جب بھی کسی عالم یا نیک شخص کی زیارت کو جایا کرو تو اس کی ناراضگی سے بچنے کے لئے اس سے نفرت نہ کیا کرو کیونکہ وہ یقینی طور پر تم سے زیادہ علم رکھتا ہوگا کیونکہ

''جاہل لوگ ہی علم والوں کے دشمن ہوا کرتے ہیں۔''

کیونکہ وہ ان کے مرتبے تک پہنچ نہیں پاتے، ایسے کئی لوگ دیکھے گئے ہیں جو کسی عالم یا دینی راہنما کے ہاں ایمان لے کر گئے لیکن وہاں سے نکلے تو بے دین ہوئے لہٰذا ان کے پاس جانے سے پہلے نیت خالص کر لیا کرو لیکن اگر خلوص پیدا نہ سکے تو واپس آ جایا کرو۔

حضرت شیخ محمد صندفاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے ایک بھائی کی زیارت کا شوق رکھتا تھا لیکن سال بھر یا اس سے بھی کچھ زیادہ عرصہ تک ان کے پاس اس لئے نہ جاتا کہ میری نیت ایسی نہ تھی جس کے ہوتے ہوئے زیارت کو

جاتا۔ ایک مرتبہ انہوں نے دیر تک نہ جانے کی وجہ سے مجھے ڈانٹا تو میں نے کہا میری نیت ایسی نہ تھی جس کی بنا پر میں آپ کے پاس آتا چنانچہ انہوں نے کہا کہ اللہ تمہیں بہتر جزاء دے۔

کسی بزرگ کی زیارت کے لئے طریقہ اور ضروری دعا

حضرت شیخ عبدالقادر شاذلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی کسی کی زیارت کو چلے تو دو رکعت نفل پڑھ کر نکلے اور یوں دُعا کرے اے اللہ! اگر تیرے علم میں یہ بات ہے کہ میرا کوئی بھائی اپنے گھر سے میری زیارت کو نکل رہا ہے تو میرے نکلنے میں رکاوٹ پیدا کر دے اور اگر نہیں نکلتا ہے تو اسے اس کے گھر میں پابند رکھ تاکہ میں اس کی زیارت کے لئے جاسکوں کیونکہ ایسا نہ ہو کہ میں اور وہ ملاقات ہوئے بغیر تھکتے پھریں کیونکہ ملاقات میں وہ لذت ہوتی ہے جو کسی اور شے میں نہیں ہوتی جیسے کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی کا اونٹ گم ہو گیا تو وہ آواز دیتا پھرتا تھا کہ سن لو جو شخص فلاں اونٹ دیکھ لے تو وہ اس کا ہو گا، اس پر ایک انسان نے اس سے کہا کہ یوں اسے اونٹ کے مل جانے پر تمہیں کیا فائدہ ہو گا؟ تو اس نے کہا کہ ملنے کی لذت تو مل ہی جائے گی۔

میرے بھائی شیخ احمد سطیحہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک فقیر کی زیارت کرنے والے فقیر کے لئے کم از کم یہ ضروری ہے کہ جس کی زیارت کو نکلا ہے وہ اسے یوں ملے جیسے بہت بڑے امیر سے ملاقات کی جاتی ہے اور اگر اس کے پاس خربوزہ، کھجور، انگور یا کوئی ایسی چیز ہو تو وہ انہیں ستھرے طریقے پر یوں رکھے جیسے حکومت کے کسی بڑے کے لئے رکھی جاتی ہیں جیسے وہ دفتری اہل کار، قاضی، جھنڈا اور باشا وغیرہ ہوتے ہیں اور جب وہ ایسی چیزیں نہیں رکھے گا تو اس کا بے ادب ہو گا خواہ وہ فقر کا دعویٰ رکھتا ہو لیکن ہم اسے کہیں گے کہ تم نے ابھی تک راہِ فقر کی بو بھی نہیں سونگھی کیونکہ کسی مخلوق کی تعظیم اس قدر ہونی چاہیے جتنا اللہ کے ہاں اس کا مقام ہو اور پھر اس میں شک نہیں کہ فقیر ہونے کی صفت، اللہ کے ہاں کبریائی اور غنی ہونے سے بہتر ہوتی ہے۔

قرب الٰہی کا سبب، فقر

اسی لئے تو حضرت ابو یزید بسطامی رحمہ اللہ نے پوچھا تھا کہ اے پروردگار! یہ تیرے قریبی لوگ کس بناء پر قریبی بنتے ہیں؟ فرمایا اس صفت کی بنا پر جو میری نہیں ہے۔ پھر پوچھا کہ وہ کونسی ہے؟ فرمایا وہ ذلیل اور فقیر ہونا ہے اور یہ چیز عام عقلی طریقے سے ہٹ کر ہے کیونکہ اس کے مطابق وہی دو چیزیں قریب ہوا کرتی ہیں جو آپس میں ملتی جلتی اور ایک جیسی ہوں اور اللہ کی ایسی صفتیں جنہیں اپنانے سے اللہ نے روک دیا ہے ان جیسی اپنانے پر انسان اللہ سے دور ہو جاتا ہے جیسے حدیث پاک میں آتا ہے ''میری کبریائی یوں ہے جیسے پہننے کی چادر اور میری عظمت یوں ہے جیسے اوڑھنے کی چادر اور جو ان دونوں میں سے کسی کو اپنانے کے لئے میرے مقابلے میں آئے گا تو میں اسے چُور چُور کر دوں گا۔''

اللہ کی کچھ صفات اپنانے کی اجازت نہیں

اللہ تعالیٰ کی کچھ ایسی صفات ہیں کہ جنہیں اپنانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا اور کچھ ایسی ہیں جنہیں اپنانے کی اجازت ہے جیسے کرم کرنا، درگذر کرنا اور بردباری وغیرہ۔

سیدی شیخ عبدالحلیم بن مصلح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب بھی کوئی شخص کسی عالم یا بزرگ کی زیارت کے وقت علم و ادب سیکھنے کی نیت کر کے جاتا ہے تو اپنی امید سے بڑھ کر فائدہ لے کر آتا ہے اور جب وہ انکار یا تنقید کرنے کی نیت سے جاتا ہے تو گناہوں کا بھار لے کر واپس آتا ہے کیونکہ ربانی عالم اللہ کے اخلاق سے سنورے ہوتے ہیں جیسے حدیث پاک میں آتا ہے کہ ''میرا بندہ میرے بارے میں جیسا خیال رکھتا ہے۔ میں اس کے قریب ویسے ہی ہوتا ہوں۔'' اور جیسے ایک اور حدیث میں ہے کہ ''مسجد میرا گھر ہوتا ہے چنانچہ جو مسجد میں کسی غرض سے داخل ہوتا ہے تو اسے وہی کچھ ملتا ہے۔''

زیارت کو زیارت کہنے کی وجہ

یادرکھئے زیارۃ کا لفظ زود سے لیا گیا ہے جس کا معنیٰ ''کسی چیز کی طرف جھکاؤ کرنا'' ہوتا ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ زار فلان فلانا یعنی اس کا دوسرے شخص کی طرف میلان اور جھکاؤ ہو گیا اور اس جھکاؤ کی شرط یہ ہوتی ہے کہ جس کی طرف جھکاؤ ہو، اس کی برائیوں سے گویا اندھا بن جائے چنانچہ پہلے بزرگوں سے ہمیں یہ بات ملی ہے کہ جب وہ کسی عالم یا نیک شخص کی زیارت کو جاتے تو کوئی صدقہ دیتے اور اس میں نیت یہ کرتے کہ اللہ تعالیٰ انہیں زیارت کے لائق شخص کی برائیوں سے اندھا کر دے چنانچہ وہ کسی فائدہ ہی کے لئے نکلا کرتے تھے اور اگر وہ شخص زیارت کے قابل نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اسے زیارت کرنے والے کی سچائی کا بہانہ بنا دیتا۔

حضرت سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تمہارے گھر والے کسی بھائی کی زیارت کا ارادہ کریں تو وہاں جا کر پکے پکائے کھانے کا لالچ نہ کریں اور نہایت کم سے کم کھائیں کیونکہ اگر تم ان کے پاس پرتکلف کھانا کھاؤ گے تو وہ بھی تمہارے پاس ویسا ہی کھانا کھانے آئیں گے پھر تم ان کے ہاں سونے کی کوشش نہ کرو، ہاں اگر گھر کھلا ہو جو تمہارے اور ان کے لئے کافی ہو اور بیت الخلاء جانے میں کسی اور کی وجہ سے رکاوٹ نہ ہو تو پھر حرج نہیں خصوصاً جب گرمی کا موسم ہو، اور جب گھر تنگ ہو یا سردی کی راتیں ہوں تو واپس چلے آؤ اور اپنے گھر میں سو جایا کرو۔

ایک دن آپ سے کسی نے پوچھا کہ اپنے سسرال والوں کے لئے کیسا کھانا لے جایا کروں۔ آپ نے فرمایا میری نصیحت سنو گے؟ اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا کہ گائے کے دم لے کر اس میں سے روغن سا نکال کر اس کی کھال اتار دو، ہڈیاں باریک کر دو، انہیں پانی میں گھول دو اور جب تیل اوپر آ جائے تو اسے اتار کر کافی پانی ڈال دو، پانی ستھرا ہو اور تیل اس کے اوپر انڈیل دو اور پھر اس پر چاول یا گندم یا دلیے کا باریک چورا ڈال دو۔ اس پر وہ کہنے لگا اے آقا! مجھے تو شرم آتی

ہے کہ اپنے سسرال میں مویشیوں کے دم لے کر جاؤں۔ آپ نے فرمایا اے بیٹے! دم کی طرف کسی کی توجہ نہیں ہوتی جبکہ فخر والی چیزوں کی طرف ہر ایک کی نظر ہوتی ہے۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ جس پر وہی شخص عمل کر سکتا ہے جس کی اللہ کے ساتھ نیت صحیح ہو اور وہ کسی کو عظیم نہ جانے۔

سیدی علی مرصفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، مرید کے لئے یہ مناسب نہیں کہ خود تو زیارت کرے لیکن مشکلات کی وجہ سے اپنی زیارت کا موقع نہ دے کیونکہ ایسا شخص ایسے برتاؤ کے قابل نہیں ہوتا کہ اس کی پیروی کی جائے اور نہ ہی کوئی قابل زیارت شخص اس کی تربیت کرنے کو تیار ہوتا ہے چنانچہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ قابل زیارت شخص سے ایسی بات سن لیتا ہے جو اس کی خواہش کے مطابق ہوتی ہے چنانچہ اس کا دل اس سے خوش ہوتا تو وہ تباہ ہو جاتا ہے۔

اپنے شیخ کے علاوہ دوسرے سے کچھ لینا منع ہوتا ہے

سیدی محمد شناوی رحمہ اللہ نے اپنے دور کے ایک شیخ کی زیارت کا ارادہ کیا تو اپنے شیخ، شیخ محمد بن ابی الحمائل سے مشورہ کیا، انہوں نے اس پر غصہ بھری نظر ڈالی اور فرمایا اے محمد! ایک مرید کے لئے اس وقت تک ایک شیخ سے کچھ لینا مناسب نہیں جب تک اسے یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ سب کے مقابلے میں اس کے لئے کافی ہے اور اگر میں تمہارے لئے کافی نہیں تو ظاہری طور پر تم میری قید میں کیوں ہو جبکہ اندرونی طور پر تم اس بات کے خلاف ہو۔ اس پر کہنے لگا کہ اے شیخ! میری توبہ اور پھر توبہ کر لی چنانچہ اس نے بتایا کہ اس محفل کے بعد میں نے اپنے شیخ کے وصال تک کسی شیخ کی زیارت نہیں کی۔

میرے بھائی شیخ ابو الفضل فرماتے ہیں کہ ایسا مرید کم ہی ملتا ہے جو کسی دوسرے مرید سے ملتا ہے تو دونوں ہی ایک دوسرے کو اپنی اپنی خوبیاں بتاتے ہیں اور اپنے اپنے مقام پر ستھرے بن کر دکھاتے ہیں چنانچہ دونوں ہی تباہ ہو جاتے ہیں کیونکہ ابلیس ایسے لوگوں کی تاک میں ہوتا ہے جبکہ زیارت کرنا زیادہ سے زیادہ سنت ہے اور جب اس میں کوئی گناہ سامنے آ جائے جس سے بچا نہ جا سکے تو اس سنت کو چھوڑ دیں گے اور پھر اس میں بھی شک نہیں اپنے آپ کو ستھرا بنانا حرام کام ہے، ہاں اس میں کوئی صحیح مقصد ہو تو حرج نہیں جیسے نبی کریم ﷺ نے اس فرمان میں اپنے آپ کو ستھرا قرار دیا ہے ''قیامت کے دن میں ساری اولاد آدم میں سردار ہوں گا اور اس میں فخر نہیں ہے اور سب سے پہلے میں ہی شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری ہی قبول ہو گی۔''

آپ نے صرف اس لئے یہ فرمایا ہے کہ آپ کی امت کو قیامت کے دن ہونے والی اس تھکاوٹ سے نجات ملے جو ایک نبی کے بعد دوسرے نبی کے پاس جانے پر ہو گی جیسے دوسری امتوں کے ساتھ ہو گا جبکہ آپ کے امتی پہلے آپ ہی کے پاس آئیں گے چنانچہ کسی اور کے پاس جانے کی تکلیف اسی کو اٹھانا پڑے گی جس تک یہ حدیث نہیں پہنچی یا پہنچی تو ہو لیکن اس نے بھلا دی ہو اور پھر یہ بات تو ہر شخص جانتا ہے کہ ہر مرید کو اپنی مرضی پوری کرنی ہوتی ہے لہٰذا صرف اس لئے وہ اپنے آپ کو ستھرا بناتا ہے کہ لوگوں کے ہاں اسے سراہا جائے۔ اسے ذہن نشین کر لو جبکہ رسول اکرم ﷺ نے ہمیں صرف اس لئے ایک دوسرے کی زیارت کا حکم صرف اس لئے دے رکھا ہے کہ ہم آپس میں رضاء الٰہی کی خاطر خالص ہو جائیں اور

مخلوق میں سے کسی سے کسی بدلے اور شکریہ کی امید نہ لگائیں۔

بزرگوں سے ملتے وقت دعا کی درخواست کرو

حضرت شیخ ابو السعود جارحی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی سربراہ بزرگ سے ملے تو اس سے دعا کی درخواست کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں ان بڑوں کی کسی دعا کو ٹالنے پر حیاء فرماتا ہے لہٰذا اے بھائی! اس معاملے میں غفلت نہ کیا کرو بلکہ یہ تو اس کا کرم ہے کہ مسلمان حکمران تو کیا اپنی قوم کی کسی ضرورت کے لئے کافر بادشاہ بھی اللہ سے دعا کریں تو وہ اسے ٹالتا نہیں جیسے فرعون کے ساتھ ہوا تھا جب دریائے نیل پر آ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اے پروردگار! میری قوم کے سامنے مجھے رسوا نہ کر۔

قوم کے بارے میں سربراہ کی دعا جلد قبول ہوتی ہے خواہ کافر ہو

اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کے معاملات میں کسی امیر کا رب سے مانگنا ایک نیک شخص کے مقابلے میں پہلے قبول ہوتا ہے کیونکہ امیر کا دنیاوی سلسلہ کافی پھیلا ہوتا ہے جبکہ صالح شخص کا ایسا نہیں ہوتا چنانچہ جب ہم میں سے کوئی دنیاوی محبت والے کسی امیر سے کوئی ضروری چیز مانگتا ہے تو وہ مچھر کے پَر جتنی حیثیت نہ رکھنے والی دنیاوی ضرورت کے لئے پوری توجہ دیتا ہے کہ وہ پوری ہو جائے چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کی وہ ضرورت پوری کر دیتا ہے کیونکہ اس کی سخاوت کا دامن بڑا کھلا ہے اور وہ ہر شخص کو ملتی ہے، وہ کسی سائل کی مانگی ہوئی اچھی یا بری چیز کو ٹالتا نہیں جبکہ صالح شخص کسی ضروری چیز کے علاوہ کوئی چیز حاصل کرنے کی طرف توجہ نہیں کرتا اور زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ضروری چیز کو قیامت تک کے لئے لیٹ کر دیتا ہے جو ہمیشہ کا گھر ہے چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو قیامت کے دن دنیا میں اپنے لئے تیار رکھی چیز کے دنیا میں مل جانے پر اس وقت شرم محسوس کریں گے جب وہ دنیا میں تکلیفیں اٹھانے والے لوگوں کے لئے تیار کیا ہوا بہت بڑا ثواب دیکھیں گے اور پھر جب وہ انعامات سے بھرپور ہو جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ کیا کوئی تکلیف تو نہیں دیکھ رہے ہو؟ وہ کہیں گے کہ اے پروردگار! کوئی تکلیف نہیں ہے۔''

دوستوں سے ملاقات کے بعد الگ ہوتے وقت سورۂ عصر پڑھنی چاہئے

سیدی محمد بن عنان رحمہ اللہ بتاتے ہیں ہمیں امام احمد کی طرف سے پتہ چلا ہے کہ پہلے بزرگ جب بھی اکٹھے ہوتے تو جدا ہوتے وقت سورۂ والعصر پڑھا کرتے چنانچہ یہ کام ہر موقع پر کرنا چاہئے۔

آپس میں ملاقات کے موقع پر خدمت کے فائدے

سیدی محمد بن عنان رحمہ اللہ کی زیارت کرنے والوں کے ساتھ ان کا برتاؤ یہ تھا کہ انہیں کھانا کھلائے بغیر جانے نہ دیتے لیکن نہ ہونے کی صورت میں انہیں پانی پلاتے اور فرمایا کرتے کہ اس سنت کو جاری رکھو کیونکہ اس کی وجہ سے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے، دین کے نشان عام ہوتے ہیں اور دلوں میں ایک دوسرے کی مدد کا شوق پیدا ہوتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ جب کوئی بزرگ تمہارے پاس آئے تو نیک نیتی کے علاوہ اس کے آنے پر اپنا لباس تبدیل نہ کرو اور یونہی اگر تمہیں کسی سفارش یا جنازہ کے لئے بلایا جائے تو پھر بھی تبدیل نہ کرلو۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے اگر مجھے بتایا جاتا ہے کہ میرے پاس کوئی آرہا ہے تو میں ہاتھوں سے اپنی ڈاڑھی درست کرلیتا ہوں لیکن اس دوران میں اپنی نیک نیتی کو بھولا ہوتا ہوں تو ڈر لگتا ہے کہ کہیں منافقوں میں شمار نہ ہو جاؤں۔

سیدی محمد المنیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں فقیر کے لئے ضروری ہے کہ جب اس کے پاس کوئی سربراہ آئے تو پوری احتیاط برتے اور اس کے علم میں آئے کہ وہ اسے نیکی کرنے اور برائی سے رکنے کے لئے کہے گا تو اس کے سامنے ہو جائے ورنہ کوئی اور شخص اسے کہہ دے کہ اس مقام پر نہیں ہے اور دل میں ایک خاص جگہ کا خیال لائے۔

جب کسی کے پاس کوئی حکومتی باشا یا دفتر دار آئے اور اس نے ریشمی کپڑا پہنا ہو تو اسے کہے یہ تم پر حرام ہے لہٰذا اسے اتار دے ورنہ دوبارہ ہمارے پاس نہ آنا۔

یہ معاملہ کبھی کبھی ہوتا ہے لہٰذا ان کا مقابلہ کرنے کی بجائے بھاگ جانا بہتر ہے۔

حضرت سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں بادشاہوں کی زیارت کا ادب یہ ہے کہ ان کے ہاں جاتے وقت زیارت کرنے والے کو آنکھوں سے اندھا ہونا چاہئے اور نکلتے وقت گونگا ہو لہٰذا اے بھائی! اس ہدایت پر عمل کرنے کے لئے اس سارے معاملے میں غور کرو اور پھر چاہو تو زیارت کرو اور چاہو تو چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔

❁ مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا کہ ”ایک شخص کسی دیہات میں اپنے بھائی کی زیارت کو گیا تو اللہ تعالیٰ نے راستے بھر میں اس پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا چنانچہ قریب پہنچ کر اس نے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ اس بستی میں اپنے بھائی سے ملنے جا رہا ہوں۔ پھر پوچھا کہ کیا اس نے تمہیں کچھ دیا تھا جس کی وجہ سے جا رہے ہو؟ اس نے کہا ایسی بات نہیں بلکہ میں تو صرف اللہ کی خاطر اس سے محبت کرتا ہوں۔ فرشتے نے کہا کہ میں اللہ کی طرف سے آیا ہوں اور بتاتا ہوں کہ اللہ تجھ سے ویسے ہی پیار کرتا ہے جیسے تم اس کی وجہ سے کر رہے ہو۔

❁ ابن ماجہ، ترمذی اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”جو شخص کسی کی بیمار پرسی یا زیارت کے لئے جائے تو اسے کوئی آواز دینے والا آواز دیتا ہے کہ خوش رہو، تمہاری راہ میں آسانی ہو اور تجھے جنت میں جگہ ملے گی۔“

❁ بزار اور ابو یعلیٰ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”جس شخص کے پاس کوئی بھائی اللہ کی خاطر زیارت کے لئے

آئے تو ایک فرشتہ آسمان سے آواز دیتا ہے کہ خوش رہو، جنت تمہارے لئے خوشگوار ہے۔'' پھر دونوں حضرات ہی لکھتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ اپنے عرش کی بادشاہی میں فرماتا ہے میرا بندہ میری زیارت کو آیا ہے تو اس کا بدلہ میرے ذمے ہے اور میں اس کے لئے جنت کے علاوہ کسی اور ثواب پر خوش نہیں ہوں گا۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''کیا میں تمہیں جنت میں رہنے والے مرد نہ بتا دوں؟ ہم نے عرض کی ہاں یارسول اللہ! فرمایا کہ نبی جنت میں ہوگا، صدیق ہوگا اور وہ شخص بھی جنت میں ہوگا جو شہر کی ایک طرف جا کر اپنے بھائی کی زیارت کرنے جائے اور مقصد اللہ ہی کو خوش رکھنا ہو۔''

❁ طبرانی کی اس مرفوع روایت میں ہے فرمایا ''بلاشبہ ایک مسلمان جب دوسرے مسلمان کی زیارت کے لئے جاتا ہے تو اس کے ہمراہ ایسے ستر ہزار فرشتے ہو لیتے ہیں جو اس کے لئے یوں دعائیں کرتے ہیں کہ اے اللہ! جیسے تیری خاطر یہ ملنا چاہتا ہے تو تُو بھی اس کے ساتھ ملنے والوں کے لئے راہ بنا دے۔''

❁ امام مالک کی مرفوع روایت یوں ملتی ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں یقینی طور پر ایسے لوگوں سے محبت کیا کرتا ہوں جو میری خاطر آپس میں محبت رکھتے، میری خاطر آپس میں مل بیٹھتے، میری خاطر ایک دوسرے کی زیارت کرتے اور میری ہی خاطر آپس میں ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جنت میں ایسے بالا خانے موجود ہیں کہ جن کے باہر کی طرف سے دیکھیں تو ان کا اندر کا حصہ نظر آتا ہے اور اندر سے باہر کا نظر آتا ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ بالا خانے ایسے لوگوں کے لئے تیار کر رکھے ہیں جو صرف اسی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے، زیارت کرتے اور ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔''

❁ انہی کی ایک روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس آنے والے ساتھیوں سے فرمایا کیا تم آپس میں مل بیٹھا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم یہ کام چھوڑا نہیں کرتے، پھر پوچھا کیا ایک دوسرے کی زیارت کیا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں اے ابا عبدالرحمٰن! جب ہم میں سے کسی کی کئی کئی دن تک ملاقات نہیں ہوتی تو وہ کوفہ تک پیدل چل کر جاتا ہے کہ اس سے ملاقات کر سکے۔ اس پر فرمایا اگر تم یونہی کرتے رہے تو ہمیشہ خیریت سے رہو گے۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص اپنے کسی مومن بھائی کی زیارت کو جاتا ہے تو واپس آنے تک رحمت میں ڈوبا رہتا ہے اور جو اپنے کسی مومن بھائی کی بیمار پرسی کرنے جاتا ہے تو واپس آنے تک گویا جنت کی کیاریوں میں محو رہتا ہے۔''

❁ بزار کی روایت یوں ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے ایک دن اپنے صحابہ سے فرمایا میرے ساتھ چلو کہ بنو واقف کے ہاں جا کر آنکھوں والے ایک دوست کی زیارت کریں، ان کی آنکھیں نہ تھیں۔''

❁ طبرانی اور بزار نے مرفوعاً بتایا ''کبھی کبھی زیارت کیا کرو کہ اس سے محبت بڑھتی ہے۔''

حافظ عبدالعظیم فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے اسناد سے میں واقف نہیں لیکن طبرانی کے ہاں اس کی ایسی سندیں موجود ہیں جو حَسن ہیں۔

32

میں کہتا ہوں حافظ سخاوی فرماتے ہیں کہ حدیث کے تمام طریقے اسی سے طاقت پکڑ جاتے ہیں، ابن درید نے یہ اشعار اسی سلسلے میں کہے تھے

''تمہارے لئے ضروری ہے کہ کبھی کبھی زیارت کیا کرو کیونکہ جب عام طور پر کرنے لگو گے تو اس میں جدائی کی راہ نکلے گی۔

کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ موسلا دھار بارش رک جاتی ہے تو ایسے وقت ہاتھ اٹھانے (دعا) سے دوبارہ شروع ہو جاتی ہے۔''

❁ ایک اور شاعر نے کہا ہے

''اپنے دوست کی زیارت کبھی کبھار یوں کیا کرو جیسے کبھی کبھار نیا کپڑا پہنا کرتے ہو، یہ چیز انسان کے لئے بوجھ بن جاتی ہے کہ ہر وقت تمہیں اپنے پاس دیکھا کرے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم

❁ ابن حبان کے مطابق حضرت عطاء رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ میں اور حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گئے، انہوں نے حضرت عبید بن عمر سے فرمایا اب وقت آ گیا ہے کہ تم ہماری زیارت کرتے رہا کرو۔ انہوں نے عرض کی کہ اے ماں! میں بھی ویسے ہی کہتا ہوں جیسے پہلے نے فرمایا کہ ''کبھی کبھی زیارت کیا کرو کہ اس سے محبت بڑھتی ہے۔'' اس پر فرمایا مجھے تم ایسی رکاوٹ بننے والی باتوں سے رہنے دو۔''

❁ امام احمد کی روایت یوں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ہمارے بیٹھنے کی جگہ بہتر طور پر تیار کر دو کیونکہ زمین پر ایک ایسا فرشتہ آ رہا ہے جو آج تک نہیں اترا۔''

❁ امام احمد کے مطابق حضرت ام بجید رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ بنی عمرو بن عوف کے ہاں میرے پاس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں پیالے میں ان کے لئے ستو بنا رکھتی اور آپ تشریف لے آتے تو میں پلایا کرتی۔

❁ طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم بن قشیط رضی اللہ عنہ (طنط ابوتراب کے غربی حصے میں دفن ہیں اور حافظ منذری کہتے ہیں کہ ان کے علاوہ مصر میں یقینی طور پر کسی اور صحابی کی قبر موجود نہیں) حضرت عبداللہ بن حرث بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو تو انہوں نے اپنا وہ تکیہ نکال کر آپ کو دے دیا جو آپ اپنے نیچے لئے بیٹھے تھے اور فرمایا کہ جو شخص اپنے ہم مجلس کی عزت نہیں کرتا، وہ نہ تو حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق رکھتا ہے اور نہ ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

32

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 189

مہمان نوازی کرنا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم مہمان آنے پر اس کی خود بھی عزت کریں اور اپنے بھائیوں کو بھی اس کی تاکید کریں اور پھر انہیں وہ روایات بتائیں جو اس سلسلے میں ملتی ہیں۔

یہ ایک عظیم سنت ہے لیکن اس پر عمل بہت کم ہوتا ہے خصوصاً امیروں کے ہاں مہمانوں کے لئے تو اس کا انتظام بہت کم ہوتا ہے جبکہ ان کے لئے ایسی مٹ چکی سنت کو زندہ کرنا زیادہ ضروری ہے، انہیں چاہئے کہ جہاں تک ممکن ہو، ہر آنے والے کی خدمت کریں کیونکہ عالم اور قرآن کے خادم نبی کریم ﷺ کے مہمان ہوتے ہیں جن میں سے چھوٹا بھی بڑا ہوتا ہے لہٰذا ہر عالم کو چاہئے کہ مہمان بننے پر اپنے طلبہ کو کھانے پر بلائے خواہ ان میں ایک روٹی ہی بانٹ دے۔

ایک مرتبہ میں نے اپنے پاس آنے والے ایک طالب علم سے کہا جس نے میرے پاس کھانا کھایا تھا کہ ہماری غلطی پر گرفت نہ کرنا کیونکہ ہمارا کھانا کم گھی والا ہے، یہ تمہارے شیخ جیسا نہیں جس پر اس نے کہا کہ میں نے اب تک وہاں کھانا نہیں دیکھا حالانکہ انہوں نے مجھے فتویٰ اور تدریس کی اجازت دے رکھی ہے۔

ایک مرتبہ رمضان کے چاند کے بارے میں اختلاف ہو گیا تو لوگوں نے کہا کہ علماء کا پتہ چلاؤ، اگر وہ روزہ سے ہیں تو تم بھی رکھ لو چنانچہ ایک شخص نے اپنے شیخ کے بارے میں بتایا کہ انہوں نے اور میں نے آج صبح مل کر کھانا کھایا ہے، ایک اور طالبعلم نے کہا کہ یہ تمہارے جھوٹا ہونے کی نشانی ہے کیونکہ ہمارے شیخ نے تو آج تک کسی کے ساتھ کھانا نہیں کھایا، پھر مجھے بتایا کہ تین ایسی چیزیں ہیں کہ جن کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ ان کے پاس تین چیزیں نہیں ہوتیں، گھوڑے کے پَر، اژدہا کے پاؤں اور فقیہ کے ہاں روٹی۔

اس پر میں نے اس سے کہا کہ یہاں کچھ عالم ایسے ہیں کہ ان کا دل اللہ تعالیٰ کے نام المانع کے ساتھ تعلق رکھتا ہے لہٰذا وہ اس وقت تک کسی کو کھانا نہیں کھلا سکتے جب تک وہ اللہ کے اسم گرامی الکریم اور المعطی کی طرف نہیں چلے آتے۔

میں نے اس کے شیخ کا جواب دیا لیکن اس نے میری طرف کان نہیں دھرا اور کہا کہ میرا اپنے دل پر قابو نہیں، وہ اس کی طرف جھکاؤ کرتا ہے جو مجھے ویسے کھانے کو نہیں دیتا جیسے ہمیشہ دیتا ہے۔ میں نے کہا کیا جس روزی سے تمہیں اس نے منع کر رکھا ہے، تمہاری روزی تھی جو تیرے اور اس کے درمیان رکاوٹ بنی ہے؟ اس نے کہا کہ یہ میری روزی نہیں اور تمہاری بات صحیح ہے لیکن اللہ نے بخیل کی برائی بیان کی ہے حالانکہ اس نے اس کے ہاتھوں میں کسی کی روزی نہیں رکھی۔ اس پر میں نے کہا اللہ کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے بندے کو برا بنائے لیکن یہ ہمارا کام نہیں کیونکہ اس میں چغلی بننے کا اندیشہ ہے اور

اگر ہم ان کی ازلی قسمت کی طرف دیکھیں تو اس میں ان کے پاس کچھ بہانہ موجود ہے لیکن ہمارے دین کی حفاظت ہے جس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کی روزی سخی کے ہاتھوں میں رکھی ہے اور اپنے فضل سے اسے سراہا ہے لیکن بخیل کے ہاتھوں میں کسی کے لئے روزی نہیں رکھی اور اپنے عدل کی بنا پر اس کی برائی بیان کی ہے چنانچہ کوئی سخی کسی کو اپنی طرف سے روزی نہیں دیتا، وہ وہی دیتا ہے جسے اللہ نے لینے والے کے لئے اس کے ہاں تیار کیا ہوا ہے، وہ چاہے بھی تو روک نہیں سکتا لہٰذا انسان کو اپنے دل میں اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ وہ دیگ بھر بہت سا کھانا گھر میں پکاتا ہے اور اس کے لئے تکلیف برداشت کرتا ہے لیکن اس کی قسمت میں ایک لقمہ بھی نہیں لکھا ہوتا جبکہ مہمان آ جاتا ہے تو اس میں سے کھا جاتا ہے چنانچہ احسان اسی کا ہے جس نے سب کو پیدا فرمایا اور ان میں روزی تقسیم فرمائی جبکہ بندہ تو ایک نالے کی طرح ہے جس میں پانی چلتا ہے یا پھر دیگ اور چمچے کی طرح ہوتا ہے اور جو شخص اللہ کو بھلا کر نالے، دیگ اور چمچے کی تعریف کرتا ہے، وہ عقل کا اندھا ہے۔

اے بھائی! خبردار، جس کے پاس چلے جاؤ اور وہ تمہیں کھانا نہ کھلائے تو اس کے بارے میں زبان نہ کھولو خصوصاً ان لوگوں کے بارے میں جو دل کی آنکھیں رکھتے اور کامل ہیں، کبھی زبان نہ کھولو کیونکہ وہ بخل کی بنا پر نہیں روکتے بلکہ وہ تو اس لئے روکتے ہیں کہ تمہاری روزی ان کے ہاتھوں میں نہیں دی گئی ہوتی کیونکہ وہ اللہ کے علاوہ دنیا کی کسی شے سے تعلق نہیں رکھتے، وہ تو اپنے آپ کو وکیل سمجھتے ہیں کہ جس کے ذمے اللہ تعالیٰ نے ایک گروہ کو دینے اور دوسرے سے روکنے کا کام لگا رکھا ہے چنانچہ وہ حقیقی ملک کی حد سے کبھی آگے نہیں بڑھتے اور وہ چاہتے ہیں کہ اس روکے ہوئے شخص کے بارے ان کے ہاتھ میں کچھ دینے کے لئے ہو لیکن اللہ تعالیٰ اپنے ازلی علم کے مطابق ان کی یہ بات نہیں مانتا۔ لوگ کہا کرتے ہیں کہ سب سے برا شخص بخیل صوفی ہوتا ہے یعنی اپنی طبیعت کے لحاظ سے بخیلی کرتا ہے، دل کی آنکھوں سے نہیں دیکھتا اور نہ یہ دیکھتا ہے کہ اس کی قسمت ہی میں نہیں۔

حضرت شیخ الاسلام شیخ ذکر انصاری رحمہ اللہ نے مجھے بتایا کہ وہ اور کچھ ساتھی حج کے دنوں میں حضرت سیدی ابراہیم متبولی کے پاس گئے۔ انہوں نے مہمان نوازی میں ڈھیل کی، پھر باہر آئے اور کہنے لگے کہ آج کل ہر شیخ لقمے کی خاطر پھر رہا ہے، اگر ہمارے پاس کوئی مدد ہوتی ہے تو اسی لقمے میں ہوتی ہے اور پھر ہمارے لئے ایک خربوزہ چیرا جسے سنت طریقے سے ہٹ کر بے ترتیب ہم میں تقسیم کر دیا جس پر میرے ایک ساتھی نے اعتراض کرنا چاہا تو میں نے اسے ادب کرنے کو کہا اور کہا کہ یہ واقعہ لکھ لو چنانچہ ہم نے اسے لکھ لیا، ان کی یہ تقسیم عمروں کے لحاظ سے تھی چنانچہ جسے سب سے پہلے دیا، وہ پہلے فوت ہو گیا اور دوسرے کو دیا وہ اس کے بعد فوت ہوا۔ ہم کل لوگ بارہ تھے چنانچہ آخری شخص پہلے لینے والے سے پہلے فوت نہیں ہوا۔

پھر مجھ سے فرمایا اے بیٹے! اعتقاد رکھنے میں فائدہ ہوتا ہے لیکن انکار کرنے میں گھاٹا ہوتا ہے۔''

میرے بھائی افضل الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تم کسی شخص کی مہمانی کرو تو یہ نیت کر کے نہ کرو کہ تمہارے وہاں جانے پر وہ بھی یونہی کرے گا بلکہ صرف اللہ کی رضا کے لئے کرو۔ اس سے کسی بدلے اور شکریہ کی امید نہ رکھو

اور جب تمہارے دل میں یہ ہو کہ مقابلے میں وہ بھی تمہاری مہمانی کرے گا تو تم میں خلوص نہ ہوگا بلکہ تم دکھلاوا رہے ہوگے کیونکہ ایسا شخص سرے سے اجر لے ہی نہیں سکتا۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ آج کل لوگوں کا حال ایسا ہی ہے لہٰذا اے بیٹے! اگر تمہاری سمجھ میں یہ بات آ گئی ہے تو کسی سے کھانا نہ کھاؤ خاص طور پر کسانوں سے کیونکہ وہ آنے والے کے لئے صرف اس لئے کھانا پکاتے ہیں کہ انہیں بھی ان کے ہاں سے ملے گا کیونکہ ان میں خلوص ہوتا ہی نہیں، اگر تمہیں اس بات میں شک ہے تو تجربہ کر لو۔

اب میری سنو، ایک مرتبہ میں زیارت کے لئے شیخ سیدی احمد بدوی رحمہ اللہ کے پاس گیا تو ایک شخص نے مجھے بلا لیا، میرے لئے ایک بکری ذبح کر دی اور شہر والوں کو کھانے کے لئے بلا لیا، اس میں سے مجھے دم کا ایک ٹکڑا ملا، اس سے زیادہ نہ تھا، میں مصر میں واپس نہ آ سکا اور سات دن تک وہیں رہا۔ یکا یک وہی شخص سترہ لوگوں کو لے کر آ گیا، میرے پاس دنیوی مال نہ تھا کیونکہ میں کسی سے کچھ لیتا ہی نہ تھا اور نہ ہی میرے پاس کوئی ہنر تھا۔ بہرحال میں بازار پہنچا اور ہر ایک کے لئے روٹی اور نمک کا ٹکڑا لے آیا اور ان کے سامنے رکھ دیا جس پر وہ سب لوگ بکری والے کو برا بھلا کہنے لگے اور کہا کہ یہ ہے تمہارا وہ دوست؟ اور پھر ناراض ہو کر کھائے پیے بغیر وہاں سے چلے گئے اور اب تک واپس نہیں آئے۔ ایسی باتیں ذہن نشین کر لو۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تم کسی کی مہمانی کرو اور وہ ایک، دو یا تین دن بعد یوں کہے کہ میں دستور کے مطابق جا رہا ہوں کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ تم پر بوجھ نہ بن جاؤں تو اس کے بعد تم اس کا کھانا نہ کھاؤ کیونکہ اس نے یہ بات اس لئے کہی تھی کہ وہ مہمانوں کو بوجھ سمجھتا تھا۔ یہ بڑی باریک بات ہے۔

ایک اور مرتبہ میں نے ان سے سنا کہ ایسے شخص سے کھانا نہ کھاؤ جو تمہیں نیک سمجھ کر مہمان بنائے کیونکہ اگر تم واقعی نیک ہو تو دین کی برکت کی بنا پر کھاؤ گے اور اگر نیک نہ ہوئے تو کھانا حرام ہوگا، شریعت یہی کہتی ہے۔

میں نے پوچھا کہ پھر کس سے کھا لیا کروں؟ آپ نے فرمایا تم صرف اس سے کھایا کرو کہ اگر وہ تجھے شراب پیتا بھی دیکھ لے تو تمہاری مہمانی سے نہ رُکے کیونکہ ایسی صورت میں وہ تجھے صرف اللہ کی رضا کے لئے کھلائے گا اور اس کے برخلاف اگر تم صالح ہونے سے خالی ہو تو تمہیں ایک لقمہ بھی نہیں کھلائے گا۔

یہ ان فقیر لوگوں کا تقویٰ تھا جو پہلے گذر چکے لیکن آج تم کسی کو اس سے بچتا نہیں دیکھو گے۔

آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر تم رمضان میں کسی کو مہمان بناؤ تو اس کی ضرورت سے زیادہ کھانا اس کے سامنے نہ رکھو، ہاں اگر صبر کرنے والا اور پاکدامن ہے اور حریص نہیں تو حرج نہیں اور اگر اس میں یہ چیز موجود نہیں تو اس کے سامنے تھوڑا سا کھانا رکھو کیونکہ رمضان بھوک کا مہینہ ہے اور جو شخص حضور شارع علیہ السلام کے آداب سے آگے بڑھتا ہے تو اس سے تعاون کرنا کم اجر لینے کا بہانہ ہے لہٰذا فقیر کو چاہئے کہ وہ لوگوں اور ان کے دین پر ان کی جانوں سے زیادہ توجہ دے۔

یہ سن کر میں نے کہا اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان کوتاہی کرنے والا کہلانے سے ڈرتا ہے اور وہ مثلاً اس وقت جب وہ مہمان کے لئے روٹی کا خشک ٹکڑا نکال لاتا ہے جس پر آپ نے فرمایا کہ جو شخص لوگوں کی اس ڈانٹ سے ڈرتا ہے تو اس

مقام کے مردوں میں سے نہیں ہوگا، یہ مقام صرف ان لوگوں کا ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کو سامنے رکھتے ہیں۔ ہمارا تجربہ ہے کہ انسان جتنا بھی کسی شے میں خلوص دکھاتا ہے اسے ہمیشہ برائی ہی ملتی ہے اور اگر برائی ملے تو صرف اس بنا پر ملے گی کہ اس میں نفسانی خواہش کا دخل ہوگا۔

ایک اور مرتبہ آپ نے فرمایا کہ ہمارے ہاں کوئی فقیر اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک ہر آنے والے مہمان کے لئے دل میں خوشی محسوس نہ کرے کیونکہ وہ اللہ کے بھیجے ہوئے ہوتے ہیں لہٰذا دلوں کو بارگاہ الٰہی میں حاضری میں خوشی ہونی چاہئے اور اس بات پر اس کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ ان میں اس نے پسندیدہ عمل رکھے ہیں اور نبوی اخلاق پیدا کئے ہیں۔

ایک اور مرتبہ ان سے سنا کہ کسی دوسرے کے مرید کی مہمانی کرنے سے بچو، ہاں اس وقت کر سکتے ہو جب تمہیں معلوم ہو کہ اس کا دل اپنے استاد پر مطمئن ہے اور وہ تمہارے سامنے ایسی بات نہ کرے جس سے معلوم ہو کہ اس کے استاد کا مقام گھٹتا ہے اور اگر اس میں یہ چیز دکھائی دے تو اس کی مہمانی نہ کرو کیونکہ کہیں اپنے شیخ سے اس کا حال بگڑ نہ جائے اور وہ اسے قبول ہی نہ کرے جیسے تم خود ایسے کو قبول نہیں کرو گے جو اپنے استاد کو تمہارے ساتھ شریک بنائے یا تمہیں اپنے استاد کے ساتھ شریک بنائے۔

سیدی محمد بن عنان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب تمہارے پاس لوگوں کا آنا جانا ہو تو بہتر کھانا دینے کی کوشش نہ کرو کیونکہ یوں تمہیں دیر ہی سے سہی، بھاگنا پڑے گا۔ واللہ علیم حکیم

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے تو اپنے مہمان کی عزت کیا کرے اور جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے تو اپنی رشتہ داری قائم رکھے۔'' الحدیث

❁ انہی سے ایک اور روایت ہے ''تمہاری زیارت کرنے والے کا تم پر حق ہے۔''

❁ امام مسلم وغیرہ نے یہ روایت دی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کوئی شخص حاضر ہوا اور عرض کی میں بھوکا ہوں، آپ نے بھیجا اپنی ایک زوجۂ محترم کے پاس پیغام بھیجا تو انہوں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو سچا بنا کر بھیجا ہے، میرے پاس پانی کے سوا اور کچھ بھی نہیں، پھر دوسری بیوی کے پاس پیغام بھیجا اپنی ایک زوجۂ محترمہ کے پاس پیغام تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا پھر سب کی طرف سے یہی جواب ملا کہ ہمارے پاس کچھ بھی نہیں اس پر آپ نے فرمایا کہ آج رات کون اسے مہمان بنائے گا؟ جس پر ایک انصاری شخص نے عرض کی کہ یارسول اللہ! میں بناؤں گا چنانچہ وہ اسے گھر لے گیا اور اپنی بیوی سے پوچھا کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ اس نے کہا صرف بچوں کے لئے آج کا کھانا موجود ہے۔ اس نے کہا کہ بچوں کو بہلاتی رہو اور جب وہ کھانے کا ارادہ کریں تو انہیں سلا دینا اور جب ہمارا مہمان آ جائے تو چراغ بجھا دینا اور یہ ظاہر کرنا کہ ہم سب کھانا کھا رہے ہیں۔''

❁ ایک روایت میں یوں ہے ''جب مہمان کھانے کی طرف بڑھے تو چراغ بجھا دینا۔'' راوی کہتے ہیں مہمان نے تو کھانا کھا لیا لیکن وہ دونوں خالی پیٹ اٹھ گئے۔ صبح ہوتے ہی وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تم دونوں کی طرف سے مہمان کے ساتھ برتاؤ پر خوش ہے جس پر یہ آیت اتری

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (سورۂ حشر، ۹)

''اور اپنی جانوں پر انہیں ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو۔''

❁ امام مالک اور بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوع روایت لکھی ہے فرمایا ''جو شخص اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے تو وہ ایک دن رات تک مہمان کی عزت کرے جبکہ مہمانی تین دن کی ہوتی ہے اور اگر اس کے بعد بھی کرے تو وہ صدقہ ہوگا لیکن مہمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ اتنی دیر وہاں ٹھہر کر اسے تنگی دے اور آخر وہ اسے خود نکال دے۔

❁ امام ترمذی لکھتے ہیں کہ حدیث کے لفظ لایثوی (نہ ٹھہرے) کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ وہاں اتنا نہ ٹھہرے کہ گھر والے پر اس کا بوجھ پڑے اور لفظ حرج سے مراد تنگی ہے۔

حضرت خطابی لکھتے ہیں حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ مہمان تین دن کے بعد گھر والے کی مرضی کے بغیر وہاں نہ رکے کہ اس کا دل تنگ ہو نہ جائے، ایسے میں اسے کوئی اجر نہیں مل سکے گا۔

حافظ عبدالعظیم لکھتے ہیں کہ اس میں علماء کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ وہ مہمان کو ایک دن کے لئے اتنا کچھ دے دے جو اس کے لئے دن رات کام آ سکے بشرطیکہ وہ وہاں سے جا رہا ہو اور اگر اس کا ارادہ ہو تو تین دن کا دے دے بشرطیکہ وہ وہاں ٹھہرے دوسرے یہ کہ اسے اتنا دے جو اسے رات دن کے لئے کافی ہو اور مہمانی کے بعد دن رات کا خیال کرے۔

❁ امام احمد، بزار اور ابو یعلیٰ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''مہمان کے لئے حق کی طرف سے مہمان نواز پر تین دن کا انتظام ضروری ہوتا ہے اور اس سے زیادہ کرے تو صدقہ ہے اور مہمان کے لئے ضروری ہے کہ چلا جائے اور گھر والوں کو گنہگار نہ بنائے۔''

❁ امام احمد اور حاکم مرفوعاً لکھتے ہیں ''جو مہمان کسی کے پاس ٹھہرا اور اسے کھانا نہ مل سکا تو اسے حق پہنچتا ہے کہ کھانے جتنا حق مانگے، اس میں اسے حرج نہیں۔''

❁ ابو داؤد اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے ''مہمان کو رات بھر کے لئے ٹھہرانا، ہر مسلمان پر لازم ہے لیکن اگر وہ صبح ہونے تک ایسا نہیں کر سکا تو یہ اس پر قرض ہوگا اب وہ چاہے تو ادا کرے اور چاہے تو نہ کرے۔''

❁ ابو داؤد اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص کچھ لوگوں کو مہمان بنائے لیکن اگر ان میں سے کوئی کھانے سے رہ گیا تو اسے کھلانا ہر مسلمان پر لازم ہوتا ہے اور وہ مہمان اس شخص کی کھیتی یا مال سے مہمان بننے کا خرچہ لے سکتا ہے۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''تین دن تک مہمانی کرنا مہمان کا لازمی حق ہوتا ہے اور جو اس سے زیادہ کرے تو وہ صدقہ ہو جاتا ہے۔''

❁ امام احمد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو اپنے مہمان کی عزت کرے (تین مرتبہ فرمایا) اس پر ایک شخص نے عرض کی کہ یہ کرامت (عزت کرنی) کیا ہوتی ہے؟ فرمایا تین دن تک ٹھہرانا اور اس سے زیادہ صدقہ بنتا ہے۔''

❁ امام اصفہانی مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''فرشتے اس وقت تک تمہارے لئے دعا کرتے ہیں جب تک دستر

خوان بچھا ہے۔''

- ابن ماجہ اور ابن ابی الدنیا نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جس گھر میں چھری کے ذریعے اونٹ کی کوہان کا گوشت کھایا جاتا ہے تو اس گھر میں بھلائی تیزی سے آتی ہے۔''
- طبرانی نے مرفوعاً ذکر کیا ہے فرمایا ''بہترین اخلاق جنت (میں لے جانے والے) کے کام بنتے ہیں۔''
- امام احمد نے مرفوعاً لکھا ہے فرماتے ہیں ''اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی جو مہمان نوازی نہیں کرتا۔'' واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 190

کاشتکاری کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم کاشتکاروں اور باغوں والے لوگوں کو ہدایت کریں کہ وہ کھیتی باڑی کریں اور ایسے درخت لگائیں جو پھل دیں یا لوگوں کے فائدے کے لئے درخت لگائیں کیونکہ یہ چیزیں بندے کے فوت ہونے کے بعد جاری رہنے والا صدقہ بنتی ہیں، خواہ وہ کھیتی اور درخت اپنے ہاتھوں سے کاشت کرے اور لگائے یا کسی آدمی سے لگوائے اور اسے اجرت دے دے لیکن اجر اسے زیادہ ملتا ہے جو اپنے ہاتھوں سے یہ کام کرے اور فائدہ بھی اسی میں ہے کیونکہ نیتوں کی تبدیلی سے زمین کی برکت میں کمی آجاتی ہے اور مخلوق کے ساتھ اللہ کا معاملہ بگڑ جاتا ہے اور اس میں فائدہ صرف اسی چیز کا ہوتا ہے اور خاص طور پر یہ گھاٹا کتان لگوانے میں زیادہ ہوتا ہے کیونکہ اس کا تجربہ ہو چکا ہے کیونکہ اس میں بہت محنت کرنا پڑتی ہے۔ ہاں مشکل سے ایسا شخص ملے گا جو کھیتی والے کے نہ ہونے کی صورت میں اللہ کو سامنے رکھے اور اس کا غائب ہونا، موجود ہونے کی طرح ہو کیونکہ اس صورت میں عام طور پر خراج اور مشقت کے بعد کچھ نہ کچھ بچ جاتا ہے لیکن ایسے شخص کا ملنا سرخ گندھک ملنے سے بھی مشکل ہے بلکہ کچھ تو کسان کی موجودگی میں بھی خلوص نیت سے کام نہیں کرتے جس کی وجہ سے برکت نہیں رہتی بلکہ میرے ایک بھائی نے مجھے بتایا کہ اس نے کتان اور گل خیرو کی کاشت کی جس میں سے کتان تو محنت کے مطابق حاصل ہو گئی لیکن گل خیرو کی فصل نے ان عورتوں کا بھی خرچہ نہ دیا جنہوں نے اسے چنا تھا چنانچہ لوگوں نے اپنی محنت کا بدلہ مانگا۔

گندم کا دانہ شترمرغ کے انڈے جتنا دیکھا گیا

ہمیں پتہ چلا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے دور میں ایک بادشاہ نے خواب میں گندم دیکھی جو شترمرغ کے انڈوں

جتنی بڑی تھی اور وہ جو خواب بھی دیکھتا، وہ حقیقت ہوتا تھا چنانچہ اس نے اردگرد کے علاقے میں آدمی بھیجے جو یہ پتہ چلا سکیں کہ اتنی بڑی گندم تم میں سے کسی نے دیکھی ہے۔ یہ سن کر ایک بوڑھے شخص نے کہا کہ ہاں دیکھی ہے اور وہ اس خراب دروازے کے کواڑ کے نیچے ہے چنانچہ انہوں نے دو قد آدم گہرا گڑھا کھودا تو انہیں ایک بڑا برتن نظر آیا جو اس جیسی گندم سے بھرا ہوا تھا چنانچہ وہ اسے اس بادشاہ کے پاس لے آئے چنانچہ اس بارے میں اس نے حضرت داؤد علیہ السلام سے پوچھا جس پر اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ یہ زمین کسی نے مزدوری پر لی، اسے کاشت کیا تو اس میں سونے کی ہنڈیا ملی جسے وہ زمین والے کے پاس لے گیا لیکن اس نے نہ لی اور کہنے لگا کہ یہ تمہاری روزی ہے اور اسے لینا پسند نہ کیا پھر ان دونوں نے اپنے اپنے ساتھی اکٹھے کئے، انہوں نے مشورہ دیا کہ ان میں سے ایک کی بیٹی کو تیار کر کے دوسرے کے بیٹے سے بیاہ دیں چنانچہ شادی کر دی گئی اور پھر اس ہنڈیا سے کچھ دینار بچ گئے جن کو بیچ کر کھیتی لگا دی گئی چنانچہ اس کا حال نظر آ رہا ہے کیونکہ کھیتی نیت کی بنا پر چھوٹی بڑی ہو جاتی ہے۔ الخ

اس دور میں بہت سے لوگوں کو درست راہ پر ڈالنا نہایت مشکل کام ہے لہٰذا عقلمند وہ ہے جو مزدور کو ساتھ لے کر خود کاشت کرے۔ ''خیر رکھنے والے کی طرح تمہیں اور کوئی نہ بتا سکے گا۔'' واللہ غفور رحیم

❁ امام مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو بھی مسلمان کوئی کھیتی لگاتا ہے جو جتنا اس میں کھائے گا، وہ صدقہ ہوگا اور جو فصل چوری ہوئی وہ اس کے لئے صدقہ ہے اور قیامت تک کسی کی وجہ سے اس میں گھاٹا ہو جائے تو وہ اس کے لئے صدقہ ہوتا ہے۔''

ایک اور روایت میں ہے ''جو مسلمان شخص کوئی بیج ڈالتا یا کاشت کرتا ہے اور اس میں سے کوئی انسان، چوپایہ اور پرندہ کھا لیتا ہے تو یہ اس کے لئے صدقہ شمار ہوتا ہے۔''

❁ ایک اور روایت یوں ہے ''جب بھی کوئی انسان فصل لگاتا ہے اور اس میں سے کوئی انسان، چوپایہ یا پرندہ کھا لیتا ہے تو وہ قیامت تک اس کا صدقہ شمار ہوگا۔''

❁ امام احمد نے مرفوع روایت لکھی ہے فرمایا ''جو شخص ظلم و زیادتی کئے بغیر کوئی عمارت بناتا ہے یا یونہی فصل لگاتا ہے تو اس کے لئے اس کا اجر و ثواب اللہ رحمٰن کی مخلوق کے فائدہ اٹھانے تک جاری رہے گا۔''

❁ امام احمد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جس نے کوئی درخت لگایا اور اس کی حفاظت کرتا رہا اور پوری نگہداشت کی اسی دوران اسے پھل لگ گیا تو اس میں سے جتنا بھی گھٹے گا، اسے اللہ کے ہاں لگانے والے کیلئے صدقہ شمار کیا جائے گا۔

❁ انہی کی ایک اور مرفوع روایت ہے فرمایا ''جو شخص بھی فصل لگاتا ہے تو اس میں سے جتنا بھی پھل کوئی لے جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اعمالنامے میں اس کا صدقہ لکھ دیتا ہے۔''

❁ بزار، ابونعیم اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''سات ایسے شخص ہیں جن کو ان کی موت کے بعد بھی قبر میں اجر ملتا رہے گا علم پڑھانے والا، نہر جاری کرنے والا، کنوئیں کھودنے والا، کھجور لگانے والا، مسجد بنانے والا، قرآن لے

کر دینے والا اور ایسا لڑکا چھوڑ جانے والا جو اس کی موت کے بعد اس کے لئے بخشش کی دعا کرے۔''

امام حاکم نے یہ روایت لکھی ہے کہ ''رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اے انصار والو! انہوں نے جواب دیا کہ یارسول اللہ! ہم حاضر ہیں، پھر فرمایا تم جاہلیت کے دور میں عبادت نہ کرنے کے باوجود بے سہاروں کا بوجھ اٹھاتے تھے، اپنے مال کے ذریعے بھلائی کرتے تھے اور مسافروں پر خرچ کرتے تھے، اسی دوران اللہ تعالیٰ نے تم پر اسلام کا احسان فرما دیا اور تمہیں اپنا نبی دے دیا ہے تو آج تم اپنا مال بچا کر رکھتے ہو، یاد رکھو، ابن آدم کھائے گا تو اجر ملے گا پھر درندے اور پرندے کھا جائیں گے تو اجر ملے گا۔'' حضرت جابر رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ سارے لوگ شرمندہ ہوئے چنانچہ اپنے اپنے باغوں میں سے انہوں نے تیس تیس دروازوں تک گرا دیئے۔

امام حاکم فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں محتاجوں اور بھوکوں کو پھل کھانے سے روکنے کے لئے باغوں کے گرد، کھجور اور انگور کے گرد چار دیواری کرنے سے واضح طور پر روکا گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 191

جود وسخا کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے بھائیوں کو سخاوت اور خیرات دینے کے لئے تیار کریں بلکہ پہلے خود شروع کریں اور خاص طور پر رمضان میں دیا کریں۔

اس ہدایت پر عمل اکثر لوگوں میں کم پڑ گیا ہے بلکہ علماء اور حلقہ والے مشائخ بھی اس پر عمل نہیں کرتے۔ وہ صرف اپنے کھانوں، لباسوں پر کھلا خرچ کرتے ہیں یا پھر پردہ دار عورتوں سے نکاح اور خوبصورت لڑکیوں کے لئے خرچ کرتے ہیں بلکہ میں نے ایک ایسا شخص بھی دیکھا ہے جو بزرگی اور فقری کا دعویٰ کرتا ہے، گدھے پر سواری نہیں کرتا بلکہ استعمال میں نہ آنے والے گھوڑوں پر سوار ہوتا ہے، ایک مرتبہ اسے دیکھا تو کسی کام کے لئے اسے سواری کی ضرورت تھی لیکن گھوڑا نہ مل سکا، اس کے پاس گدھا بھی تھا لیکن اس پر سواری نہ کی، کہنے لگا مجھے مصر میں گدھے پر سوار ہو کر جانے میں شرم محسوس ہوتی ہے حالانکہ اس نے اونی پگڑی باندھی ہوئی تھی جس کا شملہ بھی تھا اور پھر لمبے لمبے بال تھے۔ یہ وہ کام ہے جو ہر لحاظ سے فقیروں والے طریقے کے خلاف ہے۔

ایک مرتبہ میں نے اسے یوں کہتے سنا کہ اللہ کا شکر ہے، دنیا ہمارے ہاتھوں میں تو ہے، دل میں نہیں ہے چنانچہ میں نے اس کی طرف ایک عیال دار اندھا بھیجا جس نے جا کر لباس، جبہ کی قیمت یا گندم کا ایک صاع مانگا لیکن اس نے نہیں دیا حالانکہ اس کا گھر کسی اہلکار سے بھی کھلا تھا جس پر اندھے نے اسے کہا کہ تمہارا فلاں شخص کے پاس یوں کہنا کہاں

گیا کہ دینار ہمارے ہاتھوں میں تو ہے، دل میں نہیں ہے، جبکہ یہاں مجھ سے زیادہ اور کوئی بھی ضرورت مند نہیں ہے کیونکہ میں اندھا اور بال بچوں والا ہوں اور تم جانتے ہی ہو کہ بن مانگے کسی کو کچھ دینا تو دور کی بات ہے کوئی کسی کو کچھ دینے والا ہی نہیں ملتا۔ اس پر وہ میرے ہاں سے بہت بددل ہو کر نکلا۔ بہتر تو یہ تھا کہ وہ شیخ اسے ایک ہی دن کا خرچہ دے دیتا یا پھر کپڑوں میں سے ایسی کوئی قمیص دے دیتا جو تیس زیق (گوٹ) سے زیادہ قیمت والی ہوتی جیسے اس کے خادم نے مجھے بتایا۔

ایک مرتبہ میں اور میرے بھائی شیخ زین العابدین بن شیخ عبید البلقینی اپنے دور کے ایک شیخ کے پاس گئے جس نے ہمیں فقر سکھانا شروع کیا اور تنگدستی کے بارے میں بتایا اور کہنے لگا کہ فقراء لوگ دنیا میں زہد ہی اختیار کر کے نمایاں ہو سکتے ہیں چنانچہ اس کی بہتر گفتگو کی وجہ سے ہم اس کی طرف متوجہ ہوئے کہ اتنے میں اس کا لڑکا ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ان سے کہو کہ میرا خرچہ بڑھا دیں۔ ہم نے پوچھا کہ روزانہ تمہیں کیا دیتا ہے؟ تو اس نے کہا کہ دس انصاف (سکہ)۔ ہم نے کہا کہ ایک بڑے فقیر کے لئے تو معمولی ہے۔ اس نے کہا کہ میرے والد کی روزانہ آمدن تین سو نصف ہے جن میں سے صرف پندرہ نصف خرچ کرتے ہیں اور باقی بچا لیتے ہیں۔ میں نے کہا اے بیٹے! ہو سکتا ہے کہ تمہیں بتائے بغیر وہ صدقہ کر لیتے ہوں۔ اس نے کہا کہ اگر صدقہ کرتے ہوں تو ان کے صندوق میں تقریباً چالیس ہزار دینار موجود نہ ہوں۔ یہ اس کے لڑکے کے الفاظ تھے اور جب اس دور کے سربراہ مشائخ کا حال یہ ہو تو عوام کا حال کیا ہوگا۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اس دور میں اپنے آپ کو شیخ بنا کر دکھانا چاہتا ہے تو اسے اپنی بتائی ہر بات پر پہلے خود عمل کرنا ہوگا ورنہ وہ شخص لوگوں کے لئے فتنہ بن جائے گا چنانچہ دماغی، جسمانی روزی کی تنگی میں ایک سچے فقیر سے بڑھ کر کوئی مشکل میں نہیں ہوتا۔

❁ آپ نے یہ بھی فرمایا وہ شخص سخی نہیں ہوا کرتا جو اپنا مال ان جگہوں پر خرچ کر دے جن سے اللہ نے روک رکھا ہے، سخی تو وہ ہوتا ہے جو اسے اللہ کی رضا میں خرچ کرے۔

❁ یہ بھی فرماتے تھے تم ایسے فقیر کی ملاقات سے بچو جو اپنے پاس دنیا کا کافی مال رکھتا ہے لیکن تم اسے زکوٰۃ دیتے کبھی نہیں دیکھتے لہٰذا اس سے بدظن ہو جاؤ گے کیونکہ کچھ فقیر ایسے ہوتے ہیں جو سیر کرنے والے ہوتے ہیں چنانچہ وہ مصر سے جھٹ ہند تک پہنچ جاتے ہیں اور اپنی زکوٰۃ اس علاقے میں تقسیم کرتے ہیں جیسے شیخ محمد شربینی رحمہ اللہ کے ساتھ ہوتا ہے۔

اس ہدایت پر عمل کرنے کے لئے کسی سچے شیخ کی پیروی کی ضرورت ہوتی ہے، ایسے کی نہیں جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا ہے کیونکہ جو شخص لوگوں کو بھلائی کے کام کرنے کو تو کہے لیکن خود نہ کرے تو اس کے اپنے عمل ہی اسے جھوٹا کر دیں گے جس کی وجہ سے لوگ اس کی باتیں نہیں سنیں گے لیکن جب ایسے شیخ کے کہنے کے مطابق چلے گا تو وہ اسے بارگاہ الٰہی میں لے پہنچے گا جہاں اس کا اللہ پر یقین پختہ ہوگا اور وہ اپنے قبضہ میں آنے والا سب کچھ خرچ کر دے گا جبکہ اللہ کی بارگاہ سے دور شخص ایسا نہیں کرے گا، کیونکہ وہ اس کے خلاف چلے گا اور اپنے کمزور یقین کی بنا پر کسی کو بھی کچھ نہیں دے گا۔ "اللہ صرف اسے ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔"

✿ امام ترمذی وغیرہ نے مرفوع اور مرسل روایت لکھی ہے ''فرمایا'' ایک سخی شخص اللہ کے قریب ہوتا ہے، جنت کے قریب ہوتا ہے، لوگوں کے دلوں میں ہوتا ہے لیکن جہنم سے دور ہوتا ہے جبکہ بخیل شخص اللہ سے دور، جنت سے دور، لوگوں سے دور لیکن جہنم کے قریب ہوتا ہے۔ تاہم ایک جاہل سخی، بخیل عبادت گذار کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کو زیادہ اچھا لگتا ہے۔

✿ امام اصفہانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا'' سن لو! اللہ تعالیٰ کا یہ پکا فیصلہ ہے کہ سخاوت کرنے والا جنت میں جائے گا اور میں اس کا ضامن ہوں۔ سن لو کہ ہر بخیل شخص اللہ کے پکے فیصلے کے مطابق جہنم میں جائے گا اور میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ! یہ بخیل اور سخی کون لوگ ہوتے ہیں؟ فرمایا سخی وہ ہوتا ہے جو اپنے مال سے اللہ کے حقوق ادا کرے اور بخیل وہ ہوتا ہے جو اللہ کے حقوق ادا نہ کرے اور اللہ کے معاملے میں بخل سے کام لے، سخی وہ نہیں ہوتا جو حرام لے کر بے فائدہ خرچ کرتا پھرے۔''

میں بتاتا چلوں کہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ ''فضول خرچی'' کی حقیقت کیا ہوتی ہے؟ فرمایا'' یہ وہ کرم ہوتا ہے جو بہت وسیع ہوتا ہے، نہ ہی اس کی کوئی حد ہوتی ہے اور نہ کوئی مقدار مقرر ہوتی ہے لیکن جب ایسی حالت والا ہمیشہ یوں نہیں کر سکتا تو نکالے گئے مال وغیرہ پر بھی شرمسار ہوتا ہے اور جب اس پر تنگی کی ایسی حالت آجاتی ہے تو اللہ اس کے کئے گئے خرچ کو برابنا دیتا ہے اور جو اچھی جگہ پر خرچ ہو چکا ہوتا ہے، اسے فضول خرچی اور کم خرچی کی درمیانی حالت بنا دیتا ہے۔'' واللہ اعلم

✿ امام ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا'' جب تمہارے حکمران اچھے لوگ بنیں، مالدار سخی ہوں اور تم ہر کام مشورے سے کرتے رہو تو زمین کی تہہ میں جانے کی بجائے تمہارا زمین پر رہنا زیادہ بہتر ہے لیکن جب حکمران شرارتی بنیں، مالدار بخیل ہوں اور تمہارے معاملات عورتوں کے ہاتھوں میں ہوں تو زمین کے اوپر رہنے کی بجائے اس کی تہ میں چلا جانا بہتر ہے۔''

✿ امام ابو داؤد نے اپنے مراسیل میں لکھا ہے'' جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کی بہتری دیکھ رہا ہوتا ہے تو ان کے معاملات دانا لوگوں کے سپرد کر دیتا ہے اور مال سخی لوگوں کے پاس رکھتا ہے اور جب کسی قوم کی برائی لکھی ہوتی ہے تو ان کے معاملات بیوقوف لوگوں کے سپرد کر دیتا ہے جبکہ مال بخیل لوگوں کے ہاں رکھ دیتا ہے۔''

✿ حضرت ابوالشیخ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا'' سخاوت کرتے رہنا اللہ تعالیٰ کی بہترین عادت ہے۔''

✿ ایک اور روایت میں ہے'' ہر ولی کو پیدائشی طور پر سخاوت کرنے والا اور اچھے اخلاق والا بنا دیا جاتا ہے۔''

✿ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا'' اللہ تعالیٰ نے اس دین اسلام کو اپنا دین فرمایا ہے اور تمہارے اس دین کی عظمت، سخاوت کرنے اور اچھے خلق میں ہے لہٰذا سنو! یہ دونوں کام کر کے دین کو خوبصورت کر دو۔''

امام طبرانی نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ! سید (سردار) کون ہوتا ہے؟ انہوں نے فرمایا حضرت یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام۔ پھر پوچھا گیا کہ آپ کی امت میں ''سید'' کون ہے؟ فرمایا ہاں ہاں وہ شخص ہوتا ہے جو مالدار ہو جائے، اسے کھلی روزی ملے، وہ فقیر کو نزدیک کرے اور لوگوں میں اس کی برائی کم ہو۔''

❁ طبرانی اور اصفہانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف بھیجا، اللہ نے کہا اے ابراہیم! میں نے تمہیں اس لئے خلیل نہیں بنایا کہ تم میری عبادت سب سے زیادہ کر۔تے ہو، میں نے لوگوں کے دلوں کو سامنے رکھا ہے تو تمہارے دل کے سوا کسی اور میں اتنی سخاوت کا خیال نہیں۔''

❁ حضرت ابن ابی الدنیا، اصفہانی اور ابو الشیخ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''سخی کے گناہوں پر نظر نہ ڈالو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے لغزش کھانے پر اس کا ہاتھ تھام لیتا ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نمبر 192

مسلمانوں کی ضرورتیں پوری کرنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کی ضرورتیں پوری کیا کریں اور ان میں خوشی کی لہر دوڑا دیں اور اس پر ان سے کوئی تحفہ قبول نہ کیں کیونکہ قاعدے کے مطابق عبادتوں کا اصل مقصد آخرت کا ثواب لینا ہوتا ہے۔ یہ کام وہی لوگ کرتے ہیں جو عارف ہوتے ہیں اور شریعت کے مطابق کام کرتے ہیں اور وہ بھی صرف اللہ کے لئے، آخرت کے ثواب کو نہیں دیکھتے، رہے دوسرے لوگ تو اللہ ان کے اعمالنامے میں آخرت کا ثواب لکھ دیتا ہے۔

ہمارا تجربہ یہ ہے کہ جو شخص حکمران وغیرہ کے ہاں کسی کی سفارش کرنے پر کوئی بدلہ قبول کر لیتا ہے تو وہ صوفیہ کے طریقہ پر نہیں چلتا، اس کے اور حق تعالیٰ کے درمیان تعلق ٹوٹ جاتا ہے اور حاکم اس کی سفارش ٹال دیتا ہے اور لوگوں کے سامنے یوں اس کی عزت نہیں رہ جاتی جیسے کسی دنیا دار کی اس کے ہاں عزت نہیں ہوتی لیکن اللہ کے تعلق والا ایسا نہیں ہوتا۔

میرے بھائی افضل الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب سفارش کرانے والا شخص، سفارش کرنے والے کے پاس کوئی تحفہ لے آئے تو وہ لینے سے انکار کر دے اور اگر وہ اسے واپس نہ لے اور یہ بتائے کہ میں نے اس میں سے فقیروں کے لئے حصہ نکالا تھا تو پھر لے لے اور پھر فقیروں، مسکینوں میں بانٹ دے اور خصوصاً اس وقت ضرور بانٹے جب وہ ظالم ہو یا ظالموں کی مدد کرتا رہتا ہو۔

آج کل ایسی پرہیز گاری فقیروں میں بہت کم رہ گئی ہے اور وہ ظالموں کے ہاں ایک نوکر ہوتا ہے جو ان کے لئے بھلے کام کرتا ہے جو دراصل برے ہوتے ہیں لہٰذا اے بھائی! تم اللہ کو خوش کرنے کے لئے لوگوں کی ضرورتیں پوری کیا کرو اور اگر اس پر کوئی اجر لینا چاہو تو اللہ سے بھوکا بن کر مانگو کیونکہ اس کے فضل کے بغیر کسی کا گذارہ نہیں اور یاد رکھو کہ اس پر کوئی دنیاوی تحفہ وصول نہ کرو خصوصاً عورتوں اور فقیروں سے۔

ایک مرتبہ اپنے دور کے ایک شیخ کو میں نے دیکھا جو ظالموں کے ایلچیوں کی شکل میں کسی حکمران کے پاس سفارش

کرتا تھا کہ اسی دوران اس کے پاس ایک ایسی بڑھیا آئی جس کے لڑکے کو اس کے والی نے قید کر لیا تھا، وہ کہنے لگی کہ اے بوڑھے آقا! میرے لڑکے کی سفارش کر دو، اس پر اس نے کہا کہ فقیروں کے لئے کیا لائی ہو؟ اس نے کہا کہ سات نصف (سکّے) اور ایک عثمانی موجود ہے جس کے بدلے میں، مَیں نے آج ہی سوت بیچا ہے۔ اس نے کہا کہ اتنے کافی نہیں اور پھر اس پر زور دیتا رہا، آخرکار وہ سوت کا چوتھا حصہ اور لے آئی، اس نے وہ لے کر نقیب کو دے دیا اور پیسے اپنی جیب میں ڈال لئے۔

یہ معاملہ خود میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے حالانکہ اس نے اپنے لئے محل بنا رکھا ہے جس پر پردہ ڈالا ہوا ہے اور تابوت بھی رکھا ہوا ہے۔ یہ سب اس بناء پر ہے کہ اس نے کسی خلوص والے شیخ سے تعلق نہیں رکھا۔

اس شیخ کے بارے میں، مَیں نے سیدی علی مرصفی رحمہ اللہ کو فرماتے سنا کہ اگر میرے لئے اسے لوگوں میں بیٹھنے سے روکنا ممکن ہوتا تو میں روک دیتا کیونکہ کسی شیخ کی اجازت کے بغیر بیٹھا ہوگا اور کسی امیر کی عقل پر کام کرتا ہوگا اور ہمارے سامنے آ کر بڑے حکمرانوں کی عقل کے مطابق کام کرتا ہے اور پھر ہمارے ہمراہ امیر محی الدین کے پاس بھی گیا حالانکہ وہ بہت زیادہ ہوشیار ہے لیکن جب میں نے سیدی علی خواص سے اس کی ملاقات کرائی تو انہوں نے اس سے کہا کہ اگر تم اس شخص کے ہاں دوبارہ گئے تو میرے پاس دوبارہ نہ آنا چنانچہ وہ اس کے مرنے تک وہاں نہیں گیا تو اے بھائی پہلے کسی شیخ کی ہدایت پر چلو اور پھر وہاں سے ہٹ کر لوگوں کی ضرورتیں پوری کرو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

شیخ جلال الدین محلی کا انکسار کہ بوڑھوں کے کام کیا کرتے

حضرت شیخ جلال الدین محلی رحمہ اللہ (منہاج کے شارح) کی عادت تھی کہ محلے کی تمام بوڑھی عورتوں اور عاجز بوڑھوں کی خدمت کیا کرتے اور بازار سے سودا سلف خرید کر انہیں لا دیتے، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ کسی آدمی کے سوال کرنے پر پڑھانا چھوڑتے اور پہلے اس کا کام کر دیتے۔

ایک مرتبہ کسی بوڑھی عورت نے ان سے کہا کہ مجھے زیتون کا تیل لا دو تو آپ نے پڑھانا چھوڑ دیا، لوگوں نے کہا کہ آپ نے بڑھیا کی خاطر پڑھانا کیوں چھوڑا؟ آپ نے کہا ہاں اس کی ضرورت تم سے پہلے ہے۔

اکثر آپ بوڑھی محلہ دار عورتوں کی خاطر ننگے پاؤں ہی چل دیتے اور فرماتے کہ زمین اصولی طور پر پاک ہوتی ہے۔ پھر ایسا بھی ہوتا کہ کمر باندھے بارش والی اندھیری رات میں چل پڑتے اور محلے کی ایک ایک بڑھیا کے پاس جا کر کہتے کہ کسی کو آگ کی ضرورت ہو تو میں تنور سے لا دوں۔

جب شیخ فخر الدین المقدسی اور جوجری رحمہما اللہ نے آپ پر اعتراض کیا کہ آپ ہمیں پڑھانا چھوڑ کر زیتون کا گرم تیل اور آگ لا کر دینے کا کام پہلے کیوں کرتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کسی کو خوش کر دیا جائے کیونکہ ضرورت مند کو ضرورت پوری ہونے پر اتنی خوشی ہوتی ہے کہ جتنی تم کو علم حاصل کرنے پر نہیں ہوتی۔ یہ حکایت مجھے الحاج جلال الدین یزدار جوالی نے سنائی تھی، وہ کئی سال تک حضرت جلال الدین کے ساتھ رہے تھے۔

آپ نے فرمایا ایک مرتبہ میں نے انہیں کسی بڑھیا کے لئے روٹی پکاتے دیکھا تو اس بارے میں بات کی جس پر

انہوں نے کہا کہ ہم نے علم پڑھاتے پڑھاتے عمر گزار دی ہے جبکہ اس میں بہت سے خطرات ہیں جن میں سے بہت کم لوگ نکل پاتے ہیں چنانچہ ایسے بہت کم لوگ ہیں جو موت کے بعد کسی کو یہ کہتے دکھائی دیئے ہوں کہ ہمارے علم نے ہمیں نجات دلوائی ہے کیونکہ علم میں بہت سی آفتیں پڑتی ہیں لیکن لوگوں کی ضرورتیں پوری کرنے میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ اکثر اللہ تعالیٰ انہی کی وجہ سے بخش دیا کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سیدی محمد بن عنان فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک تنہائی میں بیٹھنے والے فقیروں کی ضرورتیں پوری کرنے والا شخص ان لوگوں سے زیادہ مرتبہ رکھتا ہے جو تلاوت قرآن، ذکر اور عبادت کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں کیونکہ اگر یہ شخص ان لوگوں کے ایسے کام نہ کرے تو ان میں سے کوئی بھی بیٹھ کر عبادت نہ کر سکے بلکہ مجبوری کی بناء پر اسے روٹی لینے کے لئے جانا پڑے۔

خدمت کرو، خدمت کراؤ

سیدی خضر رحمہ اللہ (جنہوں نے یتیمی میں مجھے پالا تھا) مجھے برستی بارش میں ساتھ لے جاتے اور بڑا پیالہ میرے ہاتھوں میں دے کر فرماتے کہ تنور سے آگ لے کر اس میں بھر لاؤ اور محلّہ کے ایک ایک گھر پر جا کر گھر والوں سے کہا کرو کہ کسی کو آگ کی ضرورت ہے تو لے لو۔ پھر فرماتے کہ اے بیٹے! میرے دل میں یہ خیال ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے تمہارے کام کے بدلے کے طور پر اللہ تعالیٰ کوئی ایسا آدمی مقرر فرما دے گا جو تمہاری خدمت کرے گا، پھر فرماتے کہ اے بیٹے! کیا تم نے کبھی ایسا عاجز بوڑھا دیکھا ہے جس نے صاف کپڑے پہنے ہوں اور اندھا ہونے کی وجہ سے اسے کوئی نہ کوئی ہاتھ تھامے مسجد کی طرف لے جا رہا ہو؟ چنانچہ اس کی کوئی باجماعت نماز نہیں رہنے پائے اور وہ کبھی بھی لوگوں سے کچھ مانگا نہیں کرتا، میں کہتا کہ ہاں، پھر فرماتے کیا ایسا بوڑھا نہیں دیکھا جو سر پر ٹوپی رکھے، پاؤں سے ننگا اور سر کھولے چلتا پھرتا ہے، نماز رہ جانے پر کبھی قضاء نہیں کرتا اور ہر وقت لوگوں سے چاندی کا سکہ مانگتا پھرتا ہے لیکن وہ اسے دیتے نہیں؟ میں نے کہا ہاں یونہی دیکھا ہے، فرماتے کہ یہ وہ ہے جس نے اللہ کے حقوق پورے نہ کئے اور چھوٹی عمر میں اس کے بندوں کے حقوق کی پروانہ کی چنانچہ بڑھاپے میں اللہ نے اسے بیکار کر دیا ہے لیکن دوسرے نے چھوٹی عمر میں اللہ اور اس کی مخلوق کے حقوق پورے کئے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بڑھاپے میں اس کے لئے خادم مقرر کر دیا ہے حالانکہ تم بڑھاپے میں کوئی ایسا شخص نہیں دیکھو گے جس کی خدمت ہوتی ہو، یقینی طور پر اس نے بھی چھوٹی عمر میں لوگوں کی خدمت کی ہوگی۔ واللہ غفور رحیم۔

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص کسی کی ضرورتیں پوری کرنے میں لگا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ضرورتیں پوری کرتا جاتا ہے، جو دنیاوی کسی تکلیف سے کسی مسلمان کو بچا لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کی تکلیفوں سے بچائے گا۔''

حضرت حافظ عبدری رحمہ اللہ نے اتنا اور زیادہ کیا ہے ''جو کسی مظلوم کے ساتھ چلا اور قدم جما کر اسے اس کا حق دلوایا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پلصراط پر اس کے قدم جمائے گا جبکہ دوسروں کے پھسل رہے ہوں گے۔''

حافظ منذری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ روایت میں یہ زیادتی صرف ابن ابی الدنیا اور حضرت اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر

کی ہے۔

❀ مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم کی ایک مرفوع روایت میں ہے فرمایا ''جو شخص کسی مومن کی دنیاوی مشکل دور کر دے تو اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کی کوئی مشکل اس سے دور فرما دے گا، جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی امداد کرتا رہتا ہے جب تک وہ کسی بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے۔''

طبرانی اور ابو الشیخ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ کی ایک ایسی مخلوق بھی ہے جسے اس نے لوگوں کی ضرورتیں پورا کرنے کے لئے پیدا کر رکھا ہے، لوگ گھبرائے ہوئے انہیں اپنی ضرورتیں بتاتے ہیں، یہی لوگ اللہ کے عذاب سے بچے ہوتے ہیں۔''

نعمتیں ملنے اور رکنے کی وجہ

❀ طبرانی کی مرفوع روایت یوں ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں پر اپنی نعمتیں اتارتا ہے اور جب تک وہ تھکتے نہیں لوگوں کے کام آتے رہتے ہیں تب تک انہیں کے پاس رہنے دیتا ہے لیکن جب وہ اس کام سے اُکتا جاتے ہیں تو پھر دوسروں کو دے دیتا ہے۔''

اللہ کی نعمتیں دوسروں کے لئے ملا کرتی ہیں

❀ ابن ابی الدنیا اور طبرانی کی مرفوع روایت یوں ملتی ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کے بہت سے ایسے گروہ ہیں جنہیں اس نے لوگوں کے بھلے کے لئے نعمتیں دے رکھی ہیں چنانچہ جب تک وہ ان پر خرچ کرتے رہتے ہیں، انہیں انہی کے پاس رہنے دیتا ہے لیکن جب انہیں دینا بند کر دیتے ہیں تو ان سے لے کر دوسروں کو دے دیتا ہے۔''

❀ طبرانی اور ابن ابی الدنیا وغیرہ موفوعا لکھتے ہیں فرمایا ''جب بھی کسی بندے کے پاس اللہ کی بہت سی نعمتیں جمع ہو جاتی ہیں تو اس پر لوگوں کی ضرورتوں کا بوجھ پڑتا ہے اور جو یہ بوجھ برداشت نہیں کرتا تو اس سے وہ نعمت چھین لی جاتی ہے۔

❀ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جس شخص پر بھی اللہ تعالیٰ بھرپور طریقے سے نعمتیں اتارتا ہے تو لوگوں کی ضرورتیں اس کے ذمے لگا دیتا ہے اور جب وہ دینے سے رک جاتا ہے تو ان نعمتوں کو وہاں سے ہٹا دیتا ہے۔''

❀ طبرانی اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو کسی کے کام آنے کے لئے نکلے تو یہ دس سالہ اعتکاف سے بہتر ہے جبکہ ایک دن کے اعتکاف کے بارے میں آتا ہے کہ جو اللہ کی مرضی کے مطابق کرے تو اللہ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقوں جتنا فاصلہ کر دیتا ہے جن میں سے ہر ایک کا فاصلہ مشرق و مغرب کے درمیانی فاصلے سے زیادہ ہے۔''

ابو الشیخ ابن حبان رحمہ اللہ نے مرفوع روایت دی ہے فرمایا ''جو کسی کی ضرورت پوری کرنے جائے اور پوری کر دے تو اللہ تعالیٰ اس پر پچھتر ہزار فرشتوں کا سایہ کر دیتا ہے جو اس کے لئے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں، اگر صبح ہو تو رات ہونے تک یہی کام کرتے ہیں اور رات ہو تو صبح تک یونہی کرتے ہیں اور یہ شخص جس طرف بھی قدم بڑھاتا ہے ہر قدم پر اس کی وجہ سے اس کا ایک گناہ جھاڑ دیا جاتا ہے اور ایک مرتبہ بڑھا دیا جاتا ہے۔''

عبادت کرنے والے کا محافظ اس سے بڑھ کر مرتبہ لیتا ہے

❁ ابو داؤد نے ''مراسیل'' میں لکھا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے کچھ صحابہ اپنے ایک ساتھی کو سراہتے ہوئے جا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ ہم نے فلاں جیسا کوئی شخص کبھی نہیں دیکھا، وہ سفر میں تلاوت کرتا رہتا ہے اور ہم جب بھی کسی جگہ پر ٹھہرتے ہیں تو نماز شروع کر دیتا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اس کے سامان کی حفاظت کون کرتا ہے؟ آگے بیان کرتے ہوئے فرمایا اس کے اونٹ (یا فرمایا چوپایہ) کو گھاس وغیرہ لا کر کون دیتا ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ ہم لا کر دیتے ہیں، فرمایا تو پھر تم اس سے بہتر ہو۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص طاقت والے کے پاس نیکی پہنچانے یا خوش کرنے کے لئے ذریعہ ہو تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے مرتبے بلند فرمائے گا۔''

❁ طبرانی اور ابو الشیخ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو اپنے کسی مسلمان بھائی کو اسے خوش کرنے والی چیز لے کر ملے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے خوش کر دے گا۔''

❁ دونوں ہی نے یہ مرفوع روایت بھی لکھی ہے فرمایا ''سب سے بہتر عمل یہ ہے کہ کسی مؤمن کو خوش کر دیا جائے، خواہ بے پردگی ڈھانک کر، بھوک دور کر کے یا کوئی اور ضرورت پوری کر دی جائے۔''

مسلمانوں کی ضرورتیں پورا کرنے پر مشتمل بہت سی مشہور حدیثیں ملتی ہیں۔

❁ امام ابو داؤد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص کسی کی سفارش کرے جس پر وہ اسے کوئی تحفہ دے اور وہ اسے قبول بھی کرے تو گویا اس نے بڑے بڑے گناہ کرنے کا ایک دروازہ کھول دیا۔'' واللہ تعالیٰ اعلم

33

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 193

اللہ کا حیا کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اندرونی اور بیرونی طور پر حد درجہ اللہ سے اس درجہ تک حیاء کریں کہ ہمارے اندر کوئی ایسی برائی نہ رہے دنیا وآخرت میں جس کے کھلنے اور اس کی وجہ سے ذلت کا کوئی خطرہ نہ ہو اور پھر یہی بات اپنے تمام بھائیوں کو بھی سمجھائیں۔

جو اس ہدایت پر عمل کرنا چاہے تو اسے کسی خلوص والے شیخ کی راہنمائی حاصل کرنا ہو گی جو اسے اللہ کی بارگاہ میں لے جائے اور بھلائی کرنے کا ڈھنگ سکھائے اور وہ ممکن حد تک یہ طریقہ چھوڑنے نہ پائے۔ اسی مقام پر پہنچ کر اسے دائمی طور پر اللہ کا مشاہدہ ہوتا ہے چنانچہ کبھی تو وہ اللہ کو دیکھتے ہوئے دیکھتا ہے اور کبھی یہ ایمان رکھتا ہے کہ وہ بارگاہ الٰہی میں بیٹھا ہے تاہم اگر اسے اندھے کی طرح دیکھے تو یہ سمجھ لے کہ وہ کسی زید کے پاس بیٹھا ہے خواہ وہ اسے نہ ہی دیکھے اور جو کسی شیخ کی راہنمائی نہیں لیتا تو لازمی طور پر وہ اللہ کی حیاء نماز تک میں بھی نہیں کرے گا۔

میرے بھائی افضل الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کوئی بھی شخص اس وقت تک اللہ سے حیاء کرنے والا شمار نہیں ہو سکتا جب تک اس پر مقرر بائیں طرف والا فرشتہ (برائیاں لکھنے والا) بیکار ہو کر نہیں بیٹھ جاتا چنانچہ وہ کبھی بھی اس شخص کے حق میں کچھ لکھنے کے لئے کچھ نہ پا سکے اور اس وقت تک پھر پاؤں پھیلانے کی جرأت نہ کرے جب تک اللہ تعالیٰ سے اجازت نہ لے، اللہ تعالیٰ سے اجازت لئے بغیر کھا نہ سکے، اس کی اجازت کے بغیر دیکھ نہ سکے اور یونہی اس کی اجازت کے بغیر ایک لفظ بھی بول نہ سکے۔

یہ تو عادت کے مطابق عام طور پر ہونے والے کام ہیں، رہے شرعی کام تو اس میں ہر ایک کو عام اجازت ہوتی ہے۔

بات کا نچوڑ یہ ہے کہ جو شخص گناہوں اور برے کاموں جیسے نفسانی خواہش کے کام کرتا ہے تو وہ ایسا حیاء نہیں کرتا ہوتا جس کا شریعت نے حکم دیا ہے۔

پاؤں پھیلانے پر حضرت ابراہیم بن ادھم کو تنبیہ

ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ اندھیری رات میں حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ نے پاؤں پھیلائے تو کسی کو یوں کہتے سنا اے ابراہیم! تم بادشاہوں کے پاس یوں نہیں بیٹھ سکتے جس پر آپ نے پاؤں سمیٹ لئے اور پھر وصال تک پھیلائے نہیں۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص اللہ سے حیاء کرتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی گرفتاری کے

بارے میں حیاء فرمائے گا، جو عزت والی چیزوں کی بے عزتی پر خوش نہ ہو تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی بے حرمتی پر خوش نہ ہوگا اور جو اللہ سے حیاء نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ بھی عذاب دیتے وقت اس کا لحاظ نہیں فرمائے گا اور جو اللہ تعالیٰ کی وجہ سے کسی پر ناراض نہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی وجہ سے ناراض نہ ہوگا چنانچہ ایسے کاموں میں اللہ کی طرف سے جزاء کا ذکر بعد میں آیا ہے جبکہ اصل میں یہ جزاء پہلے ہوتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''تم میرا ذکر کرو تو میں تمہارا ذکر کروں گا۔'' اور پھر یہ بھی فرمایا ہے کہ ''تم اللہ کی مدد کرو تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔''

شرعی اور طبعی حیاء میں فرق

میں نے حضرت شیخ الاسلام زکریا رحمہ اللہ سے شرعی اور طبعی حیاء میں فرق پوچھا تو فرمایا ان دونوں میں فرق یوں سمجھو کہ حیاء شرعی تو ایسے کاموں میں ہوتی ہے جن کے بارے میں حضور اکرم ﷺ نے حکم فرمایا یا اس سے منع فرمایا چنانچہ آدمی حکم والے کاموں کو چھوڑنے یا روکے جانے والے کام کرتے وقت حیاء کرے لیکن حیاء طبعی ان عام طور پر ہونے والے کاموں میں ہوتی ہے جنہیں آپ نے بیان نہیں فرمایا بلکہ چپ رکھی جیسے نامناسب پگڑی باندھ کر نکلتے وقت حیاء آئے یا مونڈھے پر چادر ڈالے بغیر بازار جانے سے حیاء کرے اور پھر یہ بھی ایک فرق ہے کہ کسی چیز کو برا جانتے ہوئے، اپنی مرضی کی بجائے حضور اکرم ﷺ کے برا جاننے کی وجہ سے برا جانے جیسے عام طور پر لوگ کرتے ہیں چنانچہ وہ چغلی کرتے ہیں لیکن اسے برا نہیں جانتے پھر نشہ دینے والی شے قہوہ پینے یا گھاس وغیرہ بیچنے والے کی دکان پر بیٹھنا برا جانتے ہیں حالانکہ یہ گناہ یقینی طور پر غیبت اور چغلی سے کم درجہ ہے، اگر ایسا شخص شرعی حیاء کا طریقہ اپناتا تو طبیعت کے برا جاننے کی بجائے اسے زیادہ برا جانتا جسے حضور شارع علیہ السلام نے جانا ہے۔ تو اسے ذہن نشین کرلو اور اس پر عمل کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔

- امام بخاری ومسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''حیاء کرنا ایمان کی نشانی ہے۔''
- بخاری ومسلم کی مرفوع روایت یوں ہے فرمایا ''حیاء کا نتیجہ ہمیشہ اچھا ہوتا ہے۔''
- مسلم شریف کی روایت ہے ''حیاء کرنا ہر لحاظ سے بہتر ہوتا ہے۔''
- امام بخاری ومسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''حیاء کرنا، ایمان کا ایک حصہ ہے اور جنت میں ایمان کی ضرورت ہے۔''
- ترمذی کی ایک روایت ہے کہ ''حیاء کرنا اور گفتگو کم کرنا دو الگ الگ کام ہیں (دونوں ہی ایمان کا حصہ ہیں)
- طبرانی اور ابوالشیخ کی روایت ہے کہ صحابہ نے عرض کی ''یارسول اللہ! کیا حیاء کرنا بھی دین میں شامل ہے؟ فرمایا صرف اتنا نہیں بلکہ پورا دین ہی حیاء سے بھرا پڑا ہے۔''
- طبرانی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''حیاء اگر مرد کی شکل میں دکھائی دے سکتی تو نیک مرد کی شکل میں دکھائی دیتی۔''
- امام مالک اور ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''ہر دین میں کوئی چیز نمایاں ہوتی ہے اور اسلام میں ایسی شے

حیاء ہے۔"

- ابن ماجہ اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "جس کام میں حیاء ہوتی ہے، اسے خوبصورت بنا دیتی ہے۔"
- حاکم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "حیاء اور ایمان ایک جیسے ہوتے ہیں لہٰذا جہاں ایک نہیں ہوتا وہاں دوسرا بھی نہیں ہوتا۔"
- ابو الشیخ کی روایت یوں ہے "ایمان کا ایک حصہ حیاء بھی ہے اور جس میں حیاء موجود نہیں، اس میں ایمان بھی نہیں۔"
- ترمذی اور طبرانی نے موقوفاً اور مرفوعاً لکھا ہے "اللہ سے حیاء کرنے کا حق ادا کر دو۔ صحابہ نے عرض کی یا نبی اللہ! اللہ کا شکر ہے کہ ہم حیاء کرتے ہیں، فرمایا حیاء کا مطلب یہ نہیں بلکہ مکمل حیاء کرنا ہوگی اور وہ یوں کہ سر اور اس کی ہر شے (زبان، ناک، کان، آنکھ وغیرہ) کی حفاظت رکھے، پیٹ اور اس میں موجود ہر شے کی حفاظت کرے، موت اور کسی بھی آنے والی آزمائش کو ذہن میں رکھے اور جو آخرت کا بھلا چاہتا ہے، وہ دنیا کی ہر خوبصورتی چھوڑ دے چنانچہ جو یوں کرے گا تو وہ اللہ سے حیاء کا حق ادا کر دے گا۔" واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 194

اخلاق سے پیش آنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ جتنا بھی ہو سکے، ہم لوگوں کے ساتھ اچھا خلق برتیں اور یہی بات اپنے بھائیوں کو بھی بتائیں۔"

اس ہدایت پر عمل کرنے والے کے لئے مناسب یہ ہے کہ کسی خلوص والے شیخ کے بتائے طریقے پر چلے تاکہ اس کے بوجھ ہلکے ہو سکیں اور وہ اسے ظلم کی کئی شکلوں سے نکال کر کئی قسم کے اچھے اخلاق سکھائے لیکن جو کسی شیخ کی راہ نہ اپنائے اور ازلی مہربانی کے علاوہ وہ لازمی طور پر بداخلاق ہو جائے گا اور ازلی مہربانی والے کو اس معاملے میں انشاء اللہ کسی شیخ کی ضرورت نہ ہوگی۔

امام شافعی کا اثر انگیز خلق

ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ اچھے اخلاق میں مشہور تھے چنانچہ حاسد لوگوں نے انہیں

غصہ دلانے کی کوشش کی لیکن ایسا نہ کر سکے پھر انہوں نے ایک درزی کو رشوت دے کر کہا کہ ان کے لئے ایسی قمیص بنائے جس کی دائیں آستین نہایت تنگ ہو جس سے تنگی کے بغیر ہاتھ نکل نہ سکے اور بائیں آستین کھلی رکھ دے۔

امام نے دیکھا تو فرمایا کہ اللہ تجھے نیک جزاء دے، تو نے داہنی آستین لکھائی کے لئے تنگ رکھی ہے اور اسے سمیٹنے کی ضرورت پیدا نہیں ہونے دی جبکہ بائیں کھلی کر دی ہے کہ اس میں کتابیں پکڑ سکوں حالانکہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو ناراض ہونا چاہے لیکن نہ ہو سکے تو وہ گدھا ہے اور راضی ہونا چاہے لیکن نہ ہو سکے تو وہ شیطان ہے چنانچہ آپ کی اس بات کا مطلب اللہ کی خاطر ناراضگی اور نہ ناراض ہونے کا مطلب نفسانی خواہش بنے گا چنانچہ کامل لوگ اللہ کی عادتیں اپناتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ تو غیروں کے لئے ناراض ہوتا ہے لیکن اپنی خاطر نہیں ہوتا کیونکہ اگر وہ اپنی ذات کی خاطر ناراض ہونا چاہتا تو لمحہ بھر میں پوری مخلوق تباہ کر دیتا۔ اسے ذہن میں رکھو۔

ہم تک یہ بات بھی پہنچی ہے کہ حضرت جنید رحمہ اللہ پر لوگوں نے اس موقع پر مچھلی کا دھوون الٹ دیا جب وہ نماز جمعہ کے لئے نکل رہے تھے، وہ سر سے پاؤں تک بہہ گیا جس پر ہنس کر فرمایا جو جہنم کا حقدار بن جائے، وہ پانی سے صلح کر لے، ناراضگی اسے مناسب نہیں، پھر گھر واپس ہوئے اور عارضی طور پر بیوی کا لباس پہن کر اس میں نماز پڑھی۔

پہلے سب بزرگوں کا یہ طریقہ تھا کہ کہا کرتے تھے یہ درجے اچھے خلق ہی کا نام ہے چنانچہ جو تم سے خلق میں زیادہ ہے تو وہ درجوں کی بنا پر تجھ سے زیادہ ہے۔

جب انہیں کوئی تکلیف دیتا تو اس کے سامنے معافی مانگتے اور کہا کرتے کہ یہ ظلم ہم نے تم پر کیا ہے، اگر ہم تمہاری بات مان جاتے تو تم ہمیں تکلیف نہ دیتے لہٰذا برائی ہم پر ہے آپ پر نہیں۔

یونہی جب انہیں کسی عورت یا غلام کی بدخلقی کا پتا چلتا تو شادی کرتے یا غلام کو خرید لیتے اور ان کی بدخلقی پر صبر کیا کرتے۔

یونہی گدھا یا آزاد پھرتے خچر خریدتے تو ان پر سوار ہوتے اور انہیں مارا نہ کرتے، یوں ان پر صبر کی مشق کرتے۔

میرے بھائی افضل الدین رحمہ اللہ بھی اسی طریقے پر چلتے تھے چنانچہ گدھے پر بیٹھ کر پاؤں بالکل نہ ہلاتے۔ ایسا کام کرنے والے کے لئے بڑی ہمت چاہئے جیسے سخت لوہے کی ہوتی ہے

ایک مرتبہ میں نے ایک سمجھدار شخص کو دیکھا جس نے گدھے کو مارا لیکن وہ نہ چلا، وہ نیچے اترا اور منہ سے کانوں اور دم کو دانتوں سے چبانے لگا اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ رہا تھا کہ اے شامت، دفع ہو جا یہ بات وہ یوں کر رہا تھا جیسے وہ کسی سمجھدار سے بات کر رہا ہو۔

ایک اور مرتبہ میں نے ایک انسان کو دیکھا جس کے گدھے کا بچہ پیچھے رہ گیا جس پر اس نے کہا اے بہرے ادھر آؤ لیکن وہ نہ آیا، پھر اس نے کہا یا سیدی قطب الدین، یا سیدی قطب الدین، وہ پھر بھی نہ آیا تو نیچے اتر کر اسے مارا جس سے وہ وہیں مر گیا، وہ کہنے لگا کہ نہ تو تم طوش کہنے پر آئے، نہ ہی یا سیدی قطب الدین کہنے پر لہٰذا میں کہتا ہوں کہ تمہاری جزاء موت ہے۔

ایک اور مرتبہ میں نے ایسا شخص دیکھا جس نے بیل کمزور ہونے پر اپنی گائے کو آٹا پینے کے لئے گلے سے باندھا لیکن اسے آٹا پینے کا طریقہ نہ آتا تھا، اسے مارا لیکن اسے پھر بھی طریقہ نہ آیا۔ اس پر کہنے لگا ذرا ٹھہرو تو سہی، میں جانتا ہوں کہ تمہارا نفس بڑا ہو چکا ہے کیونکہ اپنے دودھ سے تو نے اسے پالا ہے۔ پھر گیا اور موٹی سی ہنڈیا لے آیا اور اسے توڑ کر چکی کے گول دائرے میں ڈال دیا اور کہنے لگا کہ اب میں اپنی اکڑ کس پر نکالوں چنانچہ اسے مارا تو وہ مرگئی۔

بدخلقی کے بارے میں بہت سی حکایتیں ملتی ہیں لیکن کچھ کا ذکر کر کے تجھے یہ بتانا ہے کہ ہر مومن اپنے آپ کو لوگوں کے علاوہ جانوروں کے تکلیف دینے پر صبر کرنے کی مشق کرا سکے اور دیوانوں جیسا نہ ہو جائے کیونکہ جن کا ہم نے ذکر کیا ہے، بلاشبہ انہیں دیوانہ ہی کہیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سب سے بڑا اخلاق یہ ہے کہ ممکن ہو تو تم غصہ ٹھنڈا کرنے کے لئے صبر سے کام لو اور پھر اسے اپنی بیوی یا لونڈی کی طرح چھوڑ دو۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے ستاون سال اپنی چچا زاد بیوی کے ساتھ گزرے چنانچہ میرے علم کے مطابق ایک دن بھی ایسا نہیں جس میں ہم ایک رات بھی صلح صفائی سے سوئے ہوں۔

حضرت شیخ جلال الدین شارح ''منہاج'' کے بارے میں آتا ہے کہ ان کے ہاں ایک نوجوان تھا، مضبوط جسم والا اور کھیلتا رہتا تھا۔ حضرت شیخ تنور پر روٹی لینے جاتے تو اس کے پاس سے گزرتے، وہ کھیل رہا ہوتا، آپ اس کے قریب کھڑے ہو جاتے، روٹیوں کا تھال اٹھائے ہوئے فرماتے اے بدبخت! ادھر آؤ اور ان گرم روٹیوں میں سے کچھ کھالو، وہ سامنے نہ آتا، آپ اپنے گھر چلے جاتے اور پھر دوبارہ واپس آ کر اسے کھلانے کے لئے تلاش کرتے۔

یونہی ایک بڑا اچھا خلق یہ ہے کہ جو شخص تمہیں تکلیف دے تو اس حکم پر عمل کرتے ہوئے اسے معاف کر دو اور درگذر کرو'' اور جب غصہ آئے، معاف کر دیتے ہیں۔''

یونہی اچھی عادتوں میں سے یہ بھی ہے کہ انسان، دوسرے انسان کو فائدہ پہنچانے والا ہو لیکن اس کے ساتھ وہ برا کہیں یا خامیاں نکالیں تو اس سے وہ فائدہ پہنچانے سے نہیں رکتے اور یہ لوگ وہ ہیں جو فقیروں کی طرف سے کام سنبھالے ہوتے ہیں اور ان کی وقف جائیداد کا دھیان رکھتے ہیں کیونکہ وہ لازمی طور پر فقیروں کی برائی کرتے ہیں اور ان پر طرح طرح کے الزام لگاتے ہیں اور جو کچھ فقراء کے ہاں پہنچتا ہے وہ فقیروں کے ذمہ دار اور رکھوالی کرنے والوں سے بچا کھچا ہی پہنچتا ہے۔

نقیبوں کے شیخ حضرت شیخ بدر الدین بن دنیا رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ حضرت سیدی الشیخ ابو السعود بن ابی العشائر فقیروں اور زیارت کرنے والوں کے لئے اپنی طرف سے بہترین کھانا تیار کراتے اور کہا کرتے کہ کوئی شخص یہ کھانا دے گیا ہے چنانچہ انہیں یہ وہم ڈالتے کہ وہ کھانا کسی اور کی طرف سے ہے لیکن وہ آپ کی توہین کرتے اور کہا کرتے کہ یہ شخص ہمارے پاس اپنا بچا ہوا کھانا لاتا ہے لیکن اس کے باوجود آپ ان کے ساتھ بھلائی کرنے سے رُکا نہ کرتے بلکہ خوش ہو کر کہتے کہ انسان کو اللہ ہی کے ساتھ معاملہ رکھنا چاہئے، رہی مخلوق تو یہ لوگ مفلس ہوتے ہیں، ان کے پاس ایسی کوئی چیز نہیں ہوتی کہ قیامت کے دن ان سے لی جائے۔

یہ واقعہ میں نے حضرت سیدی علی خواص کے سامنے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ عظیم لوگوں کا اخلاق ہے۔

اس بات کو ذہن نشین کر لو اور اس پر عمل کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔

❁ مسلم اور ترمذی لکھتے ہیں ہیں کہ ''ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے نیکی اور گناہ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ نیکی تو اچھے اخلاق ہیں لیکن گناہ وہ کام ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے یعنی بار بار گھومے اور اس کے کھل جانے کو برا محسوس کرو۔''

❁ امام بخاری و مسلم اور ترمذی نے لکھا ہے ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نہ تو بداخلاق تھے اور نہ ہی بدکلام، آپ فرماتے تھے کہ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو سب سے بہترین عادتیں رکھتا ہے۔''

❁ ترمذی اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''قیامت کے دن مومن کے لئے ترازو پر سب سے بہتر چیز اچھے اخلاق ہوں گے اور اللہ تعالیٰ بدخلق اور برا کلام کرنے والے کو پسند نہیں فرمائے گا۔''

❁ بزار کی روایت میں ہے ''اچھے اخلاق والا شخص ان کے ذریعے صوم و صلاۃ والوں کا درجہ پائے گا۔''

❁ ترمذی، ابن حبان اور بیہقی لکھتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ سے وہ چیز پوچھی گئی جس کے ذریعے بہت سارے لوگ جنت میں داخل ہوں گے تو فرمایا اللہ سے ڈر رکھنا اور بہترین اخلاق۔''

❁ ترمذی اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا تھا ''جو سب سے کامل ایمان والا، سب سے اچھے اخلاق والا اور اپنے گھر والوں پر سب سے زیادہ مہربان ہو گا۔''

❁ ابو داؤد، ابن حبان اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''ایک ایمان والا شخص اپنے اچھے اخلاق کی بنا پر روزہ قائم رکھنے والے کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔''

❁ امام طبرانی کے الفاظ یوں ہیں ''آدمی اپنے اچھے اخلاق کی بناء پر اس شخص کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے جو رات بھر عبادت کرے اور دن کو پیاسا رہے (روزہ رکھے)۔''

اخلاق والا کمزور عبادت کے باوجود آخرت میں بڑا درجہ لے گا

❁ ایک اور روایت میں ہے ''آدمی اپنے اخلاق کی وجہ سے کمزور عبادت کے باوجود آخرت کے بڑے درجے اور اعلیٰ گھروں میں قیام کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔''

❁ امام احمد و طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''ایک راہ راست پر چلنے والا مسلمان اپنے اچھے اخلاق اور اچھی طبیعت کی وجہ سے اس شخص کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے جو بہت روزے رکھتا ہو اور رات بھر اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھتا رہتا ہو۔''

❁ ابن ابی الدنیا نے یہ مرسل روایت لکھی ہے فرمایا ''کیا میں تمہیں سب سے آسان اور بدن کو دکھ نہ دینے والی عبادت نہ بتا دوں؟ یہ مکمل خاموش رہنا اور اچھا خلق ہے۔''

❁ ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''ایک مومن کا کرم اس کا دین ہوتا ہے، عقل کا ہونا اس کے لئے

پیار محبت ہے اور خاندانی بننے کے لئے اس میں خلق ہونا ضروری ہے۔“

❁ ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”اچھے اخلاق ہی سے شرافت پیدا ہوتی ہے۔“

❁ محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ نے مرسل روایت دی ہے کہ ”ایک آدمی نے عرض کی یارسول اللہ! سب سے زیادہ مرتبے والا عمل کونسا ہے؟ فرمایا اچھے اخلاق، پھر جب اس نے دوسری اور تیسری مرتبہ پوچھا تو آپ یہی جواب دیتے رہے کہ اچھے اخلاق اور جب اس نے چوتھی مرتبہ پوچھا تو فرمایا کیا بات ہے، سمجھتے کیوں نہیں ہو؟ یہ اچھے اخلاق ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ ممکن ہونے کی صورت میں ناراض نہ ہوا کرو۔“

❁ ترمذی کی روایت یوں ہے ”قیامت کے دن میرے لئے سب سے پیارا اور سب سے زیادہ قریب بیٹھنے والا وہ شخص ہوگا جو اچھے اخلاق والا ہوگا۔“

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ کا فرمان بتاتے ہیں کہ اس نے فرمایا یہ (اسلام) وہ دین ہے جسے میں نے اپنے لئے پسند کرلیا ہے، اس کے لئے بہتر چیزیں سخاوت اور اچھے اخلاق ہیں لہٰذا جب تک دین سے محبت کے دعویدار ہو، انہیں اپنا کر دین سے پیار کرو۔“

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اے میرے خلیل! اپنے اخلاق اچھے رکھو خواہ کفار ہی سے واسطہ کیوں نہ ہو کیونکہ یوں تم نیک لوگوں کے ساتھ جنت میں ہوگے اور اچھے اخلاق والے کے بارے میں مَیں پہلے ہی لکھ چکا ہوں کہ اسے اپنے عرش کے سائے میں لوں گا، اپنے جنت سے اسے پلاؤں گا اور اپنے قریب کرلوں گا۔“

❁ بزار اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ تم میں سب سے بہتر کون ہے؟ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ! فرمائیے۔ فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جن کی عمریں لمبی ہوں اور اخلاق اچھے ہوں۔“

❁ امام ترمذی نے یہ مرفوع روایت درج کی ہے فرمایا ”تم جہاں بھی ہو، اللہ سے ڈرا کرو، برائی ہو جانے کے بعد وہ نیکی کیا کرو جو برائی کو مٹا دے اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔“

❁ امام احمد یوں روایت کرتے ہیں کہ ”رسول اللہ ﷺ یوں پڑھا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ كَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِيْ فَأَحْسِنْ خُلُقِيْ (الٰہی! جیسے تُو نے مجھے خوبصورت بنایا ہے، ویسے ہی میری ہر عادت اچھی کردے۔“)

❁ طبرانی اور بزار نے یہ روایت دی ہے کہ ”سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یارسول اللہ! ایک عورت کے (یکے بعد دیگرے) دو شوہر ہوں اور وہ فوت ہو جائے، پھر وہ اور اس کے دونوں شوہر جنت میں چلے جائیں تو پہلے کی بیوی کہلائے گی یا دوسرے کی؟ فرمایا وہ اسے دیکھنا چاہے گی جو دنیا میں اس کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آتا رہا۔ اے ام حبیبہ! دنیا و آخرت کی سب بھلائیاں اچھے اخلاق میں ہوتی ہیں۔“

❁ امام ابو یعلیٰ اور بزار نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”تم لوگ اپنا بہت سا مال دے کر لوگوں کو خوش نہیں رکھ سکتے بلکہ ہنستے چہرے اور اچھے خلق سے خوش رکھ سکتے ہو۔“

✿ ایک اور روایت میں ہے ''لوگوں کو تم زیادہ مال کے ذریعے اپنا نہیں بنا سکتے لہٰذا اپنے اچھے اخلاق سے انہیں اپنا بناؤ۔''

اس بارے میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 195

مراقبہ کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ہر وقت اللہ کو سامنے رکھنے کی کوشش کرتے رہیں تاکہ لوگوں سے نرم برتاؤ کر سکیں، پسندیدہ چیزیں حاصل کرنے کا انتظار کر سکیں اور مخالفت کرنے والے، بے فرمان اور تکلیف دینے والے کے ساتھ حوصلہ سے پیش آ سکیں۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ بندوں کے کامل خلق میں شمار ہوتی ہے اور اسے کرنے والے لوگ کم ہیں اور جو پورے طور پر اپنا لیتا ہے تو اس کے دل میں صرف ان کافر لوگوں کے خلاف سختی اور ٹیڑھ رہ جاتا ہے جن کے بارے میں اللہ نے سختی کا حکم فرمایا ہے۔ یونہی جس میں یہ چیز پیدا ہو جاتی ہے وہ اپنی ضرورت کے دیر سے پورا ہونے پر دل تنگ نہیں کرتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ بھی ایسے موقع پر تنگدل نہیں ہوئے بلکہ اس کے مقرر وقت تک انتظار کیا کرتے، یونہی جو اس ہدایت پر عمل کرنے لگتا ہے تو وہ تکلیف دینے والے شخص کے ساتھ ویسا معاملہ نہیں کیا کرتا خواہ اس کی لونڈی اس کے لڑکے کو آگ ہی میں کیوں نہ پھینک دے اور وہ مر بھی جائے، وہ ناراضگی کا ایک لفظ تک نہیں بولتا بلکہ پورا حوصلہ دکھاتے ہوئے کبھی اسے آزاد بھی کر دیتا ہے۔

سیدی ابراہیم متبولی رحمہ اللہ بے جان چیزوں کے ساتھ بھی زندہ چیزوں جیسا معاملہ کرتے تھے چنانچہ نرمی سے برتن رکھتے اور نرمی ہی سے اٹھایا کرتے، نرمی سے جانور ذبح کرتے اور نرمی ہی سے چھڑی اٹھاتے، سواری پر آرام سے سوار ہوتے، زمین پر اترتے وقت نرمی سے اترا کرتے اور فرماتے کہ زمین کو بھی امن چاہئے۔

اس ہدایت پر عمل کرنے والے کے لئے ایک خالص شیخ کی ضرورت ہوتی ہے جو صبر و تحمل سے اسے کوشش اور محنت کرائے اور اسے اللہ تعالیٰ کے مبارک ناموں کے سامنے لے جا کر کھڑا کر دے تاکہ اس کے ان ناموں میں رنگا جا سکے اَلرَّحِيْمُ اَلْحَلِيْمُ اور اَلصَّبُوْرُ اور پھر وہ ایسا ہو جائے کہ نرمی، بردباری اور صبر کرتے وقت وہ ایسا ہلکا دکھائی دے جیسے ناک میں سے سانس نرمی سے آتا جاتا ہے اور جو اس طریقے پر نہیں چلتا تو وہ لازمی طور پر یہ ہدایت نبھانے میں سستی کرے گا اور اپنے آپ میں مشقت اور تھکاوٹ محسوس کرے گا لہٰذا اے بھائی کسی شیخ کی راہنمائی پر چلو اور اس ہدایت پر عمل کرو۔ اللہ تمہیں

ہدایت دے۔

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نرمی سے کام لیتا ہے اور ہر کام میں نرمی کرنے کو پسند کرتا ہے۔''

❁ مسلم شریف کی مرفوع روایت میں ہے فرمایا ''نرمی جس شے میں بھی آ جاتی ہے، اسے سجا دیتی ہے اور جس میں سے نکل جاتی ہے، اسے برا بنا دیتی ہے۔''

❁ امام مسلم اور ابو داؤد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جس شخص میں نرمی پیدا نہ ہو سکے، اس میں بھلائی بھی نہ ہو گی۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نرمی کرنا پسند فرماتا ہے، اور اس پر وہ کچھ دیتا ہے جو سخت رویہ پر نہیں دیا کرتا۔''

❁ بزار اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جس کام میں بھی نرمی ہو گی تو اسے سجا دے گی۔''

❁ حضرت ابو الشیخ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''نرمی کا برتاؤ کر کے انسان روزہ رکھتے رہنے والے کے مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے۔''

❁ حضرت اصفہانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص کسی ناراضگی پر حوصلہ دکھائے تو اللہ تعالیٰ لازمی طور پر اس سے محبت کرتا ہے۔''

❁ حضرت ابو الشیخ کے مطابق حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''اب بھی یوں لگ رہا ہے کہ جیسے اللہ کے رسول ﷺ ایک ایسے نبی کا واقعہ بتا رہے ہیں جنہیں ان کی قوم نے مار مار کر خون میں نہلا دیا اور وہ اسے چہرے سے پونچھ رہے ہیں اور یوں کہہ رہے ہیں کہ اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ وہ جانتے نہیں ہیں۔''

اس بارے میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 196

اچھی گفتگو کرنا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ہر مسلمان کے ساتھ اچھی گفتگو کرنے اور ہنس مکھ ہو کر ملنے کی عادت اپنائیں۔ اس ہدات پر عمل کرنے کے لئے ایک ایسے خلوص والے شیخ کی بتائی راہوں پر چلنے کی ضرورت ہے جو اسے اللہ کی بارگاہ میں لے پہنچے۔ اسے وجود کی خوبیاں دکھائے اور اس کی برائیوں کو دور کر دے کیونکہ اصل چیز تو خوبیاں ہی ہوتی ہیں

جبکہ برائیاں شرعی حکموں کی وجہ سے آتی ہیں چنانچہ جب وہ بارگاہ کی ایسی چیزوں کو دیکھے گا تو مخلوق میں سے ان کی شکلوں صورتوں کے راز سے بات کرے گا، ان سے نہیں کرے گا اور جو اللہ کے راز سے بات کرتا ہے تو گویا اللہ ہی سے کرتا ہے اور جو اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اسے اچھی گفتگو کرنے اور ہنستے چہرے کی توفیق ملتی ہے اور اللہ تعالیٰ اسے ظلم والی گفتگو سے بچاتا ہے۔

حضرت سیدی احمد رفاعی رحمہ اللہ جب خنزیر اور کتے کو دیکھتے تو فرماتے کہ اسے آج صبح ہی سے نعمت ملی ہے۔ آپ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا میں اپنے آپ کو اچھی گفتگو کرنے کی عادت ڈال رہا ہوں اور پھر وہ بتاتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عادت یہی تھی۔

پھر بتایا کہ حواری (عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھی) ایک مردہ کتے کے قریب سے گذرے تو کہنے لگے کہ اے روح اللہ! اس کی بدبو کتنی تیز ہے۔ آپ نے فرمایا یہ کہنے میں حرج کیا تھا کہ اس کے دانت کتنے سفید ہیں؟

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص ہمارے مطابق کسی شیخ کے بتائے ہوئے طریقے پر نہیں چلتا تو لازمی طور پر وہ ظاہری شریعت کے مطابق لوگوں کے ساتھ ظالمانہ کلام کرے گا اور خصوصاً یہ کام وزن تولنے والے کریں گے کیونکہ وہ ہر اس شخص کی شان گھٹاتے اور اسے حقیر سمجھتے ہیں جو ان کی بات نہیں سمجھتا پھر اس کے ساتھ سخت لہجے میں بولتے ہیں، ہاں اگر ان کے پاس مال ہو اور وہ کوئی مرتبہ رکھتے ہوں تو پھر ایسی گفتگو نہیں کرتے جیسے اس وقت دیکھنے میں آتا ہے جب وہ مال داروں اور کارندوں سے بات کرتے ہیں حالانکہ وہ ان کے ظلم، شرابخوری اور نمازیں برباد کرنے کی عادت کو جانتے ہیں جبکہ یہ لوگ ایسے لوگوں کے ساتھ نہایت نرمی سے پیش آتے ہیں جبکہ گھاس اور کتابیں بیچنے والے ایسا نہیں کرتے جن کے پاس نہ مال ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی مرتبہ، کاش اللہ تعالیٰ ان کی دل کی آنکھیں کھولتا تو وہ سب مسلمانوں کے ساتھ نرم گفتگو کرتے چنانچہ وہ بہت جلد ان کے فرمانبردار بنتے اور ان کی ہدایت سنتے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی طرف بلانے والے کے لئے شرط یہ ہے کہ اس میں فاسق و فاجر لوگوں کے بارے میں سختی اور کڑواہٹ موجود نہ ہو بلکہ ان کے لئے لازم ہے کہ ان کے ساتھ نرم گفتگو کریں اور ان سے بھلائی کر کے ان کے دل جیت لیں تاکہ وہ ان کی طرف جھکاؤ کریں اور جب وہ ادھر جھکاؤ کر لیں تو اس موقع پر انہیں نصیحت کریں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو نرم رویہ کے لیے تنبیہ

حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں ہمیں ملتا ہے کہ وہ بنو اسرائیل کے گناہگاروں کے ساتھ سخت کلامی سے کام لیتے تھے بلکہ یہاں تک کہہ جاتے تھے کہ اے اللہ! جو تیرا بے فرمان ہے، اس پر رحم نہ فرما اور جب آپ (تقدیری طور پر) اس خطاء میں گرفتار ہوئے جسے اللہ نے ذکر کیا ہے تو یوں عرض کرنے لگے اے اللہ! خطا کرنے والوں کو بخش دے اور ان کے ساتھ ہی داؤد علیہ السلام سے بھی درگذر فرما دے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ اے داؤد (علیہ السلام)! درست راہ پر چلنے والوں کو تو تمہاری ضرورت نہیں جبکہ اکھڑے ہوؤں کے ساتھ تمہاری گفتگو سخت ہے، وہ تجھ سے دور ہو

جاتے ہیں اور تم ان سے الگ ہو تو تمہیں رسول کس لئے بنایا گیا؟

یہ بات سن کر حضرت داؤد علیہ السلام سنبھلے اور پھر بنو اسرائیل کے ایک ایک گھر میں جاتے، ان سے نرم کلام کرتے، اچھی طرح سے نصیحت کرتے اور ستھرے طور پر بحث وغیرہ کرتے۔

میں کہتا ہوں کہ ایک مرتبہ میں ''ریف'' کے مقام سے ''خان بنات الخطاء'' کو آ رہا تھا کہ ایک عورت کو دیکھا جو باغیوں کا سامان اٹھائے آ رہی تھی، میں نے اسے نرمی سے بات کرتے ہوئے سلام کہا اور توبہ کرنے پر زور دیا چنانچہ اس نے توبہ کر لی اور پھر اپنے شوہر کو بھی لے آئی اور دوسرے نمبر پر اس نے بھی اس گناہ سے توبہ کر لی اور آخرکار فوت ہو گئے۔

ایک دفعہ میں نے ایک یہودی سے میٹھی میٹھی گفتگو کی جس پر وہ اسلام لے آیا اور بہترین مسلمان بن گیا، پھر ایک خادم کو لے کر بیت المقدس کو چلا گیا اور وہیں کہیں فوت ہو گیا۔

حضرت معروف کرخی کی انوکھی دعا

آگے چل کر ''منہیات'' میں آ رہا ہے کہ کچھ برے لوگ دجلہ میں کشتی پر بیٹھے حضرت معروف کرخی کے پاس گئے، انہیں کچھ ایسے لوگ نظر آئے جن کے ہاتھوں میں شراب اور کھیلنے کا سامان تھا، وہ کہنے لگے کہ اے آقا! ان کے خلاف اللہ سے دعا کیجئے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ہاتھ اٹھاؤ، انہوں نے ہاتھ پھیلائے تو حضرت معروف نے کہا اے اللہ! آخرت میں انہیں یوں خوش کر دینا جیسے دنیا میں کر رکھا ہے۔ وہ کہنے لگے یہ کیسی دعا ہے؟ فرمایا اے میرے بچو! جب وہ انہیں آخرت میں خوش کرنا چاہے گا تو اس دنیا میں ان کی توبہ قبول فرمائے گا کیونکہ ہم نے اپنی دعا ہی میں ان کی توبہ کو لپیٹ دیا ہے۔

ہمارے شیخ، شیخ الاسلام زکریا انصاری رسالہ قشیریہ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حضرت معروف کی یہ بات بڑی سیاست کی بنا پر تھی اور اس میں بڑی باریکی ہے۔

خود میں نے ٹیکس لینے والے ظالم یہودیوں اور نصرانیوں کی طرف لکھا کہ مسلمانوں پر کم سے کم ظلم کرو، میں اپنے خط میں ان کے لئے لکھتا ہوں کہ میں فلاں معلم کے لئے اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ اس سے راضی ہو کر اسے جنت میں صدیقوں، شہیدوں اور نیک لوگوں کے ساتھ رکھے جبکہ اپنے دل میں ان کے لئے کفر سے توبہ مانگ رہا ہوتا ہوں تاکہ وہ جنت میں داخل ہو سکیں۔ کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ جو سیاست سے خالی ہیں، وہ میری اس بات کو برا جانتے ہیں، اگر میں ان کے بارے میں کہوں کہ فلاں معلم کے بارے میں، میں اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ اسے اسلام پر موت دے تو وہ مجھ سے اچاٹ ہو جائے گا اور میری یہ سفارش نہیں مانے گا جیسے مسلمان ایسے شخص سے نفرت کرتا ہے جو یوں کہے میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ دور والے کو بے ایمان رہنے پر موت دے جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''یونہی ہم نے ہر امت کی نگاہ میں اس کے عمل بھلے کر دیئے ہیں۔'' لہٰذا اے بھائی! سیاست کا طریقہ پہچانو اور اپنے آپ میں اچھی گفتگو کی عادت پیدا کرو کیونکہ اچھی بات یہی ہے، خواہ سننے والا نیک ہو یا بدکار۔ واللہ علیم حکیم۔

❁ امام مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اگر تم کسی بھائی کو خندہ پیشانی سے ملتے ہو تو کسی بھی بھلے کام کو حقیر

نہیں بناؤ گے۔‘‘

ابن ابی الدنیا، مرسل حدیث بیان کرتے ہیں ’’یہ بھی صدقہ شمار ہوتا ہے کہ تم کسی سے سلام کہتے وقت خندہ پیشانی سے پیش آؤ۔‘‘

امام احمد اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ’’ہر بھلائی کا کام صدقہ کہلاتا ہے اور یہ بھی بھلائی ہے کہ تم اپنے بھائی سے ملتے وقت ہنستے چہرے سے ملو اور اپنے بھائی کے برتن میں ڈول سے پانی ڈال دیا کرو۔‘‘

ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے ’’بھائی کے سامنے مسکرانا تمہاری طرف سے صدقہ ہے پھر کسی کو بھلائی کے لئے کہنا اور برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے۔‘‘

امام ابو داؤد، ترمذی اور نسائی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ’’کسی بھی بھلائی والے کام کو معمولی نہ سمجھو خواہ بھائی سے ملتے وقت اس کے چہرے پر خوشی دکھائی دے رہی ہو اور جو شخص تم میں کوئی برائی دیکھ کر تمہیں برا بھلا کہے تو تم اس میں برائی دیکھ کر اسے برا بھلا نہ کہو کیونکہ تمہیں تو اس کام پر اجر ملے گا لیکن ایسا کہنے والے پر وبال ہوگا۔

امام نسائی کی مرفوع روایت یوں ہے فرمایا ’’کسی بھی بھلائی کو گھٹیا نہ سمجھو خواہ تم کسی کو پیوند لگانے کے لئے رسی ہی کیوں نہ دو اور خواہ خود تم کسی وحشی جانور سے پیار کیوں نہ کرو۔‘‘

بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ’’ستھری بات کہنا بھی صدقہ ہے۔‘‘

امام طبرانی اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ’’یہ کام جنت میں جانے کو یقینی بناتے ہیں کھانا کھلانا، ہر ایک سے سلام کہنا اور اچھی گفتگو کرنا۔‘‘

اس بارے میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 197

سلام پھیلانا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم مسلمان آپس میں دشمن و دوست کو ملتے وقت سلام کہتے رہا کریں بلکہ دشمن کو سلام کہنا اور بھی بہتر ہوتا ہے اور دشمن سے سلام کرتے وقت گویا ایک شخص دوسرے بھائی سے کہہ رہا ہوتا ہے کہ تم میری طرف سے مطمئن رہو، نہ میں تمہیں تکلیف دوں گا اور نہ اس کی کوشش کروں گا جبکہ حضور اکرم ﷺ سے سلام عرض کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ یارسول اللہ! آپ مجھ سے اس بارے میں بے فکر رہیں کہ میں آپ کی شریعت کے خلاف چلوں گا تو گویا سلام کرنے والے کی وجہ سے آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک ملتی ہے ورنہ بادشاہوں جیسے بڑے لوگ تو عام چھوٹے لوگوں

سے امن چاہتے ہیں۔اسے ذہن میں رکھو۔

یہ بات یاد رہے کہ بڑے بزرگ کسی کو کسی مصلحت کی بنا پر چھوڑتے ہیں چنانچہ وہ ان کے برے کام کی وجہ سے سلام کرنا چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ دل میں ایسی محبت موجود ہوتی ہے جو اہل اسلام ایک دوسرے سے کرتے ہیں تو گویا یہ ان بزرگوں کے لئے ایسا بچہ ہوتے ہیں جو ماں کے پاس رہتا ہے جسے وہ چور، جن وغیرہ کا نام لے کر ڈراتی ہے تا کہ گھٹیا کام چھوڑ دے کیونکہ اسے یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ دل میں اس کے ساتھ مہربانی کرتے کرتے وہی بری عادتیں نہ اپنا لے بلکہ کبھی اس کی ہتھیلی میں سوئی چبھو دیتی ہے جس سے خون نکل آتا ہے لہٰذا اے بھائی تم ان بزرگوں کے بارے میں یہ خیال نہ کرو کہ انہوں نے سلام اور کسی انسان سے خوشی، کسی ذاتی مقصد کے لئے چھوڑی ہے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تم کسی دشمن کے ہاں سے گذرو تو زوردار آواز سے سلام کہو لیکن اس شرط پر کہ یہ سلام اس کی دینی محبت کی بناء پر ہو کہ وہ سلام کا جواب دے دے گا ورنہ اس سے سلام چھوڑنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ ضروری اور واجب سلام کا جواب نہ دینے کی صورت میں تم اسے گنہگار کرو گے۔ یہ بہت باریکی سے سمجھ آنے والی چیز ہے لہٰذا اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

ایک اور مرتبہ میں نے ان سے سنا، فرمایا سلام کی ابتداء کرنا سنت ہے اور سلام کا جواب دینے کی بجائے اس کا ثواب زیادہ ہے اگرچہ یہ واجب ہے خصوصاً دو رنجش والوں میں سلام کی ابتداء اور زیادہ ضروری ہے کیونکہ جلد رنجش دور کرنا بھی تو واجب ہے اور یہ سلام اس کے لئے راہ بناتا ہے اور یہ اس عام قاعدے کے تحت نہیں آتا کہ واجب کام سنت کام سے افضل ہوتا ہے۔

اس سلسلے میں ہم نے تفصیلی گفتگو وہاں کی ہے جہاں بزرگوں کی ہدایتیں بیان کی ہیں لہٰذا وہاں سے دیکھ لو۔ واللہ اعلم

❁ بخاری و مسلم وغیرہ سے یہ روایت لکھی ہے کہ ''ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ کون سا اسلامی طریقہ افضل ہوتا ہے؟ فرمایا ''واقفیت ہو نہ ہو، تم ہر ایک کو کھانا کھلایا کرو اور سلام کیا کرو۔''

❁ مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت یوں ہے ''تم اس وقت تک جنت میں نہ جا سکو گے جب تک تم میں ایمان نہ ہو اور جب تک آپس میں محبت نہیں کرو گے، تم میں ایمان نہ ہو گا چنانچہ محبت کے لئے میں تمہیں ایک طریقہ بتا دیتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو سلام کہتے رہا کرو۔''

❁ بزار نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''تم میں پہلے لوگوں کی بیماریاں پیدا ہو رہی ہیں جیسے بغض رکھنا اور حسد کرنا، بغض مونڈھ دینے والی چیز ہے، بالوں کو مونڈھنے والی نہیں بلکہ دین کا صفایا کرنے والی ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تم اس وقت تک جنت میں نہ جا سکو گے جب تک ایمان والے نہ ہو جاؤ اور اس وقت تک ایمان والے نہیں ہو سکو گے جب تک آپس میں محبت پیدا نہ کرو تو کیا میں تمہیں محبت کرنے والی چیز نہ بتا دوں جس پر ثابت قدم رہو؟ بس آپس میں سلام کہتے رہا کرو۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''تین ایسی چیزیں ہیں کہ جن سے تمہاری کسی بھائی کے ساتھ محبت کا پتہ

چل جاتا ہے، اس سے ملو تو سلام کہو، مجلس میں اس کے لئے جگہ کھلی کر دو اور اسے اس کا پیارا نام لے کر بلاؤ۔"

❀ امام ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "سلام پھیلاتے رہو، کھانا کھلاتے جاؤ اور لوگوں کے سوتے میں نماز (نفل) پڑھو تو آرام سے جنت میں چلے جاؤ گے۔"

❀ امام طبرانی کے مطابق حضرت ابو سبرہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ! مجھے کوئی ایسا کام بتائیے جو جنت میں لے جائے تو فرمایا "سلام کہتے رہنا اور اچھی گفتگو ایسے کام ہیں جن کی وجہ سے یقینی طور پر بخشش ہو گی۔"

❀ امام بخاری و مسلم وغیرہ مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا "ایک مسلمان کے دوسرے پر چھ حق ہوتے ہیں چنانچہ ان میں سے آپ نے سلام کا جواب دینے کا ذکر فرمایا۔"

❀ امام طبرانی کے مطابق حضرت اغر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جب بھی کوئی باہر سے آیا کرے تو اس کے سلام کہنے سے پہلے ہی ہم جلدی سے سلام کہہ دیا کرتے۔

❀ ایک اور روایت میں ہے "عرض کی گئی یارسول اللہ! دو آدمی ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو پہلے سلام کون کہے؟ فرمایا جو اللہ کے ہاں بہتر ہو۔"

❀ بزار اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "سوار شخص پیدل کو سلام کہے اور پیدل بیٹھے کو کہا کرے لیکن دونوں پیدل ہوں تو جو بھی ابتداء کرے گا، افضل ہو گا۔"

❀ امام طبرانی کے مطابق حضرت انس رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ "جب ہم رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ ہوتے اور درخت کی وجہ سے ہم میں فاصلہ ہو جاتا تو ملنے پر ایک دوسرے سے سلام کہا کرتے۔"

❀ ابو داؤ، ترمذی اور نسائی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "تم میں سے کوئی شخص مجلس تک پہنچے تو سلام کہے اور پھر وہاں سے اٹھنا چاہے تو پھر سلام کہے کیونکہ پہلا سلام کہنا دوسرے سے ضروری نہیں ہوا کرتا۔"

❀ علامہ رزین عبدری نے اس میں اتنا اور زیادہ کیا ہے "جب کوئی شخص لوگوں میں سے اٹھتے ہوئے سلام کہہ دیا کرتا ہے تو اسے بعد میں ملنے والی بھلائی میں شریک گنا جاتا ہے۔"

❀ امام احمد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "کسی جماعت کو قائم رکھنے والے ہر شخص کے لئے لازم ہے کہ انہیں سلام کہے۔"

ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور بیہقی نے یہ روایت دی ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا السلام علیکم، آپ نے جواب میں سلام فرمایا پھر وہ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا "دس" پھر ایک اور حاضر ہوا اور عرض کی السلام علیکم ورحمۃ اللہ آپ نے یونہی جواب دے کر فرمایا "بیس" پھر تیسرا آیا اور عرض کی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ آپ نے بھی جواب میں یونہی فرمایا اور فرمایا "تیس" پھر ایک اور حاضر ہوا اور عرض کی السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ و مغفرتہٗ تو فرمایا چالیس" پھر فرمایا کہ نیکیاں یوں بڑھا کرتی ہیں۔" واللہ تعالیٰ اعلم

خواہش نبوی ﷺ نمبر 198

مصافحہ کرنا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ملاقات کے موقع پر آپس میں مصافحہ کیا کریں اور ضروری کام کے علاوہ اسے نہ چھوڑیں تو گویا آپ ایسے شخص پر خوش نہیں جو ہم سے مصافحہ کرتے وقت اپنی بڑائی دکھائے جیسے باشا لوگ اور دفتر والے وغیرہ ہوتے ہیں یا جہالت اور سخت دلی سے مصافحہ کرتے ہیں جیسے سلطانی لشکر اور والیوں کی عادت ہوتی ہے۔

میرے بھائی ابو العباس حریثی رحمہ اللہ اور ان کے والد کی بھی یہی عادت تھی چنانچہ جب بھی ان سے کوئی سلام کہتا تو وہ مصافحہ کیا کرتے، لہٰذا تم بھی ایسے لوگوں کی راہ پر چلو۔

مصافحہ میں حکمت

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مصافحہ کرنے کی حکمت دونوں میں بڑی محبت پیدا ہونا اور ایک دوسرے کا ساتھی بننا ہوتا ہے گویا کہ ہر ایک دوسرے سے کہہ رہا ہوتا ہے کہ جو بھی تم نیکی کرنا چاہتے ہو، میں اس میں تمہارے ساتھ ہوں کیونکہ مصافحہ کرنے کی یہ صورت ایسے ہوتی ہے جیسے معاہدہ ہوتا ہے۔'' اور رسول اکرم ﷺ جب بھی کسی سے مصافحہ کرتے تو اپنی انگلیاں دوسرے کی انگلیوں میں ڈال دیا کرتے تھے۔'' جس سے یہ اشارہ ہوتا تھا کہ دونوں مضبوطی سے مل چکے ہیں۔

اسے ذہن نشین کرلو اور اس پر عمل کیا کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دینے والا ہے، واللہ علیم حکیم۔

- ابو داؤد اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جب بھی دو مسلمان ملتے وقت مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے جدا جدا ہونے سے پہلے ان کو بخش دیا جاتا ہے۔''
- امام طبرانی کی مرفوع روایت میں ہے فرمایا ''دو مسلمان جب مل کر مصافحہ کرتے ہیں اور ہر ایک دوسرے کو ہنس کر ملتا ہے اور یہ کام صرف اللہ تعالیٰ کے لئے کرتے ہیں تو الگ الگ ہونے سے پہلے دونوں کی بخشش ہو جاتی ہے۔''
- امام احمد، بزار اور ابو یعلیٰ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جب بھی دو مسلمان ملاقات کریں اور ایک شخص دوسرے کا ہاتھ پکڑ لے تو اللہ تعالیٰ لازمی طور پر دونوں کی دعا قبول فرماتا ہے اور پھر ان کے ہاتھوں کو جدا کرنے سے پہلے دونوں کی بخشش فرما دیتا ہے۔''
- امام طبرانی کے مطابق حضرت انس رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے صحابہ جب بھی ملتے، مصافحہ کر لیتے اور جب سفر سے واپس آتے تو گلے ملتے۔

❁ انہی کی ایک اور مرفوع روایت یوں ہے فرمایا ''ایک مومن جب دوسرے سے ملتا ہے اسے سلام کہتا ہے اور ہاتھ پکڑ کر اس سے مصافحہ کرتا ہے تو ان کے گناہ یوں جھڑ جاتے ہیں جیسے درختوں کے پتے۔''

❁ امام ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''مکمل سلام یہ ہوتا ہے کہ ہاتھ پکڑ لیا جائے۔''

❁ امام داؤد بتاتے ہیں کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے پوچھا کیا جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے تھے تو آپ مصافحہ فرمایا کرتے تھے؟ انہوں نے بتایا کہ میں جب بھی آپ سے ملا ہوں، آپ مصافحہ فرما لیا کرتے تھے۔ ایک دن آپ نے مجھے بلا بھیجا، میں گھر پر موجود نہ تھا، واپس آیا تو مجھے بتایا گیا کہ آپ نے مجھے بلا بھیجا ہے چنانچہ میں حاضر ہوا تو آپ بستر پر تھے، مجھے گلے سے لگایا چنانچہ یہ ملاقات بہت خوب رہی۔''

❁ امام مالک نے یہ روایت مرفوعاً لکھی ہے فرمایا ''ایک دوسرے سے مصافحہ کیا کرو، دل کا کھوٹ نکل جائے گا، ایک دوسرے کو تحفے بھیجا کرو کہ آپس میں محبت پیدا ہوگی اور دشمنی ختم ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نمبر 199

اندیشہ کی صورت میں لوگوں سے الگ تھلگ رہنا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے ہیں کہ لوگوں کے آپس میں ملتے وقت جب وہ گھل مل جانے میں مطمئن نہ ہوں تو ان سے الگ رہیں لیکن اگر وہ اپنے لئے کوئی خطرہ محسوس نہیں کرتے تو دین میں مسلمانوں کے اصل قاعدے کے مطابق بہتر یہ ہے کہ ان میں گھل مل جائیں۔

سب مشائخ حضرات اس بات پر اکٹھے ہیں کہ کامل بزرگوں کے لئے لوگوں سے بھاگ جانا صحیح نہیں کیونکہ مخلوق کے اللہ سے غافل ہونے پر انہیں کوئی خوف نہیں ہوتا لیکن جو اپنے کامل ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے خوف کرے تو اس کے کامل ہونے کا یہ دعویٰ جھوٹ اور بہتان ہے کیونکہ یا تو وہ شخص کسی شیخ کی راہنمائی کے بغیر خود بیٹھا ہوگا یا پھر اس کا شیخ جھوٹا ہوگا اور وہ استاد بننے کے لائق نہ ہوگا جیسے اس دور کے اکثر شیخ ہوتے ہیں چنانچہ میں ان میں سے مصر میں صرف شیخ علی مرصفی رحمہ اللہ ہی کو دیکھ رہا ہوں لیکن ہر ایک کے دل میں یہ گھڑی ہوئی بات آ گئی ہے کہ وہ شیخ بن چکا ہے، وہ عام لوگوں میں سے چند کو جمع کر لیتا ہے اور پھر وہ مل کر صوفیہ کے مشہور آداب کا خیال کئے بغیر صبح و شام اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور اس کا خیال ہوتا ہے کہ وہ گذشتہ مشائخ کی طرح ایک شیخ بن چکا ہے جبکہ وہ مرید بننے کے بھی قابل نہیں ہوتا جیسے ہم اس بات کا ذکر ''رسالہ قواعد الصوفیہ'' میں تفصیل سے کر چکے ہیں۔ یہ ایسی کتاب ہے کہ اس کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص جان لیتا ہے کہ طریقت میں ایسی کتاب کوئی بھی لکھی نہیں گئی۔

34

میں نے ایسے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے جن کے مشائخ نے انہیں تربیت دے کر اجازت دی لیکن وہ اپنے مشائخ کے دشمن ہو گئے اور پھر انہیں چھوڑ دیا اور یہ دعویٰ کیا کہ وہ طریقت میں ان سے زیادہ علم رکھتے ہیں چنانچہ وہ ان پر ناراض ہوئے تو کوئی بھی ان کا مرید نہ ہوا جس کی وجہ یہ ہوئی شے کہ ان کی بشریت والی آگ بجھنے سے پہلے ہی انہیں مشائخ کی طرف اجازت دی جاتی ہے جس کی وجہ سے برا بھلا مشائخ کو کہا جاتا ہے، انہیں نہیں کہا جاتا۔

حضرت سیدی علی مرصفی رحمہ اللہ کسی کو بہت کم اجازت دیا کرتے تھے، ہاں اس وقت اجازت دیتے جب رسول اللہ ﷺ کی طرف سے انہیں کئی بار حکم ہوتا اور جب ان کا وصال ہو گیا تو مصر اور اردگرد کے علاقوں میں طریقت کا نظام بگڑ گیا اور پھر ان کے بعد نیک بھائی سیدی ابوالعباس حریثی رحمہ اللہ کے علاوہ ان کے پلے کا کوئی شیخ دکھائی نہیں دیا۔

آپ سیدی یوسف عجمی رحمہ اللہ کے بارے میں بتاتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں عجمی علاقے سے نکالنا چاہا تو انہوں نے کسی کہنے والے کو یوں کہتے سنا اے یوسف! مصر میں جا کر لوگوں کو فائدہ پہنچاؤ۔ آپ نے سمجھا کہ شیطان ہے، پھر دوسری مرتبہ آواز دی تو انہوں نے پھر بھی یہی سمجھا کہ شیطان ہے، تیسری مرتبہ بھی یہی سمجھا اور جب چوتھی مرتبہ آواز دی تو آپ نے کہا اے اللہ! اگر یہ بات حق ہے اور تیری طرف سے آ رہی ہے تو اس نہر کا پانی دودھ بن جائے تاکہ میں اپنا یہ پیالہ اس سے بھرلوں چنانچہ وہ نہر دودھ بن گئی جس میں سے آپ نے پی لیا آپ کو معلوم ہو گیا کہ سنائی دینے والی بات صحیح تھی۔

جب آپ مصر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ آپ کے بھائی حضرت حسن تستری رحمہ اللہ وہاں آپ سے پہلے پہنچ چکے تھے لیکن ابھی تک شیخ نہ بنے تھے چنانچہ یوسف نے ان سے کہا اے حسن! کام تو ایک ہی کرے گا کیونکہ یہ اللہ کے اخلاق کے مطابق ہوتا ہے لہٰذا یا تو میں شیخ ہونے کا اظہار کرتا ہوں، آپ میرے وزیر اور خادم بن جائیں یا پھر آپ شیخ بن جائیں تو میں آپ کا وزیر اور خادم بن جاتا ہوں جس پر حضرت حسن نے انکار کر دیا اور یہ کام سیدی یوسف کے سپرد ہوا چنانچہ وہ شیخ بن گئے جبکہ سیدی حسن ان کے وصال تک خادم بنے رہے اور چونکہ انہوں نے اپنی زندگی ہی میں انہیں اجازت دے دی تھی لہٰذا ان کے بعد حضرت حسن شیخ بنے جس پر انہوں نے طریقت میں عجیب وغریب کام کیے اور بادشاہوں کے ساتھ ساتھ امیر بھی ان کے ہاں آنے لگے۔ اس پر حسد کرنے والوں نے آپ کے بارے میں سلطان وقت کے پاس اسے نفرت دلانے کے لئے بری باتیں کیں جس کی وجہ سے وہ آپ کی زیارت سے رگ گیا اور پھر اس نے آپ کے ڈیرے کا دروازہ بند کر دیا جبکہ حضرت شیخ اور فقراء ایک ولیمہ میں پہنچے ہوئے تھے۔ جب دن کے پچھلے پہر وہ واپس آئے تو ڈیرے کا دروازہ بند دیکھا جس پر شیخ نے پوچھا کہ دروازہ کس نے بند کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ وزیر نے بند کیا ہے۔ آپ نے فرمایا ہم اس کے بدن کے حصے بند کر دیتے ہیں چنانچہ وہ اندھا، بہرا اور گونگا ہو گیا اور پھر تلاش کرنے والوں کی نظروں سے اوجھل گیا اور وہیں مر گیا۔

جب یہ خبر سلطان تک پہنچی تو سب نے کہا کہ یہ کام تو ہمارے آقا سلطان کا تھا لیکن وزیر نے بوجھ اٹھا لیا چنانچہ سلطان دوبارہ آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا اور اپنی غلطی کی معافی چاہی اور معذرت کی۔

بادشاہ کا نام سلطان شعبان بن سلطان حسن تھا۔ یہ حکایت سیدی علی مرصفی رحمہ اللہ نے بتائی ہے۔

34

سیدی علی مرصفی ہی نے ایک اور مرتبہ مجھے بتایا کہ ان کے شیخ، سیدی مدین کے بھانجے سیدی محمد بھی کبھی کبھار اجازت دیا کرتے تھے چنانچہ مجھ سے فرمایا کہ اے علی! تم اپنا شیخ ہونا ظاہر کر دو کیونکہ رسول اکرم ﷺ کی طرف سے آپ کو حکم آ چکا ہے۔ میں نے ان کے ہاتھوں کو چوما لیکن یہ بات اس خوف سے ظاہر نہ کی کہ مشائخ اپنے مرید سے ایسا مکر کر لیا کرتے ہیں جیسے کسی اور سے یہ واقعہ گذر چکا ہے۔ شیخ کا ارادہ یہ تھا کہ تمہیں رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم دیا ہے کہ اپنا شیخ ہونا بیابانوں وغیرہ میں ظاہر کر دو اور یہ اجازت عام تھی۔

آپ بتاتے ہیں کہ میں اس اعلان سے رکا رہا، آخر کار اللہ کی طرف سے حکم آ گیا تو میں نے اسے ظاہر کر دیا اور پھر اپنے شہر میں جم کر بیٹھ گیا اور دس ہزار فقیر بیعت کیے۔ اسی دوران میرے پاس شیخ عبدالقادر دشطوطی آئے اور کہنے لگے: اے علی! اٹھو اور نکل کر زمین پر سیر و سیاحت کرو، اس پر میں نے کہا: جو میرا کام ہے، میں کر رہا ہوں اور جو آپ کے لائق ہے، وہ آپ کریں چنانچہ وہ چلے گئے۔

ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا: اے بیٹے! رسول اکرم ﷺ کی طرف سے کسی فقیر کو اس وقت تک حکم نہیں ملتا جب تک وہ دو ہزار سے لے کر سینتالیس ہزار مقام عبور نہ کر لے لہٰذا اے بھائی! کسی شیخ کے طریقے پر چلو تا کہ تمہیں طریقت کا پتہ چلے، اس کے نفع نقصان کا علم ہو سکے اور تم یوں ہو جاؤ کہ تمہارا لوگوں سے الگ ہونا حق ہو اور ان میں گھل مل جانا بھی حق ہو ورنہ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ قریب یا دور ہوتے ہوئے تم خواہشِ نفسانی پر عمل کرو گے کیونکہ ان کے قریب ہونے کی صورت میں کوئی دنیاوی وجہ ہوگی اور دور ہونے کی صورت میں تم ان سے بدگمانی کرو گے اور ہر ایک کو الگ رکھنا پسند کرو گے جیسا عام طور پر دیکھا جا رہا ہے۔

اعلانِ ولایت پر شیخ کی حیثیت کیسی ہونی چاہئے؟

شیخ جب اپنے مقام پر بیٹھ جائے تو اس کا کم از کم مرتبہ یہ ہونا چاہئے کہ اپنے سب مریدوں میں سے زیادہ عبادت گذار ہو، سب سے زیادہ علم والا ہو، سب سے زیادہ دنیا سے بے تعلق ہو، سب سے زیادہ پرہیزگار ہو اور خدا کا خوف سب سے زیادہ رکھے، حاصل یہ ہے کہ جب شیخ طریقت میں قدم رکھ لے تو اس سے بڑھ کر کوئی شخص دلی اور بدنی طور پر زیادہ محنتی نہ ہو لیکن جب وہ اپنے آپ اور مریدوں کو دھوکا دے رہا ہو تو وہ ابلیس کی جماعت میں داخل ہوگا کیونکہ جب وہ اپنے آپ کو اپنے شیخ سے زیادہ علم والا اور عبادت گذار دیکھے گا تو اس سے کسی کو فائدہ نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جسے ہدایت دینا چاہتا ہے، اس کی راہنمائی فرماتا ہے۔''

✿ امام مسلم رحمہ اللہ کے مطابق حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے اونٹوں میں تھے کہ اسی دوران ان کا بیٹا عمر آ گیا۔ حضرت سعد نے دیکھا تو فرمایا: ''میں اس بری سواری پر اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں۔ وہ اترا اور آپ سے کہا کہ آپ اپنے اونٹوں میں آ بیٹھے ہیں لیکن لوگوں کو حکومت کے بارے میں

جھگڑا کرتے چھوڑ آئے ہیں۔ یہ سن کر حضرت سعد نے اس کے سینے پر تھپڑ مار کر کہا کہ خاموش ہو جاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، فرمایا تھا: ''اللہ تعالیٰ ایسے بندے کو پسند فرماتا ہے جو پرہیز گار، ستھرا، مالدار اور چھپ کر رہنے والا ہو۔''

حافظ منذری فرماتے ہیں کہ غنی سے مراد دل کا غنی ہے اور وہ اس پر صبر کرتا ہے جو اس کی قسمت میں لکھا ہے۔

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے: کہ ''ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ! کونسا شخص افضل ہوتا ہے؟ فرمایا: ایسا مومن جو اپنا آپ اور مال راہِ خدا میں لگا دے۔ عرض کی: پھر کون؟ فرمایا: جو کسی گھاٹی میں الگ تھلگ ہو کر اپنے رب کی عبادت کرتا ہو۔''

ایک روایت میں ہے: ''جو اللہ سے ڈرے اور لوگوں کو ان کے شر کی وجہ سے چھوڑ دے۔''

❁ امام مالک، بخاری اور ابوداؤد وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے: فرمایا: ''آگے چل کر انسان کا سب سے بہتر مال بکریاں ہوں گی جن کی وجہ سے وہ پہاڑ کی چوٹیوں تک پہنچے گا جہاں بارش ہوتی ہے اور وہ آزمائش کی بنا پر اپنے دین سے بھاگ جائے گا۔''

❁ امام احمد، طبرانی، ابن خزیمہ اور ابن حبان کے مطابق حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جو شخص اللہ کے راستے میں جہاد پر نکلے تو اللہ اس کی ضمانت دے گا، جو بیمار کی بیماری پرسی کرے، اللہ اس کی ضمانت دے گا، جو کسی حکمران کے ہاں جا کر اس کی عزت کرے تو اللہ اس کی حامی بھرے گا، جو گھر میں بیٹھ جائے اور کسی کی چغلی نہ کرے تو اللہ اس کی حمایت کرے گا۔''

❁ ایک اور روایت میں ہے: ''جو گھر میں بیٹھ جائے، لوگ اس سے محفوظ رہیں اور وہ لوگوں سے امن میں رہے تو اسے (یہ ضمانت دی گئی ہے کہ) جنت میں جانا ہوگا۔''

❁ ابن ابی الدنیا کی ایک مرفوع روایت ہے: فرمایا: ''مجھے ایسے شخص پر خوشی ہے جو اللہ و رسول پر ایمان لائے، نماز قائم کرے، زکوٰۃ ادا کرے، اپنے مال کو بڑھائے، اپنے قرض کی حفاظت (ادائیگی) کرے اور لوگوں سے الگ ہو جائے۔

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے: فرمایا: ''اس شخص کو خوش ہونا چاہئے جو اپنی زبان کو کنٹرول کرے، گھر کھلا ہو اور اپنے گناہوں پر روئے۔''

❁ امام ترمذی کے مطابق حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ''میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! نجات کیا چیز ہے؟ فرمایا: اپنی زبان پر قابو رکھو، تمہارا گھر وسیع ہو اور اپنے گناہوں پر رویا کرو۔''

❁ ابوداؤد نے مرفوعاً لکھا ہے: فرمایا: ''تمہارے آگے فتنے آ رہے ہیں جیسے اندھیری رات کے ٹکڑے، انسان صبح کو مومن ہوگا تو رات کو کافر اور رات کو مومن ہوگا تو دن کو کافر ہوگا، اس میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا پیدل چلنے والے سے بہتر ہوگا۔ پیدل چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ اس پر صحابہ نے عرض

کی کہ پھر آپ کا حکم کیا ہے؟ فرمایا: اپنے گھروں کے لیے چادر جیسے بن جاؤ جو اونٹ کی پیٹھ پر ساتھ چمٹی ہوتی ہے۔

حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ فتنوں کے دنوں میں گھروں کو یوں چمٹ جاؤ جیسے اور اونٹ وغیرہ کی پیٹھ پر کپڑا چمٹا ہوتا ہے۔

امام ابوداؤد اور نسائی نے مرفوعاً لکھا ہے: فرمایا: ''جب تم لوگوں کو دیکھو کہ ان کے عہد ٹوٹتے جا رہے ہیں اور امانتیں گھٹ جائیں گی (آپ نے انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر بتایا کہ اتنی) اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کی: یا رسول اللہ! ''اللہ مجھے آپ پر قربان ہونے دے۔'' ایسے موقع پر میں کیا کروں؟ فرمایا: گھر سے باہر نہ نکلنا اور اپنے آپ پر رویا کرنا، پہچان میں آنے والی چیز لینا اور نہ آئے تو نہ لینا، اپنے آپ پر توجہ دئے رکھنا اور لوگوں کے معاملے کا ذمہ نہ لینا اور زبان کو قابو میں رکھنا۔

بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے: فرمایا: ''ایک ایسا دور آ رہا ہے کہ دین پر چلنے والوں کا دین محفوظ نہ رہ سکے گا، صرف ان کا رہے گا جو کسی بلند جگہ پر چلے جائیں یا کسی جگہ دبک کر بیٹھ جائیں۔''

طبرانی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے: فرمایا: ''جو شخص صرف اللہ سے لو لگالے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی مشقت ہٹا دے گا اور اسے وہاں سے روزی پہنچائے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہوگا اور جو دنیا میں کھو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اسی میں رہنے دے گا۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 200

غصہ نہ کرنا اور غصہ پی جانا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ناراضگی کرنا چھوڑ دیں اور غصہ پی جایا کریں اور پھر یہی بات دوسرے بھائیوں کو بھی کرنے کی تاکید کریں، اگر کھڑے کھڑے کسی کو غصہ آئے تو بیٹھ جایا کرے، ایسے غصہ تھم جائے تو ٹھیک ورنہ لیٹ جایا کرے اور یوں بھی نہ ہو سکے تو پھر وضو کر لے۔''

اس ہدایت پر عمل کرنے کے لیے ایسے شیخ کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے ہر واقعہ کے دوران شرعی طور پر اللہ سے راضی رہنا سکھائے چنانچہ وہ کسی طور پر بھی ناراض نہ ہوا کرے کیونکہ یہ کام صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ لوگ غصہ میں آنا اس لیے نہیں چھوڑتے کیونکہ وہ اس چیز سے واقف نہیں ہوتے کہ اللہ ہی ہر موجود چیز کو بنانے والا ہے اور وہ دیکھتے ہیں کہ یہ کام انہی کی جنس میں سے کسی نے کیا ہے چنانچہ وہ انہی کے طریقے پر ناراض ہوتے ہیں لیکن اگر وہ کسی شیخ کی راہنمائی پر چلتے تو

انہیں واضح طور پر دکھائی دیتا کہ ہر کام اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور یوں وہ ناراضگی کے اظہار کے لیے کوئی شخص نہ پاتے اور انہیں پتہ چل جاتا کہ ہر چیز کسی حکمت کی بناء پر وجود میں آئی ہے چنانچہ ان کا اعتراض باقی نہ رہتا اور وہ اپنے آپ کو اس سے مکمل طور پر بچا لیتے لہٰذا اے بھائی کسی نصیحت والے شیخ کی راہنمائی پر چلو تاکہ تمہارا غصہ کم ہو سکے ورنہ چاہو، نہ ہو، غصہ تم میں موجود ہی رہے گا۔

اس سے پتہ چل گیا کہ کامل شخص اپنی خاطر کسی سے غصہ نہیں کرتا، اسے صرف اس وقت ناراضگی ہوتی ہے جب اللہ کی حرام کی گئی چیزوں پر عمل کیا جائے تو گویا ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ کامل شخص سے فرمارہا ہوتا ہے کہ جب تم میرے کسی بندے کی طرف سے دیکھو کہ وہ میرے نبی ﷺ کے خلاف کام کر رہا ہے تو اس وقت ناراض ہو جایا کرو اگرچہ تمہیں معلوم ہو کہ وہ کام میں نے ہی کیا ہے لیکن میں نے تمہیں یہ حکم نہیں دیا کہ میرے کام پر ناراضگی کرو، میں نے تو تمہیں صرف یہ حکم دیا ہے کہ وہ کام میرے بندے کے نام پر ہونے کی وجہ سے ناراضگی کرو۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ بندے کو کسی کام سے کبھی بھی مکمل طور پر الگ نہیں رکھا جا سکتا (بلکہ کام کی نسبت اس کی طرف کی جاتی رہے گی، جیسے فرمان ہے) ''جب تم نے (کنکریاں) پھینکی تھیں تو تم نے نہیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں'' یہ بات ذہن نشین کر لو۔

اس سے پہلے ہم بتا چکے ہیں کہ جو شخص اللہ کی خاطر کسی سے ناراض ہوتا ہے تو اللہ اس کی ناراضگی کی وجہ سے اس وقت ناراض ہوتا ہے جب اسے کوئی تکلیف دے فرمان الٰہی ہے کہ یہ ''برابر کی جزا ہے'' لیکن جو شخص اللہ کے حرام کئے ہوئے کاموں کو دیکھ کر، کام کرنے والے کو ہمت کے باوجود نہیں روکتا تو اللہ تعالیٰ اس کی ناراضگی کی وجہ سے ناراض نہیں ہوا کرتا اور نہ ہی اس کی امداد کرتا ہے بلکہ اسے برباد ہونے کے لیے چھوڑ دیتا ہے لہٰذا بندے کو چاہئے کہ ایسے موقع پر اپنے آپ ہی کو برا بھلا کہے، خواہ اللہ کی ناراضگی کشف و یقین کی بناء پر ہو یا ایمان و تسلیم کی بنا پر۔

علامہ شعرانی سے شیطان کی بحث

ایک مرتبہ مصر میں ساحل نیل پر ابلیس لعنتی سے میری ملاقات ہوئی جہاں میرا اور اس کا جھگڑا ہوتا رہا اور آخری بات جو اس نے کہی، وہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کو میرے قابو میں دیتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے اس کو جھکاؤ اس کام کی طرف ہو جاتا ہے جس کے بارے میں میں نے اس کے دل میں وسوسہ ڈالا ہوتا ہے تو یوں سمجھو کہ انسان گویا ترازو کے دو پلڑے ہوتے ہیں اور اس کا دل ترازو کے اس حصے جیسا ہوتا ہے جو تولتے وقت پکڑا جاتا ہے جب کہ میں اس ترازو کے سامنے کھڑا دیکھ رہا ہوتا ہوں کہ اس کا دل کب کسی گناہ کی طرف جھکاؤ کرتا ہے اور پھر فوراً ہی وہ گناہ اس کے نام ہو جانے کی وجہ سے اس پر اللہ کا فیصلہ لاگو کر دیتا ہوں چنانچہ میں اس کے سامنے صرف اس وقت آتا ہوں جب دیکھتا ہوں کہ میزان پکڑا جانے والا حصہ اپنی جگہ سے نکل رہا ہے، پھر اس کے پاس آ کر الگ کر کے اس سے وہ گناہ کرا لیتا ہوں اور جب تک

ترازو کا وہ حصہ ایک طرف نہیں ہوتا اور وہ دل کے سیدھے خط میں کھڑا رہتا ہے تو اس پر میرا زور نہیں چلتا کیونکہ ایسی صورت میں یا تو وہ انبیاء ﷺ کی طرح معصوم ہوتا ہے یا پھر اولیاء کرام کی طرح محفوظ ہوا کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ جو شخص یہ بات باطنی اور ظاہری آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے تو وہی شخص اللہ کی دلیل (کہ وہ گناہ کر بیٹھا ہے) ثابت ہو جانے کی وجہ سے اس کا جواب دہ بن جاتا ہے ورنہ لازمی طور پر وہ کہتا ہے میں کیا کروں؟ اللہ نے میرے مقدر میں کیا لکھا ہے؟ چنانچہ وہ تھوڑا سا شرمندہ ہو جاتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ ہم اس دنیا میں ہر گناہ پر شرمندہ ہوں اور استغفار کریں وہ یہ نہیں چاہتا کہ ہم اسے ظاہر کئے بغیر صرف دل میں شرمسار ہوں اور استغفار کرلیں۔ اس شرمندگی کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ مرید لوگ بھی ہماری طرح شرمندہ ہوں اور جب گناہوں میں گھریں تو اللہ کے فیصلوں کی عزت کرسکیں، اس لیے کامل لوگوں کو ''ابوالعیون'' (آنکھوں والا) کہا کرتے ہیں چنانچہ بیک وقت ایک طرف تو وہ توحید ماننے کی خاطر اللہ کے لکھے ہوئے کی طرف دیکھ رہا ہوتا ہے کیونکہ اللہ فرماتا ہے ''اللہ ہی نے تمہیں اور تمہارے عمل پیدا کئے ہیں۔'' اور دوسری آنکھ سے یہ دیکھ رہا ہوتا ہے کہ وہ کام اسی سے تعلق رکھتا ہے لہٰذا اسے ہر گناہ سے توبہ واستغفار کرنا چاہئے۔

جو کچھ ہم لکھ چکے ہیں، اسے وہی جانتا ہے جو شیخ کے طریقے پر چلے کیونکہ انسان جب اس دنیا میں آنکھیں کھولتا ہے تو سب سے پہلے یہی دیکھتا ہے کہ ہر کام خود وہی کر رہا ہے، یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے اور اسی دوران وہ راہِ طریقت پر چل پڑتا ہے، یہاں اسے اللہ کی توحید دکھائی دیتی ہے جہاں جا کر اسے پتہ چلتا ہے کہ ہر کام صرف اللہ ہی کرتا ہے اور پوری مخلوق کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا اور پھر وہ مجبور ہو کر رہ جاتا ہے چنانچہ اس کا شیخ اسے وہاں سے ایسی بارگاہ تک لے آتا ہے جہاں وہ اس لحاظ سے اس مقام میں خامی دیکھتا ہے کہ کسی کام کو بندے کے کھاتے میں نہ ڈالنا یوں ہوتا ہے جیسے قرآن کو جھٹلانا کیونکہ اللہ تعالیٰ کاموں کو بندے کے ہاتھوں سے ہونا ظاہر کرتا ہے جس کی وجہ سے اسے اچھا برا کہا جاتا ہے تو وہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ میں نے یہ کام نہیں کیا اور نہ ہی اللہ اس بارے میں مجھ سے پوچھے گا۔

عام طور پر یہ خامی اس وجہ سے پیدا ہوتی ہے کہ وہ کسی شیخ کی راہ پر نہیں چلا ہوتا کبھی کبھار توحید کی طرف توجہ کرتا ہے اور اسی میں پھنس کر رہ جاتا ہے اور یوں وہ مرتے دم تک شریعت پر عمل نہیں کرسکتا، کسی حرام کو حرام نہیں جانتا اور نہ ہی کبھی استغفار کیا کرتا ہے خواہ اسے کوئی یہ دلیل دیتا رہے کہ اللہ نے فرما رکھا ہے ''اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔'' یا پھر رسول اللہ ﷺ نے فرما رکھا ہے ''تمہارے خون اور مال، تم پر حرام کر دئے گئے ہیں۔''

یہ بات آپ نے اس قوم کے بارے میں فرمائی تھی جو یہ کہتے تھے کہ ہم بھی اللہ کی طرح چیزوں کے مالک ہیں حالانکہ ہم تو یہ بات نہیں مانتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ واضح طور پر گمراہ ہو گئے اور اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو گھٹیا جاننے لگے اور پھر زنا کر کے کہتے ہیں کہ اللہ نے یونہی لکھا ہے، نشہ لے کر کہتے ہیں کہ اللہ نے لکھ دیا ہے اور لوگوں کا مال لے کر کہتے ہیں کہ اللہ نے یونہی لکھ چھوڑا ہے چنانچہ ان سے ہم کہتے ہیں کہ اگر انہی عملوں کی وجہ سے تمہیں اس نے جہنم میں ڈال دیا تو بھی یہ اس کے لکھے ہوئے کے مطابق ہوگا جیسے اس کی وضاحت ہم نے ''رسالۃ الانوار'' میں کی ہے تو، اللہ کی قسم اگر کوئی مرید عمر بھر اپنے شیخ کی خدمت کرتا رہے تو اس کے سکھائے ایک ادب کا بھی شکریہ ادا نہ کر سکے گا۔ واللہ غفور رحیم۔

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ کے مطابق حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک دن ہمیں عصر کی نماز پڑھائی اور پھر خطاب شروع فرمایا چنانچہ قیامت تک ہونے والی ہر چیز کے بارے میں ہمیں بتا دیا، یاد رکھنے والوں نے یاد رکھا اور بھلا دینے والوں سے بھول گیا، اسی دوران آپ نے فرمایا تھا یہ دنیا بڑی خوشگوار اور میٹھی ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس پر اپنا نائب بنا رکھا ہے لٰہذا وہ دیکھ رہا ہے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو لٰہذا غور سے سنو کہ اس دنیا سے بچے رہو اور عورتوں سے الگ رہو۔'' اور پھر اسی دوران یہ بھی فرمایا ''سنو! جب کسی کو سچی بات کا پتہ چل جائے تو وہ اسے بتانے میں لوگوں کے دباؤ کی پرواہ نہ کرے۔''

یہ سن کر حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہا ''اللہ کی قسم ہم نے کئی ایسے کام دیکھے جن کی وجہ سے ڈر گئے تھے۔''

اسی دوران یہ بھی فرمایا تھا ''سن لو کہ ہر دھوکہ باز کے لیے اس کے دھوکے کے مطابق جھنڈا گاڑا جائے گا اور اللہ کے ہاں کسی کا دھوکا لوگوں کے سربراہ بننے والے سے زیادہ نہیں ہوگا لٰہذا وہ اپنا جھنڈا اللہ کے ہاں گاڑے گا۔''

پھر اس دن جو کچھ ہمیں یاد رہا، ان میں سے یہ فرمان بھی تھا کہ ''سن لو کہ آدم علیہ السلام کی اولاد کئی قسم کی بنائی گئی ہے چنانچہ کچھ لوگ دیر سے غصہ میں آتے ہیں لیکن ان کا غصہ جلد تھم جاتا ہے، کچھ تیزی سے غصہ میں آتے اور تیزی ہی سے تھم جاتے ہیں چنانچہ دونوں صورتوں میں ایک جیسے ہوتے ہیں۔ یہ بھی سن لو کہ کچھ لوگ تیزی سے غصہ کھاتے لیکن اسے دیر سے دور کرتے ہیں۔ سن لو! ان سب میں بہتر وہ ہوتا ہے جسے دیر سے غصہ آئے لیکن تیزی سے تھم جائے اور سب سے برا وہ ہوتا ہے کہ جسے جلد غصہ آئے لیکن دیر سے تھمے۔

غصہ دل میں انگارا ہوتا ہے

سن لو یہ غصہ آدمی کے دل میں ایک انگارہ کی طرح ہوتا ہے، تم دیکھتے ہی ہو کہ آدمی کی آنکھیں سرخ ہو جاتی اور رگیں پھول جاتی ہیں اور جب تم میں سے کوئی ایسا محسوس کرے تو زمین پر لیٹ جائے۔'' (تاکہ اس کی آگ بجھ سکے)

❁ امام بخاری رحمہ اللہ نے اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (اے سننے والے! برائی کو بھلائی سے ٹال) کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تھا کہ ''غصہ آنے پر صبر کرو، کسی کے برے سلوک پر اسے معاف کر دو اور جب کوئی یوں کرے گا تو اپنے آپ کو اللہ کے عذاب سے بچا لے گا اور اس کے دشمن اس کے سامنے جھک جائیں گے۔

❁ امام حاکم بتاتے ہیں ''تین ایسے کام ہیں کہ انسان کرے گا تو اللہ اسے اپنے ہاں جگہ دے گا، اس پر اپنی رحمت برسائے گا اور اس سے پیار کرتا رہے گا وہ جسے اللہ کچھ دے تو اسے خرچ کر دے، ہمت ہونے پر معاف کر دے اور جب غصہ آئے تو نرم پڑ جائے۔''

❁ طبرانی کی مرفوع روایت یہ ہے ''جو شخص اپنا غصہ دور کر لے تو اللہ اس سے اپنا عذاب ہٹا لے گا۔''

❁ ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص غصہ نکالنے کی ہمت ہونے کے باوجود

اسے پی لے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے ساری مخلوق کے سامنے بلا لے گا اور اسے اختیار دیدے گا کہ جنتی حوریں چاہتے ہو، لے لو۔''

❁ ابو داؤد اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے ''جب کھڑے کھڑے کسی کو غصہ آ جائے تو بیٹھ جائے، غصہ دور ہو جائے تو ٹھیک، ورنہ زمین پر لیٹ جائے۔''

❁ بخاری و مسلم نے یہ روایت لکھی ہے ''جب تم میں سے کسی کو غصہ آ جائے تو اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم پڑھ لیا کرو کیونکہ اس سے غصہ ختم ہو جاتا ہے۔''

❁ امام ابوداؤد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''غصہ شیطانی دخل سے آتا ہے، شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے اور آگ پانی کے ذریعے بجھائی جاتی ہے لہٰذا تم میں سے جسے بھی غصہ آئے، وضو کر لیا کرے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 201

آپس میں صلح کرانا

رسول انور ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کی آپس میں صلح کرا دیا کریں، اس موقع پر ہم مال بھی خرچ کیا کریں اور مظلوم کو صلح پر تیار کرنے کے لیے یا ظالم کو ظلم سے روکنے کے لیے ہمیں پگڑی اور کپڑے اور کپڑے بھی دینے پڑیں تو گریز نہ کریں اور پھر یہ بھی ذہن میں نہ رکھیں کہ ہمیں دنیا و آخرت میں اس پر کوئی بدلہ ملے۔

ہمارے ایک بزرگ شیخ محمد شناوی رحمہ اللہ یونہی کیا کرتے تھے اور یہی طریقہ شیخ عبدالحلیم بن مصلح اور شیخ عبدالمجید طرینی رحمہما اللہ کا بھی تھا۔ ہمارے شیخ تو گھوڑے، مویشی اور گندم وغیرہ دیا کرتے تھے اور وہ اللہ کی طرف سے توفیق پر اس کا احسان جانتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہم میں سے ایسا کون ہے جو لوگوں میں عدل و انصاف کرے تو لوگ اس کے پاس آئیں اور اس کی بات مان لیں؟ جب کہ شیخ عبدالحلیم کسی ملنے والی چیز پر صرف اپنا حق نہیں جتاتے تھے بلکہ جو کچھ بھی مل جاتا، اسے اپنے اور تمام مسلمانوں میں سانجھا سمجھا کرتے۔

میں بتاتا چلوں کہ اللہ کے فضل و کرم سے یہ چیز مجھ میں بھی موجود ہے جس پر اللہ کا شکر ہے چنانچہ اللہ کے فضل سے میں ہاتھ آنے والی کسی چیز کو بھائیوں کے مقابلے میں اپنی نہیں سمجھتا بلکہ مجھے یا کسی اور شخص کو اس کی ضرورت پڑے تو سامنے لے آتا ہوں اور پھر شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ کا طریقہ بھی یہی تھا چنانچہ جو چیز ملتی، ضرورت مند کو دیدیتے اور پھر اس پر ظاہری و باطنی پر کسی بدلے کا مطالبہ نہ کرتے۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ میں نے انہیں گائے کی قیمت دیدی تاکہ ان کی اولاد اس سے دودھ پیا کرے لیکن راستے

میں انہوں نے کسی کو بندھا ہوا دیکھ لیا تو وہ ساری رقم اسے دیدی حالانکہ اس سے پہلے اس ملاقات نہ تھی۔

حضرت شیخ عبدالمجید طرینی رحمہ اللہ کسی کے مانگنے پر اسے کچھ دیئے بغیر رکا نہ کرتے چنانچہ ایک مرتبہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ دو ایسے شخصوں کی صلح کرا رہے تھے جن میں سے ایک نے دوسرے سے سات سو دینار لینے کا دعویٰ کر رکھا تھا۔ یہ سن کر شیخ گئے اور ایک کپڑے میں سات سو دینار لے آئے اور یوں اس قرض والے کا قرض اتار دیا جس پر اس نے مجھ سے پوچھا کیا شیخ کو آپ نے تو کچھ نہیں دیا؟ میں نے کہا بخدا میں نے کچھ بھی نہیں دیا۔ میں نے یہ بات شیخ سے کر دی تو انہوں نے کہا مجھ سے یہ دینار دینے کو کسی نے نہیں کہا البتہ سخی لوگوں کی عادت یہ ہوتی ہے کہ وہ جب کسی فیصلے میں جاتے ہیں تو اسے ختم کر دیا کرتے ہیں۔

شیخ شہاب الدین طرینی غمری نے مجھے بتایا کہ شیخ عبدالمجید رحمہ اللہ ایک مرتبہ اس وجہ سے قید کر دیئے گئے کہ مصر میں انہوں نے بغیر کسی مطالبے کے لوگوں کو بہت سامان دیا تھا جس کی وجہ سے مسلسل قرض کے بوجھ تلے دب گئے چنانچہ اسی دوران سو دینار کے بدلے میں گرفتار ہونے والا ایک قیدی دیکھا، آپ نے اس کی ضمانت دے کر اسے قید سے نکلوا دیا، اس وجہ سے مزید کچھ قید بھگتی اور پھر بعد میں رہا ہوئے۔

اس ہدایت پر عمل کے لیے کسی خلوص والے شیخ کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے دنیا کی محبت سے نکال کر مسلمانوں کا عظیم مقام دکھائے خواہ اسے صلح کرانے کے لیے کچھ حقوق ادا کرنے کی خاطر دنیا بھر کا سامان ہی کیوں نہ دینا پڑے اور جو شخص ہمارے ذکر کئے ہوئے طریقے پر نہیں چلتا تو وہ اس ہدایت پر عمل میں سستی کرے گا چنانچہ اسے دو مخالفوں میں صلح کرانے کے لیے چاندی کا ''نصف'' دینار بھی دینا مشکل ہوگا خواہ انہیں مالک کے گھر میں بھیجنا پڑے، اور اگر ناراضگی وغیرہ کی بنا پر آدھا دینار خرچ کر بھی دے تو پھر یہ چاہے گا لوگ اس کا شکر ادا کریں یا پھر ثواب لینے کی نیت کرے گا جب کہ ایسا کرنا کامل لوگوں کا کام نہیں لہٰذا اے بھائی اگر اس ہدایت کے مطابق عمل کرنا چاہتے ہو تو کسی شیخ کی راہنمائی پر چلو، اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام بخاری وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''لوگوں میں سے ہر شخص کے ہر جوڑ کا صدقہ دینا ضروری ہے، جب بھی موقع ملے اور آدمی دو شخصوں میں انصاف سے صلح کرا دے تو یہ صدقہ ہوگا پھر کسی کے چوپائے کے بارے میں مدد کرے اور وہ اسے اس پر سوار کر لے یا اس کا سامان لاد لے تو یہ بھی صدقہ ہے۔ (الحدیث)

❁ ابو داؤد، ترمذی اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے ''کیا میں تمہیں ایسا مرتبہ نہ بتا دوں جو روزے، نماز اور صدقے سے بڑھ کر ہو؟ صحابہ نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ! فرمایا دو فریقوں میں صلح کرانا کیونکہ ان کے اختلاف کی وجہ سے دین برباد ہو جاتا ہے۔''

❁ امام ترمذی لکھتے ہیں میں (اس حدیث میں) یہ نہیں کہتا کہ (یہ اختلاف) بال مونڈھ دیتا ہے بلکہ یہ اختلاف تو دین کو برباد کر دیتا ہے۔

❁ ابو داؤد نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص دو شخصوں میں صلح کرائے، اس کا جھوٹ شمار میں نہیں آتا۔'' (یعنی

اسے برداشت کیا جاتا ہے)۔

❁ ایک اور رایت میں ہے ''جو شخص دو آدمیوں میں صلح کرائے اور اس دوران وہ اچھی بات کرے یا بھلائی کے لیے کچھ اور کرے، جھوٹا نہیں کہلائے گا۔''

❁ امام اصفہانی نے مرفوعاً فرمایا ہے ''کوئی بھی عمل اتنا افضل نہیں ہوتا جتنا نماز، دو شخصوں میں صلح اور مسلمانوں میں موجود خلق ہوتا ہے۔''

❁ بزار اور طبرانی نے لکھا ہے ''رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا میں تمہیں ایک تجارت نہ بتا دوں۔ انہوں نے عرض کی، بتایئے۔ فرمایا جب لوگوں میں فساد ہو جائے تو انہیں ملا دو اور دور دور ہو جائیں تو انہیں قریب کردو۔

❁ امام اصفہانی نے یہ روایت لکھی ہے ''جو شخص لوگوں میں صلح کراتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے معاملات سنوار دیتا ہے اور اس دوران اس کی طرف سے نکلنے والے ہر لفظ کے بدلے میں ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب دیتا ہے اور اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیتا ہے۔''

اس سے پہلے ''لوگوں کو معافی دینے'' کی ہدایت میں یہ حدیث آ چکی ہے ''لوگوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو کیونکہ آخرت میں اللہ تعالیٰ بھی صلح کرائے گا۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 202

مسلمان کی عزت کا بچاؤ کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ جب ہمارے پاس کوئی شخص کسی بھائی کی چغلی کرے یا ہمیں اس بارے میں پتہ چلے تو ممکن حد تک ہم اس بھائی کی عزت بچائیں۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ جس پر اکثر لوگ عمل نہیں کرتے خواہ وہ وقت کے شیخ اور عالم ہی کیوں نہ ہوں چنانچہ تم دیکھو گے کہ وہ اپنے بھائی کی چغلی پر بھی خاموش ہو جائیں گے یا پھر دل ہی دل میں اس پر خوش ہوں گے۔ یہ اس بات کی پکی نشانی ہے کہ اس نے دنیا سے محبت چھوڑنے کے لئے کسی شیخ سے راہنمائی نہیں لی کیونکہ دنیا سے محبت رکھنے والا اپنا نمایاں مقام چاہتا ہے، وہ شہرت پسند کرتا اور پوری شہرت چاہتا ہے جبکہ اپنے سے زیادہ شہرت والے کو پسند نہیں کرتا چنانچہ اپنے سے بلند مرتبہ شخص کی غیبت کر کے یہ چاہتا ہے کہ یوں جب لوگ اس کی خامی نکالیں گے تو اس سے ان کا یقین اٹھ جائے گا اور اس کی بجائے وہ خود اس کے عقیدت مند بن جائیں گے لیکن اسے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ جو کسی چیز کی نیت کرے یا کوئی کام کر

لے تو اس کے ساتھ بھی ویسا ہی ہوگا ہاں اگر وہ اپنے بھائی کی چغلی کرنے والے پر پریشان ہوتا تو اللہ اسے اپنے جیسوں میں بلند مرتبہ دیتا کیونکہ ایسی امداد تو صرف اللہ کی طرف سے آتی ہے، مخلوق کی طرف سے نہیں آتی۔

مشائخ کی طرف سے کچھ ہدایات

مشائخ نے ہمیں سکھایا ہے کہ پوری کوشش سے اپنے بھائیوں کے نور کو طاقت دیں اور اپنے نور کو بجھا دیں تا کہ ویسا ہی نور ہمیں بھی مل جائے کیونکہ جو اپنے بھائی کا نور مٹانا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا اپنا نور بجھا دیتا ہے۔

اس دور کے جن حضرات کو میں نے اس ہدایت پر عمل کرتے دیکھا ہے، ان سب میں مجھے شیخ محمد شناوی، شیخ عبدالحلیم اور میرے بھائی ابو العباس حریثی رحمہم اللہ نمایاں دکھائی دیتے ہیں چنانچہ ان کے پاس جیسے ہی کسی گودڑی پہننے والے کا نام لیا جاتا ہے تو وہ ان کی خوبیاں بیان کرتے اور لوگوں کے پاس کرتے ہی رہتے۔

اللہ کے فضل و کرم سے یہ وہ ہدایت ہے جو میری عادت ہے اور میں یہ کام ہر آنے والے امیر کے لیے کرتا ہوں چنانچہ میں اپنے علاوہ اپنے دور کے مشائخ کی خوبیاں بیان کرنا نہیں چھوڑتا جس میں میرا مقصد یہ ہوتا ہے کہ انہیں اپنے سے ہٹا کر دوسروں کے پاس بھیجوں کیونکہ میں ان سے کوئی تحفہ قبول نہیں کرتا اور نہ ہی میں چاہتا ہوں کہ وہ بار بار میرے پاس آیا کریں اور پھر میں سمجھتا ہوں کہ میرے سارے عمل کسی امیر کے ایک دفعہ میرے پاس آنے کے برابر نہیں ہو سکتے اور اگر میں ان کے پاس ہزار مرتبہ بھی جاؤں تو پھر بھی یہ سمجھوں گا کہ اس ایک مرتبہ ان کے آنے کا بدلہ نہیں چکا سکا۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ کا بھی یہی طریقہ تھا، جب انہیں پتہ چل جاتا کہ کوئی سربراہ ان کے پاس آ رہا ہے تو وہ اس کے آنے سے پہلے چل کر اس کی زیارت کو چلے جاتے اور جب آپ کے پاس کوئی شخص کسی حکمران کے پاس سفارش کے لیے آتا تو اس سے پوچھتے کہ تم کس محلے سے آئے ہو؟ اور پھر اسے اس محلے میں رہنے والے فقیر کے پاس بھیجتے اور فرماتے کہ کسی محلے میں رہنے والے فقیر پر زیادتی کو ہم اچھا طریقہ نہیں جانتے اور اگر وہ اس فقیر کا عقیدت مند نہ ہوتا تو آپ وہ عقیدت درست فرماتے اور یوں فرماتے میں چاہتا ہوں کہ اپنے اس ساتھی سے برکت حاصل کرنے کے لیے کچھ عرصہ اس کے پاس ٹھہروں چنانچہ وہ شخص اس شیخ کا عقیدت مند بن جاتا اور اسے تسلی بخش سمجھتا لہٰذا اے بھائی تم کسی شیخ کے بتائے راستے پر چلو تا کہ وہ تمہیں ریاست کی محبت سے باز رکھے اور پھر تم یوں ہو جاؤ کہ خود تو پوشیدہ رہنا پسند کرو جب کہ دوسروں کو نمایاں کرو، ایسے مقام پر پہنچ کر تم اپنے کسی بھائی کی غیبت نہ سنو گے اور جب تک دنیا اور نمایاں ہونا پسند کرتے رہو گے تب تک اشارے کنائے سے اپنے بھائیوں کی خامیاں نکالتے رہو گے جس کی وجہ سے لوگ تم پر ناراض ہو جائیں گے، تمہاری یہ بزرگی ختم ہو کر رہ جائے گی اور جب بھی تم فقیری کا لباس پہنو گے تو دوسری جگہ سے پھٹ چکا ہوگا۔

میرے بھائی افضل الدین رحمہ اللہ کو دیکھا، وہ ایسے فقیر سے فرما رہے تھے جو اپنے مریدوں کو اپنے ساتھ چھوٹوں کی طرح لے جا رہا تھا کہ تم اس دنیا میں نمایاں ہونا چاہتے ہو جب کہ خود ابلیس اس میں چھپ کر رہنا چاہتا ہے اور اس نے

کہہ رکھا ہے کہ میں اس دنیا میں دکھائی نہیں دوں گا جس میں اللہ نے مجھے لعنتی بنا دیا ہے تو ایسی چیز جسے ابلیس چھوڑتا اور اسے پسند نہیں کرتا، تم اس سے کیسے محبت کرتے ہو؟

میں نے ان سے کہا کہ ہمیں ابلیس کے ساتھ ہر پسندیدہ کے بارے میں مخالفت کرنا ہوتی ہے کیونکہ وہ بری ہی چیز کو پسند کرتا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں صحیح ہے مگر میں نے یہ بات اسے ڈانٹنے کے لیے کی تھی جیسے ہم مسلمان کو اس کے اس عادت پر ڈانٹ دیتے ہیں جسے ہم کافر میں دیکھتے ہیں اگرچہ وہ اسے جائز نہیں جانتا جیسے ہم راہبوں کو دیکھتے ہیں کہ دنیا اور اس کی خواہشات سے الگ تھلگ رہتے ہیں جس پر ہم کہتے ہیں کہ ہم ان سے زیادہ حق رکھتے ہیں جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بڑے دھیان سے پاکیزہ چیزیں کھانے والے کو دیکھا تو بولے ''تم اپنے حصے کی پاک چیزیں اپنی دنیاوی زندگی میں فنا کر چکے۔'' حالانکہ یہ آیت اہل کتاب کے بارے میں آئی ہے۔ اسے ذہن نشین کرلو۔''

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اے اللہ کو چاہنے والے! اپنی شان ظاہر کرنے کا انتظام نہ کیا کرو، اس سے ہر کام بناوٹی بن جائے گا اور نہ یہ چاہو کہ لوگ تمہارے کمالات بیان کریں کیونکہ اگر ایسا ہوگیا تو اس سے بہت کم فائدہ اٹھا سکو گے پھر اللہ تعالیٰ تو سخت پکڑ فرماتا ہے اور اپنے سے دور کر دیتا ہے بلکہ چھپ کر رہنے کی پوری کوشش کرو کیونکہ یوں زور دار طریقے سے ظاہر ہو جاؤ گے اور اللہ کی طرف سے تم پر مہربانی ہوگی۔ یہ بات ذہن نشین کرلو اور اس پر عمل کرو، اس کے ذریعے تمہارا کھوٹ، حسد اور ایسی سب باطنی بیماریاں دور ہونگی جن کا لوگوں سے تعلق ہے اور وہی تمہیں ان کی چغلی کرنے پر ابھارتی ہیں اور لوگوں کو تمہاری چغلی کرنے پر ''اللہ تمہیں ہدایت دے۔''

❁ امام احمد نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو غیبت کے دوران بھائی کی عزت پر لگا ہوا الزام دور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ لازمی طور پر اسے جہنم سے بچا لیتا ہے۔''

❁ امام ترمذی کی مرفوع روایت میں ہے ''جو شخص اپنے بھائی کی عزت پر لگا ہوا الزام دور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جہنم کو اس سے دور رکھے گا۔''

❁ ایک اور روایت میں اتنا اور زیادہ ہے ''مومنوں کی امداد کرنا ہم پر لازم ہو چکا ہے۔''

❁ ابوداؤد وغیرہ نے یہ مرفوع روایت لی ہے ''جو شخص کسی تکلیف دینے والے منافق سے مومن کو بچائے گا تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجے گا جو قیامت کے دن اس کا جسم جہنم کی آگ سے بچائے گا۔''

❁ ابن ابی الدنیا نے مرفوعاً لکھتے ہیں ''جو شخص پیٹھ پیچھے کسی مسلمان بھائی کی مدد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی مدد فرمائے گا۔''

❁ امام ابوداؤد نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو مسلمان کسی ایسے مقام پر کسی مسلمان کی مدد کرتا ہے جہاں اس کی عزت کا نقصان ہو اور اس کا احترام نہ رہتا ہو تو اللہ تعالیٰ اچھے موقع پر اس کی مدد فرماتا ہے۔''

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 203

بھوکا پیاسا رہنے کی کوشش کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اکثر بھوکے رہا کریں تا کہ بہت دیر تک خاموش رہ سکیں اور وہ کلام نہ کرسکیں جس کے کرنے کا اللہ نے حکم نہیں فرمایا کیونکہ جو شخص پیٹ بھر کر کھاتا ہے تو وہ لازمی طور پر تکبر اور اکڑ میں گرفتار ہوگا جب کہ بھوکا یوں نہیں کرتا اور جسے میری اس بات میں شک ہو تو یوں تجربہ کرلے کہ کسی مالدار اور بہت سے قصیدے پڑھنے والے کو دو دن تک بھوکا رکھے اور کچھ نہ کھلائے اور پھر اس سے کہے کہ کچھ نہ کچھ گنگناؤ یا میں اور تم آپس میں ہنسانے والی باتیں کریں، اس بات کو وہ کبھی نہیں مانے گا تو جو شخص پیٹ بھر کر خاموش ہونا چاہے، وہ ایک محال کام کرنا چاہتا ہے۔ یہ کام دیکھنے میں آتا رہتا ہے اور پھر اس میں کسی شیخ کے بغیر پرہیز گار بننے والے فقیر غلطی کھاتے ہیں چنانچہ تم دیکھو گے کہ انہی میں سے کوئی ہر قسم کے من پسند کھانے پیٹ بھر کر کھاتا ہے (اکثر وہ کھانا ظالم ٹیکس والوں کا ہوتا ہے) اور پھر چپ رہنا چاہتا ہے اور کم بولنے کا ارادہ رکھتا ہے لیکن ایسا نہیں ہوسکتا۔

ایک دفعہ میں نے وہ شخص دیکھا جس نے اپنے آپ پر یہ بات لازم کرلی تھی کہ جب وہ چغلی کرے گا، اپنے آپ کو سزا دینے کے لیے ایک نصف (سکہ) فقیروں کو دیا کرے گا لیکن اس کے باوجود وہ اپنے آپ کو ہٹا نہ سکا تاہم ہر چغلی پر نصف دیتا رہا، آخر کار اس نے یہ تاوان دینا چھوڑ دیا اور غائب ہو جانے کا ارادہ کیا لیکن اگر وہ کسی طریقت والے سے ملاقات کرتا تو وہ اسے ایسی جگہ دکھاتا جہاں سے کم بولنے اور چغلی کم کرنے کا طریقہ آتا اور یہ بھوک ہوتی ہے جو حیلے نہیں بناتی اور دنیاوی کلام تو کیا، شرعی کلام کرنے کی ہمت بھی نہیں رہنے دیتی بلکہ حلال تو کیا حرام میں بھی بولنے نہیں دیتی۔

طریقت میں خاموشی ضروری ہے

بزرگوں نے خاموشی کو طریقت کا ضروری حصہ مانا ہے چنانچہ اس بارے میں یہ اشعار لکھے ہیں

''ولایت کے گھر کے تمام حصے تقسیم ہو چکے ہیں، اس گھر میں ہمارے سردار ابدال ہوتے ہیں۔

وہ حصے ہمیشہ چپ رہنا، دنیا سے الگ ہونا، بھوک اور جاگنا ہے جو پاکیزہ اور بلند مرتبہ چیزیں ہیں۔''

اور جوان چاروں میں سے ایک بھی چھوڑ دے تو طریقت میں اس کا حال پورا نہیں ہوسکتا جس سے معلوم ہوا کہ جو اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے، اسے کسی شیخ کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے راستے پر چلا کر من پسند چیزوں کی طرف جھکاؤ سے ہٹالے اور وہ اپنی خواہشوں پر قابو پانے والا بن جائے نیز اسے اپنی مرضی پر چلائے، اس مقام پر پہنچ کر اس کی گفتگو میں کمی آجائے گی اور وہ اس سے بددل ہو جائے گا جو اس کے پاس بے مقصد باتیں کرتا ہے لہٰذا اے بھائی کسی شیخ کی

ہدایت پر چلو تا کہ اس ہدایت پر عمل کر سکو ورنہ لازمی طور پر تم اس ہدایت پر عمل نہیں کر سکو گے۔ اللہ تمہاری ہدایت کا سامان پیدا کرے۔

میں نے ایسے بہت سے لوگوں سے ملاقات کی ہے جو بہت کم بولتے ہیں، ان میں شیخ الاسلام زکریا، شیخ علی خواص، شیخ محمد بن عنان اور شیخ محمد منیر رحمہم اللہ شامل ہیں چنانچہ ان کے ہاں ان کا وقت سرخ گندھک سے بھی زیادہ قیمتی ہوتا تھا۔ جو ان سے مسلسل کلام کرتا، اسے جھڑک دیتے اور اس بارے میں اس سے حیاء نہ کرتے اور یوں کہہ دیتے کہ چلے جاؤ کیوں کہ تم نے ہمارا بہت سا وقت ضائع کر دیا ہے۔

انہی شیخ الاسلام زکریا انصاری نے سلام کہنے اور مہینے کی مبارک دینے والے ایک آئے قاضی سے فرمایا تھا جو بولے جا رہا تھا اٹھ جاؤ کیونکہ تم شیطان کے بھیجے ہوئے ہو اور پھر زمین پر چھڑی مارتے ہوئے کہا اگر دوبارہ تم اس طریقہ سے آئے تو پھر میں تمہیں ادب سکھاؤں گا۔

میں نے آپ کے ہاں آپ کی رسالہ قشیریہ پر لکھی شرح مکمل طور پر پڑھی، بیس سال تک ان کی خدمت میں رہا لیکن میرے خیال میں اس دوران انہوں نے ایک بھی ایسا لفظ نہیں بولا جو علم یا ادب کے خلاف ہو، ایک دن انہوں نے یہ شعر پڑھے

"اے انسان! اپنی زبان کو سنبھالو کہ کہیں تمہیں ڈنگ نہ لے کیونکہ یہ بہت بڑا اژدہا ہوتا ہے۔
زبان کے ڈسے ہوئے بہت سے لوگ قبروں میں پہنچے ہوئے ہیں لہٰذا اس کے سامنے بہادر بھی ڈرتے ہیں۔"

آپ ہی نے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک واقعہ بتایا کہ آپ نے فرمایا تھا جب تک کوئی جائز مقام نہ ہو، ایک لفظ بھی نہ بولا کرو کیونکہ یہ کمان سے نکلا ہوا تیر ہوتا ہے اور جب تمہاری زبان سے کوئی لفظ نکل جاتا ہے تو تم پر قابو پالیتا ہے جب کہ تم اس پر قابو نہیں پا سکتے۔

جب میں نے آپ سے باب الصمت (خاموشی کے مسائل) پڑھا تو آپ نے فرمایا اے بیٹے! پہلے بزرگوں نے بہت مرتبہ بھوکا رہ کر زبان پر قابو پایا لیکن بہت سے لوگ اس پر اس لیے قابو نہیں پا سکے کہ وہ کسی شیخ کی ہدایت پر نہیں چلے جس کی وجہ یہ ہے کہ فقیر لوگ طریقت کی طرف جانا تو چاہتے ہیں لیکن اس کی راہ سے واقف نہیں ہوتے لہٰذا وہ اس شخص کی طرح ہوتے ہیں جسے دوا تو یاد ہوتی ہے لیکن بیماری میں استعمال کرنا نہیں جانتے لہٰذا اے بیٹے! طریقت ان سے سیکھو جو طریقت کو جانتے ہیں کیونکہ اللہ کی قسم، اے بیٹے! جب مصر میں ہوتے ہوئے طریقت کی تلاش شروع کی تو محلہ کبریٰ مصر میں سیدی محمد غمری کے ہاں پہنچا چنانچہ ان سے ذکر سیکھا اور اس مقصد کے لیے وہاں چالیس دن تک رہا جن کی وجہ سے مجھے بہت سارا فائدہ ہوا۔ میں نے ان سے کہا اے میرے آقا! کیا مصر میں کوئی ایسا شخص نہیں جو لوگوں کی راہنمائی کرے؟ انہوں نے فرمایا "ہاں شیخ بومدین موجود ہیں لیکن ان کا طریقہ چھپا ہوا ہے چنانچہ دنیا دار کھانے پینے، لباس اور ظاہری تھوڑے کاموں میں انکا پتہ نہیں چلا سکتے، میں تو چھوٹا تھا اور طریقت سے واقف نہ تھا جب کہ میرے پاس بہت بھوکا رہنے والے، عبادتگذار اور دنیا سے بہت دور رہنے والے موجود تھے ہاں سیدی محمد رحمہ اللہ کا مقام یہی تھا۔"

یہ وہ الفاظ ہیں جو انہوں نے مجھے بتائے۔ انہیں یاد رکھو اور ان کی چوکھٹ سے خاموشی کا طریقہ لو۔ اللہ تمہاری ہدایت کا بہانہ بنائے۔

❁ امام احمد، ترمذی، طبرانی اور ابن حبان نے مرفوعاً بتایا فرمایا ''دیر تک چپ رہنا سیکھو کیونکہ یہ شیطان کو دھتکارنے کا کام دیتا ہے اور تیرے دینی کاموں میں تمہارا مددگار ہے۔''

صحیفۂ ابراہیمی میں راہنمائی

❁ ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا کہ ''حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اترنے والے صحیفوں میں لکھا تھا عقلمند کے لیے ضروری ہے کہ زبان کو دل کی آنکھوں سے دیکھے، اپنی حالت کو دیکھتا رہے اور زبان کو قابو میں رکھے اور جب عمل کے مقابلے میں اپنی کلام کا حساب لگائے تو ضروری جگہ کے علاوہ اس کی کلام کم ہونی چاہئے۔''

❁ امام طبرانی وغیرہ کے مطابق حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ہاں ایک آدمی حاضر ہوا اور عرض کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمایئے، اس پر فرمایا کہ بھلائی والے کام کے علاوہ اپنی زبان کو قابو میں رکھو کیونکہ اس کی وجہ سے تم شیطان کے مقابلے میں جیت جاؤ گے۔''

❁ امام بخاری و مسلم کے مطابق حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! مسلمانوں میں سب سے افضل کون ہوتا ہے؟ فرمایا ''وہ مسلمان جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ بچ رہیں۔''

❁ انہی کی ایک اور روایت میں ہے ''مسلمان وہ ہوتا ہے کہ جس کی زبان اور دل سے مسلمان بچ جائیں۔''

❁ طبرانی کے مطابق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! کون سا عمل افضل ہوتا ہے؟ فرمایا وقت پر نماز پڑھنا، میں نے عرض کی کہ اس کے بعد کونسا ہوتا ہے؟ فرمایا وہ یہ کہ لوگ تیری زبان سے بچے رہیں۔''

❁ امام احمد اور ابن حبان نے بتایا کہ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیں جو مجھے جنت میں پہنچا دے، اس کے بعد حدیث ذکر کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا اگر ایسا نہ کر سکو تو اچھی بات کے علاوہ زبان روکے رکھا کرو۔''

❁ • ترمذی و بیہقی نے لکھا ہے کہ ''ایک آدمی نے عرض کی یا رسول اللہ! نجات کیا چیز ہے؟ فرمایا اپنی زبان اپنے قابو میں رکھو، تمہارا گھر کھلا ہو اور اپنے گناہوں پر رویا کرو۔''

❁ امام طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''اس شخص کو خوش رہنا چاہیے جو اپنی زبان کو قابو میں رکھے، اس کا گھر کھلا ہو اور وہ اپنے گناہ پر رویا کرے۔''

❁ طبرانی اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لے آیا تو نعمتیں لینے کے

لیے اچھی بات کرے یا پھر برائی کرنے سے بند ہو جائے تو بچ جائے گا۔''

طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص اپنی زبان پر دھیان رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی شرم کی بات ڈھانپ دیتا ہے۔''

میں کہتا ہوں، اس کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر شرم کی باتوں کو ڈھانپنا خاموشی کی بنا پر ہوتا ہے اور انہیں آگے بتا دینا کلام کے ذریعے ہوتا ہے چنانچہ ہر شخص کو اس کے کام کی شکل کے مطابق جزاء دی جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

طبرانی کی مرفوع روایت میں ہے ''کوئی مسلمان اس وقت تک ایمان کی حقیقت معلوم نہیں کر سکتا جب تک اپنی زبان کو بند نہ کر رکھے۔''

امام احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں ہے کہ ''نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''زبانوں کے بول کے علاوہ ایسی کوئی چیز نہ ہوگی جو لوگوں کو جہنم میں اوندھے منہ (یا فرمایا کہ ناک کے بل) گرا دے۔''

امام احمد کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے ''جب تک تم خاموش رہو گے، سلامت رہو گے اور جب بولو گے تو پھر فیصلہ یا تمہارے حق میں لکھا جائے گا یا اس کے خلاف۔''

ترمذی اور ابن ابی الدنیا نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''آدمی صبح کو اٹھتا ہے تو تمام اعضاء زبان کی ناشکری پر شکایت کرتے ہیں، کہتے ہیں ہمارے ساتھ سلوک میں اللہ سے ڈر کیونکہ ہم تمہارے ساتھ ساتھ چلتے ہیں، تو درست ہے تو ہم درست ہیں لیکن تو ٹیڑھی ہے تو ہم بھی بگڑ جاتے ہیں۔''

طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''ابن آدم کے اکثر گناہ، زبان کی وجہ سے ہوتے ہیں۔''

امام مالک اور بیہقی نے بتایا کہ ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی زبان باہر کھینچ کر فرماتے یہی وہ چیز ہے جو مجھ سے طرح طرح کے کام کراتی ہے۔''

اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 204

کسی مسلمان کو دھوکے سے بچانا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے دلوں کو دھوکے، فریب اور حسد وغیرہ سے بچانے کے لیے ایسی صورت لیں جس کی بنا پر ہم یہ مقام حاصل کر سکیں کیونکہ جس کا سینہ سلامت نہیں ہوتا، وہ تمام نیکیوں سے محروم رہ جاتا ہے۔

35

حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کا طریقہ

حضرت سیدی علی نبتیتی بصیر رحمہ اللہ (جو حضرت خضر علیہ السلام سے اکثر ملاقات رکھتے تھے) نے مجھے بتایا کہ حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات اور ان کی زیارت کے لیے تین طریقے ہیں

۱۔ اس پوری امت میں سے کسی ایک کے ساتھ برائی سوچنے سے دل محفوظ ہو۔

۲۔ سنت کے عین مطابق چلے اور بدعت کا کوئی کام نہ کرے۔

۳۔ اگلے دن کے لیے درہم اور روزی بچا کر نہ رکھے۔

اور جس شخص میں یہ تین چیزیں نہ پائی جائیں وہ خواہ جنوں اور انسانوں جتنی بھی عبادت کرتا رہے تو ان سے ملاقات نہیں کر سکے گا اور اگر دل کے سلامت نہ ہونے میں زمین میں دھنسنے اور عذاب آنے کا اندیشہ نہ ہو تو اس کے لیے سلامت نہ رہنا ہی بڑی بات ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''کیا وہ لوگ اس بات سے سلامت رہیں گے جنہوں نے برائیاں کیں کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے یا ان پر یوں عذاب اترے کہ انہیں پتہ بھی نہ چل سکے۔''

چنانچہ جو شخص رات یا دن کی کسی گھڑی میں کسی مسلمان سے فریب کرے یا اس کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے تو گویا وہ اس بات کے لیے تیار ہے کہ زمین اسے اپنے اندر لپیٹ لے۔

اس ہدایت پر عمل کے لیے بھی کسی نیک شیخ کی راہنمائی کی ضرورت ہے جو اس کے ہر تکبر کو دور کر دے اور اس کا دل یوں صاف ہو جائے کہ وہ فرشتوں تک جا پہنچے چنانچہ اپنے نفس کی طرح وہ کسی اور میں بھی عیب نہ دیکھے، وہ اس نامرد کی طرح ہو جائے جو قطعی طور پر ہمبستری کا مزہ جانتا ہی نہیں چنانچہ اگر اس سے کہا جائے کہ فلاں شخص ایک اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں گیا ہے تو اس کے خیال میں کبھی بھی یہ نہ آئے گا کہ وہ اس سے بدکاری کرے گا، جب کہ بے اولاد یا ہمبستری کا شوق رکھنے والا ایسا نہ سوچے گا کیونکہ وہ اس بات کو اپنے آپ پر قیاس کرے گا اور کہے گا کہ اس کا بدکاری سے بچنا دور کی بات ہے کیونکہ وہ اسے اپنے آپ پر قیاس کرتا ہوگا بشرطیکہ اسے تنہائی میں جانے کا موقع ملے۔

حضرت شیخ عبدالسلام رماصی رحمہ اللہ نے مجھے بتایا کہ جامع ازھر میں رہنے والے ایک بکواس کرنے والے شخص کی ضروری چیزیں جامع میں گم ہو گئیں جس پر اسے تعجب ہوا اور کہنے لگا کہ یہود و نصاریٰ تو اس جامع میں داخل ہی نہیں ہوتے جب کہ مسلمان چوری نہیں کرتے تو میری یہ چیزیں کون لے گیا؟ ایک شخص بولا کہ چوہا لے گیا ہوگا، اس نے کہا کہ ہاں صحیح ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ان بکواسیوں کے پاس ایک امانت ہے چنانچہ انہوں نے سب مسلمانوں کو یونہی سمجھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی شیخ کے مطابق نہیں چلتا، جیسے ہم نے بتایا تو لازمی طور پر وہ شیطانی اخلاق اپنائے ہوگا جو سارے کے سارے فساد ہیں۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بشری تمام صفات ہر شخص میں جمع ہوتی ہیں چنانچہ بڑوں میں وہی صفات ہوتی ہیں جو چھوٹوں میں ہوتی ہیں اور یونہی اس کا الٹ سمجھ لو لیکن خوبیاں بڑوں میں تو نظر آتی ہیں مگر چھوٹوں میں نہیں آتیں،

35

اسی لیے انہیں آگے بڑھنے کو کہا جاتا ہے، برائیاں چھوٹوں میں نظر آتی ہیں اور بڑوں میں پوشیدہ کر دی ہوتی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ولی بھی گناہوں میں گرفتار ہو سکتا ہے جبکہ کافر اسلام لا سکتا ہے۔ یہ وہ قاعدہ ہے کہ صرف انبیاء کرام علیہم السلام ہی سے الگ ہیں کیونکہ وہ خالص خوبیاں ہی خوبیاں ہیں، ان میں کوئی بھی برائی نہیں ہوتی۔

میرے بھائی افضل الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بندے کے دل کی سلامتی اسی وقت تک ممکن نہیں ہوتی ہے جب تک برے عمل کو دل سے صاف نہ کرے اور جب اس میں گرفتار ہو جائے، خواہ غفلت ہی میں، تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اس برائی سے پاک ہوگا جس میں کوئی اور شخص گرفتار ہو سکتا ہے "اللہ اپنے ہر معاملے میں غالب ہوتا ہے۔" واللہ غفور رحیم۔

❁ امام ترمذی کے مطابق حضرت انس رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا "اے بیٹے! اگر تم ایسا کر سکو کہ صبح و شام کسی بھی وقت تمہارے دل میں کسی کے بارے میں کھوٹ نہ ہو تو ایسا کیا کرو۔"

❁ امام احمد، نسائی، ابویعلیٰ اور بزار کے مطابق حضرت انس رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ہم رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا ابھی تمہارے پاس ایک جنتی شخص آ رہا ہے چنانچہ انصار میں سے ایک شخص آ گئے۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے یہ بات دوسرے، تیسرے اور چوتھے دن بھی فرمائی اور وہ آدمی آتا رہا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس کے پیچھے ہو گئے اور انہیں نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان سنایا، انہوں نے کہا اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں جب بھی رات کو بستر پر پہلو بدلتا ہوں تو اللہ کا ذکر کرتا ہوں اور نماز فجر تک اس کی بڑائی بیان کرتا رہتا ہوں البتہ اتنی بات ہے کہ میں کسی مسلمان کے خلاف دل میں نہ تو کھوٹ رکھتا ہوں اور نہ ہی کسی سے ایسی اچھی چیز پر حسد کرتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے اسے دے رکھی ہوتی ہے۔ اس پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا بس یہی چیز ہے کہ جس کی بنا پر تم اس مرتبے پر پہنچے ہو۔"

❁ ایک اور روایت میں ہے فرمایا "جب میں بستر پر آ کر لیٹ رہا ہوتا ہوں تو اس موقع پر میرے دل میں کسی کے متعلق کھوٹ نہیں ہوتا۔"

❁ ابن ماجہ اور بیہقی کی روایت یوں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ! کون سا شخص افضل ہوتا ہے؟ فرمایا جو مخموم القلب ہو اور بات کا سچا ہو، انہوں نے عرض کی کہ زبان کی سچے کو تم ہم جانتے ہی ہیں، یہ مخموم القلب کون ہوتا ہے؟ فرمایا یہ وہ شخص ہوتا ہے جو تقویٰ والا اور ستھرا ہوتا ہے، اس میں نہ تو گناہ ہوتا ہے اور نہ ہی سرکشی، نہ ہی کھوٹ ہوتا ہے اور نہ ہی حسد۔"

❁ ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ بتاتے ہیں فرمایا "میری امت کے ابدال لوگ زیادہ نمازوں، روزوں اد رصدقے دینے سے جنت میں نہیں جائیں گے، وہ تو اللہ کی رحمت کی بنا پر داخل ہوں گے، سخی ہوں گے اور ان کے دل سلامت ہوں گے۔"

❁ امام احمد اور بیہقی کی مرفوع روایت یوں ہے فرمایا "نجات اسے ملے گی کہ جس کے دل میں ایمان ہی ایمان ہوگا اور وہ اپنے دل کو صحیح سلامت رکھے گا۔" (الحدیث) واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 205

مسلمان بھائیوں کے ساتھ عاجزی سے پیش آنا

رسولِ اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے بھائیوں کے سامنے عاجزی دکھائیں اور وہ یوں کہ ہم ان کے مقام کے مقابلے میں اپنے آپ کو گھٹیا سمجھیں، اپنا مقام ان سے اونچا نہ سمجھیں اور ان کو کم مرتبہ بن کر دکھائیں جیسے حدیث کے لفظ تواضع سے پتہ چلتا ہے۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ جس پر عمل کرنے کے لیے یقینی طور پر کسی شیخ کی ضرورت ہے، اللہ کے فضل سے میں نے یہ مقام حضرت علی خواص رحمہ اللہ کے ذریعے حاصل کیا ہے چنانچہ میں اپنا مقام کسی بھی مسلمان سے اوپر نہیں جانتا خواہ وہ انتہائی گناہوں میں گرفتار کیوں نہ ہو اس اللہ کا شکر کرتا ہوں۔

میں نے اپنی کتاب البحر المورود فی المواثیق والعھود کی ابتداء میں عھود المشائخ کے اندر اسی ہدایت کا ذکر کیا ہے اور اس میں اس شخص کی علامتوں کا ذکر کیا ہے جس کے ذریعے وہ اس ہدایت کو اپنائے ہوتا ہے اور یوں اس کی عاجزی کا دعویٰ صحیح ہو جاتا ہے کیونکہ انسان عام طور پر زبانی تو کہہ دیتا ہے کہ میں چند لوگوں میں سے ہوں اور مٹی ہوں لیکن جب اسے کوئی شخص حقیر شمار کرتا یا اس کی خامی نکالتا ہے تو کھلی ہوتے ہوئے بھی یہ دنیا اسے تنگ نظر آنے لگتی ہے، ایسے میں اس کی یہ بات کہاں ہوتی ہے کہ میں چند لوگوں میں سے ہوں اگر وہ اس بات میں سچا ہوتا تو دیکھتا کہ نقص والے اس کا جو بھی نقص نکالتے پھریں، وہ اس سے بھی گھٹیا ہے جسے وہ جانتا ہوتا ہے کہ یہ اس کے خبیث نفس کی وجہ سے ہے۔

مصر میں مجھے بنیادی طور پر عاجزی کرنے والے کچھ لوگوں کا پتہ چلا، میں ان کی خدمت میں بیٹھا اور ان سے کچھ حاصل کیا، ان میں حضرت شیخ الاسلام نور الدین طرابلسی حنفی، شیخ شہاب الدین بن شعبی مفتی حنفی، شیخ ناصر الدین طبلاوی شافعی، شیخ ناصر الدین لقانی مالکی، شیخ الاسلام شیخ شہاب الدین بن نجار حنفی، شیخ نور الدین طندتائی شافعی اور شیخ شہاب الدین رملی رحمہم اللہ جیسے لوگ شامل ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے بارے میں اللہ نے میرے دل میں ڈالا کہ بنیادی طور پر عاجزی کرنے والے، میں اور اس میں بناوٹ نہیں۔

تواضع کرنے والے دونوں قسم کے لوگوں میں فرق یہ ہے کہ طبعی طور پر تواضع کرنے والا اپنے آپ کو سب سے گھٹیا سمجھتا ہے چنانچہ تم اسے اپنے آپ سے بڑھانا چاہو بھی تو وہ دل میں اپنے آپ کو نہیں بڑھاتا۔

ایک واقعہ میں میں نے خواب کے اندر نبی کریم ﷺ کی زیارت کی تو آپ نے حضرت شیخ نور الدین طندتائی کی تواضع کے بارے میں بتایا۔ واقعہ یہ ہوا کہ میں نے انہیں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں بالکل قریب بیٹھے دیکھا، باقی مشائخ ذرا دور تھے۔ اس پر ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ! ان کے اتنا قریب ہونے کی وجہ کیا ہے؟ حالانکہ یہ دوسروں

جتنا علم نہیں رکھتے ہیں اور نہ ہی اکثر درود پڑھتے ہیں؟ اس پر آپ نے فرمایا کہ ان کے اتنا قریب ہونے کی وجہ ان کی عاجزی ہے۔

رہے مصر کے دوسرے صوفیہ تو ان میں سے اتنی تواضع والا کوئی نہیں دیکھا جتنا حضرت شیخ ابراہیم ذاکر تھے۔ یہ جامع طولون سے قریب ''جاولیہ'' میں رہتے تھے۔

امام ابوالقاسم جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بڑے عارفوں میں سے احمد رحمہ اللہ اس وقت تک تواضع کرنے والے لوگوں کے مرتبہ کو نہیں پہنچے جب تک انہوں نے یہ نہیں سمجھا کہ وہ صرف رحمت کی بناء پر اس درجہ تک پہنچ سکتے ہیں، اللہ کی رحمت ان پر صرف اس کا کرم تھا۔ واللہ غفور رحیم۔

❁ مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی فرمائی ہے کہ تم ایسے عاجز بن جاؤ کہ تم میں سے کوئی بھی دوسرے پر فخر نہ کرے اور نہ ہی کسی اور پر زور ڈالے۔''

❁ مسلم اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''صدقہ دینے سے مال نہیں گھٹتا اللہ کسی کو معافی دیتا ہے تو اس کی عزت بڑھتی ہے اور جب بھی کوئی عاجزی شروع کرتا ہے تو اللہ اس کا مرتبہ بڑھا دیتا ہے۔''

❁ طبرانی لکھتے ہیں ''جو گھاٹا سمجھے بغیر تواضع کرتا ہے اور مانگے بغیر اپنے آپ کو گھٹیا سمجھتا ہے تو اسے خوشی ہونی چاہئے۔''

❁ ترمذی اور نسائی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''وہ شخص جنت میں جائے گا جو فوت ہونے پر تکبر، بڑائی اور قرض سے بچا ہوا ہو۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے؛ فرمایا ''جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی خاطر عاجز ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا مرتبہ بڑھا دیتا ہے اور جو اس سے اوپر ہونے کی کوشش کرے، اسے نیچے گرا دیتا ہے۔''

❁ ایک اور روایت یوں ہے ''جو شخص عاجزی کے روپ میں بڑا بنے، اللہ اسے گراتا ہے اور جو اللہ سے ڈر کر عاجزی کرے وہ اسے بلند مرتبہ کرتا ہے۔''

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 206

اللہ کے سامنے سچائی کا معاملہ کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اللہ اور اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ اپنی بات چیت، کاموں اور ہر دعوے میں سچائی کا معاملہ کیا کریں اگرچہ ہمارا یہ سچ اپنے علاوہ دوسرے اولیاء اور نیک لوگوں کے مقابلے جھوٹ کی سی حیثیت رکھتا ہے۔

صوفیہ مشائخ کا اس بات پر اکٹھ ہے کہ سچائی تلوار جیسی ہوتی ہے اور وہ جس چیز پر بھی رکھ دی جاتی ہے اس پر اثر کر جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا، ہمیں یوں کہنا چاہیے، ہم اللہ، اس کے رسول اور تمام مسلمانوں سے محبت کرتے ہیں اور وہ اتنی کہ اللہ تعالیٰ نے جسے ہمارے دل میں ڈالا ہے لیکن یہ بات امام غزالی کے اس قول کے خلاف جاتی ہے جو انہوں نے کسی سے لے کر لکھی ہے کہ جب تم سے یوں پوچھا جائے کہ تم اللہ سے محبت کرتے یا اس سے خوف کھاتے ہو؟ تو چپ رہو کیونکہ اگر تم ہاں کہو گے تو جھوٹ بولو گے کیونکہ تمہاری ایسی باتیں محبت والوں جیسی نہیں ہیں اور نہ ہی اس سے خوف رکھنے والوں جیسی ہیں اور اگر انکار کرو گے تو کافر بن جاؤ گے لہٰذا بہتر وہی ہے جو ہم نے ذکر کر دیا ہے چنانچہ خوف، امید، تقویٰ، زھد اور پرہیزگاری کے ہر مقام میں اللہ کی طرف سے ہر مسلمان انسان کا حصہ ہوتا ہے لیکن جب وہ اپنے سے اوپر والے کا مقام دیکھتا ہے تو دل ہی میں فیصلہ کر لیتا ہے کہ اس نے اپنے سے اوپر والے کے مقابلے میں اس مقام کا مزہ نہیں لیا اور جب تم سے پوچھا جائے کہ کیا اللہ کا خوف رکھتے ہو؟ تو یوں کہو کہ ہاں اتنا رکھتا ہوں جتنا اس نے میرے دل میں پیدا کر رکھا ہے، جب یہ کہا جائے کہ کیا تم اللہ سے محبت کرتے ہو؟ تو کہہ دو کہ ہاں اتنی محبت رکھتا ہوں جتنی اس نے میرے دل میں پیدا کر دی ہے، اگر پوچھا جائے کہ کیا تم دنیا میں پرہیزگاری اور زھد کرتے تھے؟ تو کہو کہ ہاں جتنی اس نے میرے دل میں رکھی ہوئی ہے پھر یونہی اور مثالیں بھی دیکھو۔ اسے ذہن میں رکھو کہ یہ بات بڑی نفیس ہے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ علماء نے صرف اس جھوٹ کو سچ لکھا ہے جو وہ بیوی سے بولتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ اس کے نقصان کے مقابلے میں زیادہ محبت رکھتا ہے اور وہ جھوٹ جو لوگوں میں صلح کراتے وقت بولتا ہے کہ فلاں (مخالف) شخص تم سے محبت رکھتا ہے حالانکہ اسے علم ہوتا ہے کہ وہ اس سے دشمنی رکھتا ہے اور یہ چیز حضور ﷺ کی اس حدیث کے معنیٰ میں داخل ہے "جب لوگ آپس میں دور دور ہو جائیں تو انہیں قریب کر دو۔" پھر اس حدیث میں ہے "جو لوگوں میں صلح کراتا ہے، وہ جھوٹا نہیں ہوتا، وہ بہتر بات کرے گا یا بہتری بڑھائے گا۔"

قیامت میں سچائی کے بارے میں کیوں پوچھا جائے گا

اگر یہ پوچھا جائے کہ پھر اس آیت کا مطلب کیا ہوگا؟ "وہ سچ والوں سے ان کی سچائی کے بارے میں پوچھے گا۔" کیونکہ اللہ نے سچائی کا نام لیا ہے تو پھر اس کے بارے میں کیوں پوچھے گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں غیبت اور چغلی کے بارے میں پوچھنے کا ذکر ہے اور وہ اس وقت جب آدمی زیادتی کئے بغیر ویسی ہی کلام نقل کر دیتا ہے جیسے سنی ہوتی ہے اور بھلائی کو بتاتے ہوئے برائی شامل کرتا ہے تو ایسی بات اگرچہ سچی ہے لیکن اس بارے میں اس سے پوچھا جائے گا اور اس پر اس کی پکڑ بھی ہوگی چنانچہ ہر سچی بات حق نہیں ہوتی کیونکہ سچائی تو واقع ہو چکی ہوتی ہے جب کہ حق وہ ہوتا ہے جسے کرنا واجب ہو اور یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ غیبت اور چغلی اگرچہ سچ ہوں، ان کا کرنا جائز نہیں کیونکہ ہر سچ کا کرنا جائز نہیں ہوتا اور اسے حق کے خلاف ذکر نہیں کیا جاتا۔ اسے ذہن میں رکھو۔

علماء کا اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے جس سے ایسی چیز پوچھی جائے جس میں کسی مسلمان کو تکلیف پہنچے

(جیسے ہم سے کوئی ظالم شخص پوچھے کہ فلاں شخص کہاں ہے اور اس کا مطلب اس سے مال لینا یا مارنے جیسا ظلم ہو) کہ اسے سچا کہا جائے یا وہ اسے چھپانے کے لیے یوں کہے کہ مجھے اس کے راستے کا علم نہیں چنانچہ علماء کے گروہ دونوں قول نقل کئے ہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ اس کا جھوٹ جائز ہے بلکہ یہاں بولنا واجب ہے۔

حضرت شیخ شہاب الدین بن اقیطیع برلسی رحمہ اللہ کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا، وہ کپڑا بن رہے تھے کہ ایک چور آپ کے پاس آیا، حاکم کے اہلکار اسے تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ اس چور نے کہا کہ مجھے چھپا لیجئے۔ آپ نے کہا کہ میرے پاؤں والی جگہ میں داخل ہو جاؤ، وہ داخل ہو گیا۔ اتنے میں اہلکار آ گئے اور شیخ سے پوچھا کہ کیا تم نے فلاں شخص دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ انہوں نے پوچھا کہاں ہے؟ آپ نے کہا کہ میرے پاؤں کے نیچے۔ اس پر ہنسے اور انہیں چھوڑ گئے۔ آپ نے چور سے کہا کہ جان چھوٹ گئی۔

میں کہتا ہوں کہ یہ کام اسے جائز ہے جسے خدائی طاقت ملی ہو لیکن جو ایسا نہیں کر سکتا تو اس کے لیے جائز نہیں تا کہ ظالم لوگ اس کی ایسی کلام سے کسی کو نقصان نہ پہنچائیں کیونکہ اس کا گناہ اس کے ذمہ ہوگا۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جن کے دل کی آنکھیں کھول دیتا ہے، وہ لوگوں کو سزائیں دینے والوں کا گروہ دیکھ لیتا ہے جیسے وہ فرشتے جو لوگوں کو آخرت میں کھینچ کر جہنم میں لے جائیں گے چنانچہ جیسے ان فرشتوں کے ذمے کوئی گناہ نہیں لگتا اور ان کا گھیراؤ نہیں کیا جاتا ویسے ہی دنیا میں موجود حکمرانوں کے سپاہی ہوتے ہیں اگر چہ شریعت انہیں برا جانتی ہے۔

یہ اللہ والوں کی نظر ہوتی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ دنیاوی سپاہیوں کو برا نہ جانتا تو اللہ والوں کو انہیں برا کہنے کی اجازت نہ ہوتی۔ اسے ذہن نشین کر لو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس سلسلے میں وہ حدیث بھی سامنے رکھو جس میں اللہ تعالیٰ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے دو ساتھیوں کی توبہ قبول کی تھی، اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے، اس میں یہ ذکر ہے کہ جب آپ کے علاوہ کسی اور نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے معذرت کی تو آپ نے قبول فرمالی تو حضرت کعب نے بھی عرض کی یا رسول اللہ! میں جب آپ سے پیچھے رہ گیا تھا تو بہانہ یہ تھا کہ میں نہ طاقتور تھا اور نہ ہی مجھ جیسا کوئی خوشحال (الحدیث)

- امام احمد، ابن حبان، حاکم اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے ''مجھے چھ چیزوں کے بارے میں ضمانت دیدو، میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں کہ جب بھی بات کرو، سچ بولو۔''
- ابو یعلیٰ اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''تم میری چھ باتیں قبول کر لو تو میں یہ بات قبول کرتا ہوں کہ تمہیں جنت ملے گی ایک یہ کہ جب تم میں سے کوئی بولا کرے تو سچ بولا کرے۔''
- امام ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو بات تمہیں شک میں مبتلا کرے، اسے چھوڑ کر دوسری بات پر توجہ دو کیونکہ سچ میں سکون ہوتا اور جھوٹ میں بے چینی پائی جاتی ہے۔''
- ابن ابی الدنیا وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''سچ بولنے کی کوشش کرو اور اس میں تمہیں ہلاکت دکھائی

دے تو (آخرکار) نجات اسی میں ہوگی۔"

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوعا لکھا ہے فرمایا" سچائی پر قائم ہو جاؤ کیونکہ یہ نیک کام ٹھکانے تک لے جاتی ہے اور نیکی جنت کی راہ پر ڈالتی ہے اور بندہ جب سچ بولتا اور سچائی کی کوشش کرتا ہے تو اللہ کے ہاں سچا لکھ دیا جاتا ہے۔"

❁ امام احمد نے مرفوعا لکھا ہے فرمایا" جب آدمی سچ بولتا ہے تو بھلائی کرتا ہے اور بھلائی میں اسے امن ملتا ہے اور امن کی صورت میں وہ جنت میں جائے گا۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 207

تکلیف دینے والی چیز کو راستے سے دور کر دینا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کے راستے میں سے ہر ایسی چیز ہٹا دیں جو محسوس ہوتی ہو یا باطنی ہو چنانچہ پہلی چیز تو ہر ایک جانتا ہے جب کہ دوسری سے مراد وہ شبہ دور کرنا ہے جو لوگوں کے عقیدوں میں شامل ہو جاتا ہے او رہمیں حکم ہے کہ ان عقیدوں میں فساد کو اس طریقے سے ختم کریں جیسے اللہ نے ہمیں حقیقتوں کے واضح دکھانے کے طور پر بتایا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس پر ہمیں اس شخص کی طرح کا ثواب دے گا جو محسوس ہونے والی تکلیف کو راستے سے دور کرنے پر دیتا ہے جیسے پتھر اور کانٹا ہوتا ہے۔

جو اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے اسے ایسے شیخ کی راہنمائی پر چلنے کی ضرورت ہے کہ جس سے بڑھ کر اللہ کی پہچان رکھنے والا اور کوئی نہ ہوتا کہ وہ اس شبہ کو دور کر سکے جو عام لوگ تو کیا، اہل فکر بڑے بڑے علماء کے عقائد میں شامل ہو چکا ہو۔

میں نے اس کے لیے کتابچے کی شکل میں ایک پیمانہ لکھا ہے جس کے ذریعے وہ بہت سے اشکال دور کرنے کی کوشش کی ہے جو اسلامی فرقوں میں پائے جاتے ہیں جیسے فرقۂ جبریہ اور معتزلہ پھر ایک اور پیمانہ لکھا ہے جو اس شبہ کو دور کرتا ہے جو بندے کو اللہ کی پہچان کے بارے میں پیش آتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بندے پر یہ بوجھ بالکل نہیں ڈالا کہ وہ اس کی پہچان یوں کرے جیسے خود وہ اپنے آپ کو پہچانتا ہے کیونکہ خود اللہ تعالیٰ کا علم ایسا ہے جو اسی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے، اسے اللہ کا کوئی فرشتہ جانتا ہے اور نہ ہی نبی و رسول کیونکہ اگر یہ لوگ وہ علم رکھتے جو اس میں اس کے برابر ہو جاتے جس کے بارے میں اہل اسلام تو کیا کوئی بھی امت قائل نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ کسی تعریف، حقیقت، فصل اور جنس (علم منطق و فلسفہ وغیرہ کے الفاظ میں) میں اکٹھا نہیں ہے لہٰذا اے بھائی آیات و احادیث میں اللہ تعالیٰ کی جو بھی تنزیہ (اللہ کو ہر عیب سے پاک قرار دینا) آئی ہے، اسے اس کے ذاتی علم کے مرتبہ کی طرف موڑ دو (یعنی یہ

کہو کہ وہ خود اپنے علم میں اپنے آپ کو ہر عیب سے پاک سمجھتا ہے) اور آیات و احادیث میں آنے والی ان تمام صفات کو اللہ کی مخلوق کے علم کے سپرد کرو جن کا ظاہر اللہ سے تشبیہ دینا (اللہ جیسا کہنا) ہے اور لوگوں کو اس کی وضاحت کی ضرورت اس گمان کی بنا پر پڑی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس تنزیہ کا مرتبہ ذہن میں رکھنے کی تکلیف دی جسے وہ سمجھتے نہ تھے ورنہ اگر وہ جانتے کہ تنزیہ اللہ ہی کی ہوسکتی ہے تو اس کی وضاحت نہ کرتے بلکہ انہیں اس بات پر ایمان لانا ہی کافی تھا کہ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (اس جیسا کوئی نہیں)۔

(نوٹ تنزیہ و تشبیہ صوفیہ کا ایک اہم مسئلہ ہے، ابن عربی رحمہ اللہ نے خصوص الحکم میں اسے بنیاد بنا کر کئی انفرادی باتیں لکھ دی ہیں)۔ چشتی

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر رحمت کی وجہ سے ان صفات کے ذریعے اپنی مخلوق کی عقلوں کے قریب ہوتا ہے جن میں ذرہ بھر بھی تشبیہ پائی جاتی ہے تاکہ وہ ان صفات سے مطلب نکال سکیں، پھر وہ صفات الگ ہو جاتی ہیں جنہیں اپنی عقلوں کے ذریعے وہ ایک کیفیت قرار دینا چاہتے ہیں کہ یہی حق ہے اور چاہتے ہیں کہ ان کے پاس صرف تنزیہ کا علم رہ جائے جو اصل ہے (اور تشبیہ اس کی ایک شاخ)

صفات کے بارے میں ہم نے کہا ہے کہ "جن میں ذرا بھر بھی تشبیہ پائی جاتی ہے" کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کبھی بھی "تشبیہ" کا تعلق جوڑا نہیں جا سکتا جیسے اس کے لیے "کیفیت و حالت" کا لفظ نہیں بولا جا سکتا جس کی وجہ یہ ہے کہ کیفیت بنانا اس وقت صحیح ہوسکتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی تجلی تنزیہ سے بھی زیادہ عقلوں اور دلوں کے قریب ہو جائے اور یہ محال ہے چنانچہ اللہ کی تمام تجلیاں آسمانی بجلی کے ایک لمحہ کی طرح ہوتی ہیں اور دیکھنے والے کے سامنے ٹھہرتی نہیں کہ وہ ان کی حالت یا کیفیت دیکھ سکے اور پھر اگر اہل عقل کے سامنے کیفیت کا وجود مان بھی لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ اللہ سے جاہل ہیں (کہ کیفیت میں مصروف ہو گئے) کیونکہ اس کی تجلی تو دائمی اور دیر تک رہنے والی ہوتی ہے اور اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ انسان گذشتہ کا علم رکھتا ہے تو آئندہ کو پہچان نہیں سکے گا۔

عارف لوگوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ایک ہی صفت میں کئی بار تجلی نہیں فرماتا اور اس بات پر ان کا اکٹھ ہے کہ اللہ تعالیٰ وجود میں آنے والی ہر آسمانی اور زمینی چیز کو پیدا کرنے والا ہے اور پھر اس بات پر بھی سب اکٹھے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور اسے کسی نے پیدا نہیں کیا اور جو خالق ہو، مخلوق نہ ہو، اسے پہچانا نہیں جا سکتا اور جو ہماری اس بات میں شک کرتا ہے اسے کوئی ایسی مخلوق دکھانا ہوگی جسے اللہ تعالیٰ نے محسوس اور معنوی طور پر پیدا نہ کیا ہو یعنی جسے تصویر بنانے والی طاقت ایک شکل دیتی ہے لیکن وہ نہیں دکھا سکے گا تو پھر وہ اللہ کی صورت کیسے بتائے گا لہٰذا اللہ کو حق پہنچتا ہے کہ وہ عقل والے لوگوں پر ایسے تمام مصارف لوٹا دے جنہیں انہوں نے اپنی عقلوں کے ذریعے حاصل کیا ہوا اور پھر ان سے فرمائے کہ تم لوگوں نے میری پہچان کرنے کا حق ادا نہیں کیا۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص دل کی آنکھوں کے علاوہ سوچ بچار کے ذریعے اللہ کی پہچان کرنا چاہے تو اسے لازمی طور پر شبہ رہے گا جسے دل کی آنکھوں کے ذریعے نکالا جا سکتا ہے۔

علم کلام والوں کی محرومی کا سبب

میں نے اپنے بھائی افضل الدین رحمہ اللہ سے سنا، فرمایا ابلیس نے علمِ کلام (عقائد کا علم) والوں کو تاویل کرنے پر لگا دیا ہوتا ہے تاکہ وہ انہیں غیب پر مکمل ایمان لانے سے محروم کر دے اور اس کی صورت یہ ہے اللہ تعالیٰ نے یہ تکلیف دی ہے کہ پورے طریقے سے اس چیز پر ایمان لائیں جو اللہ کی طرف سے اتری ہے، اور اس چیز پر عمل کا حکم نہیں دیا جو انہوں نے عقلی تشریح کے دوران نکالی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''رسول (ﷺ) اس چیز پر ایمان لائے جو ان کے رب کی طرف سے ان پر اتاری گئی'' پھر یوں فرمایا ''اس پر عمل کرو جو ہم نے اتارا۔''

اس بارے میں ہم نے اپنی کتاب فصوص الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر میں کھلے طریقے سے بحث کی ہے، یہ ایک موٹی جلد والی کتاب ہے لہٰذا اسے دیکھو، اس میں اللہ کے فضل سے وہ کچھ بیان کیا گیا ہے جو علم کلام والے علماء کی کتابوں میں نہ مل سکے گا، یہ نرا دعویٰ ہی نہیں بلکہ سچی بات ہے۔

اس مسئلہ کی وضاحت یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی کلام پیدا فرمائی ہے، حقیقی طور پر ہر لحاظ سے اس جیسی کوئی اور کلام نہیں ہو سکتی کیونکہ حقیقی طور پر کسی شے کی مثل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کلاموں میں سے ایک کلام حرفوں اور معنیٰ کی بنا پر دوسری کلام سے زیادہ نہ ہو سکے لیکن ان دونوں میں سے ایک کا دوسری پر زیادہ یا کم ہونا لازمی ہوتا ہے چنانچہ دوسری کی مثل ہونا ذہن میں تو موجود ہے لیکن کسی اور جگہ موجود نہیں لیکن اسے وہی جان سکتا ہے جسے یہ معلوم ہو کہ اس پر کیا حکم لاگو ہے چنانچہ ہر وہ کلام جسے انسان بولتا ہے، اس کے بارے میں یہ کہنا صحیح ہے کہ آج تک ایسی کلام کسی اور نے نہیں کی۔ اسے ذہن نشین کر لو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁ بخاری و مسلم نے مرفوعاً روایت کی ہے فرمایا ''ایمان کے ساٹھ سے کچھ اوپر (یا فرمایا کہ ستر) حصے، میں جن میں سب سے کم یہ ہے کہ انسان راستے سے تکلیف دینے والی چیز اٹھا دے اور سب سے بہتر حصہ لا الہ الا اللہ کہنا ہے۔''

حافظ منذری فرماتے ہیں کہ تکلیف دینے والی چیز سے مراد ہر وہ چیز ہے جو پیدل جانے والے کو تکلیف دے جیسے پتھر، کانٹا، ہڈی اور پلیدی وغیرہ۔

❁ مسلم اور ابن ماجہ کے مطابق حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ بتایا کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے ایسی چیز سکھا دیجئے جس سے میرا فائدہ ہو، فرمایا ''مسلمانوں کے راستے سے تکلیف والی چیز ہٹا دو۔''

❁ بخاری و مسلم نے ایک لمبی حدیث میں لکھا ہے فرمایا ''راستے سے تکلیف والی چیز ہٹا دو تو یہ صدقہ ہے۔''

❁ ابن خزیمہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''تم بھلائی کا حکم دو اور برائی سے روکو تو یہ صدقہ ہے اور راستے سے پلیدی ہٹانا بھی صدقہ ہے۔''

❁ ابن حبان اور بیہقی کی روایت یوں ہے ''تم پتھر، کانٹا اور ہڈی کو راستے سے ہٹا دو تو صدقہ ہے۔''

❁ امام طبرانی کے علاوہ بخاری نے الادب المفرد میں لکھا ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بتایا میں کسی راستے

میں حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا کہ ہم ایک تکلیف دینے والی چیز سے گذرے جسے انہوں نے راستے سے دور کر دیا پھر خود میں نے ویسی ہی دیکھی تو اسے دور کر دیا، انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا اے بھائی! ایسا تم نے کس وجہ سے کیا ہے؟ میں نے عرض کی چچا جان! میں نے آپ کو یوں کرتے دیکھا ہے تو ویسا ہی میں نے کر دیا ہے، انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرمایا ''جو شخص مسلمانوں کے راستے سے تکلیف والی چیز ہٹا دے تو اس کے لیے ایک نیکی لکھی جائے گی اور جس کی یہ نیکی قبول کر لی گئی، وہ جنت میں جائے گا۔''

❁ طبرانی کی روایت یوں ہے ''جس کے پاس ایک نیکی ہو، وہ جنت میں جائے گا۔''

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں ایک بڑی خوشخبری ہے کہ ایک نیکی قبول کرنے سے اللہ کا کرم ہٹ نہیں سکتا۔ ''الحمد للہ رب العالمین۔

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''کسی انسان نے راہ چلتے ہوئے کہیں کانٹے دار ٹہنی دیکھ کر اسے ایک طرف کر دیا جس پر اللہ نے اس کی یہ کوشش قبول کرتے ہوئے اسے بخش دیتا ہے۔''

❁ مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے فرمایا ''میں نے جنت میں ایک ایسے شخص کو دیکھا جسے ہر طرف سے نعمتیں مل رہی تھیں، نعمتیں ملنے کا سبب وہ درخت تھا جسے مسلمانوں کی تکلیف میں دور کرنے کے لیے اس نے عین راستے کے درمیان سے کاٹ دیا تھا۔''

❁ امام ابو داؤد مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''ایک شخص عین راستے میں موجود ٹہنی کے پاس سے گذرا اور کہنے لگا اللہ کی قسم میں اسے مسلمانوں کے راستے سے دور کر دوں گا تا کہ انہیں تکلیف نہ دے سکے تو اسی بنا پر اسے جنت میں داخل کر دیا گیا۔''

❁ ابو داؤد کی مرفوع روایت یوں ہے فرمایا ''ایسا شخص راستے سے گذرا جس نے کوئی نیک کام نہ کیا ہوا تھا اور پھر اس نے راستے سے کانٹوں والی ٹہنی ہٹا دی (یہاں راوی نے کہا) جو ایک درخت سے لگی ہوئی تھی (یا کہا کہ راستے میں پڑی تھی) چنانچہ اسے راستے سے ہٹا دیا تو اللہ نے اس کی یہ کوشش قبول کرتے ہوئے اسے جنت میں داخل کر دیا۔''

❁ امام احمد اور ابو یعلیٰ کے مطابق حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ایک درخت تھا جس کی وجہ سے لوگوں کو تکلیف پہنچتی تھی، ایک آدمی نے آکر اسے وہاں سے دور کر دیا جس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے جنت میں اسے دیکھا کہ وہ اس درخت کے سائے تلے مزے سے بیٹھا ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

میں کہتا ہوں لوگ جب حج کرنے آئیں تو انہیں چاہیے کہ راستے میں وادی خروبہ، عقیق اور بساتین القاضی کے مقام سے کیکر کے درخت کاٹ دیا کریں کیونکہ اونٹوں کا بوجھ عام طور پر انہی درختوں کے ساتھ اڑ جاتا ہے اس لیے عرب لوگ جب ان کی شاخیں کاٹتے ہیں تو ان کا کچھ نوکوں جیسا حصہ باہر نکلا رہ جاتا ہے جس سے رات کے وقت کسی بوڑھی اور کمزور خاتون کا سامان اٹک کر ٹوٹ سکتا ہے چنانچہ جب حضرت شیخ عبداللہ غمری ۹۲۷ھ کو حج کرنے آئے تو ان کا سامان بھی خروبہ میں ایک شاخ سے اٹک گیا چنانچہ انہوں نے واپسی پر اسے کاٹنے کے لیے کلہاڑا خریدا تھا لیکن جب بدر کے مقام

پہنچے تو انہیں موت نے آلیا تھا چنانچہ وہ فوت ہو گئے تاہم اللہ تعالیٰ نیت کی بنا پر اپنے بندے کو ثواب عطا فرما دیا کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 208

تکلیف دینے والے جانوروں کو مارنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم چھپکلی، سانپ، بچھو او مسلمانوں کو تکلیف دینے والی ہر چیز کو مناسب طریقے سے مار دیا کریں اور یونہی کسی بڑھیا کی سوئی تک کو ہٹا دیا کریں جو چیر کر جسم میں داخل ہو جاتی ہے، رہے سانپ تو اس بارے میں ذرا تفصیل پائی جاتی ہے جو آگے چل احادیث میں آ رہی ہے چنانچہ حضرت وھب بن منبہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ ان سے چھپکلی مار دینے میں کیا حکم ہے؟ جس پر آپ نے مارنے کی وجہ سے اس کی زہر بتائی اور پھر زہر کی علامت یہ بتائی کہ جب اسے مار دیا جاتا ہے تو اس کی دم کچھ دیر تک تڑپتی رہتی ہے۔

نارِ نمرود میں چھپکلی کا کردار

علاوہ ازیں ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے جلائی گئی نمرودی آگ کو یہ پھونکیں مارتی رہی تھی اور جب اس سے اس کی وجہ پوچھی گئی کہ اس کمزوری کے باوجود اس کی پھونکوں سے کیا بگڑے گا تو اس نے کہا تھا میں جانتی ہوں کہ میری پھونکیں کمزور ہیں لیکن چونکہ انہوں نے ہمارے بت توڑ دیئے تھے، اس لیے میں اپنا غصہ نکال کر دکھانا چاہتی ہوں۔

میں نے یہ روایت کسی کتاب میں یونہی لکھی دیکھی اور آگے چل کر ابن حبان اور نسائی کی روایت میں ان الفاظ کے علاوہ یہ مسئلہ آ رہا ہے جو اس کی تائید بنتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بچھو اور سانپ کاٹے کا بہترین علاج

اے بھائی! میں تمہیں بہت زیادہ فائدے کی ایک بات بتا رہا ہوں کہ جب (خدانخواستہ) تمہیں بچھو ڈس لے تو پاخانہ کی جگہ کے ارد گرد زیتون کا تیل لگا دو (یا جو بھی تیل مل جائے) اس سے فوری طور پر جلن بند ہو جائے کیونکہ ہم بارہا اس کا تجربہ کر چکے ہیں اور جب کبھی عام سانپ یا اژدھا ڈنگ مار دے اور کوئی پاک دوائی نہ مل سکے تو سات ماشہ کی مقدار

میں اپنا یا اور کا خشک یا تر پاخانہ ہو اور پانی میں ملا کر اس کے ڈنگ کی جگہ لگا دو، اس سے بدن کی ساری زہر ایک جگہ جمع ہو جائے گی اور اکٹھی ہو کر تے کے ذریعے نکل جائے گی۔ ہم نے اس کا بھی تجربہ کیا ہے اور دیکھا ہے کہ اس سے فوراً شفا ہو جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

چھپکلی کو پہلی، دوسری یا تیسری ضرب سے مارنے کا حکم

❀ مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص پہلی ہی ضرب سے چھپکلی کو جان سے مار ڈالے تو اسے اتنا اتنا ثواب ملے گا، جو دوسری ضرب سے مارے تو اسے اس سے کم ثواب ہوگا اور جو تیسری ضرب سے مارے تو اسے دوسری مرتبہ سے کم ثواب ملے گا۔''

❀ مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ ''جو شخص پہلی ہی ضرب میں چھپکلی مار ڈالے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے سو نیکی لکھ دے گا، دوسری ضرب میں اس سے کم ثواب ہوگا اور تیسری سے مارنے میں اس سے بھی کم ہوگا۔''

❀ مسلم اور ابوداؤد کی روایت میں ''پہلی ضرب سے مارنے پر ستر نیکیاں ملنے کا لکھا ہے۔''

❀ ابن حبان اور نسائی کی روایت یوں ہے کہ ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ایک نیزہ تھا جو چھت میں رکھا ہوا تھا جس سے آپ چھپکلی کو مار دیا کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بتایا جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا گیا تو چھپکلی کے علاوہ ایسا کوئی جانور نہ تھا جس نے آگ بجھانے کی کوشش کی ہو، یہ پھونکیں مارتی تھی لہٰذا آپ نے ہمیں حکم فرمایا کہ اسے قتل کر دیا کرو۔''

حافظ منذری فرماتے ہیں کہ اس سے مراد بڑی چھپکلی (نر) تھی (جسے پنجابی میں کوڑھ کرلا کہتے ہیں)۔

❀ امام بخاری کے مطابق حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں ''رسولِ اکرم ﷺ نے چھپکلیوں کو جان سے مارنے کا حکم فرمایا اور فرمایا تھا کہ ''یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے جلائی گئی آگ میں پھونکیں مارتی تھیں۔''

❀ امام احمد اور ابن حبان نے لکھا ہے کہ ''جو شخص سانپ کو قتل کر دے تو اسے سات نیکیاں ملیں گی اور جو چھپکلی کو مارے تو اسے ایک نیکی ملے گی۔''

❀ امام احمد، ابویعلیٰ اور طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص سانپ کو مار ڈالے تو یوں ہوگا جیسے اس نے قتل کے لائق مشرک کو قتل کر دیا۔''

❀ بزار کی ایک روایت میں اس جگہ یوں ہے ''جو سانپ یا بچھو کو قتل کر دے۔''

❀ ابو داؤد اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جب سے ہم نے انہیں (سانپوں کو) مارنا شروع کیا ہے ہم کسی کو بھی نہیں چھوڑتے اور جو ان میں سے کسی کو ڈر کی وجہ سے نہ مارے تو وہ ہم میں سے نہیں ہوگا۔''

سانپ اور بندر تبدیل شدہ شکلیں

حافظ منذری لکھتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ ''سانپ جنوں کی بدلی اسی طرح کی شکل ہوتی ہے جیسے بنی اسرائیل کو بندر کی شکل میں بدل دیا گیا تھا۔''

گھروں میں رہنے والے سانپوں کا حکم

ابوداؤد، ترمذی اور نسائی کی روایت میں ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ سے گھروں میں رہنے والے سانپوں کے بارے میں پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا کہ جب تمہیں سانپ کے بارے میں پتہ چلے تو ان سے کہہ دو میں تمہیں اس معاہدے کے قسم دیتا ہوں جو حضرت نوح اور حضرت سلیمان علیہما السلام نے تم سے لیا تھا کہ ہمیں تکلیف نہ دو اور اگر پھر بھی آ جائیں تو اسے مار دو۔''

جب کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہر قسم کے سانپ کو مارنے کا حکم دیتے تھے لیکن اسی دوران حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسولِ اکرم ﷺ نے گھریلو سانپوں کو مارنے سے روک رکھا ہے تو پھر رک گئے۔ (مسلم وغیرہ)

انہی کی ایک اور روایت میں ہے فرمایا ''کہ ان گھروں میں سانپ وغیرہ چیزیں رہتی ہیں لہٰذا اگر تم ان میں سے کسی کو محسوس کرلو تو تین مرتبہ انہیں آواز دیدو، اگر وہ چلی جائیں تو ٹھیک ورنہ جلا دیا کرو کیونکہ وہ کوئی کافر ہوگا۔ اس کے بعد صحابہ سے فرمایا کہ اپنے ساتھی کو (فوت ہونے والے کو) لے جا کر دفن کر دو۔''

حضرت نضر بن شمیل فرماتے ہیں کہ حضرت حافظ منذری نے گھریلو سانپوں کے مارنے اور نہ مارنے کے بارے میں علماء کے کئی مذہب لکھے ہیں، ضرورت ہو تو وہاں سے دیکھ لو۔

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''ایک چیونٹی نے کسی نبی کو کاٹا تو انہوں نے حکم دیا کہ اس کے بل کو جلا دیا جائے چنانچہ جلا دیا گیا جس پر اللہ نے انہیں وحی فرمائی کہ تجھے تو صرف ایک چیونٹی نے کاٹا تھا لیکن تم نے میرے لشکروں میں سے ایک پورا لشکر جلا دیا ہے وہ تو میری تسبیح کرتی تھیں۔''

❁ ایک اور روایت میں ہے کہ ''تم نے ایک ہی چیونٹی کیوں نہ ماری؟''

حافظ منذری بتاتے ہیں ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ یہ نبی حضرت عزیز علیہ السلام تھے اور اس روایت میں الفاظ ہیں ''تم نے ایک ہی چیونٹی کو کیوں نہیں مارا؟'' تو اس بات کی دلیل ہے کہ ان کی شریعت میں انہیں جلانا جائز تھا۔

اس حدیث سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ اگر لوگوں میں سے کوئی انکار کرنے والا شخص کسی شہر میں آجائے تو عام طور پر اسے سزا ہو جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 209

وعدہ کے مطابق امانت واپس کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم وعدے کے مطابق امانت واپس کیا کریں اور اپنے تمام بھائیوں کو بھی یونہی کرنے کو کہیں۔

یہ ایسی ہدایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کی طرف سے شروع میں بتائے وعدے کے مطابق لوگ اس میں سستی کرتے ہیں چنانچہ بہت کم لوگ ایسے ہیں جو اس میں خیانت کرنے سے بچتے ہیں۔

مجھے ایک پختہ ساتھی نے بتایا کہ اس نے زمانے بھر میں موجود ایک عقیدت مند کے پاس رمضان میں ایک ہزار نصف (سکہ) رکھے تا کہ وہ اور اس کی بیوی اس سے حج کر سکیں اس نے یہ رقم بکریاں اور بیوی کا کاتا ہوا دھاگا بیچ کر اکٹھی کی تھی اور اسے اندیشہ تھا کہ حج سے پہلے اس میں سے کچھ خرچ نہ ہو جائے (شیخ کہتے ہیں کہ یہ رقم میرے سفر کے لیے رکھی تھی) اور مقرر وقت آیا تو اس سے وہ رقم مانگی، اس پر وہ کہنے لگا کہ میں نے آج تک تمہیں دیکھا ہی نہیں اور پھر اپنے ساتھی لے آیا جو مجھے کافر قرار دینے لگے اور کہا تم ہمارے شیخ پر الزام لگاتے ہو۔

میں نے اس سے کہا کہ تمہارا شیخ پر یہ دعویٰ صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو مجھے قسم دیدو۔ وہ اپنی بیوی لے کر آ گیا جس نے مانا کہ میں اس کی بیوی ہوں چنانچہ اس نے تین طلاق کی ذمہ داری پر کہا کہ میں نے آدھی امانت دیدی تھی۔ میں نے کہا کہ تم نے اس کے خلاف دو پختہ گواہوں کی شہادت کیوں نہیں دلوائی؟ اس نے کہا میں نے کہہ دیا تھا کہ زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے، میرا اصل مقصد یہ تھا کہ انہیں گواہوں کے سامنے دوں۔ اس نے مجھ سے کہا تمہارے دل میں خرابی ہے، کیا تمہیں صرف اللہ کی گواہی کافی نہ تھی؟ میں نے کہا کہ اللہ کی گواہی کافی ہے، میرا جھکاؤ اس کی طرف ہو گیا اور وہ اسی دن چلے گئے لہٰذا اے بھائی! اس دور میں گواہوں کے بغیر کسی کے پاس امانت رکھنے سے بچو۔

ایسا ہی ایک اور واقعہ ہمارے ساتھی شیخ محمد سنہوری ضریر رحمہ اللہ کے ساتھ پیش آیا، انہوں نے اپنی شادی کے لیے پچیس دینار جمع کئے تو اس بارے میں شیخ حسن نطاح نامی شخص کو پتہ چل گیا جس کی حالت یہ تھی کہ سجدہ کی جگہ پر بکری کے گھٹنے جتنا نشان پڑا ہوا تھا، بال بڑے لمبے اور گھنے تھے اور وہ ہمارے ساتھ مل کر ہر مجلس میں ذکر کیا کرتا اور یوں رویا کرتا جیسے ھیام والی سخت پیاس کی بیماری میں اونٹ روتا ہے چنانچہ یہ شیخ حضرت شیخ محمد سنہوری کے پاس آیا اور کہا کہ اے بھائی! مجھے بہت خوشی ہے کہ آپ اچھی شہرت رکھتے اور دیندار ہیں، میری ایک بیٹی ہے جو بہت خوبصورت ہے، میں نہیں چاہتا کہ آپ کے علاوہ کسی اور کو دوں، لوگ اس کی خاطر مجھے دینار دیتے ہیں میں آپ سے صرف بیس دینار لوں گا۔

- وہ اندھا شیخ ایک تھیلی میں وہ دینار لے آیا اور کہنے لگا کہ عبدالوہاب کے پاس مجھ سے یہ دینار لے لو۔ اس پر کہنے

لگا کہ کیا اللہ کی گواہی تمہیں پسند نہیں (یعنی اللہ پر بھروسہ کرو، دوسری گواہی کی کیا ضرورت ہے) اندھے شیخ نے کہا کہ ٹھیک ہے چنانچہ وہ وعدہ دے کر چلتا بنا۔

یونہی ایک قابل بھروسہ شخص نے مجھے بتایا کہ میں ایک شخص سے ملا جو دوسرے کو سات دینار دے رہا تھا اور لینے والا اپنی دینداری اور پرہیزگاری کا چرچا کر رہا تھا، میں نے اس سے کہا کہ میں گواہی کا بوجھ نہیں اٹھا سکوں گا لہٰذا تم دونوں اللہ اور اس کے ان فرشتوں کو گواہ بنا لو جو تمہارے اور میرے ساتھ ہر چیز لکھ رہے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمارے عملوں کے بارے میں ان کی گواہی قبول فرماتا ہے چنانچہ رقم دینے والے نے کہا کہ مجھے منظور ہے۔

میں نے چھوٹے سے ایک کاغذ پر یوں لکھ دیا کہ ''فلاں شخص نے فلاں کو سات سو دینار دئے ہیں اور اس پر اللہ اور اس کے فرشتوں کو گواہ بنایا ہے۔'' اور پھر وہ کاغذ اپنے سر میں ٹانک لیا۔

کچھ دنوں کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ رقم لینے والا مکر گیا ہے، میں نے دینے والے سے کہا کہ اس سے مانگو، اس نے رقم مانگی تو وہ کہنے لگا کہ میرے ذمے تمہاری کوئی رقم نہیں ہے۔ اس پر اس نے کہا کہ تمہیں فرشتوں کی گواہی یاد نہیں؟ وہ لینے والا قاضی کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ ایک شخص مجھ سے سات سو دینار لینے کا دعویٰ کرتا ہے اور گواہی کے لیے فرشتوں کا نام لیتا ہے۔ قاضی نے کہا کہ اسے میرے پاس لاؤ تاکہ میں اسے سزا دوں چنانچہ اگر اس موقع پر اللہ کی مہربانی نہ ہوتی اور ایک شخص نے چھت پر کھڑے کھڑے یہ واقعہ نہ دیکھا ہوتا جس کا کسی کو پتہ نہ تھا تو کام بگڑ جاتا۔ اس نے گواہی دے کر وہ ساری رقم دلوا دی۔ اللہ کی قسم میرے وہم گمان میں نہ تھا کہ ایک شخص اللہ اور فرشتوں کو گواہ بنانے میں بد نیتی کر سکتا ہے لہٰذا اے بھائی اس دور میں کسی بھی شخص پر بھروسہ کرتے ہوئے گواہوں کے بغیر امانت نہ رکھو، ہاں اس کے لیے لمبے تجربے کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ مجھے میری نیک، بھلائی کرنے والی، دین سے محبت رکھنے والی اور سچی بیوی ام الحسن (سیدی ابو السعود بن شیخ مدین کی بیٹی) نے بتایا کہ ایک شخص میرے دادا کے قریب آ کر نماز پڑھنے لگا چنانچہ اس نے دادا جی کے مرید ایک تاجر کو دیکھا کہ اس کے پاس ایک ہزار دینار ہیں، اس پر وہ اندھا بن گیا جس پر سال بھر تاجر اسے کھلاتا پلاتا اور لباس دیتا رہا اور اسے اندھا ہی سمجھتا رہا لیکن وہ یہ انتظار کرتا رہا کہ تاجر کہیں جائے تو میں وہ رقم نکال لوں۔

آخر کار ایک رات وہ تاجر میلاد کی ایک محفل میں چلا گیا جس پر اس بناوٹی اندھے نے صندوق کا تالا توڑ کر وہ ہزار دینار نکال لیا اور جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ وہاں جا اس نے تجارت شروع کر دی چنانچہ اس کے پاس غلام اور ساتھی جمع ہو گئے۔

سال بھر اندھا بننے والے اس شخص کا صبر دیکھو، دن رات میں کسی بھی موقع پر اس کے بارے میں کسی کو پتہ نہ چل سکا کہ وہ سچ مچ آنکھوں والا ہے حالانکہ محلّہ والے اور ارد گرد کے لوگ اسے اس بنا پر متبرک سمجھتے تھے کہ وہ روزے رکھتا، راتوں کو نفل پڑھتا، کم بولتا اور پرہیزگاری دکھاتا تھا۔

یہ بد نیتی تو مال میں ہے رہی عزت اور کلام میں تو اس کا کوئی شمار ہی نہیں۔

بنی اسرائیل کی ایک عورت کے بارے میں آتا ہے کہ وہ حد درجہ خوبصورت تھی چنانچہ اس نے اور اس کے مخالف

نے بنی اسرائیل کے ایک قاضی کے پاس دعویٰ کر دیا۔ قاضی نے اس عورت کو دیکھا تو اس کے دل میں عورت کی محبت گھر کر گئی چنانچہ اس نے اس کے کان میں کہا کہ اگر تم مجھ سے بدکاری نہیں کروگی تو میں تمہارے حق میں فیصلہ نہیں کروں گا لیکن اس نے یہ بات نہ مانی اور دوبارہ قاضی کے پاس کر اسے اللہ کا خوف کرنے کو کہا لیکن اس نے اس کی بات نہ مانی اور خوفزدہ نہ ہوا، وہ عورت جان چھڑانے کے لیے سیاسی حکمران کے پاس گئی اور جب اس نے اس پر نظر ڈالی تو اس کے عشق میں گرفتار ہو گیا اور کہنے لگا کہ اگر تم میری خواہش پورا نہ کروگی تو میں تمہاری خلاصی نہیں کراؤں گا، اس نے اسے بھی خدا خوفی کرنے کو کہا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا چنانچہ وہ سلطان کے پاس پہنچی، وہ بھی یہی مطالبہ کرنے لگا جس پر وہ رونے لگی اور اپنا معاملہ حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا، اتنے میں قاضی، حاکم اور سلطان کو پتہ چل گیا، انہوں نے ایسا بہانہ تلاش کرنا شروع کیا جس کی بنا پر اسے قتل کر دیا جائے اور بہانہ یہ بنایا کہ ہم لوگوں کو اس کی آزمائش سے بچائیں گے چنانچہ وہ گواہ لے کر حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاں پہنچے اور کہنے لگے کہ اس نے گھر میں ایک کتا پال رکھا ہے اور جب بھی چاہتی اس سے بدکاری کرا لیتی ہے چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اسے قتل کرنے کا حکم دے دیا۔

اسی دوران اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان (بن داؤد) علیہ السلام کے دل میں یہ بات ڈالی، انہوں نے محلے کے لڑکوں میں سے ایک کو حاکم بنانے کا حکم دیا اور اس کے پاس دلوں کو قابو میں کر لینے والی ایک عورت کا دعویٰ کیا اور جھوٹے گواہ لے آئے جنہوں نے اس عورت کے بارے میں کہا کہ یہ کتے سے بدکاری کراتی ہے لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ یہ گواہ جھوٹے ہیں اور سب کی شہادتیں رد کر دیں، حضرت داؤد علیہ السلام ان بچوں سے چھپ کر یہ واقعہ دیکھ رہے تھے، جس پر حضرت داؤد علیہ السلام کو پتہ چل گیا کہ انہوں نے ناحق فیصلہ دیا ہے چنانچہ اس عورت کے قتل کا حکم واپس لے لیا۔

ہمارے قریب ہی زاویہ کے مقام پر ایک امام شیخ عمر کہتے ہیں کہ ایک شخص اپنے ساتھیوں میں سے ایک کی بہن کے عشق میں گرفتار ہو گیا اور اس سے شادی کر لی، اس کے بعد اسے کسی دوسرے شہر میں لے گیا اور بتایا کہ یہ اس کی بہن ہے اور یوں اسے کسی انسان کے ساتھ بیاہ کر بھاگ نکلا اور پھر اسے چاہنے لگا لیکن اس نے اس سے تعلق پیدا نہ کیا، اس دوران اس عورت کا بھائی مل گیا، اسی دوران اس شخص نے قاضی کو دو دینار رشوت دی چنانچہ اس نے اس عورت کو اس کے بھائی کی بجائے اس شخص کے ساتھ بھیج دیا۔

میں نے اپنے بھائی افضل الدین کو یہ بات سنائی تو انہوں نے کہا کہ اس قاضی کو اندھا ہو جانا چاہئے تھا چنانچہ تین دن کے بعد وہ اندھا ہو گیا اور آج تک اندھا ہی ہے۔

میں نے تمہیں یہ حکایتیں اس لیے سنائی ہیں کہ تم اپنے دور کو سمجھو اور اپنے لڑکے تک سے پرہیز رکھو۔

گفتگو اور کلام میں بددیانتی

رہی گفتگو اور کلام میں بددیانتی تو یہ اتنی زیادہ ہو چکی ہے کہ تم کسی کو بھی راز چھپانے والا نہیں دیکھو گے جو تمہارا راز چھپا سکے، لوگ ہر دور میں راز چھپانے والوں کی تلاش میں رہے ہیں لیکن راز چھپانے والے دنیا میں دکھائی نہیں دیتے لہٰذا تم

36

اپنے لڑکے تک سے راز کی بات چھپایا کرو کیونکہ وہ بھی تمہارا دشمن ہو سکتا ہے جیسے زرد کاش نامی حاکم شخص کی اولاد سے یہ واقعہ پیش آیا، انہوں نے اپنے والد سے پوچھا کہ بادشاہ ہوں کے ہاں قتل کس بنا پر لازم ہو جاتا ہے؟ اور پھر اس بات کی شکایت پاشا علی کے پاس کر دی جس نے اس سے سہولتیں واپس لے لیں اور اسے پھانسی دینے کا ارادہ کر لیا لیکن زیارت کے لیے ایک فقیر کی وجہ سے اسے رہائی مل گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کی حفاظت کرنا چاہتا ہے، کر دیتا ہے۔

❁ ابو لیلیٰ حاکم اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''تم میری چھ باتیں مان لو تو میں تمہیں جنت میں جانے کی ضمانت دیتا ہوں تم میں سے کوئی بات کرے تو جھوٹ نہ بولے، وعدہ کرے تو وعدہ خلافی نہ کرے اور جب اس کے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو خیانت نہ کرے۔'' (الحدیث)

❁ امام احمد اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دیدو، میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں وعدہ کر کے پورا کرو اور کوئی امانت رکھے تو اسے واپس کرو۔'' (الحدیث)

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''تم مجھے چھ کام کرنے کا یقین دلا دو تو میں تمہیں جنت ملنے کا یقین دلاتا ہوں اس پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! وہ کون سی ہیں؟ فرمایا نماز، زکوٰۃ، امانت، شرمگاہ، پیٹ اور زبان۔''

❁ مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''امانت داری لوگوں کے دلوں کی گہرائی میں جا چکی ہے۔ پھر اس کے بعد آپ نے ہمیں امانت اور اسے اٹھائے جانے کے بارے میں بتایا اور ارشاد فرمایا کہ انسان کچھ دیر کے لیے سوئے گا چنانچہ امانت اس کے دل میں سے نکال لی جائے گی اور اس کا اثر یوں ہوگا جیسے تم انگارہ اپنے پاؤں پر لڑھکا دو، تم دیکھو گے کہ وہاں آبلہ پڑے گا اور وہ جگہ پھول جائے گی لیکن اس میں کچھ بھی نہ ہوگا۔ پھر اپنی چھڑی پھیر کر دکھائی۔ (فرمایا) لوگ صبح کو اٹھیں گے تو آپس میں اتفاق کر لیں گے اور امانت واپس نہیں کریں گے کہ جس کی بنا پر یہ کہا جا سکے کہ فلاں کی اولاد میں ایک امانت دار شخص موجود ہے جس کے بارے میں کہا جا سکے کہ فلاں شخص کتنا خوش طبع ہے اور کتنا ہی عقلمند ہے حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔''

❁ امام احمد اور بیہقی کے مطابق حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ''راہِ خدا میں قتل ہو جانا، امانت ادا کرنے کے علاوہ ہر گناہ کو مٹا دیا کرتا ہے۔ پھر اس کے بعد فرمایا کہ نماز بھی امانت ہے، وضو اور وزن کر کے دینا بھی امانت ہے اور پیمائش کرنا بھی امانت ہے، یوں کچھ چیزوں کا ذکر فرمایا جن میں سب سے زیادہ زور امانتوں پر دیا جب کہ ان کی تصدیق اللہ کی کتاب سے ہوتی ہے ''اللہ تعالیٰ تمہیں حکم فرماتا ہے کہ امانتیں، امانت والوں کو واپس کرو۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''امانت ادا نہ کرنے والے کا کوئی دین نہیں ہوتا۔''

❁ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ''جب میری امت پندرہ کام کرنے لگے گی تو ان پر آزمائش نازل ہوگی جن میں سے کچھ کا ذکر فرمایا کہ جب امانت کو مفت کا مال سمجھا جانے لگے اور زکوٰۃ کو قرضہ سمجھ لیا جائے گا۔''

❁ ابو داؤد اور ابن ابی الدنیا کے مطابق حضرت عبداللہ بن الحما رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ

ﷺ کے نبی بننے سے پہلے ان سے کچھ خریدا اور اس کی کچھ بقایا رقم رہ گئی، میں نے عرض کی کہ ابھی لے کر آتا ہوں لیکن بھول گیا پھر تین دن کے بعد مجھے یاد آیا تو حاضر ہوا، دیکھا تو آپ وہیں تھے چنانچہ فرمایا اے نوجوان! تو نے مجھے سخت پریشان کیا، میں تین دن سے یہاں کھڑا تمہاری انتظار کر رہا ہوں۔''

بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''منافق شخص کی نشانیاں تین ہوتی ہیں ''جب بولتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، وعدہ کر کے وعدہ خلافی کرتا ہے اور امانت میں خیانت کرتا ہے۔''

اس بارے میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 210

دوستی و دشمنی صرف اللہ کی خاطر رکھنا

رسولِ اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی بیوی، اولاد، مال اور کاموں کے ساتھ محبت صرف اللہ کی وجہ سے کریں اور اسی کی وجہ سے برا جانیں۔ اس بارے میں ہمارے دل کے اندر اور کوئی وجہ نہیں ہونی چاہئے۔

یہ ایسی ہدایت ہے کہ بہت کم دیکھنے میں آتی ہے کیونکہ اکثر لوگ اللہ کی خاطر محبت کرنے کا دعویٰ تو کرتے ہیں حالانکہ یہ جھوٹ ہوتا ہے، حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ نے وحی فرمائی تھی کہ ''وہ شخص جھوٹا ہوگا جو میری محبت کا دعویٰ کرے لیکن رات آنے پر (عبادت کئے بغیر) سو جایا کرے۔''

ایک موقع پر کوئی شخص اپنے بھائی سے کہہ رہا تھا کہ تمہاری اللہ سے محبت یوں ہونی چاہئے جیسے میں اپنی عبادت کے ساتھ محبت رکھتا ہوں حالانکہ تم اتنا سوئے رہتے ہو کہ مکڑی تمہاری آنکھوں پر جالا تن سکتی ہے پھر بھی تم اللہ کی محبت تلاش کرتے ہو، یہ تو جھوٹ اور بہتان ہے۔''

چنانچہ جو اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے، اسے کسی شیخ کی ضرورت ہوگی جو اسے اس مقام پر لا کھڑا کرے جہاں اسے ہر کام اللہ کی طرف سے ہوتا دکھائی دے، مخلوق سے ہوتا دکھائی نہ دے اور جب وہ یہ دیکھے گا تو ذاتِ الٰہیہ اسے ہر شے سے زیادہ خوبصورت لگے گی اور کستوری سے زیادہ خوشبودار جس کی بنا پر وہ نہیں سمجھے گا کہ کوئی کام مخلوق بھی کرتی ہے چنانچہ اسے مخلوق کا چہرہ برا اور خالق کا اچھا لگے گا جیسے عبادت ہوتی ہے کہ جب تم اسے اچھا جانو تو یہ اچھی ہوتی ہے اور برا جانو تو اس کی صورت بری لگتی ہے تو کیا ایسا ممکن ہے کہ اچھی اور خوشبودار صورت کو چھوڑ کر بری صورت اور بدبودار کو پہلے سمجھ لیا جائے چنانچہ اللہ کے اس چہرے کا مطلب یہی ہے جو صوفیہ کے ہاں بولا جاتا ہے۔

اللہ کے چہرہ کا مطلب

اس کی وضاحت یوں ہے کہ اللہ کے ہر مخلوق کام کی دوصورتیں ہوتی ہیں ایک کا تعلق تو اللہ سے ہوتا ہے یعنی شریعت کے مطابق ہوتا ہے اور دوسرا مخلوق سے یعنی شریعت کے خلاف ہوتا ہے چنانچہ جو کام شریعت کے عین مطابق ہوتا ہے وہ ''وجہ الحق'' (اللہ کا چہرہ) کہلاتا ہے اور وہ ہمیشہ باقی رہے گا لیکن جو شریعت کے خلاف ہوگا، وہ ''وجہ الخلق (مخلوق کا چہرہ) کہلائے گا اور وہ قیامت میں آخرت کی پکڑ کے دن کے علاوہ ہمیشہ کے لیے ہلاک وتباہ ہو چکا ہوگا، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا اشارہ اسی طرف ہے ''اللہ کا چہرہ چھوڑ کر باقی ہر شے تباہ ہو جائے گی۔'' یعنی کسی چیز کا وہ چہرہ ہے جسے اللہ پسند کرتا اور سراہتا ہے اور پھر ہر شے کے باقی رہے ہوئے حصے کو وجہ الحق کہہ لیتے کیونکہ قیامت کے دن اٹھنے والی ساری مخلوق اسی سے دوبارہ جوڑی جائے گی لہٰذا اے بھائی تم یہ خیال نہ کرو کہ ''وجہ الحق'' سے مراد وہ چہرہ ہے جو انسان یا حیوان کے چہرے سے مراد ہوتا ہے کیونکہ یہ محال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حقیقت بندوں کی ظاہری صورتوں تو کجا ان کی حقیقتوں یعنی روحوں کے بھی خلاف ہے، اللہ تعالیٰ ایسے نقصوں اور خامیوں سے پاک ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو انسان اپنی بیوی یا اولاد سے طبعی محبت کرتا ہے، وہ طریقت والوں میں شمار نہیں ہوتا بلکہ وہ جھوٹا اور فریبی ہوتا ہے اور یونہی وہ بھی جھوٹا ہوتا ہے جو مانگنے والے سے بخیلی کرتا ہے۔

بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص اپنی اولاد اور بیوی کو کسی اور کی اولاد واور بیوی سے زیادہ پیار کرتا ہے تو یہ اس کی طبعی محبت ہوتی ہے البتہ مخلوق سے کامل لوگوں کی محبت ایسی نہیں ہوتی کیونکہ وہ لوگ مخلوق سے محبت صرف اللہ کے لئے کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ اپنے لڑکے سے محبت کے لیے دل میں ایک حصہ ہوتا ہے جو کسی اور کے لیے نہیں ہوتا چنانچہ وہ دل کو اس کا یہ حصہ دیتے ہیں لہٰذا کامل شخص کو چاہئے کہ اپنے آپ کو اس ترازو کے مطابق پرکھے چنانچہ معلوم ہو گیا کہ کامل لوگوں کی اولاد میں ایک اچھی صفت نہ ہوتی تو وہ ان سے محبت نہ کرتے اور یہی اچھی صفت ''وجہ الحق'' کہلاتی ہے، اسی بناء پر وہ لوگ حقیقت میں وجہ الحق سے محبت کرتے ہیں۔

اس دور میں ایسا کوئی بھائی کم ہی ملے گا جو صرف اللہ کی خاطر کسی بھائی سے محبت کرے، ایسی محبت کا ملنا سرخ گندھک کی طرح مشکل نظر آئے گا چنانچہ ہر انسان کے لیے ایک زبان تو وہ ہوتی ہے جو کسی بھائی کے سامنے بولتی ہے اور ایک وہ پیچھے ہوتی ہے بلکہ تنہائی میں رہنے والے مشائخ کا بھی یہی حال ہے لیکن اگر تجھے میری اس بات میں شک ہے تو اس بھائی کے سامنے کسی ہم عصر کی خوب تعریف کر کے تم اس کے چہرے کی چمک بجھا دو گے (اس کا چہرہ اتر جائے گا) اور وہ لازمی طور پر ایسی بات کرے گا جو اشارے کنائے میں اس کی خامی بتائے گی تو پھر اس کی محبت کا دعویٰ کہاں ہوگا؟

میں نے اپنے اس دور میں ایسا کوئی نیک شخص نہیں دیکھا جس کے بارے میں یقین ہو کہ وہ میرے پیچھے بھی ایسے ہی ہے جیسے میرے سامنے ہے، یہ حضرت شیخ عبید بلقینی کے لڑکے شیخ صالح زین العابدین ہیں جن سے میری ملاقات ہوئی ہے، ان سے کوئی دشمن بھی چاہے تو اپنے ساتھیوں کے بارے میں ایک لفظ نہیں لے سکتا کیونکہ وہ نقص کی بو والی کلام کو یوں

تبدیل کرتے ہیں کہ وہ کامل ہو جاتی ہے اور ایسا کرنا نہایت مشکل ہے۔

میرے دور کے مشائخ میں سے ایک نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ میرے ساتھ اپنی اولاد سے بھی زیادہ محبت کرتا ہے اور اس بات پر قسم کھائی حالانکہ اسے، جزیہ اکٹھا کرنے میں بیس نصفملتا تھا چنانچہ میں نے اس کی محبت کا امتحان لینے کے لیے اس سے ایک نصف منگوا بھیجا اس نے مانگنے والے کو ناراضگی دکھائی اور پھر آج تک مجھ سے محبت کر دعویٰ نہیں کیا۔

بھائی چارہ پرکھنے کا کم از کم معیار

اہل طریقت کا اس بات پر اکٹھ ہے کہ راہِ خدا میں محبت کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ ایک بھائی اس مال میں سے دوسرے سے مال، کپڑوں اور کھانے وغیرہ کا آدھا حصہ مانگے تو وہ اسے کھلے دل سے دیدے۔

بزرگ لکھتے ہیں کہ جو شخص بھی یوں کہے کہ وہ تمہارا بھائی ہے تو اسے اسی طریقے سے پرکھ لو، اگر وہ دیدے تو اس کے پاس جایا کرو ورنہ پاؤں پیچھے کھینچ لو کیونکہ جو تمہارے لیے اس دنیا میں فائدہ مند نہیں، وہ آخرت میں بھی فائدہ نہیں دے گا۔

میرے بھائی افضل الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو بھائی تم سے کچھ مانگے اور تم وہ چیز نہ دو تو دو ہی صورتیں ہیں، یا تو تمہیں دل کی آنکھوں سے نظر آ رہا ہوگا کہ یہ چیز اس کے حصے میں لکھی ہے یا نہیں لکھی، اگر یہ اس کی نہیں بنتی تو اسے دیدو تاکہ بخیل کہلانے سے بچ سکو اور وہ آگے چل کر تمہارے پاس دوبارہ آئے گی کیونکہ وہ اس کے حصے میں نہ تھی اور اگر وہ چیز اسی کی ہے تو مجبوراً چھیننے پر یا چوری کی صورت میں ملنے کی بجائے اسے اپنی مرضی سے دیدو۔

یہ مجھ پر اللہ کا فضل ہے کہ مانگنے والے کے لیے میرے پاس کپڑے، مال، اور خاص چیزیں موجود ہوتی ہیں چنانچہ کسی شرعی مجبوری کے بغیر میں کسی مانگنے والے کا انکار نہیں کیا کرتا اور مجبوری کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اس شے کے بارے میں اس شخص سے کوئی زیادہ ضرورت مند ہوتا ہے یا وہ اللہ کی نافرمانیوں پر اس سے مدد لے رہا ہوتا ہے یا ناپسندیدہ چیزیں کھانے پر، رہا وہ شخص جس کے سامنے کوئی شرعی رکاوٹ نہیں تو اللہ کی پناہ ہم اسے دینے سے نہیں رکیں گے کیونکہ حق تعالیٰ کے مال میں ہمارا دخل ایسے ہوتا ہے جیسے ایک وکیل کا اور یہ تم جانتے ہی ہو کہ جب ہم اسے دینے سے رک جاتے ہیں تو پھر وکیل نہیں رہ جاتے چنانچہ وہ نعمتیں ہم سے چھن جاتی ہیں اور ہم اردگرد کے لوگوں کو دھوکا دے رہے ہوتے ہیں۔

ایک دن حضرت علی خواص رحمہ اللہ نے مجھے اپنے مرید کی زبانی یہ شعر سنایا

''اے چچا! آنے والوں کے ٹھکانے بھرے ہوئے ہیں اور ایک ایسا بھی ہے جہاں کوئی نہیں آتا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ ایک فاسق سے اللہ کی خاطر دشمنی رکھنی چاہیے کیونکہ اس میں وہ نشانیاں نہیں پائی جاتیں جن کی وجہ سے اللہ نے ہمیں اس سے محبت کا حکم دیا ہے اور جب ہم کسی گنہگار سے اس کے گناہ کی بنا پر پیار کریں گے تو شریعت سے نکل جائیں گے چنانچہ ایسے شخص کی تلاش کرنی چاہیے جو طبعی لحاظ سے محبت کرنے یا نہ کرنے سے پہلے اپنے آپ سے اللہ کی خاطر پیار اور ناراضگی کرتا ہے جیسے طبعی طور پر یہ طریقہ عام لوگوں میں پایا جاتا ہے چنانچہ آدمی جب تک لوگوں کی خواہش پوری کرتا رہتا ہے تو وہ اس سے محبت کرتے اور اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں خواہ وہ گنہگار ہی کیوں نہ ہو اور جب ان

کے دل میں اس سے نفرت آجاتی ہے تو اس پر قیامت آجاتی ہے خواہ وہ جنوں اور انسانوں جتنی محبت ہی کیوں نہ کرتا ہو۔

میں نے ایک ایسے شخص کے بارے میں سنا جو میرے بھائی افضل الدین سے محبت کرتا تھا اور آپ اس سے کہا کرتے تھے کہ چلے جاؤ اور آزمائش سے بچو لیکن وہ کہتا تھا ''اللہ کی قسم میں آپ سے محبت کرتا ہوں اور اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ آخرت میں میرا حشر آپ کے ساتھ ہو،'' آپ نے اس سے فرمایا تم اس وقت کیا کرو گے جب مجھے جہنم میں لے جائیں گے، اس نے کہا کہ میں آپ کو چھوڑ کر الگ ہو جاؤں اور چلا جاؤں گا، اس پر آپ نے کہا یہ بھائی چارہ تو نہ ہوا، بھائی چارہ تو یہ ہے کہ تم اس وقت تک جنت میں نہ جاؤ جب تک میں دوزخ سے خلاصی نہ پالوں اور تمہارے ساتھ ہی جنت میں نہ جاؤں۔ اس نے کہا کہ مجھ میں یہ ہمت نہیں ہوگی۔

میں حجاز کے راستے میں جا رہا تھا کہ ایک شخص نے مجھ سے محبت کا دعویٰ کیا اور میرے ساتھ رہنے لگا، کبھی بھی مجھ سے جدا نہ ہوا۔ اتفاقاً ایک دن ایسا ہوا کہ ''شق العجوز'' کے تنگ راستے میں میرے اور اس کے اونٹ آمنے سامنے ہو گئے، اس نے اپنے اونٹ گذار لیے چنانچہ اسی دن میری نظروں سے گر گیا اور مجھے پتہ چل گیا کہ یہ آخرت میں میری مدد کم ہی کرے گا۔

ایک مرتبہ میں سیدی شیخ ناصر الدین لقانی مالکی رحمہ اللہ کی زیارت کے لیے گیا اور تھک گیا، دیکھتے ہی انہوں نے کہا اللہ کی قسم! ہم تم جیسوں کے ساتھ اس وقت تک تعلق نہیں رکھیں گے جب تک قیامت کے دوران آپ ہمارا ہاتھ تھامنے کا یقین نہ دلا دیں۔ مجھے ان کی اس بات پر تعجب ہوا اگرچہ اس میں خفیہ طور پر یہ بات موجود تھی کہ محبت صرف اللہ کے لیے ہوا ور جس سے محبت ہو، اس سے نہ تو کوئی بدلہ مانگے اور نہ ہی شکریہ کی امید رکھے۔

میں نے اپنی پوری زندگی میں اس مقام پر صرف سیدی عبدالقادر مغازلی کو دیکھا ہے جو مجھ پر اور میری اولاد پر سہارا کئے رہے اور میری اولاد کے بعد شیخ ابوالحمائل کے پاس رہے، یہ نصف سیرجہ اور نصف طاحون کا عین درمیانی مقام تھا کیونکہ جب انہوں نے میری لاعلمی میں میرے پاس بہت سے لوگوں کو آتے دیکھا تو سات سو دینار لے آئے تاکہ وہ دونوں نصف خرید لیں اور جب بیچنے والے نے آپ کا ارادہ پختہ دیکھا تو کچھ رقم لے کر نصف دوسرے کو دیدیا جس پر میں نے اپنے پاس رہنے والے فقیروں سے کہا کہ اس کے لیے سات دن تک دعا کرو، انہوں نے اس رات تلاوت کی تو وہ کمزور حالت میں عصا کا سہارا لیے گھر سے اترے اور کہنے لگے کہ تم میں سے کسی ایک کے پاس میرا کان نہیں کہ میرے لیے پڑھے اور یوں کبھی نہ کہے اے اللہ! عبدالقادر پر رحم فرما، میرے اور میرے رب کے درمیان سے ہٹ جاؤ۔

آج تک میں نے ان کے نقش قدم پر چلتے کسی کو نہیں دیکھا بلکہ فقیروں کے لیے جو بھی بھلائی کرتا ہے، ہم سے دور ہو جاتا ہے اور ہمارے نیک اعمال ہونے کی صورت میں سب کے سب لے جاتا ہے اور ہم اس پر راضی نہیں ہوتے۔

سید علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی اس بندے پر غیرت کھاتا ہے جو دل کی آنکھوں سے اللہ کے حکم کے بغیر اپنے علاوہ کسی اور سے محبت کرتا ہے اور جب وہ اس صورت حال سے غافل ہو کر کسی سے محبت کرتا ہے تو اسے ہزار بار استغفار کرنا چاہیے چنانچہ حضرت شبلی کو ایک مرتبہ یہ حکم ہوا تو وہ اشھد ان محمدا رسول اللہ پر رک گئے اور پھر اس کے

بعد کہا (اے اللہ) مجھے تیری عزت وعظمت کی قسم! اگر تو نے مجھے اپنے علاوہ کسی اور کے ذکر کا حکم نہ دیا ہوتا تو میں تیرے علاوہ کسی اور کا ذکر نہ کرتا۔

یہ بات ڈھکی چھپی نہیں کہ حضرت شبلی نے یہ کلام نشے اور اللہ سے غائب ہونے کی حالت میں کیا تھا ورنہ اگر وہ ہوش میں ہوتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ اللہ نے ہمیں حکم دے رکھا ہے کیونکہ پسندیدہ چیز اللہ کے لیے غیرت ہے، اللہ کے خلاف والی نہیں۔

یہاں کچھ راز، میں جن کا مزہ صرف اللہ والے ہی لے سکتے ہیں اور وہ بھی اس وقت جب اللہ کے سوا کسی اور کو دیکھ نہ رہے ہوں۔ اسے ذہن نشین کرلو اور اس میں غور کرو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

امام بخاری ومسلم، ترمذی اور نسائی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''تین ایسے کام ہیں کہ جس میں موجود ہوں ایمان کی مٹھاس وہی لیتا ہے

۱۔ ایک وہ شخص کہ اللہ ورسول اسے باقی ہر شے سے پیارے ہوں۔

۲۔ ایک وہ جو کسی بندے سے صرف اللہ کی خاطر محبت کرے۔

۳۔ ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ کفر سے نکال لے تو دوبارہ کافر بننے کو یوں برا جانے جیسے دوزخ میں پھینکے جانے کو برا جانتا ہے۔

❁ امام مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا وہ لوگ کہاں ہیں جو میری عظمت کی بناء پر آپس میں محبت رکھتے ہیں، آج میں انہیں اپنے اس سائے میں رکھنا چاہتا ہوں جس کے علاوہ اور کوئی سایہ نہیں ہے۔''

❁ امام حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص یہ چاہتا ہے کہ ایمان کی مٹھاس کا مزہ لے تو وہ آدمی سے صرف اللہ کی خاطر محبت رکھا کرے۔''

❁ امام بخاری ومسلم کی حدیث ہے ''سات ایسے شخص ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ اس دن سایہ میں لے گا جب کہیں سایہ نہ ملے گا چنانچہ ان میں سے ان دو آدمیوں کا ذکر فرمایا جو اللہ کی وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں ان کا ملنا، نہ ملنا اسی وجہ سے ہوتا ہے۔''

یعنی وہ ایسی بات پر اکٹھے ہوتے ہیں جو اللہ کو راضی کرے اور ایسی پر الگ الگ ہوتے ہیں جو اللہ کو ناراض کرے چنانچہ ان کا ملنا اور علیحدہ ہونا اللہ کے حکم سے ہوتا ہے اور پھر آگے چل کر میت کے ساتھ چلنے کی ہدایت میں امام احمد کی یہ مرفوع حدیث آرہی ہے فرمایا ''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے جو دو شخص محبت کرتے ہیں تو ان میں جدائی صرف اس گناہ کی وجہ سے ہوتی ہے جو ان میں سے ایک کرتا ہے۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''ایمان ہی میں یہ چیز بھی شمار ہوتی ہے کہ انسان اپنے بھائی کے ساتھ اللہ کے دئے مال کے ذریعے نہیں بلکہ صرف اسے راضی کرنے کے لیے محبت کرے کیونکہ اصل ایمان یہی ہوتا ہے۔''

❁ طبرانی اور ابو یعلیٰ نے مرفوع روایت دی ہے فرمایا ''جب بھی دو شخص آپس میں محبت کر رہے ہوتے ہیں تو ان میں سے اللہ کو وہ زیادہ پیارا لگتا ہے جو اپنے ساتھی سے زیادہ محبت کرے۔''

❁ امام حاکم کی روایت میں ہے ''البتہ ان دونوں میں سے وہ زیادہ فضیلت والا شمار ہوتا ہے جو اپنے ساتھی سے زیادہ محبت کرتا ہے۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص محبت کر رہا ہوتا ہے، اسے جنت میں محبوب سے زیادہ اونچا مرتبہ ملے گا۔''

❁ امام بخاری و مسلم نے لکھا ہے کہ ''ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ! اس شخص کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے جو ان لوگوں سے پیار کرے جن سے مل نہیں سکا یعنی عملوں میں (یعنی اتنے عمل نہیں کیے) اس پر رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی اسی کے ساتھ ہوتا ہے جس سے محبت کر رہا ہوتا ہے۔''

ابن حبان نے لکھا ہے ''مومن کے علاوہ کسی کے ساتھی نہ بنو اور تمہارا کھانا صرف پرہیزگار کھائے۔''

اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں آتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 211

نیک لوگوں کی مجلس میں بیٹھنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم مل بیٹھنے کے لیے نیک آدمی پسند کریں، یہ وہ شخص ہوتا ہے کہ جس کے پاس بیٹھنے کی وجہ سے ہم گنہ گار نہ ہوں، جس کی وجہ گناہ سے توبہ کے موقع پر اور جب ہم میں سے کوئی ان میں بیٹھنے کی وجہ سے گناہ کرلے تو فوری طور پر توبہ کرے، گناہ پر اڑا نہ رہے، یا پھر گناہ میں گرفتار نہ ہونے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ہم بیٹھنے کے سبب گناہ میں گرفتار ہوا ہی نہ کریں۔

اس ہدایت پر عمل کرنے کے لیے سیاست اور فراست ضروری ہے تاکہ اسے پتہ چل سکے کہ مجلس کس کے ساتھ ہو اور کس کے ساتھ نہ ہو اور جس میں پوری سوجھ بوجھ نہ ہو تو وہ ہر شخص کے پاس بیٹھ جایا کرتا ہے اور پھر بعد میں ان کے ساتھ بیٹھنا چھوڑ دیتا ہے چنانچہ وہ اس کا دشمن ہو جاتا ہے، لوگ مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں ''عقلمند وہ ہوتا ہے جو کسی کے قریب ہونے سے پہلے اس کا تجربہ کرلے۔'' اور اللہ کی قسم آج کل الگ تھلگ رہ کر انسان جن گناہوں میں گرفتار ہو جاتا ہے اسے ایک ہی مجلس میں جا کر ان سے زیادہ گناہ کے کام کرنے کی بجائے وہی کافی رہتے ہیں کیونکہ وہاں جا کر وہ یا تو غیبت کرتا ہے، چغلی کرتا ہے، اللہ سے غافل ہو جاتا ہے یا پھر وہاں دنیا کے لالچ وغیرہ کے لیے ابھارا جاتا ہے چنانچہ آج کل لوگوں کی

مجلسوں میں شامل ہونے سے تو اکیلے رہنا زیادہ بہتر ہے ہاں کوئی مجلس شرعی طریقے پر ہوا کرتی ہو تو وہاں جانے سے حرج نہیں لہٰذا اے بھائی اس کے لیے نیک لوگوں کی مجلس پہچان کر صرف اسی میں شامل ہوا کرو اور اگر ایسی مجلس نہیں مل سکتی تو اکیلے بیٹھا کرو کیونکہ کہا کرتے ہیں کہ ''برے ہم مجلس سے تو اکیلے رہنا بہتر ہے'' پھر یوں بھی کہتے ہیں کہ ''جو شخص تمہیں گناہوں پر ابھارتا ہے، اس کے ساتھ مل بیٹھنے سے بہتر یہ ہے کہ کتے کے ساتھ بیٹھ لو۔''

اے بھائی! یہ بات ذہن میں رکھو کہ جس کے پاس بیٹھنے کی صورت میں تمہیں گناہ حاصل ہو تو وہی برا ہم مجلس ہوتا ہے تو کیا اس بناء پر تمہیں ایک بھی ہم مجلس مل سکتا ہے؟ اللہ کی قسم تم ایسا ہم مجلس تلاش نہیں کر سکو گے لہٰذا اکیلے رہنا بہت بہتر ہے۔ والسلام

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''نیک ہم مجلس اور میرے ہم مجلس کی مثال یوں دی جا سکتی ہے کہ جیسے ایک شخص کستوری رکھتا ہے اور دوسرا بھٹی میں آگ کو پھونکیں مارتا ہے چنانچہ کستوری والا یا تو تمہیں کچھ نہ کچھ دیدے گا یا تم اس سے خرید سکتے ہو یا پھر اس کے ہاں سے تمہیں خوشبو آئے گی لیکن بھٹی میں پھونک مارنے والا یا تمہارے کپڑے جلا دے گا یا اس کے ہاں سے تمہیں بڑی بد بو آئے گی۔''

اسی حدیث میں ابوداؤد اور نسائی کے الفاظ یہ ہیں ''نیک ہم مجلس کی مثال یوں سمجھو جیسے کستوری والا ہوتا ہے کہ اگر اس کے ہاں سے تمہیں کستوری نہیں مل سکے گی تو اس کے ہاں سے خوشبو ضروری آسکے گی اور برا ہم مجلس یوں ہوتا ہے جیسے بھٹی میں پھونک مارنے والا کہ اگر تم وہاں بیٹھ کر کالے نہ ہو گے تو اس سے دھواں ضرور ملے گا۔'' واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 212

قبلہ رخ بیٹھنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ جب بھی ہم کسی مجلس میں بیٹھیں تو ہمیشہ قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھا کریں تا کہ اللہ کے اس عام حکم پر عمل ہو سکے ''تم جہاں کہیں بھی ہو، اس کی طرف منہ پھر لیا کرو'' یعنی کعبہ کی طرف۔

مومن کی طرف چہرۂ کعبہ کی طرف کرنے سے بہتر

ہاں جب یہ مشکل پیش آئے کہ ہم میں سے کوئی کسی حلقے میں بیٹھا ہو تو اس وقت ہمارا قبلہ ہمارے ساتھیوں کے چہرے ہی ہوں کیونکہ روایت میں یوں آتا ہے کہ مومن دوسرے مومن کے کے لیے آئینہ ہوتا ہے اور یہ بات کسی سے پوشیدہ

نہیں کہ نماز کے علاوہ ایک بھائی کی دوسرے کی طرف توجہ، قبلہ کی طرف توجہ سے زیادہ مرتبہ رکھتی ہے اور اگر کسی مسلمان کا چہرہ سامنے نہ مل سکے تو ہمیں قبلہ کی طرف منہ کرنا چاہئے کیونکہ اس کا مرتبہ اسی کے قریب قریب ہوتا ہے۔ واللہ علیم حکیم۔

❁ طبرانی نے لکھا ہے ''ہر شے کا ایک سردار ہوتا ہے جب کہ مجلسوں کا سردار یہ ہوتا ہے کہ انسان قبلہ رخ ہوا کرے۔''

❁ انہی کی ایک روایت یہ بھی ہے '' ہر شے کے لیے بزرگی ہوتی ہے اور مجلسوں کی عظمت و بزرگی یہ ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کیا جائے۔''

حافظ منذری لکھتے ہیں کہ اس سلسلے میں اس حدیث کے علاوہ اور بھی حدیثیں ملتی ہیں جو قابل بحث ہیں۔ واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 213

شام کی طرف جاتے وقت وہاں ٹھہرنے کی نیت کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم شام کی طرف تجارت کے لیے جانے والے اپنے بھائیوں کو اس بات کے لیے تیار کریں کہ وہاں کی رہائش کے دوران وہ حضور شارع علیہ السلام کے حکم پر عمل کرنے کی کوشش کریں، تجارت کی نیت نہ کریں کیونکہ تجارت تو خود بخود ہو ہی جائے گی کیونکہ کہ تجارت کے لیے تو الگ طور پر نیت کی ضرورت نہ ہوگی، مقصد یہ ہے کہ یوں وہ اپنے شام کے قیام کے دوران حضور شارع علیہ السلام کے حکم پر عمل کر سکیں گے اور اس کا ثواب حاصل کر لیں گے لیکن اگر وہ صرف تجارت کی نیت کریں گے تو انہیں کچھ حضرات کے مطابق یہ ثواب نہیں مل سکے گا کیونکہ حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ ''اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہوتا ہے۔''

یہاں یہ بات یاد رہے کہ جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان اس کے خلاف نہیں ہے جو انہوں نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ پاکیزہ زمین کسی کو بھی پاک نہیں بناتی بلکہ ہر انسان کو اس کا عمل پاک کرتا ہے۔'' کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ جب حضور شارع علیہ السلام نے ہمیں کسی کام کا حکم فرما دیا تو ہم اس پر عمل کئے بغیر یہ ذمہ داری پوری نہیں کر سکتے لہٰذا ہم اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے رسول اکرم ﷺ کے ارشاد مبارک پر شام میں رہائش کریں گے اور یہی بات اس شخص کے بارے میں بھی کہی جائے گی جو مکہ یا مدینہ میں نمازوں کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے ٹھہرتا ہے کہ وہ وہاں نمازوں میں کئی گنا اجر کے لیے ٹھہرا کرے اور آخرت میں نیک عملوں کی بجائے اللہ پر بھروسہ کرے۔ یہ بات ذہن نشین کر لو۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے حضرت فارسی رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا تھا ''اما بعد، اے بھائی! مقدس سرزمین (شام) کی

طرف آیئے، شاید تمہیں یہاں موت نصیب ہو جائے۔'' اس کے جواب میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے یہ جواب لکھا تھا ''اما بعد، اے بھائی! آپ کا خط ملا اور میں نے وہ سب کچھ سمجھ لیا جو آپ نے اس میں لکھا ہے لیکن مقدس سرزمین کسی کو پاک نہیں کیا کرتی، اسے اس کے عمل ہی پاکیزہ بناتے ہیں، والسلام۔''

لہٰذا اے بھائی تم نیک نیتی کے بغیر مقدس سرزمین یا دمشق کی طرف سفر کرنے سے گریز کرو کیونکہ اللہ کی رضا میں خرچ کئے جانے والے مال کے علاوہ دنیا اور اس میں سب کچھ گرد و غبار کی طرح ہوتا ہے۔

میرے ایک تاجر بھائی اسی ہدایت پہ عمل کرتے ہیں چنانچہ خالص نیت کی بنا پر وہ مصر سے ہمارے باپ حضرت خلیل علیہ السلام، حضرت موسیٰ، حضرت لوط، حضرت شعیب اور حضرت نوح علیہ السلام کی زیارت کرنے آتے ہیں اگرچہ محدثین کی شرطوں کے مطابق یہ بات طے نہیں کہ وہ قبریں یقینی طور پر انہی انبیاء علیہم السلام کی ہیں کہ ایک انسان نیت کرکے ان کی زیارت کیا کرے اور پھر یہ بات بھی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی روحیں برزخ (وصال کے بعد قبروں) میں بالکل آزاد ہوتی ہیں لہٰذا جو انسان بھی ان سے ملنا چاہتا ہے، وہ کسی مقرر جگہ کی بجائے جہاں چاہے موجود ہوتی ہیں اور جب ایک ولی اپنے کسی مرید کی خاطر جہاں وہ چاہے، موجود ہوتا ہے تو انبیاء علیہم السلام کیوں نہ مل سکیں گے؟'' واللہ واسع علیم۔

نجد میں شیطانی سینگ کی پیش گوئی

❁ امام ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے شام میں برکت فرما اور یمن میں برکت دے۔ صحابہ نے نجد کے لیے بھی دعا فرمانے کی درخواست کی تو پھر بھی یونہی فرمایا اے اللہ ہمارے شام اور یمن میں برکت فرما صحابہ نے پھر بھی نجد کا نام لیا تو فرمایا کہ وہاں زلزلے ہوں گے اور فتنے اٹھیں گے (یا فرمایا کہ وہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا)۔''

❁ ابوداؤد، ابن حبان اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے کہ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن خولہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ شام میں ٹھہرنے کی کوشش کرو کیونکہ اللہ کی ساری زمین میں سے یہ حصہ اسے پسند ہے اور اس کی طرف اس کے پسندیدہ بندے ہی آیا کریں گے۔''

شام اور اہل شام کی بخشش کا وعدہ

❁ ابن خزیمہ اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے شام! تو میری زمین میں سے مجھے بہت پسند ہے لہٰذا تجھ میں میں اپنے پسندیدہ بندے آنے دوں گا (فرمایا) اللہ تعالیٰ نے شام اور اہل شام کی خاطر مجھ سے (بخشش کا) وعدہ فرمایا ہے۔''

❁ طبرانی اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''سنو! جب فتنے اٹھیں گے تو شام ہی میں امن ہوگا۔''

❁ انہی کی ایک روایت میں ہے فرمایا ''شام والے ان کی بیویاں، اولادیں، غلام اور لونڈیاں جزیرہ کے آخر تک سرحد کی حفاظت میں شمار ہوتے ہیں چنانچہ جو اس کے کسی بھی شہر میں ہوگا، وہ سرحد پر شمار ہوگا اور مجاہد گنا جائے گا۔''

فرشتے پروں کو پھیلائے شام کی حفاظت پر

❁ ترمذی اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے ''شام کے لیے خوشی کا مقام ہے کیونکہ رحمت کے فرشتے پر پھیلائے اس کی حفاظت کر رہے ہیں۔''

❁ امام احمد، ترمذی اور ابن حبان مرفوعاً لکھتے ہے فرمایا ''آگے چل کر آخری دور میں حضرموت کے مقام سے آگ دکھائی دے گی جو لوگوں کو ایک جگہ اکٹھا کرے گی۔ صحابہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! اس موقع کے بارے میں ہمیں کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ شام میں چلے جانا۔''

اہلِ شام زمین پر اللہ کا ڈنڈا

❁ امام احمد اور طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''شام میں رہنے والے زمین پر اللہ کا گویا ڈنڈا ہیں جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ جس سے چاہے انتقام لے لے، منافقوں کے لیے حرام کر دیا گیا ہے کہ اس کے مومنوں پر غالب آئیں بلکہ یہ لوگ غموں یا دکھوں میں مریں گے۔''

❁ امام حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''بہت بڑے گھمسان کے موقع (قیامت کے موقع) پر مسلمانوں کا بہت بڑا اجتماع ہوگا یعنی مسلمان اس زمین میں اکٹھے ہوں گے جسے ''غوطہ'' کہیں گے جس میں ایک شہر ہے جسے ''دمشق'' کہتے ہیں، یہ مسلمانوں کے لیے اس دن ٹھہرنے کی بہترین جگہ ہوگی۔''

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 214

مسافروں کو ذکر الٰہی سکھانا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے بھائیوں کو سواری کے وقت یہ بات سکھا دیں اللہ کو یاد کیا کریں اور خصوصاً اونٹ پر بیٹھتے وقت تو ایسا ضرور کریں کیونکہ سفر میں اکثر غفلت ہو جایا کرتی ہے۔

ہمارے شیخ، شیخ محمد شناوی رحمہ اللہ کے ہمراہ جب بھی ہم سفر میں ہوتے تو وہ اور ان کے ساتھی صبح نکلتے وقت گدھی

پر بیٹھے ہوئے ذکر کی مجلس کرتے تھے اور یونہی سواری کی حالت میں عشاء کے بعد بھی مجلس کرتے اور گھر میں کی جانے والی کوئی بھی عبادت سفر میں نہ چھوڑا کرتے۔

اے بھائی! یاد رکھو کہ جو شخص اللہ کا حکم ماننے اور اس کے روکے کاموں سے رکنے کی کوشش نہیں کرتا تو وہ اللہ کے ذکر سے، غافل شمار ہوتا ہے اور جو بھی اللہ کے ذکر سے خالی ہوتا ہے، شرعی کاموں سے رہ جاتا ہے اور اپنے جسم کو ہر قسم کی آفت کے لیے تیار کرتا ہے کیونکہ شفاء تو اللہ کی طرف بڑھنے ہی سے حاصل ہوتی ہے جب کہ پیٹھ پھیرنے سے بیماریاں گھیر لیتی ہیں کیونکہ بارگاہِ الٰہیہ سے آنے والے جھونکے، اپنی بہتر خوشبو کی وجہ سے دلوں پر لگا زنگ اتارتے ہیں اور جو شخص ان سے ہٹ کر کسی اور طرف توجہ کرتا ہے تو آفتیں اسے ہر طرف سے گھیر لیتی ہیں اور اس کے دل پر میل لگ جاتی ہے چنانچہ سمنون محبؒ نے اس بارے میں یہ اشعار لکھے ہیں

''زندگی گذارنے کا مزہ تو ان مردوں کے ساتھ آتا ہے جن کے دل تقویٰ پسند کرتے اور ذکر پر خوش ہوتے ہیں۔

ان پر دھڑا دھڑ موت آتی ہے لیکن وہ دنیا سے ایسے بے خبر ہوتے ہیں جیسے نشہ والا ہوتا ہے۔

ان کے گھنے غم ایسے لوگوں میں گھومتے ہیں جہاں اللہ کی محبت والے چمکدار ستاروں کی طرح ہوتے ہیں۔

چنانچہ ان کے دل زمین میں اس کی محبت کی وجہ سے مر چکے ہوتے ہیں جب کہ روحیں پردوں میں اوپر کی طرف جا رہی ہوتی ہیں۔ وہ اپنے محبوب کے علاوہ کسی اور کے پاس نہیں ہوتے اور نہ ہی کسی تکلیف اور نقصان کی وجہ سے ادھر ادھر ہوتے ہیں۔''

غفلت سب سے بڑا گناہ

حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اہل اسلام کے گناہوں کے بارے میں بہت سوچا تو ان میں نظر آنے والا سب سے بڑا گناہ اللہ سے غفلت دکھائی دیا۔ واللہ علیم حکیم۔

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو بھی مسافر اپنے سفر کے دوران اللہ اور اس کا ذکر کرتا ہے تو فرشتہ اس کی نگرانی کر رہا ہوتا ہے لیکن جب وہ شعر وغیرہ پڑھ رہا ہوتا ہے تو شیطان اس کی نگرانی کرتا ہے۔''

❁ امام احمد کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بتاتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنی سواری پر مجھے اپنی پچھلی طرف سوار کیا اور جب سنبھل کر بیٹھ گئے تو تین مرتبہ الله اکبر کہا، تین مرتبہ الحمد لله اور تین مرتبہ سبحان الله اور ایک مرتبہ لا اله الا الله پڑھا اور پھر مسکرا دئے، پھر فرمایا جو شخص بھی اپنے جانور پر سواری کرتے ہوئے، میری طرح پڑھا کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر توجہ فرما کر مسکراتا ہے۔''

❁ امام احمد، طبرانی اور ابن خزیمہ نے یہ روایت دی ہے ''ہر اونٹ کی کوہان میں شیطان ہوتا ہے لہٰذا اس پر سوار ہوتے وقت آپ کے حکم کے مطابق اللہ کا ذکر کرو اور پھر اس سے کام لو کیونکہ گویا اللہ ہی اس سے اٹھواتا ہے۔'' واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 215

رات کے وقت سفر کی برکت

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے بھائیوں کو رات میں سفر کی ہدایت کریں اور وہ رات کے آخری حصے میں ہر منزل پر ٹھہرتے وقت نماز (نفل) پڑھا کریں تا کہ وہ جگہ قیامت کے دن ان کی (عبادت کی) گواہی دے سکے کیونکہ جس چیز سے ہم الگ ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں ہم سے پوچھے گا کہ ہم نے اس کا حق ادا کر دیا ہے یا نہیں؟ خواہ وہ چیز ساتھی ہو، کپڑا، کھانا، وقت یا جگہ وغیرہ ہی کیوں نہ ہو اور یونہی ہم سے یہ بھی پوچھے گا کہ ہم نے اس چیز کے ہاں ٹھہرتے وقت اس کا ذکر بھی کیا تھا یا بھول گئے تھے چنانچہ اگر ہم اللہ کی بے فرمانی نہیں کرتے تو کپڑے، وقت یا جگہ کا حق ادا کر دیں گے (یاد رکھو) دل کی آنکھوں والوں کے ہاں ہر نعمت اور ناراضگی اللہ کی یاد دلایا کرتی ہے تو جو شخص اسے نعمتوں کی دوران یاد نہیں کرتا، وہ مشقتوں میں یاد کرے گا۔ واللہ غفور رحیم۔

زمین رات کو سمٹا دی جاتی ہے

- ابو داؤد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''رات کو سفر کیا کرو کیونکہ اس وقت زمین سمٹا دی جاتی ہے۔''
- ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن خزیمہ اور ابن حبان مرفوعاً لکھتے ہے فرمایا ''تین شخصوں سے اللہ محبت فرماتا ہے پھر ان میں سے ان لوگوں کا ذکر کیا جو ساری رات سفر کریں اور جب ان میں سے کسی کو کسی اور چیز کے مقابلے میں نیند کی ضرورت ہو تو کسی جگہ ٹھہر کر لیٹ جائیں اور (اللہ فرماتا ہے) پھر ان میں سے ایک میرے سامنے گڑگڑائے اور میری آیتیں پڑھا کرے۔''

یہ حدیث اس قول کی مضبوطی کرتی ہے جو ایک عالم نے لکھا ہے ''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کمزور اور گڑ گڑانے والے کو پسند کرتا ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 216

سواری بدکنے پر اللہ کا ذکر کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ایسے موقع پر اللہ کا ذکر کریں جب ہماری سواری ہمیں گرانے لگے کیونکہ وہ اسی وقت ہمیں گرائے گی جب ہم اللہ کی یاد سے غافل ہوں گے جیسے نماز میں امام صرف اس وقت بھولتا ہے جب مقتدی بے وضو ہوں۔ جس سے معلوم ہوا کہ ہماری سواری کا ہمیں گرانا ہمارے لیے سزا ہے اور جب ہم اللہ کا ذکر کریں گے تو وہ سزا نیکی کی شکل اختیار کر لے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

❁ نسائی، طبرانی اور حاکم کے مطابق حضرت ابوالملیح رضی اللہ عنہ کے والد بتاتے ہیں کہ ”میں رسولِ اکرم ﷺ کی سواری پر پچھلی طرف سوار تھا کہ اسی دوران ہمارا اونٹ پھسلا جس پر میں نے کہا کہ شیطان تباہ ہو کیونکہ ایسے موقع پر وہ پورے گھر جتنا بڑا ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے اس شخص کو زور کی بنا پر گرایا ہے لہٰذا بسم اللہ کہو کیونکہ یوں وہ گھٹتے گھٹتے مکھی جتنا رہ جاتا ہے۔“

سواری پر بسم اللہ کہنے سے شیطان سکڑ جاتا ہے

امام احمد اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ ایک گدھے پر سوار تھے، ایک شخص آپ کے پیچھے سوار تھا کہ گدھا اچھلا جس پر اس شخص نے کہا کہ شیطان تباہ ہو، اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یوں نہ کہا کرو کیونکہ اس پر وہ اپنے آپ کو بڑا جانتے ہوئے کہتا ہے کہ میں نے اپنے زور سے اسے گرایا ہے اور جب تم بسم اللہ کہو گے تو وہ گھٹنا شروع ہو جاتا ہے اور مکھی سے بھی بہت چھوٹا ہو جاتا ہے (یا فرمایا جب بسم اللہ کہا جائے تو سکڑتے سکڑتے مکھی کی طرح ہو جاتا ہے)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 217

سفر میں دعا کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ راہ چلتے جب ہم کسی جگہ ٹھہریں تو یوں کہا کریں اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ

شَرِّ مَا خَلَقَ کیونکہ جو شخص یوں پڑھ لیتا ہے تو اپنے مقام پر واپس آنے تک کوئی شے اس کا نقصان نہیں کر سکتی۔

❁ حضرت امام مالک، مسلم، ترمذی اور ابن خزیمہ کے مطابق روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نہ کسی سبب کے بنا پر کام کرنا ہوتا ہے چنانچہ ہر سبب وہی پیدا کرتا ہے اور وہ اسی کی مرضی ہوتا ہے چنانچہ دیکھو کہ اس نے پانی وغیرہ پینے پر سیراب کرنا ہوتا ہے اور کھانا کھانے پر سیر کرنا لکھا ہوتا ہے چنانچہ یونہی وہ تمہاری اس وقت حفاظت فرمائے گا جب تم اس کا بتایا فرمان کہو گے۔ اسے ذہن میں رکھو۔

❁ طبرانی کے مطابق حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ میں حمص کے مقام سے چلا تو بیعہ کے مقام پر رات چھا گئی۔ یہاں میرے پاس زمین پر رہنے والی چیزیں جمع ہو گئیں چنانچہ میں نے سورۂ اعراف کی مکمل یہ آیت پڑھی اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا وَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ جس پر ان چیزوں میں سے کچھ نے دوسروں سے کہا کہ اب صبح تک اس کی حفاظت کرو چنانچہ صبح اٹھ کر میں اپنی سواری پر سوار ہو کر چل دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 218

مسافر کی پیٹھ پیچھے دعا کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم خصوصی طور پر مسلمان بھائی مسافروں کی پیٹھ پیچھے ان کے لئے دعائیں کرتے رہا کریں چنانچہ اس سلسلے میں ہمیں سب سے پہلے فرشتے کی اس دعا کا فائدہ ملے گا کہ وَلَکَ مِثْلُہٗ (تجھے بھی یہی کچھ ملے گا)

یہ بات ذہن میں رکھئے کہ بھائیوں کے لیے دعا کرتے وقت ہمیں یوں عرض کرنا چاہیے کہ "اے اللہ! بھائیوں اور اولاد وغیرہ کے خلاف ہماری طرف سے ناراضگی میں کی گئی دعاء قبول نہ فرما" کیونکہ اکثر پھر ایسی دعا قبول نہیں ہوتی، یہ چیز بھائیوں، اولاد اور بیویوں وغیرہ پر مہربانی اور شفقت شمار ہوتی ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان ناراضگی میں اپنے دوست کے خلاف دعا کر دیتا ہے تو اللہ کے قبول کر لینے پر شرمندہ ہو جاتا ہے اور پھر چاہتا ہے کہ پھینکا ہوا تیر واپس ہو جائے لیکن ایسا نہیں ہوتا۔

بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان، مخلوق کے ساتھ جو سلوک بھی کرتا ہے، وہی اسے بھی ملنا ہوتا ہے اور اگر وہ نتیجہ اسے نہ مل سکے تو اس کے بعد اس کی اولاد کو ملنا ہوتا ہے اور پھر انہی ہدایات میں حضرت ابوالنجاء رضی اللہ عنہ کا قول گذر چکا ہے جو موت کے وقت مریدوں کی طرف سے وصیت کی درخواست پر آپ نے فرمایا تھا "یاد رکھو کہ تمہارے وجود نے ویسا ہی برداشت کرنا ہوتا ہے جیسے اعمال تم کرتے ہو لہٰذا دیکھتے رہو کہ تم کیسے ہو؟ اور جب (ایسی صورت میں) تمہیں کوئی تکلیف آ

پہنچے تو پھر اپنے آپ ہی کو برا بنایا کرو۔ واللہ غفور رحیم۔

❁ مسلم اور ابوداؤد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جب پیٹھ پیچھے کوئی شخص اپنے کسی بھائی کے لیے دعا کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ ''تمہیں بھی یہی کچھ ملے۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''دو ایسی دعائیں ہیں کہ اللہ اور ان کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا، ظلم میں پسنے والے اور پیٹھ پیچھے بھائی کے لیے کی گئی دعا۔''

❁ امام ابو داؤد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''تیزی سے قبول ہونے والی دعا وہ ہوتی ہے جو کسی بھائی کی پیٹھ پیچھے کی جاتی ہے۔''

❁ ابو داؤد، بزار اور ترمذی مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''اس میں کوئی شک نہیں کہ تین دعائیں قبول ہو جایا کرتی ہیں، والد کی دعا، ظلم میں پسنے والے کی دعا اور مسافر کی دعا۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 219

پردیس میں مرنے کی خاطر دعا کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم جب سفر میں کسی جگہ بیمار ہوں تو وہیں مرنا پسند کریں کیونکہ ہمارے ارادے کے مقابلے میں اللہ کا ارادہ پہلے شمار ہوتا ہے اور پھر اس میں اس ثواب کو حاصل کرنے کا شوق دلایا گیا ہے جو کسی کے سفر میں فوت ہونے پر روایات میں آتا ہے۔

سفر میں موت کی خواہش اور اس میں راز

اس میں راز یہ ہے کہ جو شخص سفر کی حالت میں فوت ہوتا ہے، اس کا بھروسہ مخلوق کی بجائے صرف اللہ کے فضل پر ہوتا ہے جب کہ اپنے اہل وعیال اور قبیلے میں مرنے والے کی توجہ انہی کی طرف ہوتی ہے تا کہ اس کا کچھ فائدہ کریں جب کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ''جن کے دل صرف میری وجہ سے ٹوٹ جائیں تو میں ان کے قریب ہوتا ہوں۔'' اور اس میں شک نہیں کہ جو سفر میں فوت ہوتا ہے وہ ٹوٹے دل والا ہی ہوتا ہے اور اللہ نے اس کے بارے میں بتا دیا ہے کہ وہ مہربانی اور رحمت کی بناء پر ان کے قریب ہوتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ یوں کسی کے پاس ہو تو وہ بڑی کامیابی حاصل کر لیا کرتا ہے۔ واللہ غفور رحیم۔

نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے روایت لکھی ہے کہ ''مدینہ میں پیدا ہونیوالا ایک شخص وہیں فوت ہوا تو رسولِ اکرم ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا افسوس ہے کہ یہ اپنی پیدائش کی اصل جگہ پر فوت نہیں ہوا، صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ کیونکر؟ فرمایا جب کوئی انسان اپنی پیدائش کی جگہ سے باہر فوت ہوتا ہے تو جنت میں اسے اتنا دور مقام ملتا ہے جو اس کی پیدائش والی جگہ سے اس کی موت والی جگہ تک کا درمیانی سفر بنتا ہے۔''

سفر کی موت شہادت بنتی ہے

امام ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''سفر میں موت، شہادت بنتی ہے۔'' پھر طبرانی کی حدیث میں جہاں شہیدوں کو شمار کیا، ان میں یہ بھی شامل فرمائے ''عرق ہونے والا شہید ہے اور مسافر شہید بنتا ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 220

گناہ ہوتے ہی توبہ کرنا

نبی کریم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہر گناہ کرتے ہی ہمیں فوراً توبہ کرنی چاہئے اور اللہ کے ناراضگی سے بچنے کے لیے اپنے کئے پر لمحہ بھر بھی اڑ نہیں جانا چاہئے جب کہ اڑ جانا خود ایک اور گناہ بن جاتا ہے اور جب ایسا ہو جائے تو جلدی کرتے ہوئے اس اڑ جانے سے توبہ کرنی چاہئے اور پھر یہی کچھ اس شخص کے بارے میں بھی سمجھئے اڑنے سے توبہ نہ کرنے پر اڑ جاتا ہے کیونکہ ہر گناہ کا علاج موجود ہے چنانچہ جو شخص ستر سال یا اس سے زیادہ عرصے تک کسی گناہ پر اڑا رہا اور پھر شرمندہ ہو کر پہلے کئے گئے ہر اصرار پر اللہ سے بخشش مانگے تو یہ بخشش اسے بھی مل جاتی ہے کیونکہ توبہ پہلے تمام گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔

شرک سے توبہ یقیناً قبول ہوتی ہے

علماء کرام لکھتے ہیں کہ قرآن کریم کے واضح حکم کے مطابق شرک سے توبہ یقیناً ہو سکتی ہے چنانچہ بلا شبہ یہ قبول ہو جاتی ہے جب کہ اہل اسلام کے گناہ یوں نہیں بلکہ ان کے قبول ہونے کا صرف خیال ہی ہوتا ہے جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ مشرک شخص اللہ سے مکمل طور پر کٹا ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ اس پر یوں مہربانی فرماتا ہے جیسے بوڑھے ضعیف پر فرماتا ہے اور جب وہ اچھی طرح توبہ کر لیتا ہے تو اس کے سارے گناہوں پر لگا پہلا حکم اس سے اٹھا لیتا ہے، رہا مسلمانوں میں سے گنہگار شخص تو اسے اس طاقتور اور بے فرمان جوان کی طرح سمجھا جاتا ہے کہ اللہ سے اس کی بے تعلقی کمزور سی چیز ہوتی ہے

کیونکہ وہ مسلمان اور اللہ کو ایک ماننے والا ہوتا ہے اور اس نے اسلام کا مزہ لیا ہوتا ہے لہٰذا اس کے لیے مناسب یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی بے فرمانی نہ کرے (اور کرنی ہے تو اس کی بخشش، گمان کی بنا پر ہوتی ہے)۔

یہ وہ حکمت ہے جو اس بارے میں ابھی تک میرے ذہن میں آئی ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ کسی کے دل میں اس سے بہتر کوئی اور وجہ ڈال دے تو وہ اسے یہاں شامل کر دے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تک دل میں گناہوں کی خواہش موجود ہو، تب تک عبادتیں کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ گناہوں کی خواہش کی تاریکی عبادتوں کے نور کو دل میں داخل نہیں ہونے دیتی جب کہ نجات کا دار و مدار دل میں نور آ جانے پر ہوتا ہے تاکہ وہ بارگاہ الٰہی کی حاضری حاصل کرنے کا اہل ہو جائے۔ واللہ غفور رحیم۔

❁ امام مسلم اور نسائی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ رات کے وقت اپنا قدرتی ہاتھ پھیلا دیتا ہے تا کہ دن کے گنہگار توبہ کر سکیں اور دن کو اس لیے پھیلاتا ہے کہ رات میں گناہ کرنے والے توبہ کر لیں اور یہ سلسلہ اس وقت تک چلتا رہے گا جب تک سورج مغرب کی طرف سے نہیں چڑھتا۔'' (قیامت تک)

❁ امام مسلم کی مرفوع روایت یوں ہے فرمایا ''جو شخص سورج کے مغرب کی طرف سے چڑھنے سے پہلے پہلے توبہ کر لے گا تو اللہ اسے قبول کر لے گا۔''

توبہ کے دروازے کی چوڑائی

❁ ترمذی نے صحیح اور بیہقی نے مرفوع روایت ذکر کی ہے فرمایا ''مغرب کی طرف ایک دروازہ ہے جس کی چوڑائی کی پیمائش چالیس (یا فرمایا ستر) سال کا سفر بنتی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس دن کھول دیا تھا جب آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا چنانچہ اس طرف سے سورج چڑھنے تک اسے بند نہیں کرے گا۔''

❁ ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اگر تم گناہ کرو اور وہ آسمان تک کی جگہ بھر دیں اور پھر توبہ کر لو تو اللہ وہ توبہ قبول فرما لیتا ہے۔''

❁ امام حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''یہ آدمی کی نیکبختی ہے کہ اس کی عمر اتنی دراز کر دے کہ اللہ اسے توبہ کی توفیق دیدے۔''

❁ ابو یعلیٰ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص یہ چاہتا ہے کہ کوشش کرتے ہوئے عبادت میں تھکنے والے سے آگے نکل جائے تو اسے گناہوں سے رک جانا چاہئے۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''ایک مومن شخص گناہ کر کے اس پر اللہ سے توبہ کرتے ہوئے بخشش مانگتا ہے چنانچہ وہ شخص نیک بخت شمار ہوتا ہے جو توبہ کر کے استغفار کرتا ہوا فوت ہو۔''

❁ ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''(انبیاء کو چھوڑ کر) ہر ابن آدم سے گناہ ہونا ممکن ہے تاہم سب گناہ گاروں میں سے بہتر وہ لوگ ہیں جو توبہ کیا کرتے ہیں۔''

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جب کوئی شخص گناہ کرے اور اس کے ذہن میں آ جائے کہ اس کا ایک پروردگار بھی ہے جو گناہ بخشتا اور اسے پکڑ سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے میں نے اپنے اس بندے کو بخش دیا ہے، اب (شرک وغیرہ کبیرہ گناہوں کے علاوہ) جو چاہے کرتا رہے۔''

''جو چاہے کرے'' کا مطلب یہ ہے کہ جب تک وہ گناہ کر کے توبہ و استغفار کرتا رہے تو میں اسے بخشتا جاؤں گا، اس کی توبہ و استغفار اس کے گناہوں کو مٹا دے گا، یہ مطلب نہیں کہ وہ گناہ کرے اور گناہ چھوڑے بغیر صرف زبان سے توبہ کرے پھر گناہ شروع کر دے کیونکہ ایسی توبہ بڑے جھوٹے لوگوں کی ہوتی ہے۔'' واللہ اعلم۔

❁ طبرانی کی مطابق حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ''میں نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے کوئی نصیحت فرمایئے، فرمایا جہاں تک ممکن ہو پرہیز گار بنو اور پھر ہر پتھر و درخت کے پاس جانے پر اللہ کا ذکر کرو اور جو برائی کا کام کر بیٹھو تو فوراً توبہ کرو، برائی پوشیدہ ہو تو توبہ پوشیدہ اور ظاہر ہو تو سب کے سامنے توبہ کرو۔''

❁ امام اصفہانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جب انسان اپنے گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ حفاظت کرنے والے (کراماً کاتبین) فرشتوں کو اس کے گناہ بھلا دیتا ہے اور پھر اس کے اعضاء اور جسمانی نشانوں سے بھی مٹا دیتا ہے چنانچہ قیامت کے دن جب اللہ سے ملے گا تو اس پر اللہ کی طرف سے گناہ کا کوئی گواہ نہ ہوگا۔''

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے بارے میں کسی نے لکھا ہے کہ جب تک بندہ اپنے گناہوں کو ذہن میں رکھتا ہے اور انہیں یاد رکھتا ہے، وہ مٹائے نہیں جاتے کیونکہ فرشتوں کے رجسٹر میں ان کی صورت موجود ہوتی ہے لہٰذا گناہ گار کے لیے یہ صحیح نہیں کہ وہ اپنے گناہوں کو نیکیوں سے بدلا ہوا خیال کرے، ہاں اگر بھول جائے اور اسے بالکل یاد نہ رہے تو یہ خیال کر سکتا ہے، اصل وجہ یہ ہوتی ہے کہ جب وہ گناہ بدل جاتے ہیں تو گناہوں کی شکل ہی باقی نہیں رہتی کہ بندہ اسے یاد رکھ سکے۔ وہ تو کمر توڑ دیتا ہے۔ ہم اللہ سے مہربانی مانگتے ہیں۔

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''(گناہوں پر) شرمسار ہونے والا اللہ سے رحمت کی امید رکھتا ہے جب کہ تکبر والا اللہ کی ناراضگی کی انتظار میں ہوتا ہے۔''

❁ امام طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''گناہوں سے (سچی) توبہ کرنے والا یوں ہو جاتا ہے جیسے اس نے کوئی بھی گناہ نہ کیا ہو۔''

❁ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو شخص گناہوں پر بخشش مانگ رہا ہوتا ہے تو گناہ یوں اس پر کھڑا ہوتا ہے جیسے اللہ سے ٹھٹھا کر رہا ہو۔''

❁ ابن حبان اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''شرمسار ہو جانا ہی توبہ ہوتی ہے۔''

❁ امام حاکم کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے ''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی شرمساری کو دیکھتا ہے تو اس کے بخشش مانگنے سے پہلے اسے بخش دیتا ہے۔''

❁ مسلم کی روایت یوں ہے فرمایا ''مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم لوگ گناہ

نہ کروتو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو لے آئے گا جو گناہ کر کے توبہ واستغفار کریں جس پر وہ انہیں بخش دے۔"

❁ طبرانی نے مرفوع روایت لکھی ہے فرمایا "جو شخص اپنی باقی عمر میں اچھی توبہ کرے تو اس کے گذشتہ گناہ بخش دئے جاتے ہیں اور جو اس میں برے کام کرے تو اللہ اسے پہلے اور بعد والے گناہوں میں پکڑ لے گا۔"

❁ بیہقی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "جب کوئی گناہ کرلو تو اس کے ساتھ ہی نیکی کرلیا کرو۔"

❁ طبرانی اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "تم جہاں بھی ہو، اللہ سے ڈرتے رہو اور گناہ کے بعد نیک کام کرلو، وہ گناہ کو مٹا دے گا اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کا برتاؤ کرو۔"

❁ ایک روایت میں امام احمد نے اتنا زیادہ کہا ہے کہ "حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا لا الہ الا اللہ کہنا بھی نیکیوں میں شمار ہوتا ہے؟ فرمایا یہ سب سے بڑی نیکی ہے۔"

توبہ کے بارے میں احادیث و آثار بہت سے ملتی ہیں جو مشہور ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 221

عبادت کے لیے وقت نکالنا

رسولِ اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے آپ کو عبادت پر لگانے اور اللہ کی طرف توجہ کے لیے وقت نکالیں خصوصاً جب چالیس سال کی عمر ہو جائے۔

اس ہدایت پر عمل کے لیے خلوص والے شیخ کی ضرورت ہے جو اسے راہ پر ڈالے اور دنیا کی تمام رکاوٹیں دور کر دے یا پھر رکاوٹوں کے ہوتے ہوئے انہیں نیک نیتی کے ساتھ اللہ کی مرضی کی طرف تبدیل کرے کیونکہ ہر موجود چیز کی دو صورتیں ہوتی ہیں، ایک صورت وہ ہوتی ہے جو اسے اللہ کے قریب کرتی ہے جب کہ دوسری صورت اللہ سے دور کرتی ہے چنانچہ بندہ دور کرنے والی صورت کو تبدیل کر کے قریب کرنے والی بنا دے اور قریبی بن جائے لہٰذا اے بھائی! گناہوں کے علاوہ اپنے تمام اعمال کو اسی ترازو پر پرکھا کرو اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ گناہ بندے کو قریب کرتے ہیں کیونکہ اس میں عاجزی و انکساری پیدا ہوتی ہے اور اس کا مقصد گناہوں کا اثر ہوتا ہے، گناہ نہیں ہوتے۔

پھر حضرت شیخ تاج الدین بن عطاء کے اس قول میں غور کرو "ایسا گناہ جس کے نتیجے میں عاجزی اور انکساری پیدا ہو، وہ اس عبادت سے بہتر ہوتا ہے جس کے بعد تکبر پیدا ہو۔" چنانچہ انہوں نے اس میں بھلائی کو گناہ کا نتیجہ قرار دیا ہے نہ کہ عین گناہ تو پھر اجماع کے طور پر علماء میں سے کسی کا یہ سمجھنا صحیح نہیں کہ گناہ کرنا اللہ کے قریب کر دیتا ہے کیونکہ یہ کہنے والے کا جھوٹا ہونا محسوس ہوتا ہے چنانچہ اگر گنہگار یہ چاہے کہ اسے گناہ میں پڑنے سے اللہ کے ساتھ تعلق حاصل ہو جائے گا تو

یہ بات کبھی صحیح نہ ہو سکے گی بلکہ ایسا شخص دیکھے گا کہ اللہ سے ملنے یا اس کی بارگاہ میں حاضری کی ڈور ٹوٹ جائے گی۔

حضرت جنید رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اے میرے آقا! میں گناہ کیا کرتا ہوں اور یہ مشاہدہ کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہی اس گناہ کو پیدا کرنے والا ہے۔ فرمایا یہ شیطان کی طرف سے تمہیں دھوکا ہے لہٰذا اگر تم حقیقی نظر ڈالو گے تو گناہ کی حالت میں اپنے آپ کو دیکھو گے کہ اسے اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کبھی حاصل نہ ہو سکے گا اور پھر اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ تم نے اس کا مشاہدہ کر لیا ہے تو وہ تمہیں تم پر ناراض نظر آئے گا، راضی نہ ہو گا۔

یہ گفتگو بڑی نفیس ہے۔

اے بھائی! اگر تم اس ہدایت پر چلنا چاہتے ہو تو ایسے شیخ کی طریقے پر چلو جو تمہاری رکاوٹیں دور کر دے یا جیسے کہ ہم نے کہا، انہیں نیکی سے بدل دے ورنہ لازمی بات ہے کہ مرنے تک تمہارے سامنے اللہ کی راہ میں رکاوٹیں آتی رہیں گی اور پھر تم کیا بڑے بڑے لوگ کسی شیخ کے بغیر اپنے طور پر ان رکاوٹوں کو دور کرنے کا طریقہ معلوم کرنے سے عاجز آ چکے ہیں اور یہ ان کی ہمت میں نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ تمہیں یہ رکاوٹیں یکے بعد دیگرے دور کرنے کو کہتا رہتا ہے اور جب آخر میں صرف ایک رکاوٹ رہ جاتی ہے تو وہ تم سے کہتا ہے، آؤ اسے بھی دور کر دو بس تم ہو گے یا پھر بارگاہِ الٰہی۔

اے بھائی! تمہیں عرصہ تک اپنے شیخ کے حکموں پر صبر سے چلنا ہو گا جب کہ اکثر لوگ راستے سے ہٹ جاتے ہیں تو انہیں رکاوٹیں دور کرنے سے کوئی زیادہ فائدہ نہیں ہوتا۔

اس کی وضاحت یہ ہے کہ طریقت میں چلنے کا طریقہ نظر نہیں آیا کرتا جب کہ مرید اس اندھے جیسا ہوتا ہے جو عمر بھر راستے پر چلنا چاہتا لیکن چل نہیں سکتا تاہم شیخ اس مسافر کی طرح ہوتا ہے جو سورج کی روشنی میں لمبے عرصے تک چلا ہوتا ہے لہٰذا اس کے تباہی والے سارے مقامات سے واقف ہوتا ہے اور اگر فرض کر لیا جائے کہ وہ اندھا ہے یا رات کی تاریکی میں چلتا ہے تو اسے ہلاکت کی سب جگہوں اور بند راستوں کا یوں پتہ ہوتا ہے جیسے حاجی کو راستہ دکھانے والا ہو چنانچہ جو شخص شیخ کے سامنے جھک جائے اور اس کی فرمانبرداری کرے تو وہ راستے سے گذر جائے گا اور تباہی سے بچ جائے گا اور جو شیخ کے سامنے نہ جھکا، وہ چلنا نہیں جانے گا اور عموماً تباہی میں پڑ جائے گا اور پھر وہ مرتے دم تک وہاں سے نکل نہ سکے گا اور اگر وہ راستہ غائب نہ ہوتا تو کوئی بھی اکیلا اس سے گذر نہ سکتا اور اللہ کی طرف بلانے والے انبیاء، اولیاء اور علماء کا کچھ فائدہ نہ ہوتا لہٰذا اس میں اور خصوصیت کی ضرورت ہے۔ اس میں خوب غور کرو۔

اگر ہمیں کوئی کہنے والا یوں کہے کہ سارے اعمال ہر شخص کے مقدر میں لکھے ہیں تو جس کے حصے میں جو کچھ لکھا ہے، اسے ضرور کرنا ہو گا لہٰذا اس کے حکم دینے والے کی ضرورت ہی نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ حکم دینے والا بھی تو لکھا ہوا ہے لہٰذا اس کا ہونا ضروری ہے چنانچہ شیخ کا اس قسمت میں دخل نہیں، اس کا دخل اس بات میں ہے کہ عبادت کو درست کرے اور مرید کو شرعی طور پر اسے کرنے کی تعلیم دے تا کہ وہ آفتوں سے بچ سکے۔

ضرورت تقلید کی منطقی دلیل

تمام مشائخ کا اس بات پر اجماع ہے کہ اگر کوئی بندہ کوتاہی کئے بغیر اللہ کے تمام حکموں پر ویسے ہی عمل کرے جیسے اللہ نے اسے حکم دیا ہے تو اسے کسی شیخ کی ضرورت نہ ہوگی لیکن وہ ایسا نہیں کر سکے گا لہٰذا اسے لازمی طور پر اس شخص کی ضرورت ہوگی جو اسے بتائے کہ اس حکم سے اللہ کی مراد کیا ہے چنانچہ اسی بناء پر مجتہد حضرات کے ماننے والوں کو مجتہد حضرات کی ضرورت ہوتی ہے تا کہ وہ اسے بتا سکیں کہ حضور شارع علیہ السلام کی اس حکم سے مراد کیا ہے چنانچہ مجتہدوں کو ماننے والے اس شخص کی تقلید کرتے ہیں جو انہیں مجتہد حضرات کی مراد بتا سکیں اور یہ سلسلہ آگے تک چلتا ہے چنانچہ ہر دور والے اپنے سے پہلے دور والوں کی مراد جانتے ہوتے ہیں کیونکہ یہ ان کے قریب ہوتے ہیں لیکن اگر بعد والے علماء اس واسطہ کو معلوم کرنا چاہیں جو ان سے پہلے والوں کو حاصل تھا اور پہلے لوگوں کا کلام بعینہٖ خود سمجھنا چاہیں تو وہ ایسا نہیں کر سکیں گے۔

حضرت سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے خاص بندے کے لیے شرط یہ ہے کہ اس کے سامنے کوئی ایسی رکاوٹ ہو جو اسے بارگاہِ الٰہی میں حاضری سے روکے اور جب کوئی رکاوٹ ہوگی تو اسی رکاوٹ کا بندہ ہوگا، کسی خاص شے کا بندہ نہ ہوگا۔

سیدی علی مرصفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر وہ مرید جیسے اس کا شیخ دنیا کی کوئی چیز پھینک دینے کا حکم دے لیکن وہ انکار کر دے تو شیخ سے مکر کرتا ہوگا اور پھر بارگاہِ الٰہی سے ہانکے جانے کے لائق ہوگا لہٰذا اس کے بعد اس کی کامیابی کی کبھی بھی امید نہ ہوگی لہٰذا ایسے شخص کو مبارک دیتا ہوں جو اپنا رخسار اپنے استاد کے سامنے زمین پر رکھ دے اور وہ جوتوں سمیت اس پر چڑھ جائے۔ ''اللہ جسے چاہے سیدھے راستے پر ہدایت دیدے۔''

❁ امام حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''تمہارا پروردگار فرماتا ہے کہ اے ابن آدم! پوری کوشش سے میری عبادت کرو، میں تمہارے دل کو نور اور دولت سے بھر دوں گا اور ہاتھوں کو روزی سے بھر دوں گا۔ اے ابن آدم! مجھ سے دور نہ ہٹو کیونکہ یوں میں تمہارے دل میں فقر و محتاجی بھر دوں گا اور ہاتھوں کو کام میں لگا دوں گا۔''

❁ ابن ماجہ، ترمذی اور ابن حبان کے مطابق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے یوں تلاوت فرمائی مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ (الآیۃ) ''جو آخرت کی کھیتی چاہے، ہم اس کے لیے اس کی کھیتی بڑھائیں اور جو دنیا کی کھیتی چاہے، ہم اسے اس میں سے کچھ دیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔'' پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم! پوری کوشش سے میری عبادت کرو، میں تمہارے دل کو مالداری سے بھر دوں گا اور تمہاری محتاجی روک دوں گا لیکن ایسا نہیں کرو گے تو تمہارے دل کو تمہارے خیالوں میں مصروف رکھوں گا اور محتاجی دور نہیں کروں گا۔''

❁ امام احمد اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جب بھی سورج چڑھتا ہے تو اس کی دونوں طرف فرشتے اترتے ہیں اور جنوں انسانوں کے علاوہ سب کو سناتے ہیں کہ اے لوگو! اپنے پروردگار کی طرف آؤ کیونکہ جو چیز تھوڑی ہو کر کافی ہو، وہ اس سے بہتر ہوتی ہے جو زیادہ ہو لیکن غافل کر دے۔''

اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 222

اللہ تعالیٰ کے فضل کے مطابق نیک کام کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے بھائیوں کو اللہ کے فضل کے مقابلے میں نیک کام کرنے کو کہیں کسی اور پر بھروسہ نہ کریں اور ان سے کہیں کہ اپنے اس اللہ کا اپنے آپ پر احسان دیکھیں جس نے انہیں اس عبادت کے لائق بنایا ہے اور اپنی بارگاہ سے یوں نہیں دھکیلا جیسے دوسروں کو دھکیل دیا ہے اور پھر انہیں تھوڑے عمل کے ذریعے ویسے ہی اللہ سے راضی رہنے کو کہیں جیسے وہ امیروں اور مالداروں کے مقابلے میں ملنے والے کم مال پر ان سے خوش ہوتے ہیں، انہیں یہ بھی سکھائیں کہ یوں کہا کریں اس اللہ کا شکر ہے جس نے ہمارے حق میں فرمانے کو غلط کر دیا اور ہمیں اس میں وقت مقرر کیے بغیر اپنی عبادت میں لگا دیا۔ اس عبادت میں لگانے کی وجہ ان کے دل بکھرنا نیز قرضوں اور ظلموں کی وجہ سے غموں کا آنا ہے جب کہ کاروبار تھوڑا اور عیال و اولاد زیادہ ہوتی ہے، پھر روزی میں برکت نہیں ہوتی جسے وہ شخص جانتا ہے جس پر انہونا الزام لگا ہو جب کہ الگ تھلگ رہنے والے فقیروں کے پاس نہ تو اس کا علم ہوتا ہے اور نہ اس کی کوئی خبر چنانچہ اسی بنا پر اللہ نے ان کے لیے ترازو مقرر کر رکھا ہے اور چونکہ انہیں کوئی کام نہیں ہوتا اور نہ ہی کسب جانتے ہیں لہٰذا ان کے تھوڑے عمل قبول نہیں کرتا لہٰذا ان میں سے کسی کے لیے بالکل مناسب نہیں ہوتا کہ بہت عمل کیا کریں۔

اس ہدایت پر عمل کرنے کے لیے ایک ایسے شیخ کی ضرورت ہے جو اسے راستے پر چلا کر بارگاہِ الٰہی میں پہنچائے تا کہ وہ وہاں ایسے شخص کو دیکھ سکے جو اللہ کے علاوہ کسی اور پر بھروسہ نہ کرتا ہو اور وہ غیروں سے جان چھڑاتا ہو اور اس سے الگ ہوتا ہو چنانچہ اس مقام پر وہ عمل کئے بغیر لازمی طور پر اللہ پر بھروسہ کرنے لگے گا جب کہ تمہارا عمل بلا شبہ اور چیز ہوگا لہٰذا اے بھائی اگر تم اس ہدایت پر عمل کرتے ہوئے ہر برائی سے بچنا چاہتے ہو تو کسی شیخ کی راہنمائی پر عمل کرو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ ابن ماجہ، ترمذی اور ابوداؤد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''تم آپس میں ایک دوسرے کو نیک کام کرنے کو کہو اور برے کاموں سے منع کرو اور جب تم یہ دیکھو کہ بخیل کی فرمانبرداری ہوتی ہے، خواہش پر عمل کرنے والے کی تابعداری کی جاتی ہے، اس پر دنیاوی اثر ہے اور ہر رائے والا اپنی رائے کو سب سے بڑی سمجھتا ہے تو پھر اپنے آپ پر دھیان دو اور عام لوگوں سے تعلق توڑ کیونکہ اس کے بعد وہ دن آئیں گے جن میں صبر کرنا ایسا مشکل ہوگا جیسے انگارا پکڑنا، ان دنوں میں نیک عمل کرنے والے کو ایسے پچاس آدمیوں جتنا اجر ملے گا جو اس جیسے نیک عمل کرتے ہوں گے۔''

❁ ابو داؤد کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے ''عرض کی گئی یا رسول اللہ! کہ پچاس آدمیوں کے اجر والے مرد ہم میں سے ہوں گے یا ان لوگوں میں سے؟ فرمایا انہیں تم جیسے پچاس لوگوں کا اجر ملے گا۔''

❁ امام مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''فتنہ اور فساد کے وقت عبادت کرنا ایسا ہوگا جیسے میری طرف ہجرت کرنا۔''

حافظ منذری فرماتے ہیں کہ (حدیث کے لفظ) ھرج کا مطلب آپس میں اختلاف اور فتنہ وفساد ہے جب کہ ایک حدیث میں اس سے مراد قتل کرنا لیا گیا ہے کیونکہ فتنہ اور فساد اس کے سبب بنتے ہیں چنانچہ قتل کو فتنہ وفساد کی جگہ استعمال کیا گیا (یعنی مسبب کو سبب کی جگہ برتا گیا)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 223

ہمیشہ نیک کام کرتے رہنا

رسولِ اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم کوئی بھی کام ہمیشہ کیا کریں خواہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو کیونکہ ہم ہر دن موت کے قریب ہوتے جاتے ہیں لہٰذا ہمارے لیے مناسب یہ ہے کہ عمل کئے جائیں، اسے چھوڑ نہ دیں۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ جس سے شیخ کے بغیر خود بخود عبادت کرنے والے بہت سے لوگ غفلت کرتے ہیں چنانچہ وہ لگاتار مشکل کام کرتے ہیں جن سے اکتا جاتے ہیں اور اپنی آخری عمر میں سارے سخت عمل چھوڑ دیتے ہیں، اس لیے تو لوگ کہتے ہیں۔ ''عبادت کی رسی لمبی ہوتی ہے۔''

لوگوں میں سے ایک شخص میرے پاس آیا اور چونکہ پابندی سے اپنے ورد اور نیک کام کیا کرتا تھا لہٰذا میں نے اسے جماعت لے کر مجلس شروع کرنے پر لگایا پھر کچھ عرصہ بعد اللہ نے اس سے یہ ساری بھلائی چھین لی تو وہ ٹھیکری کی طرح خالی ہو گیا اور اس کے چہرے کی چمک دمک دور ہوگئی کیونکہ جس کا کوئی شیخ نہیں ہوتا، وہ جب زیادہ عبادت کرتا ہے تو لازمی طور پر اکتا جاتا ہے اور اس کی طرف اس کا جھکاؤ نہیں رہتا، اس کے پاس کوئی بہانہ نہیں رہ جاتا یا تکبر سے کام نہیں کر سکتا۔ یہ بلا شبہ اللہ کی طرف سے اس کے لیے خفیہ چال ہوتی ہے جب کہ اللہ نے اپنے اس فرمان میں مردوں کی تعریف کی ہے ''مسلمانوں میں کچھ مرد وہ ہیں جنہوں نے سچا کر دیا جو عہد اللہ سے کیا تھا، تو ان میں کوئی اپنی منت پوری کر چکا اور کوئی راہ دیکھ رہا ہے اور وہ ذرا نہ بدلے۔'' تو اے بھائی! تم ان مردوں کے ساتھی بنو اور ان کے ساتھی نہ بنو جن سے خفیہ چال چلی گئی اور جو اپنے مشائخ کے عہدوں کو توڑنے والے ہیں تاکہ شاید تمہیں آبِ حیات مل جائے اور تمہاری سوکھی لکڑی تر و تازہ ہو جائے اور یوں تم عمل کرنے سے اکتا نہ سکو۔

پہلے بزرگوں میں سے جب کوئی چالیس سال کی عمر کو پہنچ جاتا تو اپنے رب کی عبادت میں لگ جاتے اور پھر اگر ان سے کہا جاتا کہ کل تم مر جاؤ گے تو جو عمل وہ کر رہے ہوتے، اس میں کوئی بھی زیادتی نہ کرتے۔

اس ہدایت پر عمل کرنا خصوصاً ان لوگوں پر لازم ہے جو اللہ کی طرف بلانے والے، میں کیونکہ جب خود شیخ عمل میں اپنے مرید سے بڑھ کر نہ ہوگا تو اس کی پوری پیروی نہ ہو سکے گی اور جب وہ ایسی عبادت چھوڑ گے گا جسے وہ کرتا تھا تو لازمی طور پر مرید اسی کی پیروی کرے گا چنانچہ اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ کھڑے رہتے تو آپ کے پاؤں سوج جاتے اور عمر شریف کے آخری دنوں میں رات کے نفل آپ بیٹھ کر پڑھتے لیکن یہ عمل چھوڑا نہیں اور یہی وجہ تھی کہ آپ بعد والوں میں سب سے زیادہ تھکاوٹ والے ہوئے چنانچہ آپ کے بعد چند ایک کے علاوہ کسی کے پاؤں سوج نہ سکے اور آپ کے بعد جو بھی سربراہ بنے گا آپ سے زیادہ تھکے دل والا نہ ہوگا۔ واللہ غفور رحیم۔

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ کے مطابق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے پاس ایک ہی چٹائی ہوتی تھی جسے رات کے وقت حجرے میں رکھ کر نماز پڑھتے اور دن کے وقت اسے بچھا کر اس پر بیٹھ جایا کرتے۔ اس پر لوگوں نے رسولِ اکرم ﷺ کو دیکھ کر جمع ہونا شروع کیا، آپ جیسی نماز پڑھنے لگے اور یہ کام کثرت سے کرنے لگے چنانچہ آپ نے ان کی طرف توجہ کرتے ہوئے فرمایا "اے لوگو! صرف اتنا کام کرو جس کی تم میں طاقت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک نہیں اکتاتا جب تک تم نہ اکتاؤ اور اللہ کو سب سے زیادہ پسند وہ کام ہوتا ہے جو اگرچہ تھوڑا ہو لیکن ہمیشہ ہوتا رہے۔"

❁ آپ ہی بتاتی ہیں کہ آل محمد ﷺ جب کوئی عمل کرتے تو مستقل طور پر کرتے۔ فرماتی ہیں "رسول کرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ کس کام کو پسند فرماتا ہے؟ تو فرمایا جو اگرچہ تھوڑا ہو لیکن ہمیشہ کیا جائے۔"

❁ آپ ہی سے ایک اور روایت یہ ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا "لوگوں کو سیدھی راہ دکھاؤ، ایک دوسرے کے قریبی بن جاؤ اور اس بات کا یقین کر لو کہ تم میں سے کسی کو اس کا صرف عمل جنت میں نہیں لے جائے گا اور یقیناً اللہ کے ہاں سب سے پسندیدہ کام وہ ہوتا ہے جو اگرچہ کم ہو لیکن ہوتا رہے۔"

یہ سب روایتیں بخاری و مسلم میں موجود ہیں اور پھر مالک اور امام بخاری کی یہ روایت بھی ملتی ہے "اللہ کو سب سے بہتر وہ عمل لگتا ہے جسے کرنے والا ہمیشہ کرتا رہے۔"

اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب کوئی کام شروع فرما دیتیں تو مستقل طور پر کرتیں یعنی ہمیشہ کیا کرتیں۔

❁ ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "اللہ کو سب سے پیارا کام وہ لگتا ہے جو اگرچہ کم ہو لیکن اسے ہمیشہ کیا جائے۔" حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کیا رسول اکرم ﷺ کسی کام کے لیے کوئی دن مقرر فرماتے تھے؟ انہوں نے فرمایا، نہیں بلکہ آپ اسے ہمیشہ کیا کرتے اور تم میں ایسا کون ہے جو وہ کام کر سکے جس کی نبی کریم ﷺ میں ہمت تھی؟

❁ ابن حبان کے مطابق حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں "جب رسول اکرم ﷺ کے وصال کا وقت قریب ہوا تو اکثر آپ بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے یعنی نفل نماز اور آپ کے ہاں سب سے پسندیدہ عمل وہ ہوتا تھا جس پر کوئی بندہ ہمیشگی

کرتا خواہ وہ تھوڑا ہی ہوتا۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 224

فقر و فاقہ پسند کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم فقر و فاقہ اور خالی ہاتھ رہنا پسند نہیں اور یونہی ان لوگوں سے پیار کریں جن میں یہ چیزیں پائی جاتی ہیں یعنی فقیروں، مسکینوں اور کمزوروں کو اور ان کے ساتھ بیٹھنا چاہیں تا کہ اللہ کے اس فرمان پر عمل ہو سکے "اور تمہاری آنکھیں انہیں چھوڑ کر اور پر نہ پڑیں۔" کیونکہ ان پر اللہ کی رحمت ہوتی ہی رہتی ہے لہٰذا ہم ان سے محبت کریں اور چونکہ اللہ ان سے محبت فرماتا ہے لہٰذا ہم ان کے ساتھ بیٹھا کریں یونہی فقیروں سے بھی محبت رکھیں کیونکہ ان کی محفل میں ہم اللہ سے بہت کچھ مانگ سکتے ہیں کیونکہ اس موقع پر ہماری توجہ اسی کی طرف ہوگی، کسی اور کی طرف نہیں ہوگی۔

اس کی وضاحت یوں ہے کہ بندے کا محتاج اور ضرورت مند ہونا، اسے اللہ یاد دلاتا رہتا ہے لیکن ضرورت مند نہ ہونا، اسے بھلا دیتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ہاں ہاں بے شک آدمی سرکشی کرتا ہے، اس پر کہ اپنے آپ کو غنی سمجھ لیا۔" اور پھر فرماتا ہے "اور جب تمہیں دریا میں مصیبت پہنچتی ہے تو اس کے سوا جنہیں پوجتے ہیں، سب گم ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو منہ پھیر لیتے ہو۔" اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے یوں دعا کی تھی کہ اے اللہ! آلِ محمد کو اتنی روزی عطا فرما جس پر ان کا گذارہ ہو جائے۔" یعنی صبح و شام کھانے کے بعد بچ نہ جایا کرے۔" تا کہ وہ اللہ کی طرف توجہ رکھ سکیں اور کسی بھی موقع پر اسے بھولنے نہ پائیں۔

دیکھئے کہ رسول اکرم ﷺ اپنی آل کے بارے میں اللہ سے کس قدر ڈرتے تھے چنانچہ دوسروں کو اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ اللہ کی قسم اگر انسان کو فقر کے مقام کا پتہ چل جائے تو رات دن اسی کو پسند کیا کرے جب کہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرا دل کسی بھی وقت فقر و محتاجی سے پریشان نہ ہو سکا بلکہ جب فقر آتا ہے تو خوش رہتا ہے اور جب چلا جاتا ہے تو اسے گھٹن محسوس ہوتی ہے۔

یہ تو تھا امام شافعی رحمہ اللہ کا طریقہ تو اے ان کی تقلید کرنے والو! تمہیں کیا ہوا کہ جس چیز پر وہ خوش تھے، تم اسے پسند نہیں کرتے اور تمہیں اس سے گھٹن نہیں جس پر انہیں ہوتی تھی؟

اگر تم یہ کہو کہ ہم اس بات پر ان کی پیروی کرنے کی ہمت نہیں رکھتے تو ہم کہیں گے کہ پھر تم کسی شیخ کی تلاش کرو جو تمہیں ان کی پیروی کرنے کو کہے کیونکہ امام شافعی رحمہ اللہ نے جو بات فرمائی ہے، یہ طریقت والوں کا پہلا درجہ ہے اور ایک مرید کے لیے سب سے زیادہ پیاری کی بات یہ ہے کہ طریقت میں آتے ہی دلی طور پر دنیا کو ناپسند کرے اور ہاتھ میں

آتے ہی اس سے تنگ ہو جائے کیونکہ اسے پتہ ہوگا کہ نیک نیتی کے ساتھ نہ تو وہ اسے نہ ہی بچا سکے گا اور نہ ہی خرچ کر سکے گا اور پھر جب اللہ اسے طریقت میں کامل فرمادے تو دنیا صرف اس کے ہاتھ میں ہونی چاہئے، دل میں نہیں، اس کی خواہش صرف یہ ہو کہ یہ اس کے ہاتھ میں ہو اور جب چلی جائے تو اسے گھٹن ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے امتی کا کمال اس بات میں ہے کہ دنیا اس کے پاس بہت ہوتا کہ اس میں سے وہ اپنے پیروکاروں کو کھلا سکے اور ان پر خرچ کر سکے اور جو ایسا نہیں ہوگا تو اس کی دعوت ناقص ہوگی اور وہ اس لقمے لقمے کے لیے ذلیل ہوگا جو اس کے ساتھیوں کے ذریعے اس کے پاس آتا ہے لہٰذا وہ ان کے سامنے انکساری کرتا پھرے گا اور اس کا لازمی نتیجہ ہر اس شخص کی چغلی کرنا ہوگا جو اسے کچھ نہ دے گا جیسے اس حدیث میں آگے آرہا ہے "جس کی عیال بہت ہو اور وہ مسلمانوں کی چغلی نہ کرے۔" (الحدیث) اس حدیث میں آپ نے اشارہ فرمایا کہ عام طور پر فقیر ضرورت کی چیز نہ دینے والے کی چغلی کیا کرتا ہے۔ تو دیکھو ضرورت مند کیا کچھ کرنے پر مجبور ہوتا ہے اور پھر اللہ کی طرف بلانے والے کے بارے میں بھی اس وقت یہی کچھ کہا جائے گا جب وہ محتاج ہو کیونکہ اس کے مرید بھی یہی کرتے ہیں کہ وہ کسی اور کی طرف جھکاؤ کر لیتے ہیں تاکہ وہ انہیں کھلائے اور ان کی ضرورتیں پوری کرے۔ یہ ایسا معاملہ ہے کہ ہر انسان پر قہر بن جاتا ہے چنانچہ شیخ اپنے مریدوں کو دنیا چھوڑنے کا حکم صرف اس لیے دیتا ہے کہ وہ اس میں کھو نہ جائیں اور ان کی پیروی اس وقت تک نہیں بنتی جب تک وہ اسے روک نہ لیں تو دیکھئے اہلِ طریقت کی نگاہ کتنی کامل ہوتی ہے۔

(اے بھائی) میں نے تم سے ایسی کوئی بات نہیں کی جس کا تجربہ میں نے خود نہیں کیا، میں اندرونی طور پر دنیا کو ناپسند کرتا تھا اور جب اللہ کے فضل سے اس کی محبت میرے دل سے نکل گئی تو میری حالت یہ ہوگئی کہ مجھے بار بار خیال آتا اگر میرے پاس روزانہ ایک ہزار اردب بھر (چوبیس صاع کا پیمانہ یعنی تقریباً دو من چار سیر کا) سونا ہو تو میں اسے اللہ کی مخلوق پر خرچ کر دوں فالحمد للہ رب العالمین۔ اور ہم اللہ کے فضل سے امید رکھتے ہیں کہ قیامت کے دن ہمیں اس شخص جتنا ثواب دے گا جو ہر دن یا ہر گھڑی اتنا سونا خرچ کرتا ہے۔ "اور یہ اللہ کے سامنے کوئی مشکل نہیں" اب اس وقت تو میرا حال ایسا ہے، نہ جانے موت آنے کے موقع پر کیا حال ہوگا۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

پھر یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ فقیر کے لیے یہ ضروری ہے کہ اللہ پر اس کا بس نہ چل سکے چنانچہ یہ جو میں نے کہا ہے "میں یہ چاہتا ہوں کہ اگر میرے پاس روزانہ ایک ہزار اردب سونا ہو" تو یہ اس سونے کے بارے میں کہا جو کاروبار کر کے کمایا ہو اور پھر بھی میں فاقہ اور محتاجی ظاہر کرتا ہوں جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے بے شمار گناہوں کے ہوتے ہوئے اگر اس سونے میں سے ہر روز یا ہر گھڑی ہزار اردب سونا (تقریباً اکیس سو من) بھی خرچ کر دیں تو یہ ہمارے گناہ نہیں مٹا سکے گا لہٰذا ہم دنیا ہاتھوں سے نکلنے پر ویسی ہی گھٹن محسوس کرتے ہیں جیسے اپنے ہاتھوں سے گناہ ہونے پر کرتے ہیں تاہم اللہ کی تقسیم پر خوشی کے لیے ہم وہی کچھ پسند کرتے ہیں جسے وہ ہمارے لیے پسند فرماتا ہے چنانچہ اگر وہ ہمیں بے شمار دیتا ہے تو اسی طرح خوش رہتے ہیں جیسے وہ تنگی دے تو خوش ہوتے ہیں۔

یہ جو دنیا سے کامل محبت کے بارے میں ہم لکھ چکے ہیں تو رسولِ اکرم ﷺ کے چچا جان نے جو کچھ کیا تھا، اس کا

مطلب بھی یہی تھا کیونکہ آپ نے انہیں جب کچھ عطا کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے اسے اپنی چادر میں بھرنا شروع کر دیا تھا اور جب اٹھانا چاہا تو اٹھا نہ سکے، اب صورتِ حال یہ تھی کہ نہ تو آپ اس میں سے کچھ نکالتے تھے اور نہ ہی اٹھا سکتے تھے، زیادہ سونا اٹھانے سے آپ کا مقصد فاقہ دکھانا اور بہت زیادہ صدقہ کرنا تھا اور آپ چاہتے تھے کہ آپ کے ہاتھوں سے بہت زیادہ صدقہ تقسیم ہو، یہ مقصد نہ تھا کہ آپ لے کر اسے اپنے پاس رکھ لیں اور یہ نیک نہ کریں جیسے دنیاداروں کا طریقہ ہوتا ہے۔ اسے ذہن میں رکھئے تو اللہ کی قسم میں بھی اپنے تمام مریدوں کے بارے میں چاہتا ہوں کہ ان میں سے ہر ایک کے پاس بھی پہاڑ جتنا سونا ہو اور شرعی طور پر یہ پسند نہیں کرتا کہ ان کے ہاتھ تنگ ہوں۔ اللہ تعالیٰ صبر والوں کو تھوڑی سی دنیا دیدیا کرتا ہے تا کہ بندے کے لیے آرام وسکون کا دروازہ کھلا رہے اور روزی کے معاملے میں اسے کسی قسم کی پریشانی سے چین آئے اور وہ اس کی خاطر مسلمان بھائیوں سے دشمنی پیدا نہ کرے۔

رہا ایسا شخص جو اللہ سے ہر وقت کھلی دنیا مانگتا ہے تا کہ اس کی مخلوق پر خرچ کرے تو اس میں حرج نہیں اور نہ ہی اس میں اس کے لیے کوئی تنگی ہے چنانچہ جو شخص لوگوں پر خرچ کرنے کے لیے اللہ سے بہت ساری دنیا مانگتا ہے اسے بالکل اس شخص کی طرح سمجھو جو چاہتا ہے کہ اللہ اسے بہت سارے نیک عمل کرنے کی توفیق دے تا کہ وہ اللہ کی خدمت کر سکے کیونکہ یہ دونوں ہی تو عبادتیں ہیں۔

تلاوت میں منسوخ ہو جانے والی ایک آیت میں یہ حکم تھا ''اگر کسی شخص کے پاس سونے کی بھری دو وادیاں بھی ہوں تو وہ تیسری اور چاہے گا اور تیسری ہو تو چوتھی چاہے گا، بندے کی آنکھ کو صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔''

اس آیت میں جو کچھ آیا ہے، اس میں سے تمام انبیاء و اولیاء کو الگ رکھنا واجب ہے کیونکہ ابن آدم ہونے کے باوجود وہ دنیا سے محبت نہیں رکھتے کیونکہ وہ معصوم ہوتے ہیں اور کسی دوسرے کے لیے دنیا چاہنے سے محفوظ ہوتے ہیں۔

حضرت ابوالحسن شاذلی رحمہ اللہ، اللہ کے اس فرمان ''تم میں سے وہ بھی ہے جو دنیا چاہتا ہے'' کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ''آخرت کے لیے چاہنا ہے'' اور وہ بھی ہے جو آخرت کے لیے چاہتا ہے۔'' یعنی صرف اللہ کی خاطر۔

اس سے معلوم ہوا کہ کامل لوگوں کو دنیا کا بہت سارا سامان نقصان نہیں دے سکتا اور پھر حضور ﷺ نے اللہ کے سونے کا پہاڑ دینے پر اس کا انکار نہیں کیا تھا تا کہ یہ بات جائز ہو سکے اور دوسرا مقصد ان امتیوں پر اس بات کا اندیشہ تھا کہ کہیں وہ ظاہری طور پر لیتے وقت آپ کی پیروی کرتے ہوئے خرچ کرنے میں کمی نہ کر سکیں چنانچہ اس بات کی مضبوطی آپ کے اس فرمان سے ہوتی ہے فرمایا ''مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ میرے پاس تین دن سے بڑا پہاڑ جتنا سونا ہو اور اس میں سے ایک بھی درہم بچ جائے ہاں دین کے لیے بچنے میں حرج نہیں۔'' چنانچہ آپ کے فرمان ''مجھے پسند نہیں'' کا مطلب یہ ہے مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میرے ہاں پہاڑ جتنا سونا ہو اور میں اسے لوگوں تک پہنچانے سے روک لوں،

دیکھئے آپ اسے اپنے پاس روک لینے کو ناپسند فرما رہے، خرچ کرنے کو نہیں، حدیث کا مضمون یہی کچھ بتاتا ہے تو اے بھائی! تم اس بات کی کوشش کرو کہ دنیا کی محبت پورے طور پر تمہارے دل سے نکل جائے اور اگر آ جائے تو تمہیں اس پر

گھٹن ہونی چاہئے اور پھر اسے راہِ خدا میں خرچ کرنا پسند کرو اور کہیں ایسے نہ ہو جاؤ کہ ساری دنیا لے کر بھی صبر نہ کرو یا اپنے پاس آجانے پر خرچ کرو کیونکہ آخر کار تم خرچ بھی کرو گے تو وہ مچھر کے پر جتنی ہوگی۔

اس بارے میں میں تمہیں ایک پیمانہ بتاتا ہوں جو صرف امت کے بارے میں ہے، انبیاء کے بارے میں نہیں ہے، جس کے ذریعے تم اچھے برے کی پہچان کرسکو گے۔

وہ پیمانہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو سراہتا ہے تو صرف لیے کہ وہ بندہ اپنے آقا کا حکم ماننے کی طاقت نہیں رکھتا لیکن اگر وہ جانے کہ اس کے دل میں ثواب وغیرہ کے لیے یہ بات نہیں ہے تو اسے کبھی نہ سراہے بلکہ صرف اسے یہ حکم فرمائے کہ یہ کام کردو جیسے غلام اپنے آقاؤں کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ ثواب وغیرہ مانگنے کے بارے میں جو کچھ میں نے کہا ہے، اس پر توجہ دو کیونکہ تمہیں پتہ چل جائے گا۔ میں امید کرتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے آپ کی بجائے دوسروں سے پہلے دینے والوں کو نہ سراہتا تو وہ بھی کسی اور کے ساتھ یوں نہ کرتے کیونکہ ہر شخص بنیادی طور پر دوسروں کی بجائے اپنی غرض پہلے رکھتا ہے اور جب وہ بنیادی بخیلی سے نکل آتے ہیں تو انہیں اپنے آپ پر کئے ظلم یاد دلاتا ہے جن سے اس نے اسے روکا ہوا تھا اور انہیں حکم دیتا ہے کہ دوسروں کو پہلے جانو جیسے حدیث میں یہ قاعدہ ملتا ہے کہ ''قریبی لوگ بھلائی کے زیادہ لائق ہوتے ہیں'' جب کہ انسان کے لیے اپنے آپ سے کوئی قریبی نہیں ہوتا، حضور ﷺ کے اس فرمان کا مطلب بھی یہی لیا جائے گا کہ ''پہلے اپنے آپ کا خیال کرو اور بعد میں عیال کا۔'' تاکہ کوئی اپنے آپ پر ظلم نہ کرسکے۔ اسے خوب سمجھ لو۔ یوں تمہیں ایسی کوئی دو آیتیں یا دو میں سے ایک منسوخ نہ ہونے والی صحیح حدیثیں ایسی نہیں ملیں گی جو آپس میں ایک دوسرے سے ٹکراتی ہوں، وہ بہر حال دو مختلف حالوں میں بٹی ہوں گی لیکن اسے طریقت پر چلنے والا ہی جانتا ہے اور جو اس پر نہیں چلتا تو لازمی طور پر وہ دو آپس میں ٹکراتی باتیں کرے گا اور بے مقصد جواب دے گا چنانچہ کبھی تو وہ جواب غلط ہوگا اور کبھی درست پھر میرے بتائے ہوئے پر خوب غور کرو گے تو تمہیں پتہ چلے گا کہ یہ دنیا صرف اسی کو برا جانتی ہے جو اس سے بھلا کام نہ لے۔ واللہ علیم حکیم۔

❁ امام بزار نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''تمہارے سامنے بڑی مشکل گھاٹیاں ہیں جن میں سے ہلکا پھلکا شخص نجات حاصل کر سکے گا۔''

❁ امام طبرانی کے مطابق حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ جیسے فلاں فلاں شخص مال تلاش کرتا ہے، تم کیوں نہیں کرتے؟ اس نے کہا میں نے رسولِ اکرم ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ تمہاری پچھلی طرف مشکل گھاٹیاں ہیں جس میں سے بوجھ والے نہیں گذر سکیں گے لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ وہاں سے گذرنے کے لیے ہلکا پھلکا رہوں۔''

❁ طبرانی کے مطابق حضرت انس رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ایک دن رسولِ اکرم ﷺ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکلے اور فرمایا ''کیا تم جانتے ہو کہ قیامت سے پہلے مشکل گھاٹیاں ہیں جن پر ہلکے پھلکے لوگ ہی چل سکیں گے۔'' اس پر ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ! میں ہلکے پھلکے لوگوں میں سے ہوں یا بوجھ والوں میں سے؟ آپ نے

اگلے دن کا؟ اس نے عرض کی کہ نہیں؟ آپ نے فرمایا اگر تمہارے پاس تیسرے دن کا بھی ہوتا تو تم بوجھ والے شمار ہوتے۔‘‘

❁ حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا کہ ’’اللہ تعالیٰ دنیا پسند کرنے سے اپنے بندے کو یوں بچاتا ہے جیسے تم نقصان کے ڈر سے اپنے مریض کو کھانے پینے سے بچاتے ہو۔‘‘

❁ طبرانی اور ابن حبان نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے فرمایا ’’جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کے دنیا سے یوں بچاتا ہے جیسے کوئی اپنے بیمار کو پانی سے بچاتا ہے۔‘‘

❁ بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ’’میں نے جنت میں جھانکا تو دیکھا کہ اکثر وہاں فقیر تھے۔‘‘

❁ امام احمد کی روایت میں یوں ہے ’’جب میں نے جہنم میں جھانکا تو اکثر وہاں مالدار اور حکمران تھے۔‘‘

❁ امام احمد اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ’’کیا تم جانتے ہو کہ مخلوق میں سے کون سا شخص جنت میں پہلے پہل جائے گا؟ صحابہ نے عرض کی کہ اللہ و رسول ﷺ ہی جانیں۔ فرمایا یہ لوگ فقیر قسم کے مہاجر ہوں گے جن کی وجہ سے سرحدیں محفوظ ہونگی، ان کے ذریعے گناہوں سے بچاؤ ہوگا اور (طاقت یہ ہوگی کہ) ان میں سے فوت ہونے والے کی ضرورت دل ہی میں رہ جائے گی، وہ پوری نہیں کر سکے گا۔‘‘

حوضِ کوثر کہاں ہے؟

❁ طبرانی، ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے فرمایا ’’میرا (مشہور) حوض عدن اور عمان کے درمیان ہوگا، کوزے آسمانی ستاروں جتنے ہوں گے، اس کا پانی برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا، زیادہ تر وہاں سے پینے والے فقیر مہاجر ہوں گے۔ اس پر ہم نے عرض کی یا رسول اللہ! مہاجرین کی پہچان بتائیے۔ فرمایا ان کے بال بکھرے ہوتے ہیں، کپڑے میلے ہوتے ہیں، انہیں خوبصورت عورتوں سے بیاہ نہ گیا ہوگا، انہیں ان کے نقصان کی چیزیں ملتی ہوں گی اور فائدے کی نہیں ملتی ہوں گی۔‘‘

❁ مسلم اور طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ’’فقیر مہاجرین حضرات قیامت کے دن مالداروں سے پہلے جنت میں جائیں گے۔‘‘ جیسے ایک روایت میں ہے کہ ’’چالیس خریف پہلے جائیں گے۔‘‘ ایک اور میں ہے ’’چالیس سال پہلے جائیں گے۔‘‘

❁ طبرانی اور ابو الشیخ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ’’مسلمان فقیروں کو کبوتر کی طرح دوڑایا جائے گا اور اسی دوران ان سے کہا جائے گا کہ حساب و کتاب کے لیے ٹھہر جاؤ، وہ کہیں گے کہ ہم میں ایسی کوئی چیز نہیں جس کا حساب ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرے بندے سچ کہہ رہے ہیں چنانچہ وہ لوگوں سے ستر سال پہلے جنت میں بھیج دئے جائیں گے۔‘‘

❁ امام احمد اور طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ’’کچھ لوگ قیامت کے دن ایسے آئیں گے کہ ان کا نور سورج جیسا ہوگا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ! کیا وہ ہم ہی ہوں گے؟ فرمایا نہیں، تمہارے ہاں تو بڑی بھلائی ہوگی لیکن وہ تو مہاجر ہوں گے جنہیں روئے زمین سے جمع کیا گیا ہوگا۔‘‘ اس کے بعد حدیث بتاتے ہوئے فرمایا غریب لوگوں کو خوش ہونا چاہیے، پوچھا گیا کہ غریب کون ہونگے؟ فرمایا یہ نیک لوگ ہوں گے، یہ برے لوگوں میں سے

تھوڑے ہوں گے اور فرمانبرداروں کے مقابلے میں بہت ہوں گے۔"

❁ امام احمد کی مرفوع روایت میں ہے فرمایا "فقیر قسم کے مومن لوگ، مالداروں سے چار سو سال پہلے ہی جنت میں جائیں گے چنانچہ غنی مومن کہے گا کہ اسے کاش ہم محتاج ہوتے اور پھر ان کی نشانیاں بتاتے ہوئے فرمایا کہ (دنیا میں) ان کے لیے دروازے بند کر لیے جاتے ہوں گے۔"

❁ ترمذی اور ابن حبان کی روایت ہے "فقیر قسم کے مسلمان، مالداروں سے نصف دن پہلے جنت میں جائیں گے۔" یہ پانچ سو سال کا ہوتا ہے۔

❁ ترمذی وغیرہ میں مرفوعاً ہے رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا "اے اللہ! زندگی بھر مجھے مسکین رکھ، مسکینی میں موت دے اور قیامت کے دن مجھے انہی کے گروہ میں اٹھانا۔ اس پر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ! اس کی وجہ کیا ہوگی؟ فرمایا یہ لوگ مالداروں سے چالیس خریف پہلے ہی جنت میں چلے جائیں گے لہٰذا اے عائشہ! خواہ مسکین کو کھجور کا ٹکڑا ہی کیوں نہ دینا پڑے، اسے ٹالا نہ کرو۔ اے عائشہ! مسکینوں سے پیار کرو اور انہیں اپنے قریب کرو (کچھ نہ کچھ دیا کرو) کیونکہ قیامت کے دن اللہ تمہیں اپنے قریب فرمالے گا۔"

❁ حاکم اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے آپ نے یہ دعا کی "الٰہی مجھے فقر کی حالت میں موت دے، مالداری میں نہ دے اور مسکینوں ہی میں مجھے اٹھانا کیونکہ ایسا شخص سب سے زیادہ بد بخت ہوتا ہے جو دنیا میں فقیر رہ کر بھی آخرت مین عذاب پائے۔"

❁ طبرانی اور ابن حبان کے مطابق حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ "مجھے میرے خلیل ﷺ نے چار چیزوں کا حکم فرمایا

۱۔ میں اپنے سے اوپر والے کو نہ دیکھوں۔

۲۔ اپنے سے نچلے کو دیکھوں۔

۳۔ مسکینوں سے محبت کرتے ہوئے انہیں اپنے قریب کروں۔

۴۔ رشتہ داری جوڑتا رہوں خواہ ختم ہی کیوں نہ ہو جاؤ۔"

❁ ابن ماجہ لکھتے ہیں "کیا میں تمہیں جنت کے بادشاہ نہ بتاؤں؟ ہم نے عرض کی کہ یا رسول اللہ بتایئے فرمایا یہ لوگ ہونگے جو کمزور ہوں گے، کمزور شمار ہوتے ہوں گے، دونوں کپڑے پرانے اور بوسیدہ ہوں گے، ان کی پرواہ نہ کی جائے گی لیکن اگر اللہ پر قسم ڈالے تو وہ اس کو پورا فرمادے گا۔"

❁ نسائی اور ابن حبان نے لکھا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا تم نے بہت سا مال نہیں دیکھا، یہی مالداری ہوتی ہے۔ انہوں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ! فرمایا لیکن اصل مالداری دل کی ہوتی ہے اور فقر بھی دل ہی کا ہوتا ہے۔"

❁ ابن ابی الدنیا اور ابن حبان بتاتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے یہ دعا کی اے اللہ! جو تجھ پر ایمان

لائے اور یہ اعلان کر دے کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو تو اسے ملنا پسند فرما، اسے آسانی سے موت آئے، اسے دنیا تھوڑی سی دے اور جو تم پر ایمان نہ لائے اور یہ نہ بتائے کہ میں تیرا رسول ہوں تو تو اسے اپنی ملاقات کے لیے پسند نہ فرما اس کی موت میں آسانی نہ فرما اور دنیا اسے زیادہ دے۔''

❁ ابن ماجہ کی ایک مرفوع روایت یوں ہے کہ آپ نے یوں دعا کی ''اے اللہ! جو مجھ پر ایمان لا کر مجھے سچا بنائے اور جان لے کہ جو کچھ میں تیری طرف سے لایا ہوں، وہ سچا ہے تو اس کے مال و اولاد میں کمی کر دے، اس سے ملنا پسند فرما' اسے جلد موت دے اور جو مجھ پر ایمان نہ لائے، مجھے سچا نہ جانے اور اس کے علم میں نہ ہو کہ جو کچھ تمہارے ہاں سے میں لایا ہوں، وہ سچا ہے تو اس کا مال و اولاد بڑھا دے اور عمر لمبی کر دے۔''

❁ امام احمد مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''دو چیزوں کو ابن آدم نا پسند کرتا ہے، ایک موت کو حالانکہ وہ موت اس کے لیے مصیبت کے مقابلے میں بہتر ہوتی ہے، دوسرے وہ تھوڑا مال پسند نہیں کرتا حالانکہ اس میں حساب تھوڑا ہوتا ہے۔''

❁ ابویعلی اور اصفہانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جس کے پاس مال تو کم ہو لیکن عیال زیادہ ہو، اچھے طریقے سے نماز پڑھے اور مسلمانوں کی چغلی نہ کرے، وہ قیامت کے دن آتے ہوئے مجھ سے ان دو انگلیوں جتنی دوری پر ہوگا۔''

❁ طبرانی نے لکھا ہے فرمایا ''میری امت میں ایسا شخص بھی ہو سکتا ہے جو تم میں سے کسی کے پاس آئے اور ایک دینار مانگے، وہ اسے نہیں دے گا، ایک درہم مانگے تو بھی نہیں دے گا اور ایک پیسہ مانگے تو بھی نہیں دے گا لیکن اللہ سے جنت مانگ لے تو وہ دیدے گا (یہ وہ ہوگا جس کے) دونوں کپڑے پھٹے پرانے ہوں گے، کوئی اس کی پرواہ نہیں کرے گا لیکن اللہ پر قسم ڈالے گا تو وہ اسے پورا کر دے گا۔''

❁ ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''میرے پیاروں میں میرے نزدیک سب سے قابل رشک وہ مومن ہے جس کے پاس بہت کم مال ہو، نماز پڑھا کرتا ہو، اپنے رب کی اچھی عبادت کریں اور اندرونی طور فرمانبردار ہو، لوگوں میں گھل مل کر رہے اور انگلیوں سے اس کی طرف اشارہ نہ ہو (پہچانا نہ جائے) اسے گذارے کے مطابق روزی ملے تو اس پر صبر کرے۔ اس کے بعد آپ نے زمین پر ہاتھ پھیر کر فرمایا موت اسے جلد آئے، اس پر رونے والی کم ہوں اور وراثت کا تھوڑا سا مال چھوڑے۔''

❁ حاکم کی روایت میں ہے ''لوگوں میں قابل رشک ہو'' اس کے علاوہ باقی حدیث یہی ہے۔

❁ ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ نے بطحاء مکہ کو میرے لئے سونا بنا دینے کی پیش کش فرمائی لیکن میں نے عرض کی اے پروردگار! اس کی جگہ میں ایک دن بھوکا اور ایک دن سیر ہونا چاہوں گا (یا تین دن یا کچھ ایسے ہی دنوں کا نام لیا) کیونکہ میں بھوکا ہوں گا تو تیرے سامنے گڑ گڑاؤں گا اور تیری یاد کروں گا اور پیٹ بھر کر کھاؤں گا تو تیرا شکر کروں گا اور تعریف کرتا رہوں گا۔''

❁ ابن ماجہ اور حاکم نے لکھا ہے ''اللہ تعالیٰ ابرار (نیک) پرہیز گار اور لوگوں میں گھلے ملے کو پسند فرماتا ہے، وہ اگر غائب ہو جائیں تو انہیں تلاش نہ کیا جا سکے اور جب سب میں ہوں تو پہچانے نہ جا سکیں، ان کے دل اندھیروں

میں چراغوں جیسے ہوں گے اور وہ ہر ٹمیالی اور اندھیری جگہ سے گذر جائیں گے۔''

اس بارے میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 225

دلی طور پر دنیا سے بے تعلق ہو جانا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم دلی طور پر دنیا سے بے تعلق رہیں اور تھوڑی سی پر صبر کریں کیونکہ سب انبیاء و اولیاء یونہی کرتے ہیں اور پھر اپنے تمام بھائیوں کو بھی یونہی کرنے کو کہیں چنانچہ ''مصیبت پر صبر'' کی ہدایت میں ترمذی کی یہ مرفوع حدیث آگے آ رہی ہے کہ فرمایا ''دنیا سے بے تعلقی کا یہ مطلب نہیں کہ حرام کو حلال کر دو اور مال ضائع کرو بلکہ یہ بے تعلقی یوں ہوتی ہے کہ تمہارے قبضہ میں موجود چیز اللہ کے مقابلے میں کام آنے والی نہ ہو اور جب تم پر کوئی مصیبت آ پڑے تو تمہاری خواہش یہ ہو کہ تم اس میں گھرے رہو اور تمہیں اس کا ثواب ملے۔

یہاں ''دل کے زھد'' کہنے سے وہ زھد شمار نہیں ہوگا جو ہاتھوں سے کیا جاتا ہے (کہ کسی چیز کو ہاتھ نہ لگائے) حالانکہ دل کا تعلق اس سے بھی ہوتا ہے جسے شرعی زھد نہیں کہتے۔

اس ہدایت پر عمل کرنے والے کو ایک بڑے شیخ کی ضرورت ہے جس کے مقابلے میں کوئی بھی شیخ اس کے اوپر نہ ہو اور جو اسے لے کر دنیا کی محبت کی تاریکی سے نکالے اور آخرت کی محبت کے نور کی طرف لے جائے اور اسے دکھائے کہ یہ دنیا صرف دیکھنے کی چیز ہے، اس مقام پر پہنچ کر وہ دنیا اور اس کی تمام ناپسندیدہ خواہشوں سے بے تعلق ہو جائے گا کیونکہ وہاں اسے نظر آئے گا کہ یہ اس کے لیے اس کے رب سے پردہ بنی ہوئی ہیں حالانکہ یہ فنا ہونے والی اور الگ تھلگ ہو جانے والی ہیں اور اس کا پروردگار انہیں دیکھتا ہی نہیں جیسے ایک روایت میں ہے ''اللہ تعالیٰ نے جب سے دنیا پیدا فرمائی ہے، اسے گھٹیا سمجھتے ہوئے اس کی طرف نظر نہیں فرمائی۔''

پہلی ہدایتوں میں زھد کی حقیقت بتا دی ہے کہ مال، کھانے، سونے اور کلام سے دلچسپی نہ رکھنا دنیا کہلاتا ہے چنانچہ سلوک والا شخص ہمیشہ اپنے استاد کی پیروی کرے اور وہ آہستہ آہستہ اُسے وہموں کے جال سے نکالے اور آخر کار تمام دنیا سے الگ کر دے، پھر دوبارہ اس پر نظر کرے اور اسے کہہ دے کہ جن چیزوں کے بارے میں میں نے تمہیں کہا تھا کہ یہ تمہارے پاس نہ رہیں، اب انہیں اپنے پاس رکھ سکتے ہو، ان کے لیے نیت خالص کر لو اور ہر چیز کو جائز طریقے سے وہیں استعمال کرو جس کی خاطر وہ بنائی گئی ہے۔ علاوہ ازیں سب زاھدوں اور پرہیزگاروں کے لیے زھد اور اس چیز سے بچنا ضروری نہیں ہوتا جو اس کے حصے میں لکھی ہوتی ہے، زھد اور پرہیزگاری کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ جو چیز کسی کے حصے میں

نہیں، اس سے بے تعلق ہو جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص زھد نہ کرنے والے پر مہربان ہو اور پرہیز گاری نہ دکھائے، وہ اپنی طبیعت کی مرضی پر چلتا ہے، اس کے زھد اور پرہیز گاری کی کوئی حقیقت نہیں، یہی وہ زھد ہے جو آج کل عام لوگ کرتے ہیں گویا ایسا شخص اپنے طور پر یہ خیال کرتا ہے کہ وہ اپنے حصے کے حرام کھانے کی ہمت کے باوجود اسے اپنے آپ سے روکے ہوئے ہے لیکن یہ بات اس کے خیال میں نہیں کہ جسے وہ چھوڑ چکا وہ اس کے مقدر ہی میں نہ تھی تو اس کے روکنے کا مقصد کیا ہوا؟ لہٰذا حقیقی پرہیز گاری صرف یہ ہے کہ بندے کو اللہ کی مدد ملے اور اس کے مقدر میں کوئی ایسی چیز کھا لینا نہ لکھا ہو جس پر شریعت کو اعتراض ہو لہٰذا حلال اس کے سامنے یوں نکھر انظر آئے جیسے گوبر اور خون میں سے دودھ نکلا کرتا ہے۔

عمل کرنے والے سب علماء اس راہ پر چلتے ہیں کہ وہ لوگ سواری پر جانے والے مسافر جتنا خرچہ لیتے ہیں اور دنیا کا یہ مال اس سے زیادہ نہیں لیتے۔

ہمیں پتہ چلا ہے کہ شیخ عز الدین بن عبدالسلام جب بادشاہ مصر سے ناراض ہوئے تو اپنے گھر کا سارا سامان گدھے پر لادا اور پھر اس پر اپنی بیوی کو سوار کر کے مصر سے نکل گئے تھے تو اے بھائی، شیخ الاسلام کی طرف دیکھو اور ان سے نصیحت حاصل کرو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

پھر یہ بات یقینی سمجھو کہ طریقت میں جو بھی شخص شیخ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے وہ دنیا سے الگ ہو جاتا، اس کے لذت والے کھانے چھوڑتا، نفیس لباس، بلند مرتبہ قیمتی بچھونے اور بہترین سواریاں چھوڑتا دکھائی دے جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کے پیروکار اسکی نقل نہ اتاریں کہ یوں وہ تباہ ہو جائیں گے کیونکہ اس کی سچائی کے باوجود وہ اس کے طریقے کو سمجھتے نہیں ہوں گے بلکہ کبھی اس کے دعوے کو اس وقت جھٹلائیں گے جب اس کے قول و فعل کو ایک جیسا نہیں دیکھیں گے چنانچہ اس کے قول کے سامنے اس کا فعل پردہ بن جائے گا۔

یونہی خصوصی طور پر شیخ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے مریدوں کے مقابلے میں راتوں کو زیادہ جاگے، اکثر بھوکا رہے، بے کار باتیں کم سے کم کرے اور صدقہ سب سے زیادہ دے تاکہ وہ ایسا راہنما بن سکے کہ مرید اس جیسے کام کرے لیکن اگر وہ ان سے زیادہ سوتا اور اتنا زیادہ کھاتا ہو اور اس کا پیٹ ریچھ جیسا ہو جائے یا پھر بے فائدہ باتیں ان سے زیادہ کرے یا صدقہ و خیرات ان سے کم کیا کرے تو یوں وہ لازماً اپنے آپ کو اس سے بلند مرتبہ جانیں گے لہٰذا وہ امام بننے کے قابل نہیں ہو سکے گا اور اس کا مرتبہ ان سے گھٹ جائے گا، شیخ ہونے کا دعویٰ جھوٹا ہو جائے گا اور یہ ایسا بہتان ہوگا جس پر کھلی دلیل نہ مل سکے گی۔

شیخ جیلی اور واقعۂ مرغی

سیدی عبدالقادر جیلی رحمہ اللہ کے ہاں ایک عورت حاضر ہوئی اور دیکھا کہ آپ بہترین لباس پہنے ہوئے تھے، کھانا بہترین تھا، بہترین بچھونا تھا اور پھر اپنے بیٹے کے پاس گئی جوان کے پاس رہتا تھا، اسے فرش پر بیٹھے دیکھا، اس کے پاس

خشک روٹی کا ٹکڑا اور نمک پڑا تھا چنانچہ وہ شیخ کے پاس آکر کہنے لگی کہ اے سیدی! میرا دل بچے کو آپ کے پاس رکھنے پر اس وقت تک خوش نہیں ہوگا جب تک آپ اسے وہی نہ کھلائیں جو خود کھاتے ہیں۔

ان کے سامنے مرغی کا سالن رکھا تھا، فرمایا کہ جب تمہارا لڑکا اللہ کا نام لے کر مردہ زندہ کرنے کے قابل ہو جائے گا تو میں اسے اپنے جیسا کھانا کھلاؤں گا، پھر مرغی کو اٹھنے کا حکم دیا تو اس نے برتن سے حرکت کی اور زندہ ہو کر اپنی پہلی حالت پر آ گئی، اگر شیخ اپنے لذیذ کھانے کی دلیل نہ دیتے تو وہ عورت جاتے وقت آپ کو اچھا نہ جانتی۔

یونہی شیخ کے لیے لازم ہے کہ جب وہ اپنے کسی مرید کو دنیا چھوڑنے کے بارے میں کہے جو دل سے آخرت کو نہیں دیکھتا تو اس کی طرف سے پریشان ہو کیونکہ وہ اس کا لالچ یوں کر رہا ہوتا ہے جیسے کتا مردار پر ٹھہرا ہوتا ہے جسے کھانے سے روکا جائے تو وہ دانت دکھاتا اور بھونکتا ہے اور کئی مرتبہ اسے صرف اس لئے کاٹ بھی لیتا ہے کہ وہ وہاں سے ہٹ جائے لہٰذا شیخ کو چاہئے کہ اپنے مرید کو دنیا سے ہٹاتے وقت سیاست، مہربانی اور نرمی سے کام لے اور اس سے پہلے ضروری باتیں کرے اور بتائے کہ پہلے نیک بزرگ یونہی کرتے تھے اور پھر کہے کہ اللہ ان کی پیروی کرنے والے پر رحم فرمائے اور انکار کی صورت میں دل کے اندر اس کے خلاف میل رکھنے سے باز رہے، اس پر لازم ہے کہ اسے بتائے اگر تونے دنیا کی زیادہ خواہش کی تو اللہ ناراض ہوگا۔'' یہ بات اسے یوں سمجھائے جیسے ایک والد انکار کرنے کی صورت میں اپنے لڑکے پر غصہ دکھاتا ہے لیکن دل میں اس پر مہربان ہو اور شفقت کرتے ہوئے اس کو تیوری چڑھا کر بھی کر کے دکھائے، کبھی سونٹے سے مارے اور اگر ماں ہو تو اپنے بچے کے ہاتھ میں سوئی چبھوئے کہ خون نکل آئے۔ یہ سب کچھ اس کی طرف سے لڑکے سے دشمنی نہیں بلکہ اس پر انتہائی شفقت شمار ہوگی لہٰذا اللہ کے راستے کی طرف بلانے والا اپنے آپ کو ہر نامناسب بات سننے کے لیے تیار کرے کیونکہ وہ شخص اس بات سے اندھا ہوتا ہے جس کی طرف وہ انہیں بلاتا ہے پھر جب بات کھل جائے گی تو ایسے لوگ بہتری کی طرف بلانے والے کا شکریہ ادا کریں گے اور اگر وہ پھر بھی نہ سمجھے تو پھر اللہ کی طرف بلانے والا اپنا نصیحت اور جہاد کا وہ حق ادا کرلے گا جو اس کے ذمے تھا۔

پھر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ اللہ کی طرف بلانے والے ہر شخص کی جماعت کئی طرح کی ہوا کرتی ہے جیسے وہ لوگ کئی طرح کے تھے جنہیں نبی کریم ﷺ نے اسلام کی طرف بلایا تھا کیونکہ آپ ساری امت کے لیے حقیقی شیخ تھے جیسے خطبہ کے اول میں بتایا جا چکا ہے جب کہ سارے دعوت دینے والے آپ کے نائب ہیں لہٰذا یہ بات ضروری ہے ان کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہی معاملہ ہو جو آپ کا اپنی قوم کے ساتھ ہوا تھا چنانچہ ان میں سے کسی نے تو کہا ''ہم نے سن لیا اور آپ کی بات مانتے ہیں، یہ لوگ نجات پا گئے'' کسی نے کہا تھا '' ہم نے سن لیا لیکن انکار کرتے ہیں'' کسی نے کہا کہ ''ہم نے سن لیا لہٰذا آپ کی بات مانتے ہیں'' کسی نے کہا کہ یہ شیخ ہمیں اللہ کی طرف بلا کر اپنا مرتبہ بڑھانا چاہتا ہے اور لوگوں کے سامنے ہم پر حکومت کرنا چاہتا ہے، کسی نے کہا کہ یہ ہمیں اللہ کی طرف بلا کر ہماری ہدایت کا ارادہ کرتا اور ہمیں دوزخ سے بچانا چاہتا ہے، کوئی سختی اور خوشحالی میں آپ کی محبت سے ہٹنا چاہتا، کوئی وہ تھا جو خوشحالی میں ان کے ساتھ تھا لیکن سختی کے دن آنے پر آپ سے الگ ہو گیا، کوئی وہ تھا جو آپ کی سخت کلامی کے باوجود ان کے گرد ہی رہا، کوئی وہ تھا جو آپ کی سختی پر وہاں سے

بھاگ گیا جیسے اللہ کے اس فرمان میں اشارہ ہے ''اگر آپ تندمزاج اور سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے'' کوئی وہ تھا جو دنیا اور اس کی خوبصورتی چاہتا تھا لیکن آخرت سے غافل رہا، کوئی وہ تھا جو دنیا کو آخرت کے لیے چاہتا تھا جیسے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے، کوئی وہ تھے جو دنیا ہی کو چاہتے تھے جیسے صفہ والے، کوئی وہ تھے جنہوں نے آپ سے سے کہا کہ تم ہم سے اکثر جھگڑتے ہو اور لوگوں کے سامنے ہمیں گھٹیا بناتے ہو جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے کہا تھا ''اے نوح! تم ہم سے جھگڑے اور بہت ہی جھگڑے'' چنانچہ انہوں نے آپ کی نصیحت نہ مانی اور دردناک عذاب دیکھا، کوئی اپنے شیخ سے زبانی یا زبان حال سے کہتا کہ ہم اس وقت تک آپ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک آپ کوئی بزرگی نہ دکھائیں جیسے قریش نے کہا تھا ''ہم تم پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ تم ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ بہا دو۔'' (پورا واقعہ پڑھو) اور جیسے بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا ''ہم ہرگز تمہارا یقین نہ لائیں گے جب تک علانیہ خدا کو نہ دیکھ لیں۔''

پھر ایک گروہ ایسا بھی تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر ایمان نہ لایا کہ ''اگر تم نے یوں کیا تو تمہیں ایسا عذاب ہوگا۔'' اور وہ ہو گیا، ایک وہ تھا کہ جس نے اپنے شیخ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کی وجہ سے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا جیسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کیا تھا، لیکن کسی میں یہ ہمت نہ تھی، کوئی وہ تھے کہ جب شیخ کی بیوی کا برائی سے ذکر ہوا تو کھل کر غصے میں آ گئے جیسے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے معاملے میں بڑے بڑے صحابہ نے کیا، کچھ وہ تھے جو کھل کر سامنے نہ آئے بلکہ دھارے والوں کے ساتھ دھارے میں بہہ گئے، کچھ ایسے تھے کہ سفر میں اپنے شیخ کی طرح لوگوں سے اچھا برتاؤ کرتے، جیسے بڑے بڑے صحابہ کرام کرتے تھے، کچھ نے یہ کام پسند نہیں کیا بلکہ لوگوں کو سلام کی طرف بلاتے رہے اور لوگوں کے آرام کا خیال رکھا جیسے غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ جانے والوں نے کیا، کچھ ایسے تھے جو بیوی، مال اور بچوں کے مقابلے میں اپنے شیخ سے زیادہ محبت کرتے تھے، کچھ شیخ کے مقابلہ میں مال، اولاد اور بیوی سے زیادہ محبت کرتے تھے چنانچہ اگر ان سے کہا کہ فلاں کے لیے دینار نکالو ورنہ تمہیں چھوڑ دیں گے اور اپنے ہاں بیٹھنے سے روک دیں گے تو اس نے اپنے شیخ سے قریب ہونے کی بجائے دینار نہ دینے کا فیصلہ کیا، کسی کو خوف تھا کہ ان کے شیخ کے دل میں کہیں ناراضگی نہ آ جائے اور حق تعالیٰ ان کی ناراضگی کی بنا پر ان سے ناراض نہ ہو جائے، کوئی ایسا بھی تھا جس نے شیخ، اولاد، ساتھیوں اور بیوی کو تکلیف دی اور ان کی ناراضگی کی پرواہ نہ کی، کسی نے شیخ کا حکم مانا اور جب انہوں نے فرمایا کہ اپنے بھائی کو اپنا آدھا مال دیدے تو اس نے تقسیم کر دیا جیسے انصار کے ساتھ مہاجرین کا معاملہ ہوا، کسی نے ایسا حکم نہیں مانا اور اپنے بھائی کو ایک درہم تک نہ دیا، کوئی وہ ہوا کہ اس نے اپنے شیخ کا حکم مانتے ہوئے اپنے بھائی کو اپنے روزینے، گھر، تنہائی یا مال میں اپنے سے پہلے حصہ دار بنایا، کسی نے ایسا نہ کیا، کسی نے اپنے شیخ کی مطلقہ کے ساتھ نکاح کو برا جانا اور آپ کا مقام اس بات میں بلند سمجھا کہ آپ کی زندگی یا وصال کے بعد ایسا کرے، کوئی ایسا بھی تھا کہ اگر یہ فرمانِ الٰہی نہ اترتا کہ ''اور نہ ہی کبھی یہ جائز ہوگا کہ تم ان کی بیویوں میں سے کسی کے ساتھ نکاح کرو'' تو شیخ کی مطلقہ سے نکاح کر لیتا کیونکہ کوئی ایسا کر لیتے ہیں، کوئی ایسا بھی تھا کہ اس کے سامنے سونے کا ڈھیر تھا لیکن اس نے اس میں سے صرف ایک دن کی روزی لی، کوئی وہ تھا کہ جسے سارا لینے پر بھی

صبر نہ تھا، کسی کے دنیا جمع کرنے کا مقصد لالچ اور نفسانی شرارت تھا، کسی کا مقصد یہ تھا کہ اس دولت کے ہوتے ہوئے فاقے میں رہے جیسے حضرت ایوب علیہ السلام کے ساتھ ہوا اور یہ اس وقت ہوا جب ان پر آسمان کی طرف سے سونے کی بارش ہوئی اور انہوں نے اسے کپڑے میں ڈال لیا اور کہتے رہے کہ مجھے پروردگار کی طرف سے برکت کی ضرورت ہے، کسی نے دنیا کو حقیر سمجھ کر دیکھا چنانچہ سونے کے ڈھیر کو مینگنی سمجھا، کسی نے اسے عظیم دیکھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے مٹی کے مقابلے میں اسے سونے حیثیت دے دی تھی، کوئی ایسا تھا جسے اگر کہا جاتا کہ ہر با جماعت نماز پڑھا کرو تو نیند کا بہانہ بناتا لیکن اگر اگر کہا جاتا کہ مسجد میں سونا بکھرا پڑا ہے تو مسجد میں آ جاتا اور ایسے بہانے نہ بناتا جیسے ایک انصاری کے ساتھ یہ واقعہ ہوا کہ ابوعبیدہ بحرین سے مال لائے تو وہ مسجد میں پہنچا جس کی صبح کی نماز میں آنے کی عادت نہ تھی اور جب وہ عشاء کی باجماعت سے رہ گیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر ان میں سے کسی کو پتہ چل جائے کہ مسجد میں کافی گوشت پڑا ہے تو پہنچ جاتے ہیں، کچھ ایسے تھے کہ جمعہ کی نماز میں سب سے پہلے پہنچتے جیسے صفہ والے تھے لیکن کوئی وہ تھے جو اس وقت پہنچتے جب خطیب منبر پر بیٹھتے یا پہلی یا دوسری رکعت میں ہوتے یا پھر جمعہ ہو جاتا تو آتے، کوئی مسجد میں پہلے پہنچ کر بے مقصد باتیں کرتا اور کھیل کود کرتا اور کوئی ایسا ہوتا کہ جب تک مسجد میں رہتا عاجزی سے عبادت کرتا رہتا، کوئی ایسا بھی تھا کہ سفر جاتے وقت، شادی، گھر بنانے اور زراعت وغیرہ کے موقع پر شیخ سے اجازت لیتا لیکن کوئی ایسا بھی تھا جس نے شرم کی بنا پر یا انہیں ہلکا جان کر اجازت نہ لی چنانچہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے چہرے پر زردی چھائی دیکھی تو فرمایا مَھیم تو انہوں نے کہا کہ میں شادی کروں گا (الحدیث) حضرت عبدالرحمٰن کی طرف سے آپ کے سامنے حیاء کا اظہار تھا، بلا شبہ آپ کی توہین کرنا نہ تھا، کوئی وہ تھے کہ جنہوں نے اپنے قبضے میں آیا سب مال ساتھیوں میں بانٹا اور اپنے پاس کچھ بھی نہ رکھا جیسے حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہما وغیرہ اسے اپنے پاس جمع کر کے رکھنا حرام سمجھے، کوئی تھوڑا حصہ دینے والا اور باقی اپنے پاس رکھنے والا تھا، کوئی ایسا بھی تھا کہ کسی کو کچھ بھی نہ کھلایا بلکہ کسی کو کھلانا بخیلی سمجھا، کوئی ایسا تھا کہ اپنے ساتھی کو سارا مال پیش کر دیا جیسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے، ایک وہ تھے جنہوں نے اپنے ساتھی کو آدھا مال پیش کیا جیسے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے، ایک وہ تھے، کہ نبی کریم ﷺ نے ان کی دلجوئی کی جیسے مخرمہ تھے، کوئی ایسا ہوا کہ لوگ ان سے امن و امان میں رہے جیسے حضرت عثمان بن عفان اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما تھے، ایک وہ تھے کہ اللہ کی طرف سے تنگدستی کا خوف کئے بغیر خرچ کرتے چلے گئے جیسے بلال رضی اللہ عنہ، ایک ایسے بھی ہوئے جنہوں نے بوجھ سمجھ کر مال نکالا جیسے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ تھے چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا ''کچھ مال اپنے پاس ہی رکھو کہ اس میں تمہارے لیے بہتری ہے۔'' کوئی ایسے تھے کہ نبی کریم ﷺ کے فیصلے پر خوش رہے اور آپ کے مقابلے میں کسی بھی چیز کو پسند نہیں کیا جیسے دس وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کے بارے میں آپ نے جنتی ہونے کا اعلان فرمایا، کچھ وہ تھے کہ آپ کے فیصلے پر خوش نہ ہوئے اور آپ کے خلاف فیصلہ کیا جیسے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں ہوا کہ ان کے امیر بنانے پر کچھ نے ناراضگی کی اور کسی نے کہا کہ اس فیصلے میں اللہ کی رضا شامل نہیں اور پھر یہ بھی کہا گیا کہ یہ آپ کے پھوپھی زاد تھے جیسے اس حدیث میں ہے ''اے زبیر پلاؤ''، ایک وہ ہوئے کہ جب حضور ﷺ نے انہیں چھوڑ کر دوسروں کو دیدیا تو وہ ناراض ہوا جیسے

مخرمہ، لیکن ایک وہ تھے کہ ناراض نہیں ہوئے اور نبی کریم ﷺ اس کی ناراضگی سے محفوظ رہے چنانچہ آپ جسے کچھ عطا کرتے وقت بھلا دیتے تو پیار سے اسے یوں سمجھاتے کہ "یہ دنیا میٹھی اور تروتازہ ہے، میں یہ اسے دیتا ہوں جس سے سرسری پیار کرتا ہوں لیکن جسے نہیں دیتا وہ مجھے اس سے پیارا ہوتا ہے جسے دے دیتا ہوں، کوئی وہ تھا جو آپ کو دے کر سہم گیا اور مارے خوف کے کانپنے لگا، اس پر آپ نے فرمایا اے بھائی! فکر کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ میں بھی تو قریش کی اس ماں کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کے ٹکڑے کھالیتی، کوئی وہ بھی تھا جو ڈرتا اور کانپتا نہ تھا، کچھ وہ تھے جو تمام گناہوں سے پاک تھے جیسے وہ دس صحابہ جن کے بارے میں رسولِ اکرم ﷺ نے اعلان فرمایا کہ یہ جنتی ہیں لیکن ایسے بھی ہوئے جو بڑے گناہ میں گرفتار ہوئے جیسے حضرت ماعز اور نعیمان حضرت نعیمان کو جب کبھی نشے کی حالت میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لاتے تو آپ اسے سزا دیتے، وہ بڑے ہنس مکھ تھے چنانچہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کو ہنسا دیا کرتے۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک واقعہ گذرا کہ انہوں نے ایسا آدمی دیکھا جو اندھا تھا اور کہہ رہا تھا کہ مجھے بیت الخلاء کی طرف کون لے جائے گا؟ حضرت نعمان نے اسے پکڑا اور مسجد کے محراب میں بٹھا دیا اور جب اس نے وہاں پیشاب وغیرہ کے لئے بیٹھتے وقت کپڑے سمیٹے تو لوگ چیخ کر کہنے لگے کہ تم تو مسجد میں ہو، اس پر اندھا بولا کہ اگر کہیں مجھے نعمیان نظر آ جائے تو میں اسے اس ڈنڈے سے ماروں گا، حضرت نعمان یہ بات سن کر آئے اور کہنے لگے کیا ایسا نہ ملا دوں جو تمہیں نعمان تک پہنچا دے چنانچہ اسے پکڑ کر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے، آپ سجدے میں تھے، وہ کہنے لگے کہ وہ یہ ہیں چنانچہ اس اندھے نے حضرت عثمان کو مارنا شروع کر دیا، لوگ اس اندھے کو دیکھ کر چلا اٹھے کہ تم جسے پیٹ رہے ہو، وہ تو امیر المومنین ہیں (رضی اللہ عنہ) حضرت نعمان کے ایسے کئی ایک واقعات ملتے ہیں۔

کوئی ایسا بھی تھا کہ رسول اکرم ﷺ کے بڑے صحابہ کو تکلیف پہنچاتا اور آپ کی وجہ سے ان کی عزت نہ کرتا، جیسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا چنانچہ آپ نے فرمایا کیا میری خاطر تم میرے ساتھی کو چھوڑ سکتے ہو؟ (یا تم نے میرے ساتھی کو بھی نہیں چھوڑا) اور پھر انہوں نے نبی کریم ﷺ کو آپ کا مرتبہ بتانے پر مجبور کر دیا آپ نے فرمایا "ابوبکر کے دروازے کے علاوہ مسجد کی طرف کھلنے والا ہر دروازہ بند کر دو۔" کوئی ایسا بھی تھا کہ تمام صحابہ کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفیں صرف نبی کریم ﷺ کی وجہ سے سہتا جس میں آپ کی تعظیم تھی خواہ وہ جتنی بھی تکلیفیں دیتے، ایک ایسا بھی تھا جو اپنے ہمسائے کو تکلیف دیتا جیسے وہ واقعہ ہے کہ جس میں ایک شخص نے حضور ﷺ سے شکایت کی کہ فلاں شخص مجھے تکلیف دیتا ہے جس پر آپ نے اسے فرمایا کہ "اپنا سامان اٹھا کر راستے میں رکھ دو اور گذرنے والا جو بھی اس بارے میں پوچھے تو کہتے جاؤ کہ میرا ہمسایہ مجھے تنگ کرتا ہے۔" ایک ایسے تھے جو نبی کریم ﷺ کے ہاں اس شرط پر بیٹھے کہ پیٹ بھر کر کھائیں گے جیسے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ، مقصد یہ تھا کہ آپ کا بچا ہوا کھانا آپ کے علاوہ کسی اور کے پاس نہ جائے اور بھوک کی وجہ سے ان کا دل ٹوٹ جائے، کوئی ایسا تھا کہ نبی کریم ﷺ کے ہاں صرف اس لیے بیٹھتا کہ علم و ادب سیکھے، علاوہ ازیں کوئی غرض نہ ہوتی، ایک وہ تھے کہ زکوٰۃ نکالتے وقت بخیلی سے کام لیتے جیسے ثعلبہ جب کہ وہ بھی تھے جو اپنا ستھرا مال فقیروں کو دیتے، ایک وہ بھی تھے جو بڑے مالدار تھے جیسے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور ایک وہ تھے جن کے پاس رات کا کھانا بھی نہ تھا

جیسے ان کا واقعہ جو رمضان میں اپنی بیوی سے ہمبستر ہوئے پھر وہ بھی تھا جو اپنی پوشاک پہن کر تکبر کرتا، اس شخص کو مکہ کے اندر ابولہب کی گلی میں دھنسا دیا گیا لیکن ایک ایسے بھی تھے کہ لباس وغیرہ پہن کر فخر نہ جتلاتے تھے لیکن وہ بھی تھا کہ مالدار ہوتے ہوئے فقیر بن کر دکھاتا اور زکوٰۃ وصدقات میں سے کچھ لے لیا کرتا، یہ وہ شخص تھا کہ جس کے مرنے کے بعد لوگوں نے اس کی چادر باندھنے کی جگہ سے تین یا دو دینار نکالے تھے چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ ''کئی (یا فرمایا دو) جہنم کے انگارے ہیں۔''

پھر خواتین میں سے وہ خاتون تھیں جو نبی کریم ﷺ سے محبت کرتیں اور آپ کی طرف سے نکاح کے پیغام کو پسند کرتیں کہ یوں وہ جنت میں آپ کی بیوی شمار ہوں گی لیکن ایک وہ تھی جس نے یہ بات پسند نہ کی اور اس سلسلے میں اللہ سے پناہ مانگی جیسے جون کی بیٹی، وہ بھی تھیں جو نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے حیا کرتیں اور آپ کے رعب سے کانپنے لگتیں لیکن وہ بھی تھی جسے یہ خوف نہ تھا اور نہ ہی آپ سے حیا کرتی جیسے ہند چنانچہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو بیعت فرماتے وقت فرمایا تھا کہ ''تم اپنی اولادوں کو قتل نہ کرو'' اس پر اس ہند نے کہا تھا کہ ہم نے انہیں چھوٹی عمر سے لے کر پالا ہے تو آپ ان کے قتل کے بارے میں کہہ رہے ہیں، اس پر آپ خاموش ہو گئے اور بیعت پوری نہ ہو سکی، انہی میں سے ایک وہ تھیں کہ جب اس نے نبی کریم ﷺ کی تنگدستی دیکھی تو الگ ہو جانا چاہا لیکن ایک نے آپ کے پاس ہی ٹھہرنے کا ارادہ کیا جیسے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، ایک وہ تھیں جو بہت غیرت کھا جاتی تھیں جیسے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا چنانچہ جب انہوں نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو برتن میں کھانا لیے نبی کریم ﷺ کی طرف جاتے دیکھا تو اٹھ کھڑی ہوئیں اور برتن توڑ دیا جس سے کھانا زمین پر آ گرا۔ اس پر نبی کریم ﷺ کھڑے ہوئے اور زمین سے کھانا اکٹھا کر کے برتن میں ڈال لیا اور فرمایا ''تمہاری ماں برباد ہو۔''

خدمت کرنے والوں میں سے ایک وہ تھیں کہ رسول اکرم ﷺ کے بلانے پر جواب نہ دیتیں، جس پر آپ نے فرمایا ''میری جان قبضہ میں رکھنے والے کی قسم اگر قصاص کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اس مسواک سے تمہیں سزا دیتا، لیکن وہ بھی تھیں جو نبی کریم ﷺ سے سنی ہر شے پر توجہ دیتیں جیسے حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا، ایک ایسی بھی تھیں کہ جنہوں نے نبی کریم ﷺ سے ایک بھی حدیث روایت نہیں کی۔

اب تک میرے پاس یہی واقعات سامنے آئے ہیں جو یہ بتاتے ہیں کہ اللہ کی طرف بلانے والے ہر شخص کے ساتھی یونہی بٹے ہوئے ہیں جیسے وہ لوگ بٹے تھے جنہیں نبی کریم ﷺ نے اللہ کی طرف بلایا تھا البتہ جو شخص ان سے زیادہ واقعات دیکھنا چاہتا ہے تو اسے پہلے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ان کی امتوں کے حالات دیکھنا ہونگے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے ہر شخص کے ساتھ اس کے ساتھیوں کا یہ برتاؤ چلتا رہے گا۔

ان بیان کئے گئے سارے واقعات سے پتہ چل رہا ہے کہ جو شیخ اپنے تمام ساتھیوں کو سیدھی راہ پر چلتے، دنیا سے بے تعلق ہوتے اور انہیں اپنا یوں ادب کرتے دیکھنا چاہتا ہے کہ انہیں اس پر اعتراض نہ ہو اور نہ ہی انہیں اس کے سامنے کوئی اختیار ہو اور وہ ہر معاملے میں اس سے مشورہ کریں (جیسے سچے مریدوں کے بارے میں صوفیہ نے شرطیں لگا رکھی ہیں) تو وہ

عقل کا اندھا ہے جب کہ اللہ کی طرف بلانے والوں کا عام کام صرف یہ ہے کہ وہ اپنے مریدوں تک جائز آداب پہنچا دیں چنانچہ انہیں ہر حالت میں اجر ملے گا خواہ لوگ ان کی یہ بات مانیں یا نہ مانیں اور خود نبی کریم ﷺ نے لوگوں تک ہر بات پہنچا دی چنانچہ آپ کی پیروی کرنے والے ہر شخص نے اسے مان لیا اور پھر کسی سے یہ نہیں کہا کہ اللہ کے قائم رکھے ہوئے طریقے سے نکل جائے بلکہ ان کی راہنمائی کی چنانچہ وہ اس طریقے پر چلنے لگے لہٰذا اے بھائی! تم اپنے ساتھیوں کو اس ادب وغیرہ کے لئے آمادہ کرو جیسے بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے آپ سے کیا تھا تا کہ بعد والوں کے لئے سنت بن جائے اور یہی ان کے لئے مناسب ہے یا کبھی بظاہر جو ان سے کوئی بے ادبی کا کام ہوا ہے تو اس سے پتہ چل سکے کہ وہ معصوم نہ تھے، پھر فوراً توبہ کریں۔ تو ایسی صورت میں پھر دسویں صدی ہجری کے دوسرے آدھے حصے میں مشائخ کے لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ شاگردوں سے اپنا مکمل طور پر ادب کرائیں، یہ تو محال ہے، کیونکہ جو کام آپ کے صحابہ سے نہ ہو سکا تو ان کے بعد کوئی اسے کیسے کر سکتا ہے؟ حالانکہ وہ تو ہر دور کے مقابلے میں بہترین دور کے تھے اور پھر رسول اکرم ﷺ کے مقام و مرتبہ سے بھی واقف تھے، آپ کی دنیا سے بے تعلقی، عبادت اور بے شمار معجزات کو جانتے تھے اور پھر آپ مومنوں کے مقابلے میں خود ان سے زیادہ پیار بھی فرماتے تھے لہٰذا اے بھائی! دسویں صدی ہجری کے شاگردوں سے یہ امید نہ رکھو کہ وہ ادب میں صحابہ کرام سے بڑھ جائیں گے۔ یہ تو ناممکن سی چیز ہے۔ واللہ غفور رحیم۔

زہد، کن چیزوں میں ہوتا ہے؟

یہ بات ڈھکی چھپی نہیں رہنی چاہیے کہ دنیا میں زہد کرنا، صرف حلال چیزوں میں ہو سکتا ہے لیکن شبہ والی چیزیں چھوڑ دینا زہد نہیں کہلاتا، یہ ایک پرہیز ہوا کرتا ہے چنانچہ آج کل اس لحاظ سے تمہیں کوئی بھی شخص زہد کرتا دکھائی نہ دے گا ہاں اللہ کے علم میں ہو لیکن ہمیں معلوم نہ ہو تو اور بات ہے کیونکہ ان دنوں لوگوں کے پاس عام طور پر شبہ والے مال ہی موجود ہیں جن پر اعتراض ہے چنانچہ اب تو یہی کچھ رہ گیا ہے کہ انسان مجبور شخص کی طرح کھاتا پیتا اور پہنتا ہے لہٰذا انسان اپنے لیے جس جس چیز کو جائز بنا رہا ہے، اللہ قیامت کے دن اس پر اسے عذاب دے گا یا ثواب، آج کل عام لوگوں کی زبان پر یہ آ چکا ہے کہ لاؤ حرام اور بس حالانکہ ایسا کہنا مومن کے لیے کسی طور پر جائز نہیں کیونکہ یہ قیامت کے دن اللہ کے سخت حساب کے بارے میں ٹھٹھا بنتا ہے اور یونہی یہ بھی پوشیدہ نہیں کہ کچھ شبہ والی چیزیں ایسی ہیں جنہیں تنہائی والے شیخ فقیری کے نام پر اپناتے ہیں اور اپنے لیے اس میں سے ماہر بن کر نکال لیتے ہیں، وہ بنیادی طور پر اگرچہ حلال ہیں لیکن اپنے طرف ڈھالتے ہوئے ان میں شبہ آ جاتا ہے۔

ایک قابل بھروسہ شخص نے مجھے بتایا کہ ایک تسبیح اور گودڑی والے شیخ کو وقت کے پاشا نے اس کے پاس ٹھہرے فقیروں کے نام پر ایک ہزار سکہ دیا لیکن اس میں سے کسی بھی فقیر کو اس نے ایک نصف (سکہ) تک نہ دیا بلکہ کہنے لگا کہ یہ تو شبہ والا مال ہے اور کہا میرا خیال ہے کہ میں تمہارا بوجھ خود ہی اٹھاؤں چنانچہ اس رقم سے اس نے اونی لباس خریدا اور باقی سے شادی کر لی جس سے حلقے کے فقیر اس سے نفرت کھا گئے اور اس کی عقیدت ختم ہو گئی تو اے بھائی! جب کسی کو شیخ بنا لو تو

ایسے کام کرنے سے بچو۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے سامنے یہودی راہبوں کو پھٹکار

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے واقعے میں آتا ہے کہ جب ہمارے نبی کریم حضرت محمد ﷺ کے ظاہر ہونے کا وقت آیا تو انہوں نے آپ کا پتہ لگانے کے لیے شہر بہ شہر پھرنا شروع کر دیا، آپ کو ایک راہب (دنیا سے کنارہ کرنے والا یہودی) کے بارے میں بتایا گیا، آپ وہاں پہنچے تو وہ ہمیشہ کے روزے رکھ رہا تھا اور کوئی دل پسند شے نہ کھاتا تھا، آپ اس کے مرنے تک اسکی خدمت کرتے رہے چنانچہ اس کے بعد لوگوں نے اس کے ہاں تین قمقمے (پیالے) دیکھے جن میں آدھا اردب ایک من سے زیادہ چاندی تھی، راہبوں نے اسے پتھروں سے مارا اور اس کا جنازہ بھی نہ پڑھا۔

اس کے بعد آپ نے اللہ کی طرف راہنمائی کرنے والا کوئی اور شخص پوچھا تو لوگوں نے ایک اور راہب کا پتہ بتایا، اور کہا کہ وہ عبادت اور زھد میں بہت بڑا مرتبہ رکھتا ہے، وہاں پہنچے تو اس کی خدمت شروع کر دی چنانچہ اس کے مرنے تک یہ سلسلہ جاری رکھا، پھر اس کے بعد پتہ چلا کہ اس کے پاس بہت زیادہ مال تھا چنانچہ راہبوں نے اسے بھی مارا اور اس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھی۔

پھر تیسرے راہب کے بارے میں بتایا گیا تو آپ اس کے پاس پہنچے، وہ بھی دوغلا نکلا لہٰذا راہبوں نے اسے بھی پتھر مارے اور جنازہ نہ پڑھا۔

اس کے بعد انہیں نبی کریم ﷺ کے بارے میں بتایا گیا تو وہاں پہنچے اور پھر جو ہوا سو ہوا۔

ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تمام ساتھی دنیا میں زھد کیا کرتے تھے تاہم آپ فرماتے کہ جو شخص کوئی گھر تعمیر کرتا ہے تو گویا دریائی موجوں پر بنا رہا ہوتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلی رحمہ اللہ فرماتے تھے آپ نے دنیا کو دریا کی موج بنا کر بہترین مثال دی اور پھر یہ شعر پڑھے

''تم ہمیشہ رہنے والوں کی طرح گھر بنائے جا رہے ہو حالانکہ معلوم ہونا چاہئے کہ تم یہاں بہت کم ٹھہرو گے ایسے شخص کے لیے پیلو کے درخت تلے ٹھہرنا ہی کافی جسے روزانہ کوچ کی آواز آ رہی ہے۔

سنو! ملائم پتھروں سے چراگاہوں کی طرف جانے والے تو بہت ہیں لیکن منزل پر پہنچنے والے کم ہیں۔''

مقصد یہ ہے کہ جیسے موج پر عمارت نہیں بن سکتی تو یونہی انسان کا یہاں ٹھہرنا بھی ممکن نہیں کیونکہ یہ یہاں نہیں رہے گی اور حرکت کرتی رہے گی، بالکل ویسے ہی جیسے دریا پر موجیں حرکت کرتی ہیں۔

فتوحات مکیہ کے ''باب الطہارۃ'' میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے ''ہر ملت اور گروہ کا اس بات پر اکٹھ ہے کہ جیسے دنیا میں زھد کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے ویسے ہی اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ دنیا کی ہر چیز انسان سے الگ کر دی جائے چنانچہ علماء کہتے ہیں ہر علقمند کے لیے ضروری ہے کہ اس کا ہاتھ دنیا سے خالی ہو کیونکہ اندیشہ یہ رہتا ہے کہ کہیں وہ ایسے فتنہ میں نہ پڑ جائے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ کہہ کر ڈرایا ہے ''تمہارے مال اور اولاد تمہارے لیے آزمائش ہیں۔''

پھر راہبوں کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ آئندہ کل کے لیے کچھ بچا کر نہیں رکھتے اور نہ ہی سونا چاندی بچاتے ہیں، ایک شخص کو میں نے دیکھا جس نے ایک راہب سے کہا یہ دنیا لے کر دیکھو اور مجھے بتاؤ کہ اس پر کس بادشاہ کی مہر لگی ہے؟ لیکن وہ نہیں مانا اور کہنے لگا کہ ہمارے نزدیک دنیا کی طرف دیکھنا منع ہے۔

ایک مرتبہ میں نے کچھ راہب دیکھے جو ایک شخص کو کھینچ کر اپنے عبادت خانے سے نکال رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تم نے راہبوں کی عزت برباد کر دی۔ میں نے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ لوگوں نے اس کی پگڑی میں ایک نصف بندھا دیکھا ہے۔ میں نے پوچھا کیا تمہارے ہاں دنیا باندھنا برا شمار ہوتا ہے؟ اس پر وہ کہنے لگے کہ یہ کام تمہارے نبی کے ہاں کیسا ہے؟ لہٰذا اگر ایک راہب کا حال یہ ہے تو تنہائی میں رہنے والے مسلمان فقیروں کے لیے اسے چھوڑنا اور بھی زیادہ ضروری ہے۔ لیکن ''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔''

ایک حدیث جس پر اسلام کا دارو مدار ہے

ابن ماجہ مرفوعاً لکھتے ہیں کہ ''ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسا کام بتائیے کہ اس کے کر لینے پر مجھ سے عام لوگ محبت کیا کریں، فرمایا دنیا سے تعلق توڑ لو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور لوگوں کے قبضے میں مال پر نظر نہ لگاؤ تو لوگ تم سے محبت کریں گے۔''

حافظ منذری فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں نبوت کے انوار چمکتے دکھائی دے رہے ہیں ہاں کسی راوی کے کمزور ہونے پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ بات حضور ﷺ نے نہیں فرمائی۔

میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث ان چار حدیثوں میں سے ایک ہے جن پر اسلام کا دارو مدار ہے، کسی شاعر نے چاروں حدیثوں کا مضمون ان اشعار میں دیا ہے

''سب سے بہتر دکھائی دینے والا دین چار باتیں ہیں جو ساری مخلوق میں سے بہتر کے کلام میں ملتی ہیں۔

شبہ والی چیزوں سے بچو، دنیا سے بے تعلق رہو، بے مقصد چیز کو چھوڑ دو اور کام کی نیت کیا کرو۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁ ابن ابی الدنیا کے مطابق حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ یہ حدیث بتاتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے ہاں حاضری پر ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے ایسا کوئی کام بتا دیجئے کہ جس کی وجہ سے اللہ مجھے پسند کر لے اور لوگ محبت کرنے لگیں۔ فرمایا رہا وہ کام جس پر اللہ تمہیں پسند کرلے تو وہ دنیا سے علیحدگی ہے اور جس کی وجہ سے لوگ تمہیں چاہیں وہ یہ ہے کہ تم اپنے پاس موجود دنیاوی ساز و سامان ان کی طرف پھینک دو۔''

❁ طبرانی مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''دنیا سے کنارہ کرنا دل اور جسم کو سکون دیتا ہے۔''

سب سے بہتر زاھد کون ہوتا ہے

❁ ابن ابی الدنیا نے مرسل حدیث لکھی ہے ''ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! سب میں زیادہ زاھد کون

شخص ہے؟ فرمایا ''جو نہ تو قبر کو بھولے اور نہ ہی مصیبت آنے کو بھلائے، دنیا کی زیادہ خوبصورتی چھوڑ دے، فنا ہو جانے والی چیز کے مقابلے میں ہمیشہ رہنے والی کو اپنا لے، آنے والے دن کو اپنا شمار نہ کرے اور اپنے آپ کو مردہ شمار کرے۔''

❁ طبرانی اور اصفہانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اے موسیٰ! لوگ میرے سامنے اپنے کام لے کر آئیں گے تو ان میں سے دنیا میں زھد جیسا کام نہ ہوگا، جو قریبی مقام میرے قریب ہونے والوں کو ملے گا، وہ ان چیزوں سے پرہیز ہوگا جن کو میں نے حرام کر رکھا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے میرے پروردگار! تو نے ان کے لیے کیا کچھ تیار کر رکھا ہے جو ان کا بدلہ بن سکے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا رہے دنیا میں زھد کرنے والے تو انہیں جنت دے دوں گا، وہ اس میں جہاں چاہیں، رہیں گے اور میری حرام چیزوں سے پرہیز کرنے والوں کے بارے میں یہ ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر ایک کو خوب پرکھوں گا اور پرہیز کرنے والوں کے علاوہ سب کی چھان بین کراؤں گا کیونکہ میں ان سے حیا کرتے ہوئے انہیں عزت وعظمت کے ساتھ بلا حساب جنت میں داخل کروں گا۔''

ابو یعلیٰ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''ابرار (نیک لوگ) کو سب سے زیادہ خوبصورتی دنیا میں زھد کرنے پر ملتی ہے۔''

❁ آپ ہی کی ایک اور روایت ہے ''جب تم کسی زاھد کو دیکھو تو اس کے پاس چلے جاؤ کیونکہ وہ دانائی کی باتیں کرتا ہوگا۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً ذکر کیا ہے فرمایا ''اس امت کا پہلا دور زھد اور یقین کی وجہ سے درست ہوا ہے اور آخری کی تباہی بخیلی اور امیدیں لگائے جانے سے ہوگی۔''

❁ امام بزار نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا'' (تین مرتبہ) روزانہ آواز آتی ہے کہ دنیا کو دنیا داروں کے پاس رہنے دو کیونکہ جو شخص ضرورت سے زیادہ دنیا لے گا، وہ لاعلمی میں اپنی موت لے رہا ہوگا۔''

❁ ابو عوانہ، ابن حبان اور بیہقی مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''بہتر روزی (یا فرمایا زندگی) گذارے والی ہوتی ہے۔''

❁ مسلم ونسائی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''دنیا میٹھی اور تروتازہ ہے، اللہ تمہیں اس میں رہنے کا موقع دے کر دیکھے گا کہ تم کیسے کام کرتے ہو لہٰذا دنیا سے علیٰحدہ رہو اور عورتوں سے بچو۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''دنیا میٹھی اور تروتازہ ہے تو جو اسے ضرورت کے مطابق لیتا ہے، اللہ اس میں اس کے لیے برکت رکھ دیتا ہے اور کئی ایسے لوگ ہیں جو اللہ ورسول کے مال میں گم ہو جاتے ہیں، قیامت کے دن انہیں دوزخ میں جانا ہوگا۔''

❁ طبرانی نے یہ روایت دی ہے ''نفسانی خواہشوں میں گرفتار کچھ ایسے ہیں کہ قیامت کے دن انہیں دوزخ ہی میں جانا ہوگا۔''

❁ آپ ہی نے یہ مرفوع روایت دی ہے فرمایا ''جو شخص دنیا میں اپنی خواہش پوری کرے گا تو قیامت کے دن اس کے اور اس کی خواہش کے درمیان پردہ ہوگا اور جو دنیا میں خوشحال رہنے والوں کو دیکھے گا تو آسمانوں کی دنیا

میں ذلیل ہوگا اور جو سختی سے ملنے والی روزی پر بہتر صبر کرے گا تو اللہ جنت میں اسے اس کی مرضی کی جگہ میں ٹھہرائے گا۔"

❁ ابن ابی الدنیا کے مطابق سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں "جو بندہ دنیا کے ساز و سامان سے کچھ لے لیتا ہے تو اللہ کے ہاں اس کے درجوں میں ایک درجہ گھٹ جاتا ہے اگرچہ وہ اس پر کرم فرمانے والا ہے۔"

❁ طبرانی کے مطابق حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں کس حد تک دنیا لے سکتا ہوں؟ فرمایا "جو تمہاری بھوک روک دے اور شرمگاہ ڈھانپ دے اور اگر تمہارے پاس گھر ہو جو سایہ دیدے تو اچھا ہے اور اگر سواری بھی ہے تو پھر کیا کہنے۔"

❁ امام احمد کی ایک روایت میں ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے تازہ اور خشک کھجوریں کھائیں اور پھر ٹھنڈا پانی پی کر فرمایا "اس نعمت کے بارے میں قیامت کے دن تم سے پوچھا جائے گا۔" اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا واقعی ان چیزوں کے بارے میں پوچھا جائے گا؟ فرمایا تا ہم تین چیزیں چھوڑ کر کپڑے کا وہ ٹکڑا جس کے ذریعے وہ اپنی شرمگاہ ڈھانپ لے، روٹی کا وہ ٹکڑا جس کے ذریعے بھوک مٹا لے یا پھر اتنا مکان کہ سردی وگرمی میں جس کے اندر رہ سکے۔"

❁ ترمذی، حاکم اور بیہقی مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا "ایک بندے کے لیے ان چیزوں کے علاوہ کسی بھی چیز پر حق نہیں وہ گھر جو اسے ڈھانپ لے، کپڑا جو اس کی شرمگاہ چھپالے، اور پھر سخت اور موٹی روٹی کا ٹکڑا اور تھوڑا سا پانی۔"

بزار نے یہ مرفوع حدیث دی ہے جس میں ان چیزوں کا ذکر ہے "دھوتی کے اوپر کا حصہ، دیوار کا سایہ، پانی سے پیار، اللہ کا وہ فضل ہوتے ہیں قیامت کے دن ان کے بارے حساب لیا جائے گا" (یا فرمایا کہ پوچھا جائے گا)

❁ ترمذی، حاکم اور بیہقی بتاتے ہیں کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اگر (جنت میں) میرے ساتھ رہنا چاہتی تو دنیا سے صرف اتنا لو جتنا مسافر کے پاس راہ کا خرچہ ہوتا ہے، مالداروں کے پاس بیٹھنے سے گریز کرو اور کپڑا پرانا کرنے پر پیوند لگا کیا کرو۔"

❁ حضرت عبدری نے اتنا اور زیادہ لکھا ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس وقت تک نیا کپڑا نہ پہنتیں جب تک پہلے کپڑے پر پیوند نہ لگایا کرتیں۔

حاکم کے مطابق حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ ہدایت فرمائی کہ "دنیا کے مال میں سے تمہارے گذارے کی چیز، مسافر کے خرچہ جتنی ہونی چاہئے۔"

❁ ابن ماجہ لکھتے ہیں کہ "رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے عطیہ کے طور پر اونٹنی مانگی لیکن وہ نہ دے سکا پھر دوسرے سے مانگی تو اس سے پیش کر دی جس پر آپ نے فرمایا اے اللہ! پہلے عطیہ (کی کوشش کرنے والے) والے فلاں شخص کا مال زیادہ کر دے اور اونٹنی کا عطیہ دینے والے فلاں کا رزق روزانہ بڑھتا رہ۔"

❁ ابن ماجہ اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "اگر یہ دنیا مچھر کے پر جتنی بھی حیثیت رکھتی تو اللہ تعالیٰ کسی بھی کافر کو اس میں سے پانی کا گھونٹ نہ پلاتا۔"

❁ حضرت امام احمد رحمہ اللہ کے مطابق حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ان سے پوچھا اے ضحاک کیا کچھ کھایا کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کی کہ گوشت اور دودھ، فرمایا اس کا کیا بنے گا؟ عرض کی یارسول اللہ! آپ جانتے ہی ہیں۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے آدمی کے اندر سے نکلنے والی چیز (پلیدی) کی مثال بیان کی ہے۔''

❁ ایک اور روایت میں اتنا اور زیادہ ہے ''اگر بندے نے اس پر سیاہ مرچ دھوڑی اور نمک ڈالا۔''

❁ امام احمد، بزار، ابن حبان، حاکم اور بیہقی مرفوع روایت دیتے ہیں فرمایا ''جو شخص اپنی دنیا پسند کرے تو وہ اپنی آخرت خراب کرے گا اور آخرت پسند کرنے والا، اپنی دنیا خراب کرتا ہے لہٰذا فنا ہونے والی چیز کو چھوڑ کر باقی رہنے والی چیز پسند کرو۔''

❁ حضرت حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''دنیا کی مٹھاس، آخرت کے لیے کڑواہٹ ہے اور دنیا کی کڑواہٹ آخرت کی مٹھاس بنتی ہے۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''کیا کوئی ایسا شخص بھی ہے جو پانی پر چلے لیکن اس کے پاؤں نہ بھیگیں؟ صحابہ نے عرض کی نہیں یا رسول اللہ! فرمایا یونہی دنیا دار شخص بھی گناہوں سے نہیں بچ سکتا۔''

❁ امام احمد و بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''دنیا اس کا گھر ہوتی ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو اور جس میں عقل نہ ہو، وہی اسی کو جمع کرتا رہتا ہے۔''

حضرت بیہقی نے اتنا اور لکھا ہے کہ ''یہ اس کا مال ہے جس کا اور کوئی مال نہ ہے۔''

اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں موجود ہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 226

بھوک کی فضیلت

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اس دنیا میں رہتے ہوئے بھوکا رہنے کی کوشش کریں اور کھانے سے پوری طرح پیٹ نہ بھرا کریں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خوف کی بناء پر رونے والوں کو سراہا ہے اور اچھی طرح وہی روتا ہے جو بھوکا ہو، رہا پیٹ بھرنے والا تو وہ صرف بناوٹ کے طور پر رویا کرتا ہے جسے اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا اور (یہ قاعدہ ہے کہ) جس چیز کے بغیر مقصد تک نہ پہنچا سکے، اصل مقصد وہی ہوتا ہے لہٰذا اے بھائی بھوکے رہو تاکہ رونا آسکے اور تم اپنی نماز وغیرہ کے

اندر ان لوگوں کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں پہنچو جو اس کے رعب سے ڈرتے ہیں اور پیٹ بھر کر نہ کھاؤ کیونکہ یوں تمہیں مویشیوں اور شیطانوں کی طرف کھینچ لے جایا جائے گا۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ آج کل جس پر عام لوگوں میں سے کم ہی عمل کرتے ہیں بلکہ عام طور پر کوئی من پسند کھاتا ہے تو حرام سے پیٹ بھرتا ہے بلکہ کچھ لوگوں کو میں نے دیکھا ہے کہ زور شور سے شبہ والا کھانا کھاتے ہیں جس سے ان کے دل سخت ہو جاتے ہیں چنانچہ تم دیکھو گے کہ نصیحت سن کر ان میں سے کوئی بھی نہیں روئے گا اور وہ پیٹ بھرنے کی وجہ سے اللہ کی بارگاہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔

اے بھائی! یاد رہے کہ اللہ کے خوف سے ڈر کر رونے والے دنیا میں کم ہی رہ گئے ہیں چنانچہ قرآن اور نصیحت سن کر رونے والے جو آخری شخص میں نے دیکھے ہیں وہ سیدی شیخ علی بحیری ہیں جو سیدی علی نبتیتی اور شیخ شہاب الدین بن اقیطع کے شاگرد ہیں۔ یہ جب کافروں کے حق میں عذاب والی آیت سنتے تو رونے لگتے، آنسوؤں سے ڈاڑھی تر بتر ہو جاتی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے، ان کے شیخ سیدی علی اور ہمارے شیخ، شیخ زکریا کی حالت بھی یہی تھی، وہ اس طرح روتے تھے کہ گویا جہنم صرف انہی کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ ان کے بعد رونا اور عاجزی کم ہو گئے چنانچہ اب تمہیں سخت دل ہی نظر آئیں گے، کم رونے والے شخص کو کوئی لوگ برا بھلا کہتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ رونا دھونا صرف مریدوں کا کام ہے اور ہم اللہ کے فضل سے رونا چھوڑنے پر قابو پا چکے ہیں حالانکہ ان کے کام انہیں جھوٹا بناتے ہیں کیونکہ اگر لوگ اسے اس کے حلقے سے نکال دیں یا اس کی روزی پر قبضہ کر لیں یا اس کی دی ہوئی چیزیں لے لیں تو ایسے روئے گا جیسے بڑھیا اپنے بیٹے پر روتی ہے جب کہ عام طور پر رات سحری کے وقت اس سے اللہ کی رحمتیں رہ جاتی ہیں تو وہاں نہ ہی روتا ہے اور نہ ہی ان کے رہ جانے کا اس پر اثر ہوتا ہے تو اس کا دعویٰ کہاں گیا؟

ایک عقلمند کے لیے شرط یہ ہوتی ہے کہ وہ اس وقت تک کوئی دعویٰ نہ کرے جب تک اس کا کوئی کام اس پر گواہی نہ دے۔

وعظ و نصیحت پر جسے رونا نہ آئے، وہ گدھا ہے

حضرت افضل الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص وعظ و نصیحت سن کر نہ روئے تو وہ گدھے جیسا ہوتا ہے کیونکہ واعظ لوگ جو آیت بھی زبان پر لاتے ہیں تو حقیقت میں بندے کو اللہ تعالیٰ ہی وعظ فرما رہا ہوتا ہے۔

اس ہدایت پر عمل کرنے کے لیے نصیحت دینے والے شیخ کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے خوف کرنے والوں تک لے جائے تاکہ منہ سے ہنسنے کے باوجود وہ دل میں رو رہا ہو، پہلے نیک لوگ خون رویا کرتے تھے کیونکہ ان کے آنسو اس بناء پر ختم ہو جاتے تھے کہ انہیں برے خاتمے، اللہ سے کٹنے کا خوف رہتا تھا اور یہ خوف تھا کہ کہیں ان سے مکر نہ کیا جا رہا ہو اور استدراج میں گرفتار نہ ہوں (آہستہ آہستہ گناہ کرتے چلے جانا) جب کہ اے بھائی لگتا یہ ہے کہ تم نے اللہ سے کچھ لکھوا رکھا ہے کہ وہ تمہارے ساتھ خفیہ چال نہیں چلے گا۔

یہ سب شیطانی فریب ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے نمازیوں کے حق میں فرمایا ہے ''جو اپنی نماز کے پابند ہیں'' پہر

ستھرے لوگوں کے بارے میں فرمایا ''اور وہ جن کے مال میں ایک معلوم حق ہے، اس کے لیے جو مانگے اور جو مانگ بھی نہ سکے تو محروم رہے۔'' اور مومنوں کے بارے میں فرمایا ''اور وہ جو انصاف کا دن سچ جانتے ہیں'' اور خوف کھانے والوں کے بارے میں فرمایا ''اور وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈر رہے ہیں، بے شک ان کے رب کا عذاب نڈر ہونے کی چیز نہیں۔'' تو اے بھائی! ذرا غور کرو، جب ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے عذاب سے امن میں نہیں رکھتا تو جو ہماری طرح اس کے خلاف ہو، اس کا کیا حال ہوگا؟ فلا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ لہٰذا اے بھائی کسی شیخ کے طریقے پر چلو تاکہ تمہیں بھوکا رہنے کی عادت پڑے اور تم وعظ سن کر اپنے رب کے خوف سے رویا کرو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''سات ایسے شخص ہیں کہ اللہ تعالیٰ جنہیں اس وقت اپنے سائے میں جگہ دے گا جب اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ پھر ان میں سے اس شخص کا ذکر کیا، جو تنہا اللہ کا ذکر کرے تو اس کی آنکھیں آنسو بہانے لگیں۔''

❁ امام حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص اللہ کا ذکر کرے اور اللہ کے خوف سے اس کی آنکھوں میں آ جائیں اور پھر زمین پر گرنے لگیں تو قیامت کے دن اللہ اسے عذاب نہیں دے گا۔''

❁ امام احمد، نسائی اور حاکم مرفوعاً ذکر کرتے ہیں فرمایا ''ایسی آنکھ پر دوزخ حرام ہے جو اللہ کی خاطر آنسو بہایا کرتی ہو۔''

❁ امام ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ کے خوف سے رونے والا صرف اس صورت میں جہنم کے اندر داخل ہوسکتا ہے جب تھنوں میں دودھ واپس چلا جائے۔'' (اور یہ ممکن نہیں تو وہ بھی ممکن نہیں)۔

❁ امام بیہقی کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے ''اور اللہ کی بے فرمانی پر جم جانے والا، جنت میں نہ جا سکے گا۔''

❁ امام اصفہانی مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''قیامت کے دن اس آنکھ کے علاوہ ہر آنکھ روئے گی جس سے اللہ کے خوف کی بنا پر مکھی کے سر جتنا آنسو نکلا تھا۔''

❁ امام اصفہانی، ابن ماجہ اور بیہقی مرفوعاً بتاتے ہیں کہ ''جس مومن کی دونوں آنکھوں سے مکھی کے سر جتنا ہی آنسو نکلے اور وہ چہرے تک جا پہنچے تو اسے اللہ تعالیٰ جہنم پر حرام کر دیتا ہے۔''

❁ امام بیہقی مرسلاً لکھا ہے ''جب بھی کسی آنکھ سے آنسو بہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے سارے جسم کو آگ پر حرام کر دیتا ہے اور جب بھی اس کے رخسار پر قطرہ آ جاتا ہے تو اس چہرے کو نہ تو غصہ آ سکتا ہے اور نہ ہی ذلیل ہوسکتا ہے، اگر کوئی رونے والا کسی گروہ میں روئے تو سب پر رحم ہو جاتا ہے، آنسو بہانے کے علاوہ ہر ایک شے کی ایک مقدار اور ترازو جیسا پیمانہ ہوتا ہے کیونکہ اس کے ذریعے جہنم کے کئی سمندر بجھائے جا سکتے ہیں۔''

❁ امام حاکم کے مطابق حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ہم حجر (خانہ کعبہ کے ساتھ چھوڑی ہوئی جگہ) میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا روؤ! رونا نہ آئے تو اس کے لیے زور لگاؤ، اگر تمہارے پاس کوئی علم ہے تو تم اس قدر نماز پڑھو کہ کمر ٹوٹنے لگے اور وہ اتنا روئے کہ آواز رک جائے۔''

❁ ابوداؤد، نسائی، ابن خزیمہ اور ابن حبان کے مطابق حضرت مطرف کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ میں نے رسولِ اکرم ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا تو سینے سے رونے کی وجہ سے چکی جیسی آواز آ رہی تھی۔"

❁ حضرت ابن خزیمہ رحمہ اللہ کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ بدر کے دن ہم میں صرف ایک گھوڑ سوار شخص موجود تھا جن کا نام حضرت مقداد رضی اللہ عنہ تھا اور پھر میں نے دیکھا کہ رسولِ اکرم ﷺ کے علاوہ درخت کے نیچے کوئی بھی کھڑا نہ تھا، آپ صبح ہونے تک نفل پڑھتے روتے رہے۔"

❁ طبرانی وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا "میرے ڈر سے رونے والوں جیسی عبادت کسی کی نہیں ہوتی۔"

❁ ترمذی، ابن ابی الدنیا اور بیہقی کے مطابق حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! نجاب کیا چیز ہے؟ فرمایا "اپنی زبان کو قابو میں رکھو، تمہارا گھر گذارے کا ہو اور اپنے گناہ پر رویا کرو۔"

❁ امام بیہقی کہتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ خطاب فرما رہے تھے کہ ایک آدمی آپ کے سامنے رونے لگا جس پر آپ نے فرمایا "آج اگر ہر وہ مومن تمہارے پاس ہو جس پر بلند پہاڑوں جتنے گناہوں کا بوجھ ہو تو اس شخص کے رونے کی وجہ سے سب کی بخشش ہو سکتی ہے کیونکہ فرشتے روتے ہوئے اس کے لیے دعا کر رہے ہیں اور یوں کہہ رہے ہیں کہ اے اللہ! جو رو نہیں سکا اس کے بارے میں رونے والوں کی سفارش قبول فرما۔"

❁ بیہقی اور اصفہانی مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے میری عزت وعظمت کی قسم اور اپنے عرش پر بلند شان ہونے کی قسم، دنیا میں میرے خوف سے جس بندے کی آنکھ بھی روتی ہے تو میں جنت میں اسے بہت سی خوشیاں دوں گا۔"

❁ امام ابو الشیخ اور بیہقی مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا "جب اللہ کے خوف سے کسی بندے کی جلد کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں تو اس کے گناہ یوں جھڑتے ہیں جیسے خشک درخت سے پتے جھڑ جاتے ہیں۔"

❁ انہی دونوں حضرات کی یہ روایت بھی ملتی ہے فرمایا "جب اللہ کے خوف سے مومن کی جلد کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں تو اس کے گناہ گر جاتے ہیں جب کہ نیکیاں اسی طرح رہ جاتی ہیں۔"

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 227

موت یاد دلانے والے کاموں پر نظر رکھنا

رسولِ اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم بار بار ان اسباب پر نظر ڈالیں جو ہمیں موت یاد کراتے اور آرزوئیں یوں

کرتے ہیں جیسے عبادت گذار اور دنیا سے الگ رہتے والے مل جل کر رہتے ہیں تا کہ رسول اکرم ﷺ کے اس فرمان پر عمل کر سکو ''لذتیں توڑ دینے والی (موت) کو یاد رکھو۔'' اور (یہ قانون ہے کہ) جس کے بغیر حکم کئے گئے کام تک نہ پہنچا جا سکے، اس کے کرنے کا حکم بھی وہی ہوتا ہے، واجب کا حکم واجب ہوتا ہے اور صرف فضیلت والے کام کا حکم بھی ویسا ہی ہوتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ جو دنیا کی خواہش رکھنے والے تاجروں اور ان لوگوں کے ساتھ زندگی گذارتا ہے جو رات دن وظیفے اور نذرانے وغیرہ اکٹھے کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر چاہتا ہے موت اپنے حال پر آئے تو وہ محال اور ناممکن کام کا ارادہ کر بیٹھا ہے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ نے ایک تاجر کو دیکھا کہ وہ اپنے لیے گھر بنا رہا ہے اور اس میں سبزہ لگانا چاہتا ہے، عمر کافی ہے، اس نے اپنے ایک فقیر ہمسائے سے کہا کہ اے بھائی چلے جاؤ ورنہ تمہارا ہمسایہ تمہیں عمارت بنانے میں پھنسا لے گا اور پھر موت کے ساتھ ساتھ تمہیں آخرت بھی بھلا دے گا۔ یہ سنتے ہی فقیر وہاں سے چلا گیا۔

ایک اور مرتبہ فرما رہے تھے یہ بھی الٹی بات ہے کہ جو موت کو یاد رکھتا ہے اس کا دل زندہ رہتا ہے اور جو موت کو بھلا دیتا ہے اس کا دل مر جاتا ہے کیونکہ موت کو یاد رکھنے سے امیدیں لگانا گھٹ جاتا ہے اور انسان عمل کرنے کی جلدی کرتا ہے تو ایسے شخص کی عمر اگرچہ لمبی ہو لیکن انشاء اللہ اس کا عمل اچھا شمار ہوگا اور یہ بڑا عظیم کام ہے جو انسان کو کرنا ہوتا ہے اس سے پتہ چلا کہ اللہ کا اپنے بندے پر سب سے بڑا انعام امیدیں کم لگانا ہے، اس سے اس کی عمر بڑھے گی اور کام اچھے ہوں گے اور پھر اس مقام پر اپنے سے پردہ میں رہنے والوں کے بارے میں اس کی زبانِ حال یہ کہے گی

''موت کو یہ خیال نہ کرو کہ یہ موت ہے، یہ تو زندگی ہوتی ہے اور آرزوؤں کی انتہاء ہو جانے کا نام ہے۔ تجھے اچانک موت آنے پر گھبراہٹ نہیں ہونی چاہئے بلکہ اسے بس یوں سمجھو کہ تم یہاں (دنیا) سے کہیں اور جا رہے ہو۔''

اس کی وضاحت یہ ہے کہ جو بھی شخص اپنے آپ پر محنت کرتا اور پھر نفس کو مجاہدوں کی تلوار سے قتل کرتا ہے۔ سوتے رہنے کا مزہ لینا چھوڑتا ہے اور من پسند چیزیں کھانا چھوڑتا ہے تو وہ اس گھر سے اس گھر کی طرف جا رہا ہوتا ہے چنانچہ اس پر دنیا نہ ملنے کا اثر نہیں ہوتا بلکہ صرف یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ اس میں بھلائی کے کام کرتا ہے لیکن اگر مسلسل لذتیں لیتا اور من پسند چیزیں کھاتا رہتا ہے تو اس پر اسے انتہائی شرمندگی ہوگی لیکن انہیں چھوڑنے پر خوشی حاصل ہوگی اور جو ہمارے کہنے کے مطابق اپنے نفس کے ساتھ جہاد نہیں کرتا تو آخر کار یہ نفس دنیا سے عشق رکھنے والا اور اس کی مشکلات میں یوں گھرا ہوا ہوگا جیسے اونی تر لباس کانٹوں میں الجھا ہوتا ہے اور یوں وہ روح کے اوپر جانے میں مشکلات اٹھاتا ہے، اکابر کی روحوں کو اوپر جانے میں مشکلات صرف اس لیے پیش آتی ہیں (حالانکہ دنیا کی طرف ان کی توجہ نہیں ہوتی اور نہ ان سے عشق ہوتا ہے) کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ شفقت کرنا چاہتے ہیں جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ جو مقام حاصل کرنا چاہتے ہیں، وہاں پہنچ نہیں پاتے چنانچہ دیر سے موت آنے میں ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں اور مریدوں کو کامل بنا دیں۔ ان کا یہ مقصد نہیں ہوتا کہ اپنی نفسانی خواہشیں پوری کرنے کے لیے یہاں رہیں۔ یہ بات ذہن میں رکھ لو چنانچہ اسی وجہ سے ایک نبی نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا تھا کیا تم ایک مرتبہ اور جا کر اپنے پروردگار سے میری عمر بڑھانے کے بارے میں

39

نہیں کہہ سکتے ؟ اس نے کہا تھا کہ جو ہونا تھا، ہو چکا، اب تو قلم سوکھ چکی ہے۔

جو کچھ ہم نے کہہ دیا ہے، اس کی تائید ان کے اس فرمان سے ہوتی ہے جو انہوں نے رسول اکرم ﷺ کے اس فرمان کا مطلب بتاتے ہوئے کہا تھا ''میرے دل پر پردہ سا آ جاتا ہے لہٰذا میں دن اور رات میں اپنے پروردگار سے ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتا ہوں۔'' چنانچہ حضرت جنید رحمہ اللہ نے فرمایا تھا اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو اس بات کا پتہ چل چکا تھا کہ آپ کے بعد آپ کی امت نرے گناہوں میں گرفتار ہو جائے گی لہٰذا آپ ان کے لیے استغفار کرتے تھے، اپنے لیے نہیں کرتے تھے کیونکہ آپ تو گناہوں سے بالکل پاک تھے۔

اس پر حضرت جنید سے کسی نے پوچھا کہ پھر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مطلب کیا ہوا؟ ''اپنے گناہ کی خاطر استغفار کیا کرو۔'' آپ نے فرمایا کہ اس سے آپ کی امت کے گناہ مراد ہیں اور آپ کے گناہ بنانے کا مقصد تو صرف یہ ہے کہ انہیں حرام کہنے والے آپ ہی تو ہیں تو گویا اللہ کی طرف سے آپ کو فرمایا گیا کہ آپ گناہ گاروں کے ان گناہوں پر استغفار کریں جنہیں آپ کی شریعت نے حرام قرار دیا ہوا ہے۔

حضرت جنید سے میں نے ایک کتاب میں یہی کچھ لکھا دیکھا ہے اور رسولِ اکرم ﷺ کے مقام کے مناسب یہی بات ہے۔

میرے بھائی افضل الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امت کے ہر شخص پر موت آسانی سے آتی ہے اور جو اپنے نفس کے خلاف چلتا ہے تو اسے اتنا ہی تنگ کرتی ہے چنانچہ جس کا کچھ جہاد رہ جاتا ہے تو اسی قدر اس کی روح کو اوپر جانے میں مشکل پیش آتی ہے جب کہ عام لوگ عملوں کی کمی بیشی کو لیے پھرتے ہیں لیکن بہت خاص قسم کے لوگوں کے ذمے نفس سے جہاد کرنا باقی نہیں رہ جاتا (جیسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور آپ جیسے دوسرے حضرات) تو ان پر روح کے، اوپر چڑھنے کا کوئی اثر نہیں ہوتا، صرف ان کے جسم پر اثر ہوتا ہے کیونکہ یہ اس لکھی ہوئی زندگی سے روح کے جدا ہونے کے سبب بنتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے روح سے فرما رکھا ہے کہ ''تم زبردستی جسم میں داخل ہوا کرو اور زبردستی ہی سے نکلا کرو۔'' یعنی اپنے آپ پر دباؤ کی حالت میں ہوا کرو اور جسم پر دباؤ ڈال کر اس سے نکلا کرو جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ یہ روح کھلے جہان میں رہنے والی ہوتی ہے اور جسم اسے کھلے پن سے لے کر اپنے آپ میں قید کیے ہوتا ہے۔ سیدی علی بن وفا رحمہ اللہ نے اسی بارے میں یہ مخمس کہی تھی

''میں نے روح کو یہ بتاتے سنا ہے کہ صاف ستھرا بننے والے کا نفس بیمار شخص کی طرح کہہ رہا ہے کہ میں پردیس میں اس وقت تک روتا رہوں گا جب تک کسی پردیسی کی آنکھ روتی رہے گی۔

اپنی خوشحالی، چہل پہل، اوپر اٹھنے اور چڑھنے کے بعد میں میں اس تنگی میں ہوں جو نقصان دہ ہے جب کہ میں دنیا سے نکلتے وقت اس تنگی میں گرفتار نہ تھا۔

میں اپنی حکومت میں سچا لیکن اپنے ملک کی روح پا لینے کی وجہ سے پردیسی ہو گیا۔ لہٰذا مجھ پر اس وطن کو چھوڑنے کی وجہ سے تعجب کرو جس میں میرا محبوب رہتا ہے۔''

❀ ابن سینا نے روح کے بارے میں کہا تھا

"اونچے مقام سے تیری طرف ایک حکم نامہ (روح) اترا ہے جس میں چھپنے اور رکنے کا ذکر ہے وہ ہر پہچاننے والے کی آنکھ سے پوشیدہ ہے اور یہ وہی ہے جس نے سفر کیا لیکن برقع نہیں اوڑھا تم تک مجبوری کی حالت میں پہنچا اور پھر مجبور ہو کر تم سے جدا ہوگا، یہ بہت تکلیف دہ ہوگا۔

یہ ٹھہرا نہیں بلکہ ٹھہرنے کو برا جانا اور جب اس کا تعلق ہو گیا تو اس نے خراب اور خالی (جسم) شے کی ہمسائیگی پسند کر لی۔

میرا خیال ہے کہ اسے وہ عہد بھول گئے ہیں جو چراگاہ میں کئے تھے اور وہ آنسو بھی بھول گیا جو بہتے چلے گئے اور رکنے کا نام نہ لیا۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب بھاری پھندے (جسم) نے اسے سنبھالنے سے انکار کیا تھا اور پنجرے نے اس کھلی اور اوپر والی بلندی کی طرف جانے سے روکا تھا۔

اور جب چراگاہ (جنت یا اوپر کی دنیا) کی طرف چلنے کا وقت آیا اور کھلی فضا کی طرف کوچ کرنے کا موقع بنا تو اس نے اونگھ لی اور پھر پردے کھلے تو میں نے وہ کچھ دیکھا جسے نیم بیداری والی آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ چراگاہ میں گویا بجلی کا چمکارا تھا جو یوں لپیٹ لیا گیا جیسے کبھی چمکا ہی نہ تھا۔"

جو شخص اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے تو اسے کسی نیک شیخ کے بتائے راستے پر چلنا ہوگا جو اسے ان رکاوٹوں اور پردوں سے نکالے جو اسے قیامت اور اس کی ہولناکیوں کو دیکھنے سے رکاوٹ ہیں اور اسے پتہ چلے کہ جب تک وہ اس گھر (دنیا) میں ہے، اللہ کے بھیجے فرشتے اس پر نگران ہوں گے اور وہ اس کے سارے اقوال اور کام لکھتے جائیں گے تو گویا وہ قید میں ہے اور جب اس کی روح نکلے گی تو یوں لگے گا کہ جیسے قید خانے سے نکلی ہے لیکن جو ہمارے بتائے طریقے پر نہ چلے تو لازمی طور پر وہ موت کو بھولا ہوگا اور پھر آخرت کے گھر کو بھی بھول چکا ہوگا جیسے آج کل اکثر لوگ بھلا چکے ہیں چنانچہ ہم میں سے ہر ایک ہی بھول میں پڑ کر غافل ہو چکا ہے۔ ہم اللہ سے مہربانی کا سوال کرتے ہیں۔

زمین پر چلتی پھرتی میت، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

ایک حدیث میں آتا ہے کہ "جو شخص اس زمین پر چلتی پھرتی میت کو دیکھنا چاہتا ہے، وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔"

رسول اکرم ﷺ نے آپ کو میت کا نام اس لیے دیا ہے کہ آپ تدبیر اور اللہ کے اختیار میں رہ کر فوت ہوئے تھے اور اپنے آپ کو اللہ کی تقدیر پر چھوڑ دیا تھا اور اس پر انہیں کوئی اعتراض نہ تھا لہٰذا اے بھائی کسی شیخ کے طریقے پر چلو تاکہ موت اپنے اصل طریقے پر تمہارے سامنے کھڑی دکھائی دے، بناوٹ کی ضرورت نہیں، یوں تم اپنے آپ کو بھلائی کرتا اور ان گناہوں سے استغفار کرتا دیکھو گے جو سلوک کے دوران تم سے ہو رہے ہوں۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ ابن ماجہ، ترمذی اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "موت کا ذکر اکثر رکھو جو لذتوں کو توڑ دینے والی ہے۔"

طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''موت کو اکثر یاد کیا کرو کیونکہ یہ بہت ساروں میں جاتی ہے تو انہیں کم کر دیتی اور جب کم لوگوں میں جاتی ہے تو انہیں زیادہ کر دیا کرتی ہے۔''

بزار وغیرہ نے مرفوعاً بتایا ہے کہ نبی کریم ﷺ ہنستے کھیلتے لوگوں کے ہاں سے گذرے تو فرمایا موت کو یاد کرتے رہا کرو (میرا خیال ہے کہ آپ نے یوں بھی فرمایا تھا) کیونکہ جو بھی اسے تنگی کے دور میں یاد کرتا ہے تو یہ خوشحال کرتی ہے اور خوشحالی میں کیا کرتا ہے تو دنیا تنگ کر دیتی ہے۔''

ابن حبان نے لکھا ہے فرمایا ''حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جتنے بھی صحیفے اترے، سب میں نصیحتیں اور عبرتناک واقعات تھے، چنانچہ لکھا تھا مجھے تو اس شخص پر تعجب ہے جسے موت آنے کا یقین ہے اور پھر بھی خوش ہوتا ہے اور پھر اس پر بھی تعجب ہے جسے جہنم کے موجود ہونے کا یقین ہے اور وہ پھر بھی ہنستا ہے، اس پر بھی تعجب ہے جو تقدیر پر ایمان رکھتا ہے اور پھر بھی اکتاتا ہے، اس پر بھی حیران ہوں جو دنیا والوں کو تبدیل ہوتے دیکھتا ہے اور پھر اس پر مطمئن ہے اور مجھے اس پر بھی حیرانی ہے جو آنے والے کل میں حساب و کتاب پر یقین رکھتا ہے اور پھر بھی کوئی عمل نہیں کرتا۔''

ترمذی اور بیہقی نے لکھا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ اپنے جائے نماز پر پہنچے تو ایسے لوگ دیکھے جو گویا ہنس رہے تھے چنانچہ فرمایا ''سنو! اگر تم لذتیں ختم کرنے والی موت کو یاد کرتے تو تمہیں یہ کام نہ کرنے دیتی جسے میں دیکھ رہا ہوں لہٰذا لذتیں ختم کرنے والی موت کو یاد کیا کرو۔'' (الحدیث)

امام طبرانی کے مطابق حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ہم رسولِ اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک جنازہ پر گئے تو آپ ایک قبر کے پاس جا بیٹھے اور فرمایا ''اس قبر پر کوئی ایسا نہیں گذرا جس میں یہ کھلے طور پر آواز نہ دیتی رہی ہو کہ اے ابن آدم! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں تنہائی کی جگہ ہوں، انجانی جگہ ہوں، گھبراہٹ کا گھر ہوں، کیڑوں والا مقام ہوں اور تنگی کا مقام ہوں؟ ہاں اگر اللہ کسی کے لیے مجھے کھول دے تو اور بات ہے۔'' (الحدیث)

ابن ابی الدنیا اور طبرانی نے لکھا ہے کہ ''ایک انصاری آدمی نے عرض کی یا رسول اللہ! سب سے سمجھدار اور مضبوط شخص کون ہوتا ہے؟ فرمایا جو موت کو سب سے زیادہ یاد رکھے اور اس کے لیے سب سے زیادہ تیاری کرے، یہ وہ سمجھدار ہیں جو دنیا میں نیک نامی اور آخرت میں عزت حاصل کریں گے۔''

طبرانی اور بزاز نے لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سے ایک کا وصال ہوا تو صحابہ کرام اسے سراہنے لگے اور اس کی عبادت گذاری کا ذکر کرنے لگے، آپ خاموش رہے پھر ان کے چپ ہو جانے پر فرمایا کیا یہ موت کو اکثر یاد رکھتا تھا؟ انہوں نے عرض کی نہیں، فرمایا کیا من بھاتی چیزیں اکثر چھوڑ دیا کرتا تھا؟ انہوں نے عرض کی نہیں۔ اس پر فرمایا کہ جتنا کچھ تم اس کے بارے میں کہہ چکے ہو، یہ ابھی تک وہاں نہیں پہنچ سکا۔''

طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''انسان کو نصیحت حاصل کرنے کی ضرورت ہو تو موت کو یاد کرے اور مالداری چاہتا ہے تو یہ یقین کی بنا پر مل سکتی ہے۔''

بزاز نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''بدبختی چار چیزوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ آنکھوں کا خشک ہو جانا، دل

کا سخت ہو جانا، لمبی امیدیں لگانا اور دنیا کا لالچ کرنا۔"

❁ ابن ابی الدنیا نے مرفوعاً کہا ہے فرمایا "اس امت کا آخری شخص بخیلی اور آرزوئیں لگانے کی وجہ سے فوت ہوگا۔"

❁ ابن ابی الدنیا، بیہقی، ابونعیم اور اصفہانی کے مطابق حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے سو دینار میں ایک لونڈی ادھار خریدی، یہ بات نبی کریم ﷺ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا "کیا تمہیں یہ سن کر تعجب نہیں ہوا کہ اسامہ نے ایک ماہ کے ادھار پر لونڈی خریدی ہے؟ اسامہ لمبی امیدیں لگائے ہوئے ہیں، مجھے جان قبضے میں کرنے والے کی قسم، جب بھی آنکھ جھپکتا ہوں تو لگتا ہے کہ ابھی دونوں پلکیں بھی ملنے نہ پائیں گی کہ اللہ میری روح قبضے میں لے لے گا اور جب بھی اٹھا کر رکھنا چاہتا ہوں گا تو اسی دوران میری روح قبض کر لی جائے گی، جب لقمہ لیتا ہوں تو خیال آتا ہے کہ اسے موت آنے کی وجہ سے نگل بھی نہیں سکوں گا، اسی ذات کی قسم جس چیز کا تم سے وعدہ ہو چکا ہے، وہ آنے والی ہے اور تم مل کر بھی اسے روک نہیں سکو گے۔"

❁ امام طبرانی رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات میں اوپر سے اپنے صحابہ کو دیکھا تو فرمایا اے لوگو! تمہیں حیا نہیں آتی؟ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! کس بناء پر؟ فرمایا تم وہ کچھ جمع کر رہے ہو جو کھانا نہ ہوگا، وہ کچھ تعمیر کرتے ہو جسے آباد نہ رکھ سکو گے اور وہ امید لگا رہے ہو جو پا نہیں سکو گے تو کیا تمہیں اس بات سے حیاء نہیں آتی؟"

❁ بخاری اور ترمذی کے مطابق حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ ﷺ نے مجھے کندھوں سے پکڑ کر فرمایا کہ دنیا میں ایسے ہو کر رہو جیسے پردیسی یا مسافر ہوتا ہے۔"

❁ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بتاتے ہیں کہ میں رات ہونے کے بعد صبح کی امید نہ لگاتا اور دن چڑھ آتا تو رات کے ہونے کی امید نہ لگاتا لہٰذا صحت کے دنوں میں بیماری کے دنوں کے لیے کچھ کر لو اور حیاتی میں موت کے لیے کچھ کیا کرو۔"

دنیا میں پردیسی یا مسافر کی طرح رہو

❁ ترمذی اور بیہقی نے یہ الفاظ لیے ہیں "دنیا میں یوں رہو جیسے پردیسی یا مسافر ہوتا ہے اور اپنے آپ کو قبروں میں رہنے والوں جیسا سمجھو۔"

پھر مجھ سے فرمایا اے ابن عمر! جب صبح کو اٹھو تو شام ہونے کی امید نہ رکھو اور شام ہونے پر صبح کی، صحت کے دنوں میں بیماری والے دنوں کے لیے کچھ کر لو اور موت کے دنوں کے لیے زندگی کے دنوں میں کچھ کر لو کیونکہ اے عبداللہ! کیا پتہ کہ کل تمہیں کون سا نام لیے کر (اچھا یا برا) بلایا جائے۔"

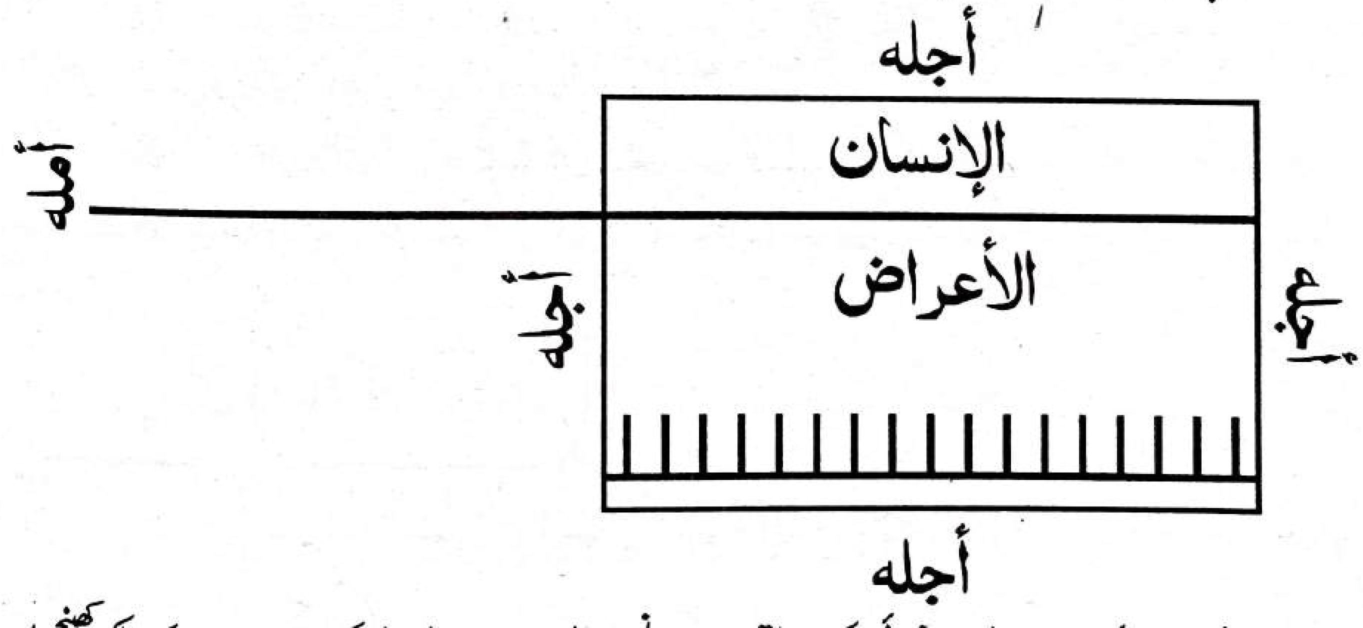
❁ ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان کے مطابق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ رسول اکرم ﷺ میرے ہاں سے گذرے تو میں دیوار کی تعمیر کے لیے گارا بنا رہا تھا، میرے ہمراہ میری والدہ بھی تھیں۔ آپ نے پوچھا "اے

عبداللہ! یہ کیا کر رہے ہو؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! جھونپڑا کمزور ہو گیا تھا تو اسے درست کر رہے ہیں، فرمایا ''وہ (موت) تو اس سے بھی بہت پہلے آسکتی ہے۔''

موت، خواہشوں اور امیدوں کا نقشہ

❁ انہی سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں یوں ملتی ہے ''رسولِ اکرم ﷺ ہمارے ہاں سے اس موقع پر گذرے جب ہم کمزور جھونپڑے کو درست کر رہے تھے، فرمایا اے عبداللہ! یہ کیا کر رہے ہو؟ میں نے عرض کی کہ ہمارے جھونپڑے میں کمزوری آ گئی تھی، اسے درست کر رہے ہیں فرمایا ''وہ کام (موت) تو اس سے پہلے ہوسکتا ہے۔''

❁ بخاری، ترمذی، ابن ماجہ اور نسائی کے مطابق حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مربع بناتے ہوئے لکیریں لگائیں، درمیانی لکیر کھینچتے ہوئے اسے باہر لے گئے اور اس درمیانی لکیر کی طرف رخ کرتے ہوئے کئی لکیریں کھنچیں اور فرمایا یہ (مربع کے اندر کا حصہ) انسان ہے، یہ (مربع والی لکیریں) اس کی موت ہے جو اس انسان کو گھیرے ہوئے ہے (یا فرمایا کہ جس نے اسے گھیر رکھا ہے) اور یہ لکیر جو باہر جا رہی ہے، یہ اس کی آرزو ہے اور چوڑائی والی یہ چھوٹی لکیریں اس کی خواہشات ہیں چنانچہ اگر ان میں سے ایک کو پوری کر لے گا تو دوسری اسے قابو کر لے گی اور اگر اسے پوری کر لے گا تو اگلی گھیر لے گی۔



❁ پھر امام بخاری اور نسائی کے مطابق حضرت انس رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک لکیر کھینچی اور فرمایا یہ انسان ہے، اس کے پہلو میں ایک اور لکیر کھینچی اور فرمایا کہ اس کی موت ہے، اس سے ذرا دور ایک اور لکیر لگا کر فرمایا یہ اس کی آرزوئیں ہیں۔ حضرت انس بتاتے ہیں کہ آپ ابھی یہ لکیریں کھینچ ہی رہے تھے کہ سب سے قریبی (موت) آ پہنچی۔

❁ طبرانی اور حاکم نے اس آیت کے بارے میں بتایا کہ ''قیامت قریب ہے'' کے بارے میں رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا ''تم اسے دور ہوتے جاؤ۔''

❁ ایک اور روایت میں ہے ''لوگ دنیا کا لالچ کچھ زیادہ ہی کرتے ہیں اور اللہ سے زیادہ دور ہوتے جا رہے ہیں۔''

❁ حاکم اور بیہقی نے بتایا کہ کسی شخص نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے کوئی نصیحت فرمایئے، فرمایا تم لوگوں کے قبضے میں موجود چیز سے ناامید ہو جاؤ، لالچ چھوڑ دو کیونکہ یہ بھی فقر ہی ہوا کرتا ہے، ہر نماز آخری سمجھ کر پڑھو اور اس چیز سے پرہیز کرو جس کا بہانہ بنتا ہے۔'' یعنی دنیا و آخرت میں۔

❁ امام مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''آزمائشوں کے ان دنوں سے پہلے پہلے نیک کام کرلو جو تاریک راتوں کے ٹکڑوں کی طرح آئیں گے۔'' (الحدیث)

❁ ترمذی کی ایک مرفوع حدیث یوں ہے فرمایا ''سات کاموں کی وجہ سے عمل کرلو (اس سلسلے میں) تم بگاڑ پیدا کرنے والی مرض کی انتظار نہ کرو، نہ ہی خرابی والے بڑھاپے کی یا اس موت کی جو تیار ہے۔'' (الحدیث)

❁ ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اے لوگو! مرنے سے پہلے اللہ سے توبہ کرلو اور قیامت آنے سے پہلے نیک کام کرلو'' (پھر تمہیں اس کی نشانیوں کو دیکھا ہوگا)

❁ ابن ماجہ اور ترمذی مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''سمجھدار وہ ہے جو اپنے آپ کو موت کے بعد ہونے والے کام کے لیے تیار کرے (نیک کام کرے)، عاجز وہ ہے جس کی خواہشیں اس پر بوجھ بنیں اور وہ اللہ سے آرزوئیں لگا رہا ہو۔''

❁ ابوداؤد، حاکم اور بیہقی کے مطابق حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے والد حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں جس کے بارے میں حضرت اعمش رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ یہ حدیث رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف سے ہے فرمایا ''آخرت کے لیے کام کرنے کے علاوہ ہر کام میں جلدی کر لینا بہتر ہے۔''

❁ ترمذی اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جب اللہ تعالیٰ کسی کی بہتری چاہتا ہے تو وہ اسے نیک کام پر لگاتا ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ وہ کیسے لگاتا ہے؟ فرمایا ''موت سے پہلے اسے نیک کام کرنے کی توفیق دیتا ہے۔''

❁ ابن حبان، حاکم اور بیہقی مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو پسند فرماتا ہے تو اسے شہد جیسا بنا دیتا ہے، پوچھا گیا کہ اس کا مطلب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ موت سے پہلے اسے نیک کام کرنے کی توفیق دے دیتا ہے جس پر ہمسائے اس سے خوش ہو جاتے ہیں۔'' (یا فرمایا کہ اردگرد کے لوگ)۔

❁ امام بخاری مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو مجبور جانتا ہے جسے دیر کے بعد موت دیتا ہے اور وہ ساٹھ سال عمر پاتا ہے۔''

❁ حاکم مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''میری امت میں سے جو شخص ستر سال کی عمر کو پہنچ جائے تو عمر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے مجبور جان لیتا ہے۔''

❁ امام احمد، ابن حبان، حاکم اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''کیا میں تمہیں تم میں سے بہتر شخص کی نشانی نہ بتا دوں؟ صحابہ نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ! فرمایا تم میں سے بہتر وہ ہوتا ہے جو لمبی عمر پائے لیکن بہترین کام کرے۔''

ترمذی اور طبرانی وغیرہ مرفوعاً لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ! سب سے بہتر کون ہوتا ہے؟ فرمایا ''جس کی عمر لمبی ہو اور وہ نیک کام کرتا رہا ہو۔ اس نے عرض کی کہ برا کون ہوتا ہے؟ فرمایا جسے عمر تو زیادہ ملے لیکن وہ برے کام کرتا رہے۔''

اس بارے میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 228

اللہ کے رعب و غضب سے ڈرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اللہ کی پکڑ اور رات دن اپنے اوپر اترنے والے عذاب سے ڈریں اور کسی بھی وقت میں اللہ کی خفیہ چال سے بے فکر نہ ہوں۔

اے بھائی! یقین کرو کہ کوئی بھی شخص اس دنیا میں رہتے ہوئے سب سے آخری مرتبہ بھی حاصل کرلے تو انبیاء علیہم السلام کے علاوہ اللہ کے خوف سے بے فکر نہیں ہوسکتا، وہ ٹل ہی نہیں سکتا کیونکہ وہ تو معصوم ہوتے ہیں، رہے ان کے علاوہ دوسرے لوگ تو انہیں جنت میں قدم رکھنے تک خوف کرتے رہنا چاہئے کیونکہ موت کے بعد یہ مشکل مقامات میں سے ایک ہے تاہم توبہ اور تقویٰ اتنا مشکل نہیں کیونکہ وہ اللہ کے حکموں کے لاگو رہنے تک زندگی ہی میں ہونے والے کام ہیں۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تک پہلی امتیں خوف کرتی ہیں تو سب کے انبیاء علیہم السلام بے خوف رہے اور اس دوران اگر کسی نے خوف کیا تو صرف اپنی امت پر کیا۔

اس ہدایت پر عمل کے لیے کسی نیک شیخ کی ضرورت ہے جو مرید کو طریقت پر چلا کر اسے ان موٹے اور خوف سے روکنے والے پردوں سے نکال لے کیونکہ انسان جیسے جیسے اللہ سے قریب ہوتا ہے تو اسے عظیم جانتے ہوئے اس سے خوف کھاتا ہے اور جب دور ہوتا جاتا ہے تو الٹ کام کرتا ہے، دنیا میں اس کی مثال یوں دی جاسکتی ہے جیسے بادشاہ کی بارگاہ چنانچہ اس کی بارگاہ میں رہنے والوں کو دیکھو گے کہ وہ اس کے دبدبے سے ڈرتے ہیں جب کہ وہاں سے دور رہنے والے نہیں ڈرا کرتے بلکہ کئی مرتبہ اسے گالی دیتے اور نقص نکالتے ہیں لیکن قریبی لوگ ایسا نہیں کرتے۔

پہلے والے سب بزرگ مرنے تک خوف ہی کیا کرتے تھے کیونکہ ان کا مقام بڑا تھا اور وہ اللہ کے قریبی تھے لیکن بعد والے لوگ ایسے ہیں جن میں برائے نام بھی خوف نہیں ہے کیونکہ ان کے عمل کچھ اور ہیں لیکن کہتے کچھ اور ہیں۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم! ہم نے وہ لوگ دیکھے ہیں کہ تمہیں دیکھ کر کہہ اٹھیں گے یہ لوگ قیامت پر ایمان نہیں لائے۔

ایک شخص نے خواب میں حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ کو جنت میں دیکھا تو انہیں خوشخبری دینے حاضر ہوا، آپ نے فرمایا کیا میرے اور تمہارے علاوہ ٹھٹھا کرنے کے لیے ابلیس کو اور کوئی نہیں مل سکا۔

جب آپ حدیث لکھ رہے ہوتے اور اسی دوران آپ کے اوپر سے بادل گذرتا تو چپ ہو جاتے اور کانپتے ہوئے کہتے ذرا ٹھہرو، اسے گذر جانے دو کیونکہ مجھے یہ اندیشہ کہ اس میں پتھر نہ ہوں جنہیں ہم پر برسا دے۔

ایک مرتبہ ان سے کسی نے کہا کہ بارش کے لیے ان کے ساتھ چلیں جس پر آپ نے کہا میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ مجھے رہنے دو کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ میری وجہ سے تم پر بارش نہ ہو سکے گی۔

سیدی عبدالعزیز درینی رحمہ اللہ سے کچھ لوگوں نے اپنی کرامت دکھانے کی درخواست کی اور کہا ہمارا اس سے مقصد یہ ہے کہ آپ پر ہمارا یقین اور اعتقاد جم سکے تا کہ آپ سے راہِ راست کچھ سیکھ لیں۔ آپ نے فرمایا اے میرے بچو! مجھے یہ بتاؤ کیا اللہ کی طرف سے عبدالعزیز کے لیے اس کے علاوہ کوئی اور بڑی کرامت بھی ہو سکتی ہے کہ زمین نے اسے اپنے اوپر ٹھہرایا ہوا ہے، دھنسا نہیں لیا حالانکہ وہ کئی سال سے دھنس جانے کے لائق ہے۔

اس پر ایک شخص نے ان سے کہا کہ یہ کام تو کافروں کے ساتھ ہوتا ہے جبکہ آپ تو مومن ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ میں پوشاک پہن کر تکبر دکھانے والے کو زمین میں دھنسا دیا تھا جیسے بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت موجود ہے جب کہ عبدالعزیز کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا فخر ہو سکتا ہے۔

معروف کرخی اور خوف

حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ نیند سے بیدار ہوتے تو منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میری بے ادبی کی وجہ سے میری صورت بدل کر مجھے کتا یا خنزیر نہیں بنا دیا۔

سری مسقطی اور خوف

حضرت معروف کے مرید حضرت سری مسقطی رحمہ اللہ دن میں کئی مرتبہ اپنی ناک کو دیکھا کرتے، انہیں یہی اندیشہ ہوتا کہ کہیں ان کا چہرہ سیاہ نہ ہو چکا ہو۔

صرف ناک کا نام لینے کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے چہرے پر جب بھی نظر ڈالتا ہے تو اسی کو دیکھا کرتا ہے۔

رابعہ بصریہ اور خوف

حضرت رابعہ بصریہ رحمہا اللہ رات بھر سویا نہ کرتیں اور فرماتیں مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں سونے کے دوران پکڑ میں نہ آ جاؤں۔ آپ گھر میں چلتے پھرتے سو لیا کرتیں اور جب اس بارے میں پوچھا گیا تو یہ شعر پڑھا

''ایک آنکھ کیسے ٹھنڈی ہوسکتی ہے جب کہ اسے پتہ ہی نہیں کہ اس کی جگہ کون سی ہے۔''

خوف کے بارے میں پہلے بزرگوں کے حالات بہت سے مشہور ہیں چنانچہ اے بھائی ان کے مناقب میں پڑھ لو لیکن اس دور کے جعلی طور پر شیخ بننے والوں سے گریز کرو کیونکہ تمہاری تباہی کا خطرہ ہے۔

خوف کھانے والے جس آخری شخص کو میں نے دیکھا ہے، وہ شیخ ابوالفضل احمدی رحمہ اللہ ہیں۔ ایک مرتبہ دیکھا تو کوئی مجھ سے کہہ رہا تھا اے فلاں شخص! تم نے زندگی بھر ابوالفضل جیسا شخص نہیں دیکھا ہوگا اور نہ ہی دیکھو گے۔ یہ بات میں نے حضرت ابوالفضل سے کر دی تو سنتے ہی زمین پر گر گئے اور ذبح ہونے والے پرندے کی طرح ہاتھ پاؤں مارنے لگے۔ ذرا سنبھلے تو فرمایا تو نے دن میں مجھے قتل کر دیا ہے، میں کون کہ ہاتف میرے بارے میں بات کرے؟ اللہ کی قسم، میں تو یہی دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ شب و روز غضب کی نگاہ سے دیکھ رہا ہے لیکن میں اس کے نبی حضرت محمد ﷺ کے صدقے میں اس سے یہ سوال کرتا ہوں کہ احسان فرماتے ہوئے میرا خاتمہ بہتر فرمائے اور توحید کے عقیدہ پر مروں۔ آمین۔

خوفِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

پہلے اور پچھلے لوگوں کے سردار اور آقا ﷺ کے ساتھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یوں فرماتے ہیں اللہ کی قسم! میں یہ چاہتا ہوں کہ کوئی درخت ہوتا جسے کاٹ دیا جاتا کیونکہ ہماری حیثیت ہی کیا ہے؟ لہٰذا اے بھائی! کسی شیخ کے بتائے راستے پر چلو جو تمہیں نفس اور شیطان کے دھوکے سے نکالے اور تم اللہ کا خوف رکھتے ہوئے قیامت کے دن والے عذاب سے محفوظ ہوسکو کیونکہ جو یہاں اس سے خوف کھائے گا، وہاں اس سے امن میں ہوگا، یونہی الٹ سمجھو۔

پھر اللہ کے فرمان پر غور کرو ''اس دن ہم پرہیزگاروں کو رحمٰن کی طرف گروہوں میں لے جائیں گے۔'' اس سے تمہیں اس ساری بات کا پتہ چل جائے گا جو میں کہہ چکا ہوں۔

وجہ یہ ہے کہ تقویٰ والا شخص رحمت عطا فرمانے والے رحمٰن کی طرف صرف اسی صورت میں لے جایا جائے گا کہ وہ اس دنیا میں خوف اور انتقام کے نام سے تعلق رکھتا تھا، اسی وجہ سے ڈرتا تھا لیکن اگر اللہ کے ناموں حنان، لطیف اور غافر سے تعلق رکھتا ہوتا تو کبھی نہ ڈرتا اور ہر خطرے میں گھر جاتا۔ یہ ذہن نشین کر لو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''سات وہ شخص ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے دن میں ان پر اپنا سایہ کرے گا جب اس کے بغیر کسی کا سایہ نہ ہوگا چنانچہ ان میں سے ایک کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ''ایک وہ شخص ہوگا جسے مرتبے والی اور خاندانی عورت بلائے تو کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔''

کفیل اسرائیلی کے بدکاری سے بچنے کا واقعہ

❁ ترمذی اور حاکم کے مطابق بنی اسرائیل کے اس کفیل کے واقعہ میں آتا ہے کہ وہ کوئی گناہ نہ چھوڑا کرتا

تھا، ایک عورت کو اس نے بلایا اور اپنی محبت میں گرفتار کرتے ہوئے اس بدلے میں اسے ساٹھ دینار دیئے کہ اس سے ہمبستری کرے گا اور جب وہ اس کے سامنے مردوں والی جگہ پر بیٹھا تو وہ کانپنے اور رونے لگی۔ اس نے رونے کی وجہ پوچھی تو کہنے لگی اس لیے روئی ہوں کہ میں نے یہ کام آج تک نہیں کیا جب کہ آج مجھے ضرورت نے مجبور کر دیا ہے۔ اس نے پوچھا اگر تم اللہ کے ڈر کی وجہ سے روئی ہو؟ تو پھر میرا زیادہ حق ہے، چلی جاؤ اور جو کچھ میں نے تمہیں دیا ہے، وہ بھی لے جاؤ۔

(پھر کہا) اللہ کی قسم آج کے بعد میں کبھی بھی اللہ کی بے فرمانی نہیں کروں گا چنانچہ وہ اسی رات فوت ہو گیا، صبح ہوئی تو اس کے دروازے پر یوں لکھا تھا ''اللہ تعالیٰ نے کفیل کو بخش دیا ہے۔'' یہ دیکھ کر لوگ حیران رہ گئے۔

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''ایک شخص اپنے آپ پر زیادتی کرتا تھا اور جب موت کا وقت قریب ہوا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا جب میں مر جاؤں تو مجھے آگ لگا کر گھسیٹنا اور پھر ہوا میں اڑا دینا، اللہ کی قسم، اللہ نے میرے مقدر میں لکھا ہے تو وہ ایسا عذاب دے گا کہ آج تک کسی کو نہیں دیا۔

وہ فوت ہوا تو اس کے بیٹوں نے یونہی کیا جس پر اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ جو کچھ تم پر (راکھ) موجود ہے، اسے اکٹھا کر لو اور پھر وہ یکا یک کھڑا ہو گیا۔ اللہ نے فرمایا ایسا کیوں کیا ہے؟ اس نے عرض کی اے پروردگار تجھ سے ڈر کر ایسا کیا ہے اور تو جانتا ہی ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔

❁ امام بخاری و مسلم کی مرفوع روایت میں ہے کہ فرمایا ''کوئی بھی نیکی نہ کرنے والے ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا جب میں مر جاؤں تو لاش کو جلا دینا اور پھر آدھی تو ہوا میں اڑا دینا، باقی آدھی سمندر میں بہا دینا چنانچہ ان کی قسم اگر اللہ کو طاقت ہو گی تو اسے ایسا عذاب دے گا جو جہان بھر میں کسی کو نہ دیا ہو گا۔

جب وہ فوت ہو گیا تو لوگوں نے اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جو اس نے کہا تھا۔ اس پر اللہ نے خشک جگہ کو حکم دیا تو اس نے اپنے اوپر پڑی راکھ اکٹھی کرے اور سمندر کو بھی یہی حکم دیا تو اس نے بھی اکٹھی کر لی، پھر فرمایا ایسا کیوں کیا؟ اس نے عرض کی اے پروردگار! تیرے ڈر کی وجہ سے اور تو تو جانتا ہی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔

❁ ترمذی اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''جہنم سے اسے بھی نکال لو جس نے ایک دن مجھے یاد کیا (یا فرمایا ایک جگہ پر یاد کیا)۔''

❁ ابن حبان کے مطابق رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''مجھے میری عزت و عظمت کی قسم! میرے بندے میں دو خوف اور دو امن جمع نہیں ہو سکتے، وہ دنیا میں جب مجھ سے ڈرے گا تو میں قیامت کے دن اسے امن دوں گا اور جب دنیا کے اندر مجھ سے امن میں رہا ہو گا تو قیامت کے دن میں اسے خوف زدہ کروں گا۔''

❁ بخاری و ترمذی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ کی قسم! اگر تم وہ کچھ جان لو جسے میں جانتا ہوں تو ہنسا زیادہ کرو جبکہ رویا کم کرو، بستروں پر عورتوں سے لذت نہ اٹھاؤ اور اللہ کی پناہ میں آنے کے لیے راستوں کی طرف چلے جاؤ، اللہ کی قسم میں چاہتا ہوں کہ ایسا درخت ہو جاؤں جسے کاٹ دیا جائے۔''

حضرت ابو الشیخ رحمہ اللہ مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''جو شخص اللہ کا خوف رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کے دل میں اس کا

خوف پیدا کر دیتا ہے اور جو اللہ کا خوف نہیں رکھتا، اللہ تعالیٰ اسے ہر شے سے ڈراتا ہے۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 229

اللہ سے امید لگانا اور اس سے اچھا گمان رکھنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہماری امید اور گمان اچھا ہو، شرعی طریقے پر جائز ہو اور وہ یوں کہ ہم تمام شرعی حکم پورے کیا کریں اور پھر اس کے بعد اپنے پروردگار کے فضل پر امید رکھا کریں، اپنے ان عملوں پر کوئی بھروسہ نہ کریں کیونکہ اگر وہ ہماری بے ادبی کی وجہ سے ہمیں پکڑ لے تو ہمیں ہمیشہ عذاب دے گا۔

یہ امید اور اللہ کے بارے میں گمان ہر انسان کے دل میں ہونا چاہئے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ یہ اچھا گمان موت سے پہلے ہونا چاہئے تو ہم اسے کہیں گے کہ موت تو ہمارے ہر دل کے پاس ہوا کرتی ہیں اور جان جب نکل جاتی ہے تو اللہ کے ہاں سے ایک نفس کے واپس ہونے کا ہمارے پاس کوئی عہد نہیں ہوتا لہٰذا مومن کے لیے دو آنکھوں کی ضرورت ہوگی، ایک تو وہ جس کے ذریعے وہ اپنے انتقام کو دیکھے جس پر وہ اللہ سے خوف کھائے گا جب کہ دوسری کے ذریعے رحمت اور مغفرت دیکھے گی چنانچہ وہ اللہ کے فضل اور رحمت کی امید رکھے گا چنانچہ دو آنکھیں ایک ہی وقت میں کام کر رہی ہوں گی کیونکہ وہ یکے بعد دیگرے دیکھیں گی۔ اسے ذہن نشین کر لو۔

اللہ اور اپنے شیخ پر ایک جیسا گمان ہونا چاہئے

جو شخص اس مقام پر پہنچنا چاہتا ہے، اسے ایک ایسے شیخ کی ضرورت ہے جو اسے لے کر چلے اور اندھا ہونے کے بعد اس کی دو آنکھیں تیار کر دے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں اس بات پر ابھارا ہے کہ ہم اس کے ساتھ اچھا گمان کریں "میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوتا ہوں لہٰذا مجھ سے اچھا گمان رکھا کرو۔" اور جو اس کے ساتھ ایسا گمان نہیں رکھے گا، وہ اس کے فرمان کا انکار کر رہا ہوگا، سچے مرید بھی اسی اصول پر اپنے مشائخ کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتے آ رہے ہیں چنانچہ اگر وہ اپنے شیخ کے بارے میں یہ خیال کریں کہ وہ اپنی نظر کے ذریعے ابلیس سے ان کی حفاظت کرے گا تو وہ واقعی کرے گا اور اگر ان کا خیال یہ ہو کہ وہ ان کی حمایت نہیں کر سکتا تو وہ نہیں کرے گا، اسی بناء پر وہ اپنے مریدوں سے کہتے ہیں کہ وہ شیخ کو اپنے ساتھ سمجھنے میں غفلت نہ کریں کیونکہ جب تک وہ اپنے شیخ کو یہ سمجھتا ہوگا کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے تو وہ ہر مصیبت سے بچا رہے گا اور جب اس بات میں غفلت کرے گا تو ہر طرف سے آفتیں اسے گھیر لیں گی۔

ضرورت کے موقع پر شیخ کے اعتقاد کی بنا پر کام ہو جاتا ہے

ہمارا تجربہ ہے کہ ضرورت کے موقع پر مرید اگر ہمارے بارے میں بھر پور یقین کر کے کچھ مانگتا ہے تو اس کا مقصد پورا ہو جاتا ہے اور جس کا ہمارے بارے میں ٹھوس اعتقاد نہ ہو تو ہم اس کا کام پورا نہیں کرتے خواہ ہم قطب ہی کیوں نہ ہوں لہٰذا پتہ چلا کہ اصل دار و مدار شیخ پر نہیں ہوتا بلکہ اس کے اچھے گمان پر ہوتا ہے جو شیخ کے بارے میں کر رہا ہوتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم اعتقاد رکھنے والے کی ضرورت پوری کر دیتے ہیں حالانکہ شیخ اسے جانتا نہیں ہوتا ہاں جس کی طرف اس کی توجہ ہوتی ہے، وہ اسے وہ ضرورت بتا دیا کرتا ہے۔اسے ذہن نشین کر لو اور اللہ سے دعا کرو کہ موت کے موقع پر تمہیں اچھا گمان عطا فرما دے کیونکہ کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ تندرستی کی حالت میں وہ اللہ پر اچھا گمان رکھتا ہے لیکن جب فوت ہو رہا ہوتا ہے تو رب کے بارے میں بدظن ہو جاتا ہے چنانچہ وہ اپنے کیئے کا پھل لیتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اچھا گمان بندے کے اندر نہیں ہوتا بلکہ وہ اللہ کے اس فرمان کی طرح ہوتا ہے، ''تم مسلمان ہوئے بغیر نہ مرا کرو۔'' یعنی اسلام کی صفات ہمیشہ اپنائے رکھو اور انہیں دم بھر بھی نہ چھوڑو چنانچہ جیسے ہی تمہیں موت آئے تو فرشتے تمہیں مسلمان دیکھیں۔اسے ذہن نشین کر لو کیونکہ یہ بڑی نفیس بات ہے۔

ہم نے مشائخ کی ہدایت کے آخر میں اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ واللہ غفور رحیم۔

❁ امام ترمذی نے یہ مرفوع حدیث دی ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم! تم نے نہ مجھ سے دعا کی اور نہ ہی امید لگائی، میں تو تمہیں پہلے والے عملوں کی وجہ سے بخش رہا ہوں اور اس میں مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔اے ابن آدم! تمہارے گناہ خواہ آسمان کے کنارے تک پہنچ جائیں اور پھر تم مجھ سے استغفار کر لو تو میں تمہیں بخش دوں گا۔اے ابن آدم! اگر تم زمین بھرنے جتنے گناہ بھی میرے پاس لے کر آؤ اور مجھ سے شرک کیئے بغیر ملو تو میں تمہیں اتنی ہی بخشش دوں گا۔

❁ ترمذی، ابن ماجہ اور ابن ابی الدنیا بتاتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسے نوجوان کے پاس تشریف لے گئے جو مرنے کے قریب تھا۔فرمایا کیسے ہوا؟ عرض کی یا رسول اللہ! اللہ سے امید رکھتا ہوں لیکن گناہوں سے خوف ہے۔اس پر فرمایا ''جب بھی یہ دونوں چیزیں (خوف و امید) ایسے موقع پر کسی مومن کے دل میں جمع ہوتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی امید کے مطابق دیتا ہے نیز اسے اس چیز سے امن دیتا ہے جس سے اسے خوف ہوتا ہے۔''

❁ امام احمد وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مومنوں سے فرمائے گا کہ کیا تم مجھ سے ملاقات چاہتے ہو؟ عرض کریں گے ہاں اے پروردگار، پھر فرمائے گا کہ کیوں؟ وہ عرض کریں گے کہ ہمیں تیری معافی اور بخشش کی امید ہے۔اللہ فرمائے گا کہ میں یقیناً تمہیں بخش رہا ہوں۔''

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''میں اپنے بندے کے اپنے بارے میں گمان کے پاس ہوتا ہوں۔''

❁ ابو داؤد اور ابن حبان وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اچھا گمان رکھنا ایک اچھی عادت شمار ہوتا ہے۔''

- ترمذی اور حاکم کی روایت میں ہے "اللہ سے اچھا گمان رکھنا، اللہ کی اچھی عبادت شمار ہوتا ہے۔"
- مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ کے مطابق حضرت جابر رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ انہوں نے رسول اکرم کے وصال سے تین دن پہلے آپ سے سنا، فرمایا "تمہیں اس وقت مرنے کی ضرورت ہے جب اللہ کے بارے میں تمہارا گمان اچھا ہو۔"
- امام احمد، ابن حبان اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بارے میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوتا ہوں چنانچہ اگر وہ میرے بارے میں اچھا گمان کرے تو ویسا اور بدظنی کرے تو پھر اس کے گمان جیسا بدلہ دیتا ہوں۔"
- امام بیہقی کے مطابق حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ ایک بندے کو جہنم میں لے جانے کا حکم دے گا، جب وہ کنارے پر پہنچے گا تو مڑ کر ایک طرف دیکھے گا اور کہے گا اے پروردگار! میں تیرے بارے میں اچھا گمان رکھتا ہوں، اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو پھر میں اپنے بندے کے میرے بارے میں گمان کے قریب ہوں۔" یعنی میں اسے جنت میں داخل کرتا ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نمبر 230

بلاء نازل ہونے پر عاجز بننا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے ہیں کہ ہم اپنا جھکاؤ کمزوری کی طرف رکھیں اور جب ہم پر کوئی بلاء اترے تو اللہ سے معافی مانگیں اور خیر کا سوال کریں اور صرف اس صورت میں ثابت قدم رہیں جب ہمیں اپنے اندر صبر کرنے کی ہمت معلوم ہو۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ جس کے بارے میں عام طور پر وہ لوگ غفلت کرتے ہیں جو کسی شیخ کی راہنمائی کے بغیر لوگوں کو راہِ راست پر لانے کا دعویٰ کرتے ہیں، ایسے میں وہ شیخ اپنی ہمت سے زیادہ بوجھ اٹھانے کی طاقت دکھاتا ہے اور پھر اس سے اللہ کی مہربانی ہٹ جاتی ہے چنانچہ اس سے ایسے الفاظ نکل جاتے ہیں جن کی وجہ سے عموماً وہ کافر ہو سکتا ہے۔

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "ہم لوگ آزمائش سے نہیں ڈرتے بلکہ اس ناراضگی اور ڈانٹ سے ڈرا کرتے ہیں جو آزمائش کے موقع پر ہمیں نظر آتی ہے۔ پھر فرمایا اللہ کی قسم! اگر میری آزمائش ہو تو نہیں جانتا کہ مجھ سے کیا کچھ نکلے، ایسے میں کیا پتہ کہ لاعلمی میں کافر ہی ہو جاؤں۔

اچھی بری بیماری کی علامتیں

میرے بھائی حضرت افضل الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں "بندے کو بیماری نازل ہونے کی حکمت کے بارے میں

غور کرنا چاہئے کہ کیا وہ درجے بلند کرنے کے لیے ہے، سزاؤں کے لیے ہے یا پھر گناہ مٹانے کے لیے ہے کیونکہ وہ بیماری ان تین صورتوں سے باہر نہیں نکل سکتی اور ہر صورت کی ایک نشانی ہوگی چنانچہ درجات کی بلندی کی نشانی یہ ہوگی کہ بیماری کے موقع پر اس کا دل کھلا ہوگا، سینہ کشادہ ہوگا اور وہ اس پر خوش ہوگا، بیماری کے سزا ہونے کی علامت یہ ہوگی کہ وہ درد، ناراضگی اور رونگٹے کھڑے ہونے کی صورت میں آئے گی اور گناہ مٹانے والی بیماری کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ اس کے آنے کے موقع پر وہ صبر کرے گا، ناراضگی نہیں ہوگی۔

ان تینوں کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو ثابت قدم رہنے کے لیے گھٹیا مقام پر بٹھاتا ہے اور بعد میں اسے اعلیٰ مقام کی طرف لے جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ کھلا دل نہ ہونے کے باوجود بندے کو صبر کے مقام پر بند کر دیا جاتا ہے (صبر کرے) تا کہ اسے وہ اجر حاصل ہو سکے جس کا اللہ نے صبر کرنے والوں سے وعدہ کر رکھا ہے، پھر اسے راضی رہنے کے مقام کی طرف لے جاتا ہے تا کہ اسے وہ مرتبہ ملے جس کے بارے میں اللہ نے راضی رہنے والوں کے ساتھ وعدہ کر رکھا ہے لہٰذا کامل لوگوں کے لیے ان دونوں مرتبوں کا حاصل کرنا ضروری ہے خواہ اس کا مرتبہ بلند ہی کیوں نہ ہو۔

ہم نے غور کیا تو پتہ چلا کہ کسی صوفی نے تین حالات کو بیماری کی وجہ کیوں قرار دیا ہے؟ چنانچہ اگر مرض درجے بلند کرنے کے لیے ہو تو اسے اس سے معافی کی درخواست نہیں کرنی ہوتی اور یونہی سزا اور گناہ مٹانے والی ہونے کی صورت میں بھی نہیں کرنی چاہئے، اسی وجہ سے بڑے صوفیہ نے اسے اللہ کے سپرد کیا ہوا ہے اور حقیقی طور پر وہ اسے جڑ سے اکھاڑنے کا سوال نہیں کرتے، ان کا سوال صرف اس لیے ہوتا ہے کہ اس کے سامنے چاپلوسی کریں اور عاجز بن کر دکھائیں، کوئی اور مقصد نہیں ہوتا۔

بیماری دور کرنے کے لیے ولی کی دعا کا سبب کیا ہوتا ہے

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر کامل شخص میں ایک ایسی چیز ہوتی ہے کہ جس کی بنا پر وہ بیماری سے اکتا جاتا ہے کیونکہ اس سے زیادہ سہارنے کی ہمت نہیں رکھتا چنانچہ وہی چیز مرض کو اکھاڑنے کا سوال کرتی ہے جب کہ دل کے سارے باقی حصے بیماری پر راضی ہوتے ہیں بلکہ اس سے مزہ لیتے ہیں۔''

یہ بڑی عظیم تحقیق ہے، اللہ ان پر رحم فرمائے، وہ نہایت گہری نظر والے تھے۔

اس ہدایت پر عمل کرنے کے لیے ایسے شیخ کی ضرورت ہے جو اسے نفس کی بیوقوفیوں اور طاقت دکھانے جیسے جھوٹے دعووں سے بچائے تا کہ کسی ایسے دعویٰ کی وجہ سے دنیا و آخرت میں ذلیل نہ ہو جائے اور جو ہمارے بتائے طریقے پر نہ چلے تو لازمی طور پر وہ ایسے دعوے کرے گا جنہیں پورا کرنے کی اس میں ہمت نہ ہوگی۔

ایک مرتبہ میں اور شیخ ابو العباس حریشی ایک جنازے میں شامل تھے کہ اسی دوران اس دور کا ایک شیخ ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا میرے پاس اتنی طاقت ہے کہ اگر میں ہاتھ میں لوہا پکڑ لوں تو میرے ہاتھوں ہی میں گوندھا ہوا آٹا بن جائے۔ اس پر حضرت ابو العباس نے اسے لوہے کی چابی دیتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں اپنا دعویٰ دکھاؤ جس پر وہ دعویٰ کرنے

والا شیخ ذلیل ہو گیا اور پھر اس کے بعد ہمارے سامنے کبھی بھی ایسا دعویٰ نہ کیا لہٰذا اے بھائی کسی شیخ کے طریقے پر چلو جو تمہیں تمہاری کمزوری بتلائے اور تم عارف لوگوں کی طرح اپنے آپ کو ہر ایک سے کمزور سمجھنے لگو چنانچہ ان میں سے کسی کو لیموں اٹھانے کے لیے کہا گیا لیکن نہ اٹھا سکے اور ایسے بھی ہیں جو بدن پر قمیص کا بوجھ نہ سہار سکے بلکہ چادر پہنے ہوئے ننگا رہنا پسند کیا اور مجذوب ننگا رہنا ہی پسند کرتا ہے اور ''اللہ تعالیٰ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔''

اس بات کا انکار وہی کر سکتا ہے جسے مردوں کے مقام دیکھنے میں لذت نہیں ہوتی چنانچہ میرے شیخ، شیخ الاسلام زکریا نے یہ شعر پڑھ کر سنایا

''مجھے نصیحت کرنے والا اگر میرے عشق کو دیکھ لے تو وہ میری طرح عشق کرنے لگے لیکن اس نے اس کا مزہ ہی نہیں لیا۔''

لہٰذا اے بھائی تم کمزوری کی طرف جھکاؤ کرو جو تمہارے لیے بنیادی چیز اور تانا بانا ہے اور اگر تم میں بلاؤں کو برداشت کرنے کی ہمت آ گئی ہے تو یہ عارضی ہے۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

امام شافعی کی بواسیر پر شیخ کی ہدایت

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کو بواسیر تھی اور رات دن اس سے خون چلتا رہتا تھا اور حالت یہ ہو گئی تھی کہ تھال نیچے رکھے بغیر بیٹھ نہ سکتے تھے، خون کے قطرے اسی میں ٹپکتے رہتے۔ ایک دن تکلیف بڑھ گئی تو بارگاہِ خداوندی میں عرض کی کہ اے اللہ! اگر اس پر تو راضی ہے تو اسے اور زیادہ کر دے جس پر ان کے شیخ حضرت مسلم بن خالد زنجی نے کہا اے محمد! رک جاؤ کیونکہ میں اور تم تکلیف سہارنے والے مردوں میں شامل نہیں ہیں لہٰذا اللہ سے معافی اور امن و امان مانگو اور اس بات کو یاد رکھو حالانکہ امام شافعی رحمہ اللہ حضرت خضر علیہ السلام کے اعلان کے مطابق چار اوتاد میں سے ایک تھے جیسا کہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نے حضرت خضر علیہ السلام سے روایت کرتے ہوئے بتایا ہے اور جب اوتاد کا یہ حال ہے تو ہم جیسے لوگوں کا حال کیا ہوگا جو شرم گاہ اور پیٹ کی خواہشوں میں گرفتار ہیں۔ ہم اللہ سے بچاؤ کی درخواست کرتے ہیں۔

❁ امام ترمذی اور ابن ابی الدنیا روایت کرتے ہیں کہ ''ایک شخص نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضری کے بعد عرض کی یارسول اللہ! کون سی دعا کرنا بہتر ہے؟ فرمایا اپنے پروردگار سے امن و امان اور دنیا و آخرت میں معافی کی دعا سب سے بہتر ہے۔ دوسرے دن وہ پھر حاضر ہوا اور اسی طرح پوچھا، آپ نے وہی جواب دیا، پھر تیسرے دن حاضر ہو کر پوچھا تو آپ نے پھر بھی وہی جواب دیا اور فرمایا جب تمہیں دنیا و آخرت میں معافی مل گئی تو سمجھو کہ نجات مل گئی۔''

❁ ترمذی کے علاوہ امام نسائی کے مطابق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ منبر پر کھڑے ہو کر رونے لگے اور پھر بتایا کہ رسولِ اکرم ﷺ پہلے سال ہمارے درمیان منبر پر کھڑے ہوئے اور پھر روتے ہوئے فرمایا ''اللہ سے معافی اور امن و امان مانگا کرو کیونکہ یقین (ایمان) کے بعد اگر تمہیں کوئی بہتر چیز مل سکتی ہے تو وہ امن و عافیت ہی ہے۔''

❁ ابن ماجہ مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''انسان جو بھی دُعا مانگ سکتا ہے، ان میں سب سے بہتر دعا یہ شمار ہوتی

ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْمُعَافَاةَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ۔

امام ترمذی بتاتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ ''اذان اور اقامت (تکبر) کے درمیان کی جانے والی دعا ٹالی نہیں جاتی۔'' صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! ہم کیا کچھ مانگا کریں؟ فرمایا اللہ سے دنیا و آخرت میں معافی کا سوال کیا کرو۔''

ترمذی اور حاکم کے مطابق حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! شب قدر کو اگر میں دعا کروں تو اس میں کیا کہوں؟ فرمایا یوں عرض کرو اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 231

مصیبت زدہ لوگوں میں گھل مل کر رہنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ مصیبت زدہ لوگوں میں زیادہ سے زیادہ گھل مل کر بیٹھنے کی کوشش کیا کریں اور ارادہ یہ ہو کہ ہم اس اللہ کی حمد و ثناء کر رہے ہیں جس نے ہمیں اس بلاء سے محفوظ رکھا ہے جسے ہم اوروں میں دیکھ رہے ہیں۔

رہی حدیث ''کوڑھ والے سے یوں بھاگو جیسے شیر سے ڈر کر بھاگا کرتے ہو۔'' تو یہ کمزور یقین والوں کے بارے میں آئی ہے اور اس کا مقصد ان پر رحمت کرنا ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسے کمزور یقین والوں ہی کو اللہ نے شفقت کرتے ہوئے اس بات سے روکا ہے کہ ایسے شہر میں داخل نہ ہوں جہاں کوئی بلاء یا طاعون آ چکی ہو ورنہ گھل مل کر رہنے والا ہر شخص اگر اس مرض میں گرفتار ہو جاتا یا بلاء والے علاقے میں جا کر فوت ہو جاتا تو پھر گھلنے ملنے اور علاقے میں داخل ہونے والا کوئی شخص محفوظ نہ رہ سکتا اور یونہی جو بھی طاعون سے بھاگ کر اس کا وقت پورا ہونے پر اگر واپس آتا تو پتہ چل جاتا کہ اگر وہ طاعون سے نہ بھاگتا اور اپنے علاقے ہی میں رہتا تو دوسروں کی طرح وہ بھی نہ مرتا۔

مجھے میرے والد نے بتایا کہ ان کے والد شیخ علی شعراوی رحمہ اللہ جب بھی کسی کوڑھ والے یا برص کے مریض کو دیکھتے تو اسے بلا کر اس کے ساتھ مل کر دودھ اور پینے کی چیزیں مل کر پیتے اور پھر یوں دعا کرتے بِسْمِ اللّٰهِ ثِقَةً بِاللّٰهِ وَتَوَكُّلًا عَلَيْهِ نَوَيْتُ جَبْرَ خَاطِرِ اَخِیْ هٰذَا۔

ایک مرتبہ ہمارے شہر میں کوڑھ والا شخص داخل ہوا جس کے جسم کے ہر حصہ سے پیپ بہہ رہی تھی، شہر والوں کو اس سے گھن آتی تھی لیکن آپ نے اسے گھر بلایا اور پھر گائے کا دودھ دوہ کر پہلے اسے پلایا اور بچا ہوا خود پی لیا۔

میرے بھائی افضل الدین رحمہ اللہ جب بھی کوڑھ والے کو دیکھتے تو غش کھا جاتے اور ہوش آنے پر اس بارے میں پوچھا جاتا تو فرماتے میں اس بنا پر اللہ کے غضب سے ڈرتا ہوں کہ کہیں یہ مجھ پر نازل نہ ہو جائے کیونکہ میں سب سے

40

زیادہ گنہگار ہوں اور میرا حال اس شخص جیسا ہوتا ہے جس پر اور اس کے کسی ساتھی پر کسی کے قتل کی تہمت لگی ہو، لوگ اس کے ساتھی کو تو پکڑ کر اس کے سامنے سزا دیں کیونکہ وہ تو ضرورت کی بناء پر ڈرے گا خواہ وہ سب سے زیادہ بہادر ہو کیونکہ بہادر شخص کے پاس صرف اس وقت طاقت ہوتی ہے جب وہ ابتداء ہی میں مصیبت کے اندر گرفتار ہوتا ہے اور جب اسے روک کر قتل، مار اور مختلف قسم سزاؤں کی دھمکیاں دی جائیں تو اس کا دل کانپ جائے گا تو اللہ کی قسم ہم کسی بڑے کام کے لیے پیدا کئے گئے ہیں لیکن اللہ کی رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔

جو کچھ ہم لکھ چکے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ جب ہم مصیبت میں گھرے لوگوں کو دیکھیں تو ان کے منہ سے نکلنے والی اللہ کی تعریف، اس تعریف کے مقابلے میں زیادہ ہوتی ہے جو وہ ہماری آنکھوں سے غائب ہو کر کرتے ہیں۔

سیدی ابراہیم متبولی رحمہ اللہ جب حج کے دنوں میں مصر کے اندر داخل ہوتے تو سب سے پہلے شفا خانے میں جاتے اور مصیبت والے لوگوں کو دیکھا کر انہیں سلام کہتے اور کچھ دیر ان کے پاس ٹھہرتے۔ وہ مصر میں داخل ہو کر شفا خانہ والوں سے پہلے کسی سے سلام نہ لیتے اور جب وہاں سے نکلتے تو ان کے روئیں روئیں سے اللہ کی حمد و ثنا دکھائی دیتی۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 232

مختلف بیماریوں کا ذکر

اے بھائی! دل چاہتا ہے کہ میں تمہیں وہ تمام بیماریاں بتا دوں (اللہ تمہیں ان سے بچائے رکھے) جو سر سے لے کر تمام بدن میں پھیلی ہوتی ہیں تا کہ تم ان میں سے ہر ایسی بیماری پر اللہ کا شکر ادا کرو جس سے اس نے تمہیں بچا رکھا ہے حالانکہ تم اس سے کہیں زیادہ ان کے حقدار ہو خصوصاً جب تم صالحین اور عمل کرنے والے علماء میں شامل ہو کیونکہ اللہ کا ترازو ادب، آزمائش اور مشقت دینے کے لیے ان سب کے سروں پر لٹک رہا ہے چنانچہ وہ لمحہ بھر کے لیے بھی اپنے پروردگار سے غافل نہیں ہو سکتے کیونکہ اللہ والوں کے لیے یہ غفلت ان سب گناہوں سے بڑا گناہ ہے جس میں انسان گرفتار ہوتا ہے۔ اللہ کی قسم اگر انسان عمر بھر سارے جنوں اور انسانوں جتنی عبادت بھی کیوں نہ کر لے وہ اس ایک بیماری کا بھی حق ادا نہیں کر سکتا جس سے وہ بچ گیا ہے۔

جب تمہیں یہ پتہ چل گیا تو میں اللہ کی توفیق سے بتاتا ہوں

کئی بیماریوں کا ذکر

انسان کو چاہیئے کہ صبح و شام اللہ کی اس نعمت کو یاد رکھے کہ اللہ نے اسے معافی دے رکھی ہے اور پھر اس پر اللہ کا

شکر ادا کرے کیونکہ کئی ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں سرد و گرم سردرد ہوتی ہے اور پھر لمحہ بھر کے لیے بھی اس سے الگ نہیں ہوتی، کسی کو آدھے سر کا درد ہوتا ہے چنانچہ وہ نیند کا مزہ نہیں لے سکتا، کوئی رات دن اندھیرے میں گھرا رہتا ہے جس سے اس کی بینائی چلے جانے کا اندیشہ ہو جاتا ہے، کوئی مالیخولیا، مرگی، فالج اور دن رات سر کے رعشہ (ہلتے رہنا) میں گرفتار ہوتا ہے، کوئی جسمانی کھنچاؤ، کزاز، دل کی گھبراہٹ، اعضاء کے ڈھیلے پن، نزلے، خون کے سڑنے کی بیماریوں، سر کے بال گرنے، کابوس (مرگی کا ابتدائی حصہ)، سرسام، پھوڑے پھنسیوں اور دماغ کے سدوں وغیرہ میں گرفتار ہوتا ہے، کئی ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی آنکھوں میں ردی قسم کا مواد آ جاتا ہے تو پھر وہ اندھا ہونے کو ہوتا ہے یا پھر ہو ہی جاتا ہے، کئی وہ ہوتے ہیں کہ جن کی آنکھوں پر پردہ، آ جاتا ہے اور پھر ناخونہ، دمعہ، شعرہ، خارش، آنکھوں میں پر پردہ اور آنکھ میں سفیدے جیسی بیماریوں میں گھرا ہوتا ہے، کئی ایسے ہوتے ہیں کہ جن کی آنکھوں میں پانی اتر آتا ہے اور پلکوں میں کیڑے پڑ جاتے ہیں، وہ پانی رات دن ان میں جوش کھاتا ہے تو پلکوں کو روزانہ الٹتے ہیں اور پھر ان میں سے کیڑے پونچھتے ہیں تاکہ وہ جوش کم ہو سکے، کئی ایسے ہوتے ہیں کہ جن کی پلکیں پھول جاتی ہیں اور ان کے بال گر جاتے ہیں یا سفید ہو جاتے ہیں اور یوں ان کی شکل بگڑ جاتی ہے، کئی وہ ہوتے ہیں جن کی آنکھوں میں زخم، پھنسیاں، نملہ اور سرطان کی بیماری ہوتی ہے اور وہ بے چین ہوتے ہیں اور رات دن ان کی آنکھوں سے خون اور پیپ ٹپکتے رہتے ہیں، کچھ کے کانوں میں سوج آ جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ بند ہوتے ہیں، بہرے، گونگے ہو جاتے ہیں، کان بہتے ہیں جن میں ابال کی وجہ سے کیڑے پڑ جاتے ہیں، کانوں میں چھک پڑتی ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے رات دن لوہے کی کیل ان میں ٹھوسی جا رہی ہے، کئی ایسے ہوتے ہیں کہ جن کے کانوں میں تکلیف دینے والے کیڑے پڑ جاتے ہیں، کوئی انہیں نکال نہیں سکتا چنانچہ وہ کھانے پینے اور سونے سے رہ جاتا ہے، کئی ایسے ہوتے ہیں جن کے ناک میں پھنسی یا طاعون نکل آتی ہے اور ناک کو کھا جاتی ہے اور وہ کھلا طاق بن جاتا ہے، اس سے ریشہ اور پیپ بہتی رہتی ہے چنانچہ اس کی بیوی اس سے گھن کھاتی ہے اور طلاق مانگنے لگتی ہے، کئی وہ ہوتے جن کے ناک میں پھنسیاں ہو جاتیں ہیں جنہیں وہ اچھا نہیں کر سکتا، کئی ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں ہمیشہ کی نکسیر ہو جاتی ہے اور خون بہنے کی وجہ سے وہ مرنے کے قریب ہو جاتے ہیں، کئی وہ ہوتے ہیں کہ ان کے ناک میں بواسیر ہو جاتی ہے اور پھر رات دن اس میں سے خون جاری رہتا ہے، کئی وہ ہوتے ہیں کہ جن کے ہونٹ پھٹ جاتے ہیں، وہ بہتے ہیں اور منہ میں گوشت خورہ کی بیماری لگ جاتی ہے اور ارد گرد کو کھا جاتی ہے جس کی وجہ سے دانت ننگے ہو جاتے ہیں اور اس کی بیوی اسے قبول کرنے سے نفرت کرتی ہے اور اس کی محبت کے باوجود وہ اس سے الگ ہونا چاہتی ہے، کئی ایسے ہوتے ہیں کہ جن کے دانتوں اور داڑھوں میں تکلیف ہوتی ہے جس کی وجہ سے نہ وہ سو سکتا ہے، نہ کھا پی سکتا ہے، کئی ایسے ہوتے ہیں جن کے منہ سے بدبو آتی ہے چنانچہ اس کی وجہ سے کوئی بھی ان کے قریب نہیں جاتا، کئی وہ ہوتے ہیں کہ جن کی رال دن رات سینے پر بہتی رہتی ہے کیونکہ منہ کا ایک پہلو فالج وغیرہ کی وجہ سے بیکار ہوا ہوتا ہے، کئی ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے حلق میں سوج ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے اس کی گردن شہد کی مکھیوں کے چھتے جتنی ہو جاتی ہے جس میں گلٹیاں اور بلغمی گانٹھیں بن جاتی ہیں جن سے رات دن پیپ بہتی رہتی ہے، جن میں فتیے (روئی یا کپڑے سے بنی رسیاں) ڈالے جاتے ہیں، وہ ایک جگہ سے ابھی ختم

جگہ پر نکل آتی ہیں جس کی وجہ سے وہ کھا پی نہیں سکتا، کئی کے حلق میں کانٹا یا جونک لگ جاتی ہے جسے کوئی نکال نہیں سکتا، کئی وہ ہوتے ہیں جن کی زبان بوجھل ہوتی ہے، سوجتی اور پھٹ جاتی ہے، کئی ایسے ہوتے ہیں جن کی بغل کے نیچے طاعون یا پھنسیاں نکل آتی ہیں جو بغل کو کھا جاتی ہیں اور وہ خالی طاق دکھائی دیتی ہے، کئی دمہ میں گرفتار ہوتے ہیں جن کو ربو (سانس چڑھنا) کھانسی اور بدبودار سانس کی بیماری ہو جاتی ہے اور وہ زمین پر پہلو نہیں لگا سکتے، کئی ایسے ہوتے ہیں کہ جن کے بدن میں پھنسیاں نکل آتی ہیں، جسم سوج کر پھٹ جاتا ہے جہاں کپڑا بھی نہیں لگ سکتا، کئی وہ ہوتے ہیں جن کے معدے میں سوج آجاتی ہے، پیاس بڑھ جاتی ہے، ہوا پیدا ہو جاتی ہے اور گرمی سے سڑ جاتا ہے جس کی وجہ سے کھانے کی لذت ختم ہو جاتی ہے، کئی ایسے ہوتے ہیں کہ جنہیں سخت قسم کی ہچکی، متلی اور شدید قے ہوتی ہے، معدہ سوج جاتا ہے اور اس میں سوزش ہوتی ہے، کئی وہ ہوتے ہیں جن کے جگر میں سوج ہوتی ہے او وہ بہہ پڑتا ہے، کئی وہ ہوتے ہیں جن کو استسقاء (پیٹ پھولنا یا اس میں پانی بھر جانا) کی بیماری ہوتی ہے، حکیم اس کے علاج سے عاجز ہوتے ہیں، ان کا پیٹ پھول جاتا ہے اور وہ اپنا پیٹ زمین پر نہیں لگا سکتے، کئی کی تلی پھول جاتی ہے، وہ پہلو سوج جاتا ہے جس کی وجہ سے مغص (انتڑیوں میں کھچاؤ) اور قولنج (پاخانہ خشک ہو کر بند) ہو جاتی ہے، وہ سانس اوپر کو نکالنا چاہتا ہے تو نہیں نکلتی، کئی وہ ہوتے ہیں جنہیں لگا تار دست اور مروڑ (پیچش) آنے لگتے ہیں چنانچہ پیشاب پاخانے کے کپڑوں اور فرش پر بہنے کی وجہ سے اس کا نوکر چاہتا ہے کہ وہ مر جائے، وہ بھی ہوتے ہیں کہ جن کے گردے میں غدود پڑ جاتی ہے تو وہ سوج جاتا ہے جس کی وجہ سے اسے رک رک کر پیشاب آیا کرتا ہے، کئی ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کے گردے میں پتھری اور ریت پڑ جاتی ہے، کئی وہ ہوتے ہیں کہ اُن کے مثانے اور عضو تناسل میں کنکر پھنس جاتا ہے جس سے وہ تھوڑا سا بھی پیشاب کرتے وقت طلاق ہو جانے والی عورت کی طرح چلاتا ہے اور اس کا وہ زیتون کے پھل جیسا عضو چیر کر اسے نکال دیتے ہیں، وہ ناگ کی طرح بستر پر لپٹ جاتا ہے، کسی کو پیشاب میں جلن، پیشاب کی بندش، کھل کر پیشاب آنے اور اس میں تنگی کی تکلیف ہو جاتی ہے، وہ خون ملا پیشاب کرتا ہے جو اس کے مثانے میں جم جاتا ہے، کسی کی پاخانے والی جگہ سوج جاتی ہے، پھٹ جاتی ہے یا اس میں پھنسیاں نکل آتی ہیں، بواسیر یا ناصور (بہتا پھوڑا) ہو جاتا ہے اور وہاں گڑھا پڑ جاتا ہے چنانچہ رات دن اسے محسوس ہوتا ہے کہ اس کی پاخانہ والی جگہ کو چھری سے چیرا جا رہا ہے، کسی کو بدفعلی کرانے کی بیماری ہوتی ہے، کسی کی کوئی ہڈی اوپر اٹھ آتی ہے، کسی کے آلہ تناسل میں پھوڑے پھنسیاں نکل آتی ہیں تو وہ آدمی کی ران جتنا موٹا ہو جاتا ہے، کسی کے دونوں نل سوج کر خربوزے یا بڑے گھڑے کی طرح ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ دونوں ٹانگوں کے درمیان بلکہ قدموں تک لٹک آتا ہے اور وہ خالی جگہ میں وضو وغیرہ کے لیے بیٹھ نہیں سکتا اور نہ ہی ہمبستری سے کوئی مزہ لے سکتا ہے، کئی ایسے ہوتے جو قولنج اور اینٹھن جیسی مختلف بیماریوں میں گھرے ہوتے ہیں، ان میں سے کئی کا علاج کرتے ہیں تو اس بیماری سے شفا ہونے پر دوسری تکلیف ہے اور وہ موت کی آرزو کرتا ہے لیکن اسے موت بھی نہیں آتی، کئی ایسی بیماری میں گرفتار ہوتے ہیں کہ جن سے ہر وقت خون اور پیپ بہتی رہتی ہے اور اسے محسوس ہوتا ہے کہ اس کی ساری طاقتیں ختم ہو چکی ہیں اور وہ زندہ ہونے کے باوجود مردہ ہے، کئی حبِ فرنج اور جوڑوں کی سرد گرم دردوں میں گرفتار ہوتے ہیں جس کی وجہ سے انھیں کھانے پینے اور سونے کا مزہ نہیں آتا، کئی کو پاؤں کا درد

شروع ہو جاتا ہے اور پاؤں میں کیڑے پڑنے پر وہ اس سے ایسے گرتے ہیں جیسے کتے کے سر سے گرا کرتے ہیں، کئی کو عرق النساء (لنگڑی کا درد)، کولہوں اور گھٹنوں کا درد شروع ہو جاتا ہے، اور پھر دونوں کولہے، اعضاء، چہرہ اور پہلو درد ہونے لگتے ہیں، کسی کو پیٹھ کا درد ہوتا ہے، داء الفیل (اعضاء کا ہاتھی کے پاؤں جیسا ہونا) کساح (ہڈیوں کی کمزوری) اور فالج میں گرفتار ہو جاتا ہے، کسی کے جسم میں آکلہ (گوشت کھانے والی) کی بیماری ہو جاتی ہے، کسی کو حصباء، جرب (خارش)، حکہ، باریک سر والی پھنسیوں، خسرہ، برص (پھلبہری) چہرے کی چھائیاں اور کوڑھ کی بیماری لگ جاتی ہے جو اس کے پہلوؤں کو کھا جاتی ہے، کوئی منہ سے رال بہنے کی بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے، کوئی قتل کرتا ہے۔

مجرم کی مختلف سزائیں

کوئی کسی عورت سے زنا کرتا ہے اور کوئی چوری کرتا ہے تو حکمران اسے کوڑے لگاتے ہیں، ہڈیاں توڑتے، لوہے کا برتن اٹھا کر اس کے سر پر رکھتے ہیں اور اس کے سر کو چمڑے کی جلد کے ساتھ نچوڑتے ہیں جس میں کھجور کی گٹھلیاں بھری ہوتی ہیں جس کی وجہ سے اس کی آنکھیں اپنی جگہ سے باہر آ جاتی ہیں، کچھ ایسے ہوتے ہیں جن کے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیاں پتھر پر رکھ کر توڑنے کا حکم ہوتا ہے، کئی وہ ہوتے ہیں جنہیں وہ چونا اور نمک پلاتے ہیں جس سے اس کی انتڑیاں چھل جاتی اور پھٹ جاتی ہیں، کسی کی دبر (پاخانہ والی جگہ) ڈنڈا ڈالتے ہیں یا جسم کے درمیان میں ڈالتے یا اسے دبا کر جسم پر پھیرتے ہیں، کھجور کے دو درختوں کے درمیان لٹکاتے یا اسے تانبے کے برتن میں ڈال کر نیچے آگ جلاتے ہیں جن کی بنا پر پاخانے کی جگہ سے اس کا خون اور پیپ بہتی ہے، کئی وہ ہوتے ہیں کہ جن کی انگلیوں میں ریشمی کپڑا باندھ کر اس میں آگ لگا دیتے ہیں، کئی وہ ہوتے ہیں جن کے لیے وہ لوہے کی دو کیلیں گرم کرتے ہیں جن سے اس کا گوشت اتار کر اسے کھلاتے ہیں، کچھ وہ ہوتے ہیں کہ جن کے لیے وہ لوہے کی سلاخ گرم کرتے ہیں اور جب وہ انگارے جیسی ہو جاتی ہے تو اس کے آلۂ تناسل یا آنکھوں میں ڈال دیتے ہیں جو آنکھوں کا نور بہا دیتا ہے یا انھیں پھاڑ دیتا ہے تو وہ اندھا ہو جاتا ہے، کچھ وہ ہوتے ہیں کہ جنہیں آگ یا ابلے پانی میں ڈالا جاتا ہے جس سے اس کی جلد پگھل کر لٹک جاتی ہے، کئی وہ ہوتے ہیں جن کے جسم پر نیزہ، چھری یا تیر چبھو دیا جاتا ہے جو اس کی آنکھوں یا کانوں تک دھنس جاتا ہے، پھر اسے نکالنے کی کوشش بھی کی جائے تو نکال نہیں سکتے، کئی کو زہر ملا دودھ یا زہریلا کھانا کھلایا جاتا ہے جس سے اس کا جسم گل جاتا ہے، کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جسے سانپ کاٹ لیتا ہے تو وہ فوراً اندھا ہو جاتا ہے اور گوشت کے ٹکڑے ہو جاتے ہیں، کوئی ایسا ہوتا ہے جو خربوزہ کھاتے ہی سو جاتا ہے، اتنے میں سانپ آ کر آدھے حصے تک اس کے گلے میں چلا جاتا ہے اور وہ بیدار ہوتا ہے تو سانپ اندر ہی ہوتا ہے۔

جو کچھ ذکر کر چکا ہوں، اس کے علاوہ باقی کو اسی پر قیاس کر لو کیونکہ ہم پوری بیماریوں کو تو ذکر کر نہیں سکتے۔ یہ سب کچھ ذکر کرنے کا مقصد ان مصیبتوں پر اللہ کا شکر ادا کرنا ہے جن میں اس نے ہمیں مبتلا نہیں کیا اور چونکہ ہم اس کی بارگاہ میں گڑگڑاتے ہیں لہٰذا اس سے امید رکھتے ہیں کہ انشاء اللہ وہ ہمیں آئندہ بھی مبتلا نہیں کرے گا۔ یہ بات ذہن میں رکھو۔

یہ خیال نہ کرو کہ تم ان سزاؤں اور بیماریوں میں گرفتار نہ ہوسکو گے، کیونکہ یہ لوگ حرام یا ناپسندیدہ کام کرنے کی وجہ سے ان میں گرفتار ہوتے ہیں۔ میں اس بارے میں واقعات کہاں تک لکھوں لہٰذا تم ان سے گریز کرو اور یہ نہ سمجھو کہ تم ان میں مبتلا نہ ہوسکو گے اور اگر اب تک نہیں ہوئے تو سزائیں، بیماریاں اور ان کے اسباب دنیا میں رہتے ہوئے تمہارے سامنے ہیں اور یہ ممکن ہے کہ تم کسی کو قتل کر دو، شراب پی لو اور پڑوسی کی بیوی سے بدکاری کر لو خواہ تم طریقت میں شیخ ہی کیوں نہ ہو لہٰذا عقلمند وہ ہے جو ڈرتا ہی رہے۔ والسلام

اے بھائی! اس ہدایت میں غور کرو اور پھر اس پر عمل کرتے رہو تو اس کا نتیجہ ضرور ملے گا۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ جب بھی نیند سے بیدار ہوتے یا سونے کا ارادہ کرتے ہو تو ان تمام بیماریوں پر نظر رکھتے اور بتلاتے کہ سیدی ابراہیم متبولی رحمہ اللہ کا یہی طریقہ تھا۔

آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ آج کل ہم جیسے لوگوں کے لیے یہ مناسب نہیں کہ صرف زبانی شکر کر لیں کیونکہ ہم میں گناہ بہت ہیں اور خلوص موجود نہیں ہے، آج کل ہمیں اپنے کاموں کے ذریعے شکر کرنا چاہیے چنانچہ راتوں کو نفل پڑھیں، کنوئیں کھودیں، گرمیوں کے روزے رکھیں اور اپنے آپ کو دل پسند چیزوں وغیرہ سے روکیں کیونکہ ''اللہ تعالیٰ صرف اسے سیدھی راہ دکھاتا ہے جسے پسند کرتا ہے۔''

مصیبتوں سے بچنے کی دعا

ترمذی، ابن ماجہ، بزار اور طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص مصیبت میں گھرے ہوئے کو دیکھ کر یہ دعا پڑھے تو اسے بھی وہ بیماری نہیں لگے گی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتُلٰی هٰذَا بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا۔

❁ طبرانی کی روایت ہے کہ ''وہ جب یوں کہہ لے گا تو اس نعمت کا شکر ادا کر دے گا۔''

میں کہتا ہوں مناسب یہ ہے کہ بیماروں کے شفا خانے میں پہنچ کر ہر مریض کے پاس جا کر آہستہ سے یہ دعا پڑھے تاکہ اللہ تعالیٰ اسے ان سب بیماریوں سے بچائے رکھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 233

رسولِ اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے دور کی تکلیفوں پر صبر کریں اور نہ کر سکیں تو صبر نہ کرنے پر صبر کریں کیونکہ یہ خود ایک بلاء ہے کیوں کہ اس میں اللہ کی تقدیر سے نکلنے کا اظہار ہوتا ہے۔

اس مقام والے شخص کو دوہری نظر کی ضرورت ہوتی ہے، ایک نظر اللہ کی تقدیر میں لکھی ہوئی بے چینی پر ہو جس کی

وجہ سے وہ اللہ کی تقدیر کے ماتحت رہے اور دوسری نظر صبر کے حکم پر ہو چنانچہ صبر پر زور لگائے اور صبر نہ ہو سکنے پر صبر کی صورت یہی ہوتی ہے لہٰذا اسے ذہن نشین رکھو اور یونہی ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے تمام بھائیوں کو اس وقت صبر اور زوردار صبر کرنے کو کہیں جب خود ان کی یا ان کے مال کی آزمائش ہو اور انھیں اس مصیبت، بیماری اور بخار کی فضیلت بتائیں جس کا ذکر حدیث میں ملتا ہے۔

اس ہدایت پر عمل کرنے کے لیے کسی شیخ کی ضرورت ہوتی ہے تا کہ وہ اسے بیماری کا ادب سکھائے اور اسے بتائے کہ جسم کے ظاہری اور اندرونی جس حصے میں بھی کوئی تکلیف ہوتی ہے تو اس سے ناجائز کام لیا گیا ہوتا ہے، ہاں وہ معصوم ہو تو اور بات ہے چنانچہ ہمارے لکھے کو سمجھ لے، اگر اس کے جسمانی حصے میں کہیں تکلیف ہو گئی ہے تو اپنے آپ کی پرکھ کرے کیونکہ اس نے لازماً اس سے وہ کام لیا ہوگا جس کے لیے وہ بنایا نہیں گیا اور پھر سچے دل سے توبہ کرے کیونکہ اس طرح اس سے جلد شفایاب ہو جائے گا۔ اس بات سے بہت سارے لوگ غفلت کرتے ہیں اور ہمارے بتائے ہوئے پر غور نہیں کرتے جس کی وجہ سے ان کی بیماریاں دائمی بن کر لمبے عرصے تک رہتی ہیں۔

جسم کے ہر حصے کی زکوٰۃ دو

ہر عضو کی زکوٰۃ دینا ہوتی ہے انسان اگر زکوٰۃ دیدے تو وہ اپنے اندر کی پلیدی اور بیماری نکال لے گا اور اگر نہیں نکالے گا تو پھر جنت میں جانے سے پہلے اسے پاک کیا جائے گا خواہ اللہ کی رحمت کی بنا پر معافی کے ذریعے یا توبہ واستغفار کے ذریعے یا پھر جہنم میں عذاب دے کر۔

ایک مرتبہ کسی اندھے نے مجھ سے کہا میں چاہتا ہوں کہ کوئی شخص میری گودڑی سے جوئیں نکال دے لیکن میں نے یا کسی اور نے اس پر توجہ نہ دی جس پر اللہ نے مجھے پکڑ لیا اور میری پلکوں میں دو پھوڑے نکل پڑے جن میں سے سات ماہ تک پیپ وغیرہ جاری رہی، حکیموں نے اتفاق کر کے یہ فیصلہ دیا کہ یہ ختم ہو چکی ہیں اور ان میں روشنی نہیں رہی، ایسی کوئی دوائی نہیں جس سے فائدہ ہو سکے جس پر اللہ تعالیٰ نے مجھے اندھے کی وہ بات یاد دلائی چنانچہ میں نے توبہ واستغفار کیا چنانچہ اسی دن درد ختم ہو گئی جس پر حکیم تعجب کرنے لگے اور کہا کہ یہ ربی حکم ہے۔ اس میں کسی کا دخل نہیں۔

۹۵۵ھ میں میرے ساتھ ایک اور واقعہ پیش آیا، ایک عورت نے مجھ سے کہا کہ مجھے کاشف (قید کرنے والا) کے لیے ایک رقعہ لکھ دو تا کہ میرا لڑکا قید سے چھٹکارا حاصل کر لے۔ میں نے کہا کہ میں کاشف کو نہیں جانتا اور اسے رقعہ لکھ کر نہ دیا چنانچہ ایک ماہ سے زیادہ عرصہ تک میں آنکھوں کی بیماری میں مبتلا رہا، میری آنکھیں باریک لکھائی پڑھنے کے قابل نہ رہیں حالانکہ اس سے پہلے میں چاند کی روشنی میں لکھا ہوا پڑھ لیتا تھا بلکہ ایک ایک حرف پڑھ لیا کرتا تھا اور آج تک میری آنکھوں کی کمزوری کا یہی حال ہے اور جب تمہیں کوئی شخص یہ کہے کہ میری ضرورت سن لو یا سورت سن لو تو یہی بات میں کانوں کے بارے میں کہا کرتا ہوں، اگر کوئی یہ کہے کہ چند قدم چل کر میری ضرورت پوری کرو تو دونوں پاؤں کے بارے میں بھی میری یہی ہدایت ہے اور جب کوئی بدکاری کرے تو شرمگاہ کے بارے میں بھی میں یہی کہوں گا لہٰذا اپنے مرتبہ ومقام کے لحاظ سے

جب تک تم جسمانی اعضاء کو نا جائز لوگوں پر برت رہے ہو تو اس وقت تک مصیبت سے معافی کا خیال نہ کرو کیونکہ عارف لوگوں کو تو اللہ تعالیٰ اپنی اجازت کے بغیر کسی غیر کی طرف نظر کرنے ہی پر پکڑ لیتا ہے کیونکہ ان کے لیے یہ بھی مناسب نہیں۔

حضرت عمر بن العزیز کو تکلیف

پھر یہ بات بھی پوشیدہ نہیں رہنی چاہیے کہ کبھی مرتبہ میں بلندی کی بنا پر آدمی کو ایسے گناہوں پر پکڑ لیا جاتا ہے جن پر دوسروں کو نہیں پکڑا جاتا چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ایک رات آسمان کی طرف دیکھا تو دل میں سختی سی پیدا ہو گئی۔ انہوں نے یہ بات اپنی والدہ کو بتائی تو وہ کہنے لگیں اے بیٹے! شائد تو نے عبرت حاصل کرنے کے لیے آسمان کو نہیں دیکھا، اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ حکم دے رکھا ہے کہ اس کی طرف عبرت حاصل کرنے کے لیے دیکھا کرو۔

بے داڑھی پر نظر جمانا اور اس کی سزا

ایک مرید نے بے داڑھی نوجوان پر نظر ڈالی تو اس کا چہرہ ہنڈیا کے اندرونی جلے حصے کی طرح سیاہ ہو گیا، اس پر حضرت جنید رحمہ اللہ نے اس کے لیے استغفار کیا تو سیاہی ختم ہو گئی لیکن بہت سے ایسے بھی ہوتے ہیں جو ایسے چہرے کو دیکھتے ہیں لیکن وہ سیاہ نہیں ہوتے۔ یہ بات ذہن میں رکھو کیونکہ میں نے تمہیں ایسی بات بتا دی ہے جو شاید میرے علاوہ اور کوئی نہیں بتائے گا لہٰذا اپنے پروردگار کے ہاں میری طرف سے شکریہ ادا کرو اور اگر اپنے اعضاء کو تباہی سے سلامت رکھنا چاہتے ہو تو اپنے اعضاء کی حفاظت رکھو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

امام مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''پاک صاف ہونا آدھا ایمان ہے، صبر ایک روشنی ہوگا اور صدقہ دلیل بنے گا۔''

صبر روشنی کیوں کر؟

میں کہتا ہوں صبر کے روشنی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ صبر والے کے لیے بیماری کی وجہ سے دل میں نورانیت پیدا ہو گی جس کے ذریعے وہ حق اور باطل کو پہچان لے گا لیکن جو صبر نہیں کرے گا تو وہ تاریکی میں ہوگا اور ہر خطرناک کام میں پھنس جائے گا۔ رہا صدقہ کا دلیل بننا تو یہ اس لیے کہ وہ ایسی بخیلی سے بچ گیا ہے جو اس کے دل میں تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے ایک لمبی حدیث میں مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو زور لگا کر صبر کرتا ہے، اللہ اسے صبر رہتا ہے اور جسے صبر دے دیا جاتا ہے، اسے اس سے بڑھ کر کسی اور عطاء کی ضرورت نہیں رہتی۔

❁ طبرانی اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''عبادت کی ابتداء میں صبر ضروری ہوتا ہے۔''

❁ ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''دنیا میں زاہد بننا، حلال چیز اور مال ضائع کرنے کو حرام کہنے سے نہیں ہوتا بلکہ ایسے ہوتا ہے کہ اللہ کے قبضے میں چیزوں پر اتنا بھروسہ کرو جتنا اپنے قبضے والی چیزوں پر نہ کر سکو پھر اگر تم مصیبت

میں گرفتار ہو تو اس کے باقی رہنے کی صورت میں اس پر ملنے والے ثواب کا شوق رکھو۔“

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”صبر، آدھا ایمان شمار ہوتا ہے جبکہ یقین پورا ایمان گنا جاتا ہے۔“

❁ امام مسلم مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ”مجھے مومن کے معاملے میں بہت خوشی ہوتی ہے کیونکہ اس کے لیے ہر کام ہی میں بھلائی ہے اور یہ چیز مومن کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں کیونکہ اسے خوشحالی ملتی ہے تو شکر کر لیتا ہے، یہ اس کے لیے بہتری ہے اور اگر تنگی آتی ہے تو صبر کر لیا کرتا ہے، یہ بھی اس کے لیے بہتری ہوتی ہے۔“

❁ ابن ابی الدنیا نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”جب کوئی شخص ناپسندیدہ طریقے پر چل رہا ہو اور اللہ اسے آزمائش میں ڈالے تو یہ چیز اس وقت تک اس کے گناہ کا کفارہ اور پاک کرنے والی بنی رہتی ہے جب تک اترنے والی آزمائش کو کسی اور کی طرف سے نہ سمجھے یا اسے دور کرنے کے لیے اللہ کے علاوہ کسی اور سے دعا نہ کرے۔“

میں کہتا ہوں اس حدیث سے پتہ چلا کہ جو شخص ایسے طریقے پر چلے جو اللہ کو پسند ہے اور پھر وہ مصیبت میں گرفتار ہو جائے تو اس سے اس کے درجے بڑھیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

❁ ابن ماجہ، ابن ابی الدنیا اور ترمذی کے مطابق حضرت سعد رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ سب سے زیادہ آزمائش کس کی ہوئی؟ فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کی اور ان کے بعد مرتبہ کے لحاظ سے درجہ بدرجہ ہوتی ہے، انسان کی آزمائش دین میں ہوتی ہے، اگر وہ دین میں مضبوط ہے تو اس کی آزمائش سخت ہوتی ہے لیکن اس کے دین میں کمزوری ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی آزمائش دین کے لحاظ کرتا ہے چنانچہ جب تک انسان زمین پر چل رہا ہے اور اس سے غلطیاں ہو رہی ہیں، تب تک اس کی آزمائش ہوتی رہے گی۔“

❁ ابن حبان کی روایت یوں ہے ”جس کا دین مضبوط ہے، اس کی آزمائش سخت ہوگی اور جس کا دین کمزور ہوگا، اس کی آزمائش بھی کمزور ہوگی۔“

❁ ابن ماجہ، ابن ابی الدنیا اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”ہماری (انبیاء) آزمائش یونہی سخت ہوتی ہے اور ہمیں دوگنا اجر ملتا ہے۔ اس پر حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! لوگوں میں سے سخت آزمائش کس کی ہوتی ہے؟ فرمایا انبیاء علیہم السلام کی۔ پوچھا پھر کس کی؟ فرمایا علماء کی، پوچھا پھر کس کی؟ فرمایا نیک لوگوں کی چنانچہ ان میں سے کوئی جوؤں کی آزمائش میں آتا ہے اور وہ اسے جان سے مار ڈالتی ہیں، کوئی فقر کی آزمائش میں گھر جاتا ہے اور پھر اس کے پاس گودڑی پہننے کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا اور کوئی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آزمائش پر اتنا خوش ہوتا ہے کہ تم کسی عطاء و بخشش پر اتنا خوش نہیں ہوا کرتے۔“

یہ بات آپ نے اس وقت فرمائی تھی جب حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ آپ کے ہاں حاضر ہوئے تھے، آپ کو سخت بخار تھا، آپ پر مخمل کی چادر ڈالی ہوئی تھی، انہوں نے چادر کے اوپر ہاتھ رکھا اور عرض کی۔ یا رسول اللہ آپ کو بہت زیادہ بخار ہے چنانچہ آپ نے فرمایا تھا کہ ہم پر ایسی ہی سخت آزمائش نازل ہوا کرتی ہے۔“

میں کہتا ہوں کہ حدیث میں جن علماء کا ذکر ہے، ان سے مراد وہ علماء ہیں جو اللہ کو مانتے اور اس کے حکموں پر عمل

کرتے ہیں کیونکہ وہ انبیاء کے وارث ہیں اور صالحین سے مراد وہ لوگ ہیں جو عمل میں علماء جیسے ہوتے ہیں لیکن علم میں ان سے کم درجہ والے ہوتے ہیں جیسے تقلید کرنے والے عبادت گذار وغیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 234

❁ ترمذی، ابن ابی الدنیا اور طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''قیامت کے دن جب آزمائش والوں کو ثواب ملے گا تو دنیا میں تندرست رہنے والے انہیں دیکھ کر کہیں گے کہ کاش ان کے چہرے قینچیوں سے کاٹ دئے جاتے۔''

مصیبت والوں پر ڈھیروں ثواب

❁ طبرانی کی مرفوع روایت یوں ہے فرمایا ''قیامت کے دن شہید کو لا کر حساب کے لیے کھڑا کیا جائے گا، پھر صدقہ کرنیوالوں کو لا کر کھڑا کر دیا جائے گا اور پھر آزمائش والوں کو لایا جائے گا جن کے لیے ترازو نہیں گاڑا جائے گا اور نہ ہی ان کے اعمال نامے کھولے جائیں بلکہ ان پر خوب طرح سے ثواب گرایا جائے گا۔''

❁ ابن ابی الدنیا نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جب اللہ تعالیٰ کسی سے محبت کرتا (یا فرمایا کہ بھرپور محبت کا ارادہ کرتا ہے تو مصیبت کو اس پر خوب اتارتا اور لگاتار اتارتا چلا جاتا ہے اور جب بندہ دعا کرتے ہوئے عرض کرتا ہے کہ ''اے پروردگار!'' تو وہ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے! میں سن رہا ہوں لہٰذا تم جو بھی مانگو گے، میں وہی دوں گا، یا تو جلد دوں گا یا پھر اس کا ثواب اپنے پاس جمع رکھوں گا۔''

❁ امام مالک اور بخاری نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جس کے بارے میں اللہ بھلائی چاہتا ہے تو اس کی آزمائش کرتا ہے۔'' یعنی اس پر مصیبت ڈالتا ہے اور اسے آزمائش میں لے لیتا ہے۔

❁ امام احمد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جب اللہ کسی سے محبت کرنا چاہتا ہے تو ان کی آزمائش کرتا ہے چنانچہ اس پر صبر کرتا ہے تو اسے اس کا اجر ملے گا لیکن جو گھبراہٹ دکھاتا ہے اسے اسی کا اجر ملے گا۔''

ابن ماجہ وغیرہ کی روایت میں یوں ہے کہ ''جو ناراضگی دکھائے گا تو اسے اسی کا اجر ملے گا۔''

مصیبت کی بنا پر ناممکن مرتبہ کا حصول

❁ ابو یعلیٰ اور ابن صبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''آدمی کا اللہ کے ہاں ایک درجہ ہوتا ہے جہاں وہ کسی بھی عمل کے ذریعے پہنچ نہیں سکتا چنانچہ اللہ تعالیٰ کسی ناپسندیدہ چیز کے ذریعے اس کی آزمائش کرتا ہے اور یوں اسے وہ درجہ دے دیتا ہے۔''

❁ امام احمد اور ابویعلیٰ وغیرہ مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''اللہ کے ہاں بندے کے لیے پہلے سے ایک مرتبہ لکھا ہوتا ہے جہاں تک وہ کسی عمل کے ذریعے پہنچ نہیں سکتا چنانچہ وہ اسے جسم، مال یا اولاد کے ذریعے آزماتا ہے اور پھر اسے اس پر صبر دیتا ہے، یوں اسے اس مرتبہ تک پہنچا دیتا ہے جو پہلے سے اس کے لیے لکھا ہوتا ہے۔''

جنتی کی طرف سے آواز خداوندی سننے کی خواہش

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے، میرے بندے کو لے جا کر اس پر مصیبتیں گراؤ، وہ اس پر اللہ کی حمد کرے گا۔ فرشتے واپس آ کر کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار! ہم نے تیرے حکم کے مطابق اس پر بلاء گرائی لیکن وہ کہتا ہے کہ چلے جاؤ کیونکہ میں اس کی آواز خود سننا چاہتا ہوں۔''

❁ امام طبرانی نے بھی مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جب بھی کسی مومن کو تھکاوٹ، بیماری، پریشانی، دکھ، پریشانی جیسی تکلیف پہنچتی اور کانٹا تک بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے اس کی خطائیں مٹا دیتا ہے۔''

❁ مسلم کی مرفوع روایت میں ہے فرمایا ''جس بھی مسلمان کو کانٹا چبھتا یا اس سے زیادہ تکلیف پہنچتی ہے تو اس کے بدلے میں اس کے لیے اک درجہ لکھ دیا جاتا ہے اور ایک غلطی مٹا دی جاتی ہے۔''

❁ ترمذی و حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''مومن مرد اور عورت کی آزمائش اس کے جسم، مال اور اولاد کے ذریعے ہوتی رہتی ہے اور آخر کار وہ اللہ سے ملاقات کرے گا تو اس کے ذمے کوئی بھی گناہ نہ ہوگا۔''

آزمائش چھپانے والے کی بخشش

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جسے مالی یا جانی طور پر آزمایا جائے اور وہ اس آزمائش کو چھپائے رکھے، کسی کو نہ بتاتے تو وہ لازمی طور پر اسے بخش دے گا۔''

❁ ابن ابی الدنیا نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''آزمائش کی گھڑیاں جتنی ہونگی، اتنی ہی گھڑیوں کے گناہ مٹا دئے جائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے انصار کے ایک آدمی کی بیمار پرسی کی، آپ اس پر اوندھے ہوئے اور کچھ پوچھا اس نے عرض کی یا نبی اللہ! میں نے سات سال سے اسے چھپائے رکھا، میرے پاس کوئی نہیں آیا، فرمایا اے بھائی! صبر کرو! تم گناہوں سے یونہی نکل جاؤ گے جیسے اس میں گرفتار ہوئے تھے۔''

❁ امام احمد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جب بندے کے گناہ زیادہ ہوں اور اس کا ایسا کوئی عمل نہ ہو جو انہیں مٹا دے تو اللہ تعالیٰ اسے غم میں مبتلا کر دیتا ہے تا کہ اس کے گناہ مٹا دے۔''

❁ ابن ابی الدینا، طبرانی اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جب مومن کو کوئی تکلیف ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے گناہوں سے یوں صاف کر دیتا ہے جیسے بھٹی، لوہے کے میل کو صاف کر دیتی ہے۔''

❁ ابن ابی الدنیا بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا ''کیا تم یہ چاہتے ہو کو تمہیں کوئی بھی بیماری نہ لگے؟ انہوں نے عرض کی بخدا ہم تو امن و امان چاہتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا اس بات میں تمہارے لیے بھلائی نہیں کہ اللہ تمہیں یاد ہی نہ کرے۔''

❁ ایک اور روایت میں ہے کہ فرمایا تھا ''کیا تم چاہتے ہو کہ سرخ اونٹوں جیسے (قیمتی) ہو جاؤ؟''

❁ امام احمد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جب اللہ تعالیٰ کسی مسلمان بندے کے جسم کو تکلیف دے کر اس کی آزمائش کرتا ہے تو فرشتے سے فرماتا ہے کہ اس کے وہ نیک کام لکھ لو جو یہ کرتا رہا ہے اور اگر اسے شفا دیتا ہے تو اسے دھو دیتا اور پاک کرتا ہے اور اگر اسے پکڑتا ہے تو اسے بخش دیتا اور اس پر رحم فرماتا ہے۔''

❁ ابن ابی الدنیا، طبرانی اور بزار نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا بندے اور عورت کی ہڈیوں اور سر میں درد جاری رہے گا خواہ ان کے ذمے احد پہاڑ جتنے گناہ بھی کیوں نہ ہوں، یہ دونوں بیماریاں اس میں رائی جتنے گناہ بھی نہیں رہنے دیں گی۔''

❁ حضرت رزین عبدری رحمہ اللہ مرفوعاً بتاتے ہیں فرمایا ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے میری عزت و عظمت کی قسم جس بندے کے بارے میں میں چاہوں گا کہ اسے بخش دوں تو اسے اس وقت تک یہاں سے نہ نکالوں گا جب تک اس کی گردن میں پڑے ہر گناہ کا حق پورا نہ لے لوں اور وہ یوں ہوگا کہ اس کے بدن پر بیماری اتاروں گا اور روزی میں تنگی کروں گا۔''

❁ ابن ابی الدنیا نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ ایک رات کے بخار کی بنا پر مومن کی سب غلطیاں اور گناہ مٹا دیتا ہے۔''

❁ انہی کی ایک اور مرفوع روایت یوں ہے فرمایا ''جسے رات بھر بخار ہو، وہ اس پر صبر کرے اور اس کی وجہ سے اللہ پر خوش ہو تو گناہوں سے ایسے نکل جائے گا جیسے اس دن بے گناہ تھا جب اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔''

❁ ابن ابی الدنیا اور طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''بخار جہنم کی تیز گرمی ہوتی ہے اور مومن کو جہنم کا یہی حصہ ملنا ہوتا ہے۔''

❁ امام بزار نے مرفوعاً بتایا ہے کہ ''یہ بخار، مومن کا جہنم میں حصہ بنتا ہے۔''

❁ بخاری و ترمذی نے مرفوع روایت دی ہے فرمایا ''اللہ فرماتا ہے کہ جب آنکھوں کو تکلیف دے کر میں بندے کو آزماتا ہوں اور وہ صبر کر لیتا ہے تو اس کے بدلے میں اسے جنت دیتا ہوں۔''

❁ ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جب میں اپنے بندے کی دونوں آنکھیں چھین لیتا ہوں اور وہ میری حمد کرتا ہے حالانکہ اسے ان سے پیار ہوتا ہے تو میں جنت کے علاوہ اسے کچھ بھی دے کر خوش نہ کرونگا۔''

اندھوں کو بشارت

❁ امام احمد و طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ کسی کی دونوں آنکھیں لے کر

بھی اسے جہنم میں داخل کردے۔"

امام بزار نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "انسان کی سب سے سخت آزمائش اللہ کے ساتھ شریک بنانا ہے اور شرک کے بعد سب سے بڑی آزمائش یہ ہے کہ اس کی آنکھیں نہ رہیں اور جس کی آنکھیں چلی جائیں اور وہ اس پر صبر کرے تو ایسا کسی صورت میں ممکن نہیں کہ اس آزمائش پر اسے بخش نہ دیا جائے۔"

❁ طبرانی کی مرفوع روایت یوں ہے فرمایا "اللہ جس کی آنکھیں لے جائے اور وہ ثواب کی نیت سے اس پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ایسا لازمی کردے گا کہ اس کی آنکھیں جہنم نہ دیکھ پائیں۔"

میں کہتا ہوں حدیث میں موجود الفاظ "حقا علی الله واجبا" کا مطلب یہ ہے کہ یہ کہنا اس بنا پر ہے کہ اللہ کا فضل بندوں پر ہوتا ہی رہتا ہے، اس واجب کا مقصد یہ نہیں کہ وہ دوسروں کو محروم کردے کیونکہ اللہ تعالیٰ بندوں پر لازم کام کی تعریف میں نہیں آتا جیسے عقائد کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "حضرت جبریل علیہ السلام کے مطابق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے جبریل جب میں اپنے کسی بندے کی آنکھیں لے لوں تو اسے اس کے سوا کیا ثواب ملنا چاہیے کہ وہ میرے چہرے کی طرف دیکھے اور میرے گھر میں میرا پڑوسی ہو۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ میں نے (اس حدیث سننے کے بعد) رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو دیکھا کہ آپ کے گرداگرد اس وجہ سے رو رہے تھے کہ ان کی آنکھیں چلی جائیں۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 235

اللہ کے نام کے ذریعے علاج کرنا

حضرت فضیل کے فرمان پر پہاڑ ہلنے لگا

رسولِ اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم مرض اور درد کی جگہ پر اللہ کا نام ذکر کر کے علاج کیا کریں اور طبیب کو صرف اس وقت بلائیں جب اللہ کا نام لینے پر مرض دور نہ ہو سکے جبکہ اللہ کا نام لینے پر مرض دور نہ ہونے کا سبب عقیدہ کی کمزوری ہوتی ہے لیکن اگر اس شخص کا عقیدہ مضبوط ہو تو اللہ کا نام لینے پر بڑا پہاڑ بھی ٹل جایا کرتا ہے جیسے حضرت فضیل بن عیاض اور حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہما کے ساتھ اس وقت ہوا جب وہ ثور پہاڑ پر چڑھے تھے چنانچہ حضرت فضیل نے کہا تھا بندہ جب

اللہ کی فرمانبرداری کرتا ہے تو اللہ کی طرف سے اس کی قبولیت کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ وہ اگر اس پہاڑ کو ہلنے کا حکم دیدے تو وہ ہلنے لگے گا چنانچہ پہاڑ فوراً ہلنے لگا جس پر انہوں نے پہاڑ سے کہا تھا کہ ٹھہر جاؤ، میں تمہیں ہلانا نہیں چاہتا تھا میں نے تمہیں مثال دے رہا تھا۔

شیخ امین کے حکم پر چیزوں کی حرکت

میرے شیخ، شیخ امین الدین (مصر میں جامع غمری کے امام) جب کسی چیز کو ہلنے کا حکم دیتے تو وہ ہلنے لگتی چنانچہ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ آپ نے تین ہاتھ دور پڑی تختی کو یوں حکم دیا ''میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ میرے پاس آؤ'' چنانچہ وہ میرے دیکھتے دیکھتے چل کر شیخ کے پاس آ گئی۔

اس ہدایت پر عمل کرنے والے کے لیے ایسے شیخ کا ہونا ضروری ہے جو اسے اللہ کی تعظیم کرنے کے طریقے سکھائے تاکہ اللہ کا نام لینے پر ہر چیز اس کے کہنے پر چلے کیونکہ اللہ تعالیٰ بندے کے ساتھ اس کی تعظیم جتنا معاملہ کیا کرتا ہے چنانچہ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ سے کسی شخص نے کہا کہ اے آقا! مجھے اللہ تعالیٰ کا ''اسم اعظم'' سکھایئے۔ اس پر آپ نے اسے ڈانٹتے ہوئے فرمایا تھا کہ مجھے اس کا ایسا کوئی نام بتا دو جو چھوٹا ہو، میں تجھے اس کا اسم اعظم بتا دوں گا اور پھر اس کے بعد فرمایا اے بھائی! اللہ کے سارے ہی نام اعظم ہیں لہٰذا تم سچے دل کے ذریعے جو کچھ بھی مانگو گے، لے سکو گے۔

اللہ کے اولیاء میں سے ایک شخص کٹے ہوئے ہاتھ پر تھوک لگا کر اسے جوڑ دیا کرتے تھے چنانچہ ایک شخص کا ہاتھ جوڑا تو اس نے کہا تجھے اللہ کی قسم، مجھے بھی سکھا دو، انہوں نے فرمایا کہ میں صرف بسم اللہ پڑھا کرتا ہوں جس پر اس نے کہہ دیا کہ اتنے سے کام نہیں چل سکتا۔ اتنا کہتے ہی اس کا وہ ہاتھ گر گیا۔

یا اللہ کی بجائے یا حنفی کہہ پانی پر چلنے کی ہدایت

حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ اپنے مریدوں سے فرماتے کہ اگر تمہیں اللہ تعالیٰ سے کوئی ضروری کام ہو تو اللہ کو میرے نام کی قسم دیا کرو، اللہ کے نام کی قسم نہ دیا کرو۔ اس پر اس بارے میں آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو جانتے ہی نہیں لہٰذا وہ ان کی بات پوری نہیں کرتا، اگر جانتے ہوں تو وہ ان کی بات ضرور پوری کرتا چنانچہ سیدی محمد حنفی شاذلی رحمہ اللہ کے ساتھ ایسا ہی واقعہ گذرا تھا۔ وہ اور ان کے ساتھی پانی پر پیدل چل کر مصر سے روضہ تک چلے جایا کرتے تھے، آپ ان سے فرمایا کرتے تھے کہ ''یا حنفی'' کہتے ہوئے میرے پیچھے چلے آؤ لیکن یا اللہ کہنے سے گریز کیا کرو ورنہ غرق ہو جاؤ گے، اسی دوران ان میں سے ایک شخص نے یوں نہ کہا بلکہ یا اللہ کہہ دیا جس پر اس کا پاؤں پھسل گیا اور وہ ڈاڑھی تک پانی میں چلا گیا، شیخ نے اسے دیکھا تو فرمایا اے بیٹے! ابھی تم اللہ کو جانتے ہی نہیں کہ اس کا نام لے کر پانی پر چل سکو لہٰذا کچھ دیر میرے پاس رہو تاکہ تمہیں اس کی تعظیم کرنا سکھاؤں اور پھر اس کے بعد تم درمیانی نام لینا چھوڑ سکو گے۔

اے بھائی! یہ بات ذہن میں رکھو کہ یہ کام اپنے طور پر کرنے سے نہیں آ سکتا بلکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی اسے اپنے مومن بندے کے دل میں ڈالا کرتا ہے اور یوں اس کے دل کو اپنی تعظیم سے بھر دیتا ہے لہٰذا اے بھائی کسی شیخ کے طریقے پر چلو تا کہ تمہیں اللہ کی عظمت و بزرگی کا پتہ چل سکے اور پھر اس کے بعد اپنے آپ یا کسی اور کو اللہ کے نام کے ساتھ ملایا کرو ورنہ اللہ کا نام لے کر دم کرنے پر وہ مرض دور نہ ہو سکے گی کیونکہ اس پر تمہارا نام آیا ہوگا اور ایسا بھی ہوتا رہتا ہے کہ انسان کی دعائیں قبول ہو جایا کرتی ہیں لیکن جب مرض کی مدت میں کچھ وقت ابھی باقی ہوتا ہے تو وہ قبول نہیں ہوتیں اور وہ دم اثر نہیں دکھاتا تا ہم اسے جلد شفاء ہو جاتی ہے جس کی مرض کی مدت پوری ہو گئی ہوتی ہے۔ یہ بات ذہن نشین کر لو۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے جڑی بوٹیاں ہوتی ہیں کہ اس وقت تک کسی بیماری میں اثر نہیں کیا کرتیں جب تک بیماری کی مدت پوری نہیں ہو جاتی چنانچہ ایک شخص جڑی بوٹیاں یا دم استعمال کرتا ہے لیکن اس سے شفاء حاصل نہیں ہوا کرتی، وجہ یہ ہوتی ہے کہ ابھی اس بیماری کی مدت پوری نہیں ہوئی ہوتی۔ اس کے بعد ایک اور شخص آ جاتا ہے جس کی مرض کی مدت پوری ہو چکی ہوتی ہے، وہ انہیں استعمال کرتا ہے تو اسے شفاء ہو جاتی ہے، اس پر وہ کہا کرتا ہے کہ فلاں شے استعمال کرنے سے مجھے بہت جلد شفاء ہو گئی ہے حالانکہ اس میں راز یہ ہوتا ہے کہ اس کی مرض کی مدت پوری ہو چکی ہوتی ہے چنانچہ معلوم ہوا کہ یہ دم کرنا اور بوٹیوں کا استعمال مرض کو صرف گھٹا دیا کرتا ہے، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کرتا، یا تو کسی خاص مرض کو گھٹاتا ہے یا پھر عام مرضوں پر کام کرتا ہے۔

کسی کافر سے علاج کرانا منع ہے

سیدی عبدالقادر دشطوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تک تمہیں دم کرانے سے شفاء حاصل ہو سکتی ہو تب تک کسی حکیم سے علاج کی کوشش نہ کرو ہاں اگر صبر نہ کر سکو تو ایسے موقع پر مجبوراً حکیم سے علاج کرا سکتے ہو بشرطیکہ وہ مسلمان ہو کیونکہ شفاء حاصل کرنے میں حکیم کا دخل ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے مریض کا علاج کرنے کے وقت اللہ کی طرف توجہ کر رہا ہوتا ہے جبکہ یہودی اور نصرانی ایسے نہیں ہوتے کیونکہ ان میں سے ہر ایک اللہ کا دشمن ہوتا ہے اور اللہ کے ہاں ہماری سفارش نہیں کر سکتا۔

یہ وہ بات ہے جو لوگوں میں عام ہو چکی ہے بلکہ علماء اور صالحین بھی یونہی کرتے ہیں، وہ علاج کے لیے یہودیوں کے پاس چلے جاتے ہیں حالانکہ جب کافر حکیم انہیں کہتا ہے کہ پانی استعمال نہ کرو کیوں کہ اس سے تمہاری مرض بڑھ جائے گی تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ کافر کے کہنے پر تیمّم کرنا جائز نہیں تا ہم اگر اس نے کر لیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور پھر علم پڑھاتے ہوئے وہ عام طور پر کہا کرتے ہیں کہ ایک مسلمان کو کافر کے کہنے پر عمل نہیں کرنا چاہیے لہٰذا کسی عقلمند کے لیے یہ مناسب نہیں ہوتا کہ ایسے شخص کو اپنے اور اللہ کے درمیان واسطہ بنائے جس پر اللہ تعالیٰ فوری ناراض ہونیوالا ہوتا ہے یا اس کے مرنے کے موقع پر ہو رہا ہوتا ہے۔

لہٰذا اے بھائی یہودیوں کے ہاں علاج کرانے سے گریز کرو، یہ اللہ سے عہد کو توڑنا ہوگا کیونکہ ''اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے کو چاہے، گمراہ کر سکتا اور جسے چاہے، ہدایت دے سکتا ہے۔''

دشمنِ دین سے علاج میں دین کے خلاف سازش

حضرت علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مشرکوں کے ہاں سے، علاج کرانے کے دوران دین میں خفیہ سازش ہو رہی ہوتی ہے لیکن بیمار کو اس کا علم نہیں ہوتا اور وہ یوں کہ جب آدمی کو اس وقت شفاء حاصل ہو جائے گی جب وہ حکیم کے کہنے کے مطابق علاج کرے گا تو اس کے دل میں مجبوراً اس کافر سے محبت پیدا ہو سکتی ہے چنانچہ وہ اسے دیکھتے ہی اس کا شکریہ ادا کیا کرے گا اور اس کی وہ دشمنی نہیں کر سکے گا جس کا اللہ نے حکم دیا ہوا ہے کیونکہ اس میں اس کی ہمت ہی نہیں ہوگی۔

حضرت علی خواص رحمہ اللہ نے پھر فرمایا کہ اللہ کے اس فرمان پر غور کرو "اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم انہیں خبریں پہنچاتے ہو، دوستی سے، حالانکہ وہ منکر ہیں اس کے جو تمہارے پاس آیا۔" یہاں تم دیکھ رہے ہو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی ہم سے دشمنی کے بارے میں بتا رہا ہے کیونکہ صرف وہی ہمارے دین و ایمان کی خامی کو جانتا ہے چنانچہ فرمایا "اپنے دشمنوں کو" تاکہ ان کافروں سے محبت کرنے میں ہمارے پاس کوئی بہانہ نہ رہے۔ یہ بڑی نفیس گفتگو ہے۔

ہر قسم کے درد کے لیے دعا

❁ امام مالک، امام بخاری و مسلم، ابو داؤد، ترمذی اور نسائی کے مطابق حضرت عثمان بن ابو العاص رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ خود انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاں اس پرانی درد کی بات کی جو انہیں اسلام لاتے ہی شروع ہو گئی تھی، اس پر آپ نے فرمایا "جسم کے اس مقام پر ہاتھ رکھو جہاں وہ درد ہو رہی ہے اور پھر تین مرتبہ (یا فرمایا سات مرتبہ) بسم اللہ کہو پھر اَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَ قُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ

امام مالک کی روایت میں یوں ہے اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میری وہ تکلیف دور کر دی چنانچہ آج تک میں یہ دعا اپنے گھر والوں کے علاوہ دوسروں کو بھی بتاتا چلا آ رہا ہوں۔

❁ ابو داؤد اور ترمذی کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ میرے ہاں تشریف لائے تو مجھے جان سے مار دینے والی درد ہو رہی تھی، یہ دیکھ کر فرمایا کہ اعوذ بعزة لله و قدرته من شر ما اجد سات مرتبہ پڑھ کر دایاں ہاتھ درد والی جگہ پر پھیر دو۔"

ہر بیماری کے لیے دعا

ابو داؤد مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا "جسے خود یا اس کے کسی بھائی کو کوئی تکلیف ہو تو وہ یوں کہے رَبُّنَا اللّٰهُ الَّذِیْ فِی السَّمَاءِ تَقَدَّسَ اسْمُكَ اَمْرُكَ فِی السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ كَمَا رَحْمَتُكَ فِی السَّمَاءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَكَ فِی الْاَرْضِ اغْفِرْلَنَا حُوْبَنَا وَ

خطایانا انت رب الطیبین انزل رحمۃ من رحمتک و شفاء من شفائک علی ھذا الوجع تو اس تکلیف سے بچ جائے گا۔

امام ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جب تمہیں کوئی بھی تکلیف ہو تو تکلیف والی جگہ پر ہاتھ رکھ کر یوں کہو بسم اللہ اعوذ بعزۃ اللہ وقدرتہ من شر ما اجد من وجعی ھذا اور پھر ہاتھ اٹھا لو اور (تکلیف دور نہ ہو تو) دو بار، تین، پانچ یا سات بار ایسا کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 236

جسم سے خون بہنے پر سینگی لگوانا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ جب ہمیں کوئی ایسی بیماری لگے جس کی بنا پر جسم سے خون بہتا ہو تو سینگی نہ لگوانے کی صورت میں بازو یا کسی اور جگہ سے رگ کاٹ کر خون بہا دیں۔

رگ کھولنے میں راز

اصل بات یہ ہوتی ہے کہ یہ دردیں پورے خون میں یوں موجود ہوتی ہیں جیسے ہر جاندار کی منی میں باریک ذرے ہوتے ہیں اور جب خون بہا دیا جاتا ہے تو یہ دردیں بھی اسی کے ساتھ نکل جاتی ہیں اور جب تک خون نہیں نکلتا تو لازمی طور پر یہ بدن میں خرابی کرتی رہتی ہیں اور پھر مریض کو دست لانے والی دواؤں کی ضرورت پڑتی ہے لہٰذا اے بھائی! جب تمہارے سر میں شدید درد ہو یا آنکھوں میں درد (آشوب چشم) ہو تو ناک کے بانسے کی رگ کھولو کیونکہ میں دکھتی آنکھ کی تکلیف دور کرنے میں اس کا تجربہ کر چکا ہوں، یوں وہ خون آنکھ سے فوراً نکل جائے گا اور مریض کو فوری طور پر آرام آ جائے گا۔ ''یہ اللہ کی مرضی کہ سیدھے راستے پر جسے چاہے، چلا دے۔''

❁ بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اگر تمہارے علاج میں کوئی بہتر چیز دکھائی دیتی ہے تو وہ پچھنے لگانے والی چیز کی نوک میں ہوتی ہے، شہد کے گھونٹ میں اور آگ سے داغنے میں ہوتی ہے تاہم میں اسے پسند نہیں کرتا۔''

❁ ابو داؤد اور ابن ماجہ نے مرفوعاً بتایا ہے فرمایا ''جن چیزوں کے ذریعے تم علاج کیا کرتے ہو، ان میں سے اگر کسی میں فائدہ دکھائی دیتا ہے تو وہ پچھنے لگانا ہے۔''

❁ امام حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''مجھے جبریل علیہ السلام نے بتایا ہے کہ لوگ جن چیزوں کے ذریعے علاج کرتے ہیں، ان میں سب سے پسندیدہ علاج پچھنے لگوانا ہے۔''

❁ امام مالک رحمہ اللہ بتاتے ہیں فرمایا ''اگر کوئی دوائی بیماری تک پہنچ سکتی ہے تو وہ پچھنے لگوانا ہے۔''

❁ ابو داؤد، ابن ماجہ اور ترمذی کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی خادمہ حضرت سلمی رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ آپ کے پاس جب بھی کوئی سر درد کی شکایت کرتا تو فوراً فرماتے فصد کھولو (یا پچھنے لگواؤ) اور پاؤں میں درد والا حاضر ہوتا تو فرماتے انہیں (خون سے) رنگ دو۔''

شب معراج فرشتوں کی طرف سے رگ کھولنے کا مشورہ

❁ امام ترمذی مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''معراج کی رات میں فرشتوں کے ہمراہ جہاں جہاں سے گذرتا گیا، سب یہی کہتے رہے کہ اپنی امت کو رگ چھوڑنے کا حکم فرماؤ۔''

❁ حاکم کی روایت میں ہے فرمایا ''شب معراج میں فرشتوں کے ہمراہ میں جہاں سے گذرتا تو سب یہی کہتے تھے اے محمد! رگ چھڑانے والی بات پلے باندھ لو۔''

❁ ترمذی کے مطابق حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تین نوجوان حجام تھے، دو صبح کے وقت آپ اور آپ کے گھر والوں کے ہاں آتے جن میں سے ایک آپ کو اور آپ کے اہل کو پچھنے لگاتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بتاتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''پچھنے لگانے والا شخص بہت اچھا ہوتا ہے، خون نکال دیتا ہے، پیٹھ ہلکی کر دیتا ہے اور آنکھوں سے تکلیف دور کرتا ہے۔''

پچھنے لگوانے کی تاریخیں اور چار بہترین علاج

❁ آپ ہی بتاتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ''تمہارے لیے پچھنے لگوانے کی خاطر چاند کی سترہ، انیس اور اکیس تاریخیں بہتر ہیں۔'' پھر فرمایا ''سب سے بہتر علاج ناک اور گلے میں دوائی چڑھانا اور ٹپکانا، پچھنے لگوانا اور پیدل چلنا ہوتا ہے۔''

گلے میں دوائی ٹپکانا سنت ہے

پھر حضرت عباس اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کے گلے میں دوائی ٹپکائی تو آپ نے فرمایا میرے گلے میں دوائی کس نے ڈالی ہے؟ اس پر سب خاموش رہے، آپ نے فرمایا ''گھر میں جو بھی موجود ہے ان میں سے آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے علاوہ سب کے گلے میں دوائی ٹپکاؤ۔''

پچھنے لگوانے کی مسنون جگہ

❁ ترمذی اور ابو داؤد کے مطابق حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اکرم ﷺ گردن کے دونوں پہلوؤں کی رگوں اور دونوں کے درمیان پچھنے لگوایا کرتے اور یہ کام (چاند کی) سترہ اور انیس تاریخ کو کرتے۔"

❁ حاکم اور ابو داؤد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "جو مہینے (چاند کی) سترہ تاریخ کو پچھنے لگوائے تو وہ ہر بیماری سے بچا رہے گا۔"

❁ امام ابو داؤد نے اس میں اتنا اور بڑھایا ہے "جو شخص سترہ، انیس اور اکیس تاریخ کو پچھنے لگوائے تو وہ ہر بیماری سے بچا رہے گا۔"

❁ حضرت رزین عبدری بتاتے ہیں کہ جب چاند کی سترہ تاریخ منگل کو آئے تو اس کے ذریعے پچھنے لگوانے والے کے سال بھر کا علاج ہو جائے گا۔" (حافظ منذری فرماتے ہیں کہ میں نے حدیث کی کسی اصل کتاب میں یہ بات نہیں دیکھی۔

❁ ابو داؤد کے مطابق حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ اپنے گھر والوں کو منگل کے دن پچھنے لگوانے سے روکتے تھے کیونکہ وہ یہ بات نبی کریم ﷺ کے اس فرمان سے سمجھے تھے "منگل کا دن خون بہانے کا ہوتا ہے اور اس میں ایک گھڑی ایسی ہوتی ہے جس میں خون نہیں بہتا۔"

پچھنے لگوانے کا بہتر وقت اور فائدے نیز کوڑھ اور برص کے لیے خاص دن

❁ ابن ماجہ کے مطابق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اے نافع! میرا خون جوش مار رہا ہے لہٰذا میرے لئے کوئی پچھنے لگانے والا لاؤ ہو سکے اسے دوست بناؤ یہ بوڑھا اور چھوٹا بچہ نہ ہو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سن رکھا ہے۔ "حجامت (پچھنے) کا بہتر وقت نہار منہ ہوتا ہے، اس میں برکت اور شفاء ہوتی ہے، یہ عقل بڑھاتی ہے اور یادداشت (حافظہ) کو تیز کرتی ہے چنانچہ اللہ کا نام لے کر جمعرات کو پچھنے لگوایا کرو، بدھ، جمعہ، ہفتہ اور اتوار کو لگانے سے گریز کرو پھر پیر اور منگل کو لگوا لو کیونکہ یہی وہ دن تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو تندرستی دی تھی جبکہ بدھ کے دن انہیں آزمائش میں ڈالا تھا کیونکہ کوڑھ اور برص (پھلبہری) کی بیماریاں بدھ کی رات اور دن ہی میں تیزی سے آتی ہیں۔"

میں کہتا ہوں امام طبرانی وغیرہ مرفوعاً لکھتے ہیں کہ "بدھ کا دن ہمیشہ بدقسمتی کا ہوتا ہے۔"

❁ انہی سے ایک اور روایت ہے فرمایا "مہینے کے آخر میں آنے والا بدھ کا دن ہمیشہ بدقسمتی کا ہوتا ہے۔"

❁ ابو داؤد نے مرسل روایت لکھی ہے "جو شخص بدھ یا ہفتہ کے دن پچھنے لگوائے اور پھر اسے پھلبہری ہو

جائے تو پھر اپنے آپ ہی کو بُرا بھلا کہے۔''

حاکم نے مرفوع روایت لکھی ہے ''جب سخت گرمی ہو تو پچھنے لگوانے سے کام لو اور کسی کا اتنا خون نہ بہے کہ اسے ہلاک کر دے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 237

بیمار پرسی کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم بیمار پرسی کیا کریں اور بیمار سے دعا کرایا کریں تا کہ آپ کے اس فرمان پر عمل ہو سکے ''بیماروں کی بیمار پرسی کیا کرو۔'' تاہم ثواب اور اللہ سے بدلہ لینے کی نیت سے ایسا نہ کرے کیونکہ بندے کے پاس تو کچھ ہے ہی نہیں جس کے ذریعے وہ اللہ سے کچھ مانگے اور یہ خیال نہ کرے کہ اس نے اپنی بیمار پرسی کرنیوالے کی برابر بیمار پرسی کر دی ہے خواہ وہ اس کی طرف ہزار مرتبہ ہی کیوں نہ جائے ہاں اللہ کے فضل و کرم اور احسان کی بنا پر ثواب کی نیت کر سکتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کا اجر ضائع نہیں کرتا یا پھر یہ خیال کر لے کہ دکھلاوے کے طور پر اس سے برابری کر رہا ہے حقیقی طور پر نہیں اور ایسا کر سکتا ہے لیکن ثواب مانگنے میں ایک پیچیدگی ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کے اچھے عمل کی بنا پر اجر ضائع نہ کرنے کا وعدہ کر رکھا ہے اور ایسا کون شخص ہے جو یہ دعویٰ کرے کہ اس کا عمل اچھا ہے اور اس کی وجہ سے وہ ثواب مانگتا ہے لہٰذا اللہ کے سامنے بندے کا اپنے آپکو نہایت گھٹیا بنانا لازم ہے۔ اس سوال کا جواب باطنی علم سے تعلق رکھتا ہے جسے کتاب میں نہیں لکھا جا سکتا ہے۔

میں نے بہت سے ایسے فقیر دیکھے ہیں جو اس وقت تک کسی مریض کی بیمار پرسی کرنے نہیں جاتے جب تک انہیں اپنے طور پر یہ پتہ نہیں چل جاتا کہ اللہ تعالیٰ مریض کی مرض دور کرنے میں ان کی دعا قبول کر لے گا یا اس مرض کو ان کی طرف یا سمندر کے مگرمچھوں اور نقصان دینے والے وحشی جانوروں کی طرف بھیج دے گا ورنہ وہ اس کے لیے ان کے پاس پہنچے بغیر وہیں سے دعا کرتے ہیں اور اس بارے میں یہ حدیث سامنے لاتے ہیں ''محبت کرنے اور آپس میں رحم دلی دکھانے کے لیے مومنوں کو ایک جسم بن جانا چاہیے کہ جب اس کے ایک عضو میں تکلیف ہو تو پورا جسم بخار اور بیدار ہونے میں گھر جائے۔'' جبکہ ہم میں یہ ہمت نہیں ہوتی کہ ہم اس بھائی کی بیماری میں برابر کے حصہ دار بن جائیں یا اس بیماری کو کسی اور کے پاس لے جا سکیں یا اس بیمار سے اسے ہلکا ہی کر دیں، اگر اللہ تعالیٰ ہم میں یہ طاقت پیدا کرے تو ہم اس کے پاس جائیں۔ دراصل ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں جن کا حال صحیح سلامت رہتا ہے جبکہ لوگوں کے لئے جانے پہچانے طریقے اور سنتِ محمدی پر عمل کرنا بہتر ہوتا ہے کیونکہ یہ خفیہ طور پر بیماری دور کر دیتی ہے اور پھر کبھی یہ لوگ ان لوگوں کا دل توڑتے ہیں

جو اس کی بیمار پرسی نہیں کرتے یا بیمار پرسی نہ کرنیکی وجہ سے انہیں غمگین اور پریشان کرتے ہیں اور وہ کہتا ہے کہ اگر انہیں میرے زندہ رہنے کا پتہ چل جائے تو میرے پاس آ کر بیمار پرسی کرتے جبکہ مریض کے پاس پہنچنا اس حدیث پر عمل کرنے کے لیے شرط ہے کہ ''جب تم کسی بیمار کے پاس جاؤ تو اسے موت کے بارے میں تسلی دو کیونکہ یہ بات اسے پسند آئے گی۔ چنانچہ حضور شارع علیہ السلام یہ چاہتے ہیں کہ ہم کسی شرط کے بغیر مریض کے پاس جائیں اور پھر اسے تسلی دینے کا حکم فرمایا ہے کہ اس سے یوں کہو ''تم ٹھیک ٹھاک ہو، خیر و عافیت ہے، ڈرنے کی ضرورت نہیں۔'' لیکن توبہ و استغفار سے غفلت نہ کرو کہ اللہ تمہاری توبہ ابھی قبول فرمائے گا کیونکہ جس کام سے تم توبہ کر رہے ہو اس وقت تمہارے اندر اسے کرنے کی ہمت نہیں اور شریعت کا قاعدہ یہ ہے کہ خوشحال شخص پر تنگ حال کا اثر نہیں پڑتا چنانچہ جو شرط ان مشائخ نے لگائی ہے وہ اس بنا پر ہے کہ مرض کا بوجھ خود اٹھائیں اور مریض کو ہلکا کریں کیونکہ اس کا بوجھ اٹھانے کی تکلیف اس کے پاس جانے سے نہ روکے جیسے علماء کہتے ہیں کہ جب کسی شخص کو قرآن میں سے کچھ بھی حفظ نہ ہو تو اتنا ہی پڑھ لے، جتنا اسے یاد ہو۔''

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی مریض کی بیمار پرسی کو جائے تو مناسب یہ ہوتا ہے کہ وہ ظاہری اور باطنی گناہوں میں پھنسا ہوا نہ ہو کیونکہ گناہگار لوگوں کی دعا قبول ہونے کے موقع پر آگے پردہ آ جاتا ہے۔

لہٰذا اے بھائی! حضور شارع علیہ السلام کا حکم ماننے کی خاطر بیمار پرسی کیا کرو اور یہ خواہش نہ رکھو کہ تمہارے بیمار ہونے پر برابر وہ بھی ایسا کرے گا بلکہ اس وقت تمہیں خوش ہونا چاہئے جب کوئی بھی تمہاری بیمار پرسی نہ کرے کیونکہ یہی کمزوری ہی تمہارے کام آسکتی ہے جبکہ ایسا کوئی نہیں جو تمہاری طرف سے انہیں بدلہ دے سکے۔ واللہ غفور رحیم۔

پھر اگر تم عالم یا کسی آستانے کے شیخ بن جاؤ تو کسی ایک مریض کی بیمار پرسی کے لیے تکبر نہ کرو بلکہ ہر مسلمان کی بیمار پرسی کرتے چلے جاؤ خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا، مالدار ہو یا فقیر اور کاروباری ہو یا حکمران لیکن اس میں نیت درست رکھنے کی ضرورت ہے اور وہ یوں کہ تم کسی مسلمان فقیر کی بیمار پرسی کے وقت اس پر اپنی عظمت نہ دکھاؤ کہ لوگوں کی نظروں میں اپنے آپکو بزرگ اور اسے حقیر جانو کیونکہ اگر تم تکبر کے طور پر اپنے آپ کو بڑا سمجھو گے تو گناہگار ہو جاؤ گے اور سنت سے بہت زیادہ بھٹک جاؤ گے البتہ آگے جا کر ثواب حاصل کرنے کے لیے یہ شرط بتائی جا رہی ہے کہ وہ ثواب کی نیت کرے۔ واللہ اعلم

میں نے لوگوں سے نفرت کرنے والے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ صرف عوام کی زیارت اور بیمار پرسی کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ جب ہم ان کی زیارت یا بیمار پرسی کرتے ہیں تو چونکہ ہم عظیم لوگ ہیں لہٰذا انہیں تسلی ہو جاتی ہے چنانچہ میں نے اسے اس کی خامی بتائی تو اس نے اللہ سے توبہ کر لی اور پھر اس سے کہا کہ کسی شیخ سے راہنمائی لو جو تمہیں اپنے عملوں پر بھروسے سے روکے، وہ مان گیا چنانچہ اس پر بہت کرم ہو گیا اور پھر اس سارے خلوص پر اللہ سے معافی مانگی جسے وہ طریقت والوں کے ساتھ مل کر بیٹھنے سے پہلے کیا کرتا تھا۔ اس پر اللہ کا شکر ہے۔

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''مسلمان کے دوسرے پر پانچ حق ہیں چنانچہ ان میں سے ایک یہ بتایا مریض کی بیمار پرسی کیا کرو۔''

❁ ترمذی اور نسائی نے مرفوعاً لکھا ہے ''مسلمان کے دوسرے پر چھ حق ہیں پھر ان میں اس ایک کا ذکر کیا

''جب بیمار ہوتو اس کی بیمار پرسی کرو۔''

❀ امام مسلم کی مرفوع حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا اے ابن آدم! میں بیمار تھا تو تو نے میری بیمار پرسی نہ کی، وہ عرض کرے گا کہ تو تو سارے جہانوں کو پالنے والا ہے تو تمہاری بیمار پرسی کیسے کرسکتا تھا؟ وہ فرمائے گا کیا تو نہیں جانتا کہ فلاں شخص بیمار ہوا تھا لیکن تو نے اس کی بیمار پرسی نہ کی تھی، کیا تیرے علم میں یہ بات نہ تھی کہ اس کی بیمار پرسی کے موقع تو مجھے وہیں دیکھتا۔'' (الحدیث)

❀ امام احمد، بزار اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''بیماروں کی تیمار داری کرو اور جنازوں کے ساتھ ملو کیونکہ یہ تمہیں آخرت یاد لائیں گے۔''

❀ ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے ''پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ جو شخص انہیں کرتا رہے تو اس کے بارے میں لکھ دیا جائے گا کہ یہ جنتی ہے، بیمار کی بیمار پرسی کرنے والا، جنازہ میں شامل ہونے والا، ایک دن روزہ رکھنے والا، جمعہ کی طرف جانے والا اور غلام آزاد کرنے والا۔''

میں کہتا ہوں کہ اگر کسی کے لیے غلام آزاد کرنا مشکل ہو تو دس مرتبہ یوں پڑھ لے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ کیونکہ یہ غلام آزاد کرنے کا مرتبہ رکھتی ہے جیسے حدیث میں آتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم

❀ ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص کسی بیمار کی بیماری پرسی کرے تو کوئی آسمان سے آواز دے رہا ہوتا ہے خوش رہو، تمہارا طریقہ پیارا ہے اور تم جنت میں جگہ لے چکے ہو۔'' ابن حبان کہتے ہیں کہ ''خوش رہو'' اللہ کا فرمان ہے۔

❀ ابوداؤد مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص خوب اچھی طرح سے وضو کرے اور صرف ثواب کی نیت کرکے اپنے مسلم بھائی کی بیمار پرسی کرے تو اسے جہنم سے ستر خریف دور کردیا جائے گا۔'' خریف سے مراد ایک سال کا سفر ہے۔

❀ امام ترمذی فرماتے ہیں ''جو مسلمان صبح سویرے اپنے مسلمان بھائی کی بیمار پرسی کرتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعائیں کرتے رہتے ہیں اور اگر رات کو بیمار پرسی کرے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعائیں کرتے رہتے ہیں اور جنت میں اسے خریف ملے گا۔''

❀ ابن ماجہ کی مرفوع روایت ہے ''جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی بیمار پرسی کرتا ہے تو وہ جنت کے خزانہ میں چلے پھرے گا اور آخر کار بیٹھ جائے گا اور جب بیٹھے گا تو اللہ کی رحمت اسے ڈھانپ لے گی۔''

''خرافۃ الجنۃ'' سے مراد وہاں کے پھل لینا ہے چنانچہ آپ نے مریض کی بیمار پرسی کرنے والے کو یوں گنا جیسے پھل لینے والا ہوتا ہے۔

میں بتاتا چلوں امام احمد وطبرانی کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! یہ اجر تو اس صحیح شخص کے لیے ہے جو بیمار پرسی کرتا ہے تو اس بیمار شخص کو کیا ملے گا جو بیمار پرسی کیا کرے فرمایا کہ ''اس کے گناہ مٹا

دیے جائیں گے۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جب کوئی شخص تین دن تک بیمار رہے تو وہ گناہوں سے یوں بچ گیا ہوگا جیسے ماں کے ہاں پیدا ہونے والا بچہ اس دن بچا ہوتا ہے۔''

بیمار سے دُعا کراؤ، شفا ہوتی ہے

❁ ابن ماجہ مرفوعاً لکھتے ہیں ''جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو اس سے کہا کرو کہ تمہارے لیے دعا کرے کیونکہ اس کی دعا فرشتوں ہی کی طرح (قبول) ہوتی ہے۔''

میں بتاتا چلوں کہ فرشتوں کی دعا اس لئے ٹالی نہیں جاتی کیونکہ وہ معصوم ہوتے ہیں، یونہی اس شخص کی بھی قبول ہوتی ہے جو گناہ کرنا چھوڑ دے لہٰذا جس کی دعا قبول نہ ہو سکے تو پھر وہ اپنے آپ ہی کو برا گنے کیونکہ اللہ تعالیٰ بندے کے ساتھ اتنا ہی ہوتا ہے جتنا وہ اللہ کے ساتھ ہوتا ہے چنانچہ جب وہ بندے کو حکم دے اور وہ نہ مانے تو اللہ بھی ایسے ہی کرتا ہے کہ وہ دعا کرے تو وہ قبول نہیں فرماتا۔ ''اس میں معاملہ برابر ہوگیا۔'' واللہ اعلم

❁ طبرانی میں مرفوعاً ہے ''بیماروں کی بیمار پرسی کیا کرو اور ان سے کہا کرو کہ تمہارے لیے دعا کریں کیونکہ بیمار کی دعا قبول ہوتی ہے اور اس کے گناہ بخش دئے جاتے ہیں۔''

❁ ابن ابی الدنیا کی روایت مرفوعہ یوں ہے ''مریض کی دعائیں اس وقت تک نہیں ٹالی جاتیں جب تک وہ بیمار رہتا ہے۔'' یعنی جب وہ اللہ کی بے فرمانی کرتا ہے لیکن اگر نہیں کرتا تو دعا قبول ہونے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 238

بیمار کی خاطر مسنون دعائیں کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم مریضوں کے لیے وہ دعائیں کیا کریں جو حدیثوں میں آئی ہیں، یوں ہی مریضوں سے بھی کہا کریں کہ ہمارے لیے حدیث میں آئی دُعائیں کریں، کوئی دعا اپنی طرف سے بنا کر نہ کریں کیونکہ یوں جب ہم ان مسنون دعاؤں کو بے کار کر دیں گے تو یہ چیز حضور شارع علیہ السلام کی بے ادبی بنے گی۔

میں نے ایک عارف شخص کی کتاب میں لکھا دیکھا ہے کہ ''جو شخص مسنون دعاؤں کے علاوہ کوئی اور دعا کرے تو

مجبور شخص کے علاوہ کسی بھی شخص کی دعا قبول نہیں ہوا کرتی لیکن اگر وہ مجبوری کے علاوہ دعا کرے تو قبول نہ ہوگی۔ اس پر اس عارف سے کہا گیا کہ کئی حدیثیں تو اس پابندی میں نہیں آتیں، انہوں نے کہا کہ ایسی حدیثوں کو بھی پابند سمجھا جائے گا اور پھر ان دعاؤں کو چھوڑنے کی ضرورت ہی کیا ہے جنہیں پوری مخلوق میں اللہ سے انہوں نے کیا ہے جو اللہ کو سب سے زیادہ جانتے ہیں اور اس کا ادب سب سے زیادہ کرتے ہیں۔ لہٰذا انہیں چھوڑ کر اس شخص کی تیار کی ہوئی دعا کرنی اچھی نہیں جس میں ادب کم ہے اور ان کا معنی بھی مختصر ہے تھوڑا ہی فائدہ ہو اور پھر اس کے معنے بھی مختصر ہوں۔

مسنون دعائیں گویا وحی ہوتی ہیں، صرف انہی پر زور

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ حدیث میں موجود دعا کرنیوالے کی دعا صرف اس لیے قبول فرماتا ہے کہ وہ گویا وحی ہوتی ہے اور وحی اللہ کی سنت ہوتی ہے چنانچہ ایک صفت، صفت والے سے دعا کر رہی ہوتی ہے جبکہ وحی کے علاوہ ایسا نہیں ہوتا لہٰذا اے بھائی اپنے دل پر زور ڈالو اور مریض کے لیے ملنے والی مسنون دعائیں یاد کرو اور مریض سے بھی کہو تاکہ اس معاملے میں سنت طریقے پر چلنے والے بنو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

❁ ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص کسی ایسے مریض کی بیمار پرسی کرے جس کی ابھی (بظاہر) موت قریب نہ ہو اور اس کے پاس یوں پڑھے اَسْاَلُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَّشْفِیَکَ تو اللہ تعالیٰ اس بیمار کو شفاء دے دیتا ہے۔

دعا میں اللہ کی طرف سے بندے کی تصدیق

❁ ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کی اس بات کو سچ بناتے ہوئے فرماتا ہے (واقعی) میرے علاوہ کوئی بھی معبود نہیں اور میں سب سے بڑا ہوں اور جب وہ کہتا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ تو وہ فرماتا ہے کہ میرے علاوہ کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں، میں تنہا ہی ہوں اور جب وہ کہتا ہے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ تو اللہ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا (واقعی) میرے علاوہ کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں، میں تنہا ہوں اور میرا کوئی شریک نہیں اور جب وہ کہتا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں، بادشاہی صرف میری ہے اور صرف میری ہی تعریف ہوتی رہتی ہے اور جب وہ کہتا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ تو اللہ فرماتا ہے (واقعی) میرے علاوہ اور کوئی بھی عبادت کرانے کا حق دار نہیں اور میرے علاوہ نہ تو کوئی اور جگہ جا سکتا ہے اور نہ کسی کے پاس طاقت ہے پھر آپ نے فرمایا کہ جو شخص بیماری کے دوران یہ دعا پڑھے اور فوت ہو جائے تو جہنم کی آگ اسے چھو بھی نہ سکے گی۔''

مریض کی شفاء کے لیے دعا

❁ ابن ابی الدنیا مرفوعاً لکھتے ہیں ''جو بھی مریض پڑھے سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسُ الرَّحْمٰنِ الْمَلِكِ الدَّیَّانِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ مُسَكِّنِ الْعُرُوْقِ الضَّارِبَۃِ وَ مُنَیِّمِ الْعُیُوْنِ السَّاهِرَۃِ تو اللہ اسے شفا دیتا ہے۔

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو اس سے کہا کرو کہ تمہارے لیے دعا کرے کیونکہ اس کی دعا قبول ہونا ہوتی ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 239

مریض کے ہاں وصیت میں وارثوں سے انصاف

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ جب ہم کسی مریض کے پاس اس کی وصیت لکھیں تو انصاف سے کام لیں اور کسی وارث کو نقصان نہ پہنچائیں۔

مقرر جگہ پر دفن ہونے کی وصیت منع ہے

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کسی شخص کے لیے یہ مناسب نہیں کہ کسی مقرر جگہ پر دفن ہونے کی وصیت کرے ہاں اگر اللہ تعالیٰ اسے دل کی آنکھوں سے صحیح طور دکھا دے (جو مٹ نہ سکے) کہ وہ جگہ بالکل وہی ہے جہاں سے کچھ مٹی لے کر اس کی ناف پر اس کی پیدائش کے دن ڈالی گئی تھی اور پھر اس فرشتے کو بھی پہچانے جس نے وہ ڈالی تھی تو پھر ایسی وصیت کر سکتا ہے۔

میرے بھائی افضل الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی اس مٹی کو جانتا ہوں جو میرے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی کے ساتھ گوندھی گئی تھی اور میری روح اس مقام کو اب تک دیکھ رہی ہے۔ اس پر میں نے عرض کی میں آپکو اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ مجھے بھی وہ جگہ بتا دیں۔ انہوں نے کہا کہ بدر کے مقام پر مسجد غمام کے قریب حاجیوں کی منزل کے دائیں طرف ہے۔

جب آپ کے وصال کا وقت آیا تو وہاں تک پہنچے اور وہیں دفن ہوئے اور ویسے ہی ہوا جیسے انہوں نے کہا تھا۔ پھر ان کی والدہ نے ان کے وصال کے بعد مجھے بتایا کہ انہوں [illegible]

موت اور بدر کے مقام پر دفن ہونے کا رقعہ آج ہی اترا ہے۔

وہ کہتی ہیں کہ اس پر میں نے دل میں کہا کہ میرا لڑکا اسی سال فوت ہو رہا ہے کیونکہ میں نے اسے جھوٹ بولتے نہیں دیکھا، چنانچہ اسی سال انہوں نے بیماری کی حالت میں مکہ کو سفر کیا تو لوگوں نے کہا کہ آپ جیسوں پر حج نہ تو لازم ہے اور نہ ہی اجماعی طور پر مستجب ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں یہ سفر حج کے لئے نہیں کر رہا بلکہ اپنی قبر کے لیے کر رہا ہوں چنانچہ وہ ذھاب میں بیمار ہو گئے اور بدر سے ایک مرحلہ پہلے ہی فوت ہو گئے اور انہیں بدر کے مقام لے جایا گیا چنانچہ یہ ایسے شخص میں جو منبر مقام پر دفن ہونے کی وصیت کر سکتے ہیں۔

ایک شخص نے حضرت علی خواص سے کہا دستور یہ ہے کہ ہم آپ کے دفن کی وہ جگہ بنا دیں جس میں آپ کو دفن کریں۔ انہوں نے کہا ہمیں زندگی میں اللہ کے ساتھ اختیار حاصل نہیں تو موت کے بعد اس سے اپنی بات کیسے منوا سکیں گے۔

جب آپ فوت ہوئے اور ہم ان کا جنازہ لے کر مصر میں جامع حاکم کی طرف چلے تو جنازے کی نماز کے دوران اتنی بارش ہو رہی تھی جیسے مشکیزے کا منہ کھل گیا ہو۔ اس دوران میں نے اپنے بھائی افضل الدین سے کہا تمہارے خیال میں انہیں کہاں دفن کرنا ہے؟ انہوں نے کہا کہ باب الفتوح کی باہر کی طرف شیخ برکات کے پہلو میں دفن کریں گے اسی دوران ان کے دفن میں دیوان کے ساتھیوں میں سے بڑے، شیخ شرف الدین صغیر رکاوٹ بن گئے اور کہنے لگے کہ ان کا دفن میری نگرانی میں امام شافعی رحمہ اللہ کے پاس ہوگا اور اس پر بہت سے لوگوں نے ان کی تائید کی، اسی دوران میرے بھائی افضل الدین نے کہا آپ بولیں نہیں کیونکہ اگر ان کے ساتھ حضرت سلیمان علیہ السلام کا جن بھی ہو تو انہیں کوئی بھی قرافہ کی طرف نہیں لے جا سکے گا چنانچہ ویسے ہی ہوا جیسے انہوں نے کہا تھا چنانچہ تیز طرار کئی لوگ مل کر ان کا تابوت چھین کر باب الفتوح کی طرف لے گئے۔ حضرت سیدی علی اور میرے بھائی افضل الدین نے قبر پر گنبد کو ناپسند کیا اور لکڑی کے تابوت پر پردہ ڈال دیا گیا جیسا کسی موقع پر کسی اکا دکا بندے کے لیے ہوتا ہے، انہوں نے کہا کہ یہ کام انبیاء اور ان کے قریبی بڑے اولیاء کی خاطر کیا جاتا ہے، رہے ہم تو ہمارا دفن کا مقام راستوں میں لوگوں کے جوتوں کے نیچے ہونا چاہیے۔

میرے بھائی افضل الدین نے نائب مصر کے پاس ایک مجذوب آیا دیکھا جس نے ان سے کہا کہ میرے لیے ایک ڈیرہ اور گنبد تیار کراؤ۔ اس پر اس نے کہا کہ ان دنوں مر جانا اچھا ہے، جب مجذوب لوگ اس برے دور میں شہرت پسند کرنے لگے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ ظالم لوگ ان کے لیے ڈیرہ کی عمارت بنائیں حالانکہ وہ چند اولیاء میں شامل ہیں تو ہمارا حال کیا ہوگا جن کے لیے آزمائش ان کے جوتے کے تسمے سے بھی قریب ہے۔

مزار پر گنبد کی حیثیت

حضرت سیدی محمد بن عنان، سیدی ابو العباس غمری اور سیدی معمر بن منیر رحمہم اللہ ایسے فقیر کو سختی سے ڈانٹتے تھے جو اپنے لیے قبر بناتا یا اپنی زندگی میں اس پر گنبد بنواتا اور فرمایا کرتے کہ یہ سب کچھ نفسانی خواہشات کا بچا کھچا حصہ ہے۔

رہی یہ بات کہ لوگوں کو جنازے میں شامل ہونے کی وصیت کی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ اپنے بھائی

بندوں کو وصیت کرے کر کے اپنے جنازے میں بلائیں اور اس میں نیت یہ ہو کہ اس کے گناہوں کی سفارش کے لیے زیادہ سے زیادہ لوگ اکھٹے ہو جائیں، اس کے علاوہ کوئی اور نفسانی نیت نہ کرے۔

اگر ایسے شخص کے لیے عام طور پر جنازے کی جگہ کم ہو تو اپنے نماز جنازہ کے لیے کھلی جگہ کی وصیت کر دے جس کا مقصد لوگوں کی پریشانی اور بھیڑ میں کمی ہو اس کے علاوہ کوئی اور نیت نہ ہو۔

اس بات کو ذہین نشین کر لو اور اس پر عمل کرو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

بروقت وصیت کرنا ضروری ہے

❁ امام بخاری و مسلم مرفوعاً لکھتے ہیں کسی مسلمان کے لیے یہ حق نہیں کہ اس کے پاس وصیت کے قابل مال ہو پھر وہ دو یا تین راتیں گذار دے لیکن وصیت لکھ کر اپنے پاس نہ رکھے۔"

میں کہتا ہوں کہ "کسی مسلمان کو یہ حق نہیں" کا مطلب یہ ہے اسے یہ حق نہیں پہنچتا کہ نفع نقصان کی وصیت لکھے بغیر دو یا تین راتیں گذارے۔

یہ کام بہت کم لوگ کرتے ہیں چنانچہ مریض کے ساتھی اسے وصیت کے بارے میں کہنے سے حیاء کرتے ہیں کیونکہ اس سے اسے گھبراہٹ ہو سکتی ہے جبکہ اس وقت مریض کو موت کا خیال تک نہیں ہوتا جیسے کہ اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔ وہ کہا کرتے ہیں کہ مریض موت کی کمزوری کے علاوہ ہر کمزوری پر موت سے خوف کھاتا ہے چنانچہ اس میں اس کی امید لمبی ہو جاتی ہے اور نصیحت کرنا ایمان ہوتا ہے اور جس شے کے بارے میں ماؤں سے زیادہ پیار کرنے والے حضور شارع علیہ السلام نے حکم فرمایا ہے، اسے کسی کے دل کی تسلی کے لیے چھوڑنا جائز نہیں اور کئی ایسے لوگ ہیں کہ ان کے وصیت چھوڑنے کی وجہ سے مردوں کے ذمے چیزیں رہ گئیں اور وہ اپنے عزت والے مقام میں بند ہو گئے اور اسی دوران ان کے قرض لینے والے فوت ہو گئے اور کبھی وارث اس مال پر بخیل ہو جاتے ہیں جو ان کے قبضے میں ہوتا ہے چنانچہ وہ اس کی طرف سے اسے ادا نہیں کرتے چنانچہ برزخ میں قیامت تک کے لیے قید ہو جاتے ہیں لہٰذا اللہ اور اس کے رسول ﷺ اس مریض کے مقابلے میں فرمانبرداری کے زیادہ حقدار ہیں جس کے بارے میں موت کا ڈر ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

❁ ابن ماجہ مرفوعاً لکھتے ہیں "جو شخص وصیت کر کے فوت ہو تو ایسے ہوگا جیسے کوئی فی سبیل اللہ جہاد اور سنت پر عمل کرتا ہوا فوت ہوا، جو تقویٰ اور شہادت پر فوت ہوا تو ایسے ہوگا جیسے وہ بخشا جا چکا اور جو وصیت کیے بغیر فوت ہو جائے تو اس کی جان گناہ کی وجہ سے اس کے قرض میں قید ہوگی اور اس وقت تک رہے گی جب تک وہ ادا نہ کر دیا جائے اگرچہ اس کے پاس مال ہو۔

❁ حضرت ابو یعلیٰ کے مطابق حضرت انس رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں تھے کہ اسی دوران ایک آدمی حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ فلاں شخص فوت ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا ابھی ہمارے ساتھ نہ تھا؟ انہوں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ! اس پر فرمایا سبحان اللہ یہ تو ایسے ہے جیسے ناراضگی میں پکڑا گیا ہے اور محروم وہی

رہتا ہے جو وصیت کرنے سے محروم رہ گیا۔''

❀ طبرانی کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وصیت نہ کرنا اس دنیا میں شرمساری کی بات ہے جب کہ آخرت میں اس کا مزا جہنم اور بے عزتی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 240

فوت ہونے والے میں اللہ کی محبت پیدا کر دینا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ جب ہم اس شخص کے پاس جائیں جسے موت آ رہی ہو تو اس کے دل میں اللہ سے ملنے کی محبت پیدا کریں اور اس سے یوں کہیں کتنی خوشی کا موقع ہے کہ ابھی تم ارحم الراحمین سے ملاقات کرنے والے ہو اور پھر اس سے ملاقات کر رہے ہو جو تمہارے لیے ماں سے بھی زیادہ پیار کرنے والا ہے، پھر یوں کہیں پہلے پچھلے سب کے سب اسی مقام سے گذرتے جا رہے ہیں اور گذرتے جائیں گے، تمہیں اس کے ہاں جا کر خوشیاں ملیں گی اور جب وہ ہماری اس بات پر کان دھر لے اور اسی حالت میں فوت ہو جائے تو لازمی طور پر اللہ سے جلد ملاقات کرنا چاہتا ہوگا اور پھر اللہ بھی اس سے ملنا پسند فرمائے گا۔

پھر اس سے یوں کہیں اگر تمہارا کسی پر حق ہے اور کسی کا تم پر حق ہے تو ہم اسے پورا کرنے کی کوشش کریں اور پھر اسے ہدایت کریں کہ ان تمام لوگوں کو معاف کر دے جنہوں نے دنیا میں اسے تکلیفیں دی تھیں تا کہ اسے بھی اللہ تعالیٰ معاف فرما دے اور جب ہم دیکھیں کہ اس کے چہرے کے خطوط زرد ہونے لگے ہیں، ان میں چمک ہے اور اس کی پیشانی میں ہالہ سا بن گیا ہے تو یہ اس کی نیک بختی کی علامت ہے لیکن جب ہم دیکھیں کہ اس کے چہرے پر غبار، سیاہی اور نیلگوں رنگت ہے تو یہ اس کی بدبختی کی نشانی ہوگی، ایسے وقت میں اگر ہمارا یقین یہ ہو کہ ہماری اس کے حق میں سفارش قبول ہو جائے گی تو ہم اس کی سفارش کریں اور اس وقت تک اس کے پاس ٹھہرے رہیں جب تک اس کی حالت تبدیل نہیں ہو جاتی اور اگر ہم یہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے حق میں ہماری سفارش قبول نہیں فرمائے گا تو چپکے سے اسے بیدار رکھیں اور اس معاملے کو اللہ کے سپرد کر دیں، پھر اس کے بعد ہمارے لیے یہ مناسب نہیں کہ اس کے فوت ہو جانے تک کھانے پینے وغیرہ میں ہنستے اور خوشیاں مناتے رہیں کیونکہ ہم دیکھ چکے ہوں گے کہ جو شخص نماز پڑھتا، روزے رکھتا اور ہمارے ساتھ حج کرتا تھا، اس کا خاتمہ برا ہو رہا ہے تو اللہ کی قسم ہمارے حالات تو آزاد پھرنے والے جانوروں جیسے ہو چکے ہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

پھر اے بھائی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک ولی روح نکلتے وقت حضرت موسیٰ یا حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا نام لے لیتا ہے تو اس کے بارے میں خیال کر لیا جاتا ہے کہ وہ یہودی یا نصرانی بن کر فوت ہوا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہوتا، درحقیقت وہ

اس لیے ایسے نام لے رہا ہوتا ہے کہ وہ اپنے مقام و مرتبے میں ان کا وارث بنا ہوتا ہے اور گویا وہ وہاں بیٹھے کی طرف اشارہ کر رہا ہوتا ہے کہ جو بھی شخص کسی نبی، رسول یا ولی کے ساتھ تعلق رکھتا تھا تو لازمی طور پر وہ اس کے پاس آئیں گے اور مشکلات میں اسے سنبھالیں گے۔ ایسے مقام پر اس شخص کے مقام سے کس کا مقام اعلیٰ ہوگا جو فوت ہوتے وقت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو یاد رکھے کیونکہ جو شخص اس موقع پر آپ کا وارث بنا ہوگا تو وہ تمام انبیاء علیہم السلام کی وراثت سنبھال رہا ہوگا اور حضرت محمد ﷺ کے ذکر کی بناء پر سب سے بے نیاز ہوگا۔ الحمد للہ رب العالمین۔

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص اللہ سے ملاقات پسند کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا پسند کرے گا لیکن جو ملنے سے کترائے گا تو اللہ بھی اس سے ملنا نہیں چاہے گا۔

اس موقع پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ! رہا موت کا پسند نہ آنا تو اسے سبھی ناپسند کرتے ہیں۔ فرمایا یہ مطلب نہیں بلکہ جب مومن کو اللہ کی رحمت، خوشی اور جنت کی خوشخبری سنا دی جاتی ہے تو وہ اللہ سے ملنا پسند کرتا ہے اور اللہ اس کے ملنا چاہتا ہے اور جب کافر کو اللہ کے عذاب اور ناراضگی کی اطلاع دی جاتی ہے تو اللہ کو ملنے سے کتراتا ہے اور اللہ بھی اس سے ملنا نہیں چاہتا اور پھر اس سے پہلے حضرت ابن ابی الدنیا کی یہ حدیث گذر چکی ہے کہ فرمایا اے اللہ! جو مجھ پر ایمان لایا، مجھے سچا جانا اور یہ سمجھا کہ جو کچھ میں تمہاری طرف سے ان کے پاس لایا، وہ حق ہے تو اس کا مال و اولاد تھوڑا کر دے، اس سے ملنا پسند کر لے اور اسے جلد موت دیدے لیکن جو مجھ پر ایمان نہیں لایا، نہ ہی مجھے سچا جانا اور جو کچھ میں تمہارے ہاں سے ان کے پاس لایا، اسے حق نہ جانا تو اسے ملنا پسند نہ فرما، اس کی موت آسان نہ کر اور دنیا اسے زیادہ دے۔''

❁ ابن ماجہ کی ایک روایت یوں ہے ''اس کا مال و اولاد بڑھادے اور اس کی عمر لمبی کر دے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 241

کسی کی موت کے موقع پر اللہ کی حمد کرتے رہنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ جب بھی ہمارا کوئی شخص فوت ہو رہا ہو تو الحمد للہ وغیرہ کے ساتھ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھتے رہیں تا کہ اس صورت حال میں حضور شارع علیہ السلام کے حکم پر عمل کر سکیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی بھی عالم یا نیک آدمی کے لیے واولداہ (ہائے میرے بیٹے) یا واذراعاہ (اے میرے بازو، طاقت) جیسے الفاظ بولنا مناسب نہیں کہ جنہیں قیامت تک کے لیے بھی کہتا رہے تو کوئی ایک نیکی بھی نہ لکھی جائے گی اور نہ ہی اس کے دل کی وہ آگ ٹھنڈی کی جا سکے گی جو اس کا باپ اور ماں محسوس کرتا ہے، بس یوں سمجھو کہ وہ اس کے جسم کو انگارہ بنا رہا ہوگا لہٰذا اے بھائی اپنے ہر قول و فعل میں حضرت محمد ﷺ کی سنت پر عمل کرو، اللہ تمہیں ہدایت دے۔

اس سلسلے میں تفصیلی گفتگو ہم نے عہود المشائخ کے اس مقام پر کی ہے جہاں اولاد کے فوت ہونے کی بات کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسلم، ابو داؤد، ترمذی اور نسائی کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جب تم کسی فوت ہونے والے کے ہاں جاؤ تو اچھی بات کرو کیونکہ فرشتے تمہاری بات پر آمین کہہ سکتے ہیں چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ ابوسلمہ فوت ہو گئے ہیں۔ اس پر فرمایا کہ یوں کہو ''اے اللہ مجھے اور اسے بخش دے اور اس کے بعد مجھے اس سے اچھا بدلہ دے۔'' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ محمد ﷺ عطا فرمائے جو میرے لیے اس سے کئی گناہ بہتر ہیں۔''

مسلم اور ابو داؤد کے مطابق حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں میں نے رسول اکرم ﷺ کو یوں فرماتے سنا ''جس شخص کو بھی کوئی مصیبت پہنچے اور وہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰھُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے اس مصیبت کا اجر دے گا اور اس کے بدلے میں بہتر عطا فرمائے گا۔

آپ بتاتی ہیں کہ جب حضرت ابوسلمہ فوت ہوئے تو دل میں خیال آیا کہ ان سے بہتر کون مل سکے گا کیونکہ وہ گھر کے پہلے فرد تھے جو رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کر گئے اور جب یہ خیال آیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے بدلے میں رسول اللہ عطا فرما دیئے۔

ترمذی کی مرفوع روایت یوں ملتی ہے ''اگر کسی کو مصیبت پہنچے تو یوں کہا کرے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰھُمَّ عِنْدَکَ اَحْتَسِبُ مُصِیْبَتِیْ فَاْجُرْنِیْ بِھَا وَاَبْدِلْنِیْ خَیْرًا مِّنْھَا۔

طبرانیؒ نے مرفوع لکھا ہے ''جو مصیبت پہنچنے پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت دور کر دے گا، اس کی آخرت بہتر کرے گا اور اس کے بعد اس جیسی کوئی اور بہتر چیز دے گا۔''

انا للہ وانا الیہ راجعون صرف امت محمدیہ کو ملا ہے

انہی سے یہ روایت بھی ملتی ہے ''انا للہ وانا الیہ راجعون وہ قول ہے جو صرف میری امت کو دیا گیا، مجھ سے پہلے کسی امت کو نہ دیا گیا۔''

ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''جسے کوئی تکلیف پہنچے اور وہ انا للہ وانا الیہ راجعون کہے خواہ دیر کے بعد کہے تو اسے تکلیف والے دن سے لے کر ثواب ملے گا۔''

ترمذی اور ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''جب کسی بندے کا لڑکا فوت ہو اور وہ اللہ کی تعریف کرتے ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ دے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے کے لیے جنت میں گھر بنا دو اور اس کا نام بیت الحمد رکھ دو۔''

جنت و دوزخ کب بنے؟

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے اس عالم کو سہارا ملتا ہے جو یہ کہتا ہے کہ جنت کی جگہیں اس وقت تیار کی جاتی ہیں جب حکم ماننے والوں کا وجود بنتا ہے اور وہ اللہ کے حکموں پر عمل کرتے ہیں اور اللہ کے فرمان ''جنت، پرہیزگاروں کے لیے پیدا کی گئی ہے۔'' سے مراد یہ ہے کہ جنت ان کے اندر داخل ہونے سے پہلے تیار کی گئی ہے، یونہی یہ حدیث بھی اس بات کو طاقت دیتی ہے ''جنت، سبحٰن اللہ، الحمد للہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہنے سے بنتی ہے۔'' اور جو یوں کہتا ہے، اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لیے گھر بنا دیتا ہے۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 242

مردہ کو نہلانے کی ہدایت

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ اپنے بھائیوں کو مردہ نہلانے، انہیں کفن دینے اور قبر میں داخل کرنے کی ہدایت کریں اور جب وہ کہیں کہ ہمیں غسل دینے، کفن پہنانے یا قبر بنانے کا طریقہ نہیں آتا تو انہیں عین سنت طریقہ بتلائیں اور میت کو نہلانے کے وقت کوئی برائی دیکھیں تو اسے چھپائیں۔

یہ وہ ہدایت ہے جسے ہر مسلمان کو جلد سیکھ لینا چاہیے تاکہ ثواب اور پیسے بھی مل سکیں خصوصاً ان لوگوں کو ضرور سیکھنا چاہیے جو مسجدوں اور ڈیروں میں رہ کر خدمت کرتے ہیں کیونکہ اگر ان میں سے کسی کو بھی نہلانے اور کفن دینے کا طریقہ نہ آتا ہو تو میت پھر رکھی ہی رہ جائے گی اور دور سے انہیں اجرت یا اجرت کے بغیر آدمی لانا پڑے گا اور پھر دیر کی وجہ سے میت میں بدبو پیدا ہو گی اور اگر وہ یہ طریقہ جانتے ہوں تو ناواقف آدمی لانے کا احسان نہ اٹھانا پڑے گا۔

کفن دینا کارِ ثواب ہے

پھر جب کوئی فقیر شخص کسی محلے میں فوت ہو جائے تو وہاں کے مالدار لوگوں کے لیے مناسب یہ ہے کہ ثواب کی نیت کر کے اسے کفن دیں اور یہ بات ان کے لیے بری ہے کہ فقیر کو ویسے ہی رہنے دیں اور فقیر اس کے دیکھتے ہوئے قرضہ سے کفن لائیں اور یونہی ڈیرے دار فقیر اور محلّہ کے عالم کے لیے بھی مناسب یہ ہے کہ وہ دن رات کی ضرورت سے زائد مال کا اس کے لیے کفن خرید دیں خواہ انہیں اس کے لیے اپنا لباس اور پگڑی ہی کیوں نہ بیچنا پڑے جو اس کی ضرورت سے زیادہ

ہو پھر فقیروں کے نام پر دنیا کا مال کمانے والے ڈیرے دار فقیر کے لیے یہ بات بہت بری ہے کہ اس کے سامنے کوئی فقیر و محتاج شخص کفن کا محتاج ہو تو وہ پرواہ نہ کرے جبکہ اس کے پاس کپڑے اور مال بھی ہو، یہ اس کی ڈاڑھی پر افسوس ہوگا۔

ایک نیک شخص میرے بھائی شیخ عبدالقادر شقیقی رحمہ اللہ ''ریف'' میں مردے نہلاتے اور اللہ کے نام پر اپنی گرہ سے انہیں کفن دیتے پھر رقم کپڑے والوں سے تھوڑی تھوڑی رقم لے کر رقم پوری کر لیتے اور کہیں بھی میت والوں کو یہ نہ کہتے کہ تمہارے پاس کفن ہے یا نہیں؟ اور اس سلسلے میں فرمایا کرتے ''جو بھی نیک شخص کوئی کام کرتا ہے، اپنے ہی لیے کرتا ہے۔'' کسی اور کے لیے نہیں کرتا چنانچہ جب بھی انہیں کوئی چیز دیا کرتا تو آپ فرمایا کرتے کہ فلاں شخص اپنے آپ پر احسان کرنے والوں میں سے ہے، یہ کبھی نہ کہتے کہ مجھ پر احسان کرنے والا ہے اور فرمایا کرتے کہ کچھ لوگ اپنی نیکی ظاہر نہیں کرنا چاہتے۔

آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے مومن کے لیے شرط ہے کہ اسے جو چیز بھی اپنے لئے یا محتاجوں کے نام پر ملے تو اسے اللہ ہی کی سمجھے، اپنی نہ سمجھے اور اللہ کا بندوں پر احسان جانے۔

ایک مرتبہ ان کے لڑکے نے ان سے کہا کہ ہمیں گائے خرید دو تا کہ اس کا دودھ پئیں، بیل خرید دو تا کہ کھیتی باڑی کر سکیں یا پھر گدھا خرید دیں تا کہ آپ اس پر سواری کر سکیں۔ آپ نے کہا کہ اے بیٹے! ہمارے شہر کے ان جانوروں کو دیکھو جو پچھلے پہر چراگاہوں سے واپس آتے ہیں، اگر یہ سب بھی میرے گھر میں ہوں تو میں ان میں سے کسی کے ایک بال کا بھی مسلمانوں سے زیادہ حق دار نہیں ہوں گا لہٰذا اے بیٹے! یہ جانور میرے گھر میں ہوں یا لوگوں کے پاس ہوں، اس میں فرق نہیں، یہ سب کے لیے برابر ہیں، یہ لوگوں کا صرف وہم ہے جو لوگوں کے ذہنوں میں موجود ہے کہ ان چیزوں کو اپنی سمجھتے ہیں اور اللہ کو بھولے ہوئے ہیں حالانکہ میرے یہ بھائی ''ریف'' کے فقیہ تھے جبکہ میرے ایک بھائی نے اللہ کی قسم کھانے کے ساتھ ساتھ اس شرط پر تین طلاقوں کی قسم کھائی کہ اگر مصر کے تمام مشائخ ایک ہتھیلی پر ہوں اور شیخ عبدالقادر ایک ہتھیلی پر تو یہ سب سے بڑھ جائیں گے لہٰذا اے بھائی! اس بھائی کے طریقے پر چلو مردہ کو کفن دیا کرو، نہلایا کرو اور ان کے لیے قبر کھودا کرو خواہ مزدوری کر کے یا خدمت کے طور پر، اللہ تمہیں ہدایت دے۔

میت نہلاتے وقت کچھ دیکھ کر چھپانے کا اجر

❁ طبرانی اور حاکم سے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص کسی میت کو نہلائے اور کچھ دیکھنے پر اسے چھپائے تو اللہ تعالیٰ اس کے چالیس بڑے گناہ بخش دیتا ہے اور جو کسی بھائی کی قبر کھودتا اور اسے ڈھانپتا (دفن کرتا) ہے تو ایسا ہے جیسے قبر سے اٹھنے تک اسے اپنے پاس ٹھہرائے رکھا۔

میت کو کفن دینے کا اجر

❁ مسلم شریف کی روایت ہے ''جو شخص کسی میت کو نہلاتا اور کچھ نظر آنے پر چھپاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے

دس مرتبہ بخش دیتا ہے اور جو کسی میت کو کفن دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں سندس اور استبرق پہنائے گا۔"

قبر کھودنے کا اجر

طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے "جو شخص قبر کھودتا ہے تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لیے گھر بناتا ہے، جو اسے نہلاتا ہے تو گناہوں سے یوں پاک ہو جاتا ہے جیسے اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے جنم دیا اور وہ کسی کو کفن دیتا ہے تو اللہ اسے جنت کی پوشاک پہنائے گا۔" (الحدیث)

- ایک روایت میں یوں ہے "جو کسی میت کو نہلائے اور کچھ برائی دیکھنے پر اسے چھپائے تو اللہ تعالیٰ اسے گناہوں سے پاک کر دیتا ہے۔"
- ابن ماجہ کی مرفوع روایت یوں ہے "جو شخص کسی میت کو نہلائے، کفن دے، خوشبو لگائے، اسے کندھوں پر اٹھائے، جنازہ پڑھے اور برائی دیکھنے پر کسی کو نہ بتائے تو گناہوں سے یوں پاک ہوگا جیسے ماں کے ہاں پیدائش کے دن تھا۔"
- حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے "قبروں کو دیکھا کرو کہ اس سے موت یاد کرو گے، مردوں کو نہلاؤ کیونکہ ننگا بدن دھونے میں بہت بڑی نصیحت ملتی ہے اور نماز جنازہ پڑھا کرو کیونکہ یہ تمہیں غمگین کر سکتا ہے کیونکہ غمگین شخص اللہ کے سائے میں ہوگا اور بھلائی لے رہا ہوگا۔" واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 243

جنازے کے ساتھ چلنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم مسلمان میت کے جنازے کے ساتھ چلیں، دفناتے وقت قریب ہوں اور دفناتے وقت ضروری کام کے بغیر واپس نہ آئیں، اس میں حضور شارع علیہ السلام کے حکم کی پیروی ہے، اپنے بھائی کے جنازے اور دفن کا حق ادا ہوگا، اس کے گھر والوں کا لازمی حق پورا ہوگا، ان کی دلجوئی ہوگی اور یہ سب کام ضروری ہیں۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو گھر والوں کی دلجوئی کے لیے جنازے میں شامل ہوتا ہے تو کیا اس کے خلوص میں فرق تو نہ پڑے گا؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ یہ دونوں ہی کام کرنے چاہئیں اور خصوصاً یہ کام محلہ کے بڑے شخص کو کرنا چاہیئے کیونکہ اس کے شامل ہونے سے دوسرے لوگ بھی شامل ہوں گے چنانچہ انشاء اللہ جنازہ میں شامل ہونے والے سب لوگوں کے مطابق اسے ثواب ملے گا جیسے حدیث پاک کے مطابق اذان پڑھنے والے کو

ملتا ہے چنانچہ فرمایا ''اسے اس کی اذان پر شامل ہونے والے سب لوگوں جتنا ثواب ملے گا۔''

جنازے کے ساتھ چلتے وقت دنیاوی باتیں نہ کرے

محلے کے عالم یا فقیروں کے شیخ کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ جنازہ کے ساتھ ملنے والوں کو اس میں چلنے کا طریقہ بتلائے کہ ساتھ چلتے بے مقصد باتیں نہ کریں، والیوں میں سے کسی کے پیچھے رہ جانے اور الگ ہونے والے کی بات نہ کریں یا تاجروں میں سے کسی کے سفر پر جانے اور واپس آنے کا ذکر نہ کرے کیونکہ ایسے موقع پر دنیاوی باتیں کرنا مناسب نہیں۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ زیادہ اور بیکار باتیں کرنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے اور جب راستے ہی میں دل مردہ ہو جائے تو میت کے لیے دعا، قبول نہ ہوگی چنانچہ راستے میں بے مقصد باتیں کرنے والا اپنے اور میت کے حق میں بیکار ہو جاتا ہے۔

پہلے بزرگ جنازے میں شامل ہو کر وہی باتیں کیا کرتے تھے جو حدیث میں ملتی ہیں جبکہ پردیسی شخص نہیں جانتا کہ میت کا قریبی کون ہے لہٰذا وہ کس سے افسوس کرے، اس وقت بھی تو غمگین ہوتے ہیں۔

حضرت علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی کو پتہ چل جائے کہ جنازہ کے ساتھ چلنے والے بیکار باتوں سے نہیں رکیں گے اور دنیاوی باتوں میں لگے رہیں گے تو مناسب یہ ہے کہ ہم انہیں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھنے کو کہیں کیونکہ چھوڑ دینے سے اس کا پڑھنا زیادہ بہتر ہے، کسی فقیر کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ کسی واضح حکم یا اجماع کے بغیر اس کا انکار کرے کیونکہ حضور شارع علیہ السلام کی طرف سے اسے پڑھنے کا حکم سب کو ہے، وہ جب چاہیں پڑھیں، مجھے ایسے شخص پر تعجب ہے جو اس کا انکار کرتا ہے بلکہ اسے روکنے کے لیے حکمرانوں کو رشوت دیتا ہے تاکہ وہ راستے میں پڑھا نہ کریں جبکہ وہ گھاس بکتی دیکھتا ہے تو بیچنے والے کو یہ کہنے کے لیے تیار نہیں ہوتا کہ یہ تم پر ایسا کرنا حرام ہے بلکہ میں نے ایک فقیر کو دیکھا کہ وہ اپنی امامت کی تنخواہ گھاس وغیرہ بیچنے والوں سے اکٹھی کر رہا تھا۔ ''اللہ اسی کو ہدایت دیتا ہے جسے چاہے۔''

❁ مسلم، ترمذی اور نسائی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''ایک مسلمان کے دوسرے پر چھ حق ہوتے ہیں اور پھر ان میں ایک یہ بتایا کہ کوئی فوت ہو جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ چلے۔''

❁ امام احمد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''مسلمان دوسرے کا بھائی ہوتا ہے لہٰذا اس پر ظلم نہ کرے اور نہ ہی ذلیل کرے، اور میری جان قبضہ میں لینے والے کی قسم کہ جب بھی دو دوست محبت کریں اور پھر ان میں پھوٹ پڑ جائے تو یہ کسی گناہ کی وجہ سے ہوگا جو ان دونوں میں سے ایک کرے گا۔''

❁ آپ نے یہ بھی فرمایا ''مسلمان کے دوسرے پر چھ حق ہیں پھر ان میں سے ایک کا ذکر فرمایا کہ فوت ہونے پر اس کے جنازے کے ساتھ چلے۔''

❁ ایک اور روایت میں اتنا اور ہے ''جو ان (چھ) میں سے ایک کام بھی چھوڑے گا تو ایک حق لازمی چھوڑے گا۔''

❁ امام احمد، ہزار اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''مریضوں کی بیماری پرسی کرو اور جنازوں کے ساتھ

چلو تو یہ تمہیں آخرت کی یاد دلائیں گے۔''

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو جنازہ کے ساتھ چلے اور نماز جنازہ پڑھے تو اسے ایک قیراط ثواب ملے گا اور جو اس کے دفن تک ساتھ رہے تو اسے دو قیراط ثواب ملے گا۔ اس پر کسی نے پوچھا کہ دو قیراط کیا ہوتے ہیں؟ فرمایا دو بڑے بڑے پہاڑوں جیسے۔''

❁ امام بخاری کی ایک روایت میں ہے ''جو ایمان اور ثواب کی خاطر کسی مسلمان کے جنازہ کے ہمراہ چلے اور پھر جنازہ پڑھنے اور دفنانے تک ساتھ ہی رہے تو وہ دو قیراط ثواب لے کر واپس ہوگا جن میں سے ہر قیراط احد پہاڑ جتنا ہوگا اور جو نماز جنازہ پڑھ کر واپس آ جائے تو اسے احد پہاڑ جتنے ایک قیراط کا ثواب ملے گا۔''

❁ امام بزار نے موقوف حدیث لکھی ہے ''جو شخص جنازہ کے لیے میت کے گھر والوں کے پاس آئے تو اسے ایک قیراط ثواب ملے گا، جو جنازہ کے ساتھ چلے، اسے قیراط ثواب ملے گا، جو جنازہ پڑھے، اسے قیراط بھر ثواب ملے گا پھر دفن ہونے تک رکا رہے تو بھی قیراط بھر ثواب ملے گا۔''

❁ بزار نے مرفوعاً لکھا ہے ''موت کے بعد بندے کو سب سے پہلے یہ جزاء ملے گی کہ اس کے جنازے میں شامل ہر شخص کو بخش دیا جائے گا۔'' واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 244

لوگوں کو جنازہ میں شامل ہونے کے لیے کہنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں ہم اپنے بھائیوں کو یہ بات سکھائیں کہ اپنے جاننے والوں کو مرنے والے کے جنازہ میں شامل ہونے کے لیے بلائیں اور ان سے کہیں کہ گھر والوں سے افسوس کریں اور ان کے دل میں یہ ہو کہ میت، جنازہ پڑھنے والوں اور افسوس کرنے والوں کو بہت سا ثواب ملے۔

اے بھائی! یہ بات ذہن میں رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں میت کا جنازہ پڑھنے کا حکم صرف اس لیے دیتا ہے کہ وہ اس کے حق میں ہماری طرف سے سفارش کرانا چاہتا ہے چنانچہ یہ اسی کی بزرگی ہے اور حمد اسی کی ہے۔

نماز جنازہ کون پڑھائے؟

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک فقیر کے لیے مناسب نہیں کہ جنازہ پڑھانے کی طرف قدم بڑھائے ہاں

اگر اسے معلوم ہو کہ اس کے ذمے ایک بھی گناہ نہیں تو پڑھا سکتا ہے کیونکہ دوسرے کی سفارش کرنے والے کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ خود بخشا ہوا ہو لیکن اگر لوگ اسے آگے کر دیں اور اس پر یقین کریں تو آگے ہو کر اللہ سے شرمندہ ہو کر پڑھا دے۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں ہم نے ایسے حضرات کو دیکھا ہے جو جنازہ پڑھانے کے لائق صرف اسے سمجھتے تھے جسے اپنے فرض کاموں کے لیے اچھا جانتے تھے لہٰذا ''سب تعریف اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔''

- امام مسلم، ترمذی اور نسائی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جس میت پر سو مسلمان لوگ نماز جنازہ پڑھیں اور سب کے سب سفارش کریں تو ان کی سفارش قبول ہوگی۔''
- مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے مرفوع روایت لکھی ہے ''جو مسلمان فوت ہوا اور اس کی نماز جنازہ میں ایسے چالیس آدمی شامل ہوں جو اللہ کا شریک نہ بناتے ہوں تو اللہ تعالیٰ میت کے حق میں ان کی سفارش قبول فرمالیتا ہے۔'' چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جنازہ کو چالیس آدمیوں کے آنے تک لیٹ کر دیا کرتے تھے۔'' (الحدیث)
- امام نسائی نے یہ مرفوع حدیث دی ہے ''جس مسلمان کی نماز جنازہ میں لوگوں کی ایک جماعت شامل ہو تو اس کے حق میں ان کی دعا قبول ہوگی۔'' حضرت ابو المیلح سے اس ''جماعت'' کا مقصد پوچھا گیا تو بتایا کہ چالیس آدمی۔
- ابو داؤد، ابن ماجہ اور ترمذی نے یہ مرفوع روایت کی ہے ''جو بھی مسلمان فوت ہو اور اس کی نماز جنازہ میں تین صفیں ہو جائیں تو اس کے لیے جنت لازم ہوگی۔''

امام مالک رحمہ اللہ اسی حدیث کی وجہ سے آدمی کم ہونے کے باوجود انہیں تین صفوں میں تقسیم کیا کرتے۔''

- ترمذی مرفوعاً لکھتے ہیں ''جو کسی مصیبت والے کو تسلی دیتا ہے تو اسے اسی جتنا اجر ملے گا۔''
- ایک اور روایت میں فرماتے ہیں ''جو کسی گم شدہ کا افسوس کرے تو اسے جنت میں چادر پہنائی جائے گی۔''
- ابن ماجہ کی مرفوع روایت یہ ملتی ہے ''جو بھی مسلمان کسی مصیبت والے بھائی کو تسلی دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے عزت کی پوشاک پہنائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 245

گھر میں کتا رکھنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم گھر میں کتا رکھیں تو ارادہ شکار کرنے کا ہو یا پھر مویشیوں اور گھروں کو چوروں سے بچانے جیسا صحیح مقصد ہو اور یہ ان رازوں کی وجہ سے ہے جنہیں وہی جانتے ہیں جو جہان کے غیب سے باہر آنے کے موقع پر موجود تھے، جنہیں اللہ نے کتوں کی حرکتیں بتا رکھی ہیں اور ان مجتہد حضرات کو جانتے ہیں جو اس سے ہونے والے

کاموں کی بنا پر اسے حلال وحرام کہتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص شکار اور مویشیوں کی حفاظت کے علاوہ گھر میں کتا رکھتا ہے تو روزانہ اس کے اجر میں سے دو قیراط گھٹائے جاتے ہیں۔''

❁ ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ ''اس کے عملوں میں سے۔''

❁ مسلم شریف کی روایت ہے ''گھروں والے جو بھی لوگ حفاظتی یا شکاری کتے کے علاوہ کوئی اور کتا رکھتے ہیں تو روزانہ ان کے عملوں سے دو قیراط گھٹائے جاتے ہیں۔''

❁ ترمذی اور ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''اگر کتے گروہوں میں سے ایک گروہ نہ ہوتے تو میں انہیں قتل کر دینے کا حکم دیتا ہاں ان میں سے پورے سیاہ کتے کو قتل کر دیا کرو۔''

❁ امام مسلم وغیرہ نے بتایا حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور ﷺ سے وعدہ کیا کہ ایک خاص گھڑی میں حاضر ہوں گے لیکن وہ گھڑی آنے پر حاضر نہ ہوئے، پھر غور کیا تو اپنے بستر کے نیچے کتے کا بچہ دیکھا چنانچہ اسے نکالنے کا حکم دیا، اسے نکالا گیا تو جبریل حاضر ہوئے جس پر آپ نے پوچھا تو نے آنے کا پکا وعدہ کیا تھا لیکن نہیں آئے، میں تمہاری انتظار میں رہا۔ انہوں نے عرض کی کہ مجھے اس کتے نے روکے رکھا جو آپ کے گھر میں تھا، ہم ایسے گھر میں جایا نہیں کرتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔''

❁ ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کتے کا وہ چھوٹا بچہ حضرت امام حسین یا امام حسن رضی اللہ عنہما کا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 246

دو آدمی ساتھ لیے بغیر سفر منع

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم کم از کم دو آدمیوں کو ساتھ لیے بغیر لمبا سفر تو کیا مختصر سفر بھی نہ کیا کریں۔

دو آدمی ساتھ لے کر سفر کے فائدے

اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ جب ہمیں بیماری یا سواری سے گرنے کا عارضہ پیش آجائے تو ان میں سے ایک ہمارے پاس بیٹھے اور دوسرا لوگوں کو ہمارے بارے میں بتائے یا پھر شکر، کوئی تر چیز یا پٹی وغیرہ لا کر دے۔

ایک اور فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے ساتھی کے ساتھ محبت پیدا ہوگی جو اللہ کی خاطر دھیان کرنے والا ہوگا کیونکہ

بندے کے یہ دیکھنے میں کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے، رعب چھایا ہوتا ہے۔ اسے ذہن نشین کر لو۔

رسول اکرم ﷺ نے ہمیں جس جس کام سے بھی روک رکھا ہے تو اس میں کوئی بڑی حکمت ہوتی ہے اور پھر صوفیہ بھی فرماتے ہیں کہ ''راستے میں جانے سے پہلے کوئی ساتھی بنا لو۔'' واللہ حکیم علیم

❁ امام بخاری، ترمذی اور ابن خزیمہ نے یہ مرفوع حدیث لکھی ہے ''لوگ اگر اکیلا ہونے کے بارے میں میری طرح جانتے تو کوئی بھی سوار رات کو اکیلا سفر نہ کرتا۔''

❁ امام احمد کی روایت ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے جنگل کی طرف اکیلا جانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔''

لعنت کا مطلب

میں بتاتا ہوں کہ اس حدیث کو یہ حدیث بھی طاقت دیتی ہے کہ ''جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔'' یعنی انہیں اللہ کی تائید حاصل ہوتی ہے اور جو اللہ کی طرف سے تائید حاصل نہ کر سکا تو اسے لعنتی کہا جائے گا یعنی اللہ اور اس کے درمیان پردہ کے دور کرنے کی وجہ سے اللہ کی بارگاہ سے دور کر دیا جائے گا اور اگر لعنت کا مطلب یہ نہ لیا جائے تو جو اللہ کے ہلائے بغیر حرکت تک نہیں کر سکتا، اسے کدھر ہانکے گا۔ اسے ذہن نشین کر لو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

❁ مالک، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن خزیمہ اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے ''ایک سوار ایک شیطان گنا جاتا ہے اور دو سوار دو گنے جاتے ہیں لیکن تین ہوں تو وہ سوار ہی ہوں گے۔'' اور دو مسافروں سے کم کے گناہگار ہونے پر یہی حدیث دلیل بنتی ہے کیونکہ یہاں شیطان سے مراد گناہگار ہیں جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''انسانوں اور جنوں کے شیطان'' شیطان کا معنیٰ گناہگار انسان اور جن ہے۔

ابن خزیمہ نے اس بارے میں یہ باب بتایا ہے باب النھی عن سفر الاثنین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 247

عورت کا محرم کے بغیر سفر

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی بیویوں میں سے کسی عورت کو محرم یا بھروسہ والی عورتوں کے بغیر اکیلے سفر کرنے کا موقع نہ دیں اور یونہی یہ موقع بھی نہ دیں کہ وہ محرم کے بغیر کسی سے ملنے کے لیے تھوڑے لوگوں والے محلے میں جائے یا جہاں کوئی فوجی یا بے فیض انسان رہتا ہو۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ جس پر عمل کرنے میں بہت سے غافل لوگ کوتاہی کرتے ہیں چنانچہ کبھی بیوی کو اکیلا چھوڑ جاتے ہیں تو وہ اس کی بیوی کے ساتھ زنا کرتے اور اس کی عزت برباد کرتے ہیں جس کی وجہ سے اس کا شوہر اس شش و پنج میں پڑ جاتا ہے کہ اسے طلاق دے یا اپنے پاس رکھے۔

ہماری بیویوں میں ہمارے کم عمر بچے شامل ہیں لہٰذا انہیں بھی قابل بھروسہ شخص کے بغیر خطرہ والی جگہوں پر جانے سے روکیں اور خاص طور پر اس وقت جب کوئی خوبصورت ہو۔

سیدی محمد بن عراق رحمہ اللہ اپنے بیٹے سیدی علی کو کم عمری کی حالت میں برقع پہنے بغیر بازار کی طرف جانے نہیں دیتے تھے کیونکہ ان پر اور لوگوں پر برائی کا اندیشہ ہوتا تھا۔

میں نے اس دور میں اپنے بیوی کے بارے میں سب سے زیادہ غیرت کھانے والا شخص صرف سیدی ابو الفضل ابن ابو الوفاء رحمہ اللہ ہی کو دیکھا ہے، جب ان کی بیوی بچے حمام میں جانا چاہتے ہیں تو آپ روضہ سے مصر تک جانے کے لیے انہیں کشتی پر بٹھاتے اور آپ الگ رہتے ہیں، پھر انہیں حمام کی طرف اوپر لے جاتے اور خود ان سے پہلے وہاں جا کر وہاں کے چولہے اور چھتوں کو دیکھتے اور وہاں جو بھی موجود ہوتا، اسے نکال دیتے اور حمام کا دروازہ بند کر کے وہیں بیٹھ جاتے ہیں تا کہ وہ اپنی ضرورت پوری کر لیں۔ پھر انہیں لے کر کشتی کے پاس واپس لے آتے اور رات ہی کو گھر واپس لاتے ہیں۔

اسی سے ملتا جلتا طریقہ سیدی الشیخ ابو السعود بن سیدی مدین رحمہ اللہ کا بھی ہے، آپ بیماری وغیرہ میں کسی بھی شخص کو گھر داخل نہ ہونے دیتے۔

یہی طریقہ امیر صالح حضرت محی الدین بن ابی اصبغ کا تھا، آپ حمام کے معاملے میں بالکل اسی طرح کرتے جیسے سیدی شیخ ابو الفضل کیا کرتے تھے جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ میں نے دیکھا کہ جب آپ کی بیوی کو فصد (رگ کھولنا) کی ضرورت ہوتی تو آپ بڑی عمر کی جراح کے پاس جاتے چنانچہ یہ تینوں ایسے بزرگ ہیں جنہیں میں نے اپنے گھر والوں کے ساتھ یوں معاملہ کر دیکھا ہے۔ اللہ اس معاملے میں انہیں بہتر جزا دے۔ آمین

یہ بیویوں یا دوسرے لوگوں کے بارے میں بدگمانی نہ تھی بلکہ شک والی جگہوں سے پرہیز تھا چنانچہ آپ بدگمانی کے بغیر بھی بدگمانی والا معاملہ کیا کرتے۔ اسے ذہن نشین رکھو کیونکہ کامل لوگوں کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ وہ کسی جانب کی رعایت نہیں کرتے، ان کے ایسے کام میں دونوں کا لحاظ ہوتا تھا۔

جہاں تک مجھے معلوم ہے ایسی عورتوں میں سے ایک میری بیوی ام عبد الرحمٰن رحمہ اللہ بھی تھیں جو دھوتی باندھے بھی اپنے جسم کو دیکھنے سے کتراتیں اور اس بات پر بھی حیاء کرتیں کہ بیت الخلاء سے نکلتے وقت انہیں کوئی دیکھے چنانچہ میں تین بار انہیں حجاز کو لے گیا اور میرے خیال میں گٹھڑی اٹھانے والے نے گھر سے مکہ مکرمہ اور پھر گھر واپس آنے تک ان کے جسم کی مقدار تک کو نہیں دیکھا ہوگا اور جب گھاٹی میں جانے کے لیے وہ کجاوے کی پشت پر بیٹھتیں تو ڈھانپے ہوئے ہودج کے اندر رہ کر سواری کرتیں اور جب گھاٹی میں اتر جاتیں تو بڑوں کی بیویاں گھاٹی میں اترتے چڑھتے وقت نیچے اتر آتیں لیکن وہ نہ اترتیں اور میں ایسا کوئی موقع نہیں جانتا جب وہ سفر یا اس کے علاوہ کہیں بیت الخلاء میں گئی ہوں۔ وہ کبھی بھی گدھے پر

سواری نہ کرتیں اور کہا کرتیں میں یہ برداشت نہیں کرتی کہ سرمہ لگانے والی بھی مجھے دیکھ لے، میں اس بارے میں مایوس ہو گیا کہ وہ ان کی آنکھ دیکھ سکے لیکن میں انہیں مجبور نہ کر سکا چنانچہ ان کی آنکھ کی درد پر خاموش ہو کر صبر کیا اور آخر آنکھ کی تکلیف دور ہوگئی تاہم ان کی بائیں آنکھ کا ڈھیلا دائیں سے اب تک چھوٹا ہے۔

اپنی بیوی کا یہ معاملہ میں نے دیکھا ہے چنانچہ میرے بھائیوں کی بیویوں میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی ایسا معاملہ نہیں سن سکا۔ والحمد للہ رب العالمین۔

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوع حدیث دی ہے ''جب تک کسی عورت کے ساتھ اس کا باپ، بھائی، شوہر یا محرم موجود نہ ہو تو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھنے والی کسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ تین دن یا اس سے زیادہ دنوں تک سفر کرے۔''

❁ امام بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ہے ''کہیں بھی کوئی عورت اپنے محرم (یا فرمایا شوہر) کے بغیر دو دن کا سفر نہ کرے۔''

❁ امام بخاری و مسلم اور امام مالک وغیرہ مرفوعاً لکھتے ہیں ''اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والی کسی بھی عورت کے لیے اپنے محرم کے بغیر ایک دن کا سفر جائز نہیں۔''

❁ انہی کی ایک روایت ہے ''دن بھر کا سفر نہ کرے'' ایک اور روایت میں فرمایا ''ایک رات کا سفر نہ کرے'' ایک اور روایت میں سفر کا اندازہ تقریباً بارہ میل کا بتایا گیا ہے۔''

میں کہتا ہوں ان روایتوں میں اختلاف شاید راستے کے پرامن ہونے یا نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 248

سفر وغیرہ میں کتا اور گھنٹی رکھنے کے بارے میں

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم سفر یا اس کے علاوہ اپنے پاس کتا نہ ہی رکھیں اور نہ ہی گھنٹی رکھا کریں۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ جس میں وہ بہت سے طالب علم کوتاہی کرتے ہیں جو حجاز اور شام وغیرہ کی طرف سفر کرتے ہیں، وہ ایسے اونٹ لیتے ہیں کہ انکے گلے اور پاؤں میں گھنٹی ہو حالانکہ وہ اسے اتروا سکتے ہیں، اگر وہ اونٹ والوں سے کہہ دیں کہ اسے اتارے بغیر ہم اونٹ کرایہ پر نہیں لیں گے تو وہ کرایہ کی خاطر اسے اتار دیا کریں۔ میں نے ایک ایسا کتا دیکھا جو اپنے مالک کے ساتھ مکہ کو جا رہا تھا چنانچہ میں نے اسے اس بارے میں حدیث سنائی تو وہ فقیر کہنے لگا کہ چھوڑو اس بات کو کیونکہ جن بھی ہو سکتا ہے۔ یہ سن کر میں خاموش ہو گیا۔ واللہ عزیز حکیم

فرشتے، کتے اور گھنٹی والوں کے ساتھ نہیں چلتے

- مسلم، ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''فرشتے ایسے ساتھیوں کے ساتھ نہیں چلتے جو اپنے ساتھ کتا یا گھنٹی لے جاتے ہیں۔''
- مسلم اور ابوداؤد وغیرہ نے یہ مرفوع روایت لی ہے ''گھنٹی، شیطان کے لیے گانے بجانے کی چیز ہے۔''
- نسائی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جس گھر میں گھنٹی ہوتی ہے، فرشتے وہاں داخل نہیں ہوتے۔'
- ابن حبان کے مرفوع الفاظ یوں ہیں ''وہ قافلہ جس میں گھنٹی موجود ہو تو فرشتے اس کے ہمراہ نہیں چلتے۔''
- ابن حبان نے اپنی صحیح میں لکھا ہے ''رسول اکرم ﷺ نے بدر کے دن حکم فرمایا کہ ہر اونٹ کے گلے سے گھنٹی اتار دی جائے۔''
- ابوداؤد کی روایت یوں ہے ''ہر گھنٹی کے ساتھ شیطان ہوا کرتا ہے۔''
- نسائی نے مرفوعاً لکھا ہے ''فرشتے ان ساتھیوں کے ساتھ نہیں چلتے جن کے ہمراہ گھنگرو ہوں۔''
- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ حدیث سنا کر فرمایا کرتے کہ ہم سواریوں پر یہ گھنگرو کب تک دیکھتے رہیں گے؟

واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 249

رات کے ابتدائی حصہ میں سفر منع ہے

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم رات کے ابتدائی حصہ میں سفر نہ کیا کریں، نہ ہی اس کے آخری حصہ میں اتر کر آرام کریں اور نہ ہی منزلوں پر پہنچ کر بکھر جایا کریں، ہاں وہاں کوئی اور ضرورت ہو تو حرج نہیں اور جب قافلے کا امیر نا واقف ہو تو یہ باتیں اسے بھی بتا دیا کریں اور پھر اگر وہ یہ باتیں نہ مانے تو الزام اسی پر ہوگا، لوگوں پر نہیں ہوگا۔

حضور ﷺ کی طرف سے اس روک میں کئی راز ہیں جنہیں صرف اللہ والے ہی جانتے ہیں اور انہیں کتاب میں نہیں لکھا جا سکتا، اسے وہی جانتے ہیں جو رات کے وقت اللہ کی تجلیاں دیکھتے ہیں اور اگر یہ رات کے ابتدائی حصہ میں سفر کرنے والے کو بتا دی جائیں تو وہ شرمندگی میں یوں پگھل جائے گا جیسے سکہ پگھل جایا کرتا ہے اور یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے رات کے موقع پر طواف کعبہ کرنا جیسے کسی نے بتایا ہے، اللہ غالب حکمت والا ہے۔

❀ مسلم، ابوداؤد اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے ''جب سورج غروب ہو جائے تو عشاء کی سخت تاریکی دور ہو جانے تک، اپنے مویشی کھلے نہ چھوڑا کرو کیونکہ ایسے موقع پر شیطان کھیلا کرتا ہے۔''

❀ حاکم کی روایت کے الفاظ یوں ہیں ''عشاء کی تاریکی ختم ہونے تک اپنے بچوں کو گھروں ہی میں رکھا کرو کیونکہ یہ وہ گھڑی ہوتی ہے جس میں شیطان ہر طرف پھیل گئے ہوتے ہیں۔''

❀ ابوداؤد، ادرابن خزیمہ کی مرفوع روایت یوں ہے ''جب رات کا ابھی ابتدائی حصہ ہو تو باہر کم سے کم نکلا کرو کیونکہ رات کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے اپنی مخلوق کو پھیلا دیا کرتا ہے۔''

❀ مسلم، ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''جب رات کے آخری حصہ میں سونا چاہو تو راستے سے ہٹ جایا کرو کیونکہ وہ جانوروں کے چلنے کی جگہ ہے اور رات کے وقت زہریلے کیڑوں کے چلنے پھرنے کا مقام ہوتی ہے۔''

❀ ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے ''رات کے آخری حصے میں راستے کے بیچ سونے اور نماز پڑھنے سے گریز کرو کیونکہ یہ جگہ سانپوں اور درندوں کے پھرنے کے لیے ہوتی ہے اور یہاں پیشاب، پاخانہ نہ کیا کرو کیونکہ یہاں پر ایک برا جانتا ہے۔''

❀ ابوداؤد اور نسائی نے مرفوعاً لکھا ہے ''لوگ جب (راستے میں سفر کرتے ہوئے) اترا کرتے ہیں تو وادیوں میں ادھر ادھر چلے جاتے ہیں جس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا یہ کام شیطان جیسا ہے۔''

❀ ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد صحابہ جہاں کہیں بھی اترتے تو اکٹھے رہا کرتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 250

دنیا کا مال اکٹھا کرنے پر زور نہ دو

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم پورے طور پر دنیا اکٹھی کرنے پر نہ لگیں اور نہ ہی پوری طرح اس پر توجہ دیں، دنیا صرف ضرورت کے مطابق ہونی چاہیے، اس سے زیادہ نہ ہو۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ جس پر اس وقت عمل ہو سکتا ہے جب کوئی مخلص شیخ راہنمائی پر چلے اور اس کے ساتھ سفر کرے اور یوں وہ دل کی آنکھوں سے آخرت کی دنیا کو دیکھے اور پھر اس میں موجود نعمتوں اور خوشگوار زندگی کو دیکھے اور ہر ایک کا معائنہ کرے اور اس مقام پر وہ اس فانی دنیا سے الگ ہو جائے گا۔

اس کی وضاحت یہ ہے کہ جب انسان کے پاس کوئی خوبصورت چیز ہو تو وہ اپنی مرضی سے اس وقت تک اسے نہ

چھوڑے جب تک اسے اس سے بہتر چیز نہ مل جائے جیسے وہ اپنی جنگل میں نئے پیسوں کی بھری تھیلی لیے پھرتا ہو اور یکا یک اسے چاندی کا ڈھیر نظر آ جائے تو وہ اسے پلٹ کر اس میں چاندی بھر لے گا اور پھر جب وہ چاندی کی بھری تھیلی لے کر چلے اور سونے کا ڈھیر دیکھ لے تو چاندی پلٹ کر اسے سونے سے بھر لے گا اور جب تک اسے اس سے بہتر چیز نظر نہ آئے گی، وہ اپنے پاس والی چیز قبضے میں رکھے گا اور جب تک اللہ تعالیٰ اس کے دل سے بخیلی نہیں نکالے گا، وہ اسے پاس ہی رکھے گا۔

ہم نے اپنی کتاب البحر المورود میں عھود المشائخ کے اندر یوں ذکر کیا ہے ہمیں بتایا گیا ہے کہ جب ہم سونے یا چاندی کے ڈھیروں پر پہنچیں اور وہاں دنیا میں ہمارے لیے کوئی رکاوٹ نہ ہو اور نہ ہی آخرت میں اس پر کوئی سزا ہو تو اس میں سے اتنا حصہ لیں جس سے اس دن کا گذارہ ہو سکے یا قرضہ ادا ہو سکے، یونہی جب ہمارے گھر میں سونے کا لدا خچر آ جائے (مثلاً پانی سے کمایا ہوا) تو اس میں سے ہم ایک دینار بھی نہ نکالیں بلکہ بوجھ سمیت اسے وہاں سے نکال دیں اور آخرت کی نعمتیں گھٹنے کی فکر سے احتیاطاً دروازہ بند کر لیں۔

وہاں ہم نے یہ بھی بتایا کہ فقیر لوگ دوسرے لوگوں سے صرف اس بنا پر الگ دکھائی دیتے ہیں کہ وہ مجبوراً نہیں بلکہ اپنی مرضی سے دنیا کو چھوڑے ہوتے ہیں کیونکہ جو مجبوراً دنیا چھوڑتا ہے، وہ اور عام لوگ ایک جیسے ہوتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا اکٹھی کرنا اور اس کے لیے کوشش کرتے پھرنا انسان کے نفس کا مکر ہوتا ہے چنانچہ وہ اسے کہتا ہے کہ یہ کوشش اپنی بجائے اپنے اہل وعیال کے لیے کر رہے ہو جبکہ یہ کوشش ضروری ہوتی ہے، ہاں یہ کوشش تم اپنے لیے کرو تو ضرور بری ہوگی چنانچہ وہ عیال کا بہانہ بنا کر دنیا جمع کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس کے لیے انتظام کر کے اسے جمع کرتا ہے اور یوں پھر اس کے پاس ایک ہزار دینار جمع ہو جاتے ہیں لیکن اس کی عیال پہلے کی طرح تنگدست ہی رہتے ہیں، وہ انہیں کچھ بھی نہیں دیتا۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ جس میں اس دور کے فقیر بہت خیانت کرتے ہیں چنانچہ وہ دنیا اکٹھی کرنے کے لیے مصر سے شام تک کا سفر کرتے ہیں حالانکہ اگر کوئی مرید اکٹھی کرے تو اس پر الزام لگ جاتا ہے، شیخ پر کیوں نہ لگے گا۔

حضرت علی خواص رحمہ اللہ نے درخواست کی کہ وہ ان کے لیے عطیہ پیش کرتے ہیں لیکن آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا یہ وہ مال ہے جو سلطان کے ان لشکریوں کے لیے ہوتا ہے جو قافلوں کی صورت میں چلتے ہیں، رہا ہمارے جیسا فقیر جو اپنے گھر یا ڈیرے میں بیٹھتا ہے تو اس کے لیے اس میں سے ایک بھی درہم لینا مناسب نہیں۔

یونہی مریدوں نے مجھے بھی بتایا کہ سکندر کے قاضی نے تقریباً چار ہزار دینار میرے نام پر بھیجے لیکن میں نے اس اندیشے کی وجہ سے واپس کر دیئے کہ میرے لیے قاضیوں کا اور شبہ والا وہ مال کھانا مناسب نہیں جو میرا حصہ نہیں، پھر اسے لوگوں میں تقسیم کرنے میں بھی اندیشہ تھا لہٰذا میں اس پر اللہ کا شکر کرتا ہوں۔

مصر کا ایک فقیر شخص روم کے علاقے میں گیا اور ایاش باشاہ کے وزیر سے ملا، اس نے پوچھا کہ ہمارے ہاں کیوں آئے ہو؟ فقیر نے کہا کہ میں لوگوں کو اللہ کی راہ دکھاتا ہوں۔ اس نے پوچھا کیا کرتے ہو؟ اس نے کہا کہ اپنے بیوی بچوں کے لیے سلطان سے کچھ لینے آیا ہوں۔ یہ سن کر اس وزیر نے کہا اے بوڑھے! مجھے افسوس ہے کہ اس بڑھاپے میں تم دنیا اکٹھی کرنے کے لیے مصر سے یہاں آئے ہو، کیا مصر اور اس کے گرد کے علاقے میں تمہارا گذارا نہیں ہو سکتا اور پھر تم اپنے

رب کو دیکھ رہے ہو کہ وہ تمہیں پیدائش کے دن سے لے کر داڑھی سفید ہونے تک روزی دے رہا ہے اور ایک دن کا بھی ناغہ نہیں کیا۔ اگر تمہیں اس عمر میں بھی اپنے پروردگار پر بھروسہ نہیں اور تم اللہ کے اس فرمان پر مطمئن نہیں ہو ''زمین پر چلنے والے، ہر چیز کی روزی اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لی ہے۔'' تو میں تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ پہلے خود تم اللہ کی پہچان بتاؤ اور پھر لوگوں کو اللہ کی طرف راہنمائی کرو۔

یہ سن کر اس بوڑھے کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا جواب دے چنانچہ شرمسار ہو کر مصر واپس آ گیا۔ مجھے یہ حکایت واقعہ بیان کرنے والے نے خود سنائی۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص شیخ بننا چاہے اور حکمرانوں کے پاس سفارشیں کرے تو اس پر لازم ہے کہ ان سے نہ تو کوئی ہدیہ لے، نہ نیکی جانے اور نہ ہی احسان سمجھے خواہ وہ پورے طور پر حلال ہی کیوں نہ ہو کیونکہ جو حکمرانوں سے کچھ لیتا ہے، وہ ان کی نظروں میں گر جاتا ہے اور وہ اس کی سفارش نہیں مانا کرتے کیونکہ وہ ان کے ہاں عیال شمار ہوتا ہے اور اگرچہ اس کے پاس کوئی راز کی بات ہو۔ وہ انہیں نہیں دے گا جو اس کی عیال ہیں اور انہیں کھلاتا پلاتا اور لباس دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں اس کی دعا قبول نہیں فرماتا خواہ وہ بددعا ہی کیوں نہ کرے۔

یہ وہ بات ہے جو عام فقیروں میں پائی جاتی ہے چنانچہ حکمرانوں کے ہاں ان کی سفارش نہیں مانی جاتی اور وہ مصیبت زدہ لوگوں کی تکلیفیں دور نہیں کر سکتے لہٰذا اے بھائی دنیا اور اس کا انتظام کرنا چھوڑ دو تاکہ اللہ کے ہاں مجرم نہ بن سکو، اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ طبرانی اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جہاں تک ممکن ہو، دنیا حاصل کرنے کے ارادوں سے باز آ جاؤ کیونکہ جس کا بڑا مقصد دنیا حاصل کرنا ہو، اللہ تعالیٰ اس کا سب کچھ گنوا دیتا ہے اور اسے اپنا فقر نظر آنے لگتا ہے۔''

❁ ابن ماجہ کی مرفوع روایت ہے ''جس کا بڑا مقصد دنیا حاصل کرنا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کا معاملہ بگاڑ دیتا ہے اور اسے اپنی محتاجی نظر آنے لگتی ہے حالانکہ اسے قسمت کا لکھا ملنا ہوتا ہے۔''

ابن حبان کی روایت ہے ''جس کا ارادہ ہی دنیا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے اس کا فقر دکھاتا ہے اور اس کا سب کچھ بگڑ جاتا ہے۔''

یعنی اس کی حالت، کاروبار، روزی، جس جس چیز کا انتظام کرے، سب کچھ ہاتھ سے نکل جاتا ہے پھر اس کو راستے سے ہٹا دیتا ہے تاکہ وہ محنت کرتا اور تھکتا پھرے۔''

طبرانی فرماتے ہیں کہ فرمایا ''جس کا اصل مقصد دنیا اکٹھی کرنا ہو تو اللہ تعالیٰ میرا پڑوس اس کے لیے حرام کر دیتا ہے کیونکہ مجھے اس خراب دنیا میں بھیجا گیا ہے، میں اسے آباد کرنے نہیں آیا۔'' (صرف اللہ کی مرضی پر چلتا ہوں)

❁ بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو الگ تھلگ ہو کر صرف دنیا کا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسے اسی کا بنا دیتا ہے۔''

❁ حاکم اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو سب ارادوں کا ایک ہی ارادہ بنا لے یعنی آخرت آگے رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کے دنیاوی مقصد پورے کر دیتا ہے اور جسے ارادے ہی گھیرے ہوئے ہوں تو اللہ کو اس کی پرواہ نہیں، جس وادی میں چاہے اسے تباہ کر دے۔''

آسمانی کتابوں میں سے ایک میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اے دنیا! جو میری خدمت کرے اس کی تم بھی خدمت کرو اور جو تیری خدمت کرے تو تم بھی اس سے خدمت لو۔''

- طبرانی مرفوعاً لکھتے ہیں ''جو صبح اٹھے اور اس کا مقصد دنیا ہو، وہ اللہ سے کچھ نہیں لے سکے گا۔''
- انہی کی روایت یہ ہے ''جو شخص صبح اٹھے اور دنیا کے لالچ میں غمگین ہو تو گویا اللہ پر ناراض ہوتا ہے۔''

واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 251

دنیا کو دل میں جگہ نہ دے

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم دنیا کو اپنے دل میں اتنی جگہ نہ دیں کہ اپنے پروردگار کی ضروری عبادت سے غافل ہو جائیں اور پھر دنیا داروں سے بڑھنے کی کوشش نہ کریں اور نہ ہی اس معاملے میں کسی سے مقابلہ کریں، خواہ وہ مال ہو، تنخواہ ہو، کھانا ہو یا حکومت وغیرہ ہو جو دل پسند ہیں تا کہ اس کی طرف مائل ہونے کا راستہ بند ہو سکے۔

پھر جب انشاء اللہ ہم پر وہ کرم فرمائے گا جو اس نے عارف لوگوں پر کیا (اور اللہ کا شکر ہے کہ اس نے کر رکھا ہے) تو ادب یہ ہے کہ پوری کی پوری دنیاوی چیزوں کو ایک رکھیں اور اس میں سے صرف وہی چھوڑیں جس میں عاجز ہو جائیں اور بری خواہشات کو اچھی خواہشات میں تبدیل کر دیں لیکن اس موقع پر اللہ سے پردہ میں نہ جائیں اور نہ ہی اس کی عبادت سے غافل ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کامل لوگوں کی مدح کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ ''وہ ایسے مرد ہیں جنہیں تجارت اور بیع اللہ سے غافل نہیں کرتے۔'' چنانچہ اس نے بتا دیا کہ ایسے لوگ اللہ سے غافل نہیں ہوا کرتے کیونکہ یہ دنیا ان کے دلوں سے نکل کر ہاتھوں میں آ جاتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ دنیا کو صرف اس صورت میں برا جانتا ہے جب اس کی محبت طبیعت کے چاہنے پر ہو اور انسان محتاج لوگوں کو دینے سے بخل کرے لیکن اگر وہ مسکینوں کو کھلے دل سے دے اور اپنے آپ کو درمیان میں نہ لائے اور اس کے ذریعے لوگوں کو مانگنے سے روکے تو اس وقت یہ دنیا بہت اچھی گنی جاتی ہے اور اسے پھینک دینا برا سمجھا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود دنیا حاصل کرنے کی برائی نہیں کی بلکہ صرف اس کی طرف جھکاؤ کو برا فرمایا ہے کیونکہ اگر یہ ذاتی طور پر بری ہوتی تو کسی بھی حال میں ہمیں اس کو اپنے پاس رکھنے کا حکم نہ دیا جاتا۔ یہ بات ذہن میں رکھو۔

یہ بات ڈھکی چھپی نہیں کہ حضور شارع علیہ السلام ہوں یا نیک مومن، ان میں سے جو بھی دنیا کی برائی بیان کرتا ہے تو وہ اسی دنیا کی کیا کرتا ہے جسے انسان اپنی ضرورت سے زیادہ پاس رکھتا ہے لیکن جو اس کی ضرورت کے لیے لازمی ہے تو اسے دنیا کہا ہی نہیں جاتا بلکہ وہ تو اس کے لیے ضروری ہوتی ہے کیونکہ دنیا کو برا کہنے میں راز یہ ہے کہ اس میں مصروف

ہو کر اللہ کی عبادت سے توجہ نہ ہٹا لے لیکن جسے اللہ تعالیٰ بچا لے یا اس چیز میں قابو آنے سے بچائے جو اللہ سے غافل کرتی ہے تو پھر حرج نہیں، یہی وجہ ہے کہ حضرت ایوب اور سلیمان علیہما السلام نے دنیا مانگی تھی حالانکہ وہ دنیا کو چاہنے سے معصوم، میں جو انہیں اللہ سے غافل کر دے۔ اس بات کو ذہن نشین کرلو۔

مکہ مکرمہ میں رہائش کے دوران میں نے سیدی علی مکوواتی رحمہ اللہ کو فرماتے سنا کہ کامل ہونے پر کسی عارف کا گناہ میں گرفتار ہو جانا، اس بنا پر ہوتا ہے کہ وہ کھانے پینے، لباس، نکاح اور سواری وغیرہ پر کھلا خرچ کرنے لگتا ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر وہ چیز جو تمہیں لمحہ بھر کے لیے بھی اللہ سے غافل کر دے، وہ دنیا و آخرت میں تمہارے لیے شامت ہوتی ہے۔

سیدی محمد بن عنان رحمہ اللہ کے پاس جب بھی کوئی شخص دنیا کی کچھ چیز لاتا تو آپ کو گھٹن سی ہو جاتی اور ان پر اس کا اثر دکھائی دیتا چنانچہ ایک مرتبہ صبح کی نماز کے بعد ایک تھیلی میں کوئی شخص چالیس دینار لے کر آیا تو انہوں نے اس کی منہ پر مارتے ہوئے فرمایا تمہیں شرم نہیں آتی کہ صبح سویرے ہی مجھے دنیا کا مال دے رہے ہو، پھر اسے برا بھلا کہا اور فرمایا کہ ایسا کام دوبارہ کبھی نہ کرنا۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ نے فرمایا ایک راہبر شیخ کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ دل سے روزی کی فکر ہٹانے کے لیے سو دینار تک تو نقدی رکھے جو اس کی ضرورت کے علاوہ ہو کیونکہ وہ اسے کسی مقام پر دکھا سکے گا اور وہ اس کے پاس رہی رہے گی اور ہر شیخ کا ایک طریقہ ہوتا ہے جس کی بناء پر وہ اللہ کو ایسا قرض دیتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ سچے لوگوں سے خوش ہو جاتا ہے۔

اے بھائی! اس ساری گفتگو کا مقصد یہ ہے کہ دنیا سے محبت نہ رکھنا اور اس کا مقابلہ نہ کرنا اس وقت تک ممکن نہیں ہو سکتا جب تک کسی نیک شیخ کی پیروی نہ کرے، اپنے ارادے کو اس کے ارادے میں گم نہ کرے اور اپنی مرضی کو اس کی مرضی میں ختم نہ کر دے ورنہ وہ دنیا سے تعلق کا مزہ لے ہی نہیں سکتا جیسے اس دور کے مشائخ کے مرید عموماً کر رہے ہیں کہ ان کا شیخ مر رہا ہوتا ہے تو اسے حسرت ہی رہ جاتی ہے کہ اس کا اطاعت کرنے والا اسے آ کر مل ہی جاتا چنانچہ وہ دنیا سے بے تعلق سا بنا ہوتا ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے "آخر کار یہ امت بخل کرتے اور لمبی امیدیں لگاتے تباہ ہوگی۔"

❁ امام بزار نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "روزانہ آواز دینے والا آواز دے رہا ہے کہ دنیا کو دنیا داروں کے لیے رہنے دو (تین مرتبہ) کیونکہ جو شخص دنیا میں سے اتنا حصہ لیتا ہے جو اس کے گذارے سے بڑھ کر ہے تو وہ بے علمی میں گویا موت خرید رہا ہے۔"

❁ طبرانی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا" جو شخص خوشحال لوگوں کے خوبصورت حالات کا لالچ کرتا ہے تو وہ آسمانی دنیا میں ذلیل ہو جاتا ہے۔"

❁ ایک روایت میں لکھا ہے کہ "آسمانی دنیا میں اسے اللہ کی ناراضگی دیکھنا ہوگی۔"

❁ ابن ابی الدنیا کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "جو شخص اس دنیا کے مال میں سے کچھ لے لیتا

ہے تو اللہ کے ہاں اس کا (اتنا) مرتبہ گھٹ جاتا ہے خواہ وہ سخی ہی کیوں نہ ہو۔“

❁ حافظ منذری کے مطابق ابن ابی الدنیا اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے ”دنیا کی مٹھاس (مزے لینا) آخرت کی کڑواہٹ (عذاب) ہوتی ہے۔“

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ”جس کے دل میں دنیا کی محبت گھر کر جائے تو وہ اس کی وجہ سے تین سزائیں بھگتا رہا ہے بدبخت ہو جاتا ہے کہ اس کی یہ بدبختی ٹلتی ہی نہیں، لالچی ہو جاتا ہے اور یہ لالچ ختم ہو نہیں ہوتا اور ایسی امیدیں لگاتا رہتا ہے جن کی کوئی انتہا ہی نہیں ہوتی لہٰذا یہ دنیا ایک لحاظ سے تو لوگوں کو چاہتی ہے اور دوسرے لحاظ سے اسے پسند کیا جاتا ہے چنانچہ جو شخص دنیا کا لالچ کرتا ہے تو آخرت اس کو چاہتی ہے، اسی دوران اسے موت آ جاتی ہے اور وہ اسے حاصل کر لیتا ہے اور جو آخرت چاہتا ہے، دنیا اسے تلاش کرتی ہے اور آخر کار وہ اس میں سے لے لیتا ہے۔“

❁ بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے ”کیا کوئی ایسا شخص بھی ہو سکتا ہے جو پانی پر چلے اور اس کے قدم بھیگنے نہ پائیں۔ صحابہ نے عرض کی نہیں یا رسول اللہ! اس پر فرمایا دنیا دار بھی یونہی ہوتا ہے (یعنی دنیا سے پیار رکھنے والا) وہ بھی گناہوں سے بچ نہیں سکتا۔“ واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 252

موت نہ مانگو

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم کسی بھی صورت میں موت نہ مانگا کریں البتہ اس صورت میں حرج نہیں جب ہمیں اپنا دین برباد ہو جانے کا خدشہ ہو جیسے اس دور میں ہو رہا ہے کہ انسان روزانہ اپنے دین کو پہلے دن سے گھٹتا دیکھ رہا ہے۔ یہ معاملہ ۷۵۳ھ میں شروع ہوا جب یہ دین اپنے کمال پر پہنچا ہوا تھا جیسے میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے اترنے والی ایک لوح میں یونہی لکھا ہوا تھا چنانچہ اے بھائی! تمام معاملات گھٹنا شروع ہو گئے اور مومن کا دین روزانہ پہلے حال سے ناقص ہونے لگا اور پھر مسلمان کے لیے دین سنبھالنا روزانہ اتنا مشکل ہو گیا جیسے ہاتھ میں آگ کا انگارہ پکڑنا چنانچہ عام طور پر جیسے انگارہ پکڑنا مشکل ہوتا ہے بعینہ یونہی دین سنبھالنا مشکل ہوتا جا رہا ہے چنانچہ انسان جب بھی فوت ہوتا ہے، ناقص ہو کر فوت ہوتا ہے، دین میں خامی کا یہ سلسلہ ۷۵۳ھ میں ہوا جب اہل علم اپنی انتہاء کو پہنچ چکے تھے اور اہل طریقت بھی کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ لوح میں لکھی تحریر دیکھنے کا یہ واقعہ مصر کے شیخ ابراہیم مواہبی شاذلی رحمہ اللہ کے درو' کے سامنے پیش آیا تھا۔ یہ لوح چاندی کی زنجیر میں لٹکی ہوئی تھی، حضرت شیخ عبدالعزیز درینی رحمہ اللہ نے اپنے منظوم کلام میں ا کی طرف اشارہ کیا ہے، انہوں نے یہ کلام ۷۵۰ھ میں لکھا تھا

"پورے حالات میں نقص پیدا ہو گیا ہے اور بہترین وقت خراب ہو چکے ہیں۔"

یہ ۵۴۷ھ کی بات ہے کہ میں ایک بوڑھے شخص کے پاس گیا جو گرمی کے دنوں میں مصر کے اندر خلیج حاکمی کی پل کے نیچے سویا ہوا تھا، میں نے سلام کہا تو اس نے سلام کا جواب دیا اور ساتھ ہی پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے بتایا کہ عبدالوہاب ہے، اس نے کہا کہ میں کئی سال سے تمہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ بیٹھ جاؤ! میں اس کے پاس بیٹھ گیا تو اس نے مجھ سے مصافحہ کیا اور میرا ہاتھ اس مضبوطی سے پکڑا کہ میں شاید چلا اٹھا۔ پھر پوچھا میری اس طاقت کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا کہ زبردست طاقت ہے، اس نے کہا کہ اس میں حلال نعمتوں کی طاقت ہے جو میں نے بچپن میں کھائی تھیں اور اگر میں نے وہ خمیرہ نہ کھایا ہوتا تو آج میرا جسم مختلف کاروبار کرنے کی وجہ سے نیز لوگوں کی بد پرہیزیوں کی وجہ سے ایسے ہوتا جیسے آٹے کا بھوسا ہوتا ہے۔

پھر کہنے لگا اس وقت میری عمر ایک سو تینتالیس سال ہو چکی ہے اور ایک سو چالیس سال کے مقابلے میں ان آخری تین سالوں میں لوگ اتنے تبدیل ہو گئے ہیں کہ ان کے دین اور امانت میں خامی پڑ گئی ہے۔ اس وقت یہ حالت ہو چکی ہے کہ تمہارا بھائی اور ساتھی یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ تمہارا بھائی اور ساتھی تھا ہی نہیں بلکہ تمہارا بیٹا یوں معلوم ہوتا ہے کہ بیٹا ہے ہی نہیں اور نہ ہی تم اس کے باپ ہو، دل ایک دوسرے سے دور ہو چکے ہیں، مصیبتیں اترتی جا رہی ہیں اور صبر میں کمی کی وجہ سے مخلوق پر اتر رہی ہیں اور وہ عام طور پر اللہ کی قدرت میں موجود چیزوں پر ناراض ہونے لگے ہیں جن کی وجہ سے ان کے دین میں خامیاں پیدا ہو گئی ہیں اور حدیث پاک کے مطابق یہ موت ہر شخص کے لیے ایک تحفہ بن گئی ہے چنانچہ اس دور میں روزی وہی تلاش کرتا ہے جو اپنے نقص کی وجہ سے پردے میں چلا جاتا ہے۔

پھر کہنے لگا اے بیٹے! میں تمہیں اس دور کے صالح شخص کے بارے میں وضاحت سے بتاتا ہوں، میں نے کہا ہاں ضرور بتائیے۔ اس نے کہا کہ اس دور میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جو رات کو اٹھ کر وضو کرے اور فجر تک اتنے نفل پڑھے جتنے اس کی قسمت میں لکھے ہیں، پھر صبح کی نماز پڑھے اور اپنے ورد وظیفے پڑھنا شروع کر دے اور ظہر تک پڑھتا رہے، پھر ظہر سے عصر تک، عصر سے مغرب تک اور مغرب سے عشاء تک پڑھے اور عشاء سے سو جانے تک پڑھتا چلا جائے۔ پھر اگر ہم فرض کر لیں کہ ایسا شخص تمام ظاہری گناہوں سے بچا ہوا ہے تو کیا وہ اپنے دور والوں یا حاسدوں میں سے کسی پر بدگمانی سے بھی بچ سکتا ہے اور کیا عمر بھر وہ اپنے آپ کو گھڑی بھر کے لیے دوسروں کا مقابلہ کرنے سے روک سکتا ہے؟ میں نے کہا کہ یہ تو بہت مشکل ہے۔ اس پر اس نے کہا کہ اگر ایک شخص کی عمر بھر کی عبادت کو ایک ہتھیلی پر رکھ دیا جائے اور کسی مسلمان پر بدگمانی کو دوسری ہتھیلی پر تو بدگمانی کا پلڑا بھاری ہو جائے گا اور جب نیک لوگوں کی عبادت ایک گناہ کے کچھ حصے کا مقابلہ نہیں کر سکتی تو وہ شخص کیسے مقابلہ کرے گا جس کے ذمے مخلوق کے بے شمار حقوق ہیں؟

یہ سن کر میں نے اس کا ہاتھ چوما اور واپس چلا آیا۔

لہٰذا اے بھائی! اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرو اور اس زمانے کی تلخیوں پر صبر کیا کرو کیونکہ بلائیں تمہارے سر پر بادلوں کی طرح رکی ہوئی ہیں اور تم ان کے نیچے پیدل کی طرح چل رہے ہو یا پھر چلتے بال کی طرح سے اور تم ایک جگہ ٹھہرے

ہوئے ہو جیسے کوئی اپنے ساتھی سے بچھڑا ہوا کھڑا ہوتا ہے۔

اکابر، بلاؤں سے کیوں ڈرتے ہیں؟

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بلاؤں سے اکابر کے ڈرنے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان میں ناراضگی کا خدشہ ہوتا ہے، خود بیماری سے نہیں ڈرتے، پھر فرمایا کہ اگر میری آزمائش ہو جائے تو شاید مجھ سے کیا کچھ ہو جائے، کہیں ایسا نہ ہو کہ میں بے علمی ہی میں کافر ہو جاؤں۔

میری اس بات کو ذہن نشین کر لو اور یاد رکھو کہ موت کی آرزو سے کراہت ہر اس شخص نے کرنا ہوتی ہے جو نیک کاموں میں لگا ہوتا ہے جبکہ وہ اس سے کراہت نہیں کرتا جو برائیوں میں لگا ہوا ہو لہٰذا اس سے بے پرواہی نہ کرو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام احمد اور حاکم کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے بیمار چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی خیریت دریافت کرنے کے لیے تشریف لے گئے، انہوں نے موت کی آرزو کی تو فرمایا چچا جان! موت کی آرزو نہ کیجئے کیونکہ اگر آپ اچھے کام کرتے ہیں تو اچھائی یہ اچھائی کیئے جاؤ گے اور اگر (خدانخواستہ) برے کام کرتے رہے ہیں تو یہ بھی ممکن ہے کہ آپ برائی کی بجائے نیک کام کرنے لگیں لہٰذا موت کی آرزو اچھی نہیں۔"

❁ امام احمد اور بیہقی رحمہ اللہ مرفوعاً لکھتے ہے فرمایا "تم لوگ موت کی آرزو نہ کیا کرو کیونکہ اس میں بہت گھبراہٹ اور سختی ہوتی ہے جبکہ یہ اچھے نصیب کی بات ہوگی کہ بندے کو زیادہ عمر ملے اور اسے توبہ کا موقع مل جائے۔"

❁ مسلم کی روایت ہے "تمہارا کوئی شخص موت آنے سے پہلے اس کی آرزو نہ کرے اور نہ ہی اس کے لیے دعا کرے کیونکہ اس کے فوت ہو جانے پر اس کے عمل رک جاتے ہیں اور مومن کی عمر زیادہ ہو جائے تو اس کے لیے بہتری ہوتی ہے۔"

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "جب بھی تم میں سے کسی کی موت کا وقت قریب ہو جائے تو موت کی آرزو نہ کرے اور اگر ایسا کرنا ہی ہو تو یوں دعا کرے "اے اللہ! مجھے اس وقت تک زندگی دے جب تک یہ زندگی میرے لیے بہتر ہے اور اس وقت موت دے جب وہ میرے حق میں بہتر ہو۔" واللہ تعالیٰ اعلم

43

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 253

بلاء کو روکنے کی کوشش نہ کرو

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم کسی بلا کو اس وقت تک روکنے کی کوشش نہ کریں جب تک اس بارے میں حدیث میں نہ آیا ہو لہٰذا جب کسی شے پر بلا نازل ہو چکی ہو تو اسے دور کرنے کے لیے اس وقت تک کوشش نہ کرو جب تک رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اسے روکنا تو کجا، خاموشی ہی کیوں نہ ملتی ہو۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ علماء تک اس میں سستی سے کام لیتے ہیں اور اپنی اولاد کے سروں پر تعویذ، ہڈی یا پتھر کے ٹکڑے وغیرہ لگانا جائز سمجھتے ہیں اور ایسا کرنے والے کو نہ تو روکتے ہیں اور نہ ہی اسے کاٹ پھینکتے ہیں حالانکہ اصل طریقہ یہ تھا کہ انہیں کاٹتے ہوئے بچے اور اس کی ماں کو اس کام سے روکتے تاکہ وہ حضور ﷺ کی طرف سے اسے لٹکانے یا اٹھانے والے لوگوں کے خلاف کی گئی اس دعا سے بچ جاتے جو یقینی طور پر قبول ہے اور ٹل نہیں سکتی اور اگر حضور صاحب شریعت ﷺ یہ نہ جانتے ہوتے کہ اللہ اسے ناپسند کرتا ہے تو اپنی امت کو کبھی نہ روکتے لہٰذا ہمیں بھی ایسے کاموں سے رکنے کی ضرورت ہے خواہ ہم اس کا مطلب سمجھ سکیں نہ سمجھ سکیں۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس پر بلائیں نازل نہ ہوں تو در پردہ ایسا کوئی کام نہ کرے جسے لوگوں کے دیکھنے پر اسے شرم آئے لیکن جو در پردہ برے کام کرتا ہے تو اس پر بلائیں نازل ہونا ہی ہوتی ہیں اور اللہ کی نعمتیں رکنا ہی ہوتی ہیں چنانچہ اسی وجہ سے آج اس دور میں فقیروں تک کی اولاد سے نعمتیں دور ہو چکی ہیں لہٰذا عقلمند اگر وہ مسلسل نعمتیں لینا چاہتا ہے تو اپنے آپ پر نظر ڈالے جس پر اللہ کی نعمتیں ہمیشہ ملتی رہیں گی کیونکہ "اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔"

تعویذات پہننے سے رکاوٹ

ابو یعلیٰ اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "جو شخص تعویذ لٹکاتا ہے تو اللہ اس کا مقصد پورا نہ کرے اور جو کوڑی یا جھنگا لٹکاتا ہے تو اس کا مقصد بھی پورا نہ ہو۔"

❁ امام احمد اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے کہ: "ایک شخص رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں کچھ لوگوں کو ہمراہ لیے حاضر ہوا چنانچہ آپ نے اسے چھوڑ کر لوگوں سے بیعت لے لی۔ اس نے آپ سے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا اس کے بازو میں تعویذ بندھا ہے چنانچہ اس شخص نے اسے کاٹ دیا تو آپ نے بیعت کر لیا اور پھر فرمایا جو شخص تعویذ لٹکاتا ہے تو گویا وہ شرک کرتا ہے۔"

حدیث میں آنے والے لفظ تمیمہ (تعویذ وغیرہ) سے مراد وہ پتھر کے کٹے ہوئے دانے ہوتے تھے جنہیں وہ یہ

اعتقاد رکھ کر لٹکاتے تھے کہ وہ ان کی بلائیں دور کر دیں گے جبکہ یہ اعتقاد رکھنا جہالت اور گمراہی ہے کیونکہ اللہ کے علاوہ بلاؤں کو کوئی بھی ٹال نہیں سکتا چنانچہ اگر لٹکانے والے کا خیال یہ ہو کہ بلائیں دور کر دیں گے تو گویا شرک کرے گا اور اگر اس کا خیال یہ ہو کہ ٹال نہیں سکیں گے تو انہیں لٹکانے کا کچھ فائدہ نہیں۔ یہ بات ذہن نشین کر لو۔

(علامہ شعرانی رحمہ اللہ چونکہ انتہائی علم وتقویٰ کی حیثیت سے دنیا بھر میں شہرت رکھتے ہیں تو انہوں نے ایسے تعویذاتی کاموں سے روکا ہے جس کی وجہ سے عقیدہ پر ضرب آسکتی ہے ورنہ بڑے بڑے مایہ ناز علماء نے تعویذوں کے طریقے لکھے ہیں اور ان کے استعمال سے دنیا بھر میں فائدے اٹھائے جا رہے ہیں، آپ کو ذاتی طور پر تعویذ سے نہیں بلکہ غلط کلام اور طریقے سے نفرت ہو سکتی ہے۔ ((چشتی)

ابو داؤد کے مطابق حضرت عیسیٰ بن حمزہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن علیم رضی اللہ عنہ کے ہاں پہنچا جنہیں خسرہ (یا پھول ماتا) کی مرض تھی، میں نے کہا کہ آپ کوئی تعویذ نہیں لٹکا سکتے؟ انہوں نے کہا خدا کی پناہ، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ''جو شخص (تعویذ کے طور پر) کوئی چیز لٹکائے تو اسے اسی کے سہارے پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔'' (اللہ کی مدد نہیں ملتی)

- امام احمد اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ ''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے بازو پر دھاگا سا بندھا دیکھا (روای کہتے ہیں کہ شاید اسے یرقان کی بیماری تھی) آپ نے پوچھا بہت افسوس، یہ کیا ہے؟ اس نے عرض کی کہ کمزوری ہے۔ اس پر فرمایا ''اس سے تمہاری کمزوری اور بڑھے گی۔''
- ایک اور روایت میں ہے فرمایا ''اگر موت کے وقت بھی یہ بندھا رہا تو تجھے کبھی نجات نہ مل سکے گی۔''
- ایک اور روایت میں ہے ''اگر مرتے وقت بھی یہ یونہی بندھا رہا تو تمہیں اسی کے سہارے پر چھوڑ دیا جائے گا۔''
- ابن ماجہ وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''دم کرنا، تعویذ باندھنا اور جادو کرنا شرک ہے۔''

حضرت ابوسلیمان خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس دم سے روکا گیا ہے وہ ایسا ہوتا ہے جو عربی زبان میں نہ ہو کیونکہ اس کا پتہ ہی نہ چل سکے گا کہ وہ کیا ہے اور اس میں جادو یا کفریہ بات بھی ہو سکتی ہے لیکن اگر اس کا معنیٰ معلوم ہو اور اس میں اللہ کی یاد ہو تو یہ مستحب ہوتا ہے اور برکت والا ہوتا ہے۔

حافظ عبدالعظیم فرماتے ہیں کہ تِوَلَۃٌ (جس کا معنی جادو وغیرہ لیا جاتا ہے) ایک ایسی چیز ہے جسے عورتیں اپنے شوہروں کی نظر میں محبوبہ بننے کے لیے کرتی ہیں، یہ جادو جیسا کام ہے یا اسی کی کوئی صورت ہے۔''

حاکم کے مطابق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ تعویذ وہ نہیں ہوتا جسے بلاء نازل ہونے کے بعد لٹکائیں بلکہ اسے کہتے ہیں جو بلاء سے پہلے لٹکایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 254

وصیت کرنے میں سستی نہیں ہونی چاہیے

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم وصیت چھوڑنے کی سستی نہ کریں خواہ بیمار ہوں یا تندرست، پھر اس میں کسی کا نقصان نہ کریں، یونہی اس شخص کے مال میں سے غلام آزاد کریں اور صدقہ دینے میں لیٹ نہ کریں کہ کہیں موت ہی نہ آ جائے۔'' (وصیت سے پہلے پہلے)

یہ وہ ہدایت ہے کہ جس میں اکثر دنیا دار لوگ خیانت سے کام لیتے ہیں کیونکہ وہ اس کے وارث کے بارے میں لمبی امیدیں لگاتے، بخل سے کام لیتے اور حسد کرتے ہیں چنانچہ جو اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے، اسے کسی سچے شیخ کی ضرورت ہے جو اس کے گناہوں کا بوجھ ہلکا کرے، اس کے پردے ہٹائے، دنیا کو اس کے سامنے مٹی دکھائی دے اور موت اسے سامنے دکھائی دے ورنہ عام طور پر اس میں خیانت ہوتی رہے گی۔ واللہ غفور رحیم

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''مسلمان کے پاس وصیت والی کوئی چیز ہونے کی صورت میں اسے حق نہیں پہنچتا کہ دو دن گذرنے تک وصیت نہ کرے۔''

ایک روایت میں تین دن کا ذکر ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

❁ ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص وصیت کرنے کے بعد فوت ہوا تو وہ صحیح طریقے اور سنت پر عمل کر کے فوت ہوا۔''

❁ ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''ثواب سے محروم شخص وہ ہوتا ہے جو وصیت نہ کر سکا۔''

❁ ابو داؤد وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''بلا شبہ آدمی یا عورت ساٹھ سال تک اللہ کی عبادت کرتا رہتا ہے اور آخر کار اس کی وفات کا دن آ جاتا ہے تو وہ وارثوں کا نقصان کر کے جہنمی ہو جاتا ہے۔''

وصیت کے موقع پر وارث کا نقصان، بہت بڑا گناہ ہے

❁ امام نسائی نے مرفوعاً لکھا ہے ''وصیت میں کسی وارث کا نقصان کر دینا کبیرہ گناہ کہلاتا ہے۔''

❁ ابن ماجہ مرفوعاً بتاتے ہیں ''جو شخص اپنے وارث کو وصیت کرنے سے کترا جائے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے جنت کا وارث بننے نہ دے گا۔''

❁ ابو داؤد اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے ''آدمی اگر اپنی زندگی اور تندرستی میں ایک درہم بھی صدقہ دے تو یہ اس سو درہم صدقے سے بہتر ہے جسے مرنے کے وقت دے۔''

ابوداؤد اور ترمذی نے لکھا ہے ''جو شخص مرتے وقت غلام آزاد کرتا ہے تو یوں ہوتا ہے جیسے کوئی خود پیٹ بھرنے کے بعد بچا کچا کسی کو دیتا ہے۔''

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 255

جنازہ لے جانے میں جلدی سے کام لینا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم تیزی سے جنازہ لے جائیں تا کہ اسے جلد دفن کر سکیں، میت کی عزت کر سکیں تا کہ اسے برزخی نعمتیں جلد مل سکیں بشرطیکہ ہمارا اعتقاد ہو کہ اللہ اس پر فضل فرمائے گا، اس کی بخشش فرمائے گا اور اس پر رحمت فرمادے گا۔

- امام بخاری و مسلم وغیرہ مرفوعاً لکھتے ہیں ''جنازہ تیزی سے لے جاؤ کیونکہ وہ نیک ہے تو یہ نیکی ہوگی کہ تم اسے اللہ کے پاس جلد لے چلو گے لیکن اگر کوئی اور ہے تو وہ برا ہوگا لہٰذا اسے اپنی گردون سے جلد اتار سکو گے۔''
- ابوداؤد اور نسائی کے مطابق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان بن ابو العاص رضی اللہ عنہ کے جنازہ کے ساتھ گئے، لوگ آہستہ سے چلے جا رہے تھے لہٰذا آپ نے بلند آواز سے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ ہوتے ہوئے لوگ تیزی سے چلا کرتے تھے۔
- ابوداؤد اور ترمذی کے مطابق حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ہم نے جنازہ کے ساتھ چلنے کے بارے میں رسول اکرم ﷺ سے پوچھا تو فرمایا اگر میت نیک ہے تو دوڑنے سے ذرا کم رفتار میں چلو اور جنازہ جلدی سے لے جاؤ لیکن اگر ایسا نہیں تو جہنمی دور ہی بہتر ہیں۔'' واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 256

لوگوں کو میت کے لئے دُعا کرنے پر ابھارنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم میت کے لیے دعا کیا کریں اور اس کے بارے میں اچھے الفاظ بولیں تا کہ کوئی

شخص کھل کر یا لگا کر اس کی برائی نہ کر سکے، کھل کر یوں کہ اس کے بارے میں ناپسندیدہ باتیں کرے اور لگا کر یوں کہ جب وہ کسی کو میت کی برائی کرتا سنے تو کہے ایسے لوگوں سے جان چھوٹی، ہر بکری کو اس کی کونچ سے باندھ دیا جائے گا وغیرہ حالانکہ اس کی جگہ یوں کہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص پر رحم کرے، کتنے اچھے کام کرتا تھا اور کتنے اچھے خلق کا مالک تھا وغیرہ جبکہ بری بات چھپا کر اچھی بات کرنے میں جھوٹ سے بچاؤ ہو جایا کرتا ہے کیونکہ اسم تفضیل کے وزن ''افعل'' کے لیے ایسا شخص ہونا ضروری ہے جس سے وہ شخص افضل ہو۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کوئی بھی موجود شے ایسی نہیں جو ہر لحاظ سے دوسری کی طرح ہو، یا تو زیادہ ہوگی یا پھر کم، خواہ اس کی داڑھی یا سر میں ایک ہی بال کا فرق ہو۔ واللہ غفور رحیم

دفنانے کے بعد میت کے لئے دُعاء کا حکم

❁ امام ابوداؤد فرماتے ہیں، نبی کریم ﷺ جب میت دفنا کر فارغ ہوتے تو فرمایا کرتے ''اپنے بھائی کے لیے بخشش کی دعا کرو اور اس کے ثابت قدم رہنے کی دعا مانگو کیونکہ ابھی اس سے سوال ہونے والے ہیں۔''

❁ ابوداؤد اور ابن ماجہ کے مطابق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ لوگ ایک جنازہ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے اسے سراہا جس پر آپ نے فرمایا کہ ''ایسا ہی ہوگا'' پھر دوسرا لے کر گذرے تو لوگوں نے اس کی برائی کی جسے سن کر فرمایا کہ ''ایسا ہی ہوگا'' اور پھر اس کے بعد فرمایا کہ تم ایک دوسرے کے لیے گواہ بن گئے ہو۔''

❁ اسی بارے میں امام بخاری کی یہ روایت ملتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ! ''وَجَبَتْ'' (یعنی ایسا ہی ہوگا) سے کیا مراد ہے؟ اس پر فرمایا جس کے بارے میں تم نے اچھی باتیں کہی ہیں، اسے لازمی طور پر جنت ملے گی اور جس کی برائی کی ہے اس کے لیے جہنم لازمی ہوگا اور تم زمین پر اللہ کے گواہ پھرتے ہو۔''

❁ امام بخاری نے مرفوعاً لکھا ہے ''جس مسلمان کے لیے اس کی نیکی پر چار گواہ ہوں تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ ہم نے پوچھا کہ تین ہوں تو؟ فرمایا جنت اسے بھی ملے گی۔ ہم نے پوچھا کہ دو ہوں تو؟ فرمایا اسے بھی ملے گی۔ اس کے بعد ایک کے بارے میں ہم نہیں پوچھ سکے۔''

❁ ابو یعلیٰ اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جس شخص کے فوت ہونے پر اس کے چار قریبی ہمسائے یہ کہہ دیں کہ ہم نے اس کے بارے میں اچھائی ہی سن رکھی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے تمہارے اس بات پر بھروسہ کر لیا ہے اور اسے وہ کچھ بخش دیا ہے جو تم نہیں جانتے۔''

میت کی اچھائی بیان ہونے پر جنت

❁ بزار کی مرفوع روایت ہے کہ ''جب کوئی ایسا شخص فوت ہو جس کی برائی کا اللہ کو علم ہو لیکن لوگ اسے

سراہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میں نے اپنے بندے کے حق میں دوسرے لوگوں کی گواہی سن لی ہے لہٰذا اس کے وہ گناہ بخش رہا ہوں جو میرے علم میں تھے۔"

میں کہتا ہوں امام سعید رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی زندگی میں ایک شخص فوت ہوا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ سب نے بتایا کہ یہ شخص برا تھا، اسی دوران آپ پر اللہ کی طرف سے وحی آئی کہ اس کے بارے میں ان لوگوں کی گواہی صحیح ہے لیکن میں نے ابوبکر کی عزت کی خاطر ان کے کہنے پر اسے جنت دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ واللہ اعلم

❁ امام احمد فرماتے ہیں کہ "رسول اکرم ﷺ کو جنازے کے لیے بلایا جاتا تو آپ اس کے بارے میں پوچھا کرتے چنانچہ اگر اسے سراہا جاتا تو آپ جنازہ پڑھا دیتے لیکن نہ سراہا جاتا تو گھر والوں سے فرماتے کہ اسے سنبھال لو اور پھر جنازہ نہ پڑھاتے۔"

❁ ابوداؤد، ترمذی اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے کہ "اپنے مردوں کی اچھی باتیں بتایا کرو اور ان کی برائی کرنے سے باز رہو۔"

اور پھر صحیح بخاری میں موجود حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی یہ مرفوع حدیث بھی پہلے گذر چکی ہے "جب تم میت کے پاس جاؤ تو اس کو سراہو کیونکہ جو کچھ تم کہتے ہو، فرشتے اسی پر آمین کہہ دیتے ہیں۔"

❁ امام بخاری نے صحیح میں مرفوعاً لکھا ہے "میتوں کو برا نہ کہو کیونکہ انہیں اس کا نتیجہ مل گیا جسے انہوں نے آگے بھیجا ہے۔"

❁ بخاری ہی کے مطابق ابن حبان نے حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ کی روایت سے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ یزید بن قیس لعنتی کا کیا بنا؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ مر گیا ہے۔ اس پر بولیں کہ استغفراللہ! لوگوں نے پوچھا یہ کیا بات ہوئی، پہلے تو آپ نے اسے لعنتی فرمایا لیکن پھر استغفراللہ پڑھا دیا؟ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا "مردوں کو برا بھلا نہ کہا کرو۔" (الحدیث)

❁ ابوداؤد کی مرفوع روایت ہے "جب تم میں سے کوئی مر جائے تو اسے جانے دو، اس کے بارے میں کچھ نہ کہو۔" واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 257

قبرستان میں جانے پر زور دینا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے بھائیوں پر زور دیا کریں کہ اپنے بھائیوں کو تھوڑی بہت زیارت کے لئے

قبرستان جایا کریں جس کا مقصد یہ ہے کہ جب ہم فوت ہوں تو ہمارے گھر والے ہماری قبریں دیکھنے آیا کریں اور یہ کام کسی جائز مجبوری کے علاوہ نہ چھوڑیں۔

حضرت امام سنید بن عبداللہ ازدی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے ''قبروں کو دیکھنے جایا کرو اور زیادہ تر جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس طرح قبروں کی اہمیت گھٹنے کا اندیشہ ہے جیسے مردہ کو نہلانے والے، اٹھانے والے اور قبریں کھودنے والوں کا حال ہوتا ہے چنانچہ تم انھیں قبروں سے عبرت حاصل کرتے کبھی نہیں دیکھو گے کیونکہ وہ اکثر وہاں آتے جاتے ہیں اور یونہی جب انسان قبرستان میں ٹھہر جایا کرتا ہے تو اس کا حال بھی یہی ہوتا ہے لیکن جب دور سے انہیں جھانکے تو اس کے دل میں عبرت ہوگی، وہ مردوں کا حال یاد کر کے نصیحت حاصل کرے گا اور ان کاموں سے بھی جن پر مردوں کو شرمندگی ہوئی۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تم لوگ قبروں میں گھر اور غسل خانے بنانے سے گریز کیا کرو کیونکہ یوں مُردوں کے ذریعے نصیحت حاصل کرنے کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ وہاں تو لوگ ختم وغیرہ پڑھ لیا کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ شریعت والوں کے لیے بہتر یہ ہوتا ہے کہ قبرستان کے باہر ہی وضو کریں کیوں کہ اس طرح غسل خانے کا پانی قبروں تک پہنچ سکتا ہے جو ان کو نقصان پہنچاتا ہے لیکن ''اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔''

❁ امام مسلم کے مطابق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ محترمہ رضی اللہ عنہا کی زیارت کی چنانچہ خود روئے اور ارد گرد کے لوگوں کو بھی رلایا، پھر فرمایا ''میں نے اپنے پروردگار سے ان کے لیے بخشش مانگنے کی درخواست کی لیکن اس نے اجازت نہیں دی پھر میں نے قبر کی زیارت کے لیے درخواست کی تو اس نے اجازت دیدی لہٰذا تم قبریں دیکھنے جایا کرو کیونکہ یہ تمہیں موت یاد لائے رکھیں گی۔

❁ امام احمد نے روایت کی ہے ''میں تمہیں قبریں دیکھنے سے روکتا رہا ہوں لیکن اب تم دیکھا کرو کیونکہ ان کی وجہ سے عبرت حاصل ہوتی ہے۔''

ابن ماجہ کی روایت یوں ہے ''میں تمہیں قبریں دیکھنے سے روکتا رہا ہوں لیکن اب انہیں دیکھا کرو کیونکہ یہ دنیا کا خیال بھلاتی اور آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔''

اس سے پہلے حضرت امام سنید رحمہ اللہ کی یہ روایت گذر چکی ہے ''قبریں دیکھا کرو لیکن عام طور پر نہ جایا کرو۔''

❁ امام حاکم کی روایت ہے ''قبریں دیکھنے جایا کرو کہ ان کی وجہ سے تم آخرت کو یاد رکھو گے۔''

❁ ترمذی کی روایت ہے ''میں نے تمہیں قبریں دیکھنے سے روکا تھا تاہم (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنی ماں کی قبر دیکھنے کا حکم ہوا ہے لہٰذا انہیں دیکھا کرو کیونکہ یہ آخرت یاد دلاتی ہیں۔''

حضرت حافظ منذری رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عام طور پر مردوں اور عورتوں کو قبریں دیکھنے سے روک رکھا تھا لیکن پھر صرف مردوں کو اجازت دی لیکن عورتوں کو اسی طرح روکے رکھا گیا۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ سب کو اجازت دیدی گئی تھی۔ علماء کرام نے اس سلسلے میں کافی لمبی بحث کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 258

قیامت کے دن کی ہولناکی کے لیے تیاری کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم قیامت کی ہولناکی اور گھبراہٹ سے بچنے کے لیے نیک عمل کیا کریں اور وہ یوں کہ اس نے ہمیں جو حکم فرمائے ہیں، ان سب پر عمل کریں اور جن جن کاموں سے روکا ہے، ان سے گریز کریں اور پھر اللہ کو چھوڑ کر ان کاموں پر بھروسہ نہ کریں اور یونہی ان ہولناکیوں سے بچاؤ کے لیے توبہ کے ذریعے ہر اس کمی کو دور کریں جس میں ہم گرفتار ہیں کیونکہ جو بھی اللہ کے حکم ماننے میں سستی دکھاتا ہے تو لازمی طور پر اسے گھبراہٹوں اور سختیوں کا سامنا کرنا ہوگا اور جو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے پوری کوشش کرتا ہے تو وہ ان لوگوں میں شامل ہوتا ہے جن کے بارے میں آتا ہے ''انہیں بڑی گھبراہٹ (قیامت) غمگین نہ کرے گی اور فرشتے ان سے ملاقات کریں گے۔'' اور پھر اللہ کی رضا ان سے کہے گی کہ ''یہی تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ ہوا تھا۔''

اے بھائی! تمہارے اندر یہ کوشش اس وقت تک پیدا نہ ہو سکے گی جب تک کسی شیخ کے بتائے طریقے پر چل کر اس کی سختیوں کو برداشت نہ کرو گے وہی تمہارا بوجھ ہلکا کرے گا اور تمہیں تمہارا اعمال نامہ دکھائے گا اور تمہیں تمہاری تمام لغزشیں دکھائے گا چنانچہ چھوٹی بڑی ہر لغزش گنوا دے گا اور پھر تمہیں بتائے گا کہ توبہ کے ذریعے ظالموں کے ظلم سے نجات کیسے حاصل کی جا سکتی ہے اور جب تک وہ تمہاری بخشش نہ کرا سکے گا تو اس بارے میں اللہ سے تمہارے لیے سفارش کرے گا اور پھر وہ تمہاری موت تک انشاء اللہ تمہارے لیے دعائیں کرتا رہے گا کہ تمہاری بخشش ہو سکے کیونکہ قیامت کے دن سخت گھبراہٹ صرف اسے برداشت کرنا ہوگی جو شریعت کے حکموں سے لاپرواہی کرتا رہا ہوگا۔

اے بھائی! ان میں سے کچھ کی وضاحت تو میں کیے دیتا ہوں تاکہ باقی کو تم اس پر قیاس کر سکو اور وہ یوں ہے کہ جو شخص پورے طور پر اللہ کی عبادت کرتا ہے اور اسی دوران تھکاوٹ کی وجہ سے اس کا پسینہ نکل آتا ہے تو قیامت کے دن اسے پسینہ کم آئے گا کیونکہ قیامت کے دن انسان اسی پسینے میں غوطے کھائے گا جسے اس نے اللہ کی عبادت کرتے وقت نکالنے میں بخیلی سے کام لیا تھا جیسے ذکر کی محفلیں منانا، کنوئیں کھودنا اور بوجھ اٹھانا وغیرہ اور جو شخص سکون و آرام تلاش کرتا رہا اور اللہ کی رضا میں محنت نہ کی ہے تو اسے وہ پسینہ آئے گا جو اس دنیا میں رک گیا تھا اور اللہ کی عبادت میں نہیں نکل سکا تھا چنانچہ وہ پسینہ اس کے پاؤں کے ٹخنوں کے اوپر تک آئے گا، پھر اس سے اوپر آئے گا اور آخرکار اسے ڈبو دے گا اور یہی بات اس شخص کے بارے میں کہی جائے گی جو فقیروں مسکینوں کو اللہ کی رضا کے لیے کھانا کھلاتا اور پانی پلاتا رہا کیونکہ ایسا شخص بھی اتنی ہی بھوک پیاس میں مبتلا ہوگا جتنی اس نے کوتاہی کی تھی، پھر یہی بات اس پل صراط کے بارے میں کہی جائے گی جو جہنم کے عین اوپر رکھی گئی ہے، اس پر چلنا اسی کے مطابق ہوگا جس قدر وہ شریعت پاک پر چلا ہوگا چنانچہ جو شخص دنیا کے اندر اپنے اعمال میں

پھسل جائے گا اور اللہ اس کی توبہ قبول نہیں فرمائے گا تو وہ پلصراط پر بھی پھسلے گا، پھر شفاعت کے موقع تک یا تو اس کے کنڈوں سے لٹکا رہے گا یا پھر جہنم میں گر جائے گا اور شفاعت کے موقع تک وہیں رہے گا خصوصاً وہ لوگ ضرور پھسلیں گے جو زنا کرتے رہے، شرابیں پیتے رہے، نماز چھوڑتے رہے، مسکینوں کو کھانا نہ کھلایا یا پھر ان لوگوں کے ہمراہ ڈوبیں گے جو مومنوں کی حرام کی ہوئی عزتیں خراب کر دیں، پھر پل صراط پر تیزی یا سست رفتار سے چلنا عین اسی کے مطابق ہوگا جتنا وہ عبادت کے لیے تیزی اور سستی سے اٹھا کرتے تھے اور پھر یہی بات حوض سے پینے کے بارے میں بھی کہی جائے گی کہ انہوں نے جس قدر بھرپور طریقے سے علم حاصل کیا ہوگا اور اس میں پورا خلوص برتا ہوگا۔ (اسی قدر وہ حوض سے پیٹ بھر کر پئیں گے یا خالی پیٹ رہیں گے) لہٰذا اے بھائی! قیامت کی گھبراہٹ کو اسی پر قیاس کر لو البتہ حضور شارع علیہ السلام نے ایک ایسا کام بتایا کہ اگر انسان اسے کر لے تو اس ہولنا کی اور گھبراہٹ سے نجات حاصل کر لے گا۔

قیامت میں کہاں کہاں ٹھہرنا ہوگا

میرا دل چاہتا ہے کہ میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی روایت سے قیامت میں ٹھہرنے والے مقاموں کا ذکر کروں کیونکہ آپ بڑے سے بڑی ہولناکیاں بتا رہے ہیں، میں نے اسے ''فتوحات مکیہ'' کے چونسٹھویں باب میں دیکھا ہے لیکن حدیث کی کسی بھی بنیادی کتاب میں لکھا نہیں دیکھا لیکن آپ پر نبوت کے کلام کا چمکارا ہے، چنانچہ میں اللہ کی توفیق سے بتاتا ہوں

حضرت امام کامل، محقق شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ مجھے ۵۹۹ھ میں کعبۂ معظمہ کے رکن یمانی کے سامنے ہمارے شیخ قصار رحمہ اللہ نے بتایا (آگے لمبی سند ذکر کر کے فرمایا) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاں بیٹھا تھا جب کہ ان کے پاس حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ کئی اور صحابہ بھی تھے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا

قیامت کے دن ٹھہرنے کے پچاس مقامات

قیامت کے دن ٹھہرنے کے لیے پچاس مقام ہوں گے چنانچہ پہلا مقام وہ ہوگا جب لوگ قبروں سے اٹھیں گے، اور اپنی قبروں کے دروازے پر ہزار سال تک ننگے پاؤں اور ننگے جسم، بھوکے پیاسے کھڑے رہیں گے چنانچہ جو اپنی قبر میں سے اپنے رب کے ساتھ ایمان رکھنے کی حالت میں اٹھیں گا۔ اپنے نبی پر ایمان رکھتے ہونگے، جنت و دوزخ پر ایمان ہوگا، قبروں سے اٹھنے اور قیامت پر ایمان ہوگا، اللہ کے اچھائی اور برائی والے فیصلے پر ایمان ہوگا اور جو اللہ کی طرف سے حضرت محمد ﷺ کے لائے ہوئے پر ایمان لائے ہونگے، وہ نجات پا جائیں گے، کامیاب ہونگے، نیک بخت ہوں گے اور اللہ کے انعام حاصل کریں گے لیکن جو ان سب میں سے کسی ایک میں بھی شک کرتا ہوگا تو وہ اللہ کا فیصلہ آنے تک بھوک، پیاس، غم

اور بے چینی میں ہزار سال تک کھڑا رہے گا۔

پھر اس مقام سے انہیں محشر کی طرف ہانک لایا جائے گا جہاں ہزار سال تک دوزخ کے دھوئیں اور سورج کی تپش میں پاؤں پر کھڑے رہیں گے، ان کے دائیں بائیں، سامنے اور پیچھے آگ ہی آگ ہوگی جبکہ سورج ان کے سروں پر ہوگا، عرش کے علاوہ کہیں سایہ نہ ملے گا چنانچہ ان میں جو اپنا خلوص دکھاتے ہوئے اللہ سے ملاقات کریں گے، اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو مانتے ہوں گے، شرک، جادو، مسلمانوں کا خون بہانے سے بچے ہوں گے، اللہ ورسول کے لیے خالص ہوں گے، ان کی فرمانبرداری کرنے والوں سے محبت کرتے ہوں گے، ان کی بے فرمانی کرنے والوں سے ناراض ہوں گے تو وہ رحمٰن کے سائے تلے ہوں گے اور غموں سے بچ جائیں گے اور جو ان گناہوں میں سے ایک لفظ کی بنا پر بھی کسی ایک گناہ میں بھی گرفتار ہونگے یا ان کے دلوں میں تبدیلی آئی ہوگی اور ان کے دین میں کوئی شک ہوگا تو وہ حشر، عذاب اور غموں میں گرفتار ہزار سال تک ٹھہریں گے اور آخر اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں اپنی مرضی کا فیصلہ کردے گا۔

پھر پوری مخلوق کو نور اور اندھیرے کی طرف ہانک لیا جائے گا اور وہ ہزار سال تک اس اندھیرے میں ٹھہرے رہیں گے چنانچہ جو اس حالت میں اللہ سے ملاقات کریں گے کہ اللہ کا شریک نہ بنایا ہوگا، دل میں نفاق نہ ہوگا، کسی دینی معاملے میں شک نہ ہوگا، اپنے نفس کا حق ادا کرتے رہے ہونگے، سچ بولتے رہے ہوں گے، لوگوں سے انصاف کرتے رہے ہوں گے، ظاہر و باطن میں اللہ کی فرمانبرداری کرتے رہے ہوں گے، اللہ کے فیصلے پسند کرتے رہے ہوں گے، اللہ کے دئے ہوئے پر صبر کرتے رہے ہوں گے تو وہ لمحہ بھر میں سفید چہرے لیے اندھیروں سے نور کی طرف نکل آئیں گے، تمام غموں سے نجات پالیں گے لیکن جو ان میں سے کسی بھی شے کی مخالفت کرتے رہے ہوں گے، وہ ہزار سال تک غموں اور پریشانیوں میں گرے رہیں گے، پھر سیاہ چہرے لیے ہوئے نکلیں گے اور ان کا معاملہ اللہ کی مرضی پر ہوگا، وہ جو چاہے گا، کرے گا۔

اس کے بعد مخلوق کو حساب وکتاب کے خیموں میں لے جایا جائے گا، یہ کل دس خیمے ہوں گے چنانچہ وہ ہر خیمے میں ہزار سال تک ٹھہریں گے جن میں سے پہلے خیمے میں ان سے حرام کی گئی چیزوں کے بارے میں پوچھا جائے گا، اگر انہوں نے کوئی حرام کام نہ کیا ہوگا تو دوسرے خیمے میں چلے جائیں گے جہاں ان سے نفسانی خواہشوں کے بارے میں سوال ہوگا اور ان میں سے کسی خواہش میں گرفتار نہ ہوئے ہوں گے تو تیسرے خیمے کی طرف لے جائے جائیں گے جہاں والدین کی نافرمانی کے بارے میں سوال ہوگا، اگر کوئی نافرمان ثابت نہ ہوا تو چوتھے پردے کے طرف لے جائے جائیں گے جہاں ان سے ان لوگوں کے حقوق اور معاملوں کے بارے سوال ہوگا جن کو اللہ نے حاکم بنایا ہوگا، پھر قرآن کی تعلیم، دین کے معاملات اور ان کے ادب سکھانے کے بارے میں سوال ہوگا، اگر انہوں نے یہ کام کئے ہوں گے تو انہیں پانچویں خیمے میں لے جایا جائے گا جہاں ان سے غلاموں کے بارے میں پوچھا جائے گا، اگر وہ ان سے اچھا برتاؤ کرتے رہے ہوں گے تو چھٹے خیمے کی طرف لے جائے جائیں گے جہاں رشتہ داروں کے حقوق کے بارے میں سوال ہوگا، اگر انہوں نے ان کے حق ادا کئے ہوں گے تو ساتویں خیمے کی طرف لے جائے جائیں گے جہاں رشتہ داری کے باہمی تعلق کے بارے میں سوال ہوگا اور اگر وہ صلہ رحمی کرتے رہے ہوں گے تو آٹھویں خیمے کی طرف لے جائے جائیں گے جہاں حسد کرنے کے بارے میں

پوچھا جائے گا، اگر وہ حسد کرنے والے نہ ہوئے تو نویں خیمے کی طرف لے جائے جائیں گے جہاں مکر کرنے کے بارے میں سوال ہوگا اور اگر انہوں نے کسی بھی مسلمان سے مکر نہ کیا ہوگا تو انہیں دسویں خیمے میں لے جایا جائے گا جہاں ان سے دھوکا دینے کے بارے میں پوچھا جائے گا، اگر انہوں نے کسی سے دھوکا نہ کیا ہوگا تو نجات پا جائیں گے، عرش کے سایہ میں اتریں گے، آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی، دل خوش ہوں گے اور چہرے ہنستے ہوں گے اور اگر ان میں سے کسی ایک میں گرفتار ہوئے اور توبہ نہ کر سکے تو ان میں سے ہر ٹھہرنے کی جگہ پر بھوکے، پیاسے، غمگین، غمزدہ اور پریشان ہوکر ہزار سال تک ٹھہرے رہیں گے اور وہاں کسی کی سفارش کام نہ دے گی۔

پھر انہیں دائیں بائیں ہاتھوں میں ان کی حساب کی کتابیں پکڑائی جائیں گی چنانچہ پندرہ جگہوں پر ان کا حساب ہوگا جن میں سے ہر مقام پر ایک ہزار تک رہنا ہوگا چنانچہ پہلے مقام پر صدقات کے بارے میں سوال ہوگا اور اس مال کے بارے میں پوچھا جائے گا جو اللہ نے ان کے مالوں پر فرض کیا ہوگا اور جنہوں نے اسے پورے طور پر ادا کر دیا ہوگا تو وہ دوسرے مقام پر پہنچیں گے جہاں ان سے سچی باتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا نیز لوگوں سے درگذر کرنے کا سوال ہوگا چنانچہ جنہوں نے معاف کیا ہوگا، انہیں اللہ بھی معاف فرما دے گا اور تیسرے مقام پر پہنچیں گے جہاں ان سے بھلائی کرنے کے بارے میں سوال ہوگا، اگر وہ بھلائی کی ہدایت کرتے رہے ہوں گے تو چوتھے مقام پر چلے جائیں گے جہاں ان سے برائیوں سے روکنے کے بارے میں سوال ہوگا اور اگر وہ برائیوں سے روکتے رہے ہوں گے تو پانچویں مقام پر پہنچیں گے جہاں اچھی عادتوں کے بارے میں سوال ہوگا، اگر ان کے اخلاق اچھے ہوئے تو چھٹے مقام پر چلے جائیں گے جہاں ان سے اللہ کے ساتھ محبت و دشمنی رکھنے کے بارے میں پوچھا جائے گا، اگر ان کی محبت اور دشمنی اللہ کی خاطر رہی ہوگی تو ساتویں مقام پر چلے جائیں گے جہاں حرام مال کھانے کا سوال ہوگا، اگر انہوں نے ذرہ بھر بھی نہیں کھایا ہوگا تو آٹھویں مقام پر چلے جائیں گے جہاں ان سے تھوڑی سی بھی شراب پینے کے بارے میں پوچھا جائے گا، اگر انہوں نے ذرہ بھر بھی نہیں پی ہوگی تو نویں مقام پر پہنچ جائیں گے جہاں ان سے حرام کی گئی شرمگاہوں کے بارے میں پوچھا جائے گا، اگر کسی نے بھی حرام کاری نہ کی ہوگی تو دسویں مقام پر پہنچیں گے جہاں جھوٹی باتیں کرنے کے بارے میں سوال ہوگا، اگر کسی نے ایسی بات نہ کی ہوگی تو گیارہویں مقام پر چلے جائیں گے، جہاں ان سے جھوٹی قسمیں کھانے کے بارے میں سوال ہوگا، اگر کسی نے جھوٹی قسم نہ کھائی ہوگی تو بارہویں مقام پر چلے جائیں گے جہاں سود کھانے کے بارے میں پوچھا جائے گا، اگر کسی نے نہیں کھایا ہوگا تو تیرھویں مقام پر پہنچیں گے جہاں ان سے پاکباز عورتوں پر تہمت لگانے اور جھوٹے الزام لگانے کے بارے میں سوال ہوگا، اگر کسی نے کسی پر تہمت نہ لگائی ہوگی اور نہ ہی جھوٹا الزام لگایا ہوگا تو چودھویں مقام پر چلے جائیں گے جہاں ان سے جھوٹی گواہیاں دینے کے بارے میں پوچھا جائے گا، اگر کوئی جھوٹی گواہی نہ دی ہوگی تو پندرھویں مقام پر چلے جائیں گے جہاں ان سے بہت بڑا الزام لگانے کے بارے میں پوچھا جائے گا، اگر کسی مسلمان پر بہتان نہ لگایا ہوگا تو وہاں سے گذر کر لواء الحمد کے نیچے پہنچیں گے اور ان کا اعمال نامہ دائیں ہاتھوں میں دیا جائے گا پھر غم اور گھبراہٹ سے نجات حاصل کرلیں گے اور حساب مختصر سا ہوگا لیکن اگر ان میں سے کسی بھی گناہ میں گرفتار ہوئے اور توبہ کئے بغیر دنیا سے نکلے ہوں گے تو ان پندرہ

مقامات میں سے ہر ایک میں ہزار ہزار سال تک ٹھہریں گے جہاں غم، پریشانیاں، دکھ، بھوک اور پیاس میں اس وقت تک رہیں گے جب تک اللہ تعالیٰ ان کا فیصلہ نہیں فرمادے گا۔

اس کے بعد لوگوں کے اپنے اپنے اعمالنامے پڑھنے کے لیے ایک ہزار سال تک انہیں کھڑا کر دیا جائے گا، اگر وہ سخی ہوئے، اور اپنا مال اپنے فقرو فاقہ کے دوران آگے بھیجا ہوگا تو انہیں اعمالنامہ پڑھنے میں آسانی ہوگی اور پھر انہیں جنتی پوشاک پہنادی جائے گی، علاوہ ازیں جنت کے تاج پہنادئے جائیں گے اور عرش کے سایہ تلے نہایت امن و اطمینان کے ساتھ بٹھادیئے جائیں گے لیکن اگر اس نے بخیلی کی وجہ سے واپسی کے دن کے لیے فقرو فاقہ کے دوران آگے کچھ نہیں بھیجا ہوگا تو انہیں ان کے اعمالنامے اپنے اپنے بائیں ہاتھوں میں دئے جائے گے، انہیں دوزخی چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کے لباس دئے جائیں گے اور پھر بھوکے، پیاسے، ننگے، غمگین، پریشان اور ذلیل رکھتے ہوئے انہیں اللہ کے فیصلے تک لوگوں کے سروں کے اوپر کھڑا رکھا جائے گا۔

پھر لوگوں کو میزان (ترازو) کی طرف لے جایا جائے گا جہاں وہ ایک ہزار سال تک کھڑے رہیں گے چنانچہ اگر ان کے نیک عملوں کا پلہ بھاری ہوگا تو کامیاب ہوں گے اور لمحہ بھر میں نجات پا جائیں گے لیکن اگر نیکیوں کا پلہ ہلکا ہوا اور گناہوں کا پلہ بھاری ہوا تو میزان کے پاس انہیں ایک ہزار سال تک غم، پریشانی، دکھ، عذاب، پیاس اور بھوک میں اس وقت تک رکھا جائے گا جب تک اللہ تعالیٰ ان کا فیصلہ نہ فرمادے گا۔

اس کے بعد انہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے بارہ مقامات پر کھڑا کیا جائے گا جن میں سے ہر مقام پر ایک ایک ہزار سال تک کے لیے بلائے جائیں گے جن میں سے پہلے مقام میں ان سے غلاموں کو آزاد کرنے کے بارے میں پوچھا جائے گا جنہیں آزاد کرانا لازم تھا چنانچہ اگر ان میں سے کسی نے ایک غلام آزاد کیا ہوگا تو اللہ تعالیٰ ان میں سے ہر ایک کی گردن جہنم سے آزاد کردے گا اور وہ دوسرے مقام پر چلے جائیں گے جہاں ان سے قرآن، اس کے حق اور تلاوت کے بارے میں سوال ہوگا، اگر انہوں نے مکمل طور پر یہ سب کچھ کیا ہوگا تو تیسرے مقام پر پہنچیں گے جہاں ان سے جہاد کے بارے میں سوال ہوگا، اگر انہوں نے ثواب کی نیت سے راہ خدا میں جہاد کیا ہوگا تو چوتھے مقام پر پہنچیں گے جہاں بدگوئی کے بارے میں پوچھا جائے گا، اگر انہوں نے چغلی نہ کی ہوگی تو پانچویں مقام پر پہنچیں گے جہاں ان سے غیبت کے بارے میں پوچھا جائے گا، اگر انہوں نے غیبت نہ کی ہوگی تو چھٹے مقام پر پہنچیں گے جہاں ان سے جھوٹ کے بارے میں سوال ہوگا، اگر جھوٹ نہیں بولا ہوگا تو ساتویں مقام پر چلے جائیں گے جہاں ان سے علم کے بارے میں پوچھا جائے گا، اگر انہوں نے خلوص سے پڑھا ہوگا اور اسے پھیلانے میں خلوص برتا ہوگا اور اس پر عمل کیا ہوگا تو آٹھویں مقام پر پہنچیں گے جہاں ان سے تکبر کے بارے میں پوچھا جائے گا، اگر انہوں نے اپنے دین و دنیا اور اعمال کے دوران میں فخر کر کے نہ دکھایا ہوگا تو نویں موقف میں پہنچیں گے جہاں ان سے اکڑ اور تکبر کے بارے میں سوال ہوگا، اگر انہوں نے کسی پر تکبر نہ دکھایا ہوگا تو دسویں مقام پر پہنچیں گے جہاں ان سے اللہ سے بے امید رہنے پر سوال ہوگا، اگر انہوں نے مایوسی نہ دکھائی ہوگی تو گیارہویں مقام پر پہنچیں گے جہاں ان سے اللہ کی خفیہ چال سے بچنے کا سوال ہوگا، اگر وہ اس کی اس چال سے نہ بچے

ہوں گے تو بارہویں مقام پر پہنچیں گے جہاں ان سے ہمسائے کے حقوق کے بارے میں پوچھا جائے گا، اگر انہوں نے یہ حقوق ادا کر دئے ہوں گے تو وہ بارگاہ الٰہی میں ایسے کھڑے کئے جائیں گے کہ آنکھوں میں ٹھنڈک، دل میں خوشی، چہرے پر چمک، پوشاک پہنے، ہنستے ہنساتے چہرے اور خوشیاں لیے ہوں گے، اللہ انہیں دیکھ کر خوش ہوگا اور اپنے خوش ہونے کی خوشخبری دے گا چنانچہ انہیں ایسی خوشی ہوگی کہ جسے اللہ کے بغیر کوئی بھی جانتا نہیں ہوگا اور اگر ان میں سے کوئی بھی کام مکمل نہ ہوگا اور وہ توبہ کئے بغیر فوت ہوئے ہوں گے تو ان میں سے ہر مقام پر ہزار ہزار سال تک بند رکھے جائیں گے۔

پھر اس کے بعد ان لوگوں کو پل صراط کی طرف لے جایا جائے گا جہاں پہنچ کر دیکھیں گے کہ جہنم پر بالوں سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز پل بنے ہوں گے جن میں سے ہر ایک جہنم کے اندر چالیس ہزار سال تک کے سفر کی گہرائی تک دھنسا ہوگا جب کہ جہنم کے بڑے بڑے شعلے ان کی طرف بھڑکتے ہوں گے، پلوں پر کانٹے، کنڈے اور الٹے پلٹے لوہے لگے ہوں گے، یہ نو پل ہوں گے جن کے اوپر سے ساری مخلوق گذاری جائے گی، ہر پل پر ایک گھاٹی ہوگی جس کا پھیلاؤ ایک ہزار سال کا سفر ہوگا، ایک ہزار سال چڑھنے کے لیے، ایک ہزار سال درمیانی حصے میں اور ایک ہزار سال ہی نیچے اترنے میں لگیں گے چنانچہ اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''بے شک تمہارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں۔'' یعنی ان پل والوں کو دیکھ رہا ہوگا اور پھر فرشتے ان پلوں پر مخلوق کا دھیان رکھے ہونگے، یہاں ان لوگوں سے اللہ پر خالص ایمان کے بارے میں پوچھا جائے گا چنانچہ اگر ان کا ایمان خالص ہوا، اس میں شک اور ٹیڑھ نہ ہوا تو دوسرے پل پر جائیں گے، وہاں نماز کے بارے میں سوال ہوگا، اگر انہوں نے مکمل طور پر نمازیں پڑھی ہونگی تو تیسرے پل پر پہنچیں گے جہاں ان سے روزوں کے بارے میں پوچھا جائے گا، اگر انہوں نے پورے روزے رکھے ہوں گے تو پانچویں پل پر پہنچیں گے جہاں اسلامی حج کے بارے میں پوچھا جائے گا، اگر انہوں نے پورے طور پر حج کیا ہوگا تو چھٹے پل پر پہنچیں گے جہاں بے وضو ہونے کے بعد پاک ہونے کے بارے میں سوال ہوگا، اگر انہوں نے پاکیزگی کی ہوگی تو ساتویں پل پر پہنچیں گے جہاں ان سے ظلم کے بارے میں پوچھا جائے گا، اگر انہوں نے کسی پر ظلم نہیں کیا ہوگا تو جنت میں پہنچیں گے اور اگر کسی میں ذرہ بھر بھی کوتاہی ہوگی تو ہر پل پر ایک ہزار سال تک بند رہنا ہوگا اور پھر اس وقت تک جب تک اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں فیصلہ نہ کر دے گا۔ (الحدیث)

اے بھائی! اپنے آپ پر نظر رکھو، اگر تم سے ان گناہوں میں سے کوئی گناہ ہو گیا ہو جن کا ان مقامات پر میں سے ذکر کیا ہے تو تم نے اس کا بدلہ دیکھ لیا ہے اور اگر ان میں سے تم نے کوئی بھی گناہ نہیں کیا یا ہو گیا مگر اللہ نے تمہاری توبہ قبول کر لی تو ان خوفناک جگہوں میں تمہیں کسی کا اندیشہ نہ ہوگا اور انشاء اللہ تم اللہ کی رحمت سے جنت میں داخل ہو جاؤ گے لیکن تمہیں یہ کیسے پتہ چلے گا کہ اللہ نے تمہاری توبہ قبول کر لی ہے تو اللہ کی قسم ہمیں کسی ایسے بڑے کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے جس میں بڑے بڑے عقلمندوں کے ہوش اڑ جاتے ہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پوری کی پوری مخلوق اللہ کے حکم و ارادہ کے مطابق چل رہی ہے اور انبیاء و فرشتوں کے علاوہ سب کے بارے میں جہنمی ہو جانے کا اندیشہ ہے اور پھر بڑے بڑے اولیاء کرام شریعت پر پوری طرح

سے عمل کرنے کے باوجود یہی خوف رکھا کرتے ہیں تو پھر کسی دوسرے کے لیے کیسے ممکن ہے کہ وہ خوف نہ کرے لیکن ابلیس پوری تاک میں ہے چنانچہ کبھی وہ گناہگاروں کو یہ لالچ دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا اور بخشش فرمائے گا چنانچہ وہ لگا تار گناہ کرتے چلے جاتے ہیں اور توبہ نہیں کر پاتے ، یوں وہ ان کا دین برباد کر دیتا ہے اور یہ سب کچھ ابلیس کی چال ہوتی ہے لہٰذا عقلمند وہ ہے جو عمل کرے اور اس بارے میں اللہ کا خوف رکھے کہ کہیں اسے ان گناہوں کی وجہ سے جہنم میں داخل نہ کردیا جائے جو بے فرمانی کے دوران تو کجا، عبادتوں کے اندر ان سے ہو چکے۔

میرے بھائی افضل الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں دیکھ رہا ہوں کہ قیامت گویا آ چکی ہے اور میرا پلڑا ہلکا ہے پھر نہ پوچھو کہ اس پر مجھے کتنا غم ہوا۔

میں بتاتا ہوں کہ ایک مرتبہ میں نے بھی دیکھا ''صراط'' رکھ دی گئی ہے، لوگ اس پر چڑھتے ہوئے پھسل پھسل کر اپنے اپنے قد کے مطابق گر رہے ہیں، میں کھڑا ہوا ہوں کہ اسی دوران میرے پاس ایک فرشتہ آتا ہے اور پوچھتا ہے کہ تم کیوں نہیں چڑھتے؟ میں کہتا ہوں کہ چڑھنے کی ہمت نہیں۔ اس پر مجھ سے پوچھتا ہے کہ کیا تمہارے پاس دنیا کی کوئی چیز موجود ہے؟ میں نے کہا کہ کچھ بھی نہیں چنانچہ اس نے میری بائیں مٹھی کھولی اور میری انگلیوں کے درمیان سے ایک خوشہ سا نکالا اور کہا، اسے پھینک دو، اوپر چڑھ جاؤ گے چنانچہ میں اسے پھینک کر اوپر چڑھ گیا، الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ صحبہ وسلم تسلیما۔

منہیات

اب اللہ کے فضل سے ہم ان کاموں کا ذکر شروع کر رہے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں روکا ہوا ہے، یہ ان سے کم ہیں جن کے کرنے کا ہمیں حکم ہے کیونکہ اصل بات عبادت وفرمانبرداری ہوتی ہے، ہاں اگر کسی کام کے حکم دینے کو اس کی مخالف کام سے رکاوٹ بنا لیا جائے تو پھر یہ ان کاموں سے بڑھ جائیں گے جن کا حکم دیا گیا ہے۔ جب یہ بات تمہاری سمجھ میں آ گئی تو اللہ کی توفیق سے میں انہیں بیان کرتا ہوں۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 259

بدعت کے کاموں کو دین نہ سمجھیں

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ایسی نئی اور بری چیزوں کو اپنا دین نہ سمجھ لیں جن کے بارے میں قرآن وسنت کے اندر بظاہر کوئی دلیل نہیں ملتی اور پھر ہر ایسی رائے سے اپنے آپ کو الگ تھلگ رکھیں جن کے بارے میں ہمیں یہ معلوم نہ ہو سکے کہ وہ کتاب وسنت کے مطابق ہے ہاں اس پر اجماع ہو جائے تو اور بات ہے۔

اس ہدایت پر عمل کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے پاس حدیثوں اور آثار کی پہچان کا بہت زیادہ علم ہو، وہ چاروں مذہبوں کی ختم ہو چکی اور استعمال ہونے والی ساری دلیلوں کو یوں جانتا ہو کہ ایک آدھ کے علاوہ کوئی بھی دلیل اس کی نظر سے اوجھل نہ ہو کیونکہ ایسے میں وہ بہت سے احکام میں تقلید کرنے سے بے پرواہ ہو جائے گا لیکن اگر وہ اس مقام تک نہیں پہنچا تو اس کے لیے کسی خاص مذہب کی تقلید کرنا لازم ہوگا ورنہ گمراہ ہو جائے گا۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ دل کی آنکھوں سے ہر مسئلہ کو حضور شارع علیہ السلام کی کلام مبارک سے دلیل کی بنا پر جانتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے نزدیک کوئی بھی شخص اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک یقینی طور پر اسے معلوم نہ ہو کہ یہ حضور شارع علیہ السلام کا کلام ہے، صحابہ کا فرمان ہے،، قیاس سے ثابت ہے یا پھر ایک رائے ہے جو ہمارے ذکر کئے کے خلاف ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ایسی رائے پھینک دینے کے قابل ہے، اس پر کسی بھی شخص کو عمل نہیں کرنا چاہیے۔ آپ

فرماتے ہیں چنانچہ جس کے پاس اتنا زیادہ علم شریعت نہ ہو اور نہ ہی چاروں مذہبوں کی دلیلوں کی پہچان رکھتا ہو تو وہ لازمی طور پر ایسی رائے کو دین سمجھے گا جس پر کتاب و سنت سے دلیل نہ مل سکے گی چنانچہ اے بھائی مطالعہ کرو اور شریعت کی حدیثوں کو یاد کرلو، انکی شرحیں کرنے والوں کی کتابیں دیکھو اور ان اقوال کو سامنے رکھو تا کہ سارے مذاہب کی پہچان کر سکو کیونکہ یہ سب عین شریعت ہے۔

دوسرے مذہب کی صحیح دلیل چھوڑنا محرومی بن سکتا ہے

کبھی ایسا بھی تو ہو جاتا ہے کہ کسی مذہب کی تقلید کرنے والا اپنے امام کے قول کو اس کی رائے کے مطابق لیتا ہے جب کہ دوسرے مذہب میں اس کی رائے کے خلاف صحیح حدیث موجود ہوتی ہے، اسی کے وہ مذہب پر اڑ کر صحیح حدیثوں پر عمل سے رہ جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ سنت کی راہ چھوڑ بیٹھتا ہے۔ پھر یہ بھی فرمایا ایک مقلد کا یہ قول کہ ''اگر میرے امام کے پاس کوئی دلیل نہ ہوتی تو وہ یہ بات نہ کرتے'' یہ نرا انکار اور کوتاہی ہے حالانکہ خود اس کا امام خود اپنی رائے پر عمل نہیں کرتا ہے بلکہ اس پر عمل کرنے والے کو روکتا ہے۔

اپنے مذہب میں دلیل نہ ملنے پر دوسرے امام کے قول پر عمل کیا جائے

میرے بھائی افضل الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایسے امام کی رائے پر عمل کرنے کا موقع (جس کے پاس اپنے قول کا ثبوت نہ ہو) وہ ہوتا ہے جب ہمارے پاس اس کے خلاف کوئی دلیل نہ ہو چنانچہ وہاں مناسب یہ ہوتا ہے کہ اس کے قول پر اچھا گمان کیا جائے، اس وقت ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اگر ان کے پاس کوئی دلیل نہ ہوتی تو یوں نہ کہتے لیکن ہمارے پاس اس کے خلاف دلیل موجود ہو تو ہم پر لازم ہو جاتا ہے کہ اس مجتہد کے مقابلے میں اسی دلیل پر عمل کریں اور وہ اس وقت جب وہ ہمارے جیسا صحیح نظر والا ہو، ایسے موقع پر اس کی کلام کا مطلب یہ لیا جائے گا کہ اسے وہ دلیل نہیں مل سکی، اگر مل جاتی تو اس پر ضرور عمل کرتا۔

صرف کتاب و سنت پر عمل کرنے والے کے لیے بہت بڑے علم کی ضرورت ہے

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص صرف کتاب و سنت کے مطابق عمل کرنا چاہتا ہے اور رائے (قیاس) سے الگ رہنا چاہتا ہے، اس کے لیے علم عربیت، علم معانی، بیان، نحو جیسے لغوی علوم کی بہت زیادہ ضرورت ہے تا کہ اسے پتہ چل سکے کہ استنباط (مسئلہ نکالنا) کا موقع کون سا ہوتا ہے، اسے عربوں کے اقوال سے واقفیت ہونی چاہیے، اسے پتہ ہونا چاہیے کہ مجاز کیا ہوتا ہے اور استعارہ کسے کہتے ہیں اور اسے یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ کونسی دلیل میں تاویل (معنی نکالنا) کی جا سکتی ہے اور کونسی میں نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ احسان فرمایا ہے کہ میں چاروں مذہبوں وغیرہ کی دلیلیں جانتا ہوں، میں یہ بھی جانتا ہوں کہ فقہ کے ہر مسئلے میں ان کے قول کی دلیل کیا ہے چنانچہ ان کا ایسا کوئی قول نہیں جس کے بارے میں ان کے پاس کوئی دلیل نہ ہو، وہ دلیل یا تو کتاب و سنت سے ہوتی ہے، اثر سے ہوتی ہے یا پھر صحیح اصول کی بنا پر صحیح قیاس کی دلیل ہوتی ہے چنانچہ چاروں اماموں کے مذاہب بفضلہٖ تعالیٰ اس وقت میرے سامنے یوں ہیں کہ ان کا گوشت پوست پاکیزہ شریعت سے بنا ہے جیسے میری اس بات کا اندازہ میری کتاب ''مختصر السنن الکبریٰ'' پڑھنے والا لگا سکتا ہے جو امام بیہقی (السنن الکبریٰ) کی لکھی ہوئی ہے لیکن جو شخص ہمارے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق مذہبوں کے دلائل نہیں جانتا، اسے کیا معلوم کہ ''نص'' کیا ہوتی ہے اور ''رائے'' کیا؟ ایسے میں وہ اس وقت تک کمزور عقیدوں میں پھنس کر جھوٹے مذہبوں پر عمل کرے گا جب تک کسی ایک مذہب کو نہ اپنا لے۔

حضرت امام ابو القاسم جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہماری طریقت کے مطابق اس راہ میں اس وقت تک کوئی شخص کامل نہیں ہو سکتا جب تک وہ فقہ، حدیث اور تصوف میں امام کا درجہ نہ رکھتا ہو اور اس نے ان علوم والوں سے اس کی تحقیق نہ کر لی ہو، اس سے معلوم ہوا کہ شریعت کا علم رکھنے والے کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ اسی کو شریعت بنا لے جسے کسی شیخ کے بغیر خود اس نے سمجھا ہو جیسے ہمارا ایک ہمعصر کر رہا ہے کیونکہ وہ صرف اپنی سمجھ پر بھروسہ کرتے ہوئے کتابیں لکھ رہا ہے اور علماء کے ہاں پڑھنا چھوڑ دیا ہے چنانچہ وہ اس کے مخالف ہو چکے ہیں اور یوں اس کے علم سے کوئی بھی فائدہ نہیں اٹھا سکا لیکن اگر وہ صبر و تحمل سے اپنے علماء سے پڑھتا اور وہ خود اسے فتویٰ دینے اور پڑھانے کی اجازت دیتے تو اسے صاف ستھرا کر دیتے اور پھر اس کے استادوں کے بعد لوگ اسی کے پاس آتے۔ اسے ذہن نشین کر لو۔

حضرت شیخ الاسلام شیخ زکریا انصاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایسا بہت کم ہوا ہے کہ کسی بھی دور میں کسی ایک شخص کے پاس فقہ، حدیث اور تصوف اکٹھے ہوئے ہوں۔ پھر فرمایا جہاں تک ہمیں معلوم ہے ''کشاف'' کا حاشیہ لکھنے والے حضرت ''طیبی'' کے بعد اب تک ایسا کوئی نہیں ہوا اور جس کے پاس یہ تینوں علوم موجود ہوں وہی اس حیثیت کا مالک ہو سکتا ہے کہ اسے اپنے دور کا ''شیخ اہل سنت و جماعت'' کہا جائے اور اسے ایسا لقب نہ دیا جائے کہ وہ ظالم ہے لہٰذا اے بھائی! تم اہل سنت محمدیہ اور ان کے علماء کی کتابیں دیکھو، اصولی لوگوں کی کتابیں پڑھو اور صوفیہ کے رسالوں کا مطالعہ کرو خواہ تم کسی شیخ ہی کی طریقے پر چل رہے ہو تاکہ تمہیں اس بات کا اندیشہ نہ رہے کہ وقت کے باطنی علوم میں تمہاری زبان کہیں پھسل جائے گی جس پر وقت کے علماء تم پر اعتراض کریں گے جس کی وجہ سے لوگوں کو فائدہ کم ہوگا لیکن اگر تم مضبوط قسم کے علماء کو جانتے ہو گے تو تم لوگوں کے پاس وہ علوم لے کر جاؤ گے جنہیں لوگ قبول کریں گے اور جنہیں وہ قبول نہ کریں، انہیں چھپا سکو گے کیونکہ صوفیہ پر علماء کا رد صرف اس لیے ہوتا ہے کہ وہ صوفیہ کی باریک معلومات سمجھ نہیں پاتے چنانچہ ان کے رد کرنے کی وجہ سے حقیقۃً ان کا کوئی قول ٹل نہیں سکتا جیسے امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''ہم اپنے علماء میں سے کچھ علماء کا انکار کرتے تھے لیکن بعد میں پتہ چلا کہ وہ حق پر تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''بلکہ اسے جھٹلایا جس کے علم پر قابو نہ پایا اور ابھی انہوں نے اس کا انجام نہیں دیکھا۔'' اور یہ بھی فرمایا ''اور جب انہیں اس کی ہدایت نہ ہوئی تو اب کہیں گے کہ پرانا بہتان ہے۔''

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ کے اس قول کی تائید حضرت امام ابوالقاسم جنید رحمہ اللہ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے "میں صوفیہ کے اس فرمان میں کچھ عرصہ تک الجھا رہا کہ ایک ذکر کرنے والا اپنے ذکر کے ذریعے اس مقام تک پہنچ جاتا ہے کہ اگر اس کے چہرے پر تلوار بھی چلا دی جائے تو اسے محسوس نہیں کرتا" چنانچہ ہمیں ان کے اس قول کا ثبوت مل گیا۔"

اس سے معلوم ہوا کہ نفس کسی دلیل کی تلاش میں رہتے ہیں اور تقلید کی بنا پر عمل کے لیے انکا جھکاؤ اسی طرف ہوتا ہے جس پر اکثر لوگ عمل کر رہے ہوتے ہیں اور عمل کرنے والے اس پر پہلے ہی عمل کر رہے ہوں نہ کہ جس پر ایک آدھ کا عمل ہو کیونکہ یہ اس راستے کی طرح ہوتا ہے جس پر چلنے والے کم ہوں چنانچہ اس چلنے والے کو ساتھی نہ مل سکے گا اور وہ اکیلا ہی رہ جائے گا۔" اسے ذہن نشین کرلو۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں سیدی ابراہیم متبولی رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے فرمایا ہمارے نزدیک کوئی شخص اس وقت تک کامل نہیں ہوا کرتا جب تک اسے معلوم نہ ہو سکے کہ قرآن میں کوئی حرف بار بار کیوں آیا ہے اور پھر وہ جب چاہے اس سے سارے شرعی حکم نکال نہ سکے۔

آپ ہی نے فرمایا بندہ اس وقت تک کمال کو نہیں پہنچ سکتا جب تک تفسیر، فقہ اور حدیث میں امام کا درجہ حاصل نہ کر لے اور وہ کسی ایسے شیخ کے طریقے پر نہ چلے جسے اللہ کی پہچان ہو اور وہ اس طریقے پر چل کر کسی کے بتانے اور سننے سے نہیں بلکہ اپنے ذوق کی وجہ سے طریقت کو نہ پہچان لے، یہاں پہنچ کر اسے بارگاہ محمدی میں آ جانے کا موقع ملے گا اور وہ پاکیزہ شریعت کے حکم جان سکے گا نیز اسے ان میں سے بدعت کے کاموں کا پتہ چل سکے گا کیونکہ ایک کامل شخص کے لیے شرط یہ ہے کہ شب و روز میں اس کی ہر حرکت و سکون شریعت کے ترازو پر پوری اترے۔

آپ نے یہ بھی فرمایا ایک کامل شخص کے لیے ضروری ہے کہ دل کی آنکھوں سے مجتہدوں کے تمام اقوال پر نظر رکھے اور رائے کو ان کے اقوال سے علیحدہ کر سکے اور اسے یہ معلوم ہو کہ ان کے اقوال میں سے حقیقی طور پر کون سا عمل درست ہے۔

آپ ہی نے فرمایا پہلے مشائخ فرمایا کرتے تھے ایک بندے کے لیے شریعت میں قدم رکھتے وقت یہ لازم ہوتا ہے کہ اسے اپنے کتاب و سنت پر پابند ہونے کا علم ہو اور ظاہری طور پر بدعت کے کاموں سے بچا ہوا ہو جس کی وجہ یہ ہے کہ کہیں وہ بدعت کے کاموں میں نہ گھر جائے اور پھر اس کے مرید اس پر عمل نہ کرنے لگیں چنانچہ وہ خود بھی گمراہ ہوگا اور دوسروں کو بھی کرے گا اور گمراہ اماموں میں شمار کیا جائے گا۔ بری رائے کے لئے ہم نے اپنی کتاب "مختصر السنن الکبریٰ" کی ابتداء میں تفصیلی گفتگو کی ہے لہٰذا وہاں سے دیکھو۔

سیدی علی نبتیتی رحمہ اللہ نے ایک فقیہ شخص سے فرمایا اے بیٹے! ایسی رائے پر عمل کرنے سے گریز کرو جو حدیث کے خلاف جاتی ہو اور پھر یوں نہ کہہ دو کہ یہ میرے امام کا مذہب ہے کیونکہ سارے امام جب اپنے اقوال کو سنت کے مقابلے میں دیکھتے ہیں تو ان سے ہٹ جاتے ہیں جبکہ تم بھی یقیناً ایک نہ ایک کے مقلد ضرور ہو لہٰذا تم اس بات میں ان سے کسی ایک کی تقلید کیوں نہیں کرتے اور دلیل کو کیوں نہیں اپناتے جیسے تم اپنے امام کے قول کے بارے میں کہہ دیتے ہو کہ ممکن

ہے کہ ان کے پاس کوئی ایسی دلیل ہو جو تمہیں نہیں مل سکی، اور یہ اس لیے سمجھا رہا ہوں کہ کہیں تم ان دونوں میں سے کسی ایک پر بھی عمل کرنے سے نہ رہ جاؤ۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ جب اہل سنت کے علماء میں سے کسی کے قول میں یہ کہا گیا ہو کہ یہ رائے بری ہے تو اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ وہ شریعت مطہرہ کے قاعدوں کے مطابق نہیں، اس بدعت سے یہ مراد نہیں ہوتا کہ وہ واضح طور پر سنت سے آگے بڑھ کر ہوتی ہے کیونکہ یوں وہ ان احکام میں شامل ہو جائے گی جو شریعت کے قاعدوں اور دلیلوں کے مطابق ہوتے ہیں اور کوئی بھی عقلمند یہ بات نہیں کہے گا اور پھر اس کی وجہ سے مجتہد حضرات کے ان تمام اقوال کا یقینی طور پر رد ہو جائے گا جنہیں شریعت واضح نہیں کرتی حالانکہ اس کا قائل کوئی بھی نہیں۔

امام بیہقی کے نزدیک بری رائے کا مفہوم

امام بیہقی رحمہ اللہ نے السنن الکبریٰ کے باب القضاء میں لکھا ہے کہ بری رائے کا لفظ جہاں بھی بولا جاتا ہے تو اس کا مطلب ہر وہ رائے ہوتی ہے جو اصل کے مطابق نہ ہو۔ فرماتے ہیں ''رائے کو جہاں جہاں برا شمار کیا گیا ہے، وہاں یہی معنیٰ مراد ہے۔''

یہ جو ہم نے لکھا ہے کہ مجتہد امام، اللہ کے دین میں اپنی رائے پر چلنے سے گریز کرتے ہیں تو اس کا ثبوت حضرت ابن عباس اور حضرت عطاء سے ملتا ہے اور انہی کی پیروی امام مالک نے بھی کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے علاوہ ہر ایک کی کلام پر پکڑ ہو جاتی ہے اور وہ اسی کے خلاف جاتی ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا تھا جو میری دلیل نہیں سمجھ سکتا، اس کے لیے میری کلام پر فتویٰ دینا حرام ہے اور وہ جب بھی کسی کو فتویٰ دیتے تو فرمایا کرتے تھے یہ رائے تو ابو حنیفہ کی ہے جو میری ہمت کے مطابق بہت اچھی ہے لیکن جو اس سے بہتر بتا دے تو درست اسی کو کہا جائے گا۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''جب صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مذہب ہوتی ہے'' اور فرماتے تھے جب تم میری رائے کو رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مخالف دیکھو تو آپ ہی کی کلام پر عمل کرو اور میری کلام کو دیوار کے ساتھ مار دو۔

جب حضرت مزنی رحمہ اللہ نے ایک مسئلہ میں آپ کی تقلید کی تو امام شافعی نے فرمایا اے ابراہیم! میں جو کچھ کہوں، اسی کی تقلید نہ کرلو بلکہ اپنے آپ کو بھی دیکھو کیونکہ یہ دین کا معاملہ ہے۔

پھر جب آپ کسی مسئلہ کی دلیل کو کمزور سمجھتے تو فرماتے اگر صحیح حدیث مل جاتی تو ہم اسی کے مطابق چلتے اور وہ ہمارے سامنے قیاس سے بہتر ہوتی۔

ایک روایت میں آتا ہے جب نبی کریم ﷺ سے ''بابی ہو وامی'' (میرے ماں باپ قربان) کے الفاظ مل جائیں تو ہمارے لیے انہیں چھوڑ دینا جائز نہیں، اس بارے میں کوئی اور دلیل معتبر نہ ہوگی۔

ایک اور روایت میں ہے لوگ کتنے ہی کیوں نہ ہوں رسول اکرم ﷺ کے فرمان کے سامنے کسی کی دلیل نہیں چل

سکتی خواہ وہ قیاس وغیرہ کی شکل میں ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی کی کلام کو آپ کے پایہ کا نہیں بنایا، آپ کا فرمان ہر کلام کو کاٹ دیتا ہے۔

ہم نے امام شافعی رحمہ اللہ کے تمام اقوال کو اپنی کتاب المنہج المبین کے مقدمہ میں جمع کر دیا ہے۔ رہے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تو سنت کی تابعداری میں ان کا حال سبھی کو معلوم ہے چنانچہ آپ آزمائش کے دنوں میں تین دن تک چھپے رہے پھر باہر آئے تو آپ سے کہا گیا کہ حکمران آپ کو بھی تلاش کرتے پھر رہے ہیں جس پر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب کفار سے نکل کر غار میں چھپے تھے تو تین دن سے زیادہ تک چھپے نہ رہے تھے۔ پھر ہمیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ آپ نے فقہ میں کوئی کتاب اس اندیشہ کی بنا پر جمع نہیں کی تھی کہ کہیں ان کی رائے حضور ﷺ کے کلام کے مخالف نہ ہو جائے اور فرمایا کرتے تھے کہ کیا کسی شخص کی کلام اللہ و رسول کے کلام کے پایہ کی ہو سکتی ہے؟ چنانچہ آپ کا پورا مذہب آپ کے ساتھیوں کے دلوں سے جمع کیا گیا ہے۔

- آپ نے یہ بھی فرمایا تھا رائے کی بنا پر بنی کتابیں، وہی دیکھے گا جس کے دل میں فساد ہو۔
- آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ جب تم کسی شہر میں حدیث کا عالم دیکھو جو صحیح اور کمزور حدیث کی پرکھ نہیں کر سکتا اور وہاں رائے والا عالم بھی ہو تو حدیث والے سے سوال کیا کرو، رائے والے سے نہ پوچھا کرو۔
- یہ بھی فرمایا تھا دین میں کسی کی تقلید نہ کرو کیونکہ جس کے پاس روشنی کے لیے شمع ہو، اس کے لیے یہ بات اچھی نہیں کہ اسے بجھا کر اندھیروں میں چلتا پھرے۔

شاید آپ کا اشارہ عقل کی طرف تھا جسے اللہ نے ایک ایسا آلہ بنا رکھا ہے جس کے ذریعے وہ معاملات کو نکھارتا اور دین پر نظر رکھتا ہے۔

- آپ ہی نے فرمایا نہ میری تقلید کرو، نہ مالک کی، نہ اوزاعی کی اور نہ ہی نخعی وغیرہ کی بلکہ تم بھی شرعی احکام وہیں سے لو جہاں سے انہوں نے لیے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ ان کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ تقلید وہ چھوڑے جس میں اتنی علمی قوت ہو ورنہ علماء نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ کمزور نظر رکھنے والے کے لیے تقلید کرنا زیادہ بہتر ہے۔ اس بات کو ذہن نشین کر لو۔ واللہ اعلم

امام مالک رحمہ اللہ نے اپنے بھروسہ کی بناء پر بتایا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا ''میں تم میں دو ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ جب تک انہیں سنبھالے رکھو گے، کبھی نہ بھٹکو گے، یہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت (حدیث) ہے۔''

- ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے ''میں تمہارے لیے ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ انہیں سنبھالے رکھنے پر کبھی بھی بھٹک نہیں سکو گے۔ یہ اللہ کی کتاب اور میری عترت یعنی اہل بیت ہیں۔''
- ایک روایت میں اتنا اور بڑھایا ہے ''اب دیکھتے رہو کہ میرے بعد کیا کرتے ہو۔''

اہل بیت سے مراد ان میں سے علماء ہیں

اہل بیت سے مراد ان میں سے عالم لوگ ہیں جیسے حضرت علی، ابن عباس اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم ہیں۔

❁ حضرت ابو داؤد وغیرہ مرفوعاً لکھتے ہیں ''تم میری اور ہدایت والے خلفاء راشدین کی سنت پر مضبوطی سے عمل کرتے رہو، اس سنت کو تھامے رہو اور گویا اسے ڈاڑھوں میں لے لو، پھر نئے رواج دینے سے رک جاؤ کیونکہ ہر نیا کام بدعت کہلاتا ہے جس کی وجہ سے انسان راہ سے بھٹک جاتا ہے۔''

❁ امام بخاری کے مطابق حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اللہ کی کتاب میں خوبصورت باتیں ہیں، سب سے بہتر زندگی وہ ہے جو حضرت محمد ﷺ کے طریقے کے مطابق گذرے، سب سے برے کام وہ ہیں جنہیں اپنی طرف سے گھڑ لیا جائے۔''

❁ انہی کی روایت ہے ''گمان سے کام لینے والوں سے قبل علم سیکھ لو۔'' یعنی جو اللہ کے دین میں صرف گمان کی بناء پر کلام کریں گے۔ امام بخاری نے یہ حدیث کتاب الفرائض کی ابتداء میں لکھی ہے۔

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے'' جو ہمارے اس معاملہ (دین) میں کوئی نئی چیز ڈالے گا جو درحقیقت اس میں نہ ہوگی تو اسے رد کر دیا جائے گا۔''

آگے اگلی ہدایت میں وہ سب حدیثیں آرہی جو علم میں دکھلاوا کرنے کے بارے میں ہیں۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 260

شرعی کام کرنے میں سستی نہ دکھاؤ

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم شرعی کاموں میں دیر کرنے کی سستی نہ دکھائیں بلکہ انہیں جلد از جلد ادا کریں اور اس میں کسی سے اجازت نہ لیں کیونکہ یہ بات ہمارے علم میں ہے کہ شرعی کام کہیں استدراج (گناہوں میں آہستہ آہستہ گھرتے جانا) کا پھندا نہ بن جائیں جب کہ قرآن و حدیث سے نکالے ہوئے ایسے نہیں ہوتے چنانچہ ان میں استدراج کی صورت پیدا ہو تو ان میں ہم پوری توجہ سے یوں عرض کریں گے'' دستور (ہمارا طریقہ یہ ہے) یا رسول اللہ! ہم یہ کام ایسے ایسے کر رہے ہیں جن کا آپ نے عام طور پر اپنے اماموں کو حکم فرما رکھا ہے کہ آپ کے اس فرمان کے مطابق کریں'' جو اچھے کام کا رواج ڈالتا ہے، اسے اس کا اجر ملے گا اور ان جیسا اجر بھی ملے گا جو اس پر عمل کریں گے۔'' اور پھر اس کے بعد ہم اس

وقت تک وہ کا شروع نہ کریں جب تک اپنے کانوں سے رسول اللہ ﷺ کا فرمان نہ سن لیں لیکن اگر آپ کے الفاظ نہ سن سکیں تو ذرا ٹھہر جائیں تا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں آپ کی طرف سے یہ اجازت ڈال دے کہ آپ اس کے کرنے سے ہم پر خوش ہیں اور پھر اس پر عمل کرنا آپ کے سامنے، اسے چھوڑ دینے سے بہتر ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ بدعت کام اگر چہ تمہیں اچھا لگے لیکن پھر بھی ممکن ہے کہ اللہ و رسول کو پسند نہ ہو جیسے ابن ماجہ اور ترمذی کی اس مرفوع حدیث میں ہے جو گمراہی والا نیا کام شروع کر دے، جس پر اللہ و رسول خوش نہ ہوں تو اس کا بوجھ ان پر ایسا ہوگا جو انہیں ہوگا جو اس پر عمل کریں گے۔"

ہم اسی بناء پر کہتے ہیں ادب یہ ہے کہ ہم اس معاملے میں رسول اکرم ﷺ سے اجازت لیں جس کے بارے میں شریعت نے کھل کر نہیں بتایا جب کہ شریعت کے بتائے میں اجازت کی ضرورت نہیں بلکہ ایک عالم نے کہا ہے کہ جسے شریعت میں اجازت کی ضرورت پڑے تو اس کے ایمان میں کسی چیز کا دخل ہے لہٰذا وہ اپنے ایمان کی فکر کرے اور یوں کہے لا الہ الا اللہ اور جس کے بارے میں شریعت نے واضح کر دیا ہے کہ اجازت لینا اچھا نہیں، اسے اجماع والی چیزوں میں شامل کرو۔

اس کی وضاحت یہ ہے کہ حدیث سے ثابت چیزوں پر رک جانے والے کے لئے بہتر یہ ہے کہ آپ کی پیروی کر لے اور بدعت پر عمل نہ کرے خواہ اچھی ہی ہو کیونکہ ہم شریعت کی حد پر ٹھہرنے کی صورت میں پیروکار بنتے ہیں اور جب ہم شریعت کی پابندیوں سے بالکل آزاد ہو جاتے ہیں تو بدعتی بن جاتے ہیں خواہ نام ہی کے بنیں اور پھر یہ بھی ہے کہ حضور شارع علیہ السلام کی نظر مبارک ہماری نظروں سے زیادہ کامل اور پوری ہوتی ہے خواہ ہم کتنے ہی سمجھدار کیوں نہ ہوں اور پھر یہ بھی پڑھی لکھی بات ہے کہ جو بھی شریعت کی حد چھوڑ کر عمل کرتا ہے تو وہ بدعتی ہو جاتا ہے اور سنتِ محمدیہ سے بہت دور نکل جاتا ہے۔

اس کی وضاحت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہایت اعلیٰ درجہ کی شریعت اتاری ہے چنانچہ اس نے صرف اسی چیز کو چھوڑا ہے جس کے بارے میں اسے علم ہے کہ اس کے خاص بندے اسے ہمیشہ نہیں کر سکیں گے اور پھر ہر شرعی کام کے لیے ایک وقت ہوتا ہے لیکن جب بندہ اس سے زیادہ وقت لگاتا ہے تو وہ دوسرے شرعی کاموں کا وقت استعمال کر جاتا ہے اور اسے اس کو کرنے کا وقت نہیں ملتا تو ایسا زائد کام بدعت ہے، ایک یا کئی سنتوں کو چھوڑنا ہے جیسے شروع میں کیا تھا اور پھر یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کاموں پر عمل کرنے والوں کی مدد کی ضمانت لی ہے جنہیں اللہ یا اس کے رسول اللہ ﷺ نے اس کے حکم سے شریعت قرار دیا ہے کسی اور کو قرار نہیں دیا لیکن جس کام کو کسی اور نے شریعت کہا ہے، ان کاموں پر عمل کرنے والے کے لیے مدد کی ضمانت نہیں دی جیسے وہ شخص جو سفر خرچہ لے کر مکہ کو جاتا ہے تو جاتے آتے اسے اللہ کی مدد حاصل ہوتی ہے کیونکہ وہ اس کے حکم پر سفر کرتا ہے جبکہ سفر خرچ کے بغیر سفر کرنے والے کی مدد نہیں کرتا کیونکہ وہ اللہ کے حکم کے ماتحت سفر نہیں کرتا چنانچہ اسی وجہ سے اسے بے شمار مشکلیں پیش آتی ہیں۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر دل اس طرح صاف ہوں جیسے اللہ کا حکم ہے تو ایسے دلوں والے وہ سب کچھ اسی طرح معلوم کر لیں گے جسے مجتہد حضرات نے قرآن سے یوں نکالا ہے جیسے اس کے بارے میں بھی حکم ہے

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''ہم نے کتاب (قرآن) میں کسی شے کی کمی نہیں رہنے دی۔'' لیکن جب دلوں میں اندھیرا ہو اور وہ حرام کے علاوہ شبہ والی چیزیں کھانے اور گناہ کرنے کی وجہ سے میلے ہو جائیں تو انہیں امت کے معاملات دکھائی نہیں دیتے اور وہ ان کی کلام کو رائے بتاتے ہیں حالانکہ ان کی کلام مضبوط سنت کہلاتی ہے۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جسے کتاب اللہ کو سمجھنے کی توفیق ملی ہو، وہ قیاس کا محتاج نہیں ہوتا چنانچہ جب ان کے سامنے مثلاً والدین کو مارنے کا مسئلہ آتا ہے تو انہیں اسے حرام کہنے کے لیے اف کہنے کی صورت میں مارنے پر قیاس کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ وہ اسے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ہی سے نکال لے گا کہ ''والدین سے اچھا سلوک کرو۔'' اور یہ سب معلوم ہے کہ مارنا اچھی بات نہیں کہلاتا چنانچہ یہاں ہمیں قیاس کرنے کی ضرورت نہیں، باقی کو بھی اسی پر قیاس کرلو۔

لہٰذا اے بھائی! ہر وہ کام جس کا شریعت نے واضح حکم نہیں دیا، اسے کرنے سے رک جاؤ، اس پر علماء کا اکٹھ کرنے کی ضرورت نہیں، تم آگے نہ بڑھو کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہیں صرف اس عمل پر پکڑے گا جس کے بارے میں شریعت کا واضح حکم نہ ہو جیسے اللہ تعالیٰ قرآن و حدیث کے واضح حکم ہی پر صحابہ کی پکڑتا رہا اور اے بھائی فرض کرو کہ تم صحابہ کرام کے دور اور تمام مذہبوں سے پہلے موجود تھے تو بتاؤ کیا اللہ تعالیٰ تمہیں اس چیز پر پکڑ لے گا جس کی شریعت نے مخالفت کی ہے چنانچہ اب بھی یونہی کہا جائے گا۔

میرے پاس فقراء میں سے ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ آج میں زیارت کے لیے ایک مالکی عالم کے پاس گیا اور واپسی کے موقع پر کہا کہ ہمارے لیے سورۂ فاتحہ پڑھ دو لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور کہنے لگا کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے واپسی کے موقع پر سورۂ فاتحہ پڑھنا ثابت نہیں چنانچہ میں نے اس زیارت کرنے والے سے کہا کہ معاملہ آسان سا ہے اور ہم پر اس کا کوئی بوجھ نہیں کہ واپسی کے موقع پر پڑھ لیں یا نہ پڑھیں۔

اسی رات میں سویا تو نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی، آپ نے مجھے ''معاملہ آسان ہے'' کہنے پر ڈانٹا اور پھر حکم فرمایا کہ امام مالک کے مذہب کا مطالعہ کرو چنانچہ میں نے ''موطا'' اور المدونۃ الکبریٰ'' کا مطالعہ کیا اور پھر اسے مختصر کیا۔ آپ کے مبارک الفاظ یہ تھے ''اے عبدالوہاب! تم پر لازم ہے کہ میرے ہجرت کے مقام پر رہنے والے امام کے اقوال کی خبر رکھو کیونکہ وہ میرے معاملات کو جانتے ہیں۔'' چنانچہ آپ کے فرمان کو پرکھنے سے معلوم ہوا کہ جو کچھ حدیث میں آچکا ہے، اس کی حد پر ٹھہر جانا حضور ﷺ کو بدعت کے مقابلے میں زیادہ پسند ہے خواہ وہ بدعت کا کام بہت اچھا ہو، ہاں اگر اجماع ہو چکا ہو تو حرج نہیں۔

اس ہدایت پر عمل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ کسی خالص شیخ کے قبضے میں رہ کر سخت جہاد اور محنت کرے تاکہ اس کے دل میں روشنی پیدا ہو اور وہ دل کی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے سنت پر عمل کرتے وقت ایمان کے ساتھ مانتے ہوئے آپ کے ساتھ بیٹھنے کے لائق ہو سکے جیسے ایک اندھا جانتا ہوتا ہے کہ وہ زید کے پاس بیٹھا ہے خواہ اسے دیکھتا نہ ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص شرعی حکموں پر کچھ نہ کچھ عمل کرتے وقت اس بات سے غافل ہو کہ حضور شارع علیہ

السلام اسے دیکھ رہے ہیں تو وہ آپ کا ایسا ادب نہیں کرتا جو ادب کا حق ہے کیونکہ آپ نے اسے اس لیے صرف بنایا ہے کہ تم اس میں ان کے ساتھ رہو۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک عالم کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہر اس کام میں مشورہ کرے جو شریعت میں آئے ہوئے کے واضح طور پر خلاف ہے اور شریعت کے ظاہری حکم اور ان کا عام ہونا اس کی گواہی دیں جیسے ہمارے اس مسئلہ میں ہے کہ اس پر رسول اللہ ﷺ کا یہ عام فرمان گواہ ہے "جب بھی لوگ کسی ایسی مجلس میں بیٹھیں جس میں نہ اللہ کا ذکر ہو اور نہ ہی اپنے نبی ﷺ پر دورد پڑھیں اور پھر یونہی چلے جائیں تو یوں ہوگا جیسے مردار گدھے سے زیادہ بدبودار چیز پر بیٹھے تھے۔" چنانچہ ایسا مسئلہ واضح سنت سے ملے گا اور اس کے کرنے والے پر اعتراض نہ ہوگا بلکہ اسے اس کے کرنے پر اجر ملے گا چنانچہ اسی بنیاد پر واپسی کے موقع پر فاتحہ پڑھنا اور بکھر جانے سے پہلے پڑھنا، اسے چھوڑنے سے بہتر ہے جیسے پگڑی کا سات ہاتھ سے زیادہ ہونا اور جیسے امامت، خطابت، تدریس اور تلاوت قرآن وغیرہ شرعی عبادتوں پر رقم لینا جائز ہوگا خواہ یہ کہیں بھی سنا گیا ہو کہ آپ نے اس بارے میں کوئی اجازت کا لفظ بولا ہے کیونکہ یہ ہر حال میں ادب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے "جو ہمارے اس معاملے (دین) میں اس چیز کا رواج ڈالے جو اس میں ہے ہی نہیں تو اسے رد کر دیا جائے گا۔"

❁ ابوداؤد کی روایت یوں ہے "جو شخص ایسا کام کرے جو ہم سے نہیں ملتا تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔"

❁ امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ کے مطابق حضرت عصیب بن حرث رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ خلیفہ مروان بن حکم کو پیغام بھیجا گیا کہ ہم نے لوگوں کو دو باتوں پر اکٹھا کیا ہے، ایک یہ کہ امام حضرات جمعہ کے دن منبر پر ہاتھ اٹھایا کریں اور دوسرے یہ کہ صبح اور عصر کے بعد لوگوں کو واقعات سنایا کریں، اس پر اس نے کہا کہ میرے نزدیک یہ دونوں ہی بدعت ہیں لہٰذا میں یہ دونوں ہی قبول نہیں کروں گا، حضرت عصیب نے پوچھا کہ کیوں؟ اس نے کہا اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے "جب بھی لوگ کوئی بدعت کا کام کرتے ہیں تو ویسی ہی ایک سنت اٹھ جاتی ہے۔" لہٰذا سنت پر عمل کرتے رہنا، بدعت کا کام کرنے سے بہتر ہے۔"

❁ طبرانی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے "اگر آسمان کے سائے کے نیچے کوئی عبادت کے لائق بڑا خدا کہلا سکتا ہے تو اللہ کے ہاں وہ "بدعت" ہے جس کی پیروی ہونے لگے۔"

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے "اللہ تعالیٰ نے اس وقت تک توبہ کو پردے میں رکھا ہوتا ہے جب تک ہر بدعت والا بدعت کو چھوڑ نہیں دیتا۔"

❁ طبرانی کے مطابق حضرت عمر بن زرارہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس موقع پر میرے پاس کھڑے ہوئے جب میں ایک قصہ بتا رہا تھا چنانچہ کہنے لگے کہ اے عمر! تم نے بھٹکانے والی بدعت شروع کر دی ہے تو کیا تم حضرت محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ سے زیادہ ہدایت والے ہو؟ فرماتے ہیں کہ میرے دیکھتے دیکھتے سب لوگ

میرے ہاں سے چلے گئے اور میرے پاس ایک بھی باقی نہ رہا۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 261

عملی مسئلہ کا جواب دیتے وقت اپنے اور سائل میں خلوص ضروری

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم کسی شخص کے علمی کے مسئلہ پوچھنے پر اس وقت جواب دیا کریں جب اپنے اور سوال کرنے میں خلوص دیکھیں لیکن اگر خلوص پیدا نہ ہو سکے تو خلوص پیدا ہونے تک جواب دینے سے رک جائیں خواہ سال بھر سے زیادہ کیوں نہ رکنا پڑے کیونکہ علم میں غور وخوض کرنا خلوص نہ ہونے کی صورت میں گناہ ہوتا ہے لیکن اگر ہم خلوص ہو اور سوال کرنے والے میں نہ ہو تو ہم اس کی مدد نہیں کریں گے۔ ہمارا طریقہ یہ ہونا چاہئے کہ اگر علمی طور پر ہم میں دکھلاوا پیدا ہو چکا ہے تو ہم اپنے طور پر دکھلاوے سے بچنے کی کوشش کریں اور اس میں تکبر کرنے سے گریز کریں، یونہی اپنے بھائیوں سے بھی کہیں اور بعد میں انہیں بتائیں۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کو لوگ جب یہ طعنہ دیتے کہ آپ لوگوں کو تعلیم دینے کے لیے بیٹھتے نہیں تو آپ فرمایا کرتے اگر مجھے پتہ چل جائے کہ یہ لوگ اللہ کی رضا کے لیے علم حاصل کرنا چاہتے ہیں تو میں ان کے گھروں میں جا کر بھی تعلیم دینے کے لیے تیار ہوں لیکن یہ لوگ تو لوگوں سے جھگڑنے کے لیے حاصل کرنا چاہتے ہیں اور صرف روزی کمانا چاہتے ہیں۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر علم میں نیت صحیح ہو تو ضروری کام کے علاوہ ہمارا کوئی بھی عمل اس سے پہلے نہ ہونے پائے لیکن یہ لوگ عمل کے بغیر اسے حاصل کرتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ حضرت فضیل کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ اے ابوعلی! ہمیں کوئی نیکی کی بات بتائیے تو فضیل نے کہا میں تمہیں کیا بتاؤں، تم عالم لوگ گویا چراغ ہوا کرتے تھے جن سے علاقے بھر میں روشنی پھیلتی تھی لیکن اب تم نے ظلم شروع کر دیا ہے، تم ایسے ستارے ہوتے تھے کہ جن سے جہالت کے خلاف راہنمائی لی جاتی تھی لیکن اب تم میں حیرانی ہی حیرانی ہے، تمہارا حال یہ ہو چکا ہے تم میں سے کوئی ان حکمرانوں کے پاس چلا جاتا ہے، ان کے فرش پر بیٹھ کر ان کے ساتھ ان کا کھانا کھاتا ہے اور پھر مسجد میں جا کر حدیث کی تعلیم دینا شروع کر دیتا ہے، لوگوں کو نصیحتیں دیتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے فلاں نے، انہیں فلاں نے اور انہیں نبی کریم ﷺ نے حدیث بتائی تھی تو اللہ کی قسم! علم یوں تو نہیں پڑھایا جاتا۔ اس پر حضرت سفیان روتے ہوئے واپس آ گئے۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب تم دیکھو کہ ایک عالم یا عبادت گذار حکمرانوں اور اکابر کی محفلوں میں جا کر علم اور اصلاح کی باتیں کیا کرتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ دکھلاوا کیا کرتا ہے۔

حضرت سفیان بن بن عیینہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ علم حاصل کرتے وقت دکھلاوے کا پتہ چلانا ہو تو دیکھو وہ شخص دل میں یہ سوچتا ہوگا کہ میں اپنے علم کی وجہ سے دوسرے لوگوں سے بہتر ہوں، چنانچہ جو شخص ایسا خیال کر رہا ہوگا تو اس کا دل مردہ ہو جائے گا کیونکہ ایک عالم کا دل صرف یوں زندہ ہوتا ہے کہ اس میں خلوص پیدا ہو جائے۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جب وہ علم پر تکبر کر رہا ہوتا ہے تو اس کی توجہ دنیا کی طرف ہوتی ہے اور بارگاہِ الٰہی کی طرف پیٹھ کئے ہوتا ہے۔

یہ بات ذہن میں رکھو کہ بارگاہِ الٰہی کی خوشبو ہی ایک ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے دلوں کو زندگی ملتی ہے اور اس کی طرف توجہ انہیں زندگی دیتی اور ان کی طرف سے توجہ ہٹانے میں ان کی موت گنی جاتی ہے جیسے کافروں کے دل مرے ہوتے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ سے توجہ ہٹائے ہوتے ہیں۔

آپ یہ بھی فرماتے تھے جب تم دیکھو کہ ایک طالب علم جیسے جیسے علم زیادہ پڑھتا جاتا ہے، جھگڑالو ہوتا جاتا ہے اور دنیا چاہنے لگتا ہے تو اس سے پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے تھے لوگ ایک ایسے دور میں داخل ہوں گے کہ ان میں جاہل اور نا قدر شناس لوگ علم پڑھیں گے اور پھر حکمرانوں کے قریب جا کر ایک دوسرے پر غیرت کھائیں گے جیسے عورتوں کے بارے میں ایک دوسرے کو غیرت دکھاتے ہیں یا جیسے عورتیں، مردوں پر غیرت کھایا کرتی ہیں چنانچہ علم پڑھنے سے ان کی غرض صرف اتنی ہی ہوگی۔

حضرت صالح مری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علم کی تلاش والے کی علامت یہ ہوتی ہے کہ لوگ جیسے جیسے اسے جاہل، ریاکار اور سنانے والا کہتے جاتے ہیں ویسے ویسے اس کا دل کھلتا جاتا ہے جیسے طالب علم کے دکھلاوے کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ ایسے میں اس کا دل گھٹتا اور تنگ ہوتا جاتا ہے۔

آپ یہ بھی فرماتے تھے دنیا کے لیے علم پڑھنے والے کے پاس بیٹھنے سے گریز کرو کیونکہ اس میں خدشہ یہ ہوتا ہے وہ چکنی چپڑی باتیں کرے گا، علم اور علماء کی تعریف کر کے تمہیں آزمائش میں ڈالے گا لیکن خود عمل نہیں کرتا ہوگا۔

آپ یہ بھی فرماتے تھے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک طالب علم کا علم اسے جہنم کی طرف لے جاتا ہے لہٰذا کسی کے لئے بھی یہ مناسب نہیں کہ پلصراط سے گذرنے کے بعد تک اپنے علم پر ناز کرے کیونکہ وہاں جا کر اسے پتہ چلے گا کہ اس کے علم کی حقیقت کیا تھی، وہ اس کے فائدے میں تھا یا گھاٹے میں۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علم صرف عمل کرنے کی صورت میں محفوظ رہتا ہے چنانچہ اگر کوئی عمل نہ کرے تو یہ چلا جاتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں ایک پتھر کے پاس گیا تو وہ کہنے لگا مجھے الٹ دو تاکہ تمہیں نصیحت ملے، میں نے الٹایا تو اس پر لکھا تھا کہ تم اپنے پڑھے ہوئے پر تو عمل نہیں کرتے، انجانی چیز کا علم کیسے حاصل کر سکو گے۔

آپ فرماتے تھے کہ عمل کرنے کے لیے علم پڑھو کیونکہ اکثر لوگ اس میں غلطی کھاتے ہیں چنانچہ ان کا علم تو پہاڑ (بہت زیادہ) جیسا ہوتا ہے لیکن عمل کی حیثیت دھوڑ جتنی ہوتی ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ نے فرمایا تھا ہم نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے کہ ان میں سے کوئی جیسے جیسے علم میں

آگے بڑھتا جاتا تھا ویسے دنیا سے بے تعلق ہوتا جاتا تھا اور اس کے پاس دنیا کا سامان گھٹتا چلا جاتا تھا لیکن آج کل ہم دیکھ رہے ہیں کہ علم میں بڑھتے ہی آدمی کا دھیان دنیا اور اس کے ساز و سامان کی طرف ہو جاتا ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ ایک ایسا طالب علم اپنے علم پر عمل کیا کرے گا کہ جب اللہ کی نعمتیں بانٹی جا رہی ہوتی ہیں، خزانے کھلے ہوتے ہیں اور سحری کے وقت علم اور طرح طرح کے انعامات ہو رہے ہوتے ہیں تو وہ سو رہا ہوتا ہے اور گھڑی بھر کے لیے تہجد نہیں پڑھتا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ فرماتے تھے یہ لوگ کیسے علم حاصل کر سکتے ہیں جب کہ ان کا کھانا پینا حرام اور شبہ والا ہوتا ہے، اللہ کی قسم! یہ تو آگ میں کھاتے پیتے لوگوں کی طرح ہیں، اگر ان میں زندگی ہوتی تو دنیا کا مال کھانے کی وجہ سے انہیں پیٹ میں آگ لگی محسوس ہوتی۔

حضرت منصور بن معتمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے کے علماء سے فرمایا تھا کہ تم لوگ عالم نہیں ہو بلکہ اس کو گلے کا ہار بنائے پھرتے ہو چنانچہ جب بھی کوئی مسئلہ سنتے ہو تو صرف آگے بتلا دیتے ہو لیکن اگر تم اپنے علم پر عمل کیا کرتے تو تمہیں کڑوے گھونٹ پینے پڑتے کیونکہ پورے کا پورا علم تمہیں کھانے پینے اور لباس پہننے میں اللہ سے ڈرنا سکھاتا ہے چنانچہ کھانے کے لیے کسی کو روٹی نہیں ملتی اور شرمگاہ کو ڈھانپنے کے لیے کپڑے کا ٹکڑا بھی نہیں ملتا اور اللہ کی قسم: میں کئی ماہ تک بوریا پہنتا رہا تب جا کر کہیں حلال کپڑا نصیب ہوا۔

حضرت ربیع بن خثیم رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ایک ایسے عالم کو دکھلاوا کیسے بچ سکتا ہے جو یہ جانتا ہے کہ جس علم میں اللہ کی رضا سامنے نہ ہو، آخر کار وہ ختم ہو جاتا ہے۔

جب آپ تعلیم دے رہے ہوتے اور لاعلمی میں آپ کے ہاں کوئی حکمران آ جاتا تو پریشان ہو جاتے۔

اگر آپ کو تعلیمی وقت کے دوران کسی حکمران کے آنے کی خبر مل جاتی تو اس خدشے کی بناء پر وہ اس دن چھٹی کر دیتے کہ وہ آپ کی بھری محفل میں آپ کو دیکھ لے گا (اور گھبرائے گا)

آپ فرماتے ہیں علم سے خلوص والے کی پہچان یہ ہے کہ جب بڑے لوگ اس کی تعریف کریں تو اپنے آپ میں گھٹن محسوس کرے اور اس پر اتنا شرمسار ہو جیسے اسے زنا کرتے ہوئے کسی کے دیکھنے پر شرمساری ہو سکتی ہے۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دور میں ایک عالم کے لیے حرام سے پیٹ بھرنے کی بجائے حلال سے بھرنا بھی اچھا نہیں رہا اور اللہ کی قسم میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک لقمہ میرے پیٹ کے اندر جا کر اینٹ بن جائے اور مرنے تک مجھے کام دیتا رہے کیونکہ پتہ چلا ہے کہ پانی میں رہ کر یہ تین سو سال سے بھی زیادہ عرصہ تک یونہی رہ سکتا ہے۔

آپ ہی فرماتے تھے کہ علماء کو صرف شبہ والی چیزوں میں پرہیز کرنا ہوتا ہے لیکن آج کل وہ صرف ظاہری گناہوں سے بچتے ہیں۔

آپ نے فرمایا پتہ چلا ہے کہ آخری دور میں لوگوں پر ایسا وقت بھی آئے گا کہ لوگ علم کو بچانے کے لئے اللہ کے علاوہ اسے کسی اور کے لیے پڑھیں گے چنانچہ قیامت کے دن یہ ان پر بوجھ بنا ہوگا لہٰذا انسان کو اپنے آپ پر نظر رکھنی چاہئے۔

حضرت بکر بن عبداللہ مزنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علم میں دکھلاوا کرنے والے کی علامت یہ ہوتی ہے کہ ایسا شخص صرف اپنے پاس پڑھنے کے لیے لوگوں پر زور دیتا ہے لیکن جب کوئی کسی اور کے پاس پڑھنے کا مشورہ لیتا ہے تو پورا زور نہیں دیتا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آج کل علم والے لوگ عام طور پر حرام اور شبہ والا کھانا کھاتے ہیں چنانچہ پیٹ اور شرمگاہ کی خواہش پوری کرنے میں لگے ہوئے ہیں، علم کو انہوں نے ایک جال بنا رکھا ہے جس کے ذریعے دنیا کا شکار کرتے ہیں لہٰذا تم ان کے ہاں بیٹھنے سے گریز کرو۔

آپ فرماتے ہیں اگر حدیث اور فقہ پڑھنے پڑھانے والوں میں خامی پیدا نہ ہو جاتی تو وہ سب سے بڑے مرتبہ والے ہوتے لیکن علم کو انہوں نے کاروبار بنا لیا ہے جس کے ذریعے وہ دنیا کو شکار کرتے ہیں چنانچہ دنیا و آخرت میں ذلیل ہوتے ہیں۔

آپ ہی کا فرمان ہے ایک عقلمند کی پہچان یہ ہے کہ عمل کے بغیر زیادہ علم کی کوشش نہ کرے چنانچہ اسے صرف عمل کرنے کے لیے سیکھے کیونکہ یہ اسی لیے سیکھا جاتا ہے۔

حضرت شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علم حاصل کرتے ہوئے (اللہ کے سامنے) رویا کرو کیونکہ تمہیں یہ خیال ہونا چاہئے کہ علم جتنا زیادہ ہوگا وہ قیامت کے دن اس کے حق میں دلیل بن سکے گا۔

حضرت بشر حافی رحمہ اللہ نے حدیث لکھنے کے لیے بیٹھنا چھوڑ دیا تو لوگوں نے کہا جب اللہ تم نے پوچھے گا تم سے میرے بندوں کو علم کیوں نہیں پڑھایا تو اس موقع پر کیا جواب دو گے؟ انہوں نے کہا میں کہوں گا کہ اے اللہ! تو نے مجھے اس بارے میں خلوص کا حکم دیا تھا لیکن میں ایسا نہ کر سکا۔

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم کسی علم والے کو دیکھو کہ اپنے کھانے میں حرام وغیرہ کی ملاوٹ کر رہا ہے اور جو بھی مل جائے کھا لیتا ہے تو اس سے علم حاصل کرنے کی کوشش نہ کرو کیونکہ جو شخص اپنے علم پر عمل نہیں کرتا، وہ اس تمے کی بیل جیسا ہوتا ہے اور جیسے جیسے سیراب ہوتا ہے اس کی کڑواہٹ بڑھتی جاتی ہے۔

یہ بھی فرمایا کرتے اگر کوئی بندہ پورا علم حاصل کر کے اللہ کی عبادت کرتے ہوئے راہنما ستون بن جائے یا پرانے مشکیزے کی طرح ہو جائے (جو بہتا رہتا ہے) لیکن اسے یہ پرواہ نہ رہے کہ اس کے پیٹ میں حلال داخل ہو رہا ہے یا حرام تو اللہ اس کا یہ علم قبول نہیں فرمائے گا۔

یہ بتایا کہ ہم نے ایسے بہت سے علم والے دیکھے ہیں جو کئی کئی سال تک طالب علموں کو بلاتے رہتے ہیں لیکن انہیں ذرہ بھر بھی تعلیم نہیں دیتے چنانچہ اس سے ان کی نیت کا پتہ چل جاتا ہے۔

ادب سیکھنے کی اہمیت علم سے زیادہ ہوتی ہے

حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ میں نے بیس سال تک حضرت امام مالک رحمہ اللہ کی خدمت کی جن میں سے صرف دو سال تک علم پڑھا اور باقی سارا وقت ادب سیکھنے پر لگایا لیکن پھر بھی یہی خواہش رہی کہ کاش! سارا

وقت ادب سیکھتا رہتا۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اے محمد! علم کو نمک سمجھو اور ادب کو آٹا۔

حضرت ابو عصمہ رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ میں حدیث کا علم حاصل کرنے کے لیے رات کے موقع پر حضرت امام احمد کے ہاں حاضر ہوا، اسی دوران انہوں نے ایک برتن میں پانی ڈال کر تہجد کے لیے رکھ دیا اور جب وہ صبح کی نماز کے لیے آئے تو برتن کو جوں کا توں دیکھا چنانچہ پوچھا کس لیے آئے ہو؟ میں نے عرض کی کہ حدیث پڑھنے آیا ہوں، فرمایا تم نے رات کو تہجد ہی نہیں پڑھی تو تمہیں کیسے پڑھاؤں؟ لہٰذا جدھر منہ آتا ہے، چلے جاؤ۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص قرآن کا علم پڑھ کر دنیا کی طرف توجہ کرے تو گویا اس نے اللہ کی آیتوں کے ساتھ ٹھٹھا کیا اور اسے کھیل سمجھا۔

آپ نے یہ بھی فرمایا جب قرآن علم والا اپنے پروردگار کی نافرمانی کرتا ہے تو قرآن اس کے اندر سے بولتا ہے کہ مجھے اس لیے تو نہیں پڑھا جاتا، میری نصیحتیں اور ڈانٹیں کہاں گئیں، میرا تو ایک ایک حرف تمہیں کہہ رہا ہے کہ اپنے پروردگار کی نافرمانی نہ کرو۔

حضرت امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تمہارے علم میں خلوص ضروری ہوتا ہے تا کہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ لوگوں کو نفع پہنچائے۔

پھر فرمایا علم پر عمل کرنے والے علماء کے علاوہ ایسا کوئی عالم دیکھنے میں نہیں آیا جس نے مرنے کے بعد بتایا ہو کہ اللہ نے مجھے میرے علم کی وجہ سے بخش دیا ہے۔

پھر فرمایا کسی عالم کے دکھلاوا کرنے کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ اسے اپنے پاس پڑھنے والے بچے کے کسی اور کے پاس جانے سے تکلیف ہوگی۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک عالم کے لیے لازم ہے کہ اپنے نیک عمل اپنے اور اللہ کے درمیان چھپائے رکھے اور صرف اپنے علم پر بھروسہ نہ کرے کیونکہ اس سے آخرت میں بہت کم فائدہ ہوگا۔

علم میں خلوص کے بارے میں علماء نے بہت سی باتیں لکھی ہیں چنانچہ ہمارے شیخ شمس الدین سانودی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب کسی ایسے شخص کا پتہ چلے جو علم حاصل کر کے قاضی بن کر رشوت لیتے ہوئے دنیا کا شکار کرنا چاہتا ہے تو اسے ایک بھی مسئلہ نہ بتائے بلکہ اس سے کہے کہ اپنے دل کو دنیا کی محبت سے پاک کرو تا کہ علم کے قابل ہو جاؤ، پھر میرے پاس آؤ گے تو میں پڑھایا کروں گا۔

پھر فرمایا کہ ہمارے عارف باللہ شیخ سیدی علی نبتیتی رحمہ اللہ اس وقت تک کسی کو پڑھانا شروع نہ کرتے جب تک اسے یوں نہ کہہ دیتے اے بیٹے! جو علم تو مجھ سے پڑھنا چاہتے ہے، ابھی میں نے اس کی نیت نہیں کی، پھر دیکھتے، اس کی نیت صحیح ہوتی تو پڑھاتے ورنہ پہلے اسے نیت سکھاتے اور بعد میں پڑھانا شروع کرتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁ امام نسائی اور ترمذی سے مرفوعاً لکھا ہے کہ قیامت کے دن جس شخص کا فیصلہ سب سے پہلے ہوگا وہ ایک شہید ہوگا چنانچہ اسے سامنے لایا جائے گا، اللہ اسے اپنی نعمتوں کی پہچان کرائے گا جس سے وہ انہیں پہچان لے گا، پھر فرمائے گا کہ ان میں سے تم نے کیا کچھ کیا؟ وہ کہے گا کہ میں نے تیری خاطر جہاد کیا اور پھر شہید بھی ہوگیا۔ اللہ فرمائے گا کہ تم جھوٹ بول رہے ہو، تم اس لیے لڑے تھے کہ تمہیں بہادر کہا جائے چنانچہ کہہ دیا گیا، پھر حکم ہوگا اور اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

اس کے بعد وہ آدمی لایا جائے گا جس نے علم پڑھ کر پڑھایا اور قرآن پڑھتا رہا، اللہ اسے اپنی نعمتیں دکھائے گا اور وہ پہچان لے گا تو اللہ فرمائے گا کہ تم نے کیا کیا تھا؟ وہ کہے گا کہ میں نے علم سیکھا اور سکھایا اور تیری خاطر قرآن پڑھتا رہا، اللہ فرمائے گا کہ تم نے جھوٹ بولا، تم نے اس لیے پڑھا تھا کہ تمہیں عالم کہا جائے، قرآن اس لئے پڑھا تھا کہ تمہیں قاری کہا جائے اور وہ کہہ دیا گیا، پھر اسے چہرے کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

پھر اور کو لایا جائے گا جس پر اللہ نے بہت سے انعام کیئے ہوں گے اور کئی قسم کا مال دیا ہوگا، اللہ اسے اپنی نعمتیں دکھائے گا جسے وہ پہچان لے گا چنانچہ اللہ فرمائے گا کہ دنیا میں تم نے کیا کیا تھا؟ وہ کہے گا میں نے راہ خدا میں خرچ کرنے کے لیے ایسی کوئی جگہ نہیں چھوڑی جہاں تمہاری خاطر خرچ نہ کیا ہو۔ اللہ فرمائے گا کہ تم نے جھوٹ بولا ہے، تم نے تو اس لیے خرچ کیا تھا کہ تجھے سخی کہا جائے گا اور وہ کہہ دیا گیا اور پھر اسے چہرے کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

❁ امام ترمذی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص اس لیے علم پڑھے کہ علماء کا قرب حاصل کرے یا اس کے ذریعے بے سمجھوں کو دھوکا دے سکے یا پھر لوگوں کا رخ اپنی طرف کر سکے تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں ڈال دے گا۔

❁ ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''اگلے دور میں میری امت کے کچھ لوگ دین کا علم حاصل کریں گے، قرآن پڑھیں گے اور کہیں گے کہ ہم حکمرانوں کے پاس اپنا دنیاوی مال لینے جاتے ہیں اور انہیں اپنے دین سے الگ رکھتے ہیں لیکن ایسا ہو نہیں سکتا جیسے گڈیاں توڑتے وقت کانٹے چبھ سکتے ہیں، یوں ہی ان کے قریب ہونے سے صرف گناہ ہی ہو سکتا ہے۔

❁ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ کے مطابق حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس وقت کیا محسوس کرو گے جب فتنے اٹھیں گے جن میں چھوٹے تو پرورش پائیں گے لیکن زیادہ عمر والے (دیکھ کر) بوڑھے ہو جائیں گے، تم برا کام کر کے چھوڑو گے تو کہا جائے گا کہ تم نے سنت چھوڑ دی۔ اس پر آپ سے پوچھا گیا کہ ایسا کب ہوگا؟ فرمایا جب تم میں امانتدار کم پڑ جائیں گے اور حکمران بڑھ جائیں گے، علماء گھٹ جائیں گے اور گناہ زیادہ ہونے لگیں گے، فقہ کا علم دین کے علاوہ کسی اور غرض کے لیے سیکھیں گے اور تم آخرت کی خاطر عمل کرنے کی بجائے دنیا تلاش کرتے پھرو گے۔''

❁ ایک اور روایت میں ہے کہ ''تم علم سیکھو گے لیکن عمل نہیں کرو گے۔''

❁ امام احمد، ابن حبان، بیہقی اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے ''اس امت کو اپنی تعریف، دین، سربلندی اور زمین پر بستے رہنے کی خوشی سنا دو اور جوان میں سے آخرت والے عمل دنیا حاصل کرنے کے لیے کرے گا تو آخرت میں اسے کچھ نہیں ملے گا۔''

❁ طبرانی اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص لوگوں کو اپنے علم و عمل کی باتیں سناتا پھرے، اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس کی یہ باتیں لوگوں کے کانوں تک پہنچا دے اور پھر اسے ان کی نظروں میں ذلیل وحقیر کر دے گا۔''

❁ بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''کوئی کام کرنے سے زیادہ مشکل اسے ہمیشہ کرنا ہوتا ہے، آدمی عمل کرتا ہے تو اس کا وہ نیک عمل لکھ لیا جاتا ہے جسے اس نے چھپا کر کیا تھا چنانچہ اسے اس کا اجر ستر گناہ ملتا ہے، اسی دوران شیطان اس کے پیچھے پڑا رہتا ہے چنانچہ اسے ظاہر کرتا اور اس کا اعلان کر دیتا ہے جسے ظاہر لکھ دیا جاتا ہے چنانچہ کئی گناہ لکھا ہوا اجر مٹا دیا جاتا ہے، پھر یونہی کرتا رہتا ہے اور آخر کار اسے ظاہر کرنا چاہتا ہے چنانچہ وہ عمل دکھلاوا بن جاتا ہے۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''اللہ تعالیٰ دکھلاوے اور لوگوں کو سنانے کی خاطر اپنی عبادت کرنے والے سے فرمائے گا مجھے میری عزت وعظمت کی قسم! تم نے میری عبادت کرتے وقت کیا ارادہ رکھا تھا؟ وہ کہے گا کہ تیری عزت و عظمت کی قسم، لوگوں کو دکھلاوے کی نیت کی تھی، اس پر اللہ فرمائے گا کہ اس میں سے میری طرف ایک عبادت بھی نہیں پہنچی، پھر فرشتوں سے فرمائے گا کہ اسے جہنم کی طرف لے جاؤ۔''

❁ طبرانی اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''قیامت کے دن اعمالناموں کی کچھ تھیلیاں لائی جائیں گی جن پر مہریں لگی ہوں گی، پھر انہیں اللہ کے سامنے کھولا جائے گا جنہیں دیکھ کر اللہ فرمائے گا کہ انھیں یہاں رکھ دو اور انہیں سامنے لاؤ، فرشتے عرض کریں گے کہ تیری عزت وعظمت کی قسم! ہم نے ان میں بہتر عمل دیکھے ہیں جس پر فرمائے گا کہ یہ عمل میرے علاوہ کسی اور کو خوش کرنے کے لیے کئے گئے تھے، میں تو صرف وہی عمل پسند کرتا ہوں جو میری رضا کے لیے کئے گئے۔

وجہ اللہ سے مراد کیا ہوتا ہے؟

میں کہتا ہوں کہ یہاں اللہ کی خاطر، کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شریعت کے مطابق ہوں یعنی اللہ کے حکم مان کر کئے گئے ہوں یہ اللہ کا چہرہ شمار ہوتا ہے۔

اس کی وضاحت یوں کئے دیتا ہوں کہ ہر کام کی دو صورتیں ہوتی ہیں، ایک رخ مخلوق کی طرف اور دوسرا حق تعالیٰ کی طرف ہوتا ہے چنانچہ جو شریعت کے مطابق ہوتا ہے وہ اللہ کے لیے شمار ہوتا ہے اور جو اس کے خلاف ہوتا ہے وہ اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے ہوتا ہے۔ اسے سمجھ لو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁ امام بیہقی کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو شخص دنیا میں اپنے کسی عمل کا دکھلاوا کرتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے اسی کے سہارے پر رہنے دے گا اور فرمائے گا کہ اب اسے دیکھو تو سہی کہ تمہارے کسی کام آئے گا؟

قاریوں کے لیے جہنم میں ھبھب نامی وادی

❁ امام طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جہنم میں ایک وادی کا نام ''ھبھب'' ہے جسے اللہ نے اپنے

کاموں کا دکھلاوا کرنے والے قاریوں کے لیے بنا رکھا ہے۔"

❁ ایک اور روایت میں ہے کہ "جہنم میں ایک ایسی وادی ہے جس سے جہنم بھی ستر مرتبہ روزانہ پناہ مانگتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ان قاریوں کے لیے تیار کر رکھا ہے جو دنیا میں دکھلاوے کے لیے کام کرتے تھے۔"

❁ ابو یعلیٰ وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے "جو شخص ایسی جگہ تو بہترین نماز پڑھے جہاں لوگ دیکھتے ہوں لیکن جہاں کوئی بھی نہ ہو، وہاں گذارہ کرے تو یہ ذات کا کام ہوگا جس کے ذریعے وہ اپنے پروردگار کو ناراض کرے گا۔"

❁ بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "جو شخص دکھلاوے کے لیے روزہ رکھے تو گویا شرک کرے گا اور یونہی صدقہ کرے تو وہ شرک کرتا ہوگا اور جو نماز بھی یونہی پڑھے، وہ بھی شرک کرتا ہوگا۔"

❁ امام احمد وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "اے لوگو! اس شرک سے بچ کر رہا کرو کیونکہ یہ چھوٹی چیونٹی سے بھی کم دکھائی دینے والی چیز ہے۔ اس پر صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! جب یہ چیونٹی سے بھی کم دکھائی دینے والی چیز ہے تو ہم اس سے کیسے بچ سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ یوں کہا کرو اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ اَنْ نُّشْرِكَ بِكَ شَيْئًا نَعْلَمُهٗ وَنَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا نَعْلَمُهٗ۔

❁ امام احمد وطبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "تمہارے بارے میں مجھے جس چیز کا زیادہ خدشہ رہتا ہے، وہ چھوٹا شرک ہے۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! چھوٹا شرک کیا ہوتا ہے؟ فرمایا دکھلاوا کرنا چنانچہ جس دن لوگوں کو عملوں کا بدلہ دیا جا رہا ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اب ان لوگوں کی طرف جاؤ جنہیں دنیا میں کام کر کے دکھاتے رہے ہو اور دیکھو کیا وہ تمہیں دینے کے لیے کچھ اپنے پاس رکھتے ہیں؟"

❁ ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "قیامت کے سچے دن جب اللہ تعالیٰ ہم سے پہلے اور بعد والوں کو اکٹھا کرے گا تو کوئی آواز دے گا "جس شخص نے عمل کرتے وقت اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک کیا تھا تو وہ اس کا اجر اسی سے جا کر لے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کسی شریک کی بھی پرواہ نہیں۔"

❁ ایک اور روایت میں اتنا اور زیادہ ہے "جو شخص کوئی ایسا عمل کرے کہ میرے ساتھ (عبادت کرانے میں) کسی اور کو شریک کرے تو وہ عمل اسی کی خاطر ہوگا، اس میں میرا دخل نہیں ہے۔"

❁ امام احمد کے مطابق حضرت عبادہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا "آگے چل کر کچھ لوگ حضرت محمد ﷺ کی بولی میں قرآن پڑھا کریں گے، آپ کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام بتائیں گے اور آپ کے بتائے کام کریں گے لیکن انہیں مردہ گدھے کے سر کے علاوہ کچھ نہیں ملے گا۔"

آسمان وزمین سے پہلے سات فرشتے پہلے رکھے گئے

❁ ابن حبان اور حاکم کے مطابق حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے مرفوعاً بتایا کہ "اللہ تعالیٰ نے آسمان زمین کو پیدا کرنے سے پہلے سات فرشتے پیدا فرمائے اور اس کے بعد آسمان بنائے چنانچہ ان میں سے ہر آسمان میں ایک ایک

فرشتہ دربان مقرر کیا چنانچہ بندے کی حفاظت کرنے والے فرشتے صبح سے لے کر شام تک اوپر جاتے ہیں، اس کا نور سورج جیسا ہوتا ہے اور وہ اسے لے کر پہلے آسمان پر پہنچتے ہیں تو اس کی بہت سی خوبیاں گنتے ہیں، آسمانی فرشتہ حفاظتی فرشتوں سے کہتا ہے کہ یہ عمل کرنے والے کے منہ پر مارو، میں چھپی باتیں جانتا ہوں اور اللہ نے مجھے حکم دے رکھا ہے کہ لوگوں کی چغلی کرنے والے شخص کا کوئی عمل مجھ سے آگے نہ جاسکے۔

پھر بتایا کہ وہ فرشتے بندے کے (بظاہر) نیک عمل لے کر دوسرے آسمان پر پہنچتے ہیں تو وہاں پر مقرر فرشتہ کہے گا کہ یہیں ٹھہر جاؤ اور یہ عمل، کرنے والے کے منہ پر دے مارو کیونکہ اس سے اس کا ارادہ دنیا کمانا تھا اور وہ لوگوں میں بیٹھ کر فخر کرتا رہا ہے۔

فرمایا پھر وہی فرشتے اس کا صدقہ، روزے، رات کا قیام اور تہجد لے کر تیسرے آسمان پر پہنچیں گے تو وہاں کا فرشتہ کہے گا ٹھہر جاؤ اور انہیں اسی کے منہ پر مارو جس نے یہ عمل کئے تھے، میں تکبر والوں پر مقرر ہوں، مجھے اللہ نے حکم دیا ہوا ہے کہ اپنے علم وعمل میں تکبر کرنے والے کا کوئی عمل اپنے سے آگے نہ گذرنے دوں۔

فرمایا پھر وہ فرشتے اس کی نماز، زکوٰۃ اور حج وغیرہ لے کر چوتھے آسمان پر پہنچیں گے تو وہاں مقرر فرشتہ کہے گا ٹھہر جاؤ اور یہ عمل اسی کے منہ پر مارو جس نے کئے تھے، میں حسد پر مقرر فرشتہ ہوں لہٰذا اللہ نے مجھے حکم دے رکھا ہے کہ لوگوں سے حسد رکھنے والے کسی شخص کا کوئی عمل اپنے سے آگے نہ گذرنے دوں۔

فرمایا پھر وہ حفاظتی فرشتے بندے کے عمل لے کر چھٹے آسمان پر پہنچیں گے اور وہ یوں ہوگا جیسے دولہا کے لیے دلہن سجائی ہوتی ہے، وہاں پر مقرر فرشتہ روکتے ہوئے کہے گا کہ ٹھہرو اور یہ عمل اسی کے منہ پر مار دو جس نے کئے ہیں، میں برائی پر مقرر فرشتہ ہوں اور اللہ نے مجھے حکم دے رکھا ہے کہ اپنے عمل میں بڑائی دکھانے والے کسی بھی شخص کا کوئی عمل اپنے سے آگے نہ گذرنے دوں۔

فرمایا پھر وہ فرشتے بندے کے عمل لے کر ساتویں آسمان کو جائیں گے، اس میں سے شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ سنائی دے گی اور سورج جیسی روشنی نظر آرہی ہوگی، وہاں پر مقرر فرشتہ کہے گا کہ یہیں ٹھہر جاؤ اور یہ عمل اسی کے منہ پر دے مارو جس نے کئے تھے، اللہ نے مجھے حکم دے رکھا ہے جو کام میری مرضی کے بغیر کیا گیا ہے اسے اپنے سے آگے نہ گذرنے دوں۔

اس پر ساتھ چلنے والے تین ہزار فرشتے کہیں گے کہ اے پروردگار! ہم تو اس شخص کے بارے میں بہتری ہی دیکھ رہے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم میرے بندے کے صرف عمل پر نظر رکھے ہوئے ہو جبکہ میں اس کے دل کو دیکھ رہا ہوں، اس نے یہ عمل کرتے وقت یہ ارادہ کر رکھا تھا کہ میں امیر و اور اونچا دکھائی دوں، علماء کے پاس میرا ذکر ہوتا رہے اور شہروں میں میرے ڈنکے بجتے رہیں۔

فرمایا پھر وہ فرشتے بندے کے عمل لے کر ساتوں آسمانوں کے اوپر جائیں گے، دربان فرشتے بھی ساتھ ہونگے اور پھر اس بندے کو لے کر اللہ کے سامنے جا کر ٹھہریں گے، اس وقت اللہ فرمائے گا کہ اس بندے نے اپنا یہ عمل کرتے ہوئے میرے علاوہ کسی اور کو خوش کرنے کا ارادہ کر رکھا تھا لہٰذا اس پر میری طرف سے لعنت ہو، یہ سن کر سب فرشتے بھی اس پر

لعنت کریں گے۔ (الحدیث)

علامہ منذری فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے سارے طریقوں سے صاف پتہ چل رہا ہے کہ اس کا ایک ایک موضوع ہے۔

میں کہتا ہوں ممکن ہے کہ یہ حدیث اپنے اصل کی بناء پر صحیح، حسن یا ضعیف ہو لیکن راوی کو نبی کریم ﷺ کے الفاظ بھول گئے ہوں اور انہوں نے خود ان کی ترجمانی کی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 262

نماز میں بے مقصد کام کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم کسی مجبوری کے علاوہ نماز میں اپنے اعضاء کے ذریعے کھیلا نہ کریں جیسے پیشانی سے مٹی وغیرہ ہٹانا اور داڑھی کو ہاتھ لگاتے رہنا تا کہ اللہ کا ادب کر سکیں۔

اس ہدایت پر عمل کرنا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کسی نے کسی سچے شیخ کے کہنے پر عمل نہ کیا ہو جو اسے ان پردوں سے نکال دے اور بارگاہ الٰہی میں پہنچا دے تا کہ وہ وہاں ان کے ساتھ رہ سکے اور اسے پتہ چل سکے کہ یہ لوگ اللہ سے کیسے ڈرتے رہتے تھے، کانپتے تھے، گونگے بنتے تھے اور حیرانی میں ڈوبے رہتے تھے تا کہ اس کا کوئی عضو اللہ کے ڈر کی وجہ سے نہ ہل سکے اور کھاتے وقت اپنے جسم کو رگڑ نہ سکے لیکن جو اس راہ پر نہ چلے، پردے دور نہ کرے اور بارگاہِ الٰہی والوں کے ساتھ گھل مل نہ سکے تو وہ یوں ہوگا جیسے جنوں اور شیطانوں کے پاس رہتا ہو اور یہ انہی کا کام ہوتا ہے جیسے کہ آگ کا شعلہ کرتا ہے جس سے انہیں پیدا کیا گیا ہے چنانچہ بندہ اگر چہ اصل میں زیادہ حرکت نہیں کرتا لیکن وہ زیادہ حرکت کرنے لگتا ہے جیسے اس نے یہ چیز شیطانوں سے چوری کر لی ہو لہٰذا اے بھائی کسی شیخ کے طریقے پر چلو، یونہی تم اس ہدایت پر عمل کر سکو گے اور اللہ کا ادب کرنے والوں کے ساتھ مل سکو گے۔ اللہ تمہاری ہدایت کا سامان بنائے۔

امام ترمذی وغیرہ نے مرفوعاً فرمایا ”جب کوئی شخص نماز شروع کر دے تو چونکہ رحمت اس کے سامنے ہوتی ہے لہٰذا کنکروں کو ہاتھ نہ لگائے۔“

امام بخاری و مسلم کی روایت یوں ہے ”جب تم نماز پڑھ رہے ہو تو کنکروں کو ہاتھ نہ لگاؤ لیکن اگر ایسا کرنا ضروری ہو تو صرف ایک ہی بار میں کنکر برابر کر سکتے ہو۔“

طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ”سجدے کی حالت میں ماتھے پر لگی مٹی والی حالت اللہ کو سب سے زیادہ پیاری لگتی ہے۔“

❁ ابن حبان میں مرفوعاً ہے کہ ''اے لڑکے! اپنے چہرے گردوغبار مل لو۔''

❁ امام بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے بندے کو نماز کی حالت میں پہلو پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔''

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 263

نمازی کے آگے سے گذرنے کی ممانعت

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم کسی بھی نمازی کے آگے سے نہ گذرا کریں اور وہ اس اندیشے سے کہ اس کی وجہ سے ہمارا نام کہیں شیطانوں کے رجسٹر میں نہ لکھا جائے کیونکہ یہ اللہ کی اس بارگاہ میں ہماری جرأت شمار ہوتی ہے جسے نمازی اپنے ذہن میں سمائے ہوتا ہے جیسے یہ حدیث پاک اشارہ کرتی ہے ''اللہ تعالیٰ تمہارا قبلہ ہوتا ہے۔'' اور اگر اللہ والوں میں سے کسی کو گذرتے وقت تلوار ماردی جائے تو گذرنے کی بجائے وہ تلوار کا چلنا سہار لے گا اور ان معاملات کی وجہ سے گذر نہیں سکے گا۔ جسے وہ لوگ دیکھتے ہیں لیکن انہیں سامنے بٹھا کر ہی بتایا جا سکتا ہے۔

ہم نے اللہ کی پاکیزگی کے بارے میں اپنی کتاب ''الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر'' کے اندر بڑی تفصیلی گفتگو کی ہے۔ یہ کتاب موٹی جلد میں ہے جو علم کلام کی مشکلات حل کرتی ہے، واللہ واسع علیم۔

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے ''اگر نمازی کے آگے سے گذرنے والے کو پتہ چل جائے کہ اس کے لیے اس میں کتنا نقصان ہے تو چالیس سال تک وہاں ٹھہرے رہنا بندے کے سامنے سے گذرنے کی بجائے اچھا معلوم ہو۔''

حضرت ابوالفضل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ پتہ نہیں چل سکا کہ یہ آپ نے چالیس دن، مہینے یا سالوں کا ذکر فرمایا تھا۔

❁ امام ترمذی کے مطابق حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کسی نمازی کے سامنے سے گذرنے کی بجائے اس کے لیے یہ اچھا ہے کہ وہ سو سال تک کھڑا ہی رہے۔

❁ ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے اگر تم میں کسی کو پتہ چل جائے کہ اپنے نماز پڑھتے بھائی کے سامنے سے چوڑائی میں گذرنا (جب کہ وہ اللہ سے چپکے چپکے باتیں کر رہا ہو) کتنا برا ہے تو سو سال تک وہاں ٹھہرنا اسے اس قدم سے بہتر لگے گا جو وہ رکھ چکا۔''

❁ امام بخاری اور مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''جب کوئی شخص لوگوں سے پردے کے لیے کسی شے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہا ہو اور کوئی شخص اس کے آگے سے گذرنا چاہے تو وہ اس کے سینے پر ہاتھ مارے اور اگر وہ نہ رکے تو پھر اسے مار ڈالے کیونکہ وہ شیطان ہوگا۔''

انہی کی روایت میں یوں ہے کہ ''جہاں تک ممکن ہو، اسے ہٹائے'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 264

نماز چھوڑنے کو معمولی سا کام جاننا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم تندرستی کے دنوں اور سخت بیماری کے دنوں میں بھی اس بات سے غفلت نہ کریں کہ نماز چھوڑ دیں یا اس کا وقت جانے دیں بلکہ جہاں تک ممکن ہو، وضو کر کے اسے پورے ارکان سے پڑھیں اور پھر بڑے مرتبے والی چیز میں عاجز ہو جانے ہی کی صورت میں نچلا درجہ اپنایا کریں۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ جس میں عام لوگ تو کجا بڑے بڑے لوگ بھی کوتاہی کر جاتے ہیں چنانچہ وہ اپنا یقین چھوڑ کر لوگوں کے گمان پر چلتے ہیں بلکہ وہ بیمار سے کہہ دیتے ہیں کہ بیٹھ کر پڑھ لو کیونکہ تم کمزور ہو اور وہ ان کی یہ بات مان لیتا ہے حالانکہ اسے اپنے اندر یہ ہمت معلوم ہوتی ہے کہ وہ کھڑا ہو سکے اور ان کی اس بات کو نہ مانے حالانکہ حق بات ماننا ضروری ہوتا ہے چنانچہ انسان کو اپنے پروردگار کا دھیان رکھنا چاہئے، اور پوری ہمت دکھانی چاہتے تا کہ نماز کا کچھ حصہ بھی بیٹھ کر نہ پڑھے، اسے اپنے نفس کے دھوکے میں نہیں آنا چاہیے کہ سستی اور کوتاہی دکھانے لگے کیونکہ علماء کہتے ہیں ''تقویٰ کرنا یوں ہوتا ہے کہ بندے کو یہ تقویٰ اللہ کی طرف سے معلوم ہو کیونکہ اگر وہ ہی اسے توفیق نہ دیتا تو اس میں تقویٰ کی ہمت نہ ہوتی۔ رہا ہمت کے مطابق اللہ سے ڈرنا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ تقویٰ میں پوری ہمت دکھائے اور اس میں کوئی بھی کسر نہ اٹھا رکھے لیکن ایسا کم ہی دیکھنے میں آتا ہے کیونکہ انسان کے نفس میں کچھ نہ کچھ کسر رہ جایا ہی کرتی ہے، اس سے صرف بڑے اولیاء ہی ہوتے ہیں جب کہ عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ پورا تقویٰ بہت مشکل ہوتا ہے حالانکہ ایسی بات نہیں تو اے بھائی! تم کسی مرشد کی ہدایت ہی پر یہ پہچان سکتے ہو کہ اللہ کے علاوہ نفس کی خواہش کی پہچان کیا ہے، کیونکہ وہی تمہیں دھوکوں سے بچا سکتا ہے۔ واللہ غفور رحیم۔

❁ امام احمد و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے کہ ''بندے اور کافر کے درمیان پہچان کے لیے نماز چھوڑ دینے کا فرق ہوتا ہے۔''

میں کہتا ہوں کہ یہاں ''بندے'' سے مراد مومن شخص ہے اور حدیث کا معنیٰ یوں ہے اے مومنو! بندے اور کافر کے درمیان فرق کے لیے نماز چھوڑنا نشانی ہے۔'' واللہ اعلم۔

❁ امام احمد، ابو داؤد، نسائی اور ترمذی مرفوعاً لکھا ہے ''ہمارے اور ان کے درمیان نماز چھوڑنے پر فیصلہ ہو چکا ہے لہٰذا جو اسے چھوڑ دے گا، کافر ہو جائے گا۔''

- طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑ دیا کرے تو وہ میری امت سے نکل جائے گا۔''
- طبرانی ہی کی ہدایت میں ہے ''جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے تو واضح طور پر کافر ہو جائے گا۔''
- ابن ماجہ اور بیہقی میں ہے فرمایا ''میں اس کا ذمہ نہیں اٹھاؤں گا۔''
- امام ترمذی کے مطابق حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کے صحابہ کرام نماز کے علاوہ کسی بھی عمل چھوڑنے کو کفر نہیں جانتے تھے۔

حضرت ایوب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نماز چھوڑ دینا کفر ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں جب کہ حضرت اسحاق کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی صحیح حدیث یہ ہے کہ ''جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والا کافر ہو جاتا ہے۔'' اور پھر نبی کریم ﷺ کے دور ہی سے علماء کی رائے یہ ہے کہ مجبوری کے علاوہ جان بوجھ کر یوں نماز چھوڑنے والا کہ اس کا وقت گذر جائے، کافر ہو جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 265

نبیوں اور شہدا کے بھائی بننے کا طریقہ

رسول اکرم ﷺ کی خواہش یہ ہے کہ ہم اونگھ آنے کے موقع پر نماز یا تلاوت میں اللہ سے راز و نیاز نہ کیا کریں کیونکہ بڑوں سے بات کرتے وقت ادب یہ ہوتا ہے کہ ہر عضو اسی طرف لگا ہو اور یہ کام دل کی پوری توجہ کے بغیر ممکن نہیں ہوتا، اور یہ توجہ جاگنے کے سوا نہیں ہوا کرتی چنانچہ جو اونگھ کی حالت میں اللہ سے بات کرتا ہے اور اللہ کے بغیر کسی اور سے دل لگاتا ہے تو وہ بے ادب ہوتا ہے چنانچہ سیدی عمر ابن الفارض رحمہ اللہ کے کلام میں ہے

''جب بھی رات آجاتی ہے تو آنکھیں چھپ جایا کرتی ہیں اور جب وہ راز و نیاز کی باتیں کر رہی ہوتی ہیں تو کان بند ہوتے ہیں۔''

بات کا نچوڑ یہ ہے کہ اے بھائی! جب تک تم کسی سچے شیخ کے بتائے طریقے پر نہیں چلتے تو اللہ سے باتیں کرنے کا ادب تمہیں آ ہی نہیں سکتا۔ اس کے لیے تمہیں سخت صبر کی ضرورت ہے اور وہ بھی لمبے عرصے تک جب کہ طریقت کے امام قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ اپنے ہر عمل میں خلوص سے کام لو کیونکہ یہ تمہیں جنت میں لے جائے گا اور اپنی عبادتوں میں اللہ کا ادب کرو کیوں یہ تمہیں بارگاہِ الٰہی میں پہنچا دے گا اور پھر تم نبیوں اور صدیقوں اور صالح لوگوں کے بھائی بن جاؤ گے، یہ لوگ سب سے بہتر ساتھی ہوتے ہیں کیونکہ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کا ادب کرنے میں مرتبہ والے ہوتے ہیں اور یوں تم ان لوگوں کی باتیں سن سکو گے، ان کے کام دیکھ سکو گے اور ان جیسے ادب سیکھ سکو گے لیکن جب تک تم بارگاہِ الٰہی میں نہیں پہنچو گے تو

شیطان ہی کے ساتھ ہو گے۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ اللہ کے ادب میں یہ چیز بھی داخل ہے کہ جب اونگھ آنا شروع ہو تو بندہ چپ ہو جائے اور کوئی لفظ بولے بغیر سو جائے۔" واللہ علیم حکیم۔

- امام بخاری و مسلم مرفوعاً لکھتے ہیں "جب نماز میں تمہیں اونگھ آنے لگے تو سو جایا کرو تا کہ نیند آنا بند ہو جائے کیونکہ تم میں سے کوئی اونگھتے ہوئے نماز پڑھ رہا ہو تو کیا معلوم کہ وہ استغفار کرنے کی بجائے اپنے آپ کو گالیاں دے رہا ہو۔"
- نسائی کی مرفوع روایت میں ہے فرمایا "جب نماز پڑھتے کسی کو اونگھ آئے تو واپس آ جائے تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لاعلمی میں اپنے خلاف دعا نہ کر لے۔"
- مسلم اور ابوداؤد وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے جب کوئی شخص رات کے وقت اٹھتے وقت لاعلمی میں زبان پر قرآن کی بجائے عجمی لفظ لائے اور اسے معلوم نہ ہو سکے کہ کیا کہہ رہا ہے تو سو جائے۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 266

اللہ کی رحمتیں رکنے کے وقت سستی دکھانے سے ممانعت

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ جب ہم پر اللہ کی رحمتیں آنا رک جائیں تو ہمیں اس وقت تک غفلت نہیں کرنی چاہیے جب تک رحمتوں کے شروع ہونے سے لے کر ہماری ضرورتیں پوری نہ ہو جائیں چنانچہ ان رحمتوں میں شامل ہونے کے لیے ہمیں پوری کوشش سے کھانا پینا وغیرہ کم کرنا چاہیے اور وضو کر کے سونا چاہیے جو ہم سے شیطان کو دور کرتی ہیں کیونکہ شیطان پیٹ بھر کر یا بے وضو سو جانے والے کا پیچھا نہیں چھوڑتا چنانچہ وہ جب بھی اٹھنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اس کے دل میں برے خیال پیدا کر دیتا ہے اور اسے سلا دیتا ہے۔

جو شخص اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے، اسے کسی سچے شیخ کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے تمام مشکلات سے نکال دے اور شیطانوں کے گھیرے سے نکال کر اللہ کے قریبی فرشتوں کے پاس لے جائے۔

علماء فرماتے ہیں ایک خاص بندے ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس کے سامنے کوئی ایسی رکاوٹیں نہ ہوں جو دن رات کے کسی حصے میں اس کے آقا کی خدمت سے اسے روک لیں۔

اس کا حاصل یہ ہے اللہ کے انعامات لینے والے یونہی ہوتے ہیں جیسے دنیا کے انعامات لینے والے ہوتے ہیں اور جیسے بادشاہ کے انعامات دیتے وقت کوئی شخص عام طور پر موجود نہیں ہوتا تو اس کی تنخواہ وغیرہ کاٹ لیتے ہیں اور اس کے

خادموں کے دفتر سے اس کا نام مٹا دیتے ہیں، یونہی بارگاہِ رحمٰن سے انعامات لینے کے موقع پر جو شخص سویا ہوتا ہے اور وہاں موجود نہیں ہوتا تو بارگاہ میں رہنے والوں کے دلوں میں اس کے خلاف ناراضگی پیدا ہو جاتی ہے، وہ اس کی امداد روک دیتے ہیں، اس کے بعد اس کی کوئی ضرورت پوری نہیں کرتے اور اس بناء پر اس سے ناراض ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ اپنے رب کی بارگاہ سے الگ تھلگ ہوا ہوتا ہے۔ یہ بات ذہن نشین کرلو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

اے بھائی! یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ کی طرف سے رحمتوں کی بارش عام طور پر رات کی آخری تہائی کی ابتداء سے شروع ہوتی ہے اور اس کے علاوہ شب قدر اور جمعہ کی رات کو چھوڑ کر عموماً رات کے دوسرے آدھے حصہ کی ابتداء سے شروع ہوتی ہے اور ان دونوں راتوں میں دن غروب ہونے سے فجر ہونے تک رہتی ہے جب کہ امام سنید بن عبداللہ ازدی رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق اس وقت تک ہوتی رہتی ہے جب لوگ صبح کی نماز پڑھ کر واپس آتے ہیں لہٰذا بھلائی اکٹھی کرنے والے کسی بھی شخص کے لیے یہ مناسب نہیں کہ ایسے وقتوں میں اپنے رب سے غافل رہے، یا تو وہ نماز پڑھے یا ذکر وغیرہ کرتا رہے یعنی اللہ کی طرف دھیان دے۔

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ کی روایت یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے ہاں ایک شخص کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ صبح تک سوتا رہتا ہے تو آپ نے فرمایا یہ ایسا شخص ہے کہ جس کے کانوں میں شیطان پیشاب کر دیتا ہے۔

دن چڑھے شیطان کانوں میں پیشاب کر دیتا ہے

❁ طبرانی کی مرفوع روایت میں ہے کہ ”جب کوئی شخص رات کی نماز کا ارادہ کرتا ہے تو ایک فرشتہ آ جاتا ہے جو اسے کہتا ہے کہ اٹھو اور نماز پڑھ کر اپنے رب کا ذکر کرو کیونکہ صبح ہو رہی ہے، اس کے بعد شیطان آ جاتا ہے، وہ کہتا ہے کہ رات بہت لمبی ہے، تم جلد ہی اٹھ بیٹھو گے۔ اب اگر وہ اٹھ کر نماز پڑھ لیتا ہے تو صبح ہونے سے ہشاش بشاش ہوتا ہے، اس کا جسم ہلکا پھلکا ہوتا ہے اور آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں لیکن اگر وہ شیطان کی بات مانتا ہے اور یونہی صبح ہو جاتی ہے تو شیطان اس کے کانوں میں پیشاب کر دیتا ہے۔“

میں بتاتا چلوں کہ ایک عالم کو اس بات کے حقیقی ہونے پر شک پڑا تو خواب میں اس نے شیطان کو دیکھا کہ وہ اس کے کانوں میں پیشاب کر رہا تھا، وہ بیدار ہوا تو وہ پیشاب اس کے کپڑوں پر گر رہا تھا۔ واللہ اعلم۔

❁ امام بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ ”شیطان تم میں سے کسی کی گدی پر اس وقت تین گانٹھیں لگاتا ہے جب وہ سو رہا ہوتا ہے اور ہر گانٹھ لگاتے وقت کہتا جاتا ہے کہ تمہارے لیے بڑی لمبی رات ہے۔ لہٰذا سو جاؤ لیکن اگر وہ جاگ اٹھتا ہے اور ذکر شروع کر دیتا ہے تو ایک گانٹھ کھل جاتی ہے، اگر وضو کر لیتا ہے تو دوسری کھل جاتی ہے اور پھر وہ نماز پڑھتا ہے تو ساری گانٹھیں کھل چکی ہوتی ہیں چنانچہ وہ خوش وخرم اٹھتا ہے اور طبیعت صاف ہوتی ہے ورنہ طبیعت میں خرابی ہوتی ہے اور سستی چھائی ہوتی ہے۔

❁ ابن ماجہ کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے ”اور کوئی بھلائی نہیں پاتا۔“

❁ ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے حضرت سلیمان بن داؤد کی والدہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ اے بیٹے! رات کو زیادہ دیر تک نہ سویا کرو کیونکہ رات کو زیادہ سونا، قیامت کے دن آدمی کو محتاج کر دے گا۔"

❁ ابن حبان وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے "اللہ تعالیٰ ہر اکڑ کر چلنے والے، زیادہ کھانے والے اور بازاروں میں اونچی آوازیں لگانے والے پر ناراض ہوتا ہے، ایسا شخص رات کو مردہ جیسا اور دن کو گدھے جیسا ہوتا ہے، یہ دنیا کا معاملہ تو جانتا ہے لیکن آخرت کے معاملے سے واقف نہیں ہوتا۔"

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 267

علم سے جھگڑے کا کام لینا بالکل منع ہے

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے علم کے ذریعے کسی سے جھگڑا بالکل نہ کریں اور نہ ہی علم کو ایسے شخص سے چھپائیں جس میں ہمیں خلوص دکھائی دے اگرچہ ہماری تعلیم کے بعد وہ کافر ہی کیوں نہ ہو جائے اور یونہی پڑھانے والے میں بھی خلوص ہونا ضروری ہے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں علم پڑھانے والے کے خلوص کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے علم کو سراہنے والوں یا انکار کرنے والوں کی طرف کان نہ دھرے اور ہر وہ شخص جس کے ہاں سے کوئی پڑھنا چھوڑ کر دوسرے کے پاس چلا جاتا ہے تو اس کے دل میں ناراضگی آ جاتی ہے تو اس میں خلوص کی بو بھی نہیں ہوتی، وہ اپنے علم کا دکھلاوا کرنے والا ہوتا ہے۔

بدنیت استاد کی علامت

امام نووی نے اپنی کتاب التبیان اور شرح المھذب کے مقدمہ میں لکھا ہے "یہ بات ذہن نشین رکھو کہ ایک استاد کو سب سے زیادہ اس ہدایت کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ اپنے ہاں پڑھنے والے بچے کے کہیں اور جا کر پڑھنے پر تکلیف محسوس نہ کرے کیونکہ یہ ایک ایسی مصیبت ہے جس میں جاہل قسم کے استاد اپنی جہالت اور بدنیتی کی وجہ سے گرفتار ہیں اور یہ ایسی پکی علامت ہے کہ وہ تعلیم دینے میں اللہ کی رضا سامنے نہیں رکھتے۔

دشمن کو بھی شریعت پڑھانے سے گریز نہ کرو

میں نے اپنے استاد شیخ الاسلام زکریا رحمہ اللہ کو یوں فرماتے سنا تھا "اپنے دشمن کو تعلیم دینے سے گریز نہ کرو کیونکہ

شریعت کا حقیقی مالک اللہ اور اس کا رسول ہوتے ہیں اور پھر اللہ و رسول سے محبت رکھنے والے ہر شخص کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ اللہ و رسول کی شریعت کو پوری دنیا میں پھیلائے خواہ وہ لوگ سچائی پر ہوں یا دشمن ہی پر کیوں نہ ہوں اور پھر اس شخص کو بہت زیادہ ڈانٹا گیا ہے جو اپنا علم اہل علم سے چھپائے جیسے آگے چل کر حدیثوں میں آ رہا ہے چنانچہ اسی سلسلے میں حضرت امام شافعی رحمہ اللہ یہ شعر لکھتے ہیں

''کیا میں ایسے لوگوں میں علم پھیلاتا پھروں جو بکریاں چراتے ہیں اور ان میں موتی بکھیروں جو چوپائے چراتے ہیں۔''
آگے چل کر لکھتے ہیں

''اگر اللہ تعالیٰ نے فضل و کرم کیا اور مجھے علم و حکمت کے لائق کوئی مل گیا تو میں انہیں فائدے کا علم سکھا دوں گا اور ان کی نظروں میں اچھا بن سکوں گا ورنہ یہ علم میرے ہی پاس رہے گا اور یونہی چھپا رہے گا۔
جو شخص جاہلوں کو علم نہ سکھائے تو وہ اسے ضائع کر دے گا اور حق داروں کو دینے سے رک جائے تو وہ ظالم ہوگا۔''

میرے بھائی افضل الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضور شارع علیہ السلام نے شہرت کے ڈر سے علم چھپانے والے پہلے نیک لوگوں کو صرف اس لیے ڈانٹا تھا کہ دلیر بنیں اور پڑھاتے چلے جائیں لیکن آج کل کے لوگوں کا حال یہ ہے کہ کلام میں ڈانٹ کے باوجود بولیں گے اور خاموش نہیں ہوں گے، پہلے بزرگوں کا حال یہ تھا کہ دلوں میں بہت سا خلوص ہونے کی وجہ سے ان میں سے ہر ایک چاہتا تھا کہ شہرت اس کے بھائی کو ملے چنانچہ وہ اپنے بھائیوں کے علم کو سراہتے تھے اور اپنے علم کو لوگوں سے چھپائے رکھتے تھے۔ کبھی ایسا بھی ہو جاتا کہ ایک مسئلہ تیس لوگوں کے پاس جاتا تو ان میں سے ہر کوئی اس کا جواب اس لیے دینے سے کترا جاتا کہ وہ اللہ کے دین میں اپنی رائے کے مطابق کچھ نہ کہیں اور یوں وہ مسئلہ پہلے شخص کے پاس آ جاتا۔

اے بھائی یاد رکھئے کہ علم کے ذریعے جھگڑنے سے اس بناء پر روکا گیا ہے کہ کہیں علم کی توہین نہ ہو چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ دو فقیہ بیٹھ کر علمی گفتگو شروع کر دیتے ہیں اور اس پر عمل کرنا نہیں چاہتے بلکہ ان کے دل عمل سے بالکل خالی ہوتے ہیں، ان سے ہر ایک اپنی سمجھ کے بھروسے پر دوسرے کو شک و شبہ میں ڈال دیتا ہے اور جواب نہیں بتاتا ورنہ اگر اسے شک میں ڈال کر اسے جواب دے دیتا اور سکھا دیتا تو اسے روکنے کی ضرورت نہ تھی حالانکہ جواب دینا ضروری ہے کیونکہ اس میں طالب علم کا اس لحاظ سے امتحان ہے کہ اس کے علم اور جہالت کا پتہ چل سکے کیونکہ کئی مرتبہ طالب علم کو آیت یا حدیث سمجھنے کا یقین ہوتا ہے اسی دوران وہ کسی جھگڑالو کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور وہ اسے شک میں ڈالنا شروع کر دیتا ہے اور پھر اس سے توجہ ہٹا لیتا ہے جس کی وجہ سے وہ طالب علم اپنے یقینی سمجھے مسئلہ میں اکھڑ جاتا ہے حالانکہ یہ بات کسی سچے ایمان والے کے لیے مناسب نہیں۔

علم کی بنا پر جھگڑے سے رکنے کی یہ حکمت میں نے مسلم وغیرہ کی اس حدیث سے نکالی ہے جو قیامت کے دن اللہ کی زیارت کے بارے میں آئی ہے فرمایا ''کیا تم سورج اور چاند کو دیکھنے میں شک کرتے ہو جن کے سامنے کوئی بادل ہی نہیں۔'' (الحدیث)

حدیث کے لفظ تمارون کے لفظ کی تفسیر کرتے ہوئے علماء نے یہ لکھا ہے کہ اس کا معنیٰ شک کرنے کا ہے اور یہاں وہی مراد ہے لیکن اگر کسی نے کوئی معنیٰ لیا ہے تو اسے یہاں اس کتاب میں شامل کر دے۔ واللہ اعلم۔

ترمذی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص اس وجہ سے علم پڑھے کہ اس کے ذریعے علماء سے جھگڑے یا بے سمجھوں کو شک میں ڈالے تو پھر اپنا ٹھکانہ جہنم میں سمجھے۔''

ابو داؤد اور ترمذی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''جسے اللہ علم عطا فرمائے اور وہ لوگوں کو پڑھانے سے کترائے اس کی وجہ سے کسی چیز کا لالچ کرے اور اس کے بدلے میں پیسے لے نیز کوئی اور فائدہ اٹھائے تو اس کا حساب پورا ہو چکا۔'' (اسے آخرت میں کچھ نہیں ملے گا)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر **268**

حدیث کی روایت میں لاپروائی کرنے کی ممانعت

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم حدیث کی روایت کرنے میں لاپروائی سے کام نہ لیں بلکہ جس بھی حدیث کو رسول اللہ ﷺ سے روایت کریں، اس میں غور وفکر کریں اور صرف اس وقت روایت کریں جب ہمارے پاس اس کی صحیح روایت موجود ہو۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک فقیہ عالم کے لیے یہ مناسب نہیں ہوتا کہ رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے وقت اس کے پاس ایسی علامت نہ ہو جس کے ذریعے وہ پہچان لے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا کلام ہے اور وہ یوں کہ اسے کہیں سے لکھا ہوا مل جائے یا پھر وہ رسول اکرم ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھ لے یا جاگتے یا آمنے سامنے ہوتے ہوئے آپ خود اس سے فرما دیں کہ یہ میرا کلام ہے تاہم یہ سب کچھ اس صورت میں ہے کہ اس حدیث کے نقل کرنے میں کوئی کمزوری رہ جائے لیکن جو محدثین کے طریقے پر صحیح اور اچھی ہے تو اس میں آپ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔

اے بھائی! یاد رکھو کہ اس ہدایت سے غفلت کرنے والے عموماً وہ صوفی ہوتے ہیں جو طریقت نہیں جانتے اور عموماً وہ رسول اکرم ﷺ سے ایسی کلام روایت کر دیتے ہیں جو آپ کی نہیں ہوتی، اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ نہ تو انہیں اس سے دلچسپی ہوتی ہے اور نہ ہی وہ نبی کے کلام کو دوسرے سے الگ کر سکتے ہیں البتہ اگر انہیں پہچان ہوتی تو وہ نبی کا کلام پہچان لیتے اور اسے دوسروں سے الگ کر لیتے کیونکہ نبوت کے نور کی چمک اس شخص سے پوشیدہ نہیں ہوتی جس کے دل میں نور ہو۔

میں نے ایک شخص سے سنا جو حضرت ابو محمد کتانی کا یہ کلام نقل کر رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کرتے ہوئے عرض کی یا رسول اللہ! دعا فرمایئے کہ میرا دل مر نہ سکے آپ نے فرمایا روزانہ یا حی یا قیوم لا الہ الا انت

چالیس مرتبہ پڑھ لیا کرو۔

یہ سوتے وقت کی زیارت تھی جس پر اس شخص نے اس وہم کی بنا پر روایت کرنا شروع کر دیا کہ آپ نے اپنے صحابہ سے فرمایا تھا جسے حافظ الحدیث اماموں نے روایت کر دیا اور یہ وہم نری غلطی تھی چنانچہ اگر میں اسے نہ سکھاتا تو اسے علم نہ آتا۔

میرے شیخ شیخ الاسلام زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کسی محدث نے صرف اس بنا پر یہ کہا تھا کہ ''سب سے زیادہ جھوٹے، نیک و صالح لوگ ہوتے ہیں کیونکہ عام طور پر ان کے دل صحیح سلامت ہوتے ہیں چنانچہ وہ لوگوں کی بھلائی چاہتے ہیں اور یہ نہیں چاہتے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث جھوٹی کر دیں چنانچہ حدیث والے صالحین سے مراد ان لوگوں کو لیتے ہیں جو عبادت گذار ہیں اور ''علم بلاغت'' نہیں جانتے لہٰذا وہ نبوت کے کلام کو دوسروں سے الگ نہیں کر سکتے جبکہ عارف لوگوں سے یہ کلام چھپی نہیں ہوتی بلکہ کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو پردے کے پیچھے ہی آپ کے کلام کی پہچان کر سکتے ہیں کیونکہ اس میں آپ کی خوشبو ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا مجھ پر بڑا احسان ہے کہ میں دوسروں کے کلام کے مقابلہ میں آپ کے کلام کی پہچان کر لیا کرتا ہوں کیونکہ علم کے لحاظ سے اس کے لفظ اس خوبصورتی سے جڑے ہوتے ہیں کہ کوئی اور شخص اس جیسے نکھرے لفظ بول ہی نہیں سکتا چنانچہ ایسا بھی ہوا کہ ایک صحابی نے آپ کا کلام سنا لیکن اس کا کچھ حصہ یاد نہ رہا جب کہ صحابی کے دل میں اس کا معنیٰ پورے طریقے سے موجود تھا لہٰذا اس نے اپنے لفظوں سے ہمارے لیے حدیث مکمل کر دی تو میں اسے بھی الفاظ کی باریکی کی بنا پر پہچان لیتا ہوں جب کہ کوئی محدث یہ کہہ چکا ہوتا ہے کہ وہ حدیث موضوع ہے حالانکہ صرف لفظوں میں الٹ پلٹ ہوئی ہوتی ہے لیکن بنیادی طور پر وہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے صحیح ہوتی ہے لہٰذا اے بھائی حدیث کا علم پڑھو تا کہ رسول اکرم ﷺ کے خلاف بلا ارادہ بھی جھوٹ نہ کہہ سکو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ کی مرفوع حدیث میں ہے ''جو شخص جان بوجھ کر میری طرف سے جھوٹی روایت بیان کرے تو وہ سمجھ لے کہ اسے جہنم میں جانا ہوگا۔''

❁ امام طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو مجھ پر جھوٹ کا الزام لگائے تو اپنا ٹھکانہ جہنم میں سمجھے۔'' واللہ غفور رحیم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 269

علم کی حفاظت کرتے ہوئے غلط فہمی سے بچاؤ

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم عمل کے بغیر علم کی حفاظت کرنے والے سے دھوکے میں نہ رہیں کیونکہ ہم سے عمل کرنا مانگتا ہے جیسے آج کل لوگ عموماً کرتے رہتے ہیں تاہم کچھ ایسے بھی ہیں کہ اللہ نے انہیں علم تو نہیں دیا لیکن وہ عمل

کرتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جن کے پاس نہ علم ہے اور نہ ہی عمل لہٰذا جو لوگ اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کرتے انہیں چاہیے کہ استغفار و توبہ کرنے کے ساتھ ساتھ زیادہ سے زیادہ علم پڑھائیں تا کہ وہ اس پر عمل کر سکیں چنانچہ ان کا یہ عمل ان کے علم کے صحیفوں میں شامل ہو سکے کیونکہ ان سے اپنے علم کے مطابق عمل رہ گیا ہوتا ہے اور پھر اس کے بعد استغفار کریں کیونکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی عالم کے علم پر لوگوں کا عمل وہ نقصان پورا نہیں کرتا جس پر خود اس نے علم کے مطابق عمل کرنا چھوڑ دیا ہوتا ہے۔

ہر عالم اپنے علم پر عمل کرتا ہوتا ہے، ابن عربی

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''جو شخص باریکی سے دیکھے تو اسے ایسا کوئی عالم دکھائی نہیں دے گا جو اپنے علم کے مطابق عمل نہ کرتا ہو، یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ عقلمند ہوتے ہوئے کبھی اس پر عمل چھوڑ دے اور وہ یوں کہ اگر اس نے پاکیزہ شریعت کے عین مطابق عمل کیا ہے جس میں خلوص ہوتا ہے تو وہ اپنے علم کے مطابق عمل کرتا ہوگا لیکن اگر گناہ کا کوئی کام کر لیا اور اس سے استغفار کرتے ہوئے توبہ کر لی تو پھر بھی وہ اپنے علم پر عمل کر رہا ہوتا ہے کیونکہ اگر اس کے پاس علم نہ ہوتا تو یہ بات اسے نہ سوجھتی کیونکہ یہ تو گناہ تھا چنانچہ علم ہی نے اسے توبہ کی طرف متوجہ کیا چنانچہ ایسے شخص کو بہر حال علم کا فائدہ ہوتا ہے۔''

جو شخص اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ کسی شیخ سے راہنمائی لے تا کہ وہ اللہ کے بنے مراقبے کے درجے بتائے اور اللہ سے خوف کرنا سکھائے تا کہ اسے کسی مسئلہ پر عمل چھوڑنے کا پتہ چلے تو وہ استغفار کر لے چنانچہ اس کے سامنے کوئی ایسا مشکل مسئلہ نہ رہ جائے جس پر وہ عمل نہ کر سکے جیسے یہ کام عمل کرنے والے علماء کرتے ہیں۔

ہمارے شیخ شیخ الاسلام زکریا رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو بھی فقیہ عالم لوگوں کے ساتھ تعلق نہ رکھے، وہ ایسے ہے جیسے سالن کے علاوہ خالی روٹی ہوتی ہے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک طالب علم اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک وہ کسی ایسے شیخ طریقت کی خدمت میں نہ جائے جو اسے دل کے تکبروں اور دھوکے سے نہ بچائے اور جو طریقت والے کسی شیخ کے پاس نہ بیٹھے گا تو لازمی طور پر اس کی اس بات میں دھوکا ہوگا کہ وہ اپنے علم کے مطابق عمل کرتا ہے اور جس کے بارے میں وہ کم علمی کی بات کرے گا تو اس کے خلاف وہ دلیلیں دے گا جو اللہ کے ہاں چلتی ہیں چنانچہ جسے میری اس بات میں شک ہو، وہ اس کا تجربہ کر لے لہٰذا اے بھائی کسی شیخ کے راستے پر چلو اور اس کی خدمت کرتے رہو، اسکی زیادتی اور عجیب و غریب باتوں پر صبر کرو کیونکہ جو کچھ وہ تمہیں سکھانا چاہتا ہے، بڑا نفیس ہے، دنیاوی غرض سے اس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ علم ایک بہت بڑی ریاست ہے جب کہ انسانی نفس اس میں خامیاں تلاش کرتا ہے جن کے بارے میں طلبہ تو کیا علم کے شیخ بھی نہیں جانتے چنانچہ ''اللہ اسی کو ہدایت دیتا ہے جسے پسند کرے۔''

❁ مسلم وغیرہ نے لکھا ہے کہ رسول اکرم ﷺ اپنی دعا میں یوں عرض کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ

نَفْسٍ لَّا تَشْبَعُ وَمِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا قیامت کے دن ایک شخص کو لا کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور اس کی انتڑیاں اپنی جگہ سے ہل جائیں گی اور وہ انہیں لے کر یوں گھومے گا جیسے گدھا چکی میں گھومتا ہے، یہ دیکھ کر جہنمی اس کے پاس جمع ہوں گے اور پوچھیں گے کہ اے شخص! یہ کیا ہوا؟ کیا تم ہمیں بھلائی پر چلنے اور برائی سے رکنے کے بارے میں نہیں کہا کرتے تھے؟ وہ کہے گا کہ میں تمہیں تو نیکی کرنے کو کہا کرتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا، تمہیں برائی سے روکتا لیکن خود کرتا تھا۔''

❁ بزار وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''اگر ایسا شخص دیکھنا ہو جو لوگوں کو بھلائی بتاتا اور خود اسے چھوڑتا ہو تو فتیلہ دیکھ لو جو لوگوں پر روشنی کر رہا ہوتا ہے لیکن اپنے آپ کو جلائے جاتا ہو۔''

❁ طبرانی نے روایت فرمائی ''علم پر عمل کرنے والے کے بغیر ہر علم کا وبال علم والے پر ہوتا ہے۔''

❁ انہی کی ایک اور روایت یوں ہے ''قیامت کے دن سب سے سخت عذاب اس عالم کو ہوگا جسے اللہ نے اس کے علم کی بنا پر بچا نہ لیا ہو۔''

❁ امام احمد و بیہقی کے مطابق حضرت منصور بن زاذان رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہمارے علم کے مطابق جب ایسا عالم دکھائی دے گا جسے اس کے علم سے فائدہ نہ ہو تو دوزخی اس کی بدبو سے چلا اٹھیں گے اور کہیں گے اے خبیث! کیا کرتے رہے ہو؟ تمہاری بدبو سے ہمیں بہت تکلیف پہنچی ہے۔ کیا جتنی تکلیف اور برائی میں ہم ہیں اس پر تمہیں صبر نہیں آ سکا؟ وہ بتائے گا کہ میں عالم تھا لیکن میں نے اپنے علم سے فائدہ نہیں اٹھایا۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 270

شرعی ضرورت کے بغیر زبان و دل سے اپنا عالم ہونا ظاہر نہ کرو

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم جائز اور شرعی ضرورت کے علاوہ زبان و دل سے کبھی بھی اپنے عالم ہونے کا دعویٰ نہ کیا کریں اور نہ ہی یہ کہیں کہ ہم سب سے زیادہ علم والے ہیں، یہ ایسے وقت میں ہمارے لیے کیسے جائز ہوگا جب ہماری اقلیم تو کیا ہمارے شہر میں بھی ہم سے بڑا عالم موجود ہو لیکن اگر خواہ غصے ہی میں ہم یہ دعویٰ کر بیٹھیں تو لازم ہے کہ فوری طور پر اس سے توبہ و استغفار کریں تاکہ کہیں ہم پر اللہ کی ناراضگی نہ ہو جائے کیونکہ یہ ایسی مصیبت ہوگی کہ کوئی بھی عقلمند ایسا نہیں کر سکے گا، اس لیے کہ ایسا کوئی علم نہیں ہے جسے انسان پڑھے تو اس سے پہلے اسے کمزور جاننے والے نہ گذرے ہوں جب کہ یہ ان کے طلبہ جیسا بھی نہ ہوگا چنانچہ ایک شخص نے علم کا دعویٰ کیا اور کہنے لگا اللہ کی قسم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر

اس دور تک ایسا کوئی نہیں جو کسی ایک علم میں مجھ سے بڑھ کر ہو۔ یہ سن کر داڑھی کے بغیر ایک نوجوان کھڑا ہو کر کہنے لگا کیا تم امام شافعی سے بھی زیادہ بڑے عالم ہو؟ کیا سیبویہ سے بھی بڑھ کر ہو؟ کیا تم اصول کے اماموں سے بھی بڑھ کر ہو؟ کیا علماء معانی و بیان والوں سے بھی بڑھ کر ہو؟ کیا تفسیر کے اماموں سے بھی بڑھ کر ہو؟ کیا فلاں اور فلاں سے کہتا چلا گیا، اس پر علم کے اس دعویدار کے ہوش اڑ گئے چنانچہ وہ مجلس میں ذلیل ہو گیا۔

شیخ الاسلام زکریا کا کمالِ علمی

میرے شیخ، شیخ الاسلام زکریا رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے پتہ چلا ہے کہ محمد بن جریر طبری نے ہزار جلد کی موٹائی میں ایک تفسیر لکھی جب کہ انہیں اتنے علموں کے متن یاد تھے کہ جن کا وزن سو اونٹ پر لادا جا سکتا تھا۔

ابن شاہین کہتے ہیں میں نے بے حساب کتابیں لکھی تھیں اور جب میں نے سیاہی کا حساب لگایا تو وہ دو ہزار قنطار کی خرچ ہوئی تھی (شام کا ایک قنطار پانچ سو پونڈ کا تھا)۔

ایک اور عالم نے کہا اگر میں اپنے دل میں موجود سارا علم لکھ دوں تو ایک اونٹ وہ بوجھ نہیں اٹھا سکے گا۔ اور پھر ہر دور میں ایسے علماء ہوتے چلے آئے ہیں کہ آج کے مشہور علماء ان کے طلبہ بھی شمار نہیں ہو سکتے۔

پھر میں نے اپنے جیسے کمزور حال والے ایک عام شخص کو بتاتے سنا کہ اللہ کی قسم اس وقت پورے مصر میں کوئی ایسا عالم نظر نہیں آتا جو مجھ سے بڑھ کر ہو، اگر کوئی ہوتا تو میں جا کر اس سے فائدہ اٹھاتا لیکن وہ ایسا دیوانہ ہے اور اس کے لیے سب سے بڑی سزا یہی ہے کہ وہ اپنے دور کے علماء کی برکتوں سے محروم رہا اور جہالت ہی میں مر گیا۔

پھر ایک ایسے شخص کو دیکھا جس نے قطب ہونے کا دعویٰ کر رکھا تھا چنانچہ کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سارے اولیاء دکھائے ہیں لیکن فلاں ان میں موجود نہیں اور پھر اس دور کے ایک نیک شخص کی طرف اشارہ کیا۔ اس پر ایک شخص نے اسی مجلس میں کہا اگر تم سچے ہو تو بتاؤ کہ تمہاری داڑھی میں کتنے بال ہیں؟ اس کے ہوش اڑ گئے، بول نہ سکا اور لوگوں کے سامنے ذلیل ہو گیا۔

یاد رکھو کہ جب اللہ نے علماء کو علم کے باوجود عالم کہلانے سے روک دیا ہوا ہے تو اس جاہل کا حال کیا ہوگا جو جہالت کے باوجود عالم ہونے کا دعویٰ کر دیتا ہے۔

علم کا دعویٰ اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی وفات

میرے شیخ، شیخ الاسلام زکریا رحمہ اللہ نے مجھے بتایا کہ ایک مرتبہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے ہاں پانچ سو بڑے عالم جمع ہوئے تا کہ علمی باتیں لکھ سکیں، یہ دیکھ کر ان کے دل میں ذرا سی بڑائی پیدا ہوئی چنانچہ فرمایا میری اس محفل میں مجھ سے جس علم کے بارے میں کوئی سوال کرو گے تو میں جواب دوں گا۔ یہ سن کر داڑھی کے بغیر کمزور سا بچہ ڈنڈے کا سہارا لے

کر اٹھا اور کہنے لگا اے آقا! ہم نے آپ کی یہ بات سن لی ہے، آپ یہ تو بتائیں کہ کیا چیونٹی کی اوجھڑی اور آنتیں بھی ہوتی ہیں؟ یہ سن کر آپ کا رنگ بدلا اور زرد ہو گیا اور پھر غشی ہی کی حالت میں انہیں وہاں سے اٹھایا گیا چنانچہ تین دن کے بعد فوت ہو گئے۔

علم کا دعویٰ اور ابن عربی رحمہ اللہ کو دھچکا

شیخ کامل حضرت محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ نے اپنے بارے میں بتایا کہ ایک مرتبہ ہم دریا کے اندر کشتی پر جا رہے تھے، ہر طرف پانی ہی پانی تھا کہ اسی دوران کہنے لگے اے دریا! رک جاؤ کیونکہ تم پر علم کا دریا جا رہا ہے، اس پر دریا میں سے ایک لہر اٹھی اور کہنے لگے ہم نے آپ کی بات سن لی ہے لہٰذا یہ بتاؤ کہ اگر کسی عورت کے شوہر کا چہرہ بدل جائے تو وہ زندہ آدمی جیسی عدت گذارے گی یا مردہ جیسی؟ شیخ کو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہیں چنانچہ لہر سے دوبارہ آواز آئی مجھے اپنا شیخ مانتے ہو تو میں اس کا جواب دوں؟ آپ نے کہا ہاں مانتا ہوں۔ اس نے کہا اگر اس کی شکل کسی حیوان جیسی ہو گئی ہو تو زندہ شخص جیسی عدت گذارے گی اور اگر بے جان کی طرح ہو گیا ہو تو مردہ جیسی عدت گذارے گی۔

ابن عربی کے مشائخ جن، انسان، فرشتے اور حیوانات تھے

ابن عربی نے یہ حکایت وہاں ذکر کی ہے جہاں اپنے مشائخ کے حالات لکھے ہیں جن میں جن، انسان، فرشتے اور حیوان شامل تھے اور پھر ہمیں معلوم ہوا کہ اس کے بعد آپ کو علم کا ایسا ذرا سا بھی دعویٰ کرتے کسی نے نہیں سنا۔

اس ہدایت پر عمل کرنے کے لیے ایسے شیخ کی ضرورت ہے جو بندے کا ہاتھ تھام کر اسے علوم اور اللہ کے خزانے دکھائے تاکہ وہ دیکھ سکے کہ ایسے سب لوگوں کو جو بھی علم عطا کیا تھا، وہ وسیع ترین سمندر کا ایک قطرہ بھی نہ تھا چنانچہ میرے بھائی شیخ افضل الدین رحمہ اللہ نے صرف سورۂ فاتحہ میں سے دو لاکھ چالیس ہزار سے کچھ زیادہ علمی باتیں نکالی تھیں جن میں سے میں نے اپنی کتاب ''تنبیہ الاغبیاء علی قطرۃ من بحر علوم الاولیاء میں تین ہزار ایسے علوم کا ذکر کیا ہے جن کے ساتھ کسی بھی انسان کا تعلق نہیں، وہ صرف ان علوم کے نام ہی دیکھ سکتے ہیں کیونکہ وہ کسی بھی شخص کے دل میں موجود نہیں ہیں لہٰذا اے بھائی! تم نے فقہ، نحو اور اصول وغیرہ جو بھی علوم پڑھے ہیں، تم دیکھو گے کہ اللہ والوں کے علم کے مقابلے میں یہ سارے علوم کھلے سمندر کا ایک قطرہ بھی نہ ہوں گے۔

ابن السبکی رحمہ اللہ نے الطبقات الوسطیٰ میں حضرت ابو القاسم جنید رحمہ اللہ کے بارے میں بتایا ہے کہ ان کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آسمان سے جو بھی علوم اتارے اور انہیں کوئی بھی شخص جانتا ہے تو اللہ نے ان میں میرا حصہ ضرور رکھا ہے۔

پھر کسی شیخ کی ہدایت پر چلنے کا فائدہ یہ ہے کہ راہ پر چلنے والا اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں وہ دیکھتا ہے کہ اس میں یہ ظاہری اور باطنی خوبیاں عارضی اور اللہ کی امانت ہیں لہٰذا اسے جائز نہیں کہ اپنے بارے میں ان کا یا ان میں سے کچھ کا

دعویٰ کرے، اسے اللہ سے حیاء کرنا ہوگی بلکہ ہونا یوں چاہیے کہ لوگ تو اسے عالم سمجھیں اور وہ جاہل بنے، چنانچہ اس مقام پر پہنچ کر وہ اپنی حالت یا گفتگو میں باطنی وظاہری طور پر ایسا دعویٰ نہیں کرے گا اور جو اس طریقے پر نہ چلے جو ہم بتا چکے ہیں تو عموماً لازمی طور پر وہ پردے میں چلا جائے گا اور ایسے دعوے کرے گا جو اسے اصل راستے سے ہٹا دیں گے چنانچہ ایک نے یہ کہہ دیا کہ "میں اللہ ہوں" اور وہ کافر ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ سے مہربانی کا سوال ہے۔

لہٰذا اے بھائی! اللہ کا ادب کرنے کے لیے کسی شیخ کی راہنمائی لو خواہ تم اپنے طور پر سب سے بڑے عالم ہو کیونکہ شیخ کی راہ پر چلنے سے تمہیں اپنی جہالت کا اندازہ ہو جائے گا۔ اللہ تمہیں ہدایت دے اور حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے واقعہ میں ہر عقلمند کے لیے دلیل موجود ہے۔

وہ یوں ہوا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اے موسیٰ! میں اہل زمین میں سے سب سے زیادہ علم والا ہوں اور پھر بھی میرا اور آپ کا علم اللہ کے علم کے مقابلے میں ایسا ہے جیسے اس سمندر سے چڑیا چونچ بھر لے۔

اگر یہاں "علم اللہ" سے مراد اس کے معلومات ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "تمہیں علم میں سے تھوڑا سا حصہ دیا گیا ہے۔" کیونکہ اگر اس علم سے مراد وہ علم ہو جو اللہ ذات سے سے تعلق رکھتا ہے تو اسے تھوڑا نہیں کہا جا سکے گا۔ اسے ذہن نشین کر لو اور اللہ کے علم میں موجود چیزیں وہ علم ہے جسے اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں بکھیر رکھا ہے اور وہ اللہ کے ازلی اور قدیم علم کے علاوہ ہے جو اسی سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ مخلوق کا علم بھی اگرچہ اللہ ہی کا ہے لیکن یہ بعد کا ہے اس لیے کہ اس کا تعلق مخلوق سے ہو گیا ہے۔ اسے ذہن نشین رکھو اور غلطی نہ کھاؤ۔

اے بھائی! ہم نے تمہارے لیے حدیث کی وضاحت اس لیے کی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام عالم باللہ (لدنی عالم) تھے اور انہیں معلوم تھا کہ اللہ کے علم کو کسی لحاظ سے ناقص نہیں کہا جا سکتا حالانکہ چڑیا کی چونچ کے لیے بھی وہ تری ضروری ہے جو اس پر آ جاتی ہے۔ اسے ذہن نشین کر لو اور اگر اللہ کے علم سے مراد وہ لیں جو اللہ کی ذات کے ساتھ تعلق رکھتا ہے تو اسے علم میں چڑیا کی چونچ پر لگے پانی جتنا بھی نہیں گھٹایا جا سکتا اور نہ ہی اس کا کوئی قائل ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے مثال دینے کی خاطر اسے تھوڑا کہا ہو اور اگر اسی کو بیان کرنے کے لیے اس کا ذکر کرتے جو سمندر سے چیونٹی منہ میں لیتی ہے تو یہ بھی جائز تھا کیونکہ یہ اس سے بھی کم ہے جسے چڑیا منہ میں لیتی ہے۔ اسے ذہن نشین کر لو۔

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "آگے چل کر کچھ لوگ ایسے دکھائی دیں گے جو قرآن پڑھ کر کہیں گے کہ ہم سے بڑا قاری کون ہے؟ ہم سے بڑا عالم کون ہے؟ ہم سے بڑا فقیہ کون ہے؟ یہ لوگ جہنم کا ایندھن ہوں گے۔"

❁ ایک اور مرفوع روایت میں فرمایا "جو شخص اپنے آپ کو عالم کہے، درحقیقت وہ جاہل ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 271

کسی بھی علم میں جھگڑا منع ہے

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم شرعی علوم میں سے کسی بھی علم میں اس وقت تک جھگڑا نہ کریں جب تک ہمارا ارادہ دین کی مدد کرنا نہ ہو اور پھر اس میں شرط یہ ہے کہ دل میں خلوص ہو اور پھر دل کی آنکھوں سے دیکھتا ہو کہ وہ اللہ کے سامنے حاضر ہے، اس میں گمان ، دکھلاوے، غفلت اور اندازے کا دخل نہ ہو نیز پھر یہ ارادہ بھی نہ ہو کہ مقابلے میں آنے والے، اپنے یا دوسرے مذہب والے پر غالب آنا ہے۔

اس ہدایت پر عمل کرنے کے لیے بھی ایسے شیخ کی ضرورت ہے جو شرعی علوم سے بھر پور ہو اور اسے چاروں مذہبوں کے ان دلائل کے بارے میں پتہ ہو جو استعمال ہو رہے ہیں یا نہیں اور پھر خلوص میں وہ صوفیہ کی طرح ہو لیکن جو کسی شیخ کے بغیر اپنے طور پر اس ہدایت کے مطابق چلنا چاہتا ہے تو عموماً وہ محال کام کر رہا ہوتا ہے۔

یہ اللہ کا فضل ہے کہ مجھے سلوک کے دوران اس سرچشمے کا علم ہوا جہاں سے یہ سارے مذہب نکلتے ہیں چنانچہ میں نے مجتہد حضرات اور ان کے تقلید کرنے والوں کے تمام مذہبوں میں غور وفکر کیا تو دل کی آنکھوں سے دیکھنے پر یقینی پتہ چلا کہ وہ اسی سے نکلے ہیں چنانچہ ان میں سے چند کے سوا ان کے اقوال میں معمولی سا اختلاف دیکھا۔ ہاں اگر میں شیخ کے بغیر اکیلا سلوک کر رہا ہوتا تو میں مختلف اقوال کی تقلید کے پردے میں جا چکا ہوتا اور پتہ نہ چلتا کہ وہ کہاں سے آ گئے فالحمد للہ رب العالمین۔

کسی دوسرے امام کے ماننے والوں سے مقابلہ نہ کرو

اے بھائی! کسی امام کی تقلید کرنے والے کے لیے یہ مناسب نہیں ہوتا کہ دوسرے امام کے ماننے والوں کہ مخالف سمجھے جیسے یوں کہنا شروع کر دے کہ "مخالف یوں کہتا ہے اور میں یوں کہتا ہوں" کیونکہ لفظوں کے ذریعے ادب کرنا عمل کرنے والے علماء کی عادت ہوتی ہے۔

خواب شعرانی اور مقام ابو حنیفہ رحمہ اللہ

ایک دن کسی نے مجھے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے رد میں ایک کتاب بتائی چنانچہ اسی رات میں نے امام ابو حنیفہ کو دیکھا تو وہ فضاء میں تقریباً ستر ہاتھ تک بلند دکھائی دیئے، نور کی روشنی سورج جیسی تھی اور پھر اس عالم کو دیکھا جس نے ان کا رد دیکھا تھا، وہ آپ کے سامنے سیاہ چیونٹی جیسا لگ رہا تھا۔ پھر جب ہمارے امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "علم فقہ میں

سب لوگ امام ابوحنیفہ کے اہل و عیال ہیں'' (سب نے انہی سے لیا) تو ہمیں یہ کیسے پچتا ہے کہ ان کا رد کریں؟ یہ تو پاگل پن سے بھی کئی درجے زیادہ بڑی بات ہے اور پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''تمہارے لیے دین کی راہ ڈالی جس کا حکم اس نے نوح کو دیا اور جو ہم نے تمہاری طرف وحی کی اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا کہ دین ٹھیک رکھو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو۔'' چنانچہ اللہ تعالیٰ حکم دے رہا ہے کہ دین کو قائم کرو لہٰذا اس کے اماموں کے مقابلے میں بڑے نہ بنو۔

یہ ایسا معاملہ ہے جو سب مذہبوں کے ماننے والوں میں عام ہو گیا ہے چنانچہ تم دیکھو گے کہ ہر مذہب والا دوسرے مذہب والے کی دلیل کو ٹھکرائے گا اور اس کے پاس کتاب وسنت کا سہارا بھی نہیں ہوگا، یہ بہت ہی بری عادت ہے، ان کے لائق یہ تھا کہ امام حضرات کی طرف سے یوں جواب دیتے کہ انہیں اس دلیل کا پتہ نہیں چل سکا جو رد کرنے والے کو پہنچی ہے یا یہ کہ اس مجتہد کے پاس عربی قاعدوں کے مطابق مسائل نکالنے کا وہ طریقہ موجود ہے جو ہم جیسوں سے پوشیدہ ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ سے امام شافعی کی عقیدت

ہمیں اس بات کا پتہ چلا ہے کہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ جب بغداد میں پہنچے اور حضرت امام ابوحنیفہ کے مزار کی زیارت کی تو یہ صبح کی نماز کا وقت تھا چنانچہ آپ نے نماز میں ''قنوت'' نہ پڑھی حالانکہ آپ اس کے قائل تھے، اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا امام کے سامنے دعاء قنوت پڑھتے مجھے شرم آتی ہے کیونکہ وہ اس کے قائل نہیں (اللہ تعالیٰ یوں ادب کرنے والوں پر راضی رہے) یہ تو آداب وسنن تھے لیکن واجب اور حرام کے بارے میں یہ ہے کہ جب ان کے پاس اس بارے میں دلیل ہو تو خلاف لکھنے والے کے ادب کی خاطر اسے چھوڑ نہیں سکتے۔ اسے ذہن نشین رکھو۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ نے ''فتوحاتِ مکیہ'' میں لکھا ہے کہ ''ماوراء النہر'' میں شافعی اور حنفی حضرات کے گروہوں میں پورا سال جھگڑا رہتا ہے اور ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں رمضان کے روزے تک اس بنا پر چھوڑ دیتے ہیں کہ مخالف کے مقابلے میں لڑنے کی طاقت ہو۔

امام طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''شریعت کے تین سو ساٹھ طریقے ہیں۔''

لہٰذا کسی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ جس سے جھگڑا رہا ہے، اس کا رد کرے، ہاں ان سب طریقوں کو سامنے رکھ کر سکتا ہے جب کہ وہ مخالف ان میں سے کسی ایک طریقے کو بھی نہ اپنائے۔ حضور ﷺ نے اس کا ذکر صرف اس لیے کیا ہے کہ علم کے بغیر جھگڑے کی راہ بند ہو سکے اور مقصد یہ ہے کہ دین کو طاقت ملے کیونکہ جھگڑا دین کو کمزور کرتا ہے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دین، سب کے اتفاق کرنے ہی سے قائم رہ سکتا ہے، اختلاف سے قائم نہیں ہو سکتا اور پھر علماء کا اتفاق صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب وہ چھپی نفسانی خواہشات سے باہر آ جائیں لیکن جب تک وہ ان سے باہر نہیں آتے تو ان کے دلوں میں کبھی بھی تعلق نہیں رہ سکتا جس سے معلوم ہوا کہ دین کے حقیقی مددگار صرف وہی ہوتے ہیں جو طریقت کی راہ پر چلیں اور نفسانی خواہشوں کو چھوڑ کر روحوں کی دنیا میں پہنچیں کیونکہ روحوں کو نفسانی غرضوں سے کوئی بھی تعلق نہیں ہوتا چنانچہ یہاں آ کر ان کی طرف سے دین کی مدد خامیوں سے پاک اور خالص ہوتی ہے۔

اسے ذہن نشین کرلو اور اس پر عمل کرو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

بیہقی اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے ”ایسی ہدایت حاصل کر لینے کے بعد جس پر وہ قائم رہے کوئی قوم اس وقت تک گمراہ نہیں ہوئی جب تک ان میں جھگڑا پیدا نہیں کیا گیا اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی ”انہوں نے تم سے یہ نہ کہی مگر ناحق جھگڑے کو بلکہ وہ ہیں جھگڑالوگ۔“

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ”اللہ تعالیٰ اس شخص پر ناراض ہوا کرتا ہے جو سخت جھگڑالو اور مخالف کی دلیل توڑ کر اس پر غالب ہو جائے۔“ ہاں یہ صورت بن سکتی ہے کہ کوئی بدعتی ہمارا ساتھ دے جس کی بدعت پر قرآن و حدیث سے کوئی دلیل نہ ہو، ایسی صورت میں ہمیں اللہ، اس کے رسول اور مسلمانوں کی مدد کرنے کا حق پہنچتا ہے۔“ واللہ غفور رحیم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 272

مسلمانوں کو تکلیف دینے والے کام کرنے سے ممانعت

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم شرعی حد لگانے، سزائیں دینے اور ادب سکھانے جیسے شرعی طریقوں کے علاوہ کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچے اور وہ یوں کہ ہم ان بیت الخلاؤں کے باہر پاخانہ نہ کر دیں جن میں لوگ داخل ہوا کرتے ہیں یا اس جگہ پیشاب کر دیں جہاں سائے یا دھوپ میں لوگ بیٹھتے ہیں یا جہاں وہ حمام میں بیٹھا کرتے ہیں، یہ سب بری حرکتیں ہیں کیونکہ ایسی صورت میں یہ ڈر ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ بھی ویسے ہی کرنے لگیں گے لہٰذا بیت الخلاء میں جانے والے کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ بالکل بیت الخلاء میں پاخانہ نہ کرے اور حمام میں موجود خالی جگہ میں پیشاب کرے یا اس کی نالی میں کرے اور جیسے اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ پاخانہ پیشاب کرتے وقت اپنے آپ کو لوگوں سے چھپائے یونہی یہ بھی ضروری ہے کہ پیشاب پاخانہ کو چھپائے اور کسی کو اس کی اطلاع نہ دے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں مناسب یہ ہے کہ اندرونی پلیدی کو اس ظاہری پلیدی پر قیاس کر لیا جائے اور یہ اس طرح کہ کسی عام شخص کو شبہ میں ڈالتے ہوئے اس کے سامنے باطل عقیدے اور ایسے اقوال بیان کرے جنہیں ظاہری شریعت رد کرتی ہو جیسے نکاح یا شبہ والے کھانے کے متعلق مسئلہ میں ایک عالم پھسل جائے کیونکہ ایک عام آدمی اسے جلد ہی اپنا لیتا ہے اور برباد ہونے والوں کے ساتھ برباد ہو جاتا ہے جس کا گناہ اس عالم کے ذمے لگتا ہے۔

اس ہدایت پر عمل کرنے کے لیے کسی خالص قسم کے شیخ کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے مسلمانوں پر مہربانی کرنا سکھائے، ان کے دین، کپڑوں اور بدنوں کے بارے میں بتائے اور وراثت محمدی کے مطابق انکی اپنی ذاتوں سے بھی زیادہ

ان پر شفقت کرے لیکن جو شخص کسی شیخ کے بغیر یہ مقصد حاصل کرنا چاہے تو ایسے ہوگا جیسے دروازوں کے بغیر گھروں میں داخل ہو رہا ہے۔ یہ اللہ کا کرم ہے کہ مجھے ایسی شفقت سکھائی ہے چنانچہ اللہ کے فضل سے انسان کے دین کو یوں سنبھالتا ہوں کہ وہ خود بھی اتنا سنبھال نہیں سکتا۔

اس کی وضاحت یوں ہے کہ میں مسلمانوں کی کسی بھلائی کے چھن جانے پر اتنا غمگین ہو جاتا ہوں جتنا وہ خود نہیں ہو سکتا اور جب وہ حرام کھا کر جہنم میں داخل ہونے کے حق دار بن جاتے ہیں تو میں انہیں جہنم سے بچانے میں اتنی زیادہ کوشش کرتا ہوں جتنی وہ خود نہیں کر سکتے اور میں چاہتا ہوں کہ سب مسلمانوں کی تکلیفیں خود اٹھالوں، انہیں کوئی بھی تکلیف نہ ہونے پائے حالانکہ وہ خود یہ کوشش کرنا نہیں چاہتے بلکہ اپنا ہی فائدہ چاہتے ہیں اور یوں اپنے آپ کو اللہ کے ثواب سے محروم کر لیتے ہیں۔ یونہی دوسری چیزوں کو قیاس کرلو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

۞ مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''لَعّانَیْن'' سے بچو، صحابہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! یہ کون ہوتا ہے؟ تو فرمایا کہ ''یہ وہ شخص ہوتا ہے جو لوگوں کے راستے اور سایہ دار جگہوں پر پیشاب، پاخانہ کر دیتا ہے۔''

حافظ منذری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ آپ نے لوگوں کے راستوں اور سایہ دار جگہوں سے اس بنا پر روکا ہے کہ یہ چیز گذرنے والوں اور بیٹھنے والوں کو تکلیف دیتی ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ تاہم ہر سائے میں ایسی ضرورت پوری کرنے سے روکا بھی نہیں جا سکتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے کھجور کے درخت کے گھنے حصے والی جگہ پر اپنی ضرورت پوری فرمائی تھی اور اس کا سایہ ہوتا ہی ہے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں یاد رکھو کہ جس لعنت کا حدیث میں ذکر آتا ہے، وہ کبھی ہلکی ہوتی ہے، کبھی بھاری ہوتی ہے اور کبھی بہت بری ہوتی ہے چنانچہ ہر برے کام کے لیے لعنت اس کام کے مطابق ہوا کرتی ہے ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک قوم لوط والا برا کام کرے اور اسے راستے میں پیشاب کرنے والے جیسا شمار کیا جائے۔ یونہی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی بھی کئی طرح کی ہوتی ہے، جتنا برا کام، اسی کے مطابق ناراضگی ہوتی ہے چنانچہ کفار کی لعنت، کبیرہ گناہ کرنے والے کی لعنت، چھوٹے گناہ والے کی لعنت اور مکروہ کام کرنے والے کی لعنت، سب درجہ بدرجہ ہیں۔ اسے سوچنا چاہئے اور دلوں میں سنبھالنا چاہئے۔

۞ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص مسلمانوں کو ان کے راستے کی وجہ سے تکلیف دے تو ان کی طرف سے اس پر لعنت لازمی ہوا کرتی ہے۔''

۞ مسلم وغیرہ کی روایت میں ہے کہ ''رسول اکرم ﷺ نے کھڑے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔''

۞ طبرانی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''کوئی شخص اپنے غسل خانے میں پیشاب نہ کیا کرے۔''

غسل خانہ میں پیشاب سے وسواس پیدا ہوتا ہے

۞ امام احمد وغیرہ کی روایت میں ہے کہ ''رسول اکرم ﷺ نے حمام (غسل خانہ) میں پیشاب کرنے سے

منع فرمایا، پھر فرمایا کہ عام طور پر وسواس اسی سے پیدا ہوتا ہے۔"

سوراخ میں پیشاب کی ممانعت

- امام احمد وغیرہ نے روایت کی ہے کہ "رسول اکرم ﷺ نے کسی سوراخ میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔"
- حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ یہ کیوں برا ہے؟ تو فرمایا کہ کہتے ہیں کہ جنوں کے ٹھہرنے کی جگہ ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 273

سنتِ محمدیہ کو چھوڑنے کی غفلت نہ کرو

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم سنتِ محمدیہ کے آداب میں سے کسی بھی چیز کو چھوڑنے کی غفلت نہ کریں جیسے ان لوگوں کو جاننے والے کیا کرتے ہیں چنانچہ ان میں سے کوئی یوں کہہ دیتا ہے کہ یہ کوئی ضروری چیز نہیں بلکہ معمولی ہے کیونکہ اسے چھوڑنے اور غفلت کرنے کی وجہ سے یوں بھی ہوتا ہے کہ وہ توہین والے لفظ بول جاتا ہے جو کفر ہوتا ہے لہٰذا دین کی سمجھ رکھنے والے فقیہ کے لیے ضروری ہے کہ ایسے کاموں سے بچے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو چیز بھی پیار محبت کو بگاڑتی ہے، وہ شریعت کے خلاف ہوتی ہے اور شریعت میں جس کام کا حکم ہے، اس کے لیے جنت میں ایک درجہ رکھا گیا ہے جو اس کام کے کرنے ہی پر ملا کرتا ہے، یونہی قیامت کی گھبراہٹیں ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی گھبراہٹ، دنیا میں روکے گئے کام چھوڑنے کی وجہ سے ہوگی چنانچہ ہر روکے ہوئے کام پر عمل کر کے بے چینی ہوتی ہے جو کرنے والے کو قیامت میں دیکھنا ہوگی لیکن جو شخص اللہ کے حکم کے مطابق عمل کرتا اور اس کے روکے کاموں سے رکا رہتا ہے، وہاں اسے نہ کوئی غم ہوگا اور نہ پریشانی لیکن جو ایسا نہیں کرے گا تو اسے اپنی غفلت کے مطابق غم اور پریشانی ہوگی۔

میرے بھائی حضرت افضل الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص بھی شریعت کا کوئی ادب چھوڑ دیتا ہے تو مکروہ کام کرنے لگتا ہے اور مکروہ کو چھوڑتا ہے تو حرام کام کرنے لگتا ہے۔

آپ یہ بھی فرماتے تھے اگر تم کسی کو دیکھو کہ مردانگی چھوڑنے والے کام کئے جا رہا ہے تو اس کے بارے میں کوئی

اچھی امید نہ رکھواور وہ یہ ہیں کہ مثلاً اپنی بیوی کے والد، لڑکے یا بھائی کے ساتھ حمام میں داخل ہو، بیت الخلاء میں بیٹھے شخص کے ساتھ کلام کرے، لوگوں کے سامنے یا مسجد میں آواز نکالے، لوگوں کے قریب یوں پیشاب پاخانہ کرے کہ وہ اس کے پیٹ سے نکلنے والی ہوا یا پیشاب وغیرہ کی آواز سنیں یا پاخانہ کرتے وقت اپنے آپ کو نہ ڈھانپے اور فاسقوں اور ذلیل لوگوں جیسی باتیں کرے جسے مرد لوگ کرنے سے شرمندگی محسوس کرتے ہیں۔

آج تک میں نے اپنے چچازاد بھائی جیسا پیار محبت والا نہیں دیکھا اور نہ ہی جبلیۃ الوالی جیسا دیکھا ہے، جو مسجد میں ہمارے قریب ہی سویا کرتا۔ میرے چچازاد بھائی کا حال تو یہ تھا کہ کسی کے دیکھنے پر انہیں پیشاب پاخانہ نہ آیا کرتا، میں نے مصر سے مرکب محلّہ کبریٰ تک ان کے ساتھ سفر کیا چنانچہ وہ پیشاب پاخانہ کر ہی نہ سکے، آپ دوسروں کے ساتھ مل کر پیشاب پاخانے والے مقام پر پہنچ جاتے اور بیٹھ کر سوچتے رہتے کہ کوئی انہیں دیکھ نہ رہا ہو چنانچہ پیشاب پاخانہ نہ آتا اور وہ حاجت پوری کئے بغیر واپس آ جاتے حالانکہ وہ سب لوگوں سے دور جا کر بیٹھتے تھے۔

رہا جبلی شخص تو ایک دن اس نے ہمارے پاس سوئے شخص کی ہوا کی آواز سن لی جس کی وجہ سے مسجد میں سونا بند کر دیا، پھر کرائے پر جگہ لے کر مسجد سے باہر سونا شروع کر دیا اور فرمایا ڈر لگتا ہے کہ مسجد میں سوتے ہوئے کہیں مجھ سے ہوا نہ نکل جائے۔

رہی میرے لڑکے کی والدہ ام عبدالرحمٰن رحمہما اللہ تو میرے رہتے اسے انیس سال ہو چکے ہیں لیکن آج تک میں نے انہیں بیت الخلاء میں جاتے نہیں دیکھا حالانکہ وہ گھر ہی میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بلند ہمت اور مرد ہونا ایمان کی نشانی ہے۔

اہل طریقت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مرید اپنی قریبی جگہ میں قضاء حاجت (پیشاب پاخانہ) کیا کرتا ہے تو اٹھے بغیر اس کے لیے گھسیٹ کر چلتا ہے اور راستہ میں جاتے وقت اسے پیشاب پاخانہ نہیں آیا کرتا یونہی جب اس کا شیخ اسے کسی ضروری کام کے لیے بازار کو بھیجے تو وہ کہا کرتا ہے کہ کوئی چیز منگوانی ہے تو ابھی سوچ لو تاکہ میں ساری چیزیں اکٹھی لیتا آؤں چنانچہ راستے میں اسے پیشاب پاخانہ نہیں آتا البتہ وہ شرعی ضرورت کے بغیر راستے کی طرف چلے جانا پسند نہیں کرتا۔

میں نے سنا ہے کہ ایک فقیر نے بادشاہ کی لڑکی سے نکاح کرنے کے لیے کہا جس پر بادشاہ نے کہا میری بیٹی کا حق مہر بہت مہنگا ہے اس نے پوچھا کہ کتنا ہے؟ تو بادشاہ نے بتایا کہ پتھر کے سو ہیرے ہیں جن میں سے ہر ایک کی قیمت ہزار ہزار دینار ہے۔ فقیر نے پوچھا کہ ان ہیروں کی کان کہاں ہے؟ بادشاہ نے کہا کہ سمندر کے گہرے اور اندھیرے پانی میں۔

فقیر سمندر کا سارا پانی نکالنے لگا

یہ سن کر فقیر نے پیالہ پکڑا اور سمندر کی طرف چل پڑا وہ سمندر میں غوطہ تو نہ لگا سکا لیکن پیالہ بھر بھر کر سمندر کے کنارے پر گرانے لگا، اسی دوران ایک نے دیکھا اور کہا کہ پیالے کے ساتھ یہ کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا میں اس وقت تک واپس نہیں جاؤں گا جب تک ہیرے تک نہ پہنچ جاؤں یا پھر اسے تلاش کرتے مر جاؤں۔

یہ بات بادشاہ تک پہنچی تو وہ بہت خوش ہوا اور اسے اس کی یہ دلیری بہت پسند آئی، اس پر کہنے لگا کہ" ارے جیسے شخص کو وزیر ہونا چاہیے چنانچہ اسے وزیر بنا کر اپنی بیٹی کا رشتہ دے دیا۔ ایک مومن کو مرتبے حاصل کرنے کے لیے ایسے ہی کام کرنا ہوتے ہیں۔ واللہ غفور رحیم۔

❁ ابو داؤد وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا" جب دو شخص پیشاب پاخانہ کر رہے ہوں تو ایک دوسرے کی شرمگاہوں کو دیکھ کر طرح طرح کی باتیں نہ کیا کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے۔"

❁ انہی کی ایک روایت میں ہے کہ" رسول اللہ ﷺ قضاء حاجت کے لئے تشریف لے جا کر لوگوں سے دور ہو جایا کرتے تا کہ انہیں آپ کا جسم نظر نہ آسکے۔

❁ ترمذی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے" رسول اکرم ﷺ نہ تو برا کام کرتے اور نہ ہی بری کلام فرماتے۔"

❁ ترمذی ہی نے مرفوعاً لکھا ہے" جو شخص اللہ اور آخری دن پر ایمان لے آتا ہے تو پھر اسے دھوتی باندھے بغیر غسل خانہ میں نہانا نہیں چاہیے۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 274

ہمبستری کے بعد نہانے میں دیر کرنا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہمیں ہمبستری کے بعد کپڑے یا بدن میں لگی اس پلیدی کو دھونے کو اتنا حقیر نہ جانیں کہ نماز کا وقت ہو جانے پر ہم نہا ہی نہ سکے ہوں، یہی بات پیشاب پاخانے کے بارے میں بھی سمجھ لینی چاہیے اور خاص طور پر جب اس کے ساتھ بے فرمانی بھی کی ہو جیسے بیگانی عورت کا بوسہ لیا ہو یا حیض والی عورت سے ہمبستری کر لے تو جلدی سے اس کی خاطر غسل کرے جیسے ہمیں جلدی سے توبہ کرنی ہوتی ہے بلکہ ایک عالم نے تو جنابت کے ساتھ بے فرمانی کرنے کی صورت میں فوراً غسل کر لینے کا حکم دیا ہے جیسے فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کیونکہ کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ غسل یا بدن سے پلیدی اتارنے میں دیر کرنا چاہتا ہے جس کے دوران نماز کا وقت ہو جاتا ہے چنانچہ اس سے فارغ ہونے سے پہلے ہی نماز باجماعت ہو جاتی ہے۔

آج کل اس دیکھی جانے والی پلیدی کو دور کرنے کا سلسلہ گھٹ چکا ہے چنانچہ اسی پر اس باطنی پلیدی کو قیاس کر لو جس کا تعلق باطن سے ہوتا ہے جیسے کسی مسلمان پر بدگمانی کرنا، ریاکاری، حسد، کینہ، تکبر، بڑائی جیسے گناہ جن کا تعلق باطن سے ہوتا ہے۔

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے" عام طور پر قبر کا عذاب پیشاب کی وجہ سے ہوا کرتا ہے۔" باوجودیکہ پیشاب بھی

دکھائی دینے والی پلیدی میں شمار ہوتا ہے تو پھر باطنی پلیدی اس سے پہلے شمار ہوگی کیونکہ انسان کا دل بندے کی قدرتی نگاہ میں ہوتا ہے چنانچہ فرمایا ''اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں کو نہیں بلکہ دلوں کو دیکھا کرتا ہے۔''

یونہی جب تک ہمارے جسم پر لگی ذرا سی پلیدی کو بھی پانی نہ لگے یا اسے دھو نہ دیا جائے تب تک کسی کی نماز نہیں ہوتی تو یہی حال بری عادتوں کی پلیدی کا بھی ہے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں ساری امت اس بات پر اکٹھی ہے کہ باطنی پلیدیوں سے بچاؤ لازم ہے اور اسے انہوں نے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے جیسے اس بارے میں وہ حدیثیں آئی ہیں جن میں والدین کی نافرمانی، تکبر، اللہ کے بارے میں شک، کینہ اور دھوکا وغیرہ کا ذکر ہے چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے ''ماں باپ کے نافرمان کا کوئی عمل آسمان کی طرف اٹھایا نہیں جاتا اور نہ ہی کینہ رکھنے والے کا۔'' چنانچہ کسی عمل کے نہ اٹھائے جانے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ صحیح نہیں جیسے کوئی شخص نماز کی کسی شرط کو چھوڑتے ہوئے ظاہری باطل کام کرتا رہے۔

پھر فرمایا کہ حضور شارع علیہ السلام نے ظاہری اعضاء کو پاکیزہ کرنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ اللہ کے حکم پر چلنے والا جب بھی پاکیزگی کرے تو یہ بات سامنے رکھے کہ اس نے سب سے پہلے اس مقام کو پاک رکھنا ہے جہاں اللہ کی قدرتی نظر پڑتی ہے کیونکہ ظاہری باطنی پلیدی والے کا اس بارگاہ میں داخل ہونا حرام ہے، وہ داخل بھی ہونا چاہیے تو نہیں ہو سکے گا۔

اس راہ پر چلنے والے اکثر لوگ آج کل اس سے غافل ہو چکے ہیں چنانچہ تم دیکھو گے کہ ایک آدمی حرام کھاتا ہے، لوگوں کی چغلی کرتا اور ان کی عزتیں بگاڑتا ہے نیز پیٹھ پیچھے برائی کرتا ہے اور پھر ہاتھوں کو پانی سے مل مل کر دھوتا ہے اور وضو کرتے وقت وسواس کرتا رہتا ہے چنانچہ ایک ایک عضو کو تین تین مرتبہ سے زیادہ دھوتا ہے جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اس کے ظاہر کو دیکھ رہا ہوتا ہے، باطن کو نہیں دیکھتا حالانکہ یہ سب کو معلوم ہے کہ ایمان اس وقت کامل ہوتا ہے جب پاکیزگی کے لیے ظاہر و باطن ایک جیسا پاک ہو۔

جو شخص اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے، اسے ایسے شیخ کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے ایمان کا پتہ دے کہ جس کے ذریعے وہ قیامت کے حالات کو دیکھ سکے، آخری دن پر نظر رکھے اور ظاہر کی بجائے باطن کو زیادہ دیکھے لیکن جو کسی شیخ کی راہنمائی پر نہیں چلتا تو اسے چاہیے کہ مرنے تک ظاہری پاکیزگی پر توجہ دے لہٰذا اے بھائی! کسی شیخ کی بتائی راہ پر چلو تاکہ وہ تمہیں اس مقام تک پہنچا دے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام بخاری اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے کہ ''رسول اکرم ﷺ نے دو ایسے انسانوں کی آواز سنیں جنہیں قبر میں عذاب دیا جا رہا تھا، فرمایا انہیں عذاب تو ہو رہا ہے مگر کسی بڑے گناہ پر نہیں، پھر فرمایا ہاں ان میں سے ایک پیشاب کرنے کے بعد پوری صفائی نہیں کرتا تھا اور دوسرا وہ ہے جو چغلی کھایا کرتا تھا۔''

اس سلسلے میں امام بخاری نے باب باندھا ہے ''باب من الکبائر ان لا یستتر من بولہ''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''دوزخی لوگ اس شخص کی بدبو سے تنگ آ جائیں گے جو جسم سے لگے پیشاب کو اچھی طرح سے صاف نہیں کرتا تھا چنانچہ وہ کہیں گے کیا بات کہ اس دور والے نے تو ہماری پہلی تکلیف میں بھی

اضافہ کر دیا ہے، جس پر کہا جائے گا کہ اس دور والے کو یہ پرکھ نہیں ہوتی تھی کہ پیشاب کہاں تک لگا ہے اور پھر اسے دھوتا بھی نہ تھا۔

انہی کی ایک مرفوع روایت میں ہے فرمایا ''پیشاب لگنے سے بچاؤ کیا کرو کیونکہ قبر میں سب سے پہلے بندے سے، اسی بارے میں پوچھا جائے گا۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر **275**

عورتوں کا حمام میں جانے کو حقیر سمجھنا منع ہے

رسول انور ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی بیویوں کے حمام اور عرسوں میں جانے کو معمولی نہ سمجھیں، ہاں کوئی بیماری ہو، نفاس (بچہ کی پیدائش کے بعد خون آنا) یا ماہواری آ چکی ہو تو الگ بات ہے کیونکہ دیندار عورت گھر میں نہاتے وقت اپنی حالت کو بہتر طور پر جانتی ہے چنانچہ اگر وہ دیکھے کہ بیماری یا نفاس کی حالت میں اس کا بدن دکھائی دے گا اور اسے خدشہ ہو کہ گھر میں نہاتے ہوئے ننگا ہونے کی صورت میں اسے نقصان دینے والی ہوا لگ جائے گی تو اسے حمام ہی میں چاہیے لیکن گھر میں نہانے پر اس کا بدن اسے سہار سکتا ہے تو وہیں نہانا بہتر ہے۔

رہی دین پر نہ چلنے والی کاروبار کرنے والی کوئی عورت تو اگر اس کے شوہر کا اس پر قابو ہے تو وہ اسے منع کرے لیکن عورت کا قابو ہے تو بندہ اسی کے حکم پر چلے جیسے تاجروں اور بدکاروں کی عورتیں چوری چھپے بدکاری کرتی ہیں تو ایسی بیوی کو ان میں سے کوئی بھی نہیں روک سکتا اور عورتوں کو حمام سے روکنے کے حکم میں ان کا بازاروں کی طرف جانا، ساتھیوں کی زیارت کے لیے نکلنا، ان عرسوں میں شامل ہونا جن میں شریعت کے قانونوں کا لحاظ نہیں رکھا جاتا، بیاہ شادیوں جیسے کھلے عام کاموں میں شریک ہونا جن میں عورتیں اور مرد اکٹھے ہوتے ہیں، سب کچھ شامل ہے۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ اسے پورا کرنے میں بہت سے لوگ خیانت کرتے ہیں چنانچہ بیوی جہاں بھی جانا چاہیے اس کا شوہر اسے اجازت دے دیتا ہے لیکن یہ پوچھتا تک نہیں کہ وہ کس کام کے لیے جا رہی ہے، کیا وہ کام ایسا ہے جس کی حضور ﷺ کی طرف سے اجازت ہے یا پھر آپ نے اسے ناپسند کیا ہے جب کہ اس میں کئی قسم کی برائیاں ہوتی ہیں جو ایمان والوں کی غیرت کے خلاف ہوتی ہیں پھر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم میں سے کسی کے دانت اکھڑے ہوتے ہیں، عمر زیادہ ہوتی ہے یا پھر بدصورت ہوتا ہے لیکن بیوی جوان اور خوبصورت ہوتی ہے چنانچہ جب وہ بازار یا زیارت کے بعد واپس آتی ہے تو شوہر کو دیکھنا تک نہیں چاہتی، نہ یہ چاہتی ہے کہ وہ اسے چومے یا ہم بستری کرے۔ یہ وہ کم سے کم برائی ہے جو عورتوں کے باہر نکلنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

ایک دیندار نمازی عورت نے مجھ سے کہا کہ میں بازار کو جانا اچھا نہیں سمجھتی تو میں نے پوچھا کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا میں جب خوبصورت شکلیں دیکھتی ہوں تو میرا دل ان کی طرف جھکاؤ کرتا ہے اور جب واپس آتی ہوں تو اپنے شوہر کو دیکھنا نہیں چاہتی چنانچہ ایک مرتبہ میں ''سوق الوراقین'' میں گئی تو ایک نوجوان کو دیکھا جس نے میرا دل موہ لیا اور واپس آ گئی تو میرا شوہر میری نظر میں ایسا تھا کہ جیسے چوہا، پھلاوہ یا بیل ہو۔

پھر جیسے ایک مرد کسی خوبصورت عورت کی طرف دیکھتا ہے تو اس کا دل اس کی طرف جھکاؤ کرتا ہے یونہی عورت بھی جب کسی بے داڑھی خوبصورت نوجوان کو دیکھتی تو اس کی محبت میں کھو جاتی ہے۔

اس نے بتایا کہ ایک مرتبہ میں نے روشندان سے کسی انسان کو دیکھا، میرا شوہر قریب ہی تھا، میں اس انسان کی خوبصورت شکل دیکھتی رہی، اس کی داڑھی خوبصورت تھی، چہرہ اور آنکھیں خوبصورت تھیں چنانچہ اسی دوران میں نے اپنے شوہر پر نظر ڈالی، داڑھی کے بال بکھرے تھے، دانت اور ناک بڑی تھی، آنکھیں چندھیائی تھیں، چہرہ اور لباس سخت تھا، ترش رو تھا، منہ اور بغلوں سے بدبو آ رہی تھی اور گفتگو بری تھی چنانچہ میں اسے دل دے بیٹھی۔

پھر بتایا کہ میں نے اللہ سے توبہ کی کہ بازار کو کبھی نہ جاؤں گی، نہ حمام میں اور نہ ہی زیارت وغیرہ کرنے جاؤں گی چنانچہ میرا شوہر مجھے دولہا دکھائی دینے لگا جس سے مجھے پتہ چل گیا کہ میری توبہ قبول ہو چکی ہے۔

لہٰذا یاد رکھو، جو شخص ضرورت کے بغیر اپنی بیوی کو جانے دیتا ہے اور پھر اسے پریشان ہونا پڑتا ہے تو برائی اسی کے ذمے ہوگی۔

آگے چل کر عقود النکاح میں وہ حدیث آ رہی ہے جس میں ایسی عورت کا حکم بتایا جا رہا ہے جو عطر لگا کر اور خوبصورت کپڑے پہن کر گھر سے نکلا کرتی ہے لہٰذا وہاں دیکھو اور اے بھائی! جہاں تک ممکن ہو اپنی بیوی کو نکلنے سے روکو تا کہ وہ تم سے خوش رہے اور کسی دوسرے کی طرف دیکھنے کا دھیان نہ رکھے۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے کہ ''جو شخص اللہ اور آخری دن پر لے آئے تو پھر اپنی بیوی کو حمام میں نہ جانے دے۔''

❁ ابن ماجہ وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''بیمار اور نفاس والی عورتوں کے علاوہ کسی کو حمام میں لے جانے سے روکو۔''

❁ حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے کہ ''میری امتی عورتوں پر حمام حرام کر دیا گیا ہے۔''

میں کہتا ہوں کہ حمام ہی پر ان مقامات کو قیاس کر لو جہاں عورتوں کے جانے میں خرابی کا ڈر ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 276

رات یا دن میں ہمبستری کے بعد نہانے میں دیر کرنے سے ممانعت

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ شرعی مجبوری کے علاوہ دن یا رات میں ہمبستری کے بعد ہم غسل میں دیر نہ کریں اور بیوی کو غسل میں جلدی کرنے کو کہیں۔

اس ہدایت پر عمل کرنے میں بھی آج کل کچھ علماء سمیت بہت سے لوگ کوتاہی کرتے ہیں چنانچہ ایک شخص سونے سے پہلے اور عشاء کے بعد ہمبستری کر لیتا ہے اور پلیدی ہی کی حالت میں سو جاتا ہے تو دن چڑھ آتا ہے، پھر حمام کو جاتا ہے اور کئی مرتبہ چاشت تک وہاں سے باہر نہیں نکلتا جیسے میں نے کئی ایک کو دیکھا ہے۔

پلیدی میں سونے میں روزی کی تنگی

میرے ساتھ بھی ایسا ہو چکا ہے کہ ایک مرتبہ میں پلیدی کی حالت میں سو گیا تو اسی دوران کسی کو یوں کہتے سنا کہ جو شخص پلیدی کی حالت میں سو جاتا ہے تو اس کی روزی کے ذریعے تنگ ہو جاتے ہیں اور پھر اسے روٹی نہیں ملتی جس کی وجہ سے اس کی جان نکلنے لگتی ہے چنانچہ اسی دن سے مجھے پلیدی کی حالت میں سونے سے ڈر لگنے لگا اور کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ سردی ہوتی ہے اور پانی گرم کرنے کے لیے کوئی چیز نہیں ملتی تو میں سرد پانی سے نہا لیتا ہوں البتہ نہانے سے پہلے پوری توجہ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ ''اے اللہ! یہ پانی مجھے تکلیف نہ دے سکے کیونکہ تو جانتا ہی ہے کہ میں اس پانی کی تکلیف صرف تیری بزرگی اور اس تعظیم کی خاطر برداشت کر رہا ہوں کہ تمہارے سامنے پلیدی کی حالت میں نہ بیٹھوں۔'' جس کی بنا پر وہ پانی مجھے تکلیف نہیں دیتا لیکن اگر دیکھوں کہ میری توجہ میں کمزوری ہے اور سر کو خطرہ ہے تو سرد پانی سر کو چھوڑ کر استعمال کر لیتا ہوں اور اس کی جگہ گرم پانی ملنے تک تیمّم کر لیتا ہوں۔ یونہی بیوی کو بھی سکھا لینا چاہیے لیکن اگر اس کی توجہ میں کمزوری ہو اور دینی کمی ہو تو اے بھائی! ہمبستری میں کمی کرو یا پھر اسے حمام کے لیے پیسے دے دیا کرو چنانچہ ''منھاج'' کی عبارت یہ ہے ''ہمبستری یا نفاس سے غسل کا خرچہ آدمی کے ذمے لازم ہوتا ہے البتہ ماہواری اور احتلام کا نہیں۔''

سیدی علی خواص فرماتے ہیں کہ سردیوں میں کنوئیں کا پانی استعمال کیا کرو کیونکہ یہ حمام کے مقابلے میں فائدہ مند رہتا ہے کیونکہ کنوئیں کے پانی کے بعد جسم گرم ہو جاتا ہے جب کہ حمام والے کے بعد ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور جب جسم کو سرد پانی کی عادت جائے گی تو انشاء اللہ اس کی ضرورت ہی نہ ہوگی۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس ہدایت پر وہی شخص عمل کر سکتا ہے جو اللہ سے سچی محبت کے ساتھ ساتھ اس کی بارگاہ میں موجود انبیاء و اولیاء سے محبت رکھتا ہے کیونکہ یہ پلیدی بارگاہ الٰہی اور وہاں رہنے والوں سے دوری، پردے اور زیادتی کا سبب

ہوتی ہے جب کہ محبت کرنے والا کوئی بھی شخص محبوب کو دیکھے بغیر لحہ بھر بھی رہ نہیں سکتا چنانچہ حضرت شبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "اے اللہ! اگر تو مجھے عذاب دینا ہی چاہتا ہے تو پردے میں رکھنے جیسی ذلت کا عذاب نہ دے۔"

میرے بھائی شیخ ابوالعباس حریثی رحمہ اللہ ہمبستری سے پہلے پانی کا برتن پاس رکھ لیتے اور فارغ ہوتے ہی فوراً نہا لیا کرتے اور ایسے وقت میں وہ اللہ کے سامنے اس بنا پر شرمندہ ہوتے کہ ہمبستری کے وقت نیت میں کہیں نفسانی لذت داخل نہ ہو جائے حالانکہ وہ لذت عارف شخص کے دل ہی میں ہوتی ہے اور رکتی نہیں۔

کچھ عارف لوگ ایسے بھی ہیں جو ہمبستری کی لذت کو اللہ کی بارگاہ میں رضا کا سبب بناتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ ایک عارف شخص جانتا ہوتا ہے کہ اس میں ایک دوسرے کے مخالف چیزیں موجود ہیں چنانچہ ان میں سے کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اعلیٰ مقامات پر ہوتے ہوئے بھی جائز نفسانی لذت کی خواہش رکھتے ہیں چنانچہ انہیں اپنے ماتحت ہر چیز کے حقوق پورے کرنے کے بارے میں پوچھا جائے گا، کچھ وہ ہوتے ہیں جو ہمبستری کے دوران یونہی بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوتے ہیں جیسے عین نماز میں ہوتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ یہ دونوں کام اللہ کا حکم ہیں تاہم یہ ایسا معاملہ ہے جسے وہی کر سکتا ہے جو اپنی شہوت کو قابو میں رکھ کر روند ڈالے ورنہ طبعی لذت کی وجہ سے وہ لازمی طور پر اللہ سے غائب رہے گا اور پھر محسوس کرے گا کہ وہ لذت پورے جسم میں موجود ہے چنانچہ اسی بناء پر حکم یہ ہے کہ سارا بدن پانی سے دھویا جائے تا کہ اس سارے بدن کی چھال میں زندگی آسکے جس میں وہ لذت سما چکی ہے۔ اس میں غور کر لو۔

سیدی شیخ احمد بن عاشر مغربی رحمہ اللہ (مصر میں سلطان قایتبائی کے قبرستان کے منتظم) کی عادت تھی کہ جب ان کی بیوی حاملہ ہو جاتی تو بچہ جننے اور پھر دودھ چھڑانے تک اس کے قریب نہ جاتے اور جب حمل والے دن قریب آتے تو کہہ دیا کرتے میں بار بار ایسا کام پسند نہیں کرتا جو لحہ بھر کے لیے بھی مجھے بارگاہ الٰہی میں حاضری سے روک دے لیکن آج کل اکثر لوگ صرف نفسانی خواہش کی خاطر ہمبستری کرتے ہیں، ہاں اگر کسی کی بیوی نوجوان ہو اور اسے خدشہ ہو کہ کسی اور کی طرف توجہ کر سکتی ہے تو ایسے موقع پر اس کی خواہش پوری کرے تا کہ وہ کسی اور طرف توجہ نہ کر سکے۔

اے بھائی! کسی شیخ کی ہدایت پر چلو تا کہ وہ تمہارے نفسانی خواہشات کے پردے دور کر دے پھر شرعی وقت چھوڑ کر بارگاہِ الٰہی میں مرضی کے مطابق حاضری کے لیے اس کے سامنے کوئی اور رکاوٹ نہ رہے، وہاں تم اپنے پروردگار اور وہاں کے ساتھیوں سے محبت کر سکو گے اور پتہ چل جائے گا کہ بارگاہِ الٰہی سے پردے میں رہنا عذاب سے بھی سخت کام ہے اور جب تک وہ پردہ یا رکاوٹ موجود ہے تو لازمی طور پر پردہ بن جانے والے ہر کام کو معمولی سمجھو گے اور کامل محبت نہیں رکھ سکو گے جیسے پردے میں رہنے والوں کا حال ہوتا ہے، راندے ہوؤں کا حال ہوتا ہے اور عام ظالموں کا حال ہوتا ہے چنانچہ ان میں سے کوئی غفلتوں کے مقام اور اللہ کے بارگاہ سے دوری کی وجہ سے ایک دن، جمعہ (ہفتہ بھر) اور مہینہ تک اللہ اور اس کی بارگاہ میں رہنے والوں کا شوق نہیں رکھتا لہٰذا اے بھائی تم پر لازم ہے کہ کسی سچے شیخ کی راہ پر چلو جو تمہارے سامنے کے پردے اور ہر رکاوٹ کو دور کر دے اور تم اللہ کے ہاں اس بھاری شخص سے بھی قریب ہو جاؤ جو اپنے آپ کو پوری مخلوق میں سے بلند مرتبہ سمجھتا ہے اور اے بھائی! ذرا سوچو تو سہی کہ سر تا قدم ایک غلام، امانتدار اور اپنے رب کی عبادت میں خالص،

اپنے آقا کے ہاں کیسے آتا جاتا ہے، اسے اجازت لینے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی کیونکہ اللہ کی خدمت کے سامنے اس کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی جب کہ ایک بہت بڑا مالدار دروازے پر کھڑا ہوتا ہے اور اس وقت تک اندر نہیں جا سکتا جب تک اجازت نہ لے لے۔ اس بات کو ذہن نشین کر لو۔

حضرت افضل الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہجر و وصال کی قدر و قیمت وہی جانتا ہے جو بارگاہِ الٰہی سے تعلق رکھتا ہو۔

پھر بتایا کہ ایک مرتبہ میں پلیدی کی حالت میں سو گیا اور جب بیدار ہوا تو بارگاہِ الٰہی والے سارے لوگ زمین کے ہر حصے میں جا چکے تھے تو مت پوچھو کہ اس وقت اللہ کے سامنے مجھے کس قدر شرمساری ہوئی، بس میں پگھل ہی جانے والا تھا۔ واللہ غفور رحیم۔

❁ ابوداؤد وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے کہ ''تین ایسے شخص ہیں کہ فرشتے جن کے قریب بھی نہیں جاتے، مردہ کافر، خوشبو میں لتھڑا ہوا اور وضو کیے بغیر جنبی شخص۔''

حافظ منذری فرماتے ہیں کہ ان فرشتوں سے مراد حفاظت والے فرشتے نہیں بلکہ وہ ہیں جو رحمت و برکت لے کر اترتے ہیں کیونکہ وہ دونوں فرشتے انسان سے کسی بھی صورت میں الگ نہیں ہوتے پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بات اس شخص کے بارے میں ہے جو کسی مجبوری کے بغیر دیر کرے اور جب وضو ممکن ہو اور اس نے کر لیا تو مجبوری نہ رہے گی۔ کوئی یہ کہتا ہے کہ یہ اس شخص کے بارے میں ہے جو نہانے کو حقیر سمجھ کر سستی کرتا ہے اور پھر اسے عادت بنا لیتا ہے۔

میں کہتا ہوں سند امام مسند رحمہ اللہ میں نے مرفوعاً لکھا ہے ''اپنے پروردگار کے فرشتوں سے حیاء کیا کرو کیونکہ تمہارے ساتھ وہ فرشتے ہوتے ہیں جو تم سے الگ نہیں ہوتے البتہ ہمبستری اور پاخانہ کرنے کے وقت الگ ہوتے ہیں۔'' چنانچہ انہوں نے واضح طور پر بتا دیا کہ وہ فرشتے ہمبستری اور پاخانہ کرنے کے دوران الگ ہو جایا کرتے ہیں البتہ آخر کار ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے رحمت و برکت والے فرشتے مراد لیے ہیں اور یوں منذری کا قول درست ہو جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 277

پاکیزگی کی حالت میں بسم اللہ پڑھنے سے غفلت کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم پاکیزگی کی حالت میں بسم اللہ چھوڑنے کو معمولی نہ سمجھیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ جس چیز پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے، مردہ کی طرح ہوتی ہے اور پانی کے ذریعہ پاکیزگی اس لیے شروع کی گئی ہے کہ ہم بدن کی اوپر والی سطح کو زندہ رکھ سکیں، اسے اس کے مرنے کے بعد زندہ رکھیں، گناہوں اور من پسند کھانے کھانے کی وجہ سے

ہونے زندہ رکھیں، مسلسل غفلت ہونے کی وجہ سے زندہ رکھیں اور جب پانی کے ساتھ ساتھ بسم اللہ بھی پڑھ لی تو انسان کو پوری زندگی حاصل ہوگئی چنانچہ بسم اللہ کے ذریعے باطن پاک ہوگیا جب کہ پانی کے ساتھ اس کا ظاہر پاک ہوگیا چنانچہ ہر بال اور ہر ذرے کے ذریعے وہ اپنے پروردگار کے ساتھ راز و نیاز کی باتیں کر سکے گا لیکن بسم اللہ چھوڑنے والا ایسا نہ ہوگا کیونکہ وہ دل کا مردہ یا بیمار دل والا ہوتا ہے۔

اس ہدایت پر عمل کرنا ہر دیندار پر لازم ہے اور عام لوگ کہتے ہیں کہ وہ سنت ہے کہ اس کے بغیر وضو صحیح ہو جاتا ہے اور اسے چھوڑ دینے میں، اس کے صحیح ہونے میں نقص نہیں پڑتا لیکن یہ لوگ اس راز کو نہیں جانتے جسے میں نے ذکر کیا ہے لہٰذا اے بھائی! بسم اللہ ہمیشہ پڑھا کرو اور اگر وضو میں چھوڑ دیا ہو تو مستحب سمجھ کر دوبارہ کرلو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

حافظ عبدالعظیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جان بوجھ کر بسم اللہ چھوڑنے میں جس دھمکی کا ذکر ہے وہ امام ابوبکر بن شیبہ کی روایت سے یوں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”جس نے بسم اللہ نہ پڑھی، اس کا وضو بھی نہ ہوا۔“

❁ امام احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، طبرانی اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”جو وضو نہ کرے، اس کی نماز نہ ہوگی اور جو اس پر بسم اللہ نہ پڑھے، اس کا وضو نہ ہوگا۔“

لیکن اس حدیث کو کسی حافظ الحدیث نے ضعیف قرار دیا ہے جب کہ حضرت حسن بصری، نخعی، اسحاق بن راہویہ اور اہل ظاہر (چھ فقہی کتابوں والے) یہ فرماتے ہیں کہ وضو میں بسم اللہ واجب ہے (حنفیوں کے نزدیک نہیں) چنانچہ جان بوجھ کر چھوڑے تو وضو دوبارہ کرے۔

حافظ منذری لکھتے ہیں اس میں شک نہیں کہ بسم اللہ کے بارے میں آنے والی حدیثوں میں اگرچہ اعتراض کی گنجائش ہے لیکن طریقوں کی بنا پر ایک دوسری سے طاقت لیتے ہوئے طاقتور شمار ہوتی ہیں۔ واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 278

ماہواری سے پاکیزگی پر ہم بستری کا جواز

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ حیض والی عورت جب تک پاک نہ ہولے، ہم اس کے پاس نہ جائیں اور پھر بعض علماء نے اس حصے سے فائدہ اٹھانا منع لکھا ہے جو ناف اور گھٹنے کے درمیان ہے، کیونکہ وہ شرمگاہ کی طرح چھپانے کے قابل ہے (چنانچہ لکھا ہوا ہے کہ) ”جو شخص چراگاہ کے اردگرد گھومتا رہتا ہے وہ اس میں کسی بھی وقت گر سکتا ہے۔“ چنانچہ اس بارے میں علماء کہا کرتے ہیں ”ان ذریعوں کو حرام قرار دے دو جن کی وجہ سے برے مقصد میں پڑنے کا اندیشہ ہو“ جیسے تھوڑی شراب پینا حرام کیا گیا اگرچہ نشہ دے اور نوجوان روزے دار کے بوسہ کو حرام کہا گیا تا کہ وہ اسے ہمبستری پر مجبور نہ کر

دے وغیرہ اور یہ کہنے والے اس کے سبب میں غور نہیں کرتے کیونکہ اگر کرتے تو ایسا نہ ہونے کی صورت میں اسے جائز اور مباح قرار دیتے۔ اسے ذہن نشین کرلو۔

یاد رکھو اے بھائی! حیض و نفاس کے رکنے کے بارے میں عورت کی بات مانی جائے گی بشرطیکہ اس کے سچ بولنے کا یقین آجائے چنانچہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا تھا اور وہ یوں کہ ان کے ماتحت ایک عورت تھی جو بندوں سے کراہت کرتی تھی اور حیض کا بہانہ بناتی تھی، ایک مرتبہ اس نے آپ سے کہا کہ میں حیض سے ہوں تو آپ نے اسے جھٹلا دیا، پھر اس کے پاس گئے تو پتہ چلا کہ وہ سچی تھی اس پر فرمایا اف (افسوس) اور پھر اسے چھوڑ دیا۔

پھر یہ بات بھی ڈھکی چھپی نہیں کہ حیض والی عورت سے ہمبستری صرف شفقت کی وجہ سے حرام ہے کیونکہ ہمبستری کرنے والے کے عضو تناسل کو نقصان پہنچ سکتا ہے چنانچہ ایک شخص نے مجھے بتایا کہ اس نے تیز حیض کے دوران ہمبستری کی چنانچہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کی شرمگاہ گر جائے گی۔

ایسا ہی واقعہ میرے ساتھ بھی ہوا جب میں جوان تھا، میں بیوی کے پاس اس وقت گیا جب خون رک چکا تھا لیکن اس نے نہایا نہ تھا چنانچہ میرے عضو میں مہینہ بھر خارش رہی اور سخت تکلیف اٹھائی کیونکہ عورت نے شرمگاہ نہیں دھوئی تھی لہٰذا اے بھائی پورے طور پر پرہیز رکھو۔

❁ ابو داؤد اور ابن ماجہ وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے کہ "رسول اکرم ﷺ جب حیض والی بیوی سے کچھ پیار کرنا چاہے تو اس پر پردہ ڈال کر ملتے۔" یعنی ہمبستری کے بغیر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 279

اذان کے بعد مسجد سے نہ نکلنے کا حکم

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ اذان ہونے کے بعد ہم مسجد میں سے نہ نکلا کریں، ہاں اس صورت میں نکل سکتا ہے جب نکل کر جماعت کھڑے ہونے سے پہلے واپس آجانا ہو یا اس مسجد میں نماز پڑھ لینے کا خیال جہاں کی جماعت اذان والی مسجد کی جماعت کے مرتبہ کی ہو، یونہی ہم اپنے فرمانبردار بھائیوں میں سے کسی کو یہ موقع نہ دیں کہ وہ مسجد سے نکل جائے اور پھر اسی وقت جماعت پر قیاس کرتے ہوئے ذکر یا علم کی محفل شروع ہونے پر نکلنا منع ہے یا پھر اس محفل سے نکلنا منع ہے جہاں کوئی شیخ فقراء سے سخت حساب لے رہا ہو اور انہیں ان کے حقوق لے کر دے رہا ہو کیونکہ یہ بڑی نیکی کی بات ہے بلکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ تمام کام کچھ لوگوں کے حق میں اس نماز باجماعت سے بھی بڑھ جاتے ہیں جن کی وجہ سے ہم نے مسجد سے نکلنا منع کیا ہے۔

اس ہدایت پر عمل کرنے والے کو خلوص والے شیخ کی ضرورت ہے جو نمازوں کے مرتبے اور ان میں فرق کو جانتا ہو اور دل کی یقینی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو کہ ان میں کون سی پہلے اور کون سی بعد میں ہے، کسی کی تقلید کرتے ہوئے یا اندازے سے نہ جانتا ہو اور جو شخص ہمارے بتائے طریقے کے مطابق نہ چلے تو لازمی طور پر جسے پہلے ہونا چاہیے اسے پہلے کرنے میں خامی پڑے گی بلکہ کچھ وہ لوگ بھی ہیں جو پیٹ اور شرمگاہ کی خواہش کو اپنے رب کی عبادت سے پہلے رکھتے ہیں، وہ مسجد سے نکل جاتے ہیں اور جماعت وغیرہ سے الگ ہو جاتے ہیں اور اس پر انہیں افسوس بھی نہیں ہوتا لہٰذا اے بھائی تم کسی خالص شیخ کے طریقے پر چلو، اس کی جوتیوں کی خدمت کرو، اس کے برا جاننے پر صبر کرو اور عام طور پر ضروری حق پورا نہ کرنے پر صبر سے کام لو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام احمد وغیرہ مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''جب تمہارے مسجد میں ہونے کے دوران اذان کہی جائے تو نماز پڑھنے تک کوئی بھی باہر نہ نکلے۔''

❁ امام احمد کے مطابق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اذان کے بعد مسجد سے کسی آدمی کو نکلتے دیکھا تو فرمایا کہ اس شخص نے تو ابو القاسم ﷺ کی بے فرمانی کی ہے۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو بھی شخص میری اس مسجد میں اذان سنے اور کسی کام کے بغیر نکل کر واپس نہ آئے تو وہ منافق ہوتا ہے۔''

❁ ابن ماجہ کی روایت ہے ''جسے مسجد ہی میں اذان سننے کا موقع ملے اور بغیر ضرورت کے وہاں سے نکل پڑے اور واپسی کا ارادہ نہ ہو تو وہ منافق ہے۔'' واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 280

عبادتوں میں دکھلاوا کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اللہ کی ناراضگی سے بچنے کی خاطر کسی بھی شخص کے سامنے دکھلاوے کے طور پر عبادت نہ کریں خواہ یہ دکھلاوا اس عبادت ہی کے ساتھ ہو خواہ بعد میں ہو جیسے (اللہ پناہ دے) کوئی شخص بے فائدہ طور پر یہ چاہے کہ اس کی عبادت کا اثر اسکے چہرے پر دکھائی دینے لگے اور وہ یوں کہ اسکے چہرے پر نورانیت ہو یا اگلے دور میں اسے نظر میں رکھا جائے یا اس کی پیشانی میں بکری کے گھٹنے جتنا نشان پڑا دکھائی دے یا یہ چاہے کہ اس کے جنازہ میں بہت سے لوگ شامل ہوں یا جب وہ چہرے کی یہ چمک لے کر نکلے تو دل میں یہ خیال رکھ لے کہ لوگ اسے یوں کہا کریں المدد یا سیدی الشیخ (اے میرے شیخ، میرے آقا! میری مدد کرو) کیونکہ ان میں سے ہر کام دکھلاوا بن جاتا ہے خواہ وہ عبادت کرنے

کے ساتھ ہی کیوں نہ بنے۔

ایک مرتبہ میں سیدی الشیخ علی خواص رحمہ اللہ کے پاس بیٹھا تھا اور وہ رسی بٹ رہے تھے کہ اسی دوران ایک ایسا شخص گذرا جس کا تعلق عبادت گذاروں، رات میں قیام کرنے والوں اور روزے داروں کے ساتھ تھا، چہرے پر چمک دمک تھی چنانچہ دیکھتے ہی میں نے شیخ علی سے کہا کہ یا سیدی! ذرا اس شخص کی بھرپور قسم کی چمک دمک تو دیکھئے، شیخ نے اسے دیکھ کر کہا اے اللہ! کسی نہ کسی طرح تو ہمیں اس برائی سے محفوظ فرما! میں نے کہا ایسا کیوں فرمایا ہے؟ تو انہوں نے کہا اے بیٹے! جب اللہ تعالیٰ کسی کو بہتر بنانا چاہتا ہے تو نور اور روشنی اس کے دل میں پیدا فرما دیتا ہے تا کہ اسے آئندہ چیزوں کا پتہ چل جائے کہ وہ اچھی ہیں یا بری اور اس کا چہرہ عام لوگوں ہی کی طرح ہوتا ہے اور جب وہ کسی انسان میں برائی دیکھنا چاہتا ہے تو دل میں موجود اس چمک کو اس کے چہرے پر لے آتا ہے، دل کو اس سے خالی کر دیتا ہے، وہاں تاریکی چھا جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ گندے اور ذلیل کام کرنا شروع کر دیتا ہے اور یہ سب کچھ دیکھ کر لوگ اسے کہتے ہیں ''اے شیخ اللہ کے نام پر ہماری مدد کرو۔'' کیونکہ وہ اس کے چہرے پر چمک دیکھ رہے ہوتے ہیں حالانکہ اس کے دل میں خرابی اور اندھیرا ہو چکا ہوتا ہے۔

اس پر میں نے شیخ علی سے پوچھا کیا اللہ تعالیٰ یہ دونوں نور کہیں اکٹھے بھی کر دیتا ہے؟ تو انہوں نے کہا ہاں یہ ممکن ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اپنے اعمال چھپایا کریں اور صرف اسی جگہ اپنا کامل ہونا دکھائیں جہاں لوگ ہماری پیروی کریں۔

میں نے کہا بندے کے چہرے پر چمک کسی محنت کی بنا پر تو آیا نہیں کرتی۔ انہوں نے کہا یہ صحیح ہے لیکن ایسی چمک کا خیال اس کے دل میں پہلے سے موجود ہوتا ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو یہ چمک دکھائی نہیں دیتی۔ اس پر میں نے کہا کہ پھر اس سلسلے میں آدمی کو بڑی باریکی سے پرکھنا پڑے گا، انہوں نے کہا ہاں ایسے ہی ہے کیونکہ بندے میں یہ کمال لاعلمی کے باوجود ذرا سی توجہ سے پیدا ہو جاتا ہے لہٰذا اسے اپنے آپ کی جانچ پرکھ رکھنا ہوتی ہے۔

میرے بھائی افضل الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اصل کامل وہ شخص ہوتا ہے جو فرشتوں کے طریقے پر عبادت کرے لیکن جسم وغیرہ کا اثر کہیں بھی دکھائی نہ دے چنانچہ یہی وہ شخص ہوگا جو دنیا سے جائے گا تو اس کا اجر کئی گناہ بڑھ چکا ہوگا اور اس میں ذرہ بھر بھی کمی نہ آئے گی۔ یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے کچھ بڑے علماء نے شملہ، تسبیح، بال بڑھانا، ٹاٹ کا لباس پہننا اور سجادہ پر بیٹھنا چھوڑ دیا ہوتا ہے اور عام لوگوں میں گھل مل کر رہتے ہیں اور عام لوگوں میں نمایاں دکھائی نہیں آتے کیونکہ یہ سب کام اس چیز کی علامت ہیں کہ ایسا شخص طریقت والا ہے لیکن جو بد نیتی سے درویشی ٹوپی پہنے، شملہ لٹکائے، ٹاٹ کا لباس پہنے اور سجادہ پر بیٹھے تو اس کا بال بال یہ کہہ رہا ہوگا کہ میں نیک لوگوں میں سے ہوں۔ اس بات کا حاصل یہ ہے کہ جب انسان اس قسم کا لباس پہننا چھوڑ دیتا ہے اور ہمیشہ عام لوگوں جیسا پہنے تو اپنے آپ میں تنہائی محسوس کرے گا کیونکہ شیخ ہونے والی اس کی صورت نہیں رہی ہوگی جب کہ وہ اسی کی وجہ سے شیخ بنا پھرتا تھا چنانچہ وہ ایسا ہوگا جیسے لوہار کوئلے کے بغیر ہوتا ہے۔

حضرت افضل الدین فرماتے ہیں ایک مرتبہ مجھے خیال آیا کہ میں احمدیوں (مصر کا ایک مذہب) جیسا سرخ شملہ تیار کرتا ہوں چنانچہ سیدی علی خواص سے مشورہ لیا تو انہوں نے کہا کہ اگر ان جیسے سارے کام کر سکتے ہو تو پہن لو۔ میں نے پوچھا کہ اس کے لیے کیا کچھ ضروری ہے؟ انہوں نے کہا کہ تمہیں سید احمد بدوی کے طور طریقے اپنانا ہوں گے۔ میں نے کہا کہ یہ تو مشکل ہے، انہوں نے کہا کہ پھر اسے رہنے دو پھر بتایا مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم، میں نے سیدی احمد کی پیروی میں اپنے جبے کے اندر سرخ گوٹ لگائی تھی اور مجھے اپنے پروردگار سے پہنتے وقت شرم آ رہی تھی، ہر گوڈری پہنتے ہوئے یونہی ہوا کرتا ہے کہ انسان ایسا نہ کر سکے تو اسے پہننا چھوڑ دے چنانچہ تم دیکھ رہے ہو کہ شیخ عبدالقادر جیلی، سید احمد رفاعی اور سیدی ابراہیم دسوقی رحمہم اللہ بھی تو یونہی کر رہے ہیں کہ ان کی پیروی کر رہے ہیں جو گوڈری پہنتے ہیں، پھر میں نے سیدی احمد بدوی کے خلیفہ کو دیکھا کہ وہ سیدی احمد جیسا لباس پہنتے ہیں اور سیدی عبدالعالی کا حال بھی یہی ہے، ان کے چہرے کا رنگ زرد ہے، میں نے پوچھا کہ اس زردی کی وجہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ پگڑی اور گوڈری والے سے ڈر کی وجہ ہے۔ پھر فرمایا کہ جب میں یہ چیزیں پہن لیتا ہوں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ میری ہڈیاں اور گوشت پگھل جائے گا۔

ایک دن سیدی احمد رفاعی رحمہ اللہ نے ایک ایسا مرید دیکھا جس نے سفید جبہ پہن رکھا تھا چنانچہ اس سے فرمایا اے بیٹے! تم نے تو انبیاء جیسا لباس پہن لیا اور صوفیوں کی طرح سج گئے ہو لہٰذا اب اگر ان کے طریقہ پر چل سکو گے تو ٹھیک ہے، ورنہ اسے اتار دینا۔ اسے ذہن نشین کر لو۔

اس دور میں اگر میں نے کسی کو مشائخ کے طریقہ پر چلتے دیکھا ہے تو وہ سیدی شیخ ابوالعباس غمری، سیدی ابراہیم شاذلی، سیدی علی مرصفی اور سیدی محمد شناوی رحمہم اللہ ہیں کیونکہ وہ ایسا لباس نہیں پہنتے تھے کہ جس کی وجہ سے لوگوں میں الگ تھلگ اور نمایاں نظر آئیں۔

حضرت شیخ امین الدین بتاتے ہیں کہ سیدی ابوالعباس غمری رحمہ اللہ نے سیدی محمد بن عنان سے کہا تھا کہ دنیا میں اپنے آپ کو ظاہر کرنے والا ناکام ہو جایا کرتا ہے لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب کوئی آدمی اس دنیا میں اپنے ایسے عملوں کی جزاء دیکھ لیتا ہے تو آخرت کی طرف جا کر نیک اعمال سے خالی ہاتھ ہو جاتا ہے، جس میں ایک یہ کہ لوگ اس کے بارے میں اچھا اعتقاد رکھتے ہیں اور وہ لوگوں کی ضرورتیں پوری کرتا ہے تو لوگ تحفے بھیجتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے صرف یہ چاہتا ہے کہ ہم صرف اسی کی عبادت کریں اور اس کے سمیت کسی بھی مخلوق کو اس عمل میں شریک نہ کریں جس کا اس نے ہمیں حکم دے رکھا ہے ورنہ اس دنیا میں اپنے عملوں کا دکھلاوا کرنے والا کتنے گھاٹے میں ہوگا اور پھر کتنی شرم کی بات ہوگی جب قیامت کے دن اپنے دکھلاوے کے مطابق دکھلاوے والے لوگوں سے اسے کچھ ہاتھ نہ آئے گا اور پھر اس نے خلوص بھری اللہ کی عبادت بھی نہ کی ہوگی کہ اللہ اسے اسی کا اجر دیدے چنانچہ اللہ فرماتا ہے ”جو اللہ سے ملاقات چاہتا ہے، اسے نیک عمل کرنا ہوں گے اور اپنے ربّ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرنا ہوگا“۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کسی عمل کے نیک ہونے کی شرط یہ ہوتی ہے کہ اسے کرتے وقت اپنے آپ کو دوسرے سے افضل بن کر نہ دکھائے کیونکہ جب وہ ایسا کرے گا تو نیک نہیں بن سکے گا، ہاں اگر ایسے موقع پر اللہ کا شکر ادا

کرنے کی نیت کر لے تو پھر اجر ملے گا۔

پھر یہ بھی یاد رکھئے کہ اصل میں کوئی بھی بندہ اپنے آقا کی خدمت کر کے کسی چیز کا حقدار نہیں ہوا کرتا کیونکہ آقا کی خدمت تو شرعی طور پر ویسے ہی لازم ہوتی ہے اور اسے یہ کرنا ہی ہوتی ہے لیکن وہ شخص دل کا اندھا گنا جاتا ہے جو بڑا لالچ کئے بغیر صرف آقا کے مطابق اس کے سامنے کھڑا ہونے کو اس کا احسان نہیں سمجھتا کیونکہ اگر وہ آقا دوسرے لوگوں کی طرح اسے جھڑک کر نکال دے اور اپنے سامنے کھڑا ہونے سے روک دے تو دوسرے لوگوں کی طرح وہ بھی تباہ و برباد ہو جائے گا۔

اے بھائی! یہ بات ذہن میں رکھو کہ عام طور پر دکھلاوا ان فضیلتوں میں ہوا کرتا ہے جو فرض کاموں کے علاوہ ہوتے ہیں، رہے فرض کام تو ان میں دکھلاوا اس طور پر ہوتا ہے کہ انہیں خوبصورت دکھانے کے لیے انسان ان میں عاجزی وغیرہ دکھاتا ہے اور ان دونوں میں فرق یہ ہوتا ہے کہ بندہ فرض ادا کرتے وقت اللہ کا حکم ماننے پر مجبور ہوتا ہے جب کہ نفلوں میں اسے اختیار ہوتا ہے تو گویا نفل ادا کرتے وقت بندے کے دل میں خیال ہوتا ہے کہ جس کام کا اللہ نے مجھے حکم دیا تھا، میں اسے ادا کر کے کچھ زائد عبادت کر رہا ہوں، میں چاہتا تو یہ زائد عبادت نہ کرتا، یہی وجہ ہے کہ اس کے دل میں اپنے بھائی پر برتری کا خیال پیدا ہوتا ہے جب کہ فرضوں میں ایسے نہیں ہوتا، اسی لیے سجدہ تلاوت میں اللہ نے بندے کو میرا وجود اسے سجدہ کر رہا ہے جس نے اسے پیدا کیا اور پھر اسے صورت دی، پھر اپنی طاقت کی بنا پر اس کے کان اور آنکھیں کھولے'' جب کہ فرضوں میں وہ اس کی طاقت کا ذکر نہیں کرتا کیونکہ وہ اس کی بنا پر کسی دوسرے بھائی سے برتر نہیں ہوا کرتا۔

جو شخص اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے، اسے ایسے شیخ کی ضرورت ہوتی ہے جو اپنے ارادوں کو اس کے ارادوں میں گم کر لے، اس کی جھڑک پر صبر کرے اور اس کے ساتھ جھگڑا نہ کرے، ایسے میں وہ اسے اللہ کی بارگاہ میں لے جائے گا لیکن جو شخص اس طریقے پر نہیں چلے گا، وہ اپنے عمل دیکھتا رہے گا اور لوگوں کے پاس اپنی تعریف کرانا چاہے گا اور پھر ارادی یا غیر ارادی طور پر وہ چاہے گا کہ لوگ اسے نیک کہیں۔

اسے واضح طور پر یوں سمجھیں کہ جو شخص شیخ کے طریقے پر نہیں چلے گا تو عام طور وہ ایسا مرتبہ حاصل نہیں کر سکے گا جس میں اللہ کی عبادت کرتے وقت وہ اپنے آپ کو یوں محسوس کرے کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے بلکہ وہ عام لوگوں جیسی عبادت کر رہا ہوگا، ہاں اگر وہ اس مرتبہ پر پہنچ جائے تو وہ دل کی آنکھوں سے دیکھے گا کہ اس کے تمام کام اللہ ہی کے ذریعے ہوا کرتے ہیں، بندہ تو یہ سارے کام صرف مجازی طور پر کیا کرتا ہے کیونکہ اللہ کی حدیں اور سارے فرض کام اسی کے ہاتھوں ہوا کرتے ہیں اور جس شخص کی صورت حال ایسی ہو، اسے اپنے عملوں کے دکھلاوے، ان پر تکبر کرنے اور ان کی بنا پر اللہ سے ثواب کی ضرورت نہیں ہوتی، وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کے جسم کے سارے اعضاء صرف اللہ کے حکم پر کام کرتے ہیں جنہیں وہی حرکت دیتا ہے چنانچہ وہ دیکھتا ہے کہ اس کے ان اعضاء کو ایسے کام کرنے کی طاقت اس کے بغیر اور کوئی نہیں دیتا کیونکہ جب حق تعالیٰ بندے کو دیتا ہے کہ اِفْعَلْ (یہ کام کرو) تو وہ کام کے اپنی طرف منسوب ہونے پر تکبر کرتا ہے، پھر انجانے میں اسے اللہ کی طرف سے مدد آ جاتی ہے کیونکہ کام کی اصل طاقت اسی کے پاس ہوتی ہے چنانچہ وہ سمجھتا ہے کہ کام وہی کر رہا ہے جب کہ حقیقی کام کرنے والے اللہ کو بھول جاتا ہے تاہم اگر وہ اپنی اندرونی طاقت اور اللہ کی دی ہوئی امداد کو دیکھتا تو اسے

دکھلاوے کا کچھ بھی خیال نہ آتا بلکہ وہ ایسے شخص کی طرح ہوتا جو صبح تک سوتا رہا اور اس کے ساتھ ہی لوگوں کے سامنے ایک اور شخص رات بھر سویا رہا چنانچہ یہ شخص اس شخص کے کئے کام نہیں بتا سکے گا کہ اس نے کیا کچھ کیا، اگر وہ کہے کہ میں نے اسے یوں کرتے دیکھا ہے تو لوگ اسے جھٹلا دیں گے (کیونکہ وہ خود سویا رہوا تھا) یونہی اگر کوئی شخص ادھار کپڑے لے کر کسی عرس میں شامل ہو تو سب لوگ پہچان لیں گے کہ یہ کپڑے فلاں شخص کے ہیں، اس نے تو مانگ کر لیے ہیں لہٰذا وہ یہ نہیں کہہ سکے گا کہ یہ کپڑے اس کے ہیں، اگر کہے گا تو لوگ اسے جھٹلا دیں گے چنانچہ اسے ان کپڑوں سے خوبصورتی حاصل نہیں ہو سکے گی بلکہ ان سے بہتر ہوتا کہ وہ ننگا ہی رہتا۔ یہی حال اس شخص کا ہے جو اپنے کسی عمل کو دکھا کر کرتا ہے کیونکہ ایسا کرنے پر اسے اللہ، فرشتے اور عارف لوگ جھٹلا دیں گے اور دلوں میں اس کے خلاف ناراضگی پیدا ہو گی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔'' اور اگر تمہارے سامنے سے پردہ دور ہو جائے تو تم دیکھو گے کہ ہر کام اللہ ہی کرتا ہے، تم اللہ کے سامنے اپنے آپ پر اس وجہ سے ناراض ہونے لگو گے کیونکہ تم نے وہ دعویٰ کیا جس کا تمہیں حق نہ تھا، یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کام کو اپنی طرف منسوب کرنے پر وہ تم سے ناراض ہو گا کیونکہ اس نے تو تمام کام بندے کے نام کر رکھے ہیں اور جب اس نے اس کے نام کر رکھے ہیں تو وہ اس پر ناراض بھلا کیوں ہو گا؟ اسے ذہن نشین کر لو۔ بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص لوگوں کے سامنے اپنے اعمال کا دکھلاوا کرتا ہے، وہ پاگل ہوتا ہے۔ والسلام۔

❁ مسلم اور ترمذی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''قیامت کے دن سب سے پہلے اس شخص کا فیصلہ ہو گا جس نے علم پڑھا اور پڑھایا، قرآن پڑھتا رہا، اسے سامنے لایا جائے گا اور اللہ اسے اپنی کی جانے والی نعمتیں بتلائے گا، وہ ان انعامات کو پہچان لے گا تو اللہ فرمائے گا، ان نعمتوں کے ہوتے ہوئے تم نے کیا کچھ کیا تھا؟ وہ کہے گا کہ اے پروردگار! میں نے علم پڑھا اور پڑھایا اور تیری خاطر قرآن پڑھتا رہا۔ اللہ فرمائے گا کہ تم نے جھوٹ بولا ہے تم نے تو اس لیے علم پڑھا تھا کہ لوگ تجھے عالم کہیں، قرآن اس لیے پڑھا تھا کہ لوگ تجھے قاری کہیں اور وہ دنیا میں کہہ دیا گیا، پھر اللہ حکم فرمائے گا تو اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔''

❁ ابن خزیمہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ قاری سے فرمائے گا کہ کیا میں نے وہ قرآن تجھے نہیں سکھایا تھا جسے اپنے رسول پر اتارا تھا؟ وہ عرض کرے گا کہ ہاں یا رب تو نے سکھایا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اسے سیکھ کر تم نے کتنا عمل کیا؟ وہ کہے گا کہ میں تیری خاطر اسے رات دن پڑھتا رہا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم جھوٹ بول رہے ہو، فرشتے بھی اسے جھٹلائیں گے، پھر اللہ فرمائے گا تم نے تو یہ چاہا تھا کہ لوگ تمہیں قاری کہیں چنانچہ وہ کہہ دیا گیا چنانچہ وہ پہلا شخص ہو گا جسے جہنم کی بھڑکتی آگ میں ڈالا جائے گا۔''

❁ امام احمد وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''میری امت کا جو شخص آخرت کے کام دنیاوی خواہش کے لیے کرے گا تو آخرت میں اسے کچھ بھی نہیں ملے گا۔''

❁ طبرانی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص آخرت کی خواہش کئے بغیر وہی عمل، دنیا میں سراہے

جانے کے لیے کرے گا تو اسے زمین و آسمان میں رہنے والی ہر چیز لعنت کرتی ہوگی۔''

دین کے روپ میں دھوکا کرنے والے علماء

❁ ترمذی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''آخری زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو دنیا والوں کو دین کے نام پر دھوکا دیں گے، وہ لوگوں کو دکھانے کے لیے بکریوں کا نرم چمڑا پہنیں گے، زبانیں شہد سے میٹھی ہونگی لیکن دل بھیڑیوں جیسے ہوں گے جنہیں دیکھ کر اللہ فرمائے گا کیا یہ لوگ میرے نام پر دھوکا دیتے ہیں، انہیں میرا خوف نہیں آتا؟ لہٰذا میں اپنی ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں میں انہیں ایسی آزمائش میں ڈالوں گا کہ جسے دیکھ کر بڑے بڑے دلیر بھی حیران رہ جائیں گے۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص آخرت کے کام کرنے پر دنیا کا طمع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی شکل تبدیل کر دیتا ہے، کوئی اسے یاد نہیں رکھتا اور اس کا نام دوزخیوں کے کھاتے میں لکھ دیتا ہے۔''

دکھلاوے والے علماء کیلئے جہنم میں وادی

❁ ابن ماجہ کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مرفوعاً بتایا کہ فرمایا جہنم میں ایک ایسی وادی ہے کہ جس سے روزانہ خود جہنم بھی چار سو مرتبہ پناہ مانگتا ہے، یہ میری امت کے ان لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو دکھلاوے کے لیے کام کرتے ہیں جیسے کتاب اللہ اٹھائے پھرتے ہیں، اللہ کی خوشی دیکھے بغیر صدقہ دیتے ہیں، بیت اللہ کا حج کرتے ہیں اور راہِ خدا میں جہاد کرنے نکل جاتے ہیں۔''

دکھلاوا، چھوٹا شرک

❁ امام احمد، ابن ابی الدنیا اور بیہقی مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''مجھے سب سے زیادہ فکر اس بات کی رہتی ہے کہ (میرے بعد) تم چھوٹے شرک میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ صحابہ نے عرض کی کہ یہ چھوٹا شرک کیا ہوگا؟ فرمایا دکھلاوا کرنا، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے عملوں کی جزاء دے رہا ہوگا تو ایسے لوگوں سے فرمائے گا تم ان کے پاس پہنچو جنہیں دنیا میں کام کر کے دکھلاتے رہے ہو اور دیکھو کہ کیا ان کے پاس تمہیں دینے کو کچھ ہے یا نہیں؟''

❁ ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جب قیامت کے سچے دن میں اللہ تعالیٰ اگلے پچھلے لوگوں کو اکٹھا کرے گا تو کوئی آواز دینے والا آواز دے گا جو شخص اللہ کی خاطر کام کرتے ہوئے اس کے علاوہ کسی اور کو بھی بیچ لے آتا تھا تو وہ اپنا ثواب اسی سے لے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا اپنے شریکوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔''

❁ طبرانی اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''کئی لوگوں کو جنت میں لے جانے کا حکم ہوگا چنانچہ جب وہ جنت کے قریب پہنچیں گے، اس کی خوشبوئیں سونگھیں گے، محل دیکھیں گے اور جنتیوں کو ملنے والی نعمتیں دیکھیں گے تو آواز

آئے گی کہ انہیں یہاں سے واپس لے چلو کیونکہ انہیں ان میں سے کچھ نہیں ملے گا چنانچہ وہ اتنی حسرت لے کر واپس ہوں گے کہ ان سے پہلے اتنی حسرت کسی نے نہ کی ہوگی، اسی دوران کہیں گے کہ اے پروردگار! یہ جو کچھ تو نے ہمیں دکھایا اور اپنے اولیاء کے لیے تیار کر رکھا ہے، اگر اس سے پہلے ہی تو ہمیں دوزخ میں لے جاتا تو زیادہ بہتر ہوتا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے اسی وجہ سے تمہیں دکھایا ہے کیونکہ جب تم اکیلے ہوتے تھے تو بڑے بڑے کاموں میں میرا مقابلہ کرتے تھے اور لوگوں کے سامنے جانے پر عاجز بنتے ہوئے لوگوں کو وہ کچھ دکھاتے تھے جو میرے خلاف ہوتا تھا، تم میری بجائے لوگوں سے ڈرا کرتے تھے، میری بجائے ان کی قدر کیا کرتے تھے، تم لوگوں کے لیے تو چھوڑتے رہے لیکن میری خاطر کچھ نہ چھوڑا لہٰذا آج میں تمہیں تکلیف دینے والا عذاب دوں گا اور کوئی بھی ثواب نہیں دوں گا۔''

❁ امام حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''مجھے امتی لوگوں پر سب سے بڑا اندیشہ یہ ہے کہ شرک کریں گے اور ان کے دلوں میں خواہشیں چھپی ہوں گی۔ اس پر پوچھا گیا کہ کیا آپ کے بعد آپ کی امت شرک کرنے لگے گی؟ فرمایا وہ لوگ سورج، بت اور پتھر کی پوجا تو نہیں کرتے ہوں گے بلکہ دکھلاوے کے کام کریں گے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ! کیا دکھلاوا کرنا شرک ہوتا ہے؟ فرمایا ہاں۔ پوچھا گیا کہ پوشیدہ خواہش سے کیا مراد ہے؟ فرمایا آدمی صبح اٹھنے پر روزہ رکھے ہوگا کہ اسی دوران اس کے دل میں کوئی دنیاوی خواہش پیدا ہوگی چنانچہ روزہ چھوڑ دے گا۔''

❁ ابن خزیمہ مرسل حدیث لکھتے ہیں ''اللہ تعالیٰ ایسا عمل قبول نہیں فرماتا جس میں رائی جتنا بھی دکھلاوا ہوگا۔''

❁ ابن خزیمہ مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''پوشیدہ قسم کے شرک سے بچا کرو۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ! یہ پوشیدہ شرک کیا ہوتا ہے؟ فرمایا'' آدمی کھڑا ہو کر نماز پڑھے گا تو اس خوبصورت طریقے سے پڑھے گا کہ لوگ اسے دیکھیں، بس خفیہ شرک یہی ہوتا ہے۔

❁ امام احمد اور طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اے لوگو! اس شرک سے گریز کرو کیونکہ یہ کم دکھائی دینے والی چیونٹی سے بھی زیادہ چھپا ہوتا ہے۔ عرض کی گئی کہ یا رسول اللہ! ہم اس سے بچاؤ کیسے کر سکتے ہیں جب کہ یہ تو چھوٹی سی چیونٹی سے بھی چھوٹا ہوتا ہے اور دکھائی نہیں دیتا۔ اس پر فرمایا کہ یوں پڑھا کرو اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ نُّشْرِكَ بِكَ شَيْئًا نَّعْلَمُهٗ وَنَسْتَغْفِرُكَ مِمَّا لَا نَعْلَمُهٗ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 281

مسجد میں پلیدیوں سے رکاوٹ

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم مسجدوں میں پلید قسم کے کام نہ کیا کریں خواہ وہ پلیدیاں محسوس ہوتی ہوں جیسے

دکھائی دینے والی گندگی یا معنوی ہوں جیسے چغلی اور پیٹھ پیچھے برائی کرنا اور اس چیز کو دیکھنا جسے دیکھنا حلال نہ ہو وغیرہ اور یہ سب کچھ اللہ کی تعظیم کے لیے کریں اس لئے کہ اس وقت ہم اللہ کی بارگاہ میں ہوتے ہیں اور مسجدیں اللہ کا گھر ہیں کیونکہ ایسا نہ کرے گا تو وہ یوں ہوگا جیسے کوئی کسی کو رمضان میں غیبت کرنے سے روکے حالانکہ یہ تو رمضان کے علاوہ بھی روکنے کے لائق ہے اور چونکہ پیشاب اور تھوکنے جیسی محسوس ہونے والی پلیدیوں سے روکا گیا ہے تو اسی پر ہم نے قیاس کرلیا ہے کہ مسجدوں کو معنوی پلیدیوں سے بھی پاک رکھو، پھر حدیث پاک میں آتا ہے کہ ''جب تک تم نماز کی انتظار میں ہو، نماز ہی میں شامل شمار ہوگے۔'' یعنی مسجد میں۔

اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں بیٹھنے والا شخص اس میں ہر طرف تھوکنے کو معمولی کام نہ سمجھے، نہ ہی وہاں ہوا نکالے اور نہ ہی اس میں بے مقصد باتیں کرے، نہ ہی دل میں گناہوں کو معمولی سمجھے، مسجد کے کنکروں اور زمین پر میٹھی چیزیں بھی نہ کھائے جن پر مکھیاں آجاتی ہیں، نہ ہی تھوم، پیاز اور ایسی چیز کھائے جس سے ناپسندیدہ بو آتی ہو جیسے گلی سڑی مچھلی وغیرہ سے آتی ہے اور ہماری بتائی ہوئی کسی برائی میں گرفتار ہو جائے تو اسے جلد توبہ کرنی چاہیے اور فوری طور پر وہ پلیدی وہاں سے نکال دینی چاہیے بشرطیکہ وہ نظر آرہی ہو۔

یہ وہ راہنمائی ہے کہ جس پر مسجدوں میں ٹھہرنے والے اور خادم لوگوں میں سے چند ہی عمل کرتے ہوں گے لہٰذا جو اس پر عمل کرنا چاہتا ہے، اسے ایسے شیخ کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے لے کر اللہ کی وہ تعظیم سکھائے جو بندے کے لیے ممکن ہے اور پھر اسے بارگاہِ الٰہی میں پہنچا دے جہاں وہ دل کی آنکھوں کے ذریعے بارگاہ میں صفیں باندھے لوگوں کو دیکھ سکے اور اپنے اپنے مرتبے کے مطابق انہیں وہاں کھڑے رکوع کرتے اور سجدے کرتے دیکھ سکے اور پھر ایسے فرشتے بھی دیکھ سکے جو چاہیں تو زمین و آسمان کو آسانی سے پیٹ میں نگل لیں لیکن اس کے باوجود وہ اللہ کے رعب سے ڈرتے ہوں، یہ تو اللہ کے ایک بندے کی طاقت ہے تو اس آقا کی طاقت کا اندازہ لگایئے جس کی تعریف کرنا کسی کے بس میں نہیں۔

اب اسے ذرا اور واضح طور پر سمجھئے کہ لشکروں کے لشکر اللہ کی بارگاہ میں کھڑے ہوں تو ایسے وقت میں ان کی زیارت اس موقع سے بڑھ کر ہوگی جب وہاں لشکر موجود نہ ہوں چنانچہ اسی وجہ سے رسول اکرم ﷺ کو راتوں رات بلندیوں کی طرف لے جایا گیا تا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی وہ عظمت دیکھ سکیں جو اس زمین پر دکھائی دینے والی نہ تھی کیونکہ کسی بھی انسان میں ایک ایسا حصہ ہوتا ہے کہ جس کی وجہ سے مشاہدہ کے وقت اس کا علم زیادہ ہوتا ہے چنانچہ معراج میں کئی نشانیاں، کئی علامتیں تھیں جن کی وجہ سے آپ کو آنکھوں سے دیکھنے کا موقع ملا، ذرا دیکھو تو سہی اگر کوئی زمینی بادشاہ، عام لوگوں جیسے کپڑے پہن کر لوگوں میں چھپ چھپا کر نکلے تو تم اسے دیکھ کر دل سے یوں تعظیم کرنے کو کھڑے نہیں ہوگے جیسے اس کے وزیروں اور لشکروں میں نکلا دیکھ کر کھڑے ہوگے تو یہی حال بارگاہِ الٰہیہ کا ہے بلکہ اللہ کی بارگاہ اقدس تو اس سے بہت بڑھ کر ہے، اس کی عظمت کے بارے میں تو بتایا ہی نہیں جا سکتا کیونکہ اسے سمجھنے کے لیے با جماعت نماز میں کھڑے نمازی کو دیکھو کہ اس پر کس قدر رعب چھایا ہوتا ہے چنانچہ پتہ چل گیا کہ جو شخص کسی سچے شیخ کے بغیر اللہ کے گھروں کی تعظیم کرنا چاہتا ہے تو وہ راستے سے بھٹک چکا ہوتا ہے کیونکہ صرف گھر کی تعظیم کرنا، گھر والے کی تعظیم کے بغیر ادھورا ہوتا ہے۔

اس سلسلے میں میری ان آنکھوں نے اب تک ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جو مسجدوں کی اس قدر تعظیم کرتا ہو جتنا سیدی علی خواص رحمہ اللہ کیا کرتے تھے، آپ اس شخص کو دیکھنا تک پسند نہ کرتے جو مسجدوں میں بے مقصد باتیں کرتا، کوئی کاروبار کرتا، مسجد میں کچا گوشت، مچھلی کا بو والا گوشت لے جاتا یا اللہ سے غافل ہوا کرتا۔

ایک مرتبہ آپ نے ایک نیک بھائی ابو العباس حریثی کو کھڑاؤں سمیت مسجد میں چلتے دیکھا تو انہیں منع فرمایا اور کہا کہ یہ تم جیسے لوگوں کے لیے بہت بری بات ہے، اس میں تمہارے پروردگار کی ذرہ بھی تعظیم نہیں چنانچہ انہوں نے اسے اتار دیا، پھر استغفار کیا اور پھر مرتے دم تک اسے مسجد میں نہیں پہنا۔

یہ وہ کام ہے جو ان پرہیزگاروں میں عام ہے جو مسجدوں میں پیٹ بھر کر کھاتے ہیں اور اللہ سے نہیں ڈرتے چنانچہ حرام کھاتے اور حرام کرتے ہیں اور پھر انہی میں سے کوئی مسجد کے کنکروں پر جوتا لے کر چلتا ہے چنانچہ ایسے ہی کسی شخص کے بارے میں کہا جاتا ہے جو نشہ میں قرآن پڑھ رہا ہو کہ ذرا جھوم کر پڑھو تا کہ تمہارے دونوں کام ایک جیسے ہو جائیں اور جس کے بارے میں ہم بتا رہے ہیں، اس کا حال بھی یہی ہوتا ہے جب کہ علم و دین والے وہ لوگ ایسے نہیں کرتے تھے جنہیں ہم نے دیکھا ہے، اللہ تعالیٰ آئندہ لوگوں کو پہلے بزرگوں جیسے کام کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

نماز میں سامنے تھوکنے سے رکاوٹ کیوں؟

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نماز پڑھنے والے شخص کے سامنے ہوتا ہے لہٰذا نمازی کو چاہئے کہ اس وقت اپنے سامنے نہ تھوکے۔''

❁ ابن خزیمہ بتاتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ مسجد میں بلغم گری دیکھ کر ناراض ہوتے اور فرماتے ''جب تم میں سے کوئی اپنے ربّ کے سامنے نماز پڑھ رہا ہو تو کیا کوئی یہ بات پسند کرے گا کہ کوئی اس کے سامنے آئے اور اس کے سامنے تھوک دے؟''

❁ ایک اور روایت میں مرفوعاً ہے فرمایا ''نماز پڑھنے کے دوران اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے ہوتا ہے لہٰذا اس موقع پر کوئی بری چیز سامنے نہ آنے دو۔''

❁ ابن خزیمہ نے اس پر یہ بات باندھا ہے ''باب الزجر عن توجیه ما یقع علیه اسم اذی تلقاء القبلة فی الصلاة'' اور پھر یہ مرفوع حدیث لکھی ہے فرمایا ''جو شخص قبلہ کی طرف تھوکے، وہ قیامت کے دن آئے گا تو وہ تھوک اس کے آگے آگے نظر آتی ہوگی۔''

میں کہتا ہوں، آپ کے فرمان ان الله فی قبلة احد کم اوتجاه وجهه کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا فرمان اس نمازی کے سامنے ہوتا ہے لہٰذا وہ اس کا ادب کرتے ہوئے اس کی طرف نہ تھوکے ورنہ حق تعالیٰ کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ فلاں طرف ہے۔ واللہ اعلم۔

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً فرمایا ہے فرمایا ''مسجد میں تھوکنا، بہت بڑا گناہ ہے اور اس کا کفارہ یہ ہے

کہ اسے دفن کر دے۔"

❁ ابو داؤد وغیرہ نے بتایا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے گم ہونے والی چیز کا اعلان مسجد میں کرنے سے منع فرمایا ہے، خرید و فروخت سے بھی منع فرمایا ہے اور انگلیوں میں انگلیاں ٹھونسنے سے بھی منع فرمایا ہے۔"

❁ ابن ماجہ وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا" کچھ ایسے کام ہیں کہ مسجد میں کرنا منع ہیں مسجد میں سے راستہ نہ بناؤ، ہتھیاروں کا اعلان نہ کرو، اس میں سے کچا گوشت لے کر نہ گذرو، نہ اس میں کسی کو شرعی سزا لگاؤ، نہ کسی سے بدلہ لو اور نہ اس میں سے راستہ بناؤ جیسے بازار ہوتا ہے۔"

❁ ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا" آگے چل کر کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو مسجدوں میں دنیاوی باتیں کریں گے، اللہ کو جن کی ضرورت نہ ہوگی۔"

حضرت نافع رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مسجد میں بے مقصد باتیں کرنے والے کو دیکھ کر جنگل کی طرف نکال دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو شخص مسجد میں باتیں کرنا چاہتا ہے، وہ جنگل کی طرف نکل جایا کرے۔

تھوم یا پیاز کھا کر مسجد میں نہ جائے

❁ بخاری و مسلم نے مرفوعاً فرمایا ہے فرمایا" جو اس درخت (تھوم) میں سے کھالے تو ہماری مسجد میں نہ آئے۔"

❁ ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ فرمایا" مسجدوں کے قریب نہ جائے۔"

❁ طبرانی کی روایت میں ہے" جو شخص تھوم یا پیاز کھالے تو ہماری مسجد میں نہ آئے اور اگر اسے کھانا ہی ہے تو انہیں آگ میں پکالے۔"

❁ مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا" جو شخص گندنا سبزی کھالے تو ہماری مسجد کے قریب نہ آئے کیونکہ فرشتے ہر اس چیز سے تکلیف محسوس کرتے ہیں، جس سے انسان کرتا ہے۔"

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا" جو شخص مولی کھالے تو ہماری مسجد میں نہ آئے۔"

❁ امام مسلم رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ سے مسجد میں ایک شخص نے پیاز کی بو سونگھی چنانچہ حکم فرمایا اور اسے بقیع کی طرف نکال دیا گیا۔"

❁ میں کہتا ہوں کہ محسوس ہونے والی بدبودار چیزوں پر معنوی بدبودار چیزوں کو قیاس کرلیا جائے چنانچہ جو اللہ کی بے فرمانی کرتا ہے اور خلوص سے توبہ نہیں کرتا تو اسے اس وقت تک مسجد میں جانے کا حق نہیں جب تک اس سے وہ خبیث بدبو دور نہیں ہو جاتی۔

یہ حکم تو اس شخص کے لیے ہے جو مسجد کے باہر ہوتا ہے لیکن جو مسجد میں ہو کر کئی بار بے فرمانی کرے تو اس کا حال کیا ہوگا، اللہ کی قسم، اس وقت عام طور پر لوگ مویشیوں کی طرح آزاد ہو چکے ہیں چنانچہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ جامع عمر مصر میں ایک شخص نے ایک عورت کو زنا کے ارادے سے پکڑ رکھا تھا جس کی وجہ سے ہم ہم نماز جمعہ سے محروم رہ

گئے جس پر اللہ کی قدرت کو غیرت آئی اور لوگوں نے اسے اس قدر مارا کہ مرنے کے قریب ہو گیا۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہم سب پر رحم فرمائے۔ آمین

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 282

با جماعت نماز پڑھنا معمولی نہ جانو

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ شرعی مجبوری کے علاوہ ہم باجماعت نماز پڑھنا معمولی جان کر اکیلے اکیلے ہو کر نماز نہ پڑھیں اور اصولی طور پر وہ کام اللہ کے حکم پر کریں، اس ثواب کو ذہن میں نہ رکھیں جو حدیث میں ملتا ہے کیونکہ یہ تو اللہ کے ہر خادم کو ملتا ہی ہوتا ہے، اس لیے کہ وہ کسی کا اجر ضائع نہیں کرتا اور جو فائدہ کسی کام کے کرنے پر ساتھ ہی حاصل ہو جاتا ہے تو خادم کے لیے مناسب نہیں کہ عبادت اسی کی وجہ سے کرے۔

یہ وہ اصول ہے جو ساری عبادتوں میں چلتا ہے چنانچہ انہیں کرتے وقت اللہ ہی کے حکم کا دھیان رکھنا ہوتا ہے۔ جس سے پتہ چلا کہ جو شخص عبادتوں میں ثواب پر نظر رکھ لے وہ کم ہمت ہوتا ہے اور اسے اپنے بندہ ہونے کا طریقہ ہی نہیں آیا ہوتا۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں مسجد کے ہمسائے کے لیے مناسب نہیں ہوتا کہ مسجد میں نماز باجماعت چھوڑ دے اور اسے گھر میں پڑھے خواہ جماعت ہی سے، ہاں اگر بیماری یا ایسی کوئی حالت ہو جائے جو اسے مسجد سے نکلنے نہ دے تو پھر پڑھ سکتا ہے۔

پھر فرمایا ایسے حال والے کو باریکی سے دیکھنا ہوتا ہے کہ اس کے لیے کیا بہتر ہے، نکلنا بہتر ہے یا نہ نکلنا چنانچہ جسے بہتر سمجھے وہی کرے کیونکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان دل میں اللہ سے لو لگائے ہوتا ہے اور وہ نہیں چاہتا بارگاہِ الٰہی سے جدا ہو کیونکہ یوں نکلنے سے اس کے دل میں تشویش پیدا ہو جاتی ہے پھر اس کے اور بارگاہِ اقدس کے درمیان پردہ آ جاتا ہے۔

چنانچہ سیدی ابوالسعود جارحی رحمہ اللہ پر جب حال کا غلبہ ہوتا تھا تو وہ گھر ہی میں اپنی بیوی کے ساتھ نماز پڑھ لیتے تھے، مسجد کو نہیں جاتے تھے اور سیدی محمد عنانی رحمہ اللہ بیمار ہونے پر جماعت کے لیے نکلتے اور جماعت ہی میں پڑھا کرتے تھے۔ میں ان کی وفات کے موقع پر گیا تو انہوں نے امام کے پیچھے تکبیر تحریمہ کہی حالانکہ بیٹھنے کے موقع پر جان نکل رہی تھی بلکہ نیچے کے نصف دھڑ سے جان نکل چکی تھی پھر بھی امام کے ساتھ اشارے سے نماز پڑھی اور جب سلام پھیرا تو ہم نے انہیں لٹا دیا، ہونٹ ہل رہے تھے اور تسبیح ہاتھ میں تھی اور جب روح نکل رہی تھی تو آخری موقع پر ہاتھ تسبیح پر تھا۔

جماعت رحمت ہے

میرے بھائی افضل الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھ میں یہ ہمت نہیں کہ نماز میں اللہ کے سامنے اکیلا کھڑا ہو سکوں، ایک دفعہ ایسا ہو گیا تو مارے اس رعب کے میں مرنے لگا جو کسی کو بادشاہ کے سامنے کام کرنے پر ہوتا ہے جب وہ فیصلے سنا رہا ہوتا ہے اور لشکر اس کے سامنے صفیں باندھے کھڑے ہوتے ہیں چنانچہ ان تمام پر رعب اور خوف چھایا ہوتا ہے لیکن جو لوگوں کے ساتھ مل کر اس کے سامنے کھڑا ہونے والوں کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے تو اس پر ایسا رعب نہیں پڑتا کیونکہ لوگوں کی وجہ سے اس کے دل کو سہارا ملتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں حکم دیتا کہ اکیلے اکیلے اس کے سامنے کھڑے ہوں تو نمازیوں کی ہڈیاں اور گوشت پگھل جاتے چنانچہ جماعت ہمارے لیے رحمت بن چکی ہے۔

پھر فرمایا اے بھائی! اس واقعہ میں غور کرو جب رسول اکرم ﷺ کو معراج کرائی گئی اور جبریل نے آپ کو نور میں ڈھانپ دیا، آپ بارگاہِ الٰہی میں اللہ کے سامنے (جیسے اس کی شان کے لائق ہے) اکیلے تھے تو آپ پر کتنا رعب چھایا ہو گا چنانچہ اللہ نے انہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آواز سے ملتی جلتی یہ آواز سنائی کہ اے محمد! ٹھہر جایئے کیونکہ آپ کا پروردگار آپ پر رحمتیں فرما رہا ہے (الحدیث) اس پر آپ کی وہ گھٹن جاتی رہی جو ہر بشر میں ہوتی ہے اور آپ صرف اور صرف روح رہ گئے کیونکہ روحیں وحشت میں گرنے اور بیگانگی سے بچی ہوتی ہیں۔ اسے ذہن میں بٹھا لو۔

آپ ہی نے فرمایا میں تنہا نماز پڑھنے کو اس لیے ناپسند کرتا ہوں کہ اللہ کی بارگاہ کے ادب نہیں جانتا اور جب لوگوں کے ساتھ مل کر کھڑا ہوتا ہوں اور اللہ کے ادب والے کسی شخص کو دیکھ لیتا ہوں چنانچہ اس کی نقل اتارتا ہوں لیکن اگر اکیلا پڑھتا ہوں تو کوئی ایسا نہیں ملتا جو مجھے ادب سکھا دے۔

پھر فرمایا ہر نماز کا ادب نئے سے نیا ہوتا ہے اور یہاں نیا ادب نہیں ہے چنانچہ یہاں وہ ادب ہے جو دیکھنے میں بار بار ہوتا ہے لیکن محسوس نہیں ہوتا۔

پھر فرمایا اللہ کی قسم! میں نماز میں اللہ کے سامنے اپنے آپ کو اس اکیلے شخص کی طرح دیکھتا ہوں جو سزا کا حقدار ہے لیکن مالک اس کے بارے میں کسی کی سفارش نہیں سنتا۔

اے بھائی! یاد رکھو کہ کچھ لوگ دکھلاوے اور لوگوں کو سنانے کے لیے ہمیشہ جماعت سے نماز پڑھتے ہیں، اللہ کا حکم مان کر نہیں پڑھتے، اس پر غور کی ضرورت ہے۔

ایک حکایت ملتی ہے کہ پہلے بزرگوں میں سے ایک شخص نے ستائیس سال تک جماعت کی پہلی صف میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتا رہا لیکن ایک دن جماعت میں پہلی صف رہ گئی جس کی وجہ سے اس کے دل میں ایسی گھٹن پیدا ہوئی کہ وہ ستائیس سال تک نماز دہراتا رہا۔

جماعت کی اس ہدایت پر عمل کرنے میں زیادہ تر طالب علم گرفتار ہوتے ہیں اور مطالعہ کا بہانہ بناتے ہیں چنانچہ ایک دن میں نے جامع ازہر میں ایک شخص کو علم منطق کا مطالعہ کرتے دیکھا جب کہ عصر کی نماز کی جماعت کھڑی ہوگئی، میں

نے اس بارے میں اس سے کہا تو اس نے کہا کہ ابھی وقت کافی ہے۔ میں نے کہا کیا تمہیں رسول اللہ ﷺ کا وہ فرمان یاد نہیں جب آپ نے افضل نماز پوچھنے کے جواب میں فرمایا تھا ''نماز اول وقت میں پڑھنی چاہیے۔''

پھر میں نے یہ بھی کہا؛ مان لیا کہ وقت کافی ہے لیکن یہ تو بتاؤ کہ تم اتنے لوگ اکٹھے کر سکتے ہو جو تمہارے ساتھ ایسی جماعت میں شامل ہوں۔ اس پر اس کے پاس کوئی دلیل نہ رہی لیکن وہ مطالعہ کرتا ہی رہا۔ ایسے لوگ نجات حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ اللہ کے وہ حکم جو وقت کے ساتھ خاص ہوتے ہیں، مناسب یہ ہوتا ہے کہ انہیں عام کاموں سے پہلے رکھا جائے بلکہ کبھی تو یوں کرنا واجب ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ انسان نفل نماز توڑ کھڑی جماعت کے ساتھ ملا کرتا ہے۔ حالانکہ وہ نفل نماز میں اللہ کے سامنے ہوتا ہے، یہ سب کچھ جماعت کی شان بڑھانے کے لیے کیا جاتا ہے اور حدیث میں ہے کہ ''جماعت پر اللہ کا قدرتی ہاتھ ہوتا ہے۔'' یعنی اللہ کی طرف سے اسے طاقت ملتی ہے، اللہ ان پر شفقت ورحمت فرماتا ہے اور اسے نعمتیں دیتا ہے جب کہ جماعت چھوڑ دینے والے بندے کو اس کا الٹ نتیجہ ملتا ہے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کوئی شخص دل میں منافقت ہونے کی بنا پر ہی ایسی عبادت کو معمولی جانتا ہوگا جس کا شریعت نے حکم دیا ہوا ہے تو جو شخص اس منافقت کو دل سے نکال دینا چاہتا ہے، اسے کسی خلوص والے شیخ کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے ایمان، یقین اور روشنی کی راہ پر ڈالے اور پھر شک، منافقت اور تاریکی سے نکالے چنانچہ اس مقام پر پہنچ کر وہ نیکیاں کماتے ہوئے تھک نہیں سکے گا، نہ کسی عبادت پر اکتائے گا اور نہ ہی با جماعت نماز ادا کرنے کے لیے نکلنے کو بوجھل جانے گا خواہ شہر کے پرلے سرے ہی پر کیوں نہ جانا پڑے تو اے بھائی! اگر عبادت میں تمہیں کوئی بوجھ محسوس ہوتا ہے تو کسی شیخ کی پیروی کرو تا کہ وہ تجھے اس بوجھ سے نکالے۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ ابن ماجہ اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص وقت ہوتے ہوئے اور تندرستی میں اذان سن کر نماز پڑھنے نہیں جا سکتا تو اس کی نماز ہی نہ ہوگی۔''

❁ ابو داؤد اور ابن حبان کی ایک روایت میں ہے فرمایا ''جو شخص اذان سن لے اور نماز پڑھنے میں مجبوری کے علاوہ اس کے پاس کوئی بھی بہانہ نہ ہو تو وہ جو بھی نماز پڑھے گا، قبول نہیں ہوگی۔ صحابہ نے پوچھا وہ مجبوری کیا ہو سکتی ہے؟ فرمایا کسی چیز کا خوف ہو یا وہ بیمار ہو۔''

❁ ابو داؤد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''تم پر لازم ہے کہ نماز با جماعت ادا کیا کرو کیونکہ بھیڑیا صرف اسی بکری کو کھایا کرتا ہے جو اکیلی رہ جاتی ہے۔''

❁ مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''میں ارادہ کرتا ہوں کہ اپنے غلاموں کو لکڑیاں اکٹھی کر لانے کو کہوں اور پھر ان لوگوں کے ہاں جا کر ان کے گھروں کو آگ لگا دوں جو کسی مجبوری کے بغیر گھروں میں نماز پڑھتے ہیں۔''

اس پر حضرت یزید بن اصم رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا یہ بتایئے کہ آپ نے اس سے مراد جمعہ کی نماز لیا تھا یا کوئی اور نماز؟ انہوں نے کہا آپ نے جمعہ وغیرہ کا نام تو نہیں لیا تھا، اگر میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس حدیث کے بعد یہ کہتے

نہ سنا ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا ہے تو میرے کان بہرے ہو جائیں۔

میں کہتا ہوں یہ حدیث اس شخص کے جواب کو رد کر رہی ہے جس نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا مقصد ان منافق لوگوں کے گھروں کو جلانا تھا جو گھروں میں بھی نماز نہیں پڑھتے لیکن جو گھروں میں پڑھ لیتے ہیں تو آپ کا فرمان ان لوگوں کے گھر جلانے کے بارے میں نہیں ہے۔ یہ جواب شرح المھذب میں لکھا ہوا ہے۔ واللہ اعلم۔

ترمذی کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہ ''جو شخص دن کے روزے رکھے اور راتوں کو نفل پڑھتا رہے لیکن نہ تو جمعہ کے لیے جائے اور نہ ہی نماز با جماعت میں شامل ہو تو جہنم میں جائے گا۔'' اور پھر اس سے پہلے امام مسلم کے مطابق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے وہ حدیث گذر چکی ہے جو اس شخص کے بارے میں ہے جو اذان کے بعد مسجد میں سے نکلا تھا فرمایا ''اس شخص نے ابو القاسم ﷺ کی بے فرمانی کی ہے۔''

ابن منذر کہتے ہیں کہ حضرت عطاء، امام احمد بن حنبل اور ابو ثور رحمہم اللہ کے مطابق جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا رفرضِ عین (یقیناً فرض) ہے۔ واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 283

نمازِ عصر ہونے کے خوف سے اس کی تیاری معمولی نہ جانو

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم عصر کی نماز کے رہ جانے کے اندیشے سے اس کی تیاری کو بھی ہلکا اور معمولی نہ جانیں، خواہ عام طور پر ہم تمام نمازوں کی تیاری کرتے رہتے ہوں، ہمیں عصر کی نماز پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ حضور شارع علیہ السلام نے دوسری نمازوں کے مقابلے میں اسے چھوڑنے پر ہمیں ڈانٹا ہے اس لئے کہ دل کی آنکھوں والے حضرات نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ یہ درمیانی نماز ہے، یہی وجہ ہے کہ سیدی شیخ مدین، سیدی محمد بن اختہ (اور ان کے بزرگ و نیک شاگرد) سیدی علی مرصفی اور سیدی محمد سروری رحمہم اللہ صرف نمازِ عصر ہی کے لیے گھروں سے نکلا کرتے تھے جب کہ اس کے علاوہ باقی نمازیں گھر ہی میں با جماعت پڑھتے تھے چنانچہ کسی خاص حالت کے بغیر نکل آیا کرتے تھے۔

''نماز عصر'' کا لفظ عصر سے نکلا ہے جس کا معنیٰ ''ملانا'' ہوتا ہے چنانچہ خاص لوگوں کی روحیں بارگاہِ الٰہی میں مل جایا کرتی ہیں اور اللہ کے بہت زیادہ قریب ہونے کی وجہ سے وہ بشریت کی حدوں ہی سے نکل جاتی ہیں تاہم جسے اللہ تعالیٰ دل کی وہ آنکھیں نہیں دیتا جن کے ذریعے وہ اس کی بڑی اہمیت کو جان لے تو اسے چاہئے کہ حضور شارع علیہ السلام کی پیروی کرے جنہوں نے اس نماز کے رہ جانے پر ڈانٹا ہے چنانچہ جتنا زور اس کے رہ جانے پر دیا گیا ہے، کسی اور کے بارے میں نہیں دیا گیا چنانچہ سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جتنا خوف مجھے عصر کی نماز رہ جانے پر ہوتا ہے، اتنا کسی اور پر نہیں

ہوتا۔ اس پر آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا یہ ایک راز ہے جسے ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔

میرے بھائی عارف باللہ حضرت ابو العباس حرثی رحمہ اللہ ظہر سے لے کر دوسری نمازوں کے مقابلے میں عصر کی نماز کا دھیان دس گنا سے زیادہ کرتے تھے چنانچہ اس تیاری کے لیے مراقبہ کرتے، آنکھیں بند کر لیتے اور شیطانی خیالوں سے بچاؤ کے لیے استغفار کرتے رہتے تا کہ اسی دوران عصر کا وقت آ جائے اور پھر بارگاہِ الٰہی میں حاضری کے لیے آپ کے سامنے کوئی رکاوٹ نہ رہے۔ واللہ علیم حکیم۔

- بخاری وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص عصر کی نماز چھوڑ دے تو اس کے عمل بیکار ہو جاتے ہیں۔''
- ابن ماجہ کی ایک مرفوع روایت ہے فرمایا ''بادلوں کے دنوں میں نمازِ عصر جلدی سے پڑھ لیا کرو کیونکہ جس کی یہ نماز رہ جاتی ہے تو اس کا عمل بیکار ہو جاتا ہے۔''

میں کہتا ہوں حدیث کے لفظ بَاکروا (صبح سویرے پڑھو) کا مطلب جلدی سے پڑھنے کا ہے جبکہ عصر کی نماز کا وقت صبح سویرے ہوتا ہی نہیں جیسے جمعہ کے دن کے لیے یہ لفظ بولا گیا ہے تو بعض کے نزدیک اس کا مطلب اس جگہ جلد پہنچنا ہوتا ہے جیسے حی علی الصلوٰۃ سنتے ہی اسے مسجد میں جا کر بیٹھنا ہوتا ہے اور اس میں اس شخص کے مقابلے میں زیادہ ادب پایا جاتا ہے جو وقت سے پہلے مسجد میں جانے کے عام حکم پر کسی کے بلائے بغیر پہنچتا ہے۔ واللہ اعلم۔

- امام احمد رحمہ اللہ کی روایت ہے ''جو شخص جان بوجھ کر نمازِ عصر چھوڑ دے تو اس کا ہر عمل بیکار ہو جاتا ہے۔''
- امام مالک اور بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جس شخص سے نمازِ عصر رہ جائے تو اس کے اہل اور مال برباد کئے جاتے ہیں۔''

امام مالک کہتے ہیں کہ اس کا مطلب وقت کا چلے جانا ہے تو گویا غم اور پریشانی کی وجہ سے اس کے اہل اور مال نہ رہیں گے۔

میں بتاتا ہوں کہ ایک دن میں نمازِ عصر کے بعد نماز پڑھے بغیر سو گیا تو خواب میں اپنے دونوں بھائیوں کو دیکھا جو مرنے کے قریب تھے، میں گھبرا کر اٹھا اور یہ حدیث یاد آئی چنانچہ سورج غروب ہونے سے دس منٹ پہلے میں نے وہ نماز پڑھ لی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 284

لوگ پسند نہ کریں تو امام نہ بنو

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ایسے لوگوں کی امامت نہ کریں جو وہ اسے پسند نہ کریں، خصوصاً اس وقت جب

وہ ناپسند کرنے میں سچے ہوں۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امامت کے لیے اس شخص کو آگے ہونا چاہئے جس کے ذمے کوئی گناہ نہ ہو لیکن اگر اس کے ذمے کوئی ایسا گناہ ہو کہ مقتدیوں کو پتہ چلنے پر اسے ناپسند کریں یا اس کے پیچھے نماز پڑھنا پسند نہ کریں تو وہ شخص امامت نہ کرائے اور پھر امام بننے والے کو چاہئے کہ اپنے چھوٹے بڑے سب گناہ مقتدیوں کے سامنے بیان کر دے اب اگر اس کے ذہن میں عام طور پر یہ خیال ہو کہ ان گناہوں کے باوجود وہ اس کے پیچھے نماز پڑھ لیں گے تو اب اس کی مرضی ہوگی، چاہے تو آگے ہو جائے ورنہ نہ ہو۔

جو شخص اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے، اسے کسی شیخ کی راہنمائی لینا ہوتی ہے جو کبھی مال خرچ کر کے، کبھی باتوں کے ذریعے، کبھی کھانا کھلا کر، کبھی ان کی ضرورتیں پوری کر کے، کبھی محفلوں میں ان کا شکریہ ادا کر کے اور پیٹھ پیچھے انہیں سراہتے ہوئے اور کبھی اپنے سے انہیں مقدم کر کے لوگوں کو سیاست (سمجھداری) سکھائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمیں ایسے کام نہیں کرنا چاہئیں جن کی وجہ سے لوگ نفرت کرتے ہیں بلکہ ہمیں ان ذکر کئے گئے کاموں کی مخالفت سے بچنا چاہئے ورنہ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ ہمیں ناپسند کریں گے اور جو شخص ایسے کام کرتا رہے اور پھر نماز با جماعت یا جمعہ میں آگے بڑھ کر لوگوں سے یہ امید رکھے کہ وہ اسے ناپسند نہیں کریں گے تو وہ غلطی پر ہے کیونکہ وہ گویا کھلے دروازوں والے گھروں میں آتا ہے۔ ''اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے، درست راہ دکھا دیتا ہے۔''

❁ ابو داؤد اور ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے کہ ''تین ایسے شخص ہوں گے کہ اللہ ان کی کوئی نماز قبول نہیں کریں گا اور پھر ان میں سے اس شخص کا ذکر کیا جو ایسے لوگوں کا امام بنتا ہے جو اسے ناپسند کرتے ہیں۔''

❁ امام طبرانی کے مطابق حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ لوگوں کو نماز پڑھائی اور بعد میں پوچھا کیا تم اس نماز پر خوش ہو؟ انہوں نے کہا آپ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی رہے ہیں تو اس نماز کو کون ناپسند کرے گا۔ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا، فرمایا ''جو شخص لوگوں کے ناپسند کرتے ہوئے انہیں نماز پڑھائے تو اس کی وہ نماز اس کے کانوں کے اوپر بھی نہ جائے گی۔''

❁ ابن خزیمہ مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''تین شخص وہ ہیں کہ جن کی نماز ان کے کانوں سے بالشت بھر بھی اوپر نہیں اٹھتی چنانچہ ان میں سے اس شخص کا ذکر کیا جو لوگوں کے کہے بغیر جنازہ پڑھائے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 285

مجبوری سے پہلی صف چھوڑ کر آخری میں کھڑا ہونے کا حکم

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم کسی صحیح اور جائز مجبوری کے علاوہ پہلی صف چھوڑ کر آخری میں کھڑے نہ ہوں۔

آخر صف میں کھڑا ہونے کی مجبوریاں

صوفیہ حضرات نے وہ مجبوریاں بتائی ہیں جن کی وجہ سے وہ آخری صف میں کھڑا ہوسکتا ہے، ایک یہ کہ وہ مخالفتوں میں الجھا ہوا ہو، دوسرے یہ کہ خود تو من پسند کھانے زیادہ کھائے لیکن بچا ہوا بھی فقیروں اور مسکینوں کو دینے سے کترائے تا کہ اس کے نیک ہونے اور عالم ہونے کی شہرت ہو سکے جیسے آگے چل کر دنیا سے کنارہ کشی کی ہدایت میں یہ مرفوع حدیث آ رہی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے دنیا کے بارے میں فرمایا کہ ''اس کے لیے وہی شخص مال جمع کرتا ہے جس میں عقل نہیں ہوتی'' چنانچہ آپ نے دنیا جمع کرنے والے کو دیوانہ قرار دیا ہے اور یہ بات اس کی تائید کرتی ہے جو صوفیہ نے کہا ہے کیونکہ جو شخص گناہوں اور شبہات میں بہت زیادہ گھرا ہوتا ہے تو وہ یقیناً کم عقل ہو جاتا ہے کیونکہ عقل (باندھنا) کو عقل کہا ہی اس بنا پر جاتا ہے کہ یہ مخالف چیزوں سے بندے کو جکڑ کر روکے رکھتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بے شمار گناہوں والے لوگوں کو صفوں کے آگے نہیں جانا چاہئے بلکہ یہ کام ان لوگوں کا ہے جو گناہوں سے بچے ہوں ہو۔

میں کہتا ہوں کہ آخری صف میں کھڑا ہونے والے اولیاء کے پاس بھی شاید یہی دلیل موجود ہے جیسے سیدی احمد زاہد، سیدی مدین اور سیدی محمد غمری رحمہم اللہ کیا کرتے تھے چنانچہ ان کے کافی مریدوں نے مجھے بتایا کہ وہ آخری صف کے علاوہ ایک نماز بھی نہ پڑھا کرتے تھے اور پھر فرماتے تھے ہمیں پتہ چلا ہے کہ اللہ کی رحمت آخری صف میں ٹھہری ہوتی ہے اور جب ایک صف والے بخشے جائیں تو ان کی وجہ سے دوسرے بھی بخش دئے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ اپنے آپ کو برا سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم میں ہر قسم کے عیب ہیں چنانچہ ایک مرتبہ سیدی شیخ ابوالعباس غمری رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آپ پہلی صف میں نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ فرمایا میں اس صف میں کھڑا ہو کر نماز پڑھنے کے لائق نہیں ہوں۔ پھر پوچھا گیا کہ اس میں کھڑا ہونے کے لائق کون ہوتا ہے؟ فرمایا جس کے جسم کا کوئی بھی حصہ گناہ میں نہ پڑا ہو یا جس نے ایک بھی گناہ پڑا نے کی کوشش نہ کی ہو۔ پھر کہا گیا ہمارا یقین تو یہی ہے کہ اللہ کے فضل سے آپ ایسے ہی ہیں، فرمایا میں اپنے آپ کو بہتر طور پر جانتا ہوں اور پھر فوت ہونے تک آپ آخری صف ہی میں نماز پڑھتے رہے۔

یہ وہ طریقہ ہے کہ جس پر امام قسم کے وہ صوفیہ چل رہے ہیں جن پر اللہ کا رعب سوار ہوتا ہے اور ان کے سامنے کوئی پردہ نہیں ہوتا چنانچہ ہم اگر انہیں ایسی دلیل دے بھی دیں کہ وہ پہلی صف میں کھڑا ہوں تو پھر بھی انہیں اللہ کے رعب

اور حیاء کی وجہ سے ہمت نہ ہوگی، رہے باقی سارے فقہاء اور محدثین تو ان میں سے ہر بالغ اور عقلمند کے لیے لازم ہوتا ہے کہ وہ پہلی ہی صف میں کھڑے ہوا کریں اور مشہور عقل وہی ہوتی ہے جس کی وجہ سے اللہ کے حکم جاری ہو جاتے ہیں اور جس کی وجہ سے بندہ علم کے مطابق عمل نہ کرتے ہوئے بھی اچھے برے کی تمیز کر سکتا ہے کہ پہلے فاسق و فاجر لوگوں میں شمار ہوتا تھا جب کہ صوفیہ کے ہاں ایسے بالغ اور عقلمند کا معنیٰ یہ نہیں کیونکہ ان کے نزدیک انسان کے بالغ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کامل درجہ کا ولی بن چکا ہو اور عقلمند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر وقت بہتر کام کرنے میں لگا ہو کہ بائیں طرف والا فرشتہ اس کے خلاف کچھ نہ لکھ سکے، صوفیہ نے بلوغ اور عقلمند ہونے کا یہ مطلب اس حدیث سے لیا ہے فرمایا "میرے قریب وہ کھڑے ہوں جو عقلمند اور سوجھ بوجھ والے ہیں۔" جسے عقل مانتی ہے اور اس وقت اسے رد نہیں کر سکتی جب ہم "اولی النُّہٰی" کا معنیٰ ایسا کامل عقل والا لیں جو عقل والے کو گناہوں سے بچائے چنانچہ جیسے صوفیہ دنیا کا مال جمع نہ کرنے کے سبب کو دیکھتے ہیں کہ مال نہ ہونے کی صورت میں صف کے آگے ہو جاتے ہیں اور ہونے کی صورت میں پیچھے ہٹ جاتے ہیں، یونہی جمہور علماء، سبب دکھائی نہ دینے کے باوجود شریعت کی حدیثوں کے ظاہری معنیٰ پر لگے ہوئے ہیں جیسے وہ شریعت کے ظاہر کو لے کر ان مقامات پر عمل کرتے ہیں جن کا کوئی سبب ہوتا ہے جیسے طواف قدوم میں خانہ کعبہ کے گرد پہلے تین چکروں میں کندھے ہلا کر دوڑتے ہیں حالانکہ ایسا کرنے کا سبب اب نہیں رہا اور وہ یہ تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کفار کے سامنے اس وقت اپنی طاقت اور جسمانی مضبوطی دکھانا تھی جب انہیں پتہ چلا تھا کہ تمہارے پاس ایسے لوگ آ رہے ہیں جنہیں یثرب کے بخار نے کمزور کر رکھا ہے چنانچہ اسی بناء پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کے پہلے تین چکروں میں دائیں کندھے کے نیچے سے کپڑا نکال کر بائیں، کے اوپر رکھنے اور کندھے ہلاتے ہوئے دوڑنے کا حکم فرمایا تا کہ ان میں سے قریش کی بات کو جھٹلایا جا سکے چنانچہ معلوم ہوا کہ صوفیہ، فقہاء اور محدثین کے مذہب کی بناء پر عقلمند ہونے اور بالغ ہونے کے لحاظ سے اتفاقاً یہی معنیٰ نکلتا ہے کہ پہلی صف میں کھڑا ہونا چاہیے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں آدمی کو پہلی صف میں کھڑا ہونے کے لیے اس وقت تیزی اور بھیڑ دکھانی چاہئے جب وہ ایسے باطنی گناہوں سے بچا ہوا ہو جن کے بارے میں لوگوں کو پتہ چلے تو اسے حقیر جانتے ہوئے پیچھے ہٹا دیں چنانچہ غازی کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے "تم ایسے صفیں باندھا کرو جیسے اللہ کے ہاں فرشتوں نے باندھی ہوئی ہیں۔" یعنی کوئی چھوٹا شخص، بڑے سے آگے نہ بڑھے اور پھر مرتبوں اور مشاہدے کے لحاظ سے اللہ کے قریبی کے آگے دھتکارا ہوا نہ بڑھے ورنہ حق تعالیٰ ایک ہی طرح سے سب کے قریب ہے لیکن اسے وہی جانتا ہے جس کے سامنے اللہ کے کسی خاص مقام پر ہونے کا پردہ نہیں اور وہ اللہ کو اس عیب سے پاک جانتا ہے چنانچہ جیسے چھوٹا فرشتہ اپنے مقام پر بڑے سے آگے نہیں ہو سکتا یونہی در پردہ گنہگار اس شخص سے آگے نہیں بڑھ سکتا جو علانیہ طور پر گناہوں سے بچا ہوا ہو۔

پھر اے بھائی! ذرا اس دنیا کی حکومت میں نظر ڈالو، بادشاہ کی بارگاہ میں کوئی چھوٹا شخص، بڑے کے مقام سے آگے نہیں بڑھتا لیکن اگر کسی کو تنگی دے کر بادشاہ کے کارندوں کی غفلت کا فائدہ اٹھا کر ان میں گھس جاتا ہے تو وہ اسے وہاں سے نکال دیں گے اور بری طرح جھڑکیں گے۔

آسمانی اور زمینی حکومت ایک جیسی

دل کی آنکھوں والے کچھ بزرگ فرماتے ہیں کہ آسمانی حکومت بھی بالکل ویسے ہی ہے جیسے زمینی حکومت چل رہی ہے چنانچہ نیکیاں لکھنے والے فرشتے، بارگاہِ الٰہی کے فرشتوں کی دائیں جانب ہوتے ہیں جب کہ گناہ لکھنے والے بائیں طرف ہوتے ہیں جیسے حکمران کے گھر کے بارے میں لکھنے والا اور لشکروں کے بارے میں لکھنے والا ہوتا ہے کیونکہ گناہ لکھنے والا ہمیشہ بارگاہ میں موجود فرشتے کی بائیں طرف ہوتا ہے اگرچہ آج کل لشکروں کو سکھانے والے ایسا نہیں کرتا کیونکہ وہ آسمانی حکومت سے واقف نہیں ہوتا۔

اس ساری گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ سب علماء اور صوفیہ اللہ کی طرف سے اس سیدھی راہ پر چل رہے ہیں جو انہیں کتاب وسنت سے معلوم ہو چکی ہے لیکن کچھ ان میں سے سختی سے کام لیتے ہوئے کہ دوسرے لوگوں سے نرمی کا برتاؤ کرتے ہیں جیسے انہیں حکم ہوتا ہے ''اور سب سے اللہ نے اچھے برتاؤ کا وعدہ کر رکھا ہے۔'' الحمد للہ رب العالمین۔

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص اس اندیشے کی بنا پر پہلی صف میں کھڑا نہیں ہوتا کہ کسی کو تکلیف پہنچے گی تو اللہ اسے پہلی صف کے مقابلے میں دوہرا اجر دیتا ہے۔''

❁ امام احمد اور مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''مجھے سب سے پہلے پختہ علم وعقل والے ملیں (پہلی صف میں ہوں) پھر اس میں ان کے قریبی اور پھر کم عمری اور کم عقلی کی بناء پر ان کے بعد والے'' چنانچہ آپ نے پہلی صف میں کھڑے ہونے کا حکم انہیں دیا جن کی عمر پختہ اور عقل پوری ہو، پختہ عمر اور پوری عقل کے دو ہی معنیٰ بن سکتے ہیں جو صوفیہ کے علاوہ فقہاء اور محدثین نے بتائے ہیں۔

❁ امام احمد وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ اور اس کے فرشتے پہلی صف والوں کے لیے بخشش کی دعا کرتے ہیں۔'' اس میں حقیقی طور پر وہ لوگ شامل ہیں جو پہلی صف میں کھڑا ہونے کے لائق ہیں اور مجازی طور پر وہ بھی جو اس کے لائق نہیں چنانچہ پہلی صف والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو کامل بن کر پہلی صف میں کھڑے ہوئے لیکن وہ مراد نہیں جو اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے مسلسل گناہ کرتے وہاں کھڑے ہوں، یونہی اس مسلم کی حدیث کے بھی دونوں ہی معنیٰ ہوں گے فرمایا ''آدمیوں کی سب سے بہتر صف پہلی ہوتی ہے اور سب سے کم درجہ آخری۔'' کیونکہ صوفیہ کے مطابق مردوں سے مراد وہ کامل قسم کے اولیاء ہیں جنہیں اللہ کی طرف سے کوئی بھی اپنی طرف متوجہ نہیں کر سکتا جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور خرید وفروخت اللہ کی یاد سے۔''

اس میں غور کرنے کی ضرورت ہے اور اسے لکھ لینا چاہیے۔ واللہ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 286

امام سے پہلے رکوع و سجود منع ہے

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم رکوع اور سجدہ کرتے نیز ان کے بعد سر اٹھاتے ہوئے امام سے پہل کرنے کی غفلت نہ کریں جیسے آج کل عام لوگ کیا کرتے ہیں چنانچہ وہ صرف عادت کے طور پر سر اٹھاتے اور نیچے لے جاتے ہیں، عبادت کی خاطر نہیں چنانچہ فرمانبرداری کے اجر سے محروم رہ جاتے ہیں اور یوں اللہ ورسول کی نافرمانی کرتے ہیں۔ مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ انسان جب امام کے پیچھے کھڑے ہو کر یہ نیت کرتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہتا ہے کہ وہ سلام پھیرنے تک امام کی پیروی نہیں چھوڑے گا تو پھر نماز کے دوران اسے امام سے آگے نکلنے کی کیا ضرورت ہے حالانکہ سلام تک امام کے پیروی کا پابند ہوتا ہے۔

اس ہدایت پر عمل کرنے کے لیے ایک ایسے شیخ کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے اللہ اور ان اماموں کا طریقہ بتاتا رہے جنہیں حضور شارع علیہ السلام نے نماز پڑھانے کی ذمہ داری دی ہے چنانچہ رکوع اور سجود میں نمازی کو اس کی پیروی کرنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ ان کاموں میں اللہ کی بارگاہ میں رہنے کے قابل ہو جائے جبکہ نماز باجماعت کا اصل مقصد ہی یہی ہے لیکن اگر وہ کسی کی راہنمائی نہیں لیتا تو ایسا نہ ہو سکے گا تاہم اگر وہ اس کا دھیان کر بھی لے گا تو عام طور پر اسے بوجھ محسوس ہوگا جب کہ راستے پر چلنے والے کے لیے حضور شارع علیہ السلام کے حکم پر چلنے میں یوں دشواری نہیں ہوتی جیسے سانس نکلنے اور اندر جانے میں نہیں ہوتی۔ اس میں غور کرو کیونکہ یہ بہت نفیس ہے۔ واللہ غفور رحیم۔

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے لکھا ہے فرمایا "تم میں سے کسی کو امام سے پہلے رکوع و سجود سے سر اٹھاتے وقت یہ ڈر نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ کتے جیسا بنا دے گا۔"

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "جو شخص امام سے پہلے ہی سر نیچا کرتا یا اٹھا لیا کرتا ہے تو وہ شیطان کے قبضے میں ہوتا ہے۔"

حضرت حافظ منذری رحمہ اللہ بتاتے ہیں امام سے پہلے سر نیچا کرنے یا اٹھانے پر حضرت امام عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کی نماز ہی نہ ہوگی لیکن عام اہل علم فرماتے ہیں کہ اس کا یہ کام صرف برا ہے لیکن نماز صحیح شمار ہوگی البتہ ان میں سے اکثر علماء یہ کہتے ہیں کہ ایسا شخص دوبارہ سجدے بھی جائے تو امام کے سر اٹھا لینے کے بعد سجدے میں اتنا وقت لگائے جتنا لگانے سے رہ گیا تھا (خطابی) واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 287

رکوع وسجود اور سیدھا کھڑا ہونے میں کوتاہی کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم رکوع وسجود پورا کرنے اور دونوں کے اندر سیدھا کھڑا ہونے میں غفلت نہ کریں خواہ امام ہوں، مقتدی ہوں یا پھر اکیلے پڑھ رہے ہوں، رہا واجب اور مستحب ذکر کو لمبا کر دینا تو یہ امام کے لائق نہیں بلکہ علماء نے اس موقع پر امام کی نماز کو باطل قرار دیا ہے جب وہ حدیث سے ثابت ہونے والے اس ذکر پر زیادتی کرتا ہے جسے کرنے کی ضرورت ہوتی ہے وہ تنہا پڑھنے والے کے لیے ہوتا ہے، رہا مقتدی تو وہ امام کے پیچھے چلا کرتا ہے اور پھر اگر اس نے مجبوراً حکم دیے گئے ذکر سے بڑھ کر ذکر کرلیا تو مقتدی اسے چھوڑ دے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فقیر جب ذات الٰہیہ کی طرف بھر پور متوجہ ہو کر مقتدیوں سے غافل ہو جائے تو اسے لوگوں کا امام بننا مناسب نہیں کیونکہ ایسے لوگ اللہ کی قید میں ہوتے ہیں، ان کا اپنا کوئی اختیار نہیں ہوتا ہاں اگر حضور شارع علیہ السلام اسے پہلی رکعت کے مقابلے میں دوسری کے اندر لمبی قراءت کا حکم فرما دیں تو ایسا کر سکتا ہے جیسے وہ امام جمعہ کی نماز میں دوسری رکعت کے اندر سورۂ غاشیہ پڑھے اور پہلی میں سبح اسم ربک الاعلیٰ حالانکہ یہ اس غاشیہ سے چھوٹی ہے جبکہ حضور ﷺ کا واضح حکم یہ ہے کہ دوسری رکعت کی قراءت پہلی سے کم ہونی چاہیے اور یونہی چوتھی میں تیسری سے کم ہونی چاہیے چنانچہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ ''آپ کی بعد والی نماز ذرا ہلکی ہوتی تھی۔''

پھر دوسری رکعت میں ہلکی تلاوت کی حکمت یہ ہے کہ بندہ اپنی عاجزی یا غفلت کی بناء پر اللہ کے سامنے دیر تک کھڑا ہو کر کمزور سا ہو جاتا ہے کیونکہ ہر ایک میں یہ ہمت نہیں ہوتی کہ ہمیشہ اللہ کے سامنے کھڑا ہونے کا دھیان رکھ سکے اور کائنات کی کوئی بھی چیز اس کے لئے رکاوٹ نہ بنے کیونکہ ایسا کام کوئی بشر نہیں کر سکتا ہاں کسی صوفی پر اللہ تعالیٰ ایسا احسان فرما دیا کرتا ہے اور واقعی اے بھائی تم دیکھو گے کہ امام جب دوسری رکعت میں پہلی سے لمبی قراءت کرے یا نماز جنازہ کی چوتھی تکبیر کہہ کر لمبی دعا شروع کر دے تو تمہاری روح اللہ کے ہاں سے نکلنے کے قریب ہو جائے گی اور وہاں صرف جسم ہی کھڑا نماز پڑھتا ہوگا چنانچہ ایسی نماز قبول ہونے کے قابل نہیں ہوتی بلکہ ٹال دینے کے قریب ہوتی ہے۔

اے بھائی! یاد رکھو کہ نماز میں اعتدال کے لیے کئی حدیثیں ملتی ہیں جو نماز کے لمبا اور مختصر کرنے کے بارے میں آئی ہیں چنانچہ امام بخاری لکھتے ہیں کہ ''رسول اکرم ﷺ اتنی دیر تک کھڑے رہتے کہ ہمیں بھول جانے کا شک گزرتا۔''

❁ ایک اور روایت میں ہے کہ جب آپ دو سجدوں کے درمیان بیٹھتے تو یوں ہوتے جیسے گرم پتھر پر بیٹھے ہوں۔''

رہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تو وہ فرماتے ہیں کہ رکوع وسجود سے سر اٹھاتے وقت پورے طور پر اتنا سیدھا ہونا واجب ہے کہ جس کے ذریعے ایک سے دوسرا رکن الگ معلوم ہو سکے کیونکہ ان دونوں مقام پر بالکل سیدھا ہو جانا نمازی کو سکون

دینے کے لیے ہوتا ہے کیونکہ وہ رکوع اور سجود میں بہت تھک چکا ہوتا ہے۔

رہے امام شافعی رحمہ اللہ تو وہ جانتے ہیں کہ رکوع وسجود سے سیدھا ہونا واجب ہے تا کہ جسم کا ہر حصہ اس مقام پر آ سکے جہاں قیام کی حالت میں تھا۔

ہم نے ''اسرار الصلوٰۃ'' (نماز کے راز) میں اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے لہٰذا وہاں سے دیکھ لو۔ واللہ اعلم۔

❁ امام احمد اور ابن ماجہ وغیرہ مرفوعاً بتاتے ہیں فرمایا ''آدمی کی نماز اس وقت تک صحیح نہیں کہلا سکتی جب تک رکوع وسجود میں اپنی پیٹھ سیدھی نہ رکھے۔''

❁ امام احمد کی روایت میں ہے کہ ''رسول اکرم ﷺ نے کوے کی طرح زمین پر چونچ مارنے سے منع فرمایا ہے۔''

❁ طبرانی اور ابن خزیمہ نے مرفوعاً لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو پوری طرح رکوع نہیں کر رہا تھا اور سجدے میں زمین پر ماتھا مار رہا تھا حالانکہ نماز میں تھا، اس پر فرمایا اگر یہ شخص اسی حالت میں فوت ہو جائے تو امتِ محمدیہ میں شمار نہیں ہوگا۔''

❁ نسائی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''تم میں سے کچھ تو وہ ہیں جو مکمل نماز پڑھتے ہیں، کچھ آدھی، کچھ تہائی، کچھ چوتھائی اور کچھ دسواں حصہ ہی پڑھا کرتے ہیں۔''

❁ نسائی کی ایک روایت ذرا لمبی ہے چنانچہ نا مناسب طریقے سے پڑھنے والے کو فرمایا ''رکوع اطمینان سے کرو، اطمینان ہی سے سر اٹھاؤ، اطمینان ہی سے سجدے میں جاؤ اور اطمینان ہی سے اٹھ بیٹھو اور پھر ساری نماز یونہی پڑھو۔''

چنانچہ کامل شخص وہی ہوتا ہے جو احادیث کے مطابق چلے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 288

نماز میں اللہ سے توجہ ہٹانا منع ہے

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی تمام نمازوں میں اللہ کی طرف سے توجہ ہٹانے کی غفلت نہ کریں اور نہ ہی ان میں عاجزی کرنا معمولی جانیں کیونکہ ہر نماز کی روح بارگاہِ الٰہی کی طرف توجہ اور نماز میں عاجزی ہوتی ہے، اللہ نے ہمیں جس بھی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے تو وہ اس لیے کہ ہم اس میں اللہ کے سامنے ہوں اور ہر ایسی عبادت جس میں انسان اللہ کی طرف پوری توجہ نہ کرے، وہ ایک عادت ہوتی ہے، عبادت نہیں ہوتی لہٰذا اس میں اجر بھی نہیں ملتا تاہم فقراء میں سے جس نے یہ کہا ہے کہ نماز میں عاجزی چھوڑنا سے فرق نہیں پڑتا تو وہ کامل طریقہ چھوڑتا ہے اور جب ایک قاری اور عالم ایسی

گنجائش نکلتا ہے لوگ جس کے پیروکار ہوتے ہیں تو جو اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے، اسے کسی خلوص والے شیخ کے طریقے پر چلنا چاہئے تا کہ وہ اس کے سامنے والے پردے اور مشکلات دور کردے جو اسے اللہ کی بارگاہ میں جانے سے روکتی ہیں اور اسے اللہ کے نزدیک کردے جس کی بناء پر وہ اللہ کے سامنے عاجزی کیا کرے اور اس سلسلے میں اسے مشکل نہ ہو لیکن جو کھائے، سوئے اور بدکاری کرے اور اس کے ساتھ گناہوں میں گرفتار ہوا اور پھر کھائے تو حرام اور شبہ والی چیزوں سے یوں پیٹ بھرے جیسے ریچھ کا ہوتا ہے تو اس میں عاجزی کہاں سے آئے گی اور علماء اس بات پر اکٹھ کئے ہوئے ہیں کہ جو حلال کھا کر پیٹ بھرا کرتا ہے تو اس کا دل سخت ہو جاتا ہے تو جو حرام سے پیٹ بھرے، اس کا حال کیا ہوگا؟ چنانچہ آج کل اکثر لوگوں کا یہی حال ہے، ایک شخص دل کی بدبختی کے کام کرتا ہے اور پھر نماز بھی پڑھتا اور اللہ کی بارگاہ میں ہونا چاہتا ہے اور خوف کھانے والا بنتا ہے جب کہ اس کے اعضاء ہر شہر اور محلے میں ظلم کرتے ہیں، یہ بات کسی بھی طرح ٹھیک نہیں، لوگ اسی سلسلے میں یہ کہاوت بولتے ہیں ''جو شخص راستہ چھوڑ دیتا ہے تو وہ بھٹکتا پھرتا ہے خواہ دن ہی کیوں نہ ہو۔''

لہٰذا اے بھائی کسی شیخ کے بتائے راستے پر چلو تا کہ وہ تمہیں بارگاہِ الٰہی میں حاضری اور عاجزی کا طریقہ بتائے پھر اپنے بارے میں تکبر سے یہ نہ کہو کہ ''میں عالم ہوں'' گھاٹے میں پڑو گے جبکہ ایک عالم کے لیے شرط یہ ہوتی ہے کہ ہر بیماری کا علاج جانتا ہو اور بیماری پر دوائی ڈال سکے اور جو شخص مثلاً یوں کہے کہ بخار کی دوا ایسی ہے حالانکہ بخار کو جانتا ہی نہ ہو تو یوں ہوگا جیسے وہ کچھ بھی نہیں جانتا۔

ہم نے عھود المشائخ میں بتایا ہے کہ ہر فقیہ کے لیے ایسا کوئی شیخ بنانا ہونا ضروری ہے جو اسے ایسے راستے پر چلائے جس کی وجہ سے وہ اپنے علم پر عمل کر سکے تا کہ اپنے آپ اور دوسرے لوگوں کو پورا فائدہ پہنچا سکے اور اس شمع جیسا نہ بن جائے جو دوسروں کو تو روشنی دیتی ہے لیکن خود کو جلا دیتی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''بے شک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور بری بات سے اور اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔'' یعنی نماز میں موجود غفلت والی تلاوتِ قرآن، رکوع اور سجدہ وغیرہ سے بڑا ہے۔

یہاں اللہ کے ذکر سے مراد بندے کا دلی طور پر اپنے پروردگار کے سامنے ہونا ہے یا اسے یہ علم ہونا ہے کہ وہ بارگاہ الٰہی میں ہے اور وہ اسے دیکھ رہا ہے چنانچہ جو ایسی احسان والی نماز پڑھتا ہے تو اس کی نماز اسے نماز سے باہر بھی بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے کیونکہ یہ بات اس وجہ سے ہوتی ہے کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے اور جو نماز میں حاضر نہیں ہوتا تو بارگاہ میں ذرا سا بھی نہیں ہوتا کہ نماز کے باہر بھی اس کے ساتھ ہو، یہی وجہ ہے تم اکثر لوگوں کو دیکھو گے جو ہمیشہ نمازیں پڑھتے ہیں اور اس کے باوجود گناہوں اور ذلیل کاموں میں گرفتار ہوتے ہیں۔

یہ بات اس شخص کی تفسیر سے بہتر ہے جو یہ کہتا ہے کہ نماز کے بے حیائیوں اور برائیوں سے روکنے کا مطلب یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک یہ اسے ان برائیوں سے بچاتی ہے اور اس سے کوئی بھی گناہ ہونے نہیں پاتا۔ اس میں غور کرو اور اسے لکھ لو اور اے بھائی! یہ بات ذہن میں رکھو کہ جو شخص نماز میں موجود نہیں ہوتا، وہ گھاٹے میں رہتا ہے اور اللہ گھاٹے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ آخرت میں انعامات صرف اس شخص کو ملتے ہیں جو یہاں دنیا میں کوئی مقام حاصل کرتے ہیں اور جو بھی شخص یہاں کوئی مقام حاصل نہیں کرتا، اسے آخرت میں کچھ نہیں ملتا ''ہرگز نہیں، وہ اس دن اپنے ربّ سے پردے میں ہوں گے۔'' کیونکہ وہ اس دنیا میں رہتے ہوئے بارگاہِ الٰہی سے پردے میں رہے تھے اگرچہ مومن اور کافر کے پردے میں ہونے کا فرق ہوتا ہے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر اولیاء کرام اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہوں تو گناہوں سے بچ نہیں سکتے پھر فرمایا کہ حضرت امام لیث بن سعد اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ بھی احسان کے مرتبے پر پہنچے ہوئے تھے چنانچہ دونوں میں سے ہر ایک کہا کرتا تھا کہ میں اپنے اس دور میں ایسے شخص کو اس وقت سے جانتا ہوں جب سے اس نے اپنے آپ کو بچا رکھا ہے اور گناہ کا کوئی کام نہیں کیا، ان کے مرید جان لیتے تھے کہ وہ اپنا آپ مراد لیتے ہیں کیونکہ ان کے علاوہ یہ بات دل کی آنکھوں کے بغیر اور کوئی نہیں جانتا تھا علاوہ ازیں اللہ کا اپنے بندے پر قابو ہوتا ہے جب تک وہ کسی کے دل میں نہ کھٹکے۔

پھر یہ بات معلوم ہی ہے کہ احسان کے مقام میں شیطان کسی بھی حیلہ میں داخل نہیں ہوسکتا اگر وہ داخل ہو سکے تو یقیناً ایسا کوئی نہ ہوگا کہ وسوسے کے ذریعے کئے گئے گناہ اس کی طرف منسوب ہوں جس سے پتہ چلا کہ وہ وہاں داخل نہیں ہوسکتا اور جسے اس کی نماز میں وسوسہ پڑے اور پھر بھی وہ یہ دعویٰ کرے کہ وہ احسان کے مرتبے میں ہے (بارگاہ الٰہی میں حاضر ہے) تو وہ اپنے اس دعوے میں سچا نہیں ہوگا، اسی بناء پر انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں کیونکہ وہ ہر وقت بارگاہِ الٰہی میں ہوتے ہیں بلکہ کھانے پینے، ہمبستری کرنے اور ہنسی مزاح میں بھی وہیں ہوتے ہیں۔

میرے بھائی حضرت افضل الدین رحمہ اللہ نے ایک ایسے فقیہ کو دیکھا جو نماز میں کھیلتے ہوئے نیت تلاش کر رہا تھا چنانچہ اسے فرمایا تم کیسے نیت کو تلاش کر رہے ہو جب کہ بارگاہ میں حاضر ہونا اور عاجزی کرنا، اللہ ہی کی وجہ سے ہوتا ہے اور تمہارا ہر عضو ایک وادی میں ہے جو خواہش میں پڑا ہوا ہے لہٰذا پہلے تم رکاوٹیں دور کرو اور پھر نماز پڑھو ورنہ تکبیر کہنے کے بعد تم سے یہ ممکن نہ ہوگا کہ رکاوٹیں دور کر سکو اور لازمی طور پر نماز میں تم اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف متوجہ ہو گے چنانچہ نہ تو تمہیں بارگاہ میں حاضری نصیب ہوگی اور نہ ہی تم میں عاجزی پیدا ہوگی اور پھر پہلے والے نیک لوگ اپنے مرید کے ساتھ اس بات پر نرم رویہ نہیں اپناتے تھے جب نماز میں ہوتے ہوئے اس کے دل میں دنیا کا خیال آتا جب کہ حضرت جنید رحمہ اللہ نے حضرت شبلی رحمہ اللہ سے کہا تھا کہ اے ابوبکر! اگر ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک تمہارے دل میں اللہ کے علاوہ کوئی اور سما جائے تو تمہیں توبہ کرنے والا شمار نہیں کیا جائے گا کیونکہ ایسے میں تجھ سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا تو اے بھائی! تم اس مقام کو کوئی اعلیٰ مقام شمار نہ کرو، یہ تو مریدوں کا ابتدائی مقام ہوتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی مرید طریقت میں پہلا قدم رکھتا ہے تو ہر ایک کو پیدا کرنے والے کا مشاہدہ کرتا ہے اور لذتوں میں گرفتار ہونے سے بچ جاتا ہے جیسے وہ شخص جو بادشاہ کی محفل تک پہنچ جاتا ہے تو وہ اس کے کسی لشکری کے گھوڑے کی خدمت کرنے والے ایسے شخص کی طرف نہیں دیکھا کرتا جو اسے اتنا خوبصورت چہرہ دیکھنے کی بجائے کسی اور کسی کو دیکھنے پر لگا دے۔

حضرت جنید رحمہ اللہ کا کلام ہے کہ ''جو حق تعالیٰ کا مشاہدہ کر لیتا ہے تو وہ مخلوق کی طرف نہیں دیکھتا'' کیونکہ ایک

ی لیے میں حق تعالیٰ اور مخلوق کو صرف رسول اللہ ﷺ ہی دیکھ سکتے ہیں یا پھر آپ کے کامل وارث دیکھا کرتے ہیں اور یہ بات صرف ذوق والا ہی جانتا ہے۔

معروف کرخی اور تیس سال تک اللہ سے کلام

حضرت شیخ معروف کرخی رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ تیس سال سے میں اللہ سے کلام کر رہا ہوں لیکن لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں ان سے کلام کرتا ہوں۔

مجھے سیدی ابراہیم متبولی کے ایک مرید شیخ یوسف کردی (جو اکثر حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ رہتے تھے) نے بتایا کہ میں مصر میں حضرت سیدی ابراہیم متبولی کے ہمراہ تھا، پھر ہم وہاں سے حج کرنے واپس ہوئے تو وہ کھجوروں کے اس باغ سے گذرے جو انہوں نے حج کے دنوں میں لگایا تھا، سیدی ابراہیم نے مجھ سے پوچھا کہ کھجور کا باغ کس کا ہے؟ ہم نے بتایا کہ یہ آپ کا ہے۔ پھر پوچھا کہ اسے کس نے لگایا ہے؟ ہم نے کہا کہ آپ نے، اس پر فرمایا مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم، ستر سال ہو گئے اور میں بارگاہِ الٰہی سے الگ نہیں ہوا اور مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں ہوتے ہوئے میرے دل میں باغ لگانے کا خیال آ جائے یا میں کوئی ڈیرہ بناؤں جس میں غریب اور حاجی لوگ ٹھہرا کریں، ہاں یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی فرشتے کو میری شکل میں بھیج دیا ہو جس نے اسے لگا دیا ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص صوفیہ کے طریقے پر نہیں چلتا تو وہ اللہ کے مشاہدے کے باوجود اس سے دور ہوتا ہے چنانچہ عام طور پر اس میں عاجزی نہیں ہوتی کیونکہ وہ اللہ کی ان تجلیوں سے واقف نہیں ہوتا جو پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر دیتی ہیں اور انہی کی وجہ سے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام گر پڑے تھے۔

حضرت سیدی علی مرصفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں علم میں جھگڑا کرنے والوں کیلئے اولیاء کے مقامات اور کرامات تک پہنچنے میں ان کا یہ دعویٰ رکاوٹ بنتا ہے کہ وہ دوسرے کے مقابلے میں اللہ کو زیادہ جانتے ہیں اور وہ علم جو ان کی حکومت ہوتا ہے، اس پر انہیں اس وقت بھول جانے کا خدشہ رہتا ہے جب وہ فقیروں کی راہ پر چلتے ہیں حالانکہ یہ نفسانی اور شیطانی دھوکا ہوتا ہے کیونکہ فقیروں کا راستہ تو ان کے علم میں اضافہ کرتا ہے، ان کے دلوں کو روشنی دیتا ہے اور وہ اپنی عبادتوں میں اللہ کے سامنے حاضر رہتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ ان فقیروں سے وہ فقیر مراد نہیں جو دسویں صدی ہجری کے دوسرے آدھے حصے میں اپنے ڈیروں کے اندر دکھائی دے رہے ہیں اور ذکر کی محفلیں کیا کرتے ہیں کیونکہ فقیہ لوگ ان سے بہر صورت بہتر ہیں اور ان کا مقام اعلیٰ ہے کیونکہ وہ کتاب و سنت اور ائمہ کے کلام کے علم و فہم میں ان سے بڑھ کر ہیں، ہماری مراد اللہ کے عارف لوگ ہیں جو مجتہدوں کے سارے مذہبوں کو جانتے ہیں اور ان کی تقلید کرنے والے وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ کی طرف سے علوم ملے ہوئے ہیں اور یہ لوگ مصر میں بہت تھوڑے ہیں لیکن سچائی پر قائم ہیں جو انہیں اللہ کی طرف سے ملی ہوئی ہے۔

شیخ عزالدین بن عبدالسلام فرماتے تھے کیا کتاب و سنت سے ہمارے سمجھے ہوئے طریقے کے علاوہ بھی کوئی طریقہ

موجود ہے جو دوسرے صوفیہ کے طریقہ کو غلط قرار دیتا ہو؟ لیکن جب سیدی شیخ ابوالحسن شاذلی سے ملاقات ہو چکی اور ان سے کچھ حاصل کر لیا تو فرمایا صوفیہ کے علاوہ ایسا کوئی نہیں جو شریعت کے انمٹ قاعدوں پر چل رہا ہو۔ پھر فرمایا میری اس بات کا پتہ چلانا ہو تو ان کی کرامتوں اور عادت کے خلاف ہوتے کاموں کو دیکھو کیونکہ یہ کام اور کوئی نہیں کر سکتا خواہ وہ کتنا ہی بڑا عالم کیوں نہ ہو جائے۔

یہ ہیں وہ آپ کے الفاظ جنہیں ''تقریب'' نامی اپنی تالیف میں انہوں نے لکھا ہے اور جب تک امام غزالی اپنے شیخ بازغانی سے نہیں ملے تھے تو ہمارے علم کے مطابق انہوں نے بھی یونہی فرمایا تھا۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک عالم کے لیے نماز میں حاضر رہنے کی زیادہ سے زیادہ علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی تلاوت میں غور وفکر کرتا رہتا ہے، حرفوں کے مخرجوں کو جانتا ہے اور اس تلاوت سے شریعت کے احکام نکال لیتا ہے جب کہ یہ سب کام اسے اللہ سے ہٹانے والے ہوتے ہیں کیونکہ کچھ آیتیں ایسی ہوتی ہیں جو اسے جنت کی طرف لے جاتی ہیں تو وہ وہاں کی نعمتیں دیکھ رہا ہوتا ہے اور کچھ ایسی ہوتی ہیں جو اسے جہنم تک پہنچا دیتی ہیں تو وہاں کے عذاب وغیرہ دیکھتا پھرتا ہے، کوئی آیتیں ایسی ہیں جو حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ حضرت محمد ﷺ کے واقعات بتاتی ہیں تو پھر نماز میں حضوری کہاں رہی؟ جب کہ انسان میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ بیک وقت واقعات پر نظر جیسی چیزوں کے ساتھ ساتھ نماز میں حاضر رہ سکے چنانچہ اسی بناء پر حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ نماز میں ایک ضعیف شخص کے لیے سینے کے نیچے دائیں ہاتھ سے بائیں کو پکڑنے کی بجائے زیادہ بہتر یہ ہے کہ وہ ہاتھوں کو کھلا چھوڑے رکھے کیونکہ یوں وہ اللہ سے محو گفتگو ہونے اور راز و نیاز کی باتیں کرنے میں پریشان ہو سکتا ہے اور وہ اس پر پوری توجہ نہیں دے سکتا جب کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ سینے کے نیچے ہاتھ باندھنے کی بجائے اس کے لیے زیادہ بہتر یہ ہے کہ وہ اللہ سے محو گفتگو ہونے پر زیادہ توجہ دے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سینے کے نیچے ہاتھ رکھنے کا حکم صرف اس شخص کو ہوتا ہے جو ان میں کھو نہ جائے اور اللہ کے ساتھ خطاب سے ہٹ نہ جائے اور یہ کام صرف وہی اکابر کر سکتے ہیں جنہیں اللہ نے ثابت قدم رکھا ہوا ہے، رہے چھوٹے لوگ تو وہ بیچارے تو رکعتوں کی گنتی ہی بھول جایا کرتے ہیں اور نماز کی تسبیح بھلا بیٹھتے ہیں کیونکہ یہ ایسی بارگاہ ہے کہ جو عقلوں کو دنگ کر جایا کرتی ہے جیسے اللہ والوں کو معلوم ہے اور اگر اللہ تعالیٰ ان پر کرم نہ فرمائے تو انہیں پڑھی ہوئی رکعتوں کا بھی پتہ نہ چل سکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁ ترمذی اور دیلمی رحمہما اللہ مرفوعاً لکھتے ہیں ''اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کا کوئی عمل قبول نہیں کرتا جب تک اس کے بدن کے ساتھ ساتھ اس کا دل بھی نماز وغیرہ میں حاضر نہ ہو۔''

❁ ترمذی، نسائی اور ابن خزیمہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''ہر نماز دو دو رکعت کی ہوتی ہے، ہر دو کے بعد تشہد پڑھنا ہوتا ہے، عاجزی کرنا ہوتی ہے، گریہ زاری ہوتی ہے، ہر کام باوقار طریقے پر کرنا ہوتا ہے، اپنے آپ کو بھوکا دکھانا ہوتا ہے اور اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھانے ہوتے ہیں لیکن جو ایسا نہیں کرتا تو اسے بہت کم اجر ملے گا۔

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''نماز پڑھتے وقت انسان اگر پورے طور پر عاجزی اور رکوع نہ کرے تو اس کی وہ نماز قبول نہیں ہوتی۔''

❁ انہی کی ایک یہ روایت بھی ہے ''وہ پہلی چیز جسے اس امت سے اٹھا لیا جائے گا، عاجزی ہوگی چنانچہ کوئی شخص عاجزی کرتا دکھائی نہ دے گا۔''

❁ طبرانی اور ابو داؤد وغیرہ بتاتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ نماز پڑھا کرتے تو رونے کی وجہ سے آپ کی آواز یوں نکلتی جیسے ابلتی دیگ سے سنسناہٹ سنائی دیتی ہو۔''

❁ طبرانی کے مطابق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے تو بہت زیادہ عاجزی کی وجہ سے ایسے لگتے جیسے ڈالا ہوا کپڑا ہوتا ہے۔

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''تین وہ شخص ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے پیار کرتا ہے، جلد افطاری کرنے والا، سحری دیر سے کھانے والا اور نماز میں دونوں ہاتھوں میں سے ایک کو دوسرے پر رکھنے والا۔'' کیونکہ یہ چیزیں عاجزی کرنے والوں کی علامت ہوتی ہیں۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 289

لوگوں کی گردنوں کے اوپر سے پھلانگنا منع ہے

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اس وقت کبھی بھی لوگوں کی گردنوں کے اوپر سے نہ گذرا کریں جب وہ صفیں باندھے نماز کی انتظار کر رہے ہوں، خطیب، واعظ یا استاد کو پڑھاتے سن رہے ہوں کیونکہ اس میں اللہ کا ادب ہے اور مسلمانوں کی بہتری ہے خواہ وہ کوڑا کرکٹ ہی کیوں نہ اٹھاتے ہوں کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں کہ عام لوگ تو کیا ان کے سامنے بادشاہوں کے قدم بھی ڈگمگا جاتے ہیں اور جو لوگوں کی گردنوں سے پھلانگتا ہے تو جانوروں میں شمار ہوتا ہے چنانچہ ایک بھلائی کرنے والے شخص کے لیے بہتر طریقہ یہ ہے لوگوں سے پہلے آجایا کرے یا پھر نماز کھڑی ہو جانے پر پیچھے کھڑا ہو جائے اور جہاں خالی جگہ نظر آئے، وہاں کھڑا ہو جائے بشرطیکہ کسی پہلی صف میں کھڑا تھا ورنہ آخری صف میں چلا جائے اور جب مسجد میں داخل ہو تو جوتا کسی کے سامنے نہ ہونے پائے بلکہ ہاتھ میں اسے کپڑے وغیرہ سے چھپا لے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ کی عادت یہ تھی کہ کسی دوسرے شخص کے بغیر اکیلے مسجد میں نہ جاتے، اگر آجاتے اور دروازے کے اندر کوئی اور نہ ہوتا تو اس کے آنے تک انتظار کرتے اور پھر یوں اندر جاتے جیسے کسی مجرم کو حکمران کے پاس لایا جاتا ہے۔

میرے بھائی افضل الدین فرماتے ہیں میں لوگوں میں یہ اچھی عادت دیکھتا ہوں کہ وہ مجھے باہر نہیں بھگاتے بلکہ مسجد میں داخل ہونے دیتے ہیں اور پھر آخری صفوں میں جوتوں کے پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھتے اور فرماتے اللہ کی طرف سے اترنے والی رحمت، تکبر کرنے والے پر نہیں ہوتی اور نہ ہی اس پر ہوتی ہے جو ادب کرنے سے غافل ہو۔

امام احمد اور ابوداؤد وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے کہ جمعہ کے دن ایک شخص اس وقت گردنیں پھلانگ رہا تھا جب نبی کریم ﷺ خطبہ دے رہے تھے، اس پر آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ کیونکہ تم ہمیں بھی پریشان کر رہے ہو اور خود بھی ہو رہے ہو۔''

ایک اور روایت کے الفاظ یوں ہیں ''دیر سے آ کر تم نے ہمیں پریشان کیا ہے۔''

ابن ماجہ اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو شخص جمعہ کے دن لوگوں کے گردنیں پھلانگتا ہے تو اسے جہنم کے راستے میں پل بنا دیا جائے گا۔''

طبرانی بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص دیکھا جو لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر انہیں پریشان کر رہا تھا، اس پر فرمایا کہ ''جو کسی بھی مسلمان کو پریشان کرے گا تو مجھے ہی پریشان کرتا ہوگا اور جو مجھے ستائے گا تو وہ اللہ کو ناراض کرے گا۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 290

اللہ سے درخواست کے وقت آنکھیں اٹھانا منع ہے

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ جب ہم اللہ سے کوئی درخواست کر رہے ہوں تو آنکھیں اوپر نہ اٹھائیں خواہ وہ درخواست اوپر والی چیزوں کے بارے میں ہو یا نچلی چیزوں کے بارے میں اور دونوں چیزیں وقت کھلا ہونے اور تنگ ہونے کے لحاظ سے جانی پہچانی ہیں۔

یونہی اللہ کے سامنے درخواست کرتے وقت ہمیں ہاتھ تو کیا دلوں کی توجہ بھی اس سے نہیں ہٹانی چاہیے۔

یہ وہ ادب ہے جو ہر انسان کو کرنا ہوتا ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کسی خاص جگہ پر نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ کسی ایک طرف ہوتا ہے۔

اسے یوں سمجھئے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہم تنہائی اور اندھیرے وغیرہ میں اپنی شرمگاہیں ڈھانک رکھا کریں حالانکہ ہماری کوئی چیز اللہ کے سامنے پردہ نہیں بنتی۔ اسے ذہن نشین کر لیں۔

برائی اور بھلائی، حرام و حلال کھانے کی وجہ سے ہوتی ہے

اس ہدایت پر عمل کرنے کے لیے کسی شیخ کی ضرورت ہے ورنہ وہ اپنے اعضاء کو ادھر ادھر ہونے سے نہیں روک سکے گا اور جو اس طریقے پر نہیں چلے گا تو وہ کم از کم اتنا کر دے گا کہ سیر ہو کر کسی اور چیز کو ہاتھ لگانا نہ چاہئے گا لیکن ایسا نہیں ہوگا کیونکہ انسان جب سنت طریقے سے زیادہ کھالیتا ہے تو اس کے اعضاء آزاد ہو جاتے اور بے فائدہ کام کرتے ہیں جب کہ جو سنت طریقے کے مطابق کھاتا ہے تو اس کے اعضاء حرام تو کیا ہر قسم کے کھیل وغیرہ سے رک جاتے ہیں اور ہم بار بار کہہ چکے ہیں کہ برے کام حرام کھانے ہی کی وجہ سے ہوا کرتے ہیں جب کہ عبادتیں حلال کھانے پر ہوتی ہیں چنانچہ حلال کھانے والا اگر نافرمانی کرنا چاہے تو نہیں کر سکے گا جب کہ حرام کھانے والا فرمانبرداری کرنا چاہے تو وہ بھی نہیں کر سکے گا۔ واللہ غفور رحیم۔

❁ امام بخاری وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''ان لوگوں کو کیا بنے گا جو اپنی نمازوں میں آنکھیں اوپر اٹھاتے ہیں، انہیں اس بات سے رکنا ہوگا ورنہ ان کی آنکھیں اچک لی جائیں گی۔''

❁ ترمذی وغیرہ نے ایک لمبی مرفوع حدیث میں لکھا ہے ''جب نماز شروع کر دو تو ادھر ادھر نہ دیکھا کرو کیونکہ جب تک وہ اپنا چہرہ ادھر ادھر نہیں کرتا، اللہ اس کے عین سامنے ہوتا ہے۔''

❁ امام احمد وغیرہ کی مرفوع روایت میں ہے ''جب تک انسان نماز میں ادھر ادھر نہیں دیکھتا، اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی طرف دیکھتا رہتا ہے۔''

❁ امام احمد وغیرہ ہی کی روایت ہے ''جب تک نماز میں انسان ادھر ادھر نہیں دیکھتا، اللہ تعالیٰ اسے دیکھتا رہتا ہے اور جب چہرہ ایک طرف کر لیتا ہے تو وہ بھی توجہ ہٹا لیتا ہے۔''

طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو نماز میں کھڑے ہوئے ادھر ادھر دیکھے تو اس کی نماز گنتی میں نہ آئے گی۔''

❁ ایک اور روایت میں ہے ''ادھر ادھر دیکھنے والے کی نماز نہیں ہوتی چنانچہ اگر نفل نماز میں ایسی کوتاہی ہو جائے تو فرض نماز میں نہ ہونے پائے۔''

❁ ابن ماجہ کے مطابق حضرت اُمِ سلمیٰ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز پڑھتے تو سجدے کی جگہ سے کسی کی بھی نظر نہ اٹھتی اور جب آپ کا وصال مبارک ہو گیا تو پھر بھی ان کی نظر سجدے کی جگہ سے نہ اٹھا کرتی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو کسی کی نظر قبلہ سے نہ ہٹا کرتی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں جب فتنہ برپا ہوا تو عام لوگ دائیں بائیں دیکھنے لگے۔ واللہ غفور رحیم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 291

امام کے خطبہ کے دوران باتیں کرنے کی اجازت نہیں

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم کسی مجبوری کے علاوہ خطیب کے خطاب کے دوران باتیں نہ کریں اور یہ کام حضور ﷺ کے نائب ہونے ہونے کا ادب کرنے کی خاطر کریں کیونکہ ان کا ادب نائب بنانے والے جتنا ہی ہوتا ہے خواہ دونوں کے مرتبوں میں بڑا فرق ہو اور پھر اگر اسے سنتے وقت اللہ کی طرف توجہ رکھ سکیں تو اس کے علاوہ ایک اور زیادہ ادب کرنا ہوگا اور جب کوئی شخص باطنی آنکھوں سے دیکھتا ہے تو اسے پتہ چل جاتا ہے کہ ہر وعظ کرنے والا رسول اکرم ﷺ کا ایلچی ہوگا چنانچہ آدمی کو چاہئے کہ خطیب کے وعظ کو کسی دوسرے کے لیے نہ جانے، وعظ سننے کے لیے خطیب کے سامنے ہونے کا اجر نہیں مل سکے گا جیسے اکثر لوگ کر رہے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ خطیب کہہ رہا ہے، وہ کسی اور کے بارے میں ہے جب کہ اپنا آپ بھول جاتے ہیں اور کبھی یوں بھی کہتا ہے کہ گنہگاروں، ظالم کتوں اور منافقوں پر برسنے کی وجہ سے آج کل واعظ لوگ بہت کامیاب جا رہے ہیں لیکن خود اپنے بارے میں اس کی کسی بھی بات کا اثر نہیں لیتا۔ یہ اس وقت کہتا ہے جب وہ اس کا وعظ دھیان سے سنتا ہے لیکن اگر دنیاوی باتوں اور چغلیاں کرنے میں مصروف ہوتا ہے تو برا کرتا ہے، اللہ و رسول کی حدوں کو پار کر کے ان کی بے ادبی کرتا ہے۔ جب کہ واعظ اسے اللہ کے بارے میں بتا رہا ہوتا ہے چنانچہ جو شخص خاموش رہنے والوں میں سے ہوتا ہے، اسے کسی شیخ کی ہدایت پر چلنا چاہئے جو اپنے ساتھ لے کر اسے اس کے عیب بتائے تا کہ خطیب سے سنی ہوئی ہر بات کو اپنے حق میں جان سکے جس کی بناء پر وہ چپ ہی رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جب جمعہ کا خطبہ ہو رہا ہو تو کسی سے کہہ دو کہ خاموش رہو تو تمہاری یہ بات بے مقصد ہوگی۔'' (اس کا اجر نہ ہوگا)

❁ ایک معنیٰ یہ ہے کہ تمہارا یہ کام گناہ ہوگا، یہ بھی کہتے ہیں کہ اس سے جمعہ کا ثواب ختم ہو جائے گا اور یہ معنیٰ بھی ہے کہ تمہارا وہ جمعہ ظہر کی نماز بن جائے گا۔

❁ امام احمد اور طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص جمعہ کے دن خطیب کے خطاب کے دوران باتیں شروع کر دے تو وہ اس گدھے جیسا ہوگا جس پر کتابیں لادی جاتی ہیں اور جو اسے کہے گا کہ خاموش ہو جاؤ تو اس کا جمعہ بے کار ہوگا۔'' تاہم اس کا طریقہ یہ ہے کہ اسے اشارے سے چپ کرائے، منہ سے نہ بولے۔

❁ ابوداؤد وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص جمعہ کے دن بے فائدہ باتیں کرے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگے تو اس کا جمعہ ظہر کی نماز شمار ہوگا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 292

جمعہ میں دیر کرنے والے کو سمجھانا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان جمعہ کے موقع پر امام کے منبر پر چڑھنے تک دیر کرے تو اسے یہ کام نہ کرنے دیں بلکہ اس سے کہیں کہ امام کے منبر پر چڑھنے سے پہلے ہی آ جایا کرے جس کی وجہ امام طبرانی اور اصفہانی کی یہ حدیث ہے فرمایا ''جمعہ کے لیے آیا کرو اور امام کے قریب بیٹھا کرو کیونکہ ایسا آدمی جنتی ہوتا ہے لیکن جمعہ سے لیٹ ہونے کی وجہ سے جنت میں دیر سے پہنچتا ہے حالانکہ یقیناً جنتی ہوتا ہے۔'' واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 293

جمعہ چھوڑ دینے والے کو سمجھانا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ کسی بھی مسلمان کو ہم جمعہ نہ چھوڑنے دیں بلکہ اسے اس بات سے روکیں اور اس پر مہربانی کرتے ہوئے اسے سختی سے ڈانٹیں اور یہ اندیشہ رکھیں کہ کہیں اللہ اس کے دل پر مہر نہ لگا دے کیونکہ ایسی صورت میں مرنے تک اس کے دل میں نیکی کا خیال نہیں آ سکے گا اور پھر جب ہمیں یہ پتہ چل جائے کہ کسی نے مجبوری کے بغیر جمعہ میں آنا چھوڑ دیا ہے اور یہ دیکھ کر کسی مجبوری کے بغیر خاموش رہیں تو ہم اللہ و رسول ﷺ کے حکم پر نہیں چلتے ہونگے اور بہت بڑا گناہ مول لے رہے ہوں گے۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ عموماً اس پر عمل نہیں ہو رہا چنانچہ تمہیں ایسا کوئی شخص نظر نہیں آئے گا جو جمعہ چھوڑنے والے کو برا کہے اور اس سلسلے میں قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص کسی کے گناہ میں گرفتار ہونے کو معمولی سا کام سمجھے تو اس کا مطلب یہ ہے وہ دل ہی دل میں گناہ کرنے کو معمولی جانتا ہوگا اور جو خود اتنا جرم نہیں کرتا، وہ دوسرے کے اس میں گرفتار ہونے کو اہمیت دے گا، اگر یہ قاعدہ ہر مقام پر سچا نہیں آتا تو اکثر مقامات پر ضرور یونہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک پر مہربانی فرمائے۔

❁ امام احمد، ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص کسی مجبوری کے بغیر لگاتار تین جمعے چھوڑ دیتا ہے تو وہ منافق ہوتا ہے۔''

اس سلسلے میں اور بھی احادیث ملتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 294

زکوٰۃ دئے بغیر سونا چاندی جمع رکھنے کا علم

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اس وقت تک سونا چاندی اپنے پاس جمع نہ رکھیں جب تک یہ یقین نہ ہو کہ ہمیں اس کی زکوٰۃ دینی ہے، یہ زکوٰۃ اسے خالص بنائے گی اور خوشحال کر دے گی اور اگر یہ یقین ہو کہ ہم زکوٰۃ نہیں نکالیں گے تو نصاب سے کم مقدار میں جمع کریں۔

اس ہدایت پر عمل کرنے کے لیے ایک سچے، کامل اور سچے راہنما شیخ کی ضرورت ہوتی ہے ورنہ وہ اس پر عمل نہیں کر سکے گا، انہیں جمع کر کے روک رکھے گا اور اگر کچھ حصہ نکالے گا تو اس کے قبول ہونے میں کوئی مشکل پیش آئے گی لہٰذا اے بھائی کسی ایسے شیخ سے راہنمائی لو جو تم سے دنیا کی محبت نکال دے یعنی تم اس کی طرف توجہ ہی نہ دو کیونکہ ذاتی طور پر یہ دنیا بری نہیں، ضرورت یہ ہے کہ اس کی طرف توجہ نہ ہو کیونکہ اگر دنیا سے کنارہ کرنے کا حکم ہوتا تو کسی بھی شخص کے لیے اسے روک رکھنا جائز نہ ہوتا جب کہ ایسا کوئی بھی نہیں کہتا، خدشہ صرف اس صورت میں ہے کہ دنیا سے محبت کی بناء پر اسے اپنے پاس روک رکھے کیونکہ ایسی صورت میں اس کے سامنے پردہ آ سکتا ہے اور انسان بخیل گنا جا سکتا ہے اور پھر وہ اس کی زکوٰۃ نکالنے سے رک سکتا ہے۔

کچھ لوگوں نے یہاں غلطی کھائی ہے چنانچہ انہوں نے سرے ہی سے دنیا کو جمع کرنا چھوڑ دیا ہے جس کی وجہ سے انہیں کئی بہانوں کے ذریعے لوگوں سے مانگنا پڑتا ہے لیکن اگر وہ مشائخ کے طریقے پر چلتے اور وہ انہیں اس کی طرف توجہ کرنے سے روکتے تو ڈھیروں سونا جمع کر کے مسکینوں پر خرچ کرتے جس کی بناء پر انہیں دنیا و آخرت میں نیکی کمانے کا موقع ملتا۔

کہتے ہیں کہ ایک فقیر سیدی ابراہیم متبولی کے آستانے پر آیا، دن رات عبادت کرنا شروع کر دی اور کاروبار چھوڑ دیا، شیخ نہیں چاہتے تھے کہ وہ کاروبار نہ کرے، اس پر اس سے کہا اے بیٹے! تم کاروبار کر کے اپنے پاؤں پر کھڑا کیوں نہیں ہو جاتے تا کہ لوگوں کی طرف سے کھانے کی انتظار نہ کرنا پڑے؟ اس نے کہا اے آقا! جب میں آپ کے آستانے پر حاضر ہوا تو روشندان میں ایک اندھا اُلو دیکھا جو دوسرے پرندوں کی طرح اڑ نہیں سکتا تھا، پھر ایک عقاب دیکھا جو روزانہ اس کے پاس گوشت کا ایک ٹکڑا لاتا اور اس روشندان میں پھینک دیتا جس کی وجہ سے خیال آیا کہ مجھے تو اس الو سے بھی اللہ پر زیادہ بھروسہ کرنا چاہئے۔

اس پر حضرت ابراہیم نے اس سے کہا تم خود اندھا اُلو کیوں نہیں بن جاتے اور اسے عقاب کیوں نہیں بناتے کہ خود بھی کھائے اور تمہارے جیسے الو کو بھی کھلائے۔ فقیر نے توبہ کی اور کام شروع کر دیا۔

لہٰذا فقیر کو ایسے سچے حال میں ہونا چاہئے کہ جس کے پاس دنیا خود چل کر آئے اور یونہی اسے لینے کے لیے بھی سچا

حال ہونا چاہیے۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو بھی مسلمان سونا اور چاندی جمع کرے لیکن اس کا حق (زکوۃ) ادا نہ کرے تو قیامت کے دن اس کے لیے آگ کے ٹکڑے بچا دئے جائیں گے چنانچہ جہنم کی آگ میں اسے ان پر گرم کیا جائے گا اور اس آگ کو اس کے پہلو، پیشانی اور پیٹھ پر مارا جائے اور پھر ٹھنڈی ہونے پر دوبارہ آگ کو ایسے دن میں بار بار اس پر مارا جائے گا جو پچاس ہزار سال کا ہوگا اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک لوگوں کا حساب کتاب نہیں ہو جاتا، پھر اس کے بعد دیکھنا ہوگا کہ وہ جنت کی طرف جاتا ہے یا دوزخ کی طرف۔'' (الحدیث)

ہمارے شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ داغنے کے لیے ان تین اعضاء کا ذکر اس بناء پر ہے کیونکہ مالدار جب کسی فقیر کو دیکھتا ہے کہ یہ اس کے پاس آیا ہے تو ماتھے پر شکن ڈال لیتا ہے، جب وہ آ کر اس کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور کچھ مانگتا ہے تو وہ پہلو پھیر لیتا ہے اور جب وہ زوردار طریقے سے مانگتا ہے تو وہ پیٹھ پھیر کر اسے چھوڑ دیتا ہے۔

زکوۃ نہ دینے کے بارے میں بہت سی مشہور حدیثیں ملتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 295

عام لوگوں جیسا توکل منع ہے

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم یوں عام لوگوں جیسا توکل شروع نہ کر دیں کہ تجارت، زراعت دوسرے کاروبار ہی چھوڑ دیں اور پھر کھلے عام یا اشارے کے ذریعے حکمرانوں اور مالداروں سے مانگتے پھریں کیونکہ یہ چیز توکل کے خلاف ہے، یہ تو ایسے ہے کہ ایک شخص کسی سے مستقل رقم لیتا ہے، کسی بہانے سے کچھ مانگتا ہے اور قصے کہانیوں کے ذریعے مانگا کرتا ہے اور پھر توکل کا دعویٰ بھی کرتا ہے، یہ تو ایسے ہوگا کہ مالدار ہونے کے باوجود مانگتا ہے۔

البتہ کبھی یہ بہانہ بنایا جاتا ہے کہ کاروبار ایک عالم کو علم پڑھانے سے روکتا ہے لیکن یہ ایسی دلیل ہے کہ اسے اس وقت مانا جا سکتا ہے جب اس کے شہر یا پوری اقلیم میں ایسا کوئی نہ ملے جو شریعت کی حفاظت کر سکے اور جب اس کے شہر میں اس کی جگہ کوئی عالم فتویٰ دے سکتا اور پڑھا سکتا ہے تو بہتر یہ ہے کہ وہ اپنا کاروبار کرے ہاں اگر اللہ کی طرف سے غائبانہ طور پر اسے کھانے پینے کو مل سکے تو اس سے رک سکتا ہے لہٰذا اے بھائی! بلا ضرورت لوگوں سے کچھ نہ مانگو۔

عام طور پر یہ مرض قرآن پڑھنے والے لوگوں میں پائی جاتی ہے حالانکہ وہ کوئی نہ کوئی کام کر سکتے ہیں چنانچہ جب انہیں کاروبار کے لیے کہا جاتا ہے تو وہ علم کا بہانہ بناتے ہیں جب کہ حقیقۃً ایسا نہیں ہوتا کیونکہ صدقہ لینے والے کے لیے شرط یہ ہے کہ اس پر دکھائی دینے والی نشانیاں ہوں اور پتہ چل سکے کہ واقعی وہ شب و روز علم پڑھنے پڑھانے میں مشغول ہے اور

اگر وہ کاروبار شروع کردے گا تو اس کے علم سے لوگ رہ جائیں گے لیکن اس میں ایسا خلوص ہونا چاہئے کہ وہ جب بھی اللہ سے کچھ مانگے، وہ اسے عطا فرمادے جیسے ان تین بزرگوں کا واقعہ ہے جن پر پتھر گرا تو ان کے لیے نکلنے کا راستہ نہ رہا اور غار کا منہ بند ہوگیا چنانچہ آپس میں کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے اس وقت تک نجات نہیں دے گا جب تک تم اپنے نیک عمل یاد کرکے دعائیں نہ کروگے۔

ہمارے شیخ، شیخ الاسلام زکریا رحمہ اللہ کو جب بھی سر درد ہو جاتا (میں ان دنوں ان کے ہاں پڑھتا تھا) تو آنکھیں نہ کھولتے اور فرماتے کہ میں نے علم کی برکت سے شفاء حاصل کرنے کا ارادہ کرلیا ہے چنانچہ وہ درد فوراً ختم ہو جاتی پھر جب بھی مجھے سر میں چکر آتے تو آپ کئی مرتبہ مجھ سے فرماتے کہ یوں کہو ''میں نے علم کی برکت سے شفاء حاصل کرنے کا ارادہ کرلیا ہے۔'' چنانچہ میں کہتا تو درد فوراً بند ہو جاتی لیکن اب تک پتہ نہیں چل سکا کہ یہ میرے خلوص کی وجہ سے ہوتا تھا یا پھر شیخ کی برکت ہوتی۔

یہ بھی یاد رکھئے کہ مردانگی ایمان کا حصہ ہے لیکن وہ مرد نہیں ہوتا جو کاروبار کر سکنے کے باوجود لوگوں سے مانگتا پھرے چنانچہ جو شخص اس ہدایت کے مطابق چلنا چاہتا ہے تو وہ صوفیہ کے طریقے پر کسی شیخ کی راہنمائی لے جو اسے یقین والے لوگوں میں لے جائے اور ان میں ملا دے تاکہ اسے اپنے پروردگار پر بھروسہ ہو، کسی کاروبار پر بھروسہ نہ کرے اور نہ ہی کسی مخلوق پر کرے چنانچہ اس مقام پر پہنچ کر اسے کسی سے سوال میں حرج نہیں ہوگا کیونکہ درحقیقت وہ اللہ سے مانگ رہا ہوگا جب کہ یہ مخلوق حق تعالیٰ کے دروازے ہیں چنانچہ وہ گھر میں نہیں، اس کے دروازے پر نہیں بلکہ گھر والے کے ساتھ ہوگا لیکن اگر کوئی شخص کسی شیخ کی راہنمائی نہیں لے گا تو حیلے بہانے بناتا رہے گا چنانچہ مانگے گا تو بھی بہانے سے اور نہ مانگے گا تو بھی بہانہ بنائے گا۔ واللہ اعلم۔

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص مانگتا رہا ہوگا، جب اللہ کے سامنے جائے گا تو اس کے چہرے پر ذرا بھی گوشت نہ ہوگا۔''

❁ امام بخاری اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے ''تم میں سے کوئی رسیاں لے کر پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا اٹھا لائے، اسے بیچے اور اپنی ضرورت پوری کرے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے مانگا کرے اور پھر وہ دیں یا نہ دیں، ان کی مرضی۔''

❁ امام بخاری لکھتے ہیں فرمایا ''انسان جو کچھ بھی کھاتا ہے، بہتر یہ ہوتا ہے کہ ہاتھوں سے کمایا کھائے کیونکہ حضرت داؤد علیہ السلام بھی اپنے ہاتھوں سے کما کر کھایا کرتے تھے۔''

❁ ایک روایت میں بتایا کہ ''وہ کھجور کے پتوں سے ٹوکریاں بنایا کرتے تھے۔''

❁ ابوداؤد اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''کسی سے کچھ مانگنا ایک طرح کی خراش ہے جسے انسان اپنے چہرے پر لگا لیتا ہے، جو چاہے اسے رہنے دے اور جو چاہے مٹادے، ہاں کسی سلطان سے مانگے یا ضرورت اور مجبوری کے موقع پر مانگے تو حرج نہیں۔''

❁ امام بیہقی لکھتے ہیں ''جو شخص ایسی ضرورت کے بغیر کسی سے کچھ مانگے جس کی اسے یا اس کی عیال کو

ضرورت پڑسکتی ہو اور وہ برداشت نہ کر سکتے ہوں تو قیامت کے دن سامنے آنے پر اس کے چہرے پر گوشت نہیں ہوگا۔“

❁ ایک اور مرفوع روایت میں بتایا جو شخص ایسی حالت میں مانگنا شروع کر دے کہ اسے یا اس کی عیال کو نا قابل برداشت محتاجی نہ ہو تو اللہ اسے اس کی لاعلمی میں فاقے سے دوچار کر دے گا۔“

❁ امام بیہقی بتاتے ہیں کہ ایک شخص کو رسول اکرم ﷺ کے پاس جنازہ پڑھانے کے لیے لایا گیا تو فرمایا کیا کچھ چھوڑ گیا ہے؟ بتایا گیا کہ دو تین دینار چھوڑے ہیں، فرمایا داغ لگانے والی دو تین چیزیں چھوڑ گیا ہے۔“

حضرت عبداللہ بن قاسم فرماتے ہیں کہ وہ شخص اکثر مانگا کرتا تھا۔

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”جو شخص ظہر غنی (مالدار) ہوتے ہوئے کسی سے کچھ مانگے تو وہ گویا جہنم کے گرم پتھر اکٹھے کر رہا ہوگا۔ صحابہ نے پوچھا کہ ظہر غنی کیا ہوتا ہے؟ تو فرمایا جس کے پاس ایک رات کا کھانا موجود ہو۔“

ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ صحابہ کرام نے پوچھا وہ مالدار ہونا کیسا ہے کہ جس کے ہوتے ہوئے کسی سے کچھ مانگنا مناسب نہیں؟ فرمایا جس کے پاس صبح وشام کا کھانا موجود ہو۔“

ابن حبان اور ابن خزیمہ کی روایت ہے ”وہ یہ ہے کہ رات دن پیٹ بھرنے کا کھانا موجود ہو۔“

میں بتاتا چلو کہ یہ اور اس قسم کی اور حدیثیں کاروبار چھوڑنے پر ڈانٹ ڈپٹ کی خاطر آئی ہیں لیکن علماء کے ہاں اس کی تحقیق کچھ اور ہے۔ واللہ اعلم۔

❁ امام بخاری ومسلم نے مرفوعاً لکھا ہے ”داہنا ہاتھ، بائیں سے زیادہ مرتبہ والا ہوتا ہے۔“

حضرت مالک وغیرہ فرماتے ہیں کہ دائیں ہاتھ سے مراد خرچ کرنے والا ہوتا ہے (جب کہ بائیں سے مراد مانگنے والا) حضرت خطابی وغیرہ فرماتے ہیں زیادہ بہتر یہ ہے کہ دائیں ہاتھ سے مراد سوال کرنے سے بچنے والا ہے کیونکہ یہ لفظ علاء المجد والکرم لیا گیا ہے (بزرگی وسخاوت کی عظمت) یہ لفظ علو المکان سے نہیں لیا گیا جب کہ حدیث کی روانگی یہی معنیٰ بتاتی ہے کیونکہ آپ نے اس موقع پر بولا تھا جب آپ صدقہ دینے اور مانگنے سے رکنے کا بیان فرمار ہے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ”مومن کی بزرگی اس میں ہے کہ رات کو نفل پڑھے اور عزت یہ ہے کہ لوگوں سے مانگنے میں بے پرواہ رہے۔“

❁ امام مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے ”اے اللہ! میں تیرے سامنے بے فائدہ علم اور نہ بھرنے والے نفس سے پناہ مانگتا ہوں“

❁ امام مسلم وغیرہ نے لکھا ہے ”جو پاکدامن بننا چاہے اللہ اسے پاکدامن بنا دیتا ہے۔“ واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 296

اللہ تعالیٰ سے زیادہ مانگنے کا حکم

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ جب تک ہمارے پاس صبح وشام کا کھانا یااس کی قیمت موجود ہوتو ہم اللہ سے اور زیادہ نہ مانگیں۔ اسی کے پیش نظر علماء نے لکھا ہے کہ لباس اور کھانے کے سالن وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے کہ ہم ان میں سے صرف ضرورت کے وقت کسی سے کچھ مانگیں جس کا مقصد یہ ہے کہ شب و روز ہم اللہ کی طرف دھیان دیں اور فقرو فاقہ ظاہر کرتے رہیں کیونکہ اللہ ہم سے یہی کچھ چاہتا ہے۔

اے بھائی! تم اس وقت یہ مقام حاصل کرسکو گے جب کسی سچے شیخ کے طریقے پر چلو گے جو تمہیں مرتبوں اور یقین کا پتہ دے اور تم روزی کے معاملے میں برے نہ بن سکو پھر تم اپنے گناہوں کی بناء پر یہ اندیشہ نہ رکھو کہ وہ تمہیں ضائع کر دے گا اور تمہارے سامنے دنیا کا تمہارے یا کسی اور کے خزانے میں ہونا برابر ہوں گے چنانچہ اس مقام پر تمہارے لیے صبر کرنا اچھا ہوگا لیکن اگر میرے بتائے کے مطابق نہیں چلو گے تو لازمی طور پر تم بخیل، بھولے اور بے صبر ہو گے۔ واللہ اعلم۔

❁ امام مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے ''وہ شخص نجات پا لے گا جو اسلام لایا، اسے گذارے کی روزی ملی (کچھ مانگنا نہ پڑا) اور اللہ نے اسے دیکھ کر صبر والا بنا دیا۔''

❁ ترمذی شریف میں یہ مرفوع روایت موجود ہے فرمایا ''ایسے شخص کو خوش ہونا چاہئے جسے اسلام لانے کا موقع ملا، روزی اتنی ملی کہ مانگنے کی ضرورت نہ رہی اور پھر صبر سے کام لیا۔''

❁ امام مسلم اور ترمذی بتاتے ہیں کہ فرمایا ''اللہ فرماتا ہے اے ابن آدم! اپنے گذارے سے زیادہ چیز آگے دے دو گے تو یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا، اس سے زیادہ نہ مانگو کہ تمہارے لیے برا ہوگا۔''

❁ امام ترمذی مرفوعاً لکھتے ہیں کہ ''صبح اٹھنے پر جس کا دل مطمئن ہو، بدن تندرست ہو اور اس کے پاس ایک دن کی روزی ہو تو یوں ہوگا کہ اسے دنیا کی ہر چیز مل گئی۔'' واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 297

کسی سے کچھ لینا یا کھانا خوش دلی کی بناء پر ہو

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اس وقت تک کسی سے مال نہ لیں اور نہ ہی کھانا کھائیں جب تک ہمیں معلوم نہ ہو جائے کہ وہ شخص کسی خاص وجہ کے بغیر دے رہا ہے، پھر نیت ایسی خراب نہیں کہ وہ اپنی تعریف چاہتا ہے یا شہرت پسند کرتا ہے، اس کے دل کی خوشی اور نا خوشی کو ہم دل کی آنکھوں کے نور سے جان سکتے ہیں یا پھر کئی اشاروں سے پہچان سکتے ہیں کیونکہ ایسی علامتیں بھی شرعی دلیل بنتی ہیں چنانچہ جو اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے، اسے ایسے ایک شیخ کی ضرورت ہوگی جو اسے لالچ کی وادیوں سے نکالے، نفس کو لالچ سے بچائے، وہ دنیا کے مقابلے میں اپنی آخرت کو پہلے سمجھے اور اللہ کی خوشی کو اپنی عارضی خوشی سے پہلے جانے۔

میں نے آج تک حضرت سیدی علی خواص کے مقابلے میں اس ہدایت پر عمل کرنے والا کوئی اور شخص نہیں دیکھا کیونکہ لوگ ان کے پاس مال اور کھانے کی چیزیں لاتے جس کی کوئی وجہ ہوتی چنانچہ وہ واپس کر دیتے اور جب وہ کہتے کہ ہمارے دل میں کوئی غرض نہیں تو آپ فرماتے کہ میرا دل مطمئن نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ ہمیں آفتوں سے بچاؤ کے لیے اپنے بھائیوں کے عملوں پر نظر رکھنی چاہیے اور ہم ان کی ایسی مدد نہ کریں جن پر انہیں اجر نہ ملے جیسے ہم کسی کسی بناء پر ان سے مال لیں، ان سے کھانا کھائیں اور اپنا فائدہ نکالیں جب کہ ان کے اصل مال کے گھٹنے پر توجہ نہ دیں کیونکہ ایسا کرنے والا اپنے آپ اور بھائیوں سے برا کرے گا۔ واللہ غنی حمید۔

❁ ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''یہ مال گویا ہرا بھرا اور میٹھا ہے چنانچہ ہم جسے کوئی چیز خوش دلی سے دیں تو کوئی ذاتی لالچ نہ ہو چنانچہ اس میں اس کے لیے برکت ہوگی لیکن جیسے دل کی ناخوشی سے دیں تو اس میں ہمارے لیے برکت نہ ہوگی۔

❁ ابن حبان اور امام احمد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''تم میں سے کوئی میرے ہاں سے ضرورت کی چیز بغل میں دبائے لے جاتا ہے اور وہ صرف آگ ہوتی ہے۔ اس پر آپ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! آپ انہیں کیوں دیتے ہیں؟ فرمایا وہ مجھ سے لگاتار مانگے جاتے ہیں اور اللہ مجھے بخیل دیکھنا نہیں چاہتا۔'' واللہ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 298

اللہ کے نام کی قسم دے کر کسی سے کچھ مانگنا منع ہے

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم کسی سے کچھ بھی نہ مانگا کریں اور اس سلسلے میں انہیں ''وجہ اللہ'' کی قسم دیں اور یہ صرف اللہ کی بزرگی کی خاطر ہو، ہاں شرعی ضرورت کے لیے مانگ سکتے ہیں، یونہی اگر کوئی شخص اللہ کا نام لے کر ہم سے کچھ مانگے تو بخیلی کی بناء پر انکار نہ کریں خواہ وہ کپڑے مانگے، سارا مال مانگے یا ہمیں بازار میں بیچ دے اور بہانے سے ہماری قیمت لے لے جیسے حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ ہوا تھا۔

یہ ہدایت ان بہت سے لوگوں کا فریب کھول دیتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بڑا عظیم ہے چنانچہ تم دیکھو گے کہ وہ اللہ کی تعظیم کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں، اسے بزرگ جانتے ہیں اور جب کوئی فقیر اللہ کے نام پر ان سے پیسہ مانگتا ہے تو اسے نہیں دیتے بلکہ میں نے کعبہ کے صحن میں کچھ فقیر دیکھے جو طواف کرنے والوں سے کہہ رہے تھے کہ اس گھر کے نام پر ایک درہم دیدو یا کپڑے کا ایک ٹکڑا ہی دیدو کہ تن ڈھانپ لیں یا روٹی کا ایک ٹکڑا دیدیں کہ جس سے اپنی بھوک مٹالیں لیکن کسی نے انہیں کچھ نہ دیا۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو کسی ایسے مانگنے والے کے ہاں سے گذرے جو کچھ مانگ رہا ہو اور وہ اسے منہ مانگا کچھ دے کر اللہ کی تعظیم نہ کرے چنانچہ اسے دیکھ کر کوئی کہہ دے کہ تو نے اللہ سے محبت نہیں کی تو وہ سچا ہوگا کیونکہ محبت کرنے والے کے لیے یہ شرط ہوتی ہے کہ وہ اپنے محبوب کی عزت کرے۔

آپ یہ بھی فرماتے تھے تم بلا ضرورت بازار کو نہ جایا کرو، ہاں اس وقت نکلنے میں حرج نہیں جب تمہارے پاس اللہ کے نام پر دینے کے لیے کچھ موجود ہو اور کوئی راستے میں کھڑا مانگ رہا ہو، خصوصاً اس وقت انکار نہ کرو جب مانگنے والا سید اور اولاد رسول ﷺ میں سے ہو۔ واللہ اعلم۔

چنانچہ جو اس ہدایت پر عمل کرنا چاہئے تو اسے کسی سچے شیخ کی راہ پر چلنا ہوگا جو اسے اللہ والوں کا راستہ دکھائے اور دنیا کی محبت سے نکالے اور اسے یوں بنا دے کہ یہ دنیا اس کے سامنے مچھر کے پر جتنی بھی قدر نہ رکھے جیسے اللہ والے جانتے ہیں چنانچہ وہ اس مقام پر پہنچ کر اللہ کے نام پر مانگی ہوئی کسی شے میں بخیلی نہیں دکھائے گا خواہ وہ اللہ کے نام کی قسم تو کجا، کسی ولی اللہ کی بھی قسم نہ کھائے لیکن جو کسی شیخ کی راہنمائی نہیں لے گا تو اس ہدایت پر عمل کی بو بھی نہ سونگھے گا اور پھر اس کی طرف سے اللہ کی تعظیم کا دعویٰ بھی بے کار ہوگا۔ واللہ غفور رحیم۔

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو اللہ کے نام پر مانگے وہ لعنتی ہے اور جس سے مانگا جائے وہ بھی لعنتی ہے بشرطیکہ وہ مانگنے والا کچھ بھی نہ دے، ہاں کوئی بری چیز مانگے تو نہ دے۔''

* ابوداؤد وغیرہ روایت کرتے ہیں کہ "اللہ کے نام پر صرف جنت مانگا کرو۔"
* ابوداؤد اور ابن حبان وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "جو شخص اللہ کے نام پر مانگے تو اسے دیدو۔"
* نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ نے مرفوعاً روایت کی فرمایا کیا میں تمہیں سب سے برا شخص نہ بتا دوں؟ یہ وہ شخص ہوتا ہے جس سے اللہ کے نام پر مانگا جائے تو وہ نہ دے۔"

حضرت خضر علیہ السلام سے ایک فقیر کا سوال

* امام طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "کیا میں تمہیں خضر کے بارے میں کچھ نہ بتاؤں؟ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! ضرور بتایئے، فرمایا کہ ایک دن وہ "سوق بنو اسرائیل" میں چلے جا رہے تھے تو انہیں ایک مکاتب غلام نے دیکھ کر کہا اللہ آپ کو برکت دے، مجھے کچھ صدقہ دیجئے، اس پر حضرت خضر نے کہا میرا اللہ پر ایمان ہے کہ وہ جو چاہتا ہے، ہو جاتا ہے، میرے پاس تمہیں دینے کو کچھ نہیں۔ مسکین بولا میں اللہ کے نام کی قسم دیتا ہوں کہ کچھ دیجئے کیونکہ میں آپ کے چہرے پر سخاوت دیکھ رہا ہوں اور مجھے آپ سے مہربانی کی امید ہے۔ حضرت خضر نے کہا میرا اللہ پر ایمان ہے لیکن میرے پاس تمہیں دینے کو کچھ نہیں، ہاں تم مجھے بازار میں لے جا کر بیچ سکتے ہو۔ فقیر بولا کیا سچ کہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، میں کہتا ہوں کہ تم نے مجھ سے امید لگا کر ایک بڑا عظیم سوال کیا ہے لہٰذا میں اپنے پروردگار کے نام پر اسے ضرور پورا کروں گا، مجھے بیچ دو چنانچہ وہ انہیں آگے آگے لے چلا اور چار سو درہم میں بیچ دیا۔" (الحدیث) واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 299

مانگے بغیر ملنے والی چیز کو واپس نہ کرو

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ اگر ہمیں بن مانگے اور بن جھانکے کوئی چیز ملے تو اسے واپس نہ کریں۔
یہ وہ ہدایت ہے کہ جس میں بہت سے ایسے لوگ خیانت کرتے ہیں جو چاہتے ہیں کہ وہ دنیا سے بے تعلق مشہور ہوں اور اسے اس اندیشے سے لوٹا دیں کہ وہ لوگوں کی نظروں میں گھٹیا ہو جائیں گے اور انہیں اس پر شرم آئے کہ وہ اللہ کے ہاں بے عزت ہوں گے لہٰذا تم اللہ سے لیا کرو اور اسی کے نام پر دیدیا کرو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

* طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "جو خوشحالی کے وقت دیتا ہے، وہ محتاجی کی حالت میں لینے والے سے زیادہ مرتبہ والا نہیں ہوتا۔"

❁ ابن حبان کی ایک روایت ہے فرمایا ”جو خوشحالی کے دنوں میں کسی کو کچھ دیتا ہے، وہ اس سے زیادہ مرتبہ والا نہیں ہوتا جو ضرورت کے موقع پر لیتا ہے۔“ واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 300

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ جب ہمارا کوئی قریبی رشتہ دار ہم سے کچھ مانگے اور ہمارے پاس گنجائش بھی ہو تو اسے ٹالا نہ کریں اور پھر ہم اپنے صدقے اپنے فقیر بھائی کو چھوڑ کر دوسروں کو نہ دیا کریں یا پڑوسی کے ساتھ بھلائی چھوڑ کر دور والے سے نہ کریں خواہ وہ فقیر ہو لیکن اگر مالدار ہے تو بالکل نہ کریں۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ جس پر بہت سے لوگ عمل نہیں کرتے چنانچہ ان سے قریبی شخص کپڑا، کھانا یا درہم مانگتا ہے تو نہیں دیتے لیکن جس کے کوئی رشتہ داری نہیں، اسے دیدیتے ہیں۔ شائد ان کے پاس دلیل یہ ہوتی ہے کہ قریبی لے گا تو ذرہ بھر بھی شکریہ ادا نہ کرے گا اور اگر کرے گا بھی تو زیادہ نہیں کرے گا پھر وہ یوں کہے گا کہ اس میں میرے قریبی کی کوئی اچھائی نہیں جب کہ اجنبی ایسا نہیں ہوگا کیونکہ جب وہ کسی سے کچھ لے گا تو محفلوں میں دینے والے کا پروپیگنڈا کرے گا، اسے بہت زیادہ سراہے گا اور نفس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ ایسی بات پسند کیا کرتا ہے لہٰذا جو اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے، اسے ایسے شیخ کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے صحیح راستے پر لے چلے اور خلوص سکھا دے اور وہ یوں ہو جائے کہ اسے ایسے شخص کو عطیہ دینے پر وہ لذت آئے جو اسے ایسے شخص کو دینے پر نہیں آتی جو اس کا اعتراف کرتا ہے اور شکریہ ادا کرتا ہے۔

میرے بھائی افضل الدین رحمہ اللہ اندرونی طور پر دلیر اور مالدار تھے لیکن فقیر مشہور تھے چنانچہ آپ کھل کر لوگوں سے زکوٰۃ اکٹھی کرتے اور اندرونی طور پر اس میں اس سے زیادہ ملا دیتے، پھر فقیروں، مسکینوں اور کئی طرح کے لوگوں میں تقسیم کر دیتے اور جب لوگ یہ الزام لگاتے کہ انہوں نے لوگوں سے زکوٰۃ لے کر اپنے لیے رکھ لی ہے اور لوگوں کو تھوڑی سی دی ہے تو سن کر خوش ہوتے اور کہا کرتے اللہ کا شکر ہے کہ جس نے وہ اجر زیادہ کر دیا ہے جو آخرت میں ملے گا اور لوگوں کی تعریف اور شکریہ پر اسے دنیا میں اسے ضائع نہیں کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے قریبی لوگوں کو چھوڑ کر اپنے عطیے، تحفے اور صدقے دوسرے اجنبی لوگوں تک لے جاتا ہے جب کہ شرعی مجبوری بھی نہیں ہوتی تو وہ خالص دکھلاوا کر رہا ہوتا ہے اور وہ شخص بھی یوں شمار ہوتا ہے جیسے ہمسائیوں کو چھوڑ کر دور والوں کو دیتا ہے۔ واللہ علیم حکیم۔

❁ امام بخاری و مسلم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جو شخص اپنے قریبی یا پرورش میں موجود یتیموں پر صدقہ کرتا ہے تو اس کے لیے دو اجر ہوتے ہیں، ایک تو صدقہ کا اور دوسرا قریبی کو دینے کا۔“

ترمذی اور نسائی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”صدقہ، مسکین پر تو صدقہ ہی ہے لیکن رشتہ دار پر دوہرا ہوتا ہے، صدقہ

بھی ہوتا ہے اور رشتہ داری قائم رکھنا بھی۔‘‘

❁ امام احمد اور طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ’’بہتر صدقہ وہ ہوتا ہے جو اس رشتہ دار کو دیا جائے جو اپنے دل میں دینے والے کے خلاف دشمنی رکھتا ہو۔‘‘ یعنی سب سے بہتر صدقہ وہ ہوتا ہے جو اس رشتہ دار کو دیا جائے جو رشتہ داری توڑنے والا اور دل میں دشمنی رکھتا ہو۔‘‘

ابن خزیمہ کی روایت میں ’’رشتہ دار‘‘ کی بجائے ’’قریبی‘‘ کا ذکر آتا ہے۔

❁ طبرانی میں مرفوعاً ہے ’’قریبی رشتہ دار کو صدقہ دینا آدمی کے اجر کو دوگنا کر دیتا ہے۔‘‘

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ’مجھے اس ذات کی قسم جس نے یقیناً مجھے بھیجا ہے، اللہ تعالیٰ اس شخص کا صدقہ قبول نہیں فرماتا جس کے قریبی رشتہ دار ضرورت مند ہوں اور وہ دوسرے لوگوں کو دیا کرے، مجھے یقینی بھیجنے والے کی قسم، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کی طرف دیکھے گا بھی نہیں۔‘‘

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ’’جو بھی رشتہ دار کسی رشتہ دار کے پاس کچھ لینے جاتا ہے مگر وہ اپنی زائد چیز اسے نہیں دیتا اور بخیلی کر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جہنم سے سانپ نکالے گا جس کا نام ’’شجاج‘‘ ہوگا، وہ اسے چاٹتا چلا جائے گا جس کی وجہ سے اسے اکٹھا کر دے گا اور لپیٹ دے گا۔‘‘

❁ ایک اور روایت مرفوعاً ہی ہے فرمایا ’’جس شخص کے پاس اس کا چچا زاد کچھ مانگنے کے لیے آئے لیکن وہ انکار کر دے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس پر مہربانی نہیں فرمائے گا۔‘‘ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 301

کسی عورت سے پوچھ گچھ کیے بغیر کچھ لینے کا حکم

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ جب تک ہم کسی عورت سے پوچھ گچھ نہ کر لیں، اس وقت تک اس سے نہ کوئی تحفہ قبول کریں اور نہ ہی صدقہ، ہو سکتا ہے وہ اس کے شوہر کا مال ہو جس کی اجازت نہ لی گئی ہو کیونکہ یوں پھر گنہگار ہو جائیں گے اور حرام کام پر اس سے مدد کرتے ہونگے۔

یہ وہ معاملہ ہے کہ جس میں فقہاء اور ایسے غافل لوگ گرفتار ہیں جو عورتوں کو بخاری شریف اور قرآن کریم پڑھانے کے ساتھ ساتھ میلاد بھی سکھاتے ہیں جب کہ طریقت کے تمام مشائخ نے عورتوں سے کچھ نہ لینے کو منع کیا ہوا ہے خواہ وہ ان کے کاروبار ہی کی کمائی کیوں نہ ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہوا ہے کہ ’’مرد عورتوں کے مقابلے میں طاقتور اور قابو پانے والے ہیں۔‘‘

علماء فرماتے ہیں کہ جو شخص اس معاملے میں گنجائش دیتا ہے، اس میں نہ ہمت ہوتی ہے اور نہ ہی مردانگی اس کے پاس طریقت نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی چنانچہ جو اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے، اسے کسی شیخ کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے ساتھ لے کر مردانگی سکھائے اور اس سے دنیا کی محبت چھڑا دے ورنہ لازمی بات ہے کہ وہ وہی کچھ چاٹے گا جو اسے ملے گا۔ واللہ علیم حکیم۔

❁ ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''کوئی عورت اجازت لیے بغیر اپنے شوہر کے مال سے خرچ نہ کرے۔ عرض کی گئی کہ یا رسول اللہ! کیا کھانا بھی نہ کھائے؟ فرمایا یہ تو ہمارے ہر قسم کے مال سے اچھا ہوتا ہے۔''

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ شوہر سے اجازت لیے بغیر اس کے مال میں سے کچھ خرچ کر دے۔''

❁ حضرت عبدری نے اتنا اور بڑھایا ہے ''اگر شوہر نے اجازت دیدی تو دونوں ہی کو اجر ملے گا لیکن اگر عورت نے شوہر کی اجازت کے بغیر ایسا کیا تو شوہر کو اجر ملے گا جب کہ عورت گنہگار ہوگی۔'' واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 302

مالداری ہوتے ہوئے قریبی رشتہ دار کو دینے سے انکار کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ہمارے کنوئیں (یا پمپ وغیرہ) سے پانی لینے یا پینے آئے تو دشمن ہونے پر بھی اسے نہ روکیں اور پھر اس صورت میں تو لازمی طور پر پلائیں جب وہ حج کے راستے میں پیاسا ہو، پھر اس کے چارپایوں کو بھی پانی سے نہ روکیں اور نہ ہی گھاس وغیرہ سے روکیں کیونکہ یہ اس دشمن اور جانوروں پر مہربانی شمار ہوگی، کہیں یہ نہ ہو کہ ہم اور ہمارے مویشی اپنے دشمن کے ساتھ آئیں کہ وہ ہمارے ساتھ نہ مرے، یہ حکم ہمیں حضور شارع علیہ السلام نے دے رکھا ہے کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے وہی کچھ پسند کریں جو اپنے لیے چاہتے ہیں اور پھر اللہ کے اس عذاب سے ڈرنے کے لیے یوں کریں تاکہ قیامت کے دن کہیں ہم پر عذاب نازل نہ ہو جائے جیسے آگے چل کر حدیثوں میں آرہا ہے۔

اس ہدایت پر عمل کرنے والے کے لیے ضروری یہ ہے کہ ایسے شیخ کے پاس جائے جو اسے نفس کی اکڑ سے نکالے اور یوں وہ اپنے تو کیا، دشمن کے ساتھ بھی محبت کرنے لگے اور ہر رہ جانے والی بھلائی پر افسوس کرے۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ جس کے خلاف اکڑ والے چلتے ہیں چنانچہ جو بات اس کے اور اس ہمسائے کے درمیان سب سے پہلے آجاتی ہے، وہ ایسی دشمنی ہوتی ہے جو اس کے اور پانی پلانے والے کے درمیان ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ اسے پانی سے روک دیتا ہے بلکہ میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ ایک شخص نے وہ کنواں ہی ڈھا دیا کہ کہیں دشمن وہاں سے پانی نہ پی

سکے۔ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اس کے دل میں دشمنی چھپی ہوتی ہے اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''تین شخص ایسے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سے بات بھی نہیں کرے گا، نہ ہی ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ہی گناہوں سے پاک کرے گا تاہم انہیں دردناک عذاب دے گا، ایک کافی پانی والا وہ شخص جو بخیلی کرتے ہوئے مسافر کو اس سے پینے نہ دے چنانچہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا میں تمہیں اپنی زائد چیزوں سے یونہی روک رہا ہوں جیسے تو نے اس چیز کو دینے سے انکار کر دیا تھا جو تمہاری کمائی نہ تھی۔''

❁ ابوداؤد بتاتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ! وہ کون سی چیز ہے جس سے روک دینا منع ہے؟ فرمایا پانی، نمک اور آگ۔'' حضرت ابوسعید فرماتے ہیں کہ اس سے چلتا ہوا پانی مراد ہے۔

❁ ابن ماجہ کی ایک روایت ہے فرمایا ''جو شخص کسی کو آگ دیدے تو یوں ہوگا جیسے اس نے وہ بہت کچھ دیدیا جو اس آگ پر پکنا تھا، جو نمک دیدے تو یوں ہوگا کہ گویا اس نے اس نمک سے تیار ہونے والی ہر اچھی چیز دیدی۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر **303**

رمضان میں روزہ توڑنے والا کوئی کام نہ کرنے کا حکم

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم رمضان میں کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے روزہ ٹوٹ سکے اور پھر ہم کہیں بیمار نہ ہو جائیں جیسے سردیوں کے اندر، بیماری کی حالت میں کسی شرعی مجبوری کے بغیر ٹھنڈے پانی سے نہا لیں جب کہ بیماری ابھی گئی بھی نہ ہو کیونکہ یوں وہ بیمار ہو کر روزہ توڑ دے گا چنانچہ مسلمان اگرچہ روزہ چھوڑنے کا ارادہ نہ بھی رکھتا لیکن ہو اس سے بچاؤ کرنا پختہ عقل والے مومن کے لیے ضروری ہے تاہم اگر اسے دوائی پینے یا حقنہ کرانے کی ضرورت ہو تو یہ کام رات کو کرے البتہ اگر تجربہ کار حکیم یہ کہے کہ اتنی دیر کرنے سے بیماری بڑھ سکتی ہے تو نہ کرے۔ اسے ذہن نشین کر لو۔

❁ ترمذی اور ابوداؤد وغیرہ نے لکھا ہے ''جو شخص گنجائش نہ ہونے کی صورت میں یا بیماری کی بناء پر رمضان کے دن کا ایک روزہ نہ رکھے تو پورے سال کے روزے رکھ کر بھی اس کا اجر نہیں لیا جا سکتا۔''

اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 304

خواہش کے باوجود بیوی کو نفلی روزے کی اجازت دینا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ دن میں نفسانی خواہش پورا کرنے کے لیے طاقت کے باوجود اپنی بیوی کو نفلی روزہ رکھنے سے منع نہ کریں اور شام ہونے تک اپنے آپ کو اس سے روک رکھیں، ہاں گناہ میں گرفتار ہو جانے کا اندیشہ ہو تو حرج نہیں، یہ بات خوشگوار زندگی کے لیے ضروری ہے لہٰذا بیوی کا اجر گھٹانے کے لیے ہمیں سبب نہیں بننا چاہیے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بیویوں کو روزے سے ان دنوں میں روکا جا سکتا ہے جب آدمی کو حمل ٹھہر جانے کی امید ہو اور وہ حمل چاہتا ہو، ایسے میں وہ صرف حمل کے لیے اسے روک سکتا ہے اور جب وہ حمل والی ہو جائے تو اسے روزے سے روکنا جائز نہیں کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ بندے کی مدد اس وقت تک کر رہا ہوتا ہے جب تک وہ خود اپنے کسی بھائی کی مدد میں لگا ہوتا ہے۔'' اور جن حدیثوں میں بندے کو روکنے کی اجازت ہے تو اس سے مراد اس وقت روکنا ہے جب وہ گناہوں میں گرفتار ہونے کا اندیشہ رکھے۔ باقی اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

- امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جب مرد پاس ہو تو عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہوتا کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر روزہ رکھ لے۔''
- امام احمد نے یہاں لکھا ہے کہ ''رمضان میں اجازت کی ضرورت نہیں۔''
- ترمذی کی روایت ہے فرمایا ''رمضان کے علاوہ شوہر کے ہوتے ہوئے اجازت لیے بغیر بیوی کے لیے روزہ رکھنا جائز نہیں۔''
- امام احمد و طبرانی نے مرفوعاً روایت کی ہے ''اگر اس نے شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھ لیا تو یہ صرف بھوکا پیاسا رہنا ہوگا کیونکہ ایسا روزہ قبول نہ ہوگا۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 305

روزے کے لیے کوئی خاص دن مقرر کرنے کا حکم

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم روزے کے لیے جمعہ، ہفتہ یا اتوار کا دن روزے کے لیے مقرر نہ کریں کیونکہ

مسلم اور نسائی کی مرفوع حدیث ہے ''عبادت کے لیے راتوں میں جمعہ کی رات کو نہ چنا کرو اور نہ ہی جمعہ کے دن کو روزے کے لیے مقرر کرو ہاں اگر اس سے ایک دن پہلے رکھنا ہو یا ایک دن بعد میں رکھنا ہو تو حرج نہیں۔''

❁ بخاری و ابوداؤد نے بتایا کہ رسول اکرم ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو جمعہ کا روزہ رکھتے دیکھا تو فرمایا کیا کل تم نے رکھا تھا؟ انہوں نے عرض کی کہ نہیں، پھر پوچھا کیا اگلے دن رکھنے کا ارادہ ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ نہیں، اس پر فرمایا کہ پھر توڑ دو۔''

❁ ترمذی اور ابن ماجہ نے مرفوع روایت ذکر کی ہے فرمایا ''فرض روزے کے علاوہ عام دنوں میں صرف ہفتے کے دن کا روزہ نہ رکھو چنانچہ اگر ایسی صورت میں انگور یا کسی درخت کی ٹہنی کے بغیر اور کچھ نہ ملے تو اسے ہی چبا کر کھا لو۔''

حافظ منذری لکھتے ہیں کہ یہ رکاوٹ صرف اس صورت میں ہے جب اس نے صرف ایک ہی دن کا روزہ رکھا ہو لیکن اگر ایک دن پہلے رکھ لیا اور ایک دن بعد میں بھی رکھنا ہو تو حرج نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 306

سفر میں روزے کا حکم

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ سفر میں ہم اس وقت تک روزہ نہ رکھیں جب تک رکھنا آسان نہ ہو اور مشکل بھی پیش نہ آئے کیونکہ اس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے گنجائش موجود ہے اور پھر ان دنوں کمزوری بھی ہوتی ہے۔

اس ہدایت پر عمل کرنے میں عام طور پر جاہل صوفی کوتاہی کرتے ہیں چنانچہ سفر میں روزہ رکھ کر سخت تکلیف اٹھاتا ہے لیکن اسے چھوڑتا نہیں پھر یہ خیال کرتا ہے کہ یہ اس کے لیے بہتر ہے، یوں وہ اپنی رائے پر عمل کرتا ہے لیکن حضور شارع علیہ السلام کی رائے چھوڑ دیتا ہے اور یہ بات تجربہ سے ثابت ہو چکی ہے کہ جو شخص اپنے آپ پر سختی کرتا ہے اور حضور شارع علیہ السلام کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ کے دوسرے حکموں پر عمل سے رہ جاتا ہے کیونکہ اللہ کو معلوم ہے کہ اس میں کس کس عمل کو کرنے کی ہمت موجود ہے، اگر اسے پتہ ہوتا کہ وہ حکم ملے کام سے زیادہ کرنے کی ہمت رکھتا ہیں تو زیادہ ہی کرنے کا حکم دیدیتا بلکہ تجربہ بتاتا ہے کہ جو بچہ جمعہ کے دن پڑھائی کرے اور تختی بھی لکھے تو جمعے کے علاوہ دوسرے دن میں نہیں لکھ سکے گا لہٰذا صحیح شخص وہ ہوتا ہے جو اس پر عمل کرے جس کا حکم شارع علیہ السلام نے دیا ہے۔

جو اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے، اسے ایسے شیخ کی ضرورت ہے جو اسے عبادت کی ان راہوں پر چلنا سکھائے جنہیں انسان ہمیشہ کر سکے اور اس پر اس کا بوجھ بھی نہ پڑے۔ فرمانِ الٰہی ہے ''انہوں اتنی رعایت نہ کی جتنی کرنا چاہیے تھی۔'' اور پھر بندے کا حال اس کے کام کی وجہ سے معلوم ہو جاتا ہے چنانچہ حضور شارع علیہ السلام کی طرف سے گنجائش پر عمل

کرنے کی صورت میں اسے متبع (پیروی کرنے والا) اور اپنے آپ پر سختی کی صورت میں اسے مبتدع (بدعتی اور نئے کام کا رواج ڈالنے والا) کہتے ہیں اور یہ ہر کسی کو معلوم ہے کہ بدعت کام کرنے کی بجائے سرکار کی پیروی بہتر ہوتی ہے خواہ وہ بدعت اچھی ہی کیوں نہ ہو۔ واللہ اعلم۔

❁ امام مسلم وغیرہ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے سال رمضان میں مکہ کو چلے تو روزہ رکھا اور ساتھ ہی صحابہ نے بھی رکھ لیا اس پر آپ نے پانی کا پیالہ منگوا کر اوپر اٹھایا کہ لوگ دیکھ سکیں اور پھر اسے پی لیا، چنانچہ بعد میں آپ کو بتایا گیا کہ کچھ صحابہ نے روزہ رکھا ہوا ہے، آپ نے فرمایا یہ گنہگار ہوئے (دو مرتبہ فرمایا)۔

❁ مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے ''آپ سے عرض کی گئی کچھ لوگوں پر روزہ بھاری تو ہے لیکن وہ آپ کی پیروی کرنا چاہتے ہیں چنانچہ آپ نے عصر کے بعد پانی کا پیالہ منگوا کر پی لیا۔''

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے کہ رسول اکرم ﷺ سفر کر رہے تھے کہ دیکھا لوگ ایک آدمی کے گرد جمع ہیں اور اس پر جھرمٹ کئے ہوئے ہیں چنانچہ پوچھا کہ کیا بات ہے؟ عرض کی گئی کہ وہ شخص روزے سے ہے، اس پر فرمایا ''سفر میں روزہ رکھنا نیکی کا کام نہیں ہوتا۔''

❁ ایک اور روایت میں اتنا اور زیادہ ہے ''اس گنجائش پر عمل کیا کرو جو تمہیں اللہ نے دیدی ہے اور اسے قبول کر لو۔''

❁ ابن ماجہ اور نسائی نے مرفوع روایت دی ہے کہ ''سفر میں روزہ رکھنے والا اس شخص کی طرح ہوتا ہے جو گھر میں رہ کر چھوڑ دیا کرتا ہے۔''

❁ امام احمد اور طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص اللہ کی دی گئی گنجائش پر عمل نہیں کرتا تو اسے عرفہ کے پہاڑ جتنا گناہ ہوگا۔''

❁ امام مسلم کے مطابق حضرت انس رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے، کچھ نے روزہ رکھا تھا اور کچھ نے چھوڑا ہوا تھا، ہم ایک مقام پر ٹھہرے، سخت گرمی تھی، صرف وہی سایہ میں تھے جنہوں نے چادریں اوڑھ رکھی تھیں، کچھ ایسے تھے جو ہاتھوں کے ذریعے دھوپ سے بچاؤ کر رہے تھے، اسی دوران روزہ دار گرنے لگے لیکن روزہ چھوڑنے والے اٹھ کھڑے ہوئے، انہوں نے خیمے وغیرہ لگائے اور سواریوں کو پانی پلایا جس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آج کا اجر روزہ چھوڑ دینے والے لے گئے۔''

❁ حضرت عمر بن عبدالعزیز اور حضرت قتادہ و مجاہد رضی اللہ عنہم سے جب پوچھا گیا کہ سفر میں روزہ رکھنا چاہئے یا چھوڑ دیا کریں، بہتر کیا ہے؟ تو فرماتے کہ بہتر وہی ہے جس میں آسانی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 307

حضور شارع علیہ السلام کے روکے کام کرنے سے ممانعت

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ایسے کام کبھی نہ کریں جن سے آپ نے ہمیں روک دیا ہے خواہ بڑے بڑے علماء کو وہ کام کرتے دیکھ بھی لیں، ان کاموں میں غیبت، چغلی، حسد، بڑائی، کینہ، دھوکا دینا اور مسلمانوں کے بارے میں بدگمانی جیسے کام شامل ہیں، ان کیلئے خواہ رمضان کا مہینہ ہو یا کوئی اور، بلکہ دوسرے دنوں کے مقابلے میں رمضان کے اندر یہ کام بالکل نہ کریں کیونکہ حضور شارع علیہ السلام نے ہمیں رمضان میں یہ کام کرنے سے سختی کے ساتھ روکا ہے، لہٰذا ہمیں بڑے علماء کے کاموں سے دھوکا کھانے کی ضرورت نہیں کیونکہ دھوکا اس چیز میں کھایا جاتا ہے جس میں ہمیں حضور شارع علیہ السلام کی طرف سے کوئی حکم نہ مل سکے لیکن اگر آپ کا فرمان مل جاتا ہے تو پھر دھوکا کھانا واضح گمراہی ہے۔ بلکہ علماء اور صالحین کے مقابلے میں ہمیں ان سے بچنا زیادہ واجب ہے کیونکہ ہمارا مقام ان سے کم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ محبت کی بناء پر ہماری بجائے ان سے درگذر کرسکتا ہے۔

اس ہدایت پر عمل میں کوتاہی وہی کرسکتا ہے جس کے دل میں کھوٹ ہو چنانچہ تم اسے دیکھو گے کہ وہ رمضان میں غیبت اور چغلیاں کرتے دکھائی دیں گے اور وہ کہے گا۔ یہ وہ کام ہے کہ جس سے علماء بھی بچاؤ نہیں کرسکتے، میرے جیسے کیسے بچیں گے میں قسم سے کہتا ہوں کہ جس کے دل میں اللہ کا خوف ہے، وہ ایسی بکواس نہیں کرسکتا کیونکہ یہ اس کی کم علمی کی بات ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے، اسے کسی نصیحت دینے والے شیخ کے طریقے پر چلنا چاہئے تاکہ وہ ایسے راستے بند کردے جہاں سے گذر کر شیطان اس کے دل پر اثر کرتا ہے اور اسے برے کاموں پر اکساتا ہے لیکن جو کسی شیخ کی بتائی راہوں پر نہیں چلتا تو لازمی طور پر وہ اپنے ظاہری اور باطنی اعضاء کو ایسی برائیوں میں گرفتار ہونے سے نہیں روک سکتا اور روزہ تو اس وقت تک گناہوں سے بچنے کے لیے ڈھال بنتا ہے جب تک وہ چغلی اور غیبت نہ کرے اور اسے ہر ایک جانتا ہے کہ شیطان روزہ چھوڑنے کے موقع کی تلاش میں ہوتا ہے کہ اس بہانے اس کے دل پر اثر ڈالے، ایسے میں اسے اور زیادہ حفاظت کرنا ہوگی تاکہ ایسی تمام راہوں کو بند کرسکے جہاں سے وہ داخل ہوسکتا ہے۔

سارے عارف لوگ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنا روزہ گنوانے سے بچالے تو وہ اگلے رمضان تک شیطان سے حفاظت میں رہے گا اور یہ بھی یاد رکھو کہ ایسی صورت میں شیطان کو وسوسہ ڈالنے کے لیے سب سے بہتر موقع وہ ملتا ہے جب وہ شخص سحری و افطاری کے وقت خوب پیٹ بھر کر کھاتا ہے کیونکہ جب وہ سیر ہو جاتا ہے تو اس کے سارے اعضاء سست ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے شیطان انہیں جس بھی گناہ پر آمادہ کرتا ہے، وہ فوراً ہو جاتے ہیں اور یہ کام عام ہو چکا ہے چنانچہ

دوسرے دنوں کی بجائے لوگ رمضان میں زیادہ کھاتے دکھائی دیتے ہیں اور وہ صحیح راستے سے ہٹ جاتے ہیں، ان کا روزہ عبادت نہیں بلکہ عادت بن جاتا ہے۔

پہلے بزرگوں کا طریقہ یہ تھا کہ رمضان گذر جانے کے بعد وہ نکل کھڑے ہوتے اور لوگوں کے دلوں میں عبادت کا نور دیکھا کرتے، ان کی دیگر عبادتیں دیکھتے، من پسند کھانے چھوڑنا دیکھتے، حلال چیزوں سے علیحدگی دیکھا کرتے اور جب کسی انسان سے شب قدر کی عبادت رہ جاتی تو سال بھر روزہ رکھنے کی تکلیف اٹھاتے اس لئے کہ شب قدر سے پہلے کے تمام روزے اسی کو دیکھنے کی خاطر ہوتے ہیں کیونکہ اس میں کی جانے والی عبادت ہزار مہینے کی عبادت سے بڑھ کر ہوتی ہے جو تقریباً تراسی سال بنتے ہیں اور جب کسی مومن سے عصر کی نماز رہ جانے پر اسے سارے گھر والوں کے مرنے اور مال ختم ہو جانے جتنا غم ہوتا ہے تو پھر تقریباً تراسی سال کی عبادت رہ جانے پر ہمیں غم کیوں نہ ہوگا؟

لہٰذا اے بھائی کسی شیخ کی راہنمائی لے کر چلو تا کہ تمہاری عبادت مکمل ہو سکے اور اس میں پیدا ہونے والی کمی دور ہو سکے کیونکہ تمام اللہ والوں کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے مریدوں کو شرعی طور پر پوری ہونے والی عبادتوں میں پہلے بزرگوں کے ساتھ ملا دیں، کوئی اور مقصد نہیں ہوتا۔ باقی اللہ جانتا اور دانا ہے۔

❁ امام بخاری، ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص جھوٹی بات کرنا اور اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑتا (ایک اور روایت میں جہالت کا بھی ذکر ہے) تو اللہ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے سے غرض نہیں۔'' یعنی اللہ نے اسے یوں روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اسے سمجھ لو۔

❁ امام طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص بد کلامی اور جھوٹ بولنا نہیں چھوڑتا تو اللہ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی ضرورت نہیں۔''

❁ نسائی، ابن خزیمہ اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے ''روزہ اس وقت تک (گناہوں سے بچنے کے لیے) ڈھال کا کام دیتا ہے جب تک وہ اسے گنوا نہیں دیتا۔''

❁ طبرانی کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے۔ ''عرض کی گئی یا رسول اللہ! وہ اسے کیسے گنوا لیتا ہے؟ فرمایا جھوٹ بول کر اور چغلی کر کے۔''

❁ ابن خزیمہ اور حاکم وغیرہ نے مرفوعاً بتایا ''کھانا پینا چھوڑنے ہی کا نام روزہ نہیں بلکہ روزہ یہ ہے کہ بے مقصد باتوں اور بدگوئی سے بچے۔''

❁ امام بخاری نے مرفوعاً لکھا ہے کہ ''دو عورتوں نے روزہ رکھا اور پھر لوگوں کا گوشت کھانا (چغلی کرنا) شروع کر دیا اس پر نبی کریم ﷺ نے انہیں حکم فرمایا کہ قے کر کے کھایا پیا پیالے میں ڈال دو۔ چنانچہ انہوں نے قے کر دی، دیکھا تو ایک کی قے میں خون، پیپ اور گوشت شامل تھا، انہوں نے پیالہ بھر دیا اس کے بعد رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ان دونوں نے وہ کھانا کھانے سے پرہیز کیا (روزہ رکھا) جو اللہ نے ان کے لیے حلال کیا تھا مگر اس پر افطار کیا جو اللہ نے ان کے لئے حرام کر رکھا تھا۔

ایک اور روایت میں اتنا اور زیادہ ہے "اگر یہ ان کے پیٹوں میں رہتا تو قیامت کے دن دوزخ انہیں کھا جاتا۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 308

بد خلقی اور مسلمانوں پر بے رحمی

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم بد خلقی اور کسی بھی مسلمان اور حیوان پر شفقت رحمت نہ کرنے کی عادت نہ اپنائیں جائز طور پر اللہ کی ساری مخلوق پر رحم کریں اور انہیں کسی تکلیف میں مبتلا نہ کریں جیسے ہم اپنے بارے میں بھی یہی چاہتے ہیں کیونکہ جو خود رحم نہیں کرتا، خود اس پر بھی رحم نہیں ہوتا چنانچہ جسے ذبح کرنا ہمارے لیے جائز کیا گیا ہے، اسے ذبح کرنے یا تکلیف پہنچانے والے جانوروں کو مارنے کے لیے چھری کو تیز کیا کریں اور پھر کتا یا بلی تو کیا چیونٹی یا مچھر تک کا حلیہ نہ بگاڑا کریں۔

کتے کی خدمت اور احمد بن رفاعی

سیدی احمد بن رفاعی رحمہ اللہ کے دور میں ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ کسی شہر میں کتے کو خارش اور کوڑھ کی بیماری لگ گئی، لوگ نفرت کھا گئے اور اسے جنگل کی طرف نکال دیا، آپ کو پتہ چلا تو اس کے پاس پہنچ کر اس پر سائے کا انتظام کیا، تو پھر تیل لگایا اور کھلایا پلایا اور پھر چالیس دن تک صبح و شام سات سات مرتبہ اس کے ہاتھ دھوتے رہے جن میں سے ایک باران پرمٹی لگاتے چنانچہ اللہ نے اس کتے کو شفاء دیدی، آپ نے اس کے لیے پانی گرم کیا، اسے نہلایا اور لے کر شہر میں پہنچے جس پر لوگوں کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے کیونکہ انہیں معلوم ہوگیا تھا کہ آپ نے اس بارے میں کتنی تکلیف اٹھائی ہے۔

چیونٹی کو تکلیف دینے پر پریشانی

ایک مرتبہ آپ کے پاس یعقوب خادم آیا تو دیکھا کہ آپ رو رہے ہیں، معذرت کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں (اے اللہ) حمید کو اس کی غلطی پر نہ پکڑ کیونکہ میرا یہ مقصد نہیں تھا۔ اس پر اس نے پوچھا اے آقا! کسے ڈانٹ رہے ہیں جب کہ یہاں تو کوئی نظر ہی نہیں آتا؟ فرمایا میری ہتھیلی پر چیونٹی سی آگری تھی، میں نے اسے ہٹانے کے لیے اس پر انگلی رکھی تو اس کا ایک پر ٹوٹ گیا جس پر مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ حمید کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ یونہی پکڑے گا یا دنیا میں اس کا بازو ایسے

50 ہی توڑ دیگا جیسے اس نے توڑا ہے کیونکہ اس وقت میں بچاؤ نہیں کر سکا تھا جب اس پر میرا ہاتھ رکھا گیا۔

آپ مریدوں کو جوں سے پہنچنے والی تکلیف پر صبر کا حکم دیتے اور فرماتے تم مصیبت پر کیا صبر کرو گے جب کہ غصہ نکالتے وقت تم جوں اور مچھر کا بھی لحاظ نہیں کرتے اور اس کی تکلیف کو برداشت نہیں کرتے، تم دشمنوں سے پہنچنے والی تکلیف کیسے برداشت کر سکتے ہو۔

اے بھائی! اگر تم اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتے ہو تو کسی نصیحت والے شیخ کے طریقے پر چلو جو تمہارے بوجھ اتارے اور تم سے بد خلقی اور تکبر دور کر کے تمہیں فرشتوں جیسا کر دے، یوں تم اپنے آپ کا لحاظ رکھنے کی طرح باقی مخلوق پر بھی شفقت و مہربانی کر سکو اور صرف اسی کے ساتھ تکبر کرو جو تم سے تکبر دکھائے، اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام مسلم اور ابو داؤد وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے اللہ تعالیٰ نے ہر شے کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کے لیے کہا ہے لہٰذا جب تم قتل کرو تو اچھے طریقے پر، ذبح کرو تو اچھے طریقے پر کیا کرو چنانچہ چھری تیز سی کر کے جانور کے لیے آسانی کیا کرو۔

❁ طبرانی وغیرہ بتاتے ہیں کہ "نبی کریم ﷺ ایسے آدمی کے ہاں سے گذرے جو بکری کے پہلو پر پاؤں رکھے چھری تیز کر رہا تھا اور وہ بکری اسے آنکھ کے ایک پہلو سے دیکھ رہی تھی۔ آپ نے فرمایا پہلے کیوں تیز نہ کی؟ کیا تم اسے دوہری موت مارنا چاہتے ہو؟

❁ ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے "جب کوئی ذبح کرنا چاہے تو جلدی سے پورا پورا ذبح کرے۔"

❁ نسائی اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے "جو شخص ناحق طور پر چڑیا یا اس سے چھوٹے جانور کو مار ڈالتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں اسے پوچھے گا۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ! اس کا حق کیا ہے؟ فرمایا اسے ذبح کر کے کھالے لیکن گردن توڑ کر علیٰحدہ نہ کرے۔"

ایک تفسیر والے کے ہاں حدیث کے الفاظ "فمافوقها" سے مراد یہ ہے کہ جو جانور چڑیا سے چھوٹا ہو۔

❁ امام احمد وغیرہ نے مرفوعاً فرمایا ہے "جو شخص کسی روح والی شے کی شکل بگاڑتا ہے اور توبہ نہیں کرتا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے بدشکل کرے گا۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 309

فرضی حج چھوڑنے کی برائی

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ طاقت ہوتے ہوئے ہم حج چھوڑ دینے جیسی غفلت نہ کریں خواہ ہمیں یہ اندیشہ ہی

رہے کہ ہم لوگ جیسے لوگوں کو دور کر دیں گے، پڑھانے سے ہٹا دیں گے یا خطیب ہونے سے الگ کر دیں گے، ہمیں چاہیے کہ اسلامی حج کے لیے ضرور جائیں خواہ ہمارے پاس دنیا کا کچھ بھی نہ بچے اور پھر جب وہ حج کر لیں تو وطن واپس آ کر اسی خدشے کی بناء پر نفلی حج نہ کریں کیونکہ روزی کے لیے تدریس وغیرہ کرنا نفلی حج سے زیادہ ضروری ہے اور وہ بھی جب ایسا کام کرنے کی ضرورت ہو۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ توفیق ہوتے ہوئے بہت سے لوگ اس میں کوتاہی کرتے ہیں جب کہ ان کے پاس حج جانے آنے کے لئے میں سامان اور کتابیں وغیرہ کافی چیزیں ہوتی ہیں جو حج پر خرچے سے زیادہ ہوتی ہیں بلکہ حج کے ان اس کے پاس سال دو سال کا خرچہ بھی ہوتا ہے لیکن وہ حج چھوڑ دیتے ہیں اور بہانہ یہ بتاتے ہیں کہ وہ تدریس وغیرہ کی کوشش کر رہے ہیں حالانکہ ہر انسان اپنے آپ کو جانتا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''آپ لوگوں میں حج کا اعلان فرما دیں لوگ آپ کے پاس پیدل چلے آئیں گے۔''

یعنی وہ آپ کے پاس پیدل چل کر آئیں گے اور سواری کا انتظار کریں گے، ان کے سامنے اللہ کی صرف تعظیم ہوگی اور اللہ کے حکم میں دیر ہو جانے کا خطرہ ہوگا۔

ختنۂ ابراہیم علیہ السلام

ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت خلیل علیہ السلام کو ختنہ کرنے کا حکم دیا تو آپ نے استرے کی انتظار نہیں کی بلکہ جلدی سے ہتھوڑا لانے کا حکم دیا اور اسی سے ختنہ کر لیا۔ جب پوچھا گیا کہ اے خلیل! آپ نے استرا تلاش کیوں نہیں کیا؟ تو فرمایا کہ اللہ کے حکم میں دیر میری بات ہوتی ہے۔

جو اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے، اسے کسی سچے شیخ کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے اللہ کی تعظیم کرنے کے مرتبے پر پہنچا دے اور پھر اللہ کی عبادت کے مقابلے میں دنیا ختم ہو جانا اسے یوں لگے جیسے مٹی سے ایک ذرہ گم ہو جاتا ہے اور اللہ کی عبادت کا ذرہ بھر بھی رہ جانا اسے دنیا اور اس کے سارے موجود ساز و سامان کے مقابلے میں زیادہ پریشان کر دیا کرے۔

جو شخص ہمارے بتائے طریقے پر نہ چلے تو لازمی طور پر وہ اللہ کی خوشی کے مقابلے میں اپنی خواہش پہلے سمجھتا ہوگا جبکہ ''اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔''

❁ ترمذی اور بیہقی وغیرہ فرماتے ہیں ''جس کے پاس سفر خرچ یا ایسی سواری ہو جو اسے بیت اللہ تک پہنچا سکے اور پھر بھی وہ حج نہ کرے تو اس کے بارے میں کوئی پرواہ نہیں کہ یہودی ہو کر مرتا ہے یا نصرانی ہو کر۔'' جس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اللہ کے لیے ان لوگوں پر حج فرض کر دیا گیا ہے جو وہاں جانے (آنے) کی طاقت رکھتے ہوں۔''

امام بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جسے ظاہری طور پر کوئی ضروری کام نہ ہو، روکنے والی بیماری نہ ہو یا جابر و ظالم بادشاہ کی طرف سے رکاوٹ نہ ہو اور پھر بھی وہ حج نہ کرے تو پرواہ نہیں، چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی۔''

❁ ابن حبان اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے ''اللہ فرماتا ہے کہ جس بندے کو میں جسمانی صحت اور کھلی روزی

دوں لیکن (اس حالت میں) پانچ سال گذر جانے پر بھی وہ (حج کے لیے) میرے پاس وفد میں نہ آئے تو اجر سے محروم رہے گا۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 310

پردے دار عورتوں کو نفلی حج سے روکنے کا حکم

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم فرض حج کے علاوہ اپنی بیویوں کو نفلی حج کرنے کی اجازت نہ دیں کیونکہ وہ کمزور ہوتی ہیں اور راستے کی مشقت برداشت نہیں کرسکتیں کیونکہ آخر عورت ہی تو ہوتی ہیں یا پھر اس بناء پر اجازت نہ دیں کہ حاجیوں کے ساتھ کئی قسم کے واقعات گذرتے ہیں، خصوصاً اس وقت جب ان میں خلوص نہ دیکھیں کیونکہ عام طور پر عورتیں حج پر جانے آنے کے موقع پر نہ نماز پڑھتی ہیں اور نہ ہی پاک ہو کر رہتی ہیں، پھر اسے اپنی زندگی کی پاکیزگی اور گنجائش نکالنے کا ذریعہ بناتی ہیں، خصوصاً اولادوں کے مرنے کے بعد ان کا یہ سفر اچھا نہیں کیونکہ وہ ان وطنوں کو چھوڑ کر جا رہی ہوتی ہیں جہاں ان کی اولادیں مر چکی ہوتی ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہمیں ان عورتوں کو روکنا نہیں چاہیے جو پردہ دار نہیں یا ان کی نیت صحیح ہو یا پھر سفر میں ہمیں ان کی ضرورت ہو اور وہ یوں کہ ہمارے ساتھ خوبصورت غلام ہوں اور خدشہ ہو کہ ہمارے دل میں حرام خواہش پیدا ہوسکتی ہے جس پر ہماری پکڑ ہوسکتی ہے کیونکہ حرم شریف کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں برے ارادے ہی پر پکڑ لیتا ہے خواہ ہر کام کر بھی نہ پائے۔ واللہ علیم حکیم۔

❁ امام احمد اور ابو یعلیٰ نے یہ روایت دی کہ نبی کریم ﷺ نے آخری حج کے موقع پر اپنی بیویوں سے فرمایا تھا "یہی حج ہے اور پھر فتنے ہوں گے۔"

❁ روایت طبرانی میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ان الفاظ میں روایت ملتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آخری حج کے موقع پر فرمایا تھا "یہی حج ہے اور جب فتنے ظاہر ہوں گے تو گھروں میں بیٹھ جانا بہتر ہوگا۔"

❁ ایک اور روایت کے مطابق اپنی بیویوں سے فرمایا تھا "حج صرف یہی ہے، پھر فتنے تمہیں گھیر لیں گے۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 311

جہادی ہتھیاروں کی تعلیم نہ چھوڑنے کا حکم

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم جنگی ہتھیاروں کی تعلیم سے غفلت نہ کریں جیسے تیر چلانا، تیزی سے آگے بڑھنا اور اپنا بچاؤ کرنا وغیرہ اور پھر اسے سیکھنے کے بعد اس وقت تک اس سے کنارہ نہ کریں جب تک یہ سلسلہ جاری رہے۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ جس کی پرواہ بہت کم لوگ کرتے ہیں کیونکہ سمجھتے ہیں کہ اس کے لیے بادشاہ ہی کی فوج کافی ہے، ان کا کہنا ہے کہ جب بھی کوئی دشمن ہمارے علاقے میں آجائے گا تو بادشاہ کی فوج کافی ہوگی جب کہ یہ باتیں بزدلی، سستی اور خشک طبیعت کی نشانیاں ہیں۔

یونہی یہ بھی ضروری ہے کہ ہم دریاؤں میں تیرنے کا طریقہ سیکھنے کی غفلت نہ کریں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ دریا کنارے ہمیں دشمن کا مقابلہ کرنا پڑے تو وہ ہمیں ہلاک کردے تاہم اگر ہم نے تیرنا سیکھا ہوگا تو اس سے خلاصی بھی پاسکتے ہیں چنانچہ ہمارے شیخ، شیخ الاسلام زکریا رحمہ اللہ بڑھاپے کے باوجود ہر سال ایک مرتبہ دریائے نیل میں تیرنے جایا کرتے تھے اور فرماتے تھے مجھے خدشہ ہے کہ کہیں مجھ سے ہمیشہ تیرنے میں ناغہ نہ ہو جائے کیونکہ تیرنا چھوڑنے میں انسان کو گھاٹا ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

❁ مسلم اور ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص تیر اندازی سیکھ کر اسے چھوڑ دے تو ہم میں شمار نہ ہوگا۔'' (یا فرمایا وہ بے فرمانی کرے گا)۔

ایک روایت میں ہے ''جو تیر اندازی سیکھ کر اسے چھوڑ دے تو میری بے فرمانی کرے گا۔''

طبرانی کی روایت میں ہے ''جو تیر چلانا سیکھے اور پھر اسے بھول جائے تو یہ ایک نعمت ہے جو اس نے گنوا دی۔''

تیر اندازی ہی پر دوسرے ان جنگی ہتھیاروں کو قیاس کر لینا چاہیے جن کا ذکر ہو چکا اور جنہیں ذکر نہیں کیا گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 312

دین کے لیے اجتماع میں سے بھاگنے کا حکم

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اس گروہ سے نہ بھاگیں جن کے ساتھ دین کی طاقت کے لیے اکٹھے مل بیٹھے ہوں جیسے راہِ خدا میں جہاد یا نیکی کا کوئی کام جس میں ہماری مدد ضروری ہو یا برائی دور کرنا ہو یا ذکر کی محفل ہو، ہاں شرعی ضرورت ہو تو جا سکتے ہیں اور خصوصاً اس وقت نہ بھاگیں جب لوگ ایسے بھلے کام سے بکھر رہے ہوں۔

ہمارے دور کے علماء اور صوفیہ پر لازم ہے کہ اس ہدایت پر ضرور عمل کریں کیونکہ وہ لوگوں کے سربراہ ہوتے ہیں چنانچہ جہاں وہ جم جائیں، وہاں دوسرے لوگ بھی جم جاتے ہیں اور اگر وہی غفلت کریں تو ان کی وجہ سے لوگ بھی غفلت کرتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو پسند کرتا ہے جو اس کے نبی ﷺ کی شریعت کا مددگار بنے اور اس شخص کی مدد کرے جو شریعت کے نشانیوں کو قائم کرنے کا ارادہ رکھتا ہے جیسے کتاب کی ابتداء میں ہدایتوں کے اندر اس کی طرف اشارہ گذر چکا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ طاقت ہوتے ہوئے شریعت کی مدد سے صرف وہی پیچھے ہٹ سکتا ہے جس کے دل میں خرابی ہو۔ والسلام

یہاں جماعت سے بھاگنے کا ذکر ہوا ہے تو اسی پر ہمیں ہر ایسی بھلائی سے بھاگنے کو قیاس کرنا چاہیے جس پر دین کی زندگی کا دارومدار ہے۔ واللہ غفور رحیم۔

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سات ایسی چیزوں کا ذکر فرمایا جو انسان کو برباد کر دیتی ہیں چنانچہ ان میں فوج سے بھاگنے کا ذکر بھی کیا۔

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ”تین ایسی چیزیں ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے کوئی عمل کام نہیں دیتا اللہ کا شریک بنانا، والدین کی بے فرمانی اور مسلمانوں کی جماعت سے بھاگ جانا۔“

اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 313

فقیروں اور مسکینوں کے نام پر ملنے والی چیزوں میں خیانت کو

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ فقیروں اور مسکینوں کے نام پر ہمیں ملنے والی چیزوں میں ہم خیانت نہ کیا کریں جیسے زکوٰۃ اور صدقات کا مال ہوتا ہے اور پھر جو چیز فقیروں کی ضرورت سے زیادہ ہو تو اپنی بیویوں اور اولاد کو نہ دیں، ہاں انہیں وہ حصہ بتا کر اور ان کی خوشی سے لے کر انہیں دے سکتے ہیں تا کہ اس حدیث پر عمل کر سکیں ''اللہ تعالیٰ اس بندے کو پسند نہیں کرتا جو اپنے بھائی سے نمایاں ہو کر دکھائے۔''

اس ہدایت پر وہی شخص عمل کر سکتا ہے جو کسی شیخ کی راہنمائی پر چلے اور جو اس سے دنیا کی محبت چھڑا دے، اگر نہیں چھوڑتا تو لازمی طور پر وہ در پردہ اور ظاہری طور پر اپنے بھائیوں سے الگ تھلگ ہو کر دکھائے گا لہٰذا اے بھائی! اگر تم اس ہدایت پر پورا اترنا چاہتے ہو تو کسی شیخ کی راہنمائی پر چلو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام بخاری وغیرہ نے روایت کی ہے کہ ایک آدمی حضور ﷺ پر بوجھ تھا، وہ مر گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جہنمی ہے چنانچہ لوگ دیکھنے گئے تو پتہ چلا کہ اس نے عباء چُرا رکھی تھی۔

❁ امام مالک، احمد اور ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ اس شخص کا جنازہ پڑھنے سے رک گئے تھے جس نے یہودی کے حصے میں خیانت کی تھی اور جس کی قیمت دو درہم کے برابر بھی نہ تھی، فرما دیا تھا کہ ''اپنے ساتھی کا جنازہ پڑھ لو۔''

❁ ابوداؤد نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص خیانت کرنے والے کے بارے میں نہ بتائے، وہ اسی جیسا ہوگا۔'' یعنی اس پر پردہ ڈالے اور لوگوں کو یہ نہ بتائے کہ اس نے کیا خیانت کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 314

اپنے آپ کو غازی کہلانے کا حکم

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم راہ خدا میں اپنا غازی بننا نہ چھپایا کریں کیونکہ یوں ان شاء اللہ ہم دین کے مددگاروں میں شمار ہوں گے کیونکہ جو شخص اپنے آپ کو مجاہد نہیں بتاتا تو اس کا نام اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے مددگاروں کے

رجسٹر میں نہیں لکھا ملتا اگر چہ کسی اور طریقے پر اس کا نام مل سکتا ہو جیسے علم میں مصروف وغیرہ جو آخر کار دین کا مددگار ہی ہوتا ہے جبکہ مومن لوگوں کی صفات کے علاوہ اس کے لیے یہی کچھ کافی ہے کیونکہ کامل تو وہ ہوتا ہے جو دین کو قائم کرنے کے لیے ہر طرف سے قائم ہوتا ہے جن کی وجہ سے دین کو طاقت ملتی ہے اگر چہ وہ طاقت ملنے کے مقابلے میں کام کرتے وقت زیادہ کامل ہوتا ہے ہاں یہ کام ذرا الگ ہوتا ہے جس میں وہ مجبور ہوتا ہے۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ مصر وغیرہ میں اس پر عمل ختم ہو چکا ہے چنانچہ آج کل اس پر عمل کرتا ہوا کوئی بھی دکھائی نہیں دیتا یہ کام صرف سلطان ابن عثمان لشکر کر رہا ہے (اللہ اس کی مدد فرمائے) کیونکہ مشرق و مغرب اور خشکی و تری میں آج کل دین اسلام کی مدد وہی کر رہے ہیں (اللہ ہمیں ان کی برکتوں سے فائدہ پہنچائے اور ان کے لشکر کے ساتھ ساتھ ان کے مددگاروں میں ہمارا بھی (حشر ہو)۔ آمین آمین

امام مسلم اور ابو داؤد نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص غزوہ کئے بغیر فوت ہو گیا اور اپنے آپ کو غازی بھی ظاہر نہ کیا تو کچھ نہ کچھ منافقت رکھ کر فوت ہوا۔''

- طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جس قوم نے بھی جہاد چھوڑ دیا تو اللہ ان سب پر عذاب اتارتا ہے۔''
- ابوداؤد اور ابن ماجہ مرفوعاً لکھا ہے '' جو شخص غزوہ میں شامل نہ ہوا تو اللہ قیامت کے دن سے پہلے ہی اسے عذاب دے گا۔''
- ابوداؤد وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''میری امت جب جہاد چھوڑ دے گی تو اللہ تعالیٰ ان کو ذلیل کر دے گا اور یہ ذلت اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک وہ اپنے دین میں واپس نہ آ جائیں گے۔'' واللہ غفور رحیم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 315

تلاوتِ قرآن جاری رکھنے کا حکم

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم روزانہ تلاوتِ قرآن سے غفلت نہ کیا کریں خواہ پانچ حرف ہی کیوں نہ پڑھا کریں تا کہ اسے بھول نہ جائیں۔

اس ہدایت پر عمل کرنے میں بہت سے عالم اور اس دور کے صوفی غفلت کرتے ہیں، وہ تعلیم دیتے اور ورد وظیفے تو کرتے رہتے ہیں لیکن تلاوتِ قرآن چھوڑ دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ انہیں یاد نہیں رہتا بلکہ کئی لوگوں کو تو بھول ہی جاتا ہے، وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ جس کام میں وہ لگے ہوئے ہیں، وہی زیادہ بہتر ہے۔

قرآن کی تلاوت لازم ہے

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کو یاد رکھنا اور سوچ سمجھ کر اس کی تلاوت کرتے رہنا واجب ہے کیونکہ یہ دلوں کی خوراک ہے اور اسی تلاوت پر قیاس کرتے ہوئے شرعی کتابوں اور ماتحت علوم کو تھوڑا بہت یاد رکھنا بھی ضروری ہے بشرطیکہ قرآن یاد رکھے وہ کتابیں بھول نہ جائیں کیونکہ یہ بھی گویا کتاب وسنت کی وضاحت اور تفسیر ہیں اور یہ وہ چیزیں بتاتی ہیں جن کی کتاب وسنت میں وضاحت نہیں ہوتی اگرچہ یہ عظمت ومرتبہ میں قرآن جیسی نہیں ہوتیں۔

سیدی شیخ ابوالمواھب شاذلی رحمہ اللہ کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا کہ وہ ورد کرتے رہے لیکن قرآن کی تلاوت چھوڑ دی چنانچہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی تو آپ نے انہیں ڈانٹا اور فرمایا تم نے اپنے ان چھوٹے موٹے وردوں کی وجہ سے تلاوتِ قرآن چھوڑ رکھی ہے؟ چنانچہ اس کے بعد اپنے وصال تک وہ سوچ سمجھ کر روزانہ پانچ حرف پڑھتے رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁ ترمذی اور حاکم نے لکھا ہے کہ ”جس کے دل میں ذرہ بھر بھی قرآن موجود نہیں تو وہ ویران گھر جیسا ہے۔“

❁ ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے مرفوعاً لکھا ہے ”میری امت کو ملنے والے ہر قسم کے اجر مجھے دکھائے گئے جن میں وہ تنکے بھی تھے جو مسجد سے کسی نے صاف کئے تھے، پھر ہر امتی کے گناہ دکھائے گئے تو ان میں سب سے بڑا گناہ اس شخص کا تھا جسے قرآن کی کوئی سورت یا آیت یاد تھی لیکن بھول گیا۔“

قرآن یاد کر کے بھولنے والا خالی ہاتھ ہو گا

❁ ابوداؤد نے مرفوعاً لکھا ہے ”جو شخص قرآن پاک یاد کر کے بھول جائے تو اللہ سے ملتے وقت خالی ہاتھ ہوگا۔“

علامہ خطابی کے مطابق ایسے شخص کے ہاتھ کٹے ہوں تو معنیٰ یہ بنا کہ اس وقت اس کے پلے میں کوئی نیکی نہ ہوگی، ہاتھ کا لفظ بول کر اس سے مراد ہاتھ میں آنے والی چیز لی ہے۔ کچھ علماء کے مطابق معنیٰ یہ ہے کہ اس کے پاس اپنے بچاؤ کے لیے کوئی ثبوت نہ ہوگا۔ واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 316

ہر وقت ذکر الٰہی کرنے کا حکم

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم دن رات، پوشیدہ وظاہر طور پر کثرت سے اللہ کا ذکر کرنا نہ بھولیں، ہمارا یہ ذکر صرف اللہ کی عظمت کی وجہ سے ہونا چاہئے جس میں ہم اپنے آپ کو بندہ بن کر دکھائیں۔

اللہ کے ذکر سے مراد یہ ہے کہ ہم ہر وقت اپنے آپ کو اللہ کے سامنے سمجھیں کہ جیسے وہ ہمیں دیکھ رہا ہے، ہمارے کاموں، باتوں اور دلوں پر نظر رکھے ہوئے ہے، رہا لفظی ذکر تو وہ اس ذکر کے لیے ذریعہ ہوتا ہے تو اے بھائی! تم اس وقت تک اس مقام تک نہیں پہنچ سکتے جب تک کسی خلوص بھرے شیخ کے حکم پر عمل نہ کرو لیکن جو ایسا نہیں کرتا تو لازمی طور پر اللہ سے غافل ہوگا اور وہ صرف اسی وقت اسے یاد کرے گا جب اسے کوئی ضرورت ہوگی اور جب اس کی ضرورت پوری ہو جائے گی تو اسے بھلا دے گا۔ جسے اس بات میں شک ہو، وہ تجربہ کر لے۔

طبرانی اور بیہقی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ”اہل جنت کو صرف اس گھڑی پر افسوس ہوگا جس میں وہ اللہ کا ذکر نہ کر سکے۔“

- طبرانی کے الفاظ یوں ہیں کہ ”جس میں وہ بہت زیادہ ذکر الٰہی نہ کر سکے۔“
- انہی کی ایک اور مرفوع روایت میں ہے ”اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے بندے! جب تو نے میرا ذکر کیا تو وہ میرا شکر تھا لیکن جب بھلا دیا تو میرا انکار کر دیا۔“ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 317

نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھتے رہنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ہر محفل میں بیٹھتے اٹھتے اور سوتے جاگتے اللہ کے ذکر کی پابندی کریں اور ساتھ ہی نبی کریم ﷺ پر درود وسلام پڑھا کریں اور جب کوتاہی ہو جائے تو دس مرتبہ استغفار کر لیا کریں۔

یہ ہدایت اگرچہ اس سے پہلے والی ہدایت میں شامل ہے لیکن دوسرے طریقوں کے لحاظ سے علیحدہ ہے اور یہ عام طور پر کئے جانے والے ذکر سے زیادہ پختہ ہے جیسے علماء نے حج کے تلبیہ کے بارے میں لکھا ہے (کہ وہی ذکر ہو) واللہ اعلم۔

- ابوداؤد اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے ”لوگ جہاں بھی مل بیٹھیں، وہاں اللہ کا ذکر نہ کریں اور نبی

کریم ﷺ پر درود نہ پڑھیں تو یہ ان کے لیے کمی ہوگی چنانچہ اللہ تعالیٰ چاہے تو انہیں عذاب دے اور چاہے تو بخش دے۔''

❁ امام احمد اور ابن حبان وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص کسی جگہ بیٹھے اور اللہ کا ذکر نہ کرے تو اللہ کی طرف سے اسے گھاٹا ہوگا۔''

❁ ابوداؤد اور حاکم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''لوگ جب بھی کبھی بیٹھیں اور پھر اٹھتے وقت اللہ کا ذکر نہ کریں تو یوں ہوگا جیسے مردار کے قریب سے اٹھے ہوں اور پھر قیامت کے دن انہیں اس پر افسوس رہے گا۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 318

قبولیت دعا میں دیر پر اللہ کو گلہ دینا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم دعا کے قبول ہونے میں دیر پر یہ نہ سمجھیں کہ اس نے دیر کی ہے اور یہ نہ کہیں کہ ہم نے دعا کی تھی لیکن وہ قبول نہیں ہوئی۔ یہ اللہ کے بارے میں ہماری بدگمانی ہوگی۔

ہمیں پتہ چلا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے خلاف ظلم کرنے والے کے بارے میں دعا کی جس پر انہوں نے سمجھا کہ اسے قبول کرنے میں دیر ہوگئی ہے چنانچہ آپ پر وحی اتری کہ ''اے داؤد! میں نے تمہاری دعاء قبول کرنے میں دیر اس لیے کی ہے تاکہ جب تم سے زیادتی ہو جائے اور تمہارے خلاف کوئی دعا کرے تو اس سے بھی یہی معاملہ کروں۔'' حالانکہ بندے کا حق تعالیٰ سے یہ کہنا کہ ''میں نے حق تعالیٰ سے دعا کی تھی لیکن وہ قبول نہ ہوئی'' درحقیقت مجھے کہنا ہے جس میں حیاء اور ادب کی کمی بنتی ہے اور جھوٹ بنتا ہے جس کا اسے علم ہی نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبولیت یہ ہوتی ہے کہ جب وہ یا اللہ کہے تو وہ فرماتا ہے لبیک اور ہر دعا کرنے والا یہی کہا کرتا ہے، چنانچہ قبول ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ تمہاری دعا سوچ سے زیادہ قبول ہوگی۔ پھر بندہ یہ کہتا ہے کہ اے پروردگار! میرا یہ کام کر دے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہاں کروں گا لیکن اس وقت جو تمہارے حق میں بہتر ہوگا، خواہ وہ وقت دنیا میں ہو یا آخرت میں کیونکہ دعا تو اسی وقت قبول ہو جاتی ہے جب وہ لبیک فرماتا ہے اور یونہی ہمیشہ ضرورت پوری ہو جاتی ہے کیونکہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر ضرورت پوری کیے بغیر کوئی واپس آ جائے تو ایسا ممکن نہیں کیونکہ وہ بارگاہ سب سے زیادہ کرم کرنے والی ہے۔

جو اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے، اسے کسی شیخ کی راہنمائی لینی چاہئے جو اسے دعا کا طریقہ بتائے اور یہ بتائے کہ اس میں ہر کام اللہ کے سپرد کیسے کرنا ہے، گویا اسے یوں کہنا ہوگا کہ اے اللہ! مجھے اتنا دے اور اتنا نہ دے بشرطیکہ تیرے علم میں یہ بات پہلے سے موجود ہے کہ وہ چیز میرے لیے بہتر ہے اور فائدہ مند ہے۔

ہم یہاں صرف اس شخص کی بات کر رہے ہیں جو مجبور نہ ہو چکا ہو اور جو مجبور ہوتا ہے، اس کی دعا فوراً قبول ہو جاتی

ہے پھر یاد رکھیئے کہ جو بندہ مجبور نہ ہو اور وہ اللہ سے دعا کرتے وقت اپنا کام اللہ کے سپرد کر دے تو وہ اس کے حق میں بہتر فیصلہ کرتا ہے چنانچہ وہ اسے دے تو بھی بھلائی ہوگی اور نہ دے، تب بھی اچھا ہوگا۔ واللہ علیم حکیم

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ مرفوعاً لکھتے ہیں "دعا تو قبول ہو جاتی ہے لیکن جب تک جلدی نہ کرے جیسے یوں کہہ دے کہ میں نے دعا کی ہے لیکن قبول نہیں ہوئی۔

❁ مسلم اور ترمذی کی روایت یوں ہے "بندے کی ہر دعا اس وقت قبول ہوتی ہے جب وہ گناہ کے کام اور رشتہ داری توڑنے کی دعا نہ کرے اور پھر یوں کہے کہ میں نے دعا کی تھی لیکن قبول نہیں ہوسکی۔

❁ مسلم اور ترمذی کی روایت میں ہے "اگر انسان جلدی نہ کرے تو اس کی ہر ہر دعاء اس شرط پر قبول ہو جاتی ہے کہ وہ گناہ اور رشتہ داری توڑنے والی دعاء نہ کرے۔" عرض کی گئی یا رسول اللہ! جلدی سے مراد کیا ہے؟ فرمایا وہ یوں کہے کہ میں دعا پر دعا کرتا رہا لیکن قبول نہ ہوسکی کیونکہ ایسے وہ اکتا جاتا ہے اور دعا چھوڑ دیتا ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ قبول نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے جلدی نہیں کی ورنہ قبولیت تو دنیا و آخرت میں ہو جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 319

دعا کرتے وقت آسمان کی طرف دیکھنا منع ہے

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ دعا کرتے وقت ہم چہرے آسمان کی طرف نہ اٹھایا کریں بلکہ آنکھیں بند کرکے چہرہ زمین کی طرف کر لیا کریں اور یونہی اس وقت بھی دعا نہ کریں جب ہمارا دل غافل ہو کیونکہ اس میں واضح بے ادبی ہوتی ہے، اس کام میں شریعت اور عام طریقے کی پیروی ہوتی ہے ورنہ اللہ کے حق میں ہر طرف ہی ایک جیسی ہے۔

رہا یہ سوال کہ نبی کریم ﷺ چہرہ اقدس کو بار بار آسمان کی طرف اٹھاتے تھے تو وہ اس لیے کہ اس وقت اس راہ سے ایک خاص وحی اترنے والی تھی چنانچہ آپ نماز میں بار بار اس ذات کو دیکھتے تھے جسے لوگوں کے پاس خبر لانے کا حکم دیا گیا تھا چنانچہ وہ مخلوق کی طرف توجہ تھی اور جبریل وغیرہ جیسی مخلوق کو دیکھنا تھا۔ اسے ذہن میں رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ شب معراج میں اس سے پہلے ان الفاظ میں آپ کو سراہ چکا تھا کہ " آنکھ نہ کسی طرف پھری، نہ حد سے بڑھی" یعنی اللہ کے خطاب کے وقت کسی طرف نہ پھری۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میرے بھائی داؤد علیہ السلام کی طرف سے کوتاہی یہ ہوئی تھی کہ انہوں نے اللہ کی اجازت کے بغیر کسی اور کو دیکھا تھا۔" اس کے بارے میں سیدی علی خواص رحمہ اللہ نے فرمایا رہا آسمانوں کی طرف ہاتھ اٹھانا تو یہ

دونوں ہاتھ اللہ کی طرف سے آنے والے ان انعامات کو لینے کا ذریعہ ہیں جن کی وجہ سے انسان اللہ کے انعامات لیتا ہے اور دونوں کو یوں ملاتا ہے جیسے پانی کا چلو بھرنے والا ملایا کرتا ہے۔ یہ بات شیخ احمد زائد نے بتائی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسلم اور نسائی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے "نماز میں دعا کرتے ہوئے یا تو لوگ اپنی آنکھیں آسمان کی طرف اٹھانے سے رک جائیں گے یا پھر اللہ تعالیٰ ان کی آنکھیں اچک لے گا۔"

امام احمد کی روایت یوں ہے "جب تم اللہ سے مانگو تو اس یقین کے ساتھ کہ اللہ اسے قبول فرمالے گا اور یادرکھو کہ اللہ تعالیٰ ایسی دعا قبول نہیں فرماتا جو وہ دل غافل ہونے کے موقع پر کرتا ہے۔"

ایک اور روایت میں ہے کہ "اللہ ایسی دعا قبول نہیں فرماتا جو غافل دل اور بے پرواہی میں کی جائے۔"

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 320

اپنے یا کسی اور کے خلاف دعا کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے، اولاد، خادم اور مال کے خلاف دعاء نہ کیا کریں کیونکہ یہ عادت اچھی نہیں، رسول انور ﷺ نے ہمیں اس سے منع فرمایا ہے اور حکم فرمایا ہے کہ جس کے خلاف ہم دعا کر رہے ہیں، اس کے بارے میں دیکھیں کہ اللہ نے اس بارے میں کیا کچھ لکھا ہے کیونکہ جو دعا ہم کر دیتے ہیں اسی کے مطابق ہوسکتا ہے لیکن وہ ہمارے لیے مناسب نہیں ہوگا اور اکثر ایسے بھی ہوتا ہے کہ ہم اپنے کسی دوست کے خلاف اللہ سے دعا کرتے ہیں جسے وہ قبول کرلیتا ہے کیونکہ یہ اس کے لیے کوئی بات ہی نہیں ہوتی، لیکن اس کے بعد وہ چاہتا ہے کہ وہ اس سے ٹل جائے لیکن وہ ایسا نہیں کرتا۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب انسان یہ محسوس کرے کہ اس کا دل اللہ کی طرف متوجہ ہے اور دعاء قبول ہونے کی امید ہے تو یوں عرض کرے اے میرے اللہ! میں کسی بھی مسلمان کے خلاف دعاء کروں تو اسے قبول نہ فرما، خواہ وہ میرے اپنے یا کسی اور کے خلاف ہو، نہ ہی ایسے حال میں قبول فرما جب میں غصے اور خوشی کی حالت میں ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ یونہی کر دیتا ہے اور رسول اطہر ﷺ نے جب قریش کے برباد ہونے کے لیے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتار دی "ہم نے آپ کو صرف اس لیے بھیجا ہے کہ ہر جہان والوں کے لیے مہربان بن جائیں۔" اللہ نے اس دُعا پر زور دیا تھا کہ ایسی دعاء نہ کریں چنانچہ آپ نے استغفار کیا اور پھر اپنی قوم کے لیے ہدایت کی دعا فرمائی اور جب انہوں نے مخالفت کی تو عرض کی "اے اللہ! میری قوم کو بخش دے کیونکہ انہیں کسی قسم کا علم ہی نہیں ہے۔"

جو شخص اس ہدایت پر چلنا چاہتا ہے، اسے کسی ایسے شیخ کی ضرورت ہے جو اسے لے کر چلے اور اس کی آنکھوں

سے پردے ہٹا دے تا کہ وہ مخلوق کے بارے میں وہی کرے جو اللہ نے کیا ہوا ہے کہ اس نے صرف عملوں کو ان کا بنایا ہے لیکن اصل کام تو اللہ نے پیدا کئے ہوئے ہیں لیکن کسی کے خلاف دعاء اچانک نکل جایا کرتی ہے۔ واللہ غفور رحیم۔

❁ مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے "اپنے خلاف دعاء نہ کیا کرو، نہ اولاد کے خلاف کرو، نہ ہی خادموں کے خلاف اور نہ ہی اپنے مال کے خلاف اور اس وقت ایسی دعاء نہ کرو جب قبولیت کا وقت ہو کیونکہ ایسے وقت میں وہ قبول ہو جائے گی۔"

❁ ترمذی نے روایت کی ہے "تین وہ دعائیں ہیں جو بلاشبہ قبول ہو جاتی ہیں، مظلوم شخص کی دعاء، مسافر کی دعاء اور باپ کی اپنی اولاد کے خلاف دعاء۔"

❁ ابن ماجہ کی ایک مرفوع روایت میں یوں ہے "والد کی (اولاد کے خلاف) دعاء اسے پردے میں لے جاتی ہے۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 321

دنیا کو دل میں نہ بساؤ

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم دنیا کا مال ہاتھوں میں تو لیں لیکن پہلے بزرگوں کی طرح دلوں میں اسے جگہ نہ دیں لیکن اس ہدایت پر عمل کرنے کے لیے کسی ایسے شیخ کی ضرورت ہے جو اسے یہاں سے گذار لے ورنہ وہ اس کی بو بھی نہیں سونگھے گا خواہ سب سے زیادہ علم والا ہو۔ اسے ذہن میں سما لو۔

❁ امام بخاری و مسلم مرفوعاً لکھتے ہیں "ایک بوڑھے شخص کا دل بھی دو چیزیں لینے کے لیے جوان ہو جاتا ہے خوش حالی اور مال سے پیار۔"

❁ ترمذی کے الفاظ یہ ہیں "لمبی زندگی اور ڈھیر سارا مال۔"

❁ مسلم، نسائی اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے "میں ایسے دل کے بارے میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ جو بھر نہ سکے۔"

امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے "اگر ابن آدم کے پاس مال کی دو وادیاں بھی بھری ہوئی ہوں تو وہ تیسری بھی مانگے گا کیونکہ ابن آدم کا پیٹ صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔"

❁ ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے "قیامت کے دن ابن آدم کو سب کے سامنے لایا جائے گا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تم کو بہت کچھ دیا، عطاء و بخشش کی اور تم پر انعام کرتا رہا، بتاؤ تم نے کیا کیا؟ وہ عرض کرے گا کہ اے

پروردگار! میں نے یہ سب کچھ جمع کیا، اس میں اور بھی ڈالا چنانچہ آتے وقت میں بہت کچھ چھوڑ آیا، اب مجھے واپس جانے دو کہ اسے یہاں لے آؤں۔ اسی دوران ایک آدمی کو لایا جائے گا جس نے کوئی بھی نیکی آگے نہ بھیجی ہوگی چنانچہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 322

حرام اور شبہ والا کھانا کھانے کا حکم

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم حرام اور شبہ والا کھانا کھانے کو کی غفلت نہ کریں، چاہے وہ ہم نے تجارت کر کے کمایا ہو، کاروبار کیا ہو یا تنخواہ وغیرہ کے طور پر لیا ہو جن میں ہم خود یا ہمارا کوئی نائب مقرر نہیں ہوتا۔

وہ چیز بھی شبہ والی شمار ہوتی ہے جو کسی نے ہمیں اس لیے کھلائی ہو کہ یہ لوگ اصلاح کرتے اور دین سے واقف ہیں، اس وقت دو حالتوں میں سے ایک ضرور ہوگی، یا تو ہم ان کے خیال کے مطابق نیک ہوں گے یا نہیں ہوں گے چنانچہ دونوں ہی حالتوں میں اسے کھانا ہمارے لیے مناسب نہیں البتہ صرف اس صورت میں کھا سکتے ہیں کہ وہ صرف اللہ کو خوش کرنے کے لیے کھلائے، ہماری اصلاح اور دین کو نہ دیکھے، ایسی چیز کھانے میں حرج نہیں ہوگا۔

آج کل فقیر لوگ دین اور اصلاح کے نام سے کھائے جا رہے ہیں، اسی نام پر وہ حکمرانوں سے مال لیتے ہیں چنانچہ ایک ایک دن میں چاندی ایک نصف یا اس سے بھی زیادہ اکٹھا کر لیتے ہیں اور جب ان میں سے کوئی مرتا ہے تو اس کے پاس ہزار یا اس سے زیادہ دینار نکل آتے ہیں اور وہ اس کے باوجود گودڑی پہنے ہوتا ہے۔ واللہ غفور رحیم۔

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے "جان قبضے میں رکھنے والے کی قسم! جب بندہ اپنے پیٹ میں حرام کا ایک لقمہ ڈالتا ہے تو اس کے چالیس دنوں میں کئے نیک کام قبول نہیں ہوتے اور جس آدمی کے جسم میں حرام کھانے سے گوشت بنتا ہے تو اس کے لیے اس سے جہنم میں جانا بہتر ہے۔"

❁ امام احمد نے مرفوعاً لکھا ہے "جو شخص دس درہم کا لباس خریدے جس میں ایک درہم حرام کمائی کا ہو چنانچہ جب تک وہ اسے پہنے ہوگا، کوئی بھی عبادت قبول نہیں ہوگی۔"

❁ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے روایت کی ہے "جو شخص حرام مال کما کر اس میں سے صدقہ وخیرات کرے، اس کو اس پر کوئی ثواب نہ ہوگا بلکہ بوجھ اسی پر ہوگا۔"

❁ ابو داؤد کی روایت میں ہے "جو شخص گناہ کے کام میں سے مال کمائے پھر کسی رشتہ دار کو دے، اسے صدقہ کرے، راہِ خدا میں خرچ کرے تو اس سارے کو جمع کر کے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔"

امام احمد وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ”میری جان قبضہ میں رکھنے والے کی قسم، جو شخص حرام کماتا ہے اور اسے صدقہ کرتا ہے تو وہ قبول نہیں ہوتا، وہ خرچ کرتا ہے تو بڑھے گا نہیں اور مرتے وقت چھوڑ جائے گا تو وہ دوزخ کا سبب بنے گا کیونکہ برائی بری چیز کے ذریعے نہیں مٹتی، اچھائی کے ساتھ مٹتی ہے، اس لیے کہ حرام کو حرام چیز نہیں مٹایا کرتی۔“

بخاری اور نسائی میں مرفوعاً لکھا ہے ”آگے ایک ایسا وقت آ رہا ہے کہ انسان حرام لے کر پرواہ نہیں کرے گا۔“

علامہ ازین کی اسی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے ”ایسے وقت میں ان کی کوئی بھی دعاء قبول نہیں ہوگی۔“

امام ترمذی وغیرہ نے مرفوع روایت دی ہے ”رسول اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ زیادہ تر لوگ جہنم میں کس وجہ سے جائیں گے؟ فرمایا ”منہ اور شرمگاہ کی وجہ سے۔“

ابن حبان نے مرفوع روایت دی ہے ”اللہ تعالیٰ ایسا گوشت (جسم) جنت میں نہیں دے گا جو حرام کمائی سے پیدا ہوا ہوگا۔“

ابو یعلیٰ، بزار اور طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ”وہ جسم جنت میں نہیں جا سکے گا جسے حرام غذاء ملتی رہی۔“ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 323

ظالمانہ طور پر مال اکٹھا کرنے کا حکم

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم کسی مسلمان کو ظالمانہ طریقے سے مال اکٹھا کرنے کے لیے مقرر نہ کریں خواہ وہ ظلم ہمارے شہر میں گھر کر چکا ہو اور اگر ہم عاجز آ جائیں تو ہم پر لازم ہے کہ مسلمانوں کے بارے میں اسے بہتر ہدایت دیں اور کہہ دیں کہ ان سے اپنے ٹیکس نہ لے کیونکہ ایسے مال لیے جا رہے ہیں اور اولیاء اسے روکنے سے عاجز ہیں۔

ہمارے اس علاقے میں جو اس کام پر مقرر ہوتا ہے، اسے باریک بینی اور مکمل سوجھ بوجھ کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ صحیح شخص کا ساتھ دے سکے کیونکہ کبھی اس کی غفلت پر کوئی شخص کسی کی طرف انگلی اٹھا سکتا ہے۔ پھر یہ ہے کہ ان لوگوں سے کچھ لیا نہ کرے کیونکہ یوں اسے تکلیف پہنچ سکتی ہے۔

ابو داؤد، ابن خزیمہ اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے ”ٹیکس لینے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔“ یعنی وہ دسواں حصہ جو تاجروں سے لیتا ہے، دسویں حصے کے نام پر ٹیکس ہوتا ہے لیکن اس وقت صورت حال یہ ہے کہ اس دسویں حصے کے علاوہ کئی ٹیکس لیے جا رہے ہیں یعنی حرام لے کر کھاتے ہیں جو آگ ہوتی ہے جس پر وہ اللہ کے ہاں کوئی جواب نہیں دے

سکیں گے، اللہ کا ان پر غضب ہوگا اور انہیں سخت عذاب دیا جائے گا۔

- امام احمد وغیرہ نے روایت کی ہے "عارفوں (نجومیوں) اور امانتداروں کے لیے جہنم ہوگی۔"
- ابو یعلیٰ مرفوعاً لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ہاں سے ایک جنازہ گذرا جس کو دیکھ کر فرمایا اگر یہ نجومی نہیں تو اسے خوشخبری ہو۔"

ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت مقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کے دونوں کندھوں پر ہاتھ رکھا تھا کہ اسی دوران فرمایا "اگر تم امیر (حاکم)، کاتب (منشی) اور نجومی نہ بنو تو تمہیں نجات ملے گی۔"

- ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ! میرے والد بوڑھے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ ان کے بعد آپ مجھے نجومی کا پیشہ اپنانے دیں، فرمایا یہ علم درست ہے اور اس کے لیے لوگوں کے پاس سمجھدار شخص ہونا چاہئے لیکن نجومی جہنم میں جائیں گے۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 324

مخلوق کو دھوکا دینے کا حکم

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو دھوکا نہ دیں خواہ وہ ہم سے راہنمائی لے رہا ہو یا نہ لے رہا ہو۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ جس پر عمل کرنے کے لیے کسی سچے شیخ کی ضرورت ہے تا کہ اپنی عبادتوں اور معاملات میں کوئی دھوکا نہ کھائے کیونکہ جو اپنے آپ سے دھوکا کر رہا ہوتا ہے تو لازماً دوسرے کو بھی دے گا اور جو خود خالص ہو، وہ دوسروں کے ساتھ بھی خلوص برتے گا لہٰذا آدمی پر لازم ہے کہ کسی شیخ کے نقشِ قدم پر چلے تا کہ اللہ تعالیٰ نفس کی ساری سازشیں اس کے سامنے کھول دے اور سارے عملوں کے بہانے بتا دے کہ کیا کیا کئے جاتے ہیں ورنہ لازمی طور پر وہ اپنے آپ اور دوسروں کو دھوکا دیتا رہے گا۔ واللہ علیم حکیم۔

- مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ "جو ہم سے دھوکا کرے، وہ ہمارا شمار نہیں ہوگا۔"
- طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے "جو شخص مسلمانوں سے دھوکا کرے تو وہ ان میں شمار نہیں ہوگا۔"

اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں چنانچہ اس بارے میں حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بہتر یہ ہے کہ ان حدیثوں کا ظاہری معنیٰ لیا جائے، اس کی تفسیر نہ کی جائے تا کہ حضور شارع علیہ السلام کی غرض پوری ہو سکے۔ واللہ غفور رحیم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 325

زیادہ نفع کے لالچ میں مال نہ بیچنے کا حکم

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کی روزی کا سامان روک نہ رکھا کریں کیونکہ یوں ہمارے دلوں میں غلہ مہنگا بیچنے کی خواہش پیدا ہوگی خواہ گھرے دل ہی میں کیوں نہ پیدا ہو۔

یہ وہ کام ہے جس سے کم لوگ ہی بچا کرتے ہیں بلکہ میرے ساتھ ہی ایک واقعہ گذرا میں ایک مرگ پر جنازگاہ میں جنازہ پڑھانے جاتا رہا، ایک مرتبہ کئی دنوں تک جنازہ نہ آسکا اور دل میں میتوں کے آنے کی انتظار رہی اور جنازے کم ہونے پر تکلیف ہوئی چنانچہ میں نے دیکھا کہ مجھ میں مسلمانوں کے مرنے کی خواہش پیدا ہو رہی ہے کہ ان کے جنازے پڑھاؤں گا تو مجھے کچھ اجر ملے گا۔ یہ خیال آتے ہی میں وہاں سے نکل کھڑا ہوا اور انتظار کا سلسلہ بند کر دیا، پھر اس کے بعد انتظار کئے بغیر پڑھا دیا کرتا لہٰذا اے بھائی! اگر تم میں ہدایت پر عمل کرنا چاہتے ہو تو کسی شیخ کی پیروی کرو۔ جو اسے مشائخ کے طریقے پر چلائے اور بندہ اپنے بھائی کے لیے وہی کچھ پسند کرے جیسے اپنے لیے پسند کرتا ہے اور جو یوں نہیں کرے گا تو وہ اپنے لیے اچھی چیز پسند کرے گا خواہ کسی کو اس کا نقصان ہی کیوں نہ پہنچے۔ اللہ تمہاری راہنمائی فرمائے۔

مسلم، ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کی ہے ”صرف گنہگار ہی غلہ (مہنگا بیچنے کے لیے) روک سکتا ہے۔“

امام احمد، ابویعلیٰ، بزار اور حاکم وغیرہ مرفوعاً لکھا ہے ”جو چالیس راتوں تک غلہ روکے رکھے تو وہ اللہ سے بے تعلق ہوا اور اللہ اس سے اور جہاں کافی لوگ اکٹھے رہتے ہوں جن میں سے کوئی بھوکا رہے تو اللہ کو ان سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔“

- ابن ماجہ اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے ”مال کمانے والے کو روزی ملتی ہے جب کہ روک لینے والے کو لعنت۔“
- امام اصفہانی مرفوعاً لکھتے ہیں ”جو مہنگا بیچنے کی خاطر مسلمانوں کا غلہ روک رکھے تو اللہ تعالیٰ اسے کوڑھ اور روزی کی تنگی میں مبتلا کر دیتا ہے۔“

اس سلسلے میں بہت سے حدیثیں ملتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 326

سودی کاروبار والے سے کھانا حرام

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اس شخص کے ہاں سے کھانا نہ کھائیں جو لوگوں کے ساتھ سود کا کاروبار کرتا ہو

اور حیلہ بہانہ کرتا ہو، ہاں شرعی ضرورت پر کھا سکتا ہے جیسے ایسی کوئی شے نہ مل سکے جس کے ذریعے ہم پیٹ ڈھانک سکیں یا کوئی ایسی دینی بہتری سامنے آجائے جس کی وجہ سے اسے کھانا پڑے۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ بہت سے لوگ اس پر عمل نہیں کرتے بلکہ تاجر اور عالم بھی اس سے نہیں بچتے چنانچہ سود میں حیلے بناتے ہیں اور اسے قاضیوں کے محکموں میں لکھ رکھتے ہیں، ایک تو اسے مانتا ہے اور دوسرا اس چیز کا دعویٰ کرتا ہے جو اس کے لیے ناحق ہے پھر سود پر دینے والا اس سے مطالبہ کرتا ہے جسے سود پر دیا ہو، اگر وہ اسے وہ نہیں دیتا جو دونوں کے درمیان طے ہوا تھا تو وہ مانتا ہے کہ طے شدہ سے زیادہ دوں گا اور پھر یہ بات لکھ لی جاتی ہے، یہ سلسلہ یونہی چلتا رہتا ہے اور یہ سود سو دینار کی بجائے ہزار دینار سے بھی زیادہ بن جاتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ سب کا مال برباد کر دیتا ہے۔

جو اس راہنمائی پر چلنا چاہتا ہے، اسے کسی شیخ کی ضرورت ہے جو اسے لے کر چلے اور صبر کا طریقہ بتائے اور یہ بتائے کہ دنیا سے بے تعلق ہو جاؤ اور وہ یوں ہو جائے کہ سالن کے بغیر سادہ اور خشک روٹی پر گذارہ کرے اور کپڑوں کی بجائے بوریا پہنے اور جو اس طریقے پر نہیں چلے گا تو عموماً دنیا سے محبت کرتا نظر آئے گا اور اپنی خواہشوں کو روک نہیں سکے گا چنانچہ جب اس کے دل میں خواہش پیدا ہوگی تو قرض لے کر اسے پورا کرے گا اور سود دینے پر تیار ہوگا جو اس کے فائدے اور اس کے نقصان میں ہوگا۔

❁ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں اپنے نفس کی ہر بات ماننا شروع کر دوں تو مجھے سپاہی یا ٹیکس لگانے والا بننا پڑے گا۔

لہٰذا اے بھائی سود سے بچنے کے لیے وہی طریقہ اپناؤ جو ہم نے بتایا ہے۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے ''سات برباد کرنے والے لوگوں سے بچو اور پھر ان میں سے سود کھانے والے اور یتیم کا مال کھانے والے کا ذکر کیا۔''

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے، فرمایا ''اسی رات میں نے دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے اور مجھے پاکیزہ زمین کی طرف لے گئے چنانچہ ہم چلے اور ایک نہر پر پہنچے جس میں ایک آدمی کھڑا تھا جب کہ دوسرا پتھر لیے کنارے پر کھڑا تھا، نہر والا آدمی باہر نکلنے کے لیے کنارے کی طرف بڑھا تو دوسرے نے اس کے منہ میں پتھر دے مارا اور اسے پہلی جگہ پر واپس کر دیا اور پھر جب بھی نکلنے کی کوشش کرتا تو وہ آدمی اس کے منہ میں پتھر مارتا اور وہ واپس اسی جگہ پر چلا جاتا (پھر آخر میں فرمایا) یہ کون ہے جسے میں دیکھ رہا ہوں؟ تو کسی نے بتایا کہ سود کھانے والا ہے۔''

❁ مسلم، نسائی اور ابوداؤد وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے اور کھلانے والے پر لعنت فرمائی۔''

❁ ابن حبان نے اتنا اور زیادہ کیا ہے ''دونوں گواہوں اور لکھنے والے کو بھی لعنت کی اور فرمایا کہ یہ سب ایک جیسے ہیں۔''

❁ امام احمد، ابو یعلیٰ، ابن خزیمہ اور ابن حبان کے مطابق حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''سود کھانے والا،

کھلانے والا، دونوں گواہ اور دونوں لکھنے والے، علم آنے پر حضرت محمد ﷺ کی زبان مبارک کے مطابق لعنتی قرار پاتے ہیں۔"

❁ حاکم اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے "سود کی تہتر بری راہیں ہیں جن میں سب سے کم یہ کہ جیسے انسان اپنی ماں سے نکاح کر لے۔"

امام طبرانی کے مطابق حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے بتایا "ایک ایسا درہم جسے انسان سود کے طور پر لیتا ہے، اللہ کے ہاں تینتیس زنا کاریوں سے بھاری ہوگا جو اس نے اسلامی دور میں کی ہوں۔" کچھ اسے مرفوع لکھتے ہیں۔

❁ امام حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے "جب کسی بستی میں زنا اور سود کا سلسلہ نظر آئے تو سمجھ لو کہ انہوں نے اللہ کے عذاب کو آواز دی ہے۔"

❁ امام احمد اور ابن ماجہ وغیرہ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "معراج کی رات میں نے اس وقت دیکھا جب ساتویں آسمان پر تھا، کڑک، چمک اور بجلی نظر آئی (پھر آگے جا کر یوں ہے) میں ایسے لوگوں کے پاس پہنچا جہاں ایسے لوگ تھے جن کے پیٹ گھڑوں جتنے اور ان میں سانپ بھرے پڑے تھے جو پیٹ میں باہر سے دکھائی دے رہے تھے جس پر میں نے جبریل سے پوچھا کہ یہ کون ہیں، اس نے بتایا کہ یہ سود خور ہیں۔"

❁ طبرانی اور اصفہانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "جو شخص سود کھاتا ہے، وہ قیامت کے دن دیوانوں کی طرح ادھر ادھر بھٹکتا ہوگا اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی "وہ جو سود کھاتے ہیں، قیامت کے دن نہ کھڑے ہونگے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے چھو کر مخبوط بنا دیا۔"

❁ ابو داؤد اور ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے "لوگ ایک ایسا دور دیکھیں گے کہ جس میں ایسا کوئی نہ ہوگا جو سود سے بچا ہو اور جو نہیں کھاتا ہوگا، وہ بھی اس کا اثر لے گا۔"

❁ امام احمد نے مرفوعاً لکھا ہے "مجھے قبضے میں جان رکھنے والے کی قسم! ایک رات میرے امتی اکڑ، تکبر اور کھیل کود میں پڑے ہوں گے اور جب صبح ہوگی تو بندر اور خنزیر بن چکے ہوں گے جس کی وجہ یہ ہوگی کہ وہ حرام کو حلال بنا لیں گے اور سود کھائیں گے۔" (الحدیث) واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 327

کسی سے کچھ چھیننے کا حکم

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم دوات، قلم، مسواک، دانتوں میں مارنے والا خلال یا کوئی ایسی چیز کسی حقدار سے نہ چھین لیں کیونکہ خدشہ ہے کہ یوں ہم عذاب میں پڑیں گے۔

جو اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے، اسے کسی شیخ کی راہنمائی میں چلنا ہوگا جو اسے رسول اللہ ﷺ کی کلام پر ایمان لانا بتائے تاکہ وہ آپ کی دھمکی پر یوں ایمان لائے کہ جیسے اس نے وہ کام آنکھوں سے دیکھ کر کیا ہے، اس سلسلے میں اسے سخت بھوک برداشت کرنا ہوگی اور پوری محنت کرنا ہوگی تاکہ وہ کسی مسلمان پر نہ تو ظلم کرسکے اور نہ ہی اسے ذلیل کرے۔

میرے قریبی دادا شیخ علی رحمہ اللہ مل کر گندم کاشت کرنے والوں کو یوں ہدایت دیتے تھے کہ وہ ان کے اور گندم کے درمیان ایک لائن میں لوبیا کاشت کریں اور جب لوبیا کاشت کریں تو ان کے اور لوبیا کے درمیان ایک لائن میں گندم کاشت کردیں جو ان کے اور پڑوسی کے درمیان ہو اور پھر اسے ہمسائے کے لیے چھوڑ دیں۔

پھر جب کوئی عمارت بناتے تو ہمسائے کے لیے دیوار کی جگہ چھوڑ دیتے اور وہ بھی اپنی جگہ میں سے جس کی وجہ سے ہمسائے کو کافی جگہ مل جاتی۔

ایک مرتبہ آپ کے لڑکے نے ایک شخص سے اجازت لیے بغیر اس کی خلال والی لکڑی پکڑی چنانچہ آپ نے ایک ماہ تک اسے چھوڑے رکھا۔

یہ ایسا کام ہے کہ آج کل کم ہی دیکھا جائے گا بلکہ میں نے تو ایسے فقیر بھی دیکھے ہیں جن کا حکمرانوں کے پاس آنا جانا ہے کہ چھیننے کا کام وہ بھی کرتے ہیں چنانچہ لوگوں کے پتھر لے کر اپنے ڈیرے اور گھر بناتے ہیں جس پر میں نے پتھر والوں سے پوچھا کہ کیا تم کو پتھر لیے جانے پر کوئی شکایت نہیں؟ تو انہوں نے کہا ہمیں ڈر ہے کہ یہ لوگ ظالموں کے پاس ہم پر تہمت لگائیں گے اور وہ ہمیں قید کرکے اتنا ماریں گے کہ جان سے مار ڈالیں گے۔

اللہ کی قسم یہ کام ہمارے خواب وخیال سے بھی بڑھ کر ہے۔

مجھے ایک فقیر نے بتایا کہ وہ اس کھیت کے قریب سے گذرا جہاں گندم کے خوشے لگے ہوئے تھے، اس نے ایک خوبصورت خوشہ دیکھ کر پکڑا، مل کر دانے نکال لیے اور جب اسے کھانا چاہا تو یاد آیا کہ اس کے بارے میں قیامت کے دن حساب ہوگا چنانچہ اسے کھیت ہی میں پھینک دیا۔ رات کو سویا تو دیکھا کہ قیامت برپا ہے، اتنے میں خوشے والا آیا اور اس کے بارے دعویٰ کردیا، جس پر فقیر نے عرض کی کہ اے پروردگار! مجھے آج کے دن کے حساب سے ڈر لگا تو میں نے اسے کھیت میں پھینک دیا۔ اس شخص نے کہا کہ اے پرودگار! اس نے سچ بولا ہے لیکن وہ کھلواڑے تک نہیں پہنچا بلکہ ادھر ادھر بکھر گیا اور میں اسے حاصل نہ کرسکا۔

اس کے بعد میں گھبرا کر جاگ اٹھا اور مجھے پر رعب چھایا ہوا تھا۔

میں بتاتا چلوں میرے علم میں آج تک ایسا کوئی شخص نہیں جس کا مجھ پر کوئی حق ہو، ہاں خانقاہ کے ایک تاجر نے مجھے اپنی دکان میں بٹھایا، میں بالغ ہونے کو تھا چنانچہ میں نے اس کے غلہ میں سے تقریباً آٹھ دانے لیے جو مجھے میٹھے لگے تھے اور کھا لیے چنانچہ میں نے اس کے مرجانے تک اسے نہیں بتائے پھر مجھ سے جتنا ممکن ہوا، اس کی اولاد کو دیا اور بہت سا قرآن پڑھ کر اسے ایصال ثواب کیا۔ بس میرے دل پر اس سے زیادہ اور کوئی بوجھ نہیں، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

❁ امام بخاری ومسلم نے مرفوعاً لکھا ہے "جو شخص بالشت بھر بھی کسی کی زمین لے لے تو اس کے گلے میں

ساتوں زمینیں طوق بنا کر ڈال دی جائیں گی۔"

❁ امام احمد کی مرفوع روایت ہے "جو شخص ناحق طور پر کسی کی ایک بالشت زمین ہتھیا لے تو اللہ تعالیٰ ساتوں زمینیں اس کے گلے میں ڈال دے گا۔"

❁ مسلم شریف کے الفاظ یوں ہیں "کوئی شخص ناحق طور پر کسی کی بالشت بھر زمین بھی لے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت تک کے لیے سات زمینیں اس کے گلے کا ہار بنا دے گا۔"

کہتے ہیں کہ آپ نے تکلیف کے طوق کا ارادہ فرمایا، تقلید کا نہیں اور وہ یہ ہے کہ اسے قیامت تک اٹھائے رہے۔ یہ بھی کہتے ہیں آپ کا مقصد یہ تھا کہ اسے زمین میں دھنسا دیا جائے گا چنانچہ زمین کا وہ ٹکڑا اس کے گلے کا ہار بن جائے گا۔ یہ معنی زیادہ صحیح ہے اور بخاری کی ایک روایت اسے طاقت دیتی ہے "جو شخص ناحق طور پر بالشت بھر زمین لے لے تو قیامت تک کے لیے اسے زمین میں دھنسنے دیا جائے گا۔"

❁ امام احمد اور طبرانی کی روایت مرفوع میں ہے "جو شخص ناحق طور پر کوئی زمین لے لے تو اسے کہا جائے گا کہ محشر تک اس کی مٹی اٹھائے جاتا رہے۔"

❁ امام احمد وطبرانی کی مرفوع روایت میں ہے "سب سے زیادہ ظلم اس ہاتھ بھر زمین کا ہے جسے انسان اپنے مسلمان بھائی سے چھین لیتا ہے اور پھر زمینی کنکر جسے وہ لے لیتا ہے تو قیامت کے دن زمین کی گہرائی تک اسے اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا جس کی گہرائی وہی جانتا ہے جس نے اس زمین کو پیدا کیا۔"

❁ ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے "کسی بھی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ کسی کی رضا مندی کے بغیر اس کا ڈنڈا پکڑ لے۔" ابن حبان بتاتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان کے مال کو لینا، اللہ نے سختی سے حرام کر دیا ہے۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 328

ضرورت سے زیادہ بلند عمارت بنانا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ اس دنیا میں ہم ضرورت سے زیادہ اونچی عمارت نہ بنائیں اور نہ ہی اپنے لئے خوبصورت گھر بنائیں کیونکہ اس میں یہ اندیشہ ہے کہ اسے اس دنیا میں ٹھہرنے کی دلچسپی ہوگی اور وہ آخرت کو بھول جائے گا جیسے کہ اس کا تجربہ ہو چکا ہے چنانچہ ایسا کرنے والے سے ایسا ممکن نہیں کہ وہ اس میں نیت درست رکھ سکے، پھر آپ نے اینٹ پر اینٹ نہیں رکھی چنانچہ جس چوبارے میں سوتے تھے اس کی سیڑھی ہلتی تھی جسے درست کرنے کے لیے آپ نے کسی کو

حکم نہیں فرمایا، آخر وہ آپ کے قدم سے کھسک گئی جس کی وجہ سے پاؤں میں چیر آ گیا جس کی وجہ سے آپ ستائیس دن تک گھر ہی میں رہے اور لوگوں کے پاس نہ جا سکے لہٰذا اے بھائی! اس سلسلے میں اپنے نبی ﷺ کی پیروی کرو اور پھر اگر تم اپنے کاروبار میں حلال کمانا چاہو تو پتھر اور سنگ مرمر تو کیا تمہارے پاس اتنی قیمت بھی نہ ہوگی کہ پکی اینٹ بھی لے سکو جس سے عمارت بنا سکو تو اللہ کی قسم، پھر اللہ کی قسم، ایسا شخص گھاٹے میں رہے گا جو اس دنیا کو مستقل گھر بنانا چاہے۔

میں نے حضرت شیخ الاسلام زکریا رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا تو وہ مجھ سے کہہ رہے تھے کہ زکریا کے بیٹے سے کہہ دو کہ تمہارا جسم تو دنیا میں ہونا چاہیے جب کہ دل آخرت میں لگا ہوا کیونکہ اللہ کی قسم، میں یونہی رہا ہوں۔ اسے ذہن میں سما لو، اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام بخاری و مسلم کی اس حدیث میں ہے جس میں اسلام، ایمان اور احسان کا ذکر ہے کہ نبی کریم ﷺ سے حضرت جبریل علیہ السلام نے پوچھا مجھے قیامت کی نشانیاں بتایئے، فرمایا ''لونڈی اپنے آقا کو جنے گی، تم دیکھو گے ننگے پاؤں، ننگے بدن رہنے والے اور عیال دار لوگ بکریوں کے چرواہے بنیں گے اور اونچی عمارتیں بنائیں گے۔''

❁ بخاری و مسلم کی روایت میں ہے ''اور جب تم مویشیوں کو چرانے والوں کو دیکھو کہ بلند عمارتیں بنا رہے ہیں تو یہ قیامت کی ایک نشانی ہوگی۔''

❁ ابو داؤد اور ابن ماجہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک انصاری کے گھر کے دروازے پر موجود قبہ کے ہاں سے گذرے تو پوچھا یہ کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کی کہ یہ قبہ ہے جسے فلاں شخص نے بنایا ہے، اس پر آپ نے فرمایا جو بھی اس طرح کی چیز ہوگی، وہ قیامت کے دن اس کے مالک پر وبال بنے گی، انصاری کو اس بات کا پتہ چلا تو اس نے اسے گرا دیا۔ نبی کریم ﷺ وہاں سے گذرے تو وہ دکھائی نہ دیا، چنانچہ پوچھا تو آپ کو بتایا گیا کہ اس نے اسے اس وقت گرا دیا تھا جب ان کے پاس آپ کا فرمان پہنچا تھا۔ اس پر فرمایا اللہ اس پر رحم فرمائے (دو مرتبہ فرمایا)۔

❁ ابو داؤد کی مرفوع روایت میں ہے ''سنو! ہر عمارت، عمارت کے مالک پر وبال بنے گی، ہاں جو کچھ اس کے لیے ضروری ہے، اس کے بنانے میں حرج نہیں جس کے ذریعے گرمی سردی اور درندوں وغیرہ سے بچاؤ کر سکے۔''

❁ طبرانی کی مرفوع روایت میں ہے 'جب اللہ تعالیٰ کسی میں برائی دیکھ رہا ہوتا ہے تو اسے اینٹ مٹی مہیا کرتا ہے چنانچہ وہ تعمیر شروع کر دیتا ہے۔''

❁ ایک اور روایت یوں ہے ''جب اللہ تعالیٰ کسی کو ذلیل کرنا چاہتا ہے تو اس کا مال عمارت بنوانے میں ضائع کر دیتا ہے۔''

❁ ایک اور روایت میں ہے ''جو شخص اپنے گذارے سے بہتر عمارت بناتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے مجبور کرے گا کہ اسے سر پر اٹھا کر دکھاؤ۔''

❁ دار قطنی اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو بھی مال بندہ خرچ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی جگہ اسے اور دیتا ہے کیونکہ یہ اس کا وعدہ ہوتا ہے لیکن اگر وہ مال کسی عمارت یا گناہ کے کام پر لگاتا ہے تو اس کی جگہ اور نہیں دیتا۔''

❁ ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے ''اللہ تعالیٰ انسان کو ہر اس خرچ پر اجر دیتا ہے جو وہ اس کی راہ میں لگاتا ہے البتہ مٹی (یا فرمایا عمارت) میں لگایا ہو تو اجر نہیں دیتا۔''

❁ ابوداؤد نے مراسیل میں لکھا ہے کہ ''رسول اکرم ﷺ کی بیویوں کے حجرے کھجور کی ٹہنیوں سے بنے ہوئے تھے، آپ ایک غزوہ میں تشریف لے گئے، ان دونوں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس کافی مال تھا چنانچہ انہوں نے اس کی جگہ اینٹوں سے مکان بنا دیا، آپ نے آ کر پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی میں چاہتی تھی کہ لوگ ہم پر اس طرح نظریں نہ ڈال سکیں۔ اس پر فرمایا اے ام سلمہ! سب سے برا مقام وہ ہوتا ہے جہاں انسان کا مال عمارت بنانے میں خرچ ہو جائے۔''

❁ ابوداؤد وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایک قبہ بنایا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے گرانے کا حکم فرمایا، اس پر انہوں نے کہا کیا میں اس کی قیمت صدقہ نہ کروں (اور یہ یونہی رہے) فرمایا ''نہیں بس اسے گرادیں۔''

❁ ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے ''انسان جو بھی خرچ کرے، سب راہِ خدا میں گنا جاتا ہے لیکن تعمیر پر خرچ کیا ہوا، نہیں گنا جاتا کیونکہ یہ کوئی اچھا کام نہیں ہوتا۔''

❁ ابن ابی الدنیا کے مطابق حضرت حسن رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ جب رسول اکرم ﷺ نے مسجد تعمیر کرنا شروع کی تو فرمایا 'اسے یوں بناؤ جیسے موسیٰ کا خیمہ تھا۔ اس پر حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ حضرت موسیٰ کے خیمے سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے بتایا کہ جب وہ ہاتھ اٹھاتے تھے تو چھت کو لگ جاتا تھا۔

❁ ابن ابی الدنیا کے مطابق حضرت عامر بن عمار رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ انسان جب اپنی عمارت کو سات ہاتھ سے اوپر لے جاتا ہے تو اسے آواز دی جاتی ہے کہ اے سب سے بڑے فاسق و فاجر! اسے کہاں تک لے جاؤ گے؟'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 329

کسی کی مزدوری وغیرہ نہ دباؤ

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ہر اس موقع پر ڈرتے رہیں جہاں اس وجہ سے اللہ کی ناراضگی کا اندیشہ ہو کہ وہ مقام ہمارے خلاف ہوتے ہیں جیسے مزدور کو مزدوری نہ دینا یا ظالم کو کچھ نہ دینا وغیرہ لیکن جو اس کام کو معمولی جانے گا تو اسے دوزخ میں داخل کیا جا سکے گا خواہ وہ شخص نیکی کرنے میں مشہور ہو چنانچہ مومن وہ ہے جو اللہ کے غضب والے مقامات سے بچتا رہے۔ والسلام

اسی سلسلے میں ہے حضرت سیدی احمد اور زاہد رحمہ اللہ کی عادت تھی کہ کام کرنے والوں اور تعمیر کرنے والوں کو ان

کی اجرت عصر ہی کے موقع پر دیدیا کرتے تھے کیونکہ کام سے فارغ ہونے پر دینے سے انہیں ڈر لگتا تھا کہ اس طرح دیر ہو جائے گی۔

امام بخاری اور ابن ماجہ وغیرہ مرفوعاً لکھتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ نے فرمایا تین ایسے شخص ہیں کہ قیامت کے دن جن کا میں مخالف ہوں گا اور جس کا میں مخالف ہوں گا، اسے برباد کر دوں گا ایک وہ شخص جو میرے نام پر دینا چاہے لیکن پھر مکر جائے، ایک وہ جو آزاد شخص کو بیچ کر اس کی قیمت کھا جائے اور ایک وہ شخص جو اپنے کام پر مزدور لگائے، ان سے پورا کام لے کر اسے مزدوری نہ دے۔“ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 330

آقا کے ہاں سے بھاگنے والے غلام کا حکم

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ جب کوئی غلام اپنے آقا کے ہاں سے بھاگ جائے تو اسے اس بات پر خوف دلائیں اور اس طریقے سے سمجھائیں جیسے حدیث میں موجود ہے اور پھر اس سے اچھا برتاؤ کرنے پر اس سے کسی بہتری کی امید نہ رکھیں کیونکہ اگر اس میں کوئی بہتری ہوتی تو وہ اپنے آقا کا بن کر رہتا جو اسے اس کی مزدوری دیتا رہا، اسے کھلاتا پلاتا رہا اور عرصے تک اسے کپڑے دیتا رہا لہٰذا دین سے پیار کرنے والے کو کسی بھاگنے والے کے قریب نہیں جانا چاہیے اور نہ ہی اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہئے کیونکہ یوں بھاگنے میں اس کی مدد بن جائے گی، نہ اسے کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ہی اپنے آقا کو یاد کرے گا۔

پھر والدین کے نافرمان کو بھی اسی قسم کا شمار کرنے کی ضرورت ہے چنانچہ کوئی شخص اس کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ نہ کرے تاکہ اللہ کا لحاظ رکھ سکے کیونکہ وہ تو اس پر ویسے ہی ناراض ہے جیسے بھاگنے والے غلام پر ناراض ہوتا ہے۔ واللہ علیم حکیم۔

- امام مسلم رحمہ اللہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں ”جو بھی غلام بھاگ جاتا ہے تو کوئی بھی اس کا ذمہ نہیں اٹھاتا۔“
- مسلم ہی روایت میں یوں ہے ”اس کی ایک بھی نماز قبول نہیں کی جاتی چنانچہ ان غلاموں میں سے ایک کا ذکر فرمایا ”بھاگنے والا غلام جو واپس آ کر اپنے آپ کو اپنے آقا کے قبضے میں دیدے۔“
- طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ”بھاگ جانے کے دوران فوت ہونے والا غلام جہنم میں داخل ہوتا ہے خواہ وہ راہِ خدا میں قتل ہی کیوں نہ کر دیا جائے۔“ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 331

غلام وغیرہ کو آزاد کرنے کے بعد اس سے خدمت لینے کا حکم

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ جب ہم کسی غلام یا لونڈی کو آزاد کر دیں تو اس کی مرضی کے بغیر کوئی کام نہ لیں، فوراً آزادی کا رقعہ دیدیں اور مل کر کچھ دور تک اسے اسے چھوڑنے جائیں۔

اس ہدایت پر عمل کرنے بڑے بڑے لوگ کوتاہی کرتے ہیں چنانچہ اپنے غلاموں کو سختی وغیرہ کے دنوں میں آزاد کر کے آزادی والی تحریر چھپا لیتے ہیں اور انہیں مجبور کر کے کام لیتے رہتے ہیں۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ کی بے فرمانی ہوتی ہے۔

ابوداؤد اور ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے "تین ایسے شخص ہیں جو توبہ بھی کریں تو قبول نہیں ہوتی چنانچہ ان میں سے ایک کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ایک وہ شخص جو غلام کو آزاد کر کے بھی اسے غلام بنائے رکھے۔"

آزاد کئے ہوئے غلام کو غلام بنا رکھنا دو طرح سے ہوتا ہے، ایک یہ کہ اسے آزاد کر کے اس کی آزادی چھپائے رکھے یا انکار ہی کر دے، یہ ان دونوں میں سے زیادہ برا ہے، دوسرے یہ کہ اسے آزاد کر کے قبضے میں رکھے اور مجبور کر کے خدمت لیتا رہے۔

❁ ابن ماجہ کی روایت میں ہے "تین شخص وہ ہیں کہ قیامت کے دن میں ان کا مخالف ہوں گا اور جس کی مخالفت میں کروں، اسے چور چور کر دیتا ہوں، پھر ان میں سے ایک کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ایک وہ شخص جو آزاد شخص کو بیچ کر اس کی قیمت کھا جائے۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 332

اللہ کی قسمیں کھاتے رہنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم خرید و فروخت کرتے یا تعجب والا واقعہ بتاتے وقت زیادہ تر قسمیں نہ کھایا کریں کیونکہ اس کی ذات بہت عظیم ہے اور اگر کسی موقع پر تیزی کے ساتھ ہماری زبان سے قسم نکل جائے تو فوراً توبہ کریں اور استغفار پڑھیں۔

ایسا کرنے میں اکثر لوگ غفلت سے کام لیتے ہیں اور ذلیل ہو جاتے ہیں کیونکہ عزت وہی دیتا ہے۔

اس ہدایت ہر عمل کرنے والے کو ایک ایسے شیخ کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے سیدھے راستے پر ڈالے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت بتائے، اسے سال دو سال تک اپنے پاس رکھ کر سیدھے راستے والوں کے ساتھ ملا دے اور پھر اسے یہ بات سکھائے کہ اللہ تعالیٰ عظیم ذات ہے جس کی تعظیم ضروری ہے کیونکہ ایک روایت میں آتا ہے "سفر پر جانے سے پہلے ہی کوئی ساتھی تلاش کر لیا کرو۔"

پھر علماء نے توبہ کرنے والے پر لازم قرار دیا ہے کہ وہ برے ساتھیوں سے دور رہے اور اچھے ساتھیوں سے تعلق رکھے، وہ فرماتے ہیں کہ اس سے اس کی مدد ہوگی چنانچہ عقلمند وہی ہوتا ہے جو اس راستے پر چلے، جس پر چلنے کا حق ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام اور تابعین کے ایسے بہت سے اخلاق ہیں جو لوگوں کے سامنے ہیں لیکن کسی کو ان پر عمل کی توفیق نہیں کیونکہ کوئی ایسا شیخ نہیں ملتا جو ان کی راہنمائی کر سکے اور نہ ہی کوئی ایسا مل رہا ہے جو ایسی راہنمائی لینا چاہئے جس کی وجہ سے شریعت کی بہت سی چیزیں ختم ہو چکی ہیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

❁ ابن ماجہ اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے "قسم یا ٹوٹ جائے گی ورنہ شرمندگی ہوگی۔"

❁ امام احمد وغیرہ لکھتے ہیں فرمایا "اصل گنہگار تاجر ہوتے ہیں، صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ! کیا اللہ نے خرید و فروخت جائز نہیں کی؟ فرمایا ہاں یونہی ہے لیکن یہ لوگ قسمیں کھاتے ہیں لیکن پھر خیانت کرتے ہیں اور بات کرتے ہیں تو جھوٹ بولتے ہیں۔"

❁ مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے "تین ایسے شخص ہوں گے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں دیکھے گا نہیں اور نہ ہی ان کے گناہوں سے انہیں پاک کرے گا، انہیں دردناک عذاب دے گا۔ پھر ان میں سے اس خرچ کرنے والے کا ذکر کیا جو اپنا سامان جھوٹی قسم کھا کر بیچتا ہے۔"

❁ نسائی اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے "چار ایسے شخص ہیں جن پر اللہ ناراض ہے جن میں سے اس شخص کا ذکر کیا جو جھوٹ بول کر سودا بیچتا ہے۔" ایک اور روایت میں تاجر کا ذکر ہے۔

❁ طبرانی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے تاجر ساتھیوں کے پاس گئے اور فرمایا اے تاجرو! جھوٹ بولنے سے پرہیز رکھو۔"

❁ بخاری وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے "قسم کے ذریعے کاروبار تو چلتا ہے لیکن یہ کاروبار تباہ کر دیتی ہے۔" ابو داؤد کی ایک اور روایت میں ہے کہ یہ برکت نہیں رہنے دیتی۔

❁ مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے "خرید و فروخت میں دھڑا دھڑ جھوٹ بولنا بند کرو کیونکہ اس سے آمدن ہوتی مگر پھر برباد ہو جاتی ہے۔" واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 333

یقین پر چلو اور کاروبار میں لالچ نہ کرو

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم یقین کے راستے پر چلیں اور وہ یوں کہ ہم کسی چیز کو اہمیت نہ دیں اور نہ ہی دنیا کی کسی چیز میں لالچ کریں۔

• جو شخص اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے، اسے کسی ایسے شیخ کی ضرورت ہے جس کی راہنمائی پر چلے ورنہ اس میں ذرا سا بھی یقین پیدا نہ ہو سکے گا بلکہ مرنے تک لالچ ہی کرتا رہے گا۔

❁ طبرانی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''چار چیزیں بدبختی ہیں آنکھوں میں رونا نہ آنا، دل کا سخت ہونا، لمبی امیدیں لگانا اور دنیا کا لالچ کرنا۔''

❁ طبرانی نے یہ روایت کی ہے ''اللہ کی ناراضگی ہوتے ہوئے کسی اور کو خوش نہ کرو، اس کا فضل دیکھ کر پھر کسی اور کی تعریف نہ کرو، اگر تمہیں اللہ ہی نے کچھ نہیں دیا تو کسی کو برا بھلا نہ کہو کیونکہ کوئی بھی لالچی اس کی روزی تم سے دور نہیں کر سکتا اور نہ کسی کی ناپسندیدگی پر وہ تم سے ٹل سکتی ہے۔

❁ ترمذی اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے ''ایسے دو بھوکے بھیڑیئے اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جنہیں بکریوں میں چھوڑ دیا گیا ہو، جتنا اس شخص کا نقصان ہے جو مال اور شرافت اپنانے پر لالچ کرتا ہے۔'' آگے چل کر زہد والی ہدایات میں اس سے زیادہ بیان آ رہا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 334

خیانت کرنے کا حکم

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے کاروبار میں حصے دار یا امانت رکھنے والے کے ساتھ خیانت نہ کریں، نہ ہی ایسا کوئی کام کریں اور نہ ہی نیت بدلیں کیونکہ یہ چیز دنیا و آخرت میں گھاٹا بنتی ہے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ حصے دار کے ساتھ خیانت یہ ہوتی ہے کہ کسی ایسی بات کو ذہن میں بٹھا لے جس کے ذریعے اس سے نمایاں ہو کر دکھائے خواہ ایسا کر بھی نہ سکے کیونکہ صرف نیت ہی سے کاروباری برکت اٹھ جاتی ہے

اگرچہ کسی خاص چیز کی نیت نہ کرے پھر وہ شریک اللہ کی قسم کھائے اور اس سے الگ ہونے کا ارادہ بھی کرے کہ اس نے کوئی شے نہیں لی ہے نہ ہی اسے گھاٹے میں ڈالے کہ لوگ اس میں حیران ہو جائیں حالانکہ برکت تو صرف اسی نیت ہی کی بدلنے سے اٹھ گئی تھی کیونکہ یہ خیانت تھی۔

اس ہدایت پہ صرف بڑے بڑے اولیاء ہی عمل کر سکتے ہیں جن کی عادت ہی یہ ہے کہ وہ جہان بھر پر مہربان ہوتے ہیں بلکہ ان کے اپنے آپ سے بھی زیادہ ان پر مہربان ہوتے ہیں کیونکہ وہ رسول اکرم ﷺ کے مقام کے وارث ہوتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اس طرح نہیں کر سکتا کہ ان خطروں سے بچے، اسے اپنے طور پر تجارت کرنا چاہیے، کسی اور کو اپنے ساتھ نہ ملائے کیونکہ اس میں اس کا اپنا اور شریک کا بھی نقصان ہے، وہ چاہے یا انکار کرے۔ واللہ علیم حکیم۔

- ابوداؤد اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دو کاروباری حصہ داروں میں سے ایک جب تک خیانت نہیں کرتا، تب تک میں ان کے ساتھ تیسرا ہوتا ہوں اور جب ایک شخص خیانت شروع کرتا ہے تو میں درمیان سے الگ ہو جاتا ہوں۔''
- رزین کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے ''کہ پھر شیطان آ جاتا ہے۔''
- دار قطنی میں ہے ''کاروبار میں دونوں حصہ داروں کو اللہ کی طرف سے مدد اس وقت ملتی ہے جب تک ان میں سے ایک، دوسرے کے ساتھ خیانت نہ کرے اور جب کوئی کرے تو دونوں سے برکت اٹھا دے گا۔'' واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 335

ماں اور بیٹے میں جدائی ڈالنے کی ممانعت

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ماں اور بیٹے کے درمیان جدائی نہ ڈالا کریں خواہ وہ مویشی ہوں یا جانور اور پھر یہ جدائی خرید و فروخت کی وجہ سے ہو یا کسی اور چیز سے کیونکہ اس طریقے سے اللہ کی مخلوق پر مہربانی ہوگی۔ وجہ یہ ہے کہ اس جدائی سے والدہ اور اس کا لڑکا دونوں ہی پریشان رہیں گے اور (حدیث میں ہے) ''جو خود مہربان نہیں ہوتا، دوسرا بھی اس پر مہربان نہیں ہوتا۔''

اس ہدایت پر جس قدر میں نے اپنے بھائی افضل الدین کو عمل کرتے دیکھا ہے، کسی اور کو نہیں دیکھا چنانچہ جب بھی چڑیا کا کوئی چھوٹا سا بچہ بھی مسجد وغیرہ کی چھت میں موجود گھونسلے سے گر جاتا تو آپ لکڑی کی سیڑھی لاتے اور اس پر چڑھ کر اس بچے کو ماں تک پہنچا دیتے پھر میں نے یہاں تک دیکھا تھا کبھی ماں تک بچہ کو پہنچانے والے پر چاندی کا نصف تک خرچ کر دیتے تھے۔

یاقوت عرشی سے چڑیا کا راز و نیاز

سیدی یاقوت عرشی رحمہ اللہ کے بارے میں سنا ہے کہ اسکندریہ کے مقام پر ان کے ہاں ایک کبوتری آئی اور کندھے پر بیٹھ کر کان میں کچھ کہا۔ آپ نے فرمایا بسم اللہ، اس نے کہا کہ اسی وقت، چنانچہ آپ نے سواری منگوائی اور اس کے ہمراہ مصر روانہ ہو گئے، جب جامع عمرو میں پہنچے تو وہ بھی ہمراہ تھی چنانچہ اس نے مغربی منارہ کی طرف اشارہ کیا، آپ نے مؤذن کو بلا بھیجا اور کہا یہ چڑیا مجھے اسکندریہ سے اس بناء پر لے کر آرہی ہے کہ آئندہ تم اس کے بچے دوبارہ ذبح نہیں کرو گے۔ اس پر مؤذن نے کہا اے آقا! اس نے جو کچھ کہا ہے، درست کہا ہے کیونکہ میں تین بار اس کے بچے ذبح کر چکا ہوں اور اسے ڈر ہے کہ میں چوتھی بار بھی ذبح کر دوں گا اب یہ آپ کے ساتھ پہنچی ہے لہٰذا اے آقا! میں آپ کو گواہ بناتے ہوئے توبہ کرتا ہوں کہ آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔

اے بھائی! دیکھو تو سہی کہ پرندوں میں کس قدر مہربانی موجود ہے اور پھر حضرت سیدی یاقوت کو اللہ تعالیٰ نے پرندوں کی بولی کیسے سکھا دی یہ تو سلیمانی وراثت تھی لہٰذا اے بھائی ہر حیوان پر مہربانی کیا کرو، اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ ترمذی، حاکم اور دارقطنی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص ماں اور اس کے بچے کے درمیان جدائی ڈال دے تو اللہ اس کے اور اس کے دوستوں کے درمیان قیامت تک کے لیے جدائی ڈال دیتا ہے۔''

❁ ابن ماجہ اور دارقطنی کے مطابق حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص پر لعنت فرمائی جو ماں، اس کے بچے اور دونوں بھائیوں کے درمیان جدائی ڈال دیتا ہے۔

آگے چل کر ''مویشیوں کی ہدایت'' میں آرہا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے سر انور پر ایک کبوتری آئی اور کچھ عرض کی، اس پر آپ نے فرمایا کہ اس کے بچے کے بارے میں اسے کس نے پریشان کیا ہے؟ ایک صحابی نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! میں نے کیا ہے۔ آپ نے اسے بچہ لانے کا حکم دیا چنانچہ لے کر آیا تو وہ اپنی ماں کے ساتھ اڑ گیا۔

بچے کو ماں سے الگ کرنا کب تک حرام ہوتا ہے؟

اس بارے میں اختلاف ہے کہ بچے کو ماں سے کب تک الگ کرنا حرام ہے چنانچہ کچھ کہتے ہیں کہ ماں اور بچے کے درمیان اس وقت تک جدائی حرام ہے جب تک اسے سوجھ بوجھ نہیں آجاتی۔ کچھ کہتے ہیں کہ اس کے بالغ ہونے تک چنانچہ یہی بات حیوانوں اور پرندوں کے بارے میں بھی کہی جاتی ہے کہ تمیز آنے تک ان میں جدائی حرام ہے جب کہ دل کی آنکھوں والے اسے پہچان لیتے ہیں اور پھر بندوں کے شکاری اور کتوں سے کام لینے والے بھی اسے پہچانتے ہیں۔ واللہ غفور رحیم۔

کوئی چیز قرض لینے کا حکم

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ شرعی ضرورت کے علاوہ ہم اپنے پیارے دوستوں سے کوئی چیز قرض کے طور پر نہ لیا کریں چنانچہ کھانے پینے اور پہننے کی خاطر قرض نہ لیں، حج نفل کے لیے نہ لیں، بیوی بچوں کو کھلے عام کھلانے کے لیے نہ لیں اور نہ ہی مہمانوں، عمارتیں بنانے یا باغ لگانے والوں وغیرہ کے لیے لیں کیونکہ یہ کام ضروری نہیں ہوتے۔

اس ہدایت پرعمل ایسے لوگوں کے لیے اور بھی ضروری ہے جو اس دور میں مہربانی کرنے کی شہرت رکھتے ہیں چنانچہ ان پر لازم کہ اس کا دروازہ ہی بند کر دیں ورنہ جلد ہی قید خانے میں ہوں گے اور پھر وہ لوگ آ جائیں گے جو اس کے دستر خوان پر جمع ہو کر کھاتے پیتے، وہ آ کر کہیں گے یہ تو بیچارا غریب ہے اور پھر اس سے ایسے دور ہو جائیں گے کہ جیسے وہ اسے جانتے ہی نہ ہوں۔

اس ہدایت پرعمل کرنے والے کو کسی شیخ کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے اپنی مرضی کرنے سے روکے اور وہ مخلوق کے سامنے اللہ کے حکموں کا دھیان کرے چنانچہ کوئی حکمران بھی آ جائے تو روٹی کا ٹکڑا اور پیاز لے آئے اور شرم محسوس نہ کرے لیکن جو ہمارے بتائے طریقے پر نہیں چلتا تو یقیناً قرض دار بنے گا اور لوگوں کو دکھلاوے سنانے کے لیے کھلائے پلائے گا۔ یاد رکھئے کہ اگر دنیا و آخرت کے اندر قرض میں اتنی پریشانی نہ ہوتی تو حضور شارع علیہ السلام اتنے زور سے اس کا حکم نہ فرماتے۔

❁ نسائی اور حاکم نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں دُعا کی تھی ''اے اللہ! میں کفر اور قرض کے بارے میں تمہاری پناہ چاہتا ہوں۔'' اس پر کسی نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا آپ کفر اور قرض کو ایک جیسا بنا رہے ہیں؟ فرمایا ہاں۔''

❁ حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے کہ ''قرض، زمین میں اللہ کا گویا جھنڈا ہوتا ہے چنانچہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو ذلیل دیکھنا چاہتا ہے تو اسے اس کی گردن میں ڈال دیتا ہے۔'' (قرض میں گرفتار کرتا ہے)

❁ امام بیہقی کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے کسی شخص سے فرمایا تھا کہ ''قرض کم ہی لیا کرو، خوشحال ہو کر رہو گے۔''

❁ امام احمد اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اطمینان میں ہوتے ہوئے اپنے آپ کو خوفزدہ نہ رکھا کرو، صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کیسے؟ تو آپ نے فرمایا کہ قرض لے کر۔''

❁ ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص تین چیزوں سے بچ بچا کر فوت ہوا تو

وہ جنت میں جائے گا ''دھوکا دینا، قرض لینا اور تکبر کرنا۔'' ایک روایت میں ''تکبر'' کی بجائے ''مال جمع کرنا'' کے الفاظ ہیں اور یہ زیادہ صحیح ہے۔

بخاری اور ابن ماجہ وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص واپس کرنے کی نیت کے بنا پر کسی شخص سے مال لے تو اللہ تعالیٰ اس کے سر سے اسے اتار دیتا ہے اور جو برباد کرنے کی نیت سے لے تو اللہ اسے بھی برباد کر دیتا ہے۔''

❁ طبرانی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص ادا کر دینے کی نیت سے قرض لے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا وہ قرض اتار دے گا لیکن جو موت تک واپس کرنے کی نیت نہیں رکھتا تو قیامت کے دن اللہ اس سے فرمائے گا تمہارا یہ خیال تھا کہ میں اپنے بندے کو اس کا حق نہیں دوں گا؟ چنانچہ اس کی نیکیاں لے کر دوسرے کے پلڑے میں ڈال دی جائیں گی اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی تو دوسرے کے گناہ اس کے پلڑے میں ڈال دئے جائیں گے۔'' واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 337

قرض ادا کرنے میں دیر سے کام نہ لو

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ جس کا ہم پر قرض ہو، ہم اس کی ادائیگی میں دیر نہ کریں بلکہ اس کی خاطر اپنے تمام کپڑے اور شرمگاہ چھپانے کے سامان اور پاکیزگی کے برتنوں کے علاوہ سب کچھ بیچ دیں کیونکہ بے عزتی سے بچے رہنا، سکھ چین سے پہلے ضروری ہوتا ہے۔

اس ہدایت پر عمل کرنے میں بہت سے لوگ غفلت کرتے ہیں کیونکہ وہ دین کو معمولی جانتے ہیں اور دنیا سے بڑی محبت رکھتے ہیں چنانچہ ایسے شخص کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ کسی شیخ کی پیروی کرے تاکہ وہ اس کی روکاوٹیں دور کر دے اور قیامت کے دن حساب وکتاب کے بارے میں اسے بتائے اور وہ خود دل کی آنکھوں سے اسے دیکھ سکے ورنہ وہ یوں دیر کرتا رہے گا اور ایسی کوئی شے بھی بیچنے کو تیار نہ ہوگا جو اس کی ضرورت سے بڑھ کر ہو۔ واللہ علیم حکیم۔

❁ امام بخاری ومسلم وغیرہ نے مرفوعاً روایت کی ہے فرمایا ''مالدار کی طرف دیر کرنا ظلم بنتا ہے اور جو پھر بھی بہانا بناتا ہے تو بناتا پھرے۔''

❁ ابن ماجہ اور حاکم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''قرض دینے والے کی ڈھیل کی وجہ سے لینے والے کی عزت برباد ہوسکتی ہے اور وہ قید ہوسکتا ہے۔''

❁ طبرانی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''اللہ تعالیٰ ایسے مالدار کو پسند نہیں کرتا جو ظلم کرے'' (قرض واپس نہ کرے)

طبرانی وغیرہ کی روایت میں ہے ''جس شخص کے ہاں سے قرض لینے والا ناراض ہوکر واپس چلا گیا تو ہر رات، دن، مہینے اور جمعہ میں اس کے ذمے ظلم لکھا جائے گا۔''

ابن ماجہ وغیرہ لکھتے ہیں کہ ایک دیہاتی شخص رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قرض کا مطالبہ کیا جو آپ نے ادا کرنا تھا، اس کا رویہ سخت تھا چنانچہ کہنے لگا کہ لئے بغیر نہیں جاؤں گا۔ آپ کے صحابہ نے اسے جھڑکا اور کہا جانتے ہو، کس سے بات کر رہے ہو؟ وہ کہنے لگا کہ میں تو اپنا حق مانگ رہا ہوں۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ تم نے حق والے کا ساتھ کیوں نہیں دیا؟ (الحدیث) واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 338

خوبصورت اور قابلِ فخر چیزوں پر نظر ڈالنے کی ممانعت

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ بازاروں اور گھروں میں موجود دنیاوی سامان خوبصورت تصویروں اور فخر والے لباسوں پر نظر نہ ڈالا کریں کیونکہ ان سے بچنا بہت مشکل ہوتا ہے اور حدیث پاک میں ہے فرمایا ''میرے بھائی داؤد علیہ السلام سے نظر ڈالنے کی کوتاہی ہوئی تھی۔'' یعنی نظر سبب بنی اور وہ یوں کہ انہوں نے سر اٹھایا تو اس وقت نیت درست تک نہ ہوسکی تھی کیونکہ بڑے لوگوں کو حکم ہوتا ہے کہ نیت صاف ہوئے بغیر وہ ہلا جلا تک نہ کریں اور جب ان میں سے کوئی شخص غفلت سے یا بھول کر مثلاً کسی شے کو دیکھتا ہے تو اس پر ان کی پکڑ ہو جاتی ہے اور وہ ان کی غلطی شمار ہوتی ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام تو ہر گناہ سے بچے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اس حرکت پر انہیں پکڑ کرے جب کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر نہ ہوں اور اسے دیکھ نہ رہے ہوں، یہی وجہ ہے کہ فقراء اپنے مریدوں کو ان سے ہونے والی ہر حرکت پر پکڑتے ہیں جس پر انہوں نے غفلت کی ہوتی ہے یا ان سے بھول ہوئی ہوتی ہے کیونکہ وہ چاہتے ہیں کہ انہیں انبیاء کی پیروی پر لگایا جائے اور پھر ان کی ترقی کے لیے ان سے تعلق بھی توڑ لیتے ہیں۔ اسے ذہن میں رکھو۔

اے بھائی! تجھے یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے کسی اجنبی عورت کی طرف دیکھا تھا خواہ اچانک ہی سہی، کیونکہ آپ معصوم ہوکر ایسا کام نہیں کر سکتے تھے۔ یہ وہ جواب ہے جسے اللہ نے میرے دل میں ڈالا ہے، اس سے پہلے میں نے کسی اور کا لکھا نہیں دیکھا اور یہ بالکل واضح ہے۔

اولیاء میں سے بھی ایک ایسا ولی ہوسکتا ہے جو مٹی کی آنکھ سے مٹی کی بنی ہوئی ہر شے کو ہر شکل میں دیکھتا ہے چنانچہ کہیں اسے بادشاہ دیکھتا ہے، کہیں سربراہ، کہیں نیک، کہیں برا، کہیں قاضی اور کہیں کسان وغیرہ دیکھتا ہے اور جہاں بھی دیکھتا ہے، وہ مٹی ہی ہوتا ہے، کلام کرتا ہے، روکتا ہے، آگے آتا ہے، پیچھے ہٹتا ہے اور الگ ہو جاتا ہے حالانکہ وہی مٹی ہوتا ہے۔

یہ اولیاء کے مشاہدے میں آنے والی عجیب چیزیں ہیں اور اللہ کے فضل سے میں بھی مخلوق کی ہر طرح کی شکل میں مختلف مرتبوں پر پہنچی ہر شے کو دیکھتا ہوں اور جو شے مٹی سے بڑھ کر ہوتی دکھائی دیتی ہے تو وہ ایک پوشاک ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی کو عارضی طور پر پہناتا ہے اور آخر اسے واپس ہو جانا ہوتا ہے۔

یہاں بھید کی ایسی باتیں ہیں جنہیں اللہ والے ہی جانتے ہیں، وہ کسی کتاب میں نہیں لکھی جا سکتیں۔

اس ہدایت پر چلنے کے لیے کسی شیخ کی ضرورت ہے تا کہ وہ جسم میں موجود ایسے راستے بند کر دے جہاں سے شیطان داخل ہو سکتا ہے اور کوئی بھی راستہ نہ رہنے دے، اس مقام پر پہنچ کر بدن کے حکمران دل کے پاس ایسا کوئی راستہ نہیں رہے گا کہ وہ دنیا کی طرف دیکھ سکے، ہاں اگر حضور شارع علیہ السلام نے اسے اس کی طرف دیکھنے کا حکم دیا ہو تو الگ بات ہے، وہیں جا کر انسان اس ہدایت پر عمل کر سکتا ہے ورنہ ذرہ بھر بھی عمل نہیں کر سکے گا۔ میں نے تمہارے سامنے بہت مختصر راستہ رکھ دیا ہے۔

❁ ترمذی، احمد اور ابو داؤد بتاتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''اے علی! تمہارے لیے جنت میں خزانہ ہے، تم میری امت میں دوہرا زخم کھانے والے ہو چنانچہ ایک بار کسی چیز پر نظر ڈالنے کے بعد دوسری مرتبہ نہ دیکھا کرو۔''

آپ کو ایک زخم تو لعنتی ابن ملجم نے لگایا تھا جبکہ دوسرا عمرو بن ود نے جو اس جگہ لگے تھے جہاں جانوروں کے سینگ اگتے ہیں۔

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے ہر انسان میں زنا کا کچھ حصہ لکھا ہے جسے اس نے (عام طور) پا لینا ہوتا ہے دونوں آنکھوں کا زنا تو کسی پر نظر ڈالنا ہے جب کہ دونوں کانوں کا زنا کسی کی بات سننا ہوتا ہے (چوری چھپے)، زبان کا گناہ کلام کرنا ہے، ہاتھ کا گناہ کسی کو پکڑنا، پاؤں کا زنا کسی کی طرف جانا ہوتا ہے جب کہ دل ان چیزوں کی خواہش کرتا ہے، آرزو رکھتا ہے پھر شرمگاہ اسے یا تو سچ کر دکھاتی ہے یا جھوٹا کرتی ہے۔''

❁ مسلم کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے ''منہ بھی زنا کرتا ہے جس کا گناہ بوسہ لینا ہے۔''

❁ امام مسلم وغیرہ نے مطابق حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ''میں نے رسول اکرم ﷺ سے اچانک نظر پڑ جانے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا پھر آنکھیں ہٹا لیا کرو۔''

❁ امام بیہقی وغیرہ نے لکھا ہے ''گناہ انسان کے گرد اگر ہوتا ہے اور انسان جو بھی نظر ڈالتا ہے، اس میں شیطان کو بھی لالچ ہوتا ہے۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''لازمی طور پر تم اپنی نظریں نیچی رکھا کرو اور شرمگاہوں کو بچایا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہرے تبدیل کر دے گا۔''

❁ ابن ماجہ اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جب بھی صبح ہوتی ہے، دو فرشتے آواز دیتے ہیں کہ عورتوں کی وجہ سے مرد جہنم میں جائیں گے اور مردوں کی وجہ سے عورتیں جائیں گی۔''

✿ ابن ماجہ کی روایت ہے کہ ''رسول اکرم ﷺ نے آدمی کو اس بات سے روکا ہے کہ وہ بیگانی عورت کے لباس کی طرف دیکھے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 339

کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنے سے ممانعت

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم تنہائی میں ایسی بیگانی عورت کے ساتھ نہ بیٹھیں جس کی وجہ سے کسی بگاڑ کا اندیشہ ہو اگرچہ بہت زیادہ نیک ہی کیوں نہ ہو۔

اس ہدایت پر عمل کرنے میں اکثر سادہ فقیر کوتاہی کرتے ہیں، پھر احمدی، برھامی اور قادری فرقہ کے لوگ تو اس میں بہت کوتاہی کرتے ہیں چنانچہ وہ طریقت کے آداب بتانے کے بہانے عورتوں کے پاس جاتے ہیں اور جب ان کے شوہر نہیں ہوتے تو ان کے پاس چلے جاتے ہیں حالانکہ یہ بہت بری بات ہے اور جو فقیر یہ کہتے ہیں کہ اللہ کے فضل سے ہم تو محفوظ ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ دو صورتوں میں سے ایک ضرور ہوگی یا تو تمہارا دل سادہ ہوگا اور اسے کسی برائی میں گرفتاری کا خطرہ نہیں ہوگا یا پھر بہت تیز سمجھ والا ہوگا اور ہر شے کو پرکھتا ہوگا، اگر تم سادہ ہوئے تو شیطان تمہارے ساتھ وہی معاملہ کرے گا جو اس نے تمہارے باپ آدم علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا کیونکہ قسم کھا کر ان سے کہا تھا کہ میں تمہیں اچھا کام بتا رہا ہوں لیکن تم ہوشیار ہوئے اور برائی کو جانتے ہوئے تو پھر شیطان کے گروہ میں شامل ہوگے چنانچہ تمہارا گناہوں میں گرفتار ہونا آسان ہوگا لہٰذا شریعت نے اسے ہر ایک کے لیے حرام کر دیا ہے اور جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں تو ان لوگوں میں شمار نہیں ہوتا تو ہم اسے جھوٹا کہیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ جب اپنے نبی ﷺ کی زبانی کسی چیز کو حرام کر دیتا ہے تو ایسا نہیں ہو سکتا کہ در پردہ وہ آپ کے کسی پیروکار کو اس کے خلاف کرنے کا حکم دے۔ اسے ذہن میں سالو اور اس چیز سے بچو جس سے تمہیں اللہ بچاتا ہے۔

حضرت شیخ ابوبکر حدیدی رحمہ اللہ نے شیخ محمد عدل کو دیکھا تو انہوں نے ایک عورت کی تکلیف کی وجہ سے دم کرنے کے لیے اپنا ہاتھ اس کے پیٹ پر ہاتھ رکھا چنانچہ زور سے چلائے ہائے دین، ہائے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تم نے اپنے ہاتھ ایک بیگانی عورت کے پیٹ پر کیوں رکھا ہے، کیا تم معصوم ہو؟ حالانکہ یہ دونوں حضرات اولیاء اللہ میں سے تھے لہٰذا تنہائی میں کسی اجنبی عورت کے ساتھ بیٹھنے سے گریز کرو اور اگر غفلت میں کوئی تمہارے پاس آ جائے تو اسے اس وقت تک جھڑک دیا کرو جب تک وہ کسی عورت یا اپنے محرم کو ساتھ نہ لائے۔ واللہ علیم حکیم۔

✿ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''عورتوں کے پاس جانے سے گریز کرو۔''

✿ دیلمی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جہاں کہیں بھی آدمی تنہائی میں کسی عورت کے پاس جاتا ہے تو شیطان تیسرا

شامل ہوتا ہے۔"

- امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "کوئی مرد محرم کے بغیر بیٹھی کسی عورت کے پاس نہ جائے۔"
- طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے "جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، وہ اس عورت کے پاس نہ جائے جس کے اور اس عورت کے درمیان کوئی محرم نہ ہو۔"
- طبرانی اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے "اگر تمہارے سر میں کوئی لوہے کی سوئی وغیرہ مار دے تو یہ اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی ایسی عورت کو ہاتھ لگائے جو اس کے لیے حلال نہیں۔"
- طبرانی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تنہائی میں عورتوں کے پاس جانے سے گریز کرو، اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے جب بھی کوئی تنہائی میں کسی عورت کے پاس جاتا ہے تو شیطان ان میں آ جاتا ہے چنانچہ اگر انسان مٹی یا گندے اور سیاہ بدبو دار کیچڑ ملے ہوئے خنزیر کے پاس جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ حلال نہ ہونے والی عورت کے کندھے سے کندھا لگائے۔"

اے بھائی! ان حدیثوں میں غور کرو اور دیکھو کہ آپ نے ان میں "مرأۃ اور نساء" کے لفظ استعمال فرمائے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ کس کی وجہ سے فتنہ میں پڑنے کا اندیشہ ہے اور کس کی وجہ سے نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 340

بیویوں کو گناہوں کے اسباب سے بچانا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی بیویوں کو گناہ میں ڈالنے کی کوشش نہ کریں اور وہ یوں کہ جب ان سے نکاح کی طرف توجہ نہ دیں گے تو وہ ہمارے علاوہ کسی اور کو دیکھنے کی طرف مجبور ہو جائیں یا پھر خوشحالی کے باوجود ان کا خرچہ گھٹا دیں، انہیں صرف لونڈی سمجھیں، ان پر دوسری شادی کریں اور یہ کام شرعی ضرورت کے بغیر کریں یا یہ کام ایسی سوجھ بوجھ کے بغیر کریں جس پر وہ خوش نہ ہو وغیرہ کیونکہ زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ نکاح واجب ہے یا پھر مستحب اور جب ہمارے ہاں واجب اور حرام آمنے سامنے آ جائیں تو پہلے ہم حرام کو چھوڑ دیں گے اور وہ اس قاعدے کے بناء پر کہ "فساد دور کرنا، فائدے حاصل کرنے سے پہلے ہوتا ہے۔"

اس ہدایت پر عمل کرنے میں بہت سے لوگ سستی کرتے ہیں چنانچہ ایک شخص ضرورت کے بغیر ہی شادی پر شادی کرتا ہے، یا اسے لونڈی سمجھتا ہے اور اس کی جائز خواہش کی مخالفت کرتا ہے اور یوں اس کے لیے ایسے اسباب تیار کرتا ہے جو اس کی نیک خواہش کے خلاف ہوتے ہیں پھر اس پر ناراض ہو کر کہتا ہے کہ تم پر شوہر کو ناراض کرنا حرام ہے لیکن یہ بھول

ہی جاتا ہے کہ خود وہ کیا کر رہا ہے۔

اس ہدایت پر عمل کرنے کے لیے دل میں روشنی اور بڑی سیاسی سوجھ بوجھ کر ضرورت ہے کیونکہ ایک عورت عادتوں میں ویسے ہی ہوتی ہے جیسے مرد ہوتا ہے کیونکہ یہ اسی سے پیدا ہوئی ہے چنانچہ یہ ٹیڑھا ہے تو وہ بھی ٹیڑھی ہے اور یہ سیدھا ہے تو وہ بھی سیدھی ہے۔

حضرت فضیل الدین بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں جب مخالفت کر رہا ہوتا ہوں تو اس کا اثر اپنے گدھے، بیوی اور خادم کی عادتوں میں دیکھ لیتا ہوں اور گویا اللہ تعالیٰ آدمی کی بیوی اور ساتھیوں سے کہہ رہا ہوتا ہے کہ اس وقت تک میرے بندے جیسے کام کرو جب تک وہ میری فرمانبرداری کر رہا ہوتا ہے اور جب وہ میری نافرمانی کرتا ہے تو تم اس کی بات نہ مانو۔

یہ قاعدہ اکثر طور پر دیکھا گیا ہے، ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا کیونکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ والی اللہ کے ساتھ بالکل ٹھیک ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اسے اپنی بیوی کی مخالفت کرنے پر لگا دیتا ہے، یہ اس کی آزمائش ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا صبر وغیرہ دیکھ رہا ہوتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بندے کو اپنی بیوی کی مخالفت کر کے اسے گناہ پر مجبور نہیں کرنا چاہئے البتہ اس کے ساتھ اچھی زندگی گذارنی چاہئے اور اس کے اپنے برتاؤ کو دیکھتے رہنا چاہئے۔

سیدی عبدالعزیز دیرنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اپنی بیوی پر دوسری بیوی لانے سے پرہیز کرو اور اس کے ساتھ بناوٹی پیار بھی نہ کرو، ہاں اگر وہ تمہارا جینا حرام کر دے تو ایسا کر سکتے ہو چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اسی کام میں ڈالا جس سے وہ لوگوں کو ڈراتے رہے اور آپ نے شادی پر شادی کر لی تو یہ اشعار کہے

''میرے دماغ نے کام نہ کیا تو میں نے دو شادیاں کر لیں جب کہ دو سے شادی نری مصیبت ہوتی ہے۔ میں نے سوچا کہ بکری کا بچہ بن کر زندگی گذار لوں گا اور دو بکریوں میں سے جو بہتر ہوگی اس کے ہاں مجھے سکھ ملے گا۔ لیکن اس کے خلاف ہوا اور میں دو بلاؤں کے عذاب میں ہمیشہ گرفتار رہا۔

ایک راضی ہوتی تو اس وجہ سے دوسری کی ناراضگی بھڑک اٹھتی ہے چنانچہ ایک کی ناراضگی میں گرفتار رہتا ہوں۔ ایک رات ایک کے پاس ہوتا ہوں تو دوسری رات دوسری کے پاس اور دونوں میں رات راتوں میں ہمیشہ نوک جھونک رہتی ہے، اگر تم چاہتے ہو کہ اچھے طریقے سے نیکی کی زندگی گذارو اور تمہارے ہاتھوں میں دولت بھری رہے۔

تو شادی کے بغیر زندگی گذارو لیکن ایسا نہ کر سکو تو ایک ہی دو لشکروں کے لیے کافی ہوتی ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

شوہر کو ناراض کرنے پر عورت کو ڈانٹ

اس وقت ہم وہ حدیثیں ذکر کر رہے ہیں جو عورت کے شوہر کو ناراض کرنے کے بارے میں آئی ہیں، ناحق ناراض کرے یا جائز طور پر۔

❁ امام بخاری و مسلم نے ایک لمبی حدیث میں لکھا ہے کہ ''عورت اپنے شوہر کے گھر میں رکھوالی کرنے والی ہوتی ہے اور اس سے سب گھر والوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص کسی عورت سے یہ نیت کر کے شادی کرتا ہے کہ اسے مہر میں کچھ بھی نہ دے گا اور پھر فوت ہو جائے تو وہ زانی شمار ہوگا۔''

❁ ایک اور روایت میں ہے فرمایا ''جو شخص تھوڑے یا بہت مہر پر کسی عورت سے شادی کرتا ہے اور وہ اس کا حق ادا کرنا نہیں چاہتا وہ دھوکا کرتا ہے اور جب حق ادا کئے بغیر مر جاتا ہے تو قیامت کے دن اللہ سے ملنے پر زانی کے روپ میں ہوگا۔''

اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں۔

امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے، اور نہ آنے پر ناراضگی ہی میں سو جائے تو صبح تک فرشتے اسے لعنت کرتے رہتے ہیں۔''

❁ ابن ماجہ اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''تین شخص وہ ہیں کہ ان کی نماز سروں سے بالشت بھر بھی اوپر نہیں جاتی اور پھر ان میں سے اس عورت کا ذکر کیا جو شوہر کی ناراضگی ہی میں سوگئی۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''عورت جب شوہر کو ناراض کر کے گھر سے نکل جاتی ہے تو آسمان کا ہر فرشتہ اس پر لعنت کرتا ہے اور پھر انسانوں اور جنوں کے علاوہ اس کے واپس آنے تک جہاں سے بھی گذرتی ہے، ہر شے اس پر لعنت کرتی جاتی ہے۔'' واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 341

ایک بیوی کو اہمیت دینا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ایک بیوی کو دوسری کے مقابلے میں زیادہ اہمیت یوں نہ دیں کہ ایک کے پاس تو سوئے، خرچہ دے اور اس کے ساتھ خوشی سے رہے لیکن دوسری سے یوں نہ کرے کیونکہ حضور شارع علیہ السلام نے ہمیں صرف دل کے کسی کی طرف جھکاؤ میں گنجائش دی، اس کے علاوہ کوئی گنجائش نہیں دی ہاں جسے وہ زیادہ چاہتا ہے، اس کے نہ ہونے کی صورت میں گنجائش ہے لہٰذا ہمیں چاہیے کہ جس کے ساتھ تنہائی کا وقت گذارا ہے، ان میں سے ہر ایک کو خوش رکھیں ورنہ ہمیں صرف اس صورت میں منع کیا گیا ہے جب اس کے نقصان کرنے پر اسے اہمیت دیں۔

جو اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے، اسے بڑی سوجھ بوجھ کی ضرورت ہوتی ہے تا کہ دو تکلیفوں میں سے اسے ایک

بھی نہ پہنچ سکے کیونکہ اس نے اس کے تکلیف دینے کی وجہ سے دوسری کو اہمیت دی ہوتی ہے۔ واللہ علیم حکیم۔

❁ ترمذی اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جس شخص کے پاس دو بیویاں ہوں اور وہ دونوں کے ساتھ ایک جیسا سلوک نہ کر سکے تو جب قیامت کے دن سامنے آئے گا، اس کا ایک پہلو گرا ہوا ہوگا۔''

❁ ابوداؤد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جس کے پاس دو بیویاں ہوں اور وہ دونوں کو ایک جیسا نہ رکھ سکے تو قیامت کے دن سامنے آنے پر اس کا ایک پہلو جھکا ہوا ہوگا۔''

❁ نسائی کے الفاظ یوں ہیں ''جس کے پاس دو بیویاں ہوں جن میں سے ایک کی طرف اس کا جھکاؤ ہو تو قیامت کے دن سامنے آنے پر اس کا ایک پہلو جھکا ہوگا۔''

❁ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان کے مطابق سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ تقسیم کرتے وقت انصاف فرماتے اور عرض کرتے کہ اے اللہ! جو کچھ میرے پاس ہے، اسے تو میں نے تقسیم کر دیا ہے اور جو تیرے پاس تو ہے مگر میرا اس پر قابو نہیں، اس میں میری رعایت فرما۔'' مراد دل تھا۔ واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 342

کاروبار چھوڑ کر عبادت کرتے رہنے کا حکم

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم کاروبار چھوڑ کر صرف کچھ عبادت میں نہ لگے رہیں کہ اس طرح ہم اپنی بیویوں اور اپنے آپ کو برباد نہ کر لیں اور لوگوں سے مانگنے پر مجبور نہ ہو جائیں۔

اس ہدایت پر عمل کرنے میں بہت سے عبادت گذار اور عالم خیانت کرتے ہیں لہٰذا اس ہدایت پر عمل کرنے والے کو ایک ایسے شیخ کی ضرورت ہے جو اسے عبادتوں کے مرتبے بتائے کہ ان میں سے کس کا مرتبہ زیادہ ہے تاکہ اسے پہلے کیا کرے کیونکہ انسان کی عمر پوری دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے زیادہ قیمتی ہے اور یہ ہے بھی بہت تھوڑی لہٰذا لازم ہے کہ بندہ زیادہ ضروری عبادت پہلے کر لے اور پھر درجہ بدرجہ کرتا چلا جائے تاکہ اچھے سے اچھا ہوتا جائے اور اگر آدمی کی طبیعت میں اکتاہٹ اور بے چینی نہ ہو تو وہ کبھی بھی کم درجہ کام نہ کرے اور جب اللہ تعالیٰ اس میں اکتاہٹ پیدا کرتا ہے تو اس کے لیے عبادت کا کوئی کم درجہ بھی رکھا ہوا ہے کہ اکتا جانے کی صورت میں وہ کم درجہ عبادت کر لے اور جب اس سے بھی اکتا جائے تو آخر مباح اور جائز کام کر لیا کرے۔ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے بندے پر مہربانی ہوتی ہے۔

علم پڑھنا، نفلی نماز سے بہتر ہے

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علم پڑھنا نفل نماز سے زیادہ مرتبہ رکھتا ہے اور پھر اس کے ساتھ ساتھ رات کا آخری تہائی حصہ اسے ہمیشہ تہجد کی طرف موڑتا ہے چنانچہ اگر آدمی علم پڑھنے پڑھانے سے اکتا نہ جایا کرتا تو رات کے اس حصے میں بھی وہ علم ہی پڑھا پڑھایا کرتا۔ ساری بات سے نتیجہ یہ نکلا کہ کاروبار کرنا علم وغیرہ میں لگے رہنے سے زیادہ ضروری ہے اور یہ پہلے ہوتا ہے خواہ وہ کاروبار کسی سے مانگنے ہی کا کیوں نہ ہو لیکن کسی اچھے طریقے پر کیونکہ جب انسان کو اس کی روزی مل جاتی ہے تو اس کی سوچ ایک جگہ ہو جاتی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تم ایسے شخص سے مشورہ نہ کیا کرو جس کے گھر میں آٹا بھی نہ ہو کیونکہ ایسا شخص پریشان ہوا کرتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ بدنوں کی زندگی، روحوں کی زندگی اور علم کی خوراک سے زیادہ ضروری ہوتی ہے کیونکہ روح کے زندہ ہونے ہی سے جسم میں زندگی آ سکتی ہے اور اسی کی وجہ سے انسان اللہ کے حکم مانا کرتا ہے اور دین کی علامتوں کو سنبھالتا ہے اور یہ گلہ اسے دیا جاتا ہے جو بھروسے والی چیز کو کسی اور بھلائی میں مصروف ہو کر چھوڑ دیتا ہے لہٰذا ایسے شخص کے بارے میں سوچئے کہ اس کا کیا بنے گا جو کھیل کود میں مصروف رہ کر انہیں چھوڑ دیتا ہے۔ ''اللہ تو ہدایت اسی کو دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔''

- ابو داؤد اور نسائی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''آدمی کی برائی کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اسے ضائع کر دے، جسے روزی پہنچاتا ہے۔'' ترمذی کی روایت میں یوں ہے کہ ''جس کی پرورش کرتا ہے۔''
- ابن حبان نے لکھا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ ہر نگہبان سے اس کے بارے میں پوچھ گچھ کرے گا جس کی رکھوالی کرتا تھا کہ اس کی حفاظت کرتا رہا ہے یا اسے برباد کیا تھا اور پھر آدمی سے اس کے گھر والوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 343

برے نام رکھنے سے ممانعت

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی اولادوں اور خادموں کے ایسے نام نہ رکھیں جن سے رسول اکرم ﷺ نے ہمیں روک دیا ہے اور بتا دیا کہ اللہ انہیں پسند نہیں فرماتا اور اگر ایسا نام رکھ بیٹھیں تو رسول اکرم ﷺ کی پیروی کرتے

ہوئے اسے بدل دیں۔

اس ہدایت پر عمل سے بہت سارے لوگ غفلت کر رہے ہیں حالانکہ رسول اکرم ﷺ نے ہمیں ان سے صرف اس لیے روکا ہے کہ ان کی وجہ سے گنہگار بھی ہو سکتے ہیں لہٰذا آپ کا ادب اسی میں ہے کہ ہم ان ناموں سے گریز کریں جن سے آپ نے روک دیا ہے خواہ ہمیں اس کی وجہ سے معلوم ہو سکے یا نہ ہو سکے کیونکہ آپ کے بارے میں یہ تو معلوم ہے کہ آپ اپنی امت کو دھوکا نہیں دے سکتے۔ واللہ غفور رحیم۔

❁ ابو داؤد اور نسائی نے یہ روایت کی ہے کہ ''اللہ کے ہاں سب سے برے نام حرب اور مرہ ہیں۔''

❁ امام مسلم وغیرہ کے مطابق حضرت جندب رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھ فرمایا تھا ''تم اپنے لڑکے کا نام یسار، رباح، نجیح اور افلح نہ رکھنا کیونکہ جب تم ان کے بارے میں پوچھو گے کہ کیا ایسا وہاں ہے؟ تو یہ کہا جائے گا کہ نہیں ہے۔''

❁ ابن ماجہ کے مطابق حضرت جندب رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ''رسول اکرم ﷺ نے اپنی اولاد کا نام افلح، نافع، رباح اور یسار رکھنے سے منع فرمایا ہے۔''

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''اللہ کے ہاں سب سے برا شخص وہ ہے جو اپنا نام ملک الاملاک رکھے کیونکہ اللہ کے سوا اور کوئی مالک نہیں ہوتا۔'' حضرت سفیان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شاہ شاہ نام رکھنا منع ہے۔

❁ مسلم شریف کی روایت میں ہے فرمایا ''قیامت کے دن اللہ کی ناراضگی میں بدترین وہ شخص ہوگا جو اپنا نام ملک الاملاک رکھے کیونکہ مالک تو صرف اللہ ہوتا ہے۔'' رسول اکرم ﷺ برے نام کو تبدیل کر دیا کرتے تھے چنانچہ ترمذی اور ابن ماجہ نے بتایا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی کا نام عاصیہ تھا چنانچہ آپ نے جمیلہ رکھ دیا۔

❁ امام بخاری و مسلم لکھتے ہیں کہ آپ نے حضرت برہ کا نام زینب رکھ دیا تھا۔''

❁ ابو داؤد لکھتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے عاصی کا نام عزیز رکھا، یونہی یہ نام بھی تبدیل کیے عتلۃ، شیطان، الحاکم، حراب، عباب، جباب اور شھاب کا نام ہشام رکھا، حرب کا نام سلم رکھا، مضجع کی جگہ منبعث رکھا، ایک زمین تھی جس کا نام عفرہ تھا جس کا نام خضرہ رکھا، شعب الضلالۃ کا نام شعب الھدیٰ رکھا اور بنوالریبۃ کے بارے میں حکم فرمایا کہ انہیں بنوالرشید کہا جائے۔

❁ ابو داؤد فرماتے ہیں کہ مختصر کرنے کے لیے میں نے ان کی سندیں چھوڑ دی ہیں۔ واللہ اعلم۔

خاتمہ

مناسب یہ ہے کہ اللہ کے ناموں میں سے صرف ایسے نام رکھے جائیں کہ حضور ﷺ جنہیں بندوں کے بارے میں زبانِ اقدس پر لاتے تھے جیسے مومن، متکبر، علیم، عدل، علی، کریم، ولی، جامع اور وارث وغیرہ مناسب نہیں ہیں۔ واللہ غفور رحیم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 344

عزت بننے پر ماں باپ کا نام لینا نہ بھولئے

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ جب دنیا میں ہماری عزت بن جائے تو اپنے آپ کو اپنے ماں باپ ہی کا کہلایا کریں خواہ وہ لوگوں میں گھٹیا ہی کیوں نہ ہوں جیسے کھیتی باڑی کا کام کرنے والا مزدور، حجامت بنانے والا یا صفائی کرنے والا وغیرہ اور ماں باپ ہونے کا انکار نہ کیا کریں اور جب کسی اور کو ماں باپ بنایا جائے تو پھر چپ ہو جائیں۔

اس ہدایت پر عمل کرنے میں عموماً وہ لوگ غفلت کرتے ہیں جو ایسے لوگوں میں سر بلند ہونا چاہتے ہیں جو انہیں جانتے نہ ہوں جیسے قاضی اس کے ساتھی اور تاجر لوگ جانتے نہیں ہوتے بلکہ میں نے ایک قاضی کو دیکھا جس کی والدہ ''ریف'' سے آئی، بیٹے کے پاس گئی تو اس نے اسے ایسے سلام کیا جیسے کوئی بیگانی ہو کیونکہ اسے ڈر تھا کہ اس کی مصری بیوی اسے ماں کا نام لے کر شرمندہ کرے گی اور وہ کہنے لگا کہ اسے صبح وشام کھانا کھلا دیا کرو اور پھر کہا کہ اے بڑھیا! اگر تم نے یہ کہہ دیا کہ میں قاضی کی ماں ہوں تو میں تمہیں یہاں سے نکال دوں گا اور آج کے بعد تم یہاں کبھی نہ آنا۔

یوں ہی میں نے ایک عالم کو دیکھا کہ اس نے ''ریف'' سے آنے والے اپنے باپ کا انکار کر دیا اور طلبہ کے سامنے کہنے لگا کہ اسے ناشتہ کراؤ اور پھر اس سے کہا کہ اے نحوست کے مارے بوڑھے! اگر تم نے یہ کہہ دیا کہ میں اس کا باپ ہوں تو میں دوبارہ تمہیں یہاں آنے کی اجازت کبھی نہ دوں گا چنانچہ وہ سال بھر میرے ڈیرے میں رہا اور پھر اپنے علاقے میں واپس چلا گیا لیکن اگر دونوں میں سے کوئی اپنے والد یا والدہ کو اچھی پوشاک پہناتا جس کی اس میں ہمت بھی تھی، پھر ماں باپ کو گھر لے جاتا تو وہ قاضی کی حقیقی ماں اور عالم کا حقیقی باپ بن جاتے اور پھر ان کی وجہ سے اسے شرم نہ آتی۔ یہ سب کچھ جہالت ہے اور اس میں اللہ کی ناراضگی ہے خواہ مفتی اور مدرس ہی کیوں نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان کے حال پر رحم فرمائے۔ آمین۔

❁ امام بخاری ومسلم وغیرہ مرفوعاً لکھتے ہیں ''جو شخص کسی اور کو اپنا باپ بنائے حالانکہ اسے معلوم ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں تو جنت اس کے لیے حرام ہوگی۔''

❁ امام بخاری ومسلم کی ایک روایت میں ہے ''جو شخص کسی اور ایسے شخص کو باپ بنائے جس کے بارے میں اسے معلوم ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں تو وہ کفر (جیسا سخت برا کام) کرے گا۔''

❁ انہی کی ایک اور روایت میں ہے ''جو شخص اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کو باپ بنائے یا آقا کو چھوڑ کر کسی اور کو آقا بنائے تو اس پر اللہ، اس کے رسول اور سب لوگوں کی طرف سے لعنت ہوگی، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی فرضی اور نفلی کوئی بھی عبادت قبول نہیں کرے گا۔''

طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص اپنا ایسا نسب نامہ بتائے جسے کوئی جانتا ہی نہ ہو تو وہ اللہ کا انکار کرے گا اور جو اپنی نسب کا انکار کرے خواہ لوگ اسے گھٹیا جانتے ہوں تو وہ بھی اللہ کا انکار کرے گا۔'' واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 345

کسی غیر عورت کی بہتر کھانوں سے مہمانی کرنا جائز نہیں

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ جب کسی غیر کی بیوی ہمیں ملنے آئے تو فخر والے کھانوں سے اس کی مہمانی نہ کریں، اس کے سامنے خوش نہ ہوں اور نہ ہی اس کے ساتھ میٹھی باتیں کریں ہاں اگر ہمیں معلوم ہو کہ وہ اپنے شوہر کے حق میں ثابت قدم ہے تو حرج نہیں۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ جس سے عام لوگ تو کیا بڑے لوگ بھی غافل ہیں بلکہ ہمیں پتہ چلا ہے کہ ایک شخص نے اپنے ایک ساتھی کی بیوی کی مہمانی کی اور پھر جب اس کی بیوی بیت الخلاء میں گئی تو اسے چومنے لگا اور گلے لگا لیا، اسے اس سے محبت ہوگئی کیوں کہ وہ اس کے شوہر سے جوان اور خوبصورت تھا چنانچہ وہ اس سے نفرت کرنے لگی، اس نے اسے طلاق دیدی تو اس شخص نے اسے لے لیا لہٰذا عقلمند وہ ہے کہ جو اپنی بیوی کو کسی اور سے ملنے کا موقع نہ دے، ہاں اگر ایسا خدشہ نہ ہو تو حرج نہیں۔ واللہ علیم حکیم۔

امام احمد اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''وہ شخص ہم سے شمار نہیں ہوگا جو امانت پر قسم کھائے، جو شخص کسی شخص کو اس کی بیوی یا اس کے غلام کو خراب کرے تو وہ ہم میں شمار نہیں ہوگا۔''

ابن حبان کی مرفوع روایت ہے فرمایا ''جو شخص کسی غلام کو اس کے اہل کے بارے میں دھوکا دے اور جو کسی کو اس کی بیوی کے خلاف اکسائے تو وہ ہم میں سے نہ ہوگا۔''

سمندر پر شیطان کا تخت

امام مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''ابلیس اپنا تخت سمندر پر لگاتا ہے اور پھر اپنے شیطان کارندوں کو لوگوں کی طرف بھیج دیتا ہے چنانچہ اس کا سب سے قریبی وہ شیطان بنتا ہے جو سب سے زیادہ فتنہ ڈالنے والا ہو، چنانچہ ان میں ایک اسے آکر بتاتا ہے کہ میں نے یوں کیا ہے تو وہ کہتا ہے کہ تو نے کچھ بھی نہ کیا، پھر ایک اور آکر کہتا ہے کہ میں نے ایک شخص کا پیچھا اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک انہیں جدا جدا نہیں کر دیا تو وہ اسے اپنے قریب بٹھا لیتا ہے اور کہتا ہے کہ

ہاں تم نے بڑا کام کیا ہے اور پھر اسے گلے لگا لیتا ہے۔'' واللہ اعلم۔

خاتمہ

جب انسان یا جن کا شیطان کسی دوسرے کی بیوی کو خراب کرنے سے اکتا جاتا ہے تو اسے انسانوں میں سے ایک بڑھیا کے ذریعے بہکاتا ہے، وہ کسی شخص کے گھر میں چلی جاتی ہے اور موقع تلاش کرنے تک وہاں دنیا سے بے تعلق ہو کر نفل وغیرہ پڑھا کرتی ہے اور پھر وہ اس عورت کو اس کے شوہر کے خلاف یوں کہہ کر بہکاتی ہے کہ فلاں شخص بہت خوبصورت ہے اور تجھ سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے اور تمہارا قریبی بننے کی خاطر مرنے کو بھی تیار ہے اور وہ چاہتا ہے کہ تمہارا شوہر تجھے طلاق دیدے تو وہ تجھے لے لے۔

پھر کبھی یوں بھی کرتا ہے کہ اس بڑھیا کے ہاتھ اس عورت کے پاس کھانے پینے اور پہننے کی چیزوں سونا بھی بھجوا دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ لازماً اس کی طرف جھکاؤ کر لیتی ہے اور وہ دل سے اپنے شوہر کرنا پسند کرنے لگتی ہے اور اس سے جان چھڑانا چاہتی ہے۔

ایک مرتبہ میرے شیخ سیدی علی خواص رحمہ اللہ نے مجھے بتایا کہ ان کے پڑوس میں ایک قاضی رہتا تھا اور اپنی بیوی سے بہت پیار رکھتا تھا، وہ بھی اس سے محبت رکھتی تھی اور دونوں ایک دوسرے سے الگ نہ ہوتے تھے، شیطان ان دونوں میں جدائی ڈالنے میں عاجز آ گیا تو اس نے انسانوں میں سے ایک بڑھیا کے ذریعے ان میں وسوسے ڈالنے کی کوشش کی، وہ قاضی کے گھر میں چلی گئی، ہاتھ میں تسبیح اور مصلی بھی تھا، اس نے ظاہر کیا کہ وہ دین پر قائم ہے اور مسلسل روزے رکھتی ہے چنانچہ عرصہ تک کے لیے ان کے ہاں ٹھہری رہی، دن کو روزہ رکھتی اور رات کو عبادت کرتی۔ قاضی اور اس کی بیوی اس کے نیاز مند بن گئے۔

ادھر قاضی کا ایک نیک ساتھی بھی تھا، جس کا وہ عقیدت مند تھا، وہ قاضی کبھی کبھار اس کے پاس رات گذارتا۔ اسی دوران وہ بڑھیا اس کی بیوی کے پاس آئی اور کہنے لگی تم تو میری بیٹی کی طرح بن چکی ہو اور مجھ پر احسان کرتی ہو چنانچہ جو چیز تمہیں پریشان کرتی ہے، وہ مجھے بھی کر دیتی ہے۔ قاضی نے تمہارے علاوہ ایک اور عورت سے شادی کر لی ہے اور جب وہ یہاں نہیں ہوتا تو رات اسی کے پاس گذارتا ہے لہٰذا میرا خیال یہ ہے کہ تم چھری لے کر اس کی داڑھی کے کچھ بال مجھے کاٹ دو جو سینے سے لگے ہوں، میں دم کر کے انہیں گانٹھیں لگا دوں گی چنانچہ وہ اسے طلاق دیدے گا اور تمہارے ہوتے ہوئے پھر کسی اور سے شادی نہیں کرے گا۔

پھر وہ قاضی کے پاس پہنچی اور اس کی بیوی کو پتہ بھی نہ چلنے دیا، کہنے لگی اے آقا! تم مجھ پر بہت مہربان ہو چنانچہ تمہاری پریشانی میری اپنی پریشانی ہے، دیکھو تمہاری بیوی نے آج رات تمہیں قتل کرنے کا ارادہ کر لیا ہے تاکہ تجھے چھوڑ کر کسی اور سے شادی کر لے اور اگر تمہیں شک ہے تو تجربہ کر لو، آنکھیں بند کر کے لیٹ جانا اور دیکھتے رہنا کہ وہ کیا کرتی ہے۔

قاضی لیٹ گیا اور کنکھیوں سے اس کی طرف دیکھتا رہا اور اسے پتہ بھی نہ چلنے دیا۔ وہ چھری لائی اور سینے سے داڑھی پکڑنے کے لیے نیچے سے ہاتھ ڈالا اور چھری سے کاٹنے لگی، قاضی گھبرا کر اٹھا، اس نے ہتھوڑا پکڑا اور اس کے کان کے نیچے دے مارا جس سے وہ مرگئی چنانچہ بیوی کے گھر والوں کو پتہ چلا تو وہ قاضی کو حکمرانوں کے پاس لے گئے جس نے اسے قتل کرا دیا جب کہ وہ بڑھیا تسبیح پکڑے گھر سے نکل گئی اور جاتے ہوئے کہہ رہی تھی سبحان اللہ، سبحان اللہ لہٰذا عقلمند وہ ہے جو بوڑھی عورتوں کو گھر میں داخل ہونے سے روکے۔ والسلام

ایک مرتبہ میرے گھر میں بھی ایک بڑھیا آ گئی، میری بیوی نے اس سے اچھا برتاؤ کیا، ایک مرتبہ وہ آئی اور میری بیوی سے کہنے لگی اس بوڑھے سے چھپ چھپا کر تم نے کتنے کپڑے، زیور وغیرہ لیے ہیں، اس نے کہا کہ کچھ بھی نہیں لیا۔ اس پر وہ کہنے لگی کہ میں شیخ تبنی کی بیوی کے پاس گئی تھی، میں نے دیکھا کہ اس نے سونے کے زیور اور ریشمی کپڑے رکھے تھے۔ یہ سن کر میں نے بڑھیا سے کہا کہ تم کون ہو چنانچہ میں نے اسے گھر سے نکالتے ہوئے کہا کہ آج کے بعد یہاں کبھی نہ آنا چنانچہ وہ مرنے تک پھر نہ آسکی۔

اگر میری بیوی نیک نہ ہوتی تو وہ اسے خراب کر دیتی۔

شیخ سے اس کی مراد شیخ نور الدین شونی تھا لیکن وہ شون کا لفظ تو بھول گئی اور تبن کا لفظ یاد رہا۔ اس بات کو بھولنا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 346

بیویوں کو عطر لگا کر باہر جانے سے روکنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی بیویوں کو عطر لگا کر ایسی خوبصورتی میں راستوں کی طرف نہ جانے دیں کہ سرکش دل ان کی طرف جھکاؤ کریں تا کہ ان کے دین کی حفاظت رہے اور ان مسلمان بھائیوں کے دین کی بھی حفاظت رہے جن کے ہاں سے وہ گذرتی ہیں۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ جس میں اور لوگ تو کیا، علماء اور صالحین کی بیویاں بھی غفلت برتتی ہیں چنانچہ وہ طبیعت کے ہاتھوں مجبور ہو جاتے ہیں اور بیویوں کو روکنے سے شرم محسوس کرتے ہیں حالانکہ یہ بات ہر ایک جانتا ہے کہ شرعی طور پر حیاء صرف ان چیزوں میں ہونی چاہئے جو بری ہوں اور جن چیزوں کا حکم ہے، انہیں چھوڑنا دینی کمی شمار ہوتی ہے۔

میرے بھائی افضل الدین رحمہ اللہ کی بہن بہت خوبصورت تھی، وہ جب گھر سے کسی راستے کو جاتی تو واپس آنے تک عطر لگے خوبصورت کپڑے اتار کر پھٹے پرانے کپڑے پہن لیا کرتی، وہ بڑے لوگوں کے گھروں میں بھی انہی کپڑوں کو

پہنے جاتی اور اس میں شرم محسوس نہ کرتی، دین کو اپنی خواہشوں سے پہلے جانتی (رحمہا اللہ) لہٰذا اے بھائی! تم بھی اسے ذہن میں رکھتے ہوئے اپنی بیویوں کو یونہی کرنے کو کہا کرو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

ابو داؤد اور ترمذی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''ہر آنکھ زنا کر سکتی ہے اور عورت جب عطر وغیرہ لگا کر لوگوں کے قریب گذرتی ہے تو ایسے ایسے ہوتی ہے۔'' یعنی زنا کرنے والی شمار ہوتی ہے۔

❁ ابن خزیمہ اور ابن حبان کی مرفوع روایت ہے فرمایا ''جو عورت عطر لگا کر لوگوں کے ہاں سے اس لیے گذرتی ہے کہ وہ اس کی خوشبو لے سکیں تو وہ زنا کرنے والی شمار ہوگی کیونکہ ہر آنکھ زنا کر سکتی ہے۔''

❁ ابن خزیمہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس عورت کی کوئی نماز قبول نہیں فرماتا جو مسجد کو جائے تو اس کی خوشبو پھیلی ہوئی ہو، جب تک وہ واپس آ کر غسل نہ کر لے۔''

❁ ابو داؤد اور نسائی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو خاتون خوشبو لگائے تو ہمارے ساتھ عشاء کی نماز پڑھے۔''

❁ ابن خزیمہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اے لوگو! اپنی بیویوں کو مسجد میں آتے وقت خوبصورت اور فخریہ لباس پہننے سے روکو کیونکہ بنو اسرائیل پر لعنت اس وقت پڑی تھی جب ان کی بیویوں نے اپنی مسجدوں میں خوبصورت کپڑے پہنے اور فخر کیا۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 347

کسی کو اپنا راز نہ بتاؤ

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم شرعی ضرورت کے بغیر کسی ساتھی، بیوی اور کسی بھی مسلمان کو اپنا راز نہ بتائیں۔

اے بھائی! یہ بات ذہن میں رکھو کہ کسی بات کے راز ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ ہمارا کوئی ساتھی ہم سے کہے ''اسے آگے نہ بتانا'' بلکہ راز کی بات کا پتہ ماحول ہی سے چل جاتا ہے جیسے کوئی شخص ہم سے بات کرتے وقت ادھر ادھر دیکھتا ہو تو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ ہم سے وہ بات چھپا کر کرنا چاہتا ہے۔

اس ہدایت پر چلنے میں بہت سے لوگ غفلت کر جاتے ہیں، بہت کم لوگ ہیں جو اس سے بچتے ہیں جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ دلوں میں بڑی بے پرواہی ہوتی ہے اور ایک دوسرے سے ان کا تعلق نہیں ہوتا چنانچہ دشمن اپنا راز کھول کر چاہتا ہے کہ لوگ اسے چھپائیں تو وہ بے وقوف ہوتا ہے چنانچہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے اسی سلسلے میں یہ اشعار لکھے ہیں

''جب کوئی شخص اپنی زبان سے راز کی بات دوسرے کو بتا دیتا ہے اور بعد میں اسے الزام دیتا ہے تو وہ بیوقوف ہے۔ جب کوئی شخص اپنا راز اپنے ہی پاس نہیں رکھ سکتا تو جسے وہ بتا رہا ہے، اس کا دل اس سے بھی زیادہ تنگ ہوگا۔''

یہ بات ذہن میں رکھو کہ کئی فقیر بہت زیادہ سادہ طبیعت کے ہوتے ہیں لہٰذا ان کی پوری پرکھ کرنے تک انہیں کوئی راز نہ بتایا کرو کیونکہ وہ لوگوں میں موجود دشمنی، ناراضگی اور حسد کو نہیں جانتے ہوتے اور جسے تم راز کی بات بتا رہے ہو، اس کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں، یا تو جیسے ہم نے بتایا، وہ سادہ ہوگا یا پھر شیطان ہوگا، یہ دونوں ہی راز کی بات نہیں چھپا سکتے۔

امام شافعی رحمہ اللہ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنا راز چھپا لے، بھلائی اسی کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔

پھر یہ بھی فرمایا جو شخص تمہارے پاس کسی اور کی چغلی کرتا ہے تو وہ تمہاری چغلی بھی کسی اور کے پاس کرے گا اور جو کسی دوسرے کی بات تمہیں لا سناتا ہے تو وہ تمہاری بات بھی کسی اور کو سنائے گا۔

لہٰذا اے بھائی! جسے تم اپنا راز دینا چاہتے ہو، اس پر نظر رکھو چنانچہ اگر دیکھو کہ وہ لوگوں سے سن کر تمہیں سناتا ہے تو یقین کر لو کہ وہ تمہارا راز بھی نہیں چھپائے گا اور پھر یہ شعر سنا دئے

''میں مسلمان بھائیوں میں اسے پسند کرتا ہوں جو مجھ سے میرے جیسا برتاؤ کرتا ہے اور میری کوتاہیوں سے آنکھیں بند کر لیتا ہے۔

میں جس کام کا بھی ارادہ کرتا ہوں، وہ میری مدد کرتا ہے، زندگی میں میری حفاظت کرتا ہے اور موت کے بعد بھی کرے گا

''کاش مجھے کوئی ایسا بھائی مل جاتا جسے مل کر میں اسے اپنی نیکیاں دے دیتا۔''

پھر یہ اشعار بھی پڑھے

میں نے عرصہ ہوا کہ پوری کوشش سے ایسے بھائی کی تلاش میں ہوں جو بھروسہ کے لائق ہو لیکن میری ساری تلاش بیکار گئی ہے

شہروں کے شہر میرے سامنے دھندلائے ہوئے ہیں اور یوں لگ رہا ہے کہ وہاں کے رہنے والے مجھے اچھا ہی نہیں سمجھتے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنا راز چھپائے رکھتا ہے، اسے حکمرانوں وغیرہ کے اپنے عہدوں سے ہٹائے جانے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا لہٰذا اگر تمہیں ان کے یا بڑے بادشاہ کے بارے میں کسی چیز کا پتہ چلے تو لوگوں کو بتاتے نہ پھرو بلکہ صبر سے کام لو اور اس بات کو چھپائے رکھو تا کہ جو کچھ ہونا ہے، ہو جائے، عام وخاص سب لوگ جان جائیں گے۔ واللہ علیم حکیم۔

سیدی ابراہیم متبولی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر تمہیں لوگوں کے حالات کا پتہ ہے تو لوگوں کو بتانے سے گریز کرو کیونکہ راز بتانے والا یوں ہوتا ہے جیسے بیت الخلاء (لیٹرین) میں بیٹھا ہوا شخص ہو، اس کی شرمگاہ کھلی ہو اور دروازہ بھی کھلا ہو شرمگاہ نظر آنے کی وجہ سے ایسے شخص کو ہر گذرنے والا عقلمند لعنت کرتا ہے، اسے برائی دیتا ہے بلکہ اس پر اسے قتل کرنے کا اشارہ کرتا ہے۔

دل کی آنکھوں والوں سے ایک نے کسی عام آدمی سے کہا کہ میں نے فلاں شخص کو تمہاری بیوی کے ساتھ دیکھا ہے

چنانچہ تہمت والا وہ شخص آیا اور اس شیخ کو قتل کر دیا جس نے یہ بات بتائی تھی۔

مجھے ہمارے شیخ، شیخ زکریا انصاری رحمہ اللہ نے یہ شعر سنائے

''اے انسان! اپنی زبان کو سنبھالے رکھو کیونکہ یہ ایک سانپ ہے جو تمہیں ڈنگ ضرور مارے گا۔

ایسے بہت سے لوگ قبروں میں پڑے ہیں جو زبانوں سے ڈنگے ہوئے ہیں جن کے سامنے بڑے بڑے بہادر بھی گھبرا جایا کرتے تھے۔''

لہٰذا اے بھائی! اس راز کو چھپا لیا کرو جس کا تمہارے اور مسلمانوں سے تعلق ہے، اللہ تمہیں ہدایت دے کیونکہ ''نیک لوگوں کا والی وہی ہے۔''

❁ امام مسلم اور ابو داؤد وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''قیامت کے دن اللہ کے ہاں لوگوں میں سب سے بری حیثیت والا وہ شخص ہوگا جو اپنی بیوی تک باتیں پہنچاتا ہے اور وہ اسے پہنچاتی ہے اور پھر ان میں سے ایک اپنے ساتھی کا راز آگے بتا دیتا ہے۔''

❁ امام احمد کے مطابق سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس تھیں، مرد اور عورتیں آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اسی دوران آپ نے فرمایا ''کوئی ایسا ہے جو بتائے کہ اس نے بیوی سے کیا برتاؤ کیا اور عورت بھی کوئی ہے جو بتائے کہ اس نے اپنے شوہر سے کیا برتاؤ رکھا ہے؟ یہ سن کر سب خاموش ہو گئے میں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم، مرد بھی کرتے ہیں اور عورتیں بھی ایسا کام کرتیں ہیں۔ اس پر فرمایا ایسا نہ کرو اور اسے یوں سمجھو جیسے کوئی شیطان، شیطان عورت سے ملے اور لوگوں کے دیکھتے دیکھتے اس سے ہمبستر ہو جائے۔

❁ امام بزار نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''کیا وہ وقت نہیں آ گیا کہ تم میں سے کوئی تنہائی میں اپنی بیوی کے پاس جائے اور دروازہ بند کر کے آگے پردہ لٹکا کر اپنی اپنی ضرورت پورے کرے اور جب وہاں سے نکلے تو یہ سب کچھ اپنے ساتھیوں کو بتاتا پھرے؟ کیا تم عورتوں میں سے بھی کوئی ہے جو دروازہ بند کر کے پردہ لٹکا لے اور جب وہ اپنی خواہش پوری کرے تو ساتھی عورتوں کو بتاتی پھرے؟ اس پر ایک عورت بولی یا رسول اللہ! اللہ کی قسم، ایسا عورتیں بھی کرتی ہیں اور مرد بھی کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ایسا نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اسے سمجھنے کے لیے یہ مثال ذہن میں رکھو کہ ایک شیطان ہے جو کھلے راستے میں اپنی شیطان عورت سے ہمبستر ہوتا ہے اور جب خواہش پوری کر لیتا ہے تو وہاں سے چلا جاتا ہے اور اسے وہیں چھوڑ جاتا ہے۔''

❁ امام احمد نے مرفوع روایت دی ہے ''ہمبستری کرنے پر فخر کرنا حرام ہے۔''

❁ ابو داؤد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''تین محفلوں کے علاوہ باقی محفلوں کی بات امانت سمجھو حرام خون بہانا، حرام شرمگاہ دیکھنا یا ناحق طور پر کسی کا مال لینا۔'' (یہ باتیں چھپانے کے لائق نہیں)

❁ ابو داؤد اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جب کوئی شخص کسی سے کوئی بات کرے، پھر توجہ ہٹالے تو وہ اس کے پاس امانت ہوتی ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 348

لباس پہننے میں احتیاط کرنے کا حکم

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی قمیص کا دامن لمبا نہ کریں، نہ ہی شلوار کے پہنچے لمبے بنائیں اور نہ ہی دھوتی لٹکایا کریں بلکہ یہ سب کچھ حدیث کے مطابق کریں کیونکہ یہ متکبر لوگوں کی علامتیں ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اس سنت طریقے پر چلنا ان لوگوں کے لیے خاص طور پر لازم ہے کہ ظاہری طور پر لوگ جن کی پیروی کرتے ہیں اور وہ یہ پوچھتے تک نہیں کہ یہ سنت ہے بھی یا نہیں چنانچہ ہر قول وفعل میں یونہی کرنا ہوتا ہے۔ رہے وہ لوگ جن کا کوئی پیروکار نہیں ہوتا تو ان پر حکم نرم ہے۔

پھر یہ بات بھی پوشیدہ نہ رہے کہ لمبی قمیص وغیرہ پہننے کا حکم صرف سنت کی بتائی حد تک ہے اور وہ اس وقت جب اس کے پاس ایسا حلال مال ہو جس میں کوئی شبہ نہ ہو لیکن اگر نہیں ہے تو صرف اتنا ہی پہنیں جو شرمگاہ کو ڈھانپ لے اور پھر جیسے جیسے حلال مال ملتا جائے، اسے سنت کی حد تک لمبا کر لیں جیسے اس سے پہلے امام احمد کی ایک روایت میں گذر چکا ہے کہ "جو ایسے کپڑے میں نماز پڑھے جس کی قیمت دس درہم ہو لیکن ان میں ایک درہم حرام کمائی کا ہو تو اس کی نماز قبول نہیں کی جاتی۔" لہٰذا دین سے محبت رکھنے والے ہر شخص کے لیے مناسب یہ ہے کہ اپنے لباس میں حلال کا خیال رکھے اور خاص طور پر نماز وغیرہ میں جب وہ اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔

میرے بھائی افضل الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس دور میں کسی شخص کے لیے بہتر طریقہ یہ ہے کہ جب بھی کھانا کھائے تو اس پر استغفار پڑھے، جو بھی لباس پہنے اس پر اللہ سے بخشش مانگے کیونکہ آج کل ہر چیز شبہ والی ہے اور لوگ اس سے پرہیز نہیں کرتے چنانچہ جو بھی قاضی ہوتا ہے، وہ اس سے رشوت لیتا یا ٹیکس والا ہوتا ہے یا کوئی ظالم ہوتا جو اس سے لوبیا خریدتا ہے تو رقم واپس نہیں کرتا، ان میں سے ہر ایک کہتا ہے کہ تمہارے درہم شبہ والے ہیں اور پھر آج کل ایسا کونسا عبادت گذار ہے جس کے پاس ان لوگوں کے ہاں سے کوئی چیز آ جاتی ہے تو اسے واپس کرتے ہوئے سادہ خشک روٹی پر گذارہ کرے، یہ ایسا کام ہے کہ جب تک یہ دنیا قائم ہے اس سے بچاؤ ممکن نہیں بلکہ یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ رنگ لگائے بغیر کھجور کے ٹہنیوں سے دوہری ٹوکریاں بناتے اور اپنے قریب ہی گھاس پر ڈال کر اس پر پانی چھڑکتے تاکہ وہ مضبوط ہو جائیں اور فائدہ مند ہوں چنانچہ ان کے ہاتھ کی بنی ٹوکری، لینے والے کے پاس دو دو تین تین سال تک رہتی جب کہ دوسروں کی بنی ہوئی اتنی دیر تک نہ رہتی تھی۔ آپ فرماتے تھے میرا دل چاہتا ہے کہ میں اسی کاروبار سے کما کر کھاؤں کیونکہ اگر خالص طریقے سے بناؤں تو کسے بیچوں؟ لوگ آج کل اپنے کاروباروں میں بے

پرواہی سے کام لیتے ہیں اور جب میں اسے بیچوں جو ٹیکس والے کے پیسے نہیں دے سکتا تو گویا میں ٹیکس والے کو بیچوں گا۔

آپ کا لباس اونی جبہ ہوتا اور سات ہاتھ لمبی پگڑی ہوتی، آپ ہر سال نیا جبہ خریدتے اور پرانا صدقہ کر دیتے۔ سال بھر میں اپنا جبہ ایک مرتبہ نمک سے دھویا کرتے اور صابن نہ لگاتے اور یونہی جبہ بھی سال میں ایک ہی مرتبہ دھوتے تاکہ خرچہ کم ہو کیوں کہ اتنا حلال خرچہ نہ ہوتا تھا جو پورا ہو سکے۔

اس ہدایت پر عمل کرنے والے کو ایسے شیخ کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کی پرورش کر کے اس کی اکڑ دور کرے اور وہ کسی بھی چیز کی طرف توجہ نہ کیا کرے کیونکہ وہ شبہ والی ہوتی ہے بلکہ وہ نہ رہے تو خوش ہو، اس مقام پر وہ گھٹیا پہنے گا اور گھٹیا کھائے گا پھر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ فقیر سخت جبہ پہنتا ہے اور سخت ہی کھانا کھاتا ہے جس کی وجہ سے اس میں وہ اکڑ پیدا ہو جاتی ہے جو دوسرے ظالموں میں نہیں ہوتا اور اگر اس کی تربیت کرنے والا کوئی شیخ ہو تو وہ اس بارے میں اسے بتائے اور اس عمل میں سے بہانے دور کرے۔ واللہ غفور رحیم۔

❁ ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو لباس میں قمیص پہننا سب سے اچھا لگتا تھا۔"

❁ امام بخاری اور نسائی بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا 'جو دھوتی ٹخنوں سے نیچے ہو، وہ جہنم میں لے جائے گی۔"

❁ ابو داؤد کے مطابق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بتاتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے جو کچھ دھوتی کے بارے میں فرمایا ہے، وہ قمیص کے بارے میں ہے۔

❁ امام مالک، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "مومن کی دھوتی آدھی پنڈلی تک ہو اور اگر وہاں سے دونوں ٹخنوں تک ہو تو بھی حرج نہیں اور جو اس سے بھی نیچے ہو تو وہ جہنم میں لے جائے گی اور جو تکبر کرنے کی خاطر دھوتی گھسیٹ کر چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔"

❁ امام احمد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا جو دھوتی ٹخنوں کے نیچے ہو، اس میں بہتری نہیں ہوتی۔"

انہی کے مطابق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بتاتے ہیں کہ "میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا اگر تم عبداللہ بن عمر ہو تو دھوتی اونچی کر لو چنانچہ میں نے آدھی پنڈلی تک اوپر کر لی۔"

حضرت زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ پھر آپ کے وصال تک وہ دھوتی وہیں رہی۔

❁ امام مسلم اور ابو داؤد وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "تین ایسے شخص ہوں گے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کی طرف نہیں دیکھے گا، نہ ہی ان کے گناہ دور کرے گا اور انہیں دردناک عذاب دیا جائے گا اپنی دھوتی گھسیٹنے والا، احسان جتلانے والا اور جھوٹی قسم کھا کر سامان بیچنے والا۔"

❁ ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "دھوتی، قمیص اور پگڑی لٹکائی جاتی ہیں تو جو شخص تکبر کرتے ہوئے کسی چیز کو گھسیٹتا ہے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔"

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ”جو شخص صرف تکبر دکھانے کے لیے دھوتی گھسیٹتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے نہیں دیکھے گا۔“

❁ امام بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! میری دھوتی ڈھیلی ہو جاتی ہے لیکن میں اسے سنبھال لیتا ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا تم ان لوگوں میں شامل نہیں ہو جو یہ کام تکبر کرنے کی خاطر کرتے ہیں۔“

❁ امام احمد اور طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”جو شخص تکبر کرتے ہوئے اپنی دھوتی کو لتاڑتا ہے تو وہ اسے جہنم میں لتاڑے گی۔“

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”جو اکڑ کرتے ہوئے اپنا کپڑا گھسیٹتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے نہیں دیکھے گا خواہ وہ اللہ کے ہاں عزت والا ہوگا۔“

❁ ابو داؤد وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”جو شخص نماز میں تکبر کرتے ہوئے دھوتی ڈھیلی چھوڑتا ہے تو حلال وحرام میں وہ اللہ کے ہاں کچھ نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتا جو اپنی دھوتی گھسیٹا کرے۔“ واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 349

بدن کو ڈھانکنے والا لباس پہننا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی بیویوں کو وہ کپڑے نہ پہنائیں جو جلد کے ساتھ چمٹے ہوں اور نہ ہی انہیں اپنے لیے خریدنے دیں تاکہ وہ ان غیر لوگوں کی آنکھوں سے پردے میں رہیں جو گھروں میں داخل ہوتے رہتے ہیں جن میں عورتیں اور مرد شامل ہوتے ہیں کیونکہ کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی بیگانہ شخص باریک کپڑوں کے نیچے سے کسی کی شرمگاہ دیکھ لے جیسے وہ صاف شیشے کے نیچے سے کوئی چیز دیکھ سکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کپڑے سے روک رکھا ہے کہ جس کے نیچے جلد نظر آجائے لہٰذا جب کوئی شوہر یہ دیکھے کہ اس کی بیوی ایسا لباس پہننا چاہتی ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ شرمگاہ کے ساتھ ساتھ لوگوں کی آنکھوں سے بدن ڈھانکنے کی فضیلت بتائے اور پھر اسے بتائے کہ ضرورت کے باوجود وہ تنہائی میں بھی اپنی شرمگاہ کو نہ دیکھے لیکن عام طور پر عورتیں وہ کچھ ذہن میں نہیں رکھتیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور پھر اس کے بعد اسے باریک کپڑے پہننے سے منع کرے کیونکہ یوں ممکن ہے یوں کہ وہ اپنے شوہر کی مخالفت نہ کرے۔ واللہ غنی حمید۔

❁ ابن حبان اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”میری امت کے آخری دنوں میں کچھ ایسے مرد ہوں گے جن کی بیویاں لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی اور ان کے سروں پر کمزور بختی اونٹ کی کہانوں جیسا کچھ ہوگا، تم ان پر لعنت

کرنا کیونکہ وہ لعنتی ہوں گی، اگر ان کے بعد کوئی امت ہوئی تو تمہاری عورتیں ان کی یوں خدمت کریں گی جیسے تمہاری خدمت ان عورتوں نے کی جو تم سے پہلے والی امتوں میں سے تھیں۔''

مسلم وغیرہ کی مرفوع روایت میں ہے فرمایا ''دوزخیوں کی دو قسمیں ہیں جنہیں میں دیکھ نہیں رہا ایک وہ لوگ ہوں گے جن کے پاس گائے کی دم جتنے لمبے ڈنڈے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے، ایک وہ عورتیں ہوں گی جو لباس کے باوجود ننگی ہوں گی، لوگوں کا جھکاؤ اپنی طرف کریں گی اور خود دوسروں کی طرف جھکاؤ کریں گی، ان کے سروں پر بختی اونٹوں کی کہانوں جیسا کچھ ہوگا جو ایک طرف جھکی ہوتی ہیں، یہ لوگ جنت میں نہ جائیں گے اور نہ انہیں اس کی طرف سے ہوا پہنچے گی حالانکہ اس کی ہوا اتنی اتنی دور سے پہنچ جاتی ہے۔''

❁ ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں انہوں نے باریک کپڑے پہن رکھے تھے جس پر رسول اکرم ﷺ نے ان سے منہ پھر لیا اور فرمایا اے اسماء! ایک عورت کو جب حیض آنے لگے (جوان ہو جائے) تو اس کے صرف یہ اور یہ حصے نظر آئیں، اور پھر چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ کیا۔'' واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 350

ریشم پہننا اور اس پر بیٹھنا حرام ہے

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ظالموں، ان کے ساتھیوں اور دین کی پرواہ نہ کرنے والوں کو ریشم پہننے اور اس پر بیٹھنے کی اجازت نہ دے رکھیں اور نہ سونا پہن کر سجنے دیں چنانچہ جو ایسے برے کام کرتے ہیں، انہیں ان سے روکنے کے لیے مکمل سیاست، دنیا سے مکمل بے تعلقی اور ان لوگوں سے بچنے کے لیے اس سے پاکدامنی کی ضرورت ہے جو ان کے ہاتھوں میں دنیا کے ذلیل مال کی صورت میں ہوتا ہے لیکن جس کے پاس ایسی سیاست نہیں، نہ ہی زہد اور پاکدامنی ہے تو اگر وہ انہیں روکے اور برا کہے تو وہ اس کی برائی کی طرف کان نہیں دھریں گے بلکہ اس کو معمولی جانیں گے اور اس پر ہنسیں گے۔

یہ ایسی ہدایت ہے کہ اس میں عام لوگ غفلت سے کام لیتے ہیں اور ظالموں کے ریشم پہننے پر انہیں برا نہیں بناتے اور اگر بناتے بھی ہیں تو اس کے ساتھ ساتھ ان کے قبضے میں مال کا بھی لالچ رکھتے ہیں، ان کے تحفے قبول کرتے ہیں اور اسی وجہ سے بار بار ان کے پاس جاتے ہیں یا انہیں برا جانتے ہیں تو سیاست نہیں جانتے اور نہ ہی ان کی اس بات کی پرکھ رکھتے ہیں کہ وہ ان کا انکار مانیں گے یا اس پر عمل کریں گے تو ایسے میں پہلے یہ ضروری ہے کہ گہرے طور پر ان کی پرکھ کریں اور اگر وہ قبول کرتے نظر نہ آئیں تو انہیں برا جانیں، پھر کچھ عرصہ رک جائیں کہ اس ظالم کی بھڑاس ختم ہو جائے اور پھر اس

کے بعد نرمی اور سیاست سے اسے سمجھائیں۔ واللہ غفور رحیم۔

❀ امام بخاری ومسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”ریشم نہ پہنا کرو کیونکہ جو اسے دنیا میں پہنے گا، آخرت میں پہن نہیں سکے گا۔“

❀ امام بخاری ومسلم کی روایت میں ہے فرمایا ”ریشم وہی پہنتا ہے جسے آخرت میں حصہ نہ مل سکے گا۔“

❀ ابوداؤد اور نسائی نے بتایا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ریشم لے کر دائیں ہاتھ اور سونا لے کر بائیں ہاتھ میں پکڑا اور فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔“

❀ ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”جو شخص دنیا میں ریشم پہنے، وہ آخرت میں اسے پہننے سے رہ جائے گا۔“

❀ بزار اور طبرانی کے مطابق حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک جبہ دیکھا جس کا گلا ریشمی تھا چنانچہ فرمایا یہ قیامت کے دن آگ کا طوق بنے گا۔“

❀ امام احمد اور طبرانی بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”میری امت میں سے جو شخص زیور پہنتا ہوا فوت ہوگا تو اللہ جنت میں اسے سونا پہننا حرام کردے گا۔“

❀ امام مسلم بتاتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک آدمی کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹی پہنے دیکھا جسے اتار کر پھینک دیا اور فرمایا تم تو یہ چاہتے ہو کہ آگ کا انگارہ ہو جسے ہاتھ میں پکڑلو۔“ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 351

عورتوں جیسی شکل بنانا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں ہم ٹھٹھا کرنے والے کسی شخص کو موقع نہ دیں کہ عورتوں جیسی شکل بنائے اور نہ اس کی کسی محفل میں جائیں ہاں اگر وہ اسے چھوڑنے کی بات سننا چاہے تو الگ بات ہے، یونہی ہمیں چاہئے کہ اپنے بھائیوں کو ان لوگوں کے پیچھے نہ بھیجیں جو عرسوں اور ختنوں میں شامل ہو کر تماشے کرتے ہیں کیونکہ وہ مباح اور جائز کاموں کی حفاظت نہیں کرتے بلکہ لوگوں کو ہنسانے کے لیے اللہ کے حکموں پر عمل نہیں کرتے چنانچہ انہی میں سے گانے والوں کے وہ لباس بھی ہیں جنہیں وہ لشکریوں (فوجیوں) اور قاضیوں کی شکل بنا کر عرسوں میں پہنتے ہیں، یہ سب کے سب کام حرام ہیں چنانچہ مردانگی والا کوئی مومن شخص انہیں گھروں میں استعمال نہیں کرتا اور پھر حالات ایسے ہو چکے ہیں کہ یہ ٹھٹھا وغیرہ کرنا مناسب نہیں کیونکہ چھوٹے بڑے سب پر مسلسل غم کے بادل چھائے ہوئے ہیں اور پھر جو شخص ان چیزوں کی مخالفت کرے،

فسادیوں اور گویوں کی محفل میں جا کر ہنسے تو اس کے بعد اسے دکھ پہنچیں گے چنانچہ جسے شک ہو، وہ تجربہ کر لے۔

مجھے ٹھٹھا کرنے والوں کے رئیس نے بتایا مجھے کئی سال ہو چکے ہیں کہ میں لوگوں کو ہنسایا کرتا ہوں چنانچہ وہ بے تحاشا ہنستے ہیں پھر کچھ عرصے کے بعد دیکھا تو اس کی حالت تبدیل ہو چکی تھی، میں نے پوچھا کہ تمہیں کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ میں نے وہ کاروبار چھوڑ دیا ہے کیونکہ مصر اور اردگرد کے علاقے بہت سی بدامنی اور بے چینی پائی جاتی ہے اور پھر فوری طور پر یہ اشعار لکھ کر مجھے دیئے

- ''مصر کے بارے میں افسوس ہے، یہ خوشحال تھا لیکن ذلیل و رسوا ہو گیا۔
- اس کی ان بستیوں پر افسوس ہے جو فنا ہو گئیں حالانکہ جگہ جگہ ان کے چرچے ہوتے تھے۔
- وہ خوشیاں اور کاروبار کہاں گئے اور چاروں مذہبوں کا سلسلہ کدھر گیا۔
- کہاں گیا ہر مطلب اور اسے چاہنے والے اور پھر لمبے چھوٹے کہاں چلے گئے۔
- خادمیوں کی ٹولیاں اور روزی کا سامان کدھر گیا اور چلتے ناموں کا شور کہاں گیا۔
- ترقی کا دور کہاں چلا گیا، امن وامان کے بعد بے چینی چھا گئی ہے۔
- پوری مخلوق سہمی ہوئی ہے، یہ ان کی نیتوں اور بولیوں کا نتیجہ ہے۔
- ہر طرف چیخ و پکار ہے، ہر تنگدست اور خوشحال کے لیے پریشانی ہے۔
- خلقت کے حالات ڈانواں ڈول ہیں اور بے چینیوں کی سواریاں موجوں میں ہیں۔
- انہوں نے ہمیں خشکی میں غرق کر دیا اور پھر بھی موجوں میں ہیں، میرے پاس ڈھال نہیں کہ بچاؤ کر سکوں۔
- اس دور میں عجیب کام ہو رہے ہیں اور اس بہت سی مصیبتیں نازل ہو چکی ہیں۔
- کون ہے جو جوان ہونے والے بچے کو غمزدہ فقیر جیسا رہنے دے۔
- اس دور میں بوڑھے اور جوان ذلیل ہو چکے ہیں۔
- میری عقل حیران ہے اور ذہن وفکر پریشان ہے۔''

واللہ غفور رحیم

- امام بخاری و مسلم اور ابوداؤد وغیرہ بتاتے ہیں کہ ''رسول اکرم ﷺ نے ان لوگوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کی شکلیں بناتے ہیں اور ان عورتوں پر بھی لعنت فرمائی جو مردوں کی شکلیں بناتی ہیں۔'' یعنی لباس، گفتگو اور حرکت وغیرہ میں ان کی شکلیں اپناتے ہیں۔''
- طبرانی اور ابن ماجہ بتاتے ہیں کہ ''رسول اکرم ﷺ نے ایک عورت کو دیکھا جو گلے میں کمان لٹکائے ہوئے تھی جسے دیکھ کر فرمایا ان عورتوں پر اللہ نے لعنت فرمائی ہے جو مردوں کی شکل اپناتی ہیں۔''
- امام بخاری کی روایت میں ہے کہ ''رسول اکرم ﷺ نے ہیجڑا بننے والے مردوں اور مرد بننے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔''

ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ بتاتے ہیں کہ ''رسول اکرم ﷺ نے اس مرد پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں والا لباس پہنتا ہے اور اس عورت پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں جیسا لباس پہنتی ہے۔''

ابوداؤد بتاتے ہیں کہ ''رسول اکرم ﷺ کے پاس ایسا شخص لایا گیا جس نے ہاتھوں اور پاؤں پر مہندی لگا رکھی تھی، اس پر فرمایا کہ اس نے کیا کر رکھا ہے، صحابہ نے عرض کی کہ اس نے عورتوں کی نقل اتاری ہے، جس پر آپ نے حکم دیا تو اسے بقیع کی طرف نکال دیا گیا۔ آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ! اسے قتل نہ کر دیں؟ فرمایا مجھے نمازی لوگوں کو قتل کرنے سے روک دیا گیا ہے۔''

اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں۔ واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 352

فخر و شہرت والا لباس نہ پہنو

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم شہرت اور فخر والا لباس نہ پہنیں بلکہ سبز، زرد، سرخ اور سیاہ کپڑے وغیرہ کے ٹکڑوں سے بنا پہنیں جیسے احمدی اور قادری فقیر پہنا کرتے ہیں یا کھجور کے پتوں اور چھال سے بنا لباس پہنیں یا حلفاء بوٹی سے بنا پہنیں یا اس چمڑے سے بنا لباس پہنیں جس سے بال اتار لیے گئے ہوں یا پگڑی کے بغیر پتوں سے بنا کھلا لباس پہنیں اور اس کا شملہ سرخ، سبز یا ایسا ہی ہو، یا باریک گودڑی پہنیں یا بالکل سفید جبہ پہنیں لیکن نیت بالکل کھری ہو۔

پہلے دور کے مشائخ کا طریقہ یہ تھا کہ حلال کمائی کم ہونے کی وجہ سے وہ کپڑے کے ٹکڑے پہنا کرتے تھے چنانچہ ان کا کوئی کرتہ یا چادر پھٹ جاتی تو اسے حلال کمائی کے ذریعے سی لیتے اور کسی بھی رنگ کی پابندی نہ کرتے اور ان کے کپڑے لمبے ہوتے چنانچہ لمبا ہونے کی وجہ سے رنگنے کا ارادہ کیے بغیر خود ہی رنگدار ہو جاتے لیکن وہ لوگ یوں نہیں کرتے تھے جو حلال و حرام سے ٹکڑے لیتے یا بڑا کپڑا لیتے اور پھر اسے اپنی مرضی کے مطابق کٹوا لیتے اور نیچے سے چیرا نہ کرتے کیونکہ یہ تکبر میں داخل تھا۔

یاد رکھو کہ پہلے مشائخ طریقت کی نفاست سمجھتے تھے چنانچہ اپنے مرید کو اس وقت اونی جبہ پہننے کا حکم دیتے جب ان کے نفس کو درست کر لیتے اور انہیں عبادتوں کی مشقت سے گذار لیتے۔ اس کے بعد شیخ کا کام یہ ہوتا کہ وقت کے سارے فقیروں کو جمع کر لیتا، پھر سارے مل کر فاتحہ پڑھتے ہوئے اس شخص کے لیے دعا کرتے اور پھر سب لوگوں کے سامنے اسے جبہ پہنا دیتے۔ وہ ہر ایسے شخص کو برا جانتے جو طبیعت کی آگ بجھے بغیر جبہ پہنا کرتا اور اگر اس نے پہن لیا ہوتا تو اسے اتارنے کا حکم دیتے۔

سیدی احمد بن رفاعی رحمہ اللہ جب بھی کسی فقیر کو اس حالت میں جبہ پہنے دیکھتے کہ ابھی اخلاق سنوارنے میں اس نے محنت نہ کی ہوتی تو فرماتے اے بیٹے! یہ لباس اتار دو اور اس وقت تک خوب محنت کرو جب تک تمہاری بشریت کی آگ اس حد تک نہیں بجھ جاتی کہ اگر لوگوں کے سامنے تمہارے چہرے اور کپڑوں پر پلیدی بھی لگا دی جائے تو تمہیں برا نہ لگے۔

ایک مرتبہ آپ نے کسی شخص کو دیکھا کہ جس کے چہرے پر نظر ڈالیں تو وہ نیک معلوم ہوتا تھا، اس نے جبہ پہنا ہوا تھا چنانچہ فرمایا اے بیٹے! تم نے اپنے آپ کو نیک بنا رکھا ہے اور پرہیزگار بنے دکھائی دیتے ہو لیکن اگر تم ان کے طریقے پر چلنا نہیں چاہتے تو ان جیسا لباس بھی اتار دو۔

آپ اپنے مریدوں کو شملہ لٹکانے کی اجازت نہیں دیتے تھے بلکہ فرماتے تھے کہ جب تک تمہارے نفس کی جڑ اس ختم نہیں ہو جاتی، شملہ نہ لٹکایا کرو کیونکہ جو اسے شیخ بننے کے لیے لٹکاتا ہے، وہ حرام کام کرتا ہے۔

اے بھائی! میں کہتا ہوں کہ تم باطنی عادتیں اچھی کرنے کی کوشش کرو تاکہ تمہارا شیخ تمہیں سب سے پہلے کامل دیکھ سکے اور اس کے بعد اونی جبہ پہنو تاکہ تمہارا ظاہر و باطن ایک جیسا ہو سکے لیکن اگر تمہارا باطن، ظاہر جیسا نہیں ہو سکا تو پھر کسی بھی عام شخص جیسا لباس پہنو۔

میں نے ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں جو اون پہنتے ہیں، ہاتھ میں تسبیح بھی ہوتی ہے لیکن زبانیں بچھو کے ڈنگ جیسی ہوتی ہیں جب کہ منہ مگرمچھ جیسے اور پیٹ کشتیوں جیسے ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ طریقت کا دعویٰ کرتے ہیں، تم ایسے لوگوں سے بچو بلکہ ایک کو تو میں نے ٹیکس لیتے بھی دیکھا ہے، یہ سب باتیں کسی بھی طریقت والے کے لیے جائز نہیں، صرف اسی کے لیے جائز ہیں جو اہل طریقت میں سے ہو۔

ہم نے ایسے فقیروں کا طریقہ دیکھا ہے کہ لوگوں کے ہاں جن کی عزت ہے جب کہ فقیروں کے پاس بھلائی ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ سہمے ہوئے ہوتے ہیں لیکن یہ سلسلہ اس وقت بند ہو گیا جب سیدی علی مرصفی مصر میں فوت ہو گئے اور پھر حضرت علی خواص کے ساتھ ساتھ سیدی محمد شناوی بھی فوت ہو گئے چنانچہ آج تک میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جو فقیروں کی اولاد کی اتنی تعظیم کرتا ہو۔

سیدی محمد شناوی نے بتایا کہ سیدی شیخ عبدالرحیم قناوی رحمہما اللہ اس کتے کے لیے کھڑے ہو گئے جو آپ کے قریب سے گذرا تھا، اس پر کسی نے انہیں برا بھلا کہا جس پر آپ نے فرمایا کہ میں تو اس کے گلے میں فقیروں والی چیز دیکھ کر کھڑا ہوا ہوں چنانچہ لوگوں نے دیکھا تو اس کے گلے میں فقیروں کے جبے کا ایک ٹکڑا تھا لہٰذا اے بھائی اس بات کو ذہن میں رکھو اور شہرت والا لباس نہ پہنو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "جو شخص بھی ایسے فخر والے کپڑے پہنے اور لوگ اسے دیکھیں تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف اس وقت تک نہیں دیکھے گا جب تک وہ انہیں اتار نہ دے۔"

❁ امام احمد کے مطابق حضرت ضمرہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یمن کے دو لباس پہن رکھے تھے چنانچہ آپ نے فرمایا اے ضمرہ! کیا تمہیں لگتا ہے کہ تمہارے یہ دونوں لباس جنت

دیں گے؟ انہوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! اگر آپ میری بخشش کی دعا فرما دیں تو انہیں اتارے بغیر نہیں بیٹھوں گا۔ آپ نے فرمایا یوں دعا فرمائی کہ ''اے اللہ! ضمرہ کی بخشش فرما دے'' چنانچہ وہ تیزی سے گئے اور وہ لباس اُتار دیا۔

❁ ابن ابی الدنیا مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''میری امت کے سب سے برے لوگ وہ ہیں جنہیں کھانے کو نعتیں ملیں چنانچہ وہ رنگا رنگ کھانے کھاتے ہیں اور طرح طرح کے لباس پہنتے ہیں مگر باچھیں کھول کر باتیں کرتے ہیں۔''

❁ طبرانی کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے ''رنگ رنگ کی چیزیں پہنتے ہیں۔''

❁ امام رزین نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص شہرت والا لباس پہنے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے وہی لباس پہنائے گا اور پھر اسے اسی میں جلا دیا جائے گا۔''

❁ ایک اور روایت میں ہے ''جو شخص اس دنیا میں شہرت والا لباس پہنے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے ذلت والا لباس پہنائے گا اور پھر اسی میں اسے جلا دیا جائے گا۔''

❁ ایک اور روایت میں ہے ''جب کوئی شخص شہرت والا لباس پہنتا رہا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس سے توجہ ہٹائے رکھے گا جب تک وہ اسے اتار نہ دے گا۔'' واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 353

عورتوں کو بال لگانے اور جسم گودنے وغیرہ سے ممانعت

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم عورتوں کو بال لگانے، جسم گودنے اور چہرہ سے بال اتارنے کی گنجائش نہ دیں (یا دانتوں کو ریتی سے رگڑ کر کھلا کرنے کی اجازت نہ دیں)

کان اور ناک چھروانا عورت کیلئے حرام

اس کام کے لیے خاص طور پر عورتوں کو روکا گیا ہے کیونکہ ان میں سے اکثر ان کا حرام ہونا نہیں جانتیں جیسے وہ یہ بھی نہیں جانتیں کہ کان اور ناک چھدوانا حرام ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرما رکھا ہے کہ ہر نگہبان کو اس کی نگرانی میں موجود چیزوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔'' چنانچہ بیوی کو اگر اس کا شوہر نہیں سمجھائے گا تو اور کون سمجھائے گا؟ اس ہدایت پر عمل کرنے میں قرآن کے قاری اور عالم لوگ غفلت کرتے ہیں چنانچہ ان میں سے ایک شخص دیکھ رہا ہوتا ہے کہ اس کی بیوی صبح و شام پلیدی کی حالت میں پھرتی ہے، وہ نہ اسے حکم دیتا ہے اور نہ ہی روکتا ہے، پھر نماز چھوڑتے

دیکھتا ہے لیکن اس بات سے روکتا نہیں، وہ اسے چہرے سے بال نوچتے دیکھتا ہے لیکن منع نہیں کرتا اور کئی مرتبہ ایسے ہوتا ہے کہ وہ سیکھنے کے قابل ہوتی ہے، دین کو سمجھ سکتی ہے لیکن وہ اس پر توجہ نہیں دیتا اور اسے اس بات پر مجبور کر دیتا ہے کہ وہ مسجدوں میں واعظوں کا وعظ سننے جائے چنانچہ وہ باہر نکلنے اور نالائق لوگوں میں گھلنے ملنے کی وجہ سے کئی خرابیوں میں گھر جاتی ہے لہٰذا عقلمند وہ ہے جو اپنی بیوی کو باہر نکلنے سے بے نیاز کر دے ہاں عام شخص ہو تو وہ جا سکے گی۔ والسلام۔

ایسے میں اس پر لازم ہے کہ پہلے حلال وحرام کا علم خود حاصل کرے اور پھر اپنی بیوی کو سکھائے چنانچہ جب سیدی احمد زاہد نے، یہ معاملہ دیکھا کہ یہ چیز عورتوں میں عام ہوگئی ہے اور پھر ان کے شوہروں نے بھی انہیں دین سکھانا چھوڑ دیا ہے تو آپ عورتوں کو مسجد میں جمع کر کے انہیں کو حکم بتایا کرتے اور کسی آدمی کو ہمت نہ ہوتی تھی کہ اندر داخل ہو سکے۔

❁ مسلم اور ابن ماجہ نے روایت لکھی ہے کہ ''ایک عورت نے عرض کی یا رسول اللہ! میری بیٹی کو خسرہ کی بیماری ہے جس کی وجہ سے اس کے بال کہیں کہیں رہ گئے ہیں جب کہ میں اس کی شادی کرنا چاہتا ہوں تو کیا میں اس کے بال لگوالوں؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بال لگانے اور لگوانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔''

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے جسم گودنے اور گدوانے والی پر لعنت فرمائی ہے۔''

❁ انہی کی روایت میں اتنا اور ملتا ہے ''بال اکھارنے والی اور خوبصورتی کے لیے دانتوں میں فاصلہ ڈالنے والی اور اللہ کی بنائی چیزوں کو تبدیل کرنے والی پر بھی لعنت فرمائی ہے۔''

❁ امام بخاری و مسلم لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک دن فرمایا (لوگو!) تم نے برے طریقے سے سجاوٹ شروع کر دی ہے جب کہ نبی کریم ﷺ نے بال لگانے سے روکا ہے۔''

❁ انہی سے ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بالوں کا ایک گچھا سا دکھایا اور فرمایا کہ یہودیوں کے علاوہ میں نے آج تک یہ کام کرتے کسی کو نہیں دیکھا چنانچہ جب اس کے بارے میں نبی کریم ﷺ کو پتہ چلا تو آپ نے اس گچھے کا نام ''زور'' رکھا۔ واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 354

ڈاڑھی اور سر پر سیاہ خضاب لگانا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ڈاڑھی کو سیاہ خضاب نہ لگائیں اور نہ ہی اپنی بیویوں وغیرہ کو سروں پر سیاہ خضاب لگانے دیں کیونکہ ہمیں اپنی غرض کی بجائے رسول اکرم ﷺ کی غرض پہلے رکھنی چاہیے ہاں جہاد فی سبیل اللہ جیسی

شرعی غرض ہو تو اجازت ہے چنانچہ مجاہد ایسا کر سکتا ہے اور پھر اسے یہ بھی اجازت ہے کہ دشمن کو ڈرانے کے لیے وہ جسے چاہے، لگوا دے۔ آگے چل کر ''عورتوں کے اپنے شوہروں کے سامنے سجنے کے عہد'' میں اس کی اور تفصیل آ رہی ہے۔

❁ ابوداؤد، نسائی اور ابن خزیمہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''آگے چل کر کچھ ایسے لوگ دکھائی دیں گے جو ایسا سیاہ خضاب لگائیں گے جو کبوتروں کے سینے پر ہوتا ہے، وہ لوگ جنت کی خوشبو بھی نہیں لے سکیں گے۔''

❁ امام دیلمی رحمہ اللہ کے مطابق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ ''اگر کوئی شخص عورت کی خاطر خضاب لگاتا ہے تو اسے کوئی ڈر نہیں اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی خاطر لگاتی ہے تو اسے بھی خطرہ نہیں کیونکہ اس سے خوبصورتی ہو جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 355

کھانے پینے کے موقع پر بسم اللہ پڑھنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم کھانے پینے کی چیزوں پر بسم اللہ چھوڑ دینے جیسی غفلت نہ کریں اور نہ ہی بچوں کو یہ کام چھوڑنے دیں بلکہ جب بھی وہ کھانے پر بیٹھیں تو انہیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنا سکھائیں تاکہ انہیں اس کی عادت پڑ جائے اور وہ بھول نہ سکیں جب کہ قرآن کریم میں بھی حکم ہے ''جس چیز پر بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو اس میں سے نہ کھائیں کیونکہ یہ گناہ ہے۔''

محقق عالموں کے ہاں لفظ کے عام ہونے کا اعتبار کیا جاتا ہے، خاص سبب نہیں دیکھا جاتا چنانچہ جو شخص اسے چھوڑنا معمولی جانتا ہے تو وہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں میں زیادہ گھرے گا چنانچہ سیدی علی خواص رحمہ اللہ اس گندھے ہوئے آئے یا پکے ہوئے سالن میں سے نہیں کھاتے تھے جس پر گوندھنے یا پکانے والے نے بسم اللہ نہ پڑھی ہوتی تھی اور فرماتے تھے کہ جس چیز پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے، وہ میرے نزدیک مردار جیسی ہے۔

میرے بھائی افضل الدین رحمہ اللہ اس وقت تک ایک لقمہ بھی نہیں کھاتے تھے جب تک یوں نہ کہہ لیتے ''دستور یا اللہ'' ایک مرتبہ آپ بھول گئے تو اس کے کفارے کے طور پر ستر مرتبہ استغفار کیا اور فرمایا میں اپنے مریدوں کے لیے یہ بات پسند نہیں کرتا کہ وہ اللہ کے سامنے ہوتے ہوئے غفلت کی حالت میں کچھ کھائیں، کیونکہ ہر کام کے لیے مرد ہوتے ہیں۔ واللہ واسع علیم۔

❁ ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ نے لکھا ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ چھ صحابہ کو اپنے ساتھ ملا کر کھانا کھا رہے تھے کہ، اسی دوران ایک دیہاتی آ گیا تو اس نے سارے کھانے کے دو لقمے کیے، اس پر فرمایا اگر یہ شخص بسم اللہ پڑھ لیتا تو یہ

کھانا تم سب کے لیے کافی تھا۔“

ابو داؤد اور ابن ماجہ نے اتنا اور لکھا ہے ”تم میں سے کوئی کھانا شروع کرے تو اس پر بسم اللہ پڑھے اور اگر شروع میں نہ پڑھ سکا تو پھر یوں کہہ لے بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ۔

ایک اور روایت میں اتنا اور زیادہ ہے ”کیونکہ جب کوئی یوں کہہ لے گا تو شیطان پیٹ میں ڈالی ہر شے کو قے کر دے گا۔“

مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”شیطان ایسا کھانا کھا لیا کرتا ہے جس پر بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو۔“ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 356

چاندی سے بنی کوئی چیز پہننا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ سونے کی چیزیں تو کجا ہم اپنی بیویوں وغیرہ کو چاندی کی سرمہ دانی، سرچو، چمچ اور خلال بھی استعمال نہ کرنے دیں کیونکہ اس بارے میں بڑی حدیثیں ملتی ہیں کیونکہ برتن اسے کہتے ہیں جس میں کوئی چیز ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جائی جائے۔ اسے ذہن نشین کر لو کیونکہ سرچو بھی تو سرمے کو آنکھ تک پہنچاتا ہے۔ اسے بھی ذہن میں رکھو۔

اس ہدایت پر عمل کرنے میں بہت سے لوگ کوتاہی کرتے ہیں چنانچہ وہ اپنی بیویوں کو انہی چیزوں سے سرمہ لگاتے دیکھتے ہیں لیکن انہیں روکتے نہیں جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ انہیں شریعت کے بارے میں شرم نہیں آتی۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ نے فرمایا ”ایمان یہ ہے کہ انسان ہر اس چیز کا خیال رکھے جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے خیال فرمایا ہے اور اسے ہلکا نہ جانے۔“ واللہ تعالیٰ اعلم۔

امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”جو شخص چاندی کے برتن میں پیتا ہے تو گویا وہ غٹ غٹ کر کے پیٹ میں آگ ڈالتا ہے۔“

امام مسلم کی روایت ہے ”جو شخص سونے اور چاندی کے برتن میں کچھ پیتا ہے تو یوں سمجھو کہ وہ غٹ غٹ کر کے پیٹ میں آگ لے جا رہا ہے۔“

امام حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”جو شخص چاندی سونے کے برتن میں پیتا ہے تو آخرت کے اندر اس میں نہیں پی سکے گا۔“ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 357

بائیں ہاتھ سے کھانا اور برتن میں پھونک مارنے وغیرہ کا حکم

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی چھوٹی اولاد کو بائیں ہاتھ سے نہ کھانے دیا کریں، انہیں پانی وغیرہ کے برتن میں پھونک نہ مارنے دیں، مشکیزہ سے منہ لگا کر نہ پینے دیں اور نہ ہی اس جگہ سے پینے دیں جہاں سے پیالہ ٹوٹا ہوا ہے کیونکہ ان سب چیزوں کا ذکر کھانے پینے کے آداب میں آیا ہے۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ جس میں اکثر لوگ غفلت کرتے ہیں چنانچہ وہ اولادوں پر توجہ دے کر انہیں شریعت کے آداب نہیں بتاتے لہٰذا وہ بالغ ہو کر اسی طرح کرتے ہیں کیونکہ انہیں شریعت کے حکموں پر غیرت نہیں آتی چنانچہ لوگ شریعت کا ادب کم کرتے جاتے ہیں اور ان کے ذہنوں سے یہ بات نکلتی جاتی ہے کیونکہ اس پر کوئی عمل کرتا دکھائی نہیں دیتا۔ واللہ غفور رحیم۔

❁ مسلم اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''کوئی شخص بائیں ہاتھ سے نہ تو کھایا کرے اور نہ ہی پیا کرے کیونکہ بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا پیتا ہے۔''

❁ ابن ماجہ کی روایت میں اتنا اور ہے کہ ''نہ اس سے کوئی چیز پکڑے اور نہ اس کے ساتھ کچھ دے کیونکہ شیطان اسی سے دیتا اور اسی سے پکڑتا ہے۔''

برتن میں پھونک مار کر پینا منع ہے

❁ ترمذی نے روایت کی ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے برتن میں پھونکنے سے منع فرمایا ہے۔ اس پر ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ! اگر میں اس میں تنکا وغیرہ دیکھ لوں تو؟ فرمایا تو پھر اسے بہا دو۔''

❁ امام ابوداؤد وغیرہ کی روایت ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے پیالے کی ٹوٹی ہوئی جگہ سے پینا منع فرمایا ہے۔''

مشکیزہ کو منہ لگا کر پینا منع ہے

❁ ابن حبان نے روایت کی ہے کہ ''رسول اکرم ﷺ نے مشکیزہ کے منہ سے پینا منع فرمایا ہے۔''

❁ حاکم لکھتے ہیں کہ ''رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں ایک شخص نے مشکیزے کو منہ لگا کر پانی پینا شروع کیا تو اس دوران اس میں سے سانپ نکل آیا۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 358

پیٹ بھر کر کھانا منع ہے

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے ساتھیوں، اولاد اور بیویوں کو پیٹ بھر کر کھانے سے روکیں نیز لالچ اور تکبر کے طور پر کھانے پینے کی بہت سی چیزیں نہ رکھیں۔

اس ہدایت پر بہت سے لوگ عمل نہیں کرتے جو اس بات کی دلیل ہے کہ لوگ اپنے کاموں میں بہت کم پرہیز رکھتے ہیں کیونکہ اگر انسان شرعی پرہیز کرے تو اسے پیٹ بھرنے کو بھی کچھ نہ ملے گا اور کسی کے لیے کجا اپنے لیے بھی زیادہ کھانے نہ لا سکے گا اور حلال سے پیٹ بھرنے میں بھی کئی خرابیاں ہیں تو پھر حرام اور شبہ والی چیزیں کھانے میں کیوں نہ ہوں گی؟ ان میں سب سے کم خرابی یہ ہوتی ہے کہ انسان جب پیٹ بھر کر کھاتا ہے تو اس کے اعضاء بھوکے ہو جاتے ہیں اور پھر وہ اس وقت تک سیر نہیں ہو سکتے جب تک ویسے گناہوں میں نہ پڑیں جیسا کھایا ہے، وہ حلال ہو، حرام ہو، ہلکا ہو یا بھاری ہو۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب کھانا حرام ہوگا تو اس کے ذریعے حرام کام ہی نظر آئیں گے اور جب معمولی سا ہوگا تو انسان اچھے کے مقابلے میں ذرا گھٹیا کام کرے گا۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ انسان کے عمل اس جیسے نہیں ہوتے جیسا وہ کھانا کھاتا ہے تو اس کے پاس حقیقی ثبوت نہیں ہے۔

❁ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اپنا کھانا پینا پاکیزہ کر لو تو تمہیں دن کو روزہ اور رات کو عبادت کی ضرورت نہ رہے گی۔

❁ سیدی ابراہیم متبولی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شبہ والے کھانے سے بچو کیونکہ یہ بندے کے دل پر اثر کرتا ہے خواہ وہ بڑے اولیاء ہی میں سے کیوں نہ ہو۔

پھر پیٹ بھر کر کھانے میں ایک خرابی یہ ہے کہ انسان کے اعضاء بوجھل ہو جاتے ہیں چنانچہ وہ رات و دن میں عبادت کرنے سے عاجز ہوتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص ان دنوں گھر میں طرح طرح کے کھانے تیار کرے اور بیوی کو زیادہ سے زیادہ چیزیں لا کر دے تو آئندہ وقت میں شرمسار ہوگا اور کئی مصیبتوں میں گھر جائے گا۔ واللہ علیم حکیم۔

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”مومن ایک آنت کے لیے کھایا کرتا ہے اور کافر سات آنتوں کے لیے۔“

❁ امام بخاری کی ایک اور روایت میں ہے کہ ایک شخص بہت کافی کھایا کرتا تھا، پھر اسلام لے آیا تو کم کھانے لگا چنانچہ نبی کریم ﷺ کے ہاں اس کا ذکر ہوا تو فرمایا ”مومن ایک آنت کے لیے کھاتا ہے جب کہ کافر سات

آنتوں کے لیے کھایا کرتا ہے۔"

❁ امام مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ "رسول اکرم ﷺ نے ایک کافر شخص کو مہمان ٹھہرایا چنانچہ حکم دے کر اس کے لیے ایک بکری کا دودھ دوہا گیا، اس نے وہ دودھ پی لیا، ایک اور کا دوہا گیا تو اس نے وہ بھی پی لیا اور پھر سات بکریوں کا دودھ پی گیا، صبح ہوئی تو مسلمان ہوگیا، آپ نے اس کے لیے ایک بکری دوہنے کا حکم دیا اور اس نے وہ دودھ پی لیا پھر دوسری دوہی تو مکمل نہ پی سکا، اس پر آپ نے فرمایا کہ مومن صرف ایک آنت کے لیے پیتا ہے جب کہ کافر سات آنتوں کے لیے پیتا ہے۔"

❁ ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "ابن آدم بڑے برتن سے پیٹ نہیں بھرتا، اسے پیٹھ سیدھی رکھنے کے لیے چند لقمے چاہئیں اور اگر کھانا ہی ہو تو ایک تہائی کھانا کھائے، ایک تہائی پانی پیئے اور ایک تہائی اپنے لیے رکھے۔"

ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے لکھا ہے حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ایک مرتبہ میں نے گوشت اور روٹی کا ملا جلا ثرید نامی کھانا کھایا اور پھر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ڈکار لیا تو فرمایا اے شخص! ان ڈکاروں کو روکو کیونکہ اس دنیا میں پیٹ بھرنے والے اکثر لوگ قیامت میں اتنے ہی زیادہ بھوکے ہونگے۔"

❁ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے مرتے دم تک پیٹ بھر کر نہ کھایا، آپ صبح کو کھا لیتے تو رات کو نہ کھاتے اور رات کھا لینے پر دن کو نہ کھایا کرتے۔

❁ ابن ابی الدنیا کی روایت میں ہے "حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ تیس سال ہوئے کہ میں نے پیٹ بھر نہیں کھایا۔"

❁ امام بخاری نے کتاب الضعفاء اور ابن ابی الدنیا نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت لکھی، فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے بعد اس امت میں سب سے پہلے نازل ہونے والی مصیبت پیٹ بھر کر کھانے کی شکل میں نظر آئی اور جب لوگوں نے پیٹ بھر کر کھایا تو ان کے بدن موٹے ہو گئے جن کی وجہ سے دل کمزور ہوئے اور ان کی خواہشیں بڑھ گئیں۔

امام بیہقی رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دن میں دو مرتبہ کھاتے دیکھا تو فرمایا اے عائشہ! کیا تمہیں یہ اچھا نہیں لگتا کہ پیٹ کے علاوہ کسی اور چیز کا دھیان رکھو کیونکہ دن میں دو مرتبہ کھانا فضول خرچی شمار ہوتا ہے اور اللہ ایسے لوگوں کو پسند نہیں فرماتا۔"

❁ امام احمد اور طبرانی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "مجھے اندیشہ ہے کہ تم اپنے پیٹوں، شرمگاہوں اور گمراہ کر دینے والی خواہشوں میں آگے نکل جاؤ گے۔"

❁ امام احمد اور طبرانی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو فرمایا تھا "عیش و عشرت سے نہ رہنا کیونکہ اللہ کے بندے عیش و عشرت میں نہیں رہا کرتے۔"

اس سلسلے میں بہت سی روایتیں ملتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 359

ولیمہ کی دعوت میں شامل ہونے کا حکم

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم شرعی مجبوری کے علاوہ ولیمہ کی دعوت قبول کرنے سے پیچھے نہ رہا کریں اور جب اکڑ، تکبر اور دعوت دینے والے کو حقیر جانتے ہوئے دعوت قبول نہ کریں تو رسول اکرم ﷺ کے بے فرمان ہوں گے۔

اس ہدایت سے فقیر اور بے مقصد موٹے تازے ہونے والے لوگ غفلت کرتے ہیں اور پھر وہ زیادہ تر اس وقت غفلت کرتے ہیں جب لوگ ان میں سے کسی کے بارے میں کہتے ہیں کہ فلاں شخص طریقت میں اتنا بڑا ہے کہ نہ تو کسی کے پاس جاتا ہے، نہ ولیمہ میں شامل ہوتا ہے، نہ نکاح میں اور نہ ہی لوگوں کے مجمع میں جب کہ لوگ کہا کرتے ہیں کہ مومن تو ایک دن میں ستر مرتبہ بدلتا جاتا ہے جب کہ منافق شخص ستر سال تک ایک ہی حالت پر جما رہتا ہے جس کی وجہ اس کا یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ جس چیز کی وجہ سے اس کی تعریف ہوتی ہے، وہ ہوا اُکھڑ جائے گی، جب کہ مومن ہمیشہ بہتر کاموں کے ساتھ ساتھ چلتا ہے چنانچہ جب بھی کوئی زیادہ بہتر کام دیکھتا ہے تو اس کام کو چھوڑ دیتا ہے جس میں لگا ہوا تھا۔

جو شخص اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے، اسے کسی خلوص والے شیخ کی ضرورت ہوتی ہے تا کہ وہ اسے ریاء اور منافقت کے گھٹیا درجوں سے نکال کر سچائی، خلوص جیسے اعلیٰ درجوں کی طرف لے جائے جن میں وہ مخلوق کی برائی اور تعریف سے بے نیاز ہو البتہ سوچ بچار کرے اور اس سے عبرت حاصل کرے کیونکہ حدیث شریف میں ہے ''تم زمین پر اللہ کے گواہ ہو چنانچہ جس کی تم تعریف کرو گے، وہ اچھا ہوگا لیکن جسے برا بنا دو گے، وہ برا ہی ہوگا۔'' چنانچہ عقلمند وہ ہوتا ہے جو اس بات کو لیتا ہے جو دنیا میں مسلمانوں کے منہ سے نکلی ہوئی قیامت کے دن سامنے آئے گی لیکن وہ ان پر اور کہنے والوں کی بات پر بھروسہ نہیں کیا کرتا چنانچہ اللہ نے فرمایا ''ان کے سامنے اللہ کی طرف وہ چیز کھل کر سامنے آ جائے گی جس کے بارے میں ان کا خیال بھی نہ تھا۔''

لہٰذا اے بھائی! اگر تم عملوں کے درجے جاننا چاہتے ہو اور یہ معلوم کرنا چاہتے ہو کہ ان میں سے کس کا حق پہلے ہے تو کسی شیخ کی راہنمائی میں چلو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اس ولیمے کا کھانا سب سے برا ہے جس میں مالداروں کو بلا لیا جائے لیکن مسکینوں کو رہنے دیا جائے اور جو بلانے پر نہ آئے، وہ اللہ و رسول کی بے فرمانی کر رہا ہوگا۔''

❁ ابوداؤد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جسے کھانے پر بلایا جائے اور وہ قبول نہ کرے تو اللہ و رسول کی بے فرمانی کرے گا اور جو بن بلائے جائے گا تو چور بنا ہوگا اور ڈاکہ ڈالے واپس ہوگا۔''

❁ مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جب تمہیں کوئی کھانے کی دعوت دے تو وہ بھائی اسے قبول کرے، خواہ

وہ دعوت عرس کی ہو یا کسی اور چیز کی۔“

انہی سے یہ روایت ہے فرمایا ”جب تم میں سے کسی کو کھانے پر بلایا جائے تو یہ دعوت قبول کرے، پھر دل چاہے تو کھائے ورنہ چھوڑ دے۔“

امام بخاری و مسلم مرفوع روایت لکھتے ہیں فرمایا ”مسلمان کے دوسرے پر پانچ حق ہوتے ہیں، پھر ان میں سے دعوت قبول کرنے والا حق بیان فرمایا۔“ (الحدیث)

ابو الشیخ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”ایک مسلمان کی طرف سے دوسرے پر چھ حق ہوتے ہیں، جو ان میں سے کوئی ایک بھی رہنے دے گا تو گویا اس نے ایک لازمی حق چھوڑ دیا، پھر ان میں سے ایک کا ذکر کیا کہ جب وہ اسے بلائے تو اس کی بات مان لے۔“

پھر یہ بات ذہن میں رہے کہ دعوت قبول نہ کرنے میں ہمارے پاس شرعی عذر یہ ہے کہ وہاں کوئی ایسا برا کام ہو رہا ہو جو ہمارے جانے پر ہٹ نہ سکے۔ کھانا چھوڑنے میں شرعی مجبوری کھانے میں شبہ اور عمل میں نیت کا صحیح نہ ہونا ہے۔

ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے ایسا کھانا کھانے سے منع فرمایا ہے جسے کھانے پر فخر جتلانے والے پکائیں۔“

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 360

کراماً کاتبین کو تکلیف دینے والا کام نہ کرو

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ایسا کام کرنا شروع نہ کریں جو انسان کے دائیں بائیں دو فرشتوں کراماً کاتبین کو تکلیف دیں اور یوں شیطان ہمارے قریب ہو جائے۔ اس ہدایت پر وہی شخص عمل کر سکتا ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے نور پیدا کر دیا ہو اور اس کے سامنے آنے والا پردہ بہت باریک کر دیا ہو کہ وہ فرشتوں کے ساتھ ایمان لا سکے خواہ انہیں دیکھ نہ سکے۔

میرے بھائی حضرت افضل الدین رحمہ اللہ فرشتوں کا ادب کرنے میں اس حد تک پہنچ گئے تھے کہ وہ آپ سے کلام کرتے اور آپ ان سے لیکن انہیں دیکھتے نہ تھے کیونکہ فرشتوں کو دیکھنا اور اس کے ساتھ ساتھ ان سے کلام بھی کرنا صرف انبیاء علیہم السلام کا کام تھا لیکن دوسرے لوگوں کا حال یہ ہے کہ اگر ان میں سے کوئی فرشتے کو دیکھتا ہے تو کلام نہیں کرتا اور کلام کرتا ہے تو دیکھتا نہیں ہوتا۔

54

حضرت ثابت بنانی اور فرشتوں سے سلام کے وقت عجیب دعا

حضرت ثابت البنانی رحمہ اللہ لکھنے والے دونوں فرشتوں کے ساتھ عموماً بات چیت کر لیا کرتے تھے اور پھر صبح و شام ان سے سلام لیتے چنانچہ دن یا رات کے فرشتے اترتے تو انہیں یوں سلام کہتے اَلسَّلَامُ عَلَی الْمَلَکَیْنِ الْکَرِیْمَیْنِ الْکَاتِبَیْنِ الْحَافِظَیْنِ یوں پھر فرماتے کہ لکھو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اَللّٰہُ الصَّمَدُ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ الْجَنَّۃَ حَقٌّ وَّ النَّارَ حَقٌّ وَ الصِّرَاطَ حَقٌّ وَّ اَنَّ الْمِیْزَانَ حَقٌّ وَاَنَّ السَّاعَۃَ اٰتِیَۃٌ لَّا رَیْبَ فِیْھَا وَ اَنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ وَ ھٰذَا الْیَوْمَ اَوْ ھٰذِہِ الْلَیْلَۃَ خَلْقَانِ مِنْ خَلْقِکَ فَلَا تَبْتَلِیْنِیْ فِیْہِ اَوْ فِیْھَا اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ وَلَا تُزَیِّنْ لِیْ فِیْہِ اَوْفِیْھَا جُرْاَۃً عَلٰی مَحَارِمِکَ وَلَا ارْتِکَابًا لِّمَعْصِیَتِکَ وَلَا اسْتِخْفَافًا بِحَقٍّ مَا افْتَرَضْتَہٗ عَلَیَّ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ دَآبَّۃٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ فِیْ ھٰذَا الْیَوْمِ مِنَ الزَّیْغِ وَ الزَّلَلِ وَ مِنَ الْبَلَاءِ وَ الْبَلْوٰی وَمِنْ شَرِّ شَمَاتَۃِ الْاَعْدَاءِ وَمِنَ الظُّلْمِ وَمِنْ دَعْوَۃِ الْمَظْلُوْمِ وَمِنْ شَرِّ کِتَابٍ قَدْ سَبَقَ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلِ الدُّنْیَا اَکْبَرَ ھَمِّیْ وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِیْ وَلَا مُصِیْبَتِیْ فِیْ دِیْنِیْ وَلَا تُسَلِّطْ عَلَیَّ بِذُنُوْبِیْ مَنْ لَّا یَرْحَمُنِیْ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

اس سے پہلے یہ حدیث گذر چکی ہے کہ ''فرشتے ہر اس معمولی شے سے بھی تکلیف محسوس کرتے ہیں، جس سے بنو آدم محسوس کرتے ہیں۔'' اور بنو آدم شرمگاہ کو دیکھنے اور پلید چیزوں کو سونگھنے سے تکلیف محسوس کیا کرتے ہیں لہٰذا ایک مومن کے لیے یہ مناسب نہیں کہ خالی جگہ پر بھی اپنی شرمگاہ کھول دے، اسے اللہ فرشتوں سے حیاء کرنی چاہیے چنانچہ حضرت ابو یزید بسطامی رحمہ اللہ جب بھی بیت الخلاء میں جاتے تو باہر اپنی چادر پھیلا کر فرشتوں سے کہتے کہ یہاں بیٹھ جاؤ، اللہ تمہیں عزت دے، میں بیت الخلاء سے فارغ ہولوں۔

امام بخاری رحمہ اللہ کھانا کم کرتے گئے اور آخر کسی پھل کا ایک دانہ یا ایک بادام ہی کھایا کرتے اور جب اس بارے میں پوچھا گیا تو بتایا کہ مجھے دونوں فرشتوں سے شرم آتی ہے لہٰذا میں نہیں چاہتا کہ بیت الخلاء میں بار بار جاؤں اور وہ میری وجہ سے بدبو سونگھیں نیز حضرت سیدی محمد بن عنان اور سیدی تاج الدین ذاکر کو بھی میں نے یونہی کرتے دیکھا ہے۔

پھر شیخ تاج الدین کے خادم حضرت شیخ عبدالباسط نے مجھے بتایا کہ انہوں نے کھانا پینا گھٹا دیا تھا اور وہ ہفتہ بھر میں صرف ایک مرتبہ بیت الخلاء میں جایا کرتے اور اس ہفتہ میں جب بھی وضو کیا کرتے، بے وضو ہونے کے بعد نہ کرتے بلکہ وضو پر نیا وضو کیا کرتے۔ اللہ ان ادب کرنے والوں پر رحمت فرمائے۔

❁ ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص ہاتھوں میں سے گوشت کی خوشبو آنے کی صورت میں سو گیا تو پھر وہ اپنے آپ ہی کو برا بھلا کہا کرے۔''

❁ ترمذی اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''شیطان تلاشی لیتا رہتا اور چاٹتا پھرتا ہے تو اس سے اپنے آپ

کو بچائے رکھو چنانچہ جو ہاتھوں میں سے گوشت کی بو آنے کی صورت میں سو جائے اور اسے کوئی چیز تکلیف پہنچا دے تو پھر اپنے آپ ہی کو برائی دے۔''

✿ طبرانی کی ایک روایت میں ہے فرمایا ''جو شخص ہاتھ میں کسی قسم کی بو لیے سو جائے اور پھر اسے برص کی بیماری ہو جائے تو پھر اپنے آپ کو برائی دیا کرے۔''

کوڑا کرکٹ پر شیطان سوتا ہے

✿ دیلمی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''گھروں میں رات کو کوڑا کرکٹ رہنے نہ دیا کرو کیونکہ یہ شیطان کے سونے کی جگہ ہوتی ہے۔''

✿ ایک اور روایت میں ہے فرمایا ''تم رات کو گوشت سے بھیگا ہوا رومال گھر میں رکھ کر نہ سویا کرو کیونکہ یہ شیطان کے رات گذارنے کی جگہ ہوتی ہے۔'' واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 361

کسی کو حکمران بننے کا مشورہ نہ دو

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ اس دور میں ہم کسی بھی شخص کو حکمران بننے کا مشورہ کبھی نہ دیں کیونکہ ہمیں معلوم نہیں ہو سکتا کہ اس کا حق دار کون ہے، خواہ مشورہ لینے والا ظالم ہو، قاضی ہو یا وقف جائیداد کا نگران وغیرہ ہو کیونکہ ان عہدوں والوں پر آج کل بہت سی مشکلات پڑتی ہیں چنانچہ جب ان پر کوئی ایسی مشکل آ جاتی ہے تو مشورہ دینے والے ہی پر برستے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اس دور میں کسی کو شیخ بنانے کا ارادہ کرتا ہے تو مشورہ لینے پر کہہ دیا کرے کہ اس حکمرانی کیلئے اپنے ربّ سے استخارہ کر لو اور اسی پر عمل کرو جو تمہارے دل میں آئے۔

اے بھائی! یہ بات ذہن میں رکھو کہ کسی ظالم کو یہ مشورہ نہ دیا کرو کہ اپنے کسی ماتحت کو ظلم میں شریک کرتے ہوئے فلاں جگہ کا اہل کار بنا دے کیونکہ تمہارا یہ مشورہ بے کار ہو گا اور جب کسی عقلمند کے لیے یہ مناسب نہیں کہ کسی کو قاضی بنانے میں سفارش کرے تو ٹیکس لگانے والے لوگوں کو سفارش کب مناسب ہو گی۔

آگے چل کر ہم اس سلسلے میں آنے والی حدیثیں لکھ رہے ہیں۔

مجھے میرے ایک قابل بھروسہ عالم مدرس نے بتایا کہ میں شہر کے مغرب کی طرف گیا تو شہر کی طرف آتے راستے

میں ایک قاضی کو دیکھا جس کے پاس لکھے ہوئے کچھ کاغذ تھے جس کے ذریعے وہ زمینداروں کو ڈرا رہا تھا چنانچہ ایک شخص سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ فلاں بن فلاں، پھر کہا میرے پاس فلاں شخص کی طرف سے تمہارے خلاف درخواست موجود ہے اور فلاں فلاں گواہ ہیں۔ پھر اگر اس کے پاس پیسے ہوتے تو لے لیتا اور وہ درخواست پھاڑ دیتا ورنہ اس کا گدھا یا بکری وغیرہ پکڑ لیے جاتا اور یوں اس کے پاس بہت سارے جانور جمع ہو جاتے۔

ایک دن انہوں نے واپسی کا ارادہ کیا تو دیکھا کہ ایک یہودی گدھی پر سوار تھا، وہ ساتھیوں سے کہنے لگا ذرا ٹھہرو کہ یہودی سے بھی کوئی بات کر لیں چنانچہ اس قاضی نے یہودی کی گدھی پر مقدمہ کر دیا کہ یہ فلاں شخص کی ہے اور اس کے گواہ فلاں فلاں ہیں چنانچہ پاس کھڑے ساتھیوں نے اسے سچا بنا دیا جس پر انہوں نے اس سے پکڑ لی، پھر ایک شخص یہودی کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ یہودی کو ایک دینار دیدو، وہ تمہاری گدھی واپس دیدے گا چنانچہ یہودی نے اسے دینار دیدیا، قاضی نے اسے منہ میں لے لیا اور چلا کر بولا کہ اس کتے کو قید کر لو کیونکہ یہ شریعت کے خلاف مجھے رشوت دے رہا ہے اور یوں اپنے آپ کو پرہیزگار ظاہر کیا حالانکہ اس سے ایک دینار بھی لے چکا تھا۔

یہودی نے اپنا سامان کندھوں پر رکھا اور چل دیا اور چلتے چلتے کہہ گیا کہ آپس میں مخالف لوگ اللہ کے سامنے جائیں گے۔

اللہ کی قسم ایک چور بھی ایسے قاضی سے رحمدل ہوتا ہے لہٰذا مناسب یہ ہے کہ حکمران شخص انصاف والا ہوا کرے۔ واللہ اعلم۔

❁ امام بخاری و مسلم مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''تم میں سے ہر ایک کسی نہ کسی چیز کا نگران ہوتا ہے لہٰذا اس سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا، امام بھی نگران ہوتا ہے لہٰذا اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا، آدمی بھی نگران ہوتا ہے چنانچہ جن کا نگران ہو، اسے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا۔'' (الحدیث)

❁ ابو داؤد اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص حکمران بنایا اسے لوگوں کا قاضی (جج) بنایا گیا تو یوں سمجھو کہ جیسے چھری کے بغیر ہی ذبح کر دیا گیا۔''

حافظ عبدالعظیم بتاتے ہیں چھری کے بغیر ذبح کا مطلب یہ ہے کہ چھری سے ذبح کرنے پر ذبح ہونے والے کو دکھ نہیں پہنچتا کیونکہ روح فوراً نکل جاتی ہے اور جب چھری کے بغیر ذبح کیا جائے گا تو اس سے اسے بہت زیادہ تکلیف پہنچتی ہے۔

یہ بھی کہتے ہیں کہ چونکہ عام طور پر جانور چھری سے ذبح کیا جاتا ہے اس لیے حضور ﷺ نے اس سے ہٹ کر بات کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے اس فرمان میں اس شخص کے جسم ہلاک ہونے کے مقابلے میں دین کے تباہ ہونے میں اندیشہ نہیں ہوگا۔

❁ ترمذی اور ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''قاضی تین طرح کے ہوتے ہیں جن میں سے ایک تو جنت میں جبکہ دو جہنم میں جائیں گے، جنت میں جانے والا وہ ہوتا ہے جو حق پہچان کر اسی کے مطابق فیصلہ کرے اور حق جانتے ہوئے ظلم کرے تو وہ پھر جہنم ہی میں جائے گا اور جب وہ حق سے جاہل رہ کر فیصلہ کرے گا تو بھی جہنم میں جائے گا۔

❁ ترمذی وغیرہ میں مرفوع روایت ہے فرمایا ”جو شخص قاضی ہو اور انصاف سے فیصلہ کرے تو وہ اس لائق ہوگا کہ عین اتنا ہی گناہوں سے بچ جائے۔“

❁ امام احمد اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”قاضی پر قیامت کے دن ایک ایسی گھڑی آئے گی جب وہ دل میں کہتا ہوگا کہ اسے ایک کھجور کے لیے دو آدمیوں میں بھی قاضی نہ بنایا جاتا۔“

❁ امام احمد وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”قیامت کے دن عدل و انصاف والے قاضی کو بلایا جائے گا چنانچہ سخت حساب کی وجہ سے وہ چاہے گا کہ کاش اسے دو شخصوں میں کھجور کا جھگڑا نمٹانے کے لیے بھی قاضی نہ بنایا جاتا۔“

حکمرانی کی ابتداء میں طعنے اور آخر میں شرمندگی

طبرانی اور بزار وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تم چاہو تو میں بتا دوں کہ امارت (حکمرانی) کیا ہوتی ہے؟ اس پر حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! وہ کیا ہوتی ہے؟ فرمایا اس کی ابتداء میں طعنے ملتے ہیں، بعد میں شرمندگی ہوتی ہے اور تیسرے یہ کہ قیامت کے دن اسے اس صورت میں عذاب ہوگا جب وہ انصاف نہ کرے گا اور یاد رکھو کہ قریبی رشتہ داروں کے ہوتے ہوئے وہ انصاف کیونکر کرے گا؟“

❁ امام احمد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”جو بھی شخص دس یا اس سے زیادہ لوگوں پر حاکم بنے تو قیامت کے دن جب وہ اللہ کی بارگاہ میں پہنچے گا تو اس کے دونوں ہاتھ گردن کی طرف بندھے ہوں گے پھر یا تو اسے اس کی نیکی چھڑا لے گی یا گناہ پر اسے عذاب ہوگا۔

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”جو شخص مسلمانوں کے معاملات کے لیے حاکم بنے، قیامت کے دن اسے لا کر جہنم کی پل پر کھڑا کر دیا جائے گا، اگر اس نے اچھا کام کیا ہوگا تو گذر جائے گا اور اگر برائی کی ہوگی تو وہ پل ٹوٹ جائے گا اور وہ جہنم میں ستر خریف گہرائی کی طرف چلا جائے گا۔

❁ ابن ماجہ اور بزار نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”جو شخص بھی لوگوں کے فیصلے کرتا رہا ہوگا تو قیامت کے دن آنے پر اسے جہنم کے پل پر کھڑا کر دیا جائے گا۔ اب اگر اس نے اچھے کام کیے ہوں گے تو گذر جائے گا اور اگر برے کیے ہوں گے تو اس کے لیے وہ پل ٹوٹ جائے گا۔“

❁ ابن ماجہ اور بزار ہی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”لوگوں کے فیصلے کرنے والا ہر حکمران قیامت کے دن آئے گا، ایک فرشتہ اسے گردن کے پچھلی طرف سے پکڑے ہوئے ہوگا، وہ آسمان کی طرف دیکھتا ہوگا چنانچہ اگر حکم ہوگا کہ اسے گرا دو تو اسے چالیس خریف گہرائی میں گرا دیا جائے گا۔“

میں بتاتا ہوں سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں آپ نے صرف چالیس کا نام لیا ہے کیونکہ اس شخص کے بارے میں فرمایا تھا جس نے لوگوں میں چالیس خریف تک حکومت کی اور اگر اس نے پچاس خریف تک کی ہوتی تو آپ پچاس ہی کا عدد بولتے جیسے آپ نے ایک منافق کے بارے میں اس کے مرنے پر فرمایا تھا جب لوگوں نے بہت بڑا دھما کا سنا تھا جسے

سن کر انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تھا کہ یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تھا کہ ایک پتھر ہے جو ستر سال سے جہنم میں گرایا گیا ہے اور ابھی ابھی وہ جہنم کی گہرائی میں پہنچا ہے۔''

یہ میت امیہ بن خلف کی تھی چنانچہ انہوں نے حساب لگایا تو واقعی ستر سال بنتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁ امام احمد ذکر کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے کسی ایسے کام پر لگا دیں کہ زندگی گذار لوں۔ فرمایا چچا جان! آپ کو وہ سانس اچھا لگتا ہے جو آپ کی زندگی بڑھائے یا وہ اچھا لگتا ہے جس پر مر جائیں؟ عرض کی وہی اچھا ہے جو زندگی بڑھائے۔ فرمایا تو پھر اپنے سانس پر دھیان رکھو۔''

❁ ابو داؤد نے روایت کی ہے کہ مقدام بن معدیکرب بتاتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے میرے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا ''اے قُدَیْم! اگر تم امیر، منشی اور نجومی کا کام نہ کرتے ہوئے فوت ہوئے تو تمہیں نجات ملے گی۔''

❁ مسلم وغیرہ نے بتایا ہے کہ ''رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے اس وقت فرمایا تھا جب انہوں نے امیر بننے کی درخواست کی تھی کہ اے ابوذر! تم کمزور ہو جب کہ یہ امارت قیامت کے دن نری ذلت ہوگی لیکن اس کے لیے نہیں جو اس کا حق ادا کرے اور اپنی ذمہ داری نبھائے۔''

❁ مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا تھا ''اے ابوذر! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم کمزور ہو لہٰذا میں تمہارے لیے بھی وہی چاہتا ہوں، جو اپنے لیے چاہتا ہوں لہٰذا تم دو شخصوں پر بھی امیر نہ بنو اور کسی یتیم کے مال پر بھی ذمہ دار نہ بنو۔''

❁ ابن حبان اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بتاتے تھے کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا اے عبدالرحمٰن بن سمرہ! امیر بننے کی خواہش نہ کرو کیونکہ اگر چاہے بغیر تمہیں امیر بنایا گیا تو تمہیں ہر طرف سے مدد حاصل ہوگی لیکن اگر منہ مانگی امارت لوگے تو پھر وہ تمہارے ہی ذمے پڑے گی۔''

❁ ابو داؤد اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص قاضی بننا چاہے اور کچھ سفارش ساتھی چاہے تو اسے نبھانا اس کے ذمے پڑے گا اور جسے امارت لینے پر مجبور کیا گیا تو اللہ اس پر فرشتہ مقرر فرما دے گا جو اسے سیدھی راہیں دکھاتا چلا جائے گا۔''

❁ ترمذی شریف میں ہے فرمایا ''جو اپنی مرضی سے قاضی بننا چاہے ساری ذمہ داری اسی کی ہوگی اور جسے اس پر مجبور کیا گیا تو اس پر ایک فرشتہ اترے گا جو اسے سیدھی راہ پر رکھے گا۔''

اس سے پہلے باب الزکاۃ ایسی کئی حدیثیں گذر چکی ہیں جن کا تعلق ظلم کرنے والے عاملوں (امیروں) سے ہے، چاہو تو وہاں سے دیکھ سکتے ہو اور پھر ہم نے اپنی کتاب ''البحر المورود'' میں امیروں کی ذمہ داریوں کو بیان کرتے ہوئے اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے، چاہو تو وہاں سے دیکھ لو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 362

اپنے ساتھی امیروں کو رعیت پر سختی کا مشورہ نہ دو

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اس دور میں اپنے کسی ساتھی یا عقیدت مند کو رعیت پر سختی کا مشورہ نہ دیں، نہ یہ کہیں کہ وہ ان پر ظلم کرے، انہیں دھوکا دے، ان سے چھپا رہے یا وہ اپنی ضرورت کے لیے آئیں تو اپنا دروازہ بند رکھے کیونکہ یہ دین اللہ، اس کے رسول، مسلمانوں کے اماموں اور عام لوگوں کے لیے ایک خالص چیز ہے چنانچہ جب کوئی امیر عدل وانصاف کرے گا تو اللہ کے دین کا حق ادا کر رہا ہوگا لیکن جب ظلم کرے گا تو حق ادا کرنے میں غفلت کرتا ہوگا۔

یہ ایسی ہدایت ہے کہ جس پر چلنا اکابر علماء اور ان صالحین کا کام ہے جو وہ مال لینے سے گریز کرتے ہیں جو ظالموں اور ان اہلکاروں کے ہاں ہوتا ہے جن کے قریبی ساتھیوں کے پاس نہ تو کوئی نیکی ہوتی اور نہ ہی کوئی اچھائی، نہ انہیں کوئی پوچھتا ہے، نہ ان کے کچھ پلے ہوتا ہے اور نہ انہیں سلطان کے ہاں کوئی مقام وغیرہ ملا ہوتا ہے کیونکہ والی شخص کبھی نہ کبھی ان کی بات پر توجہ دے لیتا ہے لیکن جو ان کا مال کھاتا، ان سے صدقے خیرات وصول کرتا ہے خواہ بن مانگے تو اس کی زبان گنگ ہو جاتی ہے، آنکھیں گویا اندھی ہوتی ہیں اور کان اس وجہ سے برے ہوتے ہیں کہ ان پر دباؤ ہوتا ہے چنانچہ ان میں ان کے ساتھ بات چیت کرنے کی ہمت نہیں ہوتی چنانچہ ایسا عالم اور نیک شخص کم ہی ملے گا جو ہماری بتائی برائیوں سے بچا ہو، ایسے لوگ علماء اور صالحین میں بہت کم ملیں گے چنانچہ جب وہ کسی والی کو برائی سے روکتے یا بھلائی کرنے کو کہتے ہیں تو والیوں سے تعلق رکھنے والا کوئی نہ کوئی ان کا دشمن بن جاتا ہے اور پھر یوں لگتا ہے کہ ساری برائیاں وہی کر رہا ہے جو نیکی کرنے کو کہہ رہا تھا اور جسے شک ہو، وہ میری اس بات کا تجربہ کر سکتا ہے کیونکہ برے لوگ، بھلے لوگوں پر غالب آ چکے ہیں تا کہ "اللہ تعالیٰ ہونے والے کاموں کو پورا کر دے۔"

اور جب اللہ والے دین قائم کرنے سے دب چکے ہوں تو برائی انہیں نہیں ملے گی بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ اگر امام لوگ اس وقت اپنی رعیت میں عدل وانصاف کرنا بھی چاہیں تو نہیں کر سکیں گے کیونکہ ان کی رعیت مہربانی کے لائق ہی نہیں رہی چنانچہ جہاں رعیت اور تاریکی ہوگی، وہاں ظلم وستم ضرور ہوگا اور اس سے بچ جانے والے لوگوں کے بارے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے پر تسلی کی امید رکھی جائے گی۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ کے وصال سے تین دن پہلے ہم نے ان سے آخری بات یہ سنی تھی، فرمایا آج کل پوری مخلوق اس مچھلی کی طرح ہے جو پانی میں ہوا کرتی ہے، پھر وہ پانی تو سوکھ جائے لیکن وہ خشک زمین پر پڑی ہو چنانچہ دن کے وقت تو اسے کتے اور چیلیں نوچ نوچ کر کھائیں اور چیر پھاڑ دیں پھر رات کو بھیڑیئے اور لومڑیاں چیر پھاڑ جائیں اور یہ امید ہی نہ ہو کہ پانی وہاں دوبارہ آ جائے گا تو وہ مچھلی اس میں تیر سکے گی جس سے مراد رحمت ہو۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حکمران دونوں طرف سے رشوت لیں گے

اس سے پہلے میں نے انہیں یہ فرماتے سنا تھا کہ آج کل حکمرانوں کے گھر آگ کے انگارے بن چکے ہیں، وہاں بھلائی دیکھنے کو نہیں ملتی، ان کا مقصد صرف رشوت لینا ہے، وہ کوئی بھی کام کرتے ہیں تو رشوت ہی کے ذریعے کرتے ہیں اور پھر آگے چل کر وہ دونوں طرف سے رشوت لیں گے لیکن کام کسی کا بھی نہیں کریں گے پھر جب ضرورت مند ان سے دیئے ہوئے پیسے واپس مانگے گا تو واپس نہیں کریں گے بلکہ یوں بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے غلام انہیں وہاں سے روکیں، ماریں اور پھر نکال دیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک دن انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اگر میں درست نہ چلوں تو مجھ سے کیا برتاؤ کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ ہم آپ کی کھوپڑی تلوار کی نوک پر اٹھالیں گے۔ یہ سن کر فرمایا اللہ تمہیں توفیق دے، یونہی کرنا ہوگا۔

چنانچہ ہمیں کہنا یہ چاہیے کہ عامل و حکمران لوگوں پر اتنا ہی ظلم کرتے ہیں جتنا رعیت خود اپنے اوپر بھی کرتی ہے اور اپنے بھائیوں سے کرتی ہے یعنی دشمنی اور بغض رکھنے کے ساتھ ساتھ دین کے فرائض پر عمل نہیں کرتی لہٰذا برائی رعیت کو دی جائے گی، والیوں کو نہیں چنانچہ ہم میں اگر ہمت ہوتی کہ مصر کے اندر صالح لوگوں میں سے کوئی ان کا نائب آجائے اور اہل مصر کے عمل بگڑے ہوں تو ان کے یہ عمل اسے بھی بگاڑ دیں گے اور وہ درانتی کی طرح ہو جائے گا یونہی اگر ہم یہ کر سکیں کہ یہاں کوئی بگڑا ہوا شخص حکمران بنے اور مصر والوں کے کام اچھے ہوں تو ان کے ایسے عمل اسے ایسا سیدھا کر دیں گے جیسے تیر ہوتا ہے۔

اس سلسلے میں تفصیلی گفتگو ہم نے اپنی کتاب البحر المورود میں کی ہے۔

پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر عالم اور نیک شخص حکمرانوں کو نیک کام کرنے اور برائی سے رکنے کے بارے میں نہیں کہہ سکتا کیونکہ ایسا کرنے والے کے لیے مکمل سیاست کی ضرورت ہوتی ہے چنانچہ وہ اسے بنیادی طور پر یہ بتائے کہ اگر تم درست راہ پر چلے تو کیا فائدہ ہوگا لیکن بگڑو گے تو کیا نقصان ہوگا اور پھر دل کی آنکھوں والا اگر والی کو کہہ دے کہ آئندہ تمہارا یہ کام ہوگا تو وہ اسی وقت ہو جائے گا لیکن اگر دل کی آنکھیں نہیں ہیں اور اسے کسی چیز کی خبر نہیں تو اس کی بات کوئی نہیں سنے گا اور پھر ناراضگی کے بعد آخر کار یہ ہوگا کہ وہ اسے وہاں آنے سے روک دیں گے۔ واللہ علیم حکیم۔

❁ ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ کے ہاں سب سے زیادہ ناراضگی میں آنے والا اور اس سے بہت دور ہونے والا وہ حکمران ہوگا جو ظلم کرتا ہوگا۔''

❁ طبرانی کی مرفوعاً روایت میں ہے ''قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب اس حکمران کو ملے گا جو ظلم کرتا رہا۔''

❁ بزار نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''ظالم حکمران کو قیامت کے دن سامنے لایا جائے گا تو رعیت اس سے

جھگڑے گی اور وہ لوگ اس پر برسیں گے چنانچہ اس سے کہا جائے گا کہ اب جہنم کا کوئی راستہ بند کر دکھاؤ۔"

اس پر برسنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ دلیلیں دے کر اس پر غالب آئیں گے اور جھگڑے کے دن جیت جائیں گے۔

ظالم حکمران کی نماز قبول نہیں

❁ امام حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "سن لو اے لوگو! اللہ تعالیٰ ظالم حکمران کی نماز قبول نہیں کرتا۔"

❁ طبرانی کی مرفوع روایت میں ہے فرمایا "تین وہ شخص ہوں گے جن کی یہ گواہی قبول نہیں ہوگی لا الہ الا اللہ، پھر ان میں سے ظالم حکمران کا ذکر فرمایا۔"

❁ بزار اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "بادشاہ، مخلوق پر اللہ کی طرف سے سایہ ہوتا ہے اور اس کے پاس اس کے ہر مظلوم بندے نے آنا ہوتا ہے، وہ انصاف کرے گا تو اسے اس کا اجر ملے گا اور رعیت کو شکریہ ادا کرنا ہوگا لیکن اگر اس نے ظلم کیا، کسی سے ڈرا تو گناہوں کا بوجھ اسی پر ہوگا اور رعیت کو صبر کرنا ہوگا (یاد رکھو) جب حکمران ظلم کرتے ہیں تو آسمان سے قحط پڑ جاتا ہے اور جب زکوٰۃ نہیں دی جاتی تو جانور ہلاک ہوتے ہیں۔"

ناپ تول میں کمی پر قحط

❁ امام حاکم نے مرفوع روایت لکھی ہے فرمایا "جب بھی لوگ ناپ تول میں کمی کرتے ہیں تو ان پر قحط آتا ہے، روزی تنگ ہوتی ہے اور بادشاہ ظلم کرتے ہیں اور جب بھی ان کے حکمران اللہ کے حکم پر نہیں چلتے تو اللہ تعالیٰ ان کے دشمن کو ان پر مسلط کر دیتا ہے چنانچہ وہ ان کے ہاں سے کچھ نہ کچھ چھین لے جاتے ہیں اور جب وہ اللہ کی کتاب کے ساتھ ساتھ نبی ﷺ کی سنت پر عمل چھوڑ دیتے ہیں تو ان پر دشمن کا بوجھ پڑ جاتا ہے۔

❁ ابوداؤد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "جو شخص مسلمانوں کا قاضی بننے کی خواہش کرے اور پھر بن کر ظلم کے مقابلے میں زیادہ عدل و انصاف کرے تو اسے جنت میں جانا ہوگا اور اگر اس کا ظلم، اس کے انصاف سے بڑھ گیا تو اسے جہنم میں جانا ہوگا۔"

❁ ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "اللہ تعالیٰ اس وقت تک قاضی کی مدد فرماتا ہے جب تک وہ ظلم نہیں کرتا اور جب وہ ظلم شروع کر دیتا ہے تو وہ تعلق توڑ دیتا ہے اور شیطان اس کا ساتھی ہو جاتا ہے۔"

❁ ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے "تین آدمیوں پر حکمران شخص جب اللہ کی بارگاہ میں جائے گا تو اس کا دایاں ہاتھ بندھا ہوگا پھر اس کا عدل و انصاف اسے کھول دے گا یا پھر اس کا ظلم اس سے دھوکا کرے گا۔"

❁ طبرانی اور ابن خزیمہ وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "مجھے اپنی امت کے تین عملوں کے بارے میں خدشہ ہے۔ صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! وہ کیا ہے؟ فرمایا "ایک عالم کا پھسل جانا، ظالم کا حکمران بننا اور وہ نفسانی

خواہش جسے پورا کیا جائے۔"

❀ مسلم، نسائی اور ابن عوانہ نے مرفوعاً لکھا ہے کہ آپ نے یوں دعا کی تھی "اے اللہ! جو میری امت پر حکمران بنے اور انہیں تکلیف دے تو تو بھی اسے تکلیف دے اور جو ان سے نرمی کرے تو تو بھی اس پر نرمی فرما۔"

❀ طبرانی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "جو مسلمانوں پر کچھ عرصہ کے لیے حکمران بنے تو اللہ تعالیٰ اس کی ضرورتیں اس وقت تک پوری نہیں فرماتا جب تک وہ لوگوں کی ضرورتیں پوری نہیں کرتا۔"

❀ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا جو شخص کچھ عرصہ کے لیے مسلمانوں کا حکمران بنے اور ان سے دھوکا کرے تو وہ جہنم میں جائے گا۔"

❀ ابوداؤد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "اللہ تعالیٰ جسے کچھ عرصہ کے لیے مسلمانوں کا حاکم بنائے اور وہ ان کی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے دکھائی نہ دے، ان کی دوستی اور محتاجی کو نہ دیکھے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت، تعلق اور فقر کو نہیں دیکھے گا۔"

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جب کسی ضروری کام کے لیے جاتے تو کسی آدمی کو مقرر کر کے جاتے تا کہ مسلمانوں کے کام کر سکے۔

امام احمد اور ابو یعلیٰ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "جو شخص کچھ عرصہ کے لیے مسلمانوں کا والی بنے اور پھر مسکین، مظلوم اور ضرورت مند کو دروازے سے اندر نہ آنے دے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے لیے اپنی رحمت کے دروازے بند کرے گا اور اس کی ضرورت اور فقر کا لحاظ نہیں کرے گا۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 363

حکمران، نیک ماتحتوں کو مقرر کریں

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے ساتھی حکمرانوں میں سے ہر ایک سے کہا کریں کہ اپنے ماتحت لوگوں کو لگاتے وقت پوری سوجھ بوجھ سے کام لیتے ہوئے اچھے لوگ مقرر کریں۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ اس پر ٹیکس وصول کرنے والے اور ظالم لوگ کم ہی عمل کرتے ہیں کیونکہ انہیں علم ہوتا ہے کہ اگر انہوں نے دین کا خوف رکھنے والا کوئی شخص مقرر کر دیا تو وہ ایسا مال حاصل نہیں کر سکیں گے جو وہاں سے ملنا تھا۔

ایک مرتبہ ٹیکس لگانے والوں کے ایک مددگار نے مجھ سے کہا کہ میں بڑے افسر کو آپ پر مہربان کر دوں، چنانچہ افسر نے کہا کہ میں توبہ کی شرط پر ان سے مہربانی کروں گا۔ میں نے پوچھا کہ وہ توبہ کیسی؟ اس نے کہا کہ جس پر ٹیکس لگا ہے،

وہ مجھ سے ٹیکس چھڑایا نہ کریں۔ اس پر میں نے کہا کہ یہاں سے نکل جاؤ گرجے میں جا کر توبہ کرو چنانچہ ایک عالم یا نیک شخص کے لیے لازم ہے کہ جب ٹیکس والوں کو نیکی کرنے کو کہے تو پوری سوجھ بوجھ سے کہے اور نرم کلام سے کام لے ورنہ وہ اس کی بات نہیں سنیں گے۔

سیدی ابراہیم متبولی رحمہ اللہ اپنے اس علاقے کے لوگوں کو ہدایت دیا کرتے تھے کہ لوگوں سے حد درجہ نرمی برتو، پھر تاجروں سے فرماتے تھے کہ جب تمہارے پاس ظالم ٹیکس والے آئیں اور حاکم کی اجازت سے وصولی کرنا چاہیں اور حاکم کی فرمانبرداری میں انہیں دیدو ورنہ تمہارا نقصان اس سے زیادہ ہوگا جسے تم نے بچایا تھا۔

پھر شام و مصر کی طرف سے آنے والے تاجروں سے فرمایا کرتے تھے کہ ان ظالموں کو وہ کچھ دیتے رہو جو دیا کرتے ہو خواہ ناریل کی رسی ہی ہو کیونکہ یہ ٹیکس نہیں ہوگا بلکہ بچاؤ ہوگا کیونکہ اگر حکمران کی حکومت میں بگاڑ پیدا ہوگیا تو پھر تم میں سے کوئی شخص جنگلوں میں شام سے مصر کو نہیں جا سکے گا۔

شیخ متبولی کی کلام کے مطابق ٹیکس صرف وہ ہے جسے ان لوگوں سے لیا جاتا ہے جو ان کی تلواروں کے سائے میں مصر کو آتے ہیں، انہیں حکمران کی مدد کی ضرورت نہیں ہوتی یا پھر اسے ٹیکس کہتے ہیں جنہیں نگران شخص کاروباری سربراہوں سے لیتا ہے جو اپنے گھروں اور دکانوں میں امن سے رہتے ہیں۔

پھر جو شخص ٹیکس وصول کرنے پر مقرر ہوتا، اس سے فرمایا کرتے کہ سردیوں میں جبہ اور کپاشی لباس پہنا کرو، سادہ روٹی پر گذارہ کرو، گدھے کی سواری کرو، بیوی نہ ہو تو خدمت گذار لونڈی کی خدمت پر گذارہ کرو، پھر یہ بھی فرماتے کہ زینت والا لباس نہ پہنو، من پسند چیزوں کی زیادہ خواہش نہ کرو اور نہ ہی خوبصورت عورتوں سے نکاح کرتے پھرو اور پھر پتھر لگے محلوں میں رہنے سے گریز کرو۔

پھر اسے یہ بھی فرماتے اگر تمہارا ارادہ یہ ہو کہ تم ویسے کرو جیسے تم سے پہلے اپنا دین تباہ کرنے والے کرتے تھے، پھر کھلے طور پر کھانا پہننا چاہو تو پھر ادھر ادھر سے آیا مال تجھے کام نہ دے گا اور وہ ظلم پر ظلم ہوگا۔ اسے ذہن میں ڈال لو اور شیخ متبولی پر اعتراض کی کوشش نہ کرو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص کسی رشتہ دار کو حاکم بنائے جب کہ ان میں ایسا شخص موجود ہو جو اس سے زیادہ اللہ کو پسند ہو تو وہ اللہ، اس کے رسول اور سب مومنوں سے خیانت کر رہا ہوگا۔''

❁ انہی سے ایک روایت یوں ہے فرمایا ''جو شخص کچھ عرصہ کے لیے مسلمانوں کا حکمران بنے اور پھر اپنی مدد کے لیے مسلمانوں پر کسی کو مقرر کرے تو اس پر اللہ کی لعنت ہوگی، وہ اس کی کوئی عبادت قبول نہیں کرے گا اور آخر کار اسے جہنم میں ڈال دے گا۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 364

رشوت دینے، لینے والے اور دونوں کے درمیانی شخص پر لعنت نہ کرو

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم رشوت دینے، لینے والے اور دونوں کے درمیان کوشش کرنے والے کو لعنت نہ کریں ہاں اگر اسے اختیار ہو اور وہ رشوت قبول کرے تو پھر کی جاسکتی ہے اور اگر اسے کسی اور کے لیے رشوت لینے کے لیے مجبور کر دیا جائے تو ہمیں جائز نہیں کہ اسے لعنت کریں جیسے ہم جب اسے لعنت کریں تو کسی کا نام لیے بغیر کریں، کسی کا نام نہ لیں کیونکہ ہمیں اس کی آخرت کا پتہ نہیں ہوتا، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے مرنے سے پہلے اس کی توبہ قبول کر لی ہو۔

حقیقی رشوت وہ ہوتی ہے جسے قاضی پکڑے تا کہ حق فیصلہ کرے یا ظلم سے بچ سکے کیونکہ اللہ کا حکم ہے "جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کریں جو اللہ کا حکم ہے تو وہی لوگ کافر ہوں گے۔"

اس آیت میں "کفر" سے مراد وہ کفر ہے جو اس کفر سے کم درجہ ہے جس کی وجہ سے آدمی دین سے نکل جاتا ہے۔

جو شخص قاضی پر اعتراض کرنا چاہتا ہے، اسے اس بات کی بہت زیادہ پرکھ کرنا ہوگی کہ وہ کسی اور یا اپنے لیے رشوت لینے میں واقعی اختیار رکھتا تھا اور یہ بہت زیادہ گھل مل کر رہنے سے ممکن ہے لہٰذا اس کے رشوت لینے کو عام لوگوں تک پہنچانا نہیں چاہئے کیونکہ آج کل لوگ قاضیوں کو اس وقت تک برا کہنے میں سستی سے کام لیتے ہیں جب تک وہ اسے رشوت لیتا یا ناجائز حکم کرتے نہیں دیکھتے کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ لوگ قاضی کے بارے میں مشہور کر دیتے ہیں کہ وہ رشوت لیتا ہے کیونکہ انہوں نے کسی اور کو رشوت لیتے دیکھا ہوتا ہے چنانچہ کہہ دیتے ہیں کہ ایسے شخص کا اس کام سے بچنا بڑا مشکل ہے۔

ایسے شخص کا کیا کریں جو ان قاضیوں کو گنہگار بناتا ہے تو پھر وہ ان سے اپنے وہ حقوق کیسے لے سکے گا جو انہوں نے کرنا ہوتے ہیں کیونکہ یہ اس گنہگار بنانے والے کے ہاں ان پر ثابت نہیں ہوتے لہٰذا اے بھائی! اس شخص کی پرکھ کرو جو اختیار ہوتے ہوئے رشوت لیتا ہے اور پھر اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے لعنت کرو اور شریعت کے قاضیوں پر رشوت کا الزام لگانے سے زبان کو روکے رکھو، ہاں شرعی طریقے سے لگا سکتے ہو مگر اس وقت جب تم اسے ثابت کر سکو ورنہ تمہیں قید کیا جا سکتا ہے اور سزا کے طور پر تمہیں روزگار سے ہٹایا جا سکتا ہے کیونکہ تم نے حکمرانوں پر شرعی طریقے کے بغیر الزام لگایا ہوتا ہے چنانچہ ایک عالم کے بارے میں یہ واقعہ ہو چکا ہے کہ اس سے لشکر کے ایک قاضی کے بارے میں صفائی دینے کو کہا گیا تو اس نے انکار کر دیا اور لوگوں سے کہہ دیا کہ یہ تو گنہگار ہے چنانچہ ایک دشمن نے اس کی یہ بات آگے بتا دی اور اس پر گواہ بنا لیے کہ وہ محفلوں میں کھلے عام قاضی کو فاسق کہتا پھرتا ہے چنانچہ اس نے اس کی روزی روک دی اور پھر اس پر مقدمے کر دیئے اور اس کی کوئی سفارش قبول نہ کی۔

اے بھائی! اگر تم کسی قاضی کی صفائی دینے پر مجبور ہو جاؤ تو ضرور دو لیکن صفائی کے الفاظ ممکن حد تک احتیاط سے

بولو جیسے آج کل ہمارے علماء کر رہے ہیں۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

- ابوداؤد اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''رسول اکرم ﷺ نے رشوت دینے اور لینے والے پر لعنت فرمائی۔''
- ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''رشوت دینے اور لینے والے پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔''
- طبرانی اور بزار نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''رشوت دینے اور لینے والا جہنم میں جائیں گے۔''
- امام احمد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جس قوم میں زنا عام ہو جائے، اس پر قحط نازل ہوتا ہے اور جس قوم میں رشوت عام ہو جائے تو ان کو خوف لگا رہتا ہے۔''
- امام احمد، بزار اور طبرانی نے بتایا ہے کہ ''رسول اکرم ﷺ نے رشوت دینے، لینے والے اور دلوانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔''
- طبرانی کے مطابق حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مرفوعاً بتایا ''رشوت ویسے ہی برائی ہے جیسے کفر ہوتا ہے اور لوگوں میں حرام شمار ہوتی ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 365

فقیروں پر ظلم کرنے والے کو برا جانو

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم کسی فقیر پر بدگمانی ہی میں سہی، ظلم کرنے والے کو برا کہنے سے رکنے کو حقیر نہ جانیں بلکہ اسے برا کہیں اور مظلوم کی مدد کریں۔

اس ہدایت پر عمل کرنے والے میں بری سوجھ بوجھ ہونی چاہئے ورنہ لوگ سمجھیں گے کہ مظلوم سے اسے کوئی غرض ہے چنانچہ وہ ظالم کا دشمن ہو جائے گا اور دو مخالفوں میں فیصلہ کرنے میں انصاف والا نہیں گنا جائے گا۔ جس کی وجہ سے کسی تیسرے شخص کی ضرورت پڑے گی جو ظالم اور مظلوم میں صلح کرائے اور پھر دیکھے کہ ظالم میں ابھی غصہ موجود ہے تو اس وقت تک صبر سے کام لے جب تک اس کے غصے کی آگ بجھ نہیں جاتی کیونکہ آگ بجھنے ہی پر وہ اس کی نصیحت پر کان دھرے گا کیونکہ انسان جب غصہ میں ہوتا ہے تو اس کا نفس اسے قابو میں لے لیتا ہے جس کے ساتھ ابو مرہ (شیطان) شامل ہو جاتا ہے چنانچہ یہ دونوں اس پر سوار ہو جاتے ہیں اور اس میں سے صرف شیطان بولتا ہے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شیطان کے تمہارے دشمن پر سوار ہونے کی نشانی اس کی ایسی گفتگو ہوتی ہے جو وہ عام طور پر نہیں کیا کرتا اور جب تم اسے ایسی کلام کرتے دیکھو تو اسکے جواب سے صبر کرو تا کہ شیطان اس کی پیٹھ سے اتر

جائے ، اگر تم نے اس سے پہلے اسے جواب دے دیا تو شیطان تم پر ہنسے گا اور تم سمجھو گے کہ کلام کرنے والا تمہارا بھائی ہے۔

آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ جو شخص لوگوں کے درمیان صلح کراتا ہے، اس پر لازم ہے کہ مظلوم کو غصے میں دیکھے اور ظالم کا غصہ تھم چکا ہو تو کچھ دیر انتظار کرے کہ اس کا غصہ تھم جائے کیونکہ کبھی وہ ظالم سے اپنے حق سے زیادہ لے کر بھی خوش نہیں ہوتا چنانچہ جو دونوں مخالفوں کے ساتھ یہ رویہ رکھے اور وہ دونوں اس کی بات مانیں تو دونوں کو حکمران کے پاس جانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

یہ بھی یاد رکھو کہ فقیر کی سب سے بری عادت یہ ہوتی ہے کہ وہ لوگوں میں دشمنی ڈالے اور انہیں ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے کی تعلیم دے اور اگر وہ فقیر یہ دعویٰ کرے کہ وہ کسی شیخ کی تربیت میں ہے تو اسے جھوٹا کہا جائے گا حالانکہ شیخ کا اس سے اس بارے میں تعلق نہ ہوگا، ہاں اگر یہ کرلے تو اسے جھوٹا نہ کہا جائے گا۔

ایسے ہی سب سے بری بات ظالم اور مظلوم کو اس کے شیخ سے اس وقت لڑانا ہے جب وہ اس کی جھوٹی غرض پوری نہ کرے اور جو اپنے شیخ کے ساتھ یہ رویہ اپناتا ہے، اللہ اس پر ناراض ہوتا ہے اور اسے نیک لوگوں کی صفوں سے نکال دیتا ہے اور پھر توبہ نہ کرنے کی صورت میں اسے سزا ہو جاتی ہے اور وہ برے حال سے مرتا ہے۔

اللہ کی یہ ناراضگی اس دور کے فقیروں میں عام ہو چکی ہے چنانچہ وہ ناراضگی میں گھر جاتے ہیں جس پر وہ روحوں کی بغیر صرف بدن رہ جاتے ہیں چنانچہ اللہ سے دعا ہے کہ وہ آگے چل کر اپنے فضل سے انہیں توبہ کی توفیق دے، ان کا شیخ ان پر نظر رکھے اور ان کی بے ادبی معاف کرے۔ آمین

❁ مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندو! میں نے اپنے آپ پر حرام کر رکھا ہے کہ کسی پر ظلم کروں اور اسے میں نے تم میں بھی حرام کیا ہے لہٰذا ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو۔'' (الحدیث)

❁ مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ظلم سے رکے رہو کیونکہ قیامت میں یہ کئی تاریکیاں بن جائے گا۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''آپس میں ظلم نہ کیا کرو کیونکہ اس صورت میں تم دعا کرو گے تو قبول نہ ہوگی، بارش مانگو گے تو نہیں ہوگی اور مدد مانگو گے تو نہیں ملے گی۔''

❁ امام احمد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہوتا ہے لہٰذا وہ اس پر ظلم نہ کرے اور نہ ہی اسے ذلیل کرے، فرمایا مجھے جان قبضہ میں رکھنے والے کی قسم، جب بھی دو شخص آپ میں محبت کریں پھر لڑ کر الگ ہو جائیں تو اس کی وجہ وہ گناہ ہوگا جو دونوں میں سے ایک نے کیا ہوگا۔''

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے اور جب پکڑ لیتا ہے تو چھوڑتا نہیں۔''

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے بتایا کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ''مظلوم کی دعا سے بچو کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان رکاوٹ نہیں ہوتی۔

❁ امام احمد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ مظلوم کی دعاء سے فرماتا ہے کہ مجھے اپنی عزت کی قسم! میں

تجھے ضرور قبول کرلوں گا خواہ تھوڑی دیر ہی کیوں نہ لگے۔"

❁ حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "مظلوم کی دعاء سے ڈرو کیونکہ یہ آسمان کی طرف شعلے کی طرح تیزی سے چڑھ جاتی ہے۔"

❁ امام احمد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "مظلوم کی دعاء قبول ہو جاتی ہے خواہ وہ گنہگار ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اس کا گناہ اسی کے سر ہوتا ہے۔"

❁ امام مالک بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "ایک مظلوم کی دعاء کے سامنے کوئی پردہ نہیں ہوتا خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔"

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے اس ظالم پر بہت غصہ آتا ہے جو ایسے شخص پر ظلم کرے جس کے پاس میرے علاوہ کوئی اور مددگار نہیں ہوتا۔"

❁ ابوداؤد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "جو مسلمان کسی مسلمان کو ایسی جگہ ذلیل کرتا ہے جہاں اس کی عزت نہ رہے اور اس کی عزت پر الزام لگے تو اللہ تعالیٰ اسے اس جگہ پر ذلیل کرتا ہے جہاں وہ اس کی مدد کرنا چاہتا ہے۔"

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "ظالم یا مظلوم اپنے بھائی کی مدد کیا کرو، اس پر ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میں اس وقت تو مدد کرسکتا ہوں جب انسان مظلوم ہو اور اگر ظالم ہو تو اس کی مدد کا کیا معنیٰ؟ آپ نے فرمایا ظلم کے سامنے پردہ بن جاؤ یا فرمایا کہ اسے ظلم سے روک دو کیونکہ یہی اس کی مدد ہوگی۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 366

کسی ظالم کے پاس جانا منع ہے

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ظالم کے پاس شرعی ضرورت کے بغیر نہ جایا کریں لیکن دل میں اسے سچا نہ جانیں اور غلط کام پر مدد نہ کریں۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ عموماً اس میں بہت سے وہ لوگ خیانت کرتے ہیں جو ظالموں سے تحفے وصول کرتے ہیں اور ان کے دسترخوان سے کھاتے ہیں چنانچہ ان میں سے کسی کا سر چمڑے کی تھیلی میں داخل ہو جاتا ہے اور وہ اس کے باوجود ظالم کا ساتھ دیتا ہے اور اس مظلوم کے مقابلے میں اس کی بات کو سچ بناتا ہے اور جو ان کو سچا بنانے یا اس کی چپ سے بچنا چاہتا ہے اور اس کی مدد سے بچاؤ کا ارادہ رکھتا ہے تو ان سے تحفے وصول کرنے سے رکے اور ان کا کھانا کھانے سے گریز کرے ورنہ لازمی طور پر اس کی مدد اور تصدیق کرتا ہوگا چنانچہ واقعہ یہ ہوا کہ دور کے مشائخ میں سے ایک شیخ حضرت محمد بن

بغداد کے پاس گئے تاکہ ان کے ہاں کسی مظلوم کی سفارش کریں چنانچہ محمد سے سخت کلامی کی جس پر انہوں نے ان کے فارغ ہو جانے تک صبر سے کام لیا۔ اس کے بعد محمد نے خاموشی سے اپنے مریدوں کو کہا کہ تم ایسے شخص کے بارے میں کیا کہو گے جس پر اکسیر ڈال دی جائے (سونا بنانے کے لیے) تو وہ ہمارے ساتھ ہو کر اس کے خلاف ہو جائے جو اس شخص کے بارے میں سفارش کرنے آیا۔ مریدوں نے کہا کہ وہ کیسے؟ آپ نے کہا کہ ایک کاغذ اور دوات میرے پاس لاؤ چنانچہ اس شخص کے لیے پانچ قنطار شہد اور پچیس اردب گندم لکھ دی جسے اٹھا کر ان کے ڈیرے پر پہنچا دیا جائے اور اس کی مزدوری نقیب کو دیدی جائے، جب یہ بات شیخ کے علم میں لائی گئی تو شیخ فوراً بدل گئے اور اس مظلوم کے خلاف ہو گئے اور کہنے لگے کہ شیخ عرب سچا ہے اور تم موٹی گردن والے ہو اور تم فقیروں کو وہ کچھ بتاتے ہو جو واقع نہیں ہوا اور پھر اس کو سفارش مانے بغیر واپس کر دیا لہٰذا اے بھائی اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری سفارش قبول ہو اور ہمیشہ ہوتی رہے تو پاکیزہ طریقے سے حکام کے پاس سفارش کرو رنہ ظالموں کے پاس جانے سے توبہ کرو، اللہ تمہیں ہدایت دے۔

ظالموں کے پاس بغیر ضرورت جانے سے روکنے کے لیے کئی حدیثیں ملتی ہیں چنانچہ

''امام احمد نے مرفوعاً لکھا ہے'' جو جنگل کو جائے ظالم ہوگا، جو شکار کے پیچھے لگے، غافل ہو گا، جو بادشاہ کے دروازوں پر جائے گا، کسی آزمائش میں پڑے گا پھر جتنا بادشاہ کے قریب ہوتا چلا جائے گا، اتنا بارگاہ الٰہی سے دور ہوتا جائے گا۔''

❁ امام احمد اور بزار نے مرفوعاً روایت کی ہے'' کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اللہ تعالیٰ بیوقوفوں کے امیر بننے سے پناہ دے۔ انہوں نے عرض کی کہ یہ بیوقوفوں کی امارت کیا ہوتی ہے؟ فرمایا میرے بعد یہ کچھ ایسے امیر (حکمران) ہوں گے جو میری راہنمائی پر نہیں چلیں گے اور نہ ہی میری سنت پر عمل کریں گے چنانچہ جو شخص ان کے جھوٹا ہونے کے باوجود انہیں سچا کہے گا اور ان کے ظلم میں ان کا ساتھ دے گا تو ایسے لوگ میرے ماننے والے شمار نہیں ہوں گے اور نہ ہی میرا ان سے تعلق ہوگا، یہ حوض پر میرے پاس نہیں آسکیں گے اور جو ان کے جھوٹا ہونے پر انہیں سچا نہیں کہے گا اور ظلم میں ان کا ساتھ نہیں دے گا تو ایسے لوگ میرے ساتھی ہوں گے اور میرا ان سے تعلق ہوگا۔'' (الحدیث)

❁ امام احمد کی ایک روایت میں اتنا اور زیادہ ہے''جو ان کے پاس نہ جائے گا اور ان کے جھوٹا ہونے پر انہیں سچا نہیں گنے گا اور ظلم میں ان کا ساتھی نہیں بنے گا تو وہ میرا ساتھی شمار ہوگا اور میں ان کا ہوں گا۔''

❁ امام اصفہانی کے مطابق حضرت بلال بن حرش رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب تم کسی سلطنت والے کے پاس جاؤ تو بہتر طریقے سے جاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا، فرمایا ''اللہ کی ناراضگی کے موقع پر تم میں سے کوئی کلام کرتا ہے تو اسے معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا اثر کیا ہوگا تو اللہ تعالیٰ قیامت تک کے لیے اس پر ناراضگی لکھ دیتا ہے۔''

❁ ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا'' آگے چل کر تم پر ایسے لوگ حکمران بنیں گے جو شرارتی لوگوں کو اپنا قریبی بنائیں گے اور نمازیں اپنے وقتوں کے بعد دیر سے پڑھیں گے لہٰذا جو یہ دور پائے تو نہ نجومی بنے، نہ سپاہی، نہ ٹیکس لگانے والا اور نہ ہی خزانچی بنے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 367

جلد بازی میں دشمن کے خلاف اس کے دشمن کی مدد کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم کسی دشمن کی اس کے دشمن کے خلاف مدد نہ کریں، ہاں ذرا صبر سے کام لیں اور ڈھیل کریں کیونکہ وہ ظالم بھی ہوسکتا ہے لیکن چلا کر مظلوم بنا کرتا ہے۔

میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک عورت نے اپنے شوہر کے نل کو پکڑا ہوا تھا اور وہ اسے زمین کی طرف کھینچ رہی تھی، وہ اوپر تھا اور بیوی نیچے، وہ چلا رہی تھی کہ اے مسلمانو! اسے اٹھاؤ کیونکہ یہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے یہ سن کر لوگ اس کی پیٹھ اور سرین پر مارنے لگے اور اسے پیچھے ہٹایا، وہ کہہ رہا تھا کہ اسے کہہ دو کہ مجھے چھوڑ دے، انہیں اصل بات کا پتہ نہ چلا، وہ اسے جان سے مارنے کو تیار تھے لیکن انہیں اصل بات کا علم نہ ہو سکا، وہ اپنی طرف سے مظلوم کی ظالم کے مقابلے میں مدد کر کے اللہ کے قریب ہونا چاہتے تھے لہٰذا تمہارے لیے بھی ضروری ہے کہ اگر کوئی شخص مظلوم بن کر سفارش کرے تو خوب چھان بین کر لیا کرو کہ اصل واقعہ کیا ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ کی حد توڑ رہا ہو چنانچہ اس طرح تم حضور شارع علیہ السلام کی طرف سے حد توڑنے پر سفارش کے گناہ میں گرفتار ہو گے۔

ایک شخص میرے پاس روتا ہوا آیا اور اپنے بارے میں عامر بن بغداد کے ہاں سفارش کی خواہش کی جس پر عامر نے مجھے کہلا بھیجا کہ اس نے مجھے جھوٹی کہانی سنائی ہے اور پتہ چلا ہے کہ وہ اپنے ساتھ جیل میں موجود فلاں فلاں شخص کو قتل کرنا چاہتا ہے، پھر اس کے بعد فلاں شہر میں حملہ کر کے فلاں کو پکڑنا چاہتا ہے تو ایسا شخص سزا کے لائق ہے لہٰذا اسے ادب سکھانا چاہئے چنانچہ اس دن سے میں نے سفارش کرنا چھوڑ دی، اب میں ہر واقعہ میں غور وفکر کرتا ہوں کیونکہ لوگ فقیروں تک وہ باتیں پہنچانے لگے ہیں جو سچ نہیں ہوتیں۔

اس ہدایت پر عمل کرنے والے کو بڑی سوجھ بوجھ کی ضرورت پڑتی ہے ورنہ لاعلمی میں وہ ایسے کام کرے گا جن سے روکا گیا ہے۔ ایک سادہ فقیر اسی جرم میں گرفتار ہو جایا کرتا ہے۔

حضرت شیخ الاسلام نور الدین طرابلسی حنفی رحمہ اللہ کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا کہ وہ امیر غانم جمزاوی کے پاس کسی شخص کی سفارش کرنے گئے جس نے کئی مرتبہ غانم کو قتل کرنا چاہا تھا، اس پر غانم نے اپنے پاس بیٹھے فقہاء سے کہا آپ دیکھ رہے ہیں کہ شیخ الاسلام کیا کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں، اس نے کہا آپ مجھ سے گویا یہ کہہ رہے ہیں کہ ''میں اس ناگ کو چھوڑ دوں جس سے میں کئی سال ہوئے خوفزدہ تھا تا کہ وہ ڈنگ کر آپ کی خاطر مجھے قتل کر دے۔'' اس پر سب نے کہا کہ یہ تو مناسب نہیں چنانچہ آپ سفارش کئے بغیر واپس آ گئے۔ اگر وہ لوگوں کے حالات پرکھنے میں تجربہ کار ہوتے تو ایسے آدمی کی سفارش کے لیے پہلے حاکم کے بارے میں نرم رویہ اپناتے اور پھر مجرم کے حالات دیکھ کر حکمران کے پاس

سفارش کرتے لیکن ''اللہ تعالیٰ سیدھے راستے کی ہدایت اسی کو دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔''

❁ ابو داؤد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص جان بوجھ کر غلط بات پر جھگڑا کرے تو وہ اس کام سے ہٹ جانے تک اللہ کی ناراضگی میں رہتا ہے، جو شخص کسی مومن کو انہونی بات کہہ دے تو اللہ تعالیٰ اسے جہنمیوں کا نچوڑ پلائے گا جب تک وہ اس کام سے باز نہ آئے۔''

❁ حاکم کی روایت میں ہے ''جو شخص ناحق جھگڑے میں کسی کی مدد کرے تو جھگڑا کرنے تک وہ اللہ کی ناراضگی میں رہے گا۔''

❁ ابو داؤد اور ابن حبان کی روایت میں ہے فرمایا ''جو شخص ناجائز طور پر لوگوں کی مدد کرتا ہے تو اسے اس اونٹ جیسا سمجھو جو کسی کنوئیں میں گر گیا اور دُم کے ذریعے وہاں سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے لیکن نکل نہیں سکتا۔''

❁ حافظ عبدالعظیم رحمہ اللہ کے مطابق حدیث کا معنیٰ یہ بنتا ہے کہ وہ شخص گناہ میں پڑ کر اس اونٹ کی طرح تباہ ہو گیا جو کنوئیں گر کر دم کے ذریعے باہر نکلنا چاہتا ہے لیکن نکل نہیں سکتا۔

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جس شخص نے اللہ کی کسی حد توڑنے میں سفارش کی تو وہ اس سے رک جانے تک اللہ کی ناراضگی میں رہے گا پھر جو شخص لاعلمی میں کسی جھگڑے کے اندر کسی مسلمان پر ناراض ہوتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حق میں رکاوٹ بن رہا ہوگا، اسے ناراض کرنا چاہے گا چنانچہ قیامت تک اس پر اللہ کی طرف سے لگاتار لعنت ہوتی رہے گی۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص کسی کو ظالم جانتے ہوئے اس کی مدد کرے تو وہ اسلام سے نکل جائے گا۔'' واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 368

خلاف شریعت کرنے والے حاکموں پر خوش نہ ہوا کریں

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ایسے حکمرانوں وغیرہ کو پسند نہ کریں جن کے بارے میں ہمیں پتہ چل جائے کہ وہ اللہ کی شریعت کے مخالف ہیں اور پھر اپنے بھائیوں کو بھی ان کے پاس جانے سے روکیں اور سختی سے ڈانٹیں۔

اس ہدایت پر وہی شخص عمل کر سکتا ہے جو حکمرانوں کے ہاتھوں سے کچھ لینا نہیں چاہتا لیکن جو ان کے ہاتھوں سے کچھ لینا چاہتا ہے تو اس کی طرف سے حکمرانوں کے خلاف ناراضگی ممکن نہ ہوگی اور جس شخص پر ان کی طرف سے کھانے پینے، لباس اور سونا چاندی آتے رہتے ہیں تو وہ بھلا ان کی مخالفت کر بھی کیسے سکتا ہے؟

ایسا اس وقت ہو سکتا ہے جب وہ اپنا طریقہ چھوڑنے کیونکہ حکمران کو تو ہر شخص دیکھ سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ دکھائی

نہیں دے سکتا اور عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ جو آنکھوں یا دل سے اسے نہیں دیکھتا تو وہ اس کی مرضی پر نہیں چلتا، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یتیم کا مال کھانے والے کو بہت سختی سے ڈانٹا ہے کیونکہ اللہ کے سوا اس کا کوئی والی نہیں ہوتا، اس کا والی تو ہوتا ہی نہیں کہ اس وجہ سے اس کا دھیان رکھ سکے اور اللہ کو دیکھا ہی نہیں جا سکتا چنانچہ یتیم کا مال لوگ اسی وجہ سے تو کھاتے ہیں۔ یہ بات ذہن میں رکھو اور اس وقت تک حکمرانوں کے پاس نہ جاؤ جب تک کوڑا کرکٹ اور سونا تمہارے سامنے ایک جیسے نہ ہو جائیں لیکن اگر تم ان کے پاس یونہی جاؤ گے تو پھر تم اللہ کی ناراضگی کے مقابلے میں انہیں خوش کرو گے۔ واللہ علیم حکیم۔

❁ امام طبرانی کے مطابق حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا ''جو شخص لوگوں کی ناراضگی کے مقابلے اللہ کو خوش رکھنا چاہتا ہے تو اللہ اسے لوگوں کا محتاج نہیں ہونے دے گا اور جب اللہ کی ناراضگی کے مقابلے میں لوگوں کو خوش کرنا چاہے گا تو اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کا محتاج کر دے گا۔''

❁ ابن حبان کی مرفوع روایت میں ہے ''جو شخص لوگوں کی ناراضگی کو الگ کر کے اللہ کو خوش رکھنا چاہے تو اللہ خود بھی اس پر خوش ہوگا اور لوگوں کو بھی اس پر راضی رکھے گا لیکن جو اللہ کی ناراضگی کے ہوتے ہوئے لوگوں کو خوش کرنا چاہے گا تو اللہ خود اس پر ناراض ہوگا اور لوگوں کو بھی اس پر ناراض کر دے گا۔''

❁ امام حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص اللہ کو ناراض کرتے ہوئے حکمران کو خوش کرے گا تو وہ اللہ کے دین سے بے تعلق ہو جائے گا۔''

❁ بزاز اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص اللہ کی ناراضگی میں لوگوں سے اپنی تعریف کرانا چاہتا ہے تو اس کی تعریف کرنے والا اسے برا جانے گا۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا '' جو شخص لوگوں کی محبت کی بنا پر انہیں پیارا لگنے لگے لیکن اللہ سے ناراض ہو تو قیامت کے دن اللہ سے ملتے وقت اللہ بھی اس سے ناراض ہوگا۔'' واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 369

اللہ کی مخلوق کو کوئی تکلیف نہ دو

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو مار کر، چھوڑ کر اور کلام کر کے کوئی تکلیف نہ دیا کریں، ہاں شرعی طور پر ایسا کر سکتے ہیں کیونکہ بزرگوں نے لوگوں کو تکلیف دینا کفر کے قریب قرار دیا ہے چنانچہ وہ یہ اشعار لکھتے ہیں

''تم جیسے چاہو، رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کرم فرمانے والا ہے، تم کوئی معمولی گناہ کر بھی لو گے تو پرواہ نہیں۔

ہاں دو گناہوں کے قریب کبھی نہ جاؤ، اللہ کا شریک بنانا اور لوگوں کو تکلیف دینا۔''

اے وضاحت سے یوں سمجھئے کہ آدمیوں کے حقوق کے بنیاد اس بات پر ہے کہ جب قیامت کے دن ان کا سخت حساب ہوگا تو حق والے اپنا اپنا حق لینے کے لیے جھگڑیں گے، اس کام سے کچھ ہی لوگ باقی بچیں گے جب بہت بڑا مجمع جھگڑا کر رہا ہوگا، اللہ تعالیٰ ذرے ذرے کا حساب لے رہا ہوگا کیونکہ دنیا میں انہوں نے اپنی سخت نگرانی نہیں کی ہوگی اور حیوانوں کی طرح کھلے عام پھرتے رہے ہوں گے لیکن ان چند لوگوں نے اللہ کے حقوق کے بارے میں اپنے آپ کو قابو میں رکھا ہوگا لہٰذا وہ وہاں نہیں جھگڑیں گے کیونکہ انہوں نے اپنے اوپر لازم حکم پورے کر دئے ہوں گے اور اگر کچھ جھگڑا ہوا تو تھوڑے سے کاموں میں ہوگا جو انہیں یاد نہ ہوں گے چنانچہ وہ ان پر خوش ہوں گے۔ واللہ اعلم۔

یا درکھو کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ جھگڑا جن مخالفوں سے ہوگا وہ بے عمل علماء ہوں گے لہٰذا تم لوگ انہیں کوئی تکلیف دینے سے باز رہو کیونکہ قیامت میں چونکہ وہ خالی ہاتھ ہوں گے اور ان کے پاس نیک عمل نہ ہوں گے تو تمہارے لیے انہیں وہاں راضی کرنا مشکل ہوگا، درگذر کرو گے تو یہ تمہارا صدقہ شمار ہوگا اور صدقہ پیٹھ پیچھے ہی کیا جاتا ہے اور جو فقیر ہوتا ہے لازماً بخیل ہوتا ہے اور اگر وہ کسی کو دیتا ہے تو وہ مجبور ہو کر اس کے پیچھے آتا ہے لہٰذا دنیا میں تم ہر فاسق و فاجر کی چغلی نہ کیا کرو، ہاں شرعی ضرورت ہو تو کرو بلکہ ایک عالم نے اس حدیث ''لا غیبۃ فی فاسق'' کا معنیٰ یہ لکھا ہے کہ اس کے بارے میں اپنی زبانوں کو روکے رکھو اور ان کی چغلی نہ کرو چنانچہ انہوں نے ''لا'' کا لفظ یہاں ''نہی'' کے لیے لیا ہے۔

لہٰذا اے بھائی! تم کسی فاسق کی چغلی اور اسے تکلیف دینے سے گریز کرو، اس پر سختی نہ کرو، اپنے غلام یا لونڈی سے اتنا کام نہ لو کہ وہ کر ہی نہ سکیں، گھوڑے وغیرہ پر اتنا بوجھ نہ لادو جیسے وہ اٹھا نہ سکے، جانوروں میں سے کسی کو آگ سے داغ نہ دو، ہاں شرعی اجازت ہو تو داغ لے جیسے صدقہ کے اونٹ یا بکری کو داغ دینا یا کسی مرض کی وجہ سے اسے داغ دینا وغیرہ تو میں تجھے نصیحت کر رہا ہوں اور اللہ کی قسم میں ان حسد کرنے والوں میں سے ایک کو جانتا ہوں جس کے دل میں بغض اور حسد ہے، اگر قیامت کے دن اس کے کسی دشمن نے ایک غیبت کے بدلے میں اپنے سارے نیک اعمال بھی پیش کر دئے کہ ان کا ثواب لے لے تو وہ پھر بھی خوش نہ ہوگا تو پھر ایسے شخص کا حال کیا ہوگا جو لوگوں میں چغلیاں کرتا ہی پھرتا ہے، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

❁ ابوداؤد وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ کی رحمت صرف بد بخت سے دور ہوگی۔''

❁ حاکم وغیرہ نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی ''یا رسول اللہ! میں بکری کو ذبح کرنے پر رحم کھاتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ تم اس پر رحم کرو گے تو اللہ تم پر رحم فرمائے گا۔'' یعنی اگر ذبح کرنے لگو تو رحم کھاتے ہوئے ذبح کرو یہ مراد نہیں کہ ذبح ہی نہ کرو۔

❁ ابوداؤد اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''ان بے زبان چوپایوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو چنانچہ ان پر سواری کرو تو اچھے طریقے سے اور ذبح کرو تو بہتر طریقے سے کرو۔''

کتے کو پانی پلانے پر جنت

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے کہ ایک شخص کنوئیں کے قریب گیا اور اس میں اتر کر پانی پیا، اس کنوئیں پر ایک کتا پیاس کی وجہ سے زبان نکالے ہوئے تھا چنانچہ اس پر رحم کھا اپنا ایک جوتا بھر کر اسے پلایا، اللہ نے اس کی یہ بات پسند کر لی اور اسے جنت میں پہنچا دیا۔"

❁ امام مسلم اور ابو داؤد وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "جو شخص اپنے غلام کو تھپڑ مار دے یا پیٹے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے آزاد کر دے۔"

❁ طبرانی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے "جس نے اپنے کسی غلام کو مارا ہوگا تو قیامت کے دن اس سے اس کا بدلہ لیا جائے گا۔"

❁ امام بخاری رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تمہارے کچھ بھائی تمہارے غلام بھی ہیں اللہ نے تمہیں ان سے برتر بنایا ہے چنانچہ ان میں سے اگر کوئی تمہارے کام نہ آسکے تو اسے بیچ دیا کرو لیکن اللہ کی کسی بھی مخلوق کو تکلیف نہ دو۔"

❁ ابو یعلیٰ اور طبرانی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھیلتی ہوئی اپنی ایک لونڈی کو آواز دی لیکن وہ غفلت کر بیٹھی جس پر بعد میں عرض کی کہ یا رسول اللہ! میں سن نہیں سکی تھی۔ اس پر فرمایا اگر بدلہ دینے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں تمہیں اس مسواک کے ذریعے تکلیف پہنچاتا۔"

❁ ایک اور روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ "میں تجھے اس مسواک سے مارتا۔"

❁ مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے کہ "رسول اکرم ﷺ ایک گدھے کے قریب سے گذرے جس کے چہرے پر داغا گیا تھا چنانچہ فرمایا جس نے اسے داغ دیا ہے، اس پر اللہ کی لعنت ہو۔"

❁ طبرانی وغیرہ نے لکھا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے چہرے پر مارنے سے منع فرمایا۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 370

نیکی کرنے کو کہنا اور برائی سے روکنا ہر صورت ضروری ہے

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم دھوکا دیتے ہوئے لوگوں کی بے مقصد خوشیوں کی خاطر بھلائی کی ہدایت کرنے

اور برائی سے روکنے کا فریضہ چھوڑنے کی غفلت نہ کریں کیونکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم سب سے پہلے سمجھا جانا چاہئے۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ جسے پورے طور پر وہی نبھا سکتا ہے جو کسی شیخ کی راہنمائی میں چلے چنانچہ بارگاہِ الٰہی تک پہنچے، اس کے کام دیکھے اور کائنات میں اس کی طرف سے تبدیلیاں ہوتی دیکھے تاکہ اسے یقین آ جائے کہ کسی بھی مخلوق کا نقصان اور فائدہ اس کے سوا کسی اور کے قبضے میں نہیں ہاں اگر اللہ چاہے تو کر سکتا ہے اور پھر یہ بات تو ہر ایک جانتا ہے کہ جو شخص اللہ کے حکم پر نظر رکھے اور اسے بندوں پر لاگو حکم سے پہلے جانے تو لازمی طور پر اللہ تعالیٰ اس ظالم کے مقابلے میں اس کی مدد فرمائے گا جو بھلائی کی مخالفت کرتا اور برائی کرتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کی مدد فرماتا ہے جو اس کے فرمان پر پورا اترتا ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ طاقت و عزت والا ہے۔''

اگر تم اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتے ہو تو اسی دروازے سے گزر کر کسی شیخ کی راہنمائی میں چلو ورنہ تمہیں لوگوں کی رعایت کرنا پڑے گی اور اس خوف سے انہیں پہلے خوش کرنا پڑے گا کہ کہیں وہ شرارت نہ کریں اور پھر ان سے بھلائی کی امید رکھنا ہوگی۔

وہ امام اور علماء چلے جا چکے ہیں جو نیکی پر چلنے کو کہتے اور برائیوں سے روکتے تھے، ان کے جانے کے بعد اندھیرا چھا چکا ہے، جب دین زوروں پر تھا تو ان کی شخصیت انہیں ظالموں سے بچاتی تھی اور ان کا ایک مقام تھا اور جب ۶۵۳ھ میں دین پر زوال آیا اور علماء کے دل ڈھے گئے تو وہ برائیوں کو روکنے سے عاجز آ گئے کیونکہ وہ عام ہو گئی تھیں اور ایسے حکمران کم رہ گئے تھے جو ان برائیوں کو روکنے میں علماء کی بات سن کر ان سے تعاون کرتے تھے بلکہ ہم تو کہیں گے کہ اگر بھلائی کی ہدایت دینے والے اور برائیوں سے روکنے والے گذشتہ دور کے علماء اب تک زندہ رہتے تو وہ بھی ہماری طرح انکار نہ کرنے میں شریک ہوتے لیکن وہ ہم سے پہلے گذر چکے۔

ہمارے شیخ حضرت شیخ الاسلام زکر انصاری (الروض اور البہجہ کے شارح) رحمہ اللہ نے خود مجھے یہ واقعہ سنایا کہ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ بازار کو نکل جاتے، لوگوں کو بھلائی کا راستہ بتاتے اور برائیوں سے منع فرماتے لیکن اس وقت فوت ہوئے جب وہ برائی کو دیکھ کر اسے برا نہ کہہ سکتے تھے۔ اس پر آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا اسلام میں رخنہ پڑ گیا تھا، ہم نے پوری کوشش کی کہ اسے بند کر دیں لیکن اسلام میں خلاء پیدا ہو گیا ہے اور اس کی کئی اہم چیزیں ختم ہو گئی ہیں۔

اس کے بعد آپ کو پیشاب سے خون آنے لگا اور اسی غم میں انتقال فرما گئے۔

سلطان الاولیاء شیخ عز الدین بن عبدالسلام شافعی رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ سلطان ایوب اور ان کے لڑکے سلطان صالح جیسے لوگوں کو بھی وعظ فرماتے اور انہیں برائی سے روک دیا کرتے چنانچہ وہ ان کے ہاتھ چومتے اور کہا کرتے کہ اللہ ہماری طرف سے آپ کو بہتر جزاء دے۔

ایک مرتبہ آپ کو پتہ چلا کہ بڑے بڑے امیر اب تک غلامی میں ہیں اور ان کے آقاؤں نے انہیں آزاد نہیں کیا جس پر آپ نے دل میں سوچا کہ یہ لوگ دوسروں کے فیصلے کیسے کر رہے ہیں چنانچہ آپ سلطان کے پاس پہنچے اور فرمایا جو

شخص بھی ہمیں اپنی آزادی کی اطلاع نہیں دیتا، ہم اسے خریدتے ہیں اور اس کی قیمت بیت المال میں جمع کراتے ہیں چنانچہ کئی خرید لیے اور بادشاہ کی کچہری میں ان کے متعلق اعلان کر دیا، پھر سلطان نے انہیں آزاد کر دیا، وہ اسے قتل کرنے کے لیے تیار ہو گئے بلکہ ہتھیار لے آئے اور آکر اس کے دروازے پر کھڑے ہو گئے، وہ ان کے سامنے آیا تو اس کے ڈر سے ان کے ہاتھوں میں سے ہتھیار گر گئے جس پر اس کے بیٹے نے کہا اس اللہ کا شکر ہے کہ یہ لوگ آپ کو قتل نہیں کر سکے، اس پر اس نے کہا اگر تمہارا باپ دین کو قائم رکھتے ہوئے قتل ہو جاتا تو یہ اس کا بہت حقیر سا نذرانہ ہوتا لہٰذا اے بھائی! کسی کو قاضی یا امیر بنا کر اس وقت اپنا حال دیکھو۔

ہمارے شیخ، شیخ الاسلام زکریا انصاری رحمہ اللہ نے مجھے بتایا کہ وہ اپنے خطاب میں حکمرانوں پر برسا کرتے تھے اور سلطان قایتبائی کے بارے میں کہا کرتے کہ وہ اپنی رعیت کے خلاف دھوکا کرتا ہے جس کی وجہ سے سلطان کے دل میں رنجش پیدا ہو گئی کیونکہ انہوں نے یہ بات عام لوگوں اور فوجیوں وغیرہ کے سامنے کہی تھی اور جب نماز ادا کر لی گئی تو سلطان سے فرمایا اے ہمارے آقا! میں نے تیزی سے مجمع میں یہ بات تمہاری ہدایت کے لیے کہہ دی ہے، پھر میں نے ان کا ہاتھ تھام لیا (یا ان سے کہا کہ) مجھے آپ کے اس جسم کے بارے میں اندیشہ ہے کہ جہنم میں انگارا نہ بن جائے تو اے بھائی! ذرا یہ تو بتاؤ کہ کیا تم ایسی ہمت ہے کہ سلطان کے کسی قاضی ہی کو یہ بات کہہ دکھاؤ؟

حضرت شیخ شمس الدین دمیاطی رحمہ اللہ (جامع ازہر کے واعظ) کرسی پر بیٹھے وعظ کے دوران سلطان غوری پر برسے، جب اسے معلوم ہوا تو اس نے آپ کو پکڑنے کے لیے کارندے بھیجے، آپ قلعہ پر چڑھے اور کہا اسلام علیك ایھا السطان، سلطان غوری نے جواب نہ دیا تو آپ نے فرمایا کہ سلام کا جواب دینا آپ پر واجب ہے اور جو واجب چھوڑ دیتا ہے، گنہگار ہو جاتا ہے۔ اس پر سلطان نے جواب دے کر کہا مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ آپ جہاد وغیرہ کی خاطر مجھ پر مجلسوں میں برستے ہیں حالانکہ ہمارے پاس سواریاں نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ سواریاں تیار کرو یا پھر کسی سے ادھار لو لیکن جہاد کرو چنانچہ آپ نے سلطان کو دلیل دے کر خاموش کر دیا۔

اس کے بعد فرمایا اے سلطان آقا! شکر کے علاوہ اس شخص کی جزاء کیا ہونی چاہیے جو آپ کو کفر سے نکال کر اسلام میں لایا پھر غلامی سے آزاد بنایا، عام سپاہی سے امیر بنایا اور امیر سے سلطان بنا دیا؟ اس نے کہا کہ میں اس پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔

پھر فرمایا آگے چل کر آپ فوت ہو جائیں گے، لوگ آپ کو قبر کے گڑھے میں اتار دیں گے اور آپ کی ناک مٹی میں گاڑ دیں گے، پھر آپ مٹی ہو جائیں گے اور پھر اٹھائے جائیں گے تو حساب ہوگا اور مصر و شام کے علاوہ قریبی بستیوں والے سارے لوگ آپ کے خلاف اس مال کا دعویٰ کریں گے جو آپ نے خود اور آپ کے کارندوں نے ظلم کر کے ان سے لیا ہوگا اور آپ ان کی قید میں ہوں گے۔

یہ سن کر سلطان کا چہرہ زرد پڑ گیا، کانپنے لگا اور سلام کہتے ہوئے چلا گیا اور جب اسے ہوش آئی تو کہا کہ شیخ کو لاؤ، آپ کو لایا گیا تو آپ نے پوچھا کیا ضرورت تھی؟ انہوں نے کہا سلطان کی طرف سے آپ کو دس ہزار دئے جا رہے ہیں اور

یہ سلطان کا طریقہ ہے۔ شیخ نے کہا کہ انہیں ان لوگوں ہی کو واپس کر دیجئے جن پر ظلم کر کے آپ نے لیے ہیں اور اگر سلطان کو مال کی ضرورت ہے تو میں قرض دے دیتا ہوں کیونکہ میں تاجر ہوں اور میرے پاس بہت سا مال موجود ہے۔

یہ سن کر سلطان اٹھا اور بڑی تعظیم کرتے ہوئے آپ کے ہمراہ چلتا گیا۔

سیدی ابراہیم متبولی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ برائیوں سے زبانی روکنا صرف علماء کا کام ہے اور ہاتھ سے روکنا حکمرانوں کا کام ہے جب کہ دل سے برا جاننا اولیاء اللہ کا کام ہے اور پھر اسے ختم کرنے کا سب سے بہتر طریقہ ان علماء کا ہے جو علم پر عمل کرتے ہیں اور ان کے علاوہ مجتہد امام حضرات کا ہے، رہے فقیر لوگ تو ان سے برائی کی تبدیلی کبھی کبھار واقع ہوتی ہے اور وہ دلوں کے ذریعے کرتے ہیں اور وہ یوں کہ کوئی نہ کوئی دلی طور پر اللہ کی طرف توجہ کرتا ہے تو اللہ کی قدرت سے برائی اس جگہ سے دور ہو جاتی ہے۔ دلوں کے ذریعے تبدیلی کا یہی طریقہ ہوتا ہے۔

رہی یہ حدیث کہ ''یہ کمزور ایمان ہوتا ہے'' تو ہماری بات کے خلاف نہیں کیونکہ ایمان دو طرح سے کمزور ہوتا ہے، ایک لحاظ سے برا اور دوسرے لحاظ سے اچھا کہلاتا ہے۔ بری کمزوری سے مراد یقین کی کمزوری اور شک ہوتا ہے لیکن اچھی کمزوری سے مراد پردے کی باریکی ہوتی ہے کیونکہ ایمان پردے کے پیچھے ہوا کرتا ہے اور جب انسان احسان کے اس مقام تک ترقی کر جاتا ہے جہاں اللہ کا مشاہدہ کرتا ہے اور ایمان کا پردہ کمزور اور باریک ہو جاتا ہے تو مشاہدے کا مقام طاقتور ہو جاتا ہے اور جس کے مشاہدے کا مقام ایمان کے مقام سے طاقتور ہو جاتا ہے تو یہ برا نہیں ہوتا۔ اس میں خوب غور کر لو لہٰذا ہم اللہ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہم پر اور ہمارے اس دور کے علماء پر رحم فرمائے اور توحید کے عقیدے پر ہمیں اس دور سے نکالے کیونکہ وہ سننے والا، قریب اور قبول کرنے والا ہے۔ آمین

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ کے مطابق حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں ''ہم نے رسول اکرم ﷺ کے مبارک ہاتھ پر یہ نیت کر کے بیعت کی تھی کہ تنگی و خوشحالی اور خوشی و غمی میں آپ کی بات سنیں گے اور حکم مانیں گے اور اس کے ساتھ یہ کہ جہاں بھی ہوئے، سچی بات کریں گے اور اس بارے میں کسی کی برائی کی پرواہ نہیں رکھیں گے۔''

❁ ابو داؤد وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''سب سے بہتر جہاد اسے کہتے ہیں کہ انسان ظالم بادشاہ (یا فرمایا ظالم امیر) کے سامنے سچی بات کر دے۔''

❁ حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''سب شہیدوں کے سردار سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ تھے اور پھر وہ شخص جو ظالم حکمران کے سامنے کھڑا ہو کر اسے نیکی کرنے کو کہے اور برائی سے روکے اور وہ اسے قتل کر دے۔''

میں وضاحت کرتا جاؤں کہ اس شخص کے دل میں یہ خیال بھی نہ ہو کہ وہ اسے قتل کر دے گا ورنہ بھلائی کی ہدایت کرنے کا حکم اس وقت ختم جاتا ہے جب قتل کا خوف ہو، سخت پٹائی کا خوف ہو یا لمبی قید کا خوف ہو۔ واللہ اعلم۔

❁ امام مسلم وغیرہ نے لکھا ہے ''آگے چل کر میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو ایسی باتیں کہیں گے جو خود نہیں کریں گے اور وہ کام کریں گے جن کا حکم نہیں ہوگا چنانچہ جو ہاتھوں سے ان کے ساتھ جہاد کرے گا، وہی مومن ہوگا، جو زبان سے جہاد کرے گا، وہ مومن ہوگا اور جو دل سے ان کے ساتھ جہاد کرے گا وہ بھی مومن ہوگا، اس کے علاوہ

رائی بھر بھی کسی اور چیز کو ایمان نہیں کہیں گے۔''

امام بخاری و مسلم کے مطابق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی ''یا رسول اللہ! کیا ہم اپنے اندر صالحین کے ہوتے ہوئے بھی ہلاک ہوسکیں گے؟ فرمایا ہاں جب برائیاں عام ہو جائیں گی۔''

ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندے سے فرمائے گا تجھے میرے بارے میں ایسے ایسے کہنے سے کس نے روکے رکھا؟ وہ عرض کرے گا کہ اے پروردگار! مجھے لوگوں سے ڈر تھا جس پر فرمائے گا زیادہ خوف تو مجھ سے کھانا چاہئے تھا۔''

اصفہانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''نیکی کرنے کو کہنا، روزی ختم نہیں کرتا، نہ ہی موت کو قریب لاتا ہے جب کہ یہودیوں اور انصاری کے پادریوں نے نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا بند کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے انبیاء کی زبانوں سے ان پر لعنت کرائی اور بعد میں عام عذاب نازل ہوتا رہا۔''

امام حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جب تم میرے امتی کو دیکھو کہ وہ ظالم کو ''اے ظالم'' کہنے سے خوف کھاتا ہے تو وہ میری امت سے نکل گیا۔''

اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں۔ واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 371

لوگوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے کا حکم

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ لوگوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نہ دیکھیں اور جو تہمتیں ان کے بارے میں لگائی جائیں انہیں سن کر ان کی تحقیق نہ کریں اور اپنے کانوں اور آنکھوں کو ایسی چیزوں سے بچائے رکھیں، جو لوگوں کا گریبان پھاڑیں، لوگ ان کا پھاڑیں گے اور جس پر عرصہ سے قرض موجود ہو، اسے ہر صورت، میں ادا کرے۔

کسی کے عیب تلاش کرو تو اپنے کھلیں گے

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم، ہم نے ایسے لوگ دیکھے جن کے عیب چھپے ہوئے تھے اور جب انہوں نے اوروں کے عیب ڈھونڈنے شروع کر دئے تو اللہ نے ان کے عیب بھی ظاہر کر دئے اور پھر ایسے بھی دیکھے جن میں کوئی بھی عیب نہ تھا لیکن جب انہوں نے دوسروں کے تلاش کرنے شروع کر دئے تو اللہ نے خود ان میں بھی پیدا کر دئے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں کسی شخص کو کسی عیب کی وجہ سے شرمسار کیا تو پندرہ سال بعد وہی عیب مجھ میں بھی پیدا ہو گیا۔

پھر ایک اور واقعہ بھی ہوا کہ ہمارے ڈیرے میں ایک فقیر تھا جس نے بدگمانی کی بناء پر رات کو اپنے بھائی کی جاسوسی کی چنانچہ صبح کو وہ والی کے گھر میں تھا جسے سختی سے مارا گیا تو وہ مرنے کے قریب ہو گیا لہٰذا اے بھائی کسی کے عیب کی تلاش نہ کرو۔

کیونکہ اس ہدایت پر عمل کرنے میں بہت سے لوگ غفلت کر رہے ہیں چنانچہ کوئی نہ کوئی لوگوں کے عیب جان کر ان کی جاسوسی کرتا اور عیب ڈھونڈا کرتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو حقیر جانتا، انہیں گھٹیا جانتا اور حضور شارع علیہ السلام کے اس فرمان کی مخالفت کیا کرتا ہے ”مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے لہٰذا وہ اس پر نہ تو ظلم کرے، نہ اسے ذلیل کرے اور نہ ہی حقیر سمجھے۔“

لہٰذا اس ہدایت پر عمل کرنے کے لیے کسی راہ دکھانے والے شیخ کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ وہ کامل وجود کا احترام کرے اور چونکہ یہ اللہ کی نشانی ہے تو ہر شے شرعی طور پر مناسب طریقے سے اس کی تعظیم کرے اور پھر یہ بھی ہے کہ یہ اللہ کی کاریگری کا نمونہ ہے اور اس کی بنائی ہر شے خوبصورت ہے، اسے عارضی طور پر برا کہا جاتا ہے کہ کسی وجہ سے برا بنتا ہے، ذاتی طور پر برا نہیں ہے اور جس جس چیز کے بارے میں اللہ نے حکم دیا ہے کہ اس کی مخالفت کرو، وہ صرف صفت کے لحاظ سے ہے چنانچہ یہودی اگر اسلام آئے اور پھر اس پر قائم رہے تو ہمیں اس سے محبت کرنے کا حکم ہے، اس سے صرف کفر والی علامت دور ہوتی ہے جب کہ ذات وہی ہوتی ہے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”اللہ و رسول اللہ ﷺ کی عزت کرنا اسی صورت میں ممکن ہے کہ سب مسلمانوں کی عزت کی جائے۔“ واللہ غفور رحیم۔

❁ ترمذی اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے کہ ”نبی کریم ﷺ نے منبر پر چڑھ کر بلند آواز سے فرمایا، زبانی اسلام لانے والے لوگو جن کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہو سکا، مسلمانوں کو تکلیف نہ دو، نہ انہیں گھٹیا بناؤ اور نہ ان کے عیب تلاش کرو کیونکہ جو کسی مسلمان بھائی کے عیب تلاش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عیب ظاہر کر دیتا ہے اور جس کے عیب اللہ ظاہر فرما دے تو اسے ذلیل کر دیتا ہے خواہ وہ اپنی سواری کے پیٹ ہی میں کیوں نہ ہو۔“

❁ ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”مسلمانوں کو تکلیف نہ دو، انہیں شرمسار نہ کرو اور نہ ہی ان کی لغزشیں تلاش کرو۔“

❁ ابو داؤد کی ایک روایت میں اتنا اور زیادہ ہے ”ان کی چغلی نہ کھاؤ۔“

❁ ابو داؤد اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”تم جب لوگوں کے نقص تلاش کرو گے تو انہیں بگاڑ دو گے (یا فرمایا جلد بگاڑ دو گے)“

❁ ابو داؤد کی مرفوع روایت میں ہے فرمایا ”امیر جب لوگوں کی برائیاں تلاش کرنے لگے تو انہیں

بگاڑ ڈالے گا۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 372

گناہگار ہو کر اللہ کی بربادی کو بیکار نہ جانو

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ جب ہم باطنی یا ظاہری گناہ میں قابو آ جائیں تو حق تعالیٰ اور اس کی بردباری کو بے کار جاننے کا دھوکا نہ کھائیں کیونکہ اس میں اللہ کے حکم کی تعظیم ہوگی اور اللہ کی تعظیم میں سچا ہونے کی پہچان یہ ہے کہ جب ہم کسی خفیہ گناہ میں پڑ جائیں تو ہم پر اس کا اثر ہو اور اسی طرح شرمندہ ہو جائیں جیسے ظاہری گناہ میں پڑنے پر ہوتے ہیں یا جب وہ ہر خاص و عام کو معلوم ہو جائے تو ہوتے ہیں اور جب باطنی گناہ کرنے پر ظاہری گناہ کی برائی پھیل جاتی ہے تو ہم اللہ کی بنائی ہوئی عزت والی چیزوں کی وہ عزت نہیں کر سکتے جتنی کرنی چاہئے یعنی یوں کہ اصل حیاء اللہ ہی کا ہونا چاہئے۔

اے بھائی! یاد رکھو کہ جو نافرمانی کی حالت میں دوسرے سے چھپ جاتا ہے تو اس کی یہ عادت اچھی نہیں ہوتی بلکہ جلد ہی اس پر ناراضگی ہو سکتی ہے لیکن یہ اللہ کی ہم پر رحمت ہوتی ہے کہ ہمیں اس وقت شرمندگی ہو جاتی ہے جب ہم گناہ میں پڑتے ہیں اور پھر ہمیں یہ علم بھی ہوتا ہے کہ جو کچھ اللہ نے ہمارے مقدر میں لکھا ہے، وہ ہو کر رہے گا اور وہ قسمت کا لکھا ہوا اس وقت واقع ہوتا ہے جب اس مشاہدہ کرنے سے رکاوٹ ہو کہ اللہ تعالیٰ اس گنہگار کو دیکھ رہا ہے اور جب اللہ دیکھ رہا ہو تو یہ ممکن نہیں کہ دل کی آنکھوں سے دیکھ کر اور اس کا مشاہدہ کر کے نافرمانی کرے اور اگر فرض کر لیں کہ وہ مشاہدہ کرتا ہے تو لازمی طور پر وہ حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرے گا کہ اس گناہ میں وہ اس سے راضی نہیں۔

اے بھائی! تم اللہ سے حیاء کا مرتبہ اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتے جب تک کسی سچے شیخ کی راہ پر نہ چلو، جو تمہیں احسان کے اس درجہ تک پہنچا دے جس میں انسان اللہ کی یوں عبادت کرتا ہے کہ جیسے وہ اسے دیکھ رہا ہو اور پھر اے بھائی! یہ مشاہدہ تمہارے اندر اس وقت بھی ہونا چاہئے جب تم ہمبستری کر رہے ہو اور جب تک تم بارگاہِ الٰہی میں نہیں پہنچتے، تب تک شیطان کے ہاں ہو گے اور پھر اے بھائی چھوٹے گناہ تو کجا، تم بڑے گناہوں میں پڑنا بھی دور نہ جانو، چنانچہ اسی بناء پر انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں کیونکہ ان کے دل ہر وقت احسان کے مرتبے میں ہوتے ہیں لہٰذا ان سے چھوٹا گناہ بھی سوچ میں نہیں آ سکتا جو کچھ بھی انبیاء علیہم السلام کی طرف سے ہو چکا ہے وہ صرف دیکھنے میں گناہ شمار ہو سکتا ہے، حقیقی گناہ نہیں ہوتا اور یہ ان کے لیے جائز ہوتا ہے تا کہ اپنی اُمت کو بتا سکیں کہ جب وہ گناہ میں پڑیں تو کیا کریں اور کیسے توبہ کریں۔ گناہوں میں گھرے ہوں تو کیا کریں بلکہ کسی عالم نے یہ بھی کہا ہے کہ نبی کو مباح اور مکروہ کام کرنے پر بھی واجب جیسا ثواب ملتا ہے کیونکہ وہ تو صرف اس کا جائز ہونا بیان کر رہے ہوتے ہیں اور جو انبیاء علیہم السلام کے بارے میں میری اس بات کے خلاف کہہ

دے تو اسے اللہ کے ہاں اس بات سے نکلنا ہوگا لہٰذا اے بھائی اگر تم اللہ کی عزت والی چیزوں میں بگاڑ نہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہو تو کسی شیخ کی بتائی راہ پر چلو کیونکہ یا تو پھر اس میں گرفتار ہونے سے بچ جاؤ گے یا اس گناہ کی یہ پہچان کرلو گے کہ اس سے چھٹکارا کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

امام بزار رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ”میں تمہیں پیچھے سے پکڑ کر آوازیں دے رہا ہوں کہ جہنم سے بچو اور سزاؤں سے بچو (تین مرتبہ فرمایا) اور جب میرا وصال ہو جائے گا تو پھر میں تمہیں چھوڑ جاؤں گا اور پھر تمہاری خاطر حوض پر کھڑا ہوں گا اور جو بھی وہاں آ جائے گا، وہ کامیاب ہو جائے گا۔“ (الحدیث)

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ” اللہ تعالیٰ غیرت کھاتا ہے اور اس کی غیرت یہ ہوتی ہے کہ مومن شخص وہ کام کرے، جسے اللہ نے اس پر حرام کر رکھا ہے۔“

❁ ابن ماجہ مرفوعاً لکھتے ہیں ”میں اپنی امت میں سے ایسے لوگوں کی بڑی پہچان رکھتا ہوں جو قیامت کے دن اتنے زیادہ عمل لے کر آئے ہوں گے جیسے تہامہ کے سفید پہاڑ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ انہیں گردوغبار بنا کر اڑا دے گا۔ اس پر حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! ہمیں ان کی کوئی بڑی واضح نشانی تو بتا دیں کہ کہیں لاعلمی میں ہم بھی ان میں شامل ہو جائیں، فرمایا تو سنو! وہ تمہارے بھائی ہوں گے اور تمہارے ہی قبیلے میں شامل ہوں گے، رات کو وہی عبادت کریں گے، جو تم کرتے ہو لیکن جب بھی انہیں موقع ملے گا، اللہ کی عزت والی چیزوں کی عزت کو برباد کریں گے۔“

❁ بزار اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے کہ ”ایک مہر ہے جو عرش کے پائے کے ساتھ لٹکی ہوئی ہے چنانچہ جب عزت والی چیز کی عزت برباد ہوتی ہے، بے فرمانیاں کی جاتی ہیں اور اللہ کے سامنے جرأت کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ وہ مہر بھیجتا ہے جو ایسے شخص کے دل پر لگا دیتا ہے چنانچہ اس کے بعد ایسے شخص کو کچھ سمجھ نہیں آتی۔“

❁ ابن ماجہ اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”عزت والی چیزوں کا دھیان رکھا کرو کہ یوں تم سب سے زیادہ عبادت گذار شمار ہو گے۔“ واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 373

سزا چھوڑتے وقت دھوکا کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم سزائیں لگانا چھوڑ کر لوگوں کو فریب نہ دیا کریں بلکہ جہاں تک ممکن ہو، ہر شریف اور گھٹیا انسان کو لگایا کریں تاکہ اللہ کی مرضی کو اپنی مرضی سے پہلا درجہ دے سکیں۔

اس ہدایت پر پورے خلوص سے وہی عمل کر سکتا ہے جو کسی خلوص والے شیخ کی ہدایت پر چلے اور جو اس کے مطابق

نہیں چلے گا تو لازمی طور پر اس میں غفلت کرے گا اور اسے قائم کرنے میں اس کی نفسانی خواہش کا دخل ہوگا۔

رہی یہ حدیث ''سخی شخص کے گناہ پر پردہ ڈالو کیونکہ جب وہ پھسلنے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو سہارا دے دیتا ہے۔'' تو اس سے مراد وہ گناہ ہوتا ہے جس میں سزا نہیں لگتی یا وہ گناہ ہے جو ابھی تک حاکم کے پاس نہ پہنچا ہو۔'' واللہ غفور رحیم۔

امام بخاری و مسلم وغیرہ نے لکھا ہے ''تم سے پہلے لوگوں کو اس بات نے تباہ کیا تھا کہ جب ان میں سے کوئی مرتبے والا آدمی چوری کر لیتا تو اسے چھوڑ دیتے لیکن جب کمزور کرتا تو اسے سزا لگاتے اور میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بیٹی (سیدہ) فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بھی چوری کر سکتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔''

میں بتاتا چلوں کہ انہی سزاؤں میں وہ مارنا بھی شامل ہے جو ادب سکھانے کی خاطر وصیت والا، ولی (سرپرست) ،سنبھالنے والا یا وہ فقیہ جو بچوں کو ادب سکھاتے ہوتے مارتا ہے لہٰذا یہ مناسب نہیں کہ ادب سکھانے کی خاطر لڑکے کو ڈنڈے سے مارنے میں رعایت دی جائے اور پھر یہ بات بھی پوشیدہ نہیں کہ بچے کو ادب سکھانے کے لیے اس وقت مارا جاتا ہے جب وہ اس کی بات نہ سنے جیسے کلام اس وقت کی جاتی ہے جب وہ لڑکا اشارے سے سمجھ نہیں سکتا چنانچہ مارنا تیسرے مرتبہ پر آتا ہے۔ واللہ غفور رحیم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 374

شرابی وغیرہ کے ساتھی بننے کا حکم

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اس شخص کے ساتھی نہ بنیں جو شراب، پھلوں کا نچوڑ، بوطہ یا حشیش جیسی نشہ دینے والی چیزیں پیتا ہو، ان کی خرید و فروخت کرتا ہو، نچوڑتا ہو، اٹھا لے جاتا ہو یا اس کی قیمت لے کر کھاتا ہو تاکہ ہم اللہ کی خاطر ایسے لوگوں سے دور رہ سکیں جن پر اللہ تعالیٰ اور اماموں نے لعنت کر رکھی ہے ہاں اگر ان کے ساتھ بیٹھنے میں ہمارا مقصد انہیں توبہ کی طرف لانے کے لیے تیاری کرنا ہو تو پھر بیٹھ بھی سکتے ہیں اور ایسا ہونا بھی چاہئے، جیسے اللہ کی طرف بلانے والے علماء کر بھی رہے ہیں کیونکہ وہ نہ تو سیدھی راہ والوں سے دور ہوتے ہیں اور نہ ہی ٹیڑھی راہ پر چلنے والوں سے کیونکہ سیدھی راہ والوں کو چھوڑا نہیں جا سکتا اور ٹیڑھی راہ والوں کو ایسے شخص کی ضرورت ہوتی ہے جو انہیں سیدھا رکھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف اس موقع پر وحی فرمائی تھی جب وہ بنو اسرائیل کے نافرمانوں کے ساتھ گھل مل کر بیٹھے سے تنگ آ گئے تھے، وحی کا مقصد یہ تھا کہ آپ سب سے پہلے اللہ کی بارگاہ کا خیال رکھیں چنانچہ حکم یوں ہوا اے داؤد! سیدھی راہ والے کو تو تمہاری ضرورت نہیں ہے مگر ٹیڑھی راہ پر چلنے والے کے ساتھ بیٹھنے سے آپ تنگ دل ہو گئے ہیں اور اس سے نفرت کر رہے ہیں تو پھر آپ کو بھیجا کس لیے گیا ہے؟

یہ سن کر حضرت داؤد علیہ السلام کو پتہ چلا کہ آپ کو بھیجنے میں راز کیا ہے چنانچہ شب و روز نافرمانوں میں بیٹھنے لگے اور چھپ چھپا کر انہیں وعظ و نصیحت کرنے لگے۔

اس بات سے بہت سارے علماء غفلت کر رہے ہیں چنانچہ ظالم قسم کے ٹیڑھے لوگوں میں بیٹھنے میں کوتاہی کرتے ہیں جس کی وجہ سے انہیں ہدایت دینے کی برکت لینے سے رہ جاتے ہیں لیکن اگر ان کے دنیاوی مال سے دور رہتے ہوئے ان کے قریب ہوتے اور چوری چھپے انہیں نصیحت کرتے رہتے تو آخر کار ان پر اس کا اثر ہو جاتا چنانچہ خود میں نے ایک مرتبہ ٹیکس لینے والے ایک یہودی سے نرمی میں بات چیت کی تو وہ اسلام لے آیا۔ واللہ غفور رحیم۔

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''ایمان ہوتے ہوئے کوئی شخص زنا کرنا بھی چاہے تو نہ کر سکے گا، چوری کرنا چاہے تو نہیں کر سکے گا اور شراب پینا چاہے تو نہیں پی سکے گا۔''

❁ ابوداؤد کی روایت میں اس کے بعد بتایا گیا ہے کہ وہ بعد میں توبہ بھی کر سکتا ہے تو ایک عقلمند کا کام یہ ہے کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھے جن پر اللہ یا امام حضرات نے لعنت کی ہے، اسے یہ خوف ہونا چاہیے کہ کہیں کچھ لعنت ان کے حصے میں نہ آ جائے۔

❁ آگے چل کر اس کے بعد والی ہدایت میں بتایا جا رہا ہے کہ ان لوگوں کے دلوں سے ایمان کیونکر اٹھایا جا سکتا ہے۔

❁ ابو داؤد، ابن ماجہ اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے شراب، اسے پینے والے، پلانے والے، بیچنے والے اور خریدنے والے، نچوڑنے والے، بنانے والے، اٹھا لے جانے والے اور اس پر لعنت کی ہے جس کی طرف اٹھا کر لے جائی جاتی ہے۔''

❁ ابو داؤد نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر لعنت فرمائی (تین مرتبہ فرمایا) کیونکہ اللہ نے ان کے لیے چربی حرام کر دی تھی چنانچہ انہوں نے بیچ کر اس کی قیمت کھائی حالانکہ جب اللہ تعالیٰ کسی پر کسی شے کا کھانا حرام فرماتا ہے تو اس کی قیمت بھی حرام فرماتا ہے۔''

❁ ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جب میری امت پندرہ کاموں میں سے کوئی بھی کام شروع کر دے گی تو ان پر مصیبت نازل ہو گی۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ! وہ کون سے کام ہیں؟ فرمایا ''جب غنیمت کو دولت (کاروبار)، امانت کو مال غنیمت، زکوٰۃ کو تاوان یا ٹیکس سمجھا جانے لگے، آدمی اپنی بیوی کی پیروی کرے، لڑکا ماں کی تو نافرمانی کرے لیکن دوست سے بہتر سلوک کرے اور اپنے قریبی رشتہ داروں پر ظلم کرے، مسجدوں میں اونچی آوازیں نکالی جائیں، ذلیل شخص سربراہ بنے، آدمی کی عزت اس کی برائی کی وجہ سے ہو، شراب پی جانے لگے، ریشمی لباس پہنا جانے لگے، گانے والی عورتیں اور گانے بجانے کا سامان ملنے لگے اور اس امت کا آخری شخص، پہلے والوں پر لعنت کرنے لگے تو ایسے موقع پر سرخ آندھی، گہن اور شکلیں بدلنے کی انتظار رکھو۔''

❁ حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص زنا کرے یا شراب پیئے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل سے ایمان کو

یوں چھین لیتا ہے جیسے انسان اپنے گلے سے قمیص اتارا کرتا ہے۔''

- امام احمد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''ہمیشہ کا شرابی ایسے ہوتا ہے کہ جیسے بتوں کی پوجا کرتا ہے۔''
- بیہقی نے روایت کی ہے فرمایا ''جب میری امت پانچ چیزوں کو حلال سمجھنے لگے تو تباہ ہو جائے گی ایک دوسرے پر لعنت کرنا عام ہو جائے، شراب پی جائے، ریشمی کپڑے پہنے جائیں، ناچنے گانے والی عورتوں کو بلایا جائے، مرد، مردوں سے اور عورتیں، عورتوں سے بدکاری کریں۔''

اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں۔ واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 375

ضرورت سے زیادہ کھانے پینے کی ممانعت

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ضرورت سے زیادہ کھانے پینے کی خواہش نہ کریں کیونکہ ہمارے جسم کے اعضاء برائی کے لیے تیار ہو جاتے ہیں اور خاص طور پر شرمگاہ تیار ہوتی ہے کہ ہمسائے کی بیوی یا غائب شوہر والی سے بدکاری کی جاتی ہے کیونکہ جو شخص غائب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی بیوی وغیرہ کا محافظ ہوتا ہے چنانچہ جو ان سے برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ اس کا دشمن ہو جاتا ہے اور جس کا اللہ مخالف ہو تو جہنم میں اسے اوندھے منہ گرائے گا اور اس پر ناراض ہوگا اور پھر اس کے ساتھ ساتھ اس سے نعمتیں چھین لے گا جیسے زانیوں کے بارے میں دیکھا جاتا ہے اور جسے شک ہو، تجربہ کر لے۔

اس ہدایت پر عمل کرنے میں بہت سے لوگ خیانت کرتے ہیں چنانچہ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ بڑے بڑے کچھ لوگ اکٹھے ہوئے جن میں سے ایک نے کہا تم میں سے جو شخص زنا سے بچا ہوا ہے، وہ ہمیں اس بات کی قسم دے کہ اس نے زنا نہیں کیا لیکن قسم کھانے کے لیے کوئی بھی تیار نہ ہوا اور ہر ایک نے تسلیم کیا کہ جوانی میں ان سے غلطی ہوئی تھی فلا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اس کی بنیادی وجہ ان چیزوں کے پیچھے پڑنا ہے جو خواہش بھڑکاتی ہیں اور پھر اللہ کی تقدیر یونہی ہوتی ہے۔

چنانچہ اس ہدایت پر عمل کرنے والے کو کسی ایسی شے کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے آہستہ آہستہ محنت کرنے کی عادت ڈالے اور وہ ہر قسم کی بری خواہش چھوڑ دے پھر اکثر وقتوں میں اللہ کی طرف دھیان رکھتے ہوئے اس کی بارگاہ میں موجود انبیاء، اولیاء اور فرشتوں کو دیکھا کرے چنانچہ ان کے ہاں سے وہ نیکیاں کمائے گا لیکن جو خواہش پر کھائے اور اللہ کی بارگاہ سے دھکیلے ہوئے غافل لوگوں سے مل کر بیٹھے اور پھر یہ چاہے کہ گناہ سے بھی بچ جائے تو وہ ناممکن چیز کا ارادہ کرتا ہے۔

مصر کے بہت سے لڑکے زیادہ کھانے اور نالائق لوگوں کے ہمراہ بیٹھنے کی وجہ سے بگڑ چکے ہیں، والی کے پاس جاتے ہیں اور دنیا و آخرت میں گھاٹا کھاتے ہیں لہٰذا اے بھائی تم اگرچہ شیخ ہو لیکن پیٹ بھر کر نہ کھایا کرو کیونکہ اگر کوئی شیخ

گناہ میں نہ پڑتا ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ آولہ وسلم یوں کبھی نہ فرماتے ''اللہ تعالیٰ زنا کرنے والے شیخ پر ناراض ہوتا ہے، '' چنانچہ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو حق تعالیٰ کا عذاب نہ ہوتا۔

اے بھائی یاد رکھو! ہمیں یقین ہے کہ کفر اور قتل کے بعد من پسند کھانا کھانے سے جو بھی گناہ پیدا ہوتا ہے وہ زنا سے بدتر نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''وہ بے شک بے حیائی اور غضب کا کام ہے اور بہت بری راہ۔'' چنانچہ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اپنے فضل سے ہمیں، ہمارے بھائیوں اور عارف لوگوں کو اس برائی سے بچائے۔ آمین۔

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ کی روایت ہے فرمایا ''ایمان لا کر کوئی شخص زنا نہیں کرے گا۔'' (الحدیث)

میں بتاتا چلوں معنیٰ یہ ہے کہ ایسا شخص زنا نہیں کرے گا جس کا ایمان یہ ہو کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے کیونکہ اگر زنا کی حالت میں وہ اس بات پر ایمان رکھے تو زنا نہیں کرے گا اور ایمان کے ہوتے ہوئے زانی کے سامنے پردہ ہوگا کہ اللہ اسے گناہ میں پڑے کو دیکھ رہا ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ، فرشتوں، کتابوں اور رسولوں کے ساتھ ساتھ آخرت کے دن پر اس کا ایمان ہوتا ہی نہیں۔ یہ بات ذہن میں رکھ لو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے کہ فرمایا ''جو شخص یہ شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں تو ایسے شخص کا خون بہانا جائز نہیں ہاں تین شخصوں کا بہایا جا سکتا ہے شادی شدہ زنا کرنے والا، کسی کو کوئی قتل کرنے والا اور وہ شخص جو اپنا دین چھوڑ کر مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہو جائے۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اے عرب کے بدکارو! مجھے سب سے زیادہ اندیشہ یہ ہے کہ تم زنا کرنے لگو گے اور چھپی خواہش رکھو گے۔'' یعنی عبادتوں میں دکھلاوا کرو گے، جیسے حدیث میں واضح طور پر موجود ہے۔

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''زنا کاروں کی شرمگاہیں، آگ سے جلا دی جائیں گی۔''

❁ بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''زنا انسان کو محتاج بنا دیتا ہے۔'' یعنی ایسی محتاجی میں مبتلا کر دیتا ہے کہ جس سے رسول اللہ ﷺ نے پناہ مانگی ہے۔

❁ مسلم، نسائی اور طبرانی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''تین شخص وہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سے کلام نہیں فرمائے گا، نہ ان کو گناہوں سے پاک کرے گا اور نہ ہی ان کی طرف دیکھے گا بلکہ انہیں سخت تکلیف والا عذاب دے گا بوڑھا زانی، جھوٹا حکمران اور زیادہ اولاد پر تکبر دکھانے والا۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بوڑھے زانی مرد اور بڑھیا زانی عورت کی طرف نہیں دیکھے گا۔''

❁ انہی کی ایک اور روایت یوں ہے ''اللہ تعالیٰ اس زنا کار کو نہیں دیکھے جس کے سر کے کچھ بال سفید ہو جائیں۔''

زنا عام ہونے پر عذاب

❁ امام احمد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''میری امت اس وقت تک خیریت سے رہے گی جب تک ان میں زنا عام نہ ہو جائے اور جب ہو جائے گا تو جلد ہی ان پر عذاب نازل ہوگا۔''

❁ بزار نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جب زنا عام ہوگا تو محتاجی اور مسکینی بڑھ جائے گی۔''

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے لکھا ہے فرمایا ''اللہ کے ہاں یہ سب سے بڑا گناہ شمار ہوتا ہے کہ تم اپنے کسی ہمسائے کی بیوی سے زنا کرو۔''

❁ امام احمد اور طبرانی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا ''دس عورتوں کے ساتھ زنا کرنے کے بجائے وہ زنا بہت برا ہے جو کوئی ہمسائے کی بیوی سے کرے۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص شوہر موجود نہ ہونے والی کے بستر پر بیٹھے (زنا کرے) تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک اژدہا کو اسے ڈنگ مارنے پر مقرر کر دے گا۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 376

اللہ کے کسی چیز سے ڈرانے پر لوگوں کو چوکنا کرنا

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ جن چیزوں سے اللہ نے ہمیں ڈرایا ہے، ان کے بارے میں لوگوں کو چوکنا کریں خواہ ہم اپنے دور کے صالحین کی پیروی کر رہے ہوں، کیونکہ ہمارا آدمی یا حیوان کے ساتھ بدفعلی کرنا یا بوظہ پینا یا پھر گھاس کھانا کوئی مشکل کام نہ رہے گا کیونکہ آدمی کی طبیعت ایک جیسی ہوتی ہے تو جس گناہ میں سب سے زیادہ بدکار گھرے ہوتے ہیں، اس میں بہت نیک بھی گھر سکتا ہے۔ اسی کام سے صرف انبیاء علیہم السلام ہی بچے ہیں کیونکہ وہ معصوم ہوتے ہیں یا پھر کچھ کامل لوگ بچے ہوتے ہیں کیونکہ وہ محفوظ ہوتے ہیں۔

اس ہدایت میں بہت سے فقیر غفلت کرتے ہیں، ان کا خیال ہوتا ہے کہ وہ محفوظ ہیں اور یہ کہ ان جیسا کوئی بھی شخص ایسا گناہ کبھی نہیں کر سکتا چنانچہ کچھ عرصہ بعد ہی وہ ان گناہوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں جن سے اللہ نے ڈانٹا ہوتا ہے لہٰذا عقلمند وہی ہوگا جو ان چیزوں سے ڈرے جن سے اللہ نے ڈرایا ہے۔'' والسلام

❁ ابن ماجہ، ترمذی اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''مجھے اپنی امت کے بارے میں سب سے زیادہ

اندیشہ اس بات کا ہے کہ وہ لوطی قوم کا عمل (لونڈے بازی) نہ کرنے لگیں۔''

❁ ابن ماجہ، بزار، حاکم اور بیہقی نے مرفوع روایت دی ہے فرمایا ''جو بھی لوگ اللہ کی وفاداری چھوڑ دیتے ہیں تو ان میں قتل کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور جب بھی ان میں بدکاری شروع ہو جاتی ہے تو ان میں طاعون کی بیماری شروع ہو جاتی ہے اور وہ ایسے دکھوں میں گھر جاتے ہیں کہ ان جیسے دکھ پہلی قوموں میں نہ تھے۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جب لوطی بدکاری شروع ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ مخلوق سے توجہ ہٹا لیتا ہے لہٰذا اسے پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ کس وادی میں دھکے کھا رہے ہیں۔''

❁ امام طبرانی بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو شخص قوم لوط علیہ السلام جیسا کام کرتا ہے وہ لعنتی ہے (تین مرتبہ فرمایا) اور پھر اس شخص پر لعنت فرمائی جو ایک مرتبہ مویشیوں سے کچھ بدکاری کرتا ہے۔''

❁ طبرانی اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''چار شخص وہ ہیں کہ صبح کو اللہ کے غضب میں ہوتے ہیں اور شام کو اللہ کی ناراضگی میں پھر ان میں سے ایک ایسے کا ذکر کیا جو حیوانوں سے بدکاری کرتا ہے اور مردوں سے بدکاری کرتا ہے۔''

❁ ابوداؤد، ترمذی اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''تمہیں جو بھی ایسا شخص ملے جو لوط علیہ السلام کی قوم جیسی بدکاری کرتا ہے تو بدکاری کرنے کرانے والے دونوں کو قتل کر دو۔''

❁ ابن ابی الدنیا اور بیہقی بتاتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ عرب کے ایک قریبی علاقے میں آدمی سے آدمی یوں نکاح کرتا ہے جیسے عورت کرتی ہے چنانچہ حضرت ابوبکر نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو اس مقصد کے لیے جمع کیا جن میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے چنانچہ انہوں نے کہا یہ ایسا گناہ ہے کہ صرف ایک قوم نے کیا تھا چنانچہ اللہ نے ان سے جو معاملہ کیا، وہ تمہیں معلوم ہی ہے لہٰذا میرا خیال یہ ہے کہ اسے آگ میں جلا دو چنانچہ سب صحابہ اس رائے پر اکٹھے ہو گئے کہ اسے جلا دیا جائے چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے جلا دینے کا حکم دیا۔

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ تین شخصوں کی یہ شہادت قبول نہیں فرماتا کہ ''اللہ کے سوا کوئی بھی معبود نہیں'' بدکاری کرنے اور کرانے والے مرد وعورت اور ظالم حکمران۔''

❁ ترمذی، نسائی اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے ''اللہ تعالیٰ ایسے مرد کی طرف نہیں دیکھے گا جو کسی مرد یا عورت کی پچھلی طرف میں بدکاری کرے گا۔''

❁ امام احمد اور بزار نے لکھا ہے ''یہ چھوٹا لوطی کام ہے۔'' یعنی مرد کا عورت کی پچھلی طرف میں بدکاری کرنا۔

❁ ابن ماجہ لکھتے ہیں فرمایا ''اللہ کو حق بات کہنے میں کوئی جھجک نہیں (تین مرتبہ فرمایا) تم عورتوں کی پچھلی طرف بدکاری نہ کیا کرو۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کی پچھلی طرف میں بدکاری کرتے ہیں۔''

حافظ عبدالعظیم فرماتے ہیں کہ چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے لوطی کام کرنے والوں کو آگ میں جلانے کا حکم دیا تھا حضرت ابوبکر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت ہشام بن عبدالملک رضی اللہ عنہم۔ اس مسئلے کے بارے میں یہ تحقیق کہ انہیں کیسے سزا دی گئی، فقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 377

مسلمان دشمن کے بھی قتل پر خوش نہ ہوا کرو

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے کسی مسلمان دشمن کے قتل ہونے پر خوش نہ ہوں اور خصوصاً اس وقت جب وہ ناحق قتل ہو۔

اس ہدایت پر عمل کرنے میں بہت سے لوگ غفلت سے کام لیتے ہیں چنانچہ جب ان کا کوئی مسلمان دشمن قتل ہو جائے تو وہ خوش ہوتے ہیں، ہاں جو شخص یوں خوش ہوگا تو اس کے ساتھ بھی یونہی ہوگا کہ لوگ اس پر ہنسیں گے بلکہ یہ تجربہ کیا جاچکا ہے کہ ایک شخص نے اپنے کسی دشمن کے قتل کرانے میں کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے غموں اور پریشانیوں میں مبتلا کر دیا پھر اس کے بعد وہ کھانے اور سونے سے رہ گیا اور تھوڑے ہی عرصہ بعد فوت ہو گیا اور اگر قاتل کے لیے پریشان ہونا کرنا لازم نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ احسان جتلاتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یوں نہ فرماتا ''تو نے ایک جان کو قتل کر دیا تو ہم نے تمہیں غم سے نجات دی۔'' حالانکہ جسے آپ نے قتل کیا تھا، کافر تھا۔ مطلب یہ کہ ہم نے تمہیں ایسے غم سے نجات دی جو ہر قاتل ہی کیا کرتا ہے۔

ہم نے جراکسہ کے بہت سے ایسے بادشاہ دیکھے جنہوں نے اپنے دشمنوں کو قتل کرنے کی کوشش کی چنانچہ تھوڑے ہی عرصے بعد سب قتل کر دیے گئے لہٰذا اے بھائی تم کسی کے قتل میں کوشش نہ کرو اور نہ کسی کے قتل پر خوش ہوا کرو۔

امام ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''کسی بھائی کے قتل پر خوش ہو کر نہ دکھاؤ کہ یوں اللہ اس پر رحم کرے گا اور تمہیں اس میں مبتلا کر دے گا۔''

- انہی کی روایت یہ بھی ہے فرمایا ''جو کسی کے گناہ پر اسے شرمندہ کرے تو وہ گناہ میں گرفتار ہوئے بغیر نہیں مرے گا۔'' امام احمد کے مطابق علماء کہتے ہیں کہ جو گناہ کرے، اس سے توبہ کرے۔
- امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''قیامت کے دن سب سے پہلے قتلوں کے فیصلے ہوں گے۔''
- امام بخاری و مسلم ہی نے لکھا ہے ''سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو، پھر ان میں سے اس جان کے قتل کرنے کا ذکر کیا جسے ناحق طور پر قتل کر دیا گیا۔''

امام بخاری اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”ایک مومن شخص اپنے دین میں اس وقت تک خوش رہتا ہے جب تک وہ ناجائز خون نہیں بہاتا۔“

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ایسے کاموں میں سے وہ کام داخل ہیں کہ جن میں کوئی شخص گرفتار ہو جائے تو نکل نہیں سکتا اور وہ ناحق طور پر ایسا قتل کرنا ہے جسے حرام کیا گیا ہے۔“

ابن ماجہ، ترمذی اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے ”کسی مومن کو ناحق طور پر قتل کرنے کے مقابلے میں اللہ کے ہاں دنیا کا ختم ہو جانا معمولی سی بات ہے۔“

بیہقی نے اتنا اور زیادہ لکھا ہے ”اگر آسمانوں اور زمینوں کی ساری مخلوق بھی کسی مومن کے قتل میں شریک ہو تو اللہ تعالیٰ سب کو جہنم میں پہنچا دے گا۔“

ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کا طواف کیا اور فرمایا ”تم کتنے ستھرے ہو اور تمہاری ہوا کتنی پیاری ہے، تم کتنے عظیم ہو اور تمہاری کتنی عزت ہے، مجھے محمد کی جان قبضہ میں رکھنے والے کی قسم! مومن کے مال و خون کی عزت تمہاری عزت سے بہت زیادہ ہے۔“

ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”جو شخص یہ عہد کر لے کہ کسی کو ناحق قتل کرے گا تو وہ جنت کی بو بھی نہیں لے سکے گا۔“ جب کہ جنت کی بو تو سو سال کی مسافت سے سونگھی جا سکتی ہے۔“

اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 378

کسی انسان کے قتل، مار اور ظالمانہ سزا میں شامل ہونا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم کسی انسان کے قتل کرنے یا مارنے یا ناحق سزا کے موقع پر پاس نہ جائیں خواہ ہم اس بات پر راضی نہ ہی ہوں کیونکہ قیامت کے دن اس بارے میں ہم سے پوچھ کچھ ہو سکے گی۔

اس ہدایت پر عمل ان لوگوں کے لیے لازم ہے جو قرآن کے عالم اور ان جیسے مومن ہیں لہٰذا ان میں سے کسی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ بچوں کو لے کر ظلم کے مقام پر جائیں اور ایسے شخص کو دیکھیں جسے حکمرانوں نے نکیل ڈال رکھی ہو، کوٹھڑی میں تالے لگا کر بند کر رہے ہوں، اس کی شرمگاہ میں سلاخ مارتے ہوں یا پیٹ میں چبھوتے ہوں یا اسے رسی سے نکیل ڈالتے ہوں یا کانوں میں سے کیل گذار کر دیوار میں گاڑتے ہوں یا بیل پر بٹھا کر پھراتے ہوں یا بیل کی دم سے باندھتے ہوں یا ندی کے ٹکڑے میں لے جا کر مارتے ہوں یا نقدی سے محروم کرتے ہوں کیونکہ ایسے کام کرنے والے ممکن

ہے کہ مظلوم ہوں لہٰذا ان کی مدد نہ ہونے پر پکڑ ہو سکتی ہے لیکن اگر ہم ایسے مظالم پر نہ جائیں تو پکڑ سے بچ سکتے ہیں۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ حضرت عز الدین رحمہ اللہ کو میں نے دیکھا (جو مصر اور منیۃ الامیر کے درمیان کوم الریش کے مقام پر دفن ہیں جن پر لکڑی کی چھت ہے) کہ وہ اور ان کے ساتھی اونٹ پر سوار ہیں اور آپ ہنس رہے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کیا حال ہے۔ انہوں نے کہا وہ چاہتے ہیں کہ ہم یونہی انکے پاس آئیں۔

سید علی کہتے ہیں کہ اس واقعہ کی اصل یہ ہے کہ شیخ عز الدین نے قحط سالی کے دور میں اپنے مریدوں سے کہا اے نقیرو! میں دیکھ رہا ہوں کہ ہم پر بلاء اترنے والی ہے تو ہمارے ساتھ شریک ہونا چاہئے، وہ بیٹھا رہے اور جو بھاگنا چاہتا ہے، بھاگ جائے۔

اس پر ایک فقیر نے کہا لگتا ہے کہ ہمارا کھانا شیخ پر بوجھل ہو گیا ہے چنانچہ تھوڑے دن بعد ایک دستہ مصر کو روانہ ہوا جب کہ حضرت عز الدین اور ان کے مرید رات کو جاگ کر عبادت کرتے اور دن کو کوم الریش کے ڈیرے میں سو جاتے، اسی دوران ایک انسان سلطان کے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ ہمیں اس دستے کا پتہ چلا ہے جو مدینہ کو جا رہا ہے چنانچہ والی نے آدمی بھیج کر شیخ اور ان کے ساتھیوں کو پکڑ لیا، یہ کل چالیس تھے چنانچہ سلطان والی نے حکم دیا کہ انہیں کوم میں ٹھہرایا جائے۔

ایک رات فقیر سوئے ہوئے تھے کہ ایک کتا آ کر ان کا کھانا کھانے لگا، شیخ نے گھسٹتے ہوئے کھجور کی ٹہنی پکڑی اور کتے کو اپنی مریدوں سے ہٹا دیا۔ والی کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو وہ آیا اور شیخ سے ناراض ہونے لگا۔ اس پر شیخ نے اسے کہا کہ تم سلطان کی تلوار لے کر ہمارے درمیان آئے ہو لیکن ہم اللہ کی تلوار لے کر بیٹھے ہیں پھر اس لکڑی کو اشارہ کیا جس نے والی کا کام کر دیا چنانچہ شیخ والی اور وہ فقراء آج کل کوم میں ہی دفن ہیں۔

❁ امام احمد اور طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے "تم میں سے کوئی بھی قتل ہونے والے کے خلاف مدد نہ کرے کیونکہ ممکن ہے، وہ غلام ہو جس سے اس پر ناراضگی کا اثر ہو سکتا ہے۔"

❁ طبرانی اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے "تم میں سے کوئی بھی ایسی جگہ کھڑا نہ ہو جہاں کسی آدمی کو ظالمانہ طریقے پر قتل کیا جائے کیونکہ جو اس موقع پر موجود ہوتے ہوئے قاتلوں کو نہیں ہٹاتا تو اس پر لعنت نازل ہوتی ہے پھر ایسی جگہ پر کوئی نہ جائے جہاں کسی کو ناجائز طور پر پیٹا جائے کیونکہ ایسے شخص پر لعنت ہوتی ہے جو وہاں ہوتے ہوئے مارنے والے کو نہ ہٹائے۔"

میں بتاتا ہوں کہ "ظالمانہ" کہنے سے وہ شخص نکل گیا جسے شرعی تلوار سے قتل کیا جائے یا جسے زنا کی سزا لگی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور چاہئے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے "جو شخص ناحق طور پر کسی مسلمان کی پیٹھ ننگی کر دے تو اللہ سے ملتے وقت وہ اس پر ناراض ہوگا۔"

❁ ایک اور مرفوع روایت میں ہے "مومن کا حق ہے کہ اس کی پیٹھ کی حفاظت کی جائے۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 379

چھوٹے بڑے گناہوں کو معمولی نہ جانو

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم بڑے بڑے گناہ تو کجا چھوٹے گناہ کرنے کو بھی معمولی نہ سمجھیں، نہ مکروہ کام کرنے کو معمولی جانیں اور نہ ہی زیادہ بہتر کے مقابلے میں کم درجہ کام کو معمولی بنائیں، یونہی کسی گناہ پر جمے نہ رہیں بلکہ فوراً اس سے توبہ کریں کیونکہ گناہ اور اس کے قریب قریب کام جم کر کرنے سے دل میں اندھیرا چھا جاتا ہے چنانچہ شخص کسی بہتر کام کی طرف جھکاؤ نہیں کرتا، پھر لوگوں کے دل ان کے اپنے مقام و مرتبہ کے مطابق تاریک ہوتے ہیں چنانچہ کسی کو دل کی تاریکی کا پتہ بڑے گناہ کرنے ہی سے چلتا ہے، چھوٹوں پر نہیں، کئی ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں اس تاریکی کے بارے میں اس وقت پتہ چلتا ہے جب وہ چھوٹے گناہ کرتے ہیں، مکروہ کاموں پر نہیں چلتا، کچھ وہ بھی ہوتے ہیں جنہیں مکروہ کام کرنے پر پتہ چلتا ہے، خلاف اولیٰ کرنے پر نہیں کیونکہ بندے ہر طرح کے ہوتے ہیں چنانچہ جس کا دل صاف ہو تو جب بھی اس میں تاریکی آتی ہے تو دل والے کی آنکھ اسے یوں دیکھتی ہے جیسے کاغذ پر سیاہی لگی ہو اور جب بھی دل پر میل ہو اور تاریکی کم ہو جائے تو اسے دل والے کی آنکھ یوں دیکھتی ہے جیسے کوئلے پر سیاہی لگی ہو چنانچہ جو اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے، اسے ایسے شیخ کی ضرورت ہوتی ہے جو نیک ہو اور شیطان کے داخل ہونے کے سب راستے بند کر دے اور مسلسل اسے عبادتوں میں لگائے رکھے تا کہ اس پر انوار کی بارش شروع ہو جائے، وہ سب گناہوں سے پاک ہو جائے اور احسان کے مرتبہ میں چلا جائے چنانچہ اس مقام پر پہنچ کر وہ خلاف اولیٰ سمیت کسی بھی گناہ کو معمولی نہیں جانے گا، مکروہات بلکہ بڑے گناہ تو کجا چھوٹے گناہ بھی ہلکے نہیں جانے گا کیونکہ ہر مقام والے ایک دوسرے سے اتفاق کرتے ہیں کیونکہ ان میں سے کچھ لوگ دوسروں کے حالات دیکھ رہے ہوتے ہیں چنانچہ اسی بناء پر علماء نے توبہ کے پورا ہونے میں شرط لگائی ہے کہ برے بھائیوں کو چھوڑ دو تا کہ ان کے گناہ دیکھ کر اپنی توبہ کو خراب نہ کر لیں اور توبہ کرنے والوں کو حکم دیتے ہیں کہ عبادت کرنے والوں میں گھل مل کر رہیں تا کہ وہ ان کی عبادتوں کا مشاہدہ کریں اور اپنے آپ کو گناہوں سے نکال لیں کیونکہ انسان کی طبیعت میں یہ ہے اپنے ساتھ بیٹھنے والوں سے اچھے برے وہ کام سیکھتا ہے جو ان کو کرتے دیکھتا ہے خواہ دیر ہی سے سیکھے چنانچہ اے بھائی! اس بیٹھنے والے ساتھی سے سب کچھ تمہارے پاس آ جاتا ہے لہٰذا عقلمند وہ ہوتا ہے جو اصل راستے سے مقصد تک پہنچے۔ واللہ علیم حکیم۔

❁ ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے کہ ''جب کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نکتہ لگ جاتا ہے چنانچہ اگر وہ اسے صاف کرتے ہوئے استغفار کرے تو وہ دھل جاتا ہے، اگر دوبارہ کرے تو زیادہ ہو جاتا ہے اور آخر اس کے دل کو گھیر لیتا ہے چنانچہ یہ وہی ''ران'' ہے کہ جس کا ذکر قرآن نے کیا ہے۔'' کوئی نہیں

بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے، ان کی کمائیوں نے'' اس نکتہ سے مراد وہ نقطہ ہے جو شیشے پر میل جیسا ہوتا ہے۔

❁ امام احمد، طبرانی اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اپنے آپ کو حقیر گناہ کرنے سے بچاؤ کیونکہ یہ آدمی میں جمع ہو جاتے ہیں اور آخر کار اسے یوں ہلاک کر دیتے ہیں جیسے کچھ لوگ کہیں جنگل میں ٹھہریں اور کھانے کا وقت ہو جائے چنانچہ ایک شخص جا کر لکڑی لے آئے، دوسرا آدمی ایک اور لکڑی لائے اور یوں وہ گٹھا جمع کر لیں اور آگ جلا کر اس میں ڈالی چیز کو پکالیں۔''

❁ نسائی اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''انسان گناہ کر لینے پر روزی سے محروم ہو جاتا ہے۔''

❁ امام طبرانی کے مطابق حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ''میں اس آدمی کا خیال رکھتا ہوں جو علم سیکھ کر اس لیے بھلا دیتا ہے کہ اس نے گناہ کیا ہوتا ہے۔''

❁ حضرت امام بخاری کے مطابق حضرت انس رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ تم ایسے کام کرتے ہو جو تمہاری نظر میں بال سے بھی باریک ہوتے ہیں لیکن جنہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں تباہ کرنے والے سمجھتے تھے۔

❁ ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اگر بالغرض اللہ تعالیٰ مجھے اور عیسیٰ بن مریم کو ہماری خطا کی وجہ سے پکڑ لے اور تکلیف دے تو اس میں اس کی طرف سے ذرہ بھر بھی ظلم نہ ہوگا، پھر انگشت شہادت اور ساتھ والی انگلی کو ملا کر بتایا'' (کہ اتنا ظلم بھی نہیں ہوگا)

❁ ایک اور روایت میں ہے ''اگر مجھے اور عیسیٰ بن مریم کو ان دونوں انگلیوں (انگوٹھا اور ساتھ والی انگلی) کی وجہ سے ہونے والی کوتاہیوں کے بدلے میں پکڑ کر تکلیف پہنچانا چاہے تو اس میں ہم پر ظلم نہیں ہوگا۔''

❁ امام احمد اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے ''اگر اللہ تعالیٰ تمہارا وہ گناہ معاف کر دے جو تم جانوروں کے ساتھ برائی کی وجہ سے کرتے ہو تو تمہارے بہت سے گناہ معاف کر دے گا۔''

❁ امام حاکم کے مطابق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یوں پڑھا ''اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے کئے پر پکڑتا تو زمین کی پیٹھ پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑتا لیکن ایک مقرر میعاد تک انہیں ڈھیل دیتا ہے۔'' پھر فرمایا ہو سکتا ہے کہ جعل نامی (گودھا) کیڑے کو حضرت آدم علیہ السلام کی کوتاہی کی بناء پر عذاب دیتا۔ واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نمبر 380

والدین کی غرض پوری کرنا لازم ہے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے ہیں کہ ہم والدین کی مباح جیسی خواہشیں پوری کرنے میں غفلت سے کام نہ لیں ہم وہ

خواہش پوری کریں کیونکہ اسے پورا کرنا واجب یا جائز ہوتا ہے اور پھر جسے وہ نہیں چاہتے، اس سے یوں پرہیز کریں جیسے حرام یا مکروہ چیز سے کیا جاتا ہے کیونکہ حضور شارع علیہ السلام نے بے فرمانی کے لیے کوئی ایسا اصول نہیں بتایا جسے دیکھا جائے، انہوں نے صرف اتنا حکم فرمایا ہے کہ ہم ان کی اس شے کے بارے میں مخالفت نہ کریں جسے وہ چاہتے ہیں۔

اس ہدایت پر عمل کرنے والے کو ایک سچے شیخ کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے بتائے کہ اللہ کے ہاں والدین کا مقام کیا ہوتا ہے چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کے ساتھ ایک برتن میں کبھی بھی مل کر کھانا نہیں کھاتے تھے، انہیں اس بات کا ڈر رہتا تھا کہ ان سے پہلے والدہ کی نظر کہیں گوشت کی بوٹی، کھجور، کشمش، انگور یا انجیر پر پڑے لیکن وہ لاعلمی میں ان سے پہلے ہی کھا نہ جائیں۔

اے بھائی، یہ بات ذہن میں رکھو کہ جسمانی والد ہو یا دلی (شیخ) دونوں کی مخالفت سے روکنے میں کوئی فرق نہیں ہوتا قابل دلی والد کی مخالفت کرنا زیادہ حرام بنتا ہے کیونکہ وہ اسے جہنم سے بچاتا ہے یا اس چیز سے بچاتا ہے جو اسے جہنم کے قریب لے جاتی ہے، رہا جسمانی والد تو وہ صرف اسے کم درجے میں پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے چنانچہ یوں سمجھے کہ وہ اسے مٹی یا زنگ والے لوہے کی طرح وجود میں لے آیا اور پھر اس کے بعد دلی والد اسے صاف کرتا رہا چنانچہ سفید شیشے یا صاف سونے کی طرح ہو گیا۔

علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ جسمانی باپ تو اسے حیوانوں اور مویشیوں جیسا بنانے کا سبب بنتا ہے جب کہ روحانی باپ اسے ان لوگوں کے قریب کرنے کا سبب بنتا ہے جن کا تعلق بارگاہِ الٰہی والے فرشتوں، انبیاء، اولیاء، شہداء اور نیک لوگوں سے ہوتا ہے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرید شخص اپنے شیخ کے طریقت میں ایک ادب سکھانے کا بھی بدلہ نہیں دے سکتا خواہ وہ مرنے تک دن رات اس کی خدمت کرتا رہے لہٰذا اے بھائی کسی شیخ کے کہنے پر چلو تا کہ تمہیں والدین کی قدر و قیمت کا پتہ چل سکے اور تم ان کی بے فرمانی سے بچ سکو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام بخاری وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے "اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی، کنجوسی اور فضول خرچی کو حرام کر دیا ہے۔" (الحدیث)

❁ امام بخاری و مسلم نے روایت کی ہے فرمایا "کیا میں تمہیں سب سے بڑا گناہ نہ بتا دوں؟ (تین مرتبہ فرمایا) صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! بتا دیجئے۔ فرمایا اللہ کا شریک بنانا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔"

❁ امام بخاری وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "ہر گناہ کی سزا کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی سے قیامت تک کے لیے لیٹ کر دینا ہوتا ہے لیکن والدین کی نافرمانی ایسی نہیں بلکہ نافرمانی کرنے والے کو موت سے پہلے زندگی ہی میں سزا مل جاتی ہے۔"

میں کہتا ہوں اس سے معلوم ہوا کہ والدین کے حقوق کو کبھی بھی ہلکا نہیں جاننا چاہئے کیونکہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ لڑکے کو اسی سبب سے پکڑ لے جیسے اصفہانی وغیرہ نے روایت کی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث ابو العباس اصم نے نیشاپور

میں مجھے لکھ کر دی تھی اور اس موقع پر کئی حفاظ حدیث موجود تھے چنانچہ انہوں نے اس روایت کے حضرت عوام بن حوشب رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیان ہونے کا انکار نہیں کیا، وہ بتاتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں کسی قبیلہ کے پاس گیا جن کے پہلو میں قبرستان تھا چنانچہ عصر کی نماز کے بعد ایک قبر پھٹی تو ایک شخص دکھائی دیا جس کا سر گدھے جیسا تھا اور دھڑ انسان کا تھا، وہ تین مرتبہ گدھے کی طرح رینگا اور پھر قبر بند ہو گئی، اسی دوران یکا یک دیکھا تو ایک عورت دکھائی دی جو بالوں کا سوت کات رہی تھی پھر ایک عورت بولی کہ اس بوڑھی عورت کو دیکھ رہے ہو؟ میں نے پوچھا اسے کیا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ اس قبر والے کی ماں ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ واقعہ کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ یہ شراب پیتا تھا، جب شام کو ماں کے پاس آتا تو وہ اسے کہتی کہ اے بیٹے! اللہ سے ڈرو، یہ شراب کب تک پیتے رہو گے؟ اس پر یہ کہتا تھا تم تو ایسے رینگتی ہو جیسے گدھا رینگتا ہے۔

حضرت عوام بتاتے ہیں کہ یہ شخص عصر کے بعد ہی مر گیا چنانچہ یہ قبر روزانہ عصر کے بعد پھٹ جاتی ہے جس پر یہ تین مرتبہ رینگتا ہے اور اس کے بعد قبر بند ہو جاتی ہے۔

نسائی اور بزار نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''تین ایسے شخص ہوں گے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کی طرف نظر نہ فرمائے گا، ایک تو والدین کا نافرمان اور دوسرا ہمیشہ شراب پینے والا۔'' (الحدیث) واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 381

رشتہ داری سنبھالنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم رشتہ داری جوڑنے سے غفلت نہ کریں بلکہ اسے قائم کریں خواہ رضا الٰہی کے لیے توڑی گئی ہو یا اپنے کسی مقصد کے لیے توڑی ہو کیونکہ اس میں اس شخص کو بہت بڑا اجر ملے گا جو اسے قائم کرے گا اور پھر یونہی ہمیں رشتہ داری توڑنے والے پر نرمی نہیں کرنی چاہیے بلکہ اس کے ساتھ بیٹھنا بھی نہیں چاہیے۔

اس ہدایت پر وہی عمل کر سکتا ہے جو شیخ کی راہنمائی پر چلے اور نفس کے تکبر سے بچے اور اللہ کی رضا کے لیے مخلوق سے اچھا برتاؤ کرے، اس میں صرف یہ خیال کرے کہ اللہ کا حکم مانا ہے، کوئی اور بات ذہن میں نہ رکھے اور جو اس طریقے پر نہیں چلے گا تو لازمی طور پر وہ رشتہ داری توڑے گا اور پھر تم اسے قائم رکھنا بھی چاہو تو نہیں رہنے دے گا۔ یہ تو اجرت لینے والے کا کام ہے، کامل مسلمان کا طریقہ نہیں لہٰذا اے بھائی کسی خلوص والے شیخ کی پیروی کرو تاکہ تمہیں اللہ سے سچائی کا معاملہ کرنا سکھائے۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❀ ابوداؤد اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اللہ ہوں اور میں ہی رحمن ہوں اور رحم میں نے ہی پیدا کیا ہے اور اس کا نام اپنے نام سے نکالا ہے چنانچہ جو اسے ملائے گا، میں بھی اسے ملاؤں گا اور

جو اسے توڑے گا، میں بھی تنہا کر دوں گا۔"

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے "رحم عرش کے ساتھ لٹکا ہوا ہے اور کہتا ہے کہ جو مجھے ملائے گا، اللہ بھی اسے ملائے گا اور جو مجھے توڑے گا، اللہ بھی اسے توڑے گا۔"

❁ امام بخاری، ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "رشتہ داری قائم کرنے والا وہ نہیں ہوتا جو ملانے والے کو ملا دے بلکہ وہ ہوتا ہے کہ جب اس کی رشتہ داری ٹوٹ جائے تو وہ اسے قائم کرے۔"

❁ ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "یوں کہہ کر ہر ایک کی مرضی پر نہ چلو کہ اگر لوگ ہم پر احسان کریں گے تو ہم بھی اچھا برتاؤ کریں گے لیکن اگر وہ ہم پر زیاتی کریں گے تو ہم بھی کریں گے بلکہ اپنے آپ کو قائم کرو کہ اگر لوگ اچھا برتاؤ کریں تو تم بھی کرو لیکن اگر وہ برا برتیں تو تم زیادتی نہ کرو۔"

❁ امام مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے کہ "ایک آدمی نے عرض کی یا رسول اللہ! میری رشتہ داری ہے اور میں اسے قائم بھی رکھنا چاہتا ہوں لیکن وہ مجھے الگ کرتے ہیں، میں ان سے اچھا برتاؤ کرتا ہوں لیکن وہ مجھ سے برا سلوک کرتے ہیں، میں سمجھداری کا ثبوت دیتا ہوں لیکن ان کا رویہ جاہلوں جیسا ہے، اس پر آپ نے فرمایا اگر تمہارا یہی برتاؤ ہے جیسے تم بتاتے ہو تو تم انہیں گرم بھوبھل کی طرح اڑا رہے ہو۔"

میں وضاحت کر دوں کہ رسول اکرم ﷺ کے اس فرمان "اگر تمہارا یہی برتاؤ ہے جیسے تم بتاتے ہو۔" سے پتہ چلتا ہے کہ سوال کرنے والا شخص وہاں کے رہنے والوں میں سے نہ تھا لہٰذا جو کچھ اس نے عرض کیا تھا، آپ کو ویسے کرتا دکھائی نہیں دیا۔ واللہ اعلم۔

❁ طبرانی، حاکم اور ابن خزیمہ نے مرفوع روایت لکھی ہے فرمایا "سب سے بہتر صدقہ و خیرات وہ ہوتی ہے جو دل میں دشمنی رکھنے والے رشتہ دار کو دی جائے۔"

یعنی سب سے بہتر صدقہ وہ ہے جو اس رشتہ دار کو دیا جائے جو دل میں دشمنی چھپائے ہوئے ہو چنانچہ یہ حدیث آپ کے اس فرمان کا معنیٰ ہے "جو تم سے رشتہ داری توڑے، تم اس سے جوڑو۔"

❁ امام احمد اور حاکم نے بتایا کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کرتے ہوئے آپ کا ہاتھ پکڑ کر عرض کی مجھے مرتبے پانے والے عمل بتایئے فرمایا اے عقبہ! جو تم سے رشتہ داری توڑے، تم اس سے جوڑو، جو تمہیں کچھ بھی نہ دے تو تم اسے دیا کرو اور جو تم پر ظلم کرے اس سے منہ موڑ لو۔"

❁ بزار اور طبرانی کے الفاظ یہ ہیں "جو تم پر ظلم کرے، اسے معاف کر دو۔"

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "کیا میں تمہیں وہ عادتیں نہ بتا دوں جو دنیا و آخرت میں اچھی شمار ہوتی ہیں؟ جو تم سے رشتہ داری توڑے، تم اس سے جوڑو، جو تمہیں کچھ نہ دے، تم اسے دیا کرو اور جو تم پر ظلم کرے، تم اسے معاف کر دو۔"

❁ ایک اور روایت میں اتنا اور لکھا ہے "جو تمہیں گالی دے، اس سے درگذر کرو۔"

- ابن ماجہ، ترمذی اور حاکم وغیرہ نے لکھا ہے ''سرکشی، رشتہ داری توڑنے، خیانت کرنے اور جھوٹ بولنے سے بڑھ کر ایسا کوئی گناہ نہیں کہ دنیا میں جس کی سزا اللہ جلدی دیتا ہو اور پھر آخرت میں بھی اس کے لیے کچھ سزا رکھی ہو۔
- طبرانی کے مطابق حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ صبح کی نماز کے بعد وہ اپنے حلقے میں بیٹھے تھے کہ کہنے لگے میں رشتہ داری جوڑ کر توڑنے والے پر اللہ کی قسم کھاتا ہوں کیونکہ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں تو آسمان کے دروازے اس شخص پر بند ہو جاتے ہیں جو رشتہ داری توڑتا ہے۔
- طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''فرشتے ایسے لوگوں کے پاس نہیں آتے جو رشتہ داری توڑتے ہوں۔''
- امام اصفہانی کے مطابق حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ اسی دوران آپ نے فرمایا'' آج ہمارے پاس ایسا کوئی نہ بیٹھے جو رشتہ داری توڑتا ہو، اس پر حلقے میں سے ایک شخص کھڑا ہو کر اپنی خالہ کے پاس گیا کیونکہ ان دونوں میں رنجش تھی چنانچہ اسے معاف کر دیا تو اس نے بھی معافی دیدی اور پھر مجلس میں آ بیٹھا جس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رحمت اس قوم پر نہیں اترتی جو رشتہ داری توڑتا ہو۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر **382**

ہمسایہ کا حق ادا کرنا

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے ہمسایہ کا حق ادا کرنے میں غفلت نہ کریں خواہ وہ ہمارا سب سے بڑا دشمن ہو بلکہ ہم اپنی مرضی کے خلاف اپنے آپ کو اس بات پر مجبور کریں کہ اس ہمسائے کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں۔

یہ بات ذہن میں رکھو کہ انسانوں کے علاوہ کراماً کاتبین جیسے ہمسائیوں اور اللہ کا حق ادا کرنے سے بہت سارے لوگ غفلت کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ہمسائیوں سے بھی قریب ہوتا ہے جیسے اللہ کے اس فرمان میں اشارہ ہے ''اور ہم شہ رگ سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں لیکن تم نہیں دیکھتے۔''

اللہ تعالیٰ کا پورا حق ادا کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے پورے حکموں پر عمل کریں اور جن سے اس نے روکا ہے، رک جائیں، کراماً کاتبین کا پورا حق یہ ہے کہ ہم اللہ کی نافرمانی نہ کریں، نہ ہی انہیں بدبو پہنچائیں اور نہ ہی انہیں بد کلامی کریں کیونکہ یہ شیطانی عادتیں ہیں، چنانچہ جیسے شیطان فرشتوں کی عادتیں اپنانے سے گریز کرتا ہے، یونہی وہ بھی شیطانی حرکتوں سے بے تعلق ہوتے ہیں۔

پھر ہمسائے کا ایک اور لازمی حق یہ ہے کہ رات کو جب بھی ہم کھانا پکائیں یا عیدوں کا موقع ہو تو انہیں شوربا دینے کی خاطر غائب نہ ہوں۔ ایک اور لازمی حق یہ ہے کہ جب ان کے بچے بدن سے ننگے ہوں تو انہیں کپڑے بنا کر

پہنائیں اور جب بھی وہ گذریں تو انہیں پھل وغیرہ خرید کر دیں اور ان کا ہر ارادہ پورا کرنے کی کوشش کریں خواہ اس سلسلے میں اپنے آپ کو مال اور اولاد وغیرہ کو خطرہ ہی کیوں نہ ہو چنانچہ جو شخص چند ایسے آداب بجا لاتا ہے تو ان کی وجہ سے دوسرے آداب پورے کرنے شروع کر دیتا ہے۔ واللہ علیم حکیم۔

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص اللہ اور رسول پر ایمان لے آئے تو اپنے ہمسائے کو تکلیف، نہ دے۔''

❁ امام احمد اور طبرانی نے لکھا ہے ''کوئی آدمی دس عورتوں سے بھی زنا کرے تو پھر بہر حال وہ زنا بہت برا ہے بنوا اپنے ہمسائے کی بیوی سے کرے۔''

❁ امام بخاری، مسلم اور احمد نے لکھا ہے فرمایا ''ایسا شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کا ہمسایہ اس کی برائیوں سے نہ بچ سکے۔''

❁ امام احمد کی ایک روایت میں ہے کہ ''صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! اس کا مطلب کیا ہے؟ تو فرمایا کہ اس کے برے برتاؤ سے بچے۔

❁ ابویعلیٰ اور اصفہانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''آدمی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کا ہمسایہ اس کے برے سلوک سے بچ نہ سکے، وہ جب بھی سوئے تو اس کے برے سلوک سے بچا ہو اور پھر اصل مومن وہ ہوتا ہے کہ خود تو تکلیفیں اٹھائے لیکن اس کے ہمسائے کو اس سے سکھ ملے۔''

❁ امام مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، کوئی آدمی اس وقت تک ایمان دار نہیں کہلا سکتا جب تک وہ اپنے ہمسائے (یا فرمایا تھا بھائی) کو وہ کچھ دینا پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔''

❁ امام طبرانی لکھتے ہیں کہ کسی شخص نے عرض کی یا رسول اللہ! میں فلاں محلے میں رہتا ہوں جہاں بنو فلاں رہتے ہیں اور ان میں سے میرا سب سے قریبی ہمسایہ مجھے سب سے زیادہ تکلیف دیتا ہے جس پر آپ نے حضرت ابوبکر، عمر اور علی رضی اللہ عنہم کو بلوا کر فرمایا مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے اعلان کر دو کہ چالیس گھر پڑوسی ہوتے ہیں اور ایسا شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکتا جس کے ہمسائے اس کی برائی اور لوٹ کھسوٹ سے محفوظ نہیں ہوتے۔''

❁ حضرت ابوالشیخ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص اپنے ہمسائے تو دکھ پہنچائے، وہ مجھے پہنچائے گا اور جس نے مجھے ستایا، وہ اللہ کو ستا رہا ہوگا، جو اپنے ہمسائے سے لڑائی کرے، وہ مجھ سے کرتا ہوگا اور مجھ سے کرنے والا، اللہ سے کر رہا ہوگا۔''

❁ طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ ایک غزوہ میں شامل تھے کہ اس دوران فرمایا آج وہ شخص ہمارے ساتھ نہیں ہونا چاہئے جس نے اپنے ہمسائے کو ستایا ہو۔ یہ سن کر ایک آدمی نے عرض کی کہ میں نے اپنے ہمسائے کی بنیاد پر اپنی بنیاد رکھی ہوئی ہے، آپ نے فرمایا کہ آج تم ہمارے ساتھ نہ رہو۔''

❁ امام احمد اور طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''قیامت میں سب سے پہلے وہ دو مخالف شخص آئیں گے جو

ہمسائے ہوں گے۔“

❁ طبرانی اور بزار نے لکھا ہے کہ کسی شخص نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ہمسائے کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ اپنا سامان راستے میں پھینک دو، اس نے پھینک دیا تو لوگ وہاں سے گذرتے ہوئے ہمسائے پر لعنتیں کرنے لگے۔“ یہ دیکھ کر وہ شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! لوگ مجھے ستا رہے ہیں، فرمایا کیسے؟ اس نے عرض کی کہ مجھ پر لعنت کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس سے بھی پہلے تم پر لعنت فرما رہا ہے۔ چنانچہ عرض کی کہ آج کے بعد ایسا نہیں کروں گا اسی دوران شکایت کرنے والا حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اپنا سامان اٹھا لو کیونکہ تمہارا مقصد پورا ہو گیا ہے۔“

❁ امام بزار، احمد، ابن حبان اور حاکم نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ! فلاں عورت بہت سی نمازیں پڑھنے، صدقہ دینے اور روزے رکھنے میں مشہور ہے لیکن زبان سے ہمسائے کو ستاتی ہے، فرمایا وہ دوزخ میں جائے گی۔ پھر عرض کی یا رسول اللہ! فلاں عورت کم روزے رکھنے اور کم نمازیں پڑھنے میں مشہور ہے لیکن بکری کا مکھن لوگوں کو دیا کرتی ہے اور ہمسائیوں کو نہیں ستاتی۔ فرمایا وہ جنتی ہے۔“

حضرت خرائطی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جو شخص اپنی بیوی بچوں اور مال کی وجہ سے ہمسائے پر دروازہ بند کرے، وہ ایماندار نہیں ہوتا اور وہ بھی مومن نہیں ہوتا جس کے ہمسائے اس کی تکلیف سے بچ نہ سکیں، کیا تم جانتے ہو کہ ہمسائے کا حق کیا ہوتا ہے؟ وہ یہ کہ تم مدد مانگنے پر اس کی مدد کرو، قرض مانگے تو دو، ضرورت مند ہو تو ضرورت پوری کرو، بیمار ہو تو بیمار پرسی کرو، اسے کچھ بھلی چیز ملے تو مبارک دو، مصیبت میں گھرے تو افسوس کرو اور فوت ہو جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ چلو، اس کی اجازت کے بغیر اپنی عمارت اس سے اونچی نہ کرو کہ یوں اسے ہوا نہ لگ سکے گی، ہنڈیا کی خوشبو اسے پہنچا کر تکلیف نہ دو ہاں اگر اسے اس میں سے کچھ دینا ہو تو حرج نہیں، پھل خریدو تو اسے تحفہ بھیجو، یہ نہ کر سکو تو خفیہ طریقے سے دو اور تمہاری اولاد لے کر نہ جائے کہ اس کا لڑکا جلنے لگے۔“

❁ امام طبرانی کے مطابق حضرت معاویہ بن عبیدہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! ہمسائے کا مجھ پر کیا حق ہوتا ہے؟ فرمایا وہ بیمار ہو جائے تو بیمار پرسی کرو، فوت ہو جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ چلو، قرض مانگے تو اسے قرض دو اور اس کے پاس کپڑے نہ ہوں تو کپڑے دو۔“

❁ ایک اور روایت کے آخری میں لکھا ہے ”کیا جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، اسے سمجھتے ہو؟ ہمسائے کا حق بہت تھوڑے سے لوگ جانتے ہیں وہ بھی جن پر اللہ کا رحم ہو (یا اسی قسم کی بات فرمائی تھی)

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”تین چیزیں ایسی ہیں جو سخت مصیبت ہوتی ہیں چنانچہ ان میں سے ایسے ہمسائے کا ذکر کیا جو ایسا برا ہو کہ کسی کی کوئی بھلائی دیکھے تو اس کا نام تک نہ لے لیکن برائی دیکھے تو ڈھنڈورا پیٹ دے۔“

❁ طبرانی اور ابویعلیٰ نے مرفوعاً لکھا ہے ”ایک وہ شخص جو رات کو خود تو پیٹ بھر کر سوئے لیکن اس کے قریب ہی اس کا ہمسایہ بھوکا رہے۔“

❁ طبرانی نے روایت کی ہے کہ ''ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! مجھے کوئی لباس دیجئے، آپ نے چہرۂ اقدس پھیر لیا، اس نے پھر عرض کی یا رسول اللہ! کوئی لباس دیجئے، فرمایا کیا تمہارا کوئی ایسا ہمسایہ ہے کہ جس کے پاس دو لباسوں سے زائد بھی کوئی لباس ہو؟ عرض کی کیوں نہیں، ایسے کئی موجود ہیں، فرمایا کہ اسے اور تمہیں، اللہ تعالیٰ جنت میں نہیں بھیجے گا۔''

❁ امام اصفہانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''کئی ایسے ہمسائے ہوں گے جن میں سے کوئی (قیامت کے دن) اپنے پڑوسی کو پکڑ کر کہے گا کہ اے پروردگار! اس سے پوچھئے کہ کیوں اس نے دروازہ بند کر لیا تھا اور اپنی ضرورت سے زائد چیز نہ دی تھی؟''

❁ ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ترمذی اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ کے ہاں سب سے بہتر ہمسایہ وہ گنا جائے گا جس نے ہمسائے کے ساتھ بہتر سلوک کیا ہوگا۔''

❁ امام احمد اور طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''تین ایسے شخص ہوں گے کہ جن سے اللہ تعالیٰ پیار فرمائے گا اور پھر ایسے آدمی کا ذکر فرمایا جس کا ہمسایہ اسے پریشان رکھتا ہو اور وہ اس پر صبر کرتا رہتا ہو جس کے بعد اللہ تعالیٰ اسے زندگی یا موت آنے پر اجر دے گا۔''

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جبریل علیہ السلام ہمسائے کا خیال رکھنے کے بارے میں مجھ پر اس قدر زور دیتے رہے جس سے مجھے ایسے معلوم ہونے لگا کہ آپ اسے وراثت میں حصہ دار بنا چھوڑیں گے۔''

❁ امام احمد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''یہ آدمی کی بہتر قسمت کی نشانی ہے کہ اس کا ہمسایہ نیک ہو، اسے بہترین سواری مل جائے اور کھلا مکان ملے۔''

❁ ابن حبان کی مرفوع روایت یہ ہے ''چار چیزوں میں انسان خوش قسمت گنا جاتا ہے اس کی عورت نیک ہو، اور نیک ہمسایہ ہو۔ (الحدیث)

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''ایک نیک شخص کی بناء پر اللہ تعالیٰ پڑوسی کے سو گھر والوں سے مصیبتیں دور کر دیتا ہے۔'' اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی ''اگر اللہ تعالیٰ لوگوں میں بعض کو بعض سے دفع نہ کرے تو ضرور زمین تباہ ہو جائے۔''

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 383

مہمان بنتے ہوئے کسی کو تنگ نہ کرو

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم کسی بھائی کو ملنے جائیں تو اس کے لیے بوجھ نہ بنا کریں بلکہ وہاں سے جلد واپس آ جایا کریں، پھر اگر وہ رات ٹھہرنے کے لیے زور دے تو ٹھہر جائیں، اس کی بات مان جائیں اور پھر صبح سویرے ہی اس کے ہاں سے آنے کی اجازت مانگیں، اگر وہ پھر بھی رات رہنے پر زور دے تو ٹھہر جائیں لیکن دل میں خلوص ہونا چاہئے اور بناوٹ نہ بنائیں، اگر دل میں دکھلاوا اور خیال آئے کہ میری بڑی قدر ہے تو اس کے ہاں سے چلے آئیں خواہ اسے مجبور کرنا پڑے، خصوصاً اس وقت تو واپس آنا اور ضروری ہوتا ہے جب وہ اپنے شہر میں لنگر کا انتظام کرتا رہتا ہو اور بہت سارے لوگ اس کے پاس کھاتے پیتے ہوں کیونکہ یہ ایسا دور ہوتا ہے کہ کسی کو اپنے شہر میں آنے جانے والوں پر سخاوت ظاہر نہیں کرنی چاہئے کہ لوگوں کو خوشی خوشی کھانے کھلاتے پھریں، یہ صرف بناوٹیں چیزیں ہوتی ہیں جس کا نتیجہ آخر کار یہ نکلتا ہے کہ وہ شخص لوگوں کی نظروں سے چھپ جاتا ہے یا اس شہر ہی سے نکل جاتا ہے۔

اس ہدایت پر عمل کرنے میں بہت سارے فقیر اور سادہ لوح فقیہ غفلت کرتے ہیں چنانچہ وہ اپنے مریدوں اور ساتھیوں کو بال بچوں سمیت اس وقت ملنے چلے جاتے ہیں جب دریائے نیل کی سیر کرنے جانا ہوتا ہے یا پھر سردی کا موسم ہوتا ہے، پھر اپنے مریدوں اور ساتھیوں کے پاس بال بچوں سمیت ٹھہر جاتے ہیں جس کی وجہ سے اس کے دل میں خیال آتا ہے کہ وہ نہ ہی آتے تو بہتر ہوتا کیونکہ اسے کھانے پکانے کی تکلیف اٹھانا پڑتی ہے اور رات گذرنے کے لیے جگہ تنگ ہوتی ہے لہٰذا ایسے شخص پر اللہ رحم فرمائے جو مختصر عرصہ کے لیے مہمان بنتے ہوئے حضور شارع علیہ السلام کے حکم پر عمل کرے۔

اس سے معلوم ہوا کہ احساس رکھنے والا جب ''ریف'' کے علاقے کو جائے تو اس دور میں سخاوت کرنے والے مشہور آدمی کے ہاں نہ ٹھہرے بلکہ اس کی مشکلات کا خیال کرے اور اس وقت زیادہ احتیاط کرے جب وہ ہمیں پسند ہی نہ کرتا ہو کیونکہ مجبوراً سخاوت کرنے والوں کا کھانا، کھانے والوں کے لیے بالکل ویسے ہی بیماری ہوتا ہے جیسے بخیل کے ہاں سے کھانا اور اگر وہاں ٹھہرنا ہی پڑے تو اس کے جانوروں کے چارہ کا بندوبست کرے اور کھانے پکانے میں کسی بھی طرح مدد کرے خواہ کپڑے ہی کیوں نہ اتارنا پڑیں۔

وہ لوگ جا چکے جو لوگوں کے ساتھ اللہ کی خاطر بہتر برتاؤ کرتے تھے، باقی وہ لوگ رہ گئے ہیں جو ہر نیکی پر بدلہ مانگتے ہیں لہٰذا اے بھائی اپنے دور کی پرکھ رکھو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص اللہ و رسول پر ایمان رکھتا ہو، وہ اپنے مہمان کی قدر کرے، ایک دن رات کے لیے کھلانا تو عزت ہوتی ہے مہمان تین دن تک اور جو اس کے بعد کرے، وہ نری مہربانی شمار

ہوتی ہے پھر اس کے بعد مناسب نہیں ہوتا کہ اس کے پاس ٹھہر کر اس کا حرج کرے۔"

❁ امام ترمذی لکھتے ہیں اس کے پاس ٹھہرنے کا مقصد یہ ہے کہ وہاں اتنی دیر تک ٹھہرے کہ گھر والے پر بوجھ نہ پڑے اور وہ تنگ نہ ہو جائے۔

خطابی یہ معنیٰ بتاتے ہیں مہمان کے لیے یہ مناسب نہیں کہ گھر والے کی خواہش کے بغیر تین دن بعد اس کے پاس ٹھہرے جس سے وہ تنگ دل ہو جائے کیونکہ اس طرح اسے اجر نہیں ملے گا۔

❁ امام احمد، ابو یعلیٰ اور بزار مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا "مہمان کی طرف سے گھر والے پر تین حق ہوتے ہیں لیکن اگر زیادہ ٹھہرائے تو اس کی طرف سے مہربانی ہوتی ہے جب کہ مہمان کے لیے لازم ہے کہ وہاں سے چلا جائے اور گھر والے کو گنہگار نہ کرے۔" واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 384

مہمان بنتے بناتے موجود کھانا حقیر نہ جانو

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم مہمان کو جو کچھ بھی کھلا سکیں، اسے حقیر نہ سمجھیں اور یونہی مہمان بن کر بھی کھانے کی چیز کو حقیر خیال نہ کریں، خواہ خشک روٹی کا ٹکڑا ہو یا ایک کھجور ہی کیوں نہ ہو، خصوصاً مہنگائی کے اس دور میں جب کہ حلال ملتا ہی نہیں اور پھر عام لوگ تو کجا، کسی فقیر شیخ کے پاس بھی ملنا مشکل ہے جب کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس بات پر مجبور نہیں کرتا کہ مہمانوں کو حرام یا شبہ والی چیز کھلائیں، اس کا حکم تو یہ ہے کہ ہم حلال ہی کھلائیں۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ شبہ والے کھانے کھانے والے کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ اس کے پاس عام طور پر وسیع کھانا موجود ہوتا ہے جس میں سے مہمان کھاتے ہیں اور وہ ان سے بڑھ جاتا ہے لیکن اگر وہ اللہ والوں کے ایسے کھانے سے بچے تو وہ کھانا اسے اور اس کی بیوی بچوں کو بھی پورا نہیں ہو سکتا۔

ایک مرتبہ ہمارے پاس ڈیرے میں رہنے والے فقیروں نے ارادہ کیا کہ ان لکڑیوں کو کاٹ لانے کا طریقہ سیکھیں جنہیں میں نے فقیروں کے دسترخوان کے لیے خریدا تھا لہٰذا کہنے لگے کہ ان فقیروں پر کیا کچھ لکھ کر لگا دیں؟ میں نے کہا یوں لکھ دو کہ "چونکہ پرہیز نہیں رہا، اس لیے پیالہ بڑا ہو گیا ہے۔"

کہتے ہیں کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ ملنے کے لیے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت گئے جب وہ خلیفہ تھے، حضرت عمر بن عبدالعزیز ان کے لیے آدھی روٹی اور آدھا ہی کھیرا لے آئے اور کہنے لگے کہ اے حسن کھا لو! کیونکہ یہ وہ دور ہے کہ اس میں حلال کو فضول خرچ نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت میمون بن مہران کہتے ہیں کہ میں حضرت حسن بصری سے ملنے گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا تو پانچ سالہ ایک بچی نکلی اور پوچھنے لگی کہ آپ کون ہیں؟ میں نے کہا کہ میمون بن مہران ہوں، اس نے کہا کہ آپ کو عمر بن عبدالعزیز نے لکھ بھیجا تھا؟ میں نے کہا کہ ہاں، وہ کہنے لگی اے بدبخت! اس برے دور تک تم ابھی بھی زندہ ہو؟

پھر حضرت بصری سے اندر جانے کی اجازت مانگی تو انہوں نے اجازت دے دی، میں گیا تو وہ روٹی کا خشک ٹکڑا اور خربوزے کا ایک ٹکڑا لے آئے اور پھر وہ واقعہ بتایا جب وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس گئے تھے اور انہوں نے سادہ کھانا، روٹی کا ٹکڑا اور کھیرا دیا تھا۔

جب دسویں صدی کی پہلی صدی میں امیر المومنین بننے والے مسلمان خلیفوں کا یہ حال تھا تو اس کی دوسری صدی میں ان کا حال کیا ہوگا، یہ تو عجیب وغریب دور ہے، اس میں کوئی بھی شخص ان جیسی پرہیز گاری نہیں کیا کرتا لہٰذا اے بھائی تم حلال کھلایا کرو کیونکہ مہمانوں کو کھلائے جانیوالے ہر لقمے کا تم سے حساب لیا جائے گا کہ اسے کہاں سے کمایا تھا۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام احمد اور ابو یعلیٰ کے مطابق حضرت جابر رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ان کے پاس حضرت محمد ﷺ کے صحابہ آئے تو انہوں نے ان کے سامنے روٹی اور سرکہ رکھا اور کہا کہ کھاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سن رکھا ہے کہ سرکہ، سالن کا بہترین کا کام دیتا ہے۔

یہ بات آدمی کے لیے ایک بربادی ہوتی ہے کہ اس کے پاس بہت سے بھائی آجائیں تو اس کھانے کو حقیر سمجھے جو ان کے سامنے رکھا ہو، یونہی ان لوگوں کے لیے بھی اس بات میں بربادی ہے کہ ان کے سامنے کچھ رکھا جائے تو وہ حقیر جانیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 385

گنجائش ہونے پر کسی کو کچھ دینے سے نہ کتراؤ

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ مالدار ہوتے ہوئے ہم کسی بھائی کو مانگنے پر کچھ دینے سے بخیلی نہ کریں بلکہ رسول اکرم ﷺ کی عادت مبارکہ کو اپناتے ہوئے اسے کچھ نہ کچھ ضرور دیں تاکہ یوں آپ کے بعد والے اماموں کے اخلاق پر بھی عمل ہو سکے۔

اس ہدایت پر وہ شخص عمل کر سکتا ہے جو کسی شیخ کی راہنمائی لے اور اس کے دل میں دنیا کی محبت اور خواہش نہ ہو ورنہ وہ ضرور بخیل ہوگا جیسے وہ لوگ کر رہے ہیں جو عبادت کرتے اور فقیر ہو کر اللہ والوں کے پیچھے نہیں چلتے۔

اسے واضح طور پر یوں سمجھئے کہ اصولی طور پر انسان فقیر ہوتا ہے چنانچہ جب اس دنیا میں آنکھیں کھولتا ہے تو فقیر ہی ہوتا ہے کیونکہ نہ اس کے پاس لباس ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی سامان ہوتا ہے جس کی بناء پر اسے کچھ لینا تو چاہئے لیکن مرتے دم تک دنیا نہ لینی چاہئے اور جب اللہ تعالیٰ نے بخیلی کو برا جانا ہے تو اللہ والے نہیں چاہتے کہ اس مقام پر ہوں جہاں اللہ انہیں برا جانے لہٰذا وہ چاہتے ہیں کہ اللہ ان کی بیماریاں دور کر دے اور رکاوٹیں ہٹا دے تا کہ وہ سخاوت کرنے والے بن جائیں چنانچہ کچھ تو وہ ہوتے ہیں جو کسی خلوص والے شیخ کی وجہ سے اس کام میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور کچھ نہیں ہوتے۔

سیدی ابو الحسن شاذلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں فقیر کے لیے مناسب یہ ہے کہ طریقت پر چلنے سے پہلے وہ دنیا کو چھوڑے اور پھر بعد میں اسے دل سے بھی نکال دے کیونکہ ایسے فقیر کو بارگاہِ الٰہی میں پہنچا دینا محال ہوتا ہے جس کے دل میں دنیا سے کوئی تعلق موجود ہو کیونکہ اللہ والے سارے ہی لوگ دنیا کی محبت اور خواہش سے پاک ہوتے، وہ نبی ہوں، اولیاء ہوں یا فرشتے ہوں، ان میں سے ایسا کوئی بھی نہیں ہوتا جو کسی خراب ارادے سے دنیا کے ساتھ پیار رکھتا ہو، وہ صرف اللہ ہی سے محبت کرتے ہیں۔

آپ اللہ کے اس فرمان ''اے موسیٰ! تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ عصا ہے۔''

آپ نے اس اشارے میں بات کی جو اللہ والے کیا کرتے ہیں چنانچہ ایک ولی سے کہا جاتا ہے اے ولی! تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ یہ میری دنیا ہے، میں اس میں سے اپنے آپ، بیوی بچوں اور بھائیوں پر خرچ کرتا ہوں، اس کے بعد اس سے کہا جاتا ہے کہ اسے پھینک دو، وہ پھینک دیتا ہے تو دیکھتا ہے کہ وہ دنیا دار کو ہلاک کرنے کے لیے سانپ بن جاتا ہے، وہ اس سے ڈرنا شروع کر دیتا ہے اور جب وہ ڈرتا ہے تو اسے کہا جاتا ہے کہ ''اسے پکڑ لو اور ڈرو نہیں۔'' تو جیسے اس نے ابتدائی حال میں اسے پھینکا تھا یونہی اسے آخری حال میں پکڑ لیتا ہے۔

یہ دوسری مرتبہ پکڑنا صرف اسی کا کام ہے جو اللہ کی طرف بلانے کا کام کرتا ہے تا کہ مریدوں سے اپنا بوجھ اٹھا لے اور ان کے نزدیک اس کا مقام بلند ہو جائے کیونکہ جو شخص کسی بھی شخص کا محتاج ہوتا ہے، وہ اس کی نظر میں ہلکا ہو جاتا ہے کیونکہ اس وقت وہ اس کی پرورش میں موجود لوگوں میں شمار ہوتا ہے اور یوں اس شیخ کا فائدہ کم ہو جاتا ہے۔

سیدی محمد شناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مریدوں کا مال مشائخ پر حرام ہوتا ہے لیکن اس کے پاس ہی رہیں تو جائز ہے کیونکہ اس صورت میں ان کا مال ان کے شیخ کی طرف سے مہربانی شمار ہوتا ہے اور ان سے نیکی گنا جاتا ہے۔

کہتے ہیں کہ بنو اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی، اللہ کی طرف سے بھیجے جانے کے وقت فقیر تھے، انہیں بھوک ستاتی تو وہ صبح و شام کے کھانے کے لیے بنو اسرائیل کے دروازوں پر جا کر کھڑے ہو جاتے، آخر اکتا گئے تو عرض کی اے پروردگار! تیرے ہاں روزی کے خزانے بھرے ہوئے ہیں لہٰذا صبح و شام کی روٹی کے لیے تو تو مجھے محتاج نہ رکھ، کاش تو مجھے بنو اسرائیل سے بے نیاز کر دے۔

اس پر اللہ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ اے میرے نبی! محتاجی میں بنو اسرائیل کے متعلق تم یہ شکایت کر رہے ہو چنانچہ اگر میں نے تمہیں ان سے بے نیاز کر دیا تو پھر کیا برتاؤ کرو گے؟ اس پر اس نبی نے ادب سے صبر کیا اور اللہ نے اپنے

فضل سے اسے ان کا محتاج نہ رہنے دیا چنانچہ سارے بنواسرائیل ان کے دستر خوان سے کھانے لگے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں شیخ کے لیے ضروری ہے کہ کرم فرما ہواور تکلیفیں برداشت کرنے کی ہمت رکھتا ہو ورنہ اس کا کوئی مرید نجات پانے والا نہ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا جب کسی مرید کے دل سے نکل جاتی ہے تو وہ بخیل کبھی نہ ہوگا، وہ دانائی سے دے گا اور دانائی ہی سے روکے گا کیونکہ یہ اللہ کی عادت ہے کیونکہ اس نے اپنا نام ''المانع'' (روکنے والا) رکھا ہوا ہے، بخیل نہیں رکھا۔ اس بات کو ذہن نشین کرلو۔ لہٰذا کسی فقیر کے لیے یہ مناسب نہیں کہ کسی کا حال دیکھے بغیر اسے کچھ دے، وہ ضرور دیکھے گا کہ اس کے پاس کون ٹھہرا ہوا ہے اور اس پر کیا اور کیسے خرچ کرنا ہے لہٰذا اے بھائی جو کسی شیخ سے مانگو اور وہ دے نہ سکے تو اس کے ساتھ بدگمانی سے گریز کرو کیونکہ وہ بخیلی روک رہا ہوگا، مشائخ اس برائی میں نہیں پڑے لہٰذا اے بھائی کسی شیخ کے طریقے پر چلو تا کہ وہ تمہیں دینے اور نہ دینے کا طریقہ بتائے۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام مسلم وغیرہ بتاتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ یہ دعا کرتے تھے ''اے اللہ! میں بخیلی اور سستی کرنے کے بارے میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں۔'' (الحدیث)

❁ امام مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''بخیل بننے سے گریز کرو کیونکہ تم سے پہلے والوں کو اسی نے تباہ کیا تھا اور انہیں اس بات پر مجبور کر دیا کہ آپس میں قتل کریں اور حلال چیزوں کو حرام بنائیں۔''

❁ ابوداؤد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''بخیلی سے گریز کرو کیونکہ تم سے پہلے لوگ اسی کی وجہ سے ہلاک کر دئے گئے، بخیلی نے انہیں تعلق توڑنے پر مجبور کیا تو ان لوگوں نے تعلق توڑے (اور قتل کیا)، انہیں بخیل ہونے پر مجبور کیا تو بخیل ہوگئے اور پھر انہیں برائیوں پر مجبور کیا تو وہ برائیاں کرنے لگے۔''

❁ ابوداؤد اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''انسان میں سب سے بری بات یہ ہے کہ وہ پریشان کرنے والی بخیلی کرے اور بے پناہ ڈرتا ہے۔'' مطلب یہ کہ وہ دشمن دل سے اس خوف کو نکال نہیں سکتا۔

❁ نسائی، ابن حبان اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''ایک بندے کے دل میں بخیلی اور ایمان کبھی اکٹھے نہیں ہوتے۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''بخیل شخص جنت میں نہ جا سکے گا۔''

❁ ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جنت میں نہ تو دھوکے باز جا سکے گا، نہ احسان جتلانے والا اور نہ ہی بخیل''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا کہ کوئی بات کرو چنانچہ اس نے کہا کہ مومن نجات پا جائیں گے۔ اس پر اللہ نے فرمایا مجھے میری عزت وعظمت کی قسم! بخیل میری مرضی کے بغیر تم میں داخل نہیں ہو سکے گا۔''

❁ امام ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''دو چیزیں ایسی ہیں کہ کسی مومن کے دل میں اکٹھی نہیں ہو سکتیں ایک بخیلی اور دوسرے بدخلقی۔''

❁ امام ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''بخیل شخص اللہ سے دور ہوتا ہے، لوگوں سے دور ہوتا ہے اور جنت

سے بھی دور کر دیا جاتا ہے جب کہ جہنم میں جانے کے قریب ہوتا ہے اور جاہل سخی شخص بخیل عبادتگذار سے زیادہ اللہ کو پسند ہوتا ہے۔''

امام اصفہانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''سخی وہ ہوتا ہے جو اپنے مال میں سے اللہ کے حقوق پورے کرتا ہو اور بخیل وہ ہوتا ہے جو اللہ کے حقوق پورے نہیں کرتا اور اللہ کے حقوق میں بخیلی کرتا ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 386

کسی کو کچھ دے کر واپس لینا یا دے کر شرمسار ہو جانا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم کسی کو ایسی چیز نہ دیں جو واپس لے لیں یا دے کر شرمندہ ہوں۔ یہ وہ ہدایت ہے کہ جس میں بہت سے ایسے لوگ غفلت کرتے ہیں جو اللہ کے علاوہ دوسروں کی قدر کرنا جانتے ہیں چنانچہ کوئی اپنی پگڑی کسی کو دیتا ہے یا اونی کپڑا دیتا ہے اور جب وہ اس کی قدر نہیں کرتا تو اسے دینے پر شرمسار ہو جاتے ہیں اور کبھی واپس کرنے کو بھی کہہ دیتے ہیں خصوصاً جب ان کی آرزو ہو کہ لوگ اس کی اس چیز پر شکر ادا کریں چنانچہ کوئی بھی ان کا شکریہ ادا نہیں کرتا اور نہ اس پر ان کی تعریف کرتا ہے۔

لہٰذا اصل طریقہ یہ ہے کہ جب ہمیں کوئی شخص کچھ دے تو اس کا ہر طرح سے جائزہ لیں، کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ چیز دے کر لوگوں کو بتانا چاہتا ہے تاکہ ہم اس سے لے نہ سکیں ہم اسے قبول نہیں کرتے کیونکہ اس طرح وہ چیز لینا بے فائدہ ہوگی لہٰذا نہ تو ہم اس کے بدلے میں ویسی چیز دیں اور نہ ہی دینے پر اس کی تعریف کریں اور نہ ہی ہماری طرف سے کوئی اسے کچھ دے اور نہ اللہ تعالیٰ ہی اسے اس پر ثواب دے گا، فقیر کے لیے یہ مناسب نہیں ہوتا کہ اس وقت تک کسی سے کچھ مانگے جب تک دینے والے کا دنیاوی یا اخروی فائدہ نظر نہ آتا ہو لیکن اگر وہ کسی سے اس حالت میں کچھ لیتا ہے کہ اس کے دینے میں خلوص نہیں تو ایسے شخص کا نام امت محمدیہ کو دھوکا دینے والوں میں لکھ دیا جاتا ہے جب کہ حدیث میں آتا ہے کہ ''جو ہمیں دھوکا دے، وہ ہم میں سے نہیں ہوگا۔''

حضرت سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب یہ معلوم ہو جائے کہ دینے والے نے کوئی چیز برے ارادے سے دی ہے تو اسے قبول نہ کرے اور جب وہ کہے کہ اے میرے آقا! میں مطمئن ہو کر دے رہا ہوں تو اس سے یوں کہے کہ میرے دل میں اطمینان نہیں ہے۔

پھر فرماتے تھے اگر یہ معلوم کرنا چاہو کہ اس دینے والے میں خلوص نہیں ہے تو وہ اس وقت معلوم ہو جائے گا جب وہ ضرورت مند ہمسائے یا قریبی رشتہ دار کو چھوڑ کر ہمیں دے رہا ہو تو اس صورت میں اگر ہم اس سے وہ چیز قبول کر لیں

دے تو گویا سنت کی مخالفت میں ہم اس کی مدد کر رہے ہوں گے کیونکہ سنت یہ بتاتی ہے کہ ہم قریبی یا ضرورت مند ہمسائے کو پہلے دیں۔

اس ہدایت پر وہی شخص عمل کر سکتا ہے جو اللہ والوں کے طریقے پر چلے اور دنیا سے پیار نہ کرے، پھر اپنے اور دینے والے کے ساتھ وہی اچھا معاملہ کرے جیسے شریعت چاہتی ہے۔ رہا وہ شخص جو دنیا سے پیار کرتا ہے تو وہ اس مقام و مرتبہ کی بو بھی نہیں سونگھ سکتا، وہ تو ہر اس چیز کو سمیٹ لینا چاہتا ہے جو اسے دی جائے خواہ اسے معلوم ہی کیوں نہ ہو جائے کہ اس نے وہ چیز محتاج ہمسائے یا ضرورت مند کسی قریبی کو نہیں دی۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں فقیر کو کسی سے کوئی صدقہ یا تحفہ اس وقت تک قبول نہیں کرنا چاہئے جب تک اسے یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس کے شہر میں ایسا کوئی ضرورت مند نہیں ہے جو اس کا حق دار ہو اور اگر اسے پتہ چل جائے کہ وہاں اس سے زیادہ حق دار موجود ہے تو پھر وہ اللہ والوں کی ہدایت پر نہیں چل رہا ہوگا۔ ہم اللہ سے مہربانی مانگتے ہیں تو اے بھائی کسی سچے شیخ کی پیروی کرو تاکہ وہ تمہیں اللہ کے ساتھ معاملے کا طریقہ بتائے اور تم کسی کو کچھ دیتے وقت اس شے کی واپسی کا لالچ نہ کرو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص عطیہ دے کر اسے واپس لینا چاہتا ہے تو وہ اس کتے کی طرح ہوگا جو قے کر کے اسے دوبارہ کھا لے۔''

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ ہم قے کھانا حرام قرار دیتے ہیں۔

❁ ابو داؤد اور ترمذی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''کسی کو عطیہ دینے والے کے لیے یہ جائز نہیں کہ اسے واپس لے لے، ہاں والد اپنے بیٹے کو دے کر واپس کر سکتا ہے۔''

❁ ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص کوئی چیز دے کر واپس لینا چاہتا ہے، وہ اس کتے کی طرح ہوتا ہے جو قے کر کے اسے دوبارہ کھاتا ہے چنانچہ دینے والا اگر دی ہوئی چیز واپس مانگے تو نرمی سے پیش آئے تاکہ پتہ چل سکے کہ وہ کیوں واپس کر رہا ہے، پھر وہ چیز واپس کر دے۔'' واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 387

جس کی سفارش کرو، اس سے ہدیہ نہ لو

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم جس شخص کی طرف سے کسی ظالم کے پاس سفارش کریں تو اس سے کوئی تحفہ قبول نہ کریں بلکہ لازمی طور پر اسے واپس کر دیں لیکن اگر اس سے اس کا دل ٹوٹتا نظر آئے تو قبول کر کے اسے ضرورت مند

مسلمانوں میں بانٹ دیں، اگر کھانا ہو تو اس میں سے ذرا بھی نہ چکھیں، پہننے کا کپڑا ہو تو نہ پہنیں اور سونگھنے والی چیز وغیرہ ہو تو نہ سونگھیں۔

اس ہدایت پر چلنے میں وہ بہت سے فقیر لوگ غفلت کرتے ہیں جو امیروں، نجومیوں اور عربوں کے مشائخ کے پاس ان کی سفارش کرتے ہیں۔ یہ کام جہالت اور دین میں کمزوری شمار ہوتا ہے خصوصاً وہ ہدیہ بالکل نہ لیں جو کسانوں کی طرف سے آتا ہے کیونکہ اس میں ہزاروں برائیاں ہوتی ہیں، ذرا غور تو کرو کہ اگر تم اس کی سفارش نہ کیا کرو تو وہ کسان تمہارے پاس کچھ بھی نہیں لائے گا حالانکہ کئی سال سے اس نے تمہارے بارے میں سنا ہوتا ہے لیکن یاد کچھ بھی نہیں ہوتا پھر دنیا دار سفارشی کے لیے سب سے بری بات یہ ہوتی ہے کہ وہ ہدیہ قبول کرنے کی خاطر ہی سفارش کیا کرتا ہے، اس میں خلوص نہیں ہوتا جس کی وجہ سے آخرت میں اسے یہ اجر نہیں ملتا کہ اس کے قدم پلصراط پر جم سکیں جیسے حدیث میں آیا ہے چنانچہ وہ کچھ لے کر ہی سفارش کیا کرتا ہے بلکہ میں نے ایک ایسا فقیر بھی دیکھا جس نے صرف اس بناء پر تین شادیاں کر رکھیں تھیں کہ وہ ان لوگوں سے تحفے تحائف لیتا تھا جن کی سفارش کرتا تھا کیونکہ اس کا کوئی جائز کاروبار نہ تھا جس سے کما کر اپنے بیوی بچوں پر خرچ کر سکے، پھر تھوڑا عرصہ گذرا تھا کہ لوگوں نے اس کو کسی مشکل میں پھنسا دیا جس کی وجہ سے وہ حکمران اس سے نفرت کرنے لگے جن کے پاس وہ سفارش کیا کرتا تھا چنانچہ سفارش نہ کرنے پر اس کے پاس نذرانے آنے بند ہو گئے، اس نے تینوں بیویوں کو طلاقیں دے دیں اور ایک رات کے کھانے تک کا محتاج ہو گیا لہٰذا اے بھائی! کسی شیخ کی ہدایت پر چلو تا کہ وہ تمہیں سفارش کرنے کے لیے طریقے بتائے۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ ابوداؤد رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا "جو شخص کسی کی سفارش کرے اور وہ اسی بنا پر اس کا نذرانہ قبول کر لے تو پھر وہ اپنے لیے بڑے گناہوں کا دروازہ کھول رہا ہوگا۔"

میں بتاتا چلوں "وہ اسی بناء پر نذرانہ دے۔" کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ کہ جب سفارش کرانے والا ہدیہ لایا کرتا ہو تو پھر وہ اسے صدقہ یا محبت سمجھ کر قبول کر سکتا ہے اور اس میں حرج نہیں کیونکہ اس موقع پر وہ سفارش کی خاطر نذرانہ نہیں دے رہا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 388

جھگڑنے اور بدکلامی کا حکم

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ان کے اخلاق کو اپناتے ہوئے کسی کے ساتھ جھگڑا نہ کریں اور نہ ہی ایسی بات کریں جس میں برائی ہو اور جو اسے تکلیف دے کیونکہ آپ نہ تو برے تھے اور نہ ہی بدکلامی فرماتے تھے۔

اس ہدایت پر عمل کرنے کے لیے کسی شیخ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کی ضرورت ہے جو اسے بیوقوفیوں سے نکالے اور پھر ظالمانہ کاموں سے نکال کر جائز طریقے سے اسے رحمت، صفائی اور نرمی جیسے اللہ کے اخلاق سکھائے۔

اہل سیرت نے یہ روایت لکھی ہے کہ ''ایک غزوہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ کے پاس کسی قلعے سے ایک یہودی آیا تو آپ نے فرمایا اے بندروں کے بھائیو! اس پر انہوں نے کہا کہ اے محمد! ہم نے آج تک آپ کو نہ تو ایسا برا دیکھا ہے اور نہ ہی ایسی سخت زبان بولتے دیکھا ہے۔ اس پر آپ نے سر جھکا دیا اور شرمندگی دکھائی۔'' لہٰذا اے بھائی! کسی کے بتائے طریقے پر چلو ورنہ لازمی طور پر تم بدگوئی کرو گے، بدکلامی کرو گے اور تم میں حیاء کی کمی پیدا ہوگی، خواہ ارادہ ہو یا نہ ہو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

ابن ماجہ نے یہ مرفوع روایت لکھی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ جب کسی شخص کو برباد کرنا چاہتا ہے تو اس کی حیاء چھین لیتا ہے، وہ اللہ سے ملتے وقت قابل نفرت و ناراضگی ہو جاتا ہے اور جب وہ ایسی حالت میں اس سے ملتا ہے تو اس سے امانتداری چھین لی جاتی ہے اور جب امانتداری چھین لی جاتی ہے تو وہ اسے ملتے وقت خیانت کرنے والا اور ایسا ہوتا ہے جس سے خیانت کی جائے اور جب ایسا ہوتا ہے تو اس سے رحمت چھین لی جاتی ہے اور وہ اسے ملتا ہے تو مردود اور لعنتی ہو کر ملتا ہے اور جب مردود لعنتی ہو جاتا ہے تو اس سے اسلام کی رسی اتار لی جاتی ہے۔'' واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 389

بدخلقی سے گریز کریں

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ شرعی ضرورت کے بغیر ہم لوگوں پر بدخلقی نہ دکھائیں تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارا نام شریر لوگوں میں لکھ دیا جائے جس کی بناء پر ہم اپنے اور اپنے بھائیوں کے خلوص کی برکت سے محروم ہو جائیں کیونکہ یوں وہ ہمیں برے کام کرتے دیکھیں گے اور جب ہمیں نصیحت کرنے کا ارادہ کریں گے تو انہیں ہماری بدخلقی یاد آ جائے گی جس کی وجہ سے وہ چپ ہو جائیں گے اور جب ہم بدخلقی سے پاک ہوں گے تو سب سے پہلے ہمارے ساتھ بہتر برتاؤ کریں گے۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ جسے اپنانا اصل میں ان لوگوں پر لازم ہے جو دنیا و آخرت میں بلند درجے چاہتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''ہم نے انہیں امام بنایا جو ہمارے حکم سے راہنمائی کرتے ہیں اور ہم نے ان پر وحی کی۔'' چنانچہ وہ امام ہونے پر اس وقت راضی ہوتے ہیں جب اپنے برے نفسوں کی خواہش کے خلاف صبر کرتے ہیں۔ اسے ذہن میں رکھو جب کہ اس سے پہلے ہم بتا چکے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک دن اپنے صحابہ سے فرمایا کہ جب میں ٹیڑھا چلوں تو مجھ سے کیا سلوک کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ ہم آپ کی کھوپڑی کو تلوار کی نوک پر اوپر اٹھائیں گے۔ آپ خوش ہوئے اور فرمایا کہ

تمہیں ایسا ہی ہونا چاہئے۔

اس ہدایت پر عمل کرنے کے لیے خلوص والے شیخ کی ضرورت ہے جو اس کے اخلاق درست کرے اور اس میں ظلم اور بدگوئی باقی نہ رہے، وہ ہر نصیحت کرنے والے سے پیار کرے اور پوشیدہ طور پر یا ظاہراً اس کا شکریہ ادا کرے اور یہ نہ دیکھے کہ وہ اسے بدلہ دے گا لیکن جو ہمارے طریقے پر نہیں چلے گا تو لازمی طور پر اس کے دل میں میل ہوگی، بدخلق ہوگا اور اندورنی طور پر خبیث ہوگا۔ ''اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دیتا ہے، جسے چاہتا ہے۔''

❁ طبرانی اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جس شخص کو اللہ تعالیٰ برا بنانا چاہتا ہے تو اس کو بدخلق بنا دیتا ہے۔''

❁ انہی سے یہ روایت بھی لکھی ہے ''اچھا خلق، گناہوں کو یوں ختم کرتا ہے جیسے پانی مضبوط چیز کو گال دیتا ہے جب کہ بدخلقی، عمل کو ایسے برباد کرتی ہے جیسے سرکہ شہد کو خراب کر دیتا ہے۔''

❁ امام احمد اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو سب سے زیادہ بدخلق ہوگا، وہ قیامت کے دن میری سب سے زیادہ ناراضگی میں ہوگا اور مجھ سے دور ہوگا۔''

❁ امام احمد اور ابوداؤد نے مرفوعاً لکھا ہے ''اچھا خلق ہر چیز کے بڑھنے کا کام دیتا ہے جب کہ برا خلق نحوست اور بے برکتی بنتا ہے۔''

❁ طبرانی نے لکھا ہے کہ آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ! شؤم (نحوست) کیا ہوتی ہے؟ تو فرمایا کہ بدخلقی۔''

❁ طبرانی اور اصفہانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''ہر غلطی پر توبہ کا موقع ہوتا ہے لیکن بدخلق شخص جس غلطی سے بھی توبہ کرتا ہے، وہ پہلے سے بھی زیادہ گناہوں میں گرفتار ہوتا جاتا ہے۔''

❁ ابوداؤد اور نسائی نے مرفوعاً لکھا ہے کہ آپ نے عرض کی ''اے اللہ! میں بدبختی اور منافقت کے علاوہ بدخلق ہونے سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں۔'' واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 390

کسی کو اپنا غلام سمجھنا مناسب نہیں

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم کسی مسلمان کو اپنا غلام نہ سمجھیں اور نہ ہی ان میں سے نمایاں ہونے کی کوشش کریں ہاں صرف اتنا ہو سکتے ہیں جتنا شارع علیہ السلام نے ہمیں حکم فرمایا ہے لہٰذا جب ہم کہیں سے گذریں تو کسی کو یہ موقع نہ دیں کہ وہ ہمارے لیے اٹھ کھڑا ہو۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ جس میں اکثر فقیروں کی طرف سے غفلت ہوتی ہے، یا تو اس لیے کہ وہ دلی طور پر سادہ ہوتے

ہیں یا اس چیز سے جاہل ہوتے ہیں جس کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں۔

مشائخ کیلئے کھڑا ہونے کا رواج عجم والوں نے ڈالا

اگر فقیر حضرات یہ کہیں کہ مرید سے خدمت کرائے اور اسے غلام بنانے میں ہمارے لیے کوئی حرج کی بات نہیں کیونکہ مرید کو حکم ہوتا ہے کہ اپنے شیخ کی تعظیم کرے تو ہم کہیں گے کہ مشائخ کی تعظیم صرف اس وجہ سے ہوتی ہے کہ وہ اللہ کے دئے ہوئے حکموں کی مخالفت نہیں کرتے، رہا ان کے لیے کھڑے ہونا تو یہ بے مقصد ہے کیونکہ اس کی مخالفت کے اشارے موجود ہیں۔ مشائخ کے سامنے کھڑے ہونے کا رواج سب سے پہلے عجم کے فقیروں نے ڈالا تھا چنانچہ ایسا ہوتا کہ مرید آدھ گھنٹہ تک کھڑا رہتا لیکن کوئی اسے بیٹھنے کو نہ کہتا۔

یہ سارا کام فقیروں کا نہیں ہوتا، یہ تو بادشاہوں اور حکومت والوں کا کام ہوتا ہے جب کہ حدیث میں بھی آتا ہے "اپنے حکمرانوں کے سامنے یوں کھڑے نہ ہوا کرو جیسے عجمی لوگ اپنے بادشاہوں کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔"

میں نے مصر کے سو کے قریب مشائخ کو دیکھا ہے جن میں سے بحمد اللہ ایسا کوئی نظر نہیں آیا جو کسی مرید کو اپنے لیے کھڑا ہونے کا موقع دے بلکہ وہ تو اسے ناپسند کرتے تھے کیونکہ وہ اللہ کی خاص صفتیں اپنانا نہیں چاہتے۔ تو "تم بھی ان کی پیروی کرو۔" اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ ابوداؤد اور ابن ماجہ کے مطابق حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ چھڑی کے سہارے چلتے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم آپ کی خاطر کھڑے ہوئے، اس پر فرمایا کہ یوں کھڑے نہ ہوا کرو جیسے عجمی لوگ کھڑے ہوتے آپس میں ایک دوسرے کی تعظیم کرتے ہیں۔"

میں بتاتا چلوں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آپ بتاتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ سے زیادہ ہمارے لیے کوئی بھی پیارا نہ تھا لیکن اس کے باوجود آپ جب بھی ہمارے ہاں سے گذرتے، ہم آپ کے لیے کبھی کھڑے نہ ہوتے کیونکہ ہمیں معلوم تھا کہ آپ اس چیز کو پسند نہیں فرماتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر **391**

سلام کا جواب دینا معمولی چیز نہیں

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم سلام کا جواب سلام کے لفظ بولے بغیر نہ دیا کریں بلکہ یہ لفظ اونچی آواز سے

بولیں تا کہ سلام کہنے والے کو سنا سکیں، ہاں اگر وہ دور ہو تو ہاتھ کے اشارے سے یا پھر سر کا اشارہ کرتے ہوئے آہستہ سے سلام کے لفظ بھی بولیں۔

اس ہدایت پر عمل کرنے میں عام طور پر حکمران لوگ غفلت سے کام لیتے ہیں چنانچہ ان میں سے کوئی بھی سلام کا لفظ بولتے سنائی نہیں دیتا، صرف سر کا اشارہ کرتے ہوئے سلام کہتے اور اس کا جواب دیتے ہیں بلکہ کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ایک ہی مرتبہ رکوع کی طرح جھک جاتے ہیں۔

یہ بات ذہن میں رکھو کہ "سلام" کا معنیٰ امن و امان ہوتا ہے تو گویا مسلمان السلام علیکم کہہ کر اپنے بھائی کے لیے امن مانگتا ہے جب کہ دوسرا شخص بھی وعلیکم السلام کہہ کر اس کے لیے امن و امان ہی مانگتا ہے۔

السلام علیکم کہنا کیوں شروع کیا گیا؟

بنیادی طور پر سلام ان کے لیے لازم ہوتا ہے جو ایک دوسرے سے ڈرتے اور مسلط ہوتے ہیں کہ قتل کریں، مال لیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان چیزوں میں گڑ بڑ کریں جنہیں حرام کیا جا چکا ہے وغیرہ وغیرہ۔

رہے بادشاہوں جیسے لوگ تو انہیں رعایا کے ایک ایک شخص سے امن ملا ہوتا ہے چنانچہ جب ہم انہیں السلام علیکم کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ ہماری طرف سے مطمئن رہیں کہ ہم آپ کی مخالفت نہیں کریں گے اور آپ کی فرمانبرداری نہیں چھوڑیں گے اور رسول اکرم ﷺ کو سلام پیش کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یا رسول اللہ! ہماری طرف سے آپ اطمینان رکھئے، کبھی بھی ہم آپ کی شریعت سے سرنہیں پھریں گے جس کی بناء پر رسول اکرم ﷺ کو اس شخص کی طرف سے دلی اطمینان ہو جاتا ہے جو سلام پیش کرتا ہے اور نیت یہ رکھتا ہے کہ وہ اللہ کی بے فرمانی نہیں کرے گا کیونکہ رسول انور ﷺ اپنی امت پر بہت زیادہ مہربان ہیں پھر اس طرح بادشاہوں اور ان کے اہل کاروں کو یوں دلی اطمینان ہو جاتا ہے کہ ان کی رعیت ان کی فرمانبردار ہے اور ان کی فرمانبردار ہی رہے گی۔

سلام شروع کرنے کی اصل وجہ بس اتنی ہی ہے تاہم حکمرانوں کے اردگرد گھومنے والوں نے ہماری بات کو سمجھا اور پھر اس سلام کا مطلب یہ بنایا کہ سر اور پیٹھ کو بھی جھکایا جائے، وہ کہتے ہیں بادشاہ ہماری طرف سے یوں مطمئن رہیں کہ ہم انہیں تکلیف نہیں ہونے دیں گے لیکن انہوں نے پوری بات نہیں سمجھی اور نہ ہی وہ راز سمجھا ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تم کسی دشمن کے قریب سے گذرو تو ایسی اونچی آواز سے اسے سلام کہو کہ جیسے گویا اس کا دل پھٹ جائے لیکن شرط یہ ہے کہ تمہیں اس کی طرف سے سلام کی امید ہو، ہاں اگر وہ بے پرواہی کی وجہ سے تمہیں سلام کا جواب نہیں دیتا تو ایسا نہ کرو بلکہ صرف سلام کہہ دو تا کہ سلام کا جواب نہ دے کر وہ گنہگار نہ ہو جائے۔

میں بتاتا چلوں کہ حضرت شیخ علی نے سلام کے بارے میں جو شرط ذکر کی ہے، اس پر کچھ لوگوں کا عمل ہے لیکن امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب میں سلام کہنا صرف اور صرف ایک مستحب اور بہتر کام ہے کیونکہ ابوداؤد کی مرفوع روایت میں ہے کہ کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کسی بھائی کو تین دن سے زیادہ تک چھوڑے رکھے، تین دن گذرنے کے بعد اگر اس

سے ملاقات ہو تو اسے سلام کہے، اگر اس نے سلام کہہ دیا تو دونوں ہی سلام کے اجر میں شریک ہو جائیں گے لیکن اگر اس نے جواب میں سلام نہ کیا تو گنہگار ہوگا لیکن سلام کہنے والا اسے چھوڑنے کے گناہ سے بچ جائے گا۔" واللہ اعلم۔

لہٰذا اے بھائی! سنت طریقے پر چلو کیونکہ سارے فائدے اسی میں ہیں۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ ترمذی اور طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے "جو شخص غیروں جیسا کام کرے، وہ ہم میں شامل نہیں چنانچہ یہودیوں اور نصرانیوں جیسے کام نہ کرو، یہودی تو انگلیوں کے اشارے سے سلام کہتے ہیں جب کہ نصرانیوں کا سلام ہتھیلیوں سے ہوتا ہے۔"

❁ ابو یعلیٰ نے روایت کی ہے "اگر کوئی شخص ایک انگلی سے سلام کرتا ہے تو وہ یہودیوں کا سلام بتاتا ہے۔" واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 392

کافر کو سلام کہنا ناجائز ہے

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم کافر کو سلام نہ کہیں اور نہ ہی اس سے ایسی بات کریں جس میں اس کی بڑائی ہو، ہاں شرعی ضرورت پر ایسا ممکن ہے لیکن دل میں اس کے لیے محبت موجود نہ ہو۔

اس ہدایت پر عمل کی کوتاہی ایسے بہت سے وہ لوگ کرتے ہیں جو کافروں سے نیکی اور بھلائی کی امید لگایا کرتے ہیں یا جو ان سے علاج کراتے ہیں حالانکہ علاج کے دوران انہیں اللہ کی طرف سے شفاء ہونا ہوتی ہے یا پھر وہ لوگ کوتاہی کرتے ہیں جو ظالموں کے ہاتھوں میں ہوتے ہیں چنانچہ کافروں کے ٹیکس پر صبر کرتے ہیں اور یوں وہ فقیر، بیمار یا کسان ان کو اپنا احترام کرنے پر مجبور کرتے ہیں جس کی بناء پر دلوں میں وہ ان کے خلاف وہ دشمنی نہیں رکھ سکتے جس کے بارے میں اللہ نے حکم دیا ہے بلکہ وہ ان سے دوستی رکھتے ہیں چنانچہ اسی بناء پر وہ اللہ پر ان کے حکموں کا انکار کرتے ہیں جن میں مثلاً اللہ نے فرمایا ہے "اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم انہیں خبریں پہنچاتے ہو۔"

دیکھو! اللہ تعالیٰ نے کتنے کھلے الفاظ میں کافروں سے ہمیں دشمنی رکھنے کا ذکر فرمایا ہے جس کے سامنے ہمارے لیے ان سے دوستی کی کوئی گنجائش نہیں رہی کیونکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ ہم میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ کی خاطر غیرت نہیں کھاتے اور نہ ہی اس کی عظمت کی خاطر ان سے دشمنی رکھتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ دشمنی رکھتا ہے چنانچہ یونہی اس نے ہمیں اس بات پر ابھارا ہے کہ وہ ہمارے دشمن ہیں لہٰذا ان سے کسی قسم کی دوستی نہ رکھو لیکن اگر اللہ ہماری طرف سے اپنی ذات پر ایمان اور محبت کے ساتھ ساتھ اس بات کو دیکھتا کہ ہم اپنے سامنے اللہ وحدہ کی مخالفت پر ان سے محبت چھوڑ دیتے

ہیں تو ہمیں ان کی دشمنی کی اطلاع نہ دیتا۔ اسے ذہن نشین کرلو اور پھر ایسے لوگوں پر اعتراض کرنے سے گریز کرو جو ظاہری طور پر کافروں کی بڑائی کرتے ہیں بلکہ ذرا انتظار کرو، ممکن ہے کہ ان کے پاس اس کا کوئی شرعی بہانہ ہو کہ وہ ان سے خوف وغیرہ رکھتے ہوں یا ان کے دلوں کو مسلمانوں یا اسلام کی طرف پھیرنا چاہتے ہوں اور مسلمانوں کے پاس بھی اس کے بارے میں یہی بہانہ ہوسکتا ہے کیونکہ یہود و نصاریٰ کی تعظیم وہ بھی صرف اس وجہ سے کرتے ہیں کہ والی انہیں اپنے قریب کئے ہوتے ہیں، انہوں نے انہیں ہم پر روپے پیسے کی تجارت اور ٹیکس وصولی پر لگایا ہوتا ہے اور وہ تاجروں، علماء اور مشائخ پر مقرر ہوتے ہیں کہ ان کے پاس آنے والی ہر چیز کا دھیان رکھیں اور احترام نہ کرنے کی صورت میں ہمارا آیا ہوا مال سمندر کے کنارے پر پڑا رہ جائے گا، وہ اس وقت تک ان سے چھڑایا نہ جاسکے گا جب تک کوئی ''معلم'' آکر نہ چھڑائے لٰہذا ہماری طرف سے ان کی تعظیم صرف لفظوں کی حد تک ہی ہوتی ہے جب کہ حقیقی ادب تو ہم ایسے حکمران لوگوں کا کرتے ہیں جنہوں نے انہیں ہم پر مقرر کیا ہوتا ہے لٰہذا اے بھائی! اپنے دور کو پہنچانو۔

ایک مرتبہ میں نے ایک یہودی کو خط لکھتے ہوئے یوں لکھ دیا کہ ''دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلے سے لکھے عذاب کی بجائے ''معلم'' کو جنت میں داخل کرے'' جس پر ایک فقیر نے مجھے برا بھلا کہا جب کہ ایک اور فقیہ نے میری طرف سے یہ جواب دیا کہ یہ بالکل صحیح ہے کیونکہ وہ اس وقت تک جنت میں نہیں جاسکتا جب تک اسلام نہ لے لائے چنانچہ ہم نے جنت میں داخل ہونے سے پہلے اس کے لیے اسلام کی شرط لپیٹ دی ہے تاکہ حالتِ کفر میں وہ ہماری اس دعاء سے نفرت نہ کھا جائے کہ ''اے اللہ اس معلم کو مسلمان کردے'' کیونکہ اگر ہم اسے یوں کہہ دیں گے تو اسے یونہی تکلیف ہوگی جیسے ہمیں اس کے یوں کہنے پر تکلیف ہوگی کہ ''اے اللہ فلاں شخص کو یہودی بنا کر موت دے۔'' چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''یونہی ہم نے ہر امت کی نگاہ میں اس کے عمل بھلے کردئے ہیں۔''

حضرت امام قشیری رحمہ اللہ نے حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ کی طرف سے ہمارے جیسی ایک حکایت نقل کی ہے اور یہ اس وقت کی بات ہے جب ان کے ہاں سے کچھ لوگ دجلہ بغداد میں کشتی پر سوار ہوکر جارہے تھے، ان کے پاس کھیل کود، گانے بجانے کا سامان اور پینے کے لیے شراب موجود تھی۔ لوگوں نے کہا کہ ان کے خلاف دعا کردیں کیونکہ یہ لوگ ہمارے سامنے اللہ کی نافرمانی کررہے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ہاتھ اٹھا کر وہی کہتے جاؤ جو میں کہوں گا ''اے اللہ! جیسے تو نے انہیں دنیا میں خوشیاں دی ہیں، آخرت میں بھی عطا کردینا۔''

اس پر لوگوں نے کہا کہ ہم نے تو آپ سے ان کے خلاف دعا کرنے کو کہا تھا، آپ نے فرمایا رسول اکرم ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب بھی آپ سے کافروں کے خلاف دعاء کرنے کہا جاتا تو بددُعاء کی بجائے آپ دعا کردیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ آخرت میں ان پر صرف اس صورت میں خوش ہوسکتا ہے جب دنیا میں ان کی توبہ قبول کرے۔

دیکھئے آپ نے ان کے لیے دعا کرتے وقت اس میں ان کی توبہ کو کیسے لپیٹ لیا ہے۔

ہمارے شیخ الاسلام زکریا رحمہ اللہ نے ''رسالہ قشیریہ'' کی شرح میں اس پر لکھا ہے کہ یہ بات حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ کی بہترین سیاست اور سوجھ بوجھ کا پتہ دیتی ہے۔ اسے ذہن میں سمالو، اللہ تمہیں ہدایت دے۔

مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے ''یہودیوں اور نصرانیوں کو پہلے سلام نہ کہا کرو اور جب راستے میں ان سے ملاقات ہو جائے تو انہیں تنگ جگہ سے گذرنے پر مجبور کر دو۔''

امام بخاری و مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے لکھا ہے کہ ''جب اہلِ کتاب تمہیں سلام کہا کریں تو صرف وعلیکم کہہ دیا کرو۔''

آگے چل کر اس پر تفصیلی گفتگو میں نے وہاں کی ہے جہاں ''سلام کا شوق دلانے'' اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ کے اس ارشاد کا ذکر ہے کہ ''سام، موت کو کہتے ہیں۔'' واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 393

کسی کے گھر میں جھانکنا منع ہے

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے بھائیوں میں سے کسی کے گھر میں دروازے کے سوراخ یا کسی روشندان میں سے کبھی نہ جھانکیں، ہم اس کے حق کا خیال کریں خواہ اسے اس سے نقصان نہ بھی ہو۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تم اپنے بھائی سے محبت کی صورت میں اس کے حق ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرو۔

یہ ایسا کام ہے کہ جس میں احمدی اور براہیٰی جیسے ڈیروں میں موجود وہ فقیر وہ لوگ کوتاہی کر رہے ہیں جن کی کھڑکیاں ان گھروں کے روشندانوں کے سامنے ہیں جہاں لوگ موسم گذارنے آتے ہیں چنانچہ کوئی نہ کوئی فقیر تلاوت اور لوگوں کو دیکھنے کی غرض سے کھڑکی میں بیٹھ جاتا ہے اور پھر شیطان اس کے پیچھے لگ جاتا ہے، وہ چوری چھپے بجی سجائی عورت کو دیکھتا ہے جو روشندان سے نظر آتی ہے، آہستہ آہستہ اسے غور سے دیکھتا رہتا ہے، شیطان دونوں کے درمیان محبت پیدا کرتا ہے کہ حرام کام کریں اور اسی دوران عورت اس کی طرف جھکاؤ کر لیتی ہے، شوہر گھر میں نہ ہونے پر وہ اوپر سے اسے دیکھتا ہے تو ہمسائے اس پر نظر رکھتے ہیں اور سرکاری اہل کار کو اطلاع دے دیتے ہیں جو انہیں پکڑ کر اس حکمران کے گھر لے جاتے ہیں اور اس سے ساری رقم لے لیتے ہیں لہٰذا اے بھائی جامع مسجد کی الماریوں یا اس کے دروازوں پر بیٹھنے سے گریز کرو۔

یونہی فقیر کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ جب اس کے بھائی کی کوئی بیوی تنہائی میں اس کے گھر آئے تو اسے دیکھنے کو معمولی نہ جانے کیونکہ وہ کھلے منہ اس کے پاس آئی ہوگی اور اس کے شوہر کا خیال ہوگا کہ یہ ایک درویش ہے جب کہ درویش کی نشانی کتاب وسنت میں یوں لکھی ملتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''مسلمان مردوں کو حکم دو، اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔'' کیونکہ یہ لوگ معصوم نہیں ہوتے اور اللہ کی طرف روک صرف اسی صورت میں ہوتی ہے جب گناہ میں گرفتار ہونے کا مقام ہوتا ہے اور اگر وہ اس گناہ میں پڑنے سے بچے ہوئے ہوں تو انہیں روکنے کی

ضرورت ہی نہ تھی۔ اسے ذہن نشین رکھو۔

البتہ کچھ علماء نے لکھا ہے کہ ایک ولی شخص تنہائی میں اجنبی ولی عورت کے ساتھ بیٹھ سکتا ہے جیسے حضرت رابعہ بصریہ عدویہ اور حضرت سفیان ثوری رحمہما اللہ بیٹھے تھے، ان کی نظراس بات پر ہے جس کی وجہ سے کسی اجنبی کو دیکھنا اور تنہائی میں اس کے ساتھ بیٹھنا حرام ہے۔

یہ وہ طریقہ ہے کہ جس میں اس شخص جیسی گنجائش پائی جاتی ہے جس نے نشہ نہ دینے والا تھوڑا سا نچوڑ جائز لکھا ہے کیونکہ اس میں حرام ہونے کا سبب پایا نہیں جاتا جو نشہ نہ ہے لیکن حقیقی بات یہ ہے کہ فقیروں اور اکثر اماموں کا طریقہ احتیاط پر مبنی ہے اور اس میں دینی باتوں میں سختی بتائی گئی ہے کیونکہ یہ لوگ اسلام میں بہتر شمار ہوتے ہیں تو جب یہ لوگ ایسا کام کریں جیسے لوگ نفع ونقصان سوچے بغیر اپنا لیں تو لوگوں کو برباد کریں گے۔

عارف باللہ شیخ ابوبکر حدیدی رحمہ اللہ جب ایسے ولی کو دیکھتے جس کی دعاء اور دم کو لوگ برکت جانتے کہ اس نے کسی اجنبی عورت کو درد کی وجہ سے دم کرتے وقت اس کے درد کی جگہ پر ہاتھ رکھا ہوا ہے تو چلا کر کہتے کہ ہاتھ اٹھا لو اور زبان سے دم کرو، کیا تم معصوم ہو؟

سیدی عثمان حطابی کے آستانہ پر مدرس شیخ شرف الدین حطابی رحمہ اللہ نے مجھے بتایا کہ شیخ حافظ عثمان دیمی کی بیوی کھلے چہرے کے ساتھ سیدی عثمان حطابی کے ہاں جایا کرتیں، یونہی ان کی بیوی عثمان دیمی کے پاس چلی جاتیں اور وہ دونوں بھی ایک دوسرے کے گھر جاتے، ان کی بیوی کے پاس تنہائی میں ہوتے، وہ کھانے پینے کی چیزیں ویسے ہی لا کر دیتیں جیسے حضرت رابعہ عدویہ اور حضرت سفیان کا واقعہ گذرا ہے، ہر قسم کے لوگوں کا ایک طریقہ ہوتا ہے لیکن ظاہری شریعت پر عمل کرنے میں احتیاط بہتر ہے۔ واللہ غفور رحیم۔

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص اجازت لیے بغیر کسی کے گھر میں جھانکے تو گھر والوں کو اس کی آنکھیں پھوڑ دینے کی اجازت ہے۔''

❁ امام نسائی کی روایت ہے کہ فرمایا ''جو اجازت لیے بغیر کسی کے گھر میں جھانکے اور وہ اس کی آنکھ پھوڑ دیں تو نہ کوئی بدلہ اور نہ کوئی سزا۔''

❁ امام احمد اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص اجازت کے بغیر پردہ ہٹا کر کسی کے گھر میں جھانکے تو اس حد تک پہنچ جائے گا کہ اسے اس گھر میں جانا جائز نہ ہوگا اور اسی دوران اگر کوئی اس کی آنکھ پھوڑ دے تو پھر جو ہونا تھا ہو چکا اور اگر کوئی آدمی ایسے دروازے سے گذرے جہاں پردہ نہ لٹکا ہو اور وہ کسی کی شرمگاہ دیکھ لے تو اس کی غلطی شمار نہ ہوگی بلکہ گھر والے کی ہوگی۔''

❁ امام طبرانی نے لکھا ہے رسول اکرم ﷺ سے گھروں میں داخل ہونے کی اجازت کے بارے پوچھا گیا تو فرمایا اجازت لینے سے پہلے کسی شخص نے کسی کے گھر میں دیکھ کر سلام کہہ دیا تو یہ اجازت شمار نہ ہوگی بلکہ وہ اللہ کی نافرمانی کرنے والا شمار ہوگا۔''

❁ امام بخاری ومسلم وغیرہ نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے کسی حجرے میں جھانکا تو (روای کے مطابق) میرے دیکھتے میں آپ برچھا (یا فرمایا کہ برچھے) لے کر اٹھے کہ موقع پا کر اسے ماریں۔''

❁ انہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے حجرے کے سوراخ میں سے کسی شخص نے آپ کو دیکھا، آپ کے ہاتھ میں لوہے کی کوئی چیز تھی جس سے سر انور کو کھرچ رہے تھے چنانچہ فرمایا اگر مجھے پتہ چل جاتا کہ تم دیکھ رہے ہو تو میں اسے تمہاری آنکھوں میں مارتا، یوں دیکھنے ہی کے لیے تو اجازت لینا ضروری قرار دیا گیا ہے۔''

❁ امام ابوداؤد وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''تین چیزیں وہ ہیں کہ جن کے کرنے کی اجازت نہیں، پھر ان میں سے اس بات کا ذکر کیا کہ انسان اجازت سے پہلے کسی کے گھر اندر نہ دیکھے کیونکہ اگر وہ ایسا کرے گا تو گویا داخل ہوا شمار ہوگا۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''گھروں کے دروازوں کے سامنے کھڑے نہ ہوا کرو بلکہ کسی ایک طرف کھڑے ہو کر اجازت مانگو، اجازت ملے تو اندر جاؤ ورنہ واپس چلے جاؤ۔'' واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 394

ناپسندیدہ شخص کسی کی بات پر کان نہ دھرے

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ایسے شخص کی بات سننے کی کوشش نہ کریں جسے وہ پسند نہ کرتا ہو، اس کے لیے کسی لفظ کی ضرورت نہیں بلکہ یہ ناپسندیدگی ہمارے دلوں ہی میں کھٹک جاتی ہے۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ جسے بہت سارے لوگ معمولی جان کر غفلت کرتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے دین میں کمزوری ہوتی ہے کیونکہ اگر یہ گناہ اتنا بڑا شمار نہ ہوتا تو اللہ ورسول اس سے منع کا حکم نہ دیتے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ فرماتا کہ ''جاسوسی نہ کرو۔'' یہ ذہن نشین رکھو کیونکہ بندے کی طرف سے اللہ کی تعظیم کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ وہ ہر اس شے کی عظمت کا اقرار کرے جسے اللہ نے عظیم بنایا ہے اور پھر اس سے رکنے کا دھیان رکھے تو اے بھائی! اپنے دشمنوں کی ایسی باتوں یا واقعات کی جاسوسی سے گریز کرو بلکہ ایسے ہر قسم کے حالات سے توجہ ہٹا لو یا پھر اس لیے ان حالات کے بارے میں پوچھو تاکہ دردمندی کر سکو یا اس کے غم کا بوجھ ہلکا کر سکو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام بخاری وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص کسی کی باتوں پر اس کے باوجود کان دھرتا ہے کہ وہ اسے پسند نہیں کرتے تو قیامت کے دن اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سکہ ڈالا جائے گا۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 395

اپنی نگہداشت کرنا ضروری ہے

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم کبھی اپنے آپ کو سدھانے سے کوتاہی نہ کریں کیونکہ یوں ناحق طور پر جلدی غصہ میں آنے سے رک سکیں گے کیونکہ یہ جاہلوں کا کام ہے لہٰذا اس پر عمل کرنا ہر شخص کے لیے ضروری ہے جسے کسی مقام کی حکومت ملے کہ وہ کسی شیخ سے راہنمائی لے تاکہ وہ گوشت پوست کے ساتھ اپنی رعیت پر بردباری کرنا سیکھے، ہاں جن پر حضور شارع علیہ السلام نے بردباری سے روکا ہے، وہاں نہ کرے جیسے مجرموں کو سزائیں لگانے کے موقع پر روکا ہوا ہے چنانچہ جو شخص ہمارے بتائے طریقے پر چل کر اپنے آپ کو سدھاتا ہے تو وہ اپنی بیوی، بچوں، غلاموں اور ساتھیوں پر کم سے کم ناراضگی کرے گا بلکہ صرف اس وقت ناراض ہوگا جب اللہ کی طرف سے حرام کی جانے والی چیزوں میں گڑبڑ کریں گے، اسی وجہ سے اماموں اور صوفی مشائخ نے بہت کوشش کی ہے کہ ناراضگی نہ کی جائے کیونکہ یہ بہت بری عادت ہے اور خصوصاً ان کی طرف سے جو عام طور پر لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا کرتے ہیں کیونکہ ان کی طرف سے شاگردوں پر ناراضگی ایسی شمار ہوتی ہے جیسے بکریاں چرانے والا ان پر اس وقت ناراض ہوتا ہے جب وہ ادھر ادھر بکھر جاتی ہیں اور پھر وہ انہیں جنگل میں بھیڑیئے اور درندوں کے لیے چھوڑ دیتا ہے حالانکہ جب وہ دودھ دیتی ہیں تو وہ ان پر بڑی محنت کر رہا ہوتا ہے چنانچہ ایسا کرنا یقیناً کم عقلی ہے لہٰذا اے بھائی! کسی نصیحت کرنے والے شیخ کی راہنمائی لو تاکہ وہ تمہیں بیوقوفیوں سے بچائے اور تمہارے بوجھ ہلکے کرے کہ تم فرشتوں جیسے ہو سکو اور پھر ایسے ہو جاؤ کہ اس رعیت کا بوجھ اٹھا سکو جو تمہاری مرضی کے خلاف کام کرتی ہیں اور تم پر اس کا اثر نہ ہو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام بخاری رحمہ اللہ کی روایت میں ہے کہ کسی شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ مجھے کوئی ضروری کام بتایئے، آپ نے فرمایا کہ ''ناراض نہ ہوا کرو۔'' آپ بار بار فرماتے رہے۔

❁ امام احمد نے بتایا ایک صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے غضب وغصہ کے بارے میں غور کیا تو پتہ چلا کہ ساری برائیاں اسی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔

❁ امام احمد اور ابن حبان کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اکرم ﷺ سے پوچھا کہ اللہ کے غضب سے مجھے کیا چیز بچا سکتی ہے تو فرمایا غصہ میں نہ آیا کرو۔''

❁ ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''بنو آدم کئی طرح کے لوگ ہوتے ہیں، کچھ ایسے ہوتے ہیں جو دیر سے غصے میں آتے ہیں اور پھر جلد ہی اسے گنوا دیتے ہیں، کچھ تیزی سے غصے میں آتے ہیں اور تیزی ہی سے غصہ بھلا دیتے ہیں، تو یہ ایک جیسے ہوئے۔ سنو! کچھ ایسے ہوتے ہیں جو تیزی سے غصے میں آتے ہیں لیکن دیر کے بعد اسے گنواتے ہیں او

رن لو کہ سب سے بہتر وہ ہوتا ہے جو دیر سے غصہ میں آئے اور تیزی سے گنوا دے اور سب سے برا وہ ہوتا ہے جو تیزی سے غصہ کھائے لیکن دیر سے گنوائے۔''

❁ امام بخاری نے لکھا ہے کہ ''جو غصے آنے پر اسے روک لے اور برا سلوک کرنے والے کو معاف کر دے تو اللہ اس کی حفاظت کرتا ہے اور دشمن اس کے سامنے جھک جایا کرتا ہے۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص اپنا غصہ دور کرے تو اللہ اپنا عذاب اس سے دور کر دیتا ہے۔'' واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 396

کسی مسلمان سے جھگڑنا وغیرہ منع ہے

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم کسی بھی مسلمان سے جھگڑا نہ کیا کریں، نہ ہی اسے چھوڑیں اور نہ ہی کسی شرعی مجبوری کے بغیر اس سے لاتعلق ہوں اور نہ ہی اس سے پیٹھ پھیریں۔''

جو شخص اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے، اسے اس کے لیے دیر تک کوشش کرنا ہوگی اور کسی خلوص والے شیخ کی ہدایت پر چلنا ہوگا تا کہ وہ اسے دل کی بیوقوفیوں سے نکالے اور پھر صفائی والے لوگوں کے ساتھ ساتھ ان میں جا ملائے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتے ہیں لیکن ایسے لوگ بہت کم ہیں جو دیر تک یہ کوشش کرتے ہوں۔

حضور شارع علیہ السلام نے ہمیں اس سے صرف اس بناء پر روکا ہے کہ وہ ہم پر شفقت و محبت فرماتے ہیں کہ کہیں ہم پر وہ بلاء نازل نہ ہو جائے جسے ہم ٹال ہی نہ سکیں اور جس کی وجہ سے شریعت کے نشانات ختم ہو کر رہ جائیں کیونکہ اگر یہ بات نہ ہو تو ان کاموں کو کرنے کی وجہ سے ہمارا کوئی عمل آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے قابل نہ رہ سکتا تو اتنا ہی کافی تھا کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے ہمارے اعمال کو اس وقت تک کافروں جیسا شمار کیا ہے جب تک ہم دل میں کینہ رکھیں۔

یہ وہ بیماری ہے جو اکثر مخلوق میں پائی جاتی ہے بلکہ کچھ علماء اور مشائخ میں بھی موجود ہے چنانچہ ان میں سے کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جو اپنے بھائی کی بہتری پسند نہیں کرتا اور جب اس پر کوئی مصیبت اترتی ہے تو وہ خوش ہوتا ہے اور جب اس سے کسی دوسرے کے بارے میں پوچھا جائے تو کہتا ہے کہ جس کا تم ذکر کر رہے ہو وہ تو برا شخص ہے کیونکہ وہ اس وقت ہماری چغلی نہیں کرتا ہے جب ہم موجود نہ ہوں، یہ بات وہ اس میں خامیاں دیکھتے ہوئے لگا کر کرتا ہے اور جب کوئی بھائی اسے نیکی کرنے کو کہتا ہے تو اسے چھوڑتے ہوئے دکھلا دے پر لگاتا ہے اور لوگوں کو سنانے کے طریقے بتاتا ہے اور یوں شریعت کے بہت سے ضروری کام اور ان کی بنیادیں گر جاتی ہیں حالانکہ مشائخ اور علماء کو ہم نے ایسے کام کرتے کبھی نہیں

دیکھا فلاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اللہ کی قسم اگر اللہ تعالیٰ معاف نہ کرتا ہوتا اور بردباری سے کام نہ لیتا تو وہ ہمیں زمین میں دھنسا دیتا اور جب ایسے مرید اور بے پرواہ عوام مسلمان کی دشمنی میں انہیں برا جانتے ہیں تو پھر علماء اور مشائخ کیوں نہ جانیں گے؟ لیکن ان سارے کاموں کا سبب یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے مشائخ کے طریقے پر نہیں چلتے اور اگر چلتے ہوتے تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر اللہ کے بندوں کی عزت کرتے اور انہی کی خاطر ان کی تکلیفیں سہتے جیسے لوگ کہتے رہتے ہیں کہ ''ایک آنکھ ہزار آنکھ کا فائدہ کرتی اور عزت بناتی ہے۔'' اللہ کی قسم ہر کینہ رکھنے والے میں سے اللہ اور اس کے رسول کی عظمت نکل چکی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ ورسول سے محبت کا دعویدار ہے، اس پر لازم ہے کہ پوری امت محمدی کو معافی دیا کرے اور ان سے درگذر کرے خواہ وہ تکلیفیں پہنچاتے رہیں، یہ کام اس ذات کی وجہ سے کرے جس کے یہ بندے ہیں اور ان کی خاطر کرے جن کی یہ اُمت ہیں۔

البحر المورود کی ہدایات میں ہم نے ذکر کیا ہے کہ ایک مرید کے لیے ہر اس شخص کی عزت کرنا ضروری ہے جو اس کا شیخ اور دوست ہو اور یہ بھی بتایا ہے کہ جو شخص اپنے شیخ کے مریدوں میں سے کسی کو شرعی طریقے کے علاوہ برا جانے تو وہ اپنے اس دعوے میں جھوٹا ہوگا کہ وہ اپنے شیخ سے کچھ لیتا ہے بلکہ یہ بات تو اس کی ناراضگی کی علامت ہے کیونکہ اگر اس کی یہ بات صحیح ہوتی کہ وہ اپنے شیخ سے کچھ لیتے ہیں تو لازمی طور پر اس سے محبت رکھتے جس سے ان کا شیخ محبت کرتا تھا۔

آج کل اس طریقے پر چلتے ہوئے میں نے حضرت سیدی محمد شناوی اور شیخ سلیمان خضیری کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھا، وہ جب بھی کسی کو دیکھتے کہ ان کے شیخ سے محبت کرتا ہے تو اس پر لوٹ پوٹ ہو جاتے اور ان کا بہت زیادہ احترام کرتے۔ اے بھائی! اس بات کو ذہن میں رکھو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام بخاری، امام مالک، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''ایک دوسرے سے تعلق نہ توڑو، پیٹھ نہ موڑو، بغض نہ رکھو اور حسد نہ کیا کرو بلکہ اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن کر رہو، کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ تک چھوڑے رکھے۔''

❁ امام طبرانی نے اس میں اتنا اور زیادہ کیا ہے ''جب آپس میں ملتے وقت یہ اور وہ ایک دوسرے سے منہ موڑ لیں تو ایسی صورت میں جو پہلے سلام کہے گا، وہ پہلے جنت میں جائے گا۔''

❁ امام طبرانی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''ان دونوں میں بہتر وہ ہوگا جو پہلے سلام کہہ دے گا۔''

❁ امام مالک فرماتے ہیں میرے خیال میں پیٹھ پھیرنا یہ ہے کہ مسلمان سے منہ موڑ لے اور چہرہ ایک طرف کر لے۔

❁ ابوداؤد اور نسائی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''ایک مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ اپنے کسی بھائی کو تین دن سے زیادہ تک چھوڑے رکھے اور جو ایسا کرتے ہوئے فوت ہو گیا تو جہنم میں جائے گا۔''

❁ ابوداؤد کی مرفوع روایت میں ہے فرمایا ''ایک مومن کے لیے یہ جائز نہیں کہ اپنے کسی مومن بھائی کو تین

دن سے زیادہ تک چھوڑے رکھے اور اگر تین دن گذر جائیں اور وہ مل جائے تو اسے سلام کہے، اگر اس نے سلام کا جواب دے دیا تو دونوں کو اجر ملے گا لیکن اس نے جواب نہیں دیا تو اسی کو گناہ ہوگا جب کہ سلام کہنے والا اسے چھوڑنے کے گناہ سے بچ جائے گا۔''

❁ انہی کی یہ مرفوع روایت بھی ہے فرمایا ''کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ کسی مسلمان کو تین دن سے زیادہ تک چھوڑے رکھے اور جب وہ ملے تو تین مرتبہ اسے سلام کرے، اگر وہ کسی مرتبہ بھی جواب نہ دے تو گنہگار ہوگا۔''

❁ امام احمد کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے ''اگر وہ دونوں اسی علیحدگی پر رہے تو جنت میں کبھی داخل نہ ہوں گے۔''

❁ ابن حبان کی روایت ہے کہ اگر وہ دونوں اسی علیحدگی میں مر گئے تو نہ جنت میں داخل ہوں گے اور نہ ہی وہاں اکٹھے ہوں گے۔''

❁ ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے ''دونوں میں سے جو بھی پہلے سلام کہے گا تو اس کے گناہ مٹا دئے جائیں گے اور اگر سلام کہنے پر دوسرا جواب میں نہ کہے اور اس کا سلام قبول نہ کرے تو اس (سلام کہنے والے) کو فرشتہ سلام کہے گا اور اسے شیطان رد کر دے گا۔''

❁ ابوداؤد اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو اپنے کسی بھائی کو سال بھر کے لیے چھوڑے رکھے تو ایسے ہوگا جیسے اس نے اس کا خون بہا دیا ہو۔''

❁ امام مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے ''شیطان اس بات سے بے امید ہو چکا ہے کہ جزیرۂ عرب میں اس کی کوئی عبادت کرے لیکن صرف اس صورت میں ایسا کر سکتا ہے جب وہ آپس میں تعلق توڑ لیں۔''

❁ امام مالک اور مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے ''ہر دو اور پانچ کے اعمال پیش کئے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اس دن ہر اس شخص کو بخشے گا جس نے اللہ کا شریک نہ بنایا ہوگا لیکن اسے بھی نہیں بخشے گا کہ جس کے اور دوسرے شخص کے درمیان کینہ اور دشمنی ہو، چنانچہ فرمائے گا کہ صلح کرنے تک انہیں چھوڑ دو۔''

❁ ابوداؤد کہتے ہیں جب قطع تعلقی اللہ کی خاطر ہو تو اس میں حرج نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے بھی تو اپنی کچھ بیویوں کو چالیس دنوں تک چھوڑا تھا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے لڑکے کو مرنے تک چھوڑنے رکھا تھا۔''

میں بتاتا ہوں سیدی شیخ عبدالعزیز دربی فرماتے ہیں کہ ہم جیسے لوگوں کے لیے یہ لائق نہیں کہ انہیں چھوڑیں جو خواہش نفسانی میں گھرے ہوئے ہیں، یہ ان لوگوں کا کام ہے جو اللہ کا علم رکھتے ہیں اور دل کی باتوں پر نظر رکھتے ہیں۔

❁ امام بیہقی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''شعبان کے نصف کی رات کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر نظر فرماتا ہے چنانچہ مشرک اور کینہ والوں کو چھوڑ کر سب زمین والوں کو بخش دیتا ہے۔''

میں بتاتا چلوں سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب کوئی شیخ دو فقیروں کی صلح کرائے اور وہ نہ مانیں تو دونوں ہی کو چھوڑ دے جیسے اللہ نے انہیں چھوڑا ہوتا ہے اور ان دونوں کے عمل آسمانی دفتر کی طرف چڑھنے سے روکے ہوتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 397

زبان درازی سے منع کیا گیا ہے

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم زبانوں سے برے الفاظ نہ نکالا کریں جیسے غصے کی حالت میں کسی مسلمان کو کہہ دیں کہ اے کافر! اے کم دین، اے بے دین وغیرہ حالانکہ ہمیں ان کے انجام کا علم نہ ہو، لیکن اگر اللہ تعالیٰ ہمیں دل کی آنکھوں سے (جس میں دل سے مٹنے کا اندیشہ نہ ہو) صحیح طور پر یہ دکھا دے کہ وہ مسلمان، کافر، کم دین یا بے دین ہو کر مرے گا تو پھر ہم ایسا کہہ سکتے ہیں۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ جس پر غصہ کے دوران عمل کرنے میں بہت سے لوگ غفلت کر جاتے ہیں البتہ ایسی صورت میں غفلت شمار نہیں ہوتی جب کافر کہنے سے اس کی مراد صرف نعمت کا انکار کرنا ہو یا وہ کفر مراد ہو جس کے ذریعے مسلمان دینِ اسلام سے نکلا نہیں کرتا اور جس کی طرف اس آیت میں اشارہ موجود ہے ''اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے، وہی لوگ کافر ہیں۔''

حضرت قتادہ اور مجاہد وغیرہ کہتے ہیں یہ ایسا کفر ہے کہ جس کے ذریعے مسلمان اسلام سے نہیں نکلتا اور یہی مطلب حضور ﷺ کے اس فرمان کا نکلتا ہے ''قرآن میں شک کرنا کفر ہے۔'' چنانچہ شک کرنے والا قرآن میں سے کسی پختہ چیز کو نہیں سمجھتا اور اسے شبہ پڑ جاتا ہے تو اسے شک گذرتا ہے جس پر یقین کرنے سے رہ جاتا ہے۔

یاد رکھئے کہ کسی جسمانی یا روحانی لڑکے کے لیے یہ مناسب نہیں ہوتا کہ اپنے باپ کے بارے میں کچھ کہے جو جلد بازی سے یوں کہہ دے کہ اے کافر، اے نصرانی، اے یہودی، اے اللہ کے ساتھ شرک کرنے والے، یا اے خون بہانے والے وغیرہ کیونکہ اس سے اس کے والد کا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ اس چیز کو بری بنا کر دکھائے جس کی اس نے مخالفت کی ہوتی ہے اور اسے غلیظ اور گندا کہا ہوتا ہے اور اپنی نظر میں اسے برا جانا ہوتا ہے، جس کی دلیل یہ ہے کہ جب وہ گناہ میں گرفتار ہوتا ہے اور لوگ اسے قتل کرنا یا پیٹنا چاہتے ہیں تو اسے یہ معمولی دکھائی نہیں دیتا اور پھر یہ سارے الفاظ دوسرے معنیٰ میں بھی تو بولے جا سکتے ہیں کیونکہ کفر کا معنیٰ ڈھانپنا ہوتا ہے اور لازمی طور پر اس نے کوئی بھی چیز لوگوں سے ڈھانپی ہی ہوتی ہے، نصرانی وہ ہوتا ہے جو کسی کام میں کسی کی مدد کرے اور یہودی کا معنیٰ ہے جو اپنے اس دین کی طرف جھکاؤ کرے جس کو وہ اپنائے ہوئے ہے، اس کی وجہ سے وہ وجود یا کام یا ملک میں شریک ہو اور خون بہانے والے سے مراد وہ شخص بھی لیا جا سکتا ہے جو رگ چھڑوائے یا سینگھی لگوائے وغیرہ تو اسے ذہن نشین کر لو۔

امام مالک، امام بخاری و امام مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''جب کوئی شخص اپنے بھائی سے کہے کہ اے کافر! تو ان دونوں میں سے ایک ضرور بن جائے گا، اگر وہ ایسا ہوا تو کافر ہوا ورنہ کہنے والا کافر ہو جائے گا۔''

ابن حبان کی مرفوع روایت میں ہے فرمایا ''جب بھی کوئی شخص کسی دوسرے کو کافر کہتا ہے تو ان دونوں میں سے ایک اس لفظ کا حق دار بن جاتا ہے اگر وہ کافر ہو تو ٹھیک ورنہ اسے کافر کہنے پر خود کافر ہو جاتا ہے۔''

امام بزار نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جب کوئی شخص اپنے کسی بھائی سے کہہ دے کہ ''اے کافر'' تو وہ بھی اسی طرح ہو جاتا ہے۔'' واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 398

گالی دینا اور لعنت کرنا ناجائز ہے

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم کسی آدمی کو گالی دیں، نہ ہی کسی جانور جیسی کسی مخلوق کو دیں اور نہ ہی اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے اس پر یوں لعنت کریں جیسے شیطان پر اس وقت کرتے ہیں جب مثلاً وہ ہمیں دکھائی دے اور اس کا نام لیا جائے جیسے (ابلیس کے علاوہ) اس پر لعنت کی جاتی ہے جو حضرت لوط علیہ السلام کی قوم والا برا کام کرے اور زمین کی حدیں بدل دے یا اللہ کا نام لئے بغیر ذبح کر دے یا کسی مقرر شخص کے بغیر لعنت کرے جیسے ہم کہیں کہ اللہ تعالیٰ یہودیوں پر لعنت کرے وغیرہ۔

مسلمان کے لیے لازم یہ ہے کہ اپنی زبان کو سچائی اور اچھی بات کرنے کی عادت ڈالے، جھوٹ اور بری بات کرنے کی عادت نہ ڈالے چنانچہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک خنزیر کے قریب سے گذرے اور فرمایا ''اس کا معنیٰ کیا ہے، صبح سویرے اس پر انعام ہوا ہے۔'' اس پر آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا میں نے اس لیے یوں کہا ہے کہ اپنی زبان کو اچھا کرنے کی عادت ڈالوں۔

اس ہدایت پر عمل کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ کسی شیخ کی ہدایت پر بہت زیادہ محنت کرے تا کہ وہ اس کے دل سے ہر قسم کی بے سمجھی دور کر دے اور اس میں اچھی عادتیں پیدا کرے ورنہ اس پر عمل کی بو بھی نہ سونگھ پائے گا۔ واللہ غفور رحیم۔

امام بخاری و مسلم وغیرہ نے لکھا ہے ''مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔''

ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے ''آپس میں گالیاں نکالنے والے دو شخص شیطان ہوتے ہیں، ایک دوسرے کو برا بنانے اور آپس میں جھوٹ بولتے ہیں۔''

❁ ابو داؤد وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کسی کو گالی نہ دیا کرو۔ حضرت جابر بتاتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے کسی آزاد، غلام، اونٹ اور بکری وغیرہ تک کو بھی گالی نہیں دی۔''
(الحدیث)

❁ امام بخاری وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین کو گالی دے، پوچھا گیا یا رسول اللہ! آدمی اپنے والدین کو کیسے گالی دے سکتا ہے؟ فرمایا جب اس کے باپ کو گالی دے گا تو اپنے ہی والد کو دے رہا ہوگا اور ماں کو گالی دے تو اپنی ہی ماں کو گالی دیتا ہوگا۔''

❁ امام بخاری وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''کسی بھی دوست کے لیے مناسب نہیں کہ کسی کو لعنت کیا کرے۔''

❁ امام حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''ایسا نہیں ہوسکتا کہ دو شخص دوست بھی ہوں اور ایک دوسرے پر لعنت بھی کیا کریں۔'' یہ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس وقت فرمایا تھا جب انہوں نے کسی غلام کو سخت لفظ بولے تھے۔''

❁ امام طبرانی کے مطابق حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ جب ہم کسی کو دیکھتے ہیں کہ وہ گالیاں دے رہا ہے تو دل میں کہتے ہیں کہ یہ شخص بڑے گناہوں کی راہ بنا رہا ہے۔''

❁ ابو داؤد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''آدمی جب کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو دیکھا جائے گا، اگر وہ شخص لعنت کا حق دار ہے تو ٹھیک، ورنہ وہ لعنت، لعنت کرنے والے کی طرف لوٹ جائے گی۔''

❁ مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے کہ ''رسول اکرم ﷺ نے کسی سفر میں ایک عورت کو دیکھا کہ اونٹنی کے ستانے پر وہ اسے گالی دے رہی تھی، اس پر اسے فرمایا'' اس کے اوپر سے سامان اتار کر اسے چھوڑ دو کیونکہ اس پر لعنت پڑ چکی ہے۔''

❁ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں گویا میں اسے اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ لوگوں میں چلتی پھرتی ہے لیکن کوئی اسے پوچھتا نہیں۔''

❁ ابو یعلیٰ اور ابن ابی الدنیا نے بتایا کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اپنے اونٹ پر لعنت کر رہا ہے تو فرمایا اے اللہ کے بندے! ہمارے ساتھ لعنتی اونٹ پر نہ چلو۔''

مرغ نماز کے لئے جگاتا ہے

❁ امام نسائی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''مرغ کو گالی نہ دیا کرو کیونکہ یہ نماز کے لئے جگایا کرتا ہے۔''

❁ طبرانی کی روایت میں ہے کہ ''رسولِ اکرم ﷺ کے نزدیک ایک مرغ چلایا (بانگ دی) تو کسی آدمی نے اسے گالی دے دی، اس پر فرمایا اسے لعنت نہ کرو اور نہ ہی گالی دو کیونکہ یہ نماز پڑھنے کے لئے بلا رہا ہے۔''

مچھر نے ایک نبی کو نماز کے لئے جگایا تھا

ابویعلیٰ وغیرہ نے روایت کی ہے کہ "ایک شخص کو مچھر نے ڈنگ مارا تو اس نے اسے گالی دی جس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اسے لعنت نہ کرو کیونکہ اس نے ایک نبی کو نماز کے لئے جگایا تھا۔"

امام بزار کی روایت یوں ہے کہ "اسے (مچھر) گالی نہ دو کیونکہ اس نے صبح کی نماز کے لئے ایک نبی کو جگایا تھا۔"

امام طبرانی لکھتے ہیں کہ "نبی کریم ﷺ کے ہاں مچھروں کا ذکر ہوا تو فرمایا کہ "یہ نماز کے لئے جگاتے ہیں۔"

نماز کیلئے جگانے کی وجہ سے مچھر اچھا ہوتا ہے

انہی کی روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ہم ایک مقام پر ٹھہرے تو مچھروں نے ستایا جس پر ہم نے انہیں گالی دی، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ انہیں گالی نہ دو کیونکہ یہ اچھے جاندار ہیں جو تمہیں ذکر الٰہی کے لئے جگاتے ہیں۔"

ہوا کو گالی نہ دو

ابوداؤد، ترمذی اور ابن حبان نے بتایا کہ رسول اکرم ﷺ کے پاس کسی شخص نے ہوا کو گالی دی جس پر فرمایا کہ اسے گالی نہ دو کیونکہ اللہ کے حکم سے چلا کرتی ہے، جو ایسی شے پر لعنت کرے جو لعنت کے لائق نہیں تو وہ لعنت اس پر لوٹ آتی ہے۔" واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 399

تہمت جیسے الفاظ بولنا منع ہے

رسولِ اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ زبان سے ہم ایسے الفاظ نہ نکالیں جن سے کسی مسلمان پر واضح تہمت کے بغیر تہمت لگانا سمجھ آئے اور اگر ایسا ہو جائے تو ہم تہمت والے کو اپنا آپ سپرد کر دیں کہ جو سلوک چاہے کر لے اور پھر اس پر سزا سے بچنے کے لئے اس کے ہاں کسی بڑے یا اس کے ساتھی کی سفارش لے کر نہ جائیں خواہ وہ ہمارا غلام ہی کیوں نہ ہو۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ جس سے بہت سارے لوگ غافل ہیں، کوئی اپنے مسلمان بھائی کی عزت پر حملہ کرتا ہے، اور وہ بات ایسے لوگوں تک لے جاتا ہے جو بولنے میں پرہیز رکھتے اور کہہ دیتے ہیں کہ فلاں شخص کہتا ہے، فلاں فاسق و فاجر ہے، فلاں لوطی کام کرتا ہے، فلاں شراب پیتا ہے، فلاں زنا کرتا ہے، فلاں حشیش کھاتا ہے اور فلاں کا فلاں عورت سے تعلق ہے جو اس سے محبت کرتی ہے حالانکہ انہوں نے اسے اس کے ساتھ ایسی کوئی برائی کرتے دیکھا نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی حاکم کے پاس اس کے خلاف انصاف والے گواہ پیش کئے ہوتے ہیں۔

یہ سب کچھ وہ اس لئے کرتا ہے کہ اسے اپنے دین کا ڈر نہیں ہوتا لہٰذا جو اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے اسے کسی شیخ کی راہنمائی پر چلنا ہو گا جو اس کی توجہ آخرت کی طرف پھیر دے، پھر اس جہان اور اس جہان کو ایک جیسا بنانے کی راہنمائی کرے اور وہ دیکھ سکے کہ اس جہان میں کیا ہوتا ہے تاکہ جہاں ویسے کام کر سکے اور جو وہاں کام نہ آئیں گے تو یہاں بھی نہ کرے لیکن جو شخص ہمارے بتائے طریقے پر نہیں چلتا تو پھر اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ کسی مسلمان کی عزت پر حملہ کرنے سے باز نہیں آئے گا۔ واللہ علیم حکیم۔

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے ''سات تباہ و برباد کرنے والی چیزوں سے بچو اور پھر ان میں سے اس شخص کا ذکر کیا جو پاکدامن، انجان اور مومن عورتوں پر دھبہ لگاتا ہے۔''

❁ ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''قیامت کے دن اللہ کے ہاں سب سے بھاری گناہ پاکدامن پر دھبہ لگانا دکھائی دے گا۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص کسی آدمی کو داغدار کرنے کے لئے ایسی بات کرے جو اس میں موجود نہیں تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں اس وقت تک روکے رکھے گا جب تک وہ اسے ویسا ثابت نہ کرے جیسا اس نے کہا تھا۔''

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ سے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو اپنے غلام پر زانی ہونے کا الزام لگائے تو قیامت کے دن اسے ایسا ثابت نہ کرنے پر سزا لگائی جائے گی۔''

میں بتاتا چلوں کہ اس حدیث میں واضح طور پر پتہ چل رہا ہے کہ آخرت کے معاملات اس دنیا میں شرعی حکموں سے مختلف ہیں ورنہ ایسی واضح حدیثیں ملتی ہیں جن میں چغلی اور بدخوئی کو حرام کہا گیا ہے خواہ کہنے والا سچا ہی کیوں نہ ہو۔'' واللہ اعلم۔

❁ امام حاکم کے مطابق حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ وہ اپنی پھوپھی سے ملنے گئے تو انہوں نے لونڈی کو کھانا لانے کے لئے کہا لیکن اس نے دیر کر دی جس پر انہوں نے کہا اے زانی لونڈی! تم نے جلدی کیوں نہیں کی؟ میں نے کہا سبحان اللہ! آپ نے تو بہت بڑی بات کہہ دی، کیا آپ کو اس کے زانیہ ہونے کا علم ہے؟ اس نے کہا اللہ کی قسم نہیں چنانچہ فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یوں فرماتے سنا تھا ''جو مرد یا عورت اپنی لونڈی سے کہے اے زانیہ! جبکہ اس کے زانی ہونے کا یقین نہ ہو تو قیامت کے دن اسے حد (سزا) لگائے گی کیونکہ دنیا میں تو وہ حد لگا نہیں سکتی۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 400

کسی مسلمان کو ٹھٹھے وغیرہ میں ہتھیاروں کے ذریعے ڈرانا جائز نہیں

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم کسی مسلمان کو سنجیدگی یا ٹھٹھے میں خوفزدہ نہ کریں اور نہ اسے ہتھیار دکھائیں اور خصوصاً بچوں کو بالکل نہ ڈرائیں البتہ اگر ہم چاہیں کہ وہ رات کو سو جائیں یا چلانے سے باز رہیں تو پھر انہیں بھاری آواز یا کسی مصیبت وغیرہ کا نام لے کر ڈرائیں اور اس سے قیامت مراد لیں جیسے ہم کہہ دیا کرتے ہیں چپ ہو جاؤ، فلاں چیز آ رہی ہے۔" کیونکہ ہر عقلمند ہی اس کے آنے سے ڈرتا ہے۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ جس میں بہت سے لوگوں کی طرف سے کوتاہی ہو جاتی ہے اور پھر وہ کہتے ہیں کہ ہم تو ہنس کھیل رہے تھے، ایسے میں انہیں کہہ دیا جائے "کیا تم ایسی شے کے ذریعے ہنستے کھیلتے ہو جس سے حضور شارع علیہ السلام نے روک رکھا ہے اور روکنا ہی بہتر جانا ہے؟"

یاد رکھو! سب سے بری بات یہ ہے کہ انسان اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ جھگڑے اور پھر اسے ڈرائے کہ میں تمہیں حکمرانوں کے پاس لے جاؤں گا، بعض اوقات ایسا آدمی قسم کھالیتا ہے کہ وہ چھان بین کرنے والے، قاضی یا والی کے پاس اس کی شکایت ضرور کرے گا اور جسے وہ جسے ڈراتا ہے، کبھی وہ دل کا کمزور ہوتا ہے، اسے حکمرانوں کے سامنے جانے کی عادت نہیں ہوتی چنانچہ وہ حکمرانوں کے پاس جانے اور ان کے سامنے کھڑے ہونے کی بجائے اپنا سارا مال دے دینا آسان سمجھتا ہے لہٰذا اے بھائی! تم حضور شارع علیہ السلام کے حکم پر عمل کرتے ہوئے مسلمانوں کی عزتوں کا خیال رکھو اور اس میں غفلت نہ کرو اور یوں نہ کہو کہ میں تو کھیل رہا تھا، میرا مقصد حقیقی الزام نہ تھا کیونکہ وہ بہت بڑا جرم ہے لہٰذا اس سے پرہیز کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام داؤد لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ آپ کے ساتھ چلے جا رہے تھے کہ ان میں سے ایک شخص اٹھا اور اونٹ والے شخص کے پاس پہنچا، اسے پکڑا تو وہ گھبرا گیا۔ اس پر آپ نے فرمایا "مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ دوسرے کسی مسلمان کو ڈرائے۔"

❁ طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے ہمراہ جا رہا تھا کہ سواری ہی پر اونگھنے لگا، اسی دوران اس نے دیکھا کہ ایک شخص اس کے تھیلے سے ایک تیر نکال رہا تھا جس سے گھبرا کر اسے جاگ آ گئی جس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ اپنے کسی بھائی کو خوفزدہ کرے۔"

❁ ابو داؤد اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "کوئی بھی شخص ہنستے کھیلتے یا سنجیدگی سے کسی بھائی کا سامان نہ لے۔"

❁ طبرانی اور بزار وغیرہ لکھتے ہیں کہ کسی آدمی نے ٹھٹھے میں ایک شخص کا اونٹ پکڑ کر اسے چھپا دیا۔ رسول

اکرم ﷺ کے پاس اس کا ذکر ہوا تو فرمایا ''مسلمان کو خوفزدہ نہ کیا کرو کیونکہ اسے خوفزدہ کرنا بہت بڑا ظلم ہے۔''

❁ امام طبرانی ہی لکھتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھا تھا، وہ اٹھا اور جوتا بھول گیا جسے ایک اور شخص نے پکڑ کر اپنے نیچے رکھ لیا۔ وہ آدمی واپس آیا تو پوچھا میرا جوتا کہاں گیا؟ لوگوں نے کہا کہ ہم نے نہیں دیکھا، اس پر وہ آدمی بولا یہ لے لو، اس پر نبی کریم ﷺ نے دو یا تین مرتبہ فرمایا ''مومن کو پریشان کرنا کیسا رہا؟''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص کسی مسلمان کو خوفزدہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے بڑی گھبراہٹ کے موقع پر چین نہیں دے گا۔''

❁ ایک اور روایت میں فرمایا ''جو شخص کسی کو ناحق طور پر ڈرانے کے لئے اس پر نظر ڈالتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بھی اسے ڈرائے گا۔''

❁ امام بخاری و مسلم مرفوعاً بتاتے ہیں فرمایا ''تم میں سے کوئی بھی اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سیدھا نہ کرے کیونکہ اسے کیا پتہ کہ شاید شیطان اس کے ہاتھ سے اسے چھین کر اسے مار نہ دے چنانچہ وہ جہنم کے گڑھے میں گرے گا۔''

❁ امام مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص ہتھیار وغیرہ سے اپنے بھائی کی طرف اشارہ کرے تو فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں خواہ وہ اس کا سگا بھائی ہی کیوں نہ ہو۔''

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جب دو بھائی تلواریں تان کر ایک دوسرے کے سامنے آ جائیں تو قتل کرنے والا اور ہونے والا دونوں ہی جہنم میں جائیں گے۔''

❁ انہی کی ایک اور روایت میں ہے فرمایا ''جب دو مسلمانوں میں سے ایک، دوسرے پر ہتھیار اٹھائے تو وہ دونوں ہی جہنم کے کنارے پر ہوں گے اور جب ان میں سے ایک دوسرے کو قتل کر دے تو دونوں جہنم میں جائیں گے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ یارسول اللہ! ایک تو قاتل ہوا لیکن قتل ہونے والے کا کیا گناہ ہے؟ فرمایا کہ اس نے بھی اپنے بھائی کو قتل کرنے کا ارادہ کیا ہوا تھا۔''

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ کی مرفوع روایت ہے فرمایا ''مسلمان کو گالی دینا گناہ اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔'' واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 401

زمانے کو گالی دینا ناجائز ہے

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اس زمانے کو گالی نہ دیا کریں جس میں موجود ہیں، پھر دوسرے معنیٰ سے اسے

گالی دینا کھلا کفر ہے۔" (اللہ فرماتا ہے کہ زمانہ میں ہوں)

یہ وہ ہدایت ہے کہ جس سے عام لوگ اور گنہگار تو کیا عالم اور صالحین بھی غافل ہیں چنانچہ وہ کہا کرتے ہیں کہ یہ برا زمانہ ہے اور یہ شامت والا ہے، اصل میں وہ اپنے آپ ہی کو گالی دیتے ہیں کیونکہ برائی اور بھلائی کرنا انسان کا کام ہے جسے اللہ کے حکم ملے ہوئے ہیں، زمانے کا کام نہیں چنانچہ لوگ کہتے ہیں

"ہم لوگ زمانے کو گالی دیتے ہیں حالانکہ سارے عیب ہم میں ہیں، ہمارے زمانے کا عیب یہی ہے کہ اس میں ہم ہیں۔"

جبکہ حدیث پاک میں ہے "جب ابن آدم یہ کہتا ہے کہ "اللہ دنیا پر لعنت کرے" تو دنیا کہتی ہے کہ اللہ اس پر لعنت کرے جو اللہ کا سب سے زیادہ نافرمان ہے۔"

اسے ذہن نشین کر لو اور برائی و شامت آدمی کے ذمے لگاؤ جو سچی بات ہے جبکہ زمانے کے ذمے لگانا درست نہیں اور جو شخص گہری نظر سے دیکھے تو پتہ چلے گا کہ خود اس سے جو بھی گناہ ہوتا ہے، وہ اللہ کا لکھا ہوا فیصلہ ہوتا ہے، وہ نہ تو خود سے ٹال سکتا ہے اور نہ ہی اس ملنے والی جزاء کو ٹال سکتا ہے اور پھر ظالموں اور حکمرانوں کے سب کام بھی اسی کی قدرت میں ہوتے ہیں تو اے بھائی! اصل بات کی طرف آؤ اور اس سے غافل ہو کر اِدھر اُدھر کی باتیں نہ کرو تا کہ اللہ کے ساتھ اس کی مخلوق میں سے کسی کو اس بات میں شریک نہ کرو کہ وہ شے خود کوئی کام کر سکتی ہے بلکہ کاموں کو کام کرنے والوں کے ذمے ویسے ہی لگاؤ جیسے اللہ تعالیٰ نے لگائے ہیں جیسے فرماتا ہے "تم کرتے ہو"، "تمہارا عمل ہے" اور "تمہاری طرف سے ہوا ہے" وغیرہ۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ سات سو مرید سیدی شیخ سالم ابو النجا فوی رحمہ اللہ (بحیرہ میں شہر فوہ کے اندر) کے ہاں اس وقت گئے جب ان کا وصال ہو رہا تھا اور عرض کی کہ ہمیں کوئی پوری وصیت کر دیجئے جسے ہم محفوظ رکھیں اور وہ آپ کی یادگار رہے۔ وہ چپ ہو گئے اور کچھ دیر بعد فرمایا اے بھائیو! جو چیز بھی وجود میں آئی ہے وہ تمہارے سامنے ہے یعنی ظاہری اور باطنی کام تو انہیں دیکھو کہ ان کے سامنے تم کیسے ہو؟

میں کہتا ہوں یہ بات بڑی نفیس ہے چنانچہ جو بھی اس پر غور کرے گا وہ کوئی بھی کام زمانے یا زمانے والوں کے نام نہیں لگائے گا ہاں اس وقت لگائے گا جب حدیں (سزائیں) اور الٰہی حکموں کا معاملہ ہو جیسے اس حدیث میں اشارہ ہے "دنیا لعنتی ہے اور ذکرِ الٰہی اور اس جیسے کاموں، عالم اور علم سیکھنے والوں کو چھوڑ کر باقی سب کچھ بھی لعنتی ہے۔" چنانچہ اگر کاموں کا تعلق دنیا سے نہ ہوتا تو حضور شارع علیہ السلام یہ نہ بتاتے کہ دنیا لعنتی ہے۔ اس پر غور کر لو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔"

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بنو آدم زمانے کو گالی دیتے ہیں جبکہ زمانہ تو میں ہی ہوں، یہ دن رات میرے قبضے میں ہیں۔"

❁ ایک اور روایت میں یوں ہے (۱) کے شب و روز میں تبدیل کرتا ہوں اور جب چاہوں گا، انہیں قبضے میں لے لوں گا۔"

❁ مسلم کی ایک روایت میں ہے فرمایا "کوئی شخص زمانے کو گالی نہ دے کیونکہ زمانہ وہی اللہ ہے۔"

❁ بخاری شریف کی روایت میں ہے فرمایا ''انگور کو کرم نہ کہا کرو اور نہ یوں کہا کرو کہ زمانے نے گھاٹے میں ڈال دیا کیونکہ زمانہ، اللہ ہی ہے۔''

❁ ابو داؤد اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا بنو آدم ''گھاٹے والا زمانہ'' کہہ کر مجھے پریشان کرتا ہے لہٰذا یوں نہ کہا کرو کیونکہ زمانہ میں ہی تو ہوں، میں ہی اس کے شب و روز تبدیل کر رہا ہوں۔''

❁ حاکم اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے بندے سے قرض مانگا تھا لیکن اس نے نہ دیا، وہ مجھے گالی دیتا ہے کیونکہ لاعلمی میں یوں کہا کرتا ہے ہائے زمانہ، ہائے زمانہ! حالانکہ زمانہ میں ہوں۔''

بیہقی کی روایت میں ہے فرمایا ''زمانے کو گالی نہ دو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ زمانہ میں ہوں دنوں اور راتوں کو نئے نئے سرے سے میں لاتا ہوں اور انہیں آزمائش میں ڈالتا ہوں پھر بادشاہوں کے بعد بادشاہ میں ہی تو لاتا ہوں۔''

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 402

چھپ چھپا کر چغلی کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم شرعی طریقے کے بغیر چپکے سے کسی بھائی کے خلاف خفیہ کام نہ کریں جیسے ہم کسی ظالم کو دیکھیں کہ وہ ناحق طور پر کسی کا مال لینا چاہتا ہے، قید کرنا چاہتا ہے، مارنا چاہتا ہے یا اس کی تنخواہ لینے کا ارادہ کرتا ہے یا اس کے گھر کا کرایہ بڑھانا چاہتا ہے یا وہ ایسا ارادہ کرتا ہے کہ اسے ایسے کام پر لگا دے گا جسے وہ نبھا نہ سکے جیسے قاضی بنا دے، گورنر یا محتسب وغیرہ بنا دے کیونکہ یہ چغلی صرف اسی لئے حرام کر دی گئی ہے کہ اس سے فساد پیدا ہوتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ فسادی اور امن پسند کو جانتا ہوتا ہے۔''

اس ہدایت کی مخالفت اکثر لوگ کر رہے ہیں چنانچہ جس کی چغلی کرتے ہیں، اسے کہتے ہیں کہ میرا نام نہ لو کیونکہ تمہارے درمیان ٹھہرنا بہت مشکل ہو جائے گا۔

ساری امت اس بات پر اکٹھی ہے کہ چغلی کرنا حرام ہے اور یہ اللہ کے ہاں سب سے بڑا گناہ ہے لہٰذا اے بھائی! جو بھی تمہارے پاس چغلی کرے، اس سے ہٹ جاؤ کیونکہ وہ یقیناً چغلی کرے گا اور پھر تم سب سے زیادہ بچو ورنہ اس میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ فلا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

❁ امام بخاری و مسلم مرفوعاً لکھتے ہیں کہ ''چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔''

پھر اس سے پہلے انہی کی ایک اور روایت آچکی ہے کہ فرمایا ''ان دونوں میں سے ایک چغلی کرتا تھا۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''چغلی، گالی اور اکڑ جہنم میں لے جائیں گی۔''

ایک اور روایت میں ہے ''چغلی اور کینہ جہنم میں لے جائیں گی اور یہ دونوں مل کر کسی مسلمان کے دل میں جمع نہیں ہو سکتیں۔''

❁ ابو یعلیٰ اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے ''اللہ کے سب سے برے بندے وہ ہوتے ہیں جو چغلی کرتے ہیں، دوستوں کو الگ الگ کر دیتے ہیں اور نیک لوگوں کے عیب تلاش کرتے ہیں۔''

❁ حضرت ابو الشیخ رحمہ اللہ کی روایت میں ہے ''منہ پر عیب لگانے والے، پیٹھ پیچھے بدی کرنے والے اور چغلی کرنے والے جو دوستوں کو الگ الگ کر دیتے ہیں اور نیک لوگوں کو برا بناتے ہیں، یہ سب لوگ ایسے ہیں کہ اللہ انہیں کتوں کی شکل میں اٹھائے گا۔''

❁ ابو داؤد اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''سب سے بڑا فساد یہ مونڈھ دینے والی (چغلی) ہے۔''

❁ ابن حبان ہی نے نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہوئے لکھا ہے فرمایا ''میرے کہنے کا مطلب یہ نہیں کہ یہ بال مونڈھ دیتی ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ یہ دین مونڈھ دیتی ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 403

پیٹھ پیچھے برائی کرنا

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم بہتان تو کیا پیٹھ پیچھے برائی کرنے والے بھی نہ بنیں اور نہ ہی اپنے پاس ایسے عمل دیکھیں جو گناہوں کو مٹا دیں جیسے بے پرواہی سے وہ لوگ کرتے ہیں جو لوگوں پر تہمت لگاتے ہیں، ہمیں چاہئے کہ اس گناہ میں پڑنے سے ہمیشہ ڈرتے رہیں اور پھر اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور حساب دینے تک ہماری یہی عادت ہونی چاہئے، وہاں جا کر ہمیں عمل نظر آ جائیں گے کہ وہ اس پیٹھ پیچھے برائی کو مٹاتے ہیں یا نہیں کیونکہ ہمارے نیک عمل بھی تو ایسے ہیں کہ انہیں صاف کرنے کے لئے صاف کرنے والے عمل چاہئیں کیونکہ ہمارے ان اعمال میں بھی کمزوریاں اور آفتیں ہیں جیسے کہا گیا ہے۔

''تمہاری عبادتوں میں موجود گناہ بھی تو بہت ہیں، اگر تم انہیں شمار کرنا شروع کرو تو ہر ایک میں لغزش دکھائی دے گی۔''

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص کسی مسلمان کی غیبت نہ کیا کرے جس پر دل میں اسے کہنا پڑے کہ میرے پاس اتنے نیک عمل موجود ہیں جو اس غیبت کا گناہ دھو ڈالیں گے کیونکہ ممکن ہے کہ قیامت کے دن ہمارے سارے نیک عمل بھی اس شخص کو خوش نہ کر سکیں جس کی ہم نے برائی کی یا اس پر بہتان لگایا۔

یہ ایسی عام بیماری ہے کہ اس سے چند لوگ ہی بچتے ہیں ورنہ اکثر لوگ سامنے یا پہلو میں ہو کر ایسا کام کرتے ہیں لہٰذا ایک عقلمند وہ ہوتا ہے جو کسی کے غیبت کرنے پر پریشان نہ ہو، اسے تو خوش ہونا چاہئے کیونکہ قیامت کے دن اس کے حق میں یہ فیصلہ دے گا کہ چغلی کرنے والے کے عملوں میں جتنا چاہے، لے لے۔

میرے بھائی افضل الدین رحمہ اللہ اپنی چغلی کرنے والے کے بارے میں یوں دعا کرتے تھے اے اللہ! اسے وہ گناہ بخش دے جو اس نے میری وجہ سے کر لیا ہے اور اس کے عملوں میں خلوص پیدا فرما دے تاکہ قیامت کے دن یہ ان میں سے لوگوں کو بھی دے سکے کیونکہ جن عملوں میں دکھلاوا اور لوگوں کو سنانا شامل ہو جائے تو آخرت میں ایسے شخص کے ساتھ ان میں سے کچھ بھی نہ جائے گا کہ وہ ان کے ذریعے ان لوگوں کو راضی کر سکے جن کی غیبت کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ آپ پر راضی، اللہ کے بندوں پر کس قدر مہربان تھے۔

اس ہدایت پر عمل کرنے والے کو ایسے نیک شیخ کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے قسمت کے حالات دکھا سکے اور اس کے اعمال دکھائے کہ ان میں سے کونسے رد کئے جاتے ہیں، کن پر پکڑ ہو سکتی ہے اور کن پر نہیں ہوتی تاکہ وہ ہر ایسا کام کر سکے جس پر وہاں جا کر پکڑ نہ ہو کیونکہ عام لوگوں کے ایمان میں کمزوری آ چکی ہے جس کی وجہ سے ان کا یہ ایمان انہیں ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچا نہیں سکتا، اگر ایمان طاقتور ہوتا تو کوئی شخص ایسے کام نہ کرتا جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس شخص کے پاس ایسا عمل نہ ہو جس کی اللہ نے اسے دھمکی دی ہے جو بارگاہ میں حاضر ہے تو لازمی طور پر وہ مخالفتوں میں گھرے گا۔ ذرا سوچو کہ ہمبستری کی خواہش رکھنے والا اور مالدار شخص جب زکوٰۃ دینے سے رک جائے، اگر حکمران اس کے لئے بہت زیادہ آگ جلا کر اس سے کہے کہ اگر تم نے زکوٰۃ نہ دی اور اس عورت سے زنا نہ کیا تو میں تمہیں عذاب دوں گا اور اس آگ میں جلا دوں گا۔ یہ بات پکی ہے تو پھر وہ کیسے زنا نہ کرے گا اور کیسے زکوٰۃ روکے گا کیونکہ وہ تو آنکھوں کے سامنے عذاب دیکھ رہا ہو گا چنانچہ غیبت کا کفارہ دینے والا بھی اپنی آنکھوں سے یہی کچھ دیکھے گا چنانچہ اسی بناء پر کامل مومنوں کے گناہ کم ہوتے ہیں جبکہ دوسروں کے زیادہ ہوتے ہیں۔

چغلی کا کفارہ

شیخ ابو المواہب شاذلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی اور پوچھا یا رسول اللہ! غیبت کا کفارہ کیا ہوتا ہے جب وہ اس تک نہ پہنچے جس کی غیبت کی ہے؟ فرمایا اس کا کفارہ یہ ہے کہ تم قل ھو اللہ احد اور معوذتین (آخری دو سورتیں) پڑھو اور ان کا ثواب ان کے اعمالناموں میں ہدیہ کرو جن کی غیبت کر چکے ہو۔" واللہ غفور رحیم۔

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ کی روایت میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا تمہارے خون، مال، عزتیں تم پر ایسے حرمت والے ہیں جیسے تمہارا یہ دن اور یہ مہینہ تمہارے اس شہر میں سن لو کہ میں نے اللہ کا حکم پہنچا دیا ہے۔"

❁ مسلم اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے "ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، عزت و آبرو اور مال حرام ہے۔"

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ”سود کے (نقصان کے) بہتر دروازے ہیں جن میں سے کم تر یہ ہے کہ وہ ماں کے ساتھ بدکاری کرے اور سب سے بڑا سود یہ شمار ہوتا ہے کہ آدمی اپنے بھائی کی عزت میں لمبے عرصے تک خرابی کرے۔“

❁ بزار نے مرفوعاً لکھا ہے ”سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی ناحق طور پر کسی بھائی کی عزت دیر تک بگاڑا کرے اور سب سے بڑی برائی یہ ہے کہ انسان ایک گالی کے مقابلے میں دو گالیاں دے۔“

❁ ابو داؤد، ترمذی اور نسائی لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ کو ایسی ایسی صفیہ کافی ہیں۔“ یعنی چھوٹے قد کی، اس پر آپ نے فرمایا کہ تم نے ایسی بات کہہ دی ہے کہ اگر اسے دریا کے پانی میں ملا دیں تو سارے میں حل ہو جائے۔“

یعنی اگر تم جسم ناپو اور اسے دریا میں ڈال دو تو اسے میلا کر دے گا اور اس کی ہوا بدبودار ہو جائے گی۔“

ابو داؤد لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ناراضگی میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو ”اے یہودی عورت“ کہہ دیا جس پر رسول اکرم ﷺ نے انہیں ذوالحجہ، محرم اور صفر کے کچھ دنوں تک چھوڑے رکھا۔

ابن ابی الدنیا کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ کے ہاں بیٹھے ہوئے میں نے ایک عورت سے کہا کہ یہ عورت لمبے دامن والی ہے جس پر آپ نے فرمایا منہ میں جو کچھ ہے، اسے پھینک دو، میں نے پھینکا تو وہ گوشت کا ٹکڑا تھا۔

❁ ابو یعلیٰ اور طبرانی کی روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے ہاں سے اٹھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اس کے کھڑے ہونے میں مشکل پیدا ہوتے دیکھی چنانچہ کہنے لگے کہ فلاں شخص کو کس چیز نے عاجز کر دیا ہے؟ فرمایا تم نے اپنے بھائی کا گوشت کھایا کیونکہ اس کی چغلی کی ہے۔“

امام اصفہانی نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے نبی کریم ﷺ کے پاس ایک آدمی کا ذکر کیا اور بتایا کہ جب تک اسے کھلایا نہ جائے، کھاتا نہیں اور جب تک پہنایا نہ جائے، پہنتا نہیں۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم نے اس کی چغلی کی ہے، انہوں نے عرض کی یارسول اللہ! ہم نے تو ایسی بات کی ہے جو اس میں موجود ہے۔ فرمایا جب تم اپنے بھائی کا ذکر کرتے وقت وہی بات کرو جو اس میں موجود ہے تو (چغلی کے لئے) اتنی بات ہی کافی ہے۔“

❁ طبرانی نے روایت کی کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے ہاں سے اٹھا تو اس کے بعد اس نے اس کی برائی کی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دانتوں میں خلال کرو، اس نے عرض کی کہ خلال کس وجہ سے کروں، میں نے گوشت تو کھایا ہی نہیں۔ فرمایا تم نے اپنے بھائی کا گوشت کھایا ہے۔“

❁ ابن ابی الدنیا اور طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ”چار ایسے شخص ہوں گے کہ اپنی تکلیف کی بناء پر دوزخیوں کو بھی تکلیف پہنچائیں گے، پھر ان میں سے اس آدمی کا ذکر کیا جو غیبت کر کے لوگوں کا گوشت کھاتا تھا اور پیٹھ پیچھے برائی کرتا تھا۔“

❁ امام احمد نے لکھا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے دوزخ پر نظر ڈالی تو ایسے لوگوں کو دیکھا جو مردار کھا رہے تھے، چنانچہ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ انہوں نے عرض کی کہ یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے

تھے (چغلی کرتے تھے) اور ان کی عزت پر حملہ کرتے تھے۔''

❁ ابو داؤد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا''معراج کی رات میں ایسے لوگوں کے ہاں سے گذرا جن کے ناخن تانبے کے تھے جن سے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے۔ میں نے پوچھا اے جبرائیل علیہ السلام! یہ کون ہیں؟ انہوں نے عرض کی یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزتوں پر دھبے لگاتے تھے۔''

❁ ابن ابی الدنیا، طبرانی اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا''چغلی کرنا، زنا سے بدتر ہے۔ پوچھا گیا کہ وہ کیسے؟ فرمایا، ایک زانی آدمی تو زنا کر کے توبہ کر لیتا ہے جسے اللہ تعالیٰ قبول فرما لیتا ہے جبکہ غیبت کرنے والے کو اس وقت تک نہیں بخشا جب تک غیبت والا نہ بخش دے۔''

❁ اصفہانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا''ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جس کا اعمالنامہ کھلا ہوگا، وہ دیکھ کر کہے گا کہ اے پروردگار! میری فلاں فلاں نیکیاں کدھر گئیں جو میں نے کی تھیں، وہ میرے اعمالنامے میں تو نہیں ہیں؟ اس سے کہا جائے گا کہ تمہارے چغلیاں کرنے کی وجہ سے مٹا دی گئی ہیں۔''

❁ مسلم اور ابو داؤد وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا''جانتے ہو کہ غیبت کیا ہوتی ہے؟ صحابہ نے عرض کی کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ جانتے ہیں۔ فرمایا تم اپنے بھائی کی وہ بات کرو جو اسے پسند نہ ہو۔ پوچھا گیا یہ بتایئے کہ اگر میرے بھائی میں وہ بات موجود ہو جو میں کہتا ہوں تو پھر؟ اس پر فرمایا، اگر تمہارے بھائی میں وہ موجود ہو جو تم کہتے ہو تو پھر تم نے اس کی غیبت کی اور اگر وہ بات کی جو اس میں موجود نہیں تو اس پر بہتان باندھا۔''

اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 404

بے مقصد بات کرنا جائز نہیں

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم مکروہ یا حرام کام میں گرفتار ہونے کے خدشے سے بے مقصد بات چھوڑنے کو معمولی کام نہ جانیں اور اپنی زبانوں کو اس بات سے روکیں کہ ان سے سوچے سمجھے بغیر کوئی بات نکلے۔

اس ہدایت پر عمل کرنے میں بہت سے ایسے حاجی لوگ کوتاہی کرتے ہیں جو حج سے واپس آتے ہیں چنانچہ وہ لوگوں کے پوچھے بغیر وہ سب کام بتاتے ہیں جو کچھ کر کے آئے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ملنے اور سلام کرنے کے لئے آئے لوگ پریشان ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کی دوسرے حاجیوں کو سلام کرنے جیسی اور غرضیں بھی ہوتی ہیں لیکن وہ حاجی شاعروں کی طرح باتیں کرتا جا رہا ہوتا ہے۔

یوں اس میں وہ بہت سے حقیر لوگ بھی کوتاہی کرتے ہیں جنہیں حکمران ملنے آتے ہیں چنانچہ وہ اس حاکم کے سامنے ایسی ایسی بے شمار باتیں چھیڑ دیتے ہیں جن کی اسے ضرورت نہیں ہوتی چنانچہ اسے کہتے ہیں کہ آج صبح فلاں حاکم ہمیں ملنے آیا تھا یا یہ کہ بادشاہ کل ہمیں ملنے آیا تھا، یا لشکر کے قاضی کا نام لیتے ہیں، یا کہتے ہیں کہ پاشا نے مجھے خوبصورت گھوڑے دیئے ہیں وغیرہ۔ ایسی باتیں اس چیز کی دلیل ہیں کہ وہ شیخ دنیاوی شخص ہے جو مخلوق میں عزت کے لئے ایسی کوشش کرتا ہے۔

کبھی وہ شیخ امیر کے ساتھ اتنی لمبی گفتگو کرتا ہے چنانچہ وہ گفتگو کے دوران ہی شیخ سے کہتا ہے کہ اے سیدی! فاتحہ شریف پڑھئے (بات ختم کیجئے) جس پر وہ شیخ تیوری چڑھاتا ہے چنانچہ اس کی دعا بیکار ہو جاتی ہے کیونکہ اس فقیر کے ساتھ امیر کی عقیدت ختم ہو جاتی ہے، وہ بہت سی بیہودہ باتیں سن چکا ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسی باتوں سے رک جانا ہی ادب ہے۔ واللہ غفور رحیم۔

❁ امام بخاری اور مسلم کے مطابق حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ! مسلمانوں میں سے کون افضل ہوتا ہے؟ فرمایا جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ محفوظ رہیں۔"

میں بتاتا ہوں۔ یہ چیز ہر اس شخص کے لئے شرط ہے جو اللہ کی طرف بلاتا ہے اور جو شخص شیخ کے مقام کا دعویٰ کرے لیکن اس کے ہاتھ اور زبان سے کوئی محفوظ نہ ہو تو وہ جھوٹا ہوتا ہے کیونکہ جب اس کے اسلام کا کامل مقام ہی محفوظ نہیں تو مقامِ ایمان کیسے محفوظ ہوگا اور پھر احسان کا مقام کیسے محفوظ ہو سکتا ہے جس کا دعویٰ رکھتا ہے کیونکہ اللہ کی طرف بلانے والے کے لئے شرط یہ ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں پہنچ کر ان لوگوں کو بارگاہ کی طرف بلائے جو وہاں سے ہٹائے جا چکے ہوں۔ واللہ اعلم۔

❁ امام بخاری و مسلم مرفوعاً لکھتے ہیں "آدمی کوئی ایسا کلمہ بول دیتا ہے جس کے بھلے یا برے کا پتہ نہیں ہوتا اور جس کی وجہ سے وہ جہنم میں اتر جاتا ہے جو مشرق و مغرب کے درمیانی حصے تک پھیلا ہوا ہے۔"

❁ ابن ماجہ اور ترمذی کی روایت ہے "آدمی ایک ایسی بات کرتا ہے کہ اس کی پرواہ نہیں کرتا جس کی وجہ سے وہ ستر خریف گہرائی میں چلا جاتا ہے۔"

❁ بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے "آدمی کوئی ایسا کلمہ بول بیٹھتا ہے جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ محفل والے لوگ ہنسیں اور وہ اسے زمین و آسمان جتنی دوری میں موجود کو گرا رہا ہوتا ہے۔ اور آدمی اپنی زبان کی وجہ سے اس قدر پھسلتا ہے کہ اس قدر قدموں سے نہیں پھسلتا۔"

❁ ترمذی اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے "اللہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ زیادہ باتیں نہ کرو کیونکہ اللہ کے ذکر کے بغیر زیادہ باتیں کرنا، دل میں سختی پیدا کرتا ہے اور اللہ کی بارگاہ سے وہی دور شمار ہوتا ہے جس کا دل سخت ہو۔"

❁ امام مالک نے روایت لیتے ہوئے بتایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا، اللہ کے ذکر کے علاوہ زیادہ باتیں نہ کیا کرو ورنہ تمہارے دل سخت ہو جائیں گے جبکہ سخت دل اللہ سے دور ہوتا ہے لیکن تمہیں پتہ نہیں چلتا۔

- ترمذی، ابن ماجہ وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''ابنِ آدم کی ہر کلام اس کے فائدے میں نہیں بلکہ نقصان میں بھی ہوتی ہے بھلا کرنے کو کہنا، برائی سے روکنا یا اللہ کا ذکر فائدہ مند ہوتے ہیں۔''
- ابوالشیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''سب سے زیادہ گناہ اس شخص کے ہوتے ہیں جو بیکار باتیں زیادہ کرتا ہے۔''
- ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے ''اس شخص کا اسلام بہتر شمار ہوتا ہے جو بیکار باتیں نہیں کیا کرتا۔'' یعنی نہ ان کی دین میں ضرورت ہوتی ہے اور نہ دنیا میں۔

اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 405

مخلوق سے حسد کرنا منع ہے

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اللہ کی مخلوق میں سے کسی سے حسد نہ کریں اور نہ ہی اس نے ان چیزوں کے زائل ہونے کی آرزو کریں جو اللہ نے اسے دے رکھی ہیں، وہ علم ہو، مرتبہ ہو یا اس میں دینی یا دنیاوی عقیدت مندی بہت زیادہ ہو، اس سارے کا مقصد یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ذرہ بھر بھی اعتراض نہ کرسکیں یا ہمیں یہ خوف ہو کہ ہم پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوگا اور ہمیں بارگاہ سے نکال دے گا اور ہم پر لعنت کرے گا جیسے شیطان پر کی کیونکہ اس کے ساتھ جو کچھ بھی ہوا، اس کی وجہ حضرت آدم علیہ السلام سے حسد تھا جیسے آیتوں، حدیثوں اور اخبار میں موجود ہے چنانچہ جو شخص کسی عالم اور نیک شخص سے حسد رکھتا ہے تو دور نہیں کہ اس کے ساتھ بھی وہی واقعہ پیش آئے جو شیطان سے پیش آیا تھا۔

سیدی علی بن وفا رحمہ اللہ کی کلام میں سے یہ بھی ہے ''ہر صورت میں اللہ کے اولیاء کی خدمت کرو، مہربانی کے لئے، اپنے فائدے کے لئے یا اپنی حفاظت کی خاطر اور ان سے حسد نہ کرو ورنہ تمہیں پتھر پڑیں گے، لعنتیں دی جائیں گی اور بارگاہ سے بھگا دیئے جاؤ گے خواہ کچھ دیر ہی کے بعد اور اگر تم نے کوئی کتابیں لکھ کر رکھی ہیں یا شاگرد موجود ہیں تو ان سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

حاصل یہ کہ مسلمان اپنے بھائیوں کے لئے جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے بھی وہ کچھ دے دیتا ہے کیونکہ یہ اس کا پختہ قانون ہے۔

یاد رکھو اے بھائی کہ اس ہدایت پر تم اس وقت ہی عمل کرسکو گے جب کسی خلوص والے شیخ کے طریقے پر چلو گے اور نفس کے ہر فریب سے بچو گے ورنہ لازمی طور پر حسد کرو گے اور اگر تم میں کوئی عقل ہے تو اللہ سے وہی کچھ مانگو جو اس نے انہیں دے رکھا ہے جن پر تم حسد کرتے ہو تاکہ اللہ کی ناراضگی سے بچ سکو۔

حاسد کی پہچان

میں کہتا ہوں کہ میں تمہیں ایک ایسی کسوٹی دیتا ہوں جس کے ذریعے تم حاسد کی پہچان کرسکو گے اور وہ یہ کہ جو شخص دنیا و آخرت میں تمہارے جیسی شرعی صورت نہ بنا سکے اور پھر تمہیں پسند بھی نہ کرے تو وہ یقیناً تم پر حسد کرتا ہے، وہ تم پر اس وقت تک خوش نہیں ہوگا جب تک یہ نعمت تم سے چھن نہ جائے لہٰذا اگر تم اس ہدایت پر چلنا چاہتے ہو تو کسی شیخ کے بتائے راستے پر چلو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت فرمائے۔

- امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''آپس میں ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور نہ ہی ناراض ہوا کرو۔''
- ابن حبان اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''کسی مومن شخص کے اندر راہِ خدا میں جہاد کا گرد و غبار اور جہنم کی گرمی جمع نہیں ہو سکتے اور نہ ہی ایمان اور حسد اکٹھے ہو سکتے ہیں۔''
- امام ابو داؤد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''حسد کرنے سے گریز کرو کیونکہ یہ نیکیوں کو یوں کھا جاتا ہے جیسے لکڑی کو آگ۔'' (یا فرمایا کہ گھاس)۔
- طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''لوگ اس وقت تک چنگے بھلے رہیں گے جب تک آپس میں حسد نہیں کریں گے۔''
- انہی سے ایک اور مرفوع روایت یوں ہے فرمایا ''حسد کرنے والا اور چغلخور میرے ساتھی نہیں گے۔''
- انہی سے یہ بھی ہے فرمایا ''میری امت کے بارے میں مجھے تین چیزوں کا اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں زیادہ دولت جمع ہونے پر آپس میں حسد نہ کرنے لگیں۔'' (الحدیث)
- امام بزار اور بیہقی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''تم تک وہی بیماریاں آ پہنچیں گی جو پہلی امتوں میں موجود تھیں یعنی حسد اور بغض، یہ مونڈھ دینے والی بیماری ہے، میں یہ نہیں کہہ رہا کہ یہ بالوں کو مونڈھے گی بلکہ دین کا صفایا کردے گی۔''
- امام ترمذی بتاتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے بیٹے! اگر ایسا ممکن ہو کہ تم صبح و شام کسی بھی وقت حسد سے بچ جاؤ تو ایسا ضرور کرو۔''
- امام احمد کی روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا ابھی کچھ دیر بعد تمہارے پاس ایک جنتی شخص آ رہا ہے، تھوڑی دیر بعد وہ آیا تو انہوں نے اسے وہی کچھ بتایا جو آپ نے اس کے بارے میں فرمایا تھا۔ پھر پوچھا کہ تم ایسا کونسا کام کیا کرتے ہو؟ اس نے بتایا کہ میں کسی مسلمان کے بارے میں اپنے دل کے اندر حسد و کینہ نہیں رکھتا اور نہ ہی کسی پر اس بھلائی کی وجہ سے حسد رکھتا ہوں جو اسے اللہ نے دی ہے۔''

اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں موجود ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 406

تکبر اور فخر کرنا ناجائز ہے

رسولِ اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم کسی مسلمان کو تکبر کر کے نہ دکھائیں اور نہ ہی اس پر فخر کریں اور نہ ہی اپنے کسی ایسے حال پر غرور کریں جو ہمارے ظاہر یا باطن میں موجود ہے۔''

جو شخص اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے، اسے ایسے خلوص والے شیخ کی ضرورت ہے جو اسے لے کر ایسی سب راہیں اس کے لئے بند کر دے جہاں سے آفتیں آ سکتی ہیں۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تکبر کا وہ راستہ جہاں سے انسان میں تکبر، فخر اور غرور پیدا ہوتا ہے، انسان کا یہ خیال ہوتا ہے کہ جن بہتریوں کی وجہ سے وہ تکبر یا فخر کر رہا ہے، وہ اس کے اپنے اندر ہی موجود ہیں لیکن جب کسی شیخ کی راہنمائی لے گا تو دل کی آنکھوں اور یقین سے اسے پتہ چلے گا کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے، بندے کا اس میں کوئی دخل نہیں بلکہ بندے کے پاس وہ چیزیں عارضی ہیں جن سے یہ شرعی کام کرتا رہے، جیسے شیطان کے کہنے پر اس نے تکبر کیا ہوتا ہے اور ظالم کافروں پر فخر جتلایا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر احسان اور بردباری دکھاتا ہے جبکہ اس کے مقابلے میں یہ بہت سی مخالفت کرتے ہوئے اسے اکڑ دکھاتا ہے۔

یہ بھی یاد رکھو عام لوگوں کا تکبر یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے اندر کوئی خامی دیکھتے ہیں تو انہیں حقیر جانتے ہوئے یہ چاہتے ہیں کہ لوگوں کے دلوں میں سے اسے نکال دیں چنانچہ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ''بھاگتا دیکھنا ہو تو لنگڑے گدھے کو دیکھو۔''

امام شافعی رحمہ اللہ ہمارے بیان کی وجہ کے پیشِ نظر فرماتے ہیں کہ ''تکبر کے بغیر کسی شخص کے جسم میں خامی کم ہی دکھائی دیتی ہے۔''

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے سامنے کسی کا تکبر صحیح نہیں ہوتا ہے، صرف نبیوں کے حکم پر ہوا کرتا ہے چنانچہ وہ انبیاء کے حکم پر تکبر دکھاتے ہیں لیکن اس بات سے غافل ہیں کہ رسولوں کے حکم حقیقۃً اللہ ہی کے ہوتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ہر وقت ہی عظیم ذات ہے۔ اسے ذہن میں رکھو۔

تکبر صرف انسان اور جن کرتے ہیں

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پوری مخلوق میں سے تکبر صرف انسان اور جن ہی کیا کرتے ہیں۔

ابن عربی کے ہاں تکبر کا فلسفہ

پھر فرماتے ہیں ''اس میں حکمت یہ ہے کہ ان دونوں کو پیدا کرنے میں اللہ کے ناموں میں سے حنان، لطیف اور رحیم کا دخل ہوتا ہے۔ قاھر اور مذل کا نہیں ہوتا چنانچہ انسان اور جن ان ناموں سے نکلتے ہیں اور اپنے آپ میں عاجزی اور انکساری دیکھنا نہیں چاہتے جس کی وجہ سے بڑے بنتے ہیں جبکہ فرشتے اور حیوان ایسا نہیں کرتے کیونکہ ان پر قاھر اور مذل کی توجہ ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ منتقم اور جبار کی توجہ بھی ہوتی ہے چنانچہ وہ پہلے ہی سے اپنے آپ کو عاجز سمجھتے ہیں لہٰذا ان میں تکبر نہیں ہوتا۔''

یاد رہے کہ انسان کی ساری صفات اگرچہ کسی اور کی دی ہوئی ہیں لیکن جب اس میں موجود ہوتی ہیں تو اسی کی شکل بن جاتی ہیں اور یوں لگتا ہے کہ وہ اس کے خمیر ہی میں داخل تھیں لہٰذا اس سے جدا نہیں ہوسکتیں، ہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے خلوص والے بندوں میں ان کا عمل روکا ہوتا ہے چنانچہ فرماتا ہے ''اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا۔'' تو اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ لالچ کرنا انسان کی خصوصیت ہوتی ہے لیکن وہ اللہ کے فضل کی بناء پر اس سے بچا کرتا ہے اور پھر یہ فرمایا ''اور حسد والے کے شر سے جب وہ مجھ سے جلے۔'' اور یہ جو اللہ نے من شر فرمایا ہے کہ کسی کے دل میں میرے خلاف حسد نہ ہو، تو اس لئے فرمایا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے یہ ہر امت کے ہر بشر کے جسم میں ہوا کرتا ہے۔

انسان کو اچھا یا برا کہنے کی وجہ

ایک خواب میں، مَیں نے سرخ رنگ کی ایک تختی دیکھی جو چاندی کی زنجیر میں اتری جس پر سبز رنگ میں یوں لکھا تھا ''یاد رکھو کہ انسان کو وہی نام دیا جائے گا جو اس کے جسم کے خمیر میں موجود ہے جس کے اندر سارے جسم، کھانے والی چیزیں، ہوائیں، نفیس ہونا یا برا ہونا، ہلکا بھاری ہونا، بزدلی، بخیلی، بہادری، سخاوت، اچھی اور بری بوئیں وغیرہ شامل ہیں اور جب ان سب کو ایک جگہ گوندھ کر ایک روح بنانے کے لئے اکٹھا کرنے کے بعد اور اسے بکھیر دیا گیا تو یہ سب کچھ چھوٹے چھوٹے ذرے بن گئے، وہ اتنے چھوٹے تھے کہ عقل میں بھی نہیں آسکتے تھے جبکہ ان میں سے ہر ہر چھوٹے ذرے میں وہ سب کچھ موجود تھا جو دوسری کسی بھی چیز میں تھا چنانچہ انسانی خمیر میں بے شمار برائیاں اور ان گنت اچھائیاں جمع ہیں اور اکابر لوگوں میں ناقص صفات ویسے ہی ہیں جیسے چھوٹوں میں اور چھوٹوں میں ناقص صفات بڑوں جتنی ہی ہیں لیکن بڑوں میں ناقص صفتیں دبی ہوتی ہیں جبکہ چھوٹوں میں اچھی صفتیں دبی ہوتی ہیں، یونہی اس کا الٹ ہے کہ چھوٹوں کی بری صفات ظاہر ہوتی ہیں لیکن بڑوں میں دبی ہوتی ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے علاوہ ہر بنو آدم کا یہی حال ہوتا ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا خمیر پاک کیا ہوا ہوتا ہے، ایسا ان کے کسی کام یا نیکی کرنے کی وجہ سے نہیں ہوتا لہٰذا ان کے خمیر میں صرف بھلائی ہوتی ہے، برائی نہیں ہوتی اور ان کے علاوہ دوسرے لوگ اپنی اصلی حالت پر ہوتے ہیں اور جو صفت شروع ہی سے موجود ہوتی ہے، وہ اس صفت

والے کا وجود ختم ہونے ہی پر ختم ہو سکتی ہے ورنہ ختم ہونا محال ہے اور جب تک انسان پر اللہ کی مہربانی ہوتی ہے تو اس وقت تک اس میں اچھی صفتیں عمل کرتی رہتی ہیں اور بری رکی رہتی ہیں چنانچہ یہی وہ وقت ہوتا ہے جب ایسے شخص سے لوگ درخواست کرتے ہیں کہ اے آقا و شیخ! تھوڑا سا مجھے بھی دیجئے'' اور جب اللہ کی مہربانی ہٹ جاتی ہے تو اس کی بری صفتیں کام کرتی ہیں اور نیک صفات کام کرنا چھوڑ دیتی ہیں جس کی وجہ سے انسان شیطان جیسا ہو جاتا ہے اور لوگ اسے دیکھتے ہی کہنے لگتے ہیں، جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں، اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اور پھر ساری مخلوق اس سے ہٹ جاتی ہے۔

مصر میں ہوتے ہوئے میں نے اس جیسا کوئی واقعہ نہیں دیکھا لیکن میرے نزدیک ایسے لوگ بے علم ہیں جو اپنی کتابوں میں ایسے باب لکھتے ہیں باب علاج زوال العجب اور باب علاج زوال الکبر وغیرہ کیونکہ ان سے پتہ چلتا ہے کہ بندے سے ایسی صفات دور ہو سکتی ہیں جبکہ درحقیقت ایسا نہیں ہوتا بلکہ الٹ ہوتا ہے جیسے ہم نے ابھی بیان کیا ہے۔ واللہ غفور رحیم۔

❁ ابن ماجہ اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص ایک لمحہ کے لئے اللہ کے سامنے تکبر دکھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اتنا ہی گرا دیتا ہے اور آخرکار بالکل نیچے لے جاتا ہے۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا جو شخص تکبر دکھاتا ہے، اللہ اسے نیچے کر دیتا ہے (یا فرمایا کہ ذلیل کر دیتا ہے) چنانچہ وہ لوگوں کے دیکھنے میں چھوٹا ہوتا ہے جبکہ اپنے آپ میں بڑا ہوتا ہے۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''تکبر کرنے سے باز آؤ کیونکہ جب تک وہ اس میں موجود ہوتا ہے، اس پر گناہوں کا بوجھ ہوتا ہے۔''

❁ امام احمد، ترمذی، طبرانی اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''قیامت کے دن میری ناراضگی میں اور مجھ سے کافی دور بیٹھنے والے وہ لوگ ہوں گے جو بک بک کرتے رہے ہوں گے، باچھیں کھول کر باتیں کرتے رہے ہوں گے اور آزاد ہو کر رہے ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ آزاد لوگ کون ہوں گے؟ تو فرمایا کہ یہ تکبر کرنے والے ہوں گے۔''

❁ ابو داؤد، ابن ماجہ اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بڑائی گویا میری اوپر والی چادر ہے اور عظمت میری نچلی چادر ہے چنانچہ جو میرے علاوہ ان دونوں کا دعویٰ کرے گا، میں اسے جہنم میں ڈال دوں گا۔''

❁ امام مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''قیامت کے دن تین طرح کے لوگ ایسے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نہ تو ان سے کلام کرے گا اور نہ ہی ان کی طرف دیکھے گا بلکہ انہیں دردناک عذاب دے گا جن میں سے ایک ایسا فقیر بھی شامل ہو گا جو تکبر کرتا ہو گا۔'' یہاں کئی طرح کے الفاظ ہیں۔

❁ طبرانی کی روایت میں ہے فرمایا ''جنت میں وہ شخص داخل نہ ہو گا جو تکبر کرتا ہو۔''

❁ امام احمد وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو گا، اللہ اسے منہ کے بل جہنم میں داخل کرے گا۔''

مسلم اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا، وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ اس پر ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ! ہر انسان چاہتا ہے کہ اس کا لباس اور جوتا خوبصورت ہو۔ فرمایا اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے جبکہ تکبر تو اللہ کی ناراضگی اور لوگوں کے ہاں ذلت ہے۔''

❁ بخاری اور نسائی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''پچھلی امتوں میں سے ایک شخص اس وقت زمین میں دھنسا دیا گیا جب وہ اپنی دھوتی تکبر کرتے ہوئے گھسیٹے جا رہا تھا چنانچہ قیامت کے دن تک دھنستا ہی چلا جائے گا۔''

❁ امام احمد اور بزار نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''پچھلی امتوں میں سے ایک شخص عین اس وقت دو سبز چادریں پہنے نکلا جب وہ تکبر میں تھا، اسی دوران اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا تو اس نے اسے پکڑ لیا چنانچہ وہ قیامت تک اس میں دھنستا چلا جائے گا۔''

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے عین اس وقت زمین کو حکم دیا جب ایک شخص تکبر کا لباس پہنے سر اکڑائے تکبر سے چلا جا رہا تھا کہ اسے پکڑ لے چنانچہ اس نے فوراً اندر دھنسا لیا اور وہ قیامت کے دن تک دھنستا چلا جائے گا۔''

❁ ابو یعلیٰ کے مطابق حضرت کریب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو لئے ابولہب کی گلی میں سے گذر رہا تھا کہ انہوں نے پوچھا اے کریب! مجھے فلاں جگہ لے چلو، میں نے کہا کہ آپ اس جگہ کے قریب پہنچ چکے ہیں پھر بتایا مجھے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا کہ مجھے عین اسی جگہ ایک ایسا آدمی نظر آیا جو دو چادریں اوڑھے، تکبر سے دائیں بائیں دیکھتا چلا جا رہا تھا کہ زمین نے اسے اپنے اندر دھنسا لیا چنانچہ وہ قیامت تک اس میں دھنستا چلا جائے گا۔

❁ ابن حبان اور ترمذی نے لکھا ہے فرمایا ''جب میرے امتی ہاتھ پھیلائے تکبر سے چلنے لگیں گے، فارس اور روم والے لوگ ان کے تابع ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں ایک دوسرے پر مسلط فرما دے گا۔''

❁ ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اکڑ دکھاتے دکھاتے انسان اس مقام تک پہنچ جاتا ہے کہ اس کا نام ظالموں میں لکھ دیا جاتا ہے چنانچہ اسے وہی سزا ملے گی جو ظالموں کو ملتی ہے۔''

❁ بزار نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اگر تم گناہ نہ کرو تو اندیشہ ہے کہ اس سے بھی بڑے گناہ میں قابو آ جاؤ گے اور وہ تکبر ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 407

ہر تعظیم، نبی کریم ﷺ کی وجہ سے ہونی چاہئے

نبی کریم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم جس کی تعظیم بھی کریں وہ ایسا ہو جسے حضور شارع علیہ السلام کی طرف سے عظمت ملی ہے چنانچہ ہم کسی کو اپنی تعظیم کے لئے مقرر نہیں کر سکتے حالانکہ ہمیں علم بھی ہو کہ لوگ اسی وجہ سے ہماری تعظیم کرتے ہیں کیونکہ اس صورت میں ڈر یہ ہوتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی صفتوں کا مقابلہ کرنے لگیں گے۔

حضور ﷺ کی طرف سے ہمیں عظمت ملنے اور پھر ہماری طرف سے اس کی تعظیم کا مقصد یہ ہے کہ ایسے شخص میں وہ صفات پائی جائیں جنہیں حضور شارع علیہ السلام پسند فرماتے ہیں چنانچہ اگر ان صفات میں سے کوئی ایک صفت بھی اس میں موجود ہوئی تو ہم اس کی تعظیم کریں گے اور اس کا حق ادا کریں گے اور جس میں موجود نہ ہو گی، ہم بھی اس سے منہ پھیر لیں گے اور عزت نہیں کریں گے خواہ وہ حکومت کا آدمی ہو ہاں اگر اس میں ہمارا کوئی ذاتی یا عام مسلمانوں کا فائدہ ہو گا تو الگ بات ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہمیں کسی فاسق و فاجر اور بدعتی کی تعظیم نہیں کرنا چاہئے اور اسے ''اے آقا'' وغیرہ نہیں کہنا چاہئے جس میں اس کی تعظیم ہو، ہاں اگر گناہوں سے بچنے والے لوگوں کے لئے ایسے الفاظ کہنے کی عادت پہلے ہی سے ہے تو کوئی بات نہیں کیونکہ کئی مرتبہ تیزی سے ایسے الفاظ کئی علماء بھی بولا کرتے ہیں جیسے یہودیوں سے کہہ دیتے ہیں ''اے میرے واحد آقا، اے میرے پیارے آقا'' کیونکہ ایسے الفاظ بولنے پر انشاء اللہ پکڑ نہیں ہو گی جبکہ ہماری ساری گفتگو علماء کے ہاں کئے جانے والے گناہوں کے بارے میں ہے جیسے شراب پینے اور بدعتی کام جس کے بارے میں رسول اکرم ﷺ کی طرف سے ڈانٹ موجود ہے، ہماری مراد ایسے کام نہیں جن کی وجہ سے شہادت نہ دی جا سکتی ہو جیسے بازار میں کھانا، لوگوں کو ہنسانا، چادر اوڑھے بغیر چلنا یا ننگے سر چلنا وغیرہ اور ایسے سب گناہ کبیرہ گناہ میں آ جاتے ہیں، مسلسل چھوٹے گناہ کرنے میں آتے ہیں، ہمیشہ مکروہ کام کرنے میں آ جاتے ہیں اور پھر سنت کاموں میں بگاڑ پیدا کرنے میں شامل ہو جاتے ہیں۔

حقیقی صوفیہ کے ہاں ظاہری گناہوں (جیسے ہم لکھ چکے) اور حسد، تکبر اور کینہ وغیرہ جیسے باطنی گناہوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا چنانچہ جو ان چھوٹے گناہوں میں سے کوئی گناہ کرتا ہے تو کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ اسے ''اے آقا'' کہے اور یہ بھی مناسب نہیں کہ یہ جانتے ہوئے بھی اس پر لوگوں کو لگائے کہ وہ فاسق و فاجر ہے کیونکہ وہ ایسے کام کرتا ہے کہ اگر لوگوں کو دکھا دے تو لوگ یقیناً اسے فاسق و فاجر کہیں گے۔'' واللہ غفور رحیم۔

❁ ابو داؤد اور نسائی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''منافق کو یاسیدی (اے میرے آقا) نہ کہا کرو کیونکہ اگر وہ ایسا آقا ہوا تو تم اللہ کو ناراض کرو گے۔''

حاکم کی روایت کے الفاظ یوں ہیں ''جب کوئی شخص کسی کو ''اے میرے آقا'' کہتا ہے تو وہ اپنے پروردگار کو ناراض کر رہا ہوتا ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 408

ضرورت کے بغیر جھوٹ بولنا منع ہے

رسولِ اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم جلدی سے جھوٹ بول دینے کو معمولی بات نہ سمجھیں خواہ وہ باتوں میں ہو، کام میں ہو، ظاہراً ہو یا باطنی طور پر جیسے ہم میں سے مثلاً کوئی یوں کہہ دے کہ میں اللہ کا قریبی ہوں، میرے پاس اس کے راز موجود ہیں اور وہ قیامت کے دن اللہ کے ہاں اپنے زمانہ والوں اور بھائیوں کی سفارش کرے گا بشرطیکہ وہ یہ باتیں اس وقت کہے جب اسے دل کی آنکھوں سے صحیح طور پر اللہ کی طرف سے کوئی اطلاع نہ ملی ہو جس میں بگاڑ ممکن نہیں۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ اس دور کے بہت سے لوگ اس پر عمل کرنے میں کوتاہی کر رہے ہیں بلکہ کچھ مشائخ بھی کوتاہی کرتے دیکھے گئے ہیں چنانچہ ان میں سے کوئی ساتھی مرید سے کہتا ہے کہ جب بھی شیطان آیا کرے تو میری طرف توجہ کر کے میرا نام لے دینا، میں اسے منع کر دوں گا حالانکہ ایسے شیخ کا نفس خود خبیث ہوتا ہے اور شیطان رات دن اس پر سوار رہتا ہے، اترتا ہی نہیں بلکہ ایسے بھی موجود ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ جب تمہارے پاس منکر نکیر آ جائیں یا جہنم کے داروغے آئیں تو ان سے کہہ دینا کہ میں فلاں کے مریدوں میں سے ہوں، یوں وہ تمہیں چھوڑ جائیں گے۔ یونہی دوسرے بکواس سمجھ لو۔

(افسوس) مرتبے والے اولیاء تو چلے گئے اور اپنے پیچھے ایسے لوگ چھوڑ گئے ہیں کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ اصل مقام کو چھوڑ کر لوگ ککڑی کی طرح باہر آ جائیں گے اور لوگ انہیں چرنے کے لئے مویشی چھوڑ دیں گے۔ اللہ کی قسم! اب تو مسلمان کے لئے اس اسلام کا دعویٰ کرنا بھی مناسب نہیں رہا جس کی طرف حضور ﷺ کے اس فرمان میں اشارہ ہے ''مسلمان وہ ہوگا جس کی زبان اور ہاتھوں سے لوگ محفوظ رہیں۔'' کیونکہ عام طور پر لوگ اگر فیصلہ سے کام لیں تو جانتے ہوں گے کہ مسلمان ان سے بدگمانی تو کیا، ان کی زبانوں اور ہاتھوں سے بھی محفوظ نہیں رہے لہٰذا بندے کو ایسے الفاظ بولنے چاہئیں جن میں بڑا مرتبہ اور بڑائی موجود نہ ہو کیونکہ ایسے الفاظ سچائی کے قریب ہوں گے۔

حضرت شیخ ذوالنون مصری رحمہ اللہ سے طریقت میں سچائی کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا ہوتی ہے تو آپ نے یہ شعر پڑھا

''ہم تو بس گنہگار اور حیران لوگ باقی رہ گئے ہیں اور پھر سچائی ڈھونڈتے پھرتے ہیں حالانکہ
اس کی طرف کوئی راہ نہیں ہے۔''

تو اے بھائی! اتنی بڑی شخصیت کے اس قول کے مقابلے میں اس دور کے ایک شیخ کے اس قول کی کیا حیثیت ہے

جو یہ کہتا ہے کہ میں قطب اور غوث ہوں اور دیکھیے کہ بھرے مجمع میں وہ اپنی تعریف کیسے کرتا ہے، پھر حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ جیسے تابعین کے سردار کے فرمان کی حیثیت دیکھئے کہ جب کسی نے ان سے کہا کہ آج میں نے آپ کو جنت میں دیکھا ہے تو فرمایا کیا میرے اور تمہارے علاوہ شیطان کو ایسا کوئی نہیں ملا جس سے وہ ٹھٹھا کر سکے؟ پھر حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ کو دیکھیے کہ جب ان سے بارش کی دعا کے لئے کہا گیا تو آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا تھا اگر میں تمہارے ساتھ کھڑا ہو جاؤں تو ڈر لگتا ہے کہ کہیں میری وجہ سے تم پر پتھر نہ برسیں چنانچہ جب آپ حدیث لکھ رہے ہوتے اور اسی دوران بادل گزرتا تو آپ لکھنا بند کر کے فرماتے اسے گذر جانے دو کیونکہ مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں اس میں ہم پر برسانے کے لئے پتھر موجود نہ ہوں۔

آپ نے فرمایا اگر کوئی شخص قسم کھا کر میرے بارے میں کہہ دے کہ میں اللہ اور حساب سے نہیں ڈرتا تو میں اسے کہوں گا کہ اپنی قسم کا کفارہ نہ دو کیونکہ تم سچے ہو خود میرے کام اس بات کی گواہی دے رہے ہیں۔

اس کے علاوہ حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ کے فرمان کا بھی ملاحظہ کیجئے، فرمایا تھا روزانہ میں اپنے ناک کو کئی کئی مرتبہ دیکھا کرتا ہوں تا کہ میرے عملوں کی وجہ سے سیاہ نہ ہو چکا ہو اور جب بھی آپ بیدار ہوتے تو شیشے میں اپنا چہرہ دیکھتے، ہاتھ سے ٹٹولتے اور فرماتے مجھے ڈر لگتا ہے کہ اللہ نے میرا چہرہ خنزیر جیسا نہ کر دیا ہو۔ پھر شیخ عبدالعزیز دیرینی رحمہ اللہ کے واقعہ پر نظر اٹھائیے کہ جب لوگوں نے ان سے کرامت دکھانے کو کہا تو فرمایا اے میری اولاد! اللہ کی قسم! اللہ کی طرف سے ملی میری اس کرامت کے علاوہ اور کوئی بڑی کرامت نہیں کہ زمین نے مجھے روک رکھا ہے، مجھے اپنے اندر دھنسا نہیں لیا اور میں اس پر چل پھر رہا ہوں، اے میری اولاد! اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی نہ ہوتی تو ہم دھنس جانے کے قابل تھے۔

پہلے بزرگوں کے حالات میں خوفِ خدا کے بہت سے مشہور واقعات ملتے ہیں جبکہ اس دور کے بعض لوگ ایسے نہیں کیونکہ شرعی طریقے کے علاوہ وہ اپنے بارے میں اچھے گمان لئے پھرتے ہیں حالانکہ ہر عارف شخص کا کام اپنے سے اوپر والے کو دیکھنا ہوتا ہے، وہ اپنے سے کم مرتبہ کو نہیں دیکھا کرتا۔ اس دور کے اکثر دعویدار لازمی طور پر ذلیل ہوتے ہیں کیونکہ ہر دعویدار آزمائش میں پڑ جایا کرتا ہے۔

ایک مرتبہ ہمارے دور کے ایسے صوفیوں میں سے کسی نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ سب کچھ بتا دیا ہے جو اس نے لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے اور جس کی طرف اللہ کے اس فرمان میں اشارہ ہے ''ہم نے ہر شے کو لوحِ محفوظ میں لکھ دیا ہے۔'' وہ ایک نہایت سمجھ دار آدمی کے پاس بیٹھا ہوا تھا چنانچہ اس نے کہا اے آقا! بھلا یہ تو بتا دو کہ تمہارے ابرو میں کتنے بال موجود ہیں؟ چنانچہ اس کے ہوش اڑ گئے اور ذلیل ہو کر رہ گیا تو اے بھائی یہ بات ذہن نشین کر لو اور جھوٹے دعووں سے گریز کرو تا کہ پل صراط سے گذر سکو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے، کیونکہ ''نیک لوگوں کا اللہ وی والی ہے۔''

❁ امام بخاری و مسلم نے روایت کی ہے فرمایا ''جھوٹ بولنے سے گریز کرو کیونکہ جھوٹ گناہ کرنے پر اکساتا ہے اور وہ جہنم کا راستہ دکھاتا ہے اور جب انسان مسلسل جھوٹ بولے جاتا ہے تو اللہ کے ہاں اسے جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔''

❁ ابن حبان کی روایت ہے ''جھوٹ سے بچو کیونکہ وہ گناہ کے ساتھ ہی ہوتا ہے اور گناہ کرنا جہنم کی راہ دکھاتا ہے۔

امام احمد روایت بتاتے ہیں کہ کسی شخص نے عرض کی یارسول اللہ! دوزخیوں کا کام کونسا ہے؟ فرمایا جھوٹ، کیونکہ انسان جھوٹ بولتا ہے تو گناہ کرتا ہے اور گناہ کرتے کافر ہو جاتا ہے اور یوں جہنم میں چلا جاتا ہے۔''

امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''منافق کی تین نشانیاں ہوتی ہیں، جب بھی بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔'' (الحدیث)

امام احمد اور طبرانی نے لکھا ہے فرمایا ''کوئی شخص اس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہوتا جب تک وہ ٹھٹھے اور دکھلاوے کے موقع پر بھی سچا ہونے کے باوجود جھوٹ بولنا نہیں چھوڑتا۔''

ابو یعلیٰ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''آدمی کا ایمان اس وقت تک واضح نہیں ہوتا جب تک وہ ٹھٹھا اور جھوٹ بولنا نہ چھوڑے۔''

امام بزار اور ابو یعلیٰ نے روایت کی ہے ''ہر خامی پر انسان کے مومن ہونے کی مہر ہوتی ہے لیکن خیانت اور جھوٹ پر نہیں لگتی۔''

امام مالک نے مرفوعاً لکھا ہے ''عرض کی گئی یارسول اللہ! کیا مومن بھی جھوٹ بول سکتا ہے؟ فرمایا نہیں۔''

امام احمد نے روایت کی ہے فرمایا ''سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ تم ایسے شخص کی بات کرو جو تمہیں سچا جانے لیکن تم اسے جھوٹا جانو۔''

اصفہانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جھوٹ، رزق گھٹاتا ہے۔''

ابن ابی الدنیا اور ترمذی نے لکھا ہے فرمایا ''بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ میل بھر دور چلا جاتا ہے کیونکہ اسے جھوٹ کی وجہ سے بدبو آتی ہے۔''

بزار، احمد اور ابن حبان کے مطابق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے ہاں سب سے بری عادت والا وہ شخص شمار ہوتا تھا جو جھوٹ بولتا تھا، آپ جب بھی ایسا شخص دیکھتے تو اسے اپنے دل سے اس وقت تک نکال دیتے تھے جب تک آپ کو اس کی توبہ کے بارے میں بتایا نہ جاتا۔''

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ آپ ایک مرتبہ جھوٹ بولنے پر اس شخص کو مہینہ، دو مہینے یا اس سے بھی زیادہ دیر تک چھوڑے رکھتے۔''

امام احمد نے مرفوعاً لکھا ہے ''جھوٹ کو جب تک جھوٹ بنا کر لکھ نہیں دیا جاتا، جھوٹے کو جھوٹا نہیں کہا جاتا۔''

امام احمد اور ابن ابی الدنیا نے مرفوعاً لکھا ہے جب کوئی شخص کسی بچے سے کہے کہ آؤ اور یہ چیز لو لیکن پھر کچھ نہ دے تو یہ جھوٹ ہے۔''

ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور بیہقی نے لکھا ہے ''ایسا شخص تباہ ہوگا جو لوگوں کو ہنسانے کی بات کرتے وقت جھوٹ بولے، اس کے لئے تباہی ہے، اس کے لئے تباہی ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر **409**

اللہ کی مخلوق سے ٹھٹھا کرنا منع ہے

رسولِ اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اللہ کی مخلوق میں سے کسی ٹھٹھا کرنے کو معمولی نہ جانیں اور وہ یوں کہ کسی کو دھوکا دینے کی بجائے ایک طرف جا کر کچھ کہیں اور دوسری طرف ٹھٹھا کرتے ہوئے کچھ اور کہہ دیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کو ان کے صرف یہ کہنے پر ''ہم تمہارے ساتھ ہیں'' نہیں پکڑا تھا بلکہ اس وقت پکڑا تھا جب انہوں نے کہا تھا کہ ''ہم تمہارے ساتھ ٹھٹھا کرتے ہیں۔'' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جب ان کو اس کا جواب دیا تھا تو صرف یہی فرمایا تھا کہ ''اللہ ان کے ٹھٹھے کا جواب دے رہا ہے۔'' اسے ذہن میں بٹھا لو کیونکہ اس کی تفسیر کا حاصل ہے۔

جو شخص اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے، اسے کسی شیخ کی راہنمائی لینی چاہیئے تاکہ وہ اسے اولیاء کے مرتبے پر پہنچائے جس کی بناء پر اسے مومن کی عظمت کا پتہ چلے اور وہ جان لے کہ یہ ٹھٹھا کس سے کیا گیا تھا اور اللہ کی قسم! اگر وہ شخص جاہل نہ ہو تو اپنے اس ٹھٹھے کی بنا پر دوزخ میں جانے کے قابل ہو جائے لہٰذا اے بھائی! اگر تم اس ہدایت پر چلنا چاہتے ہو تو کسی شیخ سے راہنمائی لو ورنہ چہرے اور زبان دونوں کے لحاظ سے دوغلے ہو گے۔ واللہ علیم حکیم۔

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے ''لوگ کئی طرح کے ہوتے ہیں چنانچہ جہالت کے دور والے بہتر لوگ اسلام کے دور میں بہتر ہیں بشرطیکہ دین سیکھیں اور کچھ حکمران بننے میں بہتر ہوں گے لیکن سب سے برے ہوں گے پھر تم دیکھو گے کہ سب سے برا وہ شخص ہو گا جو دوغلا ہو گا، اس طرف کچھ اور ہو گا اور دوسری طرف جا کر کچھ اور۔

❁ امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ جب ہم کسی حکمران کے پاس جاتے ہیں تو نکلتے وقت وہ بات کرتے ہیں جو پہلے نہیں کہی ہوتی۔ اس پر انہوں نے کہا کہ رسول اکرم ﷺ کے دور میں ہم اس حرکت کو منافقت گنتے تھے۔

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے، فرمایا ''دنیا میں دوغلا شخص قیامت کے دن آئے گا تو اس کے لئے آگ کے دو چہرے ہوں گے۔''

❁ ابن ابی الدنیا، طبرانی اور اصفہانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص دغا باز اور فریبی ہو گا تو قیامت کے دن اس کی دو زبانیں ہونگی جو آگ سے بنی ہونگی۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 410

اللہ تعالیٰ کے نام کے بغیر قسم کھانا منع ہے

رسولِ اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بغیر کسی اور کی یا بات کی قسم کھانے میں غفلت نہ دکھائیں خصوصاً جب امانت کا معاملہ سامنے ہو اور آپ یہ بھی چاہتے ہیں کہ عام اور فاسق و فاجر جیسے لوگوں کے لفظ بول کر اسلام سے دور ہوتے ہوئے ہم کہیں یہودی اور نصرانی نہ بن جائیں۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ جس میں اکثر بدخلق لوگ کوتاہی کرتے ہیں لہٰذا آدمی پر لازم ہے کہ اپنے آپ کو مشکل میں ڈالے تا کہ وہ ایسا ہو جائے کہ جھگڑتے وقت ایسی بات میں قسم کھانا شروع نہ کر دے خواہ اس قسم سے ان کا ارادہ کفر سے دوری ہو کیونکہ اس میں کفر کے وعدے کی بو آتی ہے بشرطیکہ اس نے دوری والا معنیٰ نہ لیا ہو لہٰذا اس سے بچنا ہی واجب ہے بلکہ کچھ اس کو کفر قرار دیتے ہیں کیونکہ یہ ایسا ہے جیسے کسی نے آئندہ کفر کا پکا ارادہ کر لیا ہو تاہم وہ اسی وقت کافر ہو جائے گا لہٰذا اے بھائی! کسی شیخ کی راہنمائی پر چلو تا کہ وہ تمہیں نفسانی بیوقوفیوں سے نکال لے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔

- امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے باپوں کی قسم کھانے سے روکا ہے چنانچہ قسم کھانا چاہو تو اللہ کی کھاؤ ورنہ خاموش رہو۔''
- ترمذی اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص اللہ کے بغیر قسم کھائے تو وہ شرک کرے گا (یا فرمایا کہ کافر ہو جائے گا)۔
- طبرانی کے مطابق حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''جھوٹی قسم کھانے کی بجائے مجھے یہ بات اچھی لگتی ہے کہ اللہ کے بغیر کسی اور کی کھا لیا کروں لیکن سچ بولوں۔''
- ابوداؤد نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص امانت کا نام لے کر قسم کھائے، وہ ہم میں شمار نہ ہو گا۔''
- ابو داؤد، ابن ماجہ اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص یہ قسم کھائے کہ میں اسلام سے دور ہوں، اگر وہ جھوٹا ہے تو ویسے ہی ہو گا جیسے اس نے کہا لیکن اگر سچا ہوا تو صحیح سلامت ہو کر اسلام کی طرف نہیں آ سکے گا۔''
- ابو یعلیٰ اور حاکم نے لکھا ہے فرمایا ''جو اپنے اچھے مرتبہ پر قسم کھائے تو وہ قسم کے مطابق ہو جائے گا چنانچہ اگر کہے کہ وہ یہودی ہے تو یہودی ہو جائے گا، اگر کہے کہ نصرانی ہوں تو نصرانی ہو جائے گا اور کہہ دے کہ میں اسلام سے فارغ ہوں تو ہو جائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے پوچھا یا رسول اللہ! اگرچہ وہ روزے رکھتا اور نماز بھی پڑھتا ہو؟ فرمایا، ہاں۔''
- ابن ماجہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی کو یوں کہتے سنا ''میں اس وقت یہودی ہوں گا۔'' تو

آپ نے فرمایا یہ بات پکی ہو گئی۔'' واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 411

اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم کھانا منع ہے

رسولِ اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم نہ کھایا کریں خواہ اس پر کسی سے مال نہ بھی لیں کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے نام کی عزت وعظمت ہے۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ جس میں بہت سے لوگ غفلت کرتے ہیں چنانچہ جو اس پر عمل کرنا چاہتا ہے، اسے کسی سچے شیخ کی ہدایت پر چلنے کی ضرورت ہے جو اسے اپنے ساتھ لے کر اللہ کی تعظیم کرنا سکھائے اور وہ عام طور پر اللہ کے رعب سے کانپتا رہے، اس مقام پر پہنچ کر وہ نہ تو سنجیدگی میں قسم کھائے گا اور نہ ٹھٹھے میں چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ نے بتایا کہ میں نے سنجیدگی، ٹھٹھے اور کسی مقصد کے بغیر کبھی قسم نہیں کھائی۔

لیکن یہاں ایک پیچیدگی ہے کہ اگر کسی پرہیز گار پر قسم پڑ جاتی ہے جبکہ اس کا مخالف جھوٹا ہوتا ہے، وہ قسم کھانا نہیں چاہتا تاہم بددلی سے تاوان دے دیتا ہے تو اسے ٹھنڈی پرہیز گاری کہیں گے بلکہ اس کے لئے قسم کھانا ہی بہتر ہے۔ جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اپنے بھائی کو حرام کھانے سے بچانے اور مال حرام لینے سے بچانے کے لئے قسم کھاتے تھے اور باقی قسموں کو بھی یونہی سمجھا جائے گا اگرچہ اس نے اپنا حلال حق لینے کی خاطر کھائی ہو اور اپنے بھائی کو گناہ سے بچا رہا ہو، ہاں اگر وہ اس سے وہ فرض پورا کر سکتا ہے کہ اس سے ناحق طور پر کچھ لیا تھا لیکن اس کی خوشی سے۔ واللہ غفور رحیم۔

❁ امام بخاری ومسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص ناحق طور پر کسی مسلمان کا مال لے لے تو اللہ تعالیٰ سے ملتے وقت وہ اس سے ناراض ہوگا۔

❁ انہی کی روایت میں ہے جو شخص قید کا نام لے کر قسم کھائے جس کے ذریعے کسی مسلمان سے مال لینا چاہے اور وہ اس میں جھوٹا ہو تو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے وقت، اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا۔''

❁ ابو داؤد اور ابن ماجہ وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص قسم کھا کر کسی سے مال لے لے تو اللہ تعالیٰ سے ملتے وقت کوڑھا ہوگا۔''

❁ بخاری، ترمذی اور نسائی میں مرفوعاً ہے ''بڑے گناہوں میں، اللہ کے ساتھ شریک کرنا اور جھوٹی قسم کھانا شامل ہیں۔ اس پر آپ سے پوچھا گیا کہ یارسول اللہ! یمینِ غموس کیا ہوتی ہے؟ فرمایا جو قسم کھا کر کسی مسلمان بھائی کا مال لے لے حالانکہ قسم جھوٹی ہو۔''

حافظ عبدالعظیم فرماتے ہیں کہ جھوٹی قسم کو اس لئے غموس کہتے ہیں کیونکہ یہ دنیا میں تو قسم کھانے والے کو گناہ میں گرفتار کراتی ہے لیکن آخرت کے اندر جہنم میں لے جائے گی۔

❁ ترمذی، طبرانی اور ابنِ حبان نے لکھا ہے فرمایا ''میری جان کو قبضے میں لینے والے کی قسم، جو شخص مچھر کے پَر جتنی چیز پر بھی قسم کھاتا ہے تو قیامت کے دن وہ اس کے دل پر داغ بن جائے گی۔''

❁ ایک اور روایت میں ہے کہ ''وہ قیامت کے دن تک اس کے دل پر نکتہ بنی رہے گی۔''

❁ بزار نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جھوٹی قسم مال کو برباد کرتی ہے۔''

❁ بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جھوٹی قسم گھروں کو ویران کر دیتی ہے۔''

❁ امام احمد نے مرفوعاً لکھا ہے ''پانچ وہ لوگ ہیں کہ ان کا کفارہ نہیں ہوتا، اللہ کا شریک بنانا، جھوٹی قسم جس کے ذریعے ناحق طور پر کسی سے مال لے۔'' (الحدیث)

حافظ خطابی فرماتے ہیں جھوٹی قسم کا حکم یہ ہے کہ وہ کھانے والے پر لازم ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے اسے قید ہو سکتی ہے، اسے یمین الصبر کہتے ہیں کیونکہ صبر کا معنی قید ہوتا ہے، اسی میں ان کا یہ قول شمار ہوتا ہے قتل فلان صبرا یعنی قتل کے لئے بند رہا اور اس پر غالب ہوا۔

❁ طبرانی اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص قسم کھا کر کسی مسلمان کا مال ہتھیا لے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دیتا ہے اور جہنم لازم کر دیتا ہے خواہ مسواک کی قسم کھائے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 412

کسی مسلمان کو حقیر جاننا منع ہے

رسولِ اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم کسی مسلمان کو حقیر نہ جانیں خواہ وہ بہت زیادہ گناہگار ہو کیونکہ ہمیں ان کے خاتمے کے بارے میں علم نہیں ہوتا، اسے نیکی کے بارے میں کہتے اور برائی سے روکتے وقت حقیر نہیں سمجھنا چاہئے کیونکہ وہ ہم سے بہتر حالت میں ہو سکتا ہے تو ہم اس سے برے حال میں ہو کر اسے حقیر کیسے جانیں؟

اس کی وضاحت یوں ہے کہ اسے حقیر جاننے میں ہماری طرف سے ضروری وجہ یہ ہوتی ہے کہ ہم اپنے بارے میں تو اچھے ہونے کا گمان رکھتے ہیں جبکہ دوسرے پر بدگمان ہوتے ہیں حالانکہ اس کا الٹ ہونا چاہئے جیسے کہتے ہیں عارف باللہ کے لئے دانائی کا کام یہ ہے کہ لوگوں کے لئے فراخ دل ہو جبکہ خود تنگی برداشت کرے اور یوں سمجھے کہ اللہ تعالیٰ دوسرے لوگوں سے تو درگذر کر دے گا لیکن اسے پکڑ لے گا۔

اس ہدایت پر عمل کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ کسی شیخ کی پیروی کرے جو اسے عارفوں کے مقام تک پہنچا دے ورنہ لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنے آپ کو نجات والا لیکن دوسرے کو برباد ہونے والا جانے گا۔'' اللہ تعالیٰ اسی کو ہدایت دیتا ہے، جسے سیدھی راہ دکھانا چاہے۔''

❁ مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے''مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہونا چاہیے، اس پر ظلم نہ کرے، نہ ہی ذلیل کرے اور نہ ہی حقیر سمجھے کیونکہ تقویٰ یہی ہے،تقویٰ یہی ہے اور تقویٰ یہی ہے (تین مرتبہ فرمایا) پھر سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا آدمی کے برے ہونے کا پتہ اس بات سے چل جاتا ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے، ہر مسلمان پر دوسرے کا خون، عزت اور مال حرام ہے۔'' اور پھر اس سے پہلے مسلم اور ترمذی کی یہ حدیث گذر چکی ہے کہ''تکبر اللہ کے سامنے اکڑنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہوتا ہے۔''

❁ امام مسلم اور مسلم وغیرہ کی روایت میں ہے''جب تم یہ سنو کہ کوئی یوں کہہ رہا ہے''لوگ ہلاک ہو گئے'' تو وہ انہیں ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ امام مالک نے اس قول کی تفسیر یہ کی ہے کہ جب وہ اسے تکبر کے طریقے پر کہے اور دوسرے کو حقیر جانے تو وہ ان سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہوگا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے اپنی مخلوق کے بارے میں راز سے واقف نہیں ہوگا۔

❁ مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا''کوئی یہ کہتا ہے کہ اللہ کی قسم! اللہ فلاں شخص کو نہیں بخشے گا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ کون ہے جو میری قسم کھا کر کہتا ہے کہ میں فلاں شخص کو نہیں بخشوں گا؟ میں اسے تو بخش رہا ہوں لیکن تمہارے عمل برباد کر رہا ہوں۔''

❁ امام بیہقی نے لکھا ہے''لوگوں سے ٹھٹھا کرنے والوں میں سے کسی کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھولا جائے گا اور آواز دے دی جائے گی کہ آ جاؤ چنانچہ وہ بے چینی اور غمگین ہو کر آئے گا اور جب وہاں پہنچے گا تو فرشتہ دروازہ بند کر دے گا اور پھر یونہی ہوتا رہے گا اور پھر اسی دوران کسی کے لئے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا اور اسے کہا جائے گا کہ آ جاؤ چنانچہ اسے مایوسی ہوگی۔''

❁ امام احمد اور بیہقی نے لکھا ہے فرمایا''کسی کو دوسرے پر مرتبہ صرف دین کی وجہ سے مل سکتا ہے یا پھر نیک عمل کی وجہ سے۔''

❁ انہی کی ایک اور روایت ہے کہ''کسی کو دوسرے پر فضیلت صرف دین یا پرہیزگاری کی وجہ سے ہو سکتی ہے۔''

امام بیہقی روایت کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے خطبہ میں فرمایا تھا''اے لوگو! تمہارا پروردگار ایک ہے اور باپ بھی ایک ہے، کسی عربی شخص کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر فضیلت صرف تقویٰ کی بناء پر ہوگی چنانچہ جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہوگا، وہی اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت والا ہوگا۔''

پھر ان ہدایات کی ابتداء میں یہ حدیث گذر چکی ہے''جو کام میں دیر کرتا ہو، اس کی نسب جلدی میں معلوم نہیں ہو سکتی۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہش نبوی ﷺ نمبر 413

وعدہ خلافی منع ہے

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ایسے وعدہ کے خلاف نہ کریں جو ہم کسی سے کر چکے ہوں کہ فلاں جگہ جائیں گے یا کسی کو عطیہ دیں گے یا کسی کام پر کسی کی مدد کریں گے وغیرہ یونہی ہم خیانت نہ کیا کریں، نہ دھوکا دیں اور نہ اسے قتل کریں جس سے کوئی معاہدہ ہو چکا ہو، نہ گالی دے کر ظلم کریں یا مار کر یا پھر غیبت وغیرہ کر کے۔

روایت میں آیا ہے کہ وعدہ خلافی یا عہد خلافی عام مخلوق کے حق میں بری ہے تو اس کے حق میں بری کیوں نہ ہوگی جو اللہ سے وعدہ کرے یا معاہدہ کر کے اس کے خلاف کرے۔

بچپن میں میرے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا میں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کر لیا کہ زندگی بھر کسی قاضی، خوشحال شخص، ظالموں کو چیزیں بیچنے اور ٹیکس لینے والوں سے کچھ نہیں کھاؤں گا چنانچہ میں نے سیدی محمد غمری (محلہ کبریٰ میں مدفون) کو دیکھا، مجھ سے فرما رہے تھے جو شخص اللہ سے اس کام کا معاہدہ کرے جو اس کے قبضے میں نہیں تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے کوڑھا ہوگا چنانچہ اسی رات سے میں نے یہ ارادہ کر لیا کہ اللہ سے کوئی بھی عہد نہیں کروں گا اور اسی وجہ سے نذر ماننا منع ہے کیونکہ نذر ماننے والا ایسی شے کی نذر مان رہا ہوتا ہے کہ جس کا کرنا یا نہ کرنا اس کے بس میں نہیں کیونکہ کاموں کو پیدا کرنا، اس کے بس میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے۔

جو شخص اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے، اسے خلوص والے شیخ کی راہنمائی لینے کی ضرورت ہے جو اسے جہالت سے علم کی روشنی کی طرف لے آئے کہ وہ مسلمان کی عظمت پہچانے اور وعدہ خلافی کرنے سے باز آئے اور خیانت کی برائی کو پہچانے تا کہ مال اور کلام میں کسی سے خیانت نہ کرے اور نہ ہی اس شے میں دھوکا کرے جو اسے اللہ تعالیٰ نے دی ہے اور جس پر اس نے اس سے عہد کیا ہے چنانچہ جو اس شیخ کے کہنے پر نہیں چلتا تو وہ خیانت اور وعدہ خلافی کے علاوہ اللہ کے روکے ہر کام کرے گا کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے شیخ کی مدد حاصل نہ ہوگی کیونکہ جس کا کوئی بھی شیخ نہیں ہوتا، اس کا شیخ شیطان ہوتا ہے۔ یہ بات ذہن نشین کر لو۔ واللہ غفور الرحیم۔

❁ ابو داؤد اور ابن ابی الدنیا کے مطابق حضرت عبداللہ بن ابو الحسین رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے انہیں کوئی چیز بیچی، کچھ رقم میرے ذمے تھی، میں نے وعدہ کیا کہ باقی رقم لے کر اسی مقام پر آ کر دے جاؤں گا لیکن میں بھول گیا تاہم تین دن کے بعد یاد آیا تو میں گیا، دیکھا تو آپ اسی جگہ کھڑے تھے، مجھے دیکھتے ہی فرمایا اے جوان! تو نے مجھے پریشان کیا، میں تو یہاں تین دن سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔''

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''منافق کی تین نشانیاں ہوتی ہیں، بات کرے تو جھوٹ

بولے گا، وعدہ کر کے وعدہ خلافی کرے گا اور امانت میں خیانت کرے گا۔“

❁ امام بخاری ومسلم کی مرفوع روایت میں ہے کہ ”جب معاہدہ کرتا ہے تو توڑ دیتا ہے۔“

❁ ابو داؤد اور نسائی بتاتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے یوں عرض کی تھی اے اللہ! میں خیانت کرنے کے بارے میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کیونکہ دل کے اندر موجود چیزوں میں سے یہی چیز بری ہے۔“

❁ امام بخاری ومسلم نے بتایا فرمایا ”اللہ فرماتا ہے ہ تین ایسے شخص ہیں کہ قیامت کے دن میں ان کا مخالف ہوں گا، ایک وہ شخص جو میرے نام پر کسی کو کچھ دے اور پھر دھوکا کرے۔“ (الحدیث)

❁ امام احمد، بزار اور طبرانی مرفوعاً بتاتے ہیں فرمایا ”جو امانت دار نہیں، وہ مومن نہیں اور جو معاہدہ توڑتا ہے وہ بے دین ہے۔“

❁ حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے ”جب کوئی قوم اللہ سے عہد توڑ دیتی ہے تو ان میں قتل وغارت شروع ہو جاتی ہے۔“

❁ ابو داؤد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”جو شخص عہد کرنے والے پر ظلم کرے، یا اس کے خلاف بغاوت کرے یا اس کی ہمت سے بڑھ کر اس سے کام لے یا رضامندی کے بغیر اس سے کوئی چیز لے تو قیامت کے دن میں اس کی طرف سے جھگڑوں گا۔“

❁ ابن ماجہ اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ”جو شخص کسی کو قتل پر امن دے اور پھر وہ قتل کر دے تو میں اس قاتل کی سزا کا ذمہ دار نہ ہوں گا خواہ وہ مقتول کافر ہی کیوں نہ ہو۔“ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 414

برے لوگوں سے تحفہ نہ لو

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم کافر تو کیا، ظالم اور بدعتی جیسے برے لوگوں سے بھی کوئی ہدیہ وصول نہ کریں کیونکہ اسے اسی کے ساتھ گنا جاتا ہے جس سے اس کی محبت ہو جبکہ ہم نہیں چاہتے کہ ہمارا حشر کسی ظالم، بدعتی یا کافر کے ساتھ ہو کیونکہ جو ایسے لوگوں سے کوئی تحفہ قبول کرلے گا تو لازمی طور پر اس کے دل کا جھکاؤ اسی کی طرف ہو گا لیکن اس صورت میں نہیں جب اس پر کسی نیک شیخ کی مہربانی ہو جو اسے توحید کی راہ دکھائے اور اسے معلوم ہو جائے کہ ساری حکومت اللہ تعالیٰ کی ہے کیونکہ اسے محسوس بھی کرے اور جب شریعت کا لحاظ کرتے ہوئے نچلے درجہ پر آئے تو مخلوق کے ساتھ بیٹھے بغیر تمام کاموں کا تعلق اس سے جوڑے لیکن جب تک کسی شیخ کی راہنمائی نہیں لے گا تو دیکھنے میں اسے یہی نظر آئے گا کہ ساری بادشاہی مخلوق کی ہے حالانکہ اللہ کے علاوہ ان کا کوئی احسان نہیں ہوتا اور احسان وہ غور وفکر کے بعد ہی معلوم کر سکتا

ہے کہ جس سے اسے پتہ چلے گا کہ مسلمان کو کسی شرعی مجبوری کے بغیر کسی بھی برے سے تحفہ نہیں لینا چاہئے خواہ تحفہ قبول کرنے والا بڑے اولیاء میں سے ہی کیوں نہ ہو کیونکہ جس خیال سے وہ سمجھتا ہے کہ بادشاہی مخلوق کی ہے اور بظاہر دیکھتا ہے کہ اچھا برتاؤ انہی کا ہے وہ خیال سالک کے ہر مقام پر اس کے ساتھ ہی ہوتا ہے، الگ نہیں ہوتا۔

یہ ایسا معاملہ ہے کہ ہر سالک کے علم میں نہیں ہوتا بلکہ ان میں سے چند لوگوں کو معلوم ہوتا ہے اور ساری امت کا معاملہ یونہی ہے، اس سے صرف انبیاء علیہم السلام ہی بچے ہوتے ہیں کیونکہ وہ معصوم ہوتے ہیں۔ واللہ غفور رحیم۔

- امام احمد اور طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''آدمی واضح اور نکھرا ہوا مومن اس وقت تک نہیں بن سکتا جب تک وہ اللہ کی خاطر ناراض اور اسی کی خاطر پیار نہ کرے اور جب وہ اللہ کی خاطر پیار کرے اور اسی کی وجہ سے ناراض ہو تو اللہ کی ولایت وحکومت کا حقدار ہو جائے گا۔''
- حضرت انس رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان ''آدمی اس کا ساتھی شمار ہوتا ہے جس سے محبت ہو'' سے بہت ہی زیادہ خوش ہوئے تھے چنانچہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے بھی محبت کرتے ہیں کیونکہ ہمیں امید ہے کہ ان کے ساتھ محبت کی وجہ سے ہم ان کے ساتھ ہوں گے۔
- امام بخاری ومسلم کی مرفوع روایت ہے ''آدمی اسی کا ساتھی ہوتا ہے جس کے ساتھ محبت کرتا ہو۔''
- ابنِ حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''مومن کے علاوہ کسی کے ساتھی نہ بنو اور تمہارا کھانا صرف پرہیزگار ہی کھایا کرے۔''

جن سے محبت ہوگی انہی کے ساتھ اُٹھائے جاؤ گے

طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''آدمی جن لوگوں سے محبت رکھتا ہے، انہی کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نمبر 415

جادو، پیش گوئی اور ستاروں کا علم سیکھنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے ہیں کہ ہم جادو، پیشین گوئی اور رمل وحصی کے ذریعے علم نجوم نہ سیکھیں اور نہ ہی اسے سچا کہیں جو یہ کام کرتا ہے البتہ کچھ علماء نے بیوی سے جادو کی گانٹھیں کھولنے کا طریقہ سیکھنے کی اجازت دی ہے اگرچہ یہ بھی جادو میں ہی شمار ہوتا ہے، جادو کو حرام اس لئے کیا گیا ہے کہ یہ نقصان کرتا ہے جبکہ یہ تو اس کے لئے فائدہ مند ہے۔

یاد رکھو! آج کل کے جاہلوں میں یہ بات عام ہے کہ وہ کسی چیز کے ضائع ہونے پر جادوگروں کو لے آتے ہیں تاکہ ان کے کہنے پر چلیں، بلکہ حکمران بھی یونہی کرتے ہیں چنانچہ وہ نجومی کے کہنے پر مجرم کو سزا دیتے ہیں حالانکہ یہ سب کام شریعت سے ناواقفی کی وجہ سے کرتے ہیں۔ فلا حول ولا قوة الا باالله العلی العظیم۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے اسی سلسلے میں یہ اشعار کہے تھے

اللہ کی قسم کنکروں سے دانا دنکا چگنے والے اور پرندوں کے ذریعے شگون لینے والے کیا جانیں کہ اللہ کیا کچھ کرنے والا ہے۔

تم ان سے پوچھو کہ جب آدمی کو موت آ رہی ہو تو کیا یہ غیب بتا دیں گے؟ یا یہ بتا دیں گے کہ سیلاب کب آئیگا۔"

جادوگروں کے کام

اے بھائی! یاد رکھو کہ جادو میں کچھ ایسے کام ہوتے ہیں جو انسان کو کافر بنا دیتے ہیں، یہ بات مجھے اس جادوگر نے بتائی جو پہلے جادو کرتا تھا، پھر توبہ کرلی اور کہا کہ یہ مسلمان کے لئے بالکل صحیح نہیں ہوتا کیونکہ جادو صحیح ہونے کی صورت میں وہ کافر ہو جاتا ہے۔ میں نے پوچھا تمہارے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا؟ کیا تمہارا جادو چل جاتا تھا؟ اس نے بتایا کہ روزانہ میں پیشاب سے وضو کرتا اور سورج چڑھنے پر سورج کو سجدہ کیا کرتا، یوں ہی غروب کے وقت کرتا۔

ایک اور جادوگر سے پوچھا کہ تمہارا جادو کیسے چل جایا کرتا ہے؟ اس نے بتایا کہ جب میں جادو کرنا چاہتا ہوں تو ایک برتن پر سورۂ یٰسین لکھ کر (معاذ اللہ) اسے پیشاب سے مٹا دیتا ہوں۔

مصر اور اس کی قریبی بستیوں میں بہت سے جادوگر موجود ہیں جنہیں حکمران ایسا کرنے پر رقم دیتے ہیں، کچھ ایسے جادوگر ہیں جو لوگوں کی عقل پر عمل کرتے اور ان کی بیویوں سے بدکاری کرتے ہیں، وہ اس دنیا دار سے کہتے ہیں کہ یہ عمل تمہارے گھر ہی میں ہوسکتا ہے اور اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک مسلسل سات دن یا اس سے زیادہ تم اپنی بیوی کو رات دن تنہا نہ رہنے دو، وہ کہہ دیتا ہے کہ کرلو چنانچہ وہ شخص اس جادوگر کو بیوی کے ساتھ تنہائی میں چھوڑ دیتا ہے اور خود دونوں کی خدمت کرتا اور بہترین کھانے کھلاتا ہے پھر وہ کہتا ہے کہ اس کے ساتھ شراب پینا ضروری ہے چنانچہ وہ دونوں کو شراب لا کر دیتا ہے۔ کوئی جادوگر ایسا بھی ہوتا ہے جو کہتا ہے کہ جادو اس وقت تک نہیں چل سکتا جب تک تم اپنی بیوی کو میرے ساتھ بدکاری کے لئے نہیں چھوڑتے چنانچہ وہ چھوڑ دیتا ہے۔ کوئی ویسا بھی ہوتا ہے کہ جادو اس وقت تک اثر نہیں کرے گا جب تک تمہاری بیوی کی شرمگاہ پر لکھائی نہ کروں، کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جو کہتا ہے کہ جادو اس وقت تک اثر نہیں کرے گا جب تک میں اس کی اور اپنی منی سے تعویذ لکھ کر تمہارے گلے میں نہ لٹکاؤں، یہ وہ کام ہیں جو انسان کو دین سے نکال دیتے ہیں۔

اے بھائی! تم دیکھ سکتے ہو کہ دنیا سے پیار، کیا کچھ کراتا ہے لہٰذا اگر تم اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتے ہو تو کسی شیخ کی پیروی کرو جو تمہارے دل سے دنیا کی محبت نکالے ورنہ لازمی طور پر تمہارا دل سیاہ ہوگا اور تم جادوگر، خبریں دینے والے

اور نجومیوں کو سچا کہو گے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے "تباہ کرنے والی سات چیزوں سے بچو اور پھر ان میں سے جادوگر کا نام لیا۔"

❁ نسائی نے مرفوعاً لکھا ہے "جو شخص گانٹھ لگا کر اس پر پھونک مارے تو وہ جادوگر ہوگا، جو جادو کرتا ہے، وہ مشرک ہوتا ہے اور جو کسی چیز کو لٹکایا کرتا ہے تو اسے اسی کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔" یعنی گانٹھوں والا دھاگہ یا تعویذ لٹکاتا ہے۔

❁ امام احمد نے مرفوعاً لکھا ہے "حضرت داؤد علیہ السلام ایک مقرر وقت پر اپنی بیوی کو جگاتے اور فرماتے اے آل داؤد! اٹھو اور نماز پڑھو کیونکہ یہ ایسی گھڑیاں ہیں جن میں جادوگر اور دھوکا دینے والے کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ سب کی دعا قبول فرما لیتا ہے۔"

❁ امام بزار نے مرفوعاً لکھا ہے "فال نکالنے اور نکلوانے والا، پیشن گوئی کرنے والا اور جادو کرنے کرانے والا ہم میں سے نہیں ہوتا اور جو کسی پیش گوئی والے کے پاس آئے اور اس کے کہے کو سچا جانے تو اس چیز کا انکار کر رہا ہوگا جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اتاری گئی۔"

❁ طبرانی اور ابن حبان کی حدیث میں جادو کو بہت بڑا گناہ شمار کیا گیا ہے اور حافظ عبدالعظیم بتاتے ہیں کہ کاہن وہ شخص ہوتا ہے جو کچھ چھپی باتیں بتائے جن میں سے کچھ تو سچی نکلیں لیکن بہت سی جھوٹی اور پھر یہ خیال کرے کہ اسے جن بتایا کرتا ہے۔

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے "وہ کسی کاہن کے ہاں جا کر اس سے ایسی چیزیں پوچھے جو اس سے پوشیدہ ہوں تو چالیس راتوں تک اس کی توبہ قبول نہ ہوگی اور پھر اگر اس کے کہے کو سچا جانے تو کافر ہو جائے گا۔"

❁ طبرانی ہی نے لکھا ہے "وہ شخص بلند مقام حاصل نہیں کر سکتا جو کاہن ہو، تیر پھینکے اور بدفالی لیتا ہوا سفر سے واپس آئے۔"

❁ مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے "جو کسی نجومی کے پاس جا کر کچھ پوچھے اور پھر اس کی بات سچ جانے تو اس کی وہ نمازیں قبول نہ ہوں گی جو وہ چالیس دن پڑھتا رہا۔"

حافظ منذری لکھتے ہیں کہ نجومی ہی کاہن ہوتا ہے اور کچھ جادوگر بتاتے ہیں۔

❁ ابوداؤد اور ابن ماجہ وغیرہ مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا "جو شخص تھوڑا سا علم نجوم سیکھے تو وہ کچھ جادو سیکھتا ہوگا چنانچہ جتنا سیکھے گا، اتنا ہی جادو زیادہ ہوگا۔

علم نجوم دراصل اللہ کے پاس ہے

حافظ عبدالعظیم کہتے ہیں کہ اس علم نجوم سے روکا گیا ہے جس کے ذریعے نجومی یہ دعویٰ کرے کہ وہ آئندہ زمانے میں ہونے والے واقعات کو جانتا ہے جیسے بارش برسنا، اولے پڑنا، ہوائیں چلنا اور نرخ کے اتار چڑھاؤ وغیرہ، ان کا خیال

ہے کہ وہ یہ ستاروں کی رفتار سے معلوم کرتے ہیں کیونکہ وہ ملتے اور الگ ہوتے رہتے ہیں اور کسی وقت دکھائی بھی دے دیتے ہیں حالانکہ یہ ایسا علم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھا ہے، کسی اور کے پاس نہیں تاہم اس کے ذریعے دیکھنے میں جو یہ آتا ہے کہ زوال کا پتہ چلائیں، قبلہ کی جانب معلوم کریں، کتنا وقت گذرا اور کتنا باقی ہے وغیرہ تو ان سے نہیں روکا گیا۔

علمِ نجوم کب سے شروع ہوا؟

میں بتاتا چلوں حضرت جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے ''جامع کبیر'' میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بتایا ہے، انہوں نے فرمایا اصل میں علمِ نجوم ایک نبی کے پاس تھا جن کا نام حضرت یوشع بن نون علیہ السلام تھا، ان کی قوم نے ان سے کہا کہ ہم تب آپ پر ایمان لائیں گے جب آپ ہمیں بتا دیں گے کہ مخلوق کب سے پیدا ہوئی اور ان کی عمریں کتنی ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک بادل کو حکم دیا جس نے ان پر بارش برسائی جس سے پہاڑوں پر صاف ستھرا پانی جمع ہو گیا، پھر سورج، چاند اور ستاروں کو حکم دیا کہ اس پانی میں چلتے دکھائی دیں۔ اس کے بعد حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اور ان کی قوم پہاڑ پر چڑھیں، وہ پانی کے پاس کھڑے ہو گئے، انہیں سورج، ستاروں، چاند کی رفتار اور رات دن کی گھڑیوں کے ذریعے پتہ چل گیا کہ مخلوق کب شروع ہوئی اور وہ کب مریں گے چنانچہ ان میں سے کسی کو پتہ چل جاتا تھا کہ وہ کب مرے گا، کب بیمار ہوگا، اس کے ہاں اولاد کب ہوگی اور بے اولاد کون ہوگا۔

وہ ایک عرصہ تک یونہی کرتے رہے کہ اسی دوران اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف حضرت داؤد علیہ السلام کو بھیج دیا جنہوں نے کفر کی بنا پر ان سے جنگ کرنا چاہی جس پر ان لوگوں نے ایسے لوگ بھیجے جن کی عمریں ابھی باقی تھیں لیکن دوسروں کو گھروں ہی میں رہنے دیا جنہیں موت آنے والی تھی چنانچہ وہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھیوں کو قتل کرتے جاتے تھے لیکن ان کا ایک بھی آدمی قتل نہ ہوتا تھا۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کی اے پروردگار! میں تو تیرے حکم پر لڑ رہا ہوں لیکن میرے کچھ ساتھی شہید ہو چکے ہیں جبکہ یہ تیری نافرمانی میں لڑ رہے ہیں لیکن کوئی بھی قتل نہیں ہوتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں وحی کی کہ میں انہیں پیدائش اور موت کے دن کے بارے میں بتا چکا ہوں، وہ تمہارے سامنے انہیں لائے ہیں جن کی موت میں دیر ہے، یہی وجہ ہے کہ تمہارے ساتھی مر رہے ہیں لیکن ان میں کوئی بھی نہیں مرا۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے پوچھا کہ اے پروردگار! انہیں تو نے کیا کچھ سکھایا ہے؟ فرمایا سورج، چاند اور ستاروں کی رفتار بتائی ہے اور دن رات کی گھڑیاں بتائی ہیں چنانچہ انہوں نے اپنے پروردگار سے ان کے خلاف دعا کی، سورج رک گیا اور دن بڑا ہو گیا اور کمی بیشی رات و دن میں مل جل گئی، انہیں دن رات میں زیادتی کا علم نہ ہوا، جس کی وجہ سے ان کا حساب گڑبڑ گیا چنانچہ اسی وجہ سے ستاروں میں نظر کرنا مکروہ کر دیا گیا۔

حضرت امام سعید کے مطابق حضرت جابر رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اہل کتاب کے ہاں سے ہاتھ آئی ایک کتاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے جس پر آپ نے ناراضگی میں فرمایا ''اے عمر (رضی اللہ عنہ)! اس میں تباہ ہونے

والوں کا ذکر ہے۔ جان قبضے میں رکھنے والے کی قسم! تمہیں تو سب کچھ نکھرا ہوا ملا ہے، اللہ کی قسم! آج اگر حضرت موسےٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو انہیں میری ہی پیروی کرنا ہوتی۔"

❁ امام سعید بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بتایا تھا"اہل کتاب سے کسی شے کے بارے میں نہ پوچھا کرو کیونکہ کبھی وہ تمہیں سچ بتائیں گے تو تم اسے جھٹلا بیٹھو گے اور جھوٹی بات بتائیں گے تو تم اسے سچی کہہ دو گے۔"

میاں بیوی میں جدائی ڈالنے والے پر لعنت

آپ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا"جو شخص میاں بیوی میں جدائی کا عمل کرتا ہے، وہ اللہ کی ناراضگی میں ہوتا ہے، دنیا و آخرت میں اس پر لعنت پڑتی ہے، اگر وہ توبہ نہیں کرتا تو لازمی طور پر اللہ تعالیٰ اسے جہنم کے پتھر مارے گا۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁ ابو داؤد، نسائی اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا"خط کھینچ کر حساب لگانا، بدفالی لینا اور پرندہ اڑا کر فال لینا سب شرک کی باتیں ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہش نبوی ﷺ نمبر 416

اللہ تعالیٰ سے بے ادبی کا حکم

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ایسا کام کرنے کو معمولی نہ جانیں جس میں اللہ تعالیٰ کا ادب نہ رہے جیسے گھروں اور کاغذوں پر پرندوں اور درندوں جیسے حیوانوں کی تصویریں بناتے ہیں بلکہ کاغذوں اور چمڑوں سے کاٹ کر صورتیں بناتے ہیں جنہیں "خیال الظل" کہتے ہیں۔ روکنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کی بے ادبی کا دروازہ بند ہو سکے اور ہمارے گھروں میں رحمت کے فرشتے آ سکیں کیونکہ وہ اس گھر میں نہیں جاتے جس میں کوئی تصویر لگی ہو جیسے حدیث سے ثابت ہے۔

کچھ علماء کہتے ہیں کہ روکی جانے والی تصویروں اور مورتوں سے مراد وہ ہیں جنہیں اللہ کو چھوڑ کر پوجا جاتا ہے جبکہ جمہور علماء اس کے خلاف ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہم اپنے بچوں کو عید کے دن کیک وغیرہ بنانے پر تو لگائیں لیکن انہیں ایسی صورتیں خریدنے نہ دیں جو کاغذوں پر بنی ہوتی ہیں اور ان پر سیاہ، زرد یا سرخ رنگ لگا ہوتا ہے اور پھر جسے اللہ نے خوشحال بنایا ہے، اسے چاہیے کہ ایسی تمام مٹھائیں خریدے جسے اہل مصر بناتے ہیں اور پھر انہیں توڑ کر لوگوں کو کھلا دے تاکہ اللہ کی حرمت والی چیزوں پر

غیرت کھا سکیں کیونکہ عظمت والی ہر شے سے زیادہ عظمت، اللہ کو حاصل ہے اور امید ہے کہ لوگوں کی تنگدستی اور کاروباری بندش کی بناء پر انہیں بنانا جلد ہی بند ہو جائے گا جیسے حضور شارع علیہ السلام نے وعدہ فرمایا ہے۔ واللہ علیم حکیم۔

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو لوگ ایسی صورتیں بناتے ہیں، انہیں قیامت کے دن عذاب ہوگا اور ان سے کہا جائے گا کہ جو تم نے بنایا ہے، ان میں جان ڈالو۔''

ایک اور روایت میں لکھتے ہیں ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیدہ عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ کی مخلوق جیسی صورتیں بناتے ہیں، جس گھر میں صورت ہوتی ہے، اس میں فرشتے نہیں جاتے۔''

ایک اور روایت یوں دی ہیفرمایا ''تصویر بنانے والا ہر شخص جہنم میں جائے گا، اللہ تعالیٰ اس کی بنائی مورت جیسی مورت بنا کر اسے حکم دے گا کہ جہنم میں اسے تکلیف دے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر کوئی لازمی طور پر تصویر بنانا چاہے تو درخت یا ایسی چیز کی بنائے جس میں جان نہ ہو۔

❁ امام بخاری و مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو میری (جاندار) مخلوق جیسی صورت بناتا ہے، بنانا ہی ہے تو کسی ذرے کی بنائے اور پھر دانے یا پھر جَو کی بنائے۔''

اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں ملتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 417

نرد اور شطرنج سے کھیلنا منع ہے

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہمارے بھائیوں میں سے جو کوئی نرد اور شطرنج وغیرہ سے کھیلتا ہے تو اسے منع کرنے میں غفلت سے کام نہ لیں۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ جس پر عمل کرنے میں بہت سے لوگ کوتاہی کرتے ہیں اور اس رکاوٹ پر عمل نہ کرنے کی صورت میں کھیلنے اور چپ رہنے والوں کے لئے دھوکا ہے کیونکہ اگر یہ کام برا نہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس سے یوں منع نہ فرماتے ''جو شبہ والی چیزوں سے بچے، وہ اپنا دین اور عزت بچالے گا۔'' اللہ تعالیٰ سیدھی راہ پر صرف اسے ڈالتا ہے جسے چاہتا ہے۔''

امام مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جو شخص نردشیر سے کھیلتا ہے تو یوں سمجھو کہ وہ اپنے ہاتھ پر خنزیر کا خون لگاتا ہے۔'' (جو حرام ہے)۔

❀ امام مالک کی مرفوع روایت یوں ہے ”جو نرد (یا فرمایا کہ نردشیر) سے کھیلتا ہے، وہ یوں ہے جیسے اللہ اور رسول اللہ کا نافرمان ہے۔“

حافظ عبدالعظیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں جمہور علماء یہ بتاتے ہیں کہ نرد کے ساتھ کھیلنا حرام ہے اور ہمارے کچھ علماء نے اجمالی طور پر اسے حرام لکھا ہے البتہ شطرنج کے بارے میں اختلاف ہے چنانچہ کچھ تو اسے نرد ہی کی طرح حرام کہتے ہیں لیکن امام شافعی مکروہ تنزیہی بتاتے ہیں، حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت شعبی اسے کچھ شرطوں کے ساتھ مباح لکھتے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس کی وجہ سے نماز میں دیر نہ ہونے پائے، دوسرے اس پر جوا نہ کھیلے، تیسرے یہ کہ کھیلتے وقت اپنی زبان کو بدگوئی، بدزبانی اور بے کار گفتگو سے بچائے اور جب یہ کھیل کھیلتے وقت ایسے کام کرے تو اس کی عزت گھٹے گی اور وہ گواہی کے قابل نہیں رہے گا۔

جس عالم نے اسے مباح لکھا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ اس سے جنگی کاموں اور مکروں کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

حافظ فرماتے ہیں کہ کئی حدیثوں میں شطرنج کا ذکر آتا ہے جن کی کوئی صحیح سند موجود نہیں اور نہ ہی حسن سند موجود ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

میں بتاتا چلوں کہ ”طاب“ اور ”منقلہ“ جیسے کھیل بھی نرد جیسے شمار ہوتے ہیں جن سے کھیلنے والے کو کوئی بھی فائدہ نہیں ہوا کرتا۔ واللہ غفور رحیم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 418

فاسق و فاجر لوگوں کے ساتھ بیٹھنے کا حکم

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ضروری کام اور شرعی فائدے کے بغیر کسی ایسے فاسق ظالم کے پاس نہ بیٹھا کریں جو لوگوں کی عزتیں خراب کرتے ہیں۔

اس ہدایت پر عمل کرنے میں خاص و عام اکثر لوگ کوتاہی کرتے ہیں چنانچہ ایک شیخ یا عالم بھی غیبت سنتا ہے تو اسے برا نہیں جانتا اور کئی مرتبہ مجلس والے بھی اس میں شریک ہو جاتے ہیں، کبھی غیبت کی ابتداء وہ خود کرتا ہے اور اسے دیکھ کر لوگ بھی یونہی کرتے ہیں جیسے اس دور کے وہ لوگ کرتے ہیں جو تنخواہوں وغیرہ پر بھیڑ کر آتے ہیں یا حکمرانوں اور قاضیوں کے قریبی ہونا چاہتے ہیں، کبھی وہ اندرونی طور پر خود لوگوں سے چاہتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ فلاں شخص کی عزت پر حملہ کریں، پھر ان پر خوش ہوتا ہے اور اسی بناء پر انہیں اپنا قریبی بنا لیتا ہے لہٰذا عقل مند وہ ہے جو اپنے آپ کسی کو پہنچنے والے فائدے کے بغیر ایسے شخص کے پاس بیٹھنے سے گریز کریں جیسے علم حاصل کرنا ہو، اخلاق سنوارنے یا سیاست کے ایسے

طریقے سیکھنے ہوں جو لوگوں میں چلتے ہیں تا کہ تکلیفوں کا مقابلہ کر سکے وغیرہ۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں یاد رکھئے ہر شخص پر لازم ہے کہ ظلم کو یوں سمجھے جیسے اندھیرا ہے اور وہ سمجھانے کی خاطر لوگوں کو پاس بیٹھنے پر روکے تا کہ ان کی عادتیں اپنا نہ سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر نظر رکھے ہوئے ہے۔''

❁ امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا'' برے شخص کے پاس بیٹھنا بھٹی میں پھونک مارنے والے کی طرح ہوتا ہے کہ یا تو وہ تمہارے کپڑے جلا دے گا یا اس سے بدبو آئے گی۔''

❁ ابوداؤد اور نسائی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا'' برے آدمی سے بیٹھک، بھٹی میں پھونک مارنے والے کی طرح ہوتی ہے، وہاں کپڑے سیاہ نہ ہوں گے تو دھواں ضرور پہنچے گا۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 419

علم یا ذکر کر کے حلقہ کے درمیان بیٹھنا منع ہے

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ذکر وفکر یا تدریس وغیرہ جیسے حلقہ کے درمیان بیٹھا نہ کریں جو شریعت میں جائز ہیں تا کہ اپنے بھائیوں میں نمایاں ہونے سے گریز کر سکیں۔

❁ ابوداؤد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا'' اللہ تعالیٰ حلقہ کے درمیان بیٹھنے والے پر لعنت فرماتا ہے۔''

❁ امام ترمذی لکھتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کسی کو حلقے کے درمیان بیٹھا دیکھا تو فرمایا یہ شخص حضرت محمد ﷺ کی زبان میں لعنتی بنتا ہے۔''

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 420

غضبِ الٰہی والے لوگوں کے پاس بیٹھنا بھی منع ہے

یونہی رسولِ اکرم ﷺ چاہتے ہیں ہم نہ تو لوگوں میں اور نہ ہی اکیلے ایسے لوگوں کے پاس بیٹھیں جن پر اللہ تعالیٰ ناراض ہے تا کہ ان جیسے ہی نہ بن جائیں۔

اس ہدایت پر عمل میں اکثر وہ لوگ کوتاہی کرتے ہیں جو دنیا دار ہیں خصوصاً بے قدر و قیمت فقیروں کے پاس بیٹھتے ہیں کیونکہ یوں بیٹھنے سے مجلس والے کے ادب میں فرق آتا ہے۔ ذرا دیکھو تو سہی کہ اگر وہ فاسق شرابی اور بے نماز حکمران کے پاس بیٹھے تو سر جھکائے یوں ادب کے ساتھ بیٹھے گا جیسے نماز میں بیٹھتا ہے۔ ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم۔

ابو داؤد اور ابنِ حبان کے مطابق حضرت شرید بن سوید رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ میں بایاں ہاتھ پیٹ پر رکھے ہاتھ کا سہارا لے کر بیٹھا تھا کہ اسی دوران رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا "ایسے نہ بیٹھو جیسے وہ لوگ بیٹھتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے۔" واللہ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 421

اپنی خاطر اٹھنے والے کی جگہ پر نہ بیٹھو

رسولِ اکرم ﷺ یہ بھی چاہتے ہیں کہ ہم ایسے شخص کی جگہ پر نہ بیٹھیں جو ہمارے کہنے یا ہماری عزت وغیرہ کی خاطر اٹھا ہو۔

اس ہدایت پر عمل کرنے میں اکثر وہ لوگ غفلت کرتے ہیں جو دنیادار یا دنیا دار عظیم فقیر ہوتے ہیں چنانچہ تم دیکھو گے کہ وہ تدریس یا نماز کے حلقے میں سے کھڑے ہو جائیں گے خواہ مسجدِ نبوی ہی میں پڑھی جا رہی ہو جبکہ وہ مالدار شخص اس کی جگہ پر بیٹھ جائے گا اور اسے پیٹھ پیچھے کر دے گا جبکہ کسی فقیر کے ساتھ ایسا نہیں کرے گا لہٰذا جو اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے، اسے کسی سچے شیخ کی راہنمائی لینا ہو گی تا کہ وہ اسے دنیا کی محبت سے بچائے اور ان کی تعظیم کرنے سے روکتے ہوئے فقیروں اور مسکینوں سے اس کی محبت کرائے اور انہیں اس کی تعظیم کرنے کو کہے کیونکہ دنیا والوں کی تعظیم دنیا دار ہی کیا کرتا ہے جبکہ اللہ والوں کی تعظیم وہ کرتا ہے جس کی آخرت سے محبت ہو اور دونوں فریقوں کی تعظیم وہی کرے گا جو اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہو کیونکہ (سخی) مالدار اور فقیر دونوں ہی اللہ کی بارگاہ سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کا اللہ کے ان ناموں سے تعلق ہوتا ہے المعطی (دینے والا)، المانع (روک رکھنے والا، اور المذل (ذلیل بنانے والا) واللہ علیم حکیم۔

ابو داؤد روایت کرتے ہیں کہ "ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جس کے لئے مجلس میں سے ایک آدمی کھڑا ہو گیا اور وہ وہاں بیٹھنے لگا تو رسول اکرم ﷺ نے اسے روک دیا۔"

امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "کوئی بھی شخص کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ پر نہ بیٹھا کرے بلکہ کھل کر بیٹھا کرو، اللہ تم میں بھی فراخی اور خوشحالی پیدا فرما دے گا۔"

حضرت ابوبکرہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے لئے کوئی شخص اٹھ بیٹھتا تو یہ اس جگہ نہ بیٹھتے اور بتاتے کہ رسول اکرم

ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ واللہ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 422

جگہ سے اٹھ کر واپس بیٹھنے والے کو جگہ دینا چاہئے

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ایسے شخص کا تعاون کرنے کو ہلکا نہ جانیں جو اپنی جگہ سے اٹھ کر جلدی واپس آنا چاہتا ہو اور وہاں بیٹھنے کا ارادہ ہو اور خصوصاً جب اس نے اپنی اس جگہ پر جائے نماز وغیرہ بچھایا ہو یا اپنی چادر وغیرہ وہاں رکھی ہو۔

یہ مسئلہ اس شخص جیسا نہیں جو اپنا جائے نماز بچھانے کے لئے پہلے ہی بھیج دے۔ اسے ذہن میں رکھو کیونکہ اسے آ کر وہاں بیٹھنے کا حق نہیں ہوتا اور نہ اسے یہ حق ہے کہ ایسا آدمی مقرر کرے جو جائے نماز اٹھایا کرے اور وہاں بیٹھ جایا کرے کیونکہ حضور شارع علیہ السلام نے یہ حق صرف اسے دیا ہے جو وہاں بیٹھ کر اٹھا ہو، اسے نہیں دیا جو آنے سے پہلے جائے نماز بھیج دے کیونکہ اس میں لوگوں کے لئے تنگی بھی ہوتی ہے۔ اسے ذہن میں رکھو۔

- مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے مرفوعاً لکھا ہے۔ فرمایا "جو شخص اپنی جگہ سے کھڑا ہو اور پھر اسی جگہ واپس آنا چاہے تو اس جگہ کا زیادہ حقدار وہی ہوتا ہے۔"
- ابن ماجہ اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "آدمی اپنی جگہ کا زیادہ حق رکھتا ہے چنانچہ جب وہ کسی ضروری کام کے لئے واپس آتا ہے تو اس جگہ پر بیٹھنے کا زیادہ حق رکھتا ہے۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 423

دو آدمیوں کے درمیان بیٹھنا منع ہے

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ دو آدمیوں کے درمیان نہ بیٹھیں ہاں اگر کسی بھی صورت میں پتہ چل جائے کہ وہ خوش ہیں تو حرج نہیں تاہم اس صورت میں بالکل نہ بیٹھیں جب وہ رازدارانہ باتیں کر رہے ہوں تو گویا اس ہدایت پر عمل

کرنے والے کو نہایت سمجھداری اور سوجھ بوجھ کی ضرورت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ابو داؤد اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''کسی بھی شخص کو دو آدمیوں کے درمیان بیٹھنا اس وقت تک جائز نہیں جب تک ان سے اجازت نہ لے۔''

ابو داؤد کی روایت میں ہے فرمایا ''اجازت کے بغیر دو آدمیوں کے درمیان نہ بیٹھو۔'' واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 424

راستوں میں بیٹھنا منع ہے

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم شرعی اجازت کے بغیر راستوں میں نہ بیٹھیں خواہ راستہ مسجد کے دروازے پر ہو، گھر کے روشندان کے سامنے ہو، مسجد کی کھڑکی کے سامنے ہو یا کہیں اور ہو۔

اس ہدایت میں ایسے بہت سے لوگ غفلت کرتے ہیں جن کا کوئی کاروبار نہیں ہوتا، علم نہیں پڑھتے اور نہ ہی عبادت کیا کرتے ہیں۔ ایسے لوگ دکانوں اور مسجدوں کے دروازوں پر بیٹھ جاتے ہیں، آنکھیں نیچی نہیں رکھتے، نہ کسی کو بھلا کام کرنے کو کہتے ہیں اور نہ ہی برائی سے روکتے ہیں پھر یوں بھی ہوتا ہے کہ وہ علماء، گورنروں اور ان کے عملے، کاروباری لوگوں، ظالموں، ٹیکس والوں اور نیک لوگوں کی چغلیاں کرتے ہیں اور مسجدوں کے دروازوں سے اس وقت تک نہیں اٹھتے جب تک بہت سے گناہ نہ کما لیں لیکن اگر وہ ان جگہوں پر نہ بیٹھیں تو ان کے ذمے کوئی بھی گناہ نہ ہو۔ واللہ غفور رحیم۔

حضرت شیخ محمد غمری اور ان کے بیٹے شیخ ابو العباس اور میرے شیخ، شیخ امین الدین بن نجار رحمہم اللہ مسجد کے ان ہمسائیوں کو نکال دیا کرتے تھے جنہیں دیکھتے تھے کہ وہ کسی ضرورت کے بغیر مسجد کے دروازے پر بیٹھے ہوتے تھے اور فرماتے تھے، تم یہاں آئے ہو تو ہمسایہ بن کر رہو، قرآن پڑھو، علم سیکھو اور ادب سیکھو ورنہ یہاں سے اٹھ کر بازار چلے جاؤ، اس جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ چلے جاؤ۔

حضرت شیخ امین الدین ایسے آدمی کو خوب جھڑکتے تھے جسے مسجد یا دکان کے دروازے پر بیٹھا دیکھتے اور فرمایا کرتے کہ مسجدیں نماز، ذکر الٰہی اور اللہ کے سامنے بیٹھنے کے لئے بنی ہیں اور جو گھر میں اللہ کے سامنے نہیں بیٹھ سکتا تو بازار کو چلا جائے لیکن ''اللہ اسی کو راہ راست دکھاتا ہے، جسے چاہے۔''

جہاں بیٹھو وہاں کا حق ادا کرو

امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''راستوں میں بیٹھنے سے گریز کرو۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! ہمیں بات چیت کرنے کے لئے یہاں بیٹھنا ہی ہوتا ہے۔ اس پر فرمایا اگر نہیں مانتے ہو تو راستے کو اس کا حق دو، انہوں نے پوچھا وہ حق کیا ہے؟ فرمایا آنکھیں نیچی رکھو، کسی کو تکلیف نہ دو، سلام کا جواب دو، نیکی کرنے کو کہو اور برائی سے روکو۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 425

اپنے آپ کی حفاظت کرنا ضروری ہے

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے آپ کو دنیا و آخرت میں پریشان کرنے والی ہر شے سے بچایا کریں چنانچہ ہمیں جائز نہیں کہ ایسی چھت پر سوئیں جہاں باڑ نہ بنی ہو اور طغیانی کے وقت دریا میں سواری نہ لے جائیں کیونکہ سواروں کے غرق ہونے کا زیادہ اندیشہ ہوگا۔

اس میں راز یہ ہے کہ روح بھی اللہ کی مخلوق ہے، گویا اس کی لونڈی اور غلام ہے لہٰذا اسی لحاظ سے اس کا خیال رکھنا ہم پر لازم ہے، اس کی طبیعت اور بزدلی کو نہ دیکھیں کیونکہ ہر عارف شخص اپنے نفس کو اپنا غیر سمجھتا ہے، یہ اس کے پاس امانت ہوتی ہے چنانچہ انسان کہا کرتا ہے کہ ''میرے نفس نے مجھ سے یوں کہا۔'' یا ''میں نے اپنے نفس کو یوں کہا'' حالانکہ اس کا نفس اور وہ ایک ہی تو ہوتا ہے۔

یہاں بہت سی رازدارانہ باتیں ہیں، اگر ہم ظاہر کریں تو عجیب معلوم ہوں گی۔ واللہ علیم حکیم۔

ابوداؤد وغیرہ مرفوعاً لکھتے ہیں ''جو شخص گھر کی چھت پر سوئے اور پردہ کے لئے پتھر نہ رکھے تو پھر میں اس (کے نقصان) کا ذمہ دار نہیں ہوں۔''

ترمذی کی ایک روایت میں ہے ''رسول اللہ ﷺ نے ایسی چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے جس پر (بچاؤ کے لئے) پردہ موجود نہیں ہے۔''

طبرانی کی مرفوع روایت ہے ''جو شخص ایسی چھت پر سوئے جس کے گرد دیوار نہیں اور مر جائے تو پھر اس کا خون ضائع ہو گیا۔''

امام احمد نے مرفوع روایت دی ہے ''جو شخص گھر کے اوپر سوئے جہاں اس کے گرد باہر کی شے سے رکاوٹ کے لئے کچھ نہ ہو تو میں اس کا ذمہ دار نہیں ہوں گا۔'' (کیونکہ میں سب کچھ بتا چکا)۔ واللہ علیم حکیم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 426

سنت چھوڑنے کی عادت نہ ڈالیں

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے آپ کو سنت طریقہ چھوڑنے کی عادت کبھی نہ ڈالیں جیسے ضرورت کے بغیر منہ کے بل سونا اور اکثر اس میں وہ لوگ پڑے ہوئے ہیں جو بے فائدہ بہت سا سوتے ہیں۔ پھر نیند میں بے چینی پر کبھی ایک طرف ہوتے ہیں، کبھی دوسری طرف بدل جاتے ہیں، پھر پیٹھ کے بل اور پھر پیٹ پر لیٹتے ہیں لیکن اگر وہ داہنی طرف لیٹیں اور ضرورت کے مطابق سوئیں تو جاگتے ہی وضو کر کے نماز پڑھیں اور دوسرے کسی پہلو پر نہ لیٹیں کیونکہ سنت محمدیہ سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔

دائیں پہلو پر سونے کا فائدہ

سیدی علی خواص رحمہ اللہ بتاتے ہیں داہنی طرف سونے کا فائدہ یہ ہے کہ یوں ضرورت سے زیادہ نہیں سویا جا سکتا کیونکہ انسان کا دل بائیں طرف لٹکا ہوتا ہے تو یوں ہوتا ہے کہ گویا جاگتا ہے۔ ''اللہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ پر ڈالتا ہے۔''

پیٹ کے بل لیٹنا اللہ کو پسند نہیں

امام احمد اور ابن حبان نے لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک شخص کے قریب سے گذرے جو پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا، آپ نے پاؤں سے اسے ٹھوکر ماری اور فرمایا اس طرح لیٹنا اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔''

ابو داؤد کی ایک اور روایت میں ہے ''اس طرح سونے پر اللہ ناراض ہوتا ہے۔''

ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں پیٹ پر لیٹا ہوا تھا، مجھے پاؤں سے ٹھوکر ماری اور فرمایا اے جنیدب (چھوٹے سے انسان) یہ تو دوزخیوں کے سونے کا طریقہ ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 427

دھوپ چھاؤں میں بیٹھنا منع ہے

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم جسم کو ایک جیسا کرنے کے لئے دھوپ چھاؤں میں نہ بیٹھا کریں۔ یا تو صرف سائے میں سوئیں یا اکیلی دھوپ میں یا پھر بادل میں، یونہی گرمیوں میں چھت یا پردے کے بغیر کھلے آسمان کے نیچے نہ سوئیں کیونکہ بوجھ کی وجہ سے یہ انسان کے جسم کو سینگ یا سکے کی طرح کر دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ رات کی عبادت کے لئے سست ہو جاتا اور وہ جاگ نہیں سکتا لہٰذا رات کو ورد کرنے کے لئے مناسب یہ ہے کہ چھت کے نیچے سونے سے پہلے ہی کھڑکی یا روشندان بند کر لے جہاں سے ہوا آتی ہو تا کہ اس کا بدن اتنا بوجھل نہ ہو سکے کہ رات کی عبادت نہ کر سکے۔ واللہ علیم حکیم۔

دھوپ چھاؤں شیطانی جگہیں

❁ امام احمد مرفوعاً لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے دھوپ اور سائے کے درمیان بیٹھنے سے روکا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ شیطان کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔"

❁ ابو داؤد نے مرفوعاً لکھا ہے "جب تم میں سے کوئی دھوپ میں ہو۔"

❁ مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ دھوپ میں (نہ ہو) اور سایہ اس سے ٹل جائے اور اس کا کچھ حصہ سائے میں ہو جبکہ دوسرا دھوپ میں تو اٹھ بیٹھے۔"

❁ حاکم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ آدمی سائے اور دھوپ میں بیٹھے۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 428

موت کی خرابی کے اسباب جمع نہ کرو

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم کافی گناہ کر کے، حویلیاں بنا کر، باغ وغیرہ لگا کر موت خراب ہونے کے

اسباب پیدا نہ کریں۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ جس میں بہت سے لوگ خیانت کرتے ہیں چنانچہ ہم کسی کو مرنے کے لیے تیاری کرتے نہیں دیکھتے حالانکہ آدمی کو چاہئے کہ ایسے اسباب تلاش کرے جن کی وجہ سے انسان اللہ سے ملاقات پسند کرنا شروع کردے اور وہ اس دنیا کو ٹھہرنے کی مستقل جگہ نہ سمجھے، اسے صرف ایک پل سمجھے جس سے گذر کر وہ آخرت کی طرف جائے گا اور یہ تو ہر ایک جانتا ہے کہ جس اللہ کے سامنے جانے سے بہتری کی امید ہے، وہ ان کے ساتھ کھڑے ہونے سے بہتر ہے جن کے شر سے بچنا مشکل ہے اور وہ نفس، شیطان اور فاسق لوگ ہیں۔ اس سلسلے میں مجھے شیخ عارف باللہ شیخ شعبان مجذوب رحمہ اللہ نے یہ شعر سنائے تھے۔

"موت کو موت خیال نہ کرو کیونکہ یہ وہ زندگی ہے جس کی انتہاء موت ہے۔ تمہیں اچانک
موت گھبرا نہ دے کیونکہ یہ تو اس جگہ سے انتقال کا نام ہے۔"

اس شخص کے حق میں کہا گیا ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرتا ہے اور پھر وہ اپنے آپ میں مرجاتا ہے اور اس کا کام ختم ہو جاتا ہے تو اس کی موت کا اخیر یہ ہوتا ہے کہ وہ اس جہان سے اس جہان کی طرف چلا جاتا ہے لیکن جو نفس سے جہاد نہیں کرتا تو اسے موت کے جھٹکوں کا علاج سوچنا چاہئے اور اس کی گھبراہٹ کا اندازہ لگالینا چاہئے جبکہ حدیث میں آتا ہے "جو شخص زمین پر چلتا پھرتا مردہ دیکھنا چاہتا ہے، وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔" کیونکہ انہوں نے مجاہدات کی تلواروں سے اپنے آپ کو قتل کرلیا تھا نیز اپنے ارادوں اور اختیارات کو اللہ کے سامنے جھکتے ہوئے ختم کرلیا تھا جس سے معلوم ہوا کہ اس نے روح کے اوپر جانے کی مشکل کا اندازہ نہیں کیا کیونکہ اس نے اس کے مقام کے مطابق نفس سے وہ جہاد نہیں کیا ہوتا جو کرنا چاہئے۔

سیدی عمر بن فارض رحمہ اللہ نے نفس سے جہاد کے بارے میں لکھا ہے

☆ میں نے مارنے کے لیے تیار کیا جو آسان کام نہیں اور اس سے خوب محنت لی کہ
مجھے آرام نہ پہنچا سکے۔

☆ چنانچہ جب سے میں اس کے پیچھے پڑا ہوں، میری گھبراہٹ ختم ہوگئی ہے لیکن
میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ پاک نہیں ہوسکا۔"

جو اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے، اسے کسی سچے شیخ سے راہنمائی کی ضرورت ہے جو اسے لے جا کر دوستوں میں پہنچا دے اور پھر اسے پردے کے علاوہ کوئی اور عذاب دکھائی نہ دے، اللہ کے سامنے رکاوٹ برداشت نہ کرسکے چنانچہ اگر آگ اور یہ پردہ بیک وقت اس کے سامنے آجائیں تو آگ میں جلنا پسند کرے لیکن رکاوٹ برداشت نہ کرسکے، حضرت شبلی اسی سلسلے میں فرماتے ہیں

☆ جدائی اگر جنت میں ٹھکانا کرلے تو جنت کی نعمتیں لوگوں کے لیے دوزخ بن جائیں۔

☆ لیکن وصال دوزخ میں ہو تو جہنم کی آگ لوگوں کے لیے جنت بن جائے۔"

اور جو کسی شیخ کی راہنمائی نہیں لیتا تو لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ دور ٹھہرنا چاہے گا اور وہاں سے کسی دوسری جگہ جانا پسند نہیں کرے گا۔''

میں نے شیخ الاسلام زکریا رحمہ اللہ کو فرماتے سنا ''انسان کے لیے موت اتنی ہی مشکل اور ہلکی ہوتی ہے جس قدر اس نے دنیا میں مشکلات برداشت کی ہوتی ہیں اور ان سے انبیاء علیہم السلام اور ان کے کامل پیروکاروں کے علاوہ اور کوئی شخص بچ نہیں سکا اور پھر روح کے جاتے وقت اگرچہ انہیں بھی مشکلات پیش آئی ہیں کیونکہ وہ اپنے پیروکاروں کے مقامات مکمل کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ ان پر شفقت و مہربانی فرماتا اور ساری امتوں کی بھلائی چاہتا ہے لیکن یہ مشکلات کسی دنیاوی غرض سے نہیں ہوتیں کیونکہ وہ لوگ یا تو معصوم ہوتے ہیں یا پھر محفوظ ہوتے ہیں چنانچہ اسی بنیاد پر علماء نے حضور ﷺ کے مختصر سے قول واکرباہ (ہائے افسو) کے بارے میں لکھا ہے کہ اس فرمان سے کوئی دنیاوی غرض نہیں تھی اور اس پر سب کا اجماع ہے۔ واللہ غفور رحیم۔

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ سے مرفوعاً لکھا فرمایا ''جو اللہ سے ملنا پسند کرتا ہے تو وہ بھی اس کی چاہت رکھتا ہے لیکن جو ایسی خواہش نہیں رکھتا تو وہ بھی اسے ملنا پسند نہیں فرماتا۔ اس پر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ کیا موت سے ہم نفرت کرتے ہیں؟ فرمایا ایسی بات نہیں، اصل یہ ہے کہ مومن کو جب اللہ کی رحمت، رضا اور جنت ملنے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو وہ اللہ سے ملنے کا شوق رکھتا ہے جس کے نتیجے میں اللہ بھی اسے ملنا چاہتا ہے لیکن کافر کو جب اللہ کے عذاب اور ناراضگی کا پتہ چلتا ہے تو وہ اللہ سے ملنا نہیں چاہتا جس کی وجہ سے اللہ بھی اسے ملنا پسند نہیں فرماتا۔''

❁ امام احمد وغیرہ کی روایت میں ہے فرمایا ''کافر یا فاجر و فاسق کو جب موت آ رہی ہوتی ہے تو اسے وہ برائی دکھائی دیتی ہے جو اسے ملنا ہوتی ہے یا وہ خود ایسی برائی اور عذاب دیکھتا ہے تو اللہ سے ملاقات کرنا پسند نہیں کرتا چنانچہ اللہ کو بھی ملنے کی چاہت نہیں ہوتی۔''

❁ ابن ابی الدنیا، طبرانی اور ابن حبان بتاتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے یہ دعا کی تھی ''اے اللہ! جو بندہ تم پر ایمان لا کر اعلان کرے کہ میں تیرا رسول ہوں تو اس کے دل میں اپنی ملاقات کا شوق پیدا فرما دے اور اس کی موت میں آسانی فرما دے اور یہ دنیا اسے مختصر سی دے لیکن جو تجھ پر ایمان نہیں لاتا اور یہ اعلان نہیں کرتا کہ میں تیرا رسول ہوں تو اس کے دل میں اپنی ملاقات کا شوق پیدا نہ فرما، موت اس کے لیے آسان نہ رہے اور دنیا اسے بہت زیادہ دے دے۔''

❁ ابن ماجہ نے یہ مرفوع روایت لکھی ہے عرض کی ''اے اللہ! جو مجھے مان لے اور سچا کہہ دے اور اسے معلوم ہو جائے کہ جو کچھ میں تیری طرف سے لایا ہوں، وہ حق ہے تو اسے تھوڑا سا مال و اولاد دے، اس کے دل میں اپنی ملاقات کا شوق پیدا فرما اور اسے جلد موت دے دے لیکن جس نے مجھے نہیں مانا، مجھے سچا نہیں جانا اور اسے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ جو کچھ میں تیری طرف سے لایا ہوں، وہ سچ ہے تو اسے مال و اولاد زیادہ دے اور لمبی عمر دے دے۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے پوچھا کہ تم مجھ سے کیوں ملنا چاہتے ہو؟ تو انہوں

نے کہا کہ ہم تیری طرف سے معافی اور بخشش کی امید لگائے بیٹھے ہیں، اس پر فرمایا میں لازمی طور پر بخش دوں گا۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 429

لوگوں کو تکلیف دینے کے اسباب پیدا نہ کرو

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ اپنی زندگی میں ہم وہ اسباب پیدا نہ کریں جن سے لوگوں کو تکلیف پہنچے اور وہ ہماری موت کے بعد ہمیں گالیاں دے کر گناہگار نہ ہوں اور نہ ہی ہماری عدم موجودگی میں ہماری چغلی کریں لیکن اگر ہم لوگوں کے لیے نیکی کے ذریعے پیدا کر دیں تو وہ ہمیں سراہیں اور جب ہم نہ ہوں تو ہماری چغلی نہ کر سکیں۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کبھی یہ ہوتا ہے کہ بندہ چغلی کے اسباب پیدا کرتا ہے تو وہ اس شخص کی طرح ہوتا ہے جو برائی دور کرنا چاہے لیکن نہ کر سکے۔

ایک اور مرتبہ فرمایا لوگوں پر یہ بات لازم ہے کہ لوگوں کے دین کی حفاظت کرے اور ایسی راہیں نہ نکالے جن سے ان کا دین بگڑے۔

اس ہدایت پر عمل کرنے والے کے لیے ایسے شیخ کی ضرورت ہے جو اس کی مرضی کو اپنی مرضی بنائے اور ایسے تمام دروازے بند کر دے جہاں سے اسے غیبت میں پڑنے کا موقع ملتا ہے کیونکہ وہ ان کے نقص دیکھ کر ہی غیبت کریں گے۔ ہاں اگر وہ ان خامیوں میں پڑنے سے اپنے نفس کو بچاتا تو اپنے دشمن کو اپنی خامی نکالتے نہ دیکھتا اور اگر بالفرض کوئی دوسرا اس کی خامی نکالے تو لوگ اسے جھٹلائیں گے اور اس سے اسے دور کر دیں گے لہٰذا اے بھائی! کسی شیخ کی راہنمائی میں چلو جیسے ہم بیان کر چکے ہیں ورنہ لازمی طور پر تم لوگوں کی چغلی کرنے کے اسباب پیدا کرو گے اور نتیجہ ان لوگوں کے کہنے کے مطابق ہوگا جو یہ کہتے ہیں کہ "جو تہمت والی راہوں پر چل پڑے تو پھر اپنے خلاف بدگمانی کرنے والے کو برا نہ کہے اور جو لوگوں کو اپنی غیبت کا موقع دیتا ہے تو آخرت میں غیبت والوں کے خلاف اس کے پاس کوئی حق نہیں ہوگا کیونکہ لوگ اسی کی وجہ سے اس گناہ میں پڑے تھے اور اگر لازمی طور پر ایسا کرنا چاہتا ہے کہ غیبت والے کو پکڑے تو اس کی غیبت سے درگزر کرے تاکہ یہ دونوں کام برابر ہو جائیں۔"

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں تم اس قاعدہ کہ "جو تہمت والی راہوں پر چل پڑا تو پھر اپنے خلاف بدگمانی کرنے والے کو برا نہ کہے۔" سے یہ سمجھنے کی کوشش نہ کرو کہ اس کے لیے غیبت جائز ہو گئی کیونکہ ایسی سوچ غلطی والے کی ہوتی ہے بلکہ وہ اسی طرح حرام ہے ہاں اگر غیبت کے الفاظ بلند آواز سے کہے تو اور بات ہے کیونکہ ایسے الفاظ کو علماء نے

جائز قرار دیا ہے لہٰذا اے بھائی! اگرچہ میت کی اس زندگی میں کتنی ہی خامیاں کیوں نہ ہوں، تم اس کے بارے میں برائی سے گریز کرو کیونکہ آج اگر وہ برا ہے تو کل ہم برے ہوں گے۔ واللہ غفور رحیم۔ اس میں خوب غور کرو اور غلطی سے بچو۔

- ابو داؤد وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "اپنے فوت ہو جانے والے ساتھیوں کی خوبیاں بتاتے رہو اور برائیوں سے درگزر کرو۔"
- صحیح میں مرفوعاً موجود ہے فرمایا "جب تم کسی میت کے ہاں جاؤ تو اچھی باتیں کرو کیونکہ جو کچھ تم کہتے ہو، فرشتے اس پر آمین کہہ دیا کرتے ہیں۔"
- ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے "میتوں کو گالی نہ دو کیونکہ وہ اپنے کئے ہوئے اعمال کے پاس پہنچ چکے ہیں۔"
- ابو داؤد نے مرفوعاً لکھا ہے "جب تم میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اس کے لیے دعا کرو، اس کی برائی بیان نہ کرو۔" واللہ تعالیٰ اعلم

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 430

میت پر واویلا کرنا منع ہے

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی بیویوں، اولاد اور ہمسایوں وغیرہ کو میت پر رونے اور جاہلیت کے دور کی طرح واویلا کرنے کا موقع نہ دیں اور نہ ہی اس کی وجہ سے اپنے چہرے پر تھپڑ ماریں، نہ چہرہ نوچیں، نہ کپڑے پھاڑیں اور نہ ہی بالوں کے لمبے ہونے پر بال مونڈھیں اور نہ ہی اپنی بیویوں کو سر مونڈھنے کا موقع دیں وغیرہ وغیرہ جس سے معلوم ہو کہ وہ اللہ کے کئے پر ناراض ہیں، خوش نہیں ہیں۔

اس سے غفلت میں بہت سے لوگ گرفتار ہیں حالانکہ انہیں معلوم ہے کہ یہ سب کام حرام ہیں۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت ابوبکر شبلی رحمہ اللہ کا لڑکا فوت ہو گیا تو ان کی ماں نے اپنا سر مونڈھ دیا، اسی دوران آپ آ گئے تو آپ نے اپنی ڈاڑھی مونڈھ لی اور کہا کہ تو نے ہمارے نہ ہوتے ہوئے سر مونڈھا تو میں تمہارے سامنے ڈاڑھی مونڈھ رہا ہوں۔

ایک مرتبہ اپنی بیوی کے پاس آئے تو آپ پر ایک حالت طاری تھی، بیوی کو دیکھا کہ اس کی ڈاڑھی نہیں ہے تو آپ حمام میں گئے اور چونے سے اپنی ڈاڑھی کے بال اڑا لئے اور کہا کہ میں اپنی بیوی جیسا بننا چاہتا ہوں۔

اے بھائی! جب کوئی حال والا ایسا کام کرے تو اس پر اعتراض کرنے سے گریز کرو اور انہیں انہی کے حال پر رہنے دو کیونکہ ایسی حالت میں ان پر اللہ کے حکم لاگو نہیں ہوتے جیسے صوفیہ جانتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے

انہیں کامل کر دیتا ہے تو وہ اپنے عملوں کو سنت کے خلاف جانے سے بچا لیا کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت شبلی رحمہ اللہ، حضرت جنید رحمہ اللہ کے ہاں گئے تو وہ اور ان کی بیوی چارپائی پر بیٹھے تھے، ان کی بیوی نے پردہ کرنا چاہا تو انہوں نے کہا کہ یہ تو یہاں موجود ہی نہیں ہے، حضرت شبلی کچھ دیر باتیں کرتے رہے اور جب سنبھلے تو حضرت جنید نے کہا اب وہ سنبھل گئے ہیں لہٰذا پردہ کر لو چنانچہ اگر حضرت جنید دیکھتے کہ ان پر اللہ کا حکم لاگو ہے تو بیوی سے پردہ کرنے کو کہتے اور اجازت کے بغیر انہیں بیوی کے ہوتے ہوئے آنے نہ دیتے۔

میں نے تمہیں یہ حکایت صرف اس لئے سنائی ہے کہ تمہیں ان کی ناراضگی کا خوف رہے کیونکہ صاحب حال لوگ نہ ماننے والوں پر اثر ڈال دیتے ہیں۔

یاد رہے کہ رونے دھونے کے حرام ہونے میں کوئی فرق نہیں ہوتا کہ گھر والے روئیں یا اجنبی روئیں، چھ عورتیں روئیں تو اجرت پر روئیں یا اجرت لئے بغیر۔ واللہ غفور رحیم۔

❁ امام بخاری و مسلم مرفوعاً لکھتے ہیں ”لوگوں کے رونے کی وجہ سے قبر میں مردے کو عذاب ہوتا ہے۔“ ایک اور مرفوع روایت میں ہے ”جو کسی میت پر روئے گا تو اسے قیامت کے دن اس رونے کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا۔“

❁ مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے ”دو بری چیزیں لوگوں میں موجود ہوتی ہیں ایک یہ کہ وہ کسی کی نسب میں طعنہ کی وجہ سے کفر کرتے ہیں اور دوسرے یہ کہ میت پر روتے ہیں۔“

❁ ابن حبان کی مرفوع روایت میں ہے تین چیزوں کی وجہ سے انسان اللہ کا انکار کرتا ہے کپڑے پھاڑنا، رونا اور نسب پر اعتراض کرنا۔“

❁ ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے ”رونے دھونے سے گریز کرو کیونکہ یہ دور جاہلیت والا کام ہے۔“

❁ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رونا دھونا، میت کا اعلان ہوتا ہے، نماز نہیں اور اگر رونے والا لوگوں کو یہ بتا رہا ہے کہ اس کے جنازے میں شامل ہو کر جنازہ پڑھو تو اس میں حرج نہیں۔

❁ امام ابوداؤد نے بیعت کرنے والی ایک عورت کے بارے میں بتایا کہ اس نے کہا ”حضور ﷺ نے جس بھلائی کا ہم سے وعدہ لیا تھا، ان میں یہ چیزیں شامل تھیں کہ ہم چہرے نہ نوچیں، واویلا نہ کریں، گریبان نہ پھاڑیں اور بال نہ بکھیرا کریں۔“

❁ ابن ماجہ اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے ”اللہ تعالیٰ نے اپنے چہرے کو نوچنے والی، گریبان پھاڑنے والی اور ہلاکت و بربادی کا رونا رونے والی پر لعنت فرمائی ہے۔“ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 431

عورت شوہر کے بعد تین دن سے زیادہ تک سوگ نہ منائے

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی بیویوں یا دوسری عورتوں کو شوہر کے علاوہ کسی اور پر تین دن سے زیادہ تک سوگ منانے کی اجازت نہ دیں۔ انہی میں وہ عورتیں بھی شامل ہیں جو عام طور پر اس کی ساتھی ہوتی ہیں، نہ یہ اجازت دیں کہ مردوں کی ٹوپی پہن کر اپنے بچے، ساتھی عورت کے بچے یا اپنی بہن وغیرہ پر اپنے غم کا اظہار کریں۔

اس ہدایت پر چلنے میں دوسری تو کیا عالموں اور صالحین کی بیویاں اکثر کوتاہی کرتی ہیں لہٰذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اپنی بیویوں کو اس کام سے روکیں خواہ انہیں خواب والی جگہ ہی پر کیوں نہ روکنا پڑے۔ واللہ علیم حکیم۔

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ”جو عورت اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہے، اس کے لیے جائز نہیں کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ تک سوگ منائے، ہاں اپنے شوہر پر چار مہینے اور دس دن سوگ منائے۔“

❁ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو ان کی بیٹی اور رسول اکرم ﷺ کی بیوی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے خوشبو منگوائی جس میں زعفران کی زردی وغیرہ تھی جسے اپنے رخسار پر لگایا اور فرمایا اللہ کی قسم، مجھے خوشبو کی ضرورت نہیں، مقصد صرف حضور ﷺ کا منبر پر فرمایا یہ فرمان سنانا ہے فرمایا ”اس عورت کے لیے یہ (رونا) جائز نہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہے۔“ (الحدیث) اور جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے بھی بھائی کے مرنے پر یونہی کیا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 432

یتیم کے مال کا والی بننے کا حکم

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اس قدر خوف سے یتیم کے مال کا والی نہ بنیں کہ کہیں ناحق طور پر اس کے مال میں سے کچھ کھا نہ لیں اور اگر کھا ہی لیں تو کیا بنے گا؟ چنانچہ اگر کوئی شخص اپنا دین اور عزت بچانا چاہتا ہے تو اس کے لیے اس ہدایت پر عمل لازمی ہوتا ہے۔

بڑے لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو اپنے آپ کو بھروسہ اور خدا خوفی والا جانتے ہیں، وہ یتیموں کے مال کے وارث بنتے ہوئے اسے کھاتے اور پھر حکمرانوں اور یتیم کے قریبی رشتہ داروں سے جھگڑا کرتے ہیں، حیلے بہانے بناتے

ہوئے، مال برباد کرتے ہیں اور ایسے کام کرتے ہیں جن کی حقیقت کچھ بھی نہیں اور جب بڑے لوگ جان بوجھ ایسا کریں تو ہمارے جیسوں کا کیا حال ہوگا لہٰذا ہمیں پختہ ارادہ کر لینا چاہیے کہ ممکن حد تک یتیموں کے مال سے دور رہیں۔

سیدی ابراہیم متبولی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کو یتیم کے مال کا والی بنانے سے گریز کرو جسے عام طور پر جھگڑا کرتے دیکھتے رہتے ہو اور یہ نہ سوچو کہ وہ اپنے جھگڑے کی بناء پر قریبی لوگوں سے اس یتیم کا مال بچائے رکھے گا کیونکہ اگرچہ وہ یہ مال بچائے گا لیکن اس کے بعد کھانے بھی لگے گا اور ہر اس شخص سے جھگڑے گا جو اسے برا جانے اور پھر دلیلیں دیتا چلا جائے گا کیونکہ عام لوگ اس کے سامنے ایسے ہوں گے جیسے کوئی مشکلات سے واقف نہ ہو کہ وہ جب آگے بڑھتا ہے بڑی بڑی مشکلات آتی ہیں۔

پھر یہ بھی فرماتے تھے کہ ایسے لوگوں کے قریب جانے سے گریز کرو جو ناحق لوگوں سے لڑنے کے لیے اپنے علم کو ہتھیار بناتا ہے۔

اے بھائی! اگر تم کسی یتیم کا والی بننا چاہتے ہو تو دل میں سوچو، اگر تمہارے ذہن میں یہ بات آئے کہ وہ اللہ سے خوف کھاؤ گے اور غیب میں اس سے ڈرتے رہو گے، اللہ سے حیاء یا خوف کی بناء پر گناہ کی جرأت نہ کرو گے تو اس کا والی بن جاؤ اور ذہن میں رکھو کہ یتیم کا والی اللہ ہوتا ہے جو ہماری نظروں سے پوشیدہ ہے، دکھائی نہیں دیتا اور وہاں کوئی ہوتا ہی نہیں جو اسے دیکھ سکے وہ کئی مرتبہ ناراض ہو جاتا ہے۔ واللہ علیم حکیم۔

- امام مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا
  ''میں دیکھ رہا ہوں کہ تم کمزور آدمی ہو اور میں تمہارے لیے بھی وہی کچھ پسند کرتا ہوں، جسے اپنے لئے کرتا ہوں، دو آدمیوں پر بھی امیر نہ بننا اور نہ ہی یتیم کے مال کا والی بننا۔''
- ابو یعلیٰ اور ابن حبان مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایسے لوگوں کو ان کی قبروں سے اٹھائے گا جن کے مونہوں سے آگ نکل رہی ہوگی۔ آپ سے پوچھا گیا کہ یارسول اللہ! وہ کون ہوں گے؟ فرمایا تمہارے علم میں یہ بات نہیں کہ اللہ نے فرمایا ہے ''جو ظلم کرتے ہوئے یتیم کا مال کھاتے ہیں، وہ پیٹ میں آگ بھر رہے ہوتے ہیں۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 433

عورت کو جنازے اور اولاد کی قبریں دیکھنے سے ممانعت

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی بیویوں کو جنازہ کے ساتھ چلنے کی اجازت نہ دیں اور پھر دوسروں کے بچوں

کی کجا اپنے بچوں کی قبریں دیکھنے کی بھی اجازت نہ دیں لیکن اگر ان میں بہت بے چینی دیکھیں اور محسوس کریں کہ یوں دور ہو جائیں گی تو دل ہی دل میں رسول اللہ ﷺ سے اجازت لے لیں اور پھر کسی قابل بھروسہ کے ساتھ جانے کی اجازت دیں۔

اس ہدایت پر عمل کرنے میں علماء اور صالحین تک لوگ غفلت کر جاتے ہیں چنانچہ ان میں سے کسی کی بیوی یہ کہتی ہے کہ جب میرا بیٹا فوت ہوا تھا تو فلاں عورت اس کی قبر پر گئی تھی لہٰذا اس کا مجھ پر قرض ہے جسے اتارنے کے لیے میں اس کے بیٹے کی قبر پر جارہی ہوں حالانکہ وہ جھوٹی ہوتی ہے جبکہ حضور شارع علیہ السلام کی غرض یہ ہے کہ انہیں ایسی اجازت سے روکنا اس عورت کا لحاظ کرنے سے بہت بہتر ہے کیونکہ وہ ایسے ہوتی ہے جیسے کوئی عورت نماز چھوڑتے ہوئے اللہ پر بہت زیادہ ناراض ہو کر دین سے دور ہو جاتی ہے۔ واللہ علیم حکیم۔

❁ امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا "میں تمہیں قبریں دیکھنے سے منع کیا کرتا تھا لیکن اب محمد (ﷺ) کو اپنی ماں کی قبر دیکھنے کی اجازت مل گئی ہے لہٰذا تم بھی دیکھ لیا کرو کیونکہ یہ تمہیں آخرت کی یاد دلائیں گی۔"

❁ طبرانی کی روایت ہے "قبروں کو بہت مرتبہ دیکھنے نہ جایا کرو۔"

آپ کا مقصد یہ ہے کہ یوں عبرت حاصل نہ ہو سکے گی کیونکہ جو چیز زیادہ ہو جاتی ہے، ہلکی ہو جاتی ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ بار بار دیکھنے سے انسان کا دل مر جاتا ہے وغیرہ۔

حافظ عبدالعظیم رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے پہلے تو مردوں اور عورتوں کو قبروں پر جانے سے منع فرمایا تھا، پھر مردوں کو تو اجازت دے دی گئی جبکہ عورتوں کی رکاوٹ اسی طرح رہنے دی گئی اور یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ نے سبھی کو اجازت دے دی تھی۔ واللہ اعلم۔

❁ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔"

❁ ابن ماجہ اور ابو یعلیٰ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لے گئے تو کچھ عورتیں بیٹھی تھیں، پوچھا کیوں بیٹھی ہو؟ انہوں نے بتایا کہ ہم جنازے کی انتظار میں ہیں۔ پوچھا کیا تم نے اسے نہلایا ہے؟ عرض کی کہ نہیں۔ پھر پوچھا کیا تم اسے اٹھا کر لاؤ گی؟ عرض کی نہیں، پوچھا کوئی اور تعاون کیا ہے؟ عرض کی کہ نہیں، اس پر فرمایا چادر پہنے یونہی چلی جاؤ کیونکہ تمہیں کوئی اجر نہیں ملے گا۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 434

ظالموں کی قبروں پر نہ جاؤ

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ظالموں کے عذاب سے غافل ہو کر دور راستہ ہونے کی صورت میں ان کی قبروں کے قریب سے نہ گزریں اور نہ ان کے گھروں سے گزریں بلکہ ہمیں ان کی قبروں اور گھروں سے دور راستہ بنانا چاہئے جس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی قبروں پر یا تو لعنت برس رہی ہوتی ہے، غضب ہوتا یا پھر اللہ کی ناراضگی ہوتی ہے جس سے ہمیں ان سے بھی زیادہ حصہ مل سکتا ہے۔

یادرکھیے کہ یہ حکم ان لوگوں کے بارے میں ہے جو اللہ کی فرمانبرداری کرتے ہیں، جن کا کوئی گناہ نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ تکبر والا لباس پہنتے ہیں، ان کے دل میں برے خیال نہیں آتے اور نہ ہی وہ ایک بھی مسلمان سے مکر کرتے ہیں۔ لیکن ایسے کام کرنے والے لوگ زمین میں دھنس جانے کے قابل ہیں تاہم اللہ تعالیٰ ان کا لحاظ رکھتا ہے چنانچہ وہ جہاں بھی جائیں اور مسجد میں بھی ہوں تو ظلم ان کے دلوں سے نہیں نکلتا چنانچہ تکبر کے بیان میں گزر چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں ایک شخص ابولہب کی گلی میں سے گزر رہا تھا کہ ایک طرف نظر دوڑائی جس کی وجہ سے اللہ نے زمین کو حکم دیا کہ اسے اپنے اندر دھنسا لے تو وہ قیامت تک دھنستا چلا جائے گا لہٰذا جو اپنے دل میں کسی مسلمان کے خلاف برائی کا ارادہ چھپائے ہوئے ہے، اسے ڈرنا چاہئے کہ کہیں اس پر بھی عذاب نہ آ جائے، اللہ کا غضب اور ناراضگی نہ ہو کیونکہ اللہ فرماتا ہے۔

أَفَأَمِنَ الَّذِينَ مَكَرُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ يَخْسِفَ اللَّهُ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ○ أَوْ يَأْخُذَهُمْ فِي تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ ○ أَوْ يَأْخُذَهُمْ عَلَىٰ تَخَوُّفٍ

لہٰذا اے بھائی! کسی شیخ کی راہنمائی میں چلو تاکہ وہ تمہیں بری عادتوں کے بارے میں بتائے اور ان سے بچائے پھر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ اگر اللہ معاف نہ کرے تو تم زمین میں دھنس جانے کے قابل ہو اور پھر ہمیشہ خوف رکھو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے لکھا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس وقت فرمایا جب وہ حجر کے مقام پر ثمود کے گھروں تک پہنچے تھے کہ "ان عذاب والوں کے قریب نہ جاؤ، ہاں روتے ہوئے جاؤ اور ان کی قبروں پر نہ جاؤ کہ کہیں تمہیں بھی وہ عذاب نہ ہو جو انہیں ہو رہا ہے۔"

انہی کی ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ جب "حجر" کے مقام پر پہنچے تو فرمایا "ان لوگوں کے گھروں میں داخل نہ ہونا جو اپنے آپ پر ظلم کر چکے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں بھی وہ عذاب ہو، ہاں جانا ہی ہو تو روتے ہوئے جاؤ۔" اس کے بعد آپ نے سر جھکا لیا اور تیزی سے چلتے ہوئے وادی سے گذر گئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 435

عذابِ قبر کے بہانے نہ بناؤ

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ایسے کام نہ کریں کہ جن کی وجہ سے قبر کا عذاب ہوا کرتا ہے جیسے پیشاب پاخانہ سے صفائی نہ کرنا، چغلی کھانا، مسلمانوں کے بارے میں بدگمانی کرنا، حرام کھانا اور ایسے کام کرنا جن پر اللہ ناراض ہوتا ہے کیونکہ یہ سب کام ایسے ہیں جو دلوں کو ان کاموں پر نظر رکھنے سے روکتے ہیں جن پر ایمان لانا فرض ہے اور جب دلوں کو ان کاموں سے روکا جائے گا تو پھر نبی کے بارے میں شک تو کیا، اللہ کے بارے میں بھی شک کرنے لگیں گے اور جب اس شک میں پڑیں گے تو ہر طرف سے عذاب آئے گا لہٰذا عقلمند کے لئے ضروری ہے کہ وہ موت سے پہلے ہر وہ کام چھوڑ دے جس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے لیکن ایسا شخص بیوقوف ہے جو گناہوں میں گرفتار ہو اور توبہ نہ کر سکے اور اللہ سے عذاب قبر پر پناہ مانگتا پھرے۔

حضرت شیخ علی خواص رحمہ اللہ نے بتایا کہ ایک قاضی حضرت سیدی ابراہیم متبولی کو پریشان کرتا تھا اور ان کا انکار کرتا تھا، قاضی بڑا بدخلق تھا چنانچہ جب وہ مرا تو اس کی شکل بدل گئی اور وہ سیاہ کتے جیسی ہوگئی، وہ کتا اس کی لاش کے قریب بیٹھا اور لوگوں کے دیکھتے اس کی قبر میں داخل ہو گیا اس پر حضرت متبولی نے کہا کہ یہ قلم جو تمہارے ہاتھ میں ہے تمہیں حرامی کی چھری سے زیادہ مشکل میں ڈالے گا، اس سے تم ایسے کام کب تک لکھتے رہو گے جن کے بارے میں خود تمہیں بھی یقین نہیں ہے؟

ہمارے شیخ نور الدین شوبی رحمہ اللہ کے مریدوں میں سے شیخ احمد حفار نے مجھے بتایا کہ میں ایک شخص کی لحد میں اترا، دیکھا تو وہاں ایک آدمی کھڑا تھا، وہ میرے سامنے ہوا تو میں نے ہتھوڑے سے اس کے دونوں پاؤں پر چوٹ لگائی اور اسے توڑ دیا، پھر اسے ایک طرف کر کے اس شخص کو لحد میں اتار دیا اور پھر اس معاملے میں ڈرتے ہوئے سو گیا، خواب میں اس آدمی کو دیکھا مجھ سے کہنے لگا اللہ میری طرف سے تمہیں بہتر جزاء دے، تم نے میرا پاؤں توڑا تو میں زمین پر آ گرا کیونکہ مجھے چالیس سال ہو چکے تھے کہ بیٹھ نہیں سکا تھا۔ میں نے پوچھا تمہارا قصور کیا تھا اس نے کہا کہ ایک مرتبہ میں کسی قاضی کے کھانے پر بیٹھا تو مجھے اس کی سزا ملی ہے اور جب قاضی کے کھانے پر بیٹھنے والے کا حال یہ ہے تو خود قاضی کا حال کیا ہو گا؟ ہم اللہ سے مہربانی مانگتے ہیں۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ نے فرمایا کتنی ہی قبروں کو دیکھا جاتا ہے لیکن ان قبروں والے جہنمی ہوتے ہیں۔

ولی عذاب قبر سنتا ہے

سیدی علی خواص فرماتے ہیں کہ جانور عذاب قبر سنتے ہیں کیونکہ وہ آنکھوں سے چھپے جہان میں رہتے ہیں اور جو ولی ایسے چھپے جہان میں رہتا ہے، وہ بھی عذاب قبر ہوتے سنتا ہے۔

حضرت سیدی شیخ علی اتمیدی رحمہ اللہ (شیخ محمد بن عنان کے مرید) نے مجھے بتایا کہ شرقیہ کے مقام پر برہموتوش کے قبرستان میں ایک شخص ہر رات اپنی قبر میں چیختا چلاتا تھا، لوگوں نے اس کے بارے میں شیخ محمد بن عنان کو بتایا چنانچہ وہ اس کے پاس پہنچے اور سورۂ فاتحہ کے علاوہ سورۂ تبٰرک پڑھی اور اللہ سے دعا کی کہ اس کے حق میں اس کی سفارش قبول فرما لے چنانچہ اس رات کے بعد آج تک اس کی آواز نہیں سنی گئی لہٰذا اے بھائی! اگر تم چاہتے ہو کہ تمہیں عذاب قبر نہ ہو تو ایسے کام چھوڑ دو جو اللہ کو ناراض کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔

عذاب قبر یقیناً ہوگا

- حضرت امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے کہ "عذاب قبر ہونا حق ہے۔"
- طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "مردوں کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے اور مویشی ان کے عذاب کی آواز سنتے ہیں۔"
- مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "اگر تم مردوں کو دفن نہ کیا کرتے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ وہ آواز تمہیں بھی سنا دے۔"
- ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل قبر ہوتی ہے اور جو اس سے بچ گیا تو اس کے بعد کی منزل اس سے آسان ہوگی اور اگر نہ نکل سکا تو بعد والی اور سخت ہوگی۔"
- امام بزار کے مطابق حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ ساری امت آزمائش سے بچ جاتا ہے، قبر کی آزمائش میں گھرے گی تو میرا کیا بنے گا، میں تو بہت کمزور ہوں؟ اس پر آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ ان ایمان والوں کو اس قول کے ذریعے ثابت قدم رکھے گا جو دنیا اور آخرت کی زندگی میں ثابت ہو چکا۔"

جمعہ کے دن یا رات کو فوت ہونے والا

- ترمذی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "جو مسلمان شخص جمعہ کے دن یا رات میں فوت ہو جاتا ہے تو اسے قبر کی آزمائش سے بچا لیا جاتا ہے۔"

جمعہ کے دن اور رات کو فوت ہونے والا عذابِ قبر سے بچ جاتا ہے

قبر کے عذاب اور قبر والوں کے حالات کے بارے میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 436

مسلمان کی قبر پر بیٹھنا منع ہے

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم کسی مسلمان کی قبر پر بیٹھا نہ کریں اور قبریں کھودنے والوں کو ہدایت کر دی کہ میت کی ہڈیاں نہ توڑا کریں۔ اس سلسلے میں انہیں وہ حدیثیں بتائیں جن میں ان کو اس کام پر ڈانٹا گیا ہے اور پھر ایسے لوگوں پر سخت ناراض ہوا کریں۔

سیدی علی خواص رحمہ اللہ نماز جنازہ پڑھ کر واپس آ جایا کرتے تھے اور فرماتے تھے میں اس لئے دفن کے موقع پر نہیں جاتا کہ قبریں کھودنے والے مردوں کی ہڈیاں اکثر توڑتے نظر آتے ہیں جبکہ حکم یہ ہے کہ پہلے غلط کام روکو اور بعد میں اپنے کام کرو۔" واللہ اعلم۔

- مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا "قبر کے اوپر بیٹھنے سے تو یہ بہتر ہے کہ تم کوئے پر بیٹھو جو تمہارا کپڑا جلا کر جلد پر اثر کرے۔"
- ابن ماجہ مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا "قبر کے اوپر چلنے سے تو میرے لئے یہ بہتر ہوگا کہ کوئلے یا تلوار پر چلوں یا اپنے جوتے کو پاؤں میں پھنسا لوں۔"
- طبرانی کے مطابق حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "مسلمان کی قبر کو لتاڑنے سے تو میرے لیے بہتر یہ ہے کہ کوئلے پر پاؤں رکھوں۔"
- طبرانی کے مطابق حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا تو فرمایا اے قبر پر بیٹھنے والے! نیچے اتر آؤ، اسے تکلیف نہ دو اور نہ ہی وہ تجھے پریشان کرے۔"

مردہ کی ہڈی توڑنا زندہ کی شمار ہوتی ہے

ابن ماجہ اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے "مردہ کی ہڈی توڑنا، زندہ کی توڑنے جیسا ہوتا ہے۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 437

مشقت والے کام کرنے کی ضرورت

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ایسے مشکل کام کرنے نہ چھوڑیں جن کی وجہ سے پسینہ آ جایا کرتا ہے جیسے کنوئیں کھودنے، قبریں کھودنی اور پورے زور سے ذکر کرنا وغیرہ، انہیں کرنا ضروری ہے اور اگر ہم سے یہ کام نہ ہو سکیں تو انہیں نہ کرنے پر اللہ سے بخشش کی دعا کریں۔

یہ وہ ہدایت ہے کہ اس پر کم ہی لوگ عمل کرتے ہیں اور وہ ہلکے کام کرنا پسند کرتے ہیں جن کی وجہ سے پسینہ نہیں آتا کیونکہ وہ پسینہ جمع ہوتا جائے گا جسے اللہ کی عبادت کے لیے اس دنیا میں نہیں نکالا چنانچہ یہ قیامت کے دن اکٹھا نکلے گا اور منہ تک پہنچے گا، کوکھ تک آئے گا یا پھر ان کے سروں کو بھی ڈھانپ لے گا جیسے حدیث میں آیا ہے۔ اگر یہ لوگ ایسے مشکل کام کریں جن سے پسینہ آ جاتا ہے تو قیامت کے دن یہ پسینہ کم پڑ جائے گا چنانچہ پاؤں کی پازیب تک ہو گا یا اس سے بھی کم اور اسی پسینہ پر ننگا ہونے، پیاسا ہونے، بھوکا ہونے، ڈرنے اور سب گھبرا دینے والی چیزوں کو قیاس کر لو چنانچہ جو کسی فقیر کو لباس دے گا تو اسے لباس پہنا کر اٹھایا جائے گا، جو کسی کو پلائے گا تو اسے بھی سیر کیا ہوا اٹھایا جائے گا اور جو کھانا کھلائے گا، اسے پیٹ بھرا اٹھایا جائے گا اور جو یہاں اللہ سے ڈرے گا، وہاں جا کر ڈرنے سے بچ جائے گا۔ اسے خوب ذہن نشین کر لو اور اس پر عمل کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "لوگوں کو پاؤں اور جسموں سے ننگا اور بے ختنہ اٹھایا جائے گا، پسینہ ان کے مونہوں تک ہو گا اور کانوں کے لو تک پہنچے گا۔"

❁ امام احمد نے لکھا ہے کہ "اگر اس پسینے میں کشتیاں چھوڑی جائیں تو چل سکیں گی۔"

❁ طبرانی اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے "قیامت کے دن آدمی کا پسینہ اس کے منہ تک پہنچے گا تو وہ عرض کرے گا کہ اے اللہ! مجھے یہاں سے نکال لے خواہ جہنم کو لے جا۔"

❁ حاکم کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے "سخت عذاب کی وجہ سے وہ شخص اس پسینے میں جوش کھا رہا ہو گا۔"

❁ طبرانی وغیرہ کی روایت میں ہے فرمایا "لوگ پسینے میں اتنے ہی غرق ہوں گے جتنے ان کے برے عمل ہوں گے چنانچہ وہ پسینہ کسی کے ٹخنوں تک آئے گا، کسی کے گھٹنوں تک، کسی کے کولہے تک اور کسی کے منہ میں لگام بن جائے گا اور پھر آپ نے منہ کی طرف اشارہ کر کے بتایا۔" واللہ اعلم۔

❁ امام احمد، طبرانی اور ابن حبان نے اتنا اور لکھا ہے "اور کسی کو ڈھانپ ہی لے گا۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 438

اپنا حساب لیتے رہا کرو

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے ہر حال میں اپنے آپ کی جانچ پڑتال کیا کریں اور سب سے زیادہ پڑتال علم، مال، عمر اور جسم کی کریں کیونکہ جو شخص یہاں اپنا حساب رکھے گا، آخرت میں آسانی ہو گی اور تھوڑا سا ہو گا لیکن جو یہاں بے پرواہی کرے گا، وہاں لمبا حساب ہو گا اور مشکل بھی۔

سیدی احمد بن رفاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص دل کے کھٹکوں اور ہر سانس کے لحظہ بھر کا حساب نہیں لے گا تو اسے مردوں کی صف میں نہیں لکھا جائے گا۔

اس کی وضاحت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کے حساب کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے جرم کو مانے اور دیکھے کہ اس پر اللہ کا فضل کتنا ہے، وہ بندہ پر کتنی بردباری دکھاتا ہے اور اسے پکڑتا نہیں چنانچہ جو اس بات پر اسے مانے گا تو یہاں غفلت میں کئے کاموں کے علاوہ اس کا حساب نہ ہو گا کیونکہ اللہ نے لکھا ہوا ہے کہ جو اللہ سے بالکل غافل نہ ہو گا اس کا حساب ذرہ بھر بھی نہ ہو گا۔

یاد رکھیے کہ آج کل اکثر لوگوں نے علم پر عمل کرنے کا حساب و کتاب چھوڑ رکھا ہے، اپنے قبضے میں مال کا حساب نہیں رکھتے اور اس کے علاوہ خرچ کئے اور روکے ہوئے کی جانچ پڑتال نہیں کرتے کہ اللہ اس پر راضی ہے یا نہیں اور پھر یونہی اس کا حساب بھی نہیں رکھتے کہ اُن کی عمر کھیل کود، غفلت اور گناہوں میں گزر رہی ہے کیونکہ جو وقت گزر جاتا ہے تو اس میں کئے گئے عملوں کو بند کرنے کے بعد مہر لگا دی جاتی ہے، یونہی وہ اپنے جسم کا حساب بھی نہیں رکھتے کہ کیا وہ اللہ کی عبادت، گناہ، نیند، بے مقصد کام کرنے اور کھیل کود میں بوسیدہ ہوا ہے یا نہیں تو اللہ کی قسم! ایسے کاموں میں لمبے عرصے تک گھرے رہنے پر افسوس ہے، ہاں اللہ ہمیں اپنی رحمت سے ڈھانپ لے تو اور بات ہے۔

یاد رکھوا ے بھائی! علم جتنا زیادہ ہو گا، اس کا حساب بھی اتنا ہی زیادہ ہو گا پھر یونہی مال اور عمر کے بارے میں بھی سوچا جائے گا چنانچہ ہر عالم سے ہر مسئلہ کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ اس نے سیکھ کر اس پر عمل بھی کیا ہے یا نہیں، کمائے ہوئے ہر درہم کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ اس کے حلال یا حرام ہونے کے بارے میں اس نے پرکھا تھا یا نہیں، یونہی دوسرے حساب ہوں گے۔ فلاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

❁ امام ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "قیامت کے دن آدمی کے قدم صرف اس وقت ڈگمگائیں گے جب اس سے چار چیزوں کے بارے میں پوچھا جائے گا، عمر کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ کہاں فنا کی، عمل کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ کیا کچھ کیا، مال کے بارے میں سوال ہو گا کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا اور جسم کے بارے میں

سوال ہوگا کہ اس سے کہاں کام لیا؟

یہ وہ سب سے ضروری کام ہوں گے جن کے بارے آدمی سے پوچھا جائے گا اور باقی کام ان کی شاخیں سمجھو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

- امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے "قیامت کے دن جس کا بھی حساب ہوگا، اس کی ہلاکت کا اندیشہ ہے۔"
- ابو داؤد، طبرانی اور بزار نے مرفوعاً لکھا ہے "جس کا سخت حساب ہوا، اسے عذاب ہوسکتا ہے۔"
- امام احمد نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "اگر آدمی پیدائش کے دن سے لے کر موت کے دن تک اللہ کی عبادت کے لئے منہ کے بل بھی گرا رہے تو اس دن کو چھوٹا سا سمجھے گا۔"
- امام بزار نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "قیامت کے دن انسان کے تین دفتر نکالے جائیں گے، ایک دفتر اس کے نیک عمل ہوں گے، ایک میں گناہ ہوں گے اور ایک میں اللہ کی دی ہوئی نعمتیں ہوں گی چنانچہ نیکیوں کے دفتر میں سے اللہ تعالیٰ ان میں سے چھوٹی سی نعمت کے بارے میں پوچھے گا کہ اس آدمی کے نیک عملوں میں سے اس کی قیمت لے لے لیکن وہ چھوٹی سی نعمت اس کے سارے نیک عملوں پر بھاری ہوگی پھر وہ آ کر عرض کرے گی کہ اے اللہ تیری عزت کی قسم! میرا حق پورا نہیں ہوا، گناہ اور نعمتیں اسی طرح ہیں لیکن اس کے عمل ختم ہو گئے ہیں، ایسے میں اگر اللہ تعالیٰ بندے پر رحم کرنا چاہے گا تو فرمائے گا اے میرے بندے! میں تیری نیکیاں دوگنا کر رہا ہوں اور تمہارے گناہوں پر پکڑ سے درگذر کرتا ہوں اور تجھے اپنی نعمت دے دیتا ہوں۔"
- بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا "کسی کا عمل اسے جنت میں نہیں لے جائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کے عمل کا بھی یہی حال ہوگا؟ فرمایا ہاں، لیکن اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی بے شمار رحمتیں فرما دے تو جنت میں لے جائے گا۔"

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 439

اپنے اعمال و احوال کی وجہ سے بڑا بننا ناجائز ہے

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم جب تک اس دنیا میں رہیں اپنے عملوں اور حالات جیسی چیزوں میں عرصہ تک اپنی برتری دکھانے کو معمولی کام نہ جانیں کیونکہ پل صراط پر ہمارا چلنا بالکل اسی صورت میں ہوگا جیسے یہاں ہم شریعت محمدیہ کے مطابق چلتے ہیں اور جب یہاں ہم ٹیڑھے ہوں گے تو وہاں بھی ٹیڑھے چلیں گے۔"

سیدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پل صراط کے اوپر سے تیزی یا سستی سے ہمارا گزرنا بالکل اسی طور پر ہو

گا جیسے ہم تیزی سے یہاں عبادت کرتے ہیں اور تیزی چھوڑ بھی دیتے ہیں۔

سیدی محمد بن عنان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پل صراط پر ثابت قدم ہونا عین اسی کے مطابق ہوگا جیسے ہم رات کی عبادت میں اللہ کے سامنے دیر تک کھڑے ہوتے ہیں اور قدم کا پھسلنا عین اسی کے مطابق ہوگا جیسے کسی رات میں ہم قیام کو چھوڑ دیتے ہیں۔

سیدی علی خواص فرماتے ہیں کہ پل صراط پر چلنا درحقیقت اسی جہان میں چلنا ہے چنانچہ جو شخص یہاں شرع پر چلنے میں احتیاط کرے گا تو وہ آخرت میں محسوس ہونے والی پل صراط پر بھی احتیاط کرے گا لہٰذا عقلمند وہ ہے کہ جو اپنے افعال، اقوال اور عقیدوں میں درست رہے اور لمحہ بھر کے لئے بھی اپنے آپ کو گناہوں میں نہ گھرنے دے بلکہ فوری طور پر توبہ کرے اور شرمسار ہو، اللہ تعالیٰ جس کی چاہے، جیسے چاہے، حفاظت کرسکتا ہے۔

امام بخاری و مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جہنم کے اوپر جسر (پل صراط) رکھ دی جائے گی۔ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! یہ جسر کیا ہوگی؟ فرمایا ''یہ پھسلنے والی جگہ ہوگی جس میں ٹیڑھے لوہے لگے ہوں گے، اس میں کنڈے ہوں گے، اور ایسی جگہ ہوگی جہاں چھوٹا کانٹا ہوگا جسے ''سعدان'' کہتے ہیں، مومن لوگ اس سے پلک جھپکنے میں گذریں گے، پرندے کی طرح، ہوا کی طرح، تیز رفتار گھوڑے کی طرح اور سوار کی طرح گزریں گے، نجات پانے والا سلامت رہے گا، خراشوں والے لٹکتے ہوں گے اور ناراضگی سے پھینکے جانے والے جہنم میں گریں گے۔ واللہ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 440

علم پڑھنے اور اس پر عمل سے اُکتا جانا منع ہے

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم زیادہ علم پڑھنے اور اس پر عمل سے اُکتا نہ جائیں کیونکہ اپنے نبی کریم ﷺ کے حوض سے اسی قدر پیٹ بھر کر پئیں گے جس قدر ہم میں شریعت کا خوب زیادہ علم بھرا ہوگا جیسے پل صراط پر ہمارا چلنا، شریعت پر مضبوطی سے عمل کرنے جیسا ہوگا جیسے اس سے پہلے والی ہدایت میں گذر چکا تو یوں سمجھئے کہ شریعت کے علوم تو گویا حوض ہیں جبکہ ہمارے عمل پل صراط ہیں۔

اس ہدایت پر عمل کرنے والے کو علم و عمل میں حفاظت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور یہ حفاظت اسی وقت ہوسکتی ہے جب بندہ پہلے والے بزرگوں کی طرح کسی راہنما شیخ کے طریقے پر چلے کیونکہ علم و عمل کو بہت ساری خفیہ بلائیں لگی ہوتی ہیں جسے صرف کامل لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں کیونکہ دکھلاوا کرنا مرتبوں پر چلنے والے کے ساتھ اتنا باریک صورت میں ہوتا ہے کہ بالکل چھپا ہوتا ہے اور پانی میں میل کی طرح ہوتا ہے جسے صاف کیا جاتا ہے تو نکھر کر مٹی سے الگ ہوجاتا ہے لہٰذا اے بھائی

شریعت کی حفاظت محنت سے کرو اور لازمی طور پر حدیث کی کتابوں کا مطالعہ کرو تا کہ امت کے جھگڑوں سے واقف ہو سکو اور ان آیات و احادیث اور آثار کا مطالعہ کرو جن کا ان حدیثوں سے تعلق ہے، صرف فقہ کی کتابیں نہ پڑھو اور وہ بھی ان کی دلیلیں پہچانے بغیر۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔

❁ امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ وغیرہ مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''میرا حوض ایک مہینہ کی مسافت میں ہے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے، اس کے کوزے ستاروں جتنے ہیں، جو شخص یہ پانی پی لے گا پھر اس کے بعد اسے پیاس نہیں لگے گی۔

❁ طبرانی کی روایت میں ہے ''دودھ سے زیادہ سفید'' کے بعد اتنا اور زیادہ لکھا ہے کہ ''شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواہشِ نبوی ﷺ نمبر 441

جہنم کے نچلے درجوں میں اپنی جگہ نہ بناؤ

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم جہنم میں اپنے لئے قطاۃ جانور کے گھونسلے جتنی جگہ بنانے سے بھی گریز کریں اور یہ اس صورت میں بنے گی کہ ہم چھوٹے بڑے وہ گناہ کر بیٹھیں جن سے کتاب وسنت میں روکا گیا ہے۔

اس ہدایت پر عمل کرنے والے کے لئے کسی ایسے شیخ کی ضرورت ہے جو اسے لے کر قیامت کے مرتبوں سے واقف کرے اور اسے پتہ چلے کہ وہاں کونسے عمل کام آتے ہیں اور کونسے نہیں آ سکتے تا کہ انہیں دنیا ہی میں چھوڑ دے اور پھر اس کے لئے جنت کے علاوہ کوئی اور جگہ نہ بن سکے اور اللہ کی پناہ، رہا بے فرمان شخص، تو وہ اپنے برے عملوں کی بناء پر جہنم کے نچلے درجوں میں اپنی جگہیں بناتا چلا جاتا ہے اور یونہی عمر پوری ہو جاتی ہے چنانچہ اسے کہا جاتا ہے کہ اب اپنے اس گھر میں چلے جاؤ جسے بنا چکے ہو۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نے اسی سلسلے میں یہ اشعار لکھے ہیں

☆ ''جہنم خود تو نے تیار کیا ہے اور اپنے اعمال کی وجہ سے تم ہی اس کی آگ بھڑکاتے ہو جیسے اپنے نیک عملوں کی وجہ سے اسے فوراً بجھا سکتے ہو۔

☆ تم اپنی طبیعت کے لحاظ سے تو اس سے دور بھاگنا چاہتے ہو لیکن اپنے ہر عمل کے ذریعے اسے نئے سرے سے تیار کرتے رہتے ہو۔

☆ کیا تمہیں اس پر قابو پانے کی عقل نہیں کہ روزانہ اسے تیار کر رہے ہو؟''

لہٰذا اے بھائی! اس سلسلے میں اپنے آپ ہی کو برائی دو کیونکہ جہنم میں گرمی سردی، سانپ بچھو اور آہنکس وغیرہ جو کچھ بھی تیار کیا گیا ہے، وہ اپنے ہی کئے ہوئے کاموں سے بنا ہے اور خدانخواستہ تم وہاں چلے گئے تو اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے پھر تمہیں پتہ چل جائے گا کہ کس طرح تمہارے عمل اس شکل میں ڈھل گئے ہیں، کہیں آگ ہیں، بچھو ہیں، سانپ اور کہیں کتے وغیرہ بنے ہیں اور یقیناً تمہیں پتہ چلے گا کہ وہ تمہارے ہی عمل ہیں جن میں کسی اور کا کوئی دخل نہیں، سب سے زیادہ دخل ابلیس کا ہوگا کہ اس نے وہی کچھ کر دیا ہوگا جس کی طرف تمہارا جھکاؤ دیکھا ہوگا کیونکہ انسان کا نفس بالکل ویسے ہے جیسے ترازو کی میزان (دستی) ہوتی ہے اور ابلیس تمہاری ناک میں بیٹھا ہوتا ہے اور دیکھتا ہے کہ تمہارے دل کا جھکاؤ کس طرف ہے اور صرف اس بناء پر کہ ترازو کی دستی نکلتی ہے اور کسی بھی ظاہری و باطنی گناہ کا ارادہ کرتی ہے تو ابلیس آ کر وہ کام کرا دیتا ہے اور جب تک وہ دستی میزان سے باہر نہیں آتی تو ابلیس کو بندے پر قابو پانے کا کوئی بھی راستہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ انسان یا تو گناہوں سے معصوم ہوتا ہے یا پھر اللہ کے فضل سے محفوظ ہوا کرتا ہے اور بارگاہِ الٰہی میں رہنے والوں پر اسے کوئی راہ نہیں ملتی۔

اس کی تائید شیطان کی اس بات سے بھی ہوتی ہے جو وہ جہنم میں کرے گا کہ ''اور میرا تم پر کچھ قابو نہ تھا مگر یہی کہ میں نے تم کو بلایا، تم نے میری مان لی تو اب مجھ پر الزام نہ رکھو، خود اپنے اوپر الزام رکھو۔'' یعنی تمہارے اور میزان سے گناہوں اور بدبختی کی طرف جھکاؤ سے پہلے میرا تم پر قابو نہ تھا، جب تمہارا جھکاؤ ہوا تو میں نے تمہیں آواز دی اور تم نے میری بات مان لی لہٰذا اب مجھے برا نہ بناؤ کیونکہ اس طرف تمہیں میں نے نہیں جھکایا تھا بلکہ اپنے آپ کو برا بناؤ کہ تم مجھ سے پہلے ہی اس طرف جھکاؤ کر چکے تھے۔

میری طرف سے یہ وضاحت کسی کے اشارہ سے کی گئی ہے اور یہ ایسی کلام ہے جو قبول ہو چکی اور ہر ایک کی سمجھ میں آنے والی ہے۔

یاد رہے اے بھائی! جو خالص قسم کے فرمانبردار ہیں، ان کا جہنم میں کوئی بھی گھر نہیں ہوگا کیونکہ وہ معصوم ہوتے ہیں یا پھر محفوظ جبکہ ملے جلے لوگ کبھی تو جنت میں بناتے ہیں اور کبھی جہنم میں لیکن نتیجہ خاتمے پر نکلتا ہے کہ اللہ ان کے بارے میں کیا فیصلہ فرماتا ہے، اگر توبہ کی وجہ سے ان کے گناہوں کو نیکیاں بنا دینا چاہے گا تو پھر اس کے لئے کوئی مشکل نہیں کہ جہنم والے مکانوں کو جنت میں درجے بنا دے لیکن خالص توبہ نہ کرنے کی بناء پر اگر اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو تبدیل نہیں کرتا تو پھر وہ توبہ کئے بغیر گنہگار مومنوں کی طرح اللہ کی مرضی کے ماتحت ہوں گے۔

اس مسئلہ کے بارے میں اہل سنت اور معتزلیوں کے درمیان اختلاف کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ہم اللہ سے مہربانی مانگتے ہیں۔

رہے دوزخ والے جو وہیں رہنے والے ہیں تو وہ جو بھی گھر بنائیں گے، جہنم ہی میں ہوگا، جنت میں کبھی نہ بنا سکیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اے مجرمو! آج تم علیحدہ ہو جاؤ۔'' یہ کافر چار قسم کے ہوں گے

۱۔ مشرک یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اللہ کا شریک بنایا ہوگا۔

۲۔ تکبر والے جیسے فرعون اور نمرود وغیرہ۔

۳۔ مُعطل یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے سرے ہی سے اللہ کا وجود نہ مانا ہوگا۔

۴۔ منافق یہ وہ لوگ ہوں گے جو اسلام ظاہر کرتے اور اندرونی طور پر کافر تھے اور جو کچھ انہوں نے دل میں چھپایا ہوگا، وہ شرک ہوگا، تکبر ہوگا یا پھر اللہ کا انکار ہوگا۔

ہم نے اپنی کتاب ''الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر'' کے خاتمہ میں دوزخیوں پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ واللہ غفور رحیم۔

یاد رکھو، ہر عقلمند کے لئے لازم ہے کہ اپنے آپ کو جہنم سے بچائے تاکہ اس اللہ کا حکم مان سکے جو بندے پر اس کے والدین سے بھی زیادہ مہربان ہوتا ہے چنانچہ فرماتا ہے ''اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن، آدمی اور پتھر ہیں۔'' یعنی ہر اس بری چیز سے بچاؤ جسے میں نے اپنے رسولوں کی زبانی بتلا دیا ہے۔

یہ ہدایت، ان تمام ہدایتوں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے جو اس سے پہلے گذر چکیں کیونکہ ہر روکا ہوا کام اس میں شامل ہے۔ ''اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے، سیدھے راستے کی راہنمائی فرما دیتا ہے۔''

❁ امام بخاری کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ یہ دعاء عام طور پر کیا کرتے تھے ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار۔

❁ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے ''آگ سے بچاؤ کرو خواہ کھجور کا کچھ حصہ دے کر، جسے یہ بھی نہ مل سکے تو اچھی بولی بول کر بچے۔''

❁ امام بخاری و مسلم بتاتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ جب جہنم کا ڈر سناتے، یوں توجہ فرماتے کہ لوگوں کو دکھائی یوں دیتا جیسے آپ جہنم کو دیکھ کر بتا رہے ہیں۔''

❁ امام بخاری و مسلم، ترمذی اور نسائی کے مطابق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری ''اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈر سا دو۔'' تو رسول اللہ ﷺ نے قریش کو بلایا تو عام و خاص سب آ گئے، فرمایا اے کعب بن لوی کی اولاد! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ۔ اے مرہ بن کعب کی اولاد! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ۔ اے ہاشم کی اولاد! اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔ اے فاطمہ! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ کیونکہ میں اللہ کے ہاں سے تمہارے (بچاؤ) کے لئے کسی ذراسی چیز کا بھی مالک نہیں ہوں۔''

❁ امام حاکم لکھتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنے خطبہ میں بلند آواز سے فرمایا کہ ''میں تمہیں جہنم سے ڈرا رہا ہوں۔'' آواز اتنی بلند تھی کہ کوئی شخص بازار میں مونڈھے پر چادر رکھے ہو تو اسے بھی پاؤں کے نیچے گرا دے۔''

❁ امام بخاری و مسلم نے روایت کی ہے فرمایا ''میری اور تمہاری مثال اس شخص جیسی ہے جو آگ روشن کرے اور جب اس کے اردگرد روشنی پھیل جائے تو پروانے اور چھوٹے موٹے جانور اس میں گرنے لگتے ہیں، وہ کمر باندھے انہیں روکتا ہے لیکن وہ رکتے نہیں اور پھر آگ میں جمع ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ بس میری اور تمہاری مثال ایسی ہی ہے۔''

❁ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جتنا بھی ممکن ہو، جہنم سے دور ہو جاؤ کیونکہ جنت کا خواہش مند ویسے ہی سوتا نہیں جیسے جہنم سے بھاگنے والا نہیں سوتا۔''

❁ بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے ''اے سلمانو! وہ چیزیں پسند کرو جن کی طرف اللہ نے تمہاری توجہ کرائی ہے اور جن سے پرہیز کرنے کو کہا ہے، ان سے بچو، ان سے ڈرو جن سے اللہ نے ڈرایا ہے یعنی عذاب، سزا اور جہنم سے کیونکہ اگر جہنم کی آگ کا تمہاری اس دنیوی آگ کے ساتھ ذرہ بھی آ ملے جہاں تم رہ رہے ہو تو وہ اس دنیا کو تمہارے لئے عذاب بنا دے گا۔''

❁ امام بزار نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جس رات مجھے (آسمانی) سیر کرائی گئی، میں ایسے لوگوں کے ہاں سے گذرا کہ پتھر سے جن کے سر کوٹے جا رہے تھے، جب پس جاتے تو پھر ویسے ہی ہو جاتے، ان میں ذرا بھر فرق نہ آتا۔ میں نے پوچھا اے جبرائیل علیہ السلام! یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا وہ لوگ ہیں کہ نماز کے منکر جنہیں سر درد ہو جاتی تھی۔ پھر ایسے لوگوں کے ہاں پہنچا کہ جن کے کپڑے اگلی پچھلی طرف سے پھٹے ہوئے تھے، اور آگے پیچھے گرم پتھر تھے، وہ ایسے پھر رہے تھے جیسے جانور دودھ پینے اور تھوہر چرنے کے لئے پھرتے ہیں۔ میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ وغیرہ نہیں نکالتے تھے، اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا کیونکہ وہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کیا کرتا۔

پھر میں ایک ایسے آدمی کے ہاں سے گذرا جس نے لکڑیوں کا بہت بڑا گٹھا جمع کر رکھا تھا لیکن اسے اٹھا نہیں سکتا تھا لیکن اس کے باوجود وہ اس میں اور لکڑیاں ڈالنا چاہتا تھا۔ میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ انہوں نے بتایا کہ آپ کی امت میں سے وہ ہے جس کے پاس لوگوں کی امانتیں تھیں جنہیں دے نہیں رہا تھا بلکہ اور جمع کرتا جاتا تھا۔

پھر ایسے لوگوں کے ہاں سے گذرا جن کے ہونٹ اور زبانیں لوہے کی قینچی سے کاٹی جا رہی تھیں، وہ جب بھی کٹ جاتیں، دوبارہ پہلے کی طرح ہو جاتیں اور ان میں ذرا بھی فرق نہ آتا۔ میں نے پوچھا اے جبرائیل علیہ السلام! یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے خطبوں میں فتنہ پیدا کرتے تھے اور وہ کہتے تھے جو کرتے نہیں تھے، لوگوں کو وعظ کرتے لیکن خود نصیحت حاصل نہ کرتے۔'' (الحدیث)۔

آگے آ رہا ہے کہ جب الحزن جہنم میں ایک وادی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دکھلاوا کرنے والے فقیروں کے لئے تیار کیا ہوا ہے۔

میں بتاتا چلوں پچھلے بیان سے آخرکار حاصل یہ ہوتا ہے کہ ساری قسم کے عذاب ان بے فرمانوں کے لئے ہیں جو توحید مانتے ہیں، مشرکوں کے لئے نہیں لہٰذا اس بات سے پرہیز کرو کہ اسے کافروں کا عذاب شمار کرو کیونکہ اس کا مطلب یہ ہو گا اہل قبلہ میں سے کسی کو بھی عذاب نہ ہو سکے گا جبکہ یہ چیز اہل سنت و جماعت کے مذہب کے خلاف ہے لہٰذا یہ ماننا ہو گا کہ کچھ توحید پرست لوگ جہنم میں جائیں گے اور پھر شفاعت کی وجہ سے نکال لئے جائیں گے۔

اے بھائی! پہلے بزرگوں کے خوف کو دیکھو، لگتا یوں ہے کہ جہنم شاید انہی کے لئے بنی تھی اور پھر ان کے طریقے پر چلو چنانچہ بزار کی حدیث میں ہے فرمایا ''پھر میں ایسی وادی سے گزرا جہاں عجیب آواز سنی، حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کس کی آواز ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ جہنم کی ہے، یہ کہہ رہا ہے کہ اے پروردگار! جہنمیوں کو میرے پاس بھیج دے اور انہیں بھی جن کے بارے میں تیرا وعدہ ہے کیونکہ مجھ میں بہت سی زنجیریں، ہتھکڑیاں، شعلے ہیں، گرمی ہے، ٹھنڈا گرم پانی ہے، میری گہرائی بہت زیادہ ہے اور گرمی جوش مار رہی ہے لہٰذا جن کے بارے میں تمہارا وعدہ ہے، انہیں بھیج دے۔

اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا کہ ہر مشرک مرد وعورت اور خبیث مرد وعورت تجھ میں بھیج رہا ہوں اور اس جابر وظالم کو بھی جو حساب کے دن پر ایمان نہیں لایا۔ وہ کہے گا کہ میں اس پر خوش ہوں۔ تو اس حدیث سے پتہ چل رہا ہے کہ جہنم میں رہنے والے حقیقی طور پر ایسے ہی لوگ ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁ امام مسلم لکھتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا میری جان قبضہ میں رکھنے والے کی قسم! اگر تم وہ کچھ دیکھ لو جسے میں دیکھ رہا ہوں تو تمہارے ہنسنے میں کمی آئے گی لیکن زیادہ رویا کرو گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا یارسول اللہ! آپ نے کیا دیکھا ہے؟ فرمایا جنت اور دوزخ دیکھ رہا ہوں۔

❁ امام بزار نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کچھ لوگوں کے پاس گئے جو ہنس رہے تھے، فرمایا تم ہنس رہے ہو جبکہ دوزخ اور جنت کا ذکر تمہارے سامنے ہو رہا ہے۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ اس کے بعد موت تک ان میں سے کسی کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا اور یہ آیت انہی کے بارے میں نازل ہوئی ''میرے بندوں کو بتا دو کہ میں ہی سب سے زیادہ بخشنے والا مہربان ہوں اور میرا ہی عذاب دردناک ہے۔''

❁ امام ابو یعلیٰ کی روایت ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ دو بڑی چیزوں جنت اور دوزخ کو نہ بھلاؤ اور پھر اس قدر روئے کہ آنسو ڈاڑھی مبارک کی دونوں جانب گر رہے تھے اور پھر فرمایا جان قبضے میں رکھنے والے کی قسم! اگر آخرت کے بارے میں تمہیں وہی کچھ معلوم ہو جائے جو میں جانتا ہوں تو تم ٹیلوں پر چڑھ جاؤ اور اپنے سروں پر مٹی ڈالو۔

❁ امام طبرانی کہتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، یہ وقت وہ نہ تھا جس میں عام طور پر حاضری دیتے۔ آپ اٹھے اور فرمایا اے جبرائیل علیہ السلام! کیا بات ہے، آپ کا رنگ کیوں بدلا ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ میں اللہ کی طرف سے آپ کو آگ کے بارے میں بتانے حاضر ہوا ہوں۔ اس پر فرمایا مجھے بتاؤ آگ اور جہنم کی بابت بتاؤ۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی اللہ تعالیٰ نے جہنم کے بارے میں حکم دیا تو اس میں ایک ہزار سال تک آگ جلائی گئی جس سے وہ سفید ہوگئی، پھر اس کے بعد ہزار سال تک جلانے کا حکم دیا تو وہ سرخ ہوگئی، پھر حکم فرمایا تو ہزار سال تک جلنے پر وہ سیاہ ہوگئی چنانچہ یہ سیاہ ہے، تاریک ہے، نہ اس کی چنگاری چمکتی ہے اور نہ شعلے روشن ہوتے ہیں اور اے محمد! آپ کو سچا بنا کر بھیجنے والے کی قسم! اگر سوئی کے سوراخ جتنے حصے سے بھی دوزخ دکھائی دے دے تو اس کی گرمی سے زمین کی

سب مخلوق مر جائے اور آپ کو سچا بنا کر بھیجنے والے کی قسم! اگر جہنم کا داروغہ اہل زمین کو دکھائی دے دے تو اس کی بہت زیادہ بدشکلی اور بدبو کی وجہ سے زمین کی ساری مخلوق مر جائے۔ آپ کو سچا بنا کر بھیجنے والے کی قسم! اگر دوزخیوں کی زنجیر کا ایک حلقہ، جسے اس نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے دنیا کے پہاڑوں پر رکھ دیا جائے تو انہیں ریزہ ریزہ کر دے اور وہ زمین کی نچلی تہ تک چلے جائیں۔

یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے جبرائیل! بس اتنا ہی کافی ہے، ایسا نہ ہو کہ کہیں میرا دل نہ پھٹ جائے اور میں فوت ہو جاؤں۔ اس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام رونے لگے، آپ نے فرمایا اے جبرائیل! تم کیوں روتے ہو جبکہ تم تو اپنے مقام پر ہوتے ہو؟ انہوں نے عرض کی کہ کیوں نہ روؤں؟ مجھے تو رونے کا زیادہ حق ہے کیونکہ شاید میں اللہ کے علم میں اس حالت پر نہیں ہوں جس کی امید رکھتا ہوں، کیا پتہ کہ مجھے بھی اسی آزمائش میں مبتلا کر دیا جائے جس میں ھاروت اور ماروت گرفتار ہیں۔

اس کے بعد رسول اکرم ﷺ اور حضرت جبرائیل علیہ السلام خوب روئے چنانچہ اسی دوران آواز آئی کہ اے جبرائیل اور اے محبوب مصطفیٰ! اللہ تعالیٰ نے تمہیں بے فرمانی سے بچا رکھا ہے۔"

پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام اوپر چلے گئے اور رسول اللہ ﷺ وہاں سے چل کر ایسے انصاریوں کے پاس پہنچے جو ہنس کھیل رہے تھے۔ آپ نے فرمایا تم ہنس رہے ہو جبکہ پچھلی طرف جہنم ہے چنانچہ اگر تمہیں اس کا پتہ چل جائے جسے میں جانتا ہوں تو ہنسنا کم ہو جائے اور رونا زیادہ ہو جائے، کھانا پینا بند کر دو اور اللہ سے پناہ لینے کے لئے راستوں میں بکھر جاؤ۔"

❁ امام طبرانی روایت کرتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام سر اوپر اٹھائے بغیر غمگین صورت لے کر نبی کریم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے جس پر آپ نے پوچھا اے جبرائیل! اتنے غمزدہ کیوں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میں نے جہنم کی تھوڑی سی آگ دیکھی ہے تو ابھی تک ہوش نہیں سنبھال سکا۔

❁ امام احمد کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ آج تک میں نے میکائیل علیہ السلام کو ہنستے نہیں دیکھا، وجہ کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ جب سے جہنم پیدا کر دی گئی ہے، تب سے وہ آج تک نہیں ہنس سکے۔

دنیوی کی آگ کا جہنم کی آگ سے فرق

❁ ابن ماجہ اور حاکم نے مرفوعاً لکھا ہے کہ "تمہاری یہ آگ جہنم کی آگ کا سترھواں حصہ بنتی ہے اور پھر اگر اسے دو مرتبہ پانی میں بجھایا نہ گیا ہوتا تو تم اس سے فائدہ نہ اٹھا سکتے، اب یہ دعا کرتی ہے کہ دوبارہ اسے وہاں نہ لے جایا جائے۔"

❁ امام مسلم اور ترمذی نے مرفوعاً لکھا ہے "قیامت تک آگ کو لایا جائے گا تو اسے ستر لگامیں ڈالی گئی ہوں گی جس میں سے ہر لگام کے ساتھ ستر ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے کھینچ رہے ہوں گے۔"

❁ امام مسلم اور ترمذی وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''جہنم کی آگ کو تمہاری اس آگ سے ننانویں گنا برتری حاصل ہے۔ یہ ساری ملا کر اتنی گرمی بنتی ہے۔''

❁ امام بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ جہنم کی آگ تمہاری اس آگ جیسی ہے؟ (نہیں بلکہ) یہ تو تارکول کی سیاہی سے بھی زیادہ سیاہ ہے۔''

❁ امام احمد کی روایت میں ہے فرمایا ''یہ آگ، جہنم کی آگ کے سوویں حصے کے برابر ہے۔''

دوزخی کے سانس کا نقصان

❁ امام بزار نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اگر مسجد میں ایک لاکھ یا اس سے زیادہ لوگ ہوں اور دوزخیوں میں سے ایک شخص وہاں سانس لے لے تو سب کو جلا کر رکھ دے۔''

❁ امام طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اگر جہنم کے ایک ڈول کو زمین کے درمیان لایا جائے تو اس کی بدبو اور سخت گرمی، مشرق و مغرب کے درمیان والوں کو پریشان کر دے اور اگر جہنم کی ایک چنگاری مشرق میں رکھ دی جائے تو اس کی گرمی مغرب والے بھی محسوس کریں گے۔''

❁ امام ابو داؤد و ترمذی اور نسائی نے مرفوعاً لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے جہنم پیدا فرمایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اس کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ اس کی طرف دیکھو اور اسے بھی دیکھو جو اس میں جہنمیوں کے لئے تیار کر دیا گیا ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دیکھا تو اس کے کچھ حصے، دوسروں پر گر رہے تھے چنانچہ اللہ کے ہاں واپس آ کر عرض کی تیری عزت وعظمت کی قسم، اس کے بارے میں جو بھی سن لے گا، اندر نہیں جائے گا اس پر حکم ہوا تو اسے خواہشات میں گھیر دیا گیا، پھر فرمایا جاؤ، وہ گئے تو آ کر عرض کی تیری عزت وعظمت کی قسم، مجھے اندیشہ ہے کہ اس میں سے نکل آنے والا بھی اس میں جانا چاہے گا۔

❁ امام ترمذی، ابن ماجہ اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے کہ ''جہنم اس طرح تاریک ہے جیسے تاریک رات۔''

❁ امام ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اگر جہنمیوں کو تمہاری اس آگ میں ٹھہرنے کا موقع ملے تو اس میں سویا اور قیلولہ بھی کر لیا کریں۔''

❁ امام بیہقی وغیرہ نے اس آیت کے بارے میں لکھا ہے ''اس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں'' کہ یہ آگ سیاہ ہے، اس کے شعلے بجھنے والے نہیں اور نہ ان میں روشنی ہے۔''

❁ امام طبرانی اور بیہقی کے مطابق حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا (تو عنقریب وہ دوزخ میں غی کا جنگل پائیں گے) کے بارے میں فرمایا کہ یہ غی جنگل میں ایک وادی ہے جس میں خواہشوں کے پیچھے پڑنے والوں کو پھینکا جائے گا۔

❁ امام بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا جب الحزن (یا فرمایا وادی الحزن) سے پناہ مانگو، عرض کی گئی کہ

یارسول اللہ! یہ جب الحزن کیا ہے؟ فرمایا یہ جہنم میں ایک وادی ہے جسے امت محمد ﷺ کے ان لوگوں کے لئے بنایا گیا ہے جو دکھلاوے کے کام کرتے ہیں۔

ترغیب وترہیب والی کتابوں میں اس کے متعلق بہت سی حدیثیں ملتی ہیں جو مشہور ہیں، یہاں اتنی ہی کافی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

لواقح الانوار القدسیة فی بیان العهود المحمدیه مکمل ہوگئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ کا ان گنت شکر ہے کہ اپریل ۲۰۰۹ء میں شروع کیا گیا یہ ترجمہ آج مؤرخہ ۱۸ جولائی ۲۰۰۹ء بروز ہفتہ پورے ایک بجے دن مکمل ہو رہا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ شرف قبولیت عامہ سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

ترجمہ میں اعتقاداً میرے ساتھ حضور شیخ الاسلام خواجہ حافظ محمد قمر الدین سیالوی نور اللہ مرقدہ کے ساتھ ساتھ چار اُمنائے دینِ بے مثل محبوب خدا ﷺ اساتذہ کرام کی روحانی رہنمائی یاور رہی ہے ورنہ اس کتاب کے فلسفیانہ حصوں کا ترجمہ کارے دارد تھا۔ فالحمد للحریّ بالحمد والشکر عز جلاله واجلاله و صلی الله علی حبیبه الانور وآله واصحابه اجمعین۔

اس میں حتمی حاصل شدہ اجر کو رسولِ خلق ﷺ کی بارگاہِ انور میں پیش کرتے ہوئے میں اپنے ان شفیق ترین اور سیر علم اساتذہ، حضرت فقیہ اعظم مفتی محمد نور اللہ نعیمی بصیر پور، حضرت شیخ الحدیث سید ابو البرکات قادری رضوی الوری، لاہور، حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد حسین نعیمی قدست اسرارھم کے دفترِ اعمال میں پیش از بس ضروری سمجھتا ہوں اور پھر بقید حیات استاذ گرامی، حضرت شیخ الحدیث ابو الحسنات محمد اشرف سیالوی مدظلہم العالی کی روحانی سرپرستی کا اعتقاد رکھتے ہوئے، ان کیلئے دُعاگو ہوں نیز اپنے والدین کریمین کے لئے بھی دعائے مغفرت کرتا ہوں۔ اللہ تبارک تعالیٰ سب شخصیات کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

ایک غیر متعارف مترجم
شاہ محمد چشتی سیالوی انصاری عفی عنہ
محلہ محمود پورہ قصور، پاکستان
049-2772040
0321-6577473


مزار پُر انوار قطب ربانی سیدنا عبدالوہاب الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ